# عصمت دہلی

ستائیسواں سال | بابت ماہ جنوری ۱۹۳۵ء | جلد ۵۴ نمبر ۱

فہرست مضامین

تصاویر ۱۰



چندہ سالانہ پیشگی مع محصولڈاک قسم خاص جو آرٹ کاغذ پر چھپتا ہے یعنی جس پر تصاویر چھپتی ہیں۔ عـــہ۔
وغیرہ رؤسا سے پچیس روپے۔ والیان ریاست سے سو روپے۔ فی پرچہ عـہ ممالک غیر سے ایک پونڈ۔
قسم اول :۔ جو دبیز چکنے کاغذ پر چھپتا ہے پانچ روپے فی پرچہ سات آنے ممالک غیر سے دس شلنگ سالانہ۔
قسم دوم :۔ جس کے مضامین تصاویر ٹائٹل وغیرہ کا کاغذ معمولی ہوتا ہے تین روپے فی پرچہ پانچ آنے۔
رسالہ عصمت :۔ ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں کے ریلوے اسٹیشنوں پر میسرز اے۔ ایچ ڈھیلر کے بک سٹال پر بھی ملتا ہے۔

باہتمام ابو ابین مولوی محمد امان الرحمٰن پرنٹر پبلشر محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپا

# چند باتیں

۱۹۳۴ء ختم ہوا اور یہ ۱۹۳۵ء کا پہلا پرچہ ہے۔ ۱۹۳۴ء کے عصمت پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سال کے ہر پرچہ میں بعض مضامین نہایت اہم شائع ہوئے۔ حضرت علامہ راشد الخیری قبلہ نے ناسازی طبع اور تربیت گاہ بنات کی مصروفیت کے باوجود کافی مضامین مرحمت فرمائے جہاں عصمت کی مخصوص مضمون نگار بہنوں نے عصمت کی دلچسپیاں بڑھانے میں بدستور حصہ لیا وہاں کئی ہونہار لکھنے والیاں اس سال بھی عصمت نے پیدا کیں۔ ہندوستان بھر میں صرف عصمت ہی وہ ماہوار رسالہ ہے جو ۲۷ سال سے تجارتی اغراض کو پس پشت ڈال کر مخالفین کے اعتراضات کی پرواہ کئے بغیر شرع اسلام کے موافق حقوق نسواں پر مسلسل مضامین شائع کر رہا ہے۔ اس سال بھی عصمت نے مظلوم عورتوں کے حقوق کی ترجمانی کی ہر ممکن کوشش کی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی عورتوں کے فرائض پر بھی گراں قدر مضامین شائع کئے ہیں۔ اصلاحی معاشرتی اور خانہ داری کے مضامین کے علاوہ دوسرے ملکوں کے وہ حالات جو ہندوستانی بیبیوں کے لئے سبق آموز ہو سکتے ہیں اور جن سے ان کی معلومات میں دلچسپ اضافہ ہوتا ہے نیز صنعت وحرفت اور زنانہ دستکاریوں کے کارآمد مضامین کی تعداد بھی بہت معقول ہے۔ بلند پایہ نتیجہ خیز افسانوں اور خواتین کے مطلب کی نظموں کے اعتبار سے بھی یہ سال بے انتہا کامیاب ہے ۱۹۳۴ء میں گو مضامین کا معیار پہلے سے بھی بلند ہے لیکن ایسے مضامین بھی ہر پرچہ میں ہیں جن سے اوسط درجہ کی قابلیت کی خواتین بھی پورا پورا فائدہ اٹھا سکتیں ہیں۔ عصمت کے مضامین کی ایک یہ خصوصیت بھی اس سال نمایاں ہے کہ کم سے کم جگہ میں زیادہ سے زیادہ مبیٹر دیا گیا ہے۔ پامال پرانے عنوانات پر جہاں مضامین درج کرنے میں احتیاط کی گئی ہے وہاں نئے نئے موضوعوں پر حقیقتاً کارآمد اور دلچسپ مضامین کی تعداد بہت کافی ہے۔ اشتہارات کے صفحے نکال کر ایک ہزار سے بھی زیادہ صفحے مضامین کے ہیں جن میں بعض صفحے باریک لکھوا کر قریباً ۱۲۰۰ صفحے مضامین کے دئے گئے ہیں تصاویر دو سو کے قریب ہیں جن میں ۶۰ کے قریب تصویریں وہ ہیں جن کے بلاک خاص طور پر عصمت کے لئے بنوائے گئے ہیں پابندی وقت کے اعتبار سے بھی عصمت کی خصوصیت تمام سال قائم رہی کہ کسی ماہ کا پرچہ ایک روز کی تاخیر سے بھی شائع نہیں ہوا غرض عصمت کے ذمہ جو فرائض تھے خدا کا شکر ہے عصمت نے ۱۹۳۴ء میں بخوبی انجام دیئے باوجودیکہ اس سال اڈیٹر عصمت کو دفتر کے چند "نمک حلال" ملازموں کی "شریفانہ" حرکتوں سے شدید اذیت پہنچی کہ انہوں نے جنہیں سالہا سال کی ملازمت میں کبھی کسی قسم کی شکایت نہ ہوئی تھی عصمتی بہنوں اور بناتی بچیوں کے بیچ بازار عصمت اور تربیت گاہ بنات کو نقصان پہنچانے کی کوششیں کیں۔ لیکن اس لئے کہ عصمت نے کبھی کوئی غلط راستہ اختیار نہیں کیا عصمت کے ساتھ خدا کا فضل وکرم رہا اور اس سال عصمت کی اشاعت میں غیر معمولی ترقی ہوئی اور عصمتی بہنوں کو اپنے پرچہ کی ترقی کا اور بھی زیادہ خیال پیدا ہو گیا ۱۹۳۴ء میں دفتر عصمت سے نئی کتابیں کچھ زیادہ تعداد میں شائع نہ ہو سکیں لیکن ان کی تلافی اس طرح کی گئی کہ جنت مکانی محترمہ خاتون اکرم کی ایک مستقل یادگار قایم ہو گئی اور ہندوستان بھر میں اپنی طرز کا پہلا پرچہ، زنانہ دستکاری کا ماہوار رسالہ جوہر نسواں جاری ہو گیا جس کی ضرورت ہندوستانی بیبیوں کو ایک مدت سے محسوس ہو رہی تھی۔ اب ۱۹۳۵ء کا آغاز ہے اور خدائے بزرگ و برتر کا نام لیکر عصمت نئے سال میں قدم رکھتا ہے۔ اسکی ذات سے امید ہے کہ ۱۹۳۵ء میں عصمت اپنے فرائض اور بھی مستعدی سے انجام دیگا۔ یہ نیا سال عصمتی بہنوں کو ان کے عزیزوں کی سلامتی میں مبارک ہو اور عالم نسواں اور عالم اسلام کے لئے بھی ایک مسعود سال ثابت ہو۔

رازق الخیری

# سالِ نو

سحر کی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے۔ سرور کے گیت گا رہی ہیں
خموش کلیوں کو گدگدا کر سراپا نغمہ بنا رہے ہیں

لچکتی شاخوں پہ ابر ئی رنگ۔ ننھی چڑیاں چہک رہی ہیں
حسین پھولوں کے گرد بھنورے۔ بہ شوق چکر لگا رہے ہیں

سکوت ٹوٹا پڑی ہے ہلچل۔ اتر گیا نشہ خواب خوش کا
تفکراتِ جہاں صبا کی۔ ہر اک کو آ کر جگا رہے ہیں

ہے نسترن زارِ صبح روشن۔ شفق کی سُرخی سے لالہ ساماں
بجھی ہیں شمعیں۔ پتنگے مٹ کر۔ مآلِ اُلفت بتا رہے ہیں

افق سے لے کر کرن کا نیزہ۔ نکل رہا ہے سوادِ مشرق
مثال فوج شکست خوردہ۔ ستارے مغرب کو جا رہے ہیں

یکایک اس حُسن زار فضا میں۔ کہ میں تھی مصروف جبہ سائی
سنہری ملبوس میں کرن اک۔ تڑپ کے میرے قریب آئی

تمہیں ہو یہ سالِ نو مبارک"۔ کہا شرارت سے مسکرا کر
کہا جوابًا قریب سے ہی۔ صبا نے "اے حسن و نور پیکر

ہیں لائق تہنیت وہ قومیں۔ جو قیمت وقت سے ہیں واقف
ہیں کامیابی سے گل بداماں۔ ہیں گام زن علم و فن کی رو پر

ارادہ مستقل کو جن کے۔ نہیں تنزل کا خوف ہرگز
ترقیوں کی سعید خواہش۔ ہمیشہ رکھتی ہے جن کو مضطر

سمجھ کے مہمانِ چند روزہ۔ کی قدر جو تیس کی نہایت
کی روز و شب کی ہر ایک ساعت۔ مفید کاموں میں صرف یکسر

نہ ہو تاسف کناں ذرا بھی۔ عزیز اوقات کو گنوا کر
جو قوم غفلت کی نیند سوئے۔ رہِ علوم و عمل کو چھوڑے

خوشی ہو کیا سالِ نو کی اُس کو۔ نہیں ہے جب رنج سال رفتہ
کہے جو حال زبوں پہ اپنے۔ "یہی تھا تقدیر کا نوشتہ"

خورشید آرا بیگم منشی فاضل و ادیب فاضل

# صُبحِ نو سے خطاب

اے خوشا بخت کہ سالِ نو ہوا جلوہ چکاں — صبح روشن کی ضیا سے ہے منور پھر جہاں

آفتابِ نو کی تابش سے ہوئی روشن سحر — جلوۂ عریاں نے چھائی ہے فضائے بحر و بر

اے خوشا روزے کہ لاکھوں آرزوئیں جاگ اُٹھیں — مرحبا وقتے کہ نخلِ شوق کی کلیاں ہنسیں

خیر مقدم کو بڑھیں ارماں بھری نظریں مری — رُوح کو تازہ بہارِ زندگی حاصل ہوئی

مرحبا صد مرحبا اے میہمان کامگار — دم قدم سے تیرے وابستہ ہیں ارماں بے شمار

تیرے آنے سے جواں یہ غنچۂ اُمید ہو — ظلمتِ شام وطن پھر رشکِ ماہِ عید ہو

اُلٹ دے چہرۂ قسمت سے ظلمت کی نقاب — آبنا دے زندگی کی کاہشوں کو کامیاب

کھول دے وہ باب علم و فضل و راہ زندگی — جو دکھا دے آنکھ کو منزل کی تاباں روشنی

توڑ یہ زنجیرِ ذلت، ہوں رواں پائے اسیر — برق افگن ہوں قدم، ہر گام ہو سرعت پذیر

پردۂ غفلت ہماری بند آنکھوں سے اُٹھا — پھر دکھا نظروں کو مستقبل کا روشن آئینہ

چھین ہاتھوں سے ہمارے جامِ عیش و صد سرور — تاکہ پھر یہ کیفِ عشرت روح سے ہو جائے دور

ہاں مٹا دے یہ جمود و کسل و غفلت کا خُمار — چشمِ بینا کو دکھا شمعِ تجلّی آشکار

لوٹ دے ایسا ورق یعنی کتابِ زیست کا — جس سے ہو تبدیل یہ مضموں خطِ تقدیر کا

یہ وطن کی شام ہو جائے بہارِ صبحِ نو — آفتابِ علم سے ذرے کریں پھر کسبِ ضو

ہے جمالہ کی دعا یہ سالِ نو آباد ہو
گُل چکاں ہر آرزو ہو ہر تمنا شاد ہو

بلقیس جمال

# تربیت گاہ کی عید

گذشتہ تیرہ چودہ صدی میں دنیا اور اس کی اشیا اپنی اپنی عمر کو پہونچ کر فنا ہو چکیں مگر قدرت کے قانون اب بھی بدستور اپنے کام کر رہے ہیں اور بقاء حیات کی کوششوں میں سرگرم ہیں آدمی جانور پھل پھول ان ہی کے فراہم کئے ہوئے اسباب سے زندگی پوری کر رہے ہیں انسان جس کے احسان فراموش ہونے کی کتاب اللہ شاہد ہے سب سے زیادہ قدرتی اشیاء سے متمتع ہو رہا ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ سب سے زیادہ وہی قدرت سے بغاوت بھی کر رہا ہے

---

جنگلوں میں صحرائی پرندے پہاڑوں پر طائر، ن خوش الحان اور شہروں میں مؤذن کی صدائیں خاتمۂ شب اور طلوع آفتاب کی خبر دیتے ہیں مگر مسلمانوں کو ان کی مقدس صدا اب ایک اور دن کے آنے کی بھی خبر دے رہی ہے۔ جس کا نام یوم الحق ہے جب اعمال انسانی انصاف کی کسوٹی پر پرکھے جائیں گے اور اعضا انسانی اعمال و افعال کے شاہد ہوں گے۔

مخبر صادق کا ارشاد ہے کہ اس روز جب انسان اپنے اعمال کا وزن دیکھ کر سرنگوں اور پریشان ہو گا تو خدائے واحد کی ازلی و ابدی طاقت بندے سے اس طرح خطاب کرے گی۔

”یاد کرو وہ وقت جب ہم بھوکے اور پیاسے تیرے دروازے پر گئے کہ شاید اس دولت میں سے جو ہم نے تجھ کو عطا فرمائی اس رزق میں سے جو ہم نے تجھ کو دیا ہمارا پیٹ بھی بھر دے مگر ہم تیرے دروازہ سے واپس آئے اور تو نے ہم پر مطلق توجہ نہ کی اور رحم نہ کھایا۔

یہ سن کر گنہگار انسان عرض کرے گا ”اے زمین و آسمان کے مالک تو نے کبھی ہمارے دسترخوان پر آنے کی تکلیف گوارا نہ کی“ حکم ہو گا کہ میرے لاچار بندے اور اپاہج مخلوق جن کو تو نے جھڑکا اور رحم نہ کھایا وہ کون تھے میں ہی تھا اور میں نے تجھ کو خبر دی تھی کہ دنیا کے بہت سے سودے کر رہے ہو ایک معاملہ ہم سے بھی کرو اور کچھ ہمارے پاس امانت رکھوا دو ہم اشد ضرورت کے وقت تم کو واپس کر دیں گے۔ آج تمہاری کوئی امانت ہمارے پاس نہیں ہے“

---

آفتاب عید ارض مقدس پر نمودار ہو چکا مسلمان اجلے اور نئے کپڑے پہن کر نماز کو روانہ ہو رہے ہیں کہ آقائے دو جہان کے وہ مبارک کندھے جن پر ہم اور ہمارے ماں باپ ہزار بار قربان ہوں دو یتیم بچوں کے سامنے جھک گئے اور معبود حقیقی کی یہ درماندہ مخلوق شہنشاہ کونین کے کندھوں پر سوار ہو گئی۔ خدا کا پیارا اور ہمارا آقا ان بچوں کے کپڑے بدلوا کر نماز کو

ے جا رہا ہے اور اپنی امت کو بتا رہا ہے کہ یہ بچیں معصوم
دربارِ رسالت اور خدائی حکومت میں کیا درجہ رکھتے ہیں

" ہزار ہا درود و سلام "

---

عید الفطر سر پر آگئی اور میں عصمتی لڑکیوں اور مسلمانوں
سے یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گا کہ تربیت گاہ کی یتیم
بچیاں بھی مسلمانوں کی اس خوشی میں شریک ہونے کا ہر
مسلمان کی طرح حق رکھتی ہیں ان کا دل بھی اچھے لباس
پر راغب ہوگا۔ بہتر کھانے کو ان کا جی بھی چاہے گا اور یہ بھی
وارث والے بچوں کو دیکھ کر اپنے جذبات سے متاثر ہونگی
مبارک ہوں گے وہ ہاتھ جو شہنشاہ کونین کی اس
پیاری امت کو آگے بڑھیں اور انکی خدمت کریں۔

راشد الخیری
تربیت گاہ بنات۔ کوچہ چیلاں دہلی

# خواب کی تعبیر

تین چار مہینے یا اس سے زیادہ ہوئے کہ میرے پاس ایک
عزیز بچی کا خط آیا جس میں اس نے ایک متوحش خواب کی تعبیر
دریافت کی تھی میں نے اس خط کا کوئی جواب نہیں دیا پچھلے مہینہ
میں ایک اور خط اسی قسم کا آیا اور اس ہفتہ میں دو خط جن میں خوابوں کی
تعبیریں دریافت کی ہیں۔

مسلمان لڑکیوں کو یہ معلوم ہوگا کہ رؤیا یعنی خواب کی صداقت
کے متعلق کلام اللہ کی ایک آیت میں ارشاد ہو رہا ہے کہ "تحقیق
اللہ نے اپنے رسولؐ کے خواب کو سچا کر دکھایا" اس کے کھلے
ہوئے معنی یہ ہیں کہ ہر خواب کا سچا ہونا یقینی نہیں ہے خدا اپنے
خاص خاص بندوں کے خواب سچے کر دیتا ہے یا ضرورت ہوتی
ہے تو پہلے سے آگاہ کر دیتا ہے۔ جس طرح حضرت یوسفؑ
کا خواب تھا مگر اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہر انسان جو کچھ خواب
میں دیکھے وہ خدا کی طرف سے ہے کہ سچ ہے اور اس کی تعبیر
کا ہونا ضروری ہے۔

خواب کی حقیقت یہ ہے کہ انسان جب سو جاتا
ہے تو اس کے تمام اعضا اپنا کام بدستور کرتے ہیں جاگتے
ہیں آدمی اکثر تخیل کی سیر کرتا ہے بلکہ بعض آدمیوں کو تو دیکھا
ہے کہ ایک معاملہ کو حقیقت بنا کر باتیں کرنے لگتے ہیں اسی طرح
سونے کی حالت میں بعض حالات واقعہ بن کر سامنے آجاتے
ہیں جس میں آدمی سب کچھ کرتا اور سب کچھ دیکھتا ہے۔
لیکن اس کو حقیقت سمجھنا اور اس کی تعبیر کا ضروری سمجھنا
ایک قسم کی مذہبی کمزوری ہے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ ہر خواب کی یہی کیفیت ہوتی ہے میرا
مقصد یہ ہے کہ اکثر و بیشتر خواب اسی قسم کے ہوتے ہیں
بالخصوص جن کی تعبیر مجھ سے دریافت کی گئی ہے۔

راشد الخیری

# اب کیسی خوشی کہاں کی عیدیں

پھر خیر سے لو بہن زرینہ | آ پہونچا ہے عید کا مہینہ
کچھ یاد ہے پار سال کی بات | وہ عید کا چاند عید کی رات
وہ دل کا کنول کی طرح کھلنا | ہنس ہنس کے گلے وہ چھت پہ ملنا
پھر بھاگ کے نیچے گھر میں آنا | انگنائی میں امّی کو بلانا
جب چاند انہیں یوں نظر نہ آیا | آ سلم عینک اُٹھا کے لایا
شیشے اُس کے وہ موٹے موٹے | ہم سب مارے ہنسی کے لوٹے
ہے ہے! وہ خوشی وہ دل کی حالت | سچ مچ ہمیں مل گئی تھی جنت
کپڑوں کا وہ اہتمام ابھی سے | ہر چیز کا انتظام ابھی سے
نیند آتی کسے خوشی کے مارے | قصّے دُہرائے مل کے سارے
دلچسپ وہ بیاہ کی کہانی | اور اُس پہ وہ میری چھیڑ خانی
پہلے تو تمھارا مسکرانا | پھر پھیر کے منہ ذرا لجانا
یاد آتی ہیں کس طرح وہ باتیں | اللہ! کہاں گئیں وہ راتیں
فیروزی سی وہ تمہاری ساری | اور اُس میں ٹکی ہوی کناری
ہمرنگ وہ ریشمین جمپر | اِن چیزوں کا اُف وہ رعب ہم پر
بن ٹھن کے جو تم کھڑی ہوئی تھیں | سچ مچ کی پری بنی ہوئی تھیں
گوری گوری تمھاری صورت | قد بوٹا سا پیاری پیاری صورت
اللہ وہ شکل پھر دکھا دے؟ | وہ بچھڑے دلوں کو پھر ملادے!
اب کیسی خوشی؟ کہاں کی عیدیں | سب خاک میں مل گئیں امیدیں

سب کچھ ہے یہاں مگر نہیں تم
سسرال میں جا کے جم گئیں تم

سعید احمد

# رؤیت ہلال

از ام الشہاب محترمہ زیبؔ صاحبہ لدھیانوی

خلافِ روز کوئی صبح ہونے والی ہے
کہ شام آج کی ہر روز سے نرالی ہے
شفق ضرور کوئی چیز ہے چھپائے ہوئے
کہ لوگ غرب کو ہیں اُنگلیاں اُٹھائے ہوئے

فلک پہ آج نیا کوئی تماشا ہے
کہ جس کی دید کی مشتاق ایک دنیا ہے
مُغاں میں بزم کی ہونے لگی ہے تیاری
جو کچھ دنوں کے لئے ترک تھی بہ لاچاری

الٰہی کون ہے وہ؟ ہے یہ جستجو جس کی
مجھے بھی بام پہ لائی ہے آرزو جس کی
فلک کا قصد نظر بار بار کرتی ہے
پلٹ پلٹ کے مجھے بے قرار کرتی ہے

یہ آرزو ہی نہ رہ جائے قلبِ مضطر میں
مبادا آ نہ سکے شکل دیدۂ تر میں

---

اِسی طرح تھا ابھی محوِ انتظار جہاں
وفورِ شوقِ تماشہ میں بیقرار جہاں
یکایک ایک طرف کیا نظر پڑا مجھ کو
کسی نے زیبؔ مرے دل سے دی صدا مجھ کو
ہلالِ عید بہ اوجِ فلک ہویدا شد
کلیدِ میکدہ گم گشتہ بود پیدا شد

# ناشادِ عید

از سید محمود حسن کیتھلی

ہے سزاوار ستائش لا کلام
کس قدر بہتر ہے قدرت کا نظام

کام کرتی ہے ہر اک شے وقت پر
نقص سے بالا ہے اُس کا انتظام

روزِ روشن کی خبر دیتی ہے شب
صبح ہوتی ہے یقیناً بعدِ شام

فصل گل کا پیش خیمہ ہے خزاں
درد کرتا ہے دوا کا اہتمام

ہر مصیبت عیش کا آغاز ہے
سختیاں دیتی ہیں راحت کا پیام

کر دیا اعلان ہلالِ عید نے
روزہ داروں کی ہوئی محنت تمام

اے مسلمانو! مبارک ہو تمہیں۔
خیر سے رخصت ہوا ماہِ صیام

عید کا تحفہ دیا معبود نے۔
کیوں نہ ہوں دِل مومنوں کے شادکام

ہو رہے ہیں سب خوشی سے باغ باغ
دور ہیں رنج والم سے خاص وعام

سال بھر کے بعد آیا ہے یہ دِن
شاد ماں ہے اُمتِ خیر الانام۔

ہو رہے ہیں سب کے سب آراستہ
ہے نمایاں سب سے تزک واحتشام

عید ہے مسرور ہے سارا جہاں
ہے ہر ایک گھر مثل صحنِ گلستاں

بعض ہیں غمگین لیکن آج بھی
دُور ہے جن سے مسرّت عید کی

اُس شکستہ گھر میں جا کر دیکھئے
جس کا والی ہے نہ اور وارث کوئی۔

رو رہا ہے سامنے بیکس یتیم
غمزدہ ماں پاس ہے بیٹھی ہوئی

ہاتھ ہے سینے پہ چہرہ زرد ہے
نیش زن ہے بے بسی بیچارگی

تک رہی ہے سب کا مُنھ خاموش ہے
دیکھتی ہے انقلابِ زندگی۔

وہ بھی دن تھے جب زمانہ ساتھ تھا
کچھ نہیں ہے آج جز درماندگی

سوچتی ہے کیا تھا اور کیا ہو گیا
عید ہوتی تھی ہماری بھی کبھی

اس کا ہوتا تھا کبھی کیا اشتیاق
چاند دیکھا کل تو برچھی سی لگی۔

کس طرح بہلاؤں میں معصوم کو
آج تو کوئی نہ دے گا قرض بھی

رو رہا ہے کل سے بچہ کیا کروں
یا الٰہی کیوں نہیں سُنتا میری

اے مسلمانو! سُنو فریادِ غم
چُپ کرا کر لو دعا معصوم کی

ہاتھ اس مغموم کے سر پر رکھو
ہِل رہا ہے عرش بڑھ کر تھام لو

# بچّے

بچّے دنیا میں اس قدر مختلف اقسام کے ہوتے ہیں کہ انہیں ایک دوسرے سے تشبیہ دینا بھی بعض اوقات مشکل ہوجاتا ہے۔ بعض ایسے چُپ چاپ اور گم سُم کہ گھنٹوں ایک ہی شغل میں گزار دیتے ہیں اور کسی کو ان کی آواز تک نہیں سُنائی دیتی۔ بعض ایسے باتونی کہ کسی وقت ان کی زبان نہیں رُکتی اور سونے کی فرصت بھی مشکل سے ملتی ہے۔ کوئی باہر پھرنے کا شوقین ہے کوئی ایسا گھر گھُسنا ہے کہ کہیں مہمان جانا بھی پسند نہیں کرتا اور ماں کو اس کی وجہ سے اپنے ملنے جُلنے میں کمی کرنی پڑتی ہے کیونکہ وہ اکیلا گھر پر رہنا پسند نہیں کرتا اور ماں کو اس کی وجہ سے اپنے ملنے جلنے میں کمی کرنی پڑتی ہے کیونکہ وہ اکیلا گھر پر نہیں رہ سکتا اور کہیں جاتا ہے تو رو رو کر ناک میں دم کرتا ہے کہ گھر چلئے کسی کو کاغذوں تصویروں وغیرہ سے قدرتی دلچسپی ہے انہیں جان کے برابر عزیز رکھتا ہے کسی کا یہ حال کہ جو کاغذ سامنے آگئے اُسکے ٹکڑے اڑادینا اپنا فرض منصبی جانتا ہے ایک اپنا کھلونا اتفاقاً ٹوٹ جانے پر گھنٹوں سسکیاں بھر بھر کے روتا رہتا ہے۔ دوسرا سمجھتا ہے کہ کھلونے ہوتے ہی اسی لئے ہیں کہ انہیں توڑ کر تجربہ حاصل کیا جائے کہ ان کے اندر کیا ہے اور ٹوٹنے میں کیسی آواز نکلتی ہے۔ ایک قصہ کہانی کا ایسا شوقین کہ اس میں اپنی بڑی سے بڑی تکلیف کو بھی بھول جاتا ہے۔ دوسرے کو خود قصّہ کہنے کا شوق ہے اور دوسروں کا بولنا پسند نہیں۔ ایک اپنی چیزوں سے اتنی محبت کرتا ہے کہ باوجود پرانی اور بدصورت ہو جانے کے بھی انہیں نہیں چھوڑتا دوسرے کی یہ خواہش کہ ہزاروں نئی نئی چیزیں ملیں اور پہلی چیزوں کو پھینک دیا جائے۔ کوئی گانے کا ایسا شوقین کہ مشکل سے مشکل شعر فوراً یاد کر لیتا ہے اور مزے لے لے کے پڑھتا ہے کوئی ایسا کہ بالکل معمولی اور آسان شعر بھی پڑھنے سے شرماتا اور ہچکچاتا ہے۔ کسی کی یہ حالت کہ بٹن موتی وغیرہ جو مل جائے اسے ناک کان میں چھُپا کر مداری بننے کی کوشش کرتا ہے اور اس کے اڑ جانے پر بڑوں کے حیران ہونے کو لطف سے دیکھتا ہے اور کسی کی یہ نوبت کہ دوسرے کی اس مصیبت پر رو ئے دیتا ہے۔ غرض جیسے دو تین صورتیں آپس میں نہیں ملتیں ویسے ہی مزاج بھی اللہ نے سب کے الگ الگ بنائے ہیں ایسی حالت میں یہ ناممکن ہے کہ یکساں تربیت سب کے لئے مفید ہو۔ آج کل ایک عام اصول یہ رواج پا رہا ہے کہ بچوں کو کسی بات پر روکو ٹوکو نہیں بلکہ صرف ان کے سامنے اچھے نمونے پیش کرو بے شک نرم اور خاموش طبیعت والے بچوں کے لئے یہ طریقہ بہت اچھا ہے وہ چُپ چاپ دوسروں کی پیروی کر کے نیک عادتیں سیکھتے ہیں اور خود کوئی نئی بات نہیں کرتے مگر اب تو جیسے جیسے زمانہ ترقی کرتا جاتا ہے بچّے بھی بے انتہا ذہین اور شریر ہوتے جاتے ہیں۔ بہتیرے ایسے ہیں جو بغیر کسی تعلیم کے مسلسل افسانے گھڑتے اور بڑوں کو حیران کر دیتے ہیں۔

دم بھر نچلے نہیں بیٹھتے اور انوکھے کھیل نرالی شرارتیں ایجاد کرتے ہیں۔ ابھی چند روز ہوئے ایک بہن کے یہاں ان کے کوئی عزیز آئے جو سائنس پڑھ رہے تھے اور تذکرۃً کہا کہ یہ جو سوت بجلی کے تاروں پر چڑھا رہتا ہے یہ اس کے لئے ہے کہ کوئی تار سے جل نہ جائے اگر سوت نہ چڑھا ہو تو لوہے کی کسی چیز کے چھونے پر فوراً شعلہ پیدا ہوگا۔ بس اب کیا تھا بچوں نے فیصلہ کر لیا کہ اس کا تجربہ کرنا چاہئے دوپہر کو جب سب سو گئے تو انہوں نے اپنا کام شروع کیا پہلے دور دور کے کمروں کی خبر لی پھر ہال میں پہونچے اور میز کے اوپر چڑھکر تار کو قینچی سے کاٹ دیا ابھی تار پوری طرح کٹنے بھی نہ پایا تھا کہ قینچی کی رگڑ سے شعلہ نکلا اور برابر کے کمرے سے کسی نے روشنی دیکھ کر سبب معلوم کرنے کے لئے سر اٹھایا ہی تھا کہ ادہر بلب گرا اور ادہر قینچی اور صاحبزادے تیر کی طرح بھاگتے نظر آئے۔ اُٹھ کر اچھی طرح دیکھ بھال کی تو معلوم ہوا کہ گھر کی ساری بجلی کا صفایا ہو چکا ہے وہ تو خدا نے خیر کر لی کہ اپنا ہاتھ مُنھ بچ گیا۔ رات کو پھر وہی مٹی کے تیل اور پرانی لالٹینو سے کام پڑا جنہیں اب تقریباً سب بھول چکے تھے غرض اس قسم کے شریر اور چنچل بچوں کے لئے یہ اصول کہ انہیں اپنے حال پر چھوڑ رکھا جائے بالکل غلط ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ کسی دن ایسے تجربوں میں یا تو اپنے ہی آپ کو کوئی سخت نقصان پہونچالیں گے یا ان کے ہاتھ سے کسی دوسرے کی جان پر بن جائے گی۔ جیسے میں نے مدّت ہوئی ایک لڑکے کا حال سُنا تھا کہ بڑا انڈر اور بے باک تھا ایک دفعہ کھیل کھیل میں کسی لڑکے سے بگڑ کر اسے یہ سزا دی کہ دو تین لڑکوں کی مدد سے اُسے پچھاڑ کر آنکھوں میں ریت اور بجری ڈال کر مسل دیں جس سے وہ اندھا ہو گیا اسی طرح ایک نے اپنے یہاں گنیش جی کی پوجا ہوتے دیکھ کے اپنے چھوٹے بھائی کی جس کا نام گنیش تھا پوجا کی اور پھر بھائی کو اپنے خیال کے مطابق اسی مورتی کی طرح کنوئیں میں ڈال دیا جب دھماکے کی آواز سُن کر گھر والوں نے پوچھا تو اس نے بتایا کہ میں نے پوجا کی ہے بچہ نکالا گیا تو ختم ہو چکا تھا۔ اور یہ تو میرے کنبے کا واقعہ ہے کہ ایک نے اپنے یہاں قربانی ہوتے دیکھ کر اپنے ہم عمر بھتیجے سے کہا کہ آؤ تم بھیں بھیں کرو ہم تمہیں حلال کریں چنانچہ اس کے گلے پر چاقو چلا دیا اور پھر خون دیکھ کر بھاگے چھوٹا بچہ بے ہوش ہو گیا تھا اتفاقاً کسی بڑے نے آکر دیکھا تو دوڑ دھوپ ہوئی اور خدا نے دوبارہ زندگی بخشی۔ اسی قسم کی آفتیں عموماً ذہین اور ہوشیار بچوں کے ہاتھ سے آتی ہیں غبی سست اور شرمیلے بچے ایسی باتوں سے کوسوں دور رہتے ہیں یہ ضرور ہے کہ وہ ترقی آہستہ کرتے ہیں مگر اس کے ساتھ ہی ان کے بگڑنے کا اندیشہ بھی کم ہوتا ہے اور ایسے خطرے بھی نہیں ہوتے۔ ذہین بچوں کو دھمکی کا اثر بہت کم ہوتا ہے ان کے لئے مفید ترکیب یہ ہے کہ نئے نئے مشغلوں میں لگایا جائے اور انہیں اتنی فرصت نہ ہو کہ نئی شرارتیں سوجھیں اگر پڑھنے لکھنے میں دلچسپی ہو تو ان سے قصے کہانیاں لکھوائیں اور مقابلہ کریں معمّے وغیرہ حل کرائیں ہاتھ کے کام کے شوقین ہوں تو گورکھ دہندے چھوٹی موٹی چیزوں کا صاف کرنا ان پر جلا دینا اور تصویریں بنا کر ان میں رنگ بھرنا ان باتوں میں خوب بہلے رہتے ہیں لیکن جو بالکل چھوٹے ہوں انہیں ہر وقت کے چلا پھری کے کام میں لگانا چاہئے۔ یہ لے جاؤ وہ لے آؤ یہ رکھ دو وہ اٹھا دو آج تم نے باھر کیا کیا دیکھا۔ دیکھو چھوٹی بہن کیا کر رہی ہے کہیں وہ گر نہ پڑے اس قسم کی باتوں سے وہ بہت خوش ہوتے ہیں ایسی بے تکلفی سے پیاری پیاری باتیں کرتے ہیں کہ سننے سے دل نہیں بھرتا اور ہر کام میں بڑوں کے شریک رہنا چاہتے ہیں جو ہر طرح ان کے لئے مفید ہے

# خوشگوار زندگی کا اصول

یہ ہمارا فطری فرض ہے۔ کہ ہم اپنی زندگی کو بدمزگی سے بچائیں۔ اور راحت وانبساط سے دنیا میں رہنے کی کوشش کریں۔ افسوس کہ بعض لوگ ایسے بدقسمت ہوتے ہیں کہ راحت اور سکون کی نعمت کو اپنے غلط اطوار سے کھو دیتے ہیں۔ اور یہ نہیں سوچتے کہ ہماری مسرت اور شادمانی کا راز خوش اخلاقی اور نیک برتاؤ میں مضمر ہے۔ جو لوگ اپنے مقابلہ میں کسی کی کچھ حقیقت نہیں سمجھتے ذاتی اغراض اور مقاصد کے سامنے جنہیں دوسروں کے جذبات اور احساسات کو پامال کرنے کا خیال نہیں ہوتا۔ ایسے لوگوں کو راحت اور خوشی ہرگز حاصل نہیں ہوسکتی۔ ہم خوش جب رہ سکتے ہیں کہ لوگ ہم سے راضی ہوں۔ ہمیں اپنی خوشی کے ساتھ اوروں کی مسرت کا لحاظ کرنا چاہئے۔ جنہیں مال واقتدار حاصل ہوتا ہے۔ وہ اکثر ہیچوں دیگرے نیست کے نشہ میں کسی کی پرواہ نہیں کرتے۔ شان ومرتبہ کے گھمنڈ میں اپنی دنیا الگ قایم کرنا چاہتے ہیں۔ لوگوں سے رابطہ اور اتحاد قائم کرنا نہیں کسرِ شان معلوم ہوتا ہے۔ ان کی زندگی بڑی خشک اور بے لطف گذرتی ہے۔ ہم کو آپس میں ایک دوسرے کی قدر کرنی چاہئے۔ کیونکہ ہر شخص کے باغ زندگی کی سرسبزی اور شادابی کا انحصار دوسروں کی ذات پر ہے۔ اور ہر شخص اپنی دنیاء حیات کے لئے اوروں کا محتاج ہے۔ ہماری سرشت ہے کہ دنیا کے سارے اسباب آسائش اور سامان تفریح کے باوجود تنہائی کی حالت میں ہم خوش نہیں رہ سکتے اس صورت میں کہ ابنائے جنس کی معیت اور صحبت مطلقاً میسر نہ ہو کیا کسی شخص کے لئے بادشاہت بھی وجہ شادمانی ہوسکتی ہے؟ یہ ہمارے لئے کسی طرح مناسب نہیں کہ آپس میں میل جول اور راہ ورسم سے گریز کریں۔ معلوم ہونا ضروری ہے۔ کہ باہمی امداد اور ہمدردی ایک ضابطہ ہے جو فطرت نے ہر شخص کے لئے قایم کیا ہے۔ جس کی پیروی کرنا سب کو یکساں ضروری ہے۔ آپ اپنے دل میں ہمدردی کا جذبہ پیدا کیجئے۔ بیکسوں کی امداد فرض سمجھئے ورنہ یقین رکھئے کہ آپ کے لئے دنیا میں ہمدردی کا امکان نہ رہیگا اس شخص کی زندگی بجائے خود پریشانیوں کا مجموعہ ہوتی ہے۔ جو نئے نئے جھگڑے اور فساد پیدا کرکے لوگوں کو ناحق پریشان کرتا ہے۔ ایسے شخص کا وجود دنیا کے لئے سخت بیزاری اور ناگواری کا موجب ہوتا ہے۔ اور اکثر ایسے لوگوں کا انجام بڑا دردناک ہوتا ہے۔ اس قبیح عادت سے بہت بچنا چاہئے۔ کسی کے ساتھ برائی کرنا خود کو اندیشہ میں ڈالنا ہے۔ دانشمندوں کا قاعدہ ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ بُرائی نہیں کرتے تاکہ ان کی اپنی ذات کے ساتھ بُرائی نہ کی جائے۔ یہ سراسر بے انصافی کی بات ہے۔ کہ ہم اپنے لئے تو اوروں سے بھلائی کے خواستگار رہوں اور غیروں کے ساتھ جیسا جی چاہے بُرائی کرتے رہیں ہمیں چاہئے یہ قیاس اپنی ذات پر کریں کہ ہم جو امر دوسرے کے لئے تجویز کررہے ہیں وہ اگر کوئی ہمارے ساتھ کرے تو ہم پر اس کا کیا اثر ہوگا۔ ہم آپس میں کسی کو آزار پہنچاتے ہیں

تو ہم کو خاص قسم کی پریشانی لاحق ہوتی ہے۔ جس میں ہماری راحت اور مسرت کھو جاتی ہے اور جب ہم سے دوسروں کو فیض پہنچتا ہے تو ہمیں ایسی خوشی حاصل ہوتی ہے جو قلب و جگر میں سما کر روح کو تازگی بخشتی ہے۔ درحقیقت یہی خوشی متاع زندگی ہے۔ جسے حاصل کرنا زندگی کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ عارضی مسرتوں کے پیچھے اس حقیقی خوشی کو نہ بھولنا چاہیئے۔ بے بضاعتی کا غم کھانا بے سود ہے۔ اپنی حالت پر قانع اور شاکر رہیئے۔ ضروریات اور خواہشات کو مختصر کیجئے۔ خوشی اور راحت آپ کی ملکیت ہوگی۔

ح۔ا۔ابو۔ رنگون۔

# اخلاق

اخلاق سے بڑھ کر نہیں دنیا میں کوئی شے
تہذیب کی پہچان شرافت کی نشانی
اخلاق سے دل موہ لیا جاتا ہے سب کا
اخلاق کو قدرت نے عطا کی وہ روانی
جو بات ہے اخلاق میں دنیا سے نئی ہے
اخلاق سے انسان کی ہے عزت و وقعت
اخلاق سے انسان کا انسان لقب ہے
دنیا کی نگاہوں میں بھرم کچھ نہیں رہتا
انساں میں اگر خُلق کی کچھ شان نہیں ہے
جو خُلق کے خوگر ہیں مروّت کے ہیں عادی
دن اپنے بسر کرتے ہیں آرام و خوشی میں
دشمن سے بھی آزار کا کھٹکا نہیں اون کو

من موہنی کہتے ہیں جسے لوگ یہی ہے
دنیا اسے کہتی ہے مروّت کی نشانی
یہ سحر قیامت کا ہے جادو ہے غضب کا
دم بھر میں یہ کر دیتا ہے پتھر کو بھی پانی
غیروں کو بھی اپنا جو بنا لے وہ یہی ہے
ہے خلق کی نظروں میں یہ معیار شرافت
جس میں نہ ہو یہ وصف وہ انسان ہی کب ہے
کج خُلق کا کوئی بھی نہیں پوچھنے والا
حیوان سے بدتر ہے وہ انسان نہیں ہے
دن رات اُونہیں عیش ہے ہر وقت ہی شادی
وسواس کسی بات کا لاتے نہیں جی میں
دنیا میں کسی بات کی پروا نہیں اُون کو

دُنیا میں اگر عیش و مسرّت کی ہوس ہے
اخلاق نہ چھوڑو کبھی اخلاق ہی بس ہے

از حضرت دعا ڈبائیوی (خاص عصمت کے لئے) مرسلہ بیگم دعا ڈبائوی

# عورت کی فطرت عورت کی نظر میں

عورت کی فطرت کا تجزیہ خاص و عام کے لئے ہمیشہ ایک دلچسپ مشغلہ رہا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس مسئلہ کا قطعی فیصلہ ابھی تک تشنۂ تکمیل ہے اور غالباً آیندہ بھی رہے گا۔ وجہ اس کی ظاہر ہے۔ فیصلہ کرنے والی ہستیاں بالعموم اس مسئلہ پر خالص فلسفیانہ نقطۂ نظر سے غور کرنا چاہتی ہیں۔ میں نہ تو ماہر نفسیات ہوں اور نہ اس مسئلہ پر کوئی نئی بات پیش کرنے کا دعویٰ رکھتی ہوں میں خود عورت ہوں اور جو باتیں اپنی ذات میں اور اپنی پیش نظر احباب کی فطرت میں دیکھتی ہوں اُسے سپرد قلم کردینا چاہتی ہوں۔

ایک اوسط درجہ کے انسان کی زبان پر ہمیشہ عورت کے تلون طبعی۔ عدم استقلال اور ناسمجھی کی شکایت رہتی ہے دوسری طرف بلند نظر مرد عورت سے ہمیشہ اس لئے گھبراتا ہے کہ وہ اُس کے ارادہ وخیالات کو خط جلی کی طرح پڑھ لیتی ہے۔ کیا یہ تعجب کا مقام نہیں ہے کہ عورت ہی کے بطن سے پیدا ہونے والا اور اسی کی گود میں بڑا ہونے والا عورت کی فطرت کو سمجھنے سے عاجز ہو۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے۔ میری سمجھ میں تو یہی وجہ آتی ہے کہ مرد عورت کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا اور اپنے خیالات پر پرکھنا چاہتا ہے۔ اگر وہ حقیقت کی روشنی میں اس تصویر پر نظر کرے تو اُسے دوسرا ہی رنگ وروغن نظر آئے گا عورت و مرد کی فطرت کا یہی فرق دونوں جنس کی نفسیات کے لئے مایہ الامتیاز ہے۔ مرد کے افعال وخیالات بالعموم عقل ومنطق کی زنجیر میں محیط رہتے ہیں اور عورت ان پابندیوں سے آزاد ہوکر جذبات اور وجدان کے اشاروں پر جمع کرتی ہے اپنی منطق کے اصولوں کے ماتحت وہ عورتوں کی مختلف تقسیم کرتا ہے لیکن عورت ہمیشہ اس تقسیم کی پابند ہونے سے انکار کرتی ہے اور مُصِر رہتی ہے کہ وہ اپنی جگہ پر رہے گی۔ اپنی بنا پر جب وہ مرد کے مفروضہ خیالات سے علحدہ رہنا چاہتی ہے تو وہ اُسے "غیر معقول" اور "غیر مستقل" کہنے پر مجبور ہوتا ہے۔ لیکن باوجود اس ظاہری فرق کے جو مرد وعورت کی فطرت کو ایک دوسرے سے مختلف کرنے کا باعث ہے دونوں صنف کی جنسی فرق کی نفسیاتی توجیہ بہت مشکل بلکہ محال ہے۔

عورت کی زندگی کی خصوصیت بچہ کی پرورش اور تربیت اور امور خانہ داری کا انتظام ہے۔ بخلاف اس کے مرد ہمیشہ اہل خانہ کی حفاظت اسباب معاش کی فراہمی اور دیگر مشاغل میں مصروف رہا۔ اسی بنا پر مرد کی کی فطرت میں حکومت وقوت کا عنصر بہت قوی ہے اور جنگ کے مصالح کی تدبیر وفکر اور اسباب معاش کی فراہمی نے اُسے عقل وفہم کے زیادہ استعمال کا عادی بنا دیا لیکن عورت گھر پر بچوں کی پرورش اور امور خانہ داری میں

منہمک رہکر نازک اور جذبات کی پابند ہو کر رہ گئی۔ مرد کی جسمانی طاقت نے اُس کے حکومت و طاقت کے جوش اور بڑھنے کا موقع دیا۔ عورت گھر کی غیر آزاد فضا میں بند ہو کر حکومت وطاقت سے برضا وخوشی دست بردار ہو گئی۔ گو ان خصوصیات میں زمانہ کی فضا سے بہت بڑا انقلاب ہو چکا ہے اور مرد و عورت کی فطری خصوصیات میں اب ایسا بیّن فرق نہیں جیسا پہلے تہا لیکن پھر بھی بنیادی اُصول یہی ہیں۔

مرد کی فطرت کا سمجھنا ہمیشہ اس لئے آسان رہا ہے کہ وہ ایک قابل فہم اصول کے مطابق اپنے فعل وخیالا کا اظہار کرتا ہے لیکن جذبات کی پابند اور وجدان کے اشاروں پر چلنے والی عورت اپنی فطرت کے سمجھنے میں ہمیشہ عقل کو چکرا دیتی ہے غور سے دیکھو تو جنسی توقعات میں بھی یہی خصوصیت مابہ الامتیاز ہوتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ لڑکا ماں کا اثر لڑکی سے زیادہ لیتا ہے۔ لڑکے پر ماں کا جو اثر پڑتا ہے وہی اُس کی آیندہ حیات میں اُسے صنف نازک کی عزت ومحبت کی طرف راغب کرتا ہے۔ بخلاف اس کے لڑکی پر باپ کا اثر اُس کی فطری کمزوری اور صنفی نزاکت کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ ماں کی صحبت وتربیت کے وہ نقوش جو عالم طفلی میں دھندلے رہتے ہیں شباب میں خط جلی بن کر ظاہر ہوتے ہیں اور مرد عورت کی ایسی توقیر کرنا چاہتا ہے جو اُس کے حق سے بہت بلند ہے۔ جنسیت کے مسائل سے مرد ہمیشہ عورت کو غیر آشنا رکھنا چاہتا ہے۔ اس کی مثال یوں ہے کہ جاپان کا بادشاہ یا نیپالی مہاراجہ دوسرے بادشاہوں کی طرح بادشاہ نہیں لیکن جاپانی اور نیپالی انہیں بادشاہ نہیں بلکہ خدا بنا کر پوجتے ہیں اور بادشاہ ہونے کے باوجو وہ حکومت سے معذور ہیں۔ ان کی کیفیت محض ان بتوں کی سی ہے جو ساکت وصامت لوگوں کے سجدے قبول کرنے پر مجبور ہیں۔ درحقیقت نیپالی مہاراجہ ادہیراج اور جاپان کا میکاڈو انسان ہیں بُت نہیں عورت بھی اپنی اصل صورت میں ظاہر ہونا چاہتی ہے لیکن عام انسان اُسے اس حالت میں ظاہر نہیں ہونے دیتا بلکہ اس کی حیثیت سے بلند دیکھنا چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مرد عورت کی فطرت سمجھنے سے قاصر رہتا ہے۔

دوسری جماعت ایسے مردوں کی ہے جو عورت کی تخلیق کہ محض اس لئے گوارا کرتے ہیں کہ نسل انسانی کی بقا رہے۔ اس گروہ کے متعلق میں صرف یہ کہنا چاہتی ہوں کہ خدا اُنکو حقیقت پر غور کرنے کی لیاقت عطا کرے۔ تیسری جماعت وہ ہے جو جنسی آزادی اور اس قسم کے مزخرافات کو صحیح مسلک خیال کرتے ہیں۔ مشعل ہدایت کی ضرورت ان کو بھی ویسی ہے جیسی دوسری جماعت کو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تینوں جماعتوں کا نقطہ نظر ایک ہی ہے۔ عورت کی حقیقی فطر اسی حالت میں کسی کو بھی نظر نہیں آسکتی۔

جنسی معاملات میں عورت کا نقطہ نظر مذکورہ بالا تینوں جماعتوں سے مختلف ہے۔ لڑکی ماں کی صحبت کا اثر اس حد تک نہیں لیتی ہے جس قدر لڑکا لیکن باپ غیر متعلق اور علیحدہ رہ کر اپنی قوت وحکومت سے اس پر کمزوری اور نزاکت کی

خصوصیات کا گہرا نقش ڈالتا ہے اور یہی جذبہ عورت کی زندگی میں سب سے زیادہ قوی رہتا ہے اور اس کی تلافی محض عورت کو فطری خواہش محبت و خوشامد سے ہوتی ہے۔ تعریف کی خواہش۔ حسن پسندی۔ خوش پوشی آرائش جسم اور جذبہ محبت اُس کی اس کمزوری کو قوت و سربلندی سے بدل دیتے ہیں۔ چونکہ وہ مرد سے اپنے کو کمتر خیال کرتی ہے اس لئے اس کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ دوسری عورتوں سے برتر کہی جائے۔ ہمیشہ وہ اپنی ہی باتوں سے غیر مطمئن نظر آتی ہے اور اپنے ہی میں اسے عیب نظر آتا ہے۔ آئینہ بینی محض اس لئے ہوتی ہے کہ شاید جلد پر کوئی شکن نہ رہ جائے اور کہیں کوئی ہلکا داغ نہ باقی رہ جائے اور اگر واقعی کوئی ایسی بات ہو تو اُس سے اُسے حقیقی تکلیف پہونچتی ہے۔ اسی لئے عورت کی یہ بھی تمنا رہتی ہے کہ لوگ اُسے خود اُس کے اپنے تخمینہ سے زیادہ پسند کریں اور اُسی حد تک اُس کی تعریف کریں۔

اگر اس کے خلقی جذبہ کمتری کی مندرجہ بالا طریقہ سے مزید تلافی نہیں ہوتی تو وہ حسد۔ غیبت پسندی اور اس قسم کی دوسری برائیوں کے جال میں پھنس جاتی ہے۔ ہندوستان میں بوڑھی بیوہ عورتیں اور ممالک مغرب میں غیر شادی شدہ عورتیں جن کو شوہر میسر نہ ہوسکا ہو اس پھندے میں بالخصوص گرفتار نظر آتی ہیں۔

جنسی تعلقات مرد کے لئے وہ معنی نہیں رکھتے جو عورت کے دماغ میں ہوتا ہے۔ عورت کے لئے ابدی مسرت ماں بننا ہے۔ عورت جذبات کی پابند ہو کر بھی مرد کو بے نقاب دیکھتی ہے۔ زندگی کے مراحل اُس کے لئے اتنے کٹھن نہیں ہوتے کیونکہ وہ ان کی حقیقت کو سمجھتی ہے مگر مرد اس وقت تک اپنی آنکھ بند کئے رہنا چاہتا ہے جب تک اس کو ٹھوکر نہ لگے۔ عورت ہمیشہ اچھی رہنا اور اچھی کہلانا پسند کرتی ہے یہی وجہ کہ اخلاق و عادت میں وہ ہمیشہ ان چیزوں سے پرہیز کرنا چاہتی ہے جس کو لوگ بُرا کہیں۔ مرد ان خیالات سے آزاد ہوتا ہے۔ وہ اچھا کہلانے کا اتنا شوقین نہیں ہوتا۔ جذبہ۔ احتیاط۔ تجربہ اور مروت یہی الفاظ ہیں جن سے عورت کے اخلاق کی عبارت ہوتی ہے۔ وہ اپنی چال ڈھال اور بات چیت وغیرہ وغیرہ کو ایسے قانون کی پابند رکھنا چاہتی ہے۔ بدنامی سے وہ ڈرتی ہے اور بدنام ہو کر وہ سنبھلنا چاہتی ہے لیکن اگر گناہ و معصیت کے جھونکے اسے نہیں سنبھلنے دیتے تو وہ پھر قعر مذلت میں گر پڑتی ہے اور پھر اٹھنا نہیں چاہتی۔

شہر بانو

بقیہ مضمون صفحہ ۱۹

کوئی صورت اتفاق کی نہیں۔ ہے البتہ ایک صورت سے امن نصیب ہوسکتا ہی یعنی وہ اندھا بہرا اور گونگا بن جائے تاکہ اس کو نہ تو کچھ نظر آئے اور نہ سنے اور نہ کچھ کہے ایسی صورت میں آئے دن کی لڑائی جھگڑے سے امن مل سکتا ہے۔

نصیر الدین ہاشمی

# محبت کے تأثرات

خداوند کریم نے تمام کائنات کا وجود محبت کے پاکیزہ جذبہ اور اس کے استحکام و پائیداری پر قایم کیا ہے اور یہی ایک عنصر مقناطیسی کشش وانثر ہیں ایک دوسرے سے جکڑے ہوئے ہے۔ کہ محبت کی قوت و کشش کا اندازہ کرنا ممکن ہی نہیں یہ ایک قدرتی عطیہ ہے جو خدائے رحمان ورحیم نے انسان کی فطرت میں ودیعت فرمایا ہے۔ بس محبت مجسم روحانی نور ہے۔ اسی کی بدولت مکمل راحت وخوشی انسان کو نصیب ہوتی ہے۔ اسی میں آزادی کا راز پنہاں ہے احترام۔ اعتماد۔ مساویت۔ ہمدردی۔ وفا۔ سچائی اور ایمانداری اور دیگر تمام وہ اوصاف جو دنیا میں امن وعافیت کے لئے اشد ضروری ہیں اسی سے ظاہر ہیں۔ اور اسی پاک جذبہ کے ذریعہ انسان دنیا تو کیا قرب خداوندی بھی حاصل کرلیتا ہے۔ یہی محبت انسان کو ولی صفت بنا دیتی ہے۔ اور ایسے ایسے مکاشفے ہوتے ہیں کہ عقل کام نہیں کرتی۔ یہی محبت صوفیانہ صفت میں بھی نمودار ہوتی۔ کہ آدمی اس کی مدہوشی ورہنمائی میں شب بیداری کرتا ہے جس کی تکان اسے مطلق محسوس نہیں ہوتی۔ بلکہ خور و نوش کی تمنا بھی چھٹ جاتی ہے۔ نہ بھوک پریشان کرتی ہے نہ روز مسافت کا کچھ اثر نہ رات کی تاریکی سے وحشت ہوتی ہے نہ تنہائی کا کچھ ڈر اور نہ خونخوار جانوروں کا خوف۔ غرض جان تک کی پرواہ نہیں ہوتی۔ کیونکہ محبت کا سرور استغنار ہے۔ انسان کے لئے دنیا میں سب سے بڑھ کر جس چیز کی ضرورت ہے وہ محبت کرنے والے دل کی۔ کہ زندگی کے ہر زمانہ کے لئے محبت کا سہارا از حد ضروری ہے۔ چنانچہ پیدایش سے لے کر بڑھاپے تک انسان اس کا محتاج ہے۔ جس کے لئے پروردگار عالم نے پہلے پہل بے لوث محبت کرنے والی ماں کی گود اور شفقت کرنے والے باپ کا سایہ عطا فرمایا۔ پھر عالم شباب میں ایک دوسرے پر نثار ہونے والا ازدواجی تعلق۔ اور پھر کہن سالی میں فرمانبردار اولاد وغیرہ کے ذرائع بہم پہنچا دیئے ہیں۔ اور ان تعلقات میں محبت ومؤدت کے استحکام کی تجدید کے ساتھ تاکید فرمائی مگر افسوس آج کل دنیا کے تعلقات محض نمایشی اور بے کیف ہوتے چلے جارہے ہیں۔ جس کی وجہ امن وعافیت کا فقدان نظر آرہا ہے۔ نہ والدین کو اب بچوں کی ضرورت نہ بچوں کو والدین کی پرواہ اور نہ میاں بیوی میں حقیقی معنوں میں کشش باقی۔ بلکہ افتراق کا بازار گرم۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں چین وراحت کا نام نہیں اصل بات یہ ہے کہ دنیا کے سٹیج پر محبت اگر حقیقی معنوں میں ازدواجی زندگی میں گھر کرے جس پر تمام تعلقات کا انحصار ہے۔ تو افتراق کا گزر کسی صورت میں نمایاں نہ ہوگا۔ بلکہ ظلم۔ بے دردی بے پروائی حتےٰ کہ طلاق و خلع وغیرہ کے الفاظ ہی صفحۂ ہستی سے مٹ جائیں۔ کہ سچی محبت ہی دنیا کی ہر قسم کی بے چینیوں کا خاتمہ کرسکتی ہے۔ جس سے طرفین میں ہر حالت وصورت میں قناعت کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور یہی جوڑا

ایک روح دو قالب کا منظر پیش کرتا ہے۔ کہ ازدواجی زندگی کی اصلی خوشی وراحت کا راز اسی میں مضمر ہے اور اسی سے دنیا وآخرت کے تمام تعلقات و سائشیں وابستہ ہیں۔ اسی غرض سے خدائے علیم اور ہمارے ہادی برحق نبی کریم صلعم نے اپنے احکامات میں اس کی اہمیت پیش کی ہے چنانچہ سورۂ روم کی صرف ایک آیت ہی اس مطلب کو صاف ظاہر کرتی ہے ''کہ ہم نے تمہارے لئے خود تم ہی میں سے جوڑے پیدا کئے تاکہ تمہیں تسکین حاصل ہو اور تمہارے درمیان محبت ومؤدت پیدا کردی'' اسی طرح صرف ایک حدیث کا ہی مفہوم اس مطلب کو صاف عیاں کر دیتا ہے کہ ''ایمان اس کا مکمل ہے جس کی عادت اچھی ہے اور اپنی بیوی پر حد درجہ کا مہربان ہو'' لیکن افسوس اس سنہری اصول کی حقیقت و ماہیت کو نہ سمجھنے اور عمل نہ کرنے کی وجہ سے دنیا کا ہر تعلق خصوصاً میاں بیوی جو تمام تعلقات کے جڑ ہیں ایک دوسرے سے متنفر اور علحدہ علحدہ ہو رہے ہیں اور یہ شنا وہاں محبت کے پاکیزہ جذبات سے کوری خرید و فروخت کے تجارتی روپ میں نظر آ رہی ہیں۔ پس جو اولاد ایسے تعلقات پر پیدا ہوگی تو وہ محبت کے جذبۂ لطیف سے کیونکر آگاہ و متاثر ہو سکتی ہے۔ ان میں نہ تو جذبۂ محبت ہوتا ہے نہ جوش عقیدت۔ نہ اصلی ہمدردی نہ سچا خلوص۔ پس ایسے خودغرض و محبت سے کورے لوگ نہ اولاد کے حق میں شفیق والدین ثابت ہو سکتے ہیں۔ نہ والدین کے لئے فرمانبردار و خدمت گذار اولاد۔ اور نہ دنیا کے کسی رشتہ و تعلق نیز کاروبار کے لئے بھی مفید و کارآمد ثابت ہو سکتے ہیں۔ بلکہ اہل دنیا سے جن کا یہ سلوک رہا وہ خدا و رسول اور مذہب سے بھی دور۔ کیونکہ یہ ایسی غلامی کے نتیجہ ہیں جو فقط نفس پرستی اور آسائش جسمانی کی خاطر ازدواجی تعلق سے وابستہ ہوتے ہیں۔ خدا مدد کرے اور رحم فرمائے ایسے خودغرض اور مطلب پرست جوڑوں پر جو اس قسم کے تجارتی سلسلہ کا شکار ہیں۔ اور تحفۂ خداوندی کے سنجیدہ جذبہ کا تمسخر اڑاتے اور بیجا استعمال کرتے ہیں۔

بدباطن لوگ پہلے تو نہایت ہی پرجوش طریقہ سے اظہار محبت کرتے ہیں۔ دوسرے وقت ان کی محبت سرد پڑ جاتی ہے۔ اور تیسری بار ان کی سرد مہری اجنبیت سے بڑھ کر عیاں ہوتی ہے۔ کہ ان کا تلوّن انہیں کسی بات پر ٹکنے نہیں دیتا۔ برخلاف اس کے نیک مزاج آدمی پہلی مرتبہ معمولی طور پر ملتے ہیں۔ دوسری بار خوش خلقی و خندہ روئی سے پیش آتے ہیں۔ اور پھر ہمیشہ کے لئے وہ اپنے ملاقاتیوں کے حق میں چشمۂ فیض بن جاتے ہیں۔ کہ ان کی نیک نیتی ان سے عقیدت رکھنے والے کے لئے دن بدن بڑھتی ہی جاتی ہے جو بجی محبت کی دلیل ہے۔

سچی محبت آہنی زنجیروں سے زیادہ مضبوط ہوتی ہے اور اس کی انتہا تک پہنچنا تو اس سے بھی دشوار ہے جیسا کہ اونچے اونچے مگر ڈھلوان اور برف سے ڈھکے ہوئے پہاڑوں پر چڑھنا۔ کیونکہ محبت جب واقعی محبت ہوتی ہے تو اس کا چھٹنا کھیل نہیں ہے ہر قسم کے مقابلہ کے بعد بھی اس آگ کی چنگاری اسی تیزی سے چمکتی رہتی ہے جس کا بجھنا مشکل۔ لیکن اس پاک جذبہ کو آج کل کے جدید طرز اور نقل و حرکت سے کوئی سرور کار نہیں جو محض نمائشی ہے۔

محبت کا پاکیزہ جذبہ انسان کو بڑے سے بڑے کام اور ایثار پر آمادہ کرتا ہے۔ عورت مرد کی خاطر ہر قسم کی قربانی پر تیار ہو جاتی ہے۔ ہر طرح کی بدسلوکی۔ تمام دل خراش و حوصلہ شکن طعن و تشنیع، اور ناقابل بیان مظالم کو نازک طبع عورت حتیٰ الامکان برداشت کرسکتی ہے جس سے وہ محبت رکھتی ہے لیکن ہاں اس کے ان تمام صفات کو ایک دم کافور کرنے والے اور اُسے زخم خردہ بھری ہوئی شیرنی کی طرح اُکسانے والی صرف ایک بات ہے وہ یہ کہ عورت اپنے ہی مقابلہ میں دوسری عورت کی خاطر یا اس کے سامنے اپنی ذلت و حقارت کو ہرگز برداشت نہیں کرسکتی۔ اور اگر کسی نے برداشت کرلیا تو یہ اس کا انتہائی ایثار ہوگا۔

اسی طرح مرد بھی جس عورت سے محبت کرتا ہے۔ اس کے لئے تمام عمر سخت ترین غلامی اور محنت کو گوارا کرے گا لیکن اگر اسے یہ محسوس ہو کہ وہ کسی اور سے محبت کرتی ہے تو یہ احساس اس کی وقار ہستی کو بھی بے کار و مختل سا کر دیتا ہے اور یہ چنگاری اسے بھڑکا کر انتقامی جذبہ پر اُتار دیتی ہے جس کا نتیجہ ہر ایک کو بھسم کرنے والا ہوتا ہے۔ اگر حسین عورت محبت بھرا دل رکھتی ہے تو وہ دنیا میں نعمت غیر مترقبہ ہے۔ جسے دنیا میں یہ ملی اُسے دنیا کی کسی چیز کی خواہش نہ ہونی چاہئے۔ مگر حُسن و محبت کا یکجا ملنا ذرا مشکل ہی ہے۔ کیونکہ عام طور پر حسین لوگ بڑے مغرور۔ خود پسند۔ اور اپنے ہی پرستش کے خواہاں ہوتے ہیں۔ سچی محبت بڑی مدت میں ہوتی ہے اور آہستہ آہستہ پختہ ہوتی جاتی ہے۔ کئی متزلزل راستوں اور امتحانوں میں سے اُسے گزرنا پڑتا ہے۔ پھر بھی وہ ڈگمگاتی نہیں۔ لیکن اُس کے جواب میں تحقیر و بے قدری اس کا خاصہ بدل کر تلخ۔ مہلک اور نفرت انگیز نتیجہ پیدا کرتی ہے۔

جس محبت کا تعلق دل سے ہو وہ شوق کی ہزاروں صورتوں میں نمودار ہوتی ہے۔ لیکن بناوٹ و تصنع سے کام لیا جائے تو اس کا غیر حقیقی ہونا خود بخود ثابت ہوتا ہے۔

محبت بغیر وفا کے ہونا ناممکن ہے۔ محبت ایسی چیز نہیں جو ہر دل کو میسر آئے۔

محبت انمول ہیرا ہے۔ جسے یہ حاصل ہوا۔ وہ فیض بیکراں سے مالا مال ہے اس کی قسمت پر رشک ہوتا ہے۔ پس اس کی قدر کرنی چاہئے کہ محبت کرنے والے دل مشکل سے ملتے ہیں۔

لیکن آہ! محبت کی ٹریجیڈی!! خداوندا کیا سچی محبت دنیا میں ناکامی کے لئے آئی ہے؟ جو ہزار کوششوں کے بعد بھی بے وفائی کے جواب کے ساتھ ٹھکرائی جاتی ہے۔ تو میرے مولا! تو ہی ایسے پاکیزہ جذبہ سے بھرے ہوئے دل کو دنیا کی محبت میں نہ پھنسا۔ بلکہ اپنی ہی محبت میں سرشار و بےخود بنا دے۔ تاکہ دنیا کی بے وفائی کا رنج نہ ہو۔

سردار محمدی بیگم بنت نواب آف وائی۔

# میاں بیوی کی نااتفاقی کی ایک بڑی وجہ

میاں بیوی کی نااتفاقی ایک عام مرض ہے جو ہماری معاشرت کا گویا جزلاینفک ہو گیا ہے۔ گو یہ صحیح ہے کہ یورپ اور امریکہ بھی اس سے پاک نہیں ہے مگر وہاں کی وجوہ دوسری ہیں اور ہماری وجوہ جداگانہ ہمارے یہاں جس طریقہ سے بیوی کا انتخاب ہوتا ہے وہ ظاہر ہے اس کے مدنظر اختلاف نہ ہونا تعجب انگیز ہوتا۔

یورپ میں نااتفاقی اور طلاق کی ایک بڑی وجہ جہاں تک میں نے دریافت کی تھی وہ یہ تھی کہ جب کسی مالدار مرد یا عورت سے ملاقات ہو جاتی ہے اور اس کے حصول مال کا امکان ہوتا ہے تو پھر آپس میں نااتفاقی ظاہر کر کے علیحدگی حاصل کر لی جاتی ہے تاکہ اس دوسرے کے مال سے فائدہ حاصل کیا جا سکے۔

ہمارے یہاں نااتفاقی اور مخالفت کے کئی اسباب ہیں مگر میرے خیال میں سب سے بڑی وجہ جس کی وجہ سے نااتفاقی ہوتی ہے طبیعتوں کا اختلاف ہے۔

شوہر کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کی بیوی سلیقہ مند ہو۔ کفایت شعار ہو صفائی و پاکیزگی کی دلدادہ ہو ہنس مکھ ہو شیریں گفتار ہو۔ تربیت اولاد کا سلیقہ ہو۔ جامہ زیبی کا ملکہ ہو غرض کہ ہنرمند اور باسلیقہ عورت ہو۔

بیوی کی طبیعت اس سے جدا ہے تو پھر وہ گھر دوزخ ہو جاتا ہے۔ وہ باہر سے محنت کر کے تھکا ہوا گھر آتا ہے۔ امید یہ کرتا ہے کہ مکان میں جانے سے راحت نصیب ہوگی اور آرام ملے گا۔ مگر جب گھر میں آتا ہے تو اس کو آرام اور چین نہیں ملتا۔ گھر کو دیکھتا ہے کہ وہ نہ تو آراستہ ہے اور نہ پاک صاف۔ سامان ہے کہ بے ترتیب ہر طرف کوڑہ کرکٹ نہ صفائی۔ نہ آراستگی۔ کوئی شے قرینے سے نہیں گھر کے ساتھ ساتھ گھر والی میلے کچیلے کپڑے پہنے منہ پھولائے اس کے نہ تو کپڑے پاک صاف ہیں اور نہ بدن۔ ملازموں اور بچوں پر خفگی ہو رہی ہے۔ وہ خرچ کے طریقے سے واقف نہیں کفایت شعاری نہیں جانتی ملازمین پر دار و مدار ہے۔ اس کی وجہ سے اخراجات زیادہ ہوتے اور پھر کھانا بھی اچھا نہیں ملتا میاں کی خواہش ہے کہ بیوی ہر وقت ہنس مکھ رہے اس کے درد و غم کو اپنی گفتگو اور ہمدردی سے دور کرے مگر جب میاں گھر آتا ہے تو اس کو یہ دولت نصیب نہیں ہوتی اس کو مکان میں رہنا مشکل ہو جاتا ہے وہ اپنی راحت اور آرام کے لئے دوسری جگہ دوسرے گھر کا متمنی ہوتا ہے۔ بچوں کی تربیت سے وہ واقف نہیں۔ نہ تو ان کی صحت کا خیال رہتا ہے اور نہ ان کے درستگی اخلاق کا۔ بچوں کی یہ حالت دیکھ کر میاں کا اظہار ناراضی کرنا غلط نہیں اب پھر وہی لڑائی جھگڑے کی نوبت آتی ہے۔ اگر کسی مرد کو ایسی عورت مل جائے جس کی طبیعت مرد سے جداگانہ ہے تو پھر۔ بقیہ بر صفحہ ۵ ا پر۔

# مغربی تہذیب کا اثر ہندوستانی لڑکیوں پر

از مسز گسراج بھاری ماتھر

انگریزی مدرسوں میں تعلیم پانے والی لڑکیوں کے بارے میں عام شکایت ہے کہ کام چور اور کاہل ہوتی ہیں خانہ داری کے کاموں میں دلچسپی نہیں لیتیں بلکہ جب دیکھو کتاب ہاتھ میں نظر آئیگی ان سے کسی کام کے لئے کہا جائے گا تو صاف جواب دیدینگی کہ فرصت نہیں مدرسہ کا بہت کام کرنا ہے - اگر کبھی خالی نظر آئیں تو یہ حیلہ ہے کہ پڑھتے پڑھتے دماغ تھک گیا اب ذرا آرام کی ضرورت ہے مدرسوں اور کالجوں کی تعلیم یافتہ لڑکیاں پردہ کو زمانہ جہالت کی یادگار سمجھتی اور نفرت سے دیکھتی ہیں خیر ضرورت کے وقت بے پردگی اتنی بری نہیں جتنی بے باکی اور حد سے بڑھی ہوئی آزادی - مگر بالعموم پردہ کے ساتھ شرم بھی جاتی رہتی ہے - بے روک ٹوک آزادانہ جس سے جی چاہتا ہے ملا جاتا ہے - ان کے کاموں میں مداخلت انہیں بہت ناگوار گذرتی ہے - وہ آنے جانے میں روک ٹوک پسند نہیں کرتیں - کسی سے ملنے ملانے یا سینما دیکھنے سیر و تفریح کے لئے کسی بچے یا نوکر کے ہمراہ بے کھٹکے جاتی ہیں - اور کبھی اپنی سہیلیوں کے ساتھ مزے سے سیریں کرتی پھرتی ہیں اور والدین بھی پرواہ نہیں کرتے - بلکہ اپنے آپ کو ایک طرح سے مجبور سمجھتے ہیں کہ لڑکی سیانی خود سمجھدار ہے مگر اس آزادی اور مغربی تہذیب کا جو نتیجہ ہوتا ہے سب سمجھ سکتے ہیں - لڑکیاں روپیہ پیسہ جس بے دردی سے خرچ کرتی ہیں - وہ بھی سب ہی دیکھتی ہوں گی گھڑی گھڑی پوشاک تبدیل کی جاتی ہے - آئے دن فیشن بدلے جاتے ہیں - پیسہ کی جگہہ چار پیسے خرچ کئے جاتے ہیں - مختصر یہ ہے کہ مغربی تعلیم کا پورا پورا اثر ان پر ہو جاتا ہے بس کمی ہوتی ہے تو رنگ کی بچاری کالے چمڑے کو کس طرح چھپائیں مگر اس کی دوا بھی ہے - ہیزلین - پاؤڈر - لپ اسٹک وغیرہ غرض باپ کی گاڑھے پسینہ کی کمائی بڑی بری طرح سے برباد کی جاتی ہے اب شادی کا مسئلہ آتا ہے - اس میں بھی انہیں پوری آزادی حاصل ہے - ماں باپ بغیر ان کی مرضی کی شادی نہیں کر سکتے کوئی کہتی ہے میں شادی کروں گی ہی نہیں - کسی کا کہنا یہ ہے کہ لڑکا میں خود پسند کروں گی میری پسند کا ہوا تو بیاہ کرونگی ورنہ نہ کروں گی - یہ باتیں منھ در منھ نہیں کر سکتیں مگر ہزاروں طرح سے اپنے خیالات کا اظہار والدین پر کر دیا جاتا ہے۔

لڑکے کے انتخاب کے معاملہ میں بھی یہ لڑکیاں بڑی غلطی کرتی ہیں کہ ظاہری باتوں کو مثلاً بی اے - ام اے کی ڈگری - فیشن پرستی آزادی کی باتوں وغیرہ کو دیکھتی ہیں اب ان کی پسند کی شادی ہو تو بہت خوش ہیں مگر دو چار سال بعد ہی خوشی غائب ہو جاتی ہے عام طور پر تو مغربی تہذیب کے ہی رنگ ڈھنگ نظر آتے ہیں - اس میں شک نہیں بعض لڑکیاں ایسی بھی ہیں جو ایسے ماحول میں رہنے پر بھی ان نقائص اور عیوب سے پاک رہتی ہیں مگر ایسی مثالیں بہت ہی کم ہیں - والدین کو چاہیئے کہ لڑکیوں کو مدرسوں اور کالجوں کی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ اس بات کا شروع ہی سے خیال رکھیں کہ وہ گھرداری کے کاموں میں پوری دلچسپی لیں اور شرم و حیا کے زیور سے جگمگاتی نظر آئیں بغیر سوچے سمجھے اندھی بن کر مغربی نقالی کر کے اپنی زندگی برباد نہ کریں۔

# کپڑے دھونا

جاپان- جاپان میں دھوبی پر ہی کیا منحصر ہے ہر مزدوری مہنگی ہے- مزدوروں کو چونکہ اُجرت معقول دی جاتی ہے اس لئے مزدوری پیشہ لوگوں کی معاشرت بھی بڑھی ہوئی ہے- یہ لوگ نہ صرف تن ڈھکنا اور پیٹ پالنا ہی اپنی زندگی کا مقصد سمجھتے ہیں بلکہ زندگی کے کچھ اور فرائض بھی خیال کرتے ہیں- مثلاً بچوں کی تعلیم اپنے شہر اور ملک کے انتظام پر رائے زنی اور اس میں دخل دینا- سیر و تفریح وغیرہ وغیرہ- یہ مزدوری کا پیشہ اختیار کرکے اپنے تئیں گڑھے میں نہیں پھینکتے- دن بھر مزدوری کریں گے مگر اخبار بینی کے لئے بھی کوئی نہ کوئی وقت ضرور نکال لیں گے اور شام کو بن ٹھن کر تفریح کو نکلیں گے- دنیا کی دلچسپیوں سے محظوظ ہوں گے- یہاں کے دھوبی کو دیکھکر حیرت ہوتی ہے- موسم کے لحاظ سے صاف ستھرا سوٹ پہنے نکٹائی کالر سے مزین بال بنے ہوئے بارش ہو تو برساتی اور بارش کے جوتے پہنے ہوئے جاڑے میں دستانے چڑھائے دکھائی دیتا ہے- بائیسکل پر ایک خوبصورت بکس باندھے ہے جس پر سفید غلاف چڑھا ہوتا ہے گاہکوں کے گھر آتا جاتا ہے- اس کی آمدنی سو ڈیڑھ سو ین ماہوار ہوتی ہے-

چونکہ دھوبی کافی مہنگے ہیں اس لئے غریب ہی کیا تقریباً تمام جاپانی گھروں میں کپڑے دھوئے جاتے ہیں البتہ بعض کپڑے مثلاً مردانے سوٹ یا اونی ریشمی کپڑے جن کی ڈرائی کلیننگ کرانی مقصود ہو وہی دھوبی کو دیئے جاتے ہیں ورنہ عام طور سے ان کی جفاکش عورتیں گھروں میں خود کپڑے دھوتی ہیں- یہی نہیں کہ غریب عورتیں افلاس کی وجہ سے گھروں میں کپڑے دھونے پر مجبور ہوں- نہیں بلکہ امیر عورتیں خود نوکروں کے ہوتے ہوئے کپڑے دھوتی ہیں اور گھر کے دوسرے کام کاج بھی کرتی ہیں- یہ میرا اپنا چشم دید واقعہ ہے-

یہاں کی عورتیں ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھنا ہرگز نہیں جانتیں- نہ یہ کرتی ہیں کہ ایک روز کام کر لیا اور تین چار روز کی چھٹی منائی- انہوں نے اپنا پروگرام کچھ اس طرح بنا رکھا ہے کہ روانہ کام میں مصروف رہتی ہیں- نہ کچھ شکایت ہے نہ غصہ- خوبی یہ ہے کہ کام کرنے میں سست نہیں- جلدی جلدی کام کرنے کی عادی نہیں- آہستہ آہستہ اطمینان سے کام کرتی ہیں اور وقت پر کر لیتی ہیں- ابتدا سے ان کی ہڈیاں ایسی سدھی ہوئی ہیں کہ محنت سے جی نہیں چراتیں- گھر کے کام کے علاوہ باہر سے سودا سلف بھی خود ہی لاتی ہیں کام کاج سے فراغت پاکر تفریح کے لئے بھی وقت نکال لیتی ہیں-

کپڑے دھونا ایسا اچھا ہنر ہے کہ اس میں بہت سے فائدے ہیں- اول ایک قسم کی جسمانی ورزش ہو جاتی ہے- دوئم کفایت شعاری ظاہر ہے- سوئم صفائی جو نہ صرف حفظانِ صحت کے لئے بلکہ نفاست کے لئے بھی بہت ضروری ہے- جاپانی عورتیں کپڑے دھونے کے فن میں ایسی ماہر ہیں کہ اچھے اچھے خاندانی دھوبیوں کا مقابلہ کرتی ہیں

روزانہ صبح کو ان کے گھروں میں دھوبی گھاٹ ہوتا ہے اور کپڑے دھوپ میں سوکھتے نظر آتے ہیں۔

جاپانی قوم بے حد صفائی پسند ہے۔ یہ لوگ روزانہ شام کو ہر موسم میں غسل کرنے کے عادی ہیں۔ نہ ان کے گھر میلے رہتے ہیں نہ ان کے کپڑے نہ ان کے بستر نہ ان کے بچے۔

صفائی قایم رکھنے کے لئے کپڑے دھونا نہایت اہم بات ہے۔ اپنی بہنوں کی واقفیت کے لئے جاپانیوں کے کپڑے دھونے کا طریقہ بیان کرتی ہوں۔ پہلے مندرجہ ذیل سامان مہیا کیا جاتا ہے۔

**سامان** - لکڑی کا ایک بڑا گول ٹب (ہمارے ہاں کے بڑے لگن سے مشابہ مگر گہرائی میں تگنا چوگنا) لکڑی کا ایک کھرا تختہ تقریباً بارہ گرہ لمبا اور پانچ گرہ چوڑا (سپاٹ تختہ میں گہری بٹیاں کھدی ہوتی ہیں) دو تین تسلے یا بالٹیاں۔ صابن کا پوڈر۔ صابن کی ٹکیاں۔ نوری (یہ سمندری گھاس ہے جسے پانی میں پکا کر چھان لیتے ہیں اور کلف کے کام آتی ہے) بانس بلیاں۔ کیمونو سکھانے کے دو دو گز کے لمبے تختے۔ کپڑوں کو ہوا سے روکنے کے لئے لکڑی یا ٹین کے چھوٹے چھوٹے موچنے۔ استری۔ کپڑوں پر استری کرتے وقت پانی چھڑکنے کے لئے ایک چھوٹا سا ڈبیا نما فوارا۔

**طریقہ** - اول ٹب میں صابن کا پوڈر کپڑوں کی تعداد کے موافق تھوڑے سے پانی میں اس قدر گھولتے ہیں کہ جھاگ اٹھ آئیں۔ بعد ازاں اس میں تمام کپڑے بھگو دیئے جاتے ہیں۔ اور گھر کے دوسرے کام کاج کرنے لگتے ہیں یہاں کی عورتیں جاڑا ہو یا گرمی صبح کے پانچ بجے اٹھنے کی عادی ہیں۔ کپڑے دھونے کے لئے گرم پانی کی کوئی قید نہیں۔ نہانے کے ٹب میں رات کا گرم پانی بچا ہوا ملا تو اس میں کپڑے بھگو دیئے ورنہ ٹھنڈے پانی میں۔ گھنٹہ آدھ گھنٹہ کپڑے بھیگتے رہتے ہیں اور یہ ناشتہ وغیرہ سے فراغت ہو کر کپڑے دھونے میں مصروف ہو جاتی ہیں۔ پہلے تختہ پر کپڑا رکھ کر تھوڑا صابن لگاتی ہیں اور ہلکے ہلکے رگڑ کر دھوتی ہیں۔ اس تختہ پر کپڑے دھونے سے صاف میل کٹتا نظر آتا ہے اور کپڑا اجلا معلوم ہونے لگتا ہے۔ جب تمام کپڑے رگڑ چکتی ہیں تو صابن کا میلا پانی پھینک کر ٹب میں کنارے تک دوسرا صاف پانی بھرتی ہیں اور اس پانی میں ایک ایک کپڑا ہاتھ سے مل مل کر دھوتی ہیں۔ یہ عمل تین مرتبہ کرتی ہیں اور ہر دفعہ ٹب میں صاف پانی بھرتی ہیں۔ دو مرتبہ پانی کی سطح پر کپڑوں کی چکنائی اور رہا سہا میل دکھائی دیتا ہے۔ تیسری مرتبہ کے بعد پانی صاف معلوم ہوتا ہے۔ اس وقت وہ کپڑے بانسوں پر پھیلاتی ہیں۔

یہاں الگنیوں پر کپڑے سکھانے کا دستور نہیں بلکہ بانس استعمال ہوتے ہیں۔ اونچی اونچی دو بلیاں بانس کے موافق زمین میں گڑی ہوتی ہیں۔ اور ان دو بلیوں پر مناسبت سے تین جگہ لکڑی کی کہنیاں گاڑتے ہیں۔ ان کہنیوں پر بانس رکھے جاتے ہیں۔ ہر دو بلیوں پر تین بانس آ سکتے ہیں۔ ان بانسوں کو بلیوں پر سے اتارنے کے لئے ایک اور قینچی نما بانس ہوتا ہے۔ بعض گھروں کی چھتوں پر کپڑے سکھانے کے لئے مخصوص جگہ بنی ہوتی ہے۔ گرمی کے کیمونو دھونے تو کچھ مشکل نہیں کیونکہ بغیر استر کے ہوتے ہیں۔ میلے ہونے پر فوراً دھوئے جاتے ہیں۔ البتہ جاڑے کے کیمونو دھونے

مشکل ہیں کیونکہ یہ ریشمی اور ملینے کے ہونے کے علاوہ دوہرے ہوتے ہیں۔ جاپانی عورتیں گرمی میں جاڑے کے کیمونو اُدھیڑ کر دھوتی ہیں اور ایک ایک ٹکڑے کو نوری کا کلف دے کر دو گز کے لمبے تختہ پر چپکا دیتی ہیں یہ دھوپ میں سوکھ کر خوبصورت اور صاف نکل آتے ہیں۔ ان پر استری نہیں کرتیں۔ باقی کپڑوں پر دن کو جب فرصت ملے استری کرتی ہیں روز شام کو کپڑوں کی ایک اجلی پوٹ استری کی ہوئی ملتی ہے۔

باورچی خانہ کے بھاڑن روزانہ شام کو وہیں دھوتی ہیں۔ اور ان کے سکھانے کے لئے بھی باورچی خانہ ہی میں انتظام ہوتا ہے۔ پتلے پتلے سرکنڈے خوبصورتی سے دیواروں میں لٹکے رہتے ہیں۔ غرض کبھی کوئی میلا چیتھڑا نظر نہیں آتا۔ مہینوں میں نے نوکر کو کپڑے دھوتے دیکھا ہے اور مجھے اس سے کچھ دلچسپی ہوگئی ہے۔ الحمد للہ کہ اب میں کپڑے دھونے خدا کے فضل سے اچھی طرح جان گئی ہوں اور مجھے اُمید ہے کہ اگر میرا اور جاپانی عورتوں کا کپڑے دھونے میں امتحان لیا جائے تو کچھ نمبر مجھے ہی زیادہ ملیں گے۔

مگر افسوس کہ میں خود ایک سست اور آرام طلب ملک کی پیدائش ہوں۔ خون اور پوست اُسی خاک پاک کا بنا ہوا ہے۔ میری پرورش بھی اسی نازک خطہ زمیں کی آغوش میں ہوئی ہے جہاں محنت کرنی عیب اور بے عزتی سمجھی جاتی ہے۔ اور سوسائٹی ایسی محنت کرنے والی عورتوں کو لونڈیوں کے کریہہ الفاظ سے یاد کرتی ہے۔ لہذا ایسے کام کرنے کی روزانہ متحمل نہیں ہو سکتی۔ اپنی آرام طلب ہڈیوں اور زنگ آلو اعضا پر دل ہی دل میں جلتی ہوں۔ حیف ہم میں محنت کشی نام کو نہ رہی۔

میری بہنو! معاف کرنا میں تو پھر ہندوستان کے متعلق دلی بخار نکالنے کے لئے آن کھڑی ہوئی۔ اچھا بتائیے تو کیا آپ اس امر میں مجھ سے متفق نہیں ہیں؟ ہندوستان میں باوجود دھوبی سستے ہونے کے بال بچے کیسے میلے کپڑے پہنتے ہیں اور مائیں خود خیر سے کئی کئی روز رات دن اس سخت گرمی میں ایک ہی کپڑے پہنے رہنے میں اپنی مثال آپ ہی ہیں۔ غضب خدا تولیئے اور دستیاں تک دھوبی کے گھر دھلنے جائیں اور میری جانواز بہنیں، ہاتھ پہ ہاتھ دھرے لکڑی کی طرح کرارے پان الائچیاں ڈال ڈال کر چبائیں۔ چونکہ گھر کی بیویاں ان کاموں سے واقف نہیں اس لئے نوکروں سے ان کاموں کی توقع رکھنا فضول ہے۔ ہمارے ہاں تو گھر میں کپڑے دھونا بڑی بے عزتی اور غربت کی نشانی سمجھی جاتی ہے مگر پسینے کی بدبو چھن چھن کر پاس بیٹھنے والوں کے دماغ کو سڑا دے کہیں بہتر ہے۔ بھلا یہ بے پیسہ کی خوشبودار جسمانی مومیائی کہاں میسر۔ جہاں تک مقدور ہو آنے جانے والوں کی اس سے ہی تواضع کریئے اور اپنی حالت میں مست رہیئے دھوبیوں کا گلا گھونٹئے اور دھڑتے سے پیسہ پیسہ دو دو پیسہ کپڑے دھلوائیے۔ پھر بھی میلی رہیئے کیسا ستم ہے کہ ہم لوگ مزدوروں کو مزدوری دینے میں نہایت تنگ دلی سے کام لیتے ہیں۔ بے چارے دھوبی مع جورو بچوں کے صبح سے شام تک کپڑوں کی تیاری میں لگے رہتے ہیں اور اس محنت کا عوض انہیں صرف اتنا ہی ملتا ہے کہ وہ موٹا جھوٹا کھالیں۔ ہمارے

نزدیک وہ توانسان ہی نہیں ہیں۔ نہ انہیں بچوں کی تعلیم کی خبر ہے نہ انہیں سیر و تفریح درکار ہے۔ انہیں تو صرف بیل پر میلے کپڑوں کی لادی لاد کرے جانے اور دھو کر ارزاں مزدوری پر گاہکوں کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے خدا نے بنایا اور بھیجا ہے۔ غریب مزدوروں کو فارغ البالی ہی میسر نہیں جو دنیا کی اور باتیں سوچیں۔

دستر خوان شاید ہی گھروں میں اجلے نظر آتے ہوں۔ وال سالن کے ہزاروں نقش و نگار کے علاوہ زمین کی رنگت ہوتے ہیں۔ بعض صفائی پسند مردوں نے ہم پھوہڑ عورتوں کے ہاتھوں مجبور ہو کر موم جامے کے دستر خوان استعمال کرنے شروع کر دیئے ہیں مگر ہم پھر بھی وہیں ہیں جہاں پہلے تھے او نگل بھر آگے نہیں سرکے اور کیوں سرکیں کیا شوہروں کے گھر دن بھر مشین کی طرح کام کئے جائیں یہ ہے ہماری ذہنیت باورچی خانہ میں نئے جھاڑن تو بہت ہی کم یاب ہیں ورنہ عام طور سے میری بہنیں یہ کرتی ہیں کہ جب کبھی باورچی خانہ کے لئے کپڑے کی ضرورت ہوئی اپنے گودام میں سے کسی کرتے کی آستین پھاڑ لائیں یا پاجامے کا پائنچہ اڑا لائیں۔ پتیلیاں پکڑنے کے لئے ڈھاک کے پتوں کو خدا ہزاری عمر دے اشرفیاں لٹیں اور کوئلوں پر مُہر۔ ہمارے خرچ کچھ کم نہیں ہیں خوب روپیہ اٹھتا ہے۔ مگر مفید کاموں کے لئے روپے کی کمی ہے اور ناداری حدِ فاصل ہے۔ غریبوں کو چھوڑیئے امیر اور متوسط الحال گھرانوں میں یہی کیفیت ہے اس سلسلہ میں خدا بخشے مجھے اپنے والد بزرگوار کی ایک بات یاد آگئی۔ آہ بدنصیبی سے میں تو زمانہ طفلی میں ہی ان کے سایہ عاطفت سے محروم ہو گئی تھیں۔ میری والدہ مخدومہ خدا انہیں عمر نوح عطا فرمائے فرماتی ہیں کہ میرے والد کو باورچی خانہ کے جھاڑنوں کا ایسا ہی خیال رہتا تھا جیسے دوسرے کپڑوں کا۔ چنانچہ ہر سہ ماہی یا ششماہی پر جب بال بچوں کے لئے کپڑے خریدے جاتے تھے تو جھاڑنوں کے لئے ضرور مارکین خریدتے تھے اور خود پھاڑ پھاڑ کر نوکر کے حوالے کرتے تھے کہ یہ پانی چھاننے کا ہے اور یہ پتیلیاں پکڑنے کا ہے وغیرہ وغیرہ والد صاحب کو پتوں سے پتیلیاں پکڑ کر اٹھانے اور میلی صافیوں کے استعمال سے دلی نفرت تھی۔ ایک وجہ یہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ ان کی تمام عمر فوجی خدمت میں گذری اس لئے فوجی صفائی ان کی خو بن گئی تھی۔

میری بہنو! ہماری کاہلی کی بھی حد ہے۔ ہماری آپ کی تو جیسی گذر رہی ہے دل ہی جانتا ہے۔ مگر خدارا اس ننھی پود کو جو ہماری جاہل اور کاہل آغوش میں پل رہی ہیں گوشت کا لوتھڑا نہ بنایئے۔ انہیں تو دیگر ترقی یافتہ ہمسایہ قوموں میں اٹھنے بیٹھنے کے قابل چھوڑ جایئے۔ پیاری بہنو! ہندوستان میں یہ باتیں کم نظر آتی ہیں کیونکہ سب ہی ایک ڈگر پر چل رہے ہیں۔ ہندوستان سے باہر کا مطالعہ ہمیں اپنی برائیاں دکھاتا ہے۔

مسز براس از ٹوکیو (جاپان)

خط و کتابت کے وقت خریداری نمبر ضرور لکھیئے ورنہ آپ کے خط کی تعمیل نہ ہو سکے گی۔

منیجر

# دودھ کی قیمت

## (افسانہ)

اب بڑے بڑے شہروں میں دائیاں اور نرسیں سبھی نظر آتی ہیں لیکن دیہاتوں میں ابھی تک زچہ خانہ روش قدیم کی طرح بھنگیوں کے ہی دائرۂ اقتدار میں ہے اور ایک عرصہ دراز تک اس میں اصلاح کی کوئی امید نہیں۔ بابو مہیش ناتھ اپنے گاؤں کے زمیندار ضرور تھے تعلیم یافتہ بھی تھے، زچہ خانے کی اصلاح کی ضرورت کو بھی تسلیم کرتے تھے۔ لیکن عملی مشکلات کو کیا کرتے۔ دیہات میں جانے کے لئے کوئی نرس راضی نہ ہوئی اور راضی بھی ہوئی تو ایسا معاوضہ طلب کیا کہ بابو صاحب کو سر جھکا کر چلے آنے کے سوا کوئی تدبیر نہ سوجھی لیڈی ڈاکٹر کے پاس جانے کی انہیں ہمت ہی کیونکر ہو سکتی۔ ان کا حق الخدمت تو غالباً بابو صاحب کی نصف ملکیت بیع کرنے پر بھی نہ پورا ہوتا۔ آخر جب تین لڑکیوں کے بعد یہ چوتھا لڑکا پیدا ہوا تو پھر وہی گودڑ تھا اور وہی گودڑ کی بہو۔ بچے بیشتر رات ہی کو پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ آدھی رات کو بابو صاحب کے چپراسی نے گودڑ! گودڑ! کی ہانک لگائی کہ چماروں کی ٹولی جاگ اٹھی۔

گودڑ کے گھر میں اس روز سعید کی مہینوں سے تیاری تھی۔ خدشہ تھا تو یہی کہ کہیں بیٹی نہ ہو جائے۔ نہیں تو پھر وہی بندھا ہوا ایک روپیہ اور وہی ایک ساڑھی مل کر رہ جائے گی۔ اس مسئلہ پر میاں بیوی میں بارہا تبادلہ خیالات ہو چکا تھا۔ شرطیں لگ چکی تھیں۔ گودڑ کی بہو کہتی تھی اگر اب کی بیٹا نہ ہو تو منہ نہ دکھاؤں۔ ہاں ہاں منہ نہ دکھاؤں۔ اور گودڑ کہتا تھا دیکھنا بیٹی ہو گی اور بیچ کھیت بیٹی ہو گی۔ بیٹا پیدا ہوا تو مونچھیں منڈا لوں گا۔ شاید گودڑ سمجھتا تھا کہ اسی طرح بھنگی میں مخالفانہ جوش پیدا کر کے وہ بیٹے کی آمد کے لئے راستہ تیار کر رہا تھا۔

بھنگی بولی۔ اب منڈا لے مونچھیں ڈاڑھی جار۔ کہتی تھی بیٹا ہو گا پر سنتے ہی نہیں۔ اپنی ہی رٹ لگائے جائے۔ میں کھد تیری مونچھیں مونڈوں گی۔ کھونٹی تک تو رکھوں نہیں۔

گودڑ نے کہا۔ اچھا مونڈ لینا بھلی مانس۔ مونچھیں کیا پھر نکلیں گی ہی نہیں۔ تیسرے دن پھر دیکھی گی جوں کی توں ہیں۔ مگر جو کچھ ملے گا اس میں آدھا رکھا لوں گا۔ کہے دیتا ہوں۔

بھنگی نے انگوٹھا دکھایا۔ اور اپنے تین مہینے کے بچے کو گودڑ کے سپرد کر سپاہی کے ساتھ چل دیں۔

گودڑ نے پکارا۔ اری سن تو۔ کہاں بھاگی جاتی ہے۔ مجھے بھی تو روشن چوکی بجانے جانا پڑے گا۔

بھنگی نے دور ہی سے کہا۔ تو کون بڑی مشکل ہے۔ ہاں دھرتی پر لٹا دینا اور روشن چوکی بجانا۔ میں آ کر دودھ پلا دیا کروں گی۔

## ۲

مہیش ناتھ کے یہاں اب کی بھنگی کی خوب خاطر کی گئی۔ صبح کو حریرہ ملتا۔ دوپہر کو پوریاں اور حلوا۔ تیسرے پہر کو پھر اور رات کو پھر اور گودڑ کو بھی بھرپور پروسا ملتا تھا۔ بھنگی اپنے بچے کو دن بھر میں دو بار سے زیادہ نہ پلا سکتی۔ اس کے لئے اوپر کا دودھ مہیا کر دیا جاتا۔ بھنگی کا دودھ بابو صاحب کا بچہ پیتا تھا۔ اور یہ سلسلہ بارہویں دن بھی نہ بند ہوا۔ مالکن موٹی تازی عورت تھیں، مگر اب کی کچھ ایسا اتفاق کہ دودھ ہوا ہی نہیں۔ تینوں لڑکیوں کی بار اتنے افراط سے دودھ ہوتا تھا کہ لڑکیوں کو بدہضمی

ہوجاتی تھی۔ اب کی ایک بوند نہیں۔ بھنگی جنائی بھی تھی اور دودھ پلائی بھی۔

مالکن نے کہا "بھنگی ہمارے بچے کو پال دے۔ پھر جب تک جیئے۔ بیٹھی کھاتی رہنا۔ پانچ بیگھے معافی دلوادوں گی پتر پوتے تک کھائیں گے"۔ اور بھنگی کا لاڈلا منگل اوپر کا دودھ نہ ہضم کر سکنے کے باعث بار بار قے کرتا اور روز بروز لاغر ہوتا جاتا تھا۔ بھنگی کہتی "اور مونڈن میں جوڑے لوں گی بہوجی۔ کہے دیتی ہوں"۔ بہوجی "ہاں ہاں جوڑے لینا بھائی۔ دھمکاتی کیوں ہے چاندی کے لے گی یا سونے کے"۔ "واہ بہوجی واہ۔ چاندی کے جوڑے پہن کے کسے منہ دکھاؤں گی"۔ بہوجی "اچھا سونے کے لینا بھائی کہتی تو ہوں"۔ "اور بیاہ میں کنٹھا لوں گی۔ اور چودھری (گودڑ) کے لئے ہاتھوں کے توڑے"۔

"بہوجی۔ وہ بھی لینا۔ وہ دن تو بھگوان دکھائیں"۔

گھر میں مالکن کے بعد بھنگی کی حکومت تھی۔ مہریان۔ مہراجن مزدورنیں، سب اس کا رعب مانتی تھیں۔ یہاں تک کہ خود بہوجی اس سے دب جاتی تھیں، ایک بار تو اس نے مہیش ناتھ کو بھی ڈانٹا تھا۔ ہنس کر ٹال گئے۔ بات چلی تھی بھنگیوں کی۔ مہیش ناتھ نے کہا تھا دنیا میں اور چاہے جو کچھ ہو جائے۔ بھنگی بھنگی رہیں گے۔ انہیں آدمی بنانا مشکل ہے۔

اس پر بھنگی نے کہا تھا۔ مالک بھنگی تو بڑوں بڑوں کو آدمی بناتے ہیں۔ انہیں کیا کوئی آدمی بنائے گا۔

یہ گستاخی کر کے کسی دوسرے موقع پر بھلا بھنگی سلامت رہتی۔ سر کے بال اکھاڑ دئے جاتے۔ لیکن آج بابو صاحب ہنسے قہقہہ مار کر۔ اور بولے "بھنگی۔ بات بڑے پتے کی کہتی ہے"۔

(۳)

بھنگی کی حکومت سال بھر تک قائم رہی پھر چھن گئی۔ بچے کا دودھ چھڑا دیا گیا اب برہمنوں نے بھنگن کا دودھ پینے پر اعتراض کیا۔ موٹے رام شاستری تو پرائشچت کی تجویز کر بیٹھے۔ لیکن مہیش ناتھ ایسے احمق نہ تھے پھٹکار بتائی۔ پرائشچت کی خوب کہی آپ نے شاستری جی۔ کل تک اسی بھنگن کا خون پی کر پلا۔ اب پرائشچت کرنا چاہئے۔ واہ!

شاستری جی بولے "بے شک کل تک بھنگن کا خون پی کر پلا۔ گوشت کھا کر پلا۔ یہ بھی کہہ سکتے ہو لیکن کل کی بات کل تھی۔ آج کی بات آج ہے۔ جگن ناتھ پوری میں تو چھوت اچھوت سب ایک ساتھ کھاتے ہیں مگر یہاں تو نہیں کھا سکتے۔ کھچڑی تک کھا لیتے ہیں۔ بابو جی اور کیا کہیں۔ پوری ہی تک نہیں رہ جاتے لیکن اچھے ہو جانے پر تو نہیں کھا سکتے"۔

"تو اس کے معنی یہ ہیں کہ دھرم بدلتا رہتا ہے۔ کبھی کچھ، کبھی کچھ"!

"اور کیا! راجہ کا دھرم الگ، پرجا کا دھرم الگ۔ امیر کا دھرم الگ، غریب کا دھرم الگ۔ راجے مہاراجے جو چاہیں کھائیں جس کے ساتھ چاہیں کھائیں، جس کے ساتھ چاہیں شادی بیاہ کریں۔ ان کے لئے کوئی قید نہیں۔ راجہ ہیں۔ مگر ہمارے اور تمہارے لئے تو قدم قدم پر بندشیں ہیں، قیدیں ہیں"۔ اس کا دھرم ہے"۔ پرائشچت تو نہ ہوا۔ لیکن بھنگی سے اس کی سلطنت چھین لی گئی۔ برتن، کپڑے، اناج، اتنی کثرت سے ملے کہ وہ اکیلی نہ لے جا سکی۔ اور سونے کے جوڑے بھی ملے۔ اور ایک کے بدلے دو نئی اور خوبصورت ساڑیاں۔ معمولی نہیں سکھ کی نہیں جیسی لڑکیوں کی بار ملی نہیں۔

(۴)

اسی سال چیچک کا زور رہا۔ گودڑ پہلی ہی زد میں آگیا۔ بھنگی اکیلی رہ گئی۔ مگر کام جوں کا توں چلتا رہا۔ بھنگی کے لئے گودڑ اتنا

ضروری نہ تہا جتنا گودڑ کے لئے بھنگی۔ لوگ منتظر تھے کہ بھنگی اب گئی اب گئی۔ فلاں بھنگی سے بات چیت ہوئی، فلاں چودھری آئے۔ لیکن بھنگی کہیں آئی نہ گئی۔ یہاں تک کہ پانچ سال گذر گئے اور منگل دُبلا اور کمزور اور دائم المرض رہنے پر بھی دوڑنے لگا۔ ماں کا دودھ نصیب ہی نہوا۔ دائم المرض کیوں نہ رہتا۔

ایک دن بھنگی مہیش ناتھ کے مکان کا پرنالہ صاف کر رہی تہی۔ مہینوں سے غلاظت جمع ہوگئی تھی آنگن میں پانی بھرا رہنے لگا تہا۔ پرنالے میں ایک لمبا موٹا بانس ڈال کر وہ زور سے ہلا رہی تھی۔ پورا داہنا ہاتھ پرنالے کے اندر تہا۔ کہ یکا یک اُس نے چلا کر ہاتھ باہر نکال لیا اور اسی وقت ایک لمبا سا کالا سانپ پرنالے سے نکل کر بھاگا۔ لوگوں نے دوڑ کر اُسے تو مار ڈالا۔ لیکن بھنگی کو نہ بچا سکے۔ خیال تہا کہ پانی کا سانپ ہے۔ زیادہ زہریلا نہ ہوگا۔ اس کے پہلے کچھ غفلت کی گئی۔ جب زہر جسم میں پیوست ہوا اور لہریں آنے لگیں تب پتہ چلا کہ پانی کا سانپ نہیں کالا سانپ تہا۔

منگل اب یتیم تہا۔ دن بھر مہیش بابو کے دروازے پر منڈلایا کرتا۔ گھر میں اتنا جھوٹا بچتا تہا کہ ایسے ایسے دس پانچ بچے سیر ہو سکتے تھے۔ منگل کو کوئی تکلیف نہ تھی۔ ہاں دور ہی سے اُسے مٹی کے ایک سکورے میں کھانا ڈال دیا جاتا تھا۔ اور گانوں کے لڑکے اس سے دور دور رہتے تھے۔ یہ بات اسے اچھی نہ لگتی تھی۔ سب لوگ اچھے اچھے برتنوں میں کھاتے ہیں اس کے لئے مٹی کے سکورے! یوں اُسے اِس تفریق کا مطلق احساس نہ ہوتا۔ لیکن لڑکے اُسے چڑھا چڑھا کر اس ذلت کے احساس کو سان پر چڑھاتے رہتے تھے۔ مکان کے سامنے ایک نیم کا درخت تہا۔ اُسی کے نیچے منگل کا ڈیرا تھا۔ ایک پھٹا سا ٹاٹ کا ٹکڑا۔ دو سکورے۔ اور ایک دہوتی جو مہیش بابو کے خوش نصیب فرزند سریش کے اُتارے کپڑوں میں تھی جاڑا گرمی برسات ہر موسم کے لئے وہ جگہ ایک سی آرام دہ تہی۔ یہی اس کی خصوصیت تہی۔ اور سخت جان منگل جھلسنی ہوئی لُو اور کڑاکے کے جاڑوں اور موسلا دھار بارش میں بہی زندہ تہا اور تندرست تہا۔ بس اس کا رفیق کوئی تہا تو گانوں کا ایک کتا جو اپنے ہم چشموں کی بدمزاجیوں اور تنگ ظرفیوں سے تنگ آکر منگل کے زیر سایہ آپڑتا تہا کھانا دونوں کا ایک تہا۔ کچھ طبیعت بہی یکساں تھی۔ اور غالباً دونوں ایک دوسرے کے مزاج سے واقف ہوگئے تھے۔

منگل نے اُس کا نام رکھا تہا ٹامی۔ مگر ٹامی مہیش ناتھ کے انگریزی کتے کا نام تہا۔ اس لئے اس نام کا استعمال وہ اُسی وقت کرتا جب دونوں رات کو سونے لگتے۔

منگل کہتا دیکھو ٹامی۔ ذرا اور کھسک کر سوؤ۔ آخر میں کہاں لیٹوں! سارا ٹاٹ تو تم نے گھیر لیا۔ ٹامی کوں کوں کرتا اور دُم ہلاتا اور بجائے اس کے کہ کھسک جائے اور اوپر چڑھ آتا اور منگل کا منھ چاٹنے لگتا۔ شام کو وہ ایک بار روز اپنا گھر دیکھنے اور تہوڑی دیر رونے جاتا۔ پہلے سال پھوس کا چھپر گرا۔ دوسرے سال ایک دیوار گری اور اب صرف آدہی آدہی دیواریں کھڑی تہیں جن کا اوپر کا حصہ نوک دار ہوگیا تھا۔ یہیں اُسے محبت کی دولت ملی تہی وہی مزہ، وہی یاد، وہی کشش، اسے ایک بار اس ویرانے میں کھینچ لے جاتی تھی۔ اور ٹامی ہمیشہ اس کے ساتھ ہوتا تہا۔ وہ کھنڈر کی مخروطی دیوار پر بیٹھ جاتا اور زندگی کے آنے والے اور گذشتہ خواب دیکھنے لگتا اور ٹامی دیواروں پر کود جانے کی بار بار ناکام کوشش کرتا۔

(۵)

ایک دن کئی لڑکے کھیل رہے تھے۔ منگل بھی پہونچ کر دُور کھڑا ہوگیا۔ سریش کو اُس پر رحم آیا۔ یا کھیلنے والوں کی جوڑی پوری نہ پڑتی تہی کچھ ہی ہو۔ اُس نے تجویز کی آج منگل کو بھی کھیل میں شریک کر لیا جائے۔ یہاں کون دیکھنے آتا ہے۔

سریش نے منگل سے پوچھا "کیوں رے کھیلے گا؟" منگل بولا "کھلاؤ گے تو کیوں نہ کھیلوں گا؟
سریش "اچھا تو ہم تینوں سوار بنتے ہیں۔ تم ٹٹو بن جاؤ۔ پھر ہم لوگ تمہارے اوپر سوار ہو کر گھوڑا دوڑائیں گے۔
منگل نے پوچھا "میں برابر گھوڑا ہی رہوں گا کہ سواری بھی کروں گا؟"
یہ مسئلہ ٹیڑھا تھا۔ سریش نے ایک لمحہ غور کر کے کہا "تجھے کون اپنی پیٹھ پر بٹھائے گا۔ سوچ۔ آخر تو بھنگی ہے کہ نہیں"
منگل نے کسی قدر دلیر ہو کر کہا "میں کب کہتا ہوں کہ میں بھنگی نہیں ہوں لیکن جب تک مجھے بھی سواری کرنے کو نہ ملے گی میں گھوڑا نہ بنوں گا
تم لوگ مجھ سے سوار ہو گے۔ اور میں گھوڑا ہی بنا رہوں گا" سریش نے تحکمانہ لہجہ میں کہا "تجھے گھوڑا بننا پڑے گا"
اس نے منگل کو پکڑنا چاہا۔ منگل بھاگا۔ سریش نے دوڑایا۔ منگل نے قدم اور تیز کیا۔ سریش نے بھی زور لگایا مگر بسیار خوری
نے اسے تھل تھل بنا دیا تھا اور دوڑنے سے اس کا سانس پھولنے لگتا تھا۔
آخر سریش نے رک کر کہا۔ آکر گھوڑا بنو منگل۔ نہیں کبھی پا جاؤں گا تو بُری طرح پیٹوں گا"
"تمہیں بھی گھوڑا بننا پڑے گا" "اچھا ہم بھی بن جائیں گے"
"تم پیچھے سے بھاگ جاؤ گے۔ پہلے تم بن جاؤ۔ میں سواری کر لوں۔ پھر میں بنوں گا"
سریش نے چکمہ دیا تھا۔ منگل کے اس مطالبہ نے برہم کر دیا۔ ساتھیوں سے بولا "دیکھو اس کی بدمعاشی۔ بھنگی ہے نہ"
تینوں نے اب کی منگل کو گھیر لیا اور زبردستی گھوڑا بنا دیا۔ سریش اپنا وزنی جسم لے کر اس کی پیٹھ پر بیٹھ گیا۔ اور ٹک
ٹک کر کے بولا "چل گھوڑے چل" مگر اس بوجھ کے نیچے غریب منگل کے لئے ہلنا بھی مشکل تھا۔ دوڑنا تو دور کی بات تھی۔ ایک
لمحہ تک تو وہ ضبط کئے چوپایہ بنا کھڑا رہا۔ لیکن ایسا معلوم ہونے لگا کہ ریڑھ کی ہڈی ٹوٹی جاتی ہے۔ اس نے آہستہ سے پیٹھ
سکوڑی اور سریش کی ران کے نیچے سے سرک گیا۔ سریش گد سے گر پڑے اور بھوں بھوں بجانے لگے۔
ماں نے سنا سریش کیوں رو رہا ہے۔ کانوں میں کہیں سریش روئے، ان کے ذکی الحس کانوں میں ضرور آواز
آجاتی تھی۔ اور اس کا رونا تھا بھی دوسرے لڑکوں سے بالکل نرالا۔ جیسے چھوٹی لائن کے انجن کی آواز ہو۔
ایک منٹ میں سریش آنکھیں ملتا ہوا گھر میں آیا۔ آپ کو جب کبھی رونے کا اتفاق ہوتا تھا تو گھر میں فریاد لے کر ضرور آتے
تھے۔ ماں چپ کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ دے دیتی تھی۔ آپ تھے تو آٹھ سال کے مگر بہت بے وقوف حد سے زیادہ پیارے!
ماں نے پوچھا "کیوں روتا ہے سریش؟ کس نے مارا؟" سریش نے روتے ہوئے کہا۔ منگل نے چھو دیا"
پہلے تو ماں کو یقین نہ آیا۔ لیکن جب سریش قسمیں کھانے لگا تو یقین لانا لازم ہو گیا۔ اس نے منگل کو بلوایا اور ڈانٹ کر بولی
کیوں رے منگلوا۔ اب تجھے بدمعاشی سوجھنے لگی۔ میں نے تجھ سے کہا تھا کہ سریش کو کبھی چھونا نہیں! یاد ہے کہ نہیں! بول"
منگل نے دبی آواز سے کہا۔ یاد ہے۔ "تو پھر تو نے اسے کیوں چھوا! میں نے نہیں چھوا"
تو نے نہیں چھوا۔ نہیں تو یہ روتا کیوں تھا؟۔ یہ گر پڑے۔ اس لئے رونے لگے"
چوری اور سینہ زوری۔ دیوی جی دانت پیس کر رہ گئیں۔ مارتیں تو اسی وقت اشنان کرنا پڑتا۔ قمچی تو ہاتھ میں لینا
ہی پڑتی۔ اور چھوت کی برقی رو اس قمچی کے راستہ ان کے جسم میں سرایت کر جاتی۔ اس لئے جہاں تک گالیاں دے سکیں
دیں اور حکم دیا کہ اسی وقت یہاں سے نکل جا۔ پھر جو تیری صورت نظر آئی تو خون ہی پی جاؤں گی۔ مفت کی روٹیاں کھا کھا کر

شرارت سوجھتی ہے!"

منگل میں غیرت تو کیا ہو گی۔ خوف تھا۔ چپکے سے اپنے سکورے اُٹھائے، ٹاٹ کا ٹکڑا بغل میں دبایا۔ دھوتی کندھے پر رکھی۔ اور روتا ہوا وہاں سے چل پڑا۔ اب وہ یہاں کبھی نہ آئے گا۔ یہی تو ہو گا بھوکوں مر جائے گا۔ کیا ہرج ہے۔ اِس طرح جینے سے فائدہ ہی کیا۔ گانوں میں اور کہاں جاتا بھنگی کو کون پناہ دیتا۔ وہی اپنی بے درو دیوار کی آڑ تھی۔ جہاں بھلے دنوں کی یادگاریں اس کے آنسو پونچھ سکتی تھیں۔ وہیں جاکر پڑ رہا۔ اور خوب پھوٹ پھوٹ کر رویا۔

ابھی آدھ گھنٹہ ہی نہ گذرا ہو گا کہ ٹامی بھی اُسے ڈھونڈھتا ہوا آپہونچا۔

(۶)

لیکن جوں جوں شام ہوتی تھی اُس کا احساس ذلت بھی غائب ہوتا جاتا تھا۔ بچپن کی بیتاب کن بھوک جسم کا خون پی پی کر اور بھی بے پناہ ہوتی جاتی تھی۔ آنکھیں بار بار سکوروں کی طرف اُٹھ جاتیں۔ اس نے مشورۃً ٹامی سے کہا۔ کھاؤ گے کیا ٹامی۔ میں تو بھوکا ہی لیٹ رہوں گا۔ ٹامی نے کوں کوں کرکے شاید کہا۔ اس طرح کی ذلتیں تو ساری زندگی بھر سہنی ہیں۔ یوں ہمت ہاروگے تو کیسے کام چلے گا۔ مجھے دیکھو نہ۔ ابھی کسی نے ڈنڈا مارا۔ چیخ پڑا۔ پھر ذرا دیر کے بعد دُم ہلاتا ہوا اس کے پاس جا پہونچا۔ ہماری زندگی اسی لئے ہے بھائی" منگل بولا۔ تو تم جاؤ۔ جو کچھ مل جائے کھالو۔ میری پرواہ نہ کرو۔ ٹامی نے پھر اپنی سگستانی بولی میں کہا۔ اکیلا نہیں جاتا۔ تمہیں ساتھ لے کر چلوں گا۔ ایک لمحہ کے بعد بھوک نے تالیف کا ایک نیا پہلو اختیار کیا۔ "مالکن تلاش کر رہی ہوں گی۔ کیوں ٹامی؟"

"اور کیا۔ بابوجی اور سریش کھا چکے ہوں گے۔ کہار نے ان کی تھالی کا جھوٹا نکال لیا ہو گا اور ہمیں پکار رہا ہو گا"

"بابوجی اور سریش دونوں کی تھالیوں میں گھی رہتا ہے۔ اور وہ میٹھی میٹھی چیز۔ ہاں ملائی"

"ہماری آواز نہ سنائی دیگی تو سب کا سب گھور پر ڈال دیں گے" ذرا دیکھ لیں کہ ہمیں کوئی پوچھنے آتا ہے" یہاں کون پوچھنے آئیگا کوئی بامن ہو" "اچھا تو چلو وہیں چلیں۔ مگر چھپے ہوئے رہیں گے۔ اگر کسی نے نہ پکارا تو میں لوٹ آؤں گا۔ یہ سمجھ لو"

دونوں وہاں سے نکلے اور آکر مہیش ناتھ کے مکان کے دروازے پر ایک کونے میں دبک کر کھڑے ہو گئے۔ ٹامی شاید ادھر اُدھر کی خبر لانے چلا گیا۔ مہیش بابو تھالی پر بیٹھ گئے تھے۔ نوکروں کی بات چیت سے معلوم ہوتا تھا۔ ایک نے کہا۔ "آج منگلوا نہیں دکھائی دیتا۔ بھوکا ہو گا بچارا۔ مالکن نے ڈانٹا تھا۔ اسی سے بھاگا ہے شاید" منگل کے جی میں آیا چل کر اس آدمی کے قدموں پر گر پڑے۔ دوسرے نے جواب دیا اچھا ہوا نکالا گیا۔ نہیں سبیرے سبیرے بھنگی کا منہ دیکھنا پڑتا تھا۔ منگل اور اندھیرے میں کھسک گیا۔ اب کیا امید کی جا سکتی تھی۔

مہیش اور سریش تھالی سے اُٹھ گئے۔ نوکر ہاتھ منہ دھلا رہا ہے۔ بابوجی اب حُقّہ پئیں گے۔ سُریش سوئے گا۔ غریب منگل کی کسے فکر ہے۔ اتنی دیر ہو گئی کسی نے نہیں پُکارا۔ کون پکارے گا۔ منگل آدھ گھنٹہ تک وہاں دبکا کھڑا رہا۔ کسی نے اُس کا نام نہ لیا۔ اس نے ایک لمبی سانس لی اور جانا ہی چاہتا تھا کہ اس نے اسی کہار کو ایک تھال میں جھوٹھا کھانا لے جاتے دیکھا۔ شاید گھور پر ڈالنے جا رہا تھا۔ منگل اندھیرے سے نکل کر روشنی میں آگیا تھا۔ اب صبر نہ ہو سکتا تھا۔ کہار نے کہا "ارے! تو یہاں تھا۔ ہم نے سمجھا کہیں چلا گیا۔ لے کھالے۔ میں پھینکنے لے جا رہا تھا" منگل نے کہا "میں تو بڑی دیر سے یہاں کھڑا رہتا" تو بولا کیوں نہیں؟" "ڈر لگتا تھا" "اچھا لے کھالے" منگل نے تھال اس کے ہاتھ سے لے لیا اور اُسے ایسی نظر سے دیکھا جس میں شکر اور احسان مندی کی ایک دنیا چھپی ہوئی تھی۔ پھر ٹامی اور وہ دونوں وہیں نیم کے نیچے حسب معمول کھانے لگے۔ منگل نے ایک ہاتھ سے ٹامی کا سر سہلا کر کہا

"دیکھا پیٹ کی آگ ایسی ہوتی ہے۔ لات کی ماری ہوئی روٹیاں بھی نہ ملتیں تو کیا کرتے!" ٹامی نے دم ہلادی۔

"سرش کو ماں ہی نے پالا ہے!" ٹامی نے پھر دُم ہلادی۔

"لوگ کہتے ہیں دودھ کا دام کوئی نہیں چکا سکتا!" ٹامی نے پھر دم ہلادی۔

"اور مجھے دودھ کا یہ دام مل رہا ہے! ٹامی نے پھر دُم ہلادی

پریم چند

(خاص عصمت کے لئے)

# رُخصت

## دوست کے مزار سے

دوست! کبھی ہم بھی دلفریب موقعوں پر ایک دوسرے سے رخصت ہوتے تھے۔ لمبے لمبے سفر پر جاتے تھے ہمارے دل میں تمناؤں اور آرزؤں کا طوفان برپا رہتا تھا۔ اس امید کے ساتھ کہ جب واپس ہوں گے تو ہم اپنے سفر کے دلچسپ واقعات بلند بلند پہاڑیوں، ہیبت ناک غاروں گنجان جھاڑیوں، چمکتے پتوں، خوبصورت جنگلی پھولوں اور جگنوؤں کا تذکرہ افسانوی رنگ میں ایک دوسرے سے بیان کریں گے۔

ہمارے سفر ایک دوسرے کے لئے واقعی دلکش افسانے ہوتے تھے۔ جاڑے کی لمبی لمبی راتوں میں برقی روشنی کے قریب لیٹی ہوئی تم کہتی تھیں اور میں شوق و آرزو میں ڈوبی سُنا کرتی تھی۔ میری نگاہیں تمہارے خوبصورت چہرہ پر لگی رہتی تھیں۔ اسی طرح کبھی میں کہتی تھی اور تم کسی قدر دلچسپی کے ساتھ سُنا کرتی تھیں!

جولائی کی ایک شام موسم کی تبدیلی سے ہواؤں میں شور مچا ہوا تھا۔ سرخ طوفانی ہواؤں نے ہمیں گھیر لیا تھا۔ میرے دل میں بھی غمناک طوفان برپا تھا۔ میرے جذبات بھی ناقابل برداشت تھے۔ آسمانی سرخ بادلوں کی طرح میرا دل بھی شق ہو رہا تھا پیاسی جلتی ہوئی زمین کی طرح، میری آنکھیں، تمہارے دیدار کی پیاسی آنکھیں جل رہی تھیں میرے ہونٹ طوفان سے خوف زدہ پھولوں کی لرزتی ہوئی پتیوں کے مانند کانپ رہے تھے۔ کیونکہ اب بھی میں سفر پر جا رہی تھی اور تم سے رخصت ہونے آ رہی تھی۔ آہ کس سے؟ دوست کے مزار سے، زندگی کے بہترین دوست کی لحد سے، جہاں میری آرزوئیں اور تمنائیں سو رہی ہیں۔ اس مزار سے جہاں میرے ارمان مدفن ہیں۔ جہاں میری زندگی کا سکون ہمیشہ کے لئے چھپ گیا ہے رخصت! آہ رخصت میری زندگی کے بہترین دوست۔ رخصت! رخصت!

مہرالنساء

# مسلم خواتین اور مذہب

یہ ایک کلیہ ہے کہ انقلاب زمانہ سے اقوام عالم متاثر ہوتی ہیں۔ اور اس اثر سے ان کی تمدنی زندگی کافی حد تک تبدیل ہو جاتی ہے۔ اور کئی نسلوں تک یہ تبدیلی قایم رہتی ہے۔ بلکہ غالب اقوام کا تمدن محکوم اقوام کے تمدن کو قریب قریب فنا کر دیتا ہے۔ اور وہ صحیح راستہ سے بھٹک کر تقلید اختیار کر لیتی ہیں۔ موجودہ دور میں ہندوستان بھی اس تاثر سے خالی نہیں دنیا کے اور ممالک بھی جنگ عظیم کے بعد انقلاب سے اس درجہ متاثر ہوئے کہ انہوں نے یورپ کے تمدنی معیار کو اپنا معیار مقرر کر لیا۔ اور مذہبی ہدایات کے موافق اس میں ترمیم کر لی۔ مثال کے طور پر موجودہ ترکی میں دنیوی ترقی کے ساتھ مذہب بھی پیش نظر ہے۔ اور اسی نوع سے ایران و افغانستان بھی ترقی کی جانب اقدام اٹھا رہے ہیں۔ مگر انقلابی اثرات سے وہ بھی خالی نہیں۔ لیکن آج ہند کی اسلامی دنیا عام طور پر مذہب سے کچھ بے نیاز سی ہوتی جا رہی ہے اور محض رسمی پابندی رہ گئی ہے جیسے عیدین کی خوشی منائی جاتی ہے اور اس کی اصل غایت پر غور نہیں کیا جاتا۔ افسوس حقیقی مذہبیت فنا ہوتی جا رہی ہے۔ اور تمام وہ اصول آداب زندگی جن میں اتحاد عبادت۔ معاشرت۔ غرضکہ تہذیب و تمدن سب کچھ موجود ہے ہم نے اپنی بدبختی سے چھوڑ رکھے ہیں۔ مذہب کی پوری پابندی کسی فرد میں نہیں پائی جاتی لیکن اس کا اطلاق زیادہ تر مردوں پر کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ عورت کو ابتدائے اسلام سے آج تک جس کمال عقیدت و محبت کے ساتھ مذہب عزیز ہے اس کے ثبوت میں تاریخ موجود ہے۔ اور اب بھی ہند ایسی مذہب پرست خواتین سے خالی نہیں۔ جو بلاشبہ سچی مومن کہلائے جانے کی مستحق ہیں۔ لیکن عموماً اسلامی ہند کی عورت بھی رفتہ رفتہ مذہب سے الگ ہوتی جا رہی ہے اور اس کے دو بڑے سبب ہیں جہالت اور مذہبی اصولوں سے بے خبری۔ افسوس ہے مسلمانوں کا ایک طبقہ بھی حقیقی معنی میں اسلام پر پابند نہیں قرآن حکیم کے چند احکام پر عمل کر لینے کے یہ معنی نہیں کہ کل احکام پر عمل کیا جا رہا ہے۔ جیسے کسی کی ٹانگ پر عمل جراحی کیا جائے تو اس کو بھی کہا جائے گا کہ عمل جراحی کیا گیا۔ اور کوئی یہ نہ کہے گا کہ کل جسم پر عمل جراحی کیا گیا۔ بعینہٖ یہی مثال ہمارے عمل کی ہے۔ کہ قرآن حکیم کے چند احکام پر عمل کرتے ہیں اور بس۔ یعنی ایمان۔ عقیدہ۔ و ایقان تو کل کتاب پر ہے اور درست ہے۔ لیکن عمل چند جزو پر۔ باقی صفر ہے۔ اور ہر فرد بلحاظ عقائد یکساں طور پر خاص خاص حکموں کا پابند ہے مگر وہ جامعیت اور اکملیت نہیں جس کا نام مذہب ہے۔ عوام تو بیچارے جہالت اور لاعلمی کی وجہ سے مذہبی احکام کی مکمل طریق پر بجا آوری سے محروم ہیں۔ وہ غریب جس طرح اپنے جاہل بزرگوں کو مذہب پر پابند دیکھتے ہیں۔ اسی طرح

خود بھی پابند ہو جاتے ہیں۔ اور اس درجہ شدت و سختی سے پابند ہوتے ہیں کہ جان جائے اور پابندی میں فرق نہ آئے اس غریب طبقہ کی عورتوں کی مذہبی حالت بہت زیادہ قابل رحم ہے۔ مرد تو وعظ و پند سے اور تقاریر سے بھی مستفید ہوتے ہیں۔ مگر یہ غریب اس نعمت سے محروم رہتی ہیں۔ اور بالکل نہیں جانتیں کہ مذہب عبارت ہے کس ترکیب حکمت و عمل کا؟ اور اس کے مقاصد کیا ہیں؟ بس ان چند ارکان کو وہ مذہب سمجھ لیتی ہیں جو انہوں نے اپنے بزرگوں کے منہ سے سنے ہیں۔ افسوس مسلمانوں کا ایک تہائی حصہ ایسا ہی جاہل بے خبر اور مذہبی علوم سے یکسر کورا ہے۔ متوسط طبقہ کی خواتین آٹھ دس درجہ کی پڑھائی اور چند دینی مسائل پڑھ لینے کے بعد یہ خیال کرتی ہیں۔ کہ وہ مذہب سے بخوبی واقف ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔ وہ صرف مذہب کے بنیادی ارکان سے واقف ہو جاتی ہیں۔ اور ان کا مذہبی عمل اسی حد تک محدود ہوتا ہے۔ کیونکہ مذہب سے مکمل واقفیت نہیں ہوتی۔ طبقہ اعلیٰ کی خواتین۔ کالج اور یونیورسٹی کی ڈگری یافتہ ہونے کے باوجود علوم دینی سے پوری واقفیت نہیں رکھتیں۔ کیونکہ وہ ان درسگاہوں سے انگریزی اعلیٰ تعلیم حاصل کرتی ہیں۔ جہاں مذہبی علوم نہیں ہوتے۔ اور اگر شاذ و نادر ہوتے بھی ہیں تو برائے نام۔ اب جو کچھ عرصہ سے قرآن حکیم اور احادیث کا انگریزی زبان میں ترجمہ ہو گیا ہے۔ وہ ضرور پڑھ لیتی ہیں۔ سو اس ترجمہ کی صحت میں بھی شک کی گنجائش باقی ہے۔ اور بعض خواتین مذہب کے مقاصد کو بھی سمجھ لیتی ہیں۔ غیر مسلم کالجوں اسکولوں اور درسگاہوں سے تعلیم حاصل کرنے کی ایک وجہ مذہبی درسگاہوں کی کمی بھی ہے بمشکل چند درسگاہیں مذہبی علوم کی ایسی ہیں جہاں متوسط اور غریب طبقہ کی لڑکیاں دینی تعلیم حاصل کر رہی ہیں مثلاً علامہ راشد الخیری صاحب قبلہ کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ تربیت گاہ بنات دہلی ہے یا مدرسہ بنات جالندھر۔ امید ہے کہ ان اداروں سے لڑکیاں صحیح معنی میں وخترانِ اسلام ہو کر نکلیں گی لیکن یہ دو تین درسگاہیں آٹھ کروڑ مسلمانوں کی بچیوں کے لئے کافی نہیں ہو سکتیں۔ ان اسباب اور نئی تہذیب و مغربی تعلیم کے مضر اثرات کی وجہ سے آج کی مسلمان عورت مذہب سے دور ہوتی جا رہی ہے۔ اور مذہب سے بُعد خالی خطرہ سے خالی نہیں قومی تباہی و بربادی کا پیش خیمہ ہے بچہ کی پہلی درسگاہ ماں کی گود ہوتی ہے۔ اور وہ اسی سے تربیت پا کر اعلیٰ و ادنیٰ اطوار کا مالک ہوتا ہے۔ مگر جب ماں تعلیم یافتہ ہو یا جاہل لیکن مذہب سے ناواقف ہو۔ تو وہ بچہ کو کیا دینی تعلیم و تربیت دے سکے گی اور مذہب سے کیونکر واقف کرائے گی۔ جبکہ وہ خود واقف نہیں اور اسلامی آداب و اصول سے یکسر کوری ہے۔ یہی سبب ہے کہ آج ہم قعر مذلت میں گرتے جا رہے ہیں۔ بچہ ماں کی گود میں مذہبی کہانیاں قصے نہیں سنتا۔ اور ابتدا میں مکمل طور پر اس کو مذہبی تعلیم نہیں ملتی۔ اس کا گھر اسلامی گہوارہ نہیں ہوتا۔ غیر اقوام کے آداب اصول و ضوابط زندگی میں والدین کو ڈوبا ہوا پا کر بچہ خود اسی پر عمل کرتا ہے۔ آج بھی وہی اسلام ہے۔ جو تیرہ سو برس پیشتر تھا۔ اس کے اصول و ضوابط قطعاً وہی ہیں جو تیرہ سو برس پہلے حضور اکرمؐ نے دنیا کے سامنے پیش کئے تھے۔ ان میں خدانخواستہ ذرا بھی تنسیخ و ترمیم نہیں ہوئی

بلکن اب حضور اکرم نبی صلعم کے غلاموں اور لونڈیوں کی حالت زبون کیوں ہے؟ صرف اس لئے کہ عمل نہیں رہا مذہب سے ناواقفیت ہے دوسری قوموں کی اندھی تقلید ہے۔ آج کی ہندوستانی مسلمان عورت اس مبارک زمانہ کی مسلمان عورت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ قرون اولیٰ میں عورتوں نے اسلام کی کیسی عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں جن پر آج تک مسلمانوں کو فخر ہے۔ بلکہ مذہب کی سچی پرستار خواتین کی عظیم الشان مذہبی خدمات سے تاریخ بھری پڑی ہے۔ اور حشر تک ان کے نام اسی عزت حرمت و سربلندی اور احترام کے ساتھ زندہ رہیں گے۔ یہ صرف ان کی مذہب پرستی تھی جو انہیں قیامت تک کے لئے زندہ کر گئی۔ مگر آج ہندوستان کی مسلمان خاتون مذہب کے لئے کیا کر رہی ہے؟ تبلیغ و اشاعت اسلام میں اس کا کتنا حصہ ہے؟ افسوس کچھ بھی نہیں۔ وہ تو اپنے جہل نادانی اور بے علمی کے سبب مذہب سے بہت دور جا پڑی۔ تعلیمی ابتدا قرآن حکیم سے تو ہوئی لیکن طوطے کی طرح رٹ کر آہ وہ مذہب کو ہی نہیں پہچانی۔ اور ابتدائی حالت میں وہ ایسی تعلیم میں ڈالدی گئی۔ جس نے کسی مذہب و ملت کو کوئی عزت و وقعت نہیں دی۔ اور نہ اس کی اہمیت کو بتایا۔ خود سری و آزادی پیدا کر دی۔ اور ملت و مذہب کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ وہ خدائی حکم ہے جس نے بتیرہ سو برس پہلے متنبہ کر دیا تھا کہ خدا بھی اسی کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرے۔ جو اپنی مدد آپ نہ کرے اللہ بھی اس کا ساتھی نہیں۔ اب بھی وقت ہے کہ ہماری بہنیں آنکھیں کھولیں اور مذہب کو پہچانیں۔ اور اس پر عمل کریں بلکہ بچوں کو ابتدا ہی سے مذہبی اعلیٰ تعلیم اپنی زبان میں دیں۔ اس کے بعد انہیں دنیا کے کل علوم سکھا دیئے جائیں اور نقش اولین ایسا ہو کہ کسی علم سے بھی زنگ آلود نہ ہو سکے۔

یاد رکھئے قرآن کریم ہی ہمارے لئے شمع راہ ہے ہم اسے چھوڑ کر سیدھے راستہ سے بھٹک گئے۔ لیکن اس کے خلاف دوسری اقوام قرآن حکیم بتائے ہوئے اصولوں پر عمل کر رہی اور عزت و آرام پا رہی ہیں ہم اگر اسی مقدس کتاب کو اپنا لائحہ عمل قرار دیں اور اس کا ہر حکم بجا لائیں تو وہ ہمیں پھر وہی منور راستہ دکھا دے۔ جسے پا کر اسلاف معراج کمال پر پہونچے تھے۔

شوکت جہاں بھوپال

بقیہ صفحہ ۳۴

اے مسلماں کیا تری غیرت کو یہ منظور ہے　　مہر عالم تاب بن جائے ترے گھر کا دیا

دیکھتی ہے میری چشم دور بیں انجام کو　　حق یہ ہے انجام آتا ہے نظر اپنا برا

ہے ابھی سے ہم کو لازم سوچنا اس کا علاج　　بن نہ جائے یہ مرض آخر کو دردِ لا دوا

چھوڑ دینا چاہیئے ہم کو یہ موجودہ روش

درس دینا چاہیئے اِسلام کے اخلاق کا

سید محمود حسن۔ کیتھل

# تعلیمِ نسواں میں لغزش

وشتِ بے برگ وگیاہ میں اک مسافرِ بے نوا
کر رہا تھا جستجوئے چشمۂ آبِ بقا

ایک مدت تک رہا مصروفِ سعی وجستجو
پر کہیں لیلائے مقصد کا نہ پایا نقشِ پا

ایک طوفانِ امید وبیم کو دل میں لئے
دربدر صحرا بصحرا عمر بھر بھٹکا کیا

زندگی کے آخری لمحوں میں برآئی اُمید
جب کسی نے رحم کھاکر راستہ بتلا دیا

ماندۂ وسعذ ورو خستہ تن قریب المرگ تھا
بعدِ صد وقت کنارِ آب پر آخر گیا

حاصلِ ہستی کو پاکر ہو رہا تھا باغ باغ
جام ہاتھوں میں لیا منہ سے لگایا، پی گیا

بدنصیبی پر مگر اس کی تھی قسمت خندہ زن
تھا ہلاہل جس کو سمجھا تھا وہ آبِ جانفزا

غور گر کیجئے تو اپنے پر ہے صادق یہ مثل
شہد کے بدلے جنہوں نے زہر لے کر پی لیا

مدتوں تعلیمِ نسواں سے رہے ہم بے خبر
آخر ش تعلیم دی دنیا نے جب منوا دیا

بدنصیبی نے مگر چھوڑا نہ ساتھ اپنا کہیں
یاں بھی ہم سے زمانہ چال اپنی چل گیا

تھا دماغوں پر مسلط نشۂ تہذیبِ نو
قومِ انگلش کا تتبع ہر جگہ مقصود تھا

ہم نے اپنی لڑکیوں کو بھی وہی تعلیم دی
جس کا مقصد کچھ نہیں روزی کمانے کے سوا

بیٹیوں کو بے خطر بھیجا مشن اِسکول میں
ہاتھ میں غیروں کے اِن کی تربیت کو دے دیا

حامیٔ قرآن کی بیٹی بھی وہاں جانے لگی
یاد کرنا لازمی تھا جس جگہ انجیل کا

سب سے پہلے دیکھنا لازم تھا پر دیکھا نہیں
ہے معلّم کون ان کا اور کون اخلاق کا

صحبتِ بد میں بُرائی سے نہیں بچتا کوئی
بے شُبہ ہوتا ہے اِنسان پر اثر ماحول کا

دیکھ کر اُستانیوں کی فیشن ایبل زندگی
لڑکیوں کو بھی لگی تہذیبِ مغرب کی ہوا

ہو گئی مشرق کی سادہ زندگی خواب وخیال
وہ قناعت کا سکوں فیشن پہ صدقے ہو گیا

راس آسکتی نہیں ہم کو کبھی یہ زندگی
رہ کے ٹوٹے جھونپڑے میں خواب محلوں کے بھلا

اِس روش سے ہو نہیں سکتی امیدِ سودِ قوم
ناموافق ہے مُسلمانوں کو یہ آب وہوا

ہو چکا ہے بیشتر اطوار پر اس کا اثر
روحِ ایماں کر نہ دے مسموم زہریلی فضا

(باقی اشعار صفحہ ۴۳)

# لندن سے خط

عزیزہ محمدی بیگم جو ۱۹۳۲ء میں عثمانیہ یونیورسٹی کے امتحان بی اے میں اول نمبر پر کامیاب ہوئی تھیں اپنے شوہر مسٹر جمیل حسین ایم اے علیگ سولین حیدر آباد دکن کے ہمراہ سرکاری وظیفہ پر اعلیٰ تعلیم کی غرض سے اکسفورڈ گئی ہیں۔ ان کی والدہ محترمہ قیصری بیگم صاحبہ جو شمس العلما ڈاکٹر نذیر احمد مرحوم کی نواسی اور عصمت کی قدیم مضمون نگار ہیں ہمیں محمدی بیگم صاحبہ کے خطوط بغرض اشاعت بھیج رہی ہیں۔ ہم ایک خط ولی شکریہ کے ساتھ اس پرچہ میں شائع کرتے ہیں باقی خطوط آیندہ اشاعتوں میں اوراق عصمت کی زینت بڑھاتے رہیں گے۔ ایڈیٹر۔

میری پیاری اماں جان - آداب عرض ہے خدا کا شکر ہے کہ سفر تمام ہوا۔ جہاز کا سفر بہت اچھی طرح گذرا۔ بڑی بات یہ تھی کہ جس بات کا ڈر تھا۔ یعنی یہ کہ جہاز میں چکر آتے ہیں اور متلی ہوتی ہے اس سے تمام سفر محفوظ رہی۔ پورٹ سعید گذرنے کے بعد ہم لوگ بحر قلزم میں داخل ہوئے سُنا جاتا تھا کہ یہ سمندر بہت بڑا ہے اور اکثر سخت تلاطم رہتا ہے۔ تقریبًا پانچ دن اس سمندر میں بھی چلنا تھا۔ جہاز سے اترنے سے ایک دن پہلے یعنی جمعرات کو آج ہی کے دن سمندر میں سخت تلاطم رہا میں نے دیکھا تو نہیں لیکن ایک اور بیوی سے سُنا کہ پہاڑ کے برابر برابر بعض موجیں تھیں۔ ناشتہ کر کے آئی تو سخت چکر آئے صرف اوسی دن تین مرتبہ مجھے استفراغ ہوا۔ اور کھانا بھی نہ کھایا گیا۔ دوسرے دن صبح کو مارسیلز پر اتر گئے۔ مارسیلز پر کوئی ساڑھے سات بجے جہاز میں ناشتہ وغیرہ کر کے اترے۔ یہ بندرگاہ بہت بڑی ہے سینکڑوں جہاز چھوٹے بڑے کھڑے تھے۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ دلّی کا اکتوبر نومبر کا سا موسم تھا۔ سب لوگ فرانسیسی زبان میں بات کرتے تھے۔ قلی مزدوروں سے لے کر امیر اور غریب گورے تھے۔ صرف لباس کا فرق تھا۔ یہاں سامان جو ہم ساتھ لائے تھے کچھ یوں ہی سا اُلٹ پلٹ کر کے دیکھا۔ اور پھر اجازت دے دی۔ اتفاق سے ہمارا ساتھ ایک صاحب کا ہو گیا۔ جو بنگالی ہیں ٹیگور کے سکرٹری۔ اکسفورڈ ہی جا رہے ہیں ہندو ہیں اور یہاں آئے ہوئے۔ ان سے بہت مدد ملی۔ ان کے ساتھ ہم نے ایک موٹر ٹیکسی لی۔ تھامس کک کے ہاں پہنچے اور کچھ روپیہ وغیرہ لے کر وہاں سے مارسیلز کے اسٹیشن پر سوہاں ریل میں سوار ہو کر اوسی دن کوئی رات کے ۱۰ بجے پیرس پہنچے۔ پیرس میں بہت سردی تھی اور رات کا وقت تھا۔ اسٹیشن سے ایک ہوٹل پہنچے۔ اس کا نام ہوٹل لوٹیشیا ہے۔ بہت بڑا ہوٹل ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک بڑا محلہ ہے۔ سات آٹھ منزلیں ہیں ہم ساتویں منزل پر تھے۔ لفٹ کے ذریعہ نیچے آتے تھے۔ ہمارا کمرہ بادامی رنگ کا تھا۔ اس کا فرنیچر بھی سب اوسی سے مشابہ تھا پردے اور اوڑھنے کے لئے جو اطلس کا لحاف سا تھا وہ اور کرسیوں کے گدے صوفے وغیرہ سب بادامی تھے۔ بہت شاندار کمرہ تھا۔ اور بجلی کے

ذریعہ سے گرمی کمرہ میں پہنچائی گئی تھی۔ہوٹل کے سامنے ہی پیرس کا بینک تھا۔جس دن مارسیلز پہنچے تھے اس سے کوئی دو دن پہلے مارسیلز میں شاہ سرویا فرانس کے ایک وزیر اور ایک اور شخص کا قتل ہوگیا تھا۔ہم کو یہ خبر جہاز میں ملی تھی۔جب مارسیلز پہنچے تو ہمارا خیال تھا قتل کی وجہ سے ممکن ہے کچھ گڑبڑ ہو مگر تعجب ہوا جب دیکھا کہ بالکل خاموشی سی ہے گویا کچھ ہوا ہی نہیں۔جس دن ہم پیرس پہنچے اس کے دوسرے دن فرانس کے وزیر کا جنازہ اٹھایا گیا۔اکثر جگہ ماتمی جھنڈے لگے ہوئے تھے۔پولس کے دستے بھی بہت سے پیدل اور سوار دکھائی دیئے۔جنازے کا جلوس بھی نکلا مگر ہم لوگ اپنے کاموں میں مصروف تھے نہیں دیکھ سکے۔ہاں تو پیرس پہنچ کر چار وغیرہ پی کر سو گئے۔صبح کو ہوٹل سے نکلے۔میں نے اپنا اوور کوٹ خریدا کچھ گرم کپڑے برساتیاں وغیرہ لیں۔جس دوکان میں ہم گئے تھے۔پیرس کی تیسری بڑی دوکان تھی اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ ایک دوکان ہے۔بلکہ معلوم ہوتا تھا کہ بیسیوں دکانیں ہیں۔ہر چیز کے خریدنے کا حصہ علیحدہ دکان کی صورت میں کر دیا تھا۔مثلاً کوٹ الگ ٹوپیاں الگ مردوں کا سامان الگ عورتوں کا الگ بچوں کا الگ۔ہر چیز کے لئے الگ الگ دوکان پر جانا پڑتا تھا بیچنے والے بھی مختلف تھے۔پیرس کا شہر بالکل نگار خانہ معلوم ہوتا ہے۔کوئی عمارت چھ سات منزل سے تو کم نہیں۔غرض ایسا شاندار شہر ہے کہ کیا کہئے۔سیکڑوں موٹریں بسیں اور ٹرام کاریں دوڑتی رہتی ہیں۔پیدل چلنا بہت مشکل ہے جب ہم خرید فروخت کر چکے تو دوکان کے منیجر نے کہا آپ لوگ اپنی تصویریں کھچوانی چاہیں تو کھچوا سکتے ہیں مفت کھینچکر آٹھ منٹ میں تیار کر دیں گے۔ہم نے کہا اس سے بہتر اور کیا ہے چنانچہ فوراً ہماری تصویریں کھینچ لی گئیں اور آٹھ منٹ بعد صاف کر کے دے دی۔

پورٹ سعید میں تصویریں پانچ منٹ میں کھینچ کر دے دی تھیں مگر وہاں تصویروں کے دام لئے تھے یہاں مفت کھینچ دیں۔خرید فروخت کے بعد گھر آ گئے۔کھانا کھایا۔کچھ آرام کیا پھر شہر دیکھنے کے لئے نکلے۔لیکن جائیں تو کہاں۔موٹر والے سے کس طرح کہیں۔کیسے معلوم ہو کہ یہ عمارت کیا ہے زبان سے ناواقف تھے۔بنگالی صاحب نے کہا تھا تھوڑے وقت میں شہر دیکھنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ بس میں بیٹھ جاؤ جب بس سب جگہ ہو کر پھر اسی مقام پر آ جائے تو اتر جانا چنانچہ ایسا ہی کیا۔اور ٹکٹ چیکر جب آیا تو اس کو اشارہ سے سمجھایا کہ پھر ہم یہیں اتریں گے۔نہ معلوم سمجھا یا نہیں۔غرض اسی طرح سیر کر کے رات کو کوئی آٹھ بجے ہوٹل آ ئے۔اور کھانے وغیرہ کے بعد سو گئے۔

پیرس اور فرانس میں ہر چیز بہت گراں ہے۔مارسیلز پر جب ریل میں سوار ہوئے تھے تو دوپہر کے کھانے کے لئے ریل کی رسٹورنٹ کار میں گئے۔فی آدمی کھانے کے پانچ پانچ روپے چارج کئے۔مجھے پیاس لگ رہی تھی پانی کی ایک معمولی بوتل خریدی جیسے ہمارے ہاں شربت کی بوتل ہوتی ہے۔تیرہ آنے میں ایک بوتل دی صرف دو وقت میں ختم ہو گئی۔یہاں انگور بہت عمدہ ہوتے ہیں اور خوشبودار۔لیچی کی سی خوشبو ہوتی ہے۔ناسپاتیاں بھی لاجواب ہوتی ہیں۔

پیرس سے تیسرے دن روانہ ہوئے۔ روانہ ہونے سے پہلے تھامس کُک کے گائڈ کو ساتھ لے کر پیرس کی سیر کی۔ یہاں کی لائبریری اور کئی مشہور جگہیں چلتے چلتے دیکھ لیں۔ مگر یہ چیزیں ایسی ہیں کہ انسان فرصت سے دیکھے۔ ساڑھے ۱۲ بجے پیرس سے روانہ ہوئے ساڑھے تین بجے کیلے پہنچے یہاں سے پھر اسٹیمر میں سوار ہوئے یہ بھی ایک بہت چھوٹا سا سمندر سمجھنا چاہئے۔ بہت طغیانی سننے میں آئی تھی۔ ہم اسٹیمر میں سوار ہو گئے۔ عورتوں کے لئے ایک خاص کمرہ تھا اسی میں ہر ایک کے لئے ایک ایک تکیہ رکھا ہوا تھا۔ اور ہر ایک بستر کے پاس ایک ایک اگالدان۔ ایک ماما بھی نگرانی کے لئے تھی۔ بہت سی عورتیں اپنے اپنے بستر پر چپت آنکھیں بند کئے چپ چاپ پڑی تھیں۔ یہ دیکھ کر بہت ڈر لگا کہ دیکھئے اب کیا ہوتا ہے۔ میں بھی اسی طرح سے آنکھیں بند کر کے لیٹ گئی اور ڈر کے مارے آنکھیں نہیں کھولیں۔ خدا کا شکر ہے میری طبیعت مطلق خراب نہیں ہوئی۔ آس پاس سے اور عورتوں کے قے کرنے کی آوازیں چلی آ رہی تھیں۔ ایک گھنٹہ بعد اسٹیمر ساحل انگلستان پر ٹھیرا۔ وہاں اتر کر پھر ریل میں سوار ہوئے اور ساڑھے سات بجے شام کے انوار کو لندن پہنچے روشنیاں جل چکی تھیں بارش ہو رہی تھی اور غضب کی سردی تھی۔ سُنا ہے ایسی سردی آج کل کے موسم میں یہاں نہیں ہوتی مگر کہیں قریب میں برف باری کی وجہ سے اس قدر سردی بڑھ گئی تھی مجھے بھی چھینکیں آ گئیں اور نزلہ ہو گیا تھا لیکن دوا وغیرہ پی اللہ کے فضل سے اب اچھی ہوں۔ لندن میں آ کر وہ اجنبیت تو نہیں معلوم ہوتی جو پیرس میں تھی مگر پھر بھی دل بہت گھبراتا ہے نہ معلوم کیسے دو سال گذریں گے آپ لوگوں کی خیریت مدت سے نہیں معلوم ہوئی یقین ہے آپ نے خط لکھ دیا ہوگا مجھے مفصل سب حالات سے اطلاع دیتی رہا کریں۔ اور دلی کے سب عزیزوں کی بھی خیریت لکھئے۔ اور سب کو آداب، سلام دعا لکھ دیجئے۔

آج ہم آکسفورڈ روانہ ہو رہے ہیں انشاء اللہ۔ یہاں کے کھانے سے ناک میں دم ہے۔ پرسوں ایک ہندوستانی ہوٹل سے کھانا کھایا تھا مگر زیادہ پسند نہیں آیا۔ مرغی کا سالن۔ بھنا گوشت۔ گاجر کا حلوا۔ اچار۔ پلاؤ۔ چپاتی شامی کباب۔ مہنگا بھی بہت تھا۔ ایک لیچی نو آنے۔ ایک آم نو آنے۔ ایک پھلکا تین آنے۔ اور ایک بھیجا چھ آنے خیال تو کیجئے دو آدمیوں کا کوئی آٹھ روپئے کا کھانا ایک وقت کا ہو گیا۔ معمولی گوشت کے کباب خشک اگر آپ بھیج سکتی ہیں تو بھجوائیے خدا حافظ۔

آپ کی بیٹی۔ حمدی

عصمت کی اشاعت میں کبھی ایک دن کی بھی دیر نہیں ہوتی خدا کے فضل و کرم سے ہمیشہ نہایت پابندی کے ساتھ ٹھیک ۳ تاریخ کو اور اگر ۳ کو اتوار ہے تو ۲ تاریخ کو شائع ہو جاتا ہے کسی خریدار کو وقت پر نہ ملے تو ۵ تاریخ کے بعد ۱۰ تاریخ تک خریداری نمبر کے حوالہ سے اطلاع دیدیں دوبارہ پرچہ بھیج دیا جائے گا۔ بعد میں ممکن ہے قیمتاً بھی نہ مل سکے

منیجر عصمت دہلی

# سنگھاری چیزوں کا استعمال

اگر آپ پور افیشن کرنا چاہتی ہیں تو سب سے پہلے اپنی صحت کا خیال رکھیئے پھر کپڑے کا صحیح استعمال کیجئے اگر آپ موٹی ہیں تو آپ پر ساری یا کوئی کپڑا موزوں اور خوبصورت معلوم نہ ہوگا آج کل عام طور پر جسم بھدا ہو جاتا ہے وجہ یہ ہے کہ جن بیویوں کے ملازم ہیں انہوں نے کام بالکل چھوڑ دیا ہے۔ کام کرنا اپنی بے عزتی خیال کرتی ہیں لیکن یہ خیال نہایت لغو ہے۔ اگر آپ اپنے گھر کے کام پر ایک نظر ڈال لیا کریں اور خود بھی کچھ کرتی رہا کریں تو کئی فائدے ہیں ایک تو یہ کہ آپ کی ورزش ہو جائے گی دوسرے ملازم کام ٹھیک کریں گے ایک بڑا فائدہ اور ہے وہ یہ کہ جب کام خود دیکھیں گی تو آپ کے شوہر کو شکایت کا موقع نہ ملے گا آپ ان کے دل میں گھر کریں گی کام کرنے سے آپ کا وزن کم رہے گا آپ کا جسم خوبصورت معلوم ہو گا۔ اگر باوجود محنت کے وزن کم نہ ہو تو ایک دوا میں لکھوں گی وہ آپ استعمال کیجئے انشاء اللہ ضرور افاقہ ہوگا آپ سوال کریں گی کہ ایک شخص کیا کیا کام کر سکتا ہے تو آپ وقت مقرر کر لیجئے پھر آپ پابندی کے ساتھ ہر کام اچھی طرح کر سکتی ہیں۔ مثلاً صبح اپنے مذہب کے موافق خدا کی یاد کیجئے پھر ناشتہ ہے۔ اگر آپ کے پاس موٹر یا گاڑی ہے تو شہر سے باہر نکل جائیے جہاں سرسبز کھیت ہوں وہاں چہل قدمی کیجئے وہاں کی ہوا نہایت مفید ثابت ہو گی۔ نہیں تو گھر میں صحن یا باغ میں ٹہلئے پھر ۶ بجے سے آٹھ بجے تک اپنے سنگھار و آرائش اپنے کپڑوں کی دیکھ بھال میں صرف کیجئے آٹھ سے دس بجے تک دو گھنٹے شوہر اور بچوں کے کھانے کے اہتمام میں صرف کیجئے دس سے بارہ تک ڈاک دیکھئے جوابات لکھئے بارہ سے دو تک خود کھانے سے فارغ ہو کر آپ آرام کیجئے ۲ سے چار تک سلائی کیجئے چار سے پانچ تک بچوں کو دیکھئے ان کے کپڑوں کو ان کی پڑھائی کو پانچ سے سات تک سیر کے لئے جائیے سات سے آٹھ تک کسی کھیل سے دلچسپی لیجئے آٹھ سے نو تک اپنے رسالہ اخبارات دیکھئے اس کے بعد کھانا کھا کر سارے دن کا حساب لکھئے اور پھر آرام کیجئے اگر آپ اس طرح پابندی کریں گی تو ہر کام بخوبی انجام دے سکیں گی کافی آرام اٹھائیں گی آپ کی صحت عمدہ رہے گی۔ گھر کا انتظام ٹھیک رہے گا۔ اب کپڑوں کو لیجئے میں نے بڑی بڑی فیشن ایبل بہنوں کو دیکھا ہے کہ وہ کبھی کپڑے کا صحیح استعمال نہیں کرتیں بلکہ جو اپنے کو اچھا لگا وہی پہن لیا خواہ وہ وقت کی مناسبت سے ہو یا نہ ہو اور یہ غلطی اور بد مذاقی محض کاہلی کی وجہ سے ہوتی ہے کہ ملازمہ نے جو نکال کر رکھ دیئے وہ پہن لئے اگر آپ خود اپنے کپڑوں کا خیال رکھیں تو آپ کے کپڑے زیادہ دیر تک ٹھیک رہ سکتے ہیں کپڑا ٹھیک نہ رکھنے سے بار شکنیں پڑ جانے سے بے آب ہو جاتا ہے لہذا یہ کام خود دیکھ کر بہتر ہو سکتا ہے جن بہنوں کو صحیح استعمال نہیں معلوم وہ مجبور ہیں لیکن وہ ان لوگوں سے بدرجہا بہتر ہے جن کو آتا ہے لیکن نہیں کرتیں کپڑوں کو پہنتے وقت خیال رکھیئے کہ کہیں سے

اونچا نیچا نہ ہو شکنیں نہ ہوں بالکل صاف لباس ہو یہ نہیں کہ جب ریشمی ساریاں یا کپڑے ہوں جب ہی آپ خیال رکھیں نہیں آپ سفید سوتی کپڑوں کے لئے بھی ایسی ہی احتیاط کیجئے۔ وہ آپ پر بہ نسبت ریشمی کپڑوں کے بہتر معلوم ہوں گے آپ کی صفائی پسند طبیعت کا اظہار ہوگا دن میں پہننے کے کپڑے سادے ہلکے ہونے چاہئیں مثلاً پیازی بادامی بنفشی دہانی انگوری۔ خاکی۔ فیروزی۔ یہ رنگ ہلکے اچھے ہوتے ہیں۔ خوبصورت معلوم ہوتے ہیں اگر ابر ہے یا مینھ پڑ رہا ہے تو آپ سفید کاسنی کاپوری انگوری رنگ استعمال کیجئے۔ پیرس لنڈن وغیرہ میں میں نے دیکھا کہ ابر کے وقت سفید رنگ خواتین استعمال کرتی ہیں شب کو کھانے سے پہلے جہاں تک بھاری چمک دار گہرے رنگ ہو سکیں پہنئے آپ کو خود اچھے معلوم ہوں گے رات کو خاص کر سرخ اور سیاہ نیلا یعنی (بلو) رنگ جس میں کامدانی یا کارچوب یا کوئی بھی چمک دار کام ہو بہت ہی کیف آور اور خوب صورت معلوم ہوتا ہے۔ آپ کپڑوں کا صحیح استعمال کرکے دیکھئے آپ کو خود اپنے بُرے کپڑوں کی بھی قدر ہوگی۔ رات لنڈن پیرس میں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے ہر عورت بذات خود خوبصورتی کا مجسمہ ہوتی ہے۔ ایک ایک کمرہ دلہن کا کمرہ معلوم ہوتا ہے یہ سب صحیح استعمال کا نتیجہ ہے۔ برعکس اس کے ہندوستان میں دن کو تو جس قدر بھاری کپڑے ہوں گے پہنے جاتے ہیں۔ اور شب کو ہلکے جس سے کوئی خاص خوبصورتی نہیں معلوم ہوتی۔ فیشن کیجئے تو ایسا تو کیجئے کہ چار لوگ ہم پر نہ ہنسیں اور انہیں یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ دوسرے کے قاعدے اختیار کرکے نبھا نہ سکیں اگر نہیں کئے تو بہتر ہے اگر کئے ہیں تو مکمل کیجئے اور یاد رکھئے صفائی دنیا میں بہترین چیز ہے لہٰذا ان طریقوں کو اختیار کیجئے جن میں آپ کا کوئی نقصان بھی نہ ہو اور آپ کے لئے سودمند اور دوسرے کے لئے بھی مفید ثابت ہو یورپ کی عورتوں کو دیکھئے بڑی بڑی نواب زادیاں جن کے سینکڑوں ملازم ہیں اپنے ہاتھ سے کچھ نہ کچھ کئے جاتی ہیں اپنا وقت خالی بے کار باتوں میں ضائع نہیں کرتیں آپ کو پہلے وقت کی پابندی سخت معلوم ہوگی لیکن جب عادی ہو جائیں گی تو آپ کو خود ہی اس کا فائدہ معلوم ہوگا اگر آپ اپنے روزانہ کام کی ایک فہرست بنا کر اس پر پابندی سے کاربند ہوں تو آپ کو بہت زیادہ آسانی ہوگی۔

**موٹاپے کا علاج:۔** صبح کو ناشتہ سے پہلے تین چار کے چمچے شہد کے لیجئے ایک گلاس تازہ پانی آدھے لیموں کا تازہ عرق ملا کر پی لیجئے اس کے آدھ گھنٹے بعد چاء وغیرہ پی لیجئے ایک دو ماہ ایسا کرکے دیکھئے فائدہ ہوگا۔ یہ آزمودہ بہت مجرب نسخہ ہے۔ اگر شہد نیب کے چھتہ کا مل سکے تو بہت بہتر مفید ہوگا۔

اگر آپ بہت دبلی ہیں تو بہت بُرا ہے ایک کمزوری دوسرے جسم ناموزوں لہٰذا آپ علاج کیجئے کہ جسم درمیانی درجہ کا ہو جائے اور سڈول رہے دبلے ہونے سے بیماری ٹپکتی ہے اور رنگ وغیرہ میں بھی فرق رہتا ہے۔

**موٹے ہونے کا علاج:۔** مغز بادام۔ مغز اخروٹ خشخاش نشاستہ گندم ایک ایک چھٹانک۔ سونٹھ سیاہ مرچ کتیرا ہر ایک دو دو تولہ ملا کر اس کے چھ حصہ کر لیجئے جو چھ روز کے لئے کافی ہوں گے ان کو

پسوا کر ہم وزن شکر ملا کر تین پاؤ پانی میں گھول کر روغن زرد ایک چھٹانک میں لونگ الائچی داغ کروا کر وہ نشاستہ ڈلوا دیجئے۔ جب اس کا پانی جل کر پاؤ بھر رہ جائے اتار لیجئے۔ وہ نیم گرم پی لیجئے یہ دماغ کی کمزوری کے لئے بھی فائدہ مند ہے اور چنے کی دال دودھ میں بھگو کر ذرا سا شہد ملا کر قریب دو تولہ دال چبانا موٹا کرتی ہے۔

اکثر معدہ کی خرابی یا جگر سینہ کی کمزوری سے رنگ مدہم خراب ہو جاتا ہے رنگ کے صاف کرنے کا ایک مجرب نسخہ لکھتی ہوں رنگ کی صفائی کیلئے کھانے میں عجیب فائدہ رکھتی ہے کھوپرے کی ایک پٹی میں چھوٹا سا گول ٹکڑا کاٹ کر سوراخ بنا لیجئے اس میں دو تولہ زعفران ۶ سیاہ مرچ دو تولہ خشخاش اور ۳ ماشہ مشک اس ٹکڑے میں بھر کر منہ بند کر دیجئے اس کو ۶ سیر گائے کے دودھ میں جوش کیجئے یہاں تک وہ دودھ سب خشک ہو جائے کھوپرے کو پسوا کر مٹر کے برابر گولیاں بنا لیجئے صبح کے وقت ایک گولی پان میں کھا لیا کیجئے آزمودہ ہے۔

جہاں تک ہو عام بازاری اور اشتہاری چیزوں سے پرہیز کیجئے ان سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ مفت روپیہ برباد ہوتا ہے اس سے بہتر ہے اپنی بڑوں سے خاطر خواہ فائدہ اٹھائیے کپڑے رکھنے دھونے رنگنے اور دو چار تجربات آئندہ لکھوں گی اگر بہنیں اس پر کاربند ہوں تو یقیناً فائدہ اٹھائیں گی۔

**بال لمبے کرنے کی ترکیب**:۔ جو بہن چاہتی ہیں کہ ان کے بال پانچ بالشت لمبے ہو جائیں وہ سر دھونے سے ایک گھنٹہ پیشتر ایک بیضۂ مرغ لے کر پھینٹ لیں اور تیل کی طرح جڑوں بالوں میں مل لیں۔ بال کھلے چھوڑ دیں۔ اس کے بعد خالص سرسوں کا تیل ڈہائی تولہ آدھ پاؤ پانی میں ملا کر سر میں ڈالیں۔ اسے کھلی کی طرح ملیں دھو ڈالیں صابن سن لائٹ سے سر دھو لیں اور موسم سرما میں تین حصہ روغن چنبیلی۔ ایک حصہ روغن بادام ملا کر لگائیں۔ موسم گرما میں ناریل کا تیل جس کی خوشبو حسب پسند ہو لگائیں خاص کر ناریل کا تیل Cocoa nut oil عمدہ ہے

جن بہن نے زخموں کے متعلق لکھا ہے وہ اپنی نند کو یہ دوا استعمال کرائیں مفید ہے روغن زرد ہو یا ہوا ڈھائی تولہ روغن رینڈی دو تولہ کتیرا نمک لاہوری ایک تولہ پیس کر سب کو ملا لیں۔ اور ببول کی چھال آم کی چھال نیب کی چھال سب کو ہموزن کاٹ کر ایک پتیلی میں جوش دیں اس کے بخارات زخموں میں دیں اور وہ روغن زخموں پر ملیں انشاء اللہ بہت جلد افاقہ ہوگا۔

مسز حمید از لکھنؤ۔

# ڈچز آف کینٹ

شاہزادی مرینہ جو اب ڈچز آف کینٹ کے خطاب سے مشہور ہیں ہمارے بادشاہ اور ملکہ معظمہ کے چھوٹے شاہزادے کی دُلہن ہیں۔ اُن کی شادی حال ہی میں ۲۹ نومبر کو نہایت تزک و احتشام سے انجام پائی۔ اور چونکہ ایک عرصہ دراز کے بعد یہ ایک شادی شاہی طریقہ پر رچائی گئی اس لئے اس تقریب میں سارے انگلستان نے نہایت خوشی منائی منگنی ہونے کے بعد کئی ماہ سے اس کا انتظام اعلیٰ پیمانہ پر کیا جا رہا تھا اور خاصکر ایک ہفتہ تک ۲۱ نومبر سے ۲۹ تک جشن منایا گیا سینکڑوں لوگ صرف دُولھا اور دُلہن کو دیکھنے کی غرض سے غیر ممالک سے میلوں کی مسافت طے کر کے لندن آئے اور ہندوستان میں بھی بذریعہ تاربرقی تمام شادی کی کیفیت معلوم کرنے کے لئے ہزاروں لوگ منتظر تھے اور شام کو ۲۹ نومبر کو ہزاروں کان تاربرقی پر لگے ہوئے تھے کیونکہ سب کو یہ معلوم کرنے کی خواہش تھی کہ شاہی جوڑے کی شادی کی رسوم کیونکر انجام پائی اور تمام رسالے اور پرچے شاہزادی میرینہ کی تصاویر سے مزین تھے اور ان کے حالات زندگی سے بھرے پڑے تھے۔ دنیا کے ہر گوشہ سے دولہا دلہن کو تہنیت و مبارکباد دی گئی۔

ڈچز آف کینٹ صرف بادشاہ کی بہو ہی نہیں ہیں بلکہ ان کا سلسلۂ نسب و شاہی معزز خاندانوں سے ملتا ہے اُن کے والد پرنس نکولس شاہ جارج اول والی یونان کے چھوٹے فرزند اور ملکہ الگزینڈرا کے حقیقی بھتیجے ہیں اور ہمارے بادشاہ کے سگے ماموں زاد بھائی ہیں اور ڈچز کی والدہ زار روس کے گھرانہ سے تعلق رکھتی ہیں یعنی الگزینڈر زار آف روس کی پوتی ہیں۔ شادی کے قبل گرینڈ ڈچز آف ہلینی کے نام سے مشہور تھیں اور اپنے زمانہ کی حسین ترین خواتین میں شمار کی جاتی تھیں۔

اُن کے یہاں تین شاہزادیاں پیدا ہوئیں! اول شاہزادی اولگا جو پرنس پال سے بیاہی گئیں جن سے شاہزادہ جارج سے گہری دوستی ہے۔ دوسری شاہزادی الزبیتھ اور تیسری شاہزادی مرینہ جنکی پیدائش ۱۹۰۶ء میں ہوئی۔ ان تینوں بہنوں میں آپس میں نہایت اتفاق و اتحاد ہے اور ہر مجلس سیر و تفریح میں تینوں ساتھ شریک ہوتی ہیں۔ اگرچہ ڈچز آف کینٹ کا موجودہ قیام پیرس میں تھا لیکن وہ اکثر اپنی بڑی بہن پرنسس پال کے ہمراہ لندن جایا کرتی تھیں اور اس وجہ سے شاہزادہ جارج سے بھی اکثر ملاقات ہوتی۔ ڈچز آف کینٹ کا بچپن زیادہ تر ننھیال یعنی روس میں گزرا۔ جہاں وہ اپنی نانی یعنی گرینڈ ڈچز آف ولیمو کے ہمراہ رہا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ جب وہ نہایت کمسن تھیں اپنے والد کے ہمراہ قسطنطنیہ گئی تھیں۔ سلطان عبدالحمید مرحوم نے ان کی پیاری بھولی صورت کو دیکھکر کہا کہ یہ انسان نہیں معلوم ہوتی بلکہ فرشتہ ہے۔ اس کے کچھ دنوں کے بعد جبکہ وہ ناسمجھ ہی تھیں تو ان کے چچا کونسٹانٹن شاہ یونان تخت سے اُتار دئے گئے

اوراس وجہ سے اُن کے والدین بھی شاہ کونسٹائین کے ساتھ جلا وطن کردیے گئے۔ چونکہ یہ ڈچز آف کینٹ کی تعلیم کا زمانہ تھا اس لئے اُن کے والدین نے اُنہیں پیرس بغرض تحصیل علم بھیجدیا تاکہ انہیں اعلیٰ تعلیم ملے۔ شاہزادی موصوفہ کا رجحان طبیعت مصوری پر تھا اور اُن کے والدین نکولس بھی ہمیشہ مصوری سیکھنے کی ترغیب دیا کرتے۔ کیونکہ وہ اعلیٰ درجہ کے مصور ونقاش ہیں اور ۱۹۳۱ء میں اُنہوں نے ایک نمائش کھولی تھی جس میں صرف اپنی بنائی ہوئی تصاویر وسینری وغیرہ دکھا کر پبلک سے خراج تحسین وصول کیا تھا۔ چنانچہ ڈچز کو بھی علم مصوری میں عبور حاصل ہے۔ پرنس نکولس کو اپنے والد کی طرح زبان انگریزی سے انس ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی لڑکیوں کو طفولیت ہی سے انگریزی اتا گورنس کے حوالہ کیا تاکہ اُن کی نگہداشت وتربیت انگلینڈ کی شہزادیوں کی طرح ہو اور اس وجہ سے پرنس مرینہ کو علاوہ اور متفرق زبانوں کے انگریزی میں بھی کافی دستگاہ ہے۔

پرنسس نکولس والدہ شاہزادی مرینہ چونکہ خود بھی ایک خدا ترس مخیر رحم دل اور فیاض خاتون ہیں غربا پروری کا مادہ اُن کی طبیعت میں کوٹ کوٹ کا بھرا ہے اس لئے انہوں نے اپنی لڑکیوں کو بچپن ہی سے ہمدردی فیاضی انکساری کی تعلیم دی ہے۔ چنانچہ ہماری شہزادی ظاہری حسن وجمال کے علاوہ ان تمام باطنی خوبیوں سے بھی آراستہ ہیں جو ایک باوقار شہزادی کے شایاں ہے۔ اور ان کی ان خوبیوں اور اعلیٰ صفتوں کے سبب سے شہزادہ جارج نے انہیں اپنی شریک حیات بنانے کے لئے منتخب کیا اور انہیں اس کا موقع ملا جبکہ وہ اپنے دوست پرنس پال کے یہاں یوگوسلافیہ میں تعطیل منانے کو گئے تھے اور وہاں شہزادی بھی اپنی بہن و بہنوئی کی مہمان تھیں۔ شاہزادہ جارج نے ہر طرح سے اُنہیں اپنے موافق پایا۔ اور والدین سے اجازت لیکر شادی رچائی۔ شاہزادی مرینہ کو اپنی بہنوں کی طرح کھیل سے بھی نہایت دلچسپی ہے اور وہ اکثر اس میں شریک ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ وہ نہایت زندہ دل اور بامذاق خاتون ہیں۔ غرض ڈچز آف کینٹ ایسی شائستہ ومجسم تہذیب اخلاق خاتون ہیں جو ہر طرح سے ہماری ملکہ معظمہ کی بہو بننے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ خداوند تعالیٰ اس شاہی دولہا دلہن کو آباد رکھے۔

قیصرہ بیگم کلکتہ

## گانا

۹ سال سے ۵۳ سال کی عمر تک کے ۲۲۲ گویوں کے گلے کا امتحان کیا گیا ان کے سینے بہ نسبت ان لوگوں کے جو نہیں گاتے زیادہ چوڑے تھے۔ گانے والوں کے سینے کشادہ ہوتے ہیں۔ پھیپھڑوں کے لئے گانا نہایت مفید ہے۔ دق میں گرفتار ہونے سے گانا روکتا ہے۔ سینا چوڑا کرنے اور سانس بڑھانے کے لئے گانا بہترین ورزش ہے۔ گانا کھلے میدان میں زیادہ بہتر ہے بہ نسبت ایک بند کمرے کے۔ کیونکہ پھیپھڑوں کو صاف استادہ ہوا پہنچتی ہے۔

مرحومہ حمیدہ خانم ام۔ اے

# باغبانی

جن بہنوں کو بیکاری کی وجہ سے اکثر جی گھبراتا ہے اور دل بہلانے کے لئے کوئی مشغلہ نہیں ملتا اُن کے لئے سب سے بہتر اور دل خوش کن مشغلہ باغیچہ کا کام ہے۔ اور یہ ایک عمدہ ورزش بھی ہے۔ اس لئے بہنیں اپنے مکان کے ساتھ ایک چھوٹا سا باغیچہ لگائیں اور اس میں چند گھنٹے کام کریں اور باغ کی پُرسکون فضا اور مناظر قدرت سے حظ اُٹھائیں۔ میں اپنی واقفیت اور چند کتابوں کی مدد سے باغیچے کے متعلق چند اصول لکھتی ہوں۔

**باغیچہ کے لئے موزوں جگہ۔** اگر کھلی زمین مکان کے سامنے کی طرف ہو تو باغیچہ بناتے وقت گاڑی کے لئے رستہ خم کھاتا ہوا چھوڑنا چاہیئے۔ اور باقی زمین پر سایہ دار درخت اور خوشبودار پھولوں کے پودے دیواروں سے ۱۴ فٹ کا فاصلہ چھوڑ کر لگانے چاہئیں۔ پھولوں کی کیاریاں خوبصورتی سے لگائی جائیں۔ اور برآمدے کے ستونوں پر بلیں چڑھائی جائیں۔ لیکن اگر پائیں باغ بنانے کے کافی جگہ ہو تو اس میں گاڑی خانہ مویشی خانہ اور بیڈمنٹن کورٹ بھی بنایا جائے۔ اگر ساری زمین میں ہی باغ لگانا ہو تو اس کے لئے یہ سوچنا پڑے گا کہ کہاں کہاں روشیں۔ گھاس اور پھولوں کی کیاریاں بنائی جائیں اور کتنی زمین سبزی ترکاری کے لئے چھوڑی جائے۔ لیکن اگر زمین تھوڑی ہو تو صرف ایسے پھول جو کمروں کو آراستہ کرنے بالوں کے آراستہ کرنے اور دوستوں کو تحفہ دینے کے کام آئیں لگانے چاہئیں۔ علاوہ ازیں چند ایسی ترکاریاں جو روزمرہ کے استعمال کی ہوں۔

**باغ کی مٹی اور زمین تیار کرنا۔** اس کے بعد ہمیں کھاد کے متعلق غور کرنا چاہیے۔ اگر خوش قسمتی سے باغ کی مٹی سرخ ہو تو اس کے ساتھ ریت کھاد گلے سڑے پتے وغیرہ ملانا ایک اچھی کھاد ہوگی۔

**کھاد بنانے کا طریقہ۔** باغ کے احاطہ میں ایک طرف ایک گڑھا کھود کر گھر کا تمام کوڑا کرکٹ اور گوبر اور گلے سڑے پتے ڈال کر اوپر صاف مٹی ڈال دینی چاہیئے۔ اعلیٰ قسم کی کھاد تیار ہو جائے گی۔ علاوہ ازیں جلی ہوئی راکھ۔ گھاس۔ پسا ہوا کوئلہ ناریل کی چھال بنولوں کی کھلی۔ نمک۔ شورہ۔ پسی ہوئی ہڈی بھی کھاد کا کام دیتی ہیں۔ صابن کا جھاگ بھی پودوں اور زمین کو صاف کر کے قوت دیتا ہے۔

پھر زمین کو ڈیڑھ فٹ گہرا کھود کر کئی ہفتوں تک ہوا اور دھوپ میں چھوڑ دینا چاہیئے۔ پھر مٹی کو خوب ملا کر پکی ہوئی ہوئی کھاد ڈال دینی چاہیئے۔ کھاد ڈالنے کے لئے برسات سے کچھ عرصہ پہلے کا موسم بہت اچھا ہوتا ہے۔ کیونکہ بارش کے پانی سے کھاد اچھی طرح جذب ہو جائے گی۔ مٹی اگر بھاری اور سمدار ہو تو اس میں ریت ملانی چاہیئے اور اگر زیادہ ہلکی ریتلی ہو تو سرخ یا چکنی مٹی ملاؤ۔ ایسے ہی کمزور زمین میں کھاد اور اگر کھاد زیادہ ہو تو چونہ ملاؤ۔

(باقی آئندہ)

کنیز محمد بیگم منشی فاضل

# شرابی کی بیوی

از علی پور۔ ۲۷۔ مارچ سنہ ۳۴ء

اُما پیاری ———!

خط ملا۔ پڑھ کر بہت افسوس ہوا کہ تم ساس نند اور پتی دیوتا کے مظالم سہتے سہتے بالکل مرجھا گئیں۔ ہے پربھو ——! یہ کون جانتا تھا میری اُما ——! شگفتہ دل اُما اس قدر جلد مرجھا جائے گی۔ پیاری صبر و ہمت سے کام لو اگر تم نے ذرا بھی کم ہمتی دکھائی تو اس امتحان میں پوری نہ اُترو گی اور قبل از وقت اپنی جان کھو بیٹھو گی صبر و ہمت کا زیادہ حصہ عورت کے خمیر میں شامل ہے لیکن صرف صبر و ہمت سے کام نہیں چلتا بلکہ شوہر کو راہ راست پر لانے میں کوشاں ہوا ور موقعہ کی تلاش میں رہو کہ جب اُن پر کوئی مصیبت آئے تو پسینہ کی جگہ خون بہا دو ممکن ہے تمہارے اس ایثار سے اُنکا دل پسیج جائے اور وہ تمہیں چاہنے لگیں تمہاری دلچسپی کیلئے اپنی ایک سہیلی کا چشم دید واقعہ سپرد قلم کرتی ہوں کہ کس طرح اس نے گم راہ شوہر کو اپنا بنا لیا۔

آج سے چار سال قبل کا ذکر ہے گرمی کا موسم تھا سورج افق میں بیٹھ چکا تھا۔ آسمان پر شفق پھولی ہوئی تھی۔ پدما کھڑکی کے پاس کھڑی باہر کی طرف جھانک رہی تھی نہ کبھی آسمان کو دیکھتی اور کبھی سڑک پر ہجوم میں کسی کو تلاش کرتی اس کی زندگی شام کے دھندلے کی طرح دھندلی تھی۔ شفق کی سرخی اس کے بکھرے ہوئے بالوں کو رنگین بنا رہی تھی کھڑکی کے پاس کچھ دیر تک وہ بے حس و حرکت کھڑی رہی پھر وہ اس طرح چونکی گویا خواب دیکھتے دیکھتے اس کی آنکھ کھل گئی ہو وہ کہنے لگی ”دکھی کی بات سنتا ہی کون ہے پوچھتا ہے سب اپنے سکھ دکھ میں مست ہیں وہ پھول جو لب سڑک پڑا ہو کوئی اس کو نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا بلکہ کچلتے ہوئے نکل جاتے ہیں“ اس کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں نا گہاں کسی نے گرجدار آواز میں پکارا ”پدما ——! اری او پدما!“ اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر پڑے۔ اس نے اپنا پھٹا ہوا دامن آنکھوں پر رکھکر بھرائی ہوئی آواز میں کہا ”کیا ہے ماجی؟“

ماجی نے درشت لہجے میں کہا ”کیا ہے تیرا سر یہاں کیا بڑبڑا رہی ہے مردار؟“ دل کے ساگر کا بندھ ٹوٹنا ہی چاہتا تھا کہ اس نے ایک نظر ساس پر ڈالی۔ ”نہیں جب دیکھو آنکھوں میں آنسو۔ دونوں وقت مل رہے ہیں اور تو رو رہی ہے تیرے ہی بھاگ سے تو اس گھر کا ستیا ناس ہو رہا ہے“

”ماجی رونا تو دل سے تعلق رکھتا ہے“ بیچاری بہو بولی ”چل منہ نہ چلا چڑیل! گھر کا کام کاج بھی ہے یا نہیں جا سرلا کو کھانا دیکر آ۔“

پدما باورچی خانہ سے کھانا نکال کر سرلا کے پاس گئی نند لاڈلی ناک بھوں چڑھا کر نوالا حلق سے اُتارتے ہوئے بولی ”بیچاری نے یہ پوریاں تلی ہیں لکڑی کی طرح سخت اور یہ سبزی پکائی ہے کڑوی بدمزہ گویا ماں باپ نے کچھ سکھایا ہی نہیں اس سے بہتر تھا کہ وہ مل ٹبا جن دیتے جو معالجہ پینے کے تو کام آتا“ بیچاری بہو نند کے طعن تشنیع سُن رہی تھی کہ کسی نے دروازہ پر دستک دی۔

پدما نے دریافت کیا ”کون ہے“؟ ساس آگ ہو کر بولی ”ایسی ہی تو راج رانی ہیں کہ ذرا دروازے تک جایا بھی نہیں جاتا“ اس کا نازک دل جواب دینا چاہتا تھا لیکن ہمت نہ پڑی بند صورت مکھی کی طرح دل ہی دل میں جلتی اس نے جا کر دروازہ کھولا تو دیکھا پتی دیوتا کھڑے ہیں۔ آنکھوں سے شعلے نکل رہے ہیں اور منہ سے عفونت کے فوارے چھوٹ رہے ہیں۔ واقعہ یہ تھا کہ امرناتھ نے آج خوب پی رکھی تھی۔

پدما محبت بھرے لہجہ میں بولی ——— ”پران ناتھ تمہیں یہ کیا ہو گیا ہے کہ جب دیکھو شراب کے نشے میں چور رہتے ہو“

”چل دور ہو بکواس نہ کر۔“ بیچاری سہم کر چپ ہو گئی اس گھر میں کوئی اس سے محبت نہ کرتا تھا۔ ساس نند اور خود شوہر کی بدسلوکی سے اس کی طبیعت اداس و روح پریشان تھی ——— شوہر کی جھڑکی سے اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور وہ برتن مانجھنے میں اس طرح مشغول

ہوگئی گویا اس کے سوا اور کوئی کام ہی نہیں ہے۔

اچھا پدما رخصت! کیونکہ قصہ طویل ہے اور فرصت کم۔ لہذا میں اسے ایک نشست میں مکمل کرنے سے قاصر ہوں اور یہ کہ پتاجی کے کچہری سے آنے کا وقت ہو رہا ہے اور اُن کے لئے ناشتہ تیار کرنا ہے۔ کالی اور سدھا کو پیار۔ تمہاری کرن بالا

از علی پور۔ ۲۰ اپریل سنہ ۳۴ء

پیاری اما۔

تمہارا محبت بھرا خط ملا پڑھ کر میرے آنسو نکل پڑے کہ یہ افسانہ تمہاری غمگین زندگی کا ایک آئینہ ہے تمہیں اپنی شکل ہو بہو اس میں نظر آرہی ہے اس لئے میں اس کو جلد سے جلد مکمل کرنا اپنا فرض سمجھتی ہوں پرماتما کی مصلحتوں کو کون سمجھ سکتا ہے اس افسانے کی ہیروئین کی طرح ممکن ہے تمہارے دن بھی پھر جائیں۔ لہذا میں بیکار باتوں میں وقت صرف کرنا نہیں چاہتی۔ ہاں سنو

صبح کے نو بج چکے تھے سورج کی کرنیں خوب تیزی سے چمک رہی تھیں۔ راستوں پر خوب چہل پہل تھی دنیا زندگی کے سانس لے رہی تھی لیکن امرناتھ بستر پر پڑے خواب غفلت میں مست تھے۔ ڈاکیہ آیا اور ایک خط دے گیا۔ پدما کا ہاتھ کام میں پھنسا ہوا تھا۔ سرلا خط لیکر سیدھی ماں کے پاس پہنچی اور بولی "یہ دیکھو چڑیل کیسی ہماری بدنامی پر تلی ہوئی ہے غضب پرماتما کا کہ اب خط بھی آنے لگے۔ میں بھیا سے کہکر اس کو ضرور اس کا مزہ چکھاؤں گی"

امرناتھ کی خمار آلود نظروں کے سامنے سرلا نے وہ کارڈ ڈال دیا۔ رات کی شراب کا نشہ اُتر چکا تھا۔ اب غصہ کا نشہ سوار ہوا خط کی تحریر حسب ذیل تھی۔

از کلکتہ۔ یکم مارچ سنہ ۳۴ء۔

پیاری بیٹی! پیار ——— ! خط میں یہ معلوم کر کے سخت صدمہ ہوا کہ تو بہت تکلیفوں میں ہے۔ امرناتھ شراب پینے لگے ہیں اور دوکان کا دیوالہ نکلا چاہتا ہے یہ پڑھ کر میری روح ——— بیٹا تیری ماں کی روح کانپ گئی۔ لرز گئی۔ تقدیر کے لکھے کو کون مٹا سکتا ہے۔ پرمیشور دیا کے ساگر میری پدما پر دیا کر۔ بٹیا ہمت سے کام لو دنیا میں ہمت کی قیمت ہے تجھے اور امرناتھ کو پیار۔ تیری ماں "دمینتا"

بہن پدما! یہ خط پڑھ کر امرناتھ کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ سرلا نے آگ پر اس طرح تیل چھڑکا کہ "تم ہی نے اسے سر چڑھایا ہے۔" میری عورت اور مجھے ہی بدنام کرتی ہے۔ دیکھوں یہ مردار جاتی کہاں ہے۔ یہ کہکر انہوں نے مارتے مارتے اس کو بے دم کر دیا۔ پھر نہانے چلے گئے جب نہا کر کپڑے پہننے آئے تو کپڑے ندارد۔ پدما کی پکار ہوئی وہ غریب مجرم کی طرح ہاتھ باندھے آکھڑی ہوئی۔ "کپڑے کیوں نہیں نکالے"؟

اس نے نرم آواز میں کہا ——— سرلا بہن جی کے لڑکے کے لئے دودھ گرم کر رہی تھی اگر پہلے اُن کا کام نہ کرتی تو وہ میری آدھی جان کھا جاتیں۔ بات منہ ہی میں تھی کہ سرلا آپہنچی" ——— کرے چغلی ——— بھائی بہن میں بیر ڈالنا چاہتی ہے تیرے پیٹ میں پاؤں تھے یہ کون جانتا تھا۔ لیکن بھیا پر تیرا جادو نہیں چلے گا۔ بھیا اسے میکہ بھیج دو ہمارے کام میں اس کا جی نہیں لگتا"

"اچھا سرلا اب ایسا ہی کروں گا۔ کیوں ری تو مجھے بدنام کرنا چاہتی ہے۔ تو نے اپنی ماں کو یہ خط کیوں لکھا کہ میں شراب پیتا ہوں کیا یہی عورت کا فرض ہے"۔

"شوہر کے فرائض اور ذمہ داری کی تعلیم آپ مجھے اس منہ سے نہ دیجئے آپ کی راہ روی کے سوا اور کچھ میرا خیال ہو تو بھگوان مجھے اس کا بدلہ دیں گے۔ شوہر چاہے کیسا ہی ہو اس کی خدمت ہمارا فرض ہے لیکن دھرم شاستر میں یہ بات کہیں نہیں کہ ایک شرابی و بدچلن شوہر کی داسی کو نصیحت کرنے کا بھی کوئی حق نہیں" "یہ بہن جی جو آپ کے کان بھر رہی ہیں" آپکی داسی ہیں یا میں۔ اسکو خود آپ سمجھ سکتے ہیں"

"یہ تو معلوم ہی ہو گیا کہ بھیا کی بدنامی پر کون آمادہ ہے"؟ "تو کیا میں انہیں بدنام کر رہی ہوں"

"میں شرابی ہوں ——— بدچلن ہوں ——— میں تجھے اچھا نہیں لگتا! چل دور ہو میرے سامنے سے"، وہ آنچل سے آنسو

پونچھتی ہوئی وہاں سے ہٹ گئی۔ امرناتھ دکان پر چلے گئے۔ سرلا سنج کے گھمنڈ میں اس کا مذاق اڑاتی رہی۔

اچھا رخصت۔ باقی بہ وقت فرصت۔ پرساں حال کو سلام۔ "کرن"

از علی پور۔ ۸۔ مئی ۱۹۳۴ء

پیاری ——————! تمہارے کئی خط آئے لیکن میں اپنی طویل علالت کی وجہ سے جواب نہ دے سکی۔ بہن میں ایسی سخت بیمار پڑی کہ جان کے لالے پڑ گئے۔ زندگی ہی تھی جو بچی۔ افسوس صرف اس بات کا ہے کہ اپنے پرائے سب عیادت کو آئے لیکن ایک نہیں آئی تو میری اما ہی نہیں آئی۔ بہن برا نہ ماننا دوستانہ طریقہ پر میں نے گلہ کر دیا۔ میں تمہاری مجبوری سے اچھی طرح واقف ہوں۔ میری علالت میں تمہارے خطوط نے مسیحائی کا کام کیا۔ قصہ مختصر میں اپنا وعدہ پورا کرتی ہوں سنو! غالب نے امرناتھ کے کیا حسب حال شعر کہا

قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں  رنگ لائیگی ہماری فاقہ مستی ایک دن

امرناتھ پدما کو مار پیٹ کر ابھی ابھی دکان پر آ بیٹھے تھے کہ اُن کے ایک دوست آ دھمکے۔ مزاج پرسی کے بعد انہوں نے پوچھا "کہو بھئی اُداس کیوں ہو آج پی نہیں"۔ "اب تو عزت بچانا مشکل ہے وہ نشہ تو سدا کے لئے گیا۔ شراب والے نے ڈگری کرا لی ہے اس کے پانسو روپے ایک ہفتہ کے اندر نہ دیگا تو دکان قرق ہو جائے گی۔ اب تم ہی کسی طرح میری عزت بچاؤ"۔

"کیسے بیوقوف ہو؟ ماں بہن اور پدما کے پاس کچھ نہ کچھ ضرور ہوگا اُن سے مانگ لو۔ کچھ نہیں تو ان کے زیورات ہی فروخت کر کے قرض چکا دو"

امرناتھ جس کو اپنا مخلص دوست سمجھتے تھے اُس کے منہ سے یہ الفاظ سنکر دوبارہ انہوں نے امداد کی درخواست نہ کی۔ چنانچہ ماں بہن اور پدما کو کل کیفیت سنا کر کہا اس وقت کسی طرح میری عزت بچا لو۔ آیندہ کے لئے میں شراب سے توبہ کرتا ہوں۔

سرلا آنکھیں مٹکا کر بولی "ہمیں کیا پڑی ہے کیوں اُڑایا روپیہ شراب میں"۔

امرناتھ نے محبت بھری نظروں سے پدما کی طرف دیکھا اس نے بھی نظریں نیچی کر لیں۔ امرناتھ مایوس ہو کر اپنے کمرے میں آ کر لیٹ گئے تھوڑی دیر بعد پدما کمرے میں داخل ہوئی اور اُن کے قدموں میں بیٹھ کر بولی "پران ناتھ، تم اُداس ہو میں تمہاری داسی ہوں سکھ دکھ غم کی شریک گو تم نے کبھی ایسا نہیں سمجھا۔ تم اتنے اُداس اور متفکر نہ ہو یہ زیورات میرے نہیں ہیں۔ بلکہ تمہارے ہیں انہیں فروخت کر کے قرض اُتار دو تمہاری ایک مہر کی نظر ہی میرے لئے ان زیورات سے کہیں بڑھ کر ہے" یہ کہکر اس نے اپنے زیورات امرناتھ کو سونپ دیے۔

امرناتھ کی آنکھیں کھل گئیں اور انہیں پہلی مرتبہ اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ انہوں نے ایک دیوی کی قدر نہ کی بلکہ بیجا مظالم سے خراب خستہ کیا وہی آج کام آئی۔

انہوں نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا "پدما مجھے معاف کر دو شراب کے نشے نے مجھے اندھا بنا دیا تھا۔ میں تمہیں نہ پہچان سکا۔ میں عہد کرتا ہوں۔ آج سے کبھی شراب کو نہیں چھوؤنگا۔ اور تمہاری دیوی کی طرح قدر کروں گا"

پدما بولی "میرے دیوتا! میں تمہاری داسی ہوں —— داسی اپنے دیوتا کو معاف کرے! تم اپنی زبان سے ایسے کلمات نہ نکالو"

اُما یہ میرے چشم دید واقعات ہیں جو ایک فسانے کی صورت میں پیش کر رہی ہوں۔ پرماتما پدما کی طرح میری اما کے بھی دن پھر جائیں۔ بہن طبیعت تم سے اور کچھ دیر باتیں کرنے کو چاہ رہی ہے لیکن اس علالت نے مجھے اس قدر ناتوان بنا دیا ہے کہ ذرا بھی دماغی کام کرنے سے درد سر ہونے لگتا ہے اور آنکھوں میں اندھیرا چھا جاتا ہے۔ کالی اور سدہا تو اب خوب پڑھتی ہوں گی۔ پرساں حال کو سلام۔

تمہاری "کرن بالا"

(ماخوذ از ہندی)

تقی علی ہاشمی ناگپور

# سفر نامۂ ایران

از محترمہ ایس۔ کے صغرا سبزواریہ

سفر ایران وزیارت کا شوق تو عرصہ سے تھا اور اس سال میں نے ارادہ بھی کر لیا تھا۔ مگر حسن اتفاق کہ بلا کسی سعی و کوشش کے فردوسی کی جشن ہزار سالہ کی دعوت گورنمنٹ ایران کی طرف سے پروفیسر صاحب کے نام آئی اور وہ ایران جانے پر تیار ہوئے۔ میرے ساتھ لیجانے کے متعلق ابھی کوئی رائے قائم نہ ہوئی تھی کہ دوسرے ہفتہ پھر خط آیا کہ اگر آپ کے ہمراہ خانم بھی آئیں تو بہتر ہے اور تاریخ روانگی سے بھی آگاہ فرمائیے۔ نیز لکچر کی نقل جلد ارسال فرمائیے۔ اب کیا تھا اندھا چاہے آنکھیں۔ اب مجھے یہ خیال نہ رہا کہ ناخواندہ مہمان بنکر جاؤں گی۔ لہذا خوشی خوشی سامان سفر تیار کرنے لگی۔ پروفیسر صاحب نے بھی کالج سے چھٹی مانگی جو پرنسپل نے بڑی خوشی سے دلوادی۔ ۱۴۔ اگست روانگی کی تاریخ مقرر ہوئی۔ دو بجے ہم اسٹیشن پر پہنچے تو پروفیسر صاحب کے بیشمار دوست رخصت کے لئے موجود تھے۔ گاڑی چھوٹنے کا وقت ہوا۔ انجن نے سیٹی دی اور گاڑی چلی تو کسی نے رومال ہلایا۔ کسی نے ٹوپی اور دیکھتے دیکھتے وہ منظر آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ اب خاموش بیٹھ گئی۔ کبھی عزیزوں کی مفارقت کا رنج اور کبھی شوق زیارت کی خوشی۔ گیا اسٹیشن پر ایک دوست سے ملنا تھا۔ انہیں خبر کردی گئی تھی۔ دس بجے شب کو گاڑی گیا اسٹیشن پر رکی تو وہ بیچاری وہاں کے پیڑے وغیرہ لئے موجود تھیں۔ ان کی اس محبت کا میں شکریہ ادا نہیں کر سکتی۔ اُن سے مل کچھ دیر باتیں کیں۔ دس منٹ کے بعد گاڑی چلی۔ اب یہاں بھی وہی کلکتہ کے اسٹیشن جیسا منظر پیش تھا۔ بارہ بجے کے قریب بارون اسٹیشن پر گاڑی رکی وہاں میرے خسر صاحب قبلہ ہم لوگوں کے منتظر تھے انہیں بھی اطلاع دیدی گئی تھی وہ بھی بہت سی مٹھائیاں ساتھ لائے تھے۔ امام ضامن بھی ہم لوگوں کو باندھا مغل سرائے تک کا ٹکٹ لے لیا اور مغلسرائے تک ساتھ رہے۔ دو بجے گاڑی مغلسرائے پہنچی۔ اس کے بعد قبلہ و کعبہ ابا جان بھی خدا حافظ کہہ کے ہم لوگ چلے اور دوسرے دن شام کے وقت دہلی پہنچے۔ دو روز یہاں ٹھہر کر ۱۷۔ تاریخ کو کوئٹہ روانہ ہو گئے۔ ایک کرسچین بی بی ہمسفر تھیں۔ نہایت خلیق و خوش مزاج۔ اگرچہ رات بےچینی سے گزری مگر ان کی رفاقت سے دل بہلا رہا۔ نیند نہ آئی جاگتی رہی۔ صبح کے قریب آنکھ لگی تھی کہ نماز کے خیال سے اُٹھ بیٹھی نماز سے فارغ ہو کر صبح کا دلکش سین دیکھنے میں محو ہو گئی۔ بچے بھی جاگ گئے۔ والدہ بھی نماز سے فارغ ہو کر قدرت کے اس تماشہ کی سیر میں مصروف ہو گئیں۔ ہرے ہرے کھیت پانی کی لہریں۔ چڑیوں کی رنگ برنگ چہکار۔ آسمان کا رنگ بدلنا کبھی نیلا کبھی سرخ کبھی سفید اور کبھی زرد۔ ادھر آہستہ آہستہ سورج نے بھی چہرۂ انور نکالا اس کی سنہری کرنوں نے تو اور چار چاند لگائے۔ گو میری طبیعت سُست تھی لیکن اس وقت کے سین نے مجبور کیا کہ بیٹھی دیکھا کروں۔ دوپہر کے وقت البتہ گرمی سخت معلوم ہونے لگی تھی۔ ہاں جب ابر گھر آتا ننھی ننھی بوندیں پڑنے لگتیں سبزے لہلہاتے اور ریل سرعت سے گذرتی تو ایک قابل دید نظارہ ہوتا تھا۔ سہ پہر کو بعید لطف یوں آیا کہ بار بار آسمان ابر آلود ہو جاتا ہوا تند طوفان کے چلتی۔ کبھی بارش زوروں کی ہوتی کبھی تھمتی۔ کھڑکیاں کھلتیں کبھی بند کی جاتیں۔ ایک عجب تماشہ رہا۔ راستے اس طرف کے کہیں تو چٹیل میدان۔ کہیں ریتیلے اور کہیں سبزہ زار اور کہیں نہریں۔ جی چاہتا تھا کہ پانی سے کم از کم منہ ہاتھ ہی دھولوں۔ اس طرف بجائے بیلوں کے اونٹ ہل چلاتے ہیں۔ بلکہ ہر کام جو ہماری طرف گھوڑوں اور بیلوں سے لیتے ہیں اس طرف اونٹ سے لیا جاتا ہے۔ مثلاً بوجھ ڈھونا۔ سواری کھینچنا وغیرہ وغیرہ چونکہ پنجابی علاقہ تھا اس لئے مزدور سے شریف پیشہ لوگ تک سب ایک ہی وضع قطع کے نظر آتے تھے۔ دوپہر کو گاڑی سمہ سٹہ بدلی گئی

اور یہ دوسری رات بھی ریل میں گذری۔ ادھر ہی سے پہاڑی سلسلہ شروع ہو گیا۔ اور ایسے ایسے خوفناک پہاڑ دیکھنے میں آئے کہ بیان سے باہر۔ سترہ پہاڑوں کے اندر سے ٹرین گذری جن میں نواں اور گیارہواں اور سولہواں پہاڑ بہت بلند اور لانبے تھے تین انجن لگائے گئے جب ٹرین چلی۔ راستے کہیں تو بالکل سیدھے کہیں پیچ۔ کہیں چڑھائی کہیں اُتار۔ غرضکہ نہایت خطرناک راستے اطراف کے ہیں کوئی پہاڑ تو صرف یہ معلوم ہوتا تھا کہ مٹی کا ٹیلہ ہے اور کوئی سفید جیسے برف اور کوئی بالکل سیاہ۔ ٹرین اپنی پوری رفتار سے کبھی پُرپیچ راستوں اور کبھی وادیوں سے گذرتی چلی جاتی تھی۔ جیسے جیسے کوئٹہ قریب تر ہوتا گیا سردی محسوس ہوتی گئی اور ہاتھ پیر برف کی طرح ٹھنڈے ہوتے گئے۔ مگر اس طرف کے راستے نہایت پرفضا ہیں۔ ایک بجے ہم لوگ کوئٹہ پہنچ گئے۔ بلوچستان کے لوگ ہندوستان کی طرح ہر رنگ اور ہر لباس کے نظر نہیں آئے۔ ریلوے قلی۔ گارڈ اور حتیٰ کہ کل مسافر ایک ہی لباس وقطع کے ہیں۔ یہاں ایک انجمن ہے وہاں کے سکرٹری پہلے سے ہم لوگوں کے منتظر تھے۔ پروفیسر صاحب نے لاکھ انکار کیا مگر انہوں نے ایک نہ مانا۔ آخر ہم لوگوں کو انجمن کے مکان میں لیجا کر اُتارا۔ ایک عمدہ مختصر سے مکان میں ہمارے قیام کا انتظام کیا۔ شام کا ناشتہ اُن کے یہاں سے آیا۔ کھانے کی بہت سی چیزیں ہم لوگوں کے ساتھ بھی تھیں۔ کھانا کھا کر کچھ دیر آرام کر کے اٹھے۔ غسل کیا۔ اس کے بعد مجلس ہو رہی تھی وہاں گئے۔

کوئٹہ سے ہفتہ میں ایک بار ٹرین نوکنڈی جاتی ہے۔ ہم لوگ یکشنبہ کو پہنچے۔ دوشنبہ کو ٹرین جانے والی تھی۔ دوسرے روز صبح ناشتہ کے بعد نو بجے ہم لوگ سیر کرتے ہوئے اسٹیشن پہنچے۔ کوئٹہ آب و ہوا کے لحاظ سے نہایت عمدہ جگہ ہے۔ اس اطراف کے کل لوگ بغرض تبدیل آب و ہوا اپنی چھٹیاں گذارنے کوئٹہ میں آتے ہیں۔ یہاں کے بازار ایسے ہیں کہ پہلے تو میں دیکھکر سمجھی کہ مسجد ہے مگر جب اوپر لکھا دیکھا کہ فروٹ مارکٹ، تب سمجھ میں آیا کہ بازار ہے۔ ایک خوبی اور ہے کہ ہر ایک شے کے لئے علیحدہ علیحدہ بازار بنے ہوئے ہیں۔ مثلاً سبزیوں کے لئے علیحدہ۔ غلّہ علیحدہ۔ گوشت کے لئے علیحدہ۔ چونکہ اسلامی جگہ ہے اس لئے مکانات بھی اسلامی طرز کے ہیں۔ سائمن ہال دیکھکر بھی مسجد کا گمان ہوا۔ شہر کے چاروں طرف پہاڑ اور سبزہ ہے۔ مجھے بہت پسند آیا۔ بیحد خوشنما جگہ ہے پھل وغیرہ بہت ارزاں ہیں۔

۲۰۔ اگست کو نوکنڈی روانہ ہو گئے۔ کل راستے پہاڑی ملے اور چار پہاڑوں کے اندر سے ٹرین گذری۔ جن میں ایک تو بہت لانبا تھا۔ کوئٹہ کے بعد ایک اسٹیشن صرف ایسا ملا کہ جس میں کھانے کی چیزیں بکتی نظر آئیں ورنہ کہیں بھی کھانے کا انتظام نہ تھا۔ ایک آدھ جگہ پھل البتہ بکتے دیکھے۔ دوسرے دن صبح نو بجے نوکنڈی پہنچ گئے۔ امید تھی کہ شہر آباد ہوگا۔ مگر یہاں تو سوائے چٹیل میدان کے کچھ نہ تھا۔ حد ہے کہ اسٹیشن تک نہیں۔ صرف ایک معمولی سا مسافر خانہ بنا ہوا تھا اور ایک نہایت مختصر آفس وہیں چھوٹا سا ہوٹل بھی ہے ورنہ جدھر نظر جاتی میدان ہی میدان۔ ریل سے اُترنے کی ضرورت ہوئی کیونکہ وہاں پہنچکر گاڑی رُک جاتی ہے آگے گاڑی نہیں جاتی وہیں گاڑی کھڑی رہتی ہے ہر آٹھویں روز جب مسافر جمع ہو جاتے ہیں تب ٹرین کوئٹہ روانہ ہوتی ہے۔ دوسرے دن ایک لاری مل گئی۔ دھوپ کی تیزی کی وجہ سے دن کو چلنا مناسب معلوم ہوا۔ سہ پہر کو سامان درست کر کے لاری پر رکھا۔ مشکوں میں پانی بھرا گیا۔ نماز مغرب پڑھ کر روانہ ہوئے ساری رات لاری چلی۔ راستے ایسے خراب تھے کہ لاری میں اس کشتی کا مزہ آرہا تھا جو موجوں کے تھپیڑوں سے ڈگمگاتی ہو۔ بعض جگہ اتنی ریت تھی کہ آدھے آدھے پہیئے دھنس گئے۔ خدا کی مہربانی تھی کہ لاری اس رستہ سے صحیح وسالم نکلی ورنہ اُلٹنے میں کسر نہ تھی۔ ہچکولوں کے مارے جسم چور چور ہو گئے۔ راستے میں پانی کا ایک چشمہ بھی نظر آیا۔ خیریت تھی کہ مشکیزے ساتھ تھے۔ غرضکہ ساری رات ایک دوسرے سے ٹکراتے رہے اور لاری چلا کی۔ صبح سات بجے سرحد پہنچے جہاں کہ انگریزی عملداری ختم ہے۔ درمیان میں ایک ہاتھ گہری خندق ہے۔ اس پر بانس جگہ جگہ کھمبے کی طرح لگا کر رسے باندھ کر حد بنا دی ہے۔ اس طرف انگریزی علاقہ۔ اس طرف ایرانی۔ وہاں پاسپورٹ دکھایا۔ (باقی آئندہ)

ہندوستانی کولھو جسمیں مدراس آجکل شوگر ملز کورھی ہیں

شریمتی چندا دیوی - دہلی صوبہ کی ایک معلمہ

جرمنی کے ایک مدرسہ میں لڑکیاں خانہ‌داری کی تعلیم حاصل کررہی ہیں
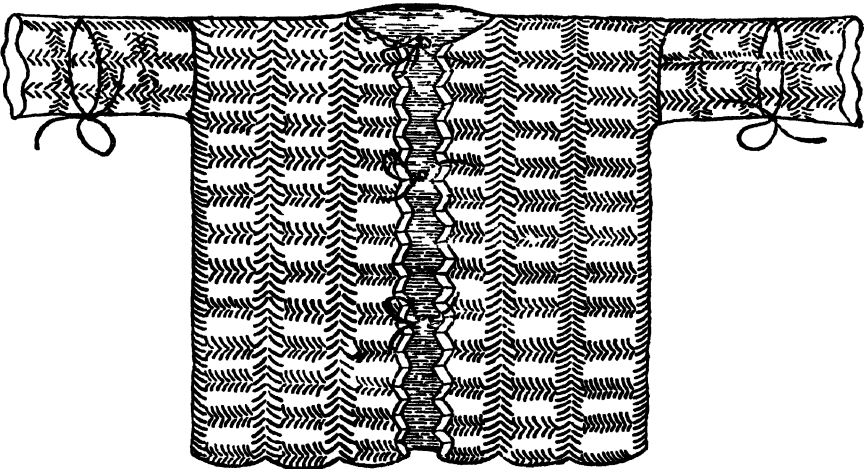
کوٹ نما سوئٹر (دیکھئے صفحہ ۷۲)

# بالوں کی نگہداشت

اس کلیہ سے ارباب عقل و دانش کو اختلاف نہیں ہوسکتا کہ روپ خوبصورت لمبے لمبے ریشم جیسے ملائم اور اطلس جیسے چمکیلے بالوں کا حاجت مند ہے۔ اور پریم روپ کا محتاج ہے۔ جہاں روپ نہیں وہاں پریم کا گذر نہیں۔ کمر سے نیچے لٹکتے ہوئے بال اور روپ اور پریم باہم ایک دوسرے کے دست نگر ہیں۔ انسان حُسن کا بندا ہے اس سے زندگی کا لطف۔ دل کا سرور اور روح کی شادمانی ہے۔ استری کا رنگ و روپ چاہے کیسا دل فریب ہو۔ خط و خال چاہے سنگ مرمر کی مورتی جیسے ہوں۔ خواہ وہ خوبصورتی کے تمام فطری لوازم سے آراستہ ہو۔ لیکن اگر اس کے بال لمبے گھنے کمر سے نیچے نہیں لٹکتے تو وہ موہنی اور پدمنی شمار نہ ہوگی۔

استری کا روپ لمبے لمبے کالے بالوں پر منحصر ہے۔ کہ یہ استری جاتی کا تاج[۱] ہے۔ لمبے لمبے کالے بالوں میں موہنی ہوتا ہے۔ جس کے سحر سے کسی کو گریز نہیں شعرا، اور افسانہ نویس لمبے دل فریب بالوں کو سراہتے نہیں تھکتے۔ تاریخ ہند میں جتنی بڑی بڑی استریاں ہو گزری ہیں وہ لمبے لمبے بالوں کی دولت سے مالا مال تھیں۔ سندر استری کے اثر و اقتدار پر بحث کرنا ہمارے موجودہ مقصد سے خارج ہے۔ لمبے لمبے کالے بال کس طرح پریم پیدا کرتے ہیں اس کی نفسیاتی توضیح بھی اس مضمون کے مقصد سے بالا ہے۔ فقط اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ حسین عورت بغیر لمبے بالوں کے حسین نہیں کہلائی جاسکتی۔

جب کوئی لمبے بالوں والی عورت نظر آتی ہے تو تعلیم یافتہ استریاں حسرت سے یہ کہتی ہیں۔ کاش ہمارے بال بھی ایسے لمبے لمبے ہوتے۔ شوہر اچھے سے اچھے تیل اور صابن وغیرہ لاکر استریوں کو دیتے ہیں تاکہ ان کے استعمال سے بال بہت بڑھیں۔ جہاں اشتہار دیکھتے ہیں فوراً فرمائش بھیجکر چھ چھ فٹ لمبے بال بڑھانیوالا پوڈر طلب کر لیتے ہیں۔ مگر نتیجہ امید کے خلاف نکلتا ہے۔ اس وجہ سے اس مسئلہ پر ڈاکٹری سائنس کی تحقیقات کی روشنی میں غور کرنا چاہیئے۔

جسم کی ساخت مختصراً یہ ہے کہ ھڈیوں کا پنجر ہے۔ جس سے گوشت پیوست ہے جسے اصطلاح میں نظام عضلات اور پٹھے کہتے ہیں۔ اس کے اوپر پوست یعنی کھال ہے۔ بال اسی سے نکلتے اور اسی میں رہتے ہیں۔ ان کی پرورش خون سے ہوتی ہے۔ جو شراین کے ذریعہ سے جلد کے اندر دورہ کرتا ہے۔ خون کی قوت کے تناسب سے بالوں پر اثر پڑتا ہے۔ جب تک خون کا دورہ باقاعدگی سے ہوتا رہیگا۔ اور اس کی تنومندی میں فرق نہیں

---

[۱] سالگرہ نمبر میں میرا مضمون صفحہ ۹۸ ملاحظہ ہو۔ "عورت کا تاج حسن"۔

آتا۔ بال نشو ونما پاتے اور ہر قسم کی شکایت سے محفوظ رہتے ہیں۔ جب خون میں کمزوری پیدا ہو جائے
تو بال بھی بگڑ جاتے ہیں۔ ماہروں کی تحقیقات یہ ہے کہ سال میں بال چھ سات انچ سے زیادہ نہیں بڑھتے۔
اور عورتوں کے بال بیس انچ سے لیکر چالیس انچ تک بڑھتے ہیں۔ اس سے سمجھ لیجئے کہ جس اشتہار میں
کسی تیل یا سر دھونے کے پوڈر کی بابت یہ بیان ہو کہ اس کے جادو سے "چھ چھ فٹ بال" بڑھ جاتے ہیں
بالکل جھوٹ ہے۔ لیکن اس امر سے چشم پوشی ممکن نہیں کہ مقوی غذا سے جسم تنومند ہوتا ہے۔ مقوی دوا
دل دماغ وغیرہ کو تقویت دیتی ہے۔ جس پودے کو دوسرے تیسرے پانی ملتا رہے وہ دوسروں سے نسبتاً
پنپتا ہے۔ چند سال سے امریکہ میں بجلی سے فصلیں اگانے اور پکانے کے تجربے کامیابی سے کئے گئے ہیں جس سے
گیہوں چھ مہینے کی بجائے ساڑھے تین مہینے میں پک کر تیار ہو گئے۔

راقم کا تجربہ یہ ہے کہ ایک چیز سے جو اس کی اپنی اختراع ہے بال چھ مہینے میں آٹھ دس انچ تک
بڑھ گئے ہیں۔ دوسری بات یہ مشاہدہ میں آئی ہے کہ سر کے گنجے حصے پر سفید بالوں کی بجائے کالے پیدا ہو گئے
ہیں۔ اس کی امید وہم وگمان میں نہ تھی۔

ماں باپ جب اپنے پندرہ پندرہ اٹھارہ اٹھارہ برس کے لڑکے لڑکیوں کے سر میں یا جوان شوہر اپنی
نوجوان بیوی کے سر میں بال سفید ہوتے دیکھتے ہیں تو انہیں کیسا رنج اور قلق ہوتا ہے۔ مگر چند سال سے یہ رنج دہ
بات پنجاب اور یوپی میں دیکھی جاتی ہے۔ کالے بالوں کی رنگت میلے پیسے کے رنگ میں بدلتی جاتی ہے۔
ریشم ایسے مہین خوب صورت بال موٹے بھدے ہوتے جاتے ہیں۔ اگر پچیس سالہ جوان مردوں کے سر
سے بال گر رہے ہیں تو جوان استریوں کے بال گر گر کر پتلے اور چھوٹے ہو گئے ہیں۔ کھجلی۔ جلن سے نالاں ہیں۔
بفا کا پہلا درجہ شروع ہو گیا ہے۔ بہتیری استریوں کے بال بفا کے اثر سے بالکل ستیا ناس ہو گئے ہیں۔ علاج
کیا جاتا ہے مگر افاقہ کی بجائے مرض بڑھتا جاتا ہے۔ چھوٹی عمر کے دھولے اور بالوں کی دیگر شکایات کا ایک بڑا
سبب معطر رنگین بازاری تیل اور صابن ہے۔ جس کے سب ہی شائق نظر آتے ہیں۔ اور اسباب بھی ان
آفتوں کے محرک ہوتے ہیں۔

نوجوانی میں مجھے عمدہ اور قیمتی تیل لگانے کا بڑا شوق تھا۔ سنہ ۱۹۰۳ء میں بڑے شہروں میں چار پانچ ولائتی
اور دو کلکتہ کے تیل بکتے تھے۔ پچھلے دس پندرہ برس سے دیسی تیلوں کا شمار بھی بہت بڑھ گیا ہے۔ ایک
آملہ کا تیل ہی ہے۔ کتنے ناموں سے بکتا ہے اور تمام بڑے شہروں کو لاہور سے کلکتہ تک اس کے بنانے کا امتیاز
حاصل ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مغربی تعلیم کے ساتھ ساتھ بناؤ سنگھار کا خیال بھی بڑھتا جاتا ہے۔
اور خوبصورت بننے کی تمنا اور کوشش سے قدرت کی دی ہوئی دولت یعنی روپ بھی کھو بیٹھے ہیں۔

# مقبول عام تیلوں کی اصلیت

دل لبھانے والے تیلوں کی اصلیت ظاہر کرنا ہمارا نہایت ضروری فرض ہے۔ تاکہ استریوں۔ لڑکیوں اور لڑکوں کے بالوں کا ستیاناس نہ ہونے پائے۔ بازاروں میں جتنے بدیشی اور سودیشی تیل بکتے ہیں وہ دو ہی قسم کے ہیں۔

(۱) بغیر چکنائی کے یہ تیل وائٹ آئل (سفید تیل) سے بنتے ہیں۔ اور وایٹ آئل مٹی کے تیل کی تلچھٹ سے تیار ہوتا ہے۔ یہ روس جرمنی سے آکر بازاروں میں دس بارہ روپے من کے بھاؤ بکتا ہے۔ لاہور میں تل کے تیل کی بکری ڈھائی سیر روپے کی۔ مونگ پھلی اور توڑیے کے تیل کا بھاؤ چار سیر فی روپیہ ہے۔ وائٹ آئل میں رنگ اور خوشبو ملا کر اسے مختلف ناموں سے فروخت کرتے ہیں۔ خوشبو اُڑتے ہی مٹی کے تیل کی بدبو آنے لگتی ہے۔ اس تیل سے بال موٹے خشک اور میلے پیسے کی طرح ہو جاتے ہیں۔ کھجلی اور دیگر شکایات پیدا ہو جاتی ہیں۔ اگر کیمیائی طریقہ سے اسے شدھ کر لیا جائے تو بالوں کو ضرر نہیں پہنچیگا۔

(۲) چکنائی والے تیل۔ یہ خالص سودیشی ہیں کہ تل۔ مونگ پھلی۔ ناریل وغیرہ کے تیل سے بنتے ہیں تیل بنانے والے ان میں سستی اور مہنگی خوشبو۔ ہرا۔ سنہری۔ یا لال رنگ ملا کر بنانتے اور آنولہ۔ سنگترہ۔ گل دہنیہ۔ گلاب۔ ترپھلا۔ خس چنبیلی وغیرہ کے نام سے بیچتے ہیں۔ یہ نباتی تیل وائٹ آئل سے کسی طرح بھی کم ضرر رساں نہیں ہیں۔ ہر ایک آدمی اپنے تجربے سے جانتا ہے کہ خوشبو اُڑتے ہی بدبو آنے لگتی ہے۔ بالوں اور ہاتھوں میں چپ چپاہٹ لگ جاتی ہے۔ کپڑوں کا ستیاناس ہو جاتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ تل سرسوں۔ ناریل۔ مونگ پھلی کے تیلوں میں فری فیٹی ایسڈ گوند جیسے چیپ دار مادّے اور دیگر اجزائے ترکیبی ہوتے ہیں اور یہ سب بالوں کی جڑیں کھوکھلی کر دیتے ہیں۔ چھوٹی عمر کے دھولے۔ بالوں کی بدصورتی اور دیگر شکایات ان ہی اجزا کے اثر سے پیدا ہوتی ہیں۔ جب تک نباتی تیل سائنسی طریقہ سے شدھ نہ کیا جائے اس سے نہ تو بالوں کی غذا بہم پہنچتی ہے جس سے بال بڑھتے ہیں نہ ان کی چمک میں بیشی ہو سکتی ہے۔

تیل بنانے والوں کا سب سے بڑا مقصد تعلیم یافتہ گروہ کے میلان شوقینی سے دھڑا دھڑ روپیہ کمانا ہے۔ بال بڑھیں یا گھٹیں ان کی بلا سے۔ تیل شدھ کرنے کا طریقہ بہت دقت طلب اور مہنگا ہے۔ اگر وہ سائینسی طریقہ سے ناریل مونگ پھلی تل وغیرہ کے تیل فری فیٹی ایسڈ اور دیگر ضرر رساں اجزا سے پاک صاف کریں تو وہ دو تین روپے سیر کے حساب سے ہرگز فروخت نہ کر سکیں۔

بازاری تیلوں میں آنولہ کا تیل سب سے زیادہ مقبول عام ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ویدوں حکیموں سے سنی سنائی باتوں سے لوگوں کے دلوں میں یہ خیال جاگزیں ہے کہ آنولہ کے استعمال سے بال سفید نہیں ہو سکتے۔ تیل بنانے والے لوگوں کے اس وہم سے دونوں ہاتھوں سے مالا مال ہو رہے ہیں۔ لیکن اصل یہ ہے کہ بازاری آنولہ

کا تیل دہوکے کی ٹٹی ہے ۔ ولایت سے آنولہ کی روح بن کر آتی ہے ۔ چار آونس کی شیشی چودہ آنے کو بکتی ہے اسکی چند بوندیں ڈال اور سبز ولائتی رنگ ملا کر گول یا چپٹی بوتل میں بھر دیا جاتا ہے ۔ اسی طرح سنگترہ ۔ چنبیلی وغیرہ کی روحیں ولایت سے تیار ہوکر آتی ہیں ۔ جس سے سنگترہ ۔ چنبیلی وغیرہ کے تیل بنتے ہیں ۔

میرا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ جنوری ۱۹۲۲ء میں لاہور کے ایک تیل بنانے والے نے مجھ سے یہ کہا "آنولہ کے اس تیل سے سفید بال کالے ہوجاتے ہیں ۔ اور دہولے کبھی نہیں اُگتے ۔ اسے آزما کر سرٹیفکٹ عنایت کیجیے گا"۔ میں نے اپنا اطمینان کئے بغیر سرٹیفکٹ دینے سے انکار کیا ۔ کئی مہینے تک تیل لگانے سے میرے بال جلدی جلدی سفید ہوگئے ۔ میری بیوی کو مجھ سے زیادہ شوق تیل لگانے کا تھا ان کے بالوں کو بھی نقصان پہنچا ۔

لوگ خوشبودار اور رنگین تیل اس غرض سے لگاتے ہیں کہ بال خوبصورت اور چمکیلے اور ملائم رہیں ۔ لڑکیاں اور استریاں بال بڑہانے اور ملائم کرنے کے ارادے سے تیل لگاتی ہیں ۔ لیکن سب سمجھدار لوگ جانتے ہیں اور تجربہ سے ثابت ہے کہ رنگین معطر تیلوں سے نہ تو بالوں میں خوبصورتی نہ چمک اور نہ لمبائی دیکھنے میں آتی ہے بلکہ بالوں کا ستیاناس ہو جاتا ہے ۔ انگریزی مذاق کے دلدادہ اصحاب نے تو سودیشی تیلوں سے جان بوجھکر گریز اختیار کرلیا ہے ۔ اگر وہ تیل لگاتے ہیں تو ولائتی جس میں چکنائی نہیں ہوتی ۔

تیل لگانے کا بڑا مقصد بال سنگار ہے ۔ ڈاکٹری سائنس کی رو سے بالوں کی چمک ۔ ان کی نشو ونما اور زندگی برقرار رکھنے کے لئے روغنی مادہ کی ضرورت پورا کرنے کے لیے سر میں تیل ڈالنا بیحد ضروری ہے اور ایمان کی بات یہ ہے کہ آپ کے سر کے سوا لاکھ بالوں کی غذا آپ کا جسم مہیا نہیں کرسکتا ۔ اس لئے تیل لگانا امر ضروری ہے مگر مقبول عام آنولہ ۔ چنبیلی ۔ گلاب وغیرہ فری فیسٹی ایسڈ اور دیگر ضرر رساں سے بھرے ہوئے ہیں ۔ اس لیے ان سے بالوں کی خوراک بہم نہیں پہنچتی ۔ جیسے مقوی غذا نہ ملنے سے جسم تنومند نہیں ہوتا ۔ اسی طرح بالوں کی مفید خوراک نہ ملنے سے بالوں کی جڑیں کمزور ہو جاتی ہیں وہ گرنے لگتے ہیں ۔ اسی وجہ سے عام بازاری تیل بالوں کی پرورش نہیں کرسکتے ۔ بلکہ وہ کئی قسم کی شکایات کے بانی ہوتے ہیں ۔ ڈاکٹری سائنس کے اصول کے مطابق اور کیمیائی طریقہ سے شدھ کیا ہوا تیل ہی بالوں کی رکھ رکھاؤ ان کی جڑوں کے نیچے سرایت کرکے ان کی ترقی کی تحریک دیتا ہے جس سے بال خوبصورت چمکیلے اور لمبے ہوتے اور جملہ شکایات سے محفوظ رہتے ہیں ۔

ٹھاکر جے ۔ آر ۔ رائے ۔ (جرنلسٹ)

# روٹھنا منانا

روٹھنا منانا بچوں کے دلچسپ مشاغل میں شامل ہے۔ لڑکے ہوں یا لڑکیاں۔ سکول ہو یا گھر۔ جہاں لڑائی ہوئی ایک دوسرے سے روٹھ بیٹھے۔

بچے عموماً خوشامد پسند ہوتے ہیں انہیں روٹھنے میں مزا آتا ہے۔ کمسن بچوں پر ہی کیا موقوف ہے نوعمر لڑکے لڑکیاں بھی چاہتی ہیں کہ منانے والے خوشامد کرکے انہیں منائیں۔ یہ عادت جب راسخ ہو جاتی ہے تو اس کا چھوٹنا دشوار ہے۔ بعض لوگ بڑے ہو کر بھی اس عادت میں مبتلا رہتے ہیں اور مجھے یہ کہتے ہوئے شرم آتی ہے کہ ایسے لوگوں میں بیشتر حصہ ہماری ہی جنس کا ہے۔ لڑائیاں تو بیشک مردوں میں بھی اکثر ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن عورتوں کی طرح نہیں کہ جب آپس میں لڑ پڑیں تو دنوں۔ مہینوں بلکہ برسوں بات چیت قطعی بند۔ بچوں کی لڑائی بے ضرر ہوتی ہے۔ وہ لڑیں گے جھگڑیں گے ایک دوسرے سے روٹھیں گے اور کہیں گے کہ جاؤ ہم نہیں بولتے لیکن پھر جلد کھیلتے کھیلتے خود بخود بولنے لگ جائیں گے اور یاد بھی نہ رہیگا کہ کون لڑا اور کون روٹھا۔ لیکن بڑوں میں یہ بات نہیں وہ جب لڑ پڑیں تو پھر صلح مشکل ہے۔ اس لئے ماؤں کو بڑی بہنوں کو اور سکول کی استانیوں کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ جب لڑکیوں میں لڑائی ہو جائے تو یہ خیال کرکے بیفکر نہ رہیں کہ وہ خود ہی من جائیں گی بلکہ موقع دیکھکر مناسب طریق پر ان کی صلاح کرادیں۔ اس وقت مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا کوئی دس سال ہوئے میں پانچویں جماعت میں پڑھتی تھی۔ اپنی ایک ہم جماعت لڑکی سے میری لڑائی ہو گئی۔ وجہ معمولی تھی۔ لیکن لڑائی نے ایسا طول کھینچا کہ ساری جماعت کو اس میں حصہ لینا پڑا۔ چنانچہ دو فریق بن گئے۔ آدھی لڑکیاں میری طرف ہو گئیں اور باقی آمنہ کی طرف (یعنی جس لڑکی سے میری لڑائی ہوئی تھی) کئی دن گزر گئے۔ ہم آپس میں بالکل نہ بولے۔ جو استانیوں کو معلوم ہوا تو کسی نے ڈانٹا اور کوئی ہنس کر خاموش ہو رہی۔ لیکن ہم پر اثر اُلٹا ہی ہوا۔ جب کوئی استانی ہنستی تو ہم سمجھتے کہ ہماری حوصلہ افزائی ہوئی ہے اور جب کوئی خفا ہوتی تو ہمیں اور ضد بڑھتی۔ آخر شدہ شدہ پرنسپل تک خبر پہنچی۔ وہ ایک بیدار مغز لائق اور سمجھدار خاتون تھیں۔ وہ نہ اس بات کو سنکر ہنسیں اور نہ ہمیں ڈانٹا۔ بلکہ حسب معمول ہمیں پڑھا کر چلی گئیں۔ وہ ہفتہ میں دو دفعہ ہماری کلاس لیتی تھیں۔ یہ بدھ کا واقعہ تھا۔ جب ہفتہ کو پھر آئیں تو کہنے لگیں کہ آؤ لڑکیو آج ایک اُردو نظم یاد کریں۔ پھر اگلی دفعہ اس کا انگریزی ترجمہ کریں گے۔ نظم کا نام سنکر ہم

خوش ہوئے اور فوراً آباد کرنے کو تیار ہو گئے۔ اب اُنہوں نے ایک نظم شروع کی جس میں چار چار شعروں کے بعد آتا تھا کہ "کتے تو آپس میں لڑیں گے ضرور، پر بچو تم مت لڑو۔"

ایسا معلوم ہوا کہ ہم پر بجلی گر پڑی۔ ہم حیران رہ گئے کہ اب کیا کریں نہ پائے ماندن نہ جائے رفتن۔ اب نہ خاموش رہ سکتے تھے نہ بولنے سے انکار کر سکتے تھے۔ مجبوراً قہر درویش بر جان درویش اپنی مذمت آپ کرتے گئے۔ ہم شرم سے پانی پانی ہو رہے تھے لیکن وہ بے پرواہ برابر نظم کہے چلی گئیں اور جب نظم ختم ہو گئی ہو تو گھنٹی بجنے سے پیشتر ہی کلاس چھوڑ کر چلی گئیں (شاید اس خیال سے کہ ہم تنہائی میں اچھی طرح پریشان ہو لیں) پھر پانچ منٹ کے بعد چپراسن آئی اور کہنے لگی کہ پرنسپل صاحبہ دونوں لیڈروں کو یاد فرما رہی ہیں۔ ہم حیران ہو گئے کہ کون سے لیڈر اور کہاں کے لیڈر۔ لیکن وہ کیا جواب دیتی اس غریب کو کیا معلوم۔ آخر یہ صلاح ٹھہری کہ ایک لڑکی خود جا کر دریافت کر آئے کہ ان کا مطلب کیا ہے لیکن کوئی جانے پر راضی نہ ہوئی اور سب نے مجھے مجبور کیا۔ کیونکہ میرے ساتھ ذرا اُن کی بے تکلفی تھی۔ آخر مجھے ہی جانا پڑا۔ میں نے دریافت کیا تو مسکرا کر کہنے لگیں کہ "میرے خیال میں تو ایک طرف تم لیڈر ہو۔ دوسری طرف کون ہے؟ میں نے سر جھکا کر جواب دیا "آمنہ"۔ "پھر جاؤ اسے فوراً بلا لاؤ۔" انہوں نے حکم دیا۔ میں کمرے میں آئی۔ حیران تھی کہ اب کیا ہو گا اور وہ کیا کہیں گی۔ اب کیا کروں آمنہ کو پیغام کیسے دوں اس سے بات چیت تو ہے بھی نہیں۔ چنانچہ میں نے ایک کاغذ پر لکھا کہ آمنہ کو پرنسپل صاحبہ یاد فرما رہی ہیں۔ اور پرزہ اسکی طرف پھینک کر خود واپس ہو گئی۔ پیچھے پیچھے آمنہ بھی چلی آئی۔ اُنہوں نے نہایت نرمی سے دونوں کو قریب بلایا اور بیٹھنے کو کہا۔ ہم بیٹھ گئے تو اُنہوں نے نصیحتیں شروع کر دیں۔ خدا جانے اُنہوں نے کیا کیا کہا۔ ہاں نتیجہ یہ ہوا کہ آمنہ اور میں تھوڑی دیر کے بعد آپس میں ہاتھ ملا رہی تھیں۔ مجھے یاد نہیں صلح کرنے میں پہل کس نے کی۔ پرنسپل صاحبہ نے جھٹ ہماری پیٹھ ٹھونک کر ہمیں شاباش دی اور فرمایا۔ "لیڈروں کی صلح میں نے کرا دی ہے اب کلاس کی ذمہ دار تم ہو۔" چنانچہ ہم اس طرح ہاتھ میں ہاتھ دیے مسکراتے اپنی جماعت میں واپس آ گئے۔ فریقین کو کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہ پڑی۔ لڑکیوں نے ہمیں دیکھتے ہی فوراً خود ہی ایک دوسرے سے ہاتھ ملائے چلو صلح ہو گئی۔ اس روز سے پھر آج کے دن تک مجھے کبھی کسی سے روٹھنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

ر۔ س

# اتفاقی حادثوں کا فوری علاج

اکثر بعض اوقات کوئی ثقیل اور دیر ہضم چیز کھا لینے کے باعث یا ویسے ہی بدہضمی سے اچانک شدید پیٹ کا درد پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کے باعث مریض سخت بے چین و بے قرار ہو جاتا ہے۔ ایسے وقت میں اگر اسپتال بھی نزدیک نہ ہو یا تکلیف کا حادثہ ایسے وقت رونما ہو جبکہ بروقت ڈاکٹری امداد میسر نہ ہو سکتی ہو تو مریض کی جان خطرہ میں پڑ جاتی ہے اور گھر والوں کو سخت پریشانی کا سامنا ہوتا ہے۔ ایسے مواقع کی فوری امداد کے لئے مندرجہ ذیل تدابیر نہایت کارگر ثابت ہوں گی۔ اول مریض کو چارپائی پر چت لٹا کر سیاہ رنگ کے کانچ کی بوتل میں گرم پانی بھر کر ڈاٹ مضبوط لگائیں اور بوتل کو پیٹ پر رول کی مانند پھیریں (پانی کی یہ احتیاط رکھیں کہ زیادہ گرم نہ ہو۔ ورنہ بوتل پھٹنے کا اندیشہ ہوگا۔ درمیانہ درجہ پانی گرم ہونا چاہیے جس سے پیٹ سینکا جا سکے۔ بوتل ٹھنڈی ہو جانے پر دوسری گرم بوتل تبدیل کریں) اور اسی عمل کو جاری رکھیں تاوقتیکہ پیٹ کے درد کو آرام نہ آ جائے۔ اسی دوران میں پاؤ بھر پانی کو چار ماشہ کھانے کا نمک ملا کر پکائیں جب کھول جائے تو اتار کر چھ ماشہ اجوائن مریض کو پھنکا کر اوپر سے چائے کی طرح گرم گرم یہ نمکین پانی پلا دیں۔ اکسیر امرت (جس کا نسخہ میں اپنے مضمون عنوان بالا عصمت ستمبر ۱۹۳۲ء میں درج کر چکی ہوں) دو بوند مصری میں ملا کر اجوائن کھانے کے دس منٹ بعد مریض کو کھلانا اور پیٹ پر اکسیر امرت کی مالش کرنا بھی نہایت مفید ثابت ہوگا۔ اگر مذکورہ تدابیر کرنے کے بعد مریض کو خود بخود قے ہو جائے یا حلق میں مرغی کا پر ڈال کر قے کروا دی جائے تو پیٹ کے درد کو فوری آرام حاصل ہوگا۔ بعد ازاں مریض کے لئے نیند آنا بھی نہایت فائدہ مند ہے۔ مذکورہ تدابیر، بدہضمی کے پیٹ درد۔ کوڑی کے درد۔ ریاحی اور معدہ کے درد کے فوری علاج میں اکسیر ثابت ہوئی ہیں۔ اس تکلیف کے بعد مریض کو ایک دو وقت کھانا بالکل نہ دیں۔ بلکہ الائچی کلاں اور دارچینی ڈال کر نمکین چائے پلائیں۔ اور بعد میں زود ہضم غذا۔ دوسرے روز سِڈلِٹس پاؤڈر کی پڑیا میں سے نصف لیکر (یہ ڈاکٹری دکان سے بنی بنائی پڑیا مل سکتی ہے) دو خوراکیں بنائیں اور مریض کو گھنٹے گھنٹے بعد تھوڑے پانی میں گھول کر پلا دیں۔ یہ دو چیزیں ہوتی ہیں اور یکے بعد دیگرے پانی میں ڈالی جاتی ہیں۔ پورا ڈوز استعمال کرنے سے مسہل ہو جاتا ہے۔ لیکن مذکورہ ترکیب سے پینا بھی پیٹ کا کاسُدہ تحلیل کرنے میں فوری اثر رکھتا ہے۔

گ۔ ن بنت ڈاکٹر شیخ ابوالفضل

۷/۵/۳

# وادیٔ غم

از لالہ تلوک چند صاحب محروم بی۔اے

خامشی چھائی ہوئی ہے دامن کہسار میں
دم بخود بیٹھی ہے حیرت سایۂ اشجار میں

سرنگوں کوہ و شجر کی سرفرازی ہے یہاں
شام کے سایوں میں گیسو کی درازی ہے یہاں

طائروں کو اس جگہ گانے کی عادت ہی نہیں
ندیوں کو شور کرنے کی اجازت ہی نہیں

پرتوِ خورشید کے منہ پر نقاب سایہ ہے
صبح کا ملبوس ہے جو شام کا پیراہ ہے

سبزہ و گل پر یہاں ہر چند آتی ہے بہار
ہر برس آتی ہے یوں گویا کہ جاتی ہے بہار

پھر نہیں سکتی یہاں آوارہ راہوں میں نسیم
رہتی ہے گم گشتہ اپنے دل کی آہوں میں نسیم

اک سکوتِ دائمی ہر شے پہ ہے چھایا ہوا
وقتِ پیدائش سے ہے ہر پھول مرجھایا ہوا

سبزۂ دامن کشاں چاروں طرف خوابیدہ سا
ہر شجر حیرت زدہ، دلگیر سا، غم دیدہ سا

رنگ و بوئے گل میں اصلاً شوخی و تیزی نہیں
فصل گل میں دل کشی ہے پر جنوں خیزی نہیں

چاندنی راتوں میں میلی ہے ردائے ماہتاب
چپکے چپکے جا رہا ہے سر جھکائے ماہتاب

بسکہ رقت آفریں ہے رات کا منظر یہاں
چشم پرنم کا گماں ہوتا ہے تاروں پر یہاں

وقت ہوتا ہے رواں آہستہ آہستہ یہاں
چلتی ہے بادِ وزاں آہستہ آہستہ یہاں

جلوہ گر تمکینِ خاموشی ہے اپنی شان میں
جس طرح بیٹھا ہوا ہو کوئی گہرے دھیان میں

سیر اس وادی کی اکثر آ کے کر جاتا ہوں میں
میری نظروں میں یہ رہتی ہے جدھر جاتا ہوں میں

(خاص عصمت کے لئے)

# بچّہ کے دانت کاٹنے کا زمانہ

از ڈاکٹر سیّد ممتاز حسین صاحب ایم بی بی ایس

دانت کاٹنے کا زمانہ بچہ کے علاوہ اس کے والدین اور دوسرے لواحقین کے لئے بھی بے شمار مصائب۔ بے انتہا تکالیف اور غیر محدود ذہنی اذیتوں کا زمانہ ہوتا ہے۔ دو سال کی عمر کو پہنچنے تک بچے کے تمام دانت نکل آتے ہیں۔ اس عرصہ میں معمولی دستوں سے شدید پیچش تک۔ خفیف سی حرارت سے نہایت تیز اور خطرناک بخار تک۔ ہلکی سی کھانسی اور زکام سے نمونیا تک۔ گرمی دانوں سے بڑی بڑی پھنسیوں اور پھوڑوں تک اور معمولی آمد چشم سے آنکھ کے خطرناک زخموں تک جن امراض و عوارض کی تکلیف اور مصیبت سے بچہ دوچار ہوتا ہے۔ ان کو عوام ہی نہیں بلکہ خواص بھی دانتوں کے باعث خیال کرتے ہیں۔ یہ غلط فہمی نہایت خطرناک اور بے انتہا نقصان دہ ہونے کے علاوہ گران مصارف کا باعث بھی ہوتی ہے اس کا سب سے بڑا ضرر یہ ہے کہ ابتدائے مرض میں والدین بچّے کے علاج پر توجہ نہیں کرتے۔ اور یہ سمجھ کر کہ یہ تکلیف دانتوں کے سبب سے ہے۔ اس کے دفاع و علاج سے غافل ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ مرض میں اس درجہ اضافہ ہو جاتا ہے کہ بچے کی جان معرض خطر میں آجاتی ہے۔ ذہنی کوفت اور وقت اور روپیہ کی بربادی اس کے علاوہ ہے۔

یہ وہم کچھ ہندوستانیوں ہی سے مخصوص نہیں۔ تمام متمدن و غیر متمدن ممالک و اقوام میں ہمیشہ یہ خیال رہا ہے کہ دانت کاٹنے کا زمانہ ہر قسم کے امراض اور ہر نوع کے عوارض کا حامل ہوتا ہے۔ نیم حکیموں نے اپنی تشخیص کے نامکمل ہونے کے باعث اور علاج میں ناکامی کی شرم کو چھپانے کے لئے اس وہم کی اس قدر اشاعت کی ہے کہ اب امیر و غریب جاہل و عالم سب یہی سمجھتے ہیں کہ بچپن کے تمام امراض کا واحد سبب دانت نکلنا ہے۔

ہمارے پاس ہر روز بیسیوں مائیں اپنے بچوں کے علاج کے لئے آتی ہیں۔ اور سب ان کی بیماری کا سبب دانت کاٹنا ہی بتاتی ہیں۔ مرض کے علاج کا اہم جزو رفع سبب ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر بیماری کا سبب دانت کاٹنا ہو تو ازالہ مرض کا امکان نہ ہو۔ کیونکہ دانت نکلنا قدرتی فعل ہے اور اس کا روکنا ناممکن ہے۔

دانت نکلنا ایک قدرتی اور فطرتی عمل ہے۔ اس کی وجہ سے بچّے کا کسی قسم کی مصیبت اور تکلیف میں مبتلا ہونا قدرت کی منشا کے منافی اور فطرت کے اصول کے خلاف ہے۔ فی الحقیقت تندرست بچّے کے لئے دانت کاٹنا اتنا ہی آسان اور اسی قدر سہل ہوتا ہے جتنا اس کے بالوں اور ناخنوں کا اگنا۔

کسی زمانہ میں اطبا بھی اس مغالطہ میں مبتلا تھے۔ اور وہ تمام امراض جن کا نام لیا گیا ہے۔ اور ان کے علاوہ کئی اور

بیماریوں کے پیدا ہونے کا الزام دانتوں ہی پر رکھا جاتا تھا۔ مگر علم اور تجربے کی وسعت کے ساتھ ساتھ اس غلط فہمی کا ازالہ ہوتا گیا۔ اور ان امراض کی فہرست مختصر ہوتی گئی۔ یہانتک کہ آج ہمارا یہ نظریہ ہے کہ دانت نکلنے سے بیماریاں نہیں ہوتیں اور دانت نکلنے کے زمانہ میں جو بیماریاں بچے پر آتی ہیں ان کے اسباب اور ہوتے ہیں۔ البتہ وہ بچے جن کی خوراک غیر قدرتی یا بے قاعدہ ہونے کے باعث ان کی عام صحت ناقص ہو۔ ان کو دانت کاٹتے وقت چند معمولی اور نہایت خفیف تکالیف کا سامنا ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ مسوڑے ذرا متورم ہو جاتے ہیں۔ منہ میں کہیں کہیں چھالے نکل آتے ہیں یا خفیف سی بدہضمی ہو جاتی ہے۔ اور وہ بھی اس وقت جب دانت مسوڑے کے نیچے پھنسا ہوا ہو ان کے علاوہ جو مرض بھی بچہ پر آئے۔ اس کا سبب کچھ اور ہوتا ہے جس کے ازالہ کے لئے اپنے ڈاکٹر کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

بہت سی بیماریاں ہاضمہ کی بے قاعدگی سے ہوتی ہیں۔ اس حقیقت سے انکار نہیں ہوسکتا۔ کہ ہندوستان میں بچہ کی عمر کے پہلے دو برس میں خوراک کی جتنی بے قاعدگی ہوتی ہے اتنی کسی اور عمر میں نہیں ہوتی۔ جس جاندار کو خوراک وقت معینہ پر نہ ملے۔ اس کا ہاضمہ درست اور اس کی صحت نہیں رہ سکتی۔ بچہ اس قاعدہ کلیہ سے مستثنیٰ نہیں۔ عام مائیں پابندی وقت کا کچھ خیال نہیں کرتیں۔ جہاں بچہ رویا۔ اس کے مُنہ میں دودھ ٹھونس دیا۔ جو بچے اپنی ماؤں کی غلط فیشن پرستی کے سبب یا ان کی صحت کی کمزوری کے باعث اپنی قدرتی خوراک یعنی ماں کے دودھ سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ان کی کیفیت اور بھی قابل رحم ہوتی ہے۔ گائے۔ بھینس۔ بکری۔ ان میں سے کسی کا دودھ بھی بہ تمام و کمال اپنے اندر وہ خاصیات و خواص نہیں رکھتا۔ جو ماں کے دودھ میں ہیں۔ اس پر مستزاد اس دودھ کی تیاری کے صحیح طریقے سے ناواقفیت اور پھر پلانے میں بے قاعدگی۔ یہ ہیں صحیح اسباب بچہ کے سوء ہضم کے۔ اور اس سوء ہضم کی بڑی بڑی علامات ہیں قے۔ اسہال۔ ہچکیں وغیرہ بالعموم چھ ماہ کی عمر میں دانت نکلنے شروع ہوتے ہیں۔ کبھی بجلد کبھی بدیر۔ دوسرے سال کے اختتام یا تیسرے سال کی ابتدا میں ان کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ تندرست بچوں کے دانت بغیر تکلیف کے نکلتے ہیں۔ لیکن جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ کبھی کبھی مسوڑوں پر خفیف سی سوجن آجاتی ہے۔ منہ سے رال بہتی ہے۔ بے چینی اور شاذ حالات میں بے خوابی اور معمولی سی حرارت بھی ہو جاتی ہے۔ ان سب کا دفاع اور علاج بڑا آسان ہے۔

**دفاع**:۔ تندرست ماں کا تندرست دودھ۔ کھلی اور تازہ ہوا۔ دھوپ۔

**علاج**:۔ ایک ہلکا سا مسہل دیں۔ یعنی کیسٹر آئل کا ایک چمچہ۔ اکثر اوقات اتنا ہی کافی ہوتا ہے۔ بچہ کو پھل کھلائیں۔ اس سے دانت کے نکلنے میں آسانی ہوتی ہے۔ منہ کو صاف رکھیں۔ اور اگر منہ کے اندر سوزش یا چھالے ہوں تو خالص گلیسرین لگائیں۔ اگر اسہال۔ بخار۔ کھانسی یا کوئی دوسرا مرض ہو تو یہ خیال نہ رہے کہ دانتوں کے باعث ہے۔ اپنے ڈاکٹر سے مشورہ کریں۔

# دردِ سر

از محترمہ الحفیظ

دردِ سر کے کئی اسباب ہیں۔ ان میں دو سب سے بڑے ہیں۔ پہلا معدے کی خرابی یعنی ہاضمہ کا ٹھیک نہ رہنا۔ دوسرا سبب دماغ اور آنکھوں سے ضرورت سے زیادہ کام لینا۔

دونوں میں فرق معلوم کرنے کے لئے:۔ پہلی قسم کا دردِ سر صبح کے وقت بہت شدید ہوتا ہے۔ اور جوں جوں دن بڑھتا جاتا ہے اس میں کمی واقع ہوتی جاتی ہے۔ یہ ایک ہلکا جلاب لے لینے سے جاتا رہتا ہے۔ دوسرے قسم کا دردِ سر جو آنکھوں اور دماغ پر زیادہ بوجھ ڈالنے سے واقع ہوتا ہے عام طور پر دن ڈھلے ہوتا ہے۔ خاص طور پر پڑھنے کے بعد یا سینما وغیرہ دیکھنے کے بعد یا دھوپ میں چلنے کے بعد اس قسم کا دردِ سر چند گھنٹہ آرام کر لینے یا سو جانے کے بعد جاتا رہتا ہے۔

بعض بیبیوں کو دردِ سر کی شکایت ہمیشہ رہتی ہے۔ ان کو قبض کی شکایت نہیں ہوتی لیکن لکھنے پڑھنے کا تھوڑا سا کام کرنے سے بھی یا آنکھوں پر زیادہ روشنی پڑنے سے درد ہونے لگتا ہے اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کی آنکھوں میں کچھ خرابی ہو گئی ہے اور آنکھ کی اندرونی پتلی کو اس قدر خوراک نہیں ملتی جتنی اسے ضرورت ہے۔ یا آنکھ اس قدر کام برداشت نہیں کر سکتی جتنی اسے کرنی چاہئے۔ تیز روشنی رات کو سینما وغیرہ دیکھنا ان کے لئے مضر ہوتا ہے۔ سو میں سے اٹھانوے حالتوں میں اس قسم کی شکایت چشمہ کے استعمال سے جاتی رہتی ہیں۔ اس گہما گہمی اور روشنی کے زمانہ میں چشمہ کا استعمال ضروری گنا گیا ہے۔

بعض بیبیاں اعتراض کرتی ہیں کہ ہماری دادی اماں کے زمانہ میں تو کسی نے چشمہ کا نام بھی نہ سُنا تھا۔ اور اس زمانہ کی آنکھیں بڑھاپے تک خوب کام کرتی تھیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس زمانے میں بجلی کی تیز روشنیاں سینما کی متحرک اور متکلم تصاویر نہ تھیں آنکھوں کو ان تیز اور تند روشنیوں سے واسطہ نہ پڑتا تھا۔ یا یوں کہو کہ وہ زمانہ سادگی اور آرام کا زمانہ تھا۔ لیکن اس کے برعکس زمانہ حال! اس کے کہنے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ خود جانتی ہیں۔ اسی لئے تو میں کہتی ہوں کہ ان تیز تیز روشنیوں کے مقابلہ کے لئے ہی آنکھوں کی حفاظت کے طور پر چشمہ ایجاد ہوا۔

جب آنکھیں دُکھنی شروع ہوں یا سوجن ہو جائے تو اس بات کو ذہن نشین کر لو کہ یہ سب کسی چیز کے آنکھ میں گرنے یا پڑنے کی وجہ سے ہوا ہے۔ مثلاً ریت کا کوئی باریک ذرہ یا کوئی چھوٹا سا مچھر یا زہریلا کیڑا آنکھ میں

گھس گیا ہے۔ جب ایسا موقع پیش آئے تو آنکھ کے اوپر کے پپوٹے پر باریک پینسل رکھ کر پپوٹے کو اس پر الٹ دو اور اس ذرّے یا کیڑے کو تلاش کرو۔ اگر مل جائے تو اس کو کسی باریک برش سے یا صاف رومال کا کونا بٹ کر اس کی لمبی سلائی سی بنا کر اس سے نکال ڈالو۔ اور آنکھ کو فوراً بورک ایسڈ کے گرم سلوشن سے دھو ڈالو۔ اگر کوئی ذرّہ وغیرہ نہ ملے تو آنکھ کو دن میں کئی دفعہ دھو ڈالو۔ دھونے میں ایک عام غلطی جو کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ پانی میں بورک ایسڈ ضرورت سے زیادہ ملا لیا جاتا ہے۔ جس کے استعمال سے آنکھوں میں کھجلی سی ہونی شروع ہو جاتی ہے مناسب ہے کہ آنکھوں کا معائنہ کراؤ اگر نظر میں کوئی فرق معلوم ہو جائے عمدہ قسم کی عینک کا استعمال شروع کر دو۔ دردِ سر جو کہ روشنی میں زیادہ پھرنے یا پڑھنے لکھنے سے ہوتا ہے بالکل جاتا رہے گا۔ احتیاطاً اس بات کی رکھو کہ عینک اچھے قسم کی اور بالکل صحیح نمبر کو استعمال کرو۔ چھ ماہ بعد آنکھوں کا پھر معائنہ کراؤ۔ اگر نمبر میں فرق آگیا ہو تو اسی عینک کو استعمال کرنے کی غلطی ہرگز نہ کرو۔ بلکہ نئے نمبر کی عینک فوراً بدل ڈالو۔

# گذرے ہوئے دن

سکھی! وہ دن کہاں گئے۔ جب ہم سنہرے خواب دیکھا کرتے تھے۔ اب وہ شیریں نغمے سنائی دیں گے نہ وہ شفقت بھری آوازیں۔ رسیلی باتوں کی مٹھاس رفتار وقت نے چوس لی۔ آہ! وہ باتیں خواب وخیال ہو گئیں جب ہم توت کے سائے میں چاند کی کرنوں کے ساتھ چھم چھم کھیلا کرتے تھے۔ وہ گھنے درخت بوڑھے مزدوروں نے کاٹ ڈالے جن پر کوئل کوکتی تھی۔ پپیہا راگنی الاپتا تھا۔ خوبصورت بھونرے کہیں دور مقاموں میں اڑ گئے۔ فاختہ بھی اپنا گھونسلا چھوڑ گئی۔ اب وہاں کھیتوں میں ہل چلائے جاتے۔ اور کسانوں کے کثیف جھونپڑے دکھائی دیتے ہیں۔ اُس راہ گیر کی بانسری کا پُر زور نغمہ اب ہماری سمجھ میں آگیا ہے۔ سکھی! وہ دن کس قدر جلدی گذر گئے۔ اب ہم غمگین ہیں۔ آہ! غم کی دل سوز باتیں۔ ہماری رنگین روحیں پس مردہ پھولوں کی طرح مرجھا گئیں ہیں۔ اب ہم افسردہ ہیں۔ موسم خزاں کے بچھڑے پتوں کی طرح وہ تمام ساتھی جو بچھڑ گئے آہ! اب پھر نہ ملیں گے۔ وہ گذرے ہوئے دن افسوس اب واپس نہ آئیں گے!

ایس۔ بی۔ طاہرہ

جب آپ کا پتہ تبدیل ہو تو خریداری نمبر کے حوالہ سے ہمیں فوراً اطلاع دید یجئے تاکہ رسالہ ہمیشہ آپ کو ٹھیک وقت پر ملتا رہے۔

منیجر

# سفری رائٹنگ کیس

یہ سفری رائٹنگ کیس جس کی پوری شکل نیچے دکھائی گئی ہے نہایت کارآمد اور آرام دہ چیز ہے۔ سفر میں اس سے خاصا آرام ملتا ہے۔ خوبی یہ ہے کہ چمڑے کے اٹیچی کیسوں اور نہایت گراں ہینڈ بیگوں سے کم قیمت ہے۔ بہت تھوڑی لاگت سے ہر لڑکی اس کو اپنے استعمال کے لئے گھر پر آسانی سے بنا سکتی ہے۔

سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ فلسکیپ پیمانہ (جو ایک اسٹینڈرڈ پیمانہ ہے) کے کیس کے لئے کیا سامان درکار ہوگا:۔

وصلی کا ایک تختہ۔ تقریباً ایک یا سوا سیر وزن کا۔ کریٹون۔ (ایک پھول دار کپڑا) زیادہ سے زیادہ ۱½ گز۔ برائے اندرونی جیب وغیرہ (۱) ایک تختہ موٹے دبیز کاغذ کا۔ (خواہ کسی رنگ کا ہو) (۲) استر کے لئے کوئی مضبوط کپڑا۔ آدھ یا پون گز۔ ایک اچھے رنگ کے موٹے چمڑے کی پٹی۔ ½۵ انچ لمبی۔ پون انچ چوڑی۔ برائے ہینڈل۔ یا تیار شدہ ہینڈل جیسا کہ چمڑے کے اٹیچی کیسوں اور سوٹ کیسوں نیز لوہے کے ٹرنکوں میں لگا کرتا ہے۔ یہ ٹرنک یا چمڑے کا سامان بیچنے یا بنانے والوں کی دوکانوں پر آسانی سے مل سکتا ہے یا کسی پرانے ٹرنک کا نکلوا کر لگایا جا سکتا ہے۔

لکڑی کا ایک چوکٹا (فریم) جو کم از کم ½ یا پون انچ موٹا اور اتنا لمبا و چوڑا ہونا چاہئے جتنا کیس ہے۔ ½ درجن برجٹ کم از کم۔ دو سوت قطر اور تین سوت لمبائی کے۔ برائے جڑائی ہینڈل۔ جیسا کہ قاعدہ ہے کہ کیس اس چیز سے جس کے لئے وہ بنایا جاتا ہے ایک یا دو انچ بڑا رکھا جاتا ہے۔ اس لئے فلسکیپ پیمانہ کی اسٹیشنری کے واسطے کیس کا پیمانہ یہ ہوگا ¼۱۴" × ۱۰" × ½۲"۔

وصلی کے تختہ میں سے ایک تختہ اس پیمانہ کا تراشنا چاہئے ½۲۱" × ۱۷"۔ پھر اس تختہ پر شکل نمبر ۲ کے مطابق خاکہ بناؤ۔ یاد رہے کہ ہر ایک حصہ کا وہی ناپ ہونا چاہئے جو خاکہ میں درج ہے ورنہ ہیکل میں فرق پڑ جائے گا۔ زائد حصے اور کونے کاٹ کر پھینکدو۔ اب خاکہ کی تمام لکیروں پر سوتالی یا کوئی دوسرا نوک دار اوزار مثلاً چاقو یا ناخن تراش یا ذرا ہاتھ دبا کر چلایا جائے تاکہ لکیریں گہری ہو جائیں اور وصلی آسانی سے موڑی جا سکے۔ موڑنے سے قبل یہ لکیریں پانی سے نم کر دی جائیں تاکہ ان کی جگہ نرم ہو جائے۔ تھوڑی دیر بعد اس خاکے کی چاروں باڑھیں احتیاط سے اوپر کی طرف موڑ کر اٹھا لو اور ایک تسمہ سے لپیٹ دو تاکہ پھیل نہ سکیں چاروں کونوں کے جوڑوں پر مضبوط کپڑے کی دستی چپکا دو۔ اس کے بعد لکڑی کا چوکٹا بھی مضبوط سریش سے ہیکل کے گھیرے پر چپکا دو اور کونوں پر ایک ایک کیل بھی جڑ دی جائے تاکہ چوکٹا اپنی جگہ پر مستقل طور سے جما رہے۔ اب ہیکل تیار ہو گئی اس کو خشک ہونے کے لئے الگ رکھ دو اور اس کا

ڈھکن تیار کرو۔ ڈھکن کاٹنا زیادہ وقّت طلب کام نہیں ہے۔ آسانی کے ساتھ کاٹا جا سکتا ہے۔ اس بات کا خیال رہے کہ یہ ہیکل پر بالکل ٹھیک آ جائے۔ اس کے بعد اس کے نیز ہیکل کے تمام کنارے ریگ مال نمبر ۱ سے گھس کر صاف اور برابر کر دیئے جائیں۔

اب ہیکل پر کریٹون منڈھنا چاہیئے۔ اس مقصد کے لئے بہت عمدہ میدے کی لئی پکائی جائے جو نہ بہت سخت یعنی گاڑھی ہو اور نہ بہت پتلی۔
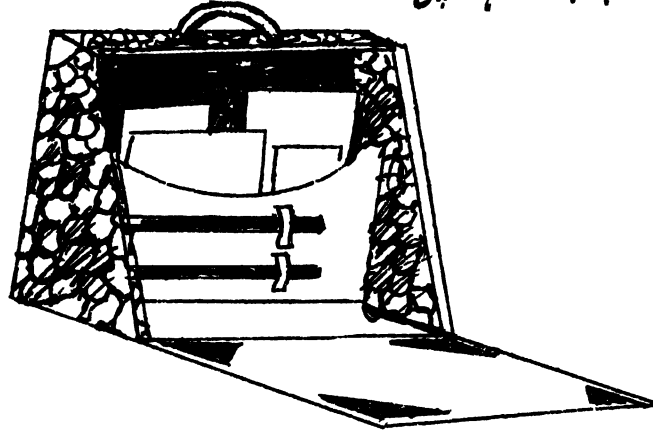
بلکہ اوسط درجہ کی ہونی چاہیئے نیز اچھی طرح پکی ہوئی ہو۔ گٹھلی دار اور کچّی لئی مضبوط نہیں ہو گی نہ کیس میں صفائی آئے گی۔ کریٹون ہیکل کے اُوپر نیز اندر باڑھوں پر بھی چپکایا جائے گا۔ اس لئے کریٹون کا خاکہ اتنا بڑا کاٹنا چاہیئے کہ وہ ہیکل کے اوپر چاروں باڑھوں اور پیندے پر چپک کر اندر کی طرف بھی مُڑ کر باڑھوں پر چپک جائے۔ کپڑے کا خاکہ کاٹنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ یہ اسی شکل کا کاٹا جائے گا جس طرح ہیکل کا کاٹا گیا تھا۔ البتہ فرق صرف اتنا ہو گا کہ کپڑے کے خاکے کے کونے صرف نصف نصف کاٹے جائیں گے۔ نصف کونے ہیکل کے کونوں پر موڑ دیئے جائیں گے۔ خاکہ کاٹ کر ہیکل پر صفائی سے چپکا دیا جائے۔ چپکانے کے دوران میں سب جگہ کو بلاٹنگ کاغذ سے دباتے جائیں۔ کنارے موڑ کر اندر کی طرف چو کھٹے کے نیچے چپکا دیں۔ اس بات کا بھی خیال رکھیں کہ کپڑے پر شکن یا جھول نہ پڑنے پائے۔ اندرونی پیندے پر استر کے کپڑے میں سے جو ابھی تک الگ رکھا ہے اس کے پیمانے کے مطابق کاٹ کر چپکا دیں۔ چپکانے سے پیشتر کپڑے کے چاروں کنارے موڑ دیئے جائیں۔

ڈھکنا پر منڈھنے کے لئے کپڑا اس سے کچھ بڑا کم سے کم $\frac{1}{2}$ انچ زائد کاٹنا چاہیئے۔ نیز پیچھے کی طرف سے $1\frac{1}{2}$ انچ زیادہ کاٹیں کیونکہ اس طرف سے ڈھکن ہیکل سے مستقل طور سے ملانے کے لئے سلائی کی جائے گی۔
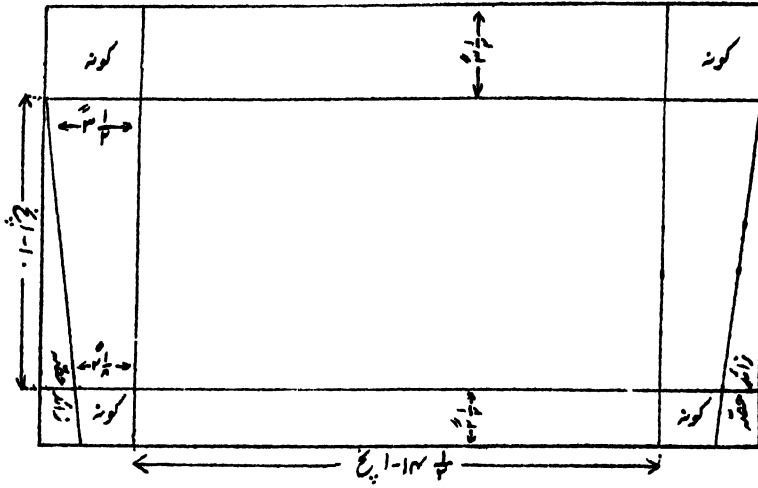
شکل نمبر۲

شکل نمبر۳

ڈھکنا چونکہ بلاٹنگ پیڈ کا بھی کام دے گا اس لئے اب اس تختہ کو اپنے سامنے اس طرح رکھو کہ اس کی اُلٹی سطح تمہارے سامنے رہے۔ اس کے چاروں کونوں پر کریٹون میں سے چار عدد تکونے ٹکڑے کاٹ کر اور ان کو تینوں طرف سے بقدر ½ اِنچ موڑ کر چپکا دو۔ کونوں کے دونوں طرف چوتھائی چوتھائی اِنچ جگہ چھوڑ دینی چاہیئے۔ اگر یہ خواہش ہو کہ کونے سخت ہوں تو پہلے کپڑے کے ان تکونے کونوں کی الٹی طرف موٹا دبیز کاغذ چپکا لیا جائے۔ بینز پیڈ یا ڈھکن کی خالی سطح پر کوئی معمولی سفید کاغذ چپکا دیا جائے۔ بعد ازاں ڈھکن کو کسی ہموار جگہ دبا کر خشک ہونے کے لئے رکھ دیا جائے۔
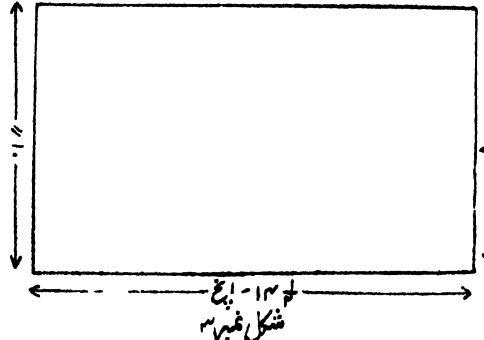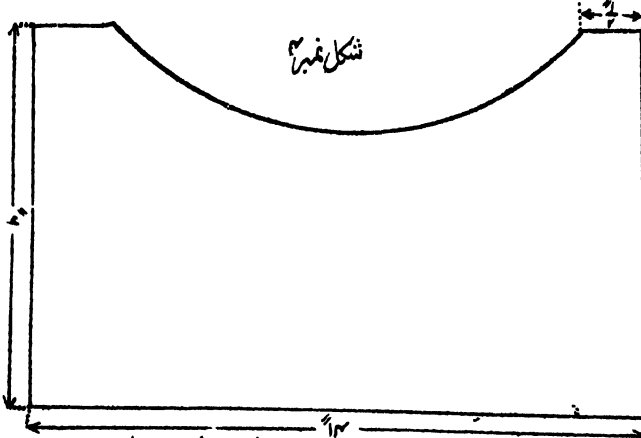
شکل نمبر۴

اب ہیکل کے اندر دو جیبیں لگانی چاہئیں جن کے اندر لفافے خطوں کے پیڈ پوسٹ کارڈ وغیرہ رکھے جائیں گے۔ جیبوں کے لئے پہلے کاغذ کے دو خاکے کاٹے جائیں جو شکل نمبر ۴ کے مطابق ہونے چاہئیں۔ ان میں سے ایک خاکہ چھوٹا ہوگا اور دوسرا اس سے کسی قدر بڑا۔ بہرحال دونوں جیبوں کی چوڑائی علی الترتیب ۵ و ۶ اِنچ ہونی چاہیئے اور لمبائی اتنی ہی ہوگی جتنی ہیکل کی ہے یا اس سے ½ کم۔ کاغذ کے خاکے کاٹ کر ان پر استر کا

کپڑا بھی صفائی سے چپکا لینا چاہئے۔ پھر ان جیبوں کو ایک دن کے لئے کسی وزنی چیز کے نیچے دبا کر رکھ دیں تاکہ وہ بالکل سوکھ جائیں۔ بعدازاں وصلی کی ۴ عدد پٹیاں جن میں سے دو ۶- اِنچ لمبی اور دو ۵- اِنچ اور تقریباً ½ اِنچ چوڑی ہوں کاٹنی چاہئیں اور دو پٹیاں ۱۳- اِنچ لمبی اور ½ اِنچ چوڑی کاٹیں۔ اب جیبیں ہیکل کے اندر پیندے پر چپکانی چاہئیں۔ اس مقصد کے لئے وصلی کی دو بڑی ۶- اِنچ والی پٹیاں ہیکل کے دائیں بائیں سریش سے چپکا دیں اور ۱۳- اِنچ والی پٹی نیچے۔ اب اس کا گھیرا ایسا ہو جائے گا جیسا کہ شکل نمبر ۵ میں دکھایا گیا ہے۔ ۶ اور ۵- اِنچ والی پٹیوں کو قدرے گاؤدُم کر دیا جائے۔ جیسا کہ شکل نمبر ۵ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ بڑی جیب کی اُلٹی طرف دائیں بائیں دونوں کناروں پر نیز نیچے کنارے پر سریش لگا کر ان پٹیوں پر چپکا دیں۔ اسی طرح باقی دو چھوٹی پٹیاں بھی بڑی جیب کے دائیں بائیں اور لمبی پٹی نیچے چپکائیں اور جس طرح بڑی جیب چپکائی گئی ہے اسی طرح چھوٹی جیب بھی چپکا دیں مگر چھوٹی جیب چپکانے سے پیشتر اس کی سیدھی طرف دائیں بائیں کسی قسم کے ٹکڑے اگر ممکن ہو اِلاسٹک ربن سوئی سے ٹانک دیں جن میں پنسل اور فاؤنٹین پین رکھے جائیں گے دیکھو مکمل رائٹنگ کیس میں۔
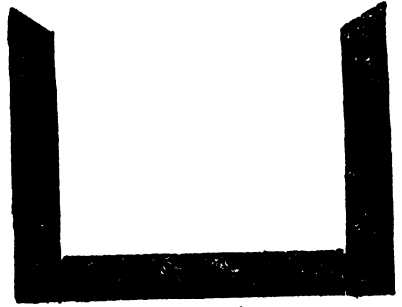
شکل نمبر ۵

ڈھکنے ہیکل سے جوڑنے سے قبل ہیکل کی آگے کی باڑھ میں ہینڈل لگا لینا چاہئے۔ باڑھ میں پہلے سوراخ کریں۔ ہینڈل کے کونے پلیٹوں (جو ہینڈل کے ہمراہ آتی ہیں) میں داخل کر کے پلیٹیں سوراخوں پر رکھیں اور ان میں رِوٹ لگاویں۔ روٹ کی ڈنڈیاں ہیکل کے اندر نکل آئیں گی ان کو چیر کر ٹھونک دیں۔ اب ڈھکن ہیکل پر رکھ کر وہ کپڑے کی ایک پٹی جو ڈھکن سے زائد لٹک رہی ہے دُہری کر کے ہیکل پر چپکا دیں اور خشک ہونے پر موٹے سوئی تاگے سے مضبوط سلائی کر دیں۔ سلائی کے لئے اُسی رنگ کا تاگا استعمال کیا جائے جس رنگ کا کریٹون ہے۔ سلائی دُہری کی جائے یعنی ایک طرف سے سی کر پھر دوبارہ اُسی طرح سی لیں۔ گویا یہ مشین کی سی سلائی ہوگی۔ بعدازاں ڈھکن میں بلاٹنگ کاغذ کا ایک تختہ دُہرا کر کے لگا دیں۔

ڈھکنے کو بند کرنے کے لئے بجائے قفل یا کلپ کے ایک ڈیڑھ اِنچ چوڑا تسمہ استعمال کیا جائے جس میں بکسوا لگا ہونا چاہئے۔ یہ تسمہ یا اسٹراپ یا تو کریٹون میں سے ایک پٹی کاٹ کر اور اس کو دُہری کر کے سی کر تیار کیا جا سکتا ہے یا چمڑے کا تیار شدہ بازار سے منگوایا جا سکتا ہے۔ مگر کفایت شعاری کا تقاضہ یہی ہے کہ یہ تسمہ کریٹون میں سے ہی بنا لیا جائے۔ اب رائٹنگ کیس استعمال کے لئے تیار ہے۔ یہ سفر کے علاوہ مدرسہ کتابیں لی جانے کے لئے بھی بطور ہینڈ بیگ استعمال ہو سکتا ہے مگر آخرالذکر مقصد کے لئے کیس کے کونے کافی مضبوط ہونے چاہئیں اور اس میں بہت وزنی کتابیں یا اشیاء نہ رکھی جائیں۔

جعفری

# چھوٹی بچیاں جوانوں سے عقلمند

ایسٹر کا تہوار گھر گھر منایا جا رہا تھا۔ برف پر چلنے والی گاڑیوں کا سلسلہ ختم ہو چکا تھا۔ مگر میدان اور صحن برف باری کا ہنوز ثبوت دے رہے تھے۔ کہیں کہیں پانی سڑکوں سے نیچے زوروں پر گر رہا تھا۔ دو چھوٹی چھوٹی بچیاں اپنے اپنے مکان سے کھیلتی کودتی اتفاقاً اس گلی میں جو دو کھلیانوں کی دیواروں سے بنی تھی پہنچ گئیں۔ اس گلی میں ایک چھوٹا سا گڑھا تھا جس میں پانی نہیں کھلیانوں سے آ آ کر جمع ہو گیا تھا۔ ان بچیوں میں ایک بالکل ہی ننھی تھی اور دوسری کچھ بڑی۔ ان کی ماؤں نے دونوں کو نئے نئے کوٹ پہنا دیے تھے۔ ننھی بچی کا نیلا اور بڑی بچی کا زرد کوٹ تھا اور دونوں کے سر پر سرخ رومال بندھے ہوئے تھے۔ دونوں ابھی یہاں گرجے ہی سے نکل کر اکٹھی ہوئی تھیں۔ پہلے دونوں نے اپنے نئے نئے کپڑوں پر اظہار مسرت کیا۔ پھر کھیل میں مصروف ہو گئیں۔ کچھ دیر کے بعد دونوں نے ایک دوسرے کی طرف پانی کی چھینٹیں اڑانی شروع کیں۔ ننھی بچی چاہتی تھی کہ جوتے اور موزے پہنے ہی ہوئے گڑھے میں چلی جائے مگر بڑی نے اسے روکا اور کہا "سیلاشا یوں گڑھے میں مت جاؤ کہیں تمہاری ماں نے دیکھ لیا تو تمہیں ڈانٹیں گی۔ میں اپنے جوتے اور موزے اتارتی ہوں۔ اور تم بھی اپنے موزے اور جوتے اتار دو۔" دونوں نے ایسا ہی کیا اور پھر اپنا اپنا دامن اٹھا کر پانی میں ایک دوسرے کی طرف بڑھنے لگیں۔ جب پانی سیلاشا کے ٹخنوں تک پہنچ گیا تو وہ گھبرا کر بولی "اف! مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ اکلیا پیاری، کتنے گہرے میں آ گئی ہوں۔" "چلی آؤ۔ مت ڈرو۔ بس اب زیادہ گہرا نہیں ہے۔" اکلیا نے جواب میں کہا۔ جب دونوں قریب ہو گئیں تو اکلیا نے کہا۔ "دیکھو سیلاشا۔ پانی مت اچھالو۔ ہوشیاری سے چلو۔" اکلیا نے کہا ہی تھا کہ سیلاشا نے پاؤں کو پانی کے اندر زوروں سے جھٹکا دیا جس کی وجہ سے میلے پانی کی کچھ چھینٹوں نے اکلیا کی تمام قمیص کو ستیاناس کر دیا اور کچھ چھینٹیں آنکھوں اور ناک تک بھی جا پہنچیں۔ اس حرکت نے اکلیا کے غصہ کو بھڑکا دیا۔ اور وہ سیلاشا کو ایک چانٹا رسید کرنے کے لئے اس کے پیچھے لپکی۔ بیچاری سیلاشا گھبرا گئی اور یہ محسوس کر کے کہ اس کی شرارت تھی جو اکلیا کی خفگی کا باعث ہوئی۔ گڑھے سے نکل گئی۔ اور گھر بھاگ جانے کی ٹھان لی۔ اکلیا کی ماں اتفاق سے اسی وقت اسی گلی سے گذر رہی تھی اس کی نظر اکلیا کی قمیص اور آستین پر (جس پر ہنوز کیچڑ کے نمایاں دھبے موجود تھے) جا پڑی۔ بس اس کی خفگی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ گندی لڑکی! تو نے یہ کیا کیا؟ اس نے جھنجھلاتے ہوئے کہا۔ "شریر سیلاشا نے چھینٹیں ڈال دی ہیں۔" اکلیا نے جواب دیا۔ سننا تھا کہ اکلیا کی ماں نے سیلاشا کو پکڑا اور اس کی گردن پر ایک تھاپ جمایا۔ سیلاشا برداشت

نہ کر سکی اور خوب زوروں سے چلانے لگی تاکہ لوگ اس کی مدد کو پہنچیں۔ اس کی ماں دوڑی ہوئی پہنچی اور اس نے کہا: "ہائے، ہماری بچی کو کیوں مار رہی ہو" اور پھر غصہ سے سرخ ہو گئی۔ اس طرح باتوں ہی باتوں میں دونوں میں ایک جنگ چھڑ گئی۔ وہاں پر تماشبینوں اور محلہ والوں کی ایک بھیڑ لگ گئی۔ دونوں پارٹیوں کی طرف سے شور و غل میں کافی اضافہ ہو رہا تھا۔ مگر لڑنے والی ماؤں نے کسی ایک کی نہ سنی۔ لڑائی ہوتی رہی یہانتک کہ نوبت دھکّے سے لات گھونسے کے قریب پہنچنے والی تھی کہ اکلیا کی ضعیف نانی باہر آئی۔ اور درمیان میں پہنچکر چاہتی تھی کہ دونوں کو ٹھنڈا کردے۔ اس نے کہا: "کیوں مہربان۔ آپ لوگوں کا منشا کیا ہے؟ کیا آپس میں یہی سلوک جائز قرار دینا چاہیئے؟ اور وہ بھی ایسے مبارک دن۔ یہ دن اس لیے ہے کہ ہم لوگ اسے مسرت و خوشی میں گذاریں نہ کہ ایسی واہیات نادانی کی باتوں میں۔" مگر ان پر غصہ کا بھوت سوار تھا کچھ نہ سنی اور اس غریب کو ہٹ ہی جانا پڑا۔ اس ضعیفہ کی تدبیر رائیگاں گئی۔ مگر بچیوں کی باہمی صلح کرلینے کی تدبیر قابل داد ہے۔ جب دونوں عورتیں ایک دوسرے کو سخت سُست کہہ رہی تھیں تو اکلیا نے کیچڑ اپنے کپڑے سے علیحدہ کردی۔ اور پھر اسی گڑھے کے قریب جا کھڑی ہوئی۔ اُس نے پتھر کا ٹکڑا اُٹھایا اور اسی سے زمین کھرچ کھرچ کر ایک نالی بنانے کا ارادہ کیا تاکہ گڑھے کا پانی دور تک سڑک پر چلا جائے۔ سیلاشنا نے بھی فوراً ہی آکر اس کا ساتھ دیا اور ایک لکڑی کا ٹکڑا اٹھا کر اس سے نالی کھودنے میں مدد دی۔ جیسے ہی دونوں عورتیں آپس میں مار پیٹ کرنا چاہتی تھیں گڑھے کا پانی نالی سے ہوتا ہوا زوروں سے سڑک کی اس جانب پہنچ گیا جہاں وہ ضعیفہ کھڑی ہوئی جنگ کو دفع کرنا چاہتی تھی۔ لڑکیاں بھی پانی کے ساتھ دوڑیں۔ "سیلاشنا اسے پکڑو! پکڑو!" اکلیا نے چلّاتے ہوئے کہا۔ اور سیلاشنا کا یہ حال تھا کہ ہنستے ہوئے دوڑی جا رہی تھی۔ دونوں لڑکیاں بہت خوش خوش پانی پر بہتے ہوئے لکڑی کے ٹکڑے کے ساتھ دوڑی جا رہی تھیں۔ یہانتک کہ اس کے ساتھ ہی آدمیوں کی بھیڑ میں گھس پڑیں۔ اُس ضعیفہ نے دونوں پارٹیوں کو مخاطب کر کے کہا: "کیا تمہیں شرم نہیں آتی؟ تم ان کی وجہ سے لڑ رہی ہو اور یہ دونوں سب بھول بھال کر خوشی خوشی ساتھ کھیل رہی ہیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔ وہ تم سے عقل میں بدرجہا بڑھی ہوئی ہیں۔" وہاں جتنے آدمی کھڑے تھے سب ہی بغور لڑکیوں کو دیکھنے لگے۔ اور بیحد شرمندہ ہو کر اپنے ہی اوپر ہنستے ہوئے گھر واپس گئے۔

"جب تک تم ان بچیوں جیسے نہ ہو جاؤ۔ تم کسی طرح بہشت میں داخل ہونے کے مستحق نہیں۔"

(ترجمہ)

ایس۔ اے۔ فضل۔ بنگلوری

# ترک رسوم

اس طرح ہے قوم میں پابندی رسم فضول
جس سے محنت اور معاش دونوں میں ہوتا ہے طول

مرد کہتے ہیں کہ ہیں معذور ہم اس میں، مگر
اسکے الزامات ہیں سب طبقۂ نسواں کے سر

لاکھ سمجھاتے ہیں کرتی ہو یہ لغویات کیا
وہ جہالت سے سمجھتیں ہی نہیں اس کو ذرا

زر بھی ہو برباد اور پھر درد سر تم مول لو
کون سی یہ عقل ہے کچھ سوچ کر آخر کہو

ایسی رسموں سے تمہیں زیبا نہیں ہے رسم و راہ
جو کئے دیتی ہیں تم کو آئے دن کیسا تباہ

ترک تو تم نے وہ کیں باتیں جو تھیں اسلام کی
دین و دنیا میں بہر صورت تمہارے کام کی

اور کیا جاتا نہیں تکلیف دہ رسموں کو ترک
کاش کر بیٹھو کہیں تم ان بری باتوں کو ترک

ان بری رسموں کے پیچھے ہیں فرائض پائمال
تم الجھتی ہو ادھر رہتا نہیں ان کا خیال

ایسے لغویات میں گھر ہو گئے کتنے تباہ
بے زری سے زندگی کا ہو گیا مشکل نباہ

تجربے سے ان گنت پاتے ہیں ہم اسکی مثال
طول ہو تقریر میں چھیڑیں اگر وہ قیل و قال

عاقبت اندیش ہو بہنوں! تمہیں سوچو ذرا
وقت ان بچوں کی آجاتا ہے جب تعلیم کا

اس گھڑی ہوتی ہو مضطر فکر سے تم کس قدر
کیونکہ ان رسموں کے پیچھے تم تو کھو چکتی ہو زر

تم خدا کے واسطے رحم اپنے بچوں پر کرو
باز لغویات سے اے کاش تم اب بھی رہو

کیسی تم انجام بیں ہو کیسی ہو عالی خیال
مطلقاً جاتیں نہیں نظریں تمہاری تا مآل

وقت ہی نازک بہت فکریں ہیں ہر دم اس پاس
ہے وہ دور سخت یہ ہیں مرد جس میں بد حواس

میں نے ہمدردی سے کی یہ عرض تم کرنا معاف
قوم کا مخلص ہوں میں کہتا ہوں اس سے صاف صاف

مالی حالت قوم کی امداد ہے ایسی سقیم
جس کے صدمہ سے ہوا جاتا ہے دل اپنا دو نیم

سید امداد حسین امداد عظیم آبادی

# صحت درست نہ رہنے کے اسباب

رات کو جلد سونا صحت کے لئے نہایت مفید ہے۔ جو لوگ رات کو اوّل وقت عالم خواب میں مصروف ہو جانے کے عادی ہیں اُن کی صحت ہمیشہ ٹھیک رہتی ہے جسمانی اعضا بہتر حالت میں ہوتے ہیں چہروں پر رونق اور خوبصورتی پائی جاتی ہے۔ معدہ کی شکایت، کھانسی، ضعف بصارت، بھوک نہ لگنا، کمی خون، چہرہ پر بے رونقی جاگنے کی علامات ہیں۔ تمام دن طبیعت سُست اور کام سے اوچاٹ رہتی ہے۔ ان نقصانات سے ہمیشہ محفوظ وہی لوگ رہتے ہیں جو شب کو کافی وقت سوتے ہیں۔ ملازم پیشہ لوگ جن کو رات کو بھی کام کرنا پڑتا ہے وہ تو مجبور ہیں جیسے تار بابو۔ ریلوے ملازم۔ یہ لوگ ہمیشہ ان تمام شکایتوں میں گرفتار رہتے ہیں۔ لیکن ان کے علاوہ بھی بعض لوگ اپنی صحت سے لاپروائی کرتے ہیں اور خواہ مخواہ شب بیداری کرتے ہیں یعنی تمام رات کہانی کہنا۔ جاگنا باتیں کرنا۔ سونے والوں کی نیند میں مخل ہونا اور محفلوں جلسوں شادیوں میں گانا بجانا یا تھیٹر بائسکوپ سے ایک دو بجے آکر سو جانا اور دس بجے دن کے بیدار ہونا عین نحوست کے اطوار ہیں۔ صبح کے خوشنما وقت دل آویز نظاروں اور جاں فزا نسیم سحری کے جھونکوں سے یہ لوگ محروم رہتے ہیں۔ باغوں کی ہوا خوری۔ گلوں کی تازی تازی شمیم غنچوں کی گل چینی دل و دماغ کو معطر کرنے والے تمام قدرت کے بے بہا عطیے گویا ان کے لئے ہیں ہی نہیں۔ شب بیداری کی گپ شپ بے وقت جاگنا بے وقت سونا ان باتوں کے نقصانات کبھی دل و دماغ کی صحت درست نہیں ہونے دیتے اور انہی وجوہ سے جوانی میں بڑھاپا محسوس ہوتا ہے اور بچپن میں مریض بنجاتے ہیں اور بعض لوگوں کو تو یہاں تک دیکھا ہے کہ صبح اٹھکر دانت بھی نہیں مانجھتے اور منھ نہیں دھوتے ہیں اور یوں ہی چاء وغیرہ پی لی جاتی ہے۔ جو کچھ میل کثافت منھ کے اندر ہوتی ہے وہ سب پھیپھڑوں میں چلی جاتی ہے۔ آنتوں اور معدہ میں جاکر سل و دق کے کیڑے بن کر ہر قسم کی بیماریاں پیدا کرتی ہے۔ باسی کھانا کھانا۔ بازاری مٹھائیاں کھانا یہ تو عام بات ہے۔ خواہ ان بازاری کھانوں اور مٹھائیوں میں کچھ بھی ہو۔ بال پڑ گیا ہو مکھی پڑ گئی ہو۔ ذرا بھی طبیعت کو گھن نہیں آتی۔ اپنی آرام طلبی اور دلچسپیوں کی وجہ سے سب کچھ گوارا ہے۔ معصوم بچوں کی عادت اسی سے بگڑتی ہے اور تندرستی برباد ہو جاتی ہے۔

ایک خرابی اور ہے کہ برادری کی عورتوں۔ محبت والی سہیلیوں اور ہم جولیوں اور ہمسایوں سے میل و ملاقات کرنے اور اُن کی آمد و رفت اور باتوں کی وجہ سے خانہ داری کے فرائض ادا کرنے کی فرصت کہاں اور تربیت اطفال اور نگہداشت اولاد کی خبر کس کو رہتی ہے۔ بچے بے آرام بھر رہیں۔ بہن سہیلی سے باتیں کرنے میں محو مذاق ہو رہے ہیں قصّے کہانیاں بیان کی جا رہی ہیں۔ سامان بے ترتیب پڑا ہے۔ لباس و مکان سخت نفرت

، قابل ہے۔ خورونوش کا انتظام ہی نہیں۔ باورچی خانہ
، مطلب نہیں۔ صبح سے شام ہوگئی۔ کوئی پرواہ ہی نہیں
ہوک لگی دکان موجود ہے۔ منگایا۔ کھلایا کھالیا۔ ان
رتیقوں سے صحت کی بربادی اور تندرستی کی خرابی ہونا
یقینی امر ہے۔ صفائی رکھنے اور صحت کو درست رکھنے کیلئے
تندرستی قائم رکھنے کے لئے صرف کاہلی کو اپنے جسم سے
نکال دینا کافی ہے۔ وقت پر سونا وقت پر بیدار ہونا اقبال
دولت لیاقت کی نشانی ہے۔ جسم مکان۔ بستر لباس صاف
رکھنا تندرست اور خوش رہنے کے لئے ضروری ہے۔
مٹھائی کھٹائی جو کچھ نوش کرنا ہو وہ گھر میں تیار کرلینا
ہی بہترین اصول ہے۔

جلیلہ خاتون

# تارکشی کی لیس

یہ لیس نہایت کارآمد اور مضبوط ہوگی۔ اشیا ضروری لٹھا ہی
چالیس ہزار۔ ڈی۔ ایم۔ سی (نمبر ۱۲ اور نمبر ۸) یا ریل اچھے
کارلائل سنس اینڈ کو نمبر ۵۰ = ۴۰) جتنی لمبی لیس بنانا منظور ہو اتنی
لمبی چار انچ چوڑی پٹی پھاڑ کر دو دو انچ کپڑا دونوں طرف چھوڑ
کر جیسا کہ نقشہ الف سے ظاہر ہے نہایت صفائی کے ساتھ کپڑے
سے تار نکال لیجئے پھر نقشہ (ب) کی طرح کاڑھیئے ڈی۔ ایم۔ سی نمبر ۸ سے
اب دیکھئے نقشہ (ل) اور سوئی میں ڈی۔ ایم۔ سی نمبر ۱۲ پرو کر کپڑے کے نکلے ہوئے
تاروں پہ لپیٹ دیں۔ (نقشہ ن) کو مد نظر رکھکر دھاگے باندھیں اب نقشہ ج
کو دیکھکر گول نب کی بنالیں کناروں پہ جو ایسے نشان دونوں طرف
ہیں وہ ڈی۔ ایم۔ سی نمبر ۸ سے ٹانکے ڈالے گئے ایسی لکیریں جو ہیں وہ بھی اسی سے
کاڑھی گئی ہیں اب کناروں پر کروشیا سے تکمے بنا کر انمیں دھاگوں کی جھالر بنا لیجئے
جیسا کہ نمبر ۳ نقشہ سے ظاہر ہے اوپر کے تھوڑے سے تار نکالکر ہم بنالیں سنجیدہ اشرف

# آل انڈیا لیڈیز مسلم لیگ

مسلمان عورتوں کی پست حالت دیکھکر بیگم شاہنواز صاحبہ
کا خیال ہے کہ ایک آل انڈیا لیڈیز مسلم لیگ قائم کی جائے
جس کی شاخیں ہر بڑے شہر میں ہوں۔ اس کی سرپرست
بیگم صاحبہ بھوپال یا اور کوئی رئیسہ مقرر کی جائیں۔ میرے
خیال میں اس کا صدر دفتر لاہور موزوں ہوگا۔ لاہور کی
خواتین کو سب سے زیادہ اپنے حقوق طلب کرنے کی ضرورت ہے
کیونکہ پنجاب میں ترکہ تک نہیں ملتا اور لاہور سے بہت سے
اخبارات و رسالے نکل رہے ہیں ان سے بھی امید ہے کہ
مدد دیں گے۔ میں تمام ناظرین و ناظرات عصمت سے درخواست
کرتی ہوں کہ وہ اپنا اپنا خیال ظاہر کریں کہ آل انڈیا مسلم لیگ
قائم کرنی چاہیے یا نہیں۔ سال میں ایک بار کانفرنس کیطرح
اس کا جلسہ ہوا کریگا۔ ہر شہر سے نمایندہ وڈیلیگیٹ آیا کریں گے
ہر شہر میں ایک ایک سکرٹری کا تقرر کیا جائے گا۔ جو
مسلمان لڑکیوں و عورتوں کی تعلیم کی کوشش اپنے شہر
میں کریں گی۔ ممکن ہے کہ کوئی یہ کہے آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل
لیڈیز کانفرنس قائم ہے اب اس کی کیا ضرورت۔ لیکن اس
کانفرنس میں سب کارروائی انگریزی میں ہوتی ہے۔ عام مسلمان
عورتوں کو اس سے کوئی فایدہ نہیں ہوتا۔ اور وہ شریک
نہیں ہوتیں۔ رہی آل انڈیا مسلم لیڈیز کانفرنس
اس کا جلسہ ہوئے چھ سال ہوگئے۔

صغرا ہمایوں مرزا

تارکشی کی لیس
نقشہ الف
(ب)
(ج)
(د)

**چکن میں دوپٹہ کی بیل** آبرواں کے دوپٹہ پر کیجئے۔ لال دھاگہ سے یہ بیل کاڑھیں۔ اگر کالا و سفید دھاگہ سے کاڑھیں تو وہ بھی کچھ برا نہ ہوگا۔ ساری یا دوپٹہ پر بہت ہی خوبصورت چکن ہوگی۔ صفائی شرط ہے۔ امید کہ فن چکن دوزی کی ماہر بہنیں فوراً اس نمونہ سے اپنے دوپٹہ کو مزین کریں گی۔

نشاط افزا۔ کلکتہ
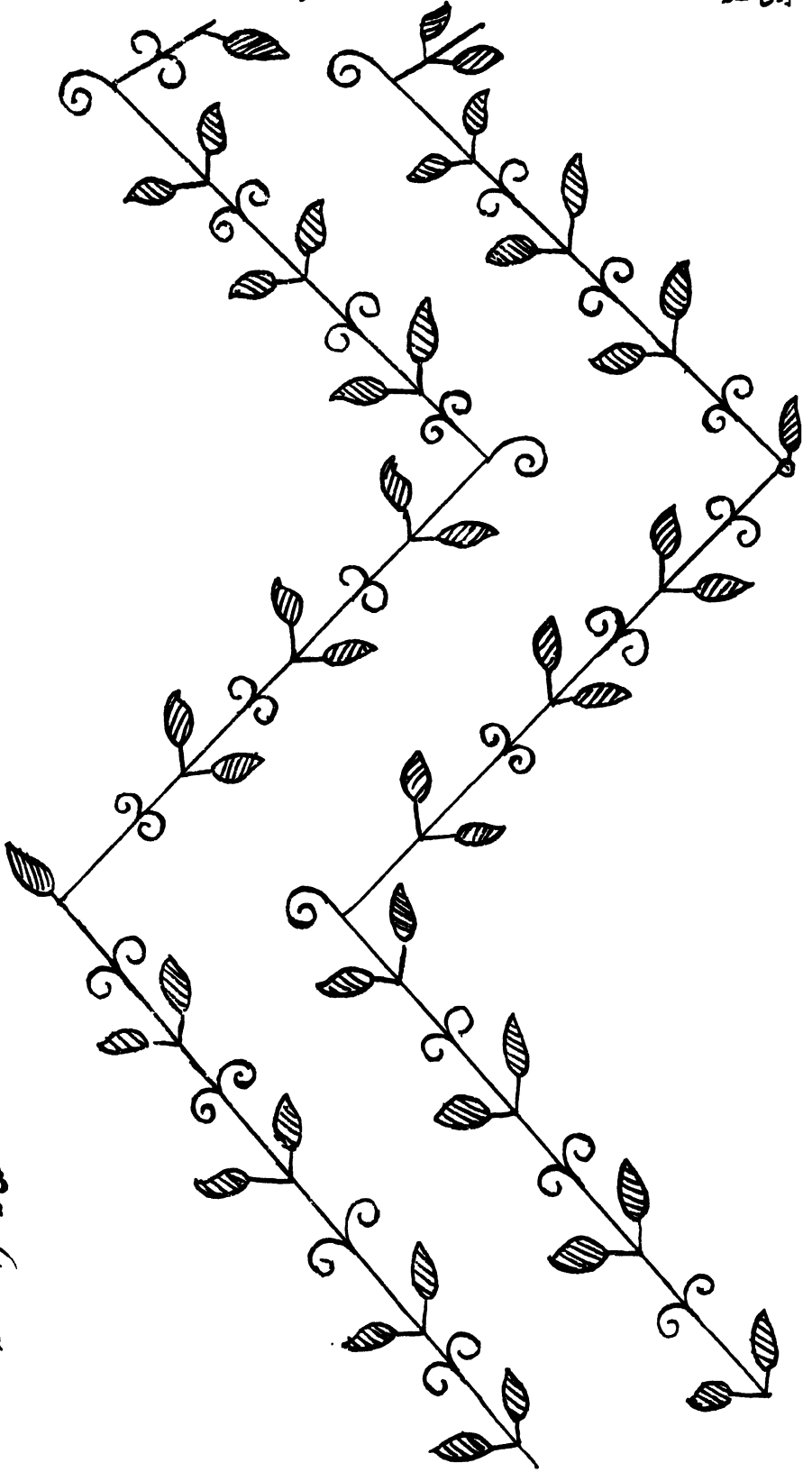
# بچوں کے لئے کوٹ نما سوئٹر

اشیا:- نمبر۱۰ کی لانبی سلائیاں ۲ عدد۔ ایک ہڈی کا کروشیا۔ اون حسب پسند ۱۲ تولہ۔ دوسرے رنگ کا ایک تولہ

ترکیب۔ سلائی پر پہلے ستر خانے ڈالو۔ پہلی قطار۔ تمام سیدھی بنو۔ دوسری قطار۔ پوری الٹی بنو تیسری قطار۔ پہلی قطار کے مانند بنو۔ چوتھی قطار۔ دو خانے اکٹھے لو۔ یعنی کہ ۴ کے دو۔ پھر اون سامنے لاکر ایک خانہ بناؤ۔ اسی طرح اون سامنے لا لاکر تین خانے بناؤ۔ یعنی کہ ۳ کے سات کرو۔ پھر ۲ خانے اکٹھے لا اسے چار خانے بنو کہ ۸ کے ۴۔ اب پھر اون سامنے لیکر ۳ کے سات کرو۔ پھر ۸ کے چار اسی طرح بن کر پوری سلائی ختم کرو۔ آخیر میں ۴ کے دو۔ یعنی چار خانوں کو دو مرتبہ اکٹھے دو بن کر ۱۰ کرو۔ پانچویں قطار دوسری قطار کے مانند بنو۔ چھٹی قطار پہلی قطار کے مانند بنو۔ ساتویں قطار۔ دوسری قطار کے مانند بنو۔ آٹھویں قطار چوتھی قطار کے مانند پھول دار۔

یہ چار قطار کا نمونہ ہوتا ہے کہ تین قطار سادی ایک قطار پھول دار۔ اسی طرح بن کر بڑھاتی جاؤ۔ یہانتک کہ دس انچ ہوجائے۔ ختم الٹی قطار پر کرو۔ اب پیٹھ کا حصہ ختم ہوگیا۔

گلا بنانا۔ خانوں کو تین حصوں میں تقسیم کرو بیچ میں صرف ایک زیادہ رہے۔ ادھر اُدھر دونوں جانب ۲۳۔۲۳۔ درمیان میں ۲۴۔ درمیان ۲۴ خانوں تک بن کر ۲۳ خانے لاؤ اور درمیان کے ۲۴ گلے کے لئے بند کردو۔ اور بنے ہوئے ۲۳ خانوں کو دوسری سلائی پر ڈالو۔ اب جو باقی ۲۳ خانے ہیں انہیں پر کام ہوگا۔ اب دس خانے ان ۲۳ خانوں کو بنکر گلے کی طرف یعنی اندر کی جانب بڑھاؤ۔ اب سلائی پر ۳۳ خانے ہونگے۔ صرف اسی سلائی کو بنو۔ یہانتک پورے سامنے کے حصہ کی لمبائی ۱۱ انچ ہوجائے اب ختم کرکے خانے بند کردو۔ اور دوسری طرف اون باندھ کر خانے گلے کی طرف بڑھاؤ جیسا کہ پہلے حصہ میں بنایا گیا ہے اس پر بھی اب ۳۳ خانے ہونگے اسی طرح بنکر سلائی ختم کرو۔ اور اسے بھی پہلے حصہ کی طرح بناؤ جب پورا اسی کے برابر ہوجائے تو بند کرکے اسی طرح خانوں کو بند کرو۔ اور اون مضبوط کرکے توڑ دو۔ اب سامنے کا اور پیچھے کا تمام حصہ تیار ہوگیا۔ صرف آستین باقی ہے۔ اسے برابر کرکے لپیٹ کر گول رکھ دو۔ اور اب آستین شروع کرو۔

آستین کے لیے۔ سلائی پر ۴۴ خانے ڈالو۔ اور وہی تین قطار سیدھی الٹی کے بعد نمونے کے مطابق کام کرو یعنی کہ جیسی بناوٹ کا پورا کوٹ بن چکی ہو۔ سات انچ کی آستین بناؤ۔ یا حسب ضرورت جسقدر بڑی کرنا مطلوب ہو بنائیں۔ دوسری آستین بھی ایسی ہی بنائیں پھر دونوں کو برابر کرکے سی ڈالیں اور پھر جو دوسرے رنگ کا اون ہے اسے کروشیا سے ہلیا چاہیں حاشیہ ڈالکر یا ڈک سے سی کر بنائیں بہت خوبصورت ہوتا ہے یہ کوٹ اور پھر تیار ہونے پر گلے اور آستین میں بن پڑو۔ سامنے بھی تین تین انچ پر دو بن باندھ دو۔ بیجئے کوٹ تیار ہوگیا۔

زبیدہ بیگم بنت مولوی عبدالوہاب صاحب

**بالوں کی صفائی** - بالوں میں کنگھی یا برش کرنے سے وہ خوبصورت معلوم ہونے لگتے ہیں۔ گرد و غبار دور ہونے کے علاوہ اس سے وہ بڑھتے بھی ہیں۔ کیونکہ اس سے جڑیں کھنچتی ہیں اور خون حرکت میں آتا ہے۔ بالوں کا برش ہمیشہ گرد و غبار سے پاک رکھنا چاہیئے۔ اسے ایسی جگہ بند رکھنا چاہیئے جہاں گرد نہ جا سکے۔ میلا برش استعمال کرنا خطرناک ہے۔ آئے ہفتہ میں دو بار دھونا چاہیئے۔ ہلکے ایمونیہ میں ڈبو کے دھو دینا چاہیئے۔ بھورے بالوں کو مندرجہ ذیل طریقے سے دھونے سے اُن کی آب قائم رہتی ہے۔ ایک انڈا خوب پھینٹو خواہ زردی ہی لو یا سفیدی زردی دونوں۔ اس کا اختیار ہے تین چھٹانک پانی ملا کے پھر خوب پھینٹو اور اس میں روزمیری Rosemary کے چند قطرے ملاؤ۔ اس مرکب کو چند بالوں میں خوب جذب کرو۔ اس کے بعد کل کے دھو ڈالو۔

**گردن کی سفیدی** - گردن عموماً میلی ہو جایا کرتی ہے اسے سفید رکھنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ گلیسرین اور لیموں کا رس مساوی تعداد میں لے کے ملائیں۔ کسی خوشبو کے چند قطرے اس میں اضافہ کریں اور رات کو سونے سے پہلے اسے گردن میں لگائیں صبح کو گرم پانی سے دھو ڈالیں۔ دو چار دفعہ ایسا کرنے سے گردن بالکل سفید ہو جائے گی اس کے یہ معنی نہیں کہ کالا رنگ سفید ہو جائے گا۔ بلکہ سانولے اور گورے رنگ کی گردنیں بُری معلوم نہ ہوں گی۔ سفید ہو جائیں گی اور بھلی معلوم ہوں گی۔

**کہنی کی بدنمائی** - کہنیوں کی کھال سخت اور کھردری ہو کے بانہوں کی خوشنمائی ملیامیٹ کر دیتی ہے اس جگہ کیسٹائل سوپ کسی چھوٹے سے نہانے کے برش سے رگڑیں۔ اس کا فایدہ یہ ہوگا کہ مردہ کھال اُتر جائے گی۔ اس کے بعد لیموں کا رس یا پروکسایڈ پنیڈاکر کے لگائیں تاکہ اس جگہ سفیدی آ جائے اور خشک ہونے دیں۔ اس کے بعد کولڈ کریم یا خالص روغن زیتون کی مالش کریں۔ کچھ دیر لگا رہنے دیں اس سے کہنی نرم و ملائم ہو جائے گی۔

**ابروؤں کا سنگھار** - آج کل خواہ مخواہ ابروؤں کے ساتھ چھیڑ خانی کر کے انہیں خراب کر دیا جاتا ہے ان کی قدرتی روش میں دخل نہ دینا چاہیئے اگر اُن کے قدرتی رُخ کو مدنظر رکھ کے ان میں ترمیم کی جائے تو وہ بڑی خوبصورت

معلوم ہوں گی۔ آنکھ کے اوپر کے نقشہ کو بگاڑا نہ جائے البتہ اکا دکا ناموزوں بال جن سے ابرو ویں بھی معلوم ہوں اکھاڑنے کا مضایقہ نہیں گھنی ابروؤں کو اکھاڑ اکھاڑ کے قدرتی شکل کے خلاف باریک بنانے سے چہرہ خوشنما ہونے کی بجائے بدنما معلوم ہونے لگتا ہے۔ اس کے بعد وچ ہیزل یا کوئی اور کھال تاننے والی دوا لگائیں۔ بورک ایسڈ کا چار فیصدی محلول اور وچ ہیزل آٹھ آونس مل کے نہایت عمدہ جلد تاننے والی دوا بن جاتی ہے۔

**بدبودار سانس۔** بعض آدمیوں کے بات کرتے وقت منہ سے بدبو آیا کرتی ہے۔ ان کے پاس کھڑا ہونا بھی دشوار ہو جاتا ہے۔ اس کا باعث معدہ کی خرابی یا دانتوں کے نقص ہیں۔ قبض دور کرنا چاہیئے اور ایسی غذا کھانی چاہیئے جو جلد ہضم ہو جائے اور جزو بدن بن سکے۔ دانتوں کو صبح اور رات کو خوب صاف کرنا چاہیئے۔ منجن یا مسواک یا برش سے ریخیں پاک صاف کرنی چاہئیں۔ زبان بھی رگڑ کے صاف کی جائے۔ تھائی مول Thymol سب سے اچھی چیز ہے۔ گو پروکسا بڈ بورک ایسڈ بھی منہ صاف کرنے کے لئے اچھی چیز ہے لیکن تھائی مول کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتی۔ سرد یا گرم پانی بوتل میں بھر کے تھائی مول کی ڈلی گھول لیں اور چند گھنٹے رکھی رہنے دیں اور وقتاً فوقتاً بوتل ہلاتے رہیں۔ جتنا پانی استعمال کے لیے نکالا جائے اور ڈالدیا جائے۔ اس کا غرارہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ اگر حلق میں چلا بھی جائے تو بے ضرر ہے۔ کیونکہ یہ تو آنتوں کی سمیت دور کرنے کے لئے پلایا بھی جاتا ہے۔

**جسم کی موزونیت۔** جسم کی موزونیت غذا پر منحصر ہے۔ اس سے یورپ کی عورتوں کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ موٹی عورتیں فاقے کر کر کے اپنے آپ کو دبلا کرتی ہیں۔ لیکن اس سے انہیں نقصان پہنچتا ہے۔ گردن لمبی لمبی سوکھی نظر آنے لگتی ہے۔ سینہ میں ہڈیاں نمودار ہو جاتی ہیں اور چہرہ پر کھنچاؤ سا معلوم ہوتا ہے۔ چاہیئے یہ کہ غذا کی طرف دھیان رکھنا چاہیئے۔ جسم کا گوشت غذا کی مقدار سے نہیں بڑھتا اور نہ گھٹتا ہے جس قدر کھانا ہضم کیا جا سکے وہ جزو بدن بنتا ہے دبلی عورتوں کو دودھ ملائی آلو اور مٹھائی کھانا چاہیئے۔ مٹھائی نقصان دہ نہیں بلکہ جگر کے لئے مفید ہے اور طبیعت بشاش ہوتی ہے۔ البتہ اعتدال مدنظر رکھنا چاہیے۔ موٹی عورت کو نشاستہ والی اور مرغن غذاؤں سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

دبلاپن اور موٹاپے دونوں کے لئے مالش مفید ہے۔ اگر گردن سینہ باہیں اور ٹانگیں دبلی ہو گئی ہوں تو رات کے وقت روغن زیتون گرم کر کے مضبوط گول حرکت سے ان حصوں پر ملنا چاہیئے۔ گردن کے نیچے گڑھے زیادہ گہرے ہوں یعنی دھگدھگی زیادہ گہری ہونے کی وجہ سے بدنما معلوم ہوتی ہو تو یہ ورزش کریں۔ باہیں کندھوں کے برابر بلند کریں اور ہاتھوں کو گردن کے پیچھے ایک دوسرے پر رکھیں۔ اب کہنیوں کو حتی الامکان آگے اور پیچھے کی طرف جھکائیں حتیٰ کہ کہ تھکن معلوم ہونے لگے۔ اس اثنا میں سر حتی الامکان سیدھا رکھیں۔

**پھول سکھانا۔** عام طور سے پھول سفید جاذب کے دو تختوں کے بیچ میں رکھ کے استری پھیر دینے سے سکھائے جاتے ہیں گو رنگ قائم رہتا ہے لیکن شکل بگڑ جاتی ہے۔ ہسپانوی طریقہ بہت اچھا ہے۔ ایک مرتبان میں مٹی کا ڈھیلا

رکھ کے پھول اس میں سیدھا گاڑ دیں پھر باریک بالوریت ہلکے ہلکے پتے خراب نہ ہوں ڈالیں حتیٰ کہ پھول بالکل اس سے گھر جائیں۔ اس طرح سے سوکھنے پران کا رنگ اور شکل مہینوں قائم رہتی ہے۔

## سردیوں میں بال

سردیوں میں بالوں کی رونق جاتی رہتی ہے بال گرنے بھی لگتے ہیں۔ سر میں خشکی کی بھوسی پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر احتیاط کی جائے تو یہ نقائص پیدا نہیں ہونے پاتے۔ بال کو گرنے سے روکنے کے لئے یہ مرکب طیار کرلیں۔ سلفیٹ آف کونین نصف ڈرام۔ روز واٹر (آب گلاب) چار اونس۔ بے رم دو اونس۔ ایک اونس بے رم میں کونین گھولیں۔ پھر باقی ایک اونس ملا کے روز واٹر ملائیں۔ خوب ہلا کے بوتل میں بند کر دیں۔ دو تین ہفتہ تک روزانہ رات کو اس مرکب کی مالش کیا کریں۔

بالوں کی خشکی خالص مچھلی کا تیل پینے سے دور ہو جاتی ہے ورنہ دن میں دو مرتبہ یہ مرکب لگایا کریں۔ سیس کوی کاربونیٹ آف امونیہ Sesqui carbonate of amonia نصف اونس۔ اسپرٹ آف روزمیری ½ پینٹ۔ روز واٹر ایک پینٹ۔ ایک دو ہفتہ بعد رات کو چندیا میں روغن زیتون خوب جذب کریں اور صبح کو خوب مل مل کے دھو ڈالیں۔ پانی میں سہاگہ کی ایک چمچہ ملالیں۔ تیل اپنے ساتھ خشکی کی بھوسی لے جائیگا۔ کنگھیاں برش کسی جراثیم کش مائع سے خوب صاف رکھیں اور میلا دوپٹہ نہ اوڑھیں ورنہ یہ مرض پھر پیدا ہو جائے گا۔

زیادہ چکنے بالوں کے لئے چار چمچہ رم میں نصف چمچہ آئل آف روزمیری ملائیں۔ خوب ہلا کے پھوار کرنے والی شیشی میں بند کر دیں۔ ہفتہ میں دو مرتبہ شیشی کے ذریعہ چندیا پر یہ مرکب خوب چھڑکیں۔ پھر کوئی صاف برش زور زور سے سر میں ملیں۔ بہت خشک بالوں میں رات کو خوب روغن زیتون لگائیں۔ پھر صبح دھوئیں۔ پھر انڈی کا تیل لگا دیں۔ جب تک تیل جذب نہ ہو جائے کنگھی یا برش نہ کریں۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ سبز صابن کی ٹکیہ پگھلائیں اور دو انڈوں کی زردی پھانٹ لیں۔ نصف چمچہ یہ ٹکیہ اس میں ملالیں۔ اور تھوڑا سا بارش کا پانی بھی ملائیں۔ اسے مل مل کے سر دھوئیں یہ چندیا کو طاقت دینے کے علاوہ بالوں کی خشکی بھی دور کر دے گا۔

## خانگی ٹوٹکے

ہر دھلائی کے بعد کپڑوں کو امونیم فاسفیٹ کے محلول (سلوشن) میں پانچ مرتبہ بھگونے سے ان میں آگ نہیں لگتی۔

اگر ساٹن کی ساڑی کے کناروں پر زردوزی کا کام ہو رہا ہو اور وہ ماند پڑ جائے تو کریم آف ٹارٹر یا مگنشیا کا سفوف بنا کے کسی سخت چیز یا دانتوں کے برش سے اس کام پر رگڑیں۔ ساٹن پر ہرگز نہ آنے دیں۔ جلا آجائے گی۔

اگر گلدان کے پانی میں اسپرین یا اسپرو کی ٹکیہ Aspirin or asprotablet حل کرنے یا کانڈی کا عرق Candys fluid چند قطرے ملانے سے پھول دیر تک نہ مرجھائیں گے۔

باریک کپڑوں پر چکنائی کے دھبے پڑ گئے ہوں تو نرم روئی کا ایک پھایا روغن بوک لیٹس میں بھگو کر دھبوں

پر لگائیں۔ خشک ہونے پر رکھدیں دھبے دور ہوجائیں گے۔

ململ میں مغزی لگاتے ہوئے آسانی سے تاگہ نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ صابن کے جھاگ اُٹھائیں اور کپڑے پر لگائیں اور خشک ہونے دیں۔ تاگے آسانی سے کھنچ آئیں گے۔

بُنائی کیسی ہی عمدہ ہو دو ٹکڑے خراب جوڑنے سے ساری خوبی جاتی رہتی ہے۔ بہتر طریقہ یہ ہے کہ دو ٹکڑوں کو سیدھی طرف سے برابر برابر رکھیں۔ ان کی ہمرنگ اون سے سیئیں اور سوئی نیچے کی طرف سے اوپر کو نکالیں اور ہر ٹکڑے میں سے باری باری ٹانکہ نکالیں گویا تانے تسمہ سے ڈوری نکالی جاتی ہے۔

روغن زیتون سے ناخن اچھے ہو جاتے ہیں۔ ناخنوں کے پالش وغیرہ سے فرصت بھی دینی چاہیئے تاکہ وہ ہوا لگنے سے مضبوط ہوسکیں ورنہ وہ کرخت اور دندانہ دار ہوجائیں گے۔

چرمی اسباب کو پانی اور صابن سے دھو کے سکھا لینا چاہیئے۔ پھر ہاتھ سے گلیسرین خوب ملیں۔ اگلے روز تک لگی رہنے دیں۔ پھر کسی ملائم صافی سے جلا دیدیں۔ اس سے چمڑہ تڑخیگا نہیں۔

آدھی چھٹانک صمغ عربی تین چھٹانک کھولتے ہوئے پانی میں گھولیں۔ رات بھر پڑا رہنے دیں اور پھر چھان کے بوتل میں بھر لیں۔ ڈیڑھ پاؤ کلپ میں ایک چمچہ ڈال کے روئی کے کپڑے اس میں سے نکالنے سے خوب جلا آتی ہے۔

محمد ظفر

**۶۲ بچوں کی ماں** ۔ ٹسکنی (اطالیہ) میں ایک کسان کی لڑکی کے جو جوڑواں ہوئی تھی اور اس کی ماں تین جوڑواں بچوں میں سے ایک تھی شادی کے بعد ۶ توام لڑکے ہوئے ۔ دوسرے سال ۵ توام ہوئے ۔ بعد میں تین تین توام ہوتے رہے اور ایک مرتبہ چار بھی ہوئے ۔ اب تک اس کے ۶۲ بچے ہو چکے ہیں ۔

سکاٹ لینڈ میں ایک جولاہے کی بیوی کے ۶۰ بچے ہو چکے ہیں ۔ جن میں سے ۴۶ لڑکے اور چار لڑکیاں زندہ ہیں اور جوان ہوئیں ۔ ایک روسی کسان کے اٹھارھویں صدی میں ۸۷ بچے تھے ۔ اس کی پہلی بیوی کے چار دفعہ چار چار اور سات دفعہ تین تین اور ۱۶ مرتبہ دو دو بچے ہوئے ۔ دوسری کے جو اس کے بعد تک زندہ رہی ۔ دو دفعہ تین تین اور چھ دفعہ دو دو بچے ہوئے ۔

**جھوٹ معلوم کرنے کا آلہ** ۔ کرنل گوڈارڈ نے ایک آلہ ایجاد کیا ہے ۔ جسے کیلر پولی گراف کہتے ہیں ۔ یہ جھوٹ بولنے والے کے جذبات کی مدوجزر کی فوراً خبر دے دیتا ہے ۔ عام طور سے ایسے شخص کی جھوٹ بولتے وقت یہ کیفیت ہوگی ۔ شرمانا جھینپ ۔ آنکھیں جھپکانا یا ٹیڑھا دیکھنا ۔ آواز سیدھی سپاٹ ہوگی ۔ یعنی اُس میں اُتار چڑھاؤ نہ ہوگا ۔ اور اسی قسم کی اور حرکت ہوگی آزمائش پر ۵۷ فیصدی مجرموں نے جرم سے اقبال کر لیا ۔ بیگناہ بری بھی ہوئے ۔ ۴۰ اشخاص پر اس کا عمل کیا گیا ۔ ایک بھی غلطی نہیں ہوئی ۔ گذشتہ تین سال میں ۴۵ بنکوں نے اس سے فایدہ اُٹھایا ۔ اُن میں سے ۲۵ فیصدی خائن برآمد ہوئے ۔ ایک بنک میں بڑی رقم کا غبن معلوم ہوا ۔ ۵۶ ملازموں پر اس آلہ کا امتحان کیا گیا ۔ ایک کی بجائے بارہ غبن کرنے والے پکڑے گئے ان میں سے نو نے اقبال کر لیا ۔ بنک کو ان کا شان گمان بھی نہ تھا بنک عموماً خائن لوگوں کو برخاست نہیں کرتے ۔ آیندہ وہ اس آلہ کے خوف سے احتیاط برتتے ہیں تاکہ اُن کی روٹی بنی رہے

**شیر کی خصلت** ۔ شیر ایک معمولی سے معمولی کتّے کے مقابلہ میں ہوشیاری کا ثبوت دیتا ہے ۔ جب وہ تاروں کی باڑ میں پھنس جاتا ہے تو وہ اپنی اسیری کو بلا مزاحمت قبول کر لیتا ہے ۔ نہ تو وہ اس باڑ کے اوپر چڑھنے کی کوشش کرتا ہے نہ زمین کھود کے باہر جانے کا راستہ بناتا ہے ۔ اس کے برعکس کتا طرح طرح کی جان توڑ کوشش کرتا ہے تاکہ قید سے رہا ہو جائے ۔ لوگ شیر کی جنبش اور خوفناک دہاڑوں سے مرعوب ہو جاتے ہیں شیر اپنے سکھانے والوں سے لڑ پڑتے ہیں ۔ اُن کی معمولی اور پُر سکون آنکھوں میں بڑا اور فوری خطرہ پوشیدہ رہتا ہے ۔ وہ تند جانور ہے جنگلیوں

کے مقابلہ میں گھر میں پالا ہوا شیر سدھانے والوں کے لئے زیادہ خطرناک ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ جنگلی شیر آدمی کی خو بو سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے اپنے آقا سے ڈرتا اور اس کا ادب کرتا ہے۔ اس کے برخلاف پالتو شیر کو پیار کیا جاتا ہے اور کہاوت زیادہ واقفیت نفرت بڑھاتی ہے اس کے معاملہ میں بالکل درست ثابت ہوتی ہے۔ شیر کہیں پلا ہو کہیں رہتا ہو ہر وقت وحشی جانور ہے۔ وہ ہمیشہ وحشی رہے گا۔ تین سال بچہ رہتا ہے۔ اور پھر پورا شیر ہو جاتا ہے۔ اس وقت سے اس سے خبردار رہنا چاہیئے۔

**سب سے بڑا انڈا**۔ لندن میں دنیا کا سب سے بڑا انڈا نیلام کیا جانے والا ہے۔ وہ ۱۲ انچ لمبا اور ۹ انچ چوڑا ہے اور دس ہزار برس ہوئے ایک جانور نے مدغاسکر میں دیا تھا۔ اس کی نسل اب معدوم ہو چکی ہے۔ وہ ۱۲ فٹ اونچے ہوتے تھے اور اُن کے پر نہ ہوتے تھے۔ انڈا بالکل اچھی حالت میں ہے اور امید ہے کہ اس کی بڑی اچھی قیمت ملے گی۔ نیوزیلینڈ کے ایک پرندہ مووا کے جس کی نسل بھی معدوم ہو چکی ہے انڈے بھی فروخت کئے جائیں گے۔ ان میں سے ایک ۴۰ سال قبل جراحیوں کے ایک مدرسہ میں ایک ڈبیہ میں بند ملا تھا۔

**سب سے پرانا اڈیٹر**۔ وڈ ڈگل نے اپنی ننانویں سالگرہ منائی ہے وہ اخبار مونٹریل وٹنس کا ۷۶ سال سے اڈیٹر ہے۔ اس کے باپ نے ۱۸۴۶ء میں کناڈا میں یہ اخبار جاری کیا تھا۔ ۱۸۶۰ء میں وہ اس کا جانشین ہوا یعنی اس اخبار کا اڈیٹر ہو گیا۔ یہ روزانہ بھی رہا لیکن اب ہفتہ وار ہے۔ اور اس کی رائے وزن دار ہوتی ہے۔

**زندہ کرنے کی کوشش**۔ ڈاکٹر کورنش کیلیفورنیا کی یونیورسٹی میں پروفیسر تھا اُسے محض اس وجہ سے علیحدہ کر دیا گیا ہے کہ وہ کتوں کو مار کے اُنہیں دوبارہ زندہ کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے۔ چنانچہ اس نے ایک کتے کو مارا اور پھر اُسے چار منٹ بعد زندہ کر دیا۔ اس طریقہ سے وہ چاہتا ہے کہ ایسے آدمیوں کو دوبارہ زندہ کیا جا سکے جو گلا گھٹنے ڈوبنے بجلی چھونے یا کوئی اور صدمہ پہنچنے سے مر گئے ہوں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ مردہ کتوں کی رگوں میں جگر کا عرق داخل کرتا ہے۔ پھر وہ لاش کو ایک تختہ پر رکھ کے آہستہ آہستہ جھلاتا ہے۔ حتیٰ کہ دل کی حرکت عود کر آتی ہے۔ اس نے جیل خانہ کے دو افسروں کو لکھا کہ جن قیدیوں کو پھانسی یا بجلی سے مارا جائے انہیں اُسے زندہ کرنے کی اجازت دی جائے۔ اگر وہ کامیاب ہو جائے تو اُنہیں دائمی قید میں زندہ رہنے دیا جائے۔ لیکن ایک افسر نے قطعی انکار کر دیا۔ دوسرے اس سے اس معاملہ میں گفتگو کرنے پر آمادگی ظاہر کی ہے۔

**بارش کے لئے پوجا**۔ اس سال جنوبی ہندوستان میں بھی بارش کی کمی رہی مسلمان تو صرف نماز استسقاء پڑھ کے اللہ سے باران رحمت کے ملتجی ہوتے ہیں۔ لیکن ہندوؤں نے بھی اپنے مذہب کے مطابق بہت کچھ پوجا کی۔ وہ بارش کے دیوتا کو خوش کرنے کے لئے کودم پوری رسم ادا کرتے ہیں۔ عقیدہ یہ ہے کہ گناہوں کی زیادتی سے بارش کا دیوتا خفا ہو جاتا ہے۔ عقیدہ کے مطابق اگر گنہ گار کو قتل کر دیا جائے تو سات دن لگاتار بارش ہو گی۔ چنانچہ مورت انسان کی شکل پر بنائی جاتی ہے۔ اُسے مار ڈالا جاتا ہے اور اس کے دفنانے کی رسمیں ادا ہوتی ہیں۔ بنگلور کی طرف برہمنوں نے پرجنیہ جیپم کی رسم ادا کی، اور اندر دیوتا کی شادی میں بھجن گائے اور ۹ برہمن جو ویدوں سے

بخوبی واقف تھے سینہ تک پانی میں چھ چھ گھنٹے کھڑے ہو کے بارہ دن منتر پڑھتے رہے ۔ اس کے علاوہ رشیا سرنگا ہوم کیا گیا۔ روایت ہے کہ رشیا سرنگا ایک رشی تھا۔ جہاں وہ جاتا بارش ہو جاتی ۔ چنانچہ راجہ جسوتھ امساک باراں سے تنگ آکے اس رشی کو اجودھیا سے لے گئے ۔ کہا جاتا ہے کہ ویدوں میں لکھا ہے کہ اس رشی کو بھینٹ چڑھانے سے خشک سالی دور ہو جاتی ہے ۔

**عورت کا انتقام** ۔ یگوسلویہ کے بادشاہ الگزنڈر کے قتل میں ایک عورت کا ہاتھ ہے ۔ اس کا نام میری وڈروف ہے اور وہ مقدونیہ کی رہنے والی ہے ۔ دوسری جنگ بلقان میں مقدونیہ سرویہ کے تحت میں آگیا جنگ عظیم میں اس کا باپ سروی لشکر سے بھاگ کے بلغاری فوج سے آملا ۔ بعد میں وہ گرفتار ہو گیا اور اسے سزائے موت کا حکم ملا ۔ اس عورت کی ماں خوفناک راستہ طے کرتی ہوئی الگزنڈر کے پاس پہنچی جو سروی لشکر کا سپہ سالار تھا اور اس وقت تک بادشاہ نہ ہوا تھا ۔ وہ اس کے سامنے جاں بخشی کے لئے بہت روئی دھوئی لیکن اس پر اثر نہ ہوا ۔ بلکہ اسے اس نے اپنے سامنے سے نکلوا دیا ۔ وہ اُسے کوستی ہوئی اور یہ کہتی ہوئی کہ ایک روز اس کا نتیجہ اُسے ضرور ملیگا نکال دی گئی ۔ اس نے اپنی بیٹی کو نفرت و حقارت کا سبق دیا اور مرتے وقت قسم دلائی کہ وہ بدلہ لیگی ۔ چنانچہ اس نے مقدونیہ کے دہشت انگیزوں کو اپنی نگاہوں کا تختۂ مشق بنایا ۔ وہ خوبصورت ہے اور جس پر غلط انداز نظر ڈالدی اندھا ہو گیا ۔ اسکی عمر ابھی ۳۰ سے کم ہے ۔ شاہ الگزنڈر کا قاتل ولاڈا جارجف ۴۰ سال کا آدمی ہے اس شخص کو اس عورت نے مرعوب کر کے اس کام پر ابھارا ۔ عین موقع پر وہ ہچکچایا لیکن اس عورت نے اُسے دیکھا اور اس شخص پر کچھ ایسا اثر ہوا کہ وہ اسی وقت قتل کے لئے چلا اور بادشاہ کو مار ڈالا ۔

**بڑے بڑے پُل** ۔ سکاٹ لینڈ کا پُل تے برج ۷۲ ۱۰۵ فٹ ۔ ہندوستان کے دریائے سون کا پُل ۵۲ ۱۰۰ فٹ ۔ گوداوری کا پُل ۹۶ ۳۰ ۔ سکاٹ لینڈ کا فورتھ برج ۰۰ ۸۳ ۔ مہانری کا ۱۲ ۶۹ ۔ اور آرجنٹائن کا رایوسلاڈو پل ۲۰ ۷ ۶ فٹ ہے ۔ اب دریائے زمبسی پر ایک پُل بنا ہے اس میں تھوڑی سی کسر باقی ہے یہ ۱۱۶۵۰ فٹ یعنی تقریباً دو میل لمبا ہے جو سارا کا سارا دریا پر ہے ۔ اس کے مقابلہ میں نیویارک کا پُل ہل گیٹ گو ۱۳۵۵۳ فٹ لمبا ہے لیکن اس میں ۱۰۸۱۸ فٹ خشکی پر ہے اور صرف ۲۷۳۵ فٹ دریا پر ہے ۔ اور وہ بھی اس طرح کہ اس دریا کی تین شاخیں الگ الگ ہیں جن پر یہ ۲۷۳۵ فٹ مجموعی طور سے آیا ہے ۔

**انگریزی زبان** ۔ دنیا بھر کی زبانوں میں مغربی تحقیقات کے مطابق انگریزی میں سب سے زیادہ الفاظ ہیں جن کی تعداد ۲½ لاکھ ہے ۔ یعنی زبان کے حروف تہجی تو بہت زیادہ ہیں لیکن الفاظ صرف ۱۵ ہزار ہی ہیں ایک صدی قبل انگریزی زبان کو دو کروڑ آدمی بولتے تھے ۔ اب ۲۲ کروڑ بولتے ہیں ۔ صرف ترکی زبان زوال پذیر زبان ہے ۔ جس کے بولنے والوں کی تعداد ۳ کروڑ سے ۲ کروڑ ۴۰ لاکھ رہ گئی ہے ۔

**جھوٹ بولنے میں مرد و عورت کا مقابلہ** ۔ سراکیوز (سنلیہ) کے دارالعلوم کے کاروباری نفسیاتی ماہر نے ایک ہزار مرد و عورت کا موازنہ کر کے لکھا ہے کہ عورت مرد سے زیادہ جھوٹ بولتی ہے اور چالاکی و ہوشیاری

سے جھوٹ بول جاتی ہے۔ مرد لٹھ سا مار دیتا ہے۔ اُس کے جھوٹ میں ایچ پیچ نہیں ہوتا۔ عورت اپنی کسی سہیلی کے خراب دوپٹہ کو صاف طور سے بُرا ظاہر نہ کرے گی۔ بلکہ کہتی ہے کیسا پیارا دوپٹہ ہے۔ تم اس میں کیسی بھلی معلوم ہوتی ہو۔ وہ مرد کی طرح سیدھا سپاٹ جھوٹ ہرگز نہ بولیگی۔ مرد کا جھوٹ آسمان سے باتیں کرنے والی عمارت کی طرح میلوں سے نظر آتا ہے۔ اس کے جھوٹ میں عورت کا سلیقہ نہیں پایا جاتا۔

شکاگو کے ایک نفسیات جرم کے ماہر نے اعلان کیا ہے کہ مجھے ہر عمر کی اور ہر جنس کے مجرم کے ساتھ رہنے اور ان کا مشاہدہ کرنے کا اتفاق ہوا ہے اور میں نے اُن کا جھوٹ دریافت کرنے کے لیے طرح طرح کی چالیں چلی ہیں اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ میں ایک مرد سے خواہ وہ کئی بار کا سزا یافتہ ہو اقبال جرم کرا لینا ایک عورت کے مقابلہ میں جو پہلی ہی دفعہ پکڑی گئی ہو آسان سمجھتا ہوں۔

**پھلجھڑیاں** - نیویارک امریکہ میں قصہ نویسی کے مقابلہ میں سب سے چھوٹا قصہ لکھنے والے کو ۱۵ ہزار پونڈ انعام دیا گیا۔ وہ قصہ یہ تھا۔ دو آدمی گاڑی میں سفر کر رہے تھے۔ آپس میں بات چیت کرتے ہوئے ایک نے کہا کہ مجھے جنوں اور بھوتوں کے قصوں کا مطلق یقین نہیں۔ دوسرے نے کہا۔ اچھا۔ اور غائب ہو گیا۔

ٹوٹی ہوئی ہڈیوں پر گائے کی سینگ کی کھپچیاں باندھنے سے نہ صرف ہڈی ٹھیک جڑتی ہے بلکہ ہڈی بنانے میں سینگ مدد بھی دیتا ہے۔

عقاب ۱۲۰ میل فی گھنٹہ اُڑتا ہے۔ ایک عقاب اُڑایا گیا تو وہ مقررہ مقامات کے درمیان ایک ہزار فٹ بلند اُڑ کے اُنہی رفتار سے ۱۰۲ میل گیا۔

بغل میں بڑی گیند دبانے سے کلائی کی نبض پہلے ہلکی چلتی اور پھر بند ہو جاتی ہے شعبدہ باز فقیر دکھا کے لوگوں کو حیران کر دیا کرتے ہیں۔

ایک سورنی نے جسکی عمر اس وقت ۱۱ سال ہے اب تک ۳۸۵ بچے دیئے ہیں۔ حال میں بائیسویں جھول میں دس بچے دیے اس کے اس کے بچوں اور جھولوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے

سینٹ ہلینا میں نپولین قید کیا گیا تھا وہیں وہ مرا اور دفن ہوا۔ بعد میں حکومت فرانس نے اس کی لاش انگریزوں سے واپس لی جس مقبرہ میں وہ دفن تھا اب وہ فرانسیسی قونصل متعینہ جزیرہ کے سپرد ہے وہ اس کی اسی حرمت و احتیاط سے حفاظت کرتا ہے۔

انگلستان میں پچھلے سال اتنی طلاقیں ہوئیں کہ پہلے کبھی نہ ہوئی تھیں۔ ۴۹۶۹ طلاقیں ہوئیں۔ پہلے سال کے مقابلہ میں ۱۳۲ زیادہ ہیں۔ مردوں کی نسبت عورتوں نے زیادہ طلاقیں پائیں۔

ہیمرسمتھ (انگلستان) میں ایک ۲۸ سالہ لاری چلانے والے کی کلائی میں بھڑ نے کاٹا جس سے وہ زہرباد ہو کے مرگیا۔

رامسگیٹ (انگلستان) میں مچھلی پکڑنے کے مقابلہ میں گو مرد عورتوں سے کہیں زیادہ شریک ہوئے لیکن ایک عورت اول آئی جس نے ۱۲۶ مچھلیاں پکڑیں۔ اس وقت تک کل ۴۰۱ مچھلیاں پکڑی گئیں جنکا مجموعی وزن ۴۰۰۲ پونڈ تھا۔

دنیا کے سب سے بڑے کتب خانے اپنی کتابوں کی تعداد کے مطابق حسب ذیل ہیں: لینن گراڈ (روس) کتب خانہ عام۔ کتب خانہ کانگریس واشنگٹن (امریکہ)۔ پیرس کا قومی کتب خانہ۔ نیویارک کا عام کتب خانہ۔ برطانوی عجائب خانہ۔ برلن اور کتب خانہ بڈلین آکسفورڈ۔

اونٹ کو پیاس نہیں لگتی وہ ایک قطرہ پیئے بغیر ۱۲ سے ۱۴ دن تک مسلسل ۴۰۵ میل روزانہ کی رفتار سے چل سکتا ہے۔ **محمد ظفر**

# سوئی کا کام

کتاب "سوئی کا کام" یا چمنستان خیاطی جس کا خواتین ہند کو شدید انتظار تھا دفتر عصمت دہلی سے چھپ کر شائع ہو گئی۔ یہ کتاب اپنے موضوع پر واقعی بے مثل ہے اور اس دلچسپ و مفید کتاب کی بہنوں کو ایسی ہی ضرورت تھی جیسے کھانے میں نمک کی ہمیں شکر گذار ہونا چاہئے عزیز و محترم بہن فاطمہ جعفر کا جنھوں نے ہماری ایک اشد ضرورت کو محسوس کر کے دستکار بہنوں کی مدد سے یہ مفید کتاب مرتب کی نیز ہم ممنون ہیں محترم بھائی رازق الخیری صاحب کے کہ انھوں نے باوجود اپنی انتہائی مصروفیت کے نہایت محنت کے ساتھ جلد از جلد چمنستانِ خیاطی چھپوا کر شائع کر دی "سوئی کا کام" نہایت ضروری اور خوبصورت کتاب ہے جس کے نہونے سے دفتر عصمت کی دستکاری کی کتابوں کا سیٹ نامکمل تھا عورتوں اور لڑکیوں کو سب سے پہلے سینے اور کاٹنے کی ضرورت پڑتی ہے جب تک تراشنا اور سینا نہ آئیگا ہم کوئی دستکاری نہیں بنا سکتے اور فرض کیا بنائی بھی تو نامکمل پہلے اپنے واپنی اولاد اور گھر والوں کا تن ڈھکنے کی ضرورت ہے۔ سجاوٹ و زیبایش کا مسئلہ اس کے بعد سامنے آتا ہے کپڑا سینا کاٹنا نہ آنے کی وجہ سے ہمیں سخت زحمت اُٹھانی پڑتی ہے اگر صاحب استطاعت ہیں تو درزی، مغلانی رکھکر شوق پورا کرلیں گی۔ لیکن بیشمار روپیہ صرف اپنے پہو ہڑ پنے سے ضائع کر دیں اور اگر اتنی حیثیت نہیں تو یا غیروں کے محتاج ہیں کہ بہن ہماری قمیص کاٹ دو پا ئجامہ سی دو وغیرہ وغیرہ ہم تمہارا کوئی اور کام کر دیں گے یا اپنا دل مار کر جیسا سمجھ میں آیا بُرا بھلا سی اور پہن لیا۔ بعض دفعہ ایسے موقعے آتے ہیں کہ کوئی بہن مصروف ہیں اپنی دوسری سہیلی کا کپڑہ نہ سی سکیں یا مغرور ہیں اور کسی کا کام کرنا وہ بُرا سمجھتی ہیں تو ایسے وقت سخت خفت اٹھانی پڑتی ہے۔ "سوئی کا کام" بہن فاطمہ بیگم نے یہی واقعات مدنظر رکھکر تیار کی ہے اور اس لئے بھائی رازق الخیری نے اس کا شائع کرنا سخت ضروری سمجھا جس گھر میں یہ مفید کتاب ہو گی ہرگز اُس گھر کی لڑکیاں دوسروں کی محتاج نہ ہوں گی اور ہر قسم کے خوبصورت و فیشن ایبل لباس خود آسانی سے تیار کرلیں گی۔ اس کتاب میں دس باب ہیں پہلے باب میں بچّوں کے کپڑے کاٹنے اور سینے و خوشنما بنانے کے دلکش نمونے ہیں ہر نمونہ تیار کرنے کی نہایت واضح ترکیبیں ہیں اور نقشے ایسے نفیس و آسان ہیں کہ چھوٹی لڑکیاں بھی خوش خوش جلد تیار کر سکتی ہیں۔ دوسرے باب میں بچّوں کے فراک قمیص اور گادمن وغیرہ ننھے ننھے نازک بچّے ان کپڑوں سے بہت اچھے معلوم ہوتے ہیں بلکہ ان کی سخت ضرورت ہوتی ہے اگر ماؤں کو سینا نہ آئے تو پیسہ خرچ کر کے سلوائے جاتے ہیں اب اس کتاب کی مدد سے یہ مشکل حل ہو جائے گی اور بہنیں خود گھر میں طیار کیا کریں گی۔ تیسرے چوتھے اور پانچویں باب میں جمپر۔ قمیص اور باوزر کے دلکش نمونے جات ہیں۔ لباس مستورات کا ہے اور اس کی ہر وقت ہمیں

ضرورت رہتی ہے۔ تمام نمونے خوبصورت ہیں اور بیحد فائدے مند قریب قریب بالکل نئے۔ چھٹے اور ساتویں باب میں کالر کف ہیں جو بہت آسانی سے تراش کر بنائے گئے ہیں اور ان کے لگانے کی ترکیب بھی نہایت وضاحت کے ساتھ لکھی گئی ہے تاکہ بتدی لڑکیوں کو ہر طرح سہولیت ہو۔ آٹھواں باب لباس شب خوابی کے آرام دہ نقشوں سے پُر ہے نویں باب میں شلوار اور پائجامے وغیرہ ہیں۔ دسواں باب مختلف کپڑوں کی تراش وخراش اور نقشوں سے آراستہ ہے یعنی گھر کی زینت دیوارگیری کی جھالریں، خوبصورت پلنگ پوش، نہایت خوش نظر دسترخوان، مفید اور آرام دہ تکیہ غلاف، ڈش کور جگ پوش۔ گلاس پوش، آئینہ پوش ٹیکوزیاں وغیرہ وغیرہ نمونے گڈمڈ نہیں ترتیب وار نہایت نزاکت وخوبصورتی سے مرتب کئے گئے ہیں اور ہر کپڑے کے کاٹنے کا طریقہ اس کے سینے اور سی کر کاڑھنے بیلیں لگانے جالیاں بنانے کے طرز نہایت آسان طریقہ سے بتائے ہیں ننھی ننھی بچیاں بھی اس کتاب سے بہت زیادہ فائدہ اُٹھا سکتی ہیں اور یہ کتاب ہر قوم و ملّت کی مستورات کے لئے بیحد مفید ہے ہر نمونہ خوب مکمل ہے اوّل کاٹنے کا طریقہ ہے پھر سینے کی ترکیب۔ سینے کے بعد کوئی نقشہ کشیدہ سے سنوارا ہے تو کسی کو موتیوں سے سجایا ہے کسی نقشہ میں کنگورے بنے ہیں۔ کوئی جھالر سے مزین ہے تو کسی میں کٹاؤ نے چار چاند لگا دئے ہیں۔ اُمید کی جاتی ہے کہ ان خوبیوں کی بناء پر یہ مفید کتاب حلقہ نسواں میں بیحد پسندیدگی کی نظر سے دیکھی جائے گی اور خواتین نہ صرف خود خرید کر فائدہ اُٹھائیں گی بلکہ اپنی سہیلیوں کو بھی دکھا کر شوق ہنرمندی میں اور اضافہ فرمائیں گی۔ غدیر فاطمہ

# نئی کتابیں

**سلمہ ستارہ کا کام** محترمہ خدیجہ بائی صاحبہ رکن ادارت **جوہرِ نسواں** ہندوستان کی مشہور دستکار خواتین میں نہایت ممتاز درجہ رکھتی ہیں۔ انھیں مختلف قسم کی دستکاریوں میں کمال حاصل ہے ان کے وضع وضع کے نمونے اور مضامین نسوانی حلقوں میں نہایت پسندیدگی سے دیکھے جاتے ہیں۔ **سلمہ ستارہ کا کام** جس کا خواتین کو ڈیڑھ دو سال سے انتظار ہو رہا تھا تمام فرماکر محترمہ خدیجہ بائی صاحبہ نے ہندوستانی بیبیوں کی ایک قابل قدر خدمت انجام دی ہے نمونوں سے پہلے صفحہ ۴۰ تک اس فن کے متعلق بے انتہا کارآمد مضامین اور ہدایتیں عام فہم زبان میں لکھی گئی ہیں جن سے دستکار خواتین کی معلومات میں نہایت قیمتی اضافہ ہوتا ہے چند عنوانات یہ ہیں۔ فن نقاشی۔ سامان نقاشی۔ مختلف قسم کے ریشم۔ اور مشین سے نقاشی۔ سلمہ ستارہ کی قسمیں۔ سلمہ کی آسان گنجان بھری ہوئی کڑھت کی تفصیل۔ سلمہ اور ریشم، سلمہ اور گجائی، سلمہ اور زری، ریشم اور زری، سلمہ اور شنائل کی کڑھت کی تفصیل۔ نمونے پانچ حصوں میں تقسیم کئے گئے ہیں۔ (۱) سلمہ کے پھول بیلیں (۲) سلمہ اور ستارے کے نمونے (۳) سلمہ اور موتی کے نمونے (۴) سلمہ کلابتون شکویں کے نمونے (۵) متفرق بیلیں عبارتیں قطعات عمارتیں وغیرہ۔ کل نمونے ۲۲۶ ہیں اور نئی نئی وضع کے نہایت خوشنما اور دلاویز خوب واضح اور صاف، دفتر **عصمت** کی دوسری دستکاری کی کتابوں کی طرح کاغذ بھی موٹا دبیز سفید چکنا ضخامت ڈیڑھ سو صفحوں سے اوپر۔ سلمہ ستارے کا کام اپنے موضوع پر ہندوستان میں پہلی اور نہایت کامیاب کتاب ہے اور ہمیں یقین ہے دستکار خواتین میں خوب مقبول ہوگی۔ قیمت: دو روپیہ

ملنے کا پتہ:- **دفتر عصمت دہلی**

**کشیدہ کاری** یہ کتاب مشہور دستکار محترمہ ناصرہ اقبال (مسز خان) نے مرتب فرمائی ہے۔ اس میں میزپوش، پلنگ پوش، تکیوں کے غلاف، پلنگ کی چادروں رومالوں اور کرسیوں کے گدّوں وغیرہ کی کاڑھنے کے لئے مختلف وضع کے پھولوں بیلوں، مرکز اور کونوں کے نہایت عمدہ عمدہ ۱۰۴ نمونے دئے گئے ہیں۔ مسز خان اُن چند خواتین میں سے ہیں جو مختلف قسم کی دستکاریوں کی ماہر ہیں۔ چنانچہ کشیدہ کاری میں ہیمنگ اور سٹینسلنگ کے بھی دلاویز نمونے ہیں۔ تمام نمونے خوب صاف ہیں۔ کتاب کی ایک یہ

بھی خصوصیت ہے کہ اُردو کے علاوہ انگریزی، مرہٹی، گجراتی زبانوں میں بھی ہدایات درج کی گئی ہیں۔ سائز عصمت سے بڑا۔ کاغذ عمدہ سفید چکنا ضخامت ۶۰ صفحے قیمت صرف ۱۲؍۔ فن کشیدہ کا شوق رکھنے والی بہنیں دفتر کشیدہ کاری مغل ہاؤس نمبر ۹ / ۱/ ۷ ۳ ڈی لائل روڈ بمبئی عـ۱۱ـہ کے پتہ پر فرمائش بھیج کر اس قابل قدر کتاب سے فائدہ اُٹھائیں اور محترمہ مسز خان کی محنت کی داد دیں۔

**ملکہ کشیدہ کاری** یہ بھی فن کشیدہ پر ایک مفید کتاب ہے جس میں ایم عرفان صاحب فوٹو آرٹسٹ نے رومال۔ کشتی پوش۔ میز پوش۔ کھڑکی کے پردے۔ زنانہ کف۔ کالر بچوں کے نیکلس، وغیرہ وغیرہ کے لئے پھول، بوٹے، بیلیں کونے مرکز وغیرہ کے ۱۶۵ نمونے دئے ہیں نمونے اس کے بھی اچھے اور صاف بنے ہوئے ہیں لیکن کاغذ رف اور لکھائی چھپائی معمولی ہے سائز کتاب کشیدہ کاری کے برابر ہے۔ ضخامت ۱۰۰ صفحے قیمت صرف ایک روپیہ ملنے کا پتہ۔ ایم عرفان صاحب فوٹو آرٹسٹ جہانگیر آباد بھوپال

**بچوّں کا تحفہ** مولوی شفیع الدین صاحب نیر نے جو بچوّں کی تعلیم کے لئے اپنی زندگی وقف کر چکے ہیں اور جنھیں بچوّں کے مطلب کی نظمیں لکھنے میں خاص ملکہ حاصل ہے یہ کتاب لکھ کر بچوّں کے لٹریچر میں گراں قدر اضافہ کیا ہے۔ بچوّں کے لئے نظموں کے اور مجموعے بھی شائع ہوئے ہیں لیکن یہ خصوصیت غالباً نیر صاحب ہی کی نظموں کے اس مجموعے کی ہے کہ بچوّں کے ذہنی اور دماغی نشوونما کے اصولوں پر بچوّں کی فطرت اور ان کے ماحول کو پیش نظر رکھکر نہایت سادہ اور عام فہم زبان میں ہر نظم لکھی گئی ہے اس لئے ہمیں یقین ہے کہ بچے اپنے شوق سے مزے لے لے کر بار بار ان نظموں کو ترنم سے پڑھیں گے۔ بہت سی نظموں کے متعلق بلاک کی تصاویر بھی ہیں۔ لکھائی چھپائی صاف ستھری نہایت پاکیزہ کاغذ اعلیٰ درجہ کا سفید چکنا۔ ایسی مفید دلچسپ اور کامیاب کتاب کی اشاعت پر ہم مصنف کو دلی مبارکباد دیتے ہیں اور ہمیں اُمید ہے ان کی یہ محنت تعلیمی حلقوں میں قدر کی نظر سے دیکھی جائے گی۔ کتاب کے دو حصے ہیں اور دونوں کی قیمت صرف ایک روپیہ ہے۔ علاوہ محصول۔

جناب مصنف سے ماڈرن ہائی اسکول نئی دہلی کے پتے سے منگائیے۔ دفتر عصمت سے بھی مل سکتی ہے۔

# دست کرم

خدا جزائے خیر دے ان دردمندان عصمتی خواتین و حضرات کو جنھوں نے اس سہ ماہی میں تربیت گاہ بنات کی مالی امداد فرمائی۔

جمیلہ بیگم صاحبہ سچّے لاج پٹنہ عـ۲ـہ ؍ مقبول عالم صاحب ڈپٹی کلکٹر بہار عـ۱ـہ ؍ متوسط بابو امتیاز الحق صاحب دہلی صـ۲۵ـہ ؍ باتور ضا امام صاحب بدایوں عـ۱ـہ ؍ ایم یوسف علی صاحب میسور عـ۲ـہ ؍ عائشہ بی بی مداری محلہ راندیر عـ۲ـہ ؍ سراج الحق صاحب سگرٹ انسپکٹر بریلی عـ۱ـہ ؍ مس فخر الدین صاحبہ ماڈل ٹاؤن لاہور عـ۲ـہ ؍ شبیر احمد صاحب پشاور چھاؤنی عـ۲ـہ ؍ ایس محمد سعید اللہ صاحب فتح گڈھ صـ۱۵ـہ ؍ نواب غازی جنگ بہادر حیدرآباد دکن لعـ۶ـہ ؍ محمد حفیظ اللہ صاحب گوجرہ لائل پور عـ۱ـہ ؍ ہمشیرہ میاں نصیر الدین صاحب لاہور عـ۱ـہ ؍ مسز علاؤ الدین صاحب ٹانک ڈیرہ اسمٰعیل خاں عـ۱ـہ ؍ مفتی محمد انوار الحق صاحب بھوپال عـ۱ـہ ؍ مرزا نصیر الدین صاحب اورسیر عـ۱ـہ ؍ نواب غازی جنگ بہادر حیدرآباد دکن لعـ۲۹ـہ ؍ اصغری عشرت صاحبہ بریلی عـ۱ـہ ؍ بیگم خان بہادر غلام محی الدین صاحب رائے پور عـ۱۰ـہ ؍ محمد یوسف علی صاحب ڈالٹن گنج عـ۲ـہ ؍ این اے شاد صاحبہ لکھنؤ عـ۱ـہ ؍ عبد الکریم صاحب نہر ضلعدار گورداسپور عـ۱ـہ ؍ نوندہ خاتون صاحبہ بنت منظور علی صاحب رائے سین بھوپال عـ۱ـہ ؍ ہمشیرہ ضیاء الدین صاحب نھانہ بھون صـ۵ـہ ؍

راشد الخیری
تربیت گاہ بنات۔ کوچہ چیلان دہلی

# بزم عصمت

بزم عصمت میں صرف وہی خطوط شائع کئے جاتے ہیں (۱) جن میں نمبر خریداری درج ہو (۲) خط بہت مختصر ہو۔ (۳) وہی استفسار نہ ہوں جن کے جوابات عصمت میں بیسیوں مرتبہ شائع ہو چکے ہیں (۴) جن میں رسالہ کے انتظامی امور یا مضامین کے بارے میں کوئی بات نہ ہو۔ اڈیٹر۔

میں نہایت خوشی سے اطلاع دیتی ہوں کہ میری ہمشیرہ جمیل النساء بیگم صاحبہ کی منگنی بالکل سادہ طریقہ سے جناب مسٹر محمد ناصر الدین صاحب ڈپٹی کلکٹر ناگپور سے ۱۹ رمضان المبارک مطابق ۱۶ دسمبر کو بخیر و خوبی انجام پذیر ہوئی۔ خدا طرفین کے لئے یہ رشتہ مبارک کرے۔ آمین ثم آمین۔ میں دولہن کے امام ضامن کے دو روپیہ کی رقم یتیم بچیوں کی شیرینی کے لئے ارسال خدمت کر رہی ہوں۔

راقمہ۔ اعجاز بنت واجد حسین مرحوم میڈلہ

میں دلی مسرت کے ساتھ مطلع کرتی ہوں۔ کہ میرے عزیز بھائی احمد مرزا ابراہیم ہارون جعفر ۱۲ نومبر سے لیجسلیٹو اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے ہیں۔ اس خوشی میں دو روپیہ کی حقیر رقم ارسال کرتی ہوں کسی کار خیر میں صرف کیجئے۔

مریم بیگم ابراہیم ہارون جعفر پونہ

میری دختر (جس کی عمر سترہ سال ہے) کے ابرو کے بال بہت کم ہو گئے ہیں۔ بچپن میں اس کے چیچک نکل آئی تھی۔ بال کم ہو جانے کی شاید یہی وجہ ہو۔ کوئی بھائی یا بہن کوئی ایسی دوا یا نسخہ بزم عصمت میں تحریر کریں جس سے ابرو کے بال اچھی طرح نکل آئیں نیز روغن بنانیکا نسخہ مطلوب ہے۔ خریدار نمبر ۳۰۸۸

جون کے پرچہ میں آگرہ سے کسی بہن نے ابھرائی ڈوری مشین کے متعلق تحریر کیا ہے۔ میرے پاس یہ مشین ہے اور مجھے اس پر صرف اون سے مخمل پر سینا آتا ہے لیکن میرا دل اس طرف نہیں لگتا لیکن میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ اسپر ریشم اور زری سے پھول پتے کس طرح کاڑھے جاتے ہیں۔ بہن صاحبہ بذریعہ عصمت مطلع کریں۔ ازحد ممنون ہونگی۔

بیگم میر جعفر دیولالی

بحوالہ عصمت دسمبر ۱۹۳۴ء میں باستفسار محترمہ ن۔ س۔ فیروز پور چھاؤنی عرض ہے کہ بالوں کو بڑھانے کے لئے شمسی آملہ ہیر آئل استعمال کریں۔ اس تیل کے استعمال سے حسب خواہش بال بڑھ جائیں گے۔ پتہ یہ ہے "قمر الدین بدر الدین پرفیومرز چوک الہ آباد"

خریدار نمبر ۵۸۲۴

عصمت کے صفحہ ۴۹۳ پر بہن کلثوم سلطانہ بیگم صاحبہ کراچی نے موٹاپے کا بہترین علاج تحریر فرمایا ہے۔ میں یہ دریافت کرنا چاہتی ہوں کہ اس تدبیر سے موٹے مرد بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں یا خاص عورتوں ہی کے لئے ہے۔

کلثوم بی کاٹھی

باستفسار بہن ایم خاتون صاحبہ ازہوبا عرض ہے۔ خوشبودار خمیرہ تمباکو بنانے کی ترکیب مندرجہ ذیل ہے۔

اگر۔ بالچھڑ۔ کپور کچری۔ ناگرموتھ۔ چھڑیلہ۔ لونگ۔ دانہ الائچی سفید۔ گل سرخ اصلی۔ ہر ایک تین تولہ۔ صندل سفید سات تولہ۔ سب کو باریک کرکے عرق گلاب ایک پاؤ میں بھگو دیں اور پانچ سیر صاف عمدہ تمبا کو منگوا کر اس میں یہ ملا کر کسی مٹی کے برتن میں ڈالکر پانچ روز کسی جگہ دفن کر دیں۔ پھر نکال کر استعمال کریں۔ درجہ اول خوشبودار تمبا کو ہوگا۔ بیگم میر جعفر۔ دیولالی

بہن صاحبہ خریدار گیا کو اپنی بہن کے بال گرنیکے واسطے یہ
نسخہ استعمال کروانا چاہئے انشاءاللہ فائدہ ہوگا۔ سوکھے
آنولے دو گھنٹے تک بھگو دیں بعد ازاں اُن آنولوں کو اُسی پانی
میں جس میں بھیگے ہوئے تھے پیس لیں اور اُس میں پینے وقت
یہ چیزیں شامل کرلیں سرسوں۔ سات بادام کی گریاں چٹکی بھر
خشخاش۔ تھوڑا سا مگر اگری کا۔ یعنی ناریل کا ان کو باریک پیسکر
چھان کر ہر تیسرے روز اُن سے سر دھوئیں دراصل دماغی
کمزوری سے یہ حالت ہوجاتی ہے اس لئے یہ چیزیں کھلانا
بھی مفید ہوں گی جو حسب ذیل ہیں۔

بادام پانچ - ۴ چٹکی خشخاش - ۴ تخم - الگ الگ منگوالیں
چاروں میں سے تھوڑا تھوڑا لے لیں اب یہ سب چیزیں پانی
میں خوب باریک پسوائیں اگر مزاج گرم ہے تو صبح نہار منہ شکر
ملاکر ویسے ہی پی لیں اگر مزاج ٹھنڈا ہے تو تھوڑا گھی یعنی چمچہ بھر
کڑکڑا لیں۔ الائچی کے پانچ چھ دانہ اُس میں چھوڑ دیں جب وہ
سُرخ ہوجائیں تو پسی ہوئی چیزیں اُس میں بگھار دیں اور نہار منہ
پی لیں دو روز تک تو بھرے بھرے ڈکار آئینگے مگر رفتہ رفتہ
عادت ہونے پر ٹھیک ہوجائینگے کم سے کم ہر دو چیزیں ایک
ماہ استعمال کرکے دیکھیں۔

دیگر تیل کے لئے یہ عرض ہے کہ بادام روغن۔ روغن
کدو۔ روغن کاہو۔ روغن چمیلی۔ ہموزن ملاکر رکھ لیں سوتے
وقت سر میں لگا لیا کریں۔ حمیدہ نذیر کانپور

نومبر کے پرچہ میں رفیعہ ناز صاحبہ (کلکتہ) نے "کالک پین"
کا علاج دریافت فرمایا ہے اس کا نہایت مجرب اور آزمودہ نسخہ
جو میرا خاندانی ہے درج ذیل ہے۔

ایک تولہ خالص گھی گرم کرکے جبکہ گھی نیم گرم رہے اسمیں
ایک تولہ چونہ پر کا پانی لیکر دونوں کو ملاکر خوب حل کریں تاکہ دونو
ایک جان ہوجائیں! درد کے دورہ کے وقت مریض کو پلانا چاہئے
درد فوراً موقوف ہوجائے گا! اگر پھر درد ہو تو یہی عمل کریں!
چار چھ خوراک میں درد ہمیشہ کے لئے چلا جائیگا! دوران علاج
میں کسی قسم کا کوئی پرہیز نہیں ہے! بہت سے مریضوں پر آزمایا ہوا
ہے۔ مسز سید محمد اشرف حیدرآباد دکن

رسالہ عصمت میں اکثر بہنوں کے استفسار آنکھوں کی
خرابی دور کرنے، نسخے یا پتے کے لئے دیکھتی ہوں بہنیں مسٹر
بھگت رام بیرسٹرایٹ لا مالک کارخانہ ادویات جڑی بوٹی
لاہور سے سُرمہ منگا کر استعمال کریں یہ سُرمہ ہمارے یہاں
عرصہ دس پندرہ سال سے برابر استعمال کیا جارہا ہے۔ ہم لوگ
اس کو آنکھ کے ہر مرض کے لئے مفید پاتے ہیں۔ سُرمہ عہ فی تولہ
اور اگر غریب لوگوں کو تقسیم کرنے کے لئے منگائیے تو ۸ر فی تولہ
ملتا ہے "جڑی بوٹیوں کا انجن" سُرمہ کا نام ہے۔
عائشہ خاتون دختر مسٹر رضی الدین احمد بیرسٹرایٹ لا

مسز نواب الدین یوگنڈا۔ افریقہ نے جو اپنے فرزند کی بابت
دریافت فرمایا ہے کہ اس کو کھانسی بکثرت آتی ہے۔ اُن سے
عرض ہے کہ وہ حسب ذیل دوا کا استعمال انشاءاللہ کھانسی ایک
ہی شیشی کے استعمال سے دور ہوجائیگی۔ مگر اس کے بعد ہی انکو
جاری رکھنے کی ضرورت ہے کم از کم ۳ یا ۴ شیشیاں استعمال کرائیں
فائدہ ہونے سے مجھکو مطلع کریں مشکور ہونگی۔ دوا **Halivord**
اس کی ایک یا ۲ بوند صبح اور ۲ بوند شام بتاشہ میں ڈالکر کھلائیں۔
حمیدہ خاتون بریلی

مبلغ آٹھ روپیہ کی حقیر رقم زبیری صاحب کی صحت یابی کی مسرت میں یتیم بچیوں کی
افطاری کے واسطے ارسال ہیں۔ بنت بشیر احمد جائس

# دُوربین

## مسلمان عورتوں کا حق وراثت

حاجیہ امتیاز فاطمہ بیگم صاحبہ رضویہ نے کئی سال ہوئے ایک انجمن قائم کی تھی جس کا نام انجمن تحفظ حقوق مسلمات ہند ہے۔ اس کے متعدد جلسے ہوتے رہے۔ جن کی صدارت ملک کی ممتاز و نامور خواتین کرتی رہیں۔ اور مقتدر مردوں نے بھی اس کی تائید کی۔ حاجیہ صاحبہ اپنے وطن ملتان سے لاہور آگئیں اور صوبہ کے مرکز سے اس اعلیٰ کام کو انجام دیتی رہیں۔ اس انجمن کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان عورتوں کو رواج پنجاب کے مطابق نہیں بلکہ شرع اسلام کے مطابق حقوق وراثت حاصل ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر عورتیں خود اس امر کے لئے کمربستہ ہو جائیں تو اُن کے مردوں میں اتنی مجال ہرگز نہ ہو کہ وہ اُن کے حقوق غصب کرلیں۔ یا ان کی پامالی میں قولاً و فعلاً نقل و حرکت کریں۔ مردوں کو اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اپنی عورتوں کو حقوق دئے بغیر اُن کی زندگی با امن اور پر آسائش نہیں ہو سکتی تو وہ حقدار کو حق دینے پر مجبور ہو جائیں گے۔

حاجیہ صاحبہ نے منشی فاضل اور ادیب فاضل کی پنجاب سے ڈگریاں حاصل کرکے اب پھر اس کام کو زور و شور سے شروع کر دیا ہے

## دہلی میں زنانہ جلسہ

صوبجاتی زنانہ کانفرنس کا سالانہ جلسہ دہلی میں بصدارت لیڈی سرکار ہوا۔ اس میں ہندو اور مسلمان خواتین شامل تھیں۔ عورتوں کو حقوق دئے جانے کی تجاویز پیش کی گئیں اور منظور ہوئیں۔ ایک تجویز مسلمان بیبیوں کی طرف سے پیش ہوئی کہ والدین اور ولی اپنی لڑکیوں کی شادی کے وقت ایسا تحریری معاہدہ کرلیں جن سے ان کے حقوق کی حفاظت ہو سکے۔ اور اس کے لئے انھوں نے ایک نمونہ بھی پیش کیا کہ ایسا لکھا جائے۔ اس پر بعض مسلمان بیویوں نے مخالفت کی کہ ہم اسقدر حقوق نہیں چاہتیں۔ جب رائے لی گئیں تو ۲۴ رائیں حق میں اور ۴۰ مخالفت میں ہوئیں۔ ستم ظریفی دیکھئے کہ غیر مسلم عورتوں نے بھی اس خالص اسلامی تجویز میں رائیں دیں۔ حالانکہ اعتراض کیا گیا کہ وہ رائے نہ دیں۔ صرف مسلمان عورتوں کی رائے لی جائے گی۔

## عُریانی پر طلاق

اسلامبول (ترکیہ) میں ایک ترک ننگا رہا کرتا تھا۔ اس کی بیوی کو یہ امر نہایت ناگوار گزرتا تھا۔ مجبور ہو کر اس نے عدالت میں طلاق کی درخواست دی۔ عدالت نے حکم پر لکھا کہ ننگا پن ترکی میں ہرگز برداشت نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ ملک کے اخلاق اور روایات کے خلاف ہے۔ عدالت نے بیوی کو طلاق کا حکم دے دیا۔ مرد نے بچوں کی ولایت کے لئے درخواست دی وہ بھی نامنظور ہوئی۔ کہ ایسے بداخلاق آدمی کی صحبت میں اس کے بچوں کا چال چلن برباد ہو جائے گا۔

غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے تنبیہ کی ہے کہ جو عورت ننگا پن اختیار کریگی جان سے مار ڈالی جائے گی۔

## ۱۹۳۵ء میں یورپ کا حشر

ڈاکٹر بینیز وزیر خارجہ زیکوسلویہ نے اپنی پارلیمنٹ میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ ۱۹۳۵ء یورپ کے انجام کا فیصلہ کر دے گا۔ آئندہ سوا سال میں ایسے واقعات پیش آنے والے ہیں جن کا اثر دور رس ہوگا۔ حالت ایسی خطرناک ہے کہ غیر متوقع چنگاری ایک عالمگیر دھماکا پیدا کر دے گا۔ ضرورت ہے کہ انگریز اور فرانسیسی باہم ملے رہیں۔ تاکہ یورپ کا امن قائم رہے۔

**تھریس میں ترکی آبادی** بلقان کی دوسری ریاستوں میں جو ترک آباد ہیں وہ اب وہاں سے اٹھ اٹھ کے ترکی علاقہ تھریس میں آباد ہو رہے ہیں۔ ترکوں کو بلغاریہ سے ٹکرانے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے وہ قسطنطنیہ کے آگے کے علاقہ میں ان ترکوں کو آباد کر رہی ہے۔ تاکہ وہ بلغاریہ کے راستہ میں حائل رہیں۔ ان لوگوں کو ہر طرح کی سہولتیں دی جا رہی ہیں

**انجنیری کی امیدوار** کملا بائی جوگ بمبئی کی ایک ۱۵ سالہ لڑکی انجنیری کے مدرسہ میں بڑی کوشش سے داخل ہوئی ہے۔ منتظم اسے لیتے نہ تھے۔ لیکن لڑکی کے باپ نے جو اسی مدرسہ کا کسی زمانہ میں طالب علم تھا۔ اور اس میں اس نے چھ سات سال موٹروں کے کل پرزوں کا کام سکھایا ہے۔ اعتراض کیا کہ قواعد کی رو سے لڑکیوں کے لئے کوئی ممانعت نہیں۔ چنانچہ وہ داخل کر لی گئی۔ اس کے باپ نے اسے پہلے تار کھینچنے کے کام پر لگایا ہے۔ تاکہ اس کی طاقت اور ہمت کا اندازہ کیا جا سکے۔ بعد میں وہ ہوائی جہاز رانی کی تربیت اسے دلوانی چاہتا ہے۔ یہ اس مدرسہ میں ہندوستان بھر میں پہلی لڑکی ہے۔

**سیاسی حالات** پارلیمنٹ کی کمیٹی کی رپورٹ شائع ہو گئی جس میں آئندہ اصلاحات دحقوق کے متعلق سرکاری نقطہ نگاہ معلوم ہوتا ہے۔ ہندو اس سے بالکل ناخوش ہیں۔ مسلمانوں کا ایک گروہ کہتا ہے۔ کہ جو کچھ ملا ہے اسے غنیمت سمجھ کے اس کے مطابق اصلاحات کو کامیاب ہونے دو۔ آئندہ کے لئے دعوے جاری رکھو۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ سوائے دو باتوں کے مسلمانوں کی ایک بھی بات نہیں مانی گئی۔ دو باتیں یہ ہیں کہ انتخاب جداگانہ ہے اور سندھ کو بمبئی سے کاٹ کے الگ رکھا جائے گا۔ ہندوؤں کو مسلمانوں کے جداگانہ حق انتخاب سے اتفاق نہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ تقسیم بنگالہ کی طرح سے اسے بھی منسوخ کرایا جاتے۔

گاندھی جی دیہاتوں کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ مگر دیہاتی مشکلات کی اصل وجوہ کی طرف ان کا ذرا بھی دھیان نہیں۔ دیہاتی غریب قرضوں میں دبے ہوئے ہیں۔ پہلے اس کا انتظام کیا جائے۔ چرخہ کاتنا اور گڑ بنانا ان کی بیماری کی دوا نہیں ہو سکتی۔

**پتنگ بازی کی ممانعت** پتنگ بازی ہندوستان کا خاص کھیل رہا ہے جس پر ہزاروں روپیہ برباد ہوتا رہا ہے۔ لڑکے مکانوں سے گر گر کر مر مر گئے ہیں۔ اب جب سے بجلی کے تار لگے ہیں یہ اور بھی خطرناک ہو گئی ہے پتنگ لڑانے والے عموماً کانچ پیس کر مانجھا سوتتے ہیں یا تار لگا لیتے ہیں۔ اکثر ایسا ہوا کہ ڈور بجلی کے تار سے لگی اور بجلی اڑانے والے کے بدن میں ڈور کے ذریعہ جا پہونچی اور وہ وہیں مر گیا۔ صوبجات متحدہ کی حکومت نے ڈاکخانہ اور بجلی کے کارخانے والوں کی شکایت پر ہر میونسپل کمیٹی کو قانون بنانے کا حکم دیا ہے۔ جس کی رو سے ہر قسم کی ڈور سے پتنگ بازی خاص خاص علاقوں میں اڑانا ممنوع ہو گا۔ اس طرح پتنگ بازی کے معدوم ہو جانے کا زمانہ آگیا ہے۔

**بیٹے بہو کی خودکشی** پہلے لکھا جا چکا ہے کہ کلکتہ میں اپنے مرے ہوئے باپ کی چارپائی کے برابر اس کا بیٹا اور بہو گرے اور مر گئے اب معلوم ہوا ہے کہ بیٹے کو باپ سے اس قدر محبت تھی کہ اس کی بیماری میں بولایا بولایا پھر رہا تھا۔ ڈاکٹر نے جب جواب دے دیا تو اس نے اور اس کی بیوی نے باہم مر جانے کا عہد کیا۔ باپ جب کہ دم توڑ رہا تھا تو وہ اٹھ کے اپنے کمرے میں گیا اور واپس آکے دھڑام سے باپ کی چارپائی کے برابر گر پڑا۔ یہ دیکھ کر اس کی بیوی اٹھی اور وہ کمرے میں جا کے واپس آئی اور اپنے شوہر پر گر پڑی۔ ان کی لاشوں کو چیر پھاڑ کے دیکھا گیا تو زہر کے ذرّے معدوں میں ملے۔ باپ نے ایک لاکھ روپیہ نقدی و جائداد کی شکل

میں چھوڑا ہے۔ اگر بیٹیا زندہ رہتا تو نصف کا مالک ہوتا۔

## تاروں کا جھرمٹ

ضلع ایلور میں ایک ہندو بیوہ اپنی ۱۳ سالہ لڑکی کا بیاہ اپنے سگے ۴۰ سالہ بھائی سے کرنا چاہتی تھی۔ لیکن اس لڑکی کا پھوپی زاد بھائی بھی اس لڑکی سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ آدھی رات کو وہ لڑکی سوتی ہوئی اڑا لی گئی اور کہا گیا کہ وہ لڑکا اسے ۲۵ آدمیوں کی مدد سے لے بھاگا ہے۔ مقدمہ بن گیا۔ عدالت نے ملزم کے بیان پر یقین کر کے چھوڑ دیا کہ لڑکی خود اس کی ماں نے اس کے ساتھ کر دی تھی۔ کیونکہ وہ اس کا بیاہ اپنے بھائی سے نہیں بلکہ اس کے ساتھ کرنا چاہتی تھی۔

علیگڑھ۔ یونیورسٹی میں ایک لڑکی کی درخواست پر کہ اسے لڑکوں کے ساتھ کالج کے دار التجارب میں تعلیم حاصل کرنے کی اجازت دی جائے منتظمہ مجلس میں بڑی بحث ہوئی۔ آخر اسے اجازت مل گئی۔

جامعہ ازہر مصر کا ایک تبلیغی وفد جاپان پہنچا۔ اس کے صدر نے اسلام کے فلسفہ پر فاضلانہ تقریر کی۔ جس کا زبردست اثر ہوا۔ مجلس اسلامیہ نے قرآن پاک کا جاپانی میں ترجمہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

بیگم سکینہ فرخ سلطان موید زادہ نے کلکتہ ہائیکورٹ میں ایڈوکیٹ (وکیل) بننے کے لئے درخواست دی ہے۔

ایک بی اے ایم اے پاس دو سال نوکری کی تلاش میں پریشان پھر کے آخر شیخوپورہ میں دھوبی کا کام کرنے لگا۔ وہ معمولی شرح پر کپڑے دھوتا ہے۔

لدھیانہ کے جیل خانہ سے آدھی رات کے وقت ایک مقدمہ کی ملزمہ نے کوٹھری کا دروازہ پھوڑا اور چوکیدار اور دیگر قیدی عورتوں کو غفلت کی نیند میں سوتا چھوڑ کر کوٹھری کی دیوار پر چڑھ کر جیل خانہ کی دیوار پر جا چک گئی۔ اور ۴۰۰ فٹ رینگ کے ۱۸ فٹ کی بلندی سے کودی۔ ٹخنوں میں چوٹ آجانے سے بیہوش ہو کر دور تک بھاگی اور ۴ دن رات ایک گنّے کے کھیت میں چھپی رہی۔ بھوک پیاس سے تنگ آکر اپنے گاؤں گئی۔ بھائی سے ملی لیکن اس نے پولیس میں خبر کر کے اسے پکڑوا دیا۔

ایران نے ۲۰ اور ۳۰ برس کی درمیانی عمر کے ہر آدمی کو جنگی محکمہ کے کسی صیغہ میں ملکی خدمت کے لئے طلب کیا ہے۔ کراچی میں رہنے والے ایرانیوں کو قونصل نے بلا کے حکم سنایا۔ آنے جانے کا کرایہ حکومت دے گی۔ اور تربیت ۱۸ ماہ کے لئے ہوگی۔

ڈھاکہ کے ایک ہندو سوداگر نے مرتے وقت ۴ لاکھ روپیہ ڈھاکہ یونیورسٹی کو ایک طبی کالج ان کے نام پر بنانے کے لئے وصیت کی ہے۔

خان عبدالغفار خاں کو بمبئی میں ایک تقریر کرتے ہوئے حکومت کے خلاف کچھ کہنے کے جرم میں دو سال قید سخت کی سزا ملی۔

کچھ اطالوی چند سالوں سے حبش کے علاقہ ادالاول میں آباد ہو گئے ہیں۔ انھوں نے اسے اپنی ملکیت سمجھنا شروع کر دیا۔ اس پر اطالوی اور حبشی فوجوں میں گولیاں چل گئیں۔ بہت سے حبشی مارے گئے۔ حبش نے جمعیۃ الاقوام سے اپیل کی ہے۔

دہلی کی بیگم تراب علی کو بیاض سحر تصنیف کرنے پر پنجاب یونیورسٹی سے ڈیڑھ سو روپے کا انعام ملا ہے۔

اردو کے مشہور شاعر اور ادیب نواب نصیر حسین میاں کا انتقال ہو گیا۔ چھتاری نواب صاحب سے ملنے گئے تھے۔ دل کی حرکت بند ہو گئی

ایک پروفیسر کی بیوی پنجاب کی ریل میں ڈیوڑھے درجہ میں اکیلی سفر کر رہی تھی کہ ایک مسٹنڈا چلتی گاڑی میں آیا اور اس سے کہا کہ ذرا بولی تو قتل کر دوں گا۔ اس نے اس کا ٹرنک باہر پھینک دیا۔ اور خود بھی کود گیا۔ ٹرنک میں ۱۵ ہزار کے زیورات و نقدی تھی۔ پولیس مصروف تفتیش ہے۔

ایک سکھ بڑھیا شیخوپورہ کے ضلع میں گھوڑی پر چڑھی ہوئی جا رہی تھی کہ گاؤں کے کتے اس کے پیچھے بھونکنے لگے۔ گھوڑی چمکی جس سے بڑھیا گر گئی۔ کتوں نے بڑھیا کو پھاڑ ڈالا۔

لسٹ پادں (برھما) کی میونسپل کمیٹی کی صدر ڈو خاتون ایک مسلمان برہمی بی بی مقرر ہوئی ہیں۔ یہ برہما کی پہلی عورت ہیں جو صدر بنی ہیں۔ وہ انجمن ترقی نسواں کی ایک سرکردہ کارکن ہیں۔

PARAMOUNT BRAIN TONIC
SHARPENS MEMORY
قوت حافظہ
ملنے کا پتہ منیجر پیراماونٹ کیمیکل ورکس میورود - لاہور
PARAMOUNT CHEMICAL

| [illegible] | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ...جابی کھانے | لذیذ نفیس کھانے | لذیذ کھانے | عمدہ عمدہ کھانے | دلی اور لکھنؤ کے کھانے |
| ...ر بزری کھانے | | | | پشاوری اور سندھی کھانے |

سینکڑوں قسم کے کھانے تیار کرنے کی اردو زبان میں بےنظیر کتاب

# عصمتی دسترخوان (حصہ اول)

...نمایاں خصوصیت جو اس موضوع کی اور کسی کتاب میں نہ نکلے گی یہ ہے کہ تمام ترکیبیں تجربہ کرنے کے ... ہیں اس لئے ترکیبیں بالکل صحیح ہیں اور وزن بالکل درست! ہندوستان بھر کے ہر حصہ کی تقریباً ...وں نے اس کتاب کی تیاری میں حصہ لیا ہے اور ایڈیٹر صاحب عصمت کی اہلیہ محترمہ آمنہ نازلی صاحبہ ...ت سے کتاب مرتب فرمائی ہے۔ باورچی خانہ کے انتظام اور کھانوں کے متعلق نہایت قیمتی ہدایات د... درج کے گئے ہیں۔ ایک ایک چیز کی نئی قسم کی تیار کرنے کے لئے بھی عصمتی دسترخوان سے بہتر کتاب ملنی ...مثال کے طور پر صرف دو کھانوں کی فہرست ملاحظہ فرمائیے۔

| ...نگ کی ترکیبیں | | کبابوں کی ترکیبیں | | |
|---|---|---|---|---|
| ...ـلـ | انجیر پڈنگ | ران کے کباب | کباب بیضہ مرغ | تاشش کباب |
| ...پڈنگ | اسنڈ پڈنگ | آلو کے کباب | کچے قیمے کی ٹکیاں | شامی کباب |
| ...پڈنگ | سیبے پڈنگ | کچے آلو کے کباب | گوشت کے میٹھے کباب | آنتوں کے کباب |
| ... | جلیبیوں کی پڈنگ | ناریل کے کباب | کباب مرغ مسلم | انگریزی کباب |
| ...ب | میوہ دار پڈنگ | مچھلی کے بیسنی کباب | سیخ کے چٹ پٹے کباب | اروی کے کباب |
| ...نگ | کشمش پڈنگ | سیخ کے کباب | مچھلی کے شامی کباب | اور کئی کئی قسم کے |
| ...ون کیلئے | بالائی پڈنگ | پسندے کے کباب | دہی کے کباب | کباب |

## ...دو چیزوں کی فہرست سے

اسی سے کتاب کا اندازہ کریجئے چاول سلونے اور میٹھے۔ سونیاں کھیر فیرنی۔ سادے اور ترکاری کے ...ن مرغ جیلی۔ بسکٹ۔ کیک۔ دالیں۔ مٹھائیاں۔ حلوے۔ چٹنیاں۔ مربے۔ اچار۔ سموسے۔ بڑے ...وریاں۔ پراٹھے۔ روٹی۔ غرض ہر قسم کے مشرقی و مغربی کھانوں کی بڑی بڑی اچھی ترکیبیں ہیں اور ہر چیز ...درجن صحیح ترکیبیں! اس کتاب کا ہر گھرانے میں ہونا ضروریات میں سے ہے

...تان بھر میں اس کی دھوم مچ گئی ہے۔ بہت سی عورتیں اس کتاب کی بدولت عمدہ عمدہ و ذائقہ دار کھانے پکانے ...لڑکیوں کو یہ کتاب اشد ضروری سمجھ کر جہیز میں دی جاتی ہے سینکڑوں خواتین نے اس کی تعریف میں خطوط بھیجے ...سے ہی مردوں نے اس کتاب کی اشاعت پر مؤلفہ و پبلشر کا شکریہ ادا کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کھانے ...اس قدر صحیح اور ایسی کارآمد کتاب ہندوستان کی کسی زبان میں آجتک نہیں چھپی۔ اس کی تیاری پر پانی ...پیسہ بہایا گیا ہے۔ پہلے ہی سال میں ہاتھوں ہاتھ تین ایڈیشن نکل گئے اس کتاب پر اس قدر محنت کی گئی ہے ...روپے قیمت بھی ہوتی تو کم تھی لیکن اس لئے کہ ہر شخص اس سے فائدہ اٹھا سکے صرف دو روپیہ قیمت رکھی ...مجلد کی قیمت صرف دو روپیہ چار آنہ ہے۔ لہذا زیادہ تر مجلد ہی منگائی جاتی ہے۔

منیجر رسالہ عصمت دکم چیلاں دہلی

# عصمتی کی ...

# ...عصمتی کن ہی ...

## یہ کتابیں ... شائع کی گئی تھیں

اسی لئے ہاتھوں ہاتھ نکل رہی ہیں

### عصمتی ہنڈکلیا

یہ کتاب بچیوں کے لئے ہے تاکہ شادی سے قبل کھانے پکانے کے فن میں ماہر ہو جائیں اور ایک کنواری بچی کو جو جو کچھ جاننا چاہیے اس سے پوری طور پر اس سے واقف ہو جائے سو کھانوں کی صحیح صحیح ترکیبیں بچیوں ہی کے مطلب کی درج کی گئی ہیں خوبی یہ کہ کھانے پکانے کے متعلق نہایت مفید مضامین اور کارآمد ہدایتیں درج کی گئی ہیں جو ہر لڑکی کو ضرور جانتی چاہئیں۔ با تصویر نائٹل قیمت صرف ۸ر

### ناشتہ

دوپہر اور رات کے کھانے سے قبل صبح اور تیسرے پہر کیا کیا ناشتہ کیا جاتا ہے۔ اس موضوع پر سب سے پہلی قابل قدر کتاب ہے جس میں چاء، کوکو، شربت، لسی، فالودہ، آئس کریم، بسکٹ، کیک، توسٹ، کڑاہی وغیرہ وغیرہ نیز ہندوستان کے ہر صوبہ اور ہر قسم کے مختلف قسم کے ناشتوں کی کئی کئی ترکیبیں ہیں گویا اس کتاب کی موجودگی میں جس حصہ ملک کا مہمان ہمارے ہاں آئے اسی کے مطلب کی چیز ہم ناشتے میں پیش کرکے متحیر کر سکتے ہیں۔ قیمت ۱۰ر

### بچوں کے کھانے

ننھے بچوں کے لئے اصول صحت سے کس قسم کی غذا دینی چاہیے، کون سے کھانے مفید ہیں اور وہ کس طرح تیار ہوتے ہیں اس موضوع پر بےنظیر کتاب جس میں بچوں کے صحت بخش اور مفید کھانوں کی کئی درجن تجربہ کی ہوئی صحیح ترکیبوں کے علاوہ کئی نہایت کارآمد مضامین بھی ملک کے قابل قابل ڈاکٹروں اور تجربہ کاروں کے لکھے ہوئے ہیں باتصویر قیمت صرف ۸ر

### بیماروں کے کھانے

بیماروں کے لئے جو کھانے بہت مفید ہیں اس میں صرف انہی کی ترکیبیں ہیں۔ اور کئی قابل تجربہ کار ڈاکٹروں نے اس کی تیاری میں حصہ لیا ہے۔ تمام ترکیبیں تجربہ کی ہوئی ہیں اور بہت کارآمد ہیں مضامین بھی بے انتہا مفید و قابل قدر ہیں۔ ہر گھر میں اس کتاب کا ہونا ضروری ہے باتصویر قیمت دس آنہ ۱۰ر

### مذاقیہ کھانے

دولہا بھائی سے ہندوستانی ہیلیوں کے مہذب مذاق ... نہایت دلچسپ کتاب جس کی ہر ترکیب صحیح ہے۔ بیہودہ تکلیف دہ ... ملی گی اس کتاب سے شائستہ مذاق کرو اور اس ہنسنے ہنسانے والی کتاب ... کا ثبوت دو۔ لڑکیوں کی شادی کے وقت دولہا بھائی کی تواضع کیلئے لڑکیاں یہ کتاب نہایت شوق سے منگاتی ہیں ...

### مشرقی مغربی کھانے

عصمتی دسترخوان کا دوسرا حصہ قیمت ... اس کا مفصل اشتہار ... [illegible]

# زنانہ دستکاری کی مفید کتابیں

## جو اپنے اپنے موضوع پر بہترین تسلیم کی جا چکی ہیں



## (۱) عصمتی کروشیا

کروشیا کی شوقین بہنوں کے لئے بہترین تحفہ

یہ کتاب فن کروشیا کی مشہور ماہر محترمہ فاطمہ نور علی بیگم صاحبہ نے ترکیبیں اور ہدایات لکھ کر مرتب کی ہے۔ عصمت کی مشہور مضمون نگار محترمہ و۔ا۔ صاحبہ کی رائے ہے "یہ خوبصورت اور کامیاب کتاب بہت محنت سے مرتب کی گئی ہے" محترمہ لطیف بیگم صاحبہ جن کے سلائی کے کام کے مضامین حلقہ عصمت میں خوب مقبول ہو چکے ہیں لکھتی ہیں "عصمتی کروشیا کے نقشے اس قدر صاف واضح اور آسان ہیں کہ سمجھنے میں بالکل دقت نہیں ہوتی" محترمہ بلقیس بیگم صاحبہ مولفہ کروشیا کی رائے ہے جو ہدایات دی گئی ہیں ان سے نمونے بنانے میں بہت سہولت ہو جاتی ہے۔ دوسرا ایڈیشن نہایت آب و تاب کیساتھ بڑے سائز پر شائع ہوا کاغذ عمدہ قیمت ڈیڑھ روپیہ

### مختصر فہرست عصمتی کروشیا

| | | |
|---|---|---|
| گلہ نما کاڑھی | فارم ہاوس | گذ نائٹ |
| ڈاک بنگلہ | مسجد کا دروازہ | امام حسین |
| اتھوں نے مشک | مرغ | شیر ببر |
| کلمہ طیبہ | تاج محل | جامع مسجد |
| ۵ فیس انسرشن | ۱۱ دلاویز جھالریں | ۲ خوبصورت کونے |
| خوش آمدید | عید مبارک | درخت نما ڈالی |
| چڑیا ڈالی پر | طرہ وان | پرواز گھونٹ |
| گاڈ بلیس | راج ہنس | بچہ تیر کمان |
| ایک خاتون مینا نما | کوزی، توتے | گلدستہ دگلدان |

## (۲) عصمتی کشیدہ

اس کتاب میں کشیدہ کاری کے نہایت اچھے اچھے نمونے دئے گئے ہیں ضروری اور کارآمد ہدایتیں اس قدر آسان پیرایہ میں لکھی گئی ہیں کہ چھوٹی چھوٹی بچیاں بھی سمجھ سکیں ہر نمونہ کی ضروری تشریح کی گئی ہے یعنی نمونہ کس کس چیز کے لئے موزوں ہو سکتا ہے اور کس کس رنگ میں ہونا چاہیئے۔ اور کیا کیا احتیاط ضروری ہے پھر نمونے شروع ہوتے ہیں، میز پوش پلنگ پوش، رومال، کرسیوں کے گدوں تکیوں کے غلاف پلنگ کی چادروں۔ پردوں وغیرہ وغیرہ کے وسط اور کونوں کے لئے مختلف قسم کے پھولوں، بوٹوں، گلدستوں وغیرہ کے کئی درجن خوبصورت نمونے ہیں۔ ان کے بعد کئی وضع کی دلاویز بیلیں پھر مختلف قسم کی کڑھت کے عمدہ عمدہ نمونے ایک درجن سے زیادہ اس کے بعد پرندوں اور چند مشہور رسالوں کے خاکے غرض بچیوں کیلئے یہ کتاب بہت کارآمد ہے اور انہیں ہنرمند بنا دیگی پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گیا اب بار دوم چھپی ہے قیمت ۸

## (۳) گلدستہ کشیدہ

عصمتی کشیدہ کا دوسرا حصہ

کشیدہ کاری کی اس قدر خوبصورت اور اتنی کارآمد کتاب آج تک نہیں چھپی

اس کتاب کی تیاری میں ۶۰ دستکار بہنوں نے حصہ لیا ہے۔ اور کشیدہ کاری کی مشہور ماہر محترمہ علیا فاطمہ بیگم صاحبہ آگرہ نے نہایت محنت و قابلیت سے کتاب کو مرتب فرمایا ہے۔

کتاب کے ۱۱ باب ہیں جن کی تفصیل یہ ہے

| باب | تفصیل | نمونے |
|---|---|---|
| باب ۱ | خوبصورت فریم مثلاً یا محمد تاج محل عید کا تحفہ فوٹو وغیرہ | ۹ نمونے |
| باب ۲ | مختلف قسم کے پھولوں کو ذیل ڈالیوں کے | ۶۴ ، |
| باب ۳ | مختلف وضع کے بڑے پھول | ۴۴ ، |
| باب ۴ | میز پوش چادروں وغیرہ کے کونے | ۱۹ ، |
| باب ۵ | غلاف تکیہ وغیرہ کے خوشنما مرکز | ۱۸ ، |
| باب ۶ | مختلف وضع کے گول پھول | ۱۱ ، |
| باب ۷ | بیل کلابتہ۔ پلنگ کی چادریں ساری وغیرہ کی بیلیں۔ | ۱۷ ، |
| باب ۸ | انسرشن کی بوٹیاں وغیرہ | ۸ ، |
| باب ۹ | قمیص کے کف | ۳ ، |
| باب ۱۰ | قمیص کرتہ بلاوز کے گریبان | ۴ ، |
| باب ۱۱ | متفرق۔ مثلاً کوزی بچوں کے بب جوتہ یا دان کا غلاف بائیسکل کی گدی وغیرہ وغیرہ | ۱۵ ، |

موتیوں کے کام کی طرح گلدستہ کشیدہ میں بھی پہلے نہایت کارآمد ہدایتیں ہیں پھر نمونوں کے مطابق کاڑھنے کی مفصل ترکیبیں ہیں جن میں بھی ہر چیز کا موزوں رنگ لکھ دیا ہے پھر نمونے دئے ہیں اور تمام نمونے نہایت صاف ہیں۔ اکثر نمونے ایسے خوبصورت ہیں کہ آج تک کشیدہ کاری کی کسی کتاب میں دیکھنے میں نہ آئے ہونگے اور ترکیبیں تو اس قدر آسان ہیں کہ چھوٹی بچیاں بھی سمجھ سکتی ہیں۔ گلدستہ کشیدہ میں سب نئے نئے نمونے ہیں یعنی جو عصمتی کشیدہ میں آ چکے ہیں وہ اس کتاب میں نہیں ہیں کاغذ خوب موٹا دبیز اعلیٰ درجہ کی چھپائی ٹائٹل رنگین صفحات ۲۰۰ قیمت ۱؎

## (۵) موتیوں کا کام

موتیوں کے کام کا شوق لڑکیوں میں روز بروز ترقی کر رہا ہے مگر یہ کام ایسا ہے کہ جب تک بتانیوالا نہ ہو سمجھ میں نہیں آتا اور جب اشارہ مل جائے تو باسانی کیا جا سکتا ہے یہ کام ہے بھی نہایت دلچسپ اور مفید۔ غریبوں کے لئے روزی کا ذریعہ ہو سکتا ہے اور امیروں کے لئے دل بہلانے کا۔ ان ہی باتوں کو پیش نظر رکھکر یہ مفید کتاب دستکاری کی ماہر ۲۷ عصمتی بہنوں نے تیار کی ہے اور دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ موتیوں کے کام کی ایسی مفید کتاب ہندوستان بھر میں نہیں چھپی۔ اس میں مندرجہ ذیل ۲۰۶ نمونے ہیں۔

| | | |
|---|---|---|
| ۴۰ وضع کے پھول گلدستے | ۲۷ قسم کی لیس | ۲۶ جھالریں |
| ۱۳ عمدہ عمدہ فریم | ۱۱ انسرشن توڑی وغیرہ | ۳ جالیاں |
| ۲۹ وضع وضع کی بیلیں | ۸ نیکلس ہار | ۸ خوان پوشش |
| ۹ حاشیہ کنارہ | ۲ پنکھے | ۳ منی بیگ |
| ۷ ہینڈ بیگ کے نمونے | ۶ پردے | گلاس پوش چھلے |
| متفرق چیزیں ٹی کوزی | ہولڈر سلیپر | لیمپ کے جھاڑ وغیرہ ۱۰ نمونے |

مثال کے طور پر صرف دو چیزوں کی فہرست پیش کی جاتی ہے

| بیلیں | | لیسیں | |
|---|---|---|---|
| بلاوز کی بیلیں ۲ | گلاب کی بیل | جگنو نما لیس | برگ نما ڈنڈی |
| آسان بیل | عینک نما بیل | کے کناروں کی لیس | وائی نما لیس |
| سادی بیل | لٹ دار ، | کنگورے دار لیس | ہال نما لیس |
| دوپٹہ کی بیل ۲ | چوڑی ، | الگڑی دار لیس | بلاوز کی لیس ۲ |
| فراک کی ، ، | گلے کی آستین کی | سموسہ دار لیس | دوپٹہ کی لیس |
| ساڑھی کی ، ۴ | دامن کی بیل | اوپر لڑیاں | لوز نما لیس |
| اوڑھنی ، ، | حاشیہ کی | بور دار | سادہ لیس |
| قمیص کا گھیر | نفیس بیل | لاکٹ لڑیاں | شلوار کا پائچہ |
| | | بغیر فیتہ کی چپل | دلکش لیس یا نا |
| | | سہ لڑی ، | چوڑی لیس اور لیس |

جیسے موتیوں کے کام کی ماہر بہنوں کے نہایت کارآمد مضامین و ہدایات درج ہیں پھر مفصل ترکیب اور ضروری ہدایات ہر نمونہ کی اس قدر آسان لکھی گئی ہیں کہ نوسکھ بھی پورا فائدہ اٹھا سکتی ہیں چنانچہ بعض ترکیبیں ۲-۳-۴ صفحوں میں ہیں جو کہ باسانی سمجھ میں آ جاتی ہیں تمام نمونے نہایت صاف اور خوبصورت ہیں کسی نمونے کے سمجھنے میں دقت نہیں ہوتی موتیوں کے کام کا شوق رکھنے اور یہ کام سیکھنے والی لڑکیوں اور عورتوں کے لئے اس سے بہتر ساتھی نہیں ملے گی، کاغذ خوب دبیز لکھائی چھپائی نہایت اعلیٰ ٹائٹل دو رنگ کا باتصویر خوبصورت۔ قیمت دو روپے ۲؎

(۶) عصمتی دستکاری
(۷) سلمہ ستارہ کا کام
(۸) نٹنگ یا بننے کی کتاب

ان کتابوں کا اشتہار کسی جگہ ملاحظ فرمائیے۔

## (۴) خواتین کی دستکاریاں

جو عورتیں مالی دقتوں سے پریشان ہیں جنہیں آمدنی کی کمی اور اخراجات کی زیادتی نے پریشان کر رکھا ہے وہ اگر ایک جلد منگالیں تو گھر پر خود داری و عزت کیساتھ زندگی گذار سکتی ہیں کیونکہ اس کتاب میں نادار اور غریب عورتوں کو نہایت کارآمد بیش بہا مشورے دئے گئے ہیں اور بہت سے کاموں کی اس قدر تفصیل بیان کر دی ہے کہ پردہ نشین عورتیں بغیر کسی کا احسان اٹھائے صرف اس کتاب کی بدولت مالی پریشانیوں کو باسانی دور کر سکتی ہیں۔ خواتین کی دستکاریاں جہاں غریب عورتوں کو بہترین مشورہ دیگی وہاں امیر عورتوں کو بھی ہنرمند اور سلیقہ شعار بنا دے گی۔ قیمت آٹھ آنہ ۸

ملنے کا پتہ۔ منیجر عصمت دہلی

ESTD. 1908.
THE ISMAT, DELHI.
عصمت
فروری
۱۹۳۵
چندہ سالانہ نمبر دوم
تین روپے
چندہ سالانہ نمبر اول
پانچ روپے
جملہ حقوق محفوظ

# تصانیف محترمہ صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ

ایم۔ آر۔ اے۔ ایس۔ لندن

## مشیر نسواں (۱) یا زہرہ

ایک دلچسپ اخلاقی ناول جس میں لڑکیوں کو بہت سی بیش بہا اخلاقی باتیں بتائی گئی ہیں۔ قصہ دلچسپ و نتیجہ خیز ہے۔ طرز بیان ۔۔۔ اکابرین قوم نے جسے پڑھ کر حسب ذیل ریویو کئے تھے

علامہ شبلی نے اسے پڑھ کر فرمایا تھا یہ کتاب محاسن۔ معائب سے بالکل پاک ہے۔ اخبار مشیر دکن کے ریویو کا خلاصہ مضامین کیا بلحاظ زبان بڑی دلچسپ اور دلآویز کتاب ہے۔ مخبر ریویو عورتوں کیلئے نہایت دلچسپ اخلاقی ناول ہے۔ شوکت کا ریویو بے نظیر ناول ہے جس میں عورتوں کی ہر حالت اور ہر عمر کے نصائح اور معلومات کے ذخیرے دلچسپ طریقہ سے بیان کئے گئے ہیں۔ اخبار تہذیب نسواں کا ریویو اس قصہ کو مصنفہ نے نہایت دلچسپ اور پر اثر طریقہ سے بیان کیا ہے۔ مصنفہ کو اس تصنیف پر تمغہ طلائی دیا گیا تھا بار سوم

## سرگذشت ہاجرہ (۲)

دلچسپ اور سبق آموز قصوں میں اخلاقی و اصلاحی جواہر بیش بہا ذخیرہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ازدواجی زندگی میں جو پیدا ہو جاتی ہے عورت انہیں کس طرح دور کر سکتی ہے۔ چار سہیلیاں ایک جمع ہو کر آپ بیتی سناتی ہیں ان میں ہاجرہ کی سرگذشت سب ۔۔۔ اور مفید ہے اور بتایا گیا ہے کہ بیویاں بگڑے ہوئے گھر کس طرح سنوارتی اور بگڑے ہوئے شوہروں کو کیونکر بنا لیتی ہیں۔ علامہ سر محمد اقبال کی رائے کہ سرگذشت ہاجرہ مستورات کیلئے نہایت مفید کتاب ہے۔ طرز بیان بھی موثر اور دلکش ہے۔ بیگم صاحبہ سر عبد القادر صاحب ۔۔۔ لاکھ ۔۔۔ یہ نہایت اچھی اور دلچسپ کتاب ہے ۔۔۔ کے نقائص بڑی خوبی سے قصہ کے پیرایہ میں اصلاح کی ہے۔ بار دوم قیمت ۔۔۔

## موہنی (۳)

ایک اخلاقی معاشرتی افسانہ ایک شہزادی شوہر کے انتقال پر گھر بار چھوڑ کر جنگلوں میں مارے مارے پھرتی ہے۔ یہاں تک کہ ایران پہنچتی ہے اور وہاں عجیب طریقہ سے شوہر سے ملاقات ہوتی ہے۔ ایران کی معاشرت، مہمانداری، زچہ خانہ، شادی بیاہ، رسم و رواج پر ایسی مفید معلومات کسی کتاب میں نہ ملیں گی قیمت ۔۔

## تحریر النساء (۴)

لڑکیوں اور عورتوں کے لئے جدید طرز پر خط و کتابت کی بے نظیر کتاب، اخلاقی و معاشرتی و مذہبی سبقوں کا لاجواب مجموعہ جس میں عورتوں کو کار آمد اور مفید بہت سی باتیں بتائی گئی ہیں یہ کتاب انشا کی انشا اور نتیجہ خیز سبق آموز مضامین کا مجموعہ بھی اسے پڑھنے کے بعد نہ صرف مستورات ہر موضوع پر اچھے اچھے خطوط ہی لکھ سکتی ہیں بلکہ انکی معلومات میں بھی اضافہ ہوتا ہے قیمت ۔

# تصانیف محترسوان ہند محترمہ خالون اکرم جنت مکانی

محترمہ خاتون اکرم صاحبہ تعلیم یافتہ ہندوستانی خواتین کی محبوب ترین انشا پرداز تھیں جن کی مضمون نگاری کا ہندوستان بھر میں ڈنکا بج چکا ہے جن کے فلسفیانہ خیالات نے جن کے دور دور تک ڈوبے ہوئے طرز تحریر نے بڑے بڑے قابل مردوں سے خراج تحسین وصول کیا تھا۔ مشہور انگریزی روزنامہ بمبئی کرانیکل کی رائے ہے مرحومہ خاتون اکرم نہایت اعلیٰ درجہ کا ادبی مذاق رکھتی تھیں اور اپنے خیالات و جذبات کو نہایت سادہ مگر موثر انداز اور مختصر الفاظ میں ادا کرنے کی قدرت رکھتی تھیں۔ علی گڈھ میگزین لکھتا ہے ان کا طرز بیان پر اثر اور دل نشین ہوتا ہے۔ رسالہ نیرنگ جہاں نے لکھا تھا مرحومہ چھوٹی سی عمر میں نہایت دانشمندانہ اور وسیع تجربہ رکھنے والی خاتون تھیں اپنی پرزور تحریر میں انسانی جذبات کی تصویر نہایت خوش اسلوبی سے کھینچتی تھیں

## گلستان خاتون (۱)

محترمہ خاتون اکرم ملک کے بہترین افسانہ نگار مردوں میں بھی نہایت ممتاز درجہ رکھتی تھیں گلستان خاتون متفقہ طور پر اردو کے بہترین افسانوں کا مجموعہ تسلیم کی گئی ہے۔ شہید ظلم۔ آرزوؤں پر قربانی۔ انقلاب زمانہ۔ تربیت اولاد۔ طرز زندگی۔ بیچ کی فتح۔ دوسری شادی وغیرہ۔ وہ سبق آموز موثر اور درد انگیز افسانے ہیں جو زنانہ لٹریچر میں غیر فانی درجہ رکھتے ہیں اس سے پہلے کسی ہندوستانی خاتون کے ایسے بلند پایہ افسانوں کا مجموعہ نہیں چھپا۔ پیسہ اخبار لکھتا ہے " یہ وہ دلچسپ افسانے ہیں جنمیں کوئی افسانہ خلاف قیاس نہیں بلکہ عین مشاہدہ اور فطرت کے موافق ہے انکی دلچسپی ناظر کتاب پر خود بخود واضح کرتی ہے۔ اخبار ریاست کی رائے نہ صرف خواتین بلکہ مردوں کو بھی ان سبق آموز اخلاقی افسانوں کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے " رہنما لکھتا ہے ہر افسانہ اس قدر دلکش ہے کہ بغیر پورا کئے ہوئے کتاب چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ یہ افسانے ہمارے موجودہ تمدن و معاشرت کی خرابیوں کی اصلاح کرنے والے ہیں۔ ذوالقرنین لکھتا ہے ان افسانوں میں ایک خاص خوبی یہ ہے کہ جس کا کیرکٹر بیان کیا ہے ہمیں موقع و حیثیت کے لحاظ سے زبان و لہجہ استعمال کیا گیا ہے۔ ملک کے تمام مشہور اخبار و رسائل نے نہایت شاندار ریویو کئے ہیں کتاب کا دیباچہ مولوی راشد الخیری ایڈیٹر عصمت نے لکھا ہے تمام کتاب آرٹ کاغذ پر نگین چھپی ہے اردو میں ایسی خوبصورت کتابیں بہت ہی کم نکلیں گی۔ ٹائٹل خوبصورت عمدہ لکھائی چھپائی قیمت ایک روپیہ چار آنہ ۔۔۔ مجلد ۔۔۔

## پیکر وفا (۲)

ایک دلآویز نتیجہ خیز افسانہ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ وفا عورت کی خلقت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے اور شریف بیوی اپنے شوہر کیلئے ایسی ایسی قربانیاں کر دکھاتی ہے کہ دنیا حیرت میں رہ جائے۔ رسالہ ہمایوں کی رائے ہے یہ ایک کامیاب و مفید افسانہ ہے جس میں عورتوں کے احترام کو واضح کیا گیا ہے جسکی تعلیم اسلام نے ہمیں دی ہے۔ انداز بیان دلکش عبارت سادہ و شگفتہ۔ جار کستہمیری ۔۔۔ پیرایہ بیان دلآویز ہے۔ صداقت کی رائے پلاٹ اور کیرکٹروں کے لحاظ سے اعلیٰ درجہ کا افسانہ ہے۔ بار سوم۔ قیمت آٹھ آنے

## بچھڑی بیٹی (۳)

ایک دلچسپ سبق آموز افسانہ جو کہ زنانہ رسالوں میں شائع ہو کر بے انتہا پسند کیا جا چکا ہے۔ ایک لڑکی ماں باپ سے بچھڑ جاتی ہے اسکی جدائی میں ماں باپ کی جو کیفیت ہوتی ہے جو صرف کتاب پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے برسوں کے بعد وہی لڑکی اس طرح ملتی ہے جنت مکانی کی بہترین افسانہ نگاری کی داد دینی پڑتی ہے بیحد دلچسپ قصہ ہے۔ یہ بھی آرٹ کاغذ پر چھپا ہے قیمت ۶ر

## جمال ہمنشیں (۴)

جنت مکانی کے بیمثل ادبی مضامین کا نہایت حسین شاندار مجموعہ

اجل، عالم نزع، پھول، رمضان و عدہ وفائی، خدا کی مصلحت، تعزیت نامہ، فانی زندگی، تغیرات زندگی، نیرنگی زمانہ، عبرت گاہ دنیا، موسم بہار، غم، ساون، عید، زندوں کی زندہ ہستی، کسی کی یاد، ہنسی مذاق، خوشی کا دن وغیرہ وغیرہ یہ وہ دلآویز مضامین ہیں جنکی عصمت، تہذیب، استانی، شباب اردو وغیرہ میں شائع ہو کر دھوم مچ چکی ہے، جمال ہمنشیں کے متعلق اخبار ہمدرد لکھتا ہے ان مضامین میں فلسفیانہ بحث کی گئی ہے " انڈین ڈیلی میل کی رائے " ان مضامین کی اردو صاف رواں ہے " زنانہ رسالہ حرم کی رائے " یہ مضامین بلحاظ زبان و خیال نہایت بلند ہیں اور ان کی اشاعت اردو زبان پر بڑا احسان ہے " رسالہ اردو لکھتا ہے ان مضامین کی عبارت بہت فصیح و پختہ ہے " اخبار وکیل جمال ہمنشیں بلاشبہ نسوانی دنیا کیلئے سبق آموز کتاب ہے اخبار مدینہ کی رائے " مضامین بہت بلند پایہ ہیں " روزنامہ انگریزی بمبئی کرانیکل لکھتا ہے ان مضامین کی زبان نہایت آسان اور سادہ ہے یہ بھی آرٹ کاغذ پر تیسری بار چھپی ہے قیمت ایک روپیہ

## معزز خواتین کی لکھی ہوئی نہایت دلچسپ اور مفید کتابیں

محصول ڈاک بذمہ خریدار

| | | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| انوری بیگم | ۱۲ | عقل کی باتیں | ۸ر | خانہ داری کے تجربے | ۱۲ر | تندرستی ہزار نعمت | ۴ر | شمع خاموش (نظمیں) | ۶ر |
| غیرت کی پتلی | ۶ | ہنسی کی باتیں | ۸ر | | | | | آئینۂ جمال (نظمیں) | ۱۲ر |
| چار مرغ | ۴ر | تاریخی لطیفے | ۸ر | | | | | شہید وفا (افسانے) | ۱۲ر |
| دولت پر قربانیاں | ۸ | خواتین اندلس | ۹ر | | | | | نغمات موت (مضامین) | ۶ر |

| | |
|---|---|
| پردہ و تعلیم | ۱۲ |
| بچوں کی تربیت | ۱۰ |
| بچوں کی دنیا | ۸ |
| مختصر دنیا | ۸ |
| آئینہ موز | ۸ |

**دفتر عصمت کوچہ چیلان دہلی**

سے یہ سب کتابیں شائع ہوئی ہیں

# مصوّرِ غم حضرت علّامہ راشد الخیری مدظلہٗ کی تصانیف

## مردوں اور عورتوں کے لئے اصلاحی و معاشرتی کتابیں

### (۱) حیاتِ صالحہ یا صالحات:۔ علامہ محترم

کی سب سے پہلی تصنیف جس نے جادو نگار مصنف کے کمال افسانہ نگاری کی ہندوستان بھر میں ڈنکا بجا دیا تھا۔ اس میں ایک نیک لڑکی کی زندگی کے وہ تمام واقعات نہایت ہی موثر پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں جو اکثر ہندوستانی گھرانوں میں پیش آتے ہیں، صالحات سے معلوم ہوگا کہ وہی باپ جو کہ اولاد کا عاشق زار ہے کس طرح بچوں کی جان کا دشمن اور خون کا پیاسا ہو جاتا ہے۔ صالحات بتلائے گی کہ جاہل سوتیلی ماں کس طرح سوکن کے بچوں کی مٹی پلید کرتی ہے صالحات سے معلوم ہوگا، نیک کوکھ کی لڑکیاں مصائب کا کیسے کیسے ایثار، قربانیوں سے مقابلہ کرکے دنیا کو حیرت میں ڈال دیتی ہیں۔ قصہ کے ضمن میں آج سے چالیس سال پہلے کے گھرانوں کی معاشرت، رسم و رواج وغیرہ نہایت دلچسپ طریقہ سے بیان کئے گئے ہیں ہندوستانی زبانوں میں مستورات کے مطلب کے اس قدر بلند معاشرتی ناول بہت ہی کم لکھے گئے ہیں عمدہ لکھائی اور چھپائی اعلیٰ کاغذ۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ (عہ)

### صبحِ زندگی، شامِ زندگی، شبِ زندگی

اردو زبان میں کوئی کتاب ان کتابوں سے زیادہ گزشتہ دس سال میں مقبول نہیں ہوئی اب تک چھہتر ہزار سے زیادہ فروخت ہو چکی ہیں اور آج بھی مانگ کا وہی حال ہے جو شروع میں تھا، یہی وہ کتابیں ہیں جنہوں نے ہزارہا خاندانوں کو تباہی اور بربادی سے بچا دیا اور ہزاروں بگڑے ہوئے گھرانے سنوار دئے۔

### (۲) صبحِ زندگی

لڑکیوں کی تربیت پر اس قدر موثر پیرایہ میں اس سے بہتر کتاب آج تک شائع نہیں ہوئی۔ اس میں نسیمہ کی پیدائش سے شادی تک کے تمام واقعات ہیں۔ یہ کتاب ہر لڑکی کو تمام عمر میں کم سے کم ایک بار ضرور پڑھ لینی چاہئے۔ پندرہ دفعہ چھپ چکی ہے۔ قیمت (عہ)

### (۳) شامِ زندگی

نسیمہ بیگم کی شادی سے موت تک کے تمام واقعات بیوی اور شوہر دونوں کے لئے بے مثل چیز ہے یہی وہ کتاب ہے جس نے مصنف کو قوم سے مصوّرِ غم کا خطاب دلوایا۔ حال میں سولھویں مرتبہ چھپی ہے۔ قیمت (عہ)

### (۴) شبِ زندگی

یہ علامہ محترم کا ماسٹر پیس یعنی سب سے بہتر کتاب کہی جاتی ہے۔ اس میں رحلت نسیمہ کے بعد کا بیان ہے جس سے معلوم ہوگا کہ نسیمہ بیگم نے دنیا کے وہ کون سے کام کئے تھے کہ حوریں اس کا استقبال کرتی ہیں۔ عالمِ ارواح کی سیر اس قدر دلچسپ ہے کہ بار بار پڑھیے اور معلوم کیجئے کہ وہ کون سی دو عورتیں ہوں گی جن میں ایک دوزخ میں بھی ہنس رہی ہے اور دوسری جنت میں بھی مقید ہے۔ نسیمہ جیسی ہیرا ساس کی بہو وسیم دلہن ایسی پتھر نکلی کہ الامان الحفیظ، نسترن کی سلیقہ شعاری اور انسانیت خدا سب کو نصیب کرے ایک ایک سطر دل کے پار ہوتی ہے۔ بارھواں ایڈیشن چھپا ہے۔ قیمت (عہ)

### (۵) شبِ زندگی حصّہ دوم

بتائے گی کہ دنیا کی بدترین مخلوق وسیم دلہن کس طرح ایک خدا ترس اور نیک بی بی بن جاتی ہے۔ اور اس کے بچھڑے ہوئے لال کس طرح اس سے ملتے ہیں۔ کتاب کی ہیروین فاطمہ ساس اور شوہر کے ہولناک مظالم سہتی اور ایسی قربانیاں کرتی ہے کہ آپ دنگ رہ جائیں گے۔ اتنا دلکش پلاٹ ہے کہ کسی کتاب میں نہ ملے گا۔ قیمت ایک روپیہ۔ شب زندگی مکمل عمار مجلد عہ۔

### (۶) نوحۂ زندگی

بیوہ کے نکاح ثانی کے متعلق مصوّرِ غم کی معرکۃ الآرا تصنیف بے انتہا دلچسپ قصّہ جس سے معلوم ہوگا کہ بیوہ اور اس کی زندگی نے اسلام میں کیا صورت اختیار کی۔ آٹھ دفعہ چھپ چکی ہے۔ قیمت ۱۲؍

### (۷) طوفانِ حیات

تبلیغ رسوم اور شرک و بدعت مسلمانوں کو گھن کی طرح اندر ہی اندر کھوکھلا کر چکے ہیں مشکل سے کوئی گھر ہوگا جہاں ان لغویات کا گزر نہ ہو اس کتاب کی ہیروین مشرکہ کی زندگی اس قدر دلچسپ ہے کہ پڑھنے والا حیران ہو جاتا ہے۔ وہ رسوم جنہوں نے مسلمانوں کا خاکہ اڑایا اس وضاحت اور خوف سے بیان کی گئی ہیں کہ پڑھنے کے بعد گھر میں ایسی رسوم کا نام نشان باقی نہیں رہتا۔ شرک جو دنیائے نسواں پر عام طور پر قابض ہے طوفانِ حیات کے مطالعہ سے کوسوں دور بھاگ جاتا ہے۔ اور رسوم مروجہ خوفناک اژدھے کی صورت میں نظر آنے لگتی ہیں۔ قیمت صرف ایک روپیہ۔ (عہ)

### (۸) جوہرِ قدامت

دو بہنوں کی پر لطف کہانی۔ دو لڑکیوں کی مفصل زندگی۔ دو عورتوں کی جگر خراش داستان؟ جن میں ایک دورِ قدیم کی درخشندہ تصویر اور دوسری طرزِ جدید کی دلدادہ جوہرِ قدامت بتائیگی عالمِ نسواں پچاس سال پہلے کیا جوہر رکھتا تھا مسلمان گھرانوں میں اس وقت کیسے کیسے لعل گدڑیوں چمکتے تھے اور مغربی رو کس سمت سے جا رہی ہے عمدہ کاغذ ضخامت دو سو صفحہ (عہ)

### (۹) منازل السائرہ

صالحات کی طرح اس میں بھی ایک لڑکی کی پیدائش سے لے کر موت تک کے واقعات اس قدر دلچسپ پیرایہ میں لکھے گئے ہیں کہ بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ یہ وہی کتاب ہے جو یونیورسٹی کی بڑی جماعت کے کورس میں داخل ہے قیمت حصہ اوّل عہ، حصہ دوم عہ، چھ دفعہ شائع ہو چکی ہے۔

**پتہ یاد رکھئے:۔ دفتر عصمت کوچہ چیلان دہلی**

# اصلاحی و معاشرتی افسانے

## (۱۰) تمغہ شیطانی

حضرت علامہ راشد الخیری نے اسلام کو جن سائنٹفک اصولوں پر تحریر فرمایا ہے۔ اردو لٹریچر میں اس کی نظیر نہیں نکل سکتی۔ جن مسلمانوں نے سمجھ کر علامہ محترم کی تصنیف کو پڑھ لیا صحیح اسلام ان کے ذہن نشین ہو گیا۔ اور ہزاروں گھر تباہی سے بچ گئے۔ تمغہ شیطانی میں امت شیطانی کے آٹھ کیرکٹر دکھائے گئے ہیں۔ اُن لوگوں کے جو نیک انسان سمجھے جاتے تھے۔ مگر صرف ایک فعل سے جو بظاہر بہت معمولی بات تھی طلقہ شیطانی میں داخل ہوئے۔ جہاں ناکرٹے والی بہری، ملاجی خاں صاحب کے حالات پڑھ کر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑجاتے ہیں۔ وہاں شمس پیرجی شیرازی کے واقعات آنکھوں سے آنسو گرا دیتے ہیں۔ بیحد موثر سبق آموز اور عبرت انگیز افسانہ ہے۔ قیمت ۱۲؍

## (۱۱) سات روحوں کے اعمالنامے

جسے تمغہ شیطانی کی جوڑ کہا جاتا ہے دنیا کی سات عجیب و غریب روحیں ایک شیطان کی مغفرت کے لئے پیش کی جاتی ہیں جن کے مطالعہ سے کہیں ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑیں کہیں آنسو نکل پڑیں، کنواری لڑکیاں نہ منگائیں۔ چھ دفعہ چھپا ہے قیمت (۸؍)

## (۱۲) غدر کی ماری شہزادیاں

**یعنی بیلہ میں میلہ۔** قلعہ کی رہنے والی شہزادیوں کی آپ بیتی۔ وہ دل ہلا دینے والی کہانیاں کہ بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ رنگین بلاک کی کئی تصاویر ہیں قیمت ۱۲؍ رداع ظفر کے ساتھ منگائیے۔

## (۱۳) ستونتی

نہایت دلچسپ سبق آموز قصہ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مرد کیلئے بیوی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہو سکتی۔ ا شریف عورت شوہر کے لئے سب کچھ قربان کر کے اور وفاداری ایثار کے جوہر دکھا کے دنیا کو محو حیرت کر دیتی ہے با رنیم قیمت ۱؍

## (۱۴) مودودہ

ہندوستان کے بعض صوبوں میں شرع اسلام کا فیصلہ پس پشت ڈال کر مسلمان لڑکیوں کو کلام الہٰی کے خلاف ترکہ پدری سے محروم کر کے رواج کو ترجیح دیتے ہیں۔ علامہ محترم نے یہ قصہ اسی خرابی کے انسداد پر لکھا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ بہت خوب لکھا ہے۔ اور ایسے درد سوز و گداز سے کہ پتھر سے پتھر دل بھی اس کو پڑھ کر موم ہو جاتے ہیں۔ قیمت ۸؍

## (۱۵) تفسیر عصمت

یہ وہی دلاویز افسانہ ہے جس نے رسالہ عصمت کے مشہور جوبلی نمبر میں چار چاند لگا دئے تھے عبدل کا کیرکٹر اس قدر پر لطف ہے کہ ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑجاتے ہیں۔ اور واقعات اس قدر درد انگیز کہ بے ساختہ آنسو نکل آتے ہیں۔ خلع اور ارتداد پر اس سے بہتر افسانہ آج تک اردو زبان میں شائع نہیں ہوا۔ بار سوم قیمت ۵؍

## (۱۶) انگوٹھی کا راز

جدید ایڈیشن حضرت مصنف سے نظر ثانی اور بہت کچھ اضافہ کرا کے شائع کیا گیا ہے۔ یہ تین مختلف الخیال لڑکیوں کا سبق آموز افسانہ ہے۔ رابعہ کا عبرت انگیز انجام۔ سلامی کی جگر خراش داستان اور صفیہ کی مشکلات انگوٹھی کا راز بڑی خوبی سے تعلق کرتا ہے۔ ۸؍

## (۱۷) ولایتی نخی

نانی عشو کی جوڑ کا نہایت پر لطف اور با تصویر افسانہ ہے جس کے ہر ہر فقرے پر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑجاتے ہیں۔ بی نخی نے بڑھاپے میں وہ سوانگ بھرے ہیں کہ بس پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں با تصویر بار سوم۔ (۶؍)

## (۱۸) منازل ترقی

اس عبرت انگیز افسانہ میں دکھایا گیا ہے کہ انسان ترقی کی دھن، لیڈری کے شوق اور دولت کے نشہ میں اخلاق انسانیت اور مذہب کو تج کر غریب رشتہ داروں پر کیسے کیسے ظلم ڈھاتا ہے بار سوم (۱۴؍)

## (۱۹) بچہ کا کرتہ

ایک عاشق زار بدنصیب ماں اپنے جوان بچے کی بدولت وہ وہ مصیبتیں اٹھاتی ہے کہ کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ دنیا اس کی محبت اور ایثار کا وہ عبرت انگیز جواب دیتی ہے کہ آنکھ سے آنسو نکل پڑتے ہیں بار سوم (۱۴؍)

## (۲۰) ویڈ کی سرگذشت

گمراہ وہ موتی وہاں بھی نہ تھا فیشن وجدت کی دلدادہ ایک انگریز خاتون کی کہانی اسی کی زبانی، مغربی معاشرت کا ایک نہایت کامیاب مرقع یورپین میاں بیوی کے تعلقات کا ہو بہو فوٹو۔ بار سوم (۱۴؍)

## (۲۱) بنت الوقت

ہماری مستورات کی تعلیم و تربیت کا بے مثل مرقع وقت کا اندھا دھند ساتھ دینے والی ایک ناعاقبت اندیش لڑکی کا عبرت انگیز انجام چھ دفعہ چھپ چکی ہے۔ قیمت (۸؍)

## (۲۲) سراب مغرب

غیر مسلم مدارس میں لڑکیوں کا تعلیم پانا کہاں تک جائز ہے۔ اس بحث پر مشہور کتاب تقلید مغربی کے دردناک نتائج، پارٹیز کا حشر ماں باپ کی ناعاقبت اندیشی اور لڑکی کی تباہی چھ دفعہ چھپ چکی ہے۔ کنواری لڑکیاں نہ منگائیں۔ قیمت آٹھ آنے (۸؍)

## (۲۳) فسانہ سعید

بیوہ کا نکاح ثانی اسلام کا حکم ہے۔ مگر جس قابلیت سے حضرت مصور غم نے سعید کا نکاح بے سود ثابت کیا ہے وہ حق رکھتا ہے کہ ہر مسلمان اس کتاب کو پڑھے۔ سعید کی جگر خراش داستان دل ہلا دے گی۔ سوتیلے رشتوں پر موثر کتاب ہے۔ قیمت آٹھ آنے (۸؍)

## (۲۴) چہار عالم

ایک دردانگیز افسانے میں تین چار سبق آموز افسانے حیات انسانی پر پرندوں کی بحث ہندوستانی معاشرت کا یہ افسانہ گویا مرقع ہے۔ چند نسوانی کمزوریوں کو دردناک پیرایہ میں بیان کیا ہے قصہ کا پلاٹ بے حد دلچسپ ہے پہلے یہ افسانہ گلدستہ عید کے ساتھ شائع ہوا تھا۔ اب علیحدہ شائع کیا گیا ہے اور کئی قلمی تصویریں بھی دی گئی ہیں۔ قیمت صرف (۱۴؍)

# (ج) مختصر افسانوں کے مجموعے

علامہ محترم کے مختصر افسانوں کا تیس سال سے ہندوستان بھر میں ڈنکا بج رہا ہے۔ علامہ راشد الخیری ہی وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اردو زبان میں مختصر افسانہ نویسی کو معراج کمال پر پہونچایا۔ جذبات نسوانی کی درد

ڑ میں ڈوبی ہوئی صحیح ترجمانی جس جادو نگاری سے مقرر
م مصنف نے کی ہے زبان اردو ہمیشہ اس پر
ر کرے گی ناممکن ہے کہ سنگدل سے سنگدل انسان بھی ان
افسانوں کو پڑھ کر آنسو بہائے بغیر رہ سکے۔ شہنشاہ
ٹریجڈی کے وہ معرکۃ آرا افسانے جو لٹریچر میں غیر فانی
درجہ رکھتے ہیں۔ اور جن پر بڑے بڑے ضخیم ناول قربان
ہیں۔ اب مختلف مجموعوں کی صورت میں شائع کئے جارہے ہیں

**(۲۵) جوہر عصمت** ۱۳ سبق آموز افسانے۔ (۱) مظلوم بیوی کا ایک خط
(۲) بھنو کی دلہن (۳) انگلی محبتیں (۴) فسانہ تنویر۔
(۵) بیگناہ کا قتل (۶) بھاوج کا کینہ (۷) مامون رشید کا دربار
اور ایک سچی عورت (۸) عدل جہانگیری (۹) بلبل کی شہادت۔
(۱۰) ملکہ شہرزاد (۱۱) برقہ کی سختی (۱۲) غلط فہمی (۱۳) خاتمہ
بالخیر اُف تیرہ۔ افسانوں کا مجموعہ جوہر عصمت ہر شریف مرد اور
ہر شریف عورت کی نظر سے گذرنا چاہئے۔ بڑے ہی مؤثر اور
دلآویز افسانے ہیں۔ یہ کتاب چھ مرتبہ چھپ چکی ہے قیمت عہ

**(۲۶) سیلاب اشک** باتصویر۔ درد انگیز افسانے جن کے
عنوانات یہ ہیں (۱) پرستار محبت (۲) بلوچن کے تین رنگ
(۳) طلاق کا سفید بال (۴) حج اکبر (۵) عدل گلبدن۔
(۶) بے قصور بچی (۷) ثریا کا تخیل۔ ہر افسانہ کے ساتھ
فوٹو بلاک کی فضا دیرپا ہے۔ ہر افسانہ بے انتہا دلآویز اور
مؤثر ہے۔ ناممکن ہے کہ انسان بغیر آنسو بہائے اس کتاب کو
پڑھ سکے۔ ہر قصہ بے مثل ہے کئی دفعہ یہ کتاب چھپ چکی ہے۔
قیمت عہ

**(۲۷) طوفان اشک** یعنی رواج کی چوکھٹ پر مظلوم عورتوں کی قربانیاں
وہ مؤثر سبق آموز کتاب جس میں پارہ دل ہلا دینے والی
کہانیاں ہیں۔ قیمت عہ
رواج کی بھینٹ۔ محروم وراثت۔ اس ہاتھ دے اس
ہاتھ لے۔ میں نے کیا دیکھا۔ کلنک کا ٹیکہ۔ سوتیلی ماں۔ آخر وقت
تفسیر عبادت۔ شہید معاشرت۔ بیوی کی صحنک۔ تصنیف
کا خواب۔ نئی دلہن۔ طوفان اشک۔

**(۲۸) نانی عشو** آپ کتنے ہی سنجیدہ کیوں نہ ہوں ناممکن ہے نانی عشو پڑھتے یا
سنتے وقت آپ کے پیٹ میں مارے ہنسی کے بل نہ پڑجائیں
نانی عشو عرب اور گلشن، رفاعی، سجدہ ندامت پڑھ کر ایک
موقع پر آپ کی آنکھ سے آنسو نکلیں گے تو دوسرے
موقع پر ہنسی ضبط نہ ہو سکے گی ڈیڑھ سال میں پانچ بار
چھپی ہے قیمت ۱۰ /

**(۲۹) نسوانی زندگی** یوں تو حضرت علامہ راشد الخیری قبلہ نے
اپنی ہر تصنیف میں عورت کی مختلف حیثیتیں دکھائی ہیں مگر
اس کتاب میں خصوصیت کے ساتھ ماں، بیوی، بیٹی،
بہن، غرض ہر حیثیت میں عورت ایسا ایسا ایثار اور
قربانیاں کر دکھاتی ہے کہ مرد حیرت میں رہ
جاتا ہے نسوانی زندگی کا ہر افسانہ بے انتہا دلچسپ
ہے۔ قیمت ۸ /

**(۳۰) روداد قفس** حضرت علامہ محترم کی درد و اثر میں ڈوبی
ہوئی نظموں کا مجموعہ، مظلوم حسینہ، روضہ اقدس پر،
اسلم کا خط شوہر کے نام، ماں کا پیام، سرخاب کا دم
واپسیں، التجائے قیصر، بیٹوں کی فریاد، بچپن کی
یاد، عید کا کرتا، سہیلی کا خط وغیرہ وغیرہ وہ نظمیں ہیں
جنھیں پڑھ کر دل درد مند تڑپ اٹھیں گے پانچویں مرتبہ
چھپی ہے۔ قیمت ۱۲ /

**(۳۱) گرفتار قفس** روداد قفس کا دوسرا حصہ یہ نظمیں بھی درد و اثر میں
ڈوبی ہوئی ہیں۔ قیمت ۴ /

**(۳۲) گلدستۂ عید** عید کی دعا، عید کی خوشی، ام جعفر کی عید۔ ترکن
ماما کی عید، پچاس سال پہلے کی عید۔ کنواری بچی کی عید۔
ایسے ایسے بارہ سبق آموز افسانے ہیں یہ کتاب ہر
وقت پڑھنے اور روزانہ زندگی میں بہت سے مفید نتائج
اخذ کرنے کی چیز ہے۔ باتصویر ہے۔ قیمت ۸ /

## تاریخ و سیر، ادب و انشا

**(۳۳) آمنہ کا لال** اردو زبان کا سب سے بہتر مولود شریف اب
پڑھی لکھی عورتوں کی مجالس میلاد میں یہی کتاب پڑھی
جاتی ہے۔ اور اعلیٰ تعلیم یافتہ مرد بڑے ذوق شوق سے
آمنہ کے لال کا مطالعہ کرتے ہیں کیونکہ اس میں ایک واقعہ
بھی ایسا نہیں جو خلاف عقل کہا جاسکے۔ نثر کے ساتھ ساتھ
جہاں جہاں نظم ہے وہ بھی اس قدر مؤثر ہے کہ اہل دل تڑپ
اٹھیں کیونکہ تمام اشعار خود علامہ محترم ہی کے ہیں۔
آمنہ کے لال میں علامہ راشد الخیری کا بہترین لٹریچر ہے
اس کتاب کی مقبولیت کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے
کہ اکثر خواتین و حضرات نے دو دو یا پانچ پانچ اور دس
دس جلدیں ایک ساتھ منگائی ہیں۔ دو سال میں پانچویں
دفعہ چھپی ہے۔ قیمت ایک روپیہ (عہ) قسم خاص
ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ) مجلد دو روپے (عہ)

**(۳۴) سیدہ کا لال** مکمل تاریخ شہادت جو سرور کائنات صلعم کی
رحلت سے یزید کی تخت نشینی تک کے تمام حالات حضرت
عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ کی شہادتیں اور دردناک مرثیے
جنگ جمل، جنگ صفین کا مکمل بیان، امیر معاویہ کی سیاست۔
امام حسنؓ کی شہادت۔ یزید کی حکومت کی پوری کیفیت غرض
معرکہ کربلا سے پہلے کے تمام صحیح و مستند واقعات نہایت تفصیل
کے ساتھ ہیں۔ دوسرا حصہ مراثی کربلا ہے حضرت مسلمؓ اور
ان کے بچوں اور حضرت حُر کی شہادت، بی بی زینب کا میدان
کربلا میں بے مثل ایثار، حضرت عباسؓ۔ حضرت قاسمؓ
حضرت علی اکبرؓ کی شہادتیں۔ کربلا کا ننھا شہید بیمار صغرا کا
قاصد، سیدہ کے لال کی شہادت۔ خانماں برباد سیدانیاں
ابن زیاد اور یزید کے دربار۔ شیعہ سنی اختلافات پر
تبصرہ۔ قاتلان حسینؓ کا انجام اور خدا کا فیصلہ یوں تو
تمام کتاب اس قدر درد انگیز ہے کہ بغیر آنسو بہائے
نہیں پڑھی جاسکتی مگر نثر میں جو مرثیے علامہ محترم نے
لکھے ہیں۔ ان کی ایک ایک سطر کلیجہ کے پار ہو جاتی ہے
ادب لطیف کے علاوہ جو کتاب کی جان ہے شہادت کا
اس قدر مفصل اور مکمل درد انگیز اور مؤثر بیان
کسی کتاب میں نہیں۔ تعلیم یافتہ عورتیں اور مرد شیعہ
ہوں یا سنی شہادت کی یہی کتاب آپ پڑھتے یا مجلسوں میں
پڑھواتے اور سنتے ہیں۔ ضخامت قریباً ڈھائی سو صفحے
قیمت صرف ایک روپیہ بارہ آنے قسم خاص جو آرٹ کاغذ
پر ہے سے (عہ)

**(۳۵) اُمت کی مائیں** رسول اکرم صلعم کی بیویوں
کے مقدس حالات زندگی کثرت ازدواج پر اس قدر
معقول بحث کہ غیر مسلم بھی تسلیم کئے بغیر نہ رہیں یہ کتاب
مسلمان عورتوں کو دین و دنیا کی کامیابی کا راستہ بتاتی
ہے۔ قیمت ۱۲ /

**(۳۶) الزہرا** اردو زبان میں جگر گوشہ رسول
سیدۃ النساء حضرت بی بی فاطمہؓ کی بہترین سوانح عمری
جو بتاتی ہے کہ میاں بیوی کو کس طرح رہنا چاہئے
بچوں کی پرورش کس طرح کرنی چاہئے دنیا کے ساتھ
دین کس طرح میسر آتا ہے واقعات اس قدر درد انگیز
کہ ہچکی بندھ جائے۔ آخر میں واقعہ کربلا کا مختصر بیان۔
آٹھ دفعہ چھپ چکی ہے قیمت ۱۲

### (۳۷) نوبت پنج روزہ یعنی وداع ظفر

شاہ جہان آباد اُجڑ گیا۔ مگر اس کے کھنڈرات اب تک مٹنے والوں کے کارنامے سُنا رہے ہیں اور شہر کے در و دیوار اس وقت بھی پنے مہمانوں کا مرثیہ پڑھ رہے ہیں۔ آج سے ستر سال پہلے دلی کیا تھی، بادشاہ کا جلوس قلعہ معلیٰ کی بہاریں شاہی جھمگٹے، میلے تماشوں کے رنگ، دربار کی کیفیت۔ قطب صاحب کے مقبرے۔ پیر غیب۔ شاہ برے اور رکوتلے کے جشن شہر آبادی کی چہل پہل۔ ہندو مسلمانوں کی معاشرت۔ رمضان عید۔ سلونو، سالگرہ کے اہتمام و شادی بیاہ کی رسوم غرض دور گزشتہ بہار دیکھنی ہو تو وداع ظفر ملاحظہ فرمایئے جس میں آخری تاجدار مغلیہ کی پانچ نوبتیں۔ اس قدر دردانگیز پیرایہ میں لکھی گئی ہیں کہ خون کے آنسو رلوادیں گی پانچویں نوبت وہ ہے جب دلی نے بادشاہ کو وداع کیا۔ غدر ۱۸۵۷ء کے واقعات مخبروں کے مظالم مظلوموں کی حالت زار۔ مردوں کی بربادی۔ عورتوں کی تباہی۔ اور بادشاہ کے بہیم مصائب ناممکن ہے کہ آپ آنسو بہائے بغیر پڑھ سکیں بادشاہ کی تصویر اور تین نادر عکسی تصویریں بھی دی گئی ہیں۔ قیمت صرف عہر قسم خاص ہٰر۔ تیسرا اڈیشن بھی ختم کے قریب ہے

### (۳۸) قلب حزیں چھوٹے چھوٹے نہایت لطیف ادبی مضامین کا دلاویز مجموعہ

جذبات نسوانی کی دردانگیز ترجمانی، ان مضامین میں علامہ محترم نے شاعری کی ہے اور نظم نما نثر کی یہ بہترین اُردو کتاب ہے۔ طرز تحریر نہایت پیارا کہ بار بار پڑھئے پھر بھی جی نہ بھرے۔ بار سوم۔ قیمت صرف ۸ر

### (۳۹) وداع خاتون وہ بے نظیر مضامین جو جنت مکانی محترمہ

خاتونِ اکرم کی جوانمرگی پر لکھے گئے جو بتائیں گے کہ بہو کسے کہتے ہیں۔ اور لڑکی شادی کے بعد کس طرح سسرال والوں کے دل فتح کر سکتی ہے نا ممکن ہے کہ اسے پڑھ کر آنسوؤں کی جھڑیاں نہ شروع ہو جائیں۔ سو کتابوں کے پڑھنے کا وہ اثر دل پر نہیں ہو سکتا جو صرف اس کتاب کے پڑھنے کا کیونکہ یہ آپ بیتی ہے۔ بار سوم قیمت ۵ر

### (۴۰) امین کا دم واپسیں شہنشاہ ہارون الرشید اور

ملکہ زبیدہ خاتون کے لخت جگر شہزادہ امین الرشید کا دردناک قتل قصہ کے دلکش پیرایہ میں عبرت انگیز واقعات ہیں !

بار سوم قیمت ہہر

## اِسلامی تاریخ ناول کی طرز پر

یہ کتابیں جو مردوں کے لئے لکھی گئی ہیں۔ کنواری لڑکیاں نہ منگائیں البتہ بڑی عمر کی شادی شدہ عورتیں پڑھ سکتی ہیں یہ اسلامی تاریخ کے افسانے ہیں۔ اور ناول کی طرز پر لکھے گئے ہیں۔ ان کتابوں میں ہلال اور صلیب کی لڑائیاں اسلام اور عیسائیت کے معرکے مسلمانوں کی سرفروشانہ قربانیاں ان کا جوش ایمانی شجاعت اور ایثار کے دل ہلا دینے والے مناظر دکھائے گئے ہیں ساتھ ہی ساتھ محبت کے دلاویز افسانے

### (۴۱) عروس کربلا علامہ محترم کی تمام تاریخی ناولوں میں بلحاظ درد و اثر کے ممتاز

ہے۔ کربلا کے تاریخی واقعات پہلے ہی کچھ کم دردانگیز نہیں اس پر مولانا نے قلم گوہر ریز سے قیامت ڈھائی ہے کہ کئی جگہ ہچکی بندھ جاتی ہے اس پر لطف یہ ہے کہ محبت کا دلاویز افسانہ ہے۔ بہت مشہور کتاب ہے ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے حال ہی میں اس کا چھٹا اڈیشن خاص اہتمام سے شائع ہوا ہے قیمت عہ ہہر

### (۴۲) محبوبۂ خداوند قرون اولی کے پرجوش و پاکباز مسلمانوں کی ولولہ

انگیز جانبازیوں کی تصویر ہے حضرت عثمانؓ کے زمانہ کا اسلام عیسائیوں اور مسلمانوں کے معرکے اسلام اور نصرانیت کا مقابلہ عیسائی لڑکی سفیرہ یا محبوبۂ خداوند کے پنجے سے چھوٹ کر ایک پاکباز مسلمان سے نکاح نہایت دلچسپ اور پر لطف ناول ہے عروس کربلا کی طرح کئی مرتبہ چھپی ہے۔ قیمت ۱۲ر

### (۴۳) شہنشاہ کا فیصلہ عہد عباسی کے بغداد کا دلچسپ افسانہ ایک

شخص اپنی بیوی کی شادی کن اسباب کے تحت میں ایک دوسرے شخص سے کرتا ہے ایک مصیبت زدہ ماں کا بے گناہ بچہ کس وجہ سے واجب القتل ٹھیرایا جاتا ہے اور ماں کی کیا کیفیت ہوتی ہے۔ ملکہ اپنے حصول مقصد کے لئے کیا کیا کوششیں کرتی ہے۔ اور آخر میں کس خوبی سے شہنشاہ کا فیصلہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیتا ہے یہ ایسے باب ہیں کہ صرف پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ قیمت ہہر

### (۴۴) منظر طرابلس تسخیر طرابلس کے لئے مسلمانوں کا جوش ایمانی۔ حضرت زبیر

بن عوام کی بے مثل بہادری ایثار شجاعت محبت کے آتشکدہ میں بے گناہ لڑکی کی قربانی حقیقی بہن کے ہاتھوں بھلائی کا قتل مذہبی پیشواکی سیہ کاریاں علقیسہ اور شہزادی لیبو کی کہانی اور فتح طرابلس کا آخری منظر قیمت ۵ر

### (۴۵) ورشہوار ایران، مازندران سیستان کی ہولناک لڑائیوں کا مرقع،

بہرام کی شجاعانہ کارنامے شہزادی سطورہ کی فراست بہادری وزیر کی مکاری اور فریب بہت دلچسپ ناول ہے۔ قیمت ۸ر

### (۴۶) سودائے نقد مرد کا نکاح ثانی اور اسلام میں عورت کی حیثیت کیا ہے۔

یہ افسانہ بتائے گا کہ جوان بیٹی کی شادی نہ کرنا سوسائٹی کا کیسا زبردست اخلاقی گناہ ہے، دو سگی بہنوں کی دلچسپ کوششیں حقیقی ماں کے ہاتھوں جوان بیٹے کا قتل محبت کا جواب غرض نہایت دلچسپ پلاٹ ہے قیمت ۵ر

### (۴۷) یاسمین شام حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ثانی کے عہد ظفر مہدی کی اسلامی

جنگ، ہلال و صلیب کے معرکے اسلام کی فتح اور تسخیر شام کے حالات اس کے ہمراہ داستان محبت یہ بھی مقبول و مشہور کتاب ہے اور کئی بار چھپ چکی ہے قیمت عہ ہہر

### (۴۸) تیغ کمال غازی اعظم مصطفےٰ کمال کے حالات یونان کے برخلاف مسلمانوں کی

کوشش اور فتح یورپ کی سازشوں کے راز افشا کئے گئے ہیں شاہ قسطنطین کی سیاسی چالیں ملکہ کون کونسٹ کیلئے اتحادی شہزادی کی درخواست۔ ملکہ کی قید اور قتل کا حکم مصطفےٰ کمال کا کمال قیمت عہ ہہر

### (۴۹) شہید مغرب طرابلس اور مراکش میں مسلمانوں اور عیسائیوں

کے مقابلے۔ اسلام اور نصرانیت کے معرکے۔ مسلمان عورتوں کی ناموس اسلام پر قربانیاں مسلمانوں کی ترقی کا راز اور تنزل کے اسباب، شدھی اور تبلیغ کا اثر۔

### دس دردانگیز افسانے

دو آسمانی مسافر، شہید مغرب، شہید طرابلس، طرابلس سے صدا عرب میدانی، بیاداغ، افراط و تفریط صدائے دلگداز، کلو نبتان، یمونہ ان کے مطالعہ سے حب وطنی جوش ایمانی بہادری، شجاعت خودداری غیرت حمیت کے سے شریفانہ جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ قیمت عمر

### (۵۰) اندلس کی شہزادی مسلمانوں کے زمانہ کے اسپین کا دلاویز محبت

کا افسانہ جو ہنساتے ہنساتے پیٹ میں بل ڈال دے گا اور رلائے گا اور بتائے گا کہ مسلمان سرزمین اندلس پر کیا کر چکے ہیں قیمت ہہر

جملہ کتابوں کا محصولڈاک بذمہ خریدار
ملنے کا پتہ

**منیجر عصمت کوچہ چیلان دہلی**

# عصمت دہلی

ستائیسواں سال | بابتہ ماہ فروری ۱۹۳۵ء | جلد ۵۴ نمبر ۲

تصاویر ۱۰ — فہرست مضامین



**چندہ سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک**

**قسم خاص**۔ جو آرٹ کاغذ پر چھپتا ہے یعنی جس پر تصاویر چھپتی ہیں۔ عہ
رؤسا سے پچیس روپے والیان ریاست سے سو روپے فی پرچہ ایک روپیہ ممالک غیر سے ایک پونڈ

**قسم اول**۔ جو دبیز چکنے کاغذ پر چھپتا ہے پانچ روپے فی پرچہ، ممالک غیر سے دس شلنگ سالانہ

**قسم دوم**۔ جس کے مضامین تصاویر ٹائیٹل وغیرہ کا کاغذ معمولی ہوتا ہے تین روپے فی پرچہ پانچ آنے ۱۵را

**رسالہ عصمت**۔ ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں کے ریلوے اسٹیشنوں پر میسرز اے ایچ وھیلر کے بک سٹال پر بھی ملتا ہے۔

(باہتمام ابوامین مولوی محمد امان الرحمن پرنٹر و پبلشر محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپا)

# مضمون نگاری کے قواعد

## مضمون نگاروں کو عصمت کے لئے مضامین بھیجنے سے قبل ان باتوں کا ضرور خیال رکھنا چاہئے

(۱) مضامین کاغذ کے ایک رخ پر روشن سیاہی سے خوشخط ثانی، مناسب ترمیم و اصلاح و اضافہ کے لئے ایک ایک سطر چھوڑ کر خوشخط لکھنے چاہئیں۔ (۲) اڈیٹر کے نام کے خط میں مضمون نگار کا صحیح نام اور پورا پتہ درج ہونا اشد ضروری ہے۔ (۳) طویل مضمون کے لئے تین تین چار چار ماہ بعد بھی ممکن ہے جگہ نہ نکل سکے لیکن چھوٹے چھوٹے مضامین جلد درج رسالہ ہو سکتے ہیں اس لئے مضمون نگار جہاں تک ممکن ہو مضمون بہت مختصر لکھیں۔

(۴) مضمون کسی کتاب یا رسالہ سے نقل ہو یا ترجمہ یا اخذ ہو تو مصنف کا نام اور کتاب یا رسالہ کا حوالہ ضرور دیدیا جائے۔ (۵) عصمت کے لئے صرف وہ مضامین بھیجے جائیں جو عصمت ہی کے لئے لکھے جائیں وہ مضمون ہرگز نہ بھیجا جائے جو کسی اور پرچہ کو بھیجا جا چکا ہے۔ (۶) عصمت کے مضامین کے لئے پامال پرانے عنوانات جن پر بارہا عصمت میں مضامین شائع ہو چکے ہیں منتخب نہ کرنے چاہئیں نئے نئے موضوعات پر چھوٹے چھوٹے مضامین جو اسلوب بیان ندرت خیال وغیرہ کے اعتبار سے دلچسپ سمجھے جا سکتے ہیں خوشی کے ساتھ شائع کئے جاتے ہیں۔ (۷) مضامین میں تہذیب و سنجیدگی کا پورا خیال رکھنا چاہئے جو مضامین ذاتیات سے آلودہ ہوتے ہیں یا جن سے کسی مذہبی فرقہ کی دل آزاری ہو سکتی ہے، ردی کر دیئے جاتے ہیں عصمت مذہبی جھگڑوں کا اکھاڑا نہیں ہے عصمت کے لئے ایسے مضامین بھیجنے چاہئیں جو ہندو مسلمان عیسائی سکھ سب کے لئے مفید ہوں۔ (۸) مضامین کی زبان سلیس اور عام فہم ہونی چاہئے رنگین بے معنی عبارت ہمیں ناپسند ہے فارسی عربی انگریزی الفاظ ٹھونسنے سے مضمون بھدا ہو جاتا ہے۔ (۹) جو مضامین عصمت میں شائع ہوتے ہیں ان کا دائمی حق اشاعت "بحق عصمت" محفوظ ہوتا ہے۔

عصمت سال کے بہترین مضامین پر جولائی میں قریباً چار سو روپے کے انعامات مضمون نگار خواتین میں تقسیم کرتا ہے، کم استطاعت مضمون نگار عورتوں کو معاوضہ بھی دیتا ہے غیر مسلم خواتین کے مضامین بڑی خوشی سے شائع کئے جاتے ہیں۔ — ایڈیٹر

# چند باتیں

**سالگرہ نمبر** حسب معمول جون میں شائع ہوگا۔ جو خواتین اور حضرات اس خاص نمبر کے لئے مضامین اور تصاویر روانہ فرمانا چاہیں **۱۰ مارچ** تک بھیجدیں۔ سالہائے گذشتہ میں اگرچہ خاص مضامین شروع اپریل میں بھی موصول ہو جاتے تھے تو سالگرہ نمبر میں درج کرنے کی کوشش کی جاتی تھی لیکن اب جوہر نسواں زنانہ دستکاری کا رسالہ جاری ہونے کے بعد میری مصروفیات بہت بڑھ گئی ہیں اور مجھے مارچ ہی میں سالگرہ نمبر مرتب کر لینا ہے۔ اس لئے عصمت کی مخصوص مضمون نگار بہنوں اور بھائیوں سے خصوصیت کے ساتھ درخواست ہے کہ ۱۰ مارچ سے قبل سالگرہ نمبر کے لئے مضامین بھیج کر مجھے ممنون فرمائیں سالگرہ نمبر میں تصاویر بھی وہی شائع ہو سکیں گی جو ۱۰ مارچ تک موصول ہو جائیں گی۔

---

اکتوبر کے پرچہ میں ہم نے مرحومہ حمیدہ خانم اے کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے عصمت کی طرف سے دس پرچے نادار اور کم استطاعت بہنوں کے نام جاری کرنے کا اعلان کیا تھا۔ اس اعلان کو چار ماہ ہو گئے لیکن اب تک نادار بہنوں کی درخواستیں چلی آ رہی ہیں اس وقت ۳۲ خواتین کی درخواستیں یونہی پڑی ہوئی ہیں۔ چونکہ عصمت کا نہ نادار فنڈ ہے نہ عصمت کے چندہ میں اس قدر گنجائش کہ مزید کمی کی جا سکے اس لئے افسوس ہے کہ دس پرچے مفت جاری کرنے کے بعد فی الحال ہم کسی اور درخواست کی تعمیل نہیں کر سکتے۔

# اُصولِ اسلام

اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ عصمتی لڑکیوں نے مجھ سے نماز کے متعلق بعض باتیں دریافت کی ہیں اور اس وقت
[ب]سورت اور علی گڈھ کی دو صاحبزادیوں نے قریب قریب ایک ہی مضمون کے خط لکھے ہیں ہیں اس مسئلہ پر اپنے خیالات
[ا]ظہار کئی مرتبہ کر چکا ہوں اور آج پھر کرتا ہوں۔

مُسلمان پر اسلام نے دو قسم کے حق عائد کئے ہیں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد حقوق اللہ صرف اس غرض
سے ہیں کہ حقوق العباد میں فرق نہ آئے اور مسلمان اپنی معاشرت میں کوئی لغزش نہ کریں۔ روزہ نماز حج زکوٰۃ۔ غرض ارکان
[ا]سلام صرف اس غرض سے ہیں کہ مسلمان حقوق العباد کی کسوٹی پر پورا اُترے ورنہ خدا نہ کسی عبادت کا محتاج ہے
[ن]ہ اس کی شان ایزدی میں کسی عبادت سے اضافہ ہوسکتا ہے۔ نماز فرض اس لئے کی گئی ہے کہ اور یہ ہی اس کی تعریف بھی
[کی] گئی کہ وہ مسلمان کو برائیوں سے روکتی ہے جس طرح کسی جُرم کے ارتکاب میں ملزم کی نیت دیکھنی ضروری ہے اسی طرح
جو قانون ملزم کو مجرم قرار دیتا ہے مجوز کے واسطے اس کا منشا بھی دیکھنا لازمی ہے نماز کی بڑی غرض یہ ہے کہ خدا کا
خوف مسلمان کے دل سے فراموش نہ ہونے پائے اور اگر نفس اس کو کسی برائی کی طرف جانے کی ترغیب دے تو خدا
کا خوف اس کو روک لے اب نماز کے واسطے کپڑوں کی صفائی جسم کی پاکیزگی جگہ کی سُتھرائی یہ تمام شرائط علیحدہ
علیحدہ بحث کا حق رکھتی ہیں۔ لیکن ان میں سے کسی شرط کے پورا نہ ہوسکنے کی وجہ سے نماز کا چھوڑ دینا مناسب نہیں معلوم
ہوتا۔ اگر ایک ماں کے کپڑے بچّہ کی وجہ سے خراب ہوگئے ہیں اور اس کے پاس دوسرے کپڑے نہیں ہیں تو اس کی نماز کو
ناجائز قرار دینا ایک قسم کا ظلم ہے۔

اس کے ساتھ ہی مسلمان کو یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ حقوق اللہ سے غفلت معافی کے قابل ہے اور اگر مسلمان
[ک]ے دوسرے اعمال اچھے ہیں تو خدا کی رحمت اپنے ہر حق کو معاف کرسکتی ہے۔ مگر بندے کا حق خدا معاف نہیں کرتا۔ ایک
مسلمان بیوی خانہ داری کے تمام فرائض سے غفلت کرتی ہے وہ مسلمان ماں کی حیثیت سے بچوں پر پوری طرح متوجہ نہیں
ہوتی مگر نماز بجائے پانچ کے تہجد اور اشراق تک ناغہ نہیں کرتی کیا اس کا یہ فعل بہ حیثیت مسلمان کے صحیح ہے؟ ہرگز نہیں!
اس کا نماز کا معاملہ ایک ایسی طاقت سے ہے جس کے سامنے اس کی کوئی حقیقت نہیں مگر خانہ داری میں اس نے
متعلقین کو جو اذیت پہونچائی وہ برابر کے حقوق ہیں جہاں کوئی دخل نہیں دے سکتا۔ بچے اس کی وجہ سے برباد ہوئے

ان کا مستقبل اس کی لاپروائی پر قربان ہوا اور یہ سب اس کی غلطی کی بھینٹ چڑھ گئے اب کون ایسا عقل مند ہوگا جو کسی مسلمان کی ایسی عبادت کو جو اس کی دنیا برباد کردے درست بتائے گا۔

مسلمانوں کو اپنے آقا و مولا کے نقشِ قدم پر چلنا چاہئے اسی کا نام اُسوۂ حسنہ ہے حضور اکرمؐ اور مذہب مقدس نے کھلے ہوئے الفاظ میں یہ فرما دیا ہے۔

لا رہبانیۃ فی الاسلام

اسلام میں رہبانیت نہیں ہے بلکہ اسلام اپنے پیروؤں سے یہ توقع رکھتا ہے اور ان کو حکم دیتا ہے کہ وہ دین اور دنیا دونوں کی تیاری کریں اور امر حق یہ ہے کہ مسلمان کی دنیا اور دین دونوں ایک ہیں۔

اسلام کا فیصلہ یہ ہے کہ جو شخص دنیا میں اپنے تعلقات کے اعتبار سے اچھا رہا۔ یعنی اگر کسی شخص کو مرنے کے بعد اس کے ملنے جلنے والے یا جن سے معاملہ اور سابقہ پڑا اچھا کہتے ہیں تو وہ خدا کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

راشد الخیری

## سالگرہ نمبر مفت

عصمت کے سالگرہ نمبر ۱۹۳۲ء اور ۱۹۳۳ء کے چوالیس پرچے

ہمارے پاس ضرورت سے زیادہ بچے ہوئے ہیں یہ پرچے کسی قدر شکستہ حالت میں ہیں ایک پرچہ کی قیمت عہ ہے لیکن ماہ فروری میں **بالکل مفت** ان خواتین و حضرات کی خدمت میں پیش کئے جائیں گے جو عصمت قسم اول یا (۲) عصمت قسم دوم اور جوہر نسواں یا (۳) عصمت قسم دوم اور بنات یا (۴) جوہر نسواں اور بنات کے سالانہ خریدار ہوں گے منی آرڈر یا وی پی وصول ہونے اور خریدار کے رجسٹروں میں نام درج کرنے کے بعد محصول ڈاک بھی ہم اپنے پاس سے ادا کرکے سالگرہ نمبر ۱۹۳۲ء یا ۱۹۳۱ء **بالکل مفت** ۴۴ نئے خریداروں کو بھیج دیں گے ان ۴۴ خریداروں کو جن کا نام رجسٹروں میں پہلے درج ہوں گے۔ منیجر عصمت

## جوہر نسواں کا خاص نمبر

دفتر عصمت دہلی سے زنانہ دستکاری کا ماہوار رسالہ جوہر نسواں ۶ ماہ سے شائع ہو رہا ہے مارچ میں اس کا خاص نمبر شائع ہوگا۔ "اونی کام سلائیوں سے"۔ جو بنٹے یعنی نٹنگ ورک کے متعلق اردو زبان میں بہترین استانی کا کام دے گا اس کی قیمت عہ ہوگی لیکن **جوہر نسواں** کے خریداروں کو صرف ۱۳ر میں دیا جائے گا گویا ان کے لئے ۱۱ر کی رعایت ہوگی (یہ رعایت **عصمت** اور **بنات** کے خریداروں کے لئے بھی نہیں ہے) آپ نے اگر جوہر نسواں اس وقت تک اپنے نام جاری نہیں کرایا لیکن آپ پسند کرتی ہیں تو آج ہی عہ کا منی آرڈر بھیجئے۔ یہ خاص نمبر بعد میں منگائیں گی تو آپ کو بذریعہ وی پی عہ میں پڑے گا۔

منیجر عصمت و جوہر نسواں دہلی

सौ. कमला बाई किबे.

شریمتی کملا بائی کبے اندر — جو ہندی سوراج میں نمایاں حصہ لے رہی ہیں

بیسویں صدی کی ایجاد
لوہے کا انسان
جو چل پھر سکتا ہے

میڈالین (مس سلیڈ) چرخہ کات رہی ہیں

آزاد ملک کی عورتوں کا کھیل - انسانی کنول

# خالدہ ادیب خانم

آج کل وہ شہرہ آفاق ترک خاتون ہندوستان آئی ہوئی ہیں جن کا وجود نہ صرف عالم نسواں کے لئے باعث ناز ہے بلکہ جن کے کارنامے تمام عالم انسانیت کے لئے قابل فخر ہیں۔ خالدہ ادیب خانم وہ خاتون ہیں جنھوں نے ترکی میں حقوق نسواں کی جد وجہد نہایت سرگرمی سے کی اور جو ترکی جدید میں تحریک نسواں کی بانی ہیں۔

محترمہ خالدہ خانم نے نہ صرف اپنی تقریروں اور تحریروں سے ترکوں میں زندگی کی روح پھونک دی بلکہ جنگ میں شریک ہوئیں اور معرکہ دریائے سقاریہ میں وہ کارہائے نمایاں انجام دئے جن پر دشمن بھی خراج تحسین ادا کرنے پر مجبور ہوتے۔ آج کل آپ ترکی کے عروج و زوال مشرق و مغرب کے تصادم۔ ترکی عورت اور ترکی لٹریچر کے متعلق تقریریں فرما رہی ہیں۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مختصر حالات عصمتی بہنوں کی خدمت میں پیش کئے جائیں۔

خالدہ خانم ۱۸۸۵ء میں قسطنطنیہ میں پیدا ہوئیں۔ آپ کے والد ماجد عثمان پاشا تھے جو سلطان عبدالحمید خاں کے زمانہ کے امرامیں سے تھے۔ آپ کی ننھیال سرکیشیا میں ہے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ اس کے بعد امریکن کالج باسفورس میں داخل کر دی گئیں۔ چونکہ قدیم خاندان کی ایک شریف خاتون کا کالج میں داخلہ اس وقت کے رواج کے خلاف تھا اس لئے اس میں کافی اعتراضات ہوئے۔ لیکن آپ کے والد نے اس کی پروا نہ کی۔ خالدہ خانم بچپن سے ذہین اور ذکی ہیں۔ بہت جلد آپ نے امتیاز حاصل کر لیا اور ۱۹۱۱ء میں بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ اس کے بعد آپ کی شادی پروفیسر ذکی صالح بے سے ہوگئی۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد آپ کی شادی شدہ زندگی خوشگوار نہ رہ سکی اور آپ کے خاوند نے ایک دوسری عورت سے نکاح کرنا چاہا۔ اس پر خالدہ خانم نے خلع لے لیا اور دوسرا نکاح ڈاکٹر عدنان بے سکرٹری انجمن ہلال احمر سے کیا۔ اور دونوں میاں بیوی ملک کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔ خالدہ خانم کی عمر ابھی کم ہی تھی کہ آپ نے مضمون نگاری اور تصنیف و تالیف کا کام شروع کر دیا۔ آپ کی پہلی کتاب ایک امریکن کتاب ماں اپنے گھر میں کا ترجمہ تھا جو بہت مقبول ہوا۔ اور بارگاہ سلطانی نے اعزازی نشان سے آپ کو سرفراز کیا۔

جب سلطان عبدالحمید کے خلاف ترکی میں زبردست سازش ہوئی اور بالآخر سلطان کو معزول کر دیا گیا۔ تو خالدہ خانم نے ایک نہایت موثر نظم حب وطنی پر لکھی جو سارے ملک میں مقبول ہوئی۔ اب خالدہ خانم نے باقاعدہ اخباری میں مضامین لکھنے شروع کر دئے اور اخبار طنین کی مقالہ نگار خصوصی مقرر ہوئیں۔ آپ کی تحریر کی خوبیوں کا ملک بھر میں ڈنکا بج گیا۔ اور ترکی کے نامور انشا پردازوں کو بھی خالدہ خانم کے قلم کی طاقت کا لوہا ماننا پڑا۔

اب خالدہ خانم کی شہرت ٹرکی سے نکل کر یورپ اور امریکہ تک پہونچ گئی۔ اور انگلستان فرانس امریکہ سے آپ کے پاس تقریریں کرنے اور اپنے خیالات کا اظہار کرنے کی دعوتیں آنے لگیں۔

سلطان عبدالحمید خاں نے معزولی کے بعد اپنی حکومت کے قیام کے لئے بہت کوشش کی اور پانچسو ایسے جاں نثاران ملت کے وارنٹ جاری کئے جو سلطان کے خیال میں اس کی حکومت کا خاتمہ کر دینے کی عملی کوشش میں مصروف تھے۔ پولیس نے اخبار "طینن" کے دفتر پر بھی چھاپہ مارا، اور خانم ممدوحہ کے لکھے ہوئے مسودے اپنے قبضہ میں کر لئے، خالدہ نے وقت کی نزاکت و اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے اپنی جان بچانے کی کوشش کی، اور بہت ہوشیاری سے پولس کی آنکھوں میں خاک جھونک کر امریکن کالج میں پناہ گزیں ہوئیں۔ ان کے ساتھ ان کے دو خورد سال بچے بھی تھے۔ چند روز میں وہ قاہرہ میں پہونچ گئیں، اور اس دفت واپس آئیں جب کہ دوبارہ انقلاب حکومت مکمل ہو گیا، اور آزادی پسند پارٹی برسر اقتدار ہو گئی تو خالدہ نے واپس آکر اپنی کوششوں کو از سر نو عملی جامہ پہنایا۔ اور اپنے ملک و ملت کی ہر ممکن خدمت انجام دی۔ انجمن اتحاد ترقی کے دائرہ میں خالدہ نے اپنی سیاسی سرگرمیوں کو اس قدر وسعت دی، اور اپنی جد و جہد کو اس سرفروشانہ طریق پر جاری رکھا کہ دنیا حیران ہو گئی، حکومت نے خود اس جواں ہمت اور شیر دل بہادر خاتون کی طاقت کو تسلیم کر لیا ترکی عورتوں میں خالدہ خانم کی ان تھک کوششوں سے بیداری پیدا ہو گئی۔

خالدہ ادیب خانم کے متعلق اگر یہ کہا جائے کہ انھیں کی کوششوں سے ترکی خواتین میں بیداری پیدا ہوئی تو بے جا نہ ہو گا خاتون موصوف نے زنانہ اخبارات جاری کئے، زنانہ مدارس قائم کئے، اور زنانہ جلسے منعقد کرتی رہیں، اور اس طرح تھوڑے ہی عرصہ میں ترک خواتین کو اپنی اصلاح اور ترقی کا خیال پیدا ہو گیا۔ اسی زمانہ یعنی ۱۹۱۲ء میں جنگ بلقان شروع ہو گئی۔ خالدہ خانم نے خواتین کی مجلس ہلال احمر قائم کی اور آپ کی تقریروں اور تحریروں نے ترک خواتین میں وہ جوش پیدا کیا کہ انھوں نے نہ صرف زیورات اور جواہرات قومی چندے میں دئے بلکہ میدان جنگ میں بھی مردوں کے دوش بدوش رہیں۔ اسی زمانہ میں خالدہ ادیب خانم نے جامعہ عثمانیہ میں ایک نہایت موثر تقریر کی جس کا ہر لفظ مردوں اور عورتوں کے کلیجہ کے پار ہو گیا۔ اس تقریر میں آپ نے فرمایا کہ حب وطنی ہی سے ہر قوم زندہ رہ سکتی ہے۔ فرانس نصف صدی پہلے جرمنی کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہ رکھتا تھا۔ لیکن وطن کی محبت نے آج فرانس کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔ غدّار یونانیوں کی ترقی بھی حب وطنی کی ہی وجہ سے ہوئی اور آج وہ اس قابل ہو گئے کہ ہم سے مقابلہ کر رہے ہیں۔ اس کے بعد خالدہ خانم نے بیس پچیس ہزار ترکوں کے سامنے سلطان احمد ثانی کی مسجد کے باہر ایسی پُر جوش تقریر کی کہ ترکوں نے قسم کھائی کہ وہ دشمنوں کے جب تک دانت کھٹے نہ کر دیں گے چین سے نہ بیٹھیں گے۔ جنگ بلقان کے بعد خالدہ ادیب خانم علاقہ شام کے تمام مدارس و مکاتب کی نگراں مقرر ہوئیں اور آپ نے ایشیائے کوچک اور آرمینیا میں اسی زمانہ میں بہت سے محتاج خانے اور یتیم خانے بھی کھولے۔

جنگ بلقان کے تین سال بعد جنگ عظیم میں ترکوں کو جرمنی کا ساتھ دینا پڑا۔ جب جرمنی کو شکست ہوگئی اور قسطنطنیہ میں اتحادیوں نے قبضہ کر کے اسلامی جذبات کو مجروح کیا اور قسطنطنیہ میں مارشل لا کے نفاذ نے قیامت برپا کر دی تو ایک لاکھ ترکوں کے جلسہ میں خالدہ خانم نے اس قدر دردانگیز اور پرجوش تقریر کی کہ سننے والے تڑپ اٹھے۔ لیکن اس قسم کے جلسوں کی ممانعت قطعی کر دی گئی اور مصطفےٰ کمال پاشا نے بڑی حکمت عملی سے خالدہ خانم کو انگورہ بلالیا اور کابینہ وزارت کی ایک رکن مقرر کیا، اسی زمانہ میں لڑکیوں کی تعلیم کے لئے خالدہ خانم نے جو کوششیں کیں ترک قوم مدتوں فراموش نہیں کر سکتی، ادھر علم و فضل میں خالدہ خانم کا مرتبہ نہایت بلند تھا تو ادھر میدان جنگ میں بہ حیثیت سارجنٹ کے خالدہ خانم ایک ممتاز درجہ رکھتی تھیں، جنگ عظیم ختم ہوئے ابھی زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ آزادی وطن کے لئے ترکوں کو یونان سے لڑنا پڑا۔ ۱۱ جولائی ۱۹۲۱ء کو یونانیوں نے اپنی ایک لاکھ اسی ہزار فوج کے ساتھ معرکہ دریائے سقاریہ کی ابتدا کی، یونانیوں کے اس سپاہ کے مقابلہ میں ترک ایک لاکھ بیس ہزار تھے، ۱۲ جولائی کو یونانی فوجیں قلعہ حصار پر اور ۱۸ جولائی کو مقام کوتاہیہ پر بھی قابض ہوگئیں۔ اور بتدریج بڑھتی ہوئی اسکی شہر اور سید غازی میں بھی داخل ہوئیں۔ اور بعد میں وہ نہر سقاریہ عبور کر کے ترکوں کے ان موریچوں کے سامنے پہونچ گئیں۔ جو حکومت انگورہ نے ایک فیصلہ کن جنگ کے لئے تیار کئے تھے، یہ معرکہ ایشیائے کوچک کے تمام معرکوں میں زبردست تھا۔ اور ۲۳ اگست ۱۹۲۱ء کو خوں ریز معرکہ ہوا۔ ہزاروں سپاہ دونوں طرف کے کام آئے ترک نہایت بہادری سے لڑے اور کئی روز کی مسلسل جنگ کے بعد یونانیوں کے حوصلے پست ہوگئے، یونانی چاہتے یہ تھے کہ وہ انگورہ پر قبضہ کر کے ترکان احرار کی زبردست تحریک کو ملیامیٹ کر دیں،

اس معرکہ میں جب خاتون موصوفہ نے یونانی افواج کے سیلاب عظیم کو بڑھتے ہوئے دیکھا، تو وہ اپنے مشاغل علمی ترک کر کے اللہ کا نام لے کر میدان جنگ میں پہنچیں، اور جاں بازان اسلام کے دوش بدوش جہاد فی سبیل اللہ کیا، اس فداکار مجاہدہ کے میدان جنگ میں پہنچتے ہی فوج احرار کا جوش بہت ترقی کر گیا، اور وہ اس مستعدی اور بہادری کے ساتھ نبرد آزما ہوئے، کہ دشمن کو ان کا لوہا ماننا پڑا، اور آخر کار خدائے کریم نے انہیں فتح عطا کی، حکومت انگورہ نے خالدہ کی خدمات جلیلہ کا اعتراف کیا،

خالدہ ادیب خانم جمہوریت پسند ہیں۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے ڈکٹیٹر بن جانے کے بعد آپ کے اور ان کے درمیان اختلافات پیدا ہوگئے۔ اور آپ کو بہ یاس وحسرت اپنے وطن کو خیرباد کہنا پڑا۔ اب عرصہ سے آپ وطن سے دور ہیں۔ لیکن اس کی ترقی و بہبودی کی متمنی ہیں۔ اور مختلف ممالک میں اپنے وطن عزیز کی حمایت میں تقریریں کر رہی ہیں۔ اسی سلسلہ میں ہندوستان تشریف لائی ہیں اور ۱۵ جنوری سے جامعہ ملیہ میں تقریریں کر رہی ہیں۔

خالدہ ادیب خانم کی خدمات ملک و ملت کی فہرست بہت طویل ہے آپ کی افسانہ نگاری اور انشاپردازی کی خوبیاں

بھی اس مختصر مضمون میں نہیں دکھائی جا سکتیں، تاہم خانم موصوفہ کے ایک مشہور مضمون کا کچھ حصّہ درج کیا جاتا ہے جس سے آپکی حب وطنی اور انشا پردازی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

اے مادر وطن! تیرے بچے مصیبت و فلاکت کے سمندر کی سب سے زیادہ تاریک گہرائیوں میں ڈوب رہے ہیں ان کے سینوں سے خون کے فوارے نکل رہے ہیں، اپنے سینے کو کھول، اے تیرہ خاک! اور اپنے شہیدوں کے لئے جنھوں نے گہرے اور کاری زخم کھائے مگر دشمن کو تجھ سے دور رکھا، ہمارے بہادر آبا و اجداد کے پہلو میں جگہ تیار کر۔

تیری متروک، تیری خشک، تیری فراموش شدہ پتھریلی وادیوں کو سفید ریش بڈھوں سے لے کر معصوم ترک بچوں تک کا اپنے آنسوؤں سے تر کرنا کیا کافی نہیں ہے؟

کیا تو ہم سے ناراض ہو گئی، اے مادر وطن! اس بے گناہ اور مردہ قوم سے نہ پوچھ، کہ کن قزاقوں نے، کن خائنوں نے اپنے پاؤں سے تجھے پامال کیا، تیری ہڈیاں توڑیں، کن درندوں نے اپنے ناخنوں سے تجھے مجروح کیا۔ اے مادر وطن! تو جو نیلی موجوں کے آغوش میں سو رہی ہے، تو جس کے پہاڑوں کے خطوط نازک، جس کا سایہ رنگین، جس کا افق رنگین، جس کا سما شفق گوں، جس کی سحر لطیف، جس کے بادلوں کی رفتار غش آور ہے، تو ہمیں تنہا چھوڑ کر کن بیگانہ آرزوؤں کے تعاقب میں جا رہی ہے،

سن! تجھے نہ محتشم قدیم رومانے نہ فیلسوف قدیم یونان نے ایسے مخلصانہ، ایسے آتشین، ایسے نفس واپسیں تک کے جذبہ سے چاہا ہے، جیسا ہم چاہتے ہیں، اور نہ کوئی قوم مستقبل میں چاہ سکتی ہے، ترک تیرے لئے زندہ رہتا ہے، تیرے لئے مرتا ہے، تیرے لئے برباد ہوتا ہے، تیرے لئے آہ و زاری کرتا ہے۔ سب تیرے لئے،

کسے معلوم ہے، کہ تیرے خمیر میں کتنے ترک شہدا کا خون ہے، جنھوں نے اپنے قیمتی قطرہائے خون تیرے سینہ پر گرائے کتنے ترک سپاہیوں کی ہڈیاں ہیں جنھوں نے اپنی جان و شان تیرے قدموں پر فدا کر دی، تیرے سینہ پر جان دینے کے لئے، اور اپنی ہڈیاں تجھے سپرد کرنے کے لئے صدہا سال تک، غربت زدہ، آبلہ پا، رہ پیما، خستہ اور اس پر بے یار و مددگار ترک آئے گا، اس خطرناک زمانے میں، وہ باعظمت ترک فاتح جو تیرے لئے شہید ہوئے اور جنھوں نے تیرے لئے مرنا ہی اپنی مکافات ابدی سمجھا، ان کی روحیں تیری لطیف ہوا میں تیرے افق پر جہاں دشمن کے تاریک سائے پڑ رہے ہیں، پھر رہی ہیں ماضی کی وسعت میں سے یہ خاموش، مگر با وقار معظم روحیں آ رہی ہیں، اور تیرے زندہ فدائیوں کی بلند پیشانیوں کو اپنے پُرشان بازوؤں سے مس کرتی ہیں اے کمال کی، اے مدحت کی ماں! اے صلاح الدین اور سلیم کی آغوشِ خواب! اگر تیرے پاک گوشوں میں کسی بے ادب کا قدم داخل ہو جائے تو ہم سب، ہمارا سر فروش، انور ہمارا بہادر نیازی، ہمارا مصطفے کمال اعظم ہماری شیر فوج کے ساتھ، مرد عورت، یتیم بچے، سب کے سب اس نجس اجنبی قدم کو تیرے پاک سینے سے ہٹا دینگے، لیکن اگر نہ ہٹا سکیں، تو ہم تیرے سب سے گہرے گڑھے میں گر جائیں، مگر اس وقت تو ہمیں گہرا گاڑیو کہ تیرے نرم سینے میں دشمن کے ناخن پڑیں تو ہمیں احساس نہ ہو،

"م"

# قابل تقلید خانہ داری

## تعلیم خانہ داری کی پانچویں بین الاقوام کانفرنس

جرمنی میں پرشیا کی پارلیمنٹ کے کمروں میں ۲۱ اگست سے ۲۶ اگست ۱۹۳۴ء تک بیس سے زیادہ مختلف ملکوں کے مرد اور عورتیں اس غرض سے جمع ہوئے کہ تعلیم خانہ داری کے متعلق ایک دوسرے سے خیالات اور تجربات کا تبادلہ کریں۔ اس بات سے بڑی خوشی ہوئی کہ حاضرین میں بہت بڑی تعداد گھر والیوں کی تھی جو اس بات کا ثبوت ہے کہ گھر والیاں جو صبح سویرے سے رات کو دیر تک گھر کے کاموں میں لگی رہتی ہیں اون کو بھی اس مسئلے سے اتنی دلچسپی ہے کہ وقت نکال کر آئیں تاکہ اس کانگرس کو کامیاب بنائیں۔ کانگرس کا بڑا مقصد یہ ہے کہ کسی طرح سے علم و فن (سائینس) اور حرفت (ٹیکنک) کو خانہ داری کی خدمت میں استعمال کیا جاوے تاکہ گھر کا کام ایک اصول اور طریقے کے ساتھ گھنٹوں کی جگہ منٹوں میں ہو سکے۔ اس طرح گھر والی کو زیادہ وقت ملے تاکہ وہ بچوں کی تعلیم و تربیت میں زیادہ حصہ لے سکے اور کچھ آرام بھی کر سکے کیونکہ کام کو جاری رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ آدمی آرام بھی لے تاکہ تر و تازگی اور قوت برقرار رہے۔

صرف جرمنی ہی میں نہیں تمام اون ملکوں میں جہاں کے نمایندے کانگریس میں شریک تھے گھر کی اہمیت سمجھ لی گئی ہے۔ کیونکہ گھر ہی تعلیم و تربیت کا اصل گہوارہ ہے اور گھر ہی ملت اور حکومت کا اساس ہے۔ گھر ہی تہذیب و تمدن اور دین کا محافظ ہے۔ ان تجربات نے سب کو عورت کے مشن Mission کی حقیقت کو سمجھا دیا۔ اور یہ معلومات تو بدیہی ہے کہ ہر ایک وہاں بہترین کام کر سکتا ہے جہاں اوس کو قدرت نے مقرر کر دیا ہے۔ عورت کے لئے قدرت نے گھر مخصوص کر دیا ہے۔ اسی لئے گھر والی ہونا سب سے معزز اور محترم پیشہ ہے۔

عرصہ سے تعلیم خانہ داری کی مانگ تھی اور عرصہ سے یہ مدرسوں میں جاری بھی تھی اس میں ترقی بھی ہو رہی تھی مگر اب خود گھر والی نے اس میں حصہ لینا شروع کر دیا ہے۔ جو ایک بڑی نیک فال ہے۔ تمام دنیا میں صحیح خانہ داری کی چیخ پکار ہے۔ انجان عورتیں گھروں کو تباہ کر رہی ہیں۔ بڑے بڑے خاندان مٹ رہے ہیں ملک برباد ہو رہے ہیں۔ دنیا تہ و بالا ہوئی جا رہی ہے۔

جرمنی اپنے مدرسوں اور اوس قابل تقلید کام کے لحاظ سے جو اون میں کیا گیا ہے تمام دنیا میں اول نمبر پر ہے

بہت سے ملی مدرسوں میں لڑکی کو تیرہویں سال خانہ داری کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ملی مدرسوں میں آٹھ سال تعلیم ہوتی ہے ہر لڑکی چھ سال سے کم از کم چودہ سال کی عمر کے ختم تک مدرسوں میں جانے کے لئے مجبور ہے۔ اب یہ کوشش ہورہی ہے کہ خانہ داری کی تعلیم چھ سال ہی کی عمر سے شروع ہوجانی چاہیئے۔ کیونکہ تجربہ نے دکھا دیا ہے کہ بارہ تیرہ برس کی لڑکی وہ کام کرتی ہوئی کتراتی ہے اور بے دلی سے کرتی ہے جو ایک بہت چھوٹی لڑکی بڑے شوق سے اور دلچسپی سے کرتی ہے یہ بات وہ مائیں بخوبی جانتی ہیں جنہوں نے اپنی چھوٹی بچیوں کو کھیلتے اور کام کرتے دیکھا ہے۔ وہ ہی اس کے متعلق صحیح رائے دے سکتی ہیں۔ اسی لئے یہ نصاب مرتب کرنے میں ہم کو گھر والیوں کی ضرورت ہے۔ بعد کی تعلیم۔ پیشے کے مدرسوں خصوصی مدرسوں، معلمہ تیار کرنے والے مدرسوں اور دوسرے طرح طرح کے مدرسوں میں دی جاسکتی ہے۔ خود گھر والیاں بھی خصوصی طرح طرح کے کورسوں میں شریک ہوسکتی ہیں اور خانہ داری کی اور ماسٹری کی ڈگری حاصل کرسکتی ہیں۔

علاوہ اس کے نئی جرمنی میں کئی ایک جمعیتیں اور موسسات مثل ڈیچ فراؤنی آربائٹ ڈینسٹ (خدمت عمل نسوان جرمنی) داس لانڈ شولیار (گاؤں کا تعلیمی سال) وغیرہ وغیرہ کا یہی مقصد ہے کہ ایک عمومی قومی ملی تعلیم حاصل ہو۔

اور ملکوں میں بھی تعلیم خانہ داری مدرسوں میں پھیل رہی ہے۔ فاشسٹ اٹلی بھی جرمنی کی طرح عورت کو گھر ملک ماسٹا اور حکومت کے لئے نہایت ضروری سمجھتی ہے۔ اٹھارہ مہینے سے وہاں (۵۵۹۰۰۰) پانچ لاکھ انسٹھ ہزار عورتوں نے ایک انجمن بنا رکھی ہے جس نے یہ ٹھان لیا ہے کہ ہر گھر میں علمی فنی اور دانشمندانہ طریقہ سے خانہ داری کی جائے۔ اس انجمن نے بڑے بڑے شہروں میں قابل تقلید خاص نمونہ کے گھر بنا رکھے ہیں اور گاؤں کے لئے موٹر کاروں میں اسکول بنائے ہیں اور گاؤں گاؤں تعلیم دیتی پھرتی ہیں۔ شہر لٹوریہ جو پہلے دلدل تھی اور جہاں صدیوں سے ملیریا پھیلا ہوا تھا اوس کو ایک نمونہ کا شہر بنا دیا ہے کہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ فن خانہ داری یہاں دوبارہ پیدا ہوا ہے۔

انگلستان میں تعلیم خانہ داری تمام ابتدائی مدرسوں میں لازمی ہے دور کے گاؤں میں وہاں بھی موٹر کاریں تعلیم گاہیں بنائی ہیں اور جگہ جگہ تعلیم خانہ داری دی جاتی ہے۔

امریکہ میں تو غضب ہی ہوگیا وہاں لڑکوں کے مدرسوں میں بھی ماں باپ یا طلبا کی طلب پر خانہ داری سکھائی جاتی ہے۔ ہائی اسکولوں ہی میں نہیں اکثر یونیورسٹیوں میں بھی درخواست دینے پر تعلیم خانہ داری کی کلاس کھولدیجاتی ہے پچھلے سالوں میں اس تعلیم نے اتنی ترقی کرلی ہے کہ بہت سے گھر والیوں تک کی سمجھ سے باہر ہے۔ بعض تو خلاف بھی ہیں وہ کہتی ہیں کہ سائنس کو اس قدر دخل نہیں دینا چاہیئے۔ دراصل اون کو خوش ہونا چاہیئے اور فخر کرنا چاہیئے کہ یونیورسٹیوں تک میں اون کا کام سکھایا جاتا ہے اور تمام دنیا اون کے کام کو مانتی ہے۔ گو ہندوستان کے لڑکیوں کے مدرسوں میں بھی نصاب میں یہ فن موجود ہے مگر حقیقت میں ابھی جو سکھایا جاتا ہے وہ صفر کے برابر ہے۔ اصل بات جس کی ضرورت ہے وہ یہ کہ فنی (سائنٹفک) طریقے سے یہ تعلیم دی جاوے ورنہ آٹا گوندھنا روٹی پکانا دال سالن پلاؤ پکانا۔ سینا پرونا

# سطحی تعلیم کی خرابیاں

ہندوستان میں جہالت کا تیرہ و تاریک زمانہ گذرنے کے بعد اب وہ وقت آیا ہے جس کو نیو لائٹ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے ہر طرف علم اور تعلیم کی چیخ پکار ہے اور طبقۂ نسواں میں بھی علم کی نشر و اشاعت کے لئے جد و جہد کی جا رہی ہے علم بے شک ایک بیش بہا خزانہ ہے اور انسان کے لئے بے شمار فوائد کا سرچشمہ۔ مگر مجھے یہ دیکھ کر کس قدر افسوس ہوتا ہے کہ مسلمان بہنیں ابھی تک تعلیم کا صحیح مفہوم سمجھنے سے قاصر ہیں اور ایسی خواتین کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے جو حقیقی معنوں میں تعلیم یافتہ کہلانے کی مستحق ہیں۔

مجھے متعدد موقعوں پر کالج اور سکول کی تعلیم یافتہ لڑکیوں کو دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ تعلیم یافتہ بہنیں خواہ میرا مذاق اڑائیں یا بُرا بھلا کہیں مگر مجھے مجبوراً بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ میں نے کالج اور اسکول کی فیشن پرست استانیوں کی صحبت یافتہ لڑکیوں میں سُبحنی۔ نمائش اور فیشن پرستی کی نفرت زدہ حرکتوں کے علاوہ کوئی خاص خوبی نہیں دیکھی۔ اکثر لڑکیاں جا و بیجا بڑے بڑے الفاظ اُلٹے سیدھے فقرے بہت اُچھل اُچھل کر استعمال کرتی ہیں اور دل میں یہ سمجھتی ہیں کہ ہم سے بہتر تقریر یا گفتگو کرنے کی اور کسی میں قابلیت نہیں۔ بعض لڑکیوں کے دل و دماغ کے توازن کی یہ کیفیت ہے کہ ابھی قلم پکڑے چند سال ہی گذرے ہیں مگر یہ خود ی سمائی ہے کہ اب دنیا کے بڑے بڑے ادیب اور شاعر ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتے مخرب اخلاق بے ہودہ ناولوں کا مطالعہ، بہن بھائی وغیرہ کو شوخ رنگ اور نازیبا پیرایہ میں خطوط لکھنا اُلٹی سیدھی غزلیں تصنیف کرنا اُن کا شعار ہے۔ اور اس علمیت پر جو ناز ہے وہ دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ لڑکیوں کی اس حالت کو دیکھنے والا لڑکیوں سے زیادہ اُن کے والدین یا بڑے بہن بھائیوں کو مورد الزام ٹھیرائیے گا کیونکہ اگر ہم کسی لڑکی کے غلط راستہ اختیار کرنے پر بجائے تنبیہ کے تعریف اور جھوٹی تعریف کے پُل باندھ دیں گے تو اس کا کھلا نتیجہ یہ ہوگا کہ بیچاری ناتجربہ کار سیدھی سادی نو آموز لکھنے والی کا قلم اور زبان دونوں آزاد اور بے لگام ہو جائیں گے۔ جھوٹی تعریف کرنا دوستوں کا کام نہیں دوست اور سچا خیر خواہ وہ ہے جو عیب اور ہنر صاف صاف بتا دے تاکہ کم عمر لڑکیاں آئندہ کے لئے آگاہ ہو جائیں ہمت افزائی بے شک بزرگوں کا فرض سہی مگر کیا یہ ہمت افزائی لڑکیوں کے لئے زہر قاتل نہیں کہ آتا کچھ بھی نہیں اور بزرگوں نے ڈپلوما دیدیا کہ اب تمہارے برابر دنیا میں کوئی شاعر یا ادیب نہیں۔ کیا اس قسم کی مدح سرائی

(باقی مضمون صفحہ ۱۰۴ کالم ۲ پر دیکھئے)

# حیدر آباد سے انگلستان

محترمہ محمدی بیگم بی۔اے کے خطوط اپنی والدہ ماجدہ کے نام

میری پیاری اماں جان۔ آداب عرض ہے کل صبح کو جب میں آپ کی محبت بھری دلی دعائیں لے کر رخصت ہوکر اسٹیشن نام پلی ویٹنگ روم پہنچی تو وہاں اور بھی بہت سے لوگ خدا حافظ کہنے کو موجود تھے۔ رئیسہ بیگم بھی عین وقت پر پہنچیں۔ اور اچھا ہوا کہ ان سے ملنا ہوگیا دس بجے رکشا میں بیٹھ کر ریل میں سوار ہوئی۔ سب لوگ یکے بعد دیگرے آکر ملتے گئے۔ ویٹنگ روم میں بھی پھول پہنائے گئے اور امام ضامن بندھے جب ریل چلی تو اسٹیشن پر جی چاہتا تھا کہ سب کو دیکھوں دور تک جہاں تک کہ دکھائی دیں مگر غیر لوگ بھی بہت سے تھے جی بہت تڑپا لیکن پھر خیال آیا کہ لوگ تو ذرہ ذرہ سی بات پکڑتے ہیں۔ اس وقت میری بے اختیاری کو کوئی نہیں دیکھے گا آخر جب کچھ دور ریل بڑھی تو کھڑکی میں سے دیکھا دور سے سب لوگ کھڑے رومال ہلاتے دکھائی دیئے میں نے بھی ہاتھ ہلایا۔ رئیسہ بیگم بیٹھے پر اتریں۔ بارش خوب ہو رہی تھی۔ شیشہ کی کھڑکیاں چڑھا رکھی تھیں۔ کہر بھی تھی رئیسہ نے کہا انگلستان میں ایسا موسم رہا کرے گا۔ جب حیدر آباد کا شہر رفتہ رفتہ نظروں سے اوجھل ہوگیا تو بڑی تکلیف ہوئی۔ لیکن اسی بات سے دل کو کچھ ڈھارس رہی کہ ابھی تو اپنی ہی ریاست میں ہیں۔ محمد میاں کے ساتھ رہنے سے بہت تسلی تھی اور ساتھ ہی یہ خیال بھی آرہا تھا کہ اب یہ بھی چلے جائیں گے۔ طرح طرح کے خیال آرہے تھے کبھی اپنی ذمہ داریوں کا۔ کبھی وہاں رہنے کے زمانہ کا تعلیم وغیرہ کا۔ سرکاری وظیفہ آسان نہیں ہے حساس انسان کے لئے اس کی ذمہ داری کا احساس ہی بہت ہے۔ دعا کریے کہ خدا مجھے سرخروئی کے ساتھ ان ذمہ داریوں سے سبکدوش کرے اور میں حیدر آباد اور اپنی ہم جنسوں اور سب بنی نوع انسان کی خدمت کرسکوں اور جن جن امیدوں کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے خدا اچھی امیدیں بر لائے۔

ان سب باتوں کے ساتھ مسلسل خیال آپ کا آرہا تھا۔ یہ سب خیال آجا رہے تھے اور وہ جما ہوا تھا۔ غرض میں یوں ہی خیالی پلاؤ پکاتی رہی۔ وقار آباد پر ہم سب نے کھانا کھایا۔ میں نے بیگم پیٹ تک رئیسہ بیگم سے جو باتیں کی تھیں تو پوچھا تھا کہ کیوں رئیسہ بیگم جب وہاں سے آتے ہوں گے تو بہت خوشی ہوتی ہوگی نا۔ رئیسہ کہنے لگیں کیا پوچھنا ہے اس کا آپا۔ میری تو ہندوستان میں قدم رکھنے کے بعد سب سے پہلے بیلوں پر نظر پڑی جی چاہا بیل کو گلے سے لگا کر پیار کروں۔ میں نے کہا کیوں کیا وہاں بیل نہیں ہوتے کہنے لگیں ہوتے تو ہیں مگر بڑے بدصورت ہمارے ہاں کے بیل خوبصورت ہوتے ہیں۔ مجھے بڑی ہنسی آئی۔ رات کو نیند نہیں آئی اور خصوصاً رات کی تاریکی میں جب بمبئی کے پاس سرنگیں آئیں تو ڈر بھی لگا تمام راستہ ہم کو بارش ملی۔ حیدر آباد سے شروع ہوئی تھی۔ رئیسہ نے کہا آپ کے جانے پر آج دن بھی رو رہا ہے کھنڈالا کے بعد جو گھاٹ آئے وہ کچھ کچھ دھندلی چاندنی کچھ صبح کی روشنی اور کہر میں بڑے خوبصورت معلوم ہوتے تھے۔ دل پر بے انتہا اثر ہوتا تھا۔ نیچے جھیلیں تھیں اور سفید کہر چاروں طرف۔ یہ معلوم ہو رہا تھا کہ زمین ہی پر جھیل نہیں ہے بلکہ سچ مچ فضا بھی جھیل کی سطح آب سے پڑ ہے اور اوپر تک سب پانی ہی پانی جھیل کا ہے صبح سوا پانچ پر نماز پڑھی اور قرآن شریف کا مطالعہ کیا۔ ٹھیک چھ بجے بمبئی اتر گئے۔ بمبئی کی رونق کوئی ڈیڑھ گھنٹے پہلے ہی آد شروع ہوگئی تھی۔ ریلیں بجلی کی دوڑ رہی تھیں۔ اسٹیشن بجلی کی روشنی سے بقعہ نور تھے۔ اور پٹریوں کا جال بچھا ہوا تھا۔ بمبئی اتر کر ویٹنگ روم میں پہنچے پھر سب نے یکے بعد دیگرے غسل کئے اور ناشتہ کیا...... جہاز میں پڑھنے کی سب دعائیں میں نے حفظ کر لی ہیں۔ اطمینان رکھئے میں بھولوں گی نہیں پرچہ بھی میرے ساتھ ہے۔

آپ کی بیٹی محمدی

# حقوقِ نسواں

از خلیل الرحمٰن، ایم، اے۔ بی، ال، کلکتہ

اکتوبر ۱۹۳۴ء کے "عصمت" میں محترمہ مسز برلاس کا مضمون اسی عنوان پر جو میرے پچھلے مضمون کا جواب تھا، میری نظر سے گزرا۔ میرا ارادہ نہ تھا کہ اس قابلانہ مضمون کے جواب میں کچھ لکھوں اور میرے چھوٹے بھائی کے خیال میں تو اُس "دندان شکن جواب" کا جواب ہی ناممکن ہے، مجھے اعتراف ہے کہ محترمہ موصوفہ کی پرزور تحریر کا مقابلہ میری ٹوٹی پھوٹی "بنگالی" اردو نہیں کر سکتی، مگر میرے الفاظ کو توڑ مروڑ کر جو معنی نکالے گئے ہیں وہ میرے خیالات سے کہیں دور ہیں۔ اس مضمون کے مطالعہ کے بعد جنھوں نے میرا پچھلا مضمون نہ پڑھا ہوگا وہ شاید مجھے "غیر مہذب"، "تنگ نظر"، اور "قدامت پرست" کے نام سے پکاریں مگر یہ میرے حق میں سخت ناانصافی ہوگی۔ اسی بنا پر چند غلط فہمیوں کو دور کرنے کی غرض سے یہ سطور زیر تحریر ہیں۔

مسز برلاس فرماتی ہیں: "مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ نہ تو عورتوں کو انگریزی تعلیم دو، نہ ان کو سوسائٹی میں ملنے جُلنے دیا جائے اور نہ ان کو کوئی تفریح کا موقع دیا جائے"۔ میرے پچھلے مضمون کو شروع سے لے کر آخر تک ایک بار پھر پڑھ جائیے اور بتائیے کہ میں نے کسی جگہ یہ لکھا ہے کہ لڑکیوں کو انگریزی تعلیم نہ دو؟ بادشاہِ وقت کی زبان کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا انگریزی ہر گھر میں اوڑھنا اور بچھونا ہے، پھر کیونکر ممکن ہے کہ ہم لڑکیوں کو انگریزی تعلیم سے باز رکھنے کی کوشش کریں۔

میرا پچھلا مضمون دراصل ایک جلے ہوئے دل کی آواز تھی جو مضمون کی شکل میں نمودار ہوئی۔ اُس کا لب و لہجہ کسی قدر سخت اور ترش ضرور تھا اور غالباً یہی وجہ تھی کہ برادرم رازق الخیری نے اس مضمون کا پچھلا حصّہ جو شاید سب سے زیادہ تلخ ہوگا شائع کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ میری تحریر کا خلاصہ دراصل وہ نہ تھا جو مسز برلاس صاحبہ نے پیش کیا ہے بلکہ یہ ہے جو میں مندرجہ ذیل سطور میں لکھ رہا ہوں "عورتیں "حقوقِ نسواں" اور "آزادیٔ نسواں" کے پردے میں پردہ کو خیرباد کہہ رہی ہیں، حیا جیسی انمول دولت سے محروم ہوتی چلی جا رہی ہیں، فیشن پرستی میں روز افزوں ترقی ہے۔ مذہب سے کوسوں دور ہو رہی ہیں خدا اور خدا کے رسول کی پاک تعلیمات بھلا رہی ہیں اور دنیا اور دنیاوی عیش و آرام کو مقصدِ حیات سمجھ کر گمراہی اور بے دینی کے گہرے غار کی طرف دوڑتی ہوئی چلی جا رہی ہیں"۔ نکاح، خلع، مہر، طلاق وغیرہ کی بابت شرعی حقوق کا تذکرہ، تصنیف و تالیف میں مردوں کے مقابلہ کا سوال، میدانِ جنگ میں صفِ آرائی کے متعلق استفسار، نئی روشنی اور نئی تہذیب کا ذکر وغیرہ ابتدا میں طنزاً لکھے گئے اور ان کا مضمون سے براہِ راست کوئی تعلق نہ تھا اس لئے ان کے جوابات کی توقع ہی نہیں۔

مضمون پر تنقید اور تبصرہ دراصل ہماری اصلاح کے لئے نہایت ضروری ہے، مگر ایک نقاد کا اولین فرض ہے کہ اپنی نکتہ چینی کو مضمون ہی تک محدود رکھے۔ مسز برلاس صاحبہ اپنے خیالات کی جولانی میں میرے مضمون سے بہت آگے نکل گئی ہیں۔ اور چونکہ آپ کی جائے پیدائش وہ سرزمین ہے جسے اردو کا گہوارہ کہنا چاہئے اس لئے زبان کی پاکیزگی، سلاست اور روانی مضمون کے حسن و خوبی کو دوبالا کرتی ہے میں ان سطور کو محض ان ہی چند باتوں تک محدود رکھنے کی کوشش کروں گا جن پر روشنی ڈالنا ہماری اصلاح اور ترقی کے لئے ضروری ہے۔ مسز برلاس صاحبہ فرماتی ہیں۔

"علم کی تخصیص قرآن پاک میں یا حدیث شریف میں کہیں نہیں فرمائی گئی کہ خدا اور رسول کا علم عورتیں حاصل کریں اور ایم، اے، اور ال، ال، بی، کی تعلیم مرد حاصل کریں" اگر میں تھوڑی دیر کے لئے یہ فرض کرلوں کہ قرآن پاک یا حدیث شریف میں کہیں یہ تخصیص نہیں فرمائی گئی تو گویا اس کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں اور مرد دونوں دنیا میں ایک ہی غرض، ایک ہی مقصد، اور ایک ہی فرض کی ادائے گی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں؟ اگر آپ حدیث شریف کو مانتی ہیں تو آپ کو تسلیم کرنا ہی پڑے گا "عورتیں ناقص العقل" ہیں۔ اگر آپ قرآن پاک کو خدا کا بھیجا ہوا کلام سمجھتی ہیں اور اسے ہی حصول حق کا منبع سمجھتی ہیں تو پھر بتلایئے اس منبع سے مردوں اور عورتوں کو مساوی حقوق کہاں ملے ہیں۔ اسلامی قانون کے جاننے والوں کو بخوبی معلوم ہے کہ باپ کے مرنے کے بعد لڑکا دو حصوں کا مالک ہوتا ہے اور لڑکی صرف ایک حصہ کی حقدار سمجھی جاتی ہے۔ اگر شوہر مرجائے تو بیوی آٹھواں حصہ پاتی ہے اور اس کے برخلاف بیوی کی جائیداد پر شوہر چوتھا حصہ کا مستحق سمجھا جاتا ہے، پھر آپ ہی ارشاد فرمائیں بظاہر یہ "ناانصافی" کس لئے کی گئی؟ اگر مرد اور عورت کے حقوق برابر ہوتے تو نبوت مردوں ہی تک محدود نہ ہوتی بلکہ عورتوں کے نام بھی انبیاء کی فہرست میں نظر آتے۔ اسلام کا قانون جو تمام ملک، تمام قوم اور تمام زمانہ کے لئے ہے ایک ایسا فرمان ہے جس میں تنسیخ اور ترمیم کی گنجائش ہی نہیں ہوسکتی اسلام نے ہر ایک چیز کی اہمیت کا لحاظ رکھا اور یہی وجہ ہے کہ اس نے عورتوں کو دیگر مذاہب سے کہیں زیادہ حقوق دے رکھے ہیں۔ مگر نظام عالم کو برقرار رکھنے کی غرض سے عورتوں اور مردوں کی ذمہ داریاں اور حقوق بھی مختلف پیش کئے ہیں۔

اگر عورتیں بھی وہی علم اور وہی ہنر سیکھیں جو اب تک مردوں کے لئے ضروری خیال کئے جاتے تھے تو پھر اس کا لازمی نتیجہ ہوگا کہ بیبیاں شوہر بنیں گیں اور شوہر بیبیاں! قدرت نے عورت کو "ماں" بنایا اور باپ کو اس "سعادت" سے محروم رکھا۔ یہی امر اس بات کی کافی دلیل ہے کہ مرد کمائیں اور عورتیں گھروں کو آراستہ کریں۔ مگر جب عورتیں بھی دفتر اور عدالت میں ملازمت کرنے لگیں گی تو گھر کا نقشہ ہی دوسرا نظر آئے گا۔ دن بھر کی مصروفیت کے بعد نہ عورت اس قابل رہے گی کہ مرد کی تکان دور کرسکے نہ مرد عورت کی تکان کا بوجھ ہلکا کرسکتا ہے۔ ہاں! اگر عورتیں ترقی کی مشق میں خود کماکر مردوں کو کھلانا چاہتی ہوں تو پھر شاید مرد کے ذمے یہ فرض رہ جائیگا کہ بچوں کی پرورش اور گھر کی دیکھ بھال کرے۔ اور جب "بیگم صاحبہ" دفتر سے تشریف لائیں تو ایک خدمت گذار شوہر کی حیثیت سے باادب ان کا خیر مقدم کرے۔ میرے خیال میں شاید عورتیں اس کے لئے تیار نہوں گی۔ تو پھر ماننا ہی پڑے گا کہ مرد اور عورت کی ذمہ داریاں مختلف ہیں اور اس لئے ان کی تعلیم اور تربیت بھی مختلف ہونی چاہیئے۔

مسز برلاس صاحبہ فرماتی ہیں۔ "مجھے یہ مضمون پڑھ کر سخت افسوس ہی نہیں بلکہ نہایت تعجب ہوا کہ اس زمانہ میں بھی ان خیالات کے تعلیم یافتہ مسلمان موجود ہیں۔ اور وہ بھی یونیورسٹی کی اعلیٰ ڈگری یافتہ جو اپنی عورتوں کو رفتار زمانہ کے مطابق چلتا ہوا دیکھ کر چراغ پا ہوجاتے ہیں۔"

"رفتار زمانہ" سے مراد اگر یہ ہے کہ یورپ کی کورانہ تقلید کرتے ہوئے مادہ پرستی کو اپنا شعار بنالو تو میری رائے ناقص میں ہر ذی فہم اور سمجھدار شخص کو اس کی مخالفت کرنی چاہیئے۔ یورپ کی تعلیم ہے "کھاؤ پیو اور مزے اڑاؤ" مگر ہم مسلمانوں کے لئے یہ دنیا ایک امتحان کی جگہ ہے اور عورت کے بعد اپنے اعمال کے مطابق ہمیں آرام اور خوشی ملے گی۔ ہم کبھی مسلم خواتین کو اس روش پر چلانا نہیں چاہتے جو یورپ کی تہذیب پر ایک بدنما داغ ہے۔ ممکن ہے دولتمند گھرانوں میں محض قیمتی لباس، بناؤ سنگھار، نفیس گاڑیاں عمدہ سامان فرنیچر، سیر، تماشہ، تفریح، ہوٹل، کلب، ڈانس ہی کو مقصد حیات سمجھا جائے مگر ہمارا فاقہ مست ملک اور افلاس زدہ قوم

کے لئے مادہ پرستی کی تعلیم زہر ہلاہل سے کم نہیں۔ اگر ہماری عورتوں نے چادر سے زیادہ پاؤں پھیلائے۔ اور دوسروں کی دیکھا دیکھی اپنا وقت اور اپنی دولت صرف بناؤ سنگار پر صرف کرنے لگیں تو پھر مستقبل قریب ہی میں ہمیں برے دن دیکھنے پڑیں گے۔ انگلو انڈین سوسائٹی پر ایک گہری نظر ڈالئے اور ٹھنڈے دل سے غور فرما کر خدارا بتلائیے کہ اگر ہم اسی رفتار پر چلے تو کیا ہمارا بھی وہی حال نہ ہوگا جو اس وقت ان کا ہو رہا ہے؟ مجھے عورتوں کی خوش پوشاکی پر کب اعتراض ہے؟ اور نہ میرا مطلب یہ ہے کہ عورتیں لٹیں بکھیرے میلے کچیلے کپڑوں میں زندگی گزاریں۔ حسن و خوبصورتی عورتوں ہی کے لئے زیبا ہے اور بناؤ سنگار ان ہی کے لئے موزوں! مگر اعتراض ہے تو اس پر کہ مغربی تعلیم کی دلدادہ فیشن پرستی ہی کو معراج کمال سمجھتی ہیں۔ اور ہماری مخالفت صرف اس وجہ سے ہے کہ ہمارے سامنے انگلو انڈین کی مثال موجود ہے جب انگلو انڈین نے اپنی طرز رہائش میں عیش و عشرت کو شامل کر لیا جس کے خرچ کا بار امرا ہی برداشت کر سکتے ہیں تو انہیں اپنی خود ساختہ ضروریات زندگی کے حاصل کرنی کے لئے ہر جائز اور ناجائز طریقہ سے دولت حاصل کرنی پڑی ہماری اقتصادی حالت ایسی نہیں کہ ہم عیش و عشرت کو لازمۂ زندگی بنالیں اور اگر ہم نے ایسا کیا تو ہمارا بھی وہی حشر ہوگا جو انگلو انڈین چھوکریوں کا ہو رہا ہے۔ اگر ہم نے عورتوں کو گھروں سے باہر نکالا اور ان کی آرائش کے لئے ٹلکم پاؤڈر، فیس کریم، ہیزلن اسنو، اور لپ اسٹک کا استعمال ضروری قرار دیا تو پھر اس کا جو نتیجہ ہوگا سمجھ دار خواتین خود سمجھ سکتی ہیں۔

مسز برلاس صاحبہ کو افسوس ہے کہ "فاضل مضمون نگار کو جس بے جا کی وجہ سے انگریزی تعلیم یافتہ اور راہ نجات اور بہشتی زیور کی پڑھی ہوئی عورتوں کی معاشرت کا موازنہ کرنے کا موقع نہیں مل سکتا ورنہ وہ دونوں معاشرتوں کی متوالیوں کا طرز و ماند دیکھ کر خود قائل ہو جاتے کہ تعلیم اور سوشیل آزادی ہی عورتوں کی نجات کا باعث بن سکتی ہے۔"

میں تسلیم کرتا ہوں کہ جب تک عورتیں گھروں کی چہار دیواری کے اندر "مقید" رہیں گی اس وقت تک وہ حیا، شرم، پاک بازی کی پابندیوں سے "نجات" حاصل نہیں کر سکتیں۔ گھر کے اندر پردہ میں بیٹھنے والیاں عصمت کی دیویاں ہیں، انہیں ننگ اور ناموس اس قدر پیاری ہے کہ وہ اسے دے کر آزادی کا سودا خرید نا نہیں چاہتیں۔ ان کے گھر سدا سکھ اور چین ہے۔ شوہر کی محبت، بچوں کی نگہداشت، گھر کی دیکھ بھال ہی سے انہیں اتنی فرصت نہیں ملتی کہ وہ آزاد چڑیوں کی طرح اِدھر اُدھر چہکتی پھریں۔ برخلاف اس کے یورپ کے تمدن پر مرمٹنے والیاں مثل اس گلاب کے پھول کے ہیں جس کی خوشبو اڑ چکی ہو۔ ان کا جوش و خروش، ان کی بے باکی۔ ان کے حرکات سکنات سطح بین آنکھوں کے لئے جاذب نظر ہیں۔ انہیں دیکھ کر کور چشم مردوں کی آنکھیں ضرور چندھیا جاتی ہیں، ان کا لباس، ان کا انداز، ان کا طرز تکلم، ان کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، ہنسنا بولنا، سب میں ایک مقناطیسی کشش ہوتی ہے۔ پر وہ لوگ جو ظاہری آب و رنگ پر فریفتہ نہیں ہوتے اور جنھوں نے ان کی خانگی زندگی کا بغور مطالعہ کیا ہے ان پر بخوبی روشن ہے کہ ۹۰ فی صدی آزادی کی ہوا میں اڑنے والی چڑیوں نے اپنے گھروں کو دوزخ کا نمونہ بنا رکھا ہے۔ سچ ہے ہر چمکنے والی چیز سونا نہیں ہوا کرتی! تہذیب اور اخلاق مانع ہے۔ ورنہ میں نام لے کر دنیا کو بتا دیتا کہ آؤ اور دیکھو کاغذ کے حرف ظاہر ہی میں خوشنما ہیں بوئے وفا ان میں نام کو نہیں۔ انگریزی تعلیم یافتہ خواتین پر مسز برلاس کو ناز ہے مگر ان کے کارنامے دنیا سے پوشیدہ نہیں۔ بہت سے گھرانے ہیں جہاں شوہر اور بیوی کے تعلقات ناقابل برداشت ہو چکے ہیں اور ایسی مثالیں کم نہیں ملتیں جہاں ہماری تعلیم یافتہ روشن خیال، اور آزاد پسند بیویاں شوہروں کے شیشۂ دل کو چور چور کر کے عمر بھر کے لئے الگ ہو گئیں کیا اسی کا نام تہذیب ہے؟ کیا اسی کو تمدن اور معاشرت کہتے ہیں؟ شاید مسز برلاس پکار اٹھیں کہ تم تعلیم یافتہ گھرانوں میں بھی زن و شوہر کے تعلقات خوشگوار نہیں اگر اسے میں تسلیم بھی کر لوں پھر بھی۔ بقول شخصے "کنواری مریم" کی پرستار بیبیاں جگ

آشنا ہو کر زندگی کا لطف حاصل نہیں کر سکتیں مگر بیاہی عائشہ کی پردہ نشین لونڈیاں قبر کے مردوں سے حیا کر کے زندگی کا اصلی راز سمجھتی ہیں" مسز برلاس صاحبہ فرماتی ہیں: سیر و تفریح اب لازمۂ زندگی ہے، اگر مرد سینما تھیٹر میں جائیں، ہاکی فٹ بال اور کرکٹ کے میچ دیکھیں تو عورتیں کیوں نہ شریک ہوں؟ معزز بہن! میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ سیر و تفریح اور ڈانس ان ہی کے لئے موزوں ہے جن کے یہاں دولت کی ریل پیل ہے۔ خدا کے لئے غریب مسلمانوں کو اس کی تعلیم دے کر ان کی اقتصادی حالت کو اور بھی خستہ و خراب نہ کریں۔ ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ پردہ کو خیر باد کہہ کر عورتیں میدان عمل میں کود پڑیں میں نے اپنے پچھلے مضمون میں لکھا تھا کہ آج کل سوسائٹی میں بیباکانہ پھرنے والی خواتین انگریزی نوشت و خواند کی طرف اس وجہ سے غیر معمولی توجہ کر رہی ہیں کہ سوسائٹی میں انکی قدر و منزلت بڑھے اور وہ مرد اور عورت کے باہمی میل جول کے موقعوں پر ایک انداز سحر آفریں سے دوستوں کے ساتھ مصافحہ کریں۔ مسز برلاس صاحبہ جو غالباً ساری دنیا کو فرشتہ سمجھتی ہیں کس سادگی سے اس کے جواب میں لکھتی ہیں "بیگم صاحب دوست احباب کا استقبال اور ان کی مزاج پرسی نہ کریں تو کیا ان کا منھ چڑھائیں اور ساڑی کا آنچل منھ پر ڈال کر یوں گویا ہوں" اوئی موئے تو میرے سامنے کیسے چلا آیا"! ممکن ہے خاتون موصوف کی رائے میں مرد اور عورت کا باہمی اختلاط اور خصوصاً یورپین لیڈیز کی طرح عورت اور مرد کی دوستی ایک معمولی سی بات ہو مگر غالب اگر زندہ ہوتے تو اسی معقول منطق کے جواب میں مسکرا کر ضرور فرماتے ۔

کہا تم نے کہ کیوں ہو غیر کے ملنے میں رسوائی
بجا کہتے ہو سچ کہتے ہو پھر کہیو کہ ہاں کیوں ہو

خدا کی پناہ! الٹا اعتراض مردوں ہی پر کہ وہ" اپنی آنکھیں نیچی کیوں نہیں رکھتے" خوب! مجھے اندیشہ ہے کہ یہ مضمون ناخوشگوار طوالت نہ اختیار کرلے اس لئے میں پردہ کی مخالفت یا موافقت پر مزید خامہ فرسائی کرنا نہیں چاہتا ہر شخص کو اختیار ہے کہ پردہ رکھے یا نہ رکھے مگر یاد رہے! اگر ہندوستان سے پردہ اٹھ گیا تو ہمارے ملک کی مقدس سرزمین بھی ان برائیوں سے خالی نہیں رہ سکتی جو یورپ کے رگ و پے میں سرایت کر گئی ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۹۹) کچھ بہتر نتائج حاصل ہو سکتے ہیں کہ سہیلیوں یا بڑے بھائیوں کو عاشقانہ رنگ کے خطوط لکھے جائیں اور ان خطوں میں اچھے اشعار ہوں اور والدین یا بزرگ تعریف کرتے کرتے ایسے مدہوش ہو جائیں کہ انہیں یہ بھی خبر نہ رہے کہ دنیا میں ادیب یا شاعر کسے کہا جاتا ہے۔ لڑکیوں کو دوسری قوموں کی استانیوں کی صحبت میں رہ کر اور سکولوں کی ادھوری تعلیم حاصل کر کے بغیر سوچ سمجھے ہر گز قلم نہ اٹھانا چاہیئے اور لڑکیوں کے والدین یا بزرگوں کو کبھی اس فرض سے غافل نہ ہونا چاہیئے کہ لڑکی اس قسم کی تعلیم حاصل کرے جو اس کی تمام زندگی کے لئے کارآمد اور مفید ثابت ہو اور متعلقین کے لئے باعث راحت۔ کیا وہ لڑکیاں جو کالج سے بی۔ اے کی ڈگریاں حاصل کر چکی ہیں مگر اپنی یا اپنے متعلقین کی زندگی خوشگوار نہیں بنا سکیں ناموری اور تعریف کی مستحق ہیں؟

غالباً دو سال کا عرصہ ہوا ہمارے پڑوس میں تقریب شادی پر بہت عورتیں مہمان بلائی گئیں۔ اُن میں ایک نوجوان لڑکی بھی تھی جس کی شادی کو دو تین سال گذرے ہوں گے تمام عورتوں میں اس لڑکی کی شہرت تھی کہ شادی میں فلاں صاحب کی بہو آئی ہیں جو بی۔ اے پاس ہیں اور ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار کی ملازم ہیں۔ مجھے اکثر عورتوں نے کہا کہ ہم تعریف یا مذمت کچھ نہیں کریں گے مگر آپ ذرا خود چل کر دیکھ لیں۔ مجھے اُن کے دیکھنے کا شوق دامن گیر ہوا مگر افسوس اس لڑکی کی جو حرکتیں مجھے نظر آئیں ان کے لئے میں کون سے لفظ استعمال کروں۔ چنچل۔ چھچھوری تہذیب تمیز اخلاق کا تو شاید اس نے نام بھی نہ سنا تھا۔ جھوٹ بولنے میں ہچکچاہٹ نہ تھی۔ دھوکا دہی کی عادی معلوم ہوتی تھی۔ شرم تو بھلا جس قدر بھی ہوتی کم تھی۔ غرض اس کی ناگفتہ بہ حرکات دیکھ کر بے ساختہ زبان سے نکلا کہ اگر بی۔ اے۔ کے یہ معنی ہیں تو خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں انسان سے حیوان نہیں بنایا۔

بیگم سید حسین

# جاپانی دکان داری

دکان داری کا پیشہ ہنسی کھیل نہیں ہے اس کے اختیار کرنے میں خاص فن کے علم کے علاوہ بڑے ضبط و تحمل اور اخلاق و ایمان داری کی ضرورت ہے۔ جب تک دکان دار ان صفات سے بہرہ مند نہ ہو ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتا۔ میں نے جاپانیوں کی دکان داری کے نئے نئے ڈھنگ دیکھے ہیں۔ پرائمری تعلیم سے تو کسی جاپانی کو مفر ہی نہیں۔ اس سے فراغت پا کر حسب حیثیت اور حسب رجحان مزید تعلیم حاصل کر کے تجارت کا پیشہ اختیار کرتے ہیں اور بڑی خوبی سے دکان چلاتے ہیں۔ دس پانچ جاپانی دکانیں دیکھ کر آدمی کے دل میں جس بات کا نقش سب سے گہرا پڑتا ہے وہ ان کی صفائی اور نفاست ہے۔ دکان چھوٹی ہو یا بڑی کہیں خاک میل نظر نہ آئے گی۔ کنجڑوں کی دکانوں پر ترکاریاں دھلی دھلائی سلیقہ سے رکھی اور ہر ترکاری پر اس کی قیمت لکھی ہوتی ہے۔ مچھلی والوں کے ہاں مچھلیاں صفائی کے ساتھ تختوں پر رکھی رہتی ہیں یا ٹبوں میں پانی میں پڑی رہتی یا آئس بکسوں میں رکھی ہوتی ہیں گرمی میں مکھیوں کے اڑانے کے لئے اگر کی بتیاں جلتی رہتی ہیں۔ گوشت بھی آئس بکسوں میں یا شیشے کی الماریوں میں رکھا ہوتا ہے۔ کھانے پینے کی چیزیں مرتبانوں اور الماریوں میں خوشنمائی سے سجی ہوتی ہیں۔ دکانوں میں پودوں کے گملے ہونے ضروری ہیں۔ دکان کا سامان نئی نئی وضع سے سجاتے ہیں جو دیکھنے میں بڑا بھلا لگتا ہے اور آدمی خود چل پھر کر تمام سامان اچھی طرح دیکھ سکتا ہے۔

گاہکوں کے آرام اور خوشی کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ ہر خریدار کے دکان میں داخل ہوتے ہی خود مالک یا اس کے ملازم بآواز بلند کہتے ہیں کہ تشریف لائیے۔ خریدار ادھر ادھر چیزیں دیکھتا پھرتا ہے اور پسند کے موافق چیز خرید کر چپ چپاتے قیمت حوالہ کر دیتا ہے۔ جاتے وقت دکان دار اس کا شکریہ ادا کرتا ہے۔

بڑی اور متوسط درجہ کی دکانوں میں گلّے کے لئے ایک قسم کا صندوقچہ موجود ہوتا ہے جس کا نام کیش رجسٹر ہے اس میں دراز کے اندر مختلف سکوں اور نوٹوں کے لئے کئی خانے ہوتے ہیں یہ بٹن دبانے سے کھلتا بند ہوتا ہے۔ اور کھلتے وقت گھنٹی بجاتا ہے جتنی رقم گلّے میں ڈالی ہے اس کا اعلان بھی کر دیتا ہے اور خود بخود تمام میزان کا اندراج بھی کرتا جاتا ہے رات کو تمام دن کی وصول شدہ رقم کا مقابلہ اس میزان سے کر لیا جاتا ہے۔ بہی کھاتا لکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

سودے والے مہینہ کا حساب خوشی سے رکھتے ہیں۔ جن گھروں میں ان کے ہاں سے سودا آتا ہے اور

لگے بندے ہوتے ہیں وہاں سال میں دو مرتبہ کچھ نہ کچھ تحفہ پیش کرتے ہیں۔ اول دسمبر کے مہینہ میں دوسرے جون میں بعض دکان دار چھوٹے چھوٹے جھاڑن پیش کرتے ہیں جن پر اُن کی دکان کا نام اور پتہ چھپا ہوتا ہے۔ یہ جھاڑن بڑے کام آتے ہیں۔ باورچی خانہ میں ان سے بڑا کام چلتا ہے۔ گھر کی جھاڑو بوہارو کے وقت سر اور منہ پر بھی باندھے جاتے ہیں۔ گرمی میں بعض دکاندار کاغذ کی خوبصورت پنکھیاں لاتے ہیں بعض کھانے کی چیزیں اور بعض چھوٹے برتن۔ غرض ہر دکان دار کچھ نہ کچھ ضرور لائے گا۔ لگی بندھی دکانوں کے علاوہ دوسری دکانوں سے ان دو مہینوں میں سودا خریدا جائے تو دو ایک میں سے زیادہ کے خریدار کو لاٹری کے ٹکٹ دیتے ہیں جس پر مقام لاٹری کا پتہ لکھا ہوتا ہے۔ خریدار لاٹری کی دکان پر جا کر ٹکٹ حوالہ کرتا ہے اور وہاں جیسا نمبر نکلے اس کے موافق کوئی نہ کوئی چیز اُسے مل جاتی ہے۔ چنانچہ دسمبر میں میں نے جوتے خریدے۔ دکان دار نے ٹکٹوں کا ایک پیکٹ میرے حوالہ کیا اور اپنا ملازم میرے ساتھ کر دیا وہ مجھے ایک اور دکان پر لے گیا یہاں طرح طرح کا سامان رکھا تھا۔ لاٹری کا نمبر نکالنے کی ایک مشین تھی دکان دار مجھ سے ایک ایک ٹکٹ لیتا جاتا تھا اور مشین کا دستہ پھرا تا جاتا تھا۔ ایک دفعہ دستہ پھرانے سے ایک گولی نکلتی تھی اس کا جیسا رنگ ہو ویسی قیمت کی چیز ملتی تھی۔ خوش قسمتی سے مجھے ایک ٹکٹ پر کیمونو کا پورا تھان ملا اور چھوٹی موٹی چیزیں تو بہت ملیں۔

ان دو مہینوں میں خریداروں کی اس قدر بھیڑ ہوتی ہے کہ کھوے سے کھوا چھلتا ہے۔ خصوصاً لڑکے لڑکیاں ان مہینوں میں خریداری کے لئے پہلے سے روپیہ جمع کرتے رہتے ہیں۔ دکان دار تھوڑی سی چیزیں انعام میں دے کر کثرت سے خریدار پیدا کر لیتے ہیں۔ اشتہاروں میں سینکڑوں ہزاروں روپے صرف کرتے ہیں اور نئی نئی طرح سے اشتہار دیتے ہیں۔ بازاروں میں چلتے پھرتے لوگ دیا سلائی کے بکس راہ گیروں کو دیتے ہیں جن پر کوئی نہ کوئی اشتہار ہوتا ہے۔ کاغذ کی لالٹینوں پر اشتہار لکھا ہوتا ہے اور وہ جگہ جگہ لٹکی ہوتی ہیں۔ آدمی نئے نئے حلیوں سے اپنے آگے پیچھے اشتہار باندھے بازاروں گلیوں میں گاتا بجاتا اور ناچتا پھرتا ہے۔ چونکہ یہ آدمی روپ بدل کر عجیب صورت بنا لیتا ہے اور ناچتا رہتا ہے لوگ اس کو دیکھنے جمع ہو جاتے ہیں اور اس کے اشتہار کو پڑھ لیتے ہیں۔ کھیتوں پر قسم قسم کے اشتہار لگے ہوتے ہیں۔ تاکہ ریل کے مسافر پڑھ سکیں۔ بڑی دکانوں پر غبارے اڑتے رہتے ہیں۔ رات کو اشتہاروں پر برقی روشنی ہوتی ہے۔

ڈیپارٹمنٹ اسٹوروں کا انتظام نہایت عمدہ ہوتا ہے۔ ٹوکیو کے اسٹوروں میں ٹوکیو اسٹیشن سے گاہکوں کو اسٹوروں تک لانے لے جانے کے لئے بس مقرر تھیں ان بسوں میں مسافروں کو مفت پہنچایا جاتا تھا۔ اور ہر پانچ منٹ پر اسٹیشن سے چھوٹتی تھیں۔ مگر ۳۲ء میں چھوٹے دکان داروں نے چیخ پکار کی کہ تمام مسافروں کو

ڈیپارٹمنٹ اسٹور والے لے جاتے ہیں ہماری بکری کم ہو گئی ہے ہم اپنا پیٹ کیسے پالیں۔ میونسپلٹی نے اسٹوروں کو مفت کی بسیں چلانے کی ممانعت کر دی۔ مگر یوکوہامہ میں ممانعت نہیں ہے۔ یہاں کے اسٹور مفت کی بسیں برابر چلا رہے ہیں۔ اس شہر کی آبادی اگرچہ ساڑھے چھ لاکھ ہے مگر ٹوکیو کے مقابلہ میں یوکیوہامہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا کیونکہ وہاں کی آبادی پچپن ۵۵ لاکھ ہے۔ دونوں شہروں میں صرف بیس میل کا فاصلہ ہے۔

ان دکانوں کو ڈیپارٹمنٹ اسٹور اس لئے کہتے ہیں کہ ہر ایک میں سیکڑوں ہزاروں ڈیپارٹمنٹ ہوتے ہیں مثلاً ایک جگہ ٹوپیاں ہیں تو دوسری جگہ صابن اور تیسری جگہ جوتے۔ اسی طرح سب سامان علیحدہ علیحدہ منیجروں کی زیر نگرانی رکھا ہوتا ہے۔ ان میں مردوں کے مقابلہ میں جوان لڑکیاں بہت زیادہ ملازم ہوتی ہیں یہاں تک کہ ایک ایک اسٹور میں دو دو تین تین ہزار لڑکیاں کام کرتی ہیں۔ ہر اسٹور میں سات آٹھ منزلیں ہوتی ہیں بعض اسٹور تو دس منزل تک کے ہیں۔ لیکن میونسپلٹی کے قانون کی بموجب سو فٹ سے زیادہ اونچی عمارت نہیں بنائی جاسکتی کیونکہ اس زلزلہ زدہ ملک میں عمارت کی بلندی خطرہ کا باعث ہے۔ تمام اسٹور فیرو کنکریٹ کے بنے ہوئے ہیں جو زلزلہ اور آگ سے محفوظ ہوتے ہیں۔

ان اسٹوروں میں بکری کے سامان کے علاوہ گاہکوں کے آرام کا کافی انتظام ہوتا ہے۔ جاڑوں میں اسٹیم ہیٹر ہوتے ہیں جن سے کمرے گرم رہتے ہیں۔ گرمیوں میں تپائیوں پر برف کی سلیں رکھی ہوتی ہیں اور ان کے چاروں طرف خوبصورت پھول سجے ہوتے ہیں سلوں پر گاہک رومال پھیر پھیر کر اپنا منہ ہاتھ ٹھنڈا کرتے ہیں۔ برقی پنکھے بھی چلتے رہتے ہیں۔ جگہ جگہ اوگالدان رکھے رہتے ہیں اور ردی کاغذ پھینکنے کے لئے ٹوکریاں بھی موجود ہوتی ہیں سیر و تفریح کرنے کے لئے بالکل اوپر کی چھت پر باغ لگا ہوتا ہے۔ یہاں فوارے چلتے رہتے ہیں۔ بچوں کو بہلانے کے لئے جانور بھی پلے ہوتے ہیں اور ان کے لئے ہنڈولے گڑے ہوتے ہیں۔ جگہ جگہ گاہکوں کے بیٹھنے کے لئے مخملی کوچ لگے ہوتے ہیں۔ اسٹور میں داخل ہوتے وقت گاہکوں کے پاس کچھ سامان موجود ہو تو وہ دروازہ پر سامان رکھوا کر ٹکٹ لے سکتے ہیں چلتے وقت ٹکٹ دے کر سامان واپس لے لیتے ہیں ہر منزل پر پہنچنے کے لئے تین قسم کا انتظام ہوتا ہے اول معمولی چوڑی چکلی سیڑھیاں۔ دوم برقی لفٹ۔ سوم برقی زینہ جو خود بخود اوپر سرکتا رہتا ہے۔

اسٹوروں میں رسٹارنٹ ضرور ہوتے ہیں۔ بعض میں گاہک اس قدر آتے ہیں کہ دو دو منزلیں رسٹارنٹ سے گھری ہوتی ہیں جہاں ایک وقت میں ہزار پانسو آدمی بیٹھ سکتے ہیں۔ سگریٹ پینے کے کمرے الگ ہیں۔ پھر حجام کی دکان بھی موجود ہے۔ فوٹو کا اسٹوڈیو بھی موجود ہے۔ دندان ساز اور آنکھ کے ڈاکٹر بھی ہیں۔ ڈاک خانہ بھی ہے۔ جاپان ٹورسٹ بیورو کی ایجنسی بھی موجود ہے جو ٹامس کک کی طرح تمام دنیا کے سفر کا انتظام کرتی ہے اور جاپان

متعلق مفصل معلومات بہم پہنچاتی ہے۔ غرض گاہکوں کی سہولت کے لئے ہر قسم کا انتظام ہے۔

اگر آپ کو کسی چیز کا پتہ نہیں ملتا تو ہر منزل میں سیڑھیوں کے پاس ہی انکواری آفس موجود ہے ایک لڑکی ہر وقت بیٹھی رہتی ہے۔ وہ آپ کو ہر چیز کا پتہ بتادے گی۔ آپ جاپانی زبان نہیں جانتیں تو وہ انگریزی جاننے والا کلارک آپ کے ہمراہ کردے گی۔

تمام سامان کھلا پڑا ہے۔ ایک ایک چیز اُٹھا کر دیکھ لیجئے لڑکیاں کھڑی دیکھتی رہیں گی۔ جب تک آپ ان سے مخاطب نہوں وہ دخل انداز نہوں گی۔ یہ لڑکیاں بڑے ادب اور خندہ پیشانی سے پیش آتی ہیں آپ ان کی ڈیپارٹمنٹ کی تمام چیزیں اُلٹ پلٹ تتر بتر کر دیجئے اور ایک پائی کا مال نہ خریدیئے مگر ان کی جبیں پر ذرا سا بل نہ آئے گا آپ کے ہٹتے ہی چیزوں کو ترتیب سے رکھنا شروع کر دیں گی۔

ان اسٹوروں میں وقتاً فوقتاً نمائش ہوتی رہتی ہیں مثلاً فن مصوری کی نمائش فن جہازرانی کی نمائش وغیرہ وغیرہ۔ گویا اس طریقہ سے یہ اپنے گاہکوں کی معلومات میں بھی اضافہ کرتے ہیں۔

بڑے اسٹوروں کا تو کچھ کہنا ہی نہیں چھوٹی دوکانوں پر بھی اگر آپ کچھ چیز خریدنا چاہیں اور اپنی ناواقفیت سے کوئی دوسری چیز اُٹھالیں تو دوکان دار اس کے خریدنے سے آپ کو باز رکھے گا۔ یہ نہیں کہ اپنی بکری کے خیال سے آپ کو غلط چیز حوالے کر دے۔ ہر دکان دار کا یہ طرز عمل ہوتا ہے کہ گاہک سے صرف وقتی فائدہ نہ اُٹھایا جائے بلکہ اس کو عمر بھر کے لئے اپنا گاہک بنالے۔ یہ بڑا کارآمد اصول ہے جن میں جاپانیوں کی تجارتی ترقی کا راز پنہاں ہے

مسز برلاس از ٹوکیو۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۱۱)

دوسروں کو نہیں اسکے کہ آفات و مکروہات میں مبتلا ہوں مطلع کرتا ہے۔ کہ موجودہ راہ و روش غلط اور موجب زیان ہے۔ درحقیقت ناصح کی ذات خضر زندگی ہو کہ وہ مرحلہ حیات کی راہ نمائی کرتا ہے رہبری کے باوجود کوئی خود کو ذلت اور مصیبت کے گڑھے میں ڈالے تو یہ اس کی انتہائی بدبختی ہے۔ ہمارا قاعدہ ہے۔ کہ اپنے عیوب اور غلطیاں خود کو نظر نہیں آتیں ہر شخص سمجھتا ہے۔ کہ اس کی ذات جملہ عیوب اور خامیوں سے پاک ہے۔ حالانکہ اکثر و بیشتر بہت سے نقائص اور خامیاں ہم سے وابستہ ہوتی ہیں۔ جو دوسروں پر بہت آسانی سے ظاہر ہوتی ہیں۔ اس لئے ہم کو اپنی ذات پر اعتماد نہ کرنا چاہیے اگر کوئی ہماری غلطیوں سے ہم کو آگاہ کرے تو برا ماننے اور تکرار کرنے کی کوئی وجہ نہیں بھلائی اسی میں ہے کہ جو عیب بتائے جائیں اور جن غلطیوں سے مطلع کیا جائے انہیں دور کرنے کی کوشش کریں۔

ح۔ ا۔ ابو۔ رنگون۔

# جاہلیت عرب کے اعتقاد

زمانہ جاہلیت میں عرب میں اونٹنی کی ایسی ہی عظمت تھی جیسی ہندوستان میں گائے کی جس اونٹنی کے لگاتار دس بچے اونٹنیاں ہی اونٹنیاں ہوں اس کو سائبہ کہتے تھے اور اسے دیوتا کی نذر کر دیتے تھے پھر سائبہ کی بیٹی بحیرہ کہلاتی تھی اور بڑی متبرک سمجھی جاتی تھی اس کے کان چھید دیتے تھے اور اسے بھی دیوتاؤں کے نام پر آزاد کر دیتے تھے اور ان دونوں ماں بیٹیوں کو کوئی ستا نہیں سکتا تھا بال کاٹنا سواری لینا اور ان کے دودھ کو گھر میں استعمال کرنا حرام سمجھتے تھے ہاں مہمانوں کو ان کا دودھ جائز تھا اور دیوتاؤں پر چڑھا کر اسے تبرک کی طرح آپس میں بانٹ لیتے تھے اس کی تقسیم کے وقت عجب ہنگامہ مچتا تھا ہر شخص اسے لینے کے لئے ایک پر ایک ٹوٹا پڑتا تھا اور اپنی ہتھیلی پر لے کے بڑے ادب اور اعتقاد سے چاٹ لیتا تھا اور اگر کوئی منت مراد مانگنی ہوتی تھی تو وہ بھی دودھ پیتے وقت مانگی جاتی تھی جو اونٹ بت کے نام پر ذبح کرتے تھے اس کے خون سے سب مرد وعورت اپنی پیشانی پر ٹیکے لگاتے تھے اور اس سے اپنے مقصد میں کامیابی کی فال لیتے تھے۔ کاہنوں سے بڑی عقیدت رکھتے تھے اور اگر وہ کوئی بری پیشین گوئی کر دیں تو سب سہم جاتے تھے ان لوگوں کا ایک اور نہایت عجیب عقیدہ یہ تھا کہ اگر کوئی شخص قتل کر دیا جائے تو اس کی کھوپری میں سے ایک الّو نکلتا ہے اور جب تک کہ قاتل یا اس کے وارث سے اس کے خون کا بدلہ نہ لیا جائے وہ ویرانوں میں چلاتا رہتا ہے۔ اس الّو کو ھامہ کہتے تھے جن اور بھوت وغیرہ بلاؤں سے بچنے کے لئے خرگوش کی مادہ کی ران ڈوری میں باندھ کر گلے میں پہنائی جاتی تھی ان کے خیال میں اس کا گوشت نجس ہوتا تھا۔ اور جن بھوت اس سے بھاگتے تھے۔

سفر پر جاتے وقت مڑ کر دیکھنا بہت منحوس جانتے تھے اور اگر کہیں سفر میں رستہ بھول جاتے اور کسی طرح نہ ملتا تو اپنے کپڑے اُلٹے کر کے پہن لیتے تھے ان کا خیال تھا کہ اس سے فوراً رستہ مل جاتا ہے۔ جب سفر میں کہیں منزل کرتے اور کسی گاؤں میں ٹھیرتے تو اس میں داخل ہونے سے پہلے گدھے کی بولی بولنا ضروری تھا ان کا اعتقاد یہ تھا کہ اگر ایسا نہ کریں گے تو وہاں جو وبا پھیلی ہوگی اس کا فوراً حملہ ہوگا۔ گدھے کی بولی بول کر وہ اس سے محفوظ ہو جاتے تھے اور سمجھ لیتے تھے کہ وبا کا چاہے جتنا ہی زور ہو اب وہ ہم پر اثر نہیں کر سکتی۔ جب کہیں لڑائی کو جانے لگتے تھے تو کعبہ شریف کے عطردان کا (جس کو منشم کہتے ہیں) ہاتھوں پر لگا لیتے تھے یہ گویا اس بات عہد ہوتا تھا کہ یا تو فتح کر کے آئیں گے یا جان دے دیں گے۔ ایک بڑا سانپ جس کا نام اکلۃ الشیطان تھا اس کی نسبت

مشہور تھا کہ ہر سال کعبہ شریف کے حج کو آتا ہے اور زمین
پر کسی جگہ اپنی دم کا کوڑا مار دیتا ہے پھر اس جگہ سے جو
جو شخص گزرتا ہے وہ مر جاتا ہے اور اس طرح بے
ادب اور گناہ گار لوگوں کو ان کے گناہ اور گستاخی
کی سزا مل جاتی ہے۔ سفر پر جاتے وقت کوے کی
آواز سے اچھا برا شگون لینا عام بات تھی اور اگر اس کی
آواز اونچے سر کی ہو جسے وہ غاق غاق کہتے ہیں تو سمجھتے
کہ یہ کامیابی اور خوش نصیبی کی فال ہے اور اگر نیچی آواز
سے یعنی غیق غیق کرکے بولے تو اسے دردناک اور
مصیبت کا پیش خیمہ سمجھتے تھے۔ کسی کو پاگل کتا کاٹ
لے تو اس کے زہر کا اتار صرف یہ تھا کہ اسے کسی بادشاہ
کا خون پلا دیا جائے۔ مہمان داری کے چولہوں کی راکھ
نہایت قابل قدر چیز تھی شاعر اپنے اشعار میں اس سے
تشبیہ کا کام لیتے تھے مثلاً اس کی مہین اوڑھنی کے
نیچے سے کانوں کے گوشوارے ایسے چمکتے ہیں جیسے
دریا دل امرائے عرب کی راکھ کے نیچے سے آگ کی چنگاریاں
چمکتی نظر آتی ہیں۔ پہاڑیوں میں آواز کی گونج کو دوبارہ
سنائی دینے کو بنت جبل کی آواز کہتے تھے۔ اگر کسی شخص
کو سانپ کاٹ لے تو اس کو عورتوں کے کپڑے اور زیور
پہناتے اور سمجھتے تھے کہ اس سے زہر اتر جاتا ہے۔ سب
سے زیادہ انوکھا عقیدہ یہ تھا کہ اپنے دشمنوں کے بت
چرالاتے تھے اور ان کی پوجا بڑے جوش و خروش کے
ساتھ کرتے تھے انہیں ہر وقت چومتے تھے کہ وہ
اپنے پہلے پوجنے والوں کو چھوڑ کر ہم پر مہربان ہو جائیں اور
ان کی مدد سے ہم کو فتح نصیب ہو۔ و-ا-

# نصیحت

دنیا میں نیک و بد۔ اصل و نقل اور جھوٹ سچ کی تمیز دشوار ہے۔ یہاں انسان اکثر ایسی لغزش اور خطائیں کر گزرتا ہے جن کی تلافی عمر بھر ناممکن ہوتی ہے۔ خداوند کریم نے جنہیں عقل و دانست عطا فرمائی ہے۔ اور جن کا تجربہ وسیع ہے ان کا فرض ہے کہ وہ اپنی جنس کو ہدایت کریں۔ غلط روی سے لوگوں کو روکیں اور بھلائی کی راہ بتائیں۔ اور جن کی عقل و تجربہ خام ہے۔ ان کو لازم ہے داناؤں کی نصیحت پر چلیں یوں تو پند اور نصیحت سب اپنوں اور بیگانوں کو کرتے ہیں لیکن نصیحت کے اصول سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔ اس لئے نصیحت اکثر بے سود اور رائگاں ثابت ہوتی ہے۔ نصیحت جب ہی کارگر ہو سکتی ہے۔ کہ قاعدہ کے مطابق کی جائے۔ ناصح کو اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ کہ اس کا کلام طعن اور تشنیع کی آمیزش سے مطلق پاک رہے۔ لب و لہجہ ہرگز کرخت نہ ہو بلکہ نرمی سے کام لیا جائے۔ نصیحت ہمیشہ تخلیہ میں پوشیدہ طور پر ہونی چاہیئے۔ اس لئے کہ علانیہ نصیحت کا اثر اُلٹا ثابت ہوتا ہے۔ اگرچہ نصیحت فلاح اور بہبودی کا ذریعہ اور ہمدردی کا ثبوت ہے۔ تاہم کتنے لوگ ہیں کہ نصیحت سے متنفر اور ناصح سے بیزار و ناخوش پائے جاتے ہیں۔ بعض لوگوں کی نادانی تو اس حد تک بڑھی ہوتی ہے کہ وہ ناصح کی باتوں کو تسلیم کرنے کی بجائے علانیہ مخالفت کرتے ہیں۔ کچھ ایسے بھی ہیں جن کے نزدیک نصیحت محض خود غرضی ہے ایسے بھی لوگ دیکھے گئے ہیں وہ نصیحت پر چیں بہ جبیں ہو کر یہ ناطقہ بند جواب دیتے ہیں۔ کہ بھائی تم اچھے ہو تو اپنے لئے کسی کے برے ہونے سے تمہیں کیا مطلب۔ مجھے یاد ہے۔ ایک مرتبہ میری ایک خوش حال بزرگ نے اپنی کم استطاعت چھوٹی بہن سے فرمایا بفضلہ تم صحت مند ہو۔ اور پھر تمہاری لڑکیاں ہاتھ بٹانے کے لئے موجود تمہیں مناسب نہیں کہ نوکروں کا خرچ سر پر اٹھاؤ اگرچہ یہ بات خیر خواہی کی بنا پر کہی گئی تھی لیکن بہن صاحبہ نے بہت برا مانا۔ اور میاں بیوی اس کا مطلب جلن اور حسد اخذ کر کے روٹھ گئے اور آخر اسی نتیجہ پر پہنچے جس پر پہنچنا ان کے لئے ضروری تھا۔ اب ان کی یہ حالت ہے کہ زچگی کے وقت دائی تک بمشکل میسر ہوتی ہے۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے دنیا میں وہ شخص ہرگز فلاح نہیں پا سکتا۔ جو خود اپنے نفع اور نقصان کو سمجھ سکتا ہے نہ دوسروں کی بات پر عمل کرتا ہے۔ کسی نے بہت سچ کہا ہے کہ

بُرا مانتا ہی جو سمجھائے کوئی　٭　برائی کو اپنی بھلا جانتا ہے　　وہ انجام کو روئے گا سر پکڑ کر　٭　نہیں اس میں دھوکا خدا جانتا ہے

نصیحت بہت قابل قدر ہے۔ ایک شخص جو دنیا کی ٹھوکروں اور کشمکش سے جو تجربہ پاتا ہے۔ باقی صفحہ ۱۰۸ پر۔

# عہد فاروقی کا ایک واقعہ

اک قافلہ مدینہ کے باہر تھا خیمہ زن
اور دشت بے پناہ میں پھیلا ہوا تھا مال

تھے جملہ اہل قافلہ بے یار و غمگسار
لٹ جانے کا تھا ان کے سر راہ احتمال

جب حضرتِ عمرؓ کو ملی اس کی اطلاع
کرنے گئے وہ قافلے کی آپ دیکھ بھال

گو اہل قافلہ سے وہ واقف نہ تھے مگر
ہر دم تھا ان کی راحت و آرام کا خیال

اس پاسباں نے آکے یہ دیکھا کہ اک طرف
روتا ہے بار بار کوئی طفل خورد سال۔

ظاہر ہوئے نگاہ سے آثار انتشار
آواز گریہ سن کے طبیعت ہوئی نڈھال

پروانہ وار گھومتا تھا ہر طرف مگر
مقصد کی شمع کا نظر آتا نہ تھا جمال

دیکھا کہ ماں کی گود میں ہے طفل شیر خوار
کرتا ہے چشم یاس سے جو دودھ کا سوال

بے رحم ماں مگر اسے دیتی نہیں ہے دودھ
بچے کا روتے روتے برا ہو گیا ہے حال

بچے کی ماں سے حضرتِ فاروق نے کہا
یہ ظلم ناروا ہے کہ بچہ ہے خورد سال۔

اس بے زباں کو دودھ پلاتی نہیں ہو کیوں
سوچا نہیں ہے غالباً اس جور کا مآل

کردیں نہ غفلتیں تری اس کو سپرد خاک
زینت ترے چمن کی ہے ناداں یہ نونہال

سنتی رہی خموش وہ پہلے تو یہ کلام
عورت تھی آخر آ ہی گیا اس کو اشتعال

کہنے لگی کہ بہر خدا مجھ سے کچھ نہ پوچھ
یہ شیر خوار بچے ہیں ماں کے لئے وبال

احکام یہ خلیفہ نے نافذ کئے ہیں اب
ہو طفل کا وظیفہ نہ اس وقت تک بحال

جب تک کہ دودھ ماں کا وہ اپنی نہ چھوڑ دے
خواہ اس کے والدین کا غربت سے کچھ ہو حال

بہر وظیفہ دودھ چھڑاتی ہوں کیا کروں
اس بے زباں کا تجھ سے نہیں کم مجھے خیال

عورت کو کیا خبر تھی خلیفہ ہے وقت کا۔
تقریر اس کی سن کے جو ہے غرق انفعال

جو سوچتا ہے ہوں گے بہت ایسے شیر خوار۔
جن کا مرے سبب سے ہوا ہو گا انتقال۔

آنے ہی اپنے حکم کو منسوخ کر دیا۔
پھر بھی عمرؓ کو اس کا رہا مدتوں ملال

محمود۔ اسرائیلی

# سفرنامۂ ایران

از محترمہ ایس۔ کے صغرا سبزواریہ

گذشتہ اشاعت سے آگے

کوئی دس منٹ لاری چلی ہوگی کہ میر جادہ پہونچ گئے۔ داخل ہوتے وقت معلوم ہو رہا تھا کہ واقعی کسی شاہی سلطنت میں داخل ہو رہے ہیں۔ ایک عجب شان تھی۔ سرکاری لازم تفتیش کے لئے دوڑے آئے مگر یہ معلوم کرکے کہ مستشرقین جشن فردوسی ہیں چونگی والوں نے تفتیش نہ کی اور بجائے چنگی وصول کرنے کے نہایت خاطر ومدارات سے چار پلائی۔ مسافرخانہ میں سامان رکھا گیا۔ میں تو لاری سے اترتے ہی سیدھی غسل کرنے گئی۔ آئی تو ناشتہ تیار تھا۔ چارپی کر کچھ دیر آرام لینے کی غرض سے لیٹ گئی تو آنکھ لگ گئی ایک گھنٹہ کے بعد اٹھی تو طبیعت بحال تھی۔ نوکر نے آکر کہا کہ کھانا تیار ہے۔ اس سے لانے کو کہا۔ چلاؤ مرغ کا سالن نہایت لذیذ پکا ہوا تھا۔ سب نے سیر ہوکر کھایا چھ بجے ہم لوگ چارپی کر وہاں سے روانہ ہوئے۔ تاکہ ۹ بجے شب تک زاہدان پہونچ جائیں۔ چنانچہ جب بارہ فرسخ زاہدان رہ گیا تو پھر ایک جگہ گمرک ملا۔ گمرک افسر سامان و پاسپورٹ دیکھنے آئے۔ مگر شاہی مہمان دیکھ کر بہت خاطر سے پیش آئے۔ دس بجے زاہدان پہونچ گئے۔ سرکاری مسافرخانہ میں ٹھیرے۔ کھانا کھایا۔ چارپی اور سو رہے۔ نہایت آرام سے نیند آئی۔ دوسرے روز دوسری موٹر لی گئی اور سرشام موٹر پر سوار ہوئے یہ سفر زاہدان دمشھد کا تقریبًا ۷۰۰ میل کا ہے۔ دوزداب جس کا نام اب زاہدان رکھا گیا ہے پہلے ایران کا ایک چھوٹا سا قصبہ تھا۔ مگر اب یہ ہندوستان سیستان اور خراسان کے صوبوں کا ایک مفید تجارتی مرکز بن گیا ہے۔ ہندوستانی سوداگروں کی دوکانیں مختلف اشیاء کی بہت ہیں جن میں زیادہ تر سکھوں کی ہیں۔ یہاں پر ایرانی سکّہ رائج ہے۔ ہندوستانی کرنسی نوٹ کے سوا کوئی سکّہ سالم ایران میں نہیں لیا جاتا۔ ایرانی سکّہ جات حسب ذیل ہیں۔ یک تومان جو آج کل ایک روپیہ دس آنہ ہندوستان کا ہے۔ نیم تومان تیرہ آنے۔ یک قیران دس پیسہ۔ یک گھری یا دو قیران پانچ آنے دس قیران کے ایک تومان۔ بیس نیم قیران پانچ گھری ہوتی ہیں۔ ایک قیران کے دس سنار اور دس سنار کے بیس شاہی ہوتے ہیں۔ ایک سنار کا دو شاہی ہوتا ہے۔ نیم قیران کو ایک عباسی اور چھ سنار کو ایک پنہ وار بھی کہتے ہیں۔ اور ایک قیران کو ایک ہزار بھی کہتے ہیں۔ یکصد روپے کے نوٹ کے ۶۰ تومان ہوتے ہیں۔ ہمیشہ تومان کی قیمت گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔ مکانات یہاں زیادہ تر کچے ہیں۔ خیر پہلے ہم لوگ گمرک گئے وہاں موٹر کو اس نئے معائنہ کے لئے بھجوایا کہ آیا موٹر اس قابل ہے کہ ۷۰۰ میل کا سفر کر سکتی ہے یا نہیں؟ دیر تک معائنہ ہوتا رہا۔ اس کے بعد گاڑی پاس ہوگئی اور چلی۔ راستے اس طرف کے کل پہاڑی۔ دو طرف پہاڑ اور وادی سے ہم لوگ گذر رہے تھے۔ مغرب کا وقت آگیا ایک پہاڑ کے نزدیک موٹر رکوائی گئی اور بمشکل پانی لے کر وضو کیا۔ وہیں پتھریلی زمین پر اپنے معبود حقیقی کو سجدہ کرنے سب کھڑے ہوگئے۔ نماز پڑھ کر پھر چلے۔ ڈھائی گھنٹہ کے بعد پہاڑ کی کھوہ میں جگہ جگہ آگ روشن دکھائی دی۔ جس سے معلوم ہوا کہ آبادی قریب ہے۔ آدھ گھنٹہ موٹر اور چلی تھی کہ قصبہ حریک آگیا۔ یہ زاہدان سے ۳۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ حریک میں پانی شیریں با فراط ہے سو دو سو گھروں کی آبادی ہے۔ وہاں موٹریں گھنٹہ آدھ گھنٹہ ٹھیرتی ہیں۔ وہاں سب نے کھانا کھایا۔ میں نے چا پی۔ اس کے بعد روانہ ہوئے۔ حریک سے آگے دشت لوط نامی صحرا ملا جو قریبًا ۸۰ میل لمبا ہے اس میں نہ کوئی پہاڑ ہے نہ کوئی درخت جتنے دور تک نظر کام کرتی تھی سوائے زمین و آسمان کے کچھ نظر نہ آتا تھا۔ جگہ جگہ صرف مٹی کے ٹیلے ضرور تھے۔ اس قدر

خوفناک اور سنسان دشت تھا کہ خدا کی پناہ۔ یہاں موٹر بہت تیز رفتاری سے چلاتے ہیں۔ اس کے بعد پھر پہاڑی سلسلہ شروع ہوگیا۔ حرمک سے اگلی منزل سفید آبل ہے۔ جو کسی زمانہ میں انگریزی فوج کی چھاونی تھی۔ اس کے آگے قصبہ خنک ہے۔ دس بجے صبح ایک گاؤں میں پہونچے جس کا نام شمست تھا۔ یہ گاؤں اچھا آباد ہے۔ درخت و باغات عام ہیں۔ چار پانچ سو آدمیوں کی آبادی ہے۔ سبز میوہ وغیرہ ارزاں ہیں۔ انگور اس طرح بک رہے تھے جیسے ہمارے ہندوستان میں بیر بکتے ہیں۔ دو پیسے کے اتنے انگور ملے کہ ہم کہا نہ سکے۔ دس بجے سے دو بجے تک یہاں آرام کرکے روانہ ہوئے۔ پہلے ایک گاؤں درویشہ ہے آیا۔ وہاں نہ ٹھیرے۔ موٹر جس قدر آگے جاتی گئی آبادی زیادہ اچھی ملتی گئی۔ کسی کسی جگہ تو ایسے سبزہ زار ملے کہ دل خوش ہوگیا۔ کہیں زعفران کے کھیت کہیں پھلوں کے درخت۔ کہیں ترکاریوں کے کھیت۔ کہیں انگور کی بیلیں۔ اور کہیں سیب وہی کے انبار۔ مکانات یہاں کے دیہاتی عجب طرح کے بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ دور سے دیکھئے تو معلوم ہو کہ گنبد ہے اور ایک ایک جگہ پچاس پچاس سو سو مکانات۔ کچھ پیچ اور سب کچے۔ پختہ مکانات بس شہروں کے اندر نظر آئے۔ درویشہ کے بعد قصبہ موت آیا۔ یہاں بھی نہ ٹھیرے یہ بھی آباد جگہ ہے۔ مغرب کے وقت برجند میں شب باشی کے لئے گاڑی رکی۔ ہم لوگ مہمان خانہ کے کمرے میں چلے گئے۔ جہاں نہایت آرام دہ اور صاف ستھرہ پختہ کمرہ معہ پلنگ کے ملا۔ نماز پڑھ کر اور کہانا کھا کر آرام سے سو رہے۔ صبح سویرے اٹھ کر بچوں کا منہ ہاتھ۔ بسکٹ۔ جیلی۔ مکھن۔ چاء کا ناشتہ کیا۔ اس کے بعد ہوٹل سے کھانے کی اور کچھ چیزیں ساتھ لی گئیں۔ کچھ سوکھے میوے منگائے۔ یہاں میوہ خصوصاً توت نہایت عمدہ اور ارزاں ہے۔ چونکہ یہ ایران کے متوسط شہروں میں سے ہے تقریباً آٹھ ہزار کی آبادی ہے۔ پانی کی یہاں کمی تھی اس لئے اب پانی کے نل لگائے گئے ہیں۔ متصل کے پہاڑ کے ذریعہ پینے کا پانی لیا گیا ہے۔ نو بجے صبح کو یہاں سے روانہ ہوئے۔ راستہ میں زعفرانی قصبہ آیا۔ یہ بھی بہت آباد قصبہ ہے۔ یہاں پر زعفران ہوتی ہے۔ زعفرانی سے آگے گون آباد قائین اور بے دوغ بڑے قصبے آتے ہیں۔ وہاں سے آگے ایک صحرا آجاتا ہے جو ۷۰ میل طول میں ہے۔ اس کو دشت لوط خور د کہتے ہیں۔ برجند سے چلے تو ظہر کے وقت قائین میں ٹھیرے یہ جگہ بھی آباد ہے۔ مگر بالکل دیہات پانی کے لئے کنواں تو نہیں مگر پہاڑی زمین ہونے کے سبب زمینوں میں جگہ جگہ غار اور کھوہ ہیں جن میں نہایت صاف و ٹھنڈا پانی رہتا ہے۔ ان دیہاتوں کو دیکھکر میں اپنے ہندوستان کے دیہات کا مقابلہ کرتی تھی۔ تو دونوں کو مختلف رنگوں میں رنگا پاتی تھی۔ جیسے دو شخص غریب ہیں ایک عالم و فاضل اور مہذب اور دوسرا جاہل مطلق۔ اور بدتمیز۔ یوں تو دیہات کی ساری باتیں موجود تھیں مگر ہر بات مہذب و شایستگی کے ساتھ ہے۔ مثلاً ہندوستان کے دیہاتی جسم پر پورے کپڑے بھی نہیں رکھتے۔ وہاں کے کسانوں کو دیکھئے تو ایک لنگوٹی باندھے ایک چیتھڑا سر پر لپیٹے اور عورتیں ہیں وہ بھی ایک ساری باندھ لی۔ مگر یہاں کسان ہو یا چمار سر پر ٹوپی کوٹ پتلون۔ پیر میں جوتہ۔ اسی طرح عورتیں اور بچے سر سے پیر تک سوائے چہرے کے سارا جسم پوشیدہ۔ یہ باتیں دیکھ کر میرا دل بہت خوش ہوا۔ نماز پر میری طبیعت کچھ کسل مند تھی۔ اس لئے کھانا نہ کھایا۔ یہاں کے خربوزے نہایت عمدہ تھے۔ سب نے بہت بہت سے خریدے۔ دیکھئے تو معلوم ہو کہ کونڈے ہیں۔ کھائے تو اتنے شیریں کہ لب سے لب بندھ گئے۔ لکھنو کے خربوزوں کی کیا حقیقت ہے اور بہت بڑے بڑے اور لانبے ہوتے ہیں۔ قیمت دو سے پانچ پیسے تک ہے۔ لوگوں نے کہا کہ قائین کے خربوزے اتنے عمدہ نہیں جیسے کہ خضری کے ہوتے ہیں۔ اب شوق ہوا کہ قائین کے تو ایسے عمدہ ہیں نہ معلوم خضری کے کیسے ہوں گے ہم ضرورت تو تھی نہیں لیکن ڈرائیور کو کہہ دیا گیا کہ محض خربوزے خریدنے کے لئے خضری میں رکے۔ چند گھنٹوں کے بعد خضری میں رکے۔ اور بہت شوق سے خربوزے خریدے گئے۔ بڑے تو ضرور تھے اور مہنگے بھی۔ لیکن وہ بات نہ تھی جو قائین کے خربوزوں میں تھی۔ نصف گھنٹہ خضری میں ٹھیر کر چلے۔ عشاء کی نماز کے وقت بینہ میں کھانا

کھانے کے لئے رُکے۔ سب نے کھانا کھایا اور چل پڑے۔ چونکہ نماز نہ پڑھی تھی اس لئے تربت حیدری میں ٹھیرے۔ جو یہاں سے تیس میل کے فاصلہ پر تھا۔ یہ نہایت اچھی جگہ ہے۔ بجلی کی روشنی وغیرہ سب کچھ ہے۔ میں وہاں کی اس وقت کی فضا کا عالم تحریر نہیں کر سکتی۔ کہ کسقدر خوشگوار تھی۔ اس پر ایک ایرانی شخص نہایت خوش الحانی سے کچھ پاکیزہ اشعار پڑھ رہا تھا۔ وہاں نماز پڑھی اور کچھ دیر ٹھہری۔ تربت حیدری بھی ایران کے بڑے زرخیز شہروں میں سے ہے۔ اور یہاں سے صوبہ خراسان شروع ہوجاتا ہے پہاڑی پانی بہت زیادہ ہے جس کے سبب کاشتکاری اجناس و باغات بہت ہیں۔ کاشت پوست بھی ہوتی ہے۔ یہاں کے بازار بڑے بارونق ہیں۔ اشیا خوردنی ہر قسم کی ملتی ہے۔ میوے سبز و خشک زیادہ اور ارزاں ہیں۔ یہاں سے چلے تو اسد آباد میں قیام کیا۔ یہ بڑا آباد قصبہ ہے۔ یہاں کی زمین بڑی زرخیز ہے ایک سو گھروں کی آبادی ہے۔ جس وقت یہاں پہنچی تو رات کے گیارہ بارہ بجے ہونگے۔ مارے سردی کے حالت ناگفتہ بہ ہو رہی تھی۔ سب نے چارپائی اور سو رہے۔ علی الصباح اٹھ کر نماز پڑھی اور چلنے کی تیاری ہوئی۔ ناشتہ کسی نے نہ کیا کہ اب شہر مقدس پہنچ کر کھائیں گے۔ صرف چار پی کر روانہ ہوئے یہاں سے ایک گاؤں اونچے اونچے پہاڑوں کے درمیان آتا ہے جس کو کافر قلعہ کہتے ہیں۔ یہاں سے طہران اور زاہدان کی سڑکیں ایک دوسرے سے علیحدہ ہوتی ہیں۔ مشہد مقدس سے یہاں تک ایک ہی سڑک چلی آتی ہے۔ کافر قلعہ سے آگے ۲ میل کے فاصلہ پر شریف آباد ہے۔ یہ قصبہ بھی اونچے اونچے پہاڑوں کے درمیان واقع ہے بڑی زرخیز جگہ ہے۔ یہاں سے مشہد کا آٹھ میل کا فاصلہ ہے۔ یہاں کے راستے تو غضب کے ہیں۔ بس خدا ہی اپنے بندوں کو بچاتا ہے۔ دس بارہ میل تک پہاڑوں پر موٹر چلتی ہے۔ پیچ در پیچ راستے بنے ہیں۔ اور گاڑی پہاڑ پر چڑھتی جاتی ہے۔ یہاں کے شوفروں کی تعریف ہے۔ کہ ایسے پرخطر اور نازک راستے پر کس خوبی و صفائی سے موٹر لے جاتے ہیں۔ اگر خدا نخواستہ ذرا بھی گاڑی کھسکے تو پہاڑ کے نیچے گر کر ریزہ ریزہ ہو جائے۔ مگر قدرت خدا ہے کہ صحیح و سالم مسافر وہاں سے گذر جاتے ہیں۔ یہاں کے پہاڑوں سے روضہ حضرت امام علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام نظر آنے لگتا ہے۔ باقی آئندہ

بقیہ صفحہ ۱۱۹ اس نے پوچھا "اب تم کیا چاہتے ہو؟" مکار بالکل چپ تھا۔ اکیونو بولا "بھاگ جاؤ نہیں تو میں تمہاری شکایت کر دوں گا"

مکار نے کہا "—— اکیونو مجھے معاف کرو" "کس لئے؟"

"میں نے سوداگر کو قتل کر کے تمہارے بیگ میں چھرا رکھا تھا۔ تمہیں بھی قتل کر دیتا مگر آواز سنکر بھاگ گیا!"

"اکیونو چپ تھا۔ مکار بولا "مجھے معاف کرو میں کہدوں گا کہ خون میں نے کیا ہے۔ اور پھر تم چھوٹ جاؤ گے"

اکیونو نے کہا "باتیں بنانا آسان ہے میں چھبیس سال سے تکلیفیں اٹھا رہا ہوں۔ اب کہاں جاؤں شریک حیات انتقال کر گئی اور دنیا بھی مجھے بھول چکی ہے" مکار سر پیٹ کر چلانے لگا "اکیونو مجھے معاف کرو" وہ روتے روتے بولا "خدا تمہیں معاف کرے"

اکیونو جیل سے جانا نہیں چاہتا تھا۔ تاہم مکار نے اقبال جرم کر لیا۔ لیکن جب اس کی رہائی کا حکم آیا تو چند منٹ پہلے اس کی روح قفس عنصری کو چھوڑ چکی تھی ——!!

(ترجمہ) تقی علی ہاشمی

# بے گناہ قاتل

## مشہور روسی مصنف ٹالسٹائی کا ایک مختصر افسانہ

ولاڈیمیر شہر میں آئی وان ڈیمرچ اکسیونو نامی ایک سوداگر رہتا تھا اس کی دو دوکانیں تھیں اور ایک رہائشی مکان۔

وہ خوبصورت بالوں والا ظرافت پسند جوان تھا۔ اس کا حلقۂ احباب کافی وسیع تھا۔ عہد شباب میں اس کو شراب کی لت پڑ گئی تھی۔ شادی ہو جانے پر بظاہر اس نے شراب چھوڑ دی تھی۔ مگر گاہے گاہے چوری چھپے پی لیتا تھا

ایک دفعہ کا ذکر ہے جب وہ نزنین کے میلے میں جانے کو تیار ہوا اور اپنی شریک حیات سے رخصت ہونے آیا تو اس نے محبت سے کہا "تم آج مت جاؤ میں نے تمہارے متعلق ایک برا خواب دیکھا ہے"

اکسیونو قہقہہ لگا کر بولا "تم ڈرتی ہو کہ میں میلے کے بہانے کہیں گل چھرے اڑانے چلا جاؤں گا"

وہ بولی "میں نہیں کہہ سکتی کہ مجھے کس بات کا ڈر ہے۔ میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ میں نے ایک بُرا خواب دیکھا ہے۔ تم اس وقت آؤ گے جب کہ تمہارے سر کے بال سفید ہو جائیں گے"

اکسیونو بولا "یہ تو بہت اچھا خواب ہے۔ میں بہت جلد سب چیزیں فروخت کر کے تمہارے لئے کوئی عمدہ تحفہ لاؤں گا"

اس طرح وہ اپنی شریک حیات سے رخصت ہوا۔ اور گاڑی میں بیٹھ کر ایک طرف چلا گیا۔ راہ میں ایک ہم پیشہ تاجر سے اس کی ملاقات ہوئی۔ انھوں نے صلاح کی کہ رات سامنے کی سرا میں بسر کریں گے۔ اور صبح اپنی اپنی سمت چلے جائیں گے۔ چنانچہ وہ سرا میں اتر پڑے۔ کچھ دیر باہم بات چیت کرتے رہے۔ پھر چائے پی اور ایک دوسرے کو شب بخیر کہہ کر ملحقہ کمروں میں سونے چلے گئے۔

اکسیونو دیر تک سونے کا عادی نہ تھا۔ وہ تڑکے ہی اٹھا اور ٹھنڈے ٹھنڈے چلے جانے کے ارادہ سے کوچوان کو گھوڑا جوتنے کو کہا۔ پھر وہ مالک سرائے کے پاس گیا۔ (جو سرا کے عقب میں رہتا تھا) تاکہ بل چکا کر اپنی راہ لے۔

تقریبًا پندرہ میل پر پھر اسے گھوڑے کو دانہ گھاس دینے رکنا پڑا۔ تو اس نے ایک سرا میں کچھ دیر آرام کیا اور ملازم کو چائے تیار کرنے کا حکم دے کر خود گٹار (ایک قسم کا باجا) بجانے لگا۔

دفعتًہ ایک ٹرونیکا (ایک قسم کی گاڑی) آکر رکی اس میں سے ایک انسپکٹر اور دو سپاہی اترے۔ انھوں نے دریافت کیا کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے؟ اس نے لاپروائی سے جواب دیا۔ کیا آپ میرے ساتھ چائے پئیں گے"؟

لیکن انسپکٹر نے اس پر سوالوں کی بوچھاڑ کر دی "گذشتہ شب کہاں بسر کی؟ کیا تم تنہا تھے؟ تمہارے ساتھ کوئی اور بھی تھا یا نہیں؟ تم تڑکے ہی کیوں چل پڑے"؟

یہ سن کر وہ حیران ہو گیا۔ لیکن پھر کچھ سوچ کر اس نے کہا "میں حیران ہوں کہ آپ مجھ سے ایسے سوالات کیوں پوچھ رہے ہیں گویا میں کوئی چور یا لٹیرا ہوں۔ میری اس طرح جانچ کرنے کا سبب؟"

جواب ملا "میں اس ضلع کا سب انسپکٹر ہوں تمہاری جانچ اس وجہ سے کی کہ جس سوداگر کے ساتھ تم نے رات بسر کی

تھی آج صبح اس کا گلا کٹا ہوا ملا۔ اس لئے مجھے تمہاری تلاشی لینی ہے"۔

انسپکٹر اور دو سپاہی سرا میں گئے۔ اور اس کی چیزوں کی تلاشی لینے لگے۔ انھیں ایک چھرا ملا۔ انسپکٹر نے کہا "یہ کس کا ہے؟" وہ اپنے بیگ میں ایک خون آلود چھرا دیکھکر سہم گیا۔

یہ کس طرح خون آلود ہوا؟ اس نے جواب دینے کی کوشش کی لیکن لفظ اس کے ہونٹوں پر آکر جم گیا۔ وہ لکنت آمیز لہجہ میں صرف اتنا کہہ سکا "میں ——— نہیں جانتا ——— میرا نہیں ہے"

انسپکٹر نے کہا۔ آج وہ سوداگر گلا کٹا بستر پر ملا۔ اس لئے میرا شک تم پر ہے۔ کمرہ اندر سے بند تھا اور وہاں کوئی نہ تھا۔ چونکہ یہ خون آلود چھرا تمہارے بیگ سے برآمد ہوا ہے۔ اور تمہاری خوف زدہ صورت اس جرم کا پتہ دے رہی ہے۔ لہذا بتاؤ تم نے اس کو کس طرح قتل کیا اور کتنا روپیہ چرایا؟

اس نے قسم کھا کر کہا "میں نے قتل نہیں کیا۔ چائے پینے کے بعد میں اپنے کمرہ میں سونے چلا گیا۔ پھر مجھے کچھ معلوم نہیں کیا ہوا میرے پاس آٹھ ہزار روپیہ تھا اور نہ کوئی ہتھیار" اس کی آواز بیٹھی ہوئی تھی، چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ اور خوف سے وہ اس طرح کانپ رہا تھا گویا وہی مجرم ہے۔

انسپکٹر نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس کی مشکیں کس لیں۔ انھوں نے اس کی مشکیں کس کر گاڑی میں ڈال دیا۔ اب اس کو خدا یاد آیا۔ اور وہ رونے لگا۔ اس کی سب چیزیں چھین لی گئیں۔ اور وہ ایک تھانہ میں بند کر دیا گیا۔ ولادیمر میں اس کے چال چلن کی تحقیق ہوئی۔ وہاں کے لوگوں نے بتایا کہ پہلے وہ شراب کا عادی تھا۔ لیکن اب شراب چھوڑ دی تھی۔

وہ یازان کے ایک سوداگر کے قتل اور بیس ہزار روپیہ غبن کر دینے کے شک پر گرفتار کیا گیا تھا۔ اس کی شریک زندگی کو جب یہ خبر ملی تو اس کو سخت فکر دامنگیر ہوئی۔ وہ حیران تھی کہ اس وسیع دنیا میں کسے قابل اعتبار سمجھے۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کا ساتھ تھا۔ ایک تو دودھ پیتا تھا۔ وہ انھیں ساتھ لے کر اس گاؤں میں گئی جہاں اس کا شوہر قید تھا۔ اس نے بصد منت و سماجت اس سے ملنے کی اجازت حاصل کی۔ لیکن جب اس نے شوہر کو قیدیوں میں پابہ زنجیر دیکھا تو اس کے رنج و ملال کی انتہا نہ رہی۔ وہ بچوں کو لے کر اس کے قریب بیٹھ گئی۔ گھر کی کل کیفیت سنائی۔ اور اس بلائے ناگہانی میں گرفتار ہونے کی وجہ پوچھی اور جب وہ الف سے ی تک سنا چکا تو وہ بولی "اب کیا کرنا چاہیئے"؟

"زار سے استدعا کرنی چاہیئے۔ کہ ایک بے گناہ قیدی کی طرف توجہ کی جائے"

"میں نے اس مضمون کی درخواست دی تھی جو مسترد کر دی گئی"

اکسیونو نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور نیچے دیکھنے لگا۔ وہ بولی "وہ میرا وہ خواب کہ تمہارے سر کے بال سفید ہو جائیں گے سچ ہوا نا تمہیں اس دن نہیں جانا چاہیئے تھا۔ وہ اپنی انگلیوں کو اس کے بالوں پر پھیرتی ہوئی بولی "پیارے سچ کہدو کس نے قتل کیا ہے؟" "تم بھی مجھ ہی پر شک کرتی ہو"؟ اکسیونو نے کہا اور وہ دونوں ہاتھوں میں سر تھام کر رونے لگا۔ اتنے میں جیل کا ایک سپاہی آیا۔ اور اس نے عورت اور بچوں کو چلے جانے کو کہا۔ جب وہ چلی گئی تو اس کو یہ سوچ کر بہت رنج ہوا کہ اس کی شریک زندگی بھی اس پر شک کرتی ہے۔ اس نے خدا کی درگاہ میں التجا کی کہ "اے پروردگار۔ تو ہی حاضر و ناظر ہے۔ سچا حال تجھ پر بخوبی روشن ہے"

زاں بعد اس نے کہیں درخواست نہ دی۔ وہ سب طرف سے ناامید ہو کر خدا کی عبادت کرنے لگا۔ اکسیونو کو چابک لگانے اور کان میں کام کرنے کا حکم ملا۔ کچھ روز بعد جب چابک کے زخم مندمل ہو گئے تو وہ اور قیدیوں کے ہمراہ سائبیریا بھیج دیا گیا۔

چھبیس ۲۶ سال تک وہ سائبیریا میں رہا۔ اس عرصہ میں اس کے بال سفید ہو گئے تھے۔ کمر جھک گئی تھی تمناؤں کا خون ہو گیا تھا۔ جیل کی خاموش زندگی اور اقتضائے عمر نے آہستہ چلنا اور نرمی سے گفتگو کرنا سکھا دیا تھا۔ کبھی کسی نے اس کو ہنستے نہیں دیکھا۔ وہ ہمیشہ مصروف عبادت رہتا۔

جیل کے افسر اس کی سادگی کے سبب اس کو بہت چاہتے تھے اور قیدی تو مثل باپ کے اس کی عزت کرتے تھے قیدی کوئی بات اس کی معرفت اپنے افسر سے کہلواتے یا ان میں کوئی جھگڑا ہو جاتا تو یہ ان کا جھگڑا چکا دیتا۔ گھر کی ہنوز اسے کوئی خبر نہ تھی اور نہ اس کو علم تھا کہ اس کے بال بچے زندہ ہیں یا نہیں؟

ایک دن کچھ نئے قیدیوں کا ایک گروہ جیل میں آیا۔ شام کے وقت فرصت پا کر پرانے قیدی ان کو گھیر کر بیٹھ گئے اور پوچھنے لگے کہ وہ کہاں کے رہنے والے ہیں۔ اور کیوں یہاں بھیجے گئے ہیں۔ اکسیونو بھی ان میں بیٹھا رنجیدہ دلی سے ان کی باتیں سن رہا تھا۔

ایک کشیدہ قامت اور مضبوط جسم کا ایک ساٹھ سالہ قیدی اپنی داستان سنا رہا تھا: دوستو مجھے گاڑی میں جتا ہوا گھوڑا کھولنے کے جرم میں سزا ملی ہیں نے بیان دیا کہ جلدی گھر پہنچنے کے لئے میں نے گھوڑا کھولا ــــ گھر میں پہونچکر میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ علاوہ ازیں گھوڑے کا مالک میرا ملاقاتی ہے۔ لیکن میری شنوائی نہیں ہوئی مجھے مجرم ٹھیرایا تاہم وہ یہ ثابت نہ کر سکے کہ میں کہاں اور کس طرح چور ہوں۔ ہاں مجھے اعتراف ہے کہ میں نے ایک گناہ عظیم ضرور کیا ہے اس کی مجھے ضرور سزا ملنی چاہئے تھی۔ اس وقت میں بچ گیا۔ لیکن اب بے قصور بھیجدیا گیا ــــ اونہہ یہ سب جھوٹ ہے میں اس کے قبل بھی سائبیریا آیا ہوں۔ لیکن زیادہ دن نہیں ٹھیرا تھا

کسی نے پوچھا "تم کہاں سے آئے ہو؟"

"ولاڈیمر سے۔ میرا نام مکار ہے اور لوگ مجھے سمو نیچ بھی کہتے ہیں"

اکسیونو نے سر اٹھا کر پوچھا "سمو نیچ تم ولاڈیمر کے اکسیونو خاندان کو جانتے ہو؟"

کیوں نہیں۔ وہ امیر خاندان کے لڑکے ہیں۔ لیکن ان کا باپ ہماری طرح پاپی ہے۔ اور سائبیریا میں پڑا ہے۔ قبلہ آپ یہاں کس طرح آئے ہیں؟

اکسیونو اپنی بدقسمتی کا تذکرہ کرنا نہیں چاہتا تھا اس نے ایک ٹھنڈا سانس لے کر کہا "میں یہاں تقریباً پچیس ۲۵ سال سے اپنے گناہوں کا خمیازہ بھگت رہا ہوں"۔ "کیسے گناہ؟ مکار نے پوچھا۔

اس نے جواب دیا ــــ "ہاں میں اسی قابل تھا" وہ خاموش ہو گیا۔ اس کے ساتھیوں نے مکار کو کل کیفیت سنائی کہ کسی نے ایک سوداگر کو قتل کر کے خون آلود چھرا اکسیونو کے بیگ میں رکھکر اس کو گرفتار کرا دیا۔ مکار یہ سنکر مسکرانے لگا "خوب لیکن قبلہ آپ کتنے بڈھے ہو گئے ہیں"!

قیدیوں میں سے کسی نے پوچھا "تمھیں یہ معلوم کر کے اتنی حیرت کیوں ہوئی۔ تم نے اکسیونو کو کہیں دیکھا ہے۔

اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ صرف اتنا کہا "یہ خوب ہوا کہ ہم اس طرح ملے"

اس گفتگو نے اکسیونو کو شبہ میں ڈال دیا۔ ممکن ہے یہ شخص اصلی خونی کا نام جانتا ہو۔ اس نے پوچھا "سمو نیچ، شاید تمھیں اس واردات کی خبر ہے یا تم پہلے کہیں مجھ سے ملے ہو؟"

"مجھے نہ معلوم ہونے کا سبب۔ دنیا افواہوں سے بھری ہے۔ چونکہ یہ بات پرانی ہو چکی ہے۔ اس لئے مجھے اچھی طرح یاد نہیں رہا۔"

"شاید تم نے سنا ہو اس سوداگر کو کس نے قتل کیا؟"

"جس کے بیگ سے چھرا برآمد ہو وہی قاتل" مکار نے ہنس کر کہا۔ "بالفرض اگر کسی نے چھپا دیا ہو تو جب تک پکڑا نہ جائے چور نہیں۔ جب بیگ تمہارے سر کے نیچے تھا تو کوئی اس میں کیسے رکھ سکتا۔ مانا کہ اس نے اتنی جرأت بھی کی تو تمہارا جاگ جانا یقینی تھا۔

اکسیونو نے یہ الفاظ سنے تو اسے یقین ہو گیا کہ یہی اس سوداگر کا قاتل ہے۔ وہ وہاں سے اٹھ کر چلا گیا لیکن ساری رات جاگتے کاٹ دی۔ عہد رفتہ کی یاد اس کا دل مسل رہی تھی۔ اسے بیوی سے رخصت ہونے کا خیال آیا تو ایسا معلوم ہوا کہ وہ اس سے ہنس ہنس کر بات چیت کر رہی ہے۔ پھر بچوں کی تصویر سامنے آئی —— ایک کوٹ پہنے کھڑا تھا دوسرا ماں کی گود میں ہمک رہا تھا۔ پھر اس کے تصور خیال نے —— بے فکر زندگی —— اور جیل میں چابک کھانے اور وہاں کی مصیبت اٹھانے کا نقشہ پیش کیا۔ اس سے اس کو اتنا رنج ہوا کہ اس نے خواہش کی کہ اسی وقت اگر اس کے دل کی حرکت بند ہو جائے تو کتنا اچھا ہو۔ اب اس کو زندگی وبال معلوم ہو رہی تھی۔ یہ خیال کر کے کہ میری ان تکالیف کا سبب وہی شیطان ہے۔ اس کو اتنا غصہ آیا کہ اس نے اس سے بدلہ لینے کی ٹھانی۔ ساری رات وہ مصروف دعا رہا۔ لیکن اس کو اطمینان نہیں ہوا۔ صبح وہ مکار سے ملا بھی نہیں۔

اس طرح دو ہفتے گذر گئے۔ اکسیونو کی راتوں کی نیند اچاٹ ہو گئی۔ ایک رات جبکہ وہ دراندڑے میں ٹہل رہا تھا۔ کہ اس کو اس کمرے میں مٹی گرتی نظر آئی جس میں قیدی رات کو سویا کرتے تھے۔ وہ غور سے دیکھنے لگا۔ ناگہاں مکار کمرے سے باہر آیا اور اکسیونو سے ڈر کر کانپنے لگا۔ وہ انجان بن کر چلا جانا چاہتا تھا کہ مکار اس کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔ "بڈھے میں نے دیوار پھوڑی ہے تو بھی چپ چاپ میرے ساتھ نکل چل اگر تو نے کسی سے کہا تو میں تجھے زندہ نہ چھوڑوں گا۔

اکسیونو غصہ سے کانپ رہا تھا وہ اپنا ہاتھ چھڑا کر بولا "میں بھاگنا نہیں چاہتا۔ رہی مار ڈالنے کی دھمکی تو یہ کسی اور کو دینا تو تو مجھے پہلے ہی مار چکا ہے"۔

دوسرے دن دیوار پھوڑے جانے کی اطلاع ملی تو جیلر موقعہ پر آیا اور پوچھ گچھ شروع کی۔ سب نے اپنی لاعلمی ظاہر کی۔ اور جو جانتے تھے انھوں نے بھی مکار کا نام نہیں بتایا۔ آخر جیلر نے اکسیونو سے پوچھا بڈھے تم سچے آدمی ہو تم سچ سچ کہدو دیوار کس نے توڑی ہے؟"

مکار اطمینان سے کھڑا تھا۔ اکسیونو کانپ رہا تھا۔ اس نے سوچا میں اس شیطان کو کیوں جانے دوں۔ سزا ضرور دلواؤں گا۔ لیکن اس نے سوچا شاید یہ لوگ اسے مار ڈالیں گے تو مجھے کیا فائدہ ہوگا؟" جیلر نے کہا بڈھے جو کچھ کہتا ہے کہہ دے"۔

اکسیونو نے مکار کی طرف دیکھا اور کہا۔ مجھے معلوم ہے۔ لیکن میں نہیں بتا سکتا۔ آپ کی جو مرضی ہو کیجئے جیلر نے معلوم کرنے کی بہت کوشش کی لیکن اس نے کچھ نہ بتایا

رات کو جب وہ سونے جا رہا تھا تو کوئی چپکے سے اس کے کمرے میں داخل ہوا۔ وہ مکار تھا۔ (باقی صفحہ ۱۵۱ پر دیکھئے)

# سنیما کا شوق

آج کل سنیما کا شوق جس سُرعت سے ترقی کر رہا ہے بیان سے باہر ہے۔ شام ہوتے ہی ہر طبقہ کے لوگ سنیما کی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں۔ سنیما بھی ضروریات زندگی میں سے ہوگیا ہے۔ جسے دیکھو فلم کی باتیں۔ جہاں سنو یہی ذکر۔ چند احباب جمع ہوئے اور فلمی مسائل پر گفتگو، کوئی اداکاروں کو سراہتا ہے۔ کوئی فوٹوگرافی کی تعریف میں ساری قوت تقریر صرف کرتا ہے۔ کسی کو گانے پسند ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ آج کل مسلمان عورتوں کو بھی سنیما کا بہت شوق ہوگیا ہے۔ طبقہ عالی کا تو کیا ذکر متوسط طبقہ بھی سنیما کے شوق میں برباد ہو رہا ہے۔ بلا سے گھر میں کھانے کو نہ ہو لیکن سنیما ضرور دیکھیں گے بھلا ایسا نادر موقع پھر کہاں۔ پاس ایک پیسہ نہیں۔ کسی کی منت خوشامد کی اور قرض لے کر سنیما دیکھا۔ کوئی ان سنیما کے متوالوں سے دریافت کرے کہ قرض لے کر سنیما دیکھنا اور کھیل تماشوں میں شریک ہونا کہاں کی عقلمندی ہے۔

ایک پینتیس ۳۵ چالیس ۴۰ روپیہ ماہوار تنخواہ پانے والے کلرک کی حیثیت کا اندازہ کیجئے اور سنیما کا شوق ملاحظہ ہو۔ غریب سارے دن دفتر میں مغز پاشی کرکے شام کو گھر آتا ہے ضروریات سے فارغ ہو کر سنیما کا قصد کرتا ہے تو سنیما کی شیدا بیوی صاحبہ بھی ساتھ چلنے کو تیار ہو جاتی ہے۔ میاں تو روز سنیما کے عادی ہیں۔ اگر بیوی کو بھی لے جائیں تو اس کا لازمی نتیجہ بربادی ہے۔ میاں بیوی تنہا ہوں تو بھی خیر۔ دو تین بچے ہیں تو خدا ہی حافظ ہے۔ اب ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ اس قدر خرچ برداشت کرنا ایک معمولی حیثیت کے شخص کے لئے کس قدر دشوار ہے ادھر روپیہ برباد ادھر صحت خراب۔ بیگم صاحبہ انگریزی ابجد سے بھی واقف نہیں۔ اور چلیں انگلش فلم دیکھنے۔ بعض والدین اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو نہایت شوق سے سنیما دکھلاتے ہیں۔ اور یہ خیال نہیں کرتے کہ بچوں کو ہرگز ایسے فلم نہ دکھانے چاہئیں جن کا اُن کے نازک و لطیف دل و دماغ پر بہت خراب اثر پڑتا ہے۔ وہ بچے جن کی دماغی نشوونما بھی ابھی پوری طرح نہیں ہوئی وہ ان مبالغہ آمیز دہشت ناک فلمی داستانوں کی اصلیت کو کیا سمجھ سکتے ہیں۔ ہاں الٹا اثر ہوتا ہے کہ ان ناسمجھ بچوں کے آئینہ سے شفاف دل اور دماغ پر ہمیشہ کے لئے جو نقش ہو جاتا ہے پھر مٹائے نہیں مٹتا۔ بچوں کی صحت پر سنیما سے بہت اثر پڑتا ہے۔ زیادہ سنیما دیکھنے والوں کی صحت اچھی نہیں رہتی۔ آنکھوں کی خرابی کا باعث سنیما ہی ہے۔ بچوں کی صحت اور اخلاق بھی سنیما سے بگڑ جاتا ہے۔ ایسے ہندوستانی فلم بہت کم ہیں جو اخلاقی اور معاشرتی نقطہ نگاہ سے قابل تعریف کہے جا سکیں۔ کثرت ہر چیز کی بری ہوتی ہے۔ اگر کبھی کبھی سنیما دیکھا جائے اور

# بچہ کا پہلا سال

ہندوستان میں پچھتر فی صدی سے زیادہ بچے ایسے ہوتے ہیں جو پہلے سال ہی ماں باپ کو داغ مفارقت دے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر بریڈ وڈ کا قول ہے کہ دنیا کی تمام لڑائیوں میں بھی اسقدر آدمی نہ مرے ہوں گے جتنے بچے محض لاپرواہی اور صحت کے اصولوں کی غفلت سے مرجاتے ہیں۔ ڈاکٹروں کے مسلسل تجربہ سے یہ بھی تصدیق ہوگیا ہے کہ ہندوستان میں پہلے سال زیادہ تر بچے دو وجوہ سے مرتے ہیں۔ (۱) سردی کے اثر سے۔ جو اکثر نمونیہ۔ ٹائیفائڈ اور کالی کھانسی کے رنگ میں رونما ہوتا ہے۔ زیادہ تر بچے تو اس کا شکار ہوجاتے ہیں۔ اور جو بچتے بھی ہیں اُن کی نشو نما ہمیشہ ناکافی اور معمول سے بہت کم ہوتی ہے۔ یہی بچے بڑے ہوکر دنیا میں بزدلی کے حامی اور بیماریوں کی آماجگاہ بنے رہتے ہیں۔ (۲) خوراک کی بے قاعدگی۔ دست پیچش۔ جگر کی خرابی اور معدہ کی شکایات کی وجہ سے دیگر سیکڑوں قسم کی بیماریاں پیدا ہوجاتی ہیں۔ جو کچھ دن بعد موت کا بہانہ ہوتی ہیں۔ ان دونوں امور میں خوراک کی نگاہ داشت زیادہ اہم ہے۔ جن بچوں کو باقاعدہ کھلایا پلایا جاتا ہے ان کی حرارت عزیزی بتدریج بڑھتی جاتی ہے اور وہ سردی کے اثر سے فطرتاً بچے رہتے ہیں، خلاف اس کے خوراک کی بے قاعدگی سے یہ حرارت حسب ضرورت پیدا نہیں ہوسکتی۔ اور بچوں کے جسم میں اس کا کم ہونا سخت مضر ہوتا ہے۔ پہلے سال بچوں کا جسم اور اعصاب اسقدر نازک ہوتے ہیں کہ بہت معمولی غفلت سے انھیں سخت سے سخت نقصان ہوجاتا ہے۔ اور تھوڑی نگاہ داشت میں بھی بعض اوقات حسب خواہش نشو ونما ہوتی ہے۔ لہذا یہ محض اختیاری امر ہے کہ ایک نرس بچہ کی نشو نما جس رفتار پر چاہے بڑھا اور گھٹا سکتی ہے۔ یہ بات بھی نظر انداز نہیں کی جاسکتی کہ وہ بچے جو شروع ہی سے کمزور اور علیل رہتے ہیں کبھی بھی بڑے ہوکر جواں مرد اور باہمت نہیں ہوسکتے۔ ہمارے ملک کی کلید ترقی محض بہنوں کے ہاتھ میں ہے۔ وہ اپنے بچوں کی ترقی کو اپنا مطمح نظر بنا کر انہیں ملک و قوم کے حقیقی جواں مرد بنائیں۔ بچوں کی ترقیِ صحت اور تندرستی کے اصول جس قدر اہم ہیں اسی قدر سہل بھی ہیں۔ ان اصولوں کی پابندی کرکے غریب اور امیر یکساں اپنے بچوں کو حسب دلخواہ تندرست بنا سکتے ہیں۔ باقاعدہ خوراک۔ صفائی اور خاص طور سے بچوں کی جلد کی صفائی کا خیال۔ درست اوقات میں تازہ ہوا کی تفریح اور موزوں لباس۔ بس یہی ایسے اصول ہیں جس کی پابندی سے ہر ایک ماں اپنے بچوں کی پرورش بکمال آسانی کرسکتی ہے۔ بہنوں کی دلچسپی اور اطلاع کے لئے چند ضروری ہدایتیں تحریر کرتی ہوں۔

(۱) **نرسنگ**۔ عام طور پر۔ یادرکھنا چاہیئے کہ ایک تندرست بچہ اپنی خوراک کے مطابق دو یا تین گھنٹہ بعد دودھ مانگتا ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ اسی تناسب سے بچّہ کی خوراک کے اوقات مقرر کر دیئے جائیں۔ اگر بچہ کو حرارت ہوتی ہے تو اس کا ذائقہ خراب ہوجاتا ہے اور وہ دودھ اگلنے لگتا ہے۔ اس وقت بچّہ کو زبردستی دودھ پلانا سخت مضر ہوتا ہے۔ تاہم ابال کر ٹھنڈا یا فلیٹر کیا ہوا پانی جس قدر ہوسکے دیں۔ پہلے چھ ہفتہ میں بچّہ کو تین چار دفعہ زرد اور گاڑھا پاخانہ ہوتا ہے۔ اور پاخانہ کا رنگ وغیرہ اس کے خلاف ہو تو سمجھ لینا چاہیئے کہ پیٹ میں خرابی ہے۔ اگر پاخانہ سفید ہو تو جگر کی خرابی ہے۔ ہرا اور بدبو دار ہو معدہ کی سوزش ہے۔ پھٹا ہوا ہو تو دودھ باقاعدہ ہضم نہیں ہوتا۔ تقریبًا ایک سال کے بچّہ کو متواتر کئی بار اور بادامی پاخانہ ہوتا ہے۔ نرسنگ کے متعلق یہ سب سے پہلا اور ضروری خیال ہے جو نرس کو رکھنا چاہیئے۔ کہ بچّہ کے پاخانہ میں گڑبڑ نہ ہو۔ اگر پیشاب رک رک کر آنے لگے تو بچّہ کو معمولی گرم پانی میں ناف کے اوپر تک بٹھانا چاہیئے۔ علاوہ ازیں اگر کبھی ایک سال تک کے بچّہ کو بارہ گھنٹہ تک پیشاب نہ ہو تو یہی عمل کارگر ہوگا۔ یہ بھی سخت غلطی ہے کہ بچّوں کو پانی نہیں دیا جاتا۔ جس طرح ہمیں کھانے کے ساتھ پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح بچّوں کو بھی خالص پانی کی ضرورت ہے۔ دودھ میں پانی بہت کم مقدار میں ہوتا ہے جو انھیں ناکافی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر بچّوں کے دہن سے بدبودار پانی ٹپکنے لگتا ہے۔ جب بچّہ چھ ماہ کا ہو کر پانی پینا شروع کرتا ہے تو رال ٹپکنی بند ہوجاتی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ بچّوں کو چھ ماہ سے پیشتر دو تین دفعہ جوکا پانی چھان کر پلائیں۔

(۲) **بچّہ کی نشوونما**۔ کا اندازہ لگانے کے لئے بہترین طریقہ بچّہ کو وزن کرتا رہنا ہے۔ بچّہ کا وزن پیدائش کے وقت چھ سے بارہ پونڈ تک ہوتا ہے۔ تاہم جن بچّوں کا وزن تین چار پونڈ بھی ہو وہ بھی اگر احتیاط کے ساتھ نرس کئے جائیں تو تندرست و توانا ہوسکتے ہیں۔ مندرجہ نقشہ سے بچّہ کی لمبائی اور وزن مختلف ایام میں معلوم ہوسکتا ہے۔

| عمر | لمبائی | وزن | عمر | لمبائی | وزن |
|---|---|---|---|---|---|
| ۱ ماہ | ۱۹½ انچ | ۷ پونڈ | ۷ ماہ | ۲۴½ انچ | ۱۶ پونڈ |
| ۲ " | ۲۰½ " | ۷¾ " | ۸ " | ۲۵ " | ۱۷ " |
| ۳ " | ۲۱ " | ۹½ " | ۹ " | ۲۵½ " | ۱۸ " |
| ۴ " | ۲۲½ " | ۱۱½ " | ۱۰ " | ۲۶ " | ۱۹ " |
| ۵ " | ۲۳½ " | ۱۲½ " | ۱۱ " | ۲۶½ " | ۲۰ " |
| ۶ " | ۲۴ " | ۱۴½ " | ۱۲ " | ۲۷ " | ۲۱ " |

پیدائش کے پہلے تین دن میں وزن کسی قدر گھٹتا ہے۔ ساتویں دن بچّہ کا وزن پھر پیدائش کے وزن کے برابر ہوجاتا ہے۔

اکثر اوقات بچّہ کا وزن زیادہ کھلانے اور پیٹ بڑھ جانے سے بھی زیادہ ہوجاتا ہے۔ ایسی صورت میں یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ بچّہ تندرست ہے۔ اگر وزن کی معمولی مقدار کے ساتھ ہی ساتھ آنکھیں چمکیلی۔ رگ و پٹھے ابھرے ہوئے۔ ہونٹ سُرخ اور زبان بھی صاف و سُرخ ہو تب بچّہ تندرست کہا جاسکتا ہے۔ اگر بچّہ کا وزن مندرجہ بالا مقدار سے کافی کم رہتا ہے تو کمی کے اسباب کو معلوم کرکے اس کا تدارک فی الفور ہونا چاہیئے۔

(۳) **خوراک** - بچّہ جب پیدا ہو تو یہ ضروری نہیں کہ اسے دو تین گھنٹہ کے اندر ہی دودھ یا گھٹّی ملنی چاہیئے۔ اگر پیدایش کے آٹھ یا دس گھنٹہ بعد تک بھی کچھ نہ دیا جائے تو بھی نقصان کا باعث نہ ہوگا۔ جب ماں کو چار چھ گھنٹہ بعد کچھ آرام مل جائے تو بچّہ کو ہر ایک گھنٹہ کے بعد چند منٹ دودھ سے لگانا چاہیئے۔ خواہ بچّہ نہ پی سکے۔ مگر ایسا کرنے سے دودھ اترتا ہے جب تک کافی یقین نہ ہوجائے کہ بچّہ کے لئے ماں کا دودھ نہیں اترتا مصنوعی غذا دینے کی کوشش نہ کی جائے۔ بچّوں کو گھٹّی صرف اس واسطے پلائی جاتی ہے کہ عام طور پر دو تین دن تک ماں کا دودھ نہیں اترتا۔ اس لئے یہ سمجھ لینا کہ دودھ دینے سے قبل گھٹّی دینا ضروری ہے غلطی ہے۔ اکثر اوقات یہ خیال کیا جاتا ہے کہ گھٹّی بچّہ کا پیٹ صاف کردیتی ہے اور اس کی تحلیل بڑھاتی ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ماں کے دودھ ہی میں چند روز تک ایسا مادہ موجود رہتا ہے جو بچّہ کو تحلیل میں امداد دے۔ اور ساتھ ہی ساتھ جلاب کا کام بھی دے۔ اس لئے جہاں تک ممکن ہو گھٹّی دینے سے احتراز لازم ہے۔ فطرتاً بھی اگر دیکھا جائے تو تمام جانوروں کے بچّے شروع ہی سے دودھ پیتے ہیں اور انھیں مصنوعی غذا کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ان کے دودھ میں چند روز تک یہ جلابی مادہ موجود رہتا ہے۔ مثلاً گائے کے دودھ میں دو تین دن تک یہ مادہ ملا رہتا ہے۔ اور ایسی حالت میں دودھ "دکھیس" کہلاتا ہے۔ آج کل یہ فیشن ہو رہا ہے کہ مائیں شروع ہی سے بچّہ کو دودھ پلانے کی ناقابلیت ظاہر کرتی ہیں اور دودآیا، و مصنوعی دودھ مثلاً "کاؤگیٹ ملک"، میلن فود"، گلیکسو"، وغیرہ کی تلاش کی جاتی ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ کمزور سے کمزور ماں بھی اگر وہ اپنی خوراک کا لحاظ رکھے تو بچّہ کو بآسانی دودھ پلا اور اپنی تندرستی کو قائم رکھ سکتی ہے۔

(۴) **ماں کی خوراک** - ماں کو ہر بات میں تواتر اور اوقات کی پابندی کا خیال رکھنا چاہیئے۔ جس قدر ہوسکے دودھ پئیں اور زود ہضم غذائیں کھائیں۔ چاء اور دیگر تمام تیز اشیاء سے پرہیز لازم ہے۔ البتہ جَو کا پانی جس قدر ہوسکے پئیں۔ ناشتہ کے علاوہ ماں کو خاص غذا دن کے درمیانی حصّہ میں کھانی چاہیئے۔ سخت ہری سبزیاں۔ نئے آلو۔ پھلوں کے چھلکے۔ ہر قسم کے بیج۔ ترکاریوں کی جڑیں۔ مثل گاجر۔ چقندر وغیرہ کھانے سے نقصان کا زیادہ اندیشہ ہے۔ دودھ پلانے والی ماں کے لئے بہترین غذائیں یہ ہیں۔

(۱) کوئیکر اوٹ یا جَو کی کھیر جس کے بعد مچھلی۔ انڈے۔ سوجی کی براؤن روٹی مکھن کے ساتھ کھائی جائے۔ (۲) ساڑھے گیارہ بجے دن۔ دودھ۔ جَو کا پانی لگائے کے شوربہ میں براؤن روٹی کے توس۔ یا چپاتی کے چھلکے۔ (۳) خاص کھانا ایک بجے

دن - مچھلی - خوب گلا ہوا گوشت - سادہ پکی ہوئی ترکاریاں - دودھ کی کھیر اور حسب مزاج پھل - (۴) چھ بجے شام - بہت معمولی
کوکو دودھ اور مکھن کے ہمراہ - ایک انڈا - (۵) دودھ سے تیار کیا ہوا کوئی ہلکا زود ہضم کھانا - گائے کی یخنی - ایک پیالی اوولٹین - یا
حریرا - اس طرح اپنی غذا کا تواتر اور خیال رکھ کر اگر ماں بچہ کو چند ماہ بھی دودھ پلا دے تو بچہ کی نشو نما حسب منشا ہو سکتی ہے - اسکے
بعد اگر ماں اپنے تئیں دودھ پلانے کی کلفت برداشت کرنا دشوار خیال کرتی ہے تو بچہ باسانی کسی مصنوعی یا گائے کے تازہ دودھ
کو ہضم کر سکتا ہے - تاہم اگر ہو سکے تو بچہ کو نو ماہ ضرور دودھ پلانا چاہیئے - اکثر اوقات دودھ نہ پلانا کثیر الاولاد ہونے کا باعث ہوتا
ہے - اور ایسی صورت میں بہت سے بچوں کی پرورش اور نگاہ داشت ہر ایک ماں کے لئے ایک معمہ بن جاتی ہے - ساتویں
مہینہ سے بچہ کو دودھ یا کسی ہلکی غذا مثلاً گلیکسو وغیرہ کا یا دلیہ کا استعمال کرا دینا چاہیئے - اگر ماں کسی خاص وجہ سے دودھ پلانے کے
قابل نہ ہو تو مصنوعی غذا کا استعمال احتیاط کے ساتھ کرایا جا سکتا ہے -

(۵) **مصنوعی غذا** - کا انتخاب بہت غور طلب ہے - مصنوعی غذا بچہ کے حسب مزاج ہونی چاہیئے - یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ بچہ
کے دانت نہ ہونے کی وجہ سے اس کے لعاب دہن میں ٹائلن (ptyalin) نہیں ہوتا - اس لئے کوئی ثقیل چیز ہضم نہیں
ہو سکتی - علاوہ ازیں پیٹ چھوٹا ہونے کی وجہ سے آنتیں وغیرہ زیادہ نہیں پھیل سکتیں جس کی وجہ سے مقدار سے زیادہ دودھ
اور خاص طور سے مصنوعی غذا کا دینا مضر ہوتا ہے - مصنوعی غذا کے متعلق میں اپنے گذشتہ مضمون "بچوں کی نگاہ داشت" میں
کافی مشرح لکھ چکی ہوں جس کو دہرانے کی یہاں چنداں ضرورت نہیں - تاہم اتنا یاد رکھنا چاہیئے کہ بچوں کے لئے بہترین
مصنوعی غذا جو بہ آسانی دستیاب ہو سکتی ہے گائے کا دودھ ہے - جو کسی قدر تبدیلی کے ساتھ ماں کے دودھ کے مطابق بنایا
گیا ہے - گائے کے دودھ میں ماں کے دودھ سے ایک تہائی شکر اور کسیقدر کریم کم ہوتی ہے - اور ایسڈ یعنی دہی کا
مادہ تین گنا زیادہ ہوتا ہے - دودھ میں ڈیڑھ گنا جو کا پانی ملانے سے ایسڈ تو ضرور کم ہو جاتا ہے مگر شکر اور کریم کی مناسب آمیزش
کی ضرورت ہوتی ہے - گنے یا چقندر کی شکر دودھ میں دینا خطرناک ہے - اس سے معدہ میں سوزش ہو جاتی ہے - اس لئے
بہترین شکر "ملک شوگر" ہے - اگر یہ دستیاب نہ ہو تو میلنز فوڈ بہتر رہے گا - دودھ بچہ کے پیٹ کی گنجائش کے لحاظ سے
دینا چاہیئے - پہلے ہفتہ سے چھ ہفتہ تک ہر ڈھائی گھنٹہ بعد ڈیڑھ سے دو اونس (ایک چھٹانک) تک دودھ پلانا چاہیئے -
چھ سے بارہ ہفتہ تک ہر تین گھنٹہ بعد تین سے چار اونس تک چھ مہینہ تک اسی مقدار سے دودھ دینا چاہیئے - اس کے
بعد چھ ماہ سے ایک سال کی عمر میں چھ سے آٹھ اونس تک حسب خوراک دودھ دینا ضروری ہے - اوقات وہی رہیں گے
البتہ چھ ماہ کے بعد رات میں دودھ پلانا کم کر دیں - حتیٰ کہ آٹھویں مہینہ صرف دودھ دو دفعہ دیں - ایک خاص بات یہ یاد رکھنی
چاہیئے کہ دودھ کا ٹمپریچر جسم کے ٹمپریچر کے مطابق یعنی تقریباً ۹۹ ڈگری فیرنہائٹ ہونا چاہیئے - غیر موزوں سرد یا گرم دودھ
سے بھی نقصان ہو جاتا ہے - دودھ دانی خاص طور سے صاف رکھنے کی ضرورت ہے -

(۶) **غسل**۔ یہ بات ہر کوئی جانتا ہے کہ جسم سے پسینہ نکل کر زہریلا اور گندہ مادہ جلد پر جمع کر دیتا ہے۔ اگر اس زہریلے مادہ کی صفائی کا خیال نہ کیا جائے تو جلد کے چھوٹے چھوٹے مسام جن سے پسینہ نکلتا ہے بند ہو جاتے ہیں اور آئندہ زہریلا مادہ جو باہر بآسانی نہ آسکے گا تو پھوڑے پھنسیاں بن کر پریشان کریگا۔ علاوہ اس کے اگر بچّہ کو بے قاعدہ اور موسم کا خیال کئے بغیر جلد جلد نہلایا جائے تب بھی نقصان کا اندیشہ ہے۔ اس لئے اچھے موسم میں اور تندرستی کی حالت میں بچہ کو دن میں ایک دفعہ نہلانا کافی ہے۔ پانی کا ٹیمپریچر جسم کے ٹیمپریچر سے ایک ڈگری کم یعنی تقریباً ۹۸ ڈگری نیم نہائٹ ہونا چاہئے۔ جو تھرمامیٹر سے معلوم ہو سکتا ہے۔ نہلانے کے لئے صابون نہایت سادہ اور خالص ہو۔ وائیلیٹ پوڈر جو اعلیٰ گھرانوں میں بھی اکثر استعمال ہوتا ہے۔ نہایت اعلیٰ قسم کا ہونا چاہئے۔ ارزاں پوڈروں میں اکثر آرسینگ کی آمیزش ہوتی ہے تو سخت نقصان دہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اگر عمدہ پوڈر دستیاب نہ ہو تو پوڈر کا استعمال نہ کیا جائے۔ نرم اور صاف تولیہ سے جسم کا بخوبی صاف کر دینا ہی کافی ہے۔

(۷) **تفریح**۔ بچّوں کو صبح شام عمدہ موسم میں کھلی جگہ تفریح کرانا بہت مفید ہے اور اکثر عوام کی توجہ اس طرف بڑھتی جاتی ہے۔ تاہم تفریح کے غلط طریقوں سے تفریح کا نہ ہونا بہتر ہے۔ بچّہ کو ہمیشہ دھوپ میں اس وقت ٹہلانا چاہئے۔ جب سورج کی کرنوں میں تیزی نہ ہو۔ ہوا بھی تیز نہ ہو۔ سایہ میں ٹہلانا اکثر اوقات نقصان دیتا ہے۔ ایک سال سے کم عمر کے بچّوں کو اکثر معمولی طور پر گاڑیوں میں ٹہلایا جاتا ہے۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جب تک بچہ بیٹھنے کے قابل نہ ہو اس کو تکیہ لگا کر گاڑی میں بٹھانا مضر ہے۔ رگ و پٹھے اور کمر کمزور ہونے کی وجہ سے جسم کا بوجھ نہیں سہار سکتے۔ اکثر بچے اسی وجہ سے کبڑے ہو جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں بعض اوقات گاڑیاں کافی نیچی ہوتی ہیں اور بچہ کو زمین کے نزدیک سانس لینا پڑتا ہے۔ اس لئے تفریح کی جگہ گھاس کا ہونا بہتر ہے۔ گرد و غبار اور گندے سانس کے ساتھ جسم میں داخل ہو کر ننھے بچّوں کو تکلیف پہونچاتے ہیں۔ اس لئے جب تک بچّہ خود بیٹھنے کے قابل نہ ہو اور تفریح کا خیال ہو تو ایک موزوں "پرَسیمبولیٹر" میں تفریح کرائی جائے۔ بچّوں کو زبردستی بٹھلانے کی طرح زبردستی چلانا بھی نقصان کا باعث ہوتا ہے۔ زیادہ تر اس خیال سے بھی کہ ان کا بچہ جلد بیٹھنے یا چلنے لگے اور دوسروں کے سامنے تعریف کرنے کا موقع ملے کہ اُن کا بچّہ خاص طور سے ہونہار ہے اتنی جلدی اٹھنے بیٹھنے لگا اکثر مائیں بچّوں کو قبل از وقت اٹھانے بٹھانے لگتی ہیں۔ جس کا نتیجہ پاؤں کی کجی اور کمر کا ٹیڑھا ہونا ہوتا ہے جو تمام عمر ساتھ دیتا ہے۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ خواہ بچہ ایک ماہ بعد بیٹھے اٹھے مگر فطرتاً جب اس قابل ہو تب ہی ایسا ہو۔

(۸) **دانت نکلنا**۔ بھی ایک سال کے بچّوں کے لئے معرکہ سے کم نہیں۔ امید کرتی ہوں کہ بہنوں کی خدمت میں اس کے متعلق عنقریب مشرح لکھوں گی۔ فی الحال یہی یاد رکھنا چاہئے کہ پیدائش کے وقت مسوڑھوں کے اندر

بچوں کے دانت بہت نرم مادہ کے مثل گوشت کے ہوتے ہیں۔ عمر کے ساتھ ساتھ اُن میں بھی سختی آتی جاتی ہے اور مسوڑھوں کے اندر ہی اندر اوپر کی طرف بڑھتے رہتے ہیں۔ اکثر کہا جاتا ہے کہ دانت نکلتے وقت بچوں کو سخت کشمکش ہوتی ہے۔ اور تمام تر تکالیف دانت ہی نکلنے کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ دانت نکلنے کے دنوں میں بچہ کے جسم میں زیادہ تر حرارت اسی طرف صرف ہوتی ہے۔ اور اس میں دوسری بیماریوں کے مقابلہ کے لئے بہت کم حرارت باقی ہوتی ہے۔ زیادہ تر بیماریاں بچوں کے غلط کھلانے سے ہوتی ہیں۔ بچے ان بیماریوں کو تندرستی کی حالت میں برداشت کرتے رہتے ہیں۔ اور دانت نکلنے کی حالت میں برداشت نہیں کر سکتے۔ ایک ایسے بچہ کے دانت جس کی پرورش مندرجہ بالا اصولوں کو مدنظر رکھکر ہوتی ہو اور وہ ماں کا دودھ یا مصنوعی دودھ احتیاط کے ساتھ مقررہ اوقات پر پیتا ہو اس طرح نکلتے ہیں کہ معلوم بھی نہیں ہوتا۔ اس لئے اس زمانہ میں یہ باتیں یاد رکھنی چاہئیں (۱) بچوں کی خوراک میں اسقدر احتیاط چاہیئے کہ خوراک کی وجہ سے انھیں کوئی بیماری نہ ہو۔ (۲) ایسی غذائیں دی جائیں جن میں لائم کا مادہ زیادہ ہو تو دانت آسانی کے ساتھ مسوڑھے کاٹ سکیں۔ بچوں کے دانت باقاعدہ نکلنے کی علامتیں یہ ہیں کہ لعاب دہن زیادہ پیدا ہو۔ مسوڑھوں کو سہلانے سے بچوں کو آرام محسوس ہو۔ بچہ سخت اشیا ر کاٹنا چاہے۔ بچوں کا دانت نکلنے کا وقت چار ماہ سے ایک سال تک ہوتا ہے۔ عام طور سے بچوں کے دانت چھ ماہ سے نکلنے شروع ہوتے ہیں اکثر بچوں کے مسوڑھے سخت ہونے کی وجہ سے دانت دسویں مہینہ نکلتے ہیں۔ اس سے یہ مطلب نہیں کہ ایسی صورتوں میں بچہ کی تندرستی میں کچھ فرق ہوتا ہے۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ بچے دوڑنے لگتے ہیں اور اُن کا ایک دانت بھی ابھی نہیں نکلتا۔ اور اس کے بعد جلد ہی چھ دانت ایک ساتھ نمودار ہو جاتے ہیں۔ اگر بچہ کے منہ میں تکلیف محسوس ہو تو صاف رومال کے کونے کو سرد پانی میں تر کرکے بچے کو چوسنے کو دیں۔ یا برف کے ٹکڑے کو ململ کے رومال میں لپیٹ کر دیں۔ نہایت مفید اور آرام دہ ثابت ہوگا۔ جس قدر بھی ممکن ہو جو کا پانی دیا جائے۔ اور منہ کو سہاگے کے پانی سے صاف کیا جائے۔ اگر معمولی دست وغیرہ آئیں جن کی تعداد ایک دن رات میں چار سے زیادہ نہ ہو تو کسی قسم کی دوا دینے کی ضرورت نہیں۔ تاہم اگر قبض ہو جائے تو مگنیشیا کا ہلکا پانی دینا چاہیئے جس سے کم سے کم دو دست ہو جائیں۔ علاوہ ازیں اگر دستوں کی زیادتی ہو تو دودھ میں چاولوں کا پانی ملا کر دینا مفید ہے۔ اگر دست بے حد ہوں تو دودھ دینا بالکل ترک کر دینا چاہیئے اور بچہ کو انڈے کی سپیدی میں "برانڈ بیف ایسنس" اور جو کا پانی ملا کر دیں۔ اکثر بچوں کے دانت جلد نکلنے کے لئے مسوڑھوں میں شادی کی انگشتری ملتے رہنے کا دستور ہے جو خطرناک ہے اور اس سے مسوڑھے سخت ہو جاتے ہیں۔

شہر آرا بیگم

# اے غم نصیب بیوی!

اے بھولی لڑکی! صبر یہ کیوں آہ آہ ہے؟ شوہر کی تیرے۔ دوسری جانب نگاہ ہے
قسمت کی بات ہے کہ جو بن کر بگڑ گئی اب شام ناامیدی ہے روز سیاہ ہے
پہلے تجھے جو چاؤ سے لایا تھا بیاہ کے تو ہے غریب گھر کی یہ جیّد گناہ ہے
ماں باپ اُس کے اور بہو مالدار لائے اب اُس کو تجھ غریب سے مشکل نباہ ہے
جس ہڈی میں نہ گوشت ہو؟ کس کام کی ہے وہ کتّا۔ چھوئیگا اسکو؟ کوئی اشتباہ ہے؟
بس یہ ہے فرق تجھ میں اور اسمیں سمجھ لے تو اے بدنصیب! بس یہی تیرا گناہ ہے
کھپریل ٹوٹی سی ہے یہ جس میں پڑی ہے تو دولہا۔ بنا محل میں وہاں بادشاہ ہے
تو۔ دھاروں رو رہی ہے وہاں چہل پہل ہے برسات تیرے گھر میں۔ وہاں جلوہ گاہ ہے
جھولے پہ اس دلہن کی ہیں پینگیں بڑھی ہوئی تو برّہ کی آگن میں بحال تباہ ہے
سکھیاں نئی دلہن پہ ہیں جھومر کئے ہوئے گھیرے ہوئے یہاں تجھے غم کی سیاہ ہے
دیتی بدھائیاں ہیں اسے ساس نندیں سب تنہا ہے تو اجل سے بھی کم۔ رسم و راہ ہے
برسات میں وہاں ہے کڑھائی چڑھی ہوئی تو فاقہ سے ہے۔ یہ تیری صورت گواہ ہے
صورت کا ذکر آتے ہی دل ٹکڑے ہو گیا افسوس! تیری شکل تو ہم شکل ماہ ہے
بیٹی! بہن! مگر ہیں نصیبے کے کھیل اور؟ تو بدنصیب ہے۔ یہی تیرا گناہ ہے
بدروپ راج بجتی ہے اور روپ والی روئے ضرب المثل جہاں میں یہ شام و پگاہ ہے

اللہ تجھکو صبر دے اے مہ جمال صبر
شاعؔر کا دردِ دل ترے دکھ کا گواہ ہے

آغا شاعؔر قزلباش دہلوی

# بے انصافی

آج کل جس قدر رسالوں اور اخباروں کی کثرت ہو رہی ہے اسی قدر بیوی کے فرائض پر مضامین شائع ہو رہے ہیں۔ کوئی پرچہ ایسا نہ ہوگا جس میں بیوی کے فرائض کے متعلق مضمون نہ ہوں۔ یا بیوی کو کسی نہ کسی نوع سے مورد الزام نہ ٹھیرایا جاتا ہو۔ البتہ عصمت ایک ایسا پرچہ ہے جس میں انصاف کو مدنظر رکھ کر ہر فریق میں جو جو خامیاں ہیں اُن پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ اس اعتبار سے اس رسالہ کی تعریف میرے امکان سے باہر ہے۔ یہ بات سب پر روشن ہے کہ شاید ہی کوئی بیوی ایسی ہو جو شوہر کے حقوق۔ تربیت اولاد۔ انتظام خانہ داری کو اپنا فرض نہ سمجھتی ہو۔ کیونکہ یہ ہی تین باتیں اس کے فرائض منصبی میں داخل ہیں۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ شوہر کی بھی کچھ ذمہ داریاں ایسی ہیں جن کا اس کو بھی ہر وقت روزانہ زندگی میں خیال رکھنا ضروری ہے۔ میری نظر سے ایک رسالہ میں ایک مضمون گذرا جس کو پڑھ کر جتنا بھی افسوس کیا جاتا کم تھا مضمون نگار نے تمام برائیاں بیچاری عورت کے سر تھوپ کر اس کو اس اصول پر مورد الزام ٹھیرایا ہے کہ اگر شوہر کا رجحان کسی اور طرف دیکھے یا اس کو ہر وقت باہر جاکر تفریح وغیرہ کرنے کا عادی سمجھے تو اپنا رویہ اور برتاؤ ایسا رکھے جس سے اس کی عادات قبیحہ کی اصلاح ہو سکے۔ اس قسم کے مضامین سے تو مردوں کو اور شہ دینی ہے گیا ان کے نزدیک خدائے واحد نے عورت مرد کے حقوق کو مساوی نہیں رکھا۔ یہ ضرور ہے کہ عورت پر مرد کو فضیلت دی ہے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ مرد عورت کو خدمت گار سے بدتر تصور کرے۔ مرد کو اگر دفتر یا کچہری میں کام کرنا پڑتا ہے تو عورت کو بھی گھر کے دہندوں سے چھٹکارا نہیں ملتا۔ اس کی دنیا میں بھی مرد سے کچھ کم ذمہ داریاں نہیں۔ اس بیچاری کو بھی ۲۴ گھنٹے یہی فکر کیا کچھ کم ہے کہ شوہر کی کسی خدمت میں فرق نہ آئے یا اُن کے خلاف مرضی کچھ کام نہ ہونے پائے۔ برخلاف اس کے شوہر ہیں کہ اُن کی سمجھ میں کوئی کام ہی نہیں آتا۔ شوہر تو بیوی سے ہر بات اور ہر کام کی امید رکھیں اور وہ بیچاری ایک نگاہ بھر کی بھی مستحق نہ سمجھی جاتے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے۔ میری ایک ہمسایہ ہیں علاوہ خدمت گذار و فرمانبردار ہونے کے خوش خلق بھی ہیں۔ اُن کے شوہر نے ایک روز رات کو اُن سے پانی طلب کیا جب وہ پانی لے کر آئیں تو میاں سو چکے تھے انھوں نے جگانا مناسب نہ سمجھا جب ان کے شوہر کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ بیوی پانی لئے بدستور کھڑی ہیں۔ بجائے اسکے کہ ان کی فرمانبرداری کی قدر کیجاتی شوہر نے نہایت لاپروائی سے کہا۔ کیا تم کو اس قسم کی اطاعت سے جنت کی ہوا کھانے کو مل سکتی ہے۔ یہ ہے قدر افزائی بیوی کی فرمانبرداری کی۔

ایس۔ کے۔ مظفر نگر
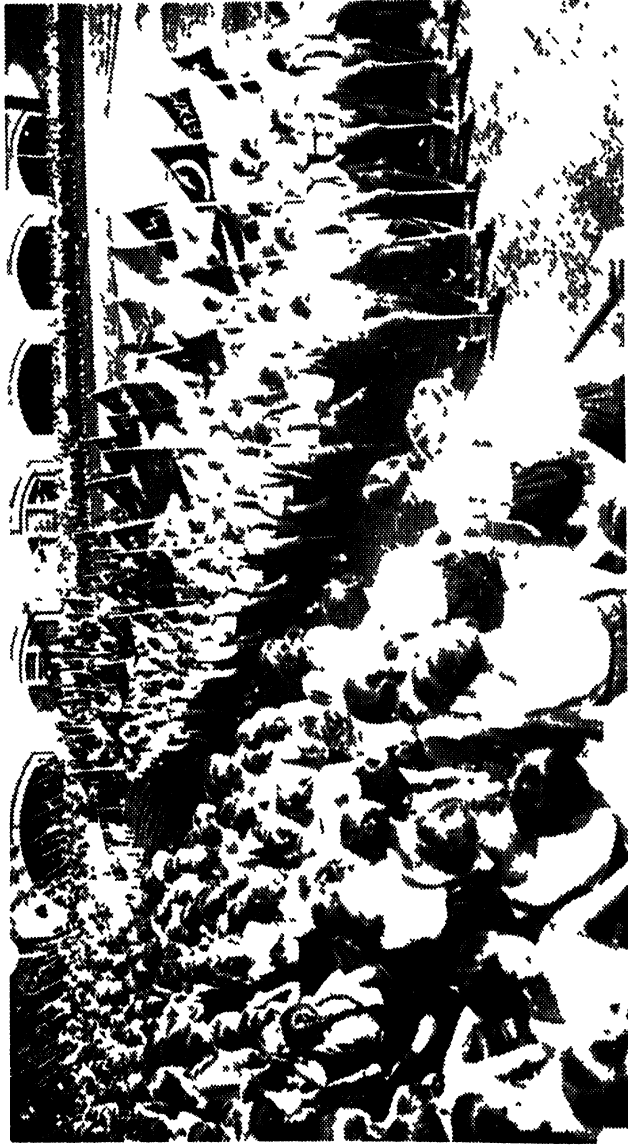
کھیل اور ورزش میں حصہ لینے والی جرمن لڑکیاں ایک قومی مظاہرہ میں
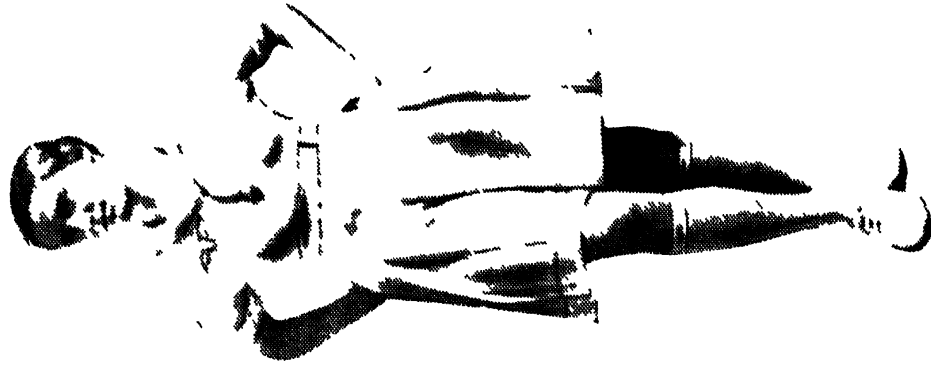
ایک جرمن لڑکی
۱۹۳۶ء کے اولمپک کھیل کے لباس میں

آزاد ملک کی عورتوں کا کھیل — انسانی کنول

# برٹش میوزیم

جب ہم لوگ یورپ گئے تھے تو لندن کا برٹش میوزیم بھی دیکھا تھا۔ اس کے مختصر حالات عصمتی بہنوں کے لئے لکھتی ہوں۔ یہ میوزیم انگلستان کے تمام عجائب خانوں میں بہترین ہے۔ یہاں کا کتب خانہ تمام دنیا میں مشہور ہے۔ اور سب سے بڑا ہے۔ جہاں کوئی کتاب چھپتی ہے وہ برٹش میوزیم کے کتب خانہ میں فوراً داخل ہوجاتی ہے۔ ہر زبان کی کتابیں موجود ہیں۔ فارسی کتابوں کی بہت قدر ہوتی ہے۔ عمر خیام کی رباعیوں کا ترجمہ بہت سی زبانوں میں کیا گیا ہے۔ سعدی۔ حافظ۔ فردوسی وغیرہ کی تصنیفات موجود ہیں ۱۷۵۹ء میں یہ میوزیم کھولا گیا۔ پہلے کتابیں جمع کی گئیں۔ پھر علم الحیوان کے تین صیغے کھولے گئے تھے۔ بڑھتے بڑھتے بارہ صیغے ہوگئے۔ تقریباً پچاس لاکھ کتابوں کا ذخیرہ ہے پہلے کمرے میں شاہان یونان کے اسٹیچو رکھے ہوئے ہیں۔ اسٹیچو نہایت بڑے بڑے بہت اچھے ہیں۔ اس کمرے سے اس کمرے میں آئے جہاں صنعت وحرفت دنیا بھر کی رکھی ہوئی ہے۔ ایک ایک کمرہ میں ایک ایک ملک کا سامان ہے۔ بعض کمروں میں مختلف جگہوں کا۔ مصر۔ اٹلی ایران۔ ترکستان وغیرہ وغیرہ کا سامان رکھا ہوا ہے۔ اس کمرے کے برابر بہت بڑا ہال ہے جہاں مصر کے ممیز ہیں یعنی مردے کفن میں لپٹے کھڑے ہیں۔ ایک بہت بڑا کمرہ اسی سے بھرا ہوا ہے۔ اس کمرے کی دیوار کے چاروں طرف مردے صندوق میں رکھے ٹیکا دئے کھڑے ہیں اور بیچ میں آئینہ کے صندوق ہیں اس صندوق میں مردے معہ اپنے مزار کے رکھے ہوئے ہیں۔ یہ مزار مٹی کا ہے۔ مردے معہ اپنے سامان کے سو رہے ہیں۔ یعنی۔ لوٹا۔ بدھنا۔ کنگھی۔ تلوار۔ یہ سب چیزیں مردے کے ساتھ دفن کی جاتی تھیں اور اب تک وہ اسی طرح موجود ہیں۔ مٹی کے برتن ٹوٹے تک نہیں۔ ہر ایک چیز بہت مضبوط ہے۔ کنگھی کو دیکھ کر تعجب ہوا کہ حضرت عیسٰے سے پانچ ہزار سال قبل جو صنعت مصر میں ہوتی تھی ہمارے ہندوستان میں اب تک وہ قائم ہے۔ کنگھی اسی طرح لکڑی کی بنی ہوئی ہے۔ یہ دیکھکر مجھے افسوس بھی ہوا کہ ہماری حالت وہی ہے جو پہلے تھی مطلق ترقی نہیں کی ہر ایک کمرے میں ایک آدمی بیٹھا رہتا ہے تاکہ دیکھنے والے کو بتائے اور سامان کی حفاظت کرے۔ اس نے ممیز کے حالات بیان کئے۔ عجیب مسالہ تھا جو لگایا جاتا تھا۔ حضرت عیسٰی سے چھ ہزار سال قبل کے ممیز رکھے ہوئے ہیں۔ یہ مردے جس صندوق میں رکھے جاتے تھے اس کا رنگ باوجودیکہ ہزاروں سال ہوگئے اب تک

تازہ ہے۔ اور نمایاں ہے۔ بعض ممی دو تین ہزار سال حضرت عیسےٰ کی پیدائش سے پیشتر کے ہیں۔ تاہم رنگ باقی ہے۔ بیگن پلی میں اسی قسم کے رنگ و روغن اور نقش و نگار کے صندوق وغیرہ بنتے ہیں۔ بعض مردوں یعنی ممی کے کفن گل گئے ہیں۔ لیکن گوشت اور ہڈیاں موجود ہیں۔ گوشت خشک ہو کر ہڈیوں سے لپٹ گیا ہے۔ مگر ہڈی سے الگ نہیں ہوا ہے۔ مردے کے بال بھی سر کے موجود۔ بھویں تک موجود۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ گوشت بدن پر ہے۔ مگر خشک ہو گیا ہے۔ ایک مردہ پیٹ میں دونوں پاؤں سمیٹ کر آئینہ کے صندوق میں اپنی قبر میں سو رہا ہے۔ کمال یہ کہ قبر تک اٹھا کر لائی گئی ہے جیسی قبر اس زمانہ کی تھی بجنسہ اٹھا کر لائی گئی ہے۔ مردہ کا سامان وغیرہ اس کے قریب رکھا ہے۔ کنگھی بھی لکڑی کی رکھی ہے۔ اس کی بیوی اس کے پہلو میں ایک آئینہ کے صندوق میں ہے۔ اس کے برابر اس کے بچے بھی ہیں۔ غرض پورا خاندان ایک ہی جگہ ہے۔ میں نے اس آدمی سے دریافت کیا کہ تم کو کیونکر معلوم ہوا کہ یہ عورت اس کی بیوی ہے۔ اور یہ بچے بھی اسی کے ہیں۔ اس نے کہا کہ ان لوگوں کے مزار کے اندر سن اور نام لکھے رہتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ایک خاندان کے اگر کئی مردے ہوں تو ایک ہی وضع کی چیزیں ہوتی ہیں۔ یہ کہہ کر اس نے بتایا کہ اس طرح لکھا ہوا رہتا ہے۔ پھر ایک دوسرے مردے کے حالات بیان کئے جو اسی جگہ تھا۔ اس مردے کی صرف ہڈیاں باقی ہیں۔ کفن ہے نہ گوشت۔ یہ ایک بادشاہ وقت تھا۔ اس کو دیکھکر میری حالت عجیب ہوئی دنیا بھر کے خیالات میرے دماغ میں آنے لگے۔ ایک زمانہ وہ ہوگا کہ یہ تخت شاہی پر بیٹھا ہوگا۔ اس کے ایک ادنیٰ اشارے پر ہزاروں کو سولی دی گئی ہوگی۔ اس کی تلوار نے بڑے بڑے دشمنوں کو زیر کیا ہوگا۔ اس کے سامنے کیسے کیسے امرا سر نیاز خم کئے کھڑے رہتے ہوں گے۔ اس کی سخاوت سے بھی ہزاروں کو فائدہ پہونچا ہوگا۔ تنگ دست مالدار ہو گئے ہوں گے۔ آج وہ کس بے کسی کے عالم میں ایک آئینہ کے صندوق میں عجائب خانہ میں بند پڑا ہے۔ اور زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ غافلو ہوشیار رہو۔ عبرت پکڑو۔ غرور و تکبر نہ کرو ایک دن تمہاری ہڈیاں بھی اسی طرح کہیں پڑی ہوں گی۔ غرض میری عجیب حالت ہوئی۔ سورہ الحمد۔ و۔ سورۂ قل پڑھتی گئی۔ کیونکہ والدہ صاحبہ مرحومہ ہمیشہ مجھ سے فرماتی تھیں کہ جب کسی کا مزار دیکھو یا جہاں مردہ جاتے ہوئے دیکھو تو الحمد و قل ھو اللہ پڑھا کرو۔

**صغرا ہمایوں مرزا**

**بقیہ مضمون صفحہ ۱۳۵**:۔ امید ہے کہ دوسری بہنیں بھی اس سلسلہ میں اپنے خیالات سے عصمتی بہنوں کو مستفید ہونے کا موقع دیں گی۔ کیونکہ عصمتی اسکول کی مضمون نویس بہنوں کو ایک دوسرے کے خیالات اور تجربوں سے فائدہ اٹھانے کا یہ بہترین موقع ہو سکتا ہے۔

**شہر بانو**

# بالوں کی نگہداشت

۲

بال استریوں کا سب سے بڑا اور دل فریب سنگار ہیں۔ استری روپ سب سے پہلے بال ہیں۔ اگر لمبے لمبے گھنے بال نہ ہوں۔ تو چاہے وہ سارے لوازم حسن سے آراستہ ہو مگر مرد کی نگاہ میں وہ موہنی نہیں۔ شاعر جب کسی عورت کے حسن کا ذکر کرتے ہیں تو سب سے زیادہ وہ بالوں کو سراہتے ہیں۔ اور مختلف استعاروں میں ان کے سحر کا ذکر کرتے ہیں۔ افسانہ نویس بھی اپنی ممدوحہ کے بالوں کی تعریف موزوں الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ ہند قدیم یا اسلامی دور میں یا اس کے بعد جتنی مشہور استریاں ہو گذری ہیں وہ سب کی سب لمبے بالوں کی دولت سے مالا مال تھیں۔ اسی طرح دوسرے ملکوں کی تاریخی عورتیں بھی کمر سے نیچے لٹکتے ہوئے دل فریب بالوں سے بہرہ ور تھیں۔ اس سے واضح ہے کہ عورت ذات کا تاج حسن خوبصورت لمبے لمبے بال ہیں۔ اگر بال نہ ہوں تو پریم کا احساس مردوں کے دل میں پیدا نہیں ہوتا۔ گو یا حسن اور بال اور پریم ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں۔ انسان حسن کا بندہ ہے کہ اس سے راحت زندگانی۔ روح کی شادمانی اور دل کی موج ہے

## بغیر چکنائی کے تیلوں کی ضرر رسانی

اس مختصر بحث سے عیاں ہے کہ بالوں کی دل فریبی پر زندگی کی راحت اور روح کی شادمانی منحصر ہے۔ اس لئے لازم آتا ہے کہ مختصراً ان چند باتوں کا ذکر کیا جائے کہ جس سے بالوں کی ہستی اور تندرستی وابستہ ہے۔ سب سے پہلے معطر تیلوں کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ کہ ان کا استعمال عام ہے۔ بازار میں جتنے سودیشی یا بدیشی تیل ہیں وہ کئی قسم کے ہوتے ہیں (۱) بغیر چکنائی کے۔ شستہ مذاق لوگ ان تیلوں کے بڑے شائق ہیں کہ ان سے کپڑے چکنے نہیں ہوتے یہ وائٹ آئل (سفید تیل) سے بنتے ہیں۔ جو ولایت سے آکر دس بارہ روپے فی من (لاہور کا بھاؤ) بکتا ہے۔ مٹی کا تیل نکالنے کے بعد جو تلچھٹ رہ جاتی ہے اسے صاف کر کے وائٹ آئل بناتے ہیں۔ تیل بنانے والے اس تیل میں خوشبو اور سہرا یا پیلا یا نارنجی رنگ ملا کر مختلف دل فریب ناموں سے فروخت کرتے ہیں۔ جب خوشبو اڑ جاتی ہے تو مٹی کے تیل کی بدبو آتی ہے۔ بغیر چکنائی کے تیل بالوں کے لئے بے حد ضرر رساں ہوتے ہیں ان کے استعمال سے بال موٹے۔ خشک۔ اور میلے ہو جاتے ہیں۔ کھجلی اور ریفا پیدا ہو جاتی ہے۔ بال گرنے لگتے ہیں۔ اس قسم کے تیلوں سے نہ تو بال چمکدار ہو سکتے ہیں۔ اور نہ بڑھتے ہیں۔ اگر وائٹ آئل کو سائنسی طریقہ سے شدھ کر لیا

جائے تو بھی اس سے بالوں کی پرورش نہیں ہو سکتی۔

## چکنائی والے تیلوں کی تباہ کاریاں

(۲) چکنائی والے تیل۔ تل۔ سرسوں۔ مونگ پھلی وغیرہ کے تیل سے بنتے ہیں۔ تیل بنانے والے رنگ اور خوشبو ملا کر گول یا خوبصورت بوتلوں میں بھر کر فروخت کرتے اور دھڑا دھڑ روپیہ کماتے ہیں۔ چکنائی والے تیلوں سے بھی بالوں کا ستیاناس ہوتا ہے۔ وجہ یہ کہ تیل چاہے تل۔ ناریل۔ سرسوں کا ہو یا مونگ پھلی کا۔ یا کسم۔ بنولہ کا۔ اس کے نطری اجزا فری فیٹی ایسڈ۔ گوند ایسے چیپ دار مادے اور گلسرول ہوتے ہیں۔ جب آپ تیل سر میں ڈالتے ہیں تو ہاتھوں اور بالوں میں چپ چپاہٹ لگ جاتی ہے۔ کپڑے چکنے ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ بدبو آتی ہے جب تک یہ تیل شدہ نہ کئے جائیں ہوا کے اثر سے بناتی تیلوں میں بدبو اور چپ چپاہٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ جب اسے سر میں لگاتے ہیں تو بالوں کی جڑوں میں چپک کر جلد کے اندر سے زہریلا مواد خارج ہونے سے روکتا ہے جس سے بالوں کی کئی شکایات پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس وجہ سے یہ تیل بالوں کی جڑیں کھوکھلی کرتے ہیں۔ ان کی چمک بھی آن کی آن کے لئے ہوتی ہے۔

## آنولہ کے تیل کی اصلیت

سب تیلوں میں مقبول عام آملہ کا تیل ہے۔ جو دس بیس ناموں سے بنتا اور بکتا ہے۔ اور تمام بڑے بڑے شہروں کو آنولہ کے تیل بنانے کا امتیاز حاصل ہے۔ اصل یہ ہے کہ پڑھے لوگوں کے دل میں یہ وہم جاگزین ہے کہ آنولہ کے استعمال سے بال ہمیشہ کالے رہتے ہیں۔ بے شک آیورویدک اور طب میں آنولہ کے بہت عمدہ فوائد مذکور ہیں۔ مگر جو آنولہ کا تیل آپ شوق سے خرید کر لاتے ہیں یہ سراسر دھوکہ کی ٹٹی ہے۔ اس میں آنولہ کا جوہر نام کو بھی نہیں پایا جاتا۔ اصل یہ ہے کہ ولایت سے روح آنولہ تیار ہو کر آتی ہے چار اونس کی شیشی چودہ آنے کو بکتی ہے۔ اسے سرسوں۔ توائے۔ اور مونگ پھلی وغیرہ کے تیل میں ملاتے اور سبز رنگ ڈال کر بوتلوں میں بھر دیتے ہیں۔ اسی طرح چنبیلی۔ گلدستہ۔ گلاب۔ تر پھلا۔ وغیرہ کے تیل ولائت کی بنی ہوئی روحوں سے تیار ہوتے ہیں۔ جیسے کیوڑہ۔ گلاب۔ سونف وغیرہ کی روحوں سے کیوڑہ۔ گلاب۔ سونف کے عرق بنتے ہیں۔ اسی طرح آنولہ چنبیلی۔ خس وغیرہ کے تیل بھی روحوں سے بنتے ہیں۔
تیل بنانے والوں کا سب سے بڑا مقصد عمدہ خالص اور مفید چیز مہیا کرنا نہیں۔ بلکہ روپیہ کمانا ہے۔ آپ غور فرمائیے تل کا تیل چودہ روپیہ من کا۔ توائے۔ مونگ پھلی کا آٹھ دس روپے من کا۔ اور وائٹ آئل آٹھ دس روپے من کا بکتا ہے۔ روح ملا کر اور رنگ دے کر تیل بنانے والے لوگ تین چار روپے سیر کے حساب سے فروخت کرتے ہیں۔ گویا ایک روپے کا تیل تیار کر کے دس گیارہ روپے کماتے ہیں۔ یہ تجارت سب سے بڑھ کر نفع بخش ہے۔

اگر وہ کیمیائی طریقہ سے تیل شدھ کریں تو وہ تین چار روپے سیر ہرگز ہرگز فروخت نہ کرسکیں۔ کہ یہ بڑا دقت طلب کام ہے۔

## تیل لگانے کا مقصد

استریاں کچھ تو خوشبو کے سبب سے اور کچھ بال دل فریب اور ملائم بنانے کے مقصد سے تیل سر میں ڈالتی ہیں۔ شوقین لوگ اپنے بالوں کی خوبصورتی بڑھانے کے واسطے معطر تیل استعمال کرتے ہیں۔ مگر ڈاکٹر ماہروں کی رائے میں تیل سر میں ڈالنے کا بڑا مقصد بالوں کی پرورش اور ان کی زندگی اور ان کی نظری چمک قائم رکھنا ہے۔ اور واقعی بات یہ ہے کہ آپ کے سر کے سوا لاکھہ بالوں کی پرورش کا بارگراں آپ کا جسم برداشت نہیں کرسکتا۔ اس لئے شدھ پوتر تیل استعمال کرنا ضروری ہے۔ جو بالوں کی جڑوں میں جذب ہو کر جلد کے اندر جاکر غذا کا کام دیتا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے بازاری تیل خالص نہیں ہوتے۔ اسلئے وہ بالوں کی جڑوں کے اندر سرائت نہیں کرتے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بال کمزور ہو جاتے ہیں۔ جس کی پہلی علامت کھجلی۔ جلن اور بعد میں بفا ہوتی ہے۔ ساٹھ فی صدی استریاں بال گرنے کے روگ سے نالاں ہیں چھوٹی عمر میں بال سفید ہو جاتے ہیں۔ جواں مردوں کے تالو چوٹی بالوں سے محروم ہیں۔ ان بیماریوں کا ایک بہت بڑا سبب بازاری اشدھ تیل اور صابن ہے۔ جس کا آننار واج ہے۔ میرے بال آنولہ کے تیل سے برباد ہوگئے۔ اور میری استری کے بالوں کا بھی ستیاناس ہوگیا۔ اسی طرح بیسیوں شستہ مزاج استریاں اور مرد ہیں۔ جو معطر رنگیں بازاری تیلوں سے اپنے بال ستیاناس کرچکے ہیں۔ ان تیلوں کا استعمال ایک دم ترک کردیجئے۔ یا تو کسی ماہر کیمسٹری سے تیل ملاحظہ کرا کے یا کسی تجربہ کار ڈاکٹر سے صلاح لے کر بازاری تیل استعمال کرنا چاہیئے۔

## صابن کے نقصانات

بازاری تیلوں کی طرح صابن سے بھی بالوں کا ستیاناس ہو جاتا ہے۔ جن چیزوں سے یہ بنتا ہے ان سے بال خشک اور بھربھرے ہوجاتے ہیں۔ دیکھا ہوگا کہ صابن سے سر دھونے کے بعد بالوں کی سیاہی مدہم اور چمک ماند پڑجاتی ہے۔ استریوں کے بالوں کی جڑوں میں چپکا ہوا صابن کئی شکایات کا بانی ہوتا ہے۔ سب سے پہلے بفا پیدا ہوتی ہے۔ پھر خارش اور جلن۔ بعد ازاں بال گرنے شروع ہوتے ہیں۔ سر دھونے کا بڑا مقصد یہ ہے کہ جلد کے اندر سے جو فاسد مادہ نکلتا ہے اسے خارج کیا جائے۔ گرد اڑ اڑ کر سر پر پڑتی ہے۔ بازاری چکنے تیل گرد اور میل کو خصوصیت سے کھینچتے ہیں۔ سب کے گھر میں نوکر نہیں ہوتے اس لئے جھاڑ پونچھ اور چولہے چوکے کا کام استریوں کو آپ ہی کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح پر جو گرد اڑ کر بالوں پر پڑتی ہے اسے صاف کرنا امر ضروری ہے۔ لیکن صابن سے بالوں کی جڑوں کا مادہ اور میل کچیل صاف نہیں ہوتا۔ صابن کے جھاگ میں یہ طاقت نہیں ہے کہ جلد کے اندر جاکر اس کے فعل کو تحریک دے سکے۔ اگر صابن ہی سے سر دھونا

منظور ہے تو کسٹائل یا ہیئرس صابن لینا چاہیئے۔ ایک ٹکیا میں سے دو تین تولہ لے تقریب تراش کر تین پاؤ گرم پانی میں خوب حل کر لو۔ اگر ضرورت ہو تو نرم آنچ پر رکھہ کر ہلاتے رہو۔ جب گھل جائے اور ذرا ٹھنڈا ہو جائے تو سر دھونا مفید ہے۔ پھر ایک بالٹی گرم پانی کی سر پر ڈال کر بال خوب صاف کر ڈالو تاکہ صابن کے ذرے بالوں کی جڑوں میں چپکے نہ رہ جائیں۔ پھر تولیہ سے بال اچھی طرح پونچھ ڈالو۔ دھوپ میں بیٹھ کر کنگھی سے بال اچھی طرح سلجھاؤ۔ پانچ سات منٹ بعد بالوں میں کنگھی کرتے رہنا چاہیئے۔ تاکہ کرنیں بالوں کی جڑوں میں سرائت کر کے تحریک دے سکیں۔ جب بال اچھی طرح خشک ہو جائیں تو خالص تیل جڑوں میں مل کر بال بدستور سابق بنا لینے چاہئیں۔ چار پانچ دن کے بعد سر دھونا اچھا ہے۔ رات کو ڈھیلی سی چٹیا بنا کر سونا چاہیئے۔ سارے کلپ اور ہیئر پن اتار کر الگ رکھہ دینے چاہئیں۔ سویرے چند منٹ تک خوب کنگھی کرنا چاہیئے۔ اور تیسرے پہر گھنٹہ آدھ گھنٹہ بال بکھیر کر ہوا اور دھوپ لگانے سے بہت نفع پہونچتا ہے۔

ٹھاکر جے۔ آر۔ رائے۔ جرنلسٹ

---

# بھکارن

شام کا ہنگام! جنگل کا سماں! عورت کی ذات!
جا رہی ہے بھیک دامن میں لئے حرماں نصیب

کس لئے برہم نہیں ہوتا نظام کائنات
ہاتھ پکڑے ساتھ ہیں معصوم بچے بھی غریب

سیکڑوں مغرور دروازوں کی ٹھکرائی ہوئی
آ رہی ہے شہر کی جانب سے گھبرائی ہوئی

کان ہیں لاچار شوہر کی نحیف آواز پر
صبح نکلی تھی جسے بے آب ودانہ چھوڑ کر

پے بہ پے فاقوں سے اب کمبخت میں ہمت نہیں
مانگنے کو روز بھی جایا نہیں جاتا کہیں

تیز چلنے کے لئے مجبور ہیں وہ خورد سال
بستروں سے جن کو سردی میں نکلنا ہے محال

دے رہے ہیں شدت سردی سے سب اعضا جواب
رات کو غمخوار ان کی آگ دن کو آفتاب

صبح کھا کر شام کا کھانا انہیں حاصل نہیں
زیب کوئی گنبد گردوں میں اہل دل نہیں

زیب عثمانیہ لدھیانوی

# مضمون نویسی

عالم نسواں کی موجودہ تعلیمی ترقی جس کی ذمہ واری بڑی حد تک عصمت اور تہذیب النسواں جیسے مقتدر نسوانی رسالوں سے مخصوص ہے۔ اخبارات ورسائل سے بہت کچھ تعلق رکھتی ہے۔ آج ہندوستان میں شاید ہی کوئی پڑھی لکھی عورت ہوگی جس کو اخبارات اور رسائل سے فائدہ اٹھانے کا شوق نہ ہو۔ یہ شوق یہیں تک محدود نہیں ہوتا۔ بلکہ مضمون نویسی کی خواہش بھی پڑھنے والیوں کے دل میں موجود ہوتی ہے۔ اور جو اس طرف توجہ کرتی ہیں ان میں اکثر کامیاب ہوتی ہیں۔

میں بھی مضمون لکھتی ہوں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس فن سے ناآشنا ہوں۔ چونکہ میرے مضامین عصمتی بہنوں کے حلقہ میں شرف قبولیت حاصل کرتے ہیں اس لئے دل بڑھتا ہے اور اس طرف مزید توجہ کا ولولہ دل میں پیدا ہوتا ہے۔ اس مضمون میں میں اپنے ذاتی خیالات اور تجربات کو مضمون نویسی سے دلچسپی رکھنے والی بہنوں کی ضیافت طبع کے لئے قلم بند کردینا چاہتی ہوں۔

میرے خیال ناقص میں مضمون نویسی کے لئے کسی اعلیٰ علمی قابلیت اور ادبی قوت کی کوئی خاص ضرورت نہیں اور بغیر ان خوبیوں کے بھی انسان ایک کامیاب مضمون نویس بن سکتا ہے۔ درحقیقت ایک مضمون نویس کی سب سے بڑی خوبی اس کی وسعت نظر ہے۔ وہ ہر پیش نظر چیز سے فائدہ اٹھانے کا متوقع رکھتا ہے۔ اگر مضمون نویس میں ہمہ دانی جسے انگریزی میں Versatility کہتے ہیں موجود ہو تو وسعت نظر اور فہم سلیم کی مدد سے مضمون نویسی میں انتہائی عروج حاصل کرسکتا ہے۔ عام مضمون نویس کی بہترین تعریف میرے خیال میں انگریزی کا وہ فقرہ ہوسکتا ہے جو بظاہر تو تمسخر کا انداز لئے ہوئے ہے۔ لیکن درحقیقت موضوع بحث کے لئے بہت مناسب ہے۔ وہ فقرہ یہ ہے Jack of all master of none (یعنی ہر چیز سے واقف لیکن ماہر کسی کا نہیں) اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر کوئی شخص ہمہ داں ہو تو مضمون نویس نہیں ہوسکتا۔ انتہائی ہمہ دانی مضمون نویسی کا مطمح نظر ہے۔ میں نے جو تعریف اوپر پیش کی وہ عام طبقہ کے لئے ہے از بس قبل میں بھی مضمون لکھتی ہوں اور اسی کی مصداق ہوں۔ میں نے نہ تو کسی اسکول میں تعلیم حاصل کی اور نہ سائنس، تاریخ اور ادب کے رموز سے آگاہ ہوں۔ لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ میں ہر نئی بات اور ہر نئے خیال سے فائدہ اٹھانے کے لئے تیار رہتی ہوں۔ مجھے خاندان کے تعلیم یافتہ بزرگوں اور عزیزوں سے مضمون کی اصلاح لینے میں ہرگز شرم نہیں آتی۔ اور اکثر مضامین جو صرف میری ہی نظر سے گزرتے ہیں ان سے میری تشفی نہیں ہوتی۔

دوسرا امر جو مضمون نویسی کے لئے حد درجہ ضروری ہے وہ خیالات کے اظہار کی قدرت اور ان کے سلجھے ہوئے الفاظ میں ادا کرنا ہے۔ اگر ہمیں اس پر قدرت نہیں تو مضمون نویسی بھی ممکن نہیں۔ مضمون نویس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ایسے عنوانات پسند کرے جن پر وہ نئے نقطہ نظر سے روشنی ڈال سکتا ہو۔ یا ناظرین وناظرات کے لئے کوئی نئی بات پیش کرسکتا ہو۔ نفسیات کا یہ عام مسئلہ ہے کہ انسان کی فطرت ہی ایسی [illegible] واقع ہوئی ہے۔ اور وہ ہر اس بات سے گھبراتا ہے جس میں جدت نہ پائی جائے اگر مضمون میں جدت نہ رکھی جائے تو مضمون کبھی شرف قبولیت حاصل نہیں کرسکتا۔ رسالوں کے مضامین میں طوالت بھی ایک طرح کا نقص ہے۔ ایسے مضامین درحقیقت واقعات وخیالات پر ایک طرح کا سرسری تبصرہ ہوتے ہیں۔ اس لئے کسی بحث پر اس حد تک زور دینا چاہئے جہاں تک زور دینا اس کے لئے ضروری ہو۔ ورنہ مضمون کی دلچسپی ضائع ہوجاتی ہے۔ اسی بنا پر میں بھی اب قلم روکتی ہوں۔ (باقی ملاحظہ ہو صفحہ ۱۳۰ پر)

# بی کالر اور اس کی ایجاد میں عورت کا ہاتھ

ایجاد و اختراع کا مادہ ضروریات زندگی کی تکمیل و آسانی کے لئے انسان میں ابتدا سے پایا جاتا ہے۔ جس میں مردوں کے سوا عورتوں نے بھی اپنی ضرورت کے وقت حصہ لیا ہے۔ مثل مشہور ہے "ضرورت ایجاد کی ماں ہے"! چنانچہ نورجہاں جیسی بادشاہ بیگم کے اہم کارناموں میں گلاب پانی جیسی کارآمد و مفید شے کی ایجاد کا بھی ذکر ہے جس کی موجد نورجہاں بیگم کہلائی جاتی ہے۔ اور اسی طرح کئی ایجاد و اختراع کے واقعات عورتوں کی ذات سے وابستہ پائے جاتے ہیں۔ جن کا ذکر طوالت سے خالی نہیں۔ میں یہاں اختصار کے ساتھ صرف کالر کے متعلق کچھ دلچسپ حالات جو مجھے معلوم ہوئے ہیں وہ بہنوں کی تفنن طبع کے لئے پیش کرتی ہوں کہ ایک ذراسی چیز انسانی "تلون اور نت نئی بدلنے والی فیشن کے ہاتھوں کس قدر الٹ پھیر کے مراحل طے کر چکی۔ جو اس وقت کالر کے نام ایک عجیب البیلے پن کے انداز میں لٹکتی ہوئی رونق گلو دکھائی دے رہی ہے جس کی ایجاد میں ایک لوہار کی بیوی کا ہاتھ تھا۔

ملکہ الزبتھ سے پہلے انگلستان کے مرد اپنے گلے میں خوبصورتی کے لئے منکوں کی لڑیاں ڈالا کرتے تھے۔ پھر کچھ دنوں سے سونے چاندی کے تاروں والے کپڑے گلے میں باندھے جانے لگے۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ صرف رومال کے طرز کا کپڑا گلے میں باندھنے کا رواج ہوا جو ملکہ الزبتھ کے زمانہ تک رائج رہا اور اب ساتھ ہی ساتھ کالر کا استعمال شروع ہو گیا۔ جو قمیص کا ہی ایک جز ہوتے تھے۔ ایک صدی تک یہی فیشن رہا لیکن اس میں ایک نقص یہ تھا کہ اگر کالر میلا ہو جائے تو اس کو بدلنے کے لئے قمیص بھی بدل دینی پڑتی۔ ایک لوہار کی بیوی جس کا نام ہنیا مانٹیگو تھا اسے اپنے شوہر کے کپڑے زیادہ دھونے اس لئے پڑتے تھے کہ قمیصوں کے کالر سے بہت جلد خراب ہو جاتے اور وہ پوری قمیص دھوتے دھوتے تھک جاتی۔ ایک دن اسی حالت میں اسے اچانک یہ خیال پیدا ہوا کہ کالر اگر قمیص سے الگ رہا کرے تو اس مصیبت میں بہت کچھ آسانی پیدا ہو جائے گی۔ پس یہ خیال آتے ہی اس نے کالر کو قمیص سے الگ ایک فیتے پر جوڑ کر تیار کر لیا۔ اور دوسرے دن اپنے شوہر کی قمیص پر پہننے کے قابل بنا دیا۔ جسے دیکھ کر اس کے خاوند نے بہت ہی پسند کیا۔ بس اسی وقت سے وضع فیشن میں داخل ہو کر عام ہو گئی اور اب تک چھوٹی بڑی حسب پسند رنگ میں ہر کس و ناکس کے گلے کی رونق و زینت بنی ہوئی ہے لیکن اب پھر تلون پسند انسانی دل خصوصاً مردانہ دل اس فیشن سے بھی بیزار معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہی کالر اب بے پروائی کے ساتھ لٹکائی ہوئی ایک معلقہ بیوی کی طرح گلے کا ہار دکھائی دے رہا ہے۔ اس گلوخلاصی کے آثار کے ساتھ یہ سبق دے رہا ہے کہ ہوس پرست و جدت پسند طبائع اپنی محبوب ترین چیز کو آن کی آن میں ہست سے نیست و نابود کرنے میں دریغ نہیں کرتے۔

عورتوں میں نہیں بلکہ مرد جیسی بہادر و عالی دماغ صنف بھی آرائش اور زیب و زینت کی حد درجہ شیدائی ہے۔ اور عورت کی ناقص عقل ایجاد و اختراع کے میدان میں بھی مرد کے دوش بدوش رہی۔

سردار محمدی بیگم

# وفا

سلسلہ کے لئے دسمبر ۱۹۳۴ء کا پرچہ ملاحظہ کیجئے

گل　میں نے مصمم ارادہ کرلیا ہے۔ میں اپنی وجہ سے تمہارے والد کو تکلیف میں نہ پڑنے دوں گی

عظمت　لیکن مجھ سے یہ کسی طرح نہ ہو سکے گا۔ ابا جان کے سامنے ہی آپ کو ایسا ارادہ ظاہر کرنا مناسب تھا۔ ان کی طاقت پر مجھے کامل یقین ہے۔ اماں جان دوہائی ہے۔ ایسا کرنے کے لئے مجھے مت حکم دو۔ اگر کبھی میں ابا جان کے سامنے پیش ہوگیا تو وہاں مجھے سرنگوں ہونا پڑے گا۔

گل　وہ دشمنوں کی فوج آگئی۔ بھاگنے کی راہ چنبل ندی نے روک رکھی ہے۔ تم کس طرح ہم لوگوں کی حفاظت کروگے ؟

عظمت　اماں جان اپنے لخت جگر کی طاقت پر تھوڑا بھروسہ رکھو۔ گھڑی بھر اماں جان۔ صرف ایک گھڑی مجھے دشمن کی طاقت آزمانے کا موقع دو۔

گل　اچھا دیتی ہوں۔

رضیہ　اماں جان آج اس قدر اندھیرا کیوں ہے۔ ہم لوگ آگرے کو چھوڑ کر اتنی دور بھاگ آئے لیکن اندھیرا بدستور ہے وہاں اندھیرا دیکھ کر میں ڈرتی تھی۔ اندھیرا یہاں بھی ہے۔ یہ اندھیرا ہم لوگوں کا کیوں تعاقب کئے ہوئے ہے۔ سپاہیوں کا شوروغل سن کر میرا کلیجہ کانپ رہا ہے ڈر کے باعث چاروں طرف دیکھتی ہوں۔ اندھیرے کا پردہ پڑا ہؤا ہے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ کیوں امّی یہ اس قدر اندھیرا کیوں ہے۔

گل　اس گناہوں کی دنیا کو روشنی دینے والا سورج غروب ہوگیا۔ آسمان کے ستاروں نے تاریکی میں اپنا منھ چھپا لیا۔ رضیہ بیٹی رضیہ۔ تجھ سے ہو سکیگا

رضیہ　اے کیا ہو سکے گا۔

گل　منھ سے کہا نہیں جاتا۔ اس طرح معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی زبان کو کہنے سے روک رہا ہے۔

رضیہ　تجھ سے ہو سکے گا۔

رضیہ　اے کیا ہو سکے گا۔ آپ تامل کیوں کر رہی ہیں بولو مجھے کیا کرنا ہوگا۔

گل　بیٹی تو جانتی ہے۔ کہ تو نواب صاحب کی بہت دُلاری بچی ہے۔ اسی واسطے میں تجھ سے کہہ نہیں سکتی

رضیہ　آپ کے نہ کہنے سے مجھے اور تکلیف ہو رہی ہے امّی میں نے کونسا ایسا قصور کیا ہے۔ ؟

گل　ہم سب قصوروار ہیں۔ خدا کے نزدیک قصوروار ہیں۔ اس قصور کا کفارہ ہم سب کو دینا ہوگا

رضیہ　تیرے خوددار والد کو دھوکے باز مغل نے بلا کر بے عزتی کی اپنی بہادری کے سبب وہ دربار سے نکل آئے۔ اس وقت اس عزت و حرمت کی حفاظت ہمارے ہاتھ میں ہے۔ تیرے والد عزت اور آبرو کی حفاظت کا کام مجھے سونپ کر سب کو چھوڑ کر بدلہ لینے کے لئے چلے گئے ہیں۔ رضیہ اب

زیادہ گفتگو کرنے کا موقع نہیں ہے۔

رضیہ ! جلد بتائیے مجھے کیا کرنا ہوگا۔ آبرو۔ آبرو میرے خوددار والد کی آبرو۔ جس پر ہمیں بجا طور پر فخر ہے۔ کبھی مٹنے نہ پائے گی۔ امّی دیر نہ کرو بتاؤ مجھے کیا کرنا ہوگا۔

گل ماں ہو کر میں اپنے منہ سے کیسے کہوں کہا نہیں جاتا دشمن لاتعداد فوج لئے ہمارے تعاقب میں ہے۔ اور تھوڑے سے سپاہی لئے ہوئے تمہارا بھائی مصیبت میں پڑا ہوا ہے۔

رضیہ امّی صاف صاف کہو کیا مرنا ہوگا۔ والد کی عزت بچانے کے لئے کیا مرنا ہوگا۔ میں پٹھان کی بیٹی ہوں موت سے نہیں ڈرتی امّی جلد بتاؤ۔ کب اور کس طرح مرنا ہوگا۔ تامل مت کرو۔

گل بیٹی اس تاریکی کے پردے میں موت لالچ بھری نگاہوں سے ہماری طرف دیکھ رہی ہے۔

رضیہ امّی میں موت سے بالکل نہیں ڈرتی میں اسے اصل زندگی سمجھتی ہوں۔ میری جان رہے یا نہ رہے لیکن والد کی عزت بھائی کی حرمت اور لودھی خاندان کا وقار قایم رہے۔ یہی میری عین راحت اور مسرت ہے۔

گل بیٹی تجھ پر ہزار آفرین۔ ڈر کیا ہے میں ساتھ جاؤں گی۔ تجھے اپنی گود میں لے چلوں گی جنت میں ہم دونوں ماں بیٹیاں بہادر نواب کی فتح کی خوشی منائیں گی

گل آہستہ — آہستہ — پھولوں کے ساز سے پھولوں کے ہار سے اپنے جسم کو سجا کر۔ اپنے مالک کے دائمی وقار کے مندر کی بنیاد رکھ کر زندگی کی پُر آشوب ندی سے پار ہو کر ابدی خوشبو سے بھرے ہوئے پھولوں کے خوبصورت ملک میں چلی جاؤں گی۔ بہنو۔ سہیلیوں تم میں سے کون میرا ساتھ دے گی۔ آؤ وقت گزر رہا ہے آہستہ۔ آہستہ شیطان چاروں طرف چپکے چپکے اپنی تیز نگاہیں ہماری جانب ڈال رہا ہے اسے دھوکا دے کر۔ کوئی دیکھنے نہ پائے۔ کوئی سننے نہ پائے آؤ۔ چلی جاؤں۔ کون آئے گا آؤ

(لونڈیوں کا رضیہ کے ساتھ جانا۔)

رضیہ امّی میں پہلے آتی ہوں۔

گل رضیہ بیٹی تو خوش قسمت ہے پہلے چلنے کا فخر تمہیں نے حاصل کیا آ بیٹی تیرے گھائل جسم کو چھاتی سے لگا لوں۔ یہ پاک خون صرف زمین کو ہی کیوں ٹھنڈا کرے۔ دم بھر کے لئے امی کی چھاتی کو بھی ٹھنڈا کرے۔

رضیہ امّی کہو ابا جان کی عزت بچ گئی۔ کہو نواب صاحب کا سب تردد دور ہو گیا۔ اب بات بھی نہیں کی جا سکتی۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ آسمان کے فرشتے کہیں جا رہے ہیں۔ جیسے کسی کو لینے جا رہے ہیں۔ وہ سر پر سنہری تاج اور ہاتھ میں سونے کا عصا لئے ہوئے ہیں۔ آؤ اب

گفتگو سے فاصر ہوئی جا رہی ہوں۔

گل: بیٹی اب اور بات چیت کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ چل رضیہ چل۔ ہم بھی ان فرشتوں کے ساتھ اسی پاک جگہ چلیں گے۔

رضیہ: سمجھ گئی معلوم ہو گیا وہ۔ وہ۔ بھائی عظمت اور ابا جان کو لینے کے لئے جا رہے ہیں۔ امی امی کیسا شیریں گیت سنائی دے رہا ہے یہیں اس چنبل ندی کے کنارے۔

گل: لونڈیوں میں کون کون اس پاک راستے کا سفر کرنے کے لئے تیار ہے؟

لونڈیاں: ہم سب چلنے کو تیار ہیں۔

گل: جو مجبور ہو کر جانے کو تیار ہو وہ نہ چلے جو امید کے چکر میں پڑ کر اس زندگی کو ہی سب کچھ سمجھتی ہے وہ بھی نہ چلے۔ جو خوش مسرت سے چلنا چاہے وہی جا سکتی ہے جو چمکتی ہوئی تلوار کی تیز دھار کے سامنے جرأت کے ساتھ اپنی چھاتی بڑھا سکے ہاں وہی چلے۔

لونڈیاں: ہم سب اسی لئے تیار ہو کر آئی ہیں۔

گل: تو پھر دیر کیوں ہو رہی ہے۔ آؤ چلو شیطان کے حملے سے بچنے کے لئے موت کے پاک پردے میں بڑھے چلو۔ ہاں آہستہ۔ آہستہ پھولوں سے آراستہ ہو کر خوشی اور انبساط سے گناہوں کی اس دنیا کو چھوڑ کر پاک۔ مقدس ملک کی راہ اختیار کرو۔

(ترجمہ) کنیز احسان بیگم منشی فاضل

# سنگترہ اور ٹماٹر

خوش قسمتی سے ہندوستان میں سنگترہ یا نارنگی کافی مقدار میں پیدا ہوتی ہے۔ اس پھل کی خوبیاں لاتعداد ہیں۔ اس کا چھلکا۔ گودا اور بیج تک کارآمد ہیں۔ انسان کے جسم کے نشوونما کے لئے یہ ایک لطیف ترین غذا گنی گئی ہے۔ اس کے کھانے سے اس کا رس جزو بدن بن جاتا ہے۔ کوئی حصہ ضائع نہیں ہوتا۔ اس لئے حکیموں اور طبیبوں کی اصطلاح میں اس کو امرت رس کہا جاتا ہے۔ اس کے ایک سیر رس میں ڈھائی سو کلوری غذا کی مقدار ہوتی ہے۔ یعنی اجزائے غذا کی مقدار۔ یہ فوراً ہضم ہو کر جزو بدن بن جاتا ہے۔ سنگترہ میں ترشی کی مقدار جو کہ شیرینی کے اندر پنہاں ہوتی ہے۔ گیارہ فی صدی تک پائی جاتی ہے۔ غذائیت کے لحاظ سے اس کو دودھ پر بھی فوقیت حاصل ہے۔ کیونکہ دودھ کا کچھ حصہ فضلات کی شکل میں ضائع ہو جاتا ہے۔ اس کے برخلاف سنگترہ کے رس کا کوئی جز ضائع نہیں ہوتا۔

سنگترہ کے چھلکوں کو خشک کرکے اسی قدر سرسوں کی کھلی ملا کر کوٹ چھان کر محفوظ رکھو۔ صابن کی بجائے اس کو استعمال کرو۔ یہ نہایت ہی اعلیٰ قسم کے **ابٹنہ اور غازہ** کا کام دے گا۔

سنگترہ کے تازہ چھلکوں کے اندر کی طرف جو سفید سفید جھلی سی ہوتی ہے اس کو کھرچ کر پھینک دو باقی چھلکوں کو باریک باریک کاٹ لو۔ اگر ایک چھٹانک چھلکے کی ہوائیاں ہوں تو ایک سیر سفید شکر تین پاؤ پانی دو سنگترو کا رس اور دو لیموں کا رس سب کو ملا کر خوب پکاؤ حتےٰ کہ گاڑھا ہو جاوے۔ اب اس کو کسی چوڑے منہ کی بوتل یا ڈبے میں بھر رکھو یہ وہی چیز ہے جسے انگریزی میں **مارملیٹ** کہتے ہیں۔ بچے اس کو روٹی کے ہمراہ بڑی رغبت سے کھاتے ہیں۔ بہت فائدہ مند چیز ہے۔ جب سنگتروں کا موسم ختم ہو جاوے تو اس سے فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

سنگترے کے چھلکوں میں تیل کی مقدار بہت کافی ہے ان کو تھوڑا خشک کرکے تل یا ناریل کے ہمراہ کولھو میں پیل کر تیل نکال لینے سے سنگترہ کا تیل بن جاتا ہے۔

**ٹماٹر**:۔ ٹماٹر جسے "سیب کی بہن" بھی کہتے ہیں ایک نہایت ہی اعلےٰ قسم کی سبزی ہے۔ آج کل تو اس کا شمار میوؤں میں گنا جاتا ہے۔ اس میں قدرت نے تینوں وٹیمن یعنی "اے" "بی" اور "سی" کافی مقدار میں پیدا کر رکھی ہیں۔ خوب پکے ہوئے ٹماٹر خواہ کچے کھاؤ یا پکا کر۔ تیز آنچ پر پکانے سے اس کی غذائیت کچھ ضائع ہو جاتی ہے اس لئے کچا کھانا

زیادہ فائدہ مند ہے۔ اس کچے کھانے کا یہ مطلب نہ لیا جاوے کہ سبز۔ کیونکہ سبز کھانا تو معدے میں درد پیدا کر دیتا ہے۔ یہاں خوب پکے ہوئے سُرخ سُرخ خوشنما ٹماٹر مراد ہیں۔

جس موسم میں تازہ نہ مل سکیں بوتلوں یا ڈبوں میں بند مل جاتے ہیں۔ بڑے بڑے ڈاکٹر اس کے کھانے کی پُرزور سفارش کرتے ہیں۔ چھوٹے بچوں کو جب ان کا دانت نکالنے کا زمانہ ہو ایک چھوٹی چمچی اس کے عرق کی دینا بہت ہی فائدہ مند ہے۔ اس کی آزمائش بعض کمزور بچوں پر کی گئی۔ ان کو ہر روز ایک ٹماٹر کھانے کو دیا جاتا تھا۔ اس کا نتیجہ نہایت ہی تسلی بخش ظاہر ہوا ایسے بچوں کی نہ صرف صحت ہی اچھی ہو گئی۔ بلکہ ان میں چستی اور چالاکی جو کہ بچوں کے لئے نہایت ہی ضروری ہے پیدا ہو گی۔

سیب کی مانند اس میں غذائیت کی بہت بڑی مقدار پائی جاتی ہے۔ چونکہ ان میں کھٹائی کا حصہ غالب ہوتا ہے اس لئے بعض بیبیاں اس کو کچا کھانا پسند نہیں کرتیں۔ گوشت میں بطور سبزی کے کاٹ کر پکا کر کھانا گوشت کو خوش ذائقہ بنا دیتا ہے۔

کچومر کے ہمراہ اس کو کاٹ کر کھایا جاسکتا ہے یا اس کے چھلکے کاٹ کر ان پر تھوڑی شکر چھڑک کر کھٹا اور میٹھا وہ ذائقے اور بھی اچھے بن جاتے ہیں۔

اس کا خوشنما سُرخ سرخ رنگ دل کو بہت اچھا لگتا ہے ایک امریکن ڈاکٹر نے تو اس کی تعریف کے پُل ہی باندھ دیئے ہیں۔ یعنی اس نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ اگر اس کو متواتر کھایا جاوے تو جیسا خوشنما رنگ اس کا ہے اس کا کچھ حصہ کھانے والی کے چہرے پر بھی نمودار ہو جاتا ہے۔ یہی کہاوت سُرخ شلغم کے لئے بھی مشہور ہے۔

ٹماٹر کی پیداوار چنداں مشکل نہیں۔ بہت تھوڑی توجہ سے خاطر خواہ پیداوار ہو سکتی ہے۔ ہر موسم میں۔ اور خاص طور پر سردیوں میں تو اس کی بہتات ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کا خاص موسم بھی یہی ہے۔

**ٹماٹر کی چٹنی**:۔ اچھے پکے ہوئے ٹماٹر لے کر ان کو دھو کر چند منٹ گرم پانی میں ڈبو دو۔ اس طرح سے ان کا چھلکا بڑی آسانی سے علیحدہ کیا جاسکتا ہے۔ ایک سیر ٹماٹروں کو چھیل کر ان کو خوب مَل ڈالو۔ آدھ سیر شکر سفید۔ نمک مرچ بقدر ذائقہ اور آدھی بوتل سرکہ سب کو ملا کر خوب پکاؤ۔ جب گاڑھا ہونے کو ہو تو کشمش بادام ناریل کی ہوائیاں ملا کر تھوڑا سا اور پکا کر خوب ملا کر اتار لو۔ پھر چوڑے مُنھ کی بوتلوں میں بھر رکھو۔ یہ نہایت ہی مزیدار اور مفید چٹنی ہے۔ ٹماٹر کا موسم گزر جانے پر اس کو کام میں لاؤ۔ یہ مدت تک خراب نہیں ہوتی۔ بہت ہی زود ہضم چیز ہے طاقت بخش اور غذائیت والی بھی۔

امت الحفیظ

# صبر

کسی مصیبت۔ تکلیف۔ یا اذیت کو خندہ پیشانی اور تحمل سے برداشت کرنے کا نام صبر ہے اور اللہ تعالےٰ نے یہانتک اسے پسند فرمایا۔ کہ اپنے کلام میں ان اللہ مع الصابرین فرمایا ہے۔ جبکہ گذرنے والی مصیبت کو اول اور آخر ہر طرح اُٹھانا ہی پڑتا ہے۔ پھر کیوں نہ ہم اپنے خالق کی رضاجوئی کو افضل سمجھ کر اسی پر کاربند ہوں!

کسی تکلیف پر انسان بیخود ہو کر کیا کچھ نہ کر بیٹھتا ہے۔ جو جی میں آتا ہے بک جاتا ہے اور لمحہ بھر کو یہ نہیں سوچتا کہ قدرت کے ہاتھوں ہماری ہستی کس قدر وقعت رکھتی ہے اور ہم کون کون سی باتوں پر کس درجہ مختار ہیں۔ اگر یہ مدنظر ہو۔ تو اپنی مجبوری اور بے اختیاری کا علم ہوتے ہوئے ہرگز انسان ایسی بیخودی اور بے کار رنج والم یا غم غصّے کا اظہار پسند نہ کرے!!

جبکہ یہ بات معلوم ہے۔ کہ ہم کو رضا و تسلیم کے سوا چارۂ کار نہیں پھر شور واویلا کر کے ناشکروں کی فہرست میں نام لکھوا کر راندۂ درگاہ ہونے کی ضرورت؟ دنیا اور عقبےٰ کا جو نقصان ہوا سو الگ۔

لیکن عام طور پر عورتوں کا نقطۂ نظر اس سے بالکل جداگانہ ہے۔ ان کا خیال ہے کہ مصیبت۔ تکلیف اور اذیت پر جو بہت زیادہ شور کرتی ہیں واقعی وہ اس میں مبتلا ہیں۔ اور مصیبت پر جو حد سے زیادہ آہ و فغاں اور ماتم کناں نظر آتی ہیں حقیقتاً غمزدہ ہیں۔ برخلاف اس کے صابرا ور متحمل عورتوں کو وہ سنگدل قرار دیتی ہیں۔ اور آپس میں چہ میگویاں کرتی ہیں۔ اوئی ان کو تکلیف تھوڑی ہے نخرے کر رہی ہیں کہ چہیتے پیارے لوگ ناز اٹھاتے ہیں مصیبت کا مذاق یوں اڑاتی ہیں" بھلا ان کو غم کا ہیلو ہوگا باوا مرے ہیں اتنی ساری دولت ہاتھ آئی ہے۔ اس بوڑھے کی موت کا ذرا بھی اثر ان کو ہوا ہے۔ وہ تو دکھاوے کے چند ٹسوے بہا لئے۔ ہوگئی فرصت۔

کوئی کہتی ہیں ہائے بوا! تم نے دیکھا تھا اُس روز گلزار بیگم کو ہیں تو سرد پڑ گئی پناہ خدا کی اتنی بڑی مصیبت آئی۔ گویا آسمان ٹوٹ پڑا۔ خدا محفوظ رکھے بیوگی سے بڑھ کر دنیا میں کوئی مصیبت ہے؟ مگر وہ بندی جو سر جھکائے بیٹھی تو بس بیٹھی ہی رہی۔ گھر میں حشر برپا تھا۔ بدنصیب ماں اپنے شیر جوان بیٹے کے بچھڑنے پر ماتم کر رہی تھی۔ جس کو دیکھ کر اپنے تو اپنے غیروں کے کلیجے خون ہو کر بہہ جاتے۔ بھلا ان کے کیونکر نہ آنسو ٹپکتے؟ ذرا دکھلاوے کے دو آنسو بھی نہ گرا دیتیں۔ ابھی چندروز کی بات ہے ہمارے مکان کے پرے کئی دریا پار کے مسلمان آرہے تھے۔ کہ یکا یک ان کا جوان بیٹا جو عرصے سے دق میں مبتلا تھا مر گیا۔ اے ہے بہن کیا بتاؤں ماں بہنوں سے زیادہ بیچاری نوجوان بیوہ ہی

روپیٹ رہی تھی۔ سر کے سارے بالوں کو نوچ ڈالا۔ منھ پر اس قدر دوہتڑ لگائے تھے۔ کہ خون جم کر نیلا پڑ گیا تھا سینہ کوبی کرتے کرتے بیچاری کے منھ سے جب خون نکلنے لگا تب بیہوش ہو کر گر گئی۔ محبت ہو تو ایسی کہ اپنی ہستی کو بھول جائے۔ ہندو عورتیں چتا پر جلا کر ستی کی جاتی ہیں۔ مسلمان پردہ نشین بیویاں بے جلائے آتش غم میں ستی ہو جاتی ہیں۔ اون کی تو حکومت سے روک تھام ہوتی۔ مگر ہم پر بھلا کس کی مجال ہے جو زبان کھولے"۔

اب فرمائیے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے جو صبر کی تلقین فرمائی ہے۔ اس پر عمل کرنا لازم ہے۔ یا سوسائٹی کی ناعاقبت اندیش، نکتہ چینی کرنے والیوں کے دلخراش اعتراضات کے ڈر سے احکام الٰہی کو پس پشت ڈالدیا جائے احکام الٰہی کی مخالفت ہم کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اس میں دنیاوی نجات کی امید ہے مگر اس عیب چین سوسائٹی کے ہدف ملامت سننے کے بعد کہیں بھی منھ دکھانے کے قابل نہیں رہ سکتے۔ لیکن بایں شور و شر آپ ان کو یہی کہتے سنیں گی کہ ہم نے صبر کیا۔

اون کا صدمہ بھی بہت سخت ہوتا ہے۔ مگر خدا کے حکم کے آگے چون وچرا کی مجال کہاں۔ سوائے صبر کے اور کوئی چارہ نہیں۔ صبر کا اجر تو خدا نے رکھا ہے۔ مگر بے صبری کرنے اور حد سے زیادہ غم کھانے سے اس کی بھی امید باقی نہیں رہتی۔ اور جبکہ ہر ذی روح کو فنا ہے۔ سوائے ذات باری تعالےٰ کے اور کسی کو بقا نہیں ہے تو پھر اس کا بے حد ماتم بھی بے کار ہے۔ دنیا میں سب نہ ایک ساتھ پیدا ہوئے ہیں۔ اور نہ اس طرح مر سکتے ہیں۔ قادر مطلق کی مرضی کے آگے سب مجبور ہیں۔ بڑے تعجب کا مقام ہے۔ کہ باوجود اس علم کے اپنی بے بسی۔ اور بے اختیاری کو جان بوجھ کر گویا ہم حکم الٰہی کے خلاف ایجی ٹیشن اور مظاہرے کرتے ہیں۔ پھر صابر ہونے کا ہی دعوےٰ رکھتے ہیں۔

برین عقل و دانش بباید گریست

جمیلہ بیگم کلکتہ

# چند غور طلب مسائل

جدھر دیکھو اخبارات ہوں یا رسالے، جلسے ہوں یا وعظ شور مچ رہا ہے کہ مسلمان مذہب کی طرف سے غفلت برت رہے اور فیشن پرستی اختیار کر رہے ہیں لیکن کوئی ان بزرگوں سے پوچھے کہ خود تمہارا عمل کہاں تک تمہارے قول کے مطابق ہے۔ یو۔پی اور سی۔پی کی تو مجھے کچھ زیادہ خبر نہیں۔ لیکن پنجاب میں تو میں نے چند ایسے واقعات دیکھے ہیں کہ لڑکی اور لڑکے کا شرع کے مطابق نکاح کئے بغیر دلہن رخصت کر دیتے ہیں مگر چونکہ تمام رسم باقاعدہ ادا کی جاتی ہیں اس لئے اس کا نام شادی ہو جاتا ہے عام طور پر رواج یہ ہے کہ گھر کا ایک آدمی آکر لڑکی سے دریافت کر جاتا ہے کہ کیا تمہارا فلاں شخص سے نکاح کر دیا جاوے اب خدا معلوم وہ لڑکی ہاں بھی کہتی ہے یا نہیں باہر اسی آدمی نے کہہ دیا کہ مبارک ہو نکاح ہو گیا۔ کوئی ان لوگوں سے پوچھے کہ رسول خدا حضرت محمد مصطفیٰ نے دعائیں اور کلمے پڑھے یا نہیں یا ان لوگوں کے پاس رسول کریم کے بعد کوئی اور پیغمبر طریقہ مسنون کا ردو بدل کا پیغام لے کر آیا تھا کہ نہ کلمہ پڑھنا نہ لڑکی کی رضامندی حاصل کرنا خود بخود نکاح سمجھ لینا۔

قرآن کریم میں حکم ہے کہ اسراف کرنے والا شیطان کا بھائی ہے اور خود رسول کریم نے اپنی بیٹی خاتون جنت حضرت بی بی فاطمہؓ کو قیمتی زیورات اور زرق برق کپڑے نہیں پہنائے اور اپنی چاہیتی بیوی حضرت عائشہؓ کو سونے کے کنگن پہننے سے روکا تو پھر بزرگ کیوں خود اپنے ہاتھوں سے اپنی بہو بیٹیوں کو وہی آرائشی چیزیں لا کر دیتے ہیں جنہیں رسول کریم نے پسند نہیں فرمایا۔ زرق برق لباس کی بجائے اگر سوتی اور سفید کپڑا پہنا جائے تو ان سے قیمت میں بہت زیادہ بن جائے اور زیادہ عرصہ تک کام آئے اور زیادہ کپڑے ہونے کی وجہ سے صاف ستھرے رہنے کا بھی موقع مل سکے۔ اور جب وہ کپڑے دھلوائے جاویں تو ہر وقت عمدہ حالت میں نکل آئیں۔

قرآن کریم نے مہر کو مردوں کے ذمہ قرضہ بنایا ہے۔ اور یہاں تک حکم دیا ہے کہ اگر مرد عورت کا مہر مقرر کر چکا ہے اور قبل اس کے کہ وہ اس کو گھر لائے۔ طلاق دے دے تب بھی اس پر نصف ادا کرنا واجب ہے۔ اور اگر عورت مرد کے پاس رہے اور پھر اسے مرد طلاق دے یا گھر رکھے تو اس کو عورت کا پورا مہر ادا کرنا ہو گا مگر اب قرآن کریم کا اتنا زبردست اور اٹل فرمان رواج کے پردے پر آکر محض ایک رسم ہو گیا ہے حالانکہ خدا صاف فرما رہا ہے کہ جو میرے احکام سے تجاوز کریں گے ان کو میں سخت سزا دوں گا۔

آج کل یہ رواج ہے کہ مہر مرد کی حیثیت سے بہت زیادہ مقرر کیا جاتا ہے جو محض دکھاوا ہوتا ہے اس سے خاک فائدہ نہیں ہاں لڑکی کے والدین پر سخت گناہ ہے کہ دیدہ دانستہ ایسی حرکت کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ لڑکے پر بھی گناہ ہے جو انکار نہیں کرتا اور ایک ایسی غلط بات کا اقرار کرتا ہے جس کا پورا کرنا اس کے اختیار سے باہر ہے اور بلکہ جس کے پورا کرنے کا اس کا ارادہ بھی نہیں ہے۔ مناسب یہ ہے کہ مہر لڑکی کو فوراً ادا کر دے۔ جیسے شریعت کا حکم ہے اور اگر ادا نہیں کر سکتے تو بخشوا لیا جاوے۔ مہر ہمیشہ بہت تھوڑی رقم کا باندھنا چاہیئے۔ جیسے شریعت میں حکم ہے۔ آج کل ہزاروں بلکہ لاکھوں روپے مہر مقرر کر لیا جاتا ہے لیکن ایک پائی ادا نہیں کی جاتی اور اگر کوئی خدا کا بندہ ایسا نکل آوے جو خلاف شرع حرکتوں سے منع کرے تو جواب دیا جاتا ہے کہ تم برادری میں نیا رواج کرنا چاہتے ہو۔ غور کا مقام ہے کہ قرآن کا حکم خدا کا فیصلہ۔ رسول کی سنت کو برادری میں رواج بتایا جائے۔ اور خدا کے احکام کی نافرمانی کی ہدایت کی جائے۔ خدا مسلمانوں کی حالت پر رحم فرمائے اور ہمیں توفیق دے کہ ان مسائل پر غور کر کے وہ راستہ اختیار کریں جو خدا اور اس کے رسول کا بنایا ہوا ہے۔ گ۔ا۔ذ۔ لاہور

# اے کاش!

قاسم کے انتقال کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ نواب مرحوم نے اپنی تمام مِلک و جائداد میرے نام منتقل کردی ہے۔ اس وقت جن حالات سے مجھے سامنا کرنا پڑا ان میں سے ہر ایک صبر آزما تھا۔ نوجوان نہ سہی مگر پھر بھی میں ایک جوان بیوہ تھی۔ اور اگر صورت کی وجہ سے نہیں تو دولت کی وجہ سے بہت سے مالدار مجھ سے نکاح کے خواہشمند تھے۔ مگر میں اپنی زندگی کے طویل راستے میں دو ایک جھملاتی ہوئی شمع دیکھ رہی تھی۔ اور یہی وہ خیال تھا جس نے مجھے نسوانی جذبات پر فتح حاصل کرنے میں مدد دی۔ باسم میرا دو سال کا اکلوتا بچہ تھا۔ اور اس کے باپ کی موت کے بعد یہ خیال میرے دل کی گہرائی میں اچھی طرح پناہ گزیں ہوگیا تھا کہ یہ تمام دولت اس کی ملکیت ہے جس کو مرحوم شوہر نے میرے نام کردیا۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ قاسم کو مجھ پر کافی اعتماد تھا۔ اور اسی اعتماد کو صحیح ثابت کرنے کے لئے میں نے قصد کرلیا کہ نکاح ثانی سے احتراز کروں۔ شادی سے پہلے اور خود اس زمانے میں جبکہ میں ازدواجی زندگی بسر کررہی تھی تو قاسم کی صحت کو دیکھ کر یہ خیالات اکثر میرے دل و دماغ میں آتے رہتے تھے کہ بیوہ کو نکاح ثانی کرنا چاہئے یا نہیں۔ اور میں اس نتیجہ پر پہونچی تھی کہ بچوں کی موجودگی میں بیوہ کو دوسرے عقد کا اس وقت تک حق نہیں ہے جب تک وہ انکی زندگی کی طرف سے مطمئن نہ ہوجائے۔ بہرحال اب یہی صورت میرے پیش نظر تھی۔ اور شکر ہے میں نے اس کو نبھادیا۔

(۲)

میں نے اپنا کاروبار جاری رکھا۔ اور خود ہی نگرانی کرتی رہی۔ صرف اس امید پر کہ ــــــ ایک دن باسم اپنے مرحوم باپ کی طرح بڑھاپے میں میری زندگی کا سہارا ہوگا۔ اب تک میں جو کچھ کرتی وہ اپنے نام سے، لیکن میں سمجھتی تھی کہ اس سب کا مالک باسم ہے۔ اور ایک ماں اس سے زیادہ چاہ بھی کیا سکتی ہے؟ میں نے ہر طرح کوشش کی اس کو بہتر سے بہتر تعلیم و تربیت مل سکے۔ چنانچہ اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے میں نے بے دریغ روپیہ اٹھایا۔

اٹھارہ سال کے بعد ننھا باسم بیس سال کا نوجوان، خوشرو و ہنس مکھ لڑکا بن گیا۔ میری عمر ڈھل چکی تھی۔ اور جب کبھی میں اس کی پیشانی کو فرط محبت سے بوسہ دیتی تو وہ نگاہ نیچی کرلیتا اور مجھے بے اختیار ہنسی آجاتی۔ میں نے اب تمام کاروبار اور ملکیت اسی کے نام کردی ــــــ کیونکہ اب مجھے کس چیز کی ضرورت تھی، یہ سب تو اسی کے لئے کیا گیا تھا ــــــ اور وہ بڑی محنت اور جانفشانی سے کام کرنے لگا۔

میں آزاد خیال تھی اور میرا خیال تھا کہ بچوں کو شادی کرنے میں کامل نہیں تو تھوڑی بہت آزادی ضرور ہونی چاہئے۔ باسم کی آرزو تھی کہ صاعقہ سے شادی کرے۔ مجھے اس میں اعتراض کی کیا ضرورت تھی۔ میں نے اس کی رائے سے اتفاق کرلیا ــــــ بیٹے کے علاوہ میں اب ایک بہو کی ساس بھی تھی۔

(۳)

صاعقہ کے گھر میں آنے کے بعد میری کتاب زندگی کا تیسرا باب شروع ہوا۔ اور میں سمجھتی ہوں کہ یہ نہایت ناکام رہا، نہ صرف

یہی بلکہ میرا تو خیال ہے کہ داستانِ حیات کا یہ ایک خونچکاں ورق ہے۔ جس کا ہر ہر لفظ آنسوؤں کی ایک ایک خونیں بوند سے بنا ہے۔
سن تو میں بھی چکی تھی کہ ساس بہو کی داستانیں بڑی پیچیدا اور عجیب و غریب ہوتی ہیں لیکن اب تک میں ان کو "دلچسپ کہانیاں" اور "پر لطف افسانے" سمجھتی تھی۔ بہر حال صاعقہ کے برق پاش عمل نے جو میرے خرمن ہستی کو جھلسنے کی کوشش کی وہ مقتضی ہے کہ میں حیات کے اس دور کو قرطاس ابیض پر اپنی بہنوں کے سامنے پیش کر دوں کہ ——— یہ لرزہ خیز داستان اور عبرت ناک آپ بیتی ہے! شادی کے اولین دور کا تو کوئی ذکر ہی نہیں۔ وہ قریب قریب سب کا یکساں ہوتا ہے۔ ذکر تو اس وقت کا ہے جب کہ دو ہستیاں میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی شروع کریں۔ باوجود اس کے کہ میں نے باسم کو بالکل آزادی دے رکھی تھی مگر پھر بھی وہ جو کچھ صاعقہ کے لئے لاتا وہ احتراماً اور ازراہ محبت مجھ کو پہلے دکھاتا۔ اور میرے ہی ہاتھ سے بہو کو دلواتا۔ لیکن تھوڑے عرصہ بعد ایک روز کسی طرح میں نے اسی کے متعلق گفتگو سنی
میں نے اس پر کوئی توجہ نہیں کی۔ کیونکہ مجھے اس کا یقین ہی نہیں آتا تھا۔ مگر اس کے بعد مجھے یہ دیکھ کر بڑا رنج ہوا کہ اب واقعی میرے علم میں لائے بغیر باسم بہت سی چیزیں اپنی دلہن کے لئے لاتا تھا۔ تھوڑے عرصہ بعد میں اس کو بھول گئی کہ یہ باتیں ازدواجی زندگی کا تقاضہ ہیں
گو یہ ایک معمولی بات تھی مگر بعد میں تمام فساد و فتنے کی جڑ یہی نکلی۔ یہ واقعہ ہے کہ میں آج تک نہیں سمجھی کہ بہو اپنی ساس کو دشمن کیوں متصور کرتی ہے۔ اور کیسے ایک کے دل میں دوسرے کے خلاف بغض للّٰہی پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد ذرا ذرا سی بات پر نئی نکالی جاتی اور معمولی سے معمولی واقعہ پر جھگڑا ہوتا ہے میں بار ہا اس خیال سے کہ دلہن ابھی ناسمجھ اور ناتجربہ کار ہیں، کسی معاملہ میں پڑنے سے بھی بچتی مگر پھر بھی ہر خرابی کی ذمہ دار اور ہر برائی کی موردالزام میں ہی ٹھیرائی جاتی۔ نوبت یہاں تک پہونچی کہ ہمارے معرکے اکثر ہونے لگے جن سے اکتا کر باسم کہہ اٹھا "خدا جانے یہ روز روز کے جھگڑے مجھے زندہ بھی چھوڑیں گے یا نہیں" میں جب کبھی یہ سنتی تو کلیجہ تھام کر رہ جاتی کیونکہ میں اپنے لال کے متعلق ایسے ارمان شکن الفاظ نہ سن سکتی تھی۔

ایک دفعہ جب کہ دسمبر کی سردیاں تھیں، باسم میرے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ اور ماتھے پر ہاتھ رکھ کر بولا "اماں آج تو میرے سر میں درد ہے" میں بے چین سی ہو گئی اور اس کا سر اپنے ضعیف گھٹنے پر رکھ کر اس کو لٹا دیا۔ اس وقت میری آنکھوں کے سامنے اس کے بچپن کا زمانہ پھر گیا۔ میں اس کا سر سہلانے لگی۔ اور میرے دل میں مرحوم شوہر کا خیال آ گیا۔ اتنی دیر میں صاعقہ گرم کپڑوں میں لپٹی لپٹائی اندر داخل ہوئی اور گرج کر بولی "میں نے کہا تھا کہ آج سنیما دیکھنا چاہتی ہوں۔ مگر آپ یہاں آرام سے لیٹے ہوئے ہیں۔ اگر آپ کی نظر میں میری بات کی وقعت نہیں تو ——— "، میرا بچہ، جس پر غنودگی سی طاری ہونے لگی تھی، آنکھیں ملتا ہوا کہنے لگا "تمہیں معلوم بھی ہے۔ میرے سر میں ———"

صاعقہ بغیر بات سنے، تیزی سے بولی "ہر وقت سر کو لے بیٹھتے ہو، نہ جانا ہو تو ویسے ہی کہہ دو۔ ۔ ۔ ۔ میں جانتی ہوں کہ میرے خلاف باتیں ہو رہی ہوں گی"

یہ سنتے ہی میں وہاں سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ اس کے بعد کیا ہوا۔ مجھے علم نہیں۔ البتہ باسم مجھ سے سنیما جانے کی اجازت لینے آیا تھا۔

اس روز سردی غیر معمولی طور پر زیادہ تھی اور دانت سے دانت بج رہے تھے۔ جس وقت باسم میرے پاس آیا تو میں نے اندازہ کر لیا کہ وہ اس وقت مجبور ہو کر جا رہا ہے۔ اور اسی وجہ سے وہ نہایت لاپروائی سے معمولی کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ میں نے دل میں سوچا کاش میں اس کو ایک گرم چائے کی پیالی پلا دیتی۔ مگر اس خیال سے رک گئی کہ کہیں بہو یوں نہ کہے کہ یہ تو خواہ مخواہ دیر

لگاتی ہیں۔ اس وقت میں نے عورت کی زندگی کی مختلف صورتوں پر غور کیا کہ میرے دل میں سردی کا یہ عالم دیکھ کر اس کو جا رہیلا نے کا جذبہ اور سر کے درد کے متعلق سنکر تکلیف اس لئے ہوئی کہ میں ماں تھی۔ اور صاعقہ بغیر پروا کئے سنیما جانے پر اس لئے مصر ہوئی کہ وہ صرف بیوی "تھی۔

---

نصف رات کو وہ دونو واپس ہوئے۔ باسم کو بخار تھا۔ اور صبح کو ڈاکٹر کی رائے تھی کہ بائیں پھیپھڑے پر سردی کا اثر معلوم ہوتا ہے۔ چند دنوں بعد میرا کڑیل جوان، بیس سال کا شیر۔ میری ان بوڑھی آنکھوں کے سامنے ختم ہوگیا۔ مجھ پر ایک دیوانگی سی طاری ہوگئی اور اس خیال سے کہ شاید ذرا سکون میسر آجائے میں کچھ روز کے لئے دوسرے شہر میں چلی گئی۔

(۴)

میں گھر سے بالکل بے سروسامانی کی حالت میں چلی تھی اس لئے ایک سال میں جو کچھ میرے پاس تھا وہ خرچ ہوگیا۔ چنانچہ میں وطن واپس لوٹی۔ یہاں آکر مجھ پر جو کیفیت گزری وہ ناقابل بیان ہے۔ صاعقہ نے تمام جائداد اور ملکیت باسم کی بیوہ ہونے کی حیثیت سے اپنے نام کرالی تھی۔ اور نہ صرف یہی بلکہ دوسرے جواہرات وغیرہ چیزیں بھی جن کی قیمت نصف لاکھ کے قریب ہوگی۔ اپنے قبضہ میں کر لی تھیں میں جب اپنے محل نما عالیشان مکان میں داخل ہونے لگی تو مجھے روک دیا گیا کہ اب میں اس کی مالک نہ تھی اسوقت میری حالت اور بھی غیر ہوگئی۔ اور میں حسرت وحیرت سے در و دیوار کو تکنے لگی۔ بڑھاپے کے ساتھ ساتھ اس صدمۂ جانکاہ نے مجھے وقت سے پہلے مردہ کر دیا تھا۔ ان مصیبتوں کو دیکھکر میں سمجھنے لگی کہ میرا آخری وقت آن پہونچا ہے۔

میں اب خیالات کی کشمکش میں اور الجھن میں تھی۔ کیونکہ اب نہ میرے قیام کا ٹھکانا تھا اور نہ طعام کا انتظام۔ میرے سامنے صرف دو رائیں تھیں، ایک یہ کہ اپنی بہو کے پاس چلی جاؤں اور دوسرے یہ کہ "خیرات" گھر میں داخل ہو جاؤں۔ جو مفلس اور اپاہج لوگوں کے لئے وقف تھا۔ اور جس کی تعمیر میں نصف روپیہ میرا دیا ہوا تھا۔ صاعقہ کا خیال آکر میرے دل پر ایک گھونسہ سا لگا۔ کہ اس نے اپنے شوہر اور میرے بیٹے کی موت کا ایک سال بھی ماتم نہ کیا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں ایک بیرسٹر سے شادی کر لی۔ اس کے علاوہ میں اس کے پاس دست نگر بن کر رہنا بھی نہ چاہتی تھی۔ نہ جانے کس وقت طعن وتشنیع سے میرے کلیجے کو چھلنی کر دے۔ اور خدا جانے وہ مجھے اپنے پاس رکھے بھی یا نہیں۔ ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ مجھے دھتکار کر اپنے نوکروں سے مکان کے باہر نکلوا دے۔

نصف رات تک میں ایک درخت کے نیچے بیٹھی رہی۔ اور اب میرے کمزور اعضا باہر کے خراب موسم کو برداشت نہ کر سکے اس لئے میں آہستہ آہستہ خیرات گھر کی طرف روانہ ہوئی۔

"خیرات گھر" کی تعمیر کے وقت میں سہاگن اور جوان تھی۔ اب اس عرصہ میں وہاں کے نگراں بھی بدل چکے تھے اس لئے کوئی مجھے پہچانتا بھی نہ تھا۔ اور نہ میں یہ چاہتی تھی۔ بعد منت وسماجت مجھے وہاں داخل کر لیا گیا۔

چنوں کی ایک مٹھی سے پیٹ بھرنے اور ایک جھلنگے پر سو جانے کے لئے جس وقت کہا گیا تو میرے دل کی بھڑک اٹھنے والی بھٹی سے آہوں کے بادل نکلنے شروع ہو گئے۔ کہ ایک بیگم آج لاوارثوں کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے۔

---

صبح جب میری آنکھ کھلی تو میں یہ دیکھ کر ششدر رہ گئی کہ وہاں کے لوگ خلاف معمول میری عزت کر رہے ہیں۔ اتفاقاً میرے

ہاتھ صبح کا اخبار لگ گیا اور نہ جانے کیسے میری نظریں اس خبر پر جمی کی جمی رہ گئیں جس کا عنوان یہ تھا۔

"مخیر نواب قاسم کی بوڑھی بیوی خیرات گھر میں"

میرے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی کہ یا ربو۔ میرے چھپانے کے یہ راز کیسے آشکار ہوگیا۔ میرے دریافت کرنے پر ایک خادمہ نے بتایا کہ حسب معمول جب کہ وہ رات کو بچارے" لوگوں کو سوتا دیکھنے کے لئے آئی تو اس نے مجھے کراہتے اور کچھ بڑبڑاتے سنا۔ شاید میں خواب اور عالم بے ہوشی میں قسمت کا شکوہ کر رہی ہونگی۔ اس نے غور سے میری باتوں سے میرے حالات جمع کر کے اپنے نگراں کو دے دئے جس نے اسی وقت صبح کو نکلنے والے اخبار میں بغرض اشاعت ارسال کر دئے۔

ابھی میں اسی شش و پنج میں تھی کہ ایک اور سنگین واقعہ پیش آیا۔ کیا دیکھتی ہوں کہ صاعقہ تیور پر بل ڈالے بھاری قدموں سے چلی آرہی ہے۔ وہ میرے مقابل ڈٹ گئی اور کرخت آواز میں بولی "کیوں بی بڑی بی: اب تم نے یہاں تک رسوائی کرادی تمہیں اپنے شوہر اور بیٹے کو جن کا تمہیں عاشق زار ہونے کا دعوے تھا اس طرح بدنام کرتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ نوج ایسی عورتیں پیدا ہوں۔

وہ نہ معلوم اور کیا کیا بکتی رہی۔ لیکن شدت غم سے میرے کان کچھ اور نہ سُن سکے۔ اس قدر بے باکی اور گستاخی کی مجھے کاہے کو توقع ہوسکتی تھی۔ اس واقعہ کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ خیرات گھر سے مجھے ایک اور تنگ و تاریک مکان کیا کوٹھری میں منتقل کر دیا گیا۔ میں اپنی حالت پر خود ہی آنسو بہاتی۔ مگر مجبور تھی۔ یہ کوٹھری ایک غریب شخص کی ملکیت تھی جو اپنی بوڑھی بیوی اور بیٹی کے ساتھ عسرت سے زندگی بسر کر رہا تھا۔ دونو میاں بیوی صاعقہ سے تو کم مگر بدمزاج ضرور تھے۔ لیکن ان کی لڑکی جس کا نام فیروزہ تھا، نہایت نیک دل۔ اور شریف الطبع تھی۔ فیروزہ میرے پاس کبھی کبھی از راہ ہمدردی رات کے وقت آبیٹھتی اور اسکی باتوں سے میرا دل بہل جاتا۔ اُسی نے مجھکو بتایا کہ صاعقہ کو اس کے شوہر نے مجبور کیا کہ وہ مجھکو خیرات گھر سے کہیں اور اچھی جگہ منتقل کر دے۔ کیونکہ اس میں ان کی بدنامی تھی۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ کوٹھری تو خیرات گھر سے بجائے بہتر ہونے کے بدتر تھی۔ صاعقہ نے انتظام کیا تھا کہ ان لوگوں کو میرے قیام اور طعام کے لئے کچھ روپے ماہوار مقرر کر دئے تھے۔ ان دونوں میاں بیوی نے اس ہی آمدنی کو غنیمت سمجھا کیونکہ ان کی بسر اوقات فیروزہ کی ملازمت پر تھی۔ جو مدرسہ میں بچیوں کو پڑھایا کرتی تھی۔ فیروزہ بے چاری صبح سے شام تک مدرسہ میں رہتی اور رات کو نقصان پہونچانے والی روشنی میں گھر کے کام کاج اور سینے پرونے میں لگی رہتی۔ جب اس سے تھوڑی سی فرصت ملتی تو میرے پاس بھی آجاتی۔

نصف سال تک یہی حالت رہی۔ لیکن دفعتاً پھر ایک مصیبت نازل ہوگئی۔ صاعقہ نے ایک ماہ سے خرچ نہیں بھیجا تھا۔ اور اس کو وہ دونوں میاں بیوی بری طرح محسوس کر رہے تھے۔ رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہونچی کہ وہ دونو مجھ کو جھڑکنے اور برا بھلا کہنے لگے۔ انتظار کرتے کرتے وہ جب تھک گئے تو ایک دن کہنے لگے کہ اگر پرسوں تک خرچ نہیں آیا تو ہم کو اسے نکالنا پڑے گا ——— میرا کلیجہ دھک سا رہ گیا۔

دو روز گزر گئے اور ان کا طرز عمل بد سے بدتر ہوگیا۔ اور تیسرے دن انھوں نے مجھے دونو وقت کھانا بھی نہیں دیا عمر کا تقاضہ تھا اس لئے دن بھر کے فاقے کی وجہ سے میں بہت کمزور ہوگئی تھی۔ اور ادھر اس خوف سے کہ کوئی گھڑی میں مجھے سڑکوں پر بھیک مانگنی پڑے گی۔ میں اور بھی نڈھال ہوگئی۔

رات کو مدھم روشنی بھیگی ہوئی سڑکوں پر پڑنے لگی۔ اور درختوں کے کانپتے ہوئے سائے برسات کی مضر ہوا سے لرزنے

گئے۔ بارش کافی شدت سے ہو رہی تھی۔ اور میں اپنے پھٹے پرانے اور پیوند لگے ہوئے کپڑوں سے اپنے جسم کو چاروں طرف سے لپیٹے ہوئے تھی کہ دو نو میاں بیوی گرجتے ہوئے میرے پاس پہونچے۔

میاں بولا "ہم خود ہی غریب ہیں اور تم نے ہم پر اور بار ڈال رکھا ہے۔ اگر تمہارے پاس خرچ اٹھانے کے لئے روپیہ نہ تھا تو تم آئی ہی کیوں؟

اور بیوی تیوری چڑھا کر بولی "اگر تمہارے حماتی اتنی بھی استطاعت نہیں رکھتے تو تم کو یہی گھر رہ گیا تھا —— ؟ ہم بھی مجبور ہیں تم کو اب یہاں سے چلا جانا چاہئے" میں نے اپنے ہاتھ پر اپنا آنسو گرتا ہوا محسوس کیا۔ اور میں بڑی لجاجت سے بولی "مجھے تو خود علم نہیں کہ یہاں کیسے پہونچی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ خدا کے واسطے مجھے صبح تک یہاں رہنے دو اس دھونتال پانی کے رکتے ہی چلی جاؤں گی"

"نہیں نہیں" وہ دو نو بات کاٹ کر بولے۔ ۔ "تمہیں اسی وقت جانا ہوگا۔ ۔ ۔" وہ اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ فیروزہ اندر داخل ہوئی۔

اس کی آنکھیں پر نم تھیں۔ وہ میرے پاس لگ کر کھڑی ہو گئی۔ اور اپنی ماں سے کہنے لگی "نہیں اماں، تم ان کو نہ بھیجو۔ تم اتنا ہی سمجھ لو کہ میری کمائی میں یہ بھی حقدار ہیں"!

باپ آگے بڑھ کر بولا "تم اپنی کمائی سے کس کس کا پیٹ بھرو گی" کیا —— ؟

فیروزہ اپنے باپ کے قدموں پر گر پڑی۔ اور روتی ہوئی بولی۔ ۔ ۔ ۔ "ابا! میں ان کو ہرگز نہ جانے دوں گی —— اگر آپ ایسے ہی مصر ہیں تو میں خود کل ان کی بہو کے پاس جا کر وہاں معلوم کروں گی کہ روپیہ کیوں نہیں بھیجا گیا"!

باپ سمجھدار تھا، اپنی بیوی کو اشارہ کر کے واپس چلا گیا۔ اور میں کسی اندرونی جذبے سے متاثر ہو کر فیروزہ سے لپٹ گئی۔ اس وقت میرے دل میں ایک آگ سی لگی ہوئی تھی کہ کاش! فیروزہ میری بیٹی ہوتی!!

(۵)

دوسرے روز شام کو سب سے بڑے ہوٹل میں میرے لئے دو کمرے لے دئے گئے اور دو مامائیں خدمت کے لئے مقرر کر دی گئیں۔ میں اس تغیر پر متعجب اور حیرت زدہ تھی۔ میرے اصرار پر فیروزہ نے یوں کہنا شروع کیا۔

میں آج کی مدرسے سے رخصت لے کر صاعقہ کے مکان پر پہونچی۔ وہاں بڑے پیمانے پر دعوت ہو رہی تھی۔ اور تمام مہمانوں کے درمیان صاعقہ اور اس کا دوسرا شوہر ہنس ہنس کر باتیں کر رہے تھے۔ میں اس کروفر کو دیکھ کر مرعوب ہو گئی۔ لیکن دفعتاً مجھے محسوس ہوا۔ کہ میں ایک نہایت اہم کام کے لئے آئی ہوں۔ میں صاعقہ کو مخاطب کر کے، اس کی کمزوری پر روشنی ڈالنے لگی۔ اور وہ مجھے دیکھ کر چیں بہ جبیں ہو گئی۔ اس نے فوراً اپنے ملازم کو لتاڑا۔ کہ ایسی عورتوں کو اندر آنے کی اجازت کیوں دی۔ لیکن بغیر اس کی پرواکئے میرے منہ میں جو کچھ آیا اس کو کہہ ڈالا۔ کہ بہوؤں کے یہ وطیرے نہیں ہوتے۔ یہ سنکر تو اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اور اس نے مجھے گھر سے نکل جانے کا حکم دیا۔ لیکن اس وقت اس کا شوہر اٹھا اور مجھے ایک طرف لے جا کر تمام حالات معلوم کرنے لگا۔ وہ نہایت نیک آدمی ہے، تمہاری کیفیت سنکر وہ بہت متاثر ہوا۔ اور صاعقہ کو ڈانٹنے لگا۔ اس کے بعد اس کا ایک دوست جس کا نام شاید المالہے اور جو یہاں سب جج ہے۔ اس کے پاس آ گیا۔ اور وہ اس سے مشورہ کر کے بولا "ہمیں بوڑھی ماں کا احترام کرتے ہوئے کم از کم اس کی اپنی ملکیت واپس کر دینی چاہئے۔ صاعقہ اس پر راضی نہ ہوتی تھی۔ مگر اس کا شوہر اس پر خفا ہونے لگا

کہ خدا کو کیا منہ دکھاؤں گی۔ اس طرح وہ بے چارہ جلدی سے یہاں ہوٹل میں آیا اور تمام انتظام کیا۔ ۔ ۔ ۔"

فیروزہ اپنے واقعات کہتی جاتی تھی اور میری کیفیتیں کروٹیں بدلتی رہتی تھیں۔ تیسرے روز نصف لاکھ روپیہ میرے قبضے میں تھا اور ایک دفعہ پھر میں نے آرام و بے فکری کے سورج کی کرنیں دیکھیں صاعقہ اور اس کا شوہر بھی میرے پاس آئے۔ بیرسٹر کو دیکھ کر میرا دل بھر آیا۔ بڑا ہی شریف اور خدا ترس آدمی ہے، مجھے اس میں اپنے مرحوم باسم کی جھلک نظر آ رہی تھی۔ وہ روتا ہوا بولا "اماں! خدا کے واسطے ان کو معاف کر دیجئے"! میں نے صاعقہ کو معاف کر دیا۔

---

سب سے نج المااکثر میرے پاس آتا تھا۔ آمد واقعہ یہ ہے کہ وہ فیروزہ کی جسارت اور جرأت سے اس روز مسحور ہو چکا تھا۔ کسی نہ کسی طرح مجھے معلوم ہو ہی گیا کہ وہ اس سے شادی کا آرزومند ہے۔

مجھے اپنی زندگی اب ختم ہوتی معلوم ہوتی ہے اس لئے میں نے اپنی تمام ملکیت فیروزہ کے نام کر دی ہے۔ اس کو اب اسکول جانے کی ضرورت نہیں۔ اور اس کے والدین اب ایک اچھے مکان میں رہنے لگے ہیں۔

فیروزہ کو بیٹی بنا کر میں نے الما سے اس کی شادی کر دی۔ اور وہ دونواب خوش و خرم ہیں۔

ہاں! میری کتاب زندگی کے آخری باب کو مطالعہ کرنے والا، آخری ورق کی پیشانی پر یہ الفاظ خون سے رنگے ہوئے پائیگا کہ جس وقت فیروزہ لباس عروسی پہن کر مجھے سلام کرنے آئی ہے اور میں بطور یادگار اس کو نیلم کی انگوٹھی پہنا رہی تھی تو میرے دل کی یہ صدا اس کے سر پر دعاؤں کے پھول بن کر برس رہی تھی کہ

اے کاش! میری بہو ایسی ہوتی!!

**صادق الخیری**

**شلوار کے پائنچے کی بیل** - ڈنڈی گاڑھے سبز سے بنائیں۔ پتیاں ہر ڈی۔ ام سی۔ سے بنائیں۔ پھولوں کا حلقہ پلو پنکھڑیاں پیازی۔ ہلال درمیان کی دو پتی گلابی دانہ زرد کا دیا جائے گا۔

یہ بیل مکمل ہونے کے بعد بہت ہی دیدہ زیب ہوگی۔

**نشاط افزا صاحبہ کلکتہ**
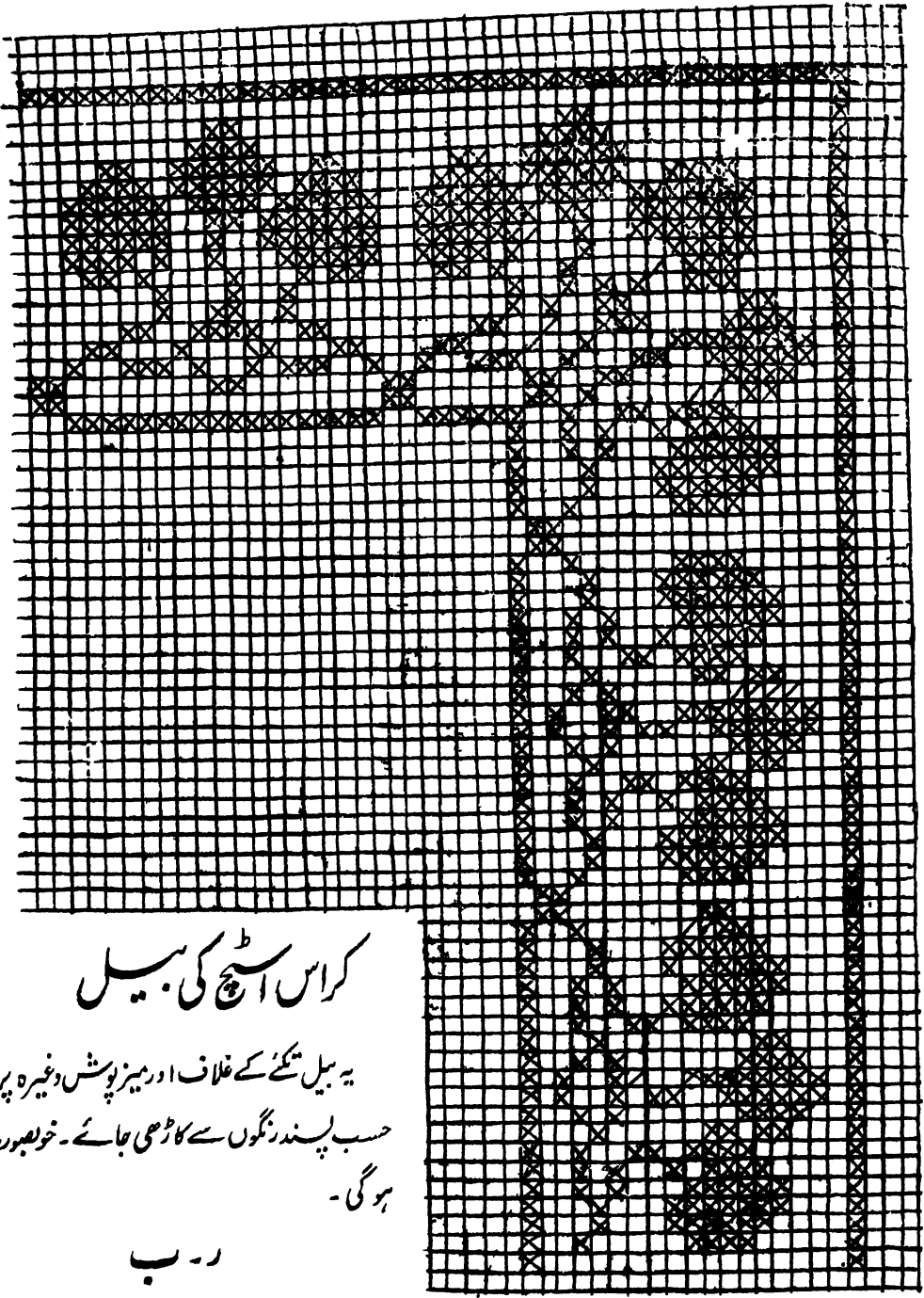
## کراس اسٹچ کی بیل

یہ بیل تکئے کے غلاف اور میز پوش وغیرہ پر حسب پسند رنگوں سے کاڑھی جائے۔ خوبصورت ہو گی۔

ر۔ ب

جوہر نسواں دہلی کا خاص نمبر ادنی کام سلائیوں سے مارچ میں شائع ہو جائے گا۔

# سلمہ ستارے کا کام

گلدان باریک سنہری
کی پھول روپہلی سلمہ سے
سنہری سلمہ کی بنائیے
پیلے رنگ کے تاگے سے
ہوئے پھول بنائیے بیچ میں
کے اطراف سخت سلمہ سے
سے بنائیں۔
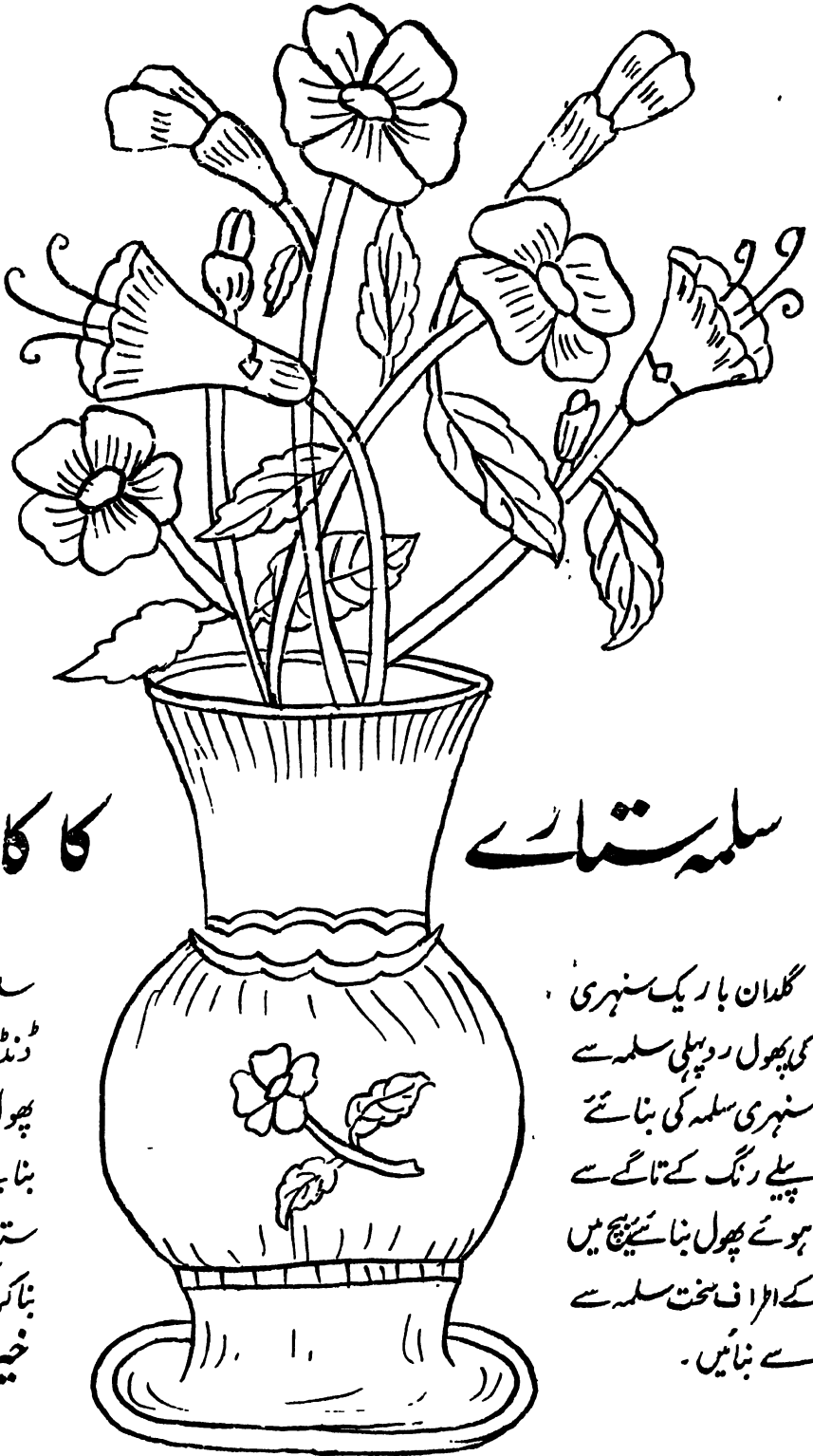
سلمہ سے بنائیں گلدان
ڈنڈیاں سخت قسم کے
پھول اور کلیوں کو پہلے
بنا لیجئے پھر اوپر سے ابھرے
ستارے لگائیں۔ پتوں
بنا کر رگیں گجائی کے سلمہ

**خیر النساء بیگم**

## مستقل عنوان

# خانہ داری

### جس میں سنگھار و آرائش بھی شامل ہے

**بڑی عمر میں کمسنی۔** عورت پر اصلی رعنائی تیس برس کی عمر میں آتی ہے اور پینتیسویں سال میں عمر رسیدگی کے آثار نمودار ہو جاتے ہیں۔ چہرے پر لکیریں شکنیں پیدا ہو جاتی ہیں خوبصورت عورت جب آئینہ دیکھتی ہے اس کا دل بیٹھ جاتا ہے اور یہ غم اُسے جلدی بڑھاپے کا شکار کر دیتا ہے۔

پیرس میں ایک ماہر حسن و آرائش حسینہ اپنی ۵۴ سال کی عمر میں تیس سال سے زیادہ نہیں معلوم ہوتی اس کے چہرہ پر کسی لکیر یا جھری کا نشان نہ تھا اور وہ جراحی کے ذریعہ خوبصورت بننے کے اصول کو پسند نہ کرتی تھی اُس کے حسن اور کمسنی کے قیام کے طریقے یہ معلوم ہوئے:۔

ہر رات سونے سے پہلے چہرہ اور گردن کسی صاف کرنے والی کریم سے خوب صاف کر دو۔ پھر پانچ منٹ تک خوب گرم پانی سے چہرہ دھو ڈالو جس کے بعد جہاں تک ممکن ہو سکے برف جیسے سرد پانی کے چھپکے دو۔ اس کے بعد بادام روغن اور روغن زیتون مساوی مقدار میں ملا کے اور خوب ہلا کے آہستہ آہستہ چہرہ اور گردن کے رگ پٹھوں پر ملو۔ یہ مرکب یا تو پوروں سے لگاؤ یا بہتر ہے کہ ملائم روئی (کاٹن وول) کے ایک چھوٹے پھوئے سے لگاؤ لیکن یہ ضروری ہے کہ یہ بعد میں جلد میں بالکل جذب کر دیا جائے۔ جو عورت اس طریقے پر مذہبی عقیدہ کی طرح پابندی کرے گی اُسے آئینہ کے سامنے کھڑی ہو کر گھنٹوں سوچ بچار میں ضائع کرنا نہ پڑینگے۔

خوبصورت ہاتھ بھی حسن کی جان ہیں۔ ہاتھ عمر کے ساتھ ساتھ اپنی دلکشی کھو دیتے ہیں لیکن ذرا سی توجہ سے وہ سفید اور دلکش بنائے جا سکتے ہیں۔ ہاتھوں کی طرف سے ذرا سی غفلت لٹکی ہوئی یا جھری دار گردن کی طرح عمر رسیدگی کا آئینہ ثابت ہو جاتی ہے۔ ہاتھوں کی خوبصورتی عورت کے سنگھار میں داخل ہونا چاہیئے۔ تیس برس کی عمر کے بعد عورتوں کو ہاتھوں کا خاص خیال رکھنا چاہیئے اور آج کل سردیوں میں تو ہاتھوں کی نگرانی کی خاص ضرورت ہے۔

گھر پر ایک سادہ دوا بناؤ۔ گلیسرین روغن زیتون اور یوڈی کولون تینوں مساوی مقدار میں ملا کے خوب ہلائیں۔ ہاتھوں کو سفید کرنے کے بعد تھوڑا تھوڑا ہاتھوں اور انگلیوں میں علیحدہ علیحدہ دل سے ملیں یہ دیکھ کے حیران رہ جاؤ گی کہ بدنما سُرخی کھُردرا پن اور شکنیں کتنی جلد دُور ہو گئیں۔

آج کل مصنوعی طریقوں سے بال سُکھانے کا رواج بڑھتا جاتا ہے۔ بالوں کا رنگ مدھم پڑ جائے تو کافور کی ایک مکعب ٹکیہ

باریک کرکے تین چھٹانک معمولی دیسی رم شراب (Country rum) میں ملا کے بالوں میں لگائیں۔ رنگ درست کرنے کے علاوہ یہ بفہ یعنی گنج کے سے چھلکوں کو بھی دور کرنے والی چیز ہے۔ یہ بتا دینا ضروری ہے کہ چونکہ کافور فوراً حل نہیں ہو سکتا اس لئے بوتل میں پسا ہوا کافور ڈال کے اوپر سے رم ڈالیں اور خوب ملا کے دو دن تک رہنے دیں۔ اس عرصہ میں گھل جائیگا اور کام میں آنے کے قابل ہو جائیگا۔ لگانے کا طریقہ یہ ہے کہ روزانہ پانچ منٹ تک اس کی چندیا پر نرمی سے مالش کریں۔ ایک مہینہ ہی میں بالوں کی چمک دمک اور اصلی رنگت واپس آ جائیگی۔

**پاؤں کی خوبصورتی**۔ پاؤں کو غسل کے برش یا جھنویں سے رگڑو تاکہ سخت کھال اُتر جائے۔ پھر خشک کرکے اس پر زیتون کا تیل یا کولڈ کریم اوپر سے نیچے کی طرف دس منٹ ملو حتّٰے کہ تیل جذب ہو جائے اس سے سخت کھال پیدا نہ ہونے پائیگی اور پاؤں ملائم بھی رہیگا۔ اور پاؤں کی موڑ توڑ میں تکلیف بھی نہ ہوگی۔ تیل جذب کرنے کے بعد لیموں کی ایک قاش رگڑو۔ اس سے پاؤں سفید اور نرم رہےگا۔ اور اٹن یا گٹے نہ پڑنے پائیں گے۔ ان کے دور کرنے کیلئے آیوڈین لگانا مفید ہے۔ نرم اٹن پر سوڈا بائیکارب چھڑکو اور اسپر ملائم کاغذ چار تہیں کرکے رکھدو۔ نرم یا سخت اٹن کو جانور کی اُون رکھ کے دباؤ سے بچانا نہایت ضروری ہے۔ یہ Animal wool انگریزی دوا سازوں سے مل سکتی ہے۔

پاؤں کے چھالے پیرو کی چھال Peruvian bark بالکل باریک کرکے چھڑکنے سے اتنی جلدی دور ہو جاتے ہیں گویا کوئی منتر پڑھ دیا گیا۔ پاؤں کو پسینہ آتا ہو تو ہر روز نہانے کے بعد یہ سفوف چھڑک لیا جائے۔ بورک ایسڈ ۲ اونس ابرق (Talc) ۴ اونس سیلی سلک ایسڈ Salicylic acid ۲ ڈرام۔ یوکلپٹس آئل نصف ڈرام۔ خوب ہلا کے ہوا نہ جانے والی شیشی یا ڈبیہ میں بند کرلو۔

پاؤں میں ناخن کی نوک گھس کے بڑی تکلیف دیا کرتی ہے۔ ناخن گولوں کی بجائے سیدھا کاٹو۔ اگر ناخن کا کونا گوشت میں گھسنے لگا ہے تو ملائمت سے اُسے اُٹھا کے ملائی روئی کا ذرہ برابر پھویا پروکسائڈ میں ڈبو کے اُسکے نیچے رکھدو اور صبح و شام بدلتے رہو۔

پاؤں یا ٹخنہ سوج جائیں جو عموماً خراب جوتوں یا زیادہ چلنے پھرنے سے ہو جایا کرتا ہے تو گرم پانی میں اپسم نمک Epsum salt کی ایک مٹھی ڈال کے دس منٹ تک پاؤں دھوئیں۔ اگر وہ زیادہ سوجے ہوئے ہوں تو آیوڈین جیلی Iodine jelly کی بھی مالش کرنی چاہیئے۔ اس کے بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ سبز صابن (گرین سوپ) دو اونس پگھلا کے بے رنگ آیوڈین اور یوڈی کولون ایک ایک اونس میں ملالو۔

**نوجوانی کے گر** (۱) پریشانی اور اُلجھن سے بھاگو۔ طبیعت پُرسکون رکھنے کی عادت ڈالو۔ جس بات پر قابو نہ ہو اُسپر جھنجھلانے اور دل میں کُرید رکھنے سے بچتی رہو۔ (۲) دن میں پانچ گلاس روزانہ پانی کے پی کے خون کو صاف رکھو۔ اور کھڑکی کے سامنے صبح و شام کھڑی ہو کے پانچ منٹ تک گہرے گہرے سانس لے کے ہوا خوری کرو۔ (۳) روزانہ باقاعدہ ورزش کرو۔ گھر کے کام دھندے سے نہ گھبراؤ یہ کافی ورزش ہے۔ جو امیر اور نوکر والے ہیں اُنہیں چار میل روزانہ پیدل سیر کرنی چاہیئے۔ (۴) نیم گرم پانی سے نہاتے ہوئے

بدن کو اسقدر ملا دلا جائے کہ رواں رواں تمتما اُٹھے (۵) خوراک زود ہضم اور کم کھاؤ۔ میوے سبزیاں خوب کھاؤ۔ ہفتہ میں ایک دن صرف میوے اور پانی پر گذر کرو۔ (۶) روزانہ تھوڑی دیر کے لئے اعضائے جسمانی کو ڈھیلا چھوڑ کے اسقدر آرام کرو کہ دماغ میں کسیطرح کا کوئی خیال نہ رہے (۷) جلد نہایت صاف رکھو اور اسپر کوئی تیل یا کریم ملتی رہو۔ سر میں روزانہ تیل خوب مل کے کنگھی یا برش کرو۔ آنکھوں کو خوب دھو۔

**بینائی درست رکھنے کے طریقے**۔ پلک جھپکانے میں آنکھوں کو آرام محسوس ہوتا ہے جن کی نظروں میں نقص ہوتا ہے وہ کم جھپکاتے ہیں۔ جلد جلد پلک جھپکانے کی عادت ڈالو۔ کتاب پڑھتے وقت ہر سطر پر شروع و آخر میں جھپکاؤ۔ لکھتے وقت لفظوں پر نظریں نہ گاڑو۔ قلم کو دیکھتے رہو۔ بولتی تصویریں دیکھتے وقت نظریں ان پر نہ جاؤ۔ بلکہ پردہ کے دونوں پہلوؤں کو باری باری دیکھتے رہو سیتے وقت سوئی پر اس طرح نظر رکھو کہ جب وہ کپڑے سے اوپر آئے تو نگاہ اُوپر کرلو اور جب وہ کپڑے میں جائے تو کپڑے کو دیکھو جلد جلد آنکھیں جھپکانے سے بڑا آرام معلوم ہوتا ہے۔ ٹکٹکی باندھنے سے آنکھ تھک جایا کرتی ہے۔

لوگ سورج کو دیکھنے سے اندھے ہو جایا کرتے ہیں یا بینائی میں فرق آجاتا ہے۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ جب کرنیں گرم نہ ہوں صبح و شام آنکھیں بند کرکے سورج کے سامنے کھڑے ہو جاؤ اور بدن کو آہستہ آہستہ ایک طرف سے دوسری طرف کرو تاکہ روشنی آنکھ کے ہر حصہ پر پڑے۔ گرمی نہ معلوم ہونے پائے۔ شروع میں کچھ دقّت معلوم ہوگی لیکن بعد میں جاتی رہے گی۔ دس پندرہ منٹ ایسا کرکے ٹھنڈی جگہ میں چلے جاؤ۔ آنکھوں کو برابر بند رکھو اور ہتھیلیوں سے پانچ منٹ ڈھکے رکھو تو بڑا آرام معلوم ہوگا جو لفظ یا چیزیں صاف نظر نہ آتی تھیں اب خوب نظر آنے لگیں گی۔ اس عمل کا مکرار نظر تیز کرتا ہے۔ کھلی آنکھ سے سورج کو نہ دیکھو نہ دھوپ میں بیٹھ کے ایسا عمل کرو۔

بند آنکھوں پر ہتھیلیاں رکھ کے اُنگلیاں پیشانی پر پھیرنا بڑا آرام دیتا ہے۔ اس سے نظر بھی تیز ہوتی ہے۔ آنکھوں پر دباؤ نہ پڑنا چاہئے۔ سونے سے پہلے یہ عمل کرنے سے نیند اچھی آتی ہے۔ پانچ سے پندرہ منٹ تک ایسا کرنا چاہئے۔

**خانگی ٹوٹکے**۔ ڈاکٹروں نے تجربوں کے بعد اعلان کیا ہے کہ گاجر توندہ دُور کردیتی ہے کیونکہ اس میں قوت پیدا کرنے کا خاص جزو موجود ہے۔ جو مچھلی کے تیل جگر اور انڈوں میں بھی پایا جاتا ہے۔

دھوپ کی تیزی میں چلنے کے بعد شیر گرم پانی میں گلیسرین پانی میں ملا کے چہرہ دھونے سے خوشنما ہو جاتا ہے۔

شبنم یا لیموں کا تازہ رس یا تازہ دودھ یا چھنی ہوئی چھاچھ یا دہی کے اوپر کا پانی چہرہ پر لگانا دلکشی پیدا کرتا ہے۔ رات کو سونے سے پہلے ٹھنڈے پانی سے چہرہ دھونا اور چھپکے مارنا بھی فائدہ مند ہے۔

موم کی بتی میں باریک پسا ہوا نمک ڈالنے سے چھوٹی سی شمع بھی ساری رات جلتی رہے گی۔

پلاسٹر آف پیرس تھوڑا سا لے کے آٹے میں ملائیں۔ چوہوں کے بلوں کے پاس رکھدیں اسے کھا کے چوہے پیاس کے مارے پانی پینے دوڑینگے۔ پاس ہی پانی رکھدو اسپی کے پلاسٹر اُن کے پیٹ میں پتھر کیطرح سخت ہو جائیگا اور وہ مرجائینگے۔ اسی طرح اسپنج کے چھوٹے چھوٹے ٹکرے پگھلی ہوئی گرم چربی میں خوب لت کرلو اور بلوں کے پاس رکھدو اور پانی بھی رکھدو پانی پینے سے سپنج پھول جائینگے اور چوہے مرجائینگے۔

محمد ظفر

# مستقل عنوان

(از جناب مولوی محمد ظفر صاحب ایم اے ایل ایل بی)

**دوسرے کی آنکھ سے بینائی** - ایک انگریز عورت کا آنت کا عمل جراحی ہو رہا تھا۔ ڈاکٹر کی غلطی سے زہریلی دوا کے کچھ چھینٹے عورت کی آنکھ میں جا پڑے اور وہ اندھی ہو گئی۔ ایک آنکھوں کا ڈاکٹر اندھے جانوروں کی آنکھوں میں بینا جانوروں کی آنکھیں لگا کے بینائی درست کرنے کے تجربے کر رہا ہے۔ ایک نیم اندھی عورت نے اپنی آنکھوں کے ڈھیلے خوشی سے اس کی نذر کر دیئے چنانچہ اس نے انہیں اس اندھی عورت کی آنکھوں میں سی دیا۔ دس برس کے اندھے پن کے بعد وہ بینا ہو گئی۔

**جاپان میں ٹوٹکے** - چین تو ٹوٹکوں کے لئے مشہور تھا ہی لیکن جاپان اپنی اتنی ترقی کے باوجود وہی پرانی لکیر کا فقیر ہے۔ ہالینڈ والے بھی توہم پرست ہیں چنانچہ جاپان میں ہالینڈ اور چین کی توہم پرستیاں زور شور سے جاری ہیں۔ جڑی بوٹیوں پھولوں اور عجیب کیڑوں سے مختلف علاج کئے جاتے ہیں جنکو دیکھ کے ہی غیر ملکی گھبرا جائے۔ ان چیزوں میں چونہ وغیرہ کے اجزا ہوتے ہیں اس لئے ان لوگوں کی لاعلمی کے باوجود یہ اتفاقیہ خوبیاں بعض امراض میں اپنا اثر دکھا دیتی ہیں تو وہ اسے ٹونے بازی کا ہی نتیجہ سمجھتے ہیں۔ ٹوکیو کے ایک طرف ایک پنساری کی دکان میں مختلف مرتبانوں میں مکڑیاں مینڈک کنکھجورے چھچھوندریں بھنی ہوئی ہڈیاں بندر کا سر جلا کے کوکڑ و کیا ہوا سر کے درد کے لئے، تلا ہوا باز بدن کی کھال کے لئے اور بھنی ہوئی چمگادڑ بال بڑھانے کیلئے مفید ہے۔ مائیں بچوں کی بیماریوں میں سوکھی ہوئی چھپکلیاں لے جایا کرتی ہیں۔ کھانسی میں چڑیا کے پنجے مفید سمجھے جاتے ہیں۔ گٹھیا کے لئے بھنی ہوئی چڑیا اور الو کی ہڈیاں بھون کے اور سفوف بنا کے گلے کی تکلیف کے لئے تیز بخار کے لئے بڑی مکھی یا سنہری مچھلی کا اور نیند کی بیماری کے لئے بچھو کا سفوف، پاگل پن کے لئے زہریلے سانپ کا گوشت اور بندر کے مغز کا سفوف گنج کے لئے سوختہ سمندری جھاڑ جو کانٹا نہ نگل سکے اس کے لئے مرغ کی کلغی۔ دق کے لئے کالے ناگ کی راکھ یا سانپ کے سر کی کھال یا سوختہ ریشمی کیڑا مفید ہے کسی کی محبت حاصل کرنی ہو تو چھپکلی کی راکھ اسپر چھڑک دی جاتی ہے اس کا اثر فوری سمجھا جاتا ہے۔

**گرم لوہے سے آزمائش** - ایک انگریز کے سفرنامے کے مطابق فلسطین میں اب بھی لوہا گرم کر کے اس سے کسی مقدمہ والے کی صداقت کی آزمائش کی جاتی ہے۔ لوہا گرم کرنے والا لوہے کو سُرخ کر دیتا ہے۔ پھر وہ دونوں فریقوں سے باری باری لوہے کو زبان سے چھُوتا ہے۔ بے گناہ کی زبان صرف سُرخ ہو جاتی ہے اور جھوٹا سخت تکلیف اٹھاتا ہے۔ اسوقت وہ داغنے والا اپنا فیصلہ دیتا ہے

جیسے عدالت اور سب تسلیم کرتے ہیں۔ عدالت ہی اس شخص کو لوہا گرم کرنے کے لئے بلاتی ہے۔ بات یہ ہے کہ خطاوار کا گھبراہٹ سے گلا سوکھ جاتا ہے اور بے گناہ کی زبان تر رہتی ہے اس لئے وہ بچ جاتا ہے۔

اس علاقہ بیئر شیبہ میں عورتوں کو عدالت سے کچھ کام نہیں پڑتا کیونکہ ان کے متعلق وہاں کوئی جرم ہی نہیں کیا جاتا۔ عورت کو ستانے کا جرمانہ قتل کے جرمانہ یعنی خون بہائے نصف ہے یعنی ۲۰ سواری کے اونٹ البتہ اگر عورت کو رات کے وقت چھیڑنے کا جرمانہ صرف دس اونٹ ہے۔ کیونکہ دن میں چھیڑنے میں صرف مرد ہی کی خطا سمجھی جاتی ہے۔ دن کے وقت جنگل میں عورت اکیلی کام کرتی ہے اور ایسا واقعہ پیش آجاتا ہے لیکن رات کے وقت اسے گھر سے نکلنے کی کیا ضرورت جبتک وہ خود ہی نہ نکلے۔

**حیرت انگیز کڑھت**۔ لندن میں ایک ۹۲ سالہ عورت نے کڑھت کے عجیب نمونے پیش کئے ہیں جن کو دیکھ کے بڑے بڑے سینے کے ماہر حیران ہیں اس نے کپڑے کے ۱۰۹ مستطیل ٹکڑوں پر سوئی سے بڑے بڑے آدمیوں کے مقولے کاڑھے ہیں۔ ہر ٹانکا نہایت صاف اور باریک ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حروف چھپے ہوئے ہیں۔ وہ کپڑے پر پہلے سے خاکہ نہیں بناتی۔ دماغ میں مقولہ آتے ہی قلم کی طرح موتی سے کاڑھتی چلی جاتی ہے۔ اس کا نام اس نے ولیکس سلائی رکھا ہے۔ ہر حروف ایک انچ کا آٹھواں حصہ ہے۔

**انجینیر عورتیں**۔ کلوں کے کام میں اب عورتوں نے مردوں کے برابر حصہ لینا شروع کر دیا ہے۔ انگلستان سے آسٹریلیا تک جو ہوائی جہازوں کی دوڑ پچھلے دنوں ہوئی تھی اس میں ایک عورت فرولین تھی روشی ایک مشہور جہاز راں بھی شریک تھی۔ جنگ عظیم کے زمانہ میں ہزاروں عورتوں نے کلوں کے متعلق کام سیکھے۔ صلح ہونے پر زیادہ تعداد پھر اپنے روزمرّہ کے کاموں میں مصروف ہو گئی اور کلیں اُن کے دماغوں سے نکل گئیں لیکن ان میں ایک ایسی جماعت بھی نکل آئی جس نے کام جاری رکھا اور اب انہوں نے ایک کمپنی قائم کر لی ہے مس اینٹ ایشبری اس کی روح رواں ہے۔ پہلے انہوں نے ایک معمولی سی مستری کی دکان سے کام شروع کیا۔ دو سال بعد انہوں نے اتنی کامیابی حاصل کی کہ برائٹن میں جا کے ٹھیکے لینے شروع کر دیئے۔ اس فرم میں کوئی مرد نہیں ہے اور بڑی کامیاب ہے۔

ایک عورت مس ورنا ہومنر بی ایس سی اے ایم آئی (سی) ای ایم آئی (انجن) ای ایم (طبعی) اے ایم آئی (برقی) ہے۔ دخانی انجنوں میں اُسے خاص مہارت ہے اور کئی ایجادوں کی مالک ہے۔ ایک آلہ ایسا بنایا ہے جس سے تپ دق والوں کو آرام ہو جاتا ہے وہ پہلی بحری انجینیر عورت ہے۔

مسنز اے ولسن اٹھارہ آنے پر تیس گھنٹے فی ہفتہ کام کیا کرتی تھی۔ ترقی کر کے وہ پندرہ روپیہ فی ہفتہ کمانے لگی۔ اس اثنا میں اُسے کلوں کا شوق ہو گیا اور ایک انجینیر سے اُس نے شادی کر لی۔ پھر خود بھی انجینیر ہو گئی اب وہ سمتھ بارکر ایک اوزار بنانے والی کمپنی کی ڈائرکٹر ہے۔

مسنز ای این میمسن نے تقریباً پونے آٹھ پونڈ سے ایک دکان انجینیری کے کام کی کھولی۔ آج ۲۸ برس بعد اس کا کام اتنا بڑھ گیا ہے کہ دو سو بلڈرز کام کرتے ہیں۔

امی جانسن دنیا میں سب سے بڑی جہاز راں عورت مشہور ہے اور بہت عورتیں کلوں کے کام میں خاص شہرت حاصل کر رہی ہیں۔

**انڈے کی پہچان** - ایک شخص انڈا دیکھ کے بتا دیتا ہے کہ اس سے نر نکلے گا یا مادہ اور اپنے دعوے کے صحیح ہونے پر پورے پچاس کی شرط لگاتا ہے۔ اس طرح اس کے پچاسوں کا بہت بڑا ذخیرہ ہوگیا ہے۔ جاپانیوں کو دعوٰے ہے کہ وہی اس راز کو جانتے ہیں۔ اس نے ان کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ یہ کیا مشکل بات ہے۔ انڈے کی نوک کو دیکھو۔ وہاں چھلکا ناہموار یا لہردار ہو تو مُرغ نکلے گا اگر صاف او گول ہو تو مرغی

**دُنیا کا سب سے بڑا ذہین** - بلغراد میں ایک نوجوان نے اپنی یادداشت سے دُنیا بھر کو حیران کر رکھا ہے۔ وہ ۸۰ ہندسوں سے زیادہ والی رقم کو دس منٹ میں یاد کر لیتا ہے۔ اس سے پہلے ایک انگریز سب سے زیادہ ذہین سمجھا جاتا تھا۔ وہ ۷۳ ہندسوں کی رقم کو درست یاد کر لیتا تھا۔ بلغراد والے کو مندرجہ ذیل رقمیں دی گئیں۔

۳۶۵۔۴۹۰۔۳۹۵۔۷۸۲۔۹۴۷۔۳۳۳۔۷۶۷۔۵۷۷۔۷۴۳۔۲۸۱۔۹۱۳۔۵۱۲۔۸۸۸۔۳۹۲۔۱۴۸۔۳۲۱۔

۹۵۴۔۳۸۲۔۱۸۳۔۹۴۱۔۲۷۴۔۹۱۔۴۸۲۔۹۵۵۔۳۲۴۔۴۴۸۔۹۱۰۔۹۳۔ اُس نے ان کو دس منٹ تک پڑھا اور پھر بغیر کسی غلطی کے انہیں زبانی دہرا دیا۔ اگلے روز اُس نے یہانتک کمال کر دیا کہ ہر رقم کی جگہ بتا دی کہ فلاں تیسری رقم ہے فلاں دسویں۔ اُسے جنتری بھی زبانی یاد ہے۔ تاریخ بتا دیجئے وہ فوراً بتا دیگا کہ یہ تاریخ فلاں دن کو تھی یا آئیگی۔

**طلاقوں کی بھرمار** - حکومت فرانس کے سرکاری اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ پچاس سال میں قانونی طور پر ۷ لاکھ ۲۲ ہزار آٹھ سو چھیاسٹھ طلاقیں حاصل کی گئیں۔ صرف ۱۹۲۸ء میں ۲۸۵۰۱ طلاقیں قانونی طور پر لی گئیں۔ یہ اس عیسائی قوم کا حال ہے جسمیں طلاق کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

**جادو یا نظری دھوکہ** - دُنیا میں بڑے بڑے مداری اور جادوگر مرد ہی گذرے ہیں۔ مغربی عورتوں نے بہت سے مردانہ کام کرنے لگیں لیکن ابتک اس فن میں نام پیدا نہیں کیا۔ البتہ تین سال ہوئے مجلس ساحران لندن نے ایک مقابلہ کی نمائش کی تھی اسمیں ایک ۱۴ سالہ امریکی لڑکی نے اپنے ہتھکنڈوں سے سب مبصروں کو حیران کر دیا تھا۔ وہ ہوا میں سے انٹے کی گیندیں حاصل کرتی اور حسب منشا رنگ بدل دیتی تھی۔ ایک برتن میں بیج بکھیر دیتی اور اُن میں سے گلاب کا ایک پودا کھڑا کر دیتی۔ لیکن بس وہ یہیں تک رہی۔ اس سے جب پوچھا گیا کہ آئندہ کیا کرنے کا ارادہ ہے۔ اس نے کہا کہ وکیل بنوں گی۔ اسی طرح امریکہ کے جادوگروں کی مجلس کا ایک سالانہ جلسہ شکاگو میں ہوا وہاں ایک ۵ سالہ امریکی بچی نے ہاتھ کی ایک صفائی پر سب سے خراج تحسین وصول کیا۔

دنیا میں ایک شخص بہت مشہور ساحر گذرا ہے جس کا عام نام ہودینی تھا گو اس کا اصلی نام ایہرچ ویس تھا وہ ریاستہائے متحدہ میں ایک یہودی کاہن کے گھر پیدا ہوا۔ اس کا باپ ہنگری سے بھاگ کے امریکہ میں آگیا تھا۔ وہ اڑتے ہوئے ہوائی جہاز سے دوسرے میں بلا ضرر کو دجاتا تھا۔ زنجیروں سے باندھکے پانی میں ڈالدیا جاتا اور وہ کھلا ہوا باہر آجاتا۔ اس کے رازوں کا بہت کم پتہ چلا ہے۔

**انگلستان میں شادی کی رسوم** - ڈرہم کے صوبہ میں بہت پرانا رواج چلا آتا ہے کہ دلھن کی دونوں جوتیوں میں ایک ایک اشرفی رکھدی جاتی ہے تاکہ وہ خوشحال رہے لیکن نارتھمبرلینڈ کی دُلھن کے لیئے دولت اسقدر کشش نہیں رکھتی جتنی شوہر کی تسخیر۔ جب گرجا سے نکلتی ہے تو اسکے راستہ میں ایک سٹول رکھا ہوتا ہے جس پر سے اُسے کودنا پڑتا ہے تاکہ دُنیا کیا اس کا شوہر بھی دیکھے کہ زندگی کی مشکلات پر وہ اسیطرح

آسانی سے گذر جایا کرے گی۔

**سو سے زیادہ عمر کا ملک**۔ جنوبی کوہ قاف میں باطوم کے شمال میں ایک خود مختار چھوٹی سی ریاست ابقاضیہ واقع ہے وہاں نوّے برس کا آدمی جوان سمجھا جاتا ہے۔ وہاں والے بڑی بڑی عمریں پاتے ہیں۔ وہاں اسوقت سب سے بڑی عمر کے آدمی کی عمر اسوقت ۱۵۲ سال ہے وہ کہتا ہے کہ میں اب سے تین سال پہلے تک کھیتوں میں کام کرتا رہا۔ پھر میرے سب سے بڑے بیٹے نے جس کی عمر ۱۰۰ برس سے زیادہ ہے مجھے روک دیا۔ اس سے کم عمر والے کی عمر ۱۳۰ سال ہے۔ اس کی اولاد میں ۱۷ افراد ہیں جو زندہ ہیں۔ وہ اب اپنے پڑپوتے کے ہاں مہمانوں کی آمد کا منتظر ہے۔ اس آدمی سے چھوٹا ۱۲۶ برس کا ہے اور تین آدمی اور ہیں جو سو سو سال سے گذر چکے ہیں۔

**عجیب وغریب آدمی**۔ جاپان میں ایک ہٹا کٹا ۴۲ سالہ جوان رہتا ہے وہ اپنے بدن کے جس عضو کو چاہے آستین کی طرح لٹکا دیتا ہے۔ وہ اپنی ٹانگ کو اپنی گردن میں کپڑے کی طرح لٹکا دیتا ہے۔ وہ پانچ فٹ پانچ انچ لمبا ہے اور اچھا تیراک ہے۔ وہ اپنے چہرہ سینہ ٹانگوں کے پیچھے کے گوشت کو ہلا جلا کے عجیب عجیب شکلیں پیدا کر دیتا ہے۔

**پھلجھڑیاں**۔ حضرت نوحؑ کی کشتی ۵۴۰ فٹ لمبی ۷۵ فٹ چوڑی اور ۴۵ فٹ اونچی تھی۔ اور اس کا وزن ۱۴۰۲ ٹن تھا۔ ایک ٹن ۲۸ من کا ہوتا ہے۔

انگلستان و آئرلینڈ میں اسوقت تقریباً ۷ لاکھ بلیاں ہیں۔ پہلے بلیاں اسقدر کمیاب تھیں کہ بڑی مہنگی ملتی تھیں۔ برازیل میں آباد ہوتے وقت ایک بلی کی قیمت ۳۰۰ پونڈ دیئے گئے تھے اور چھوٹے بچوں کو سونے کے برادہ سے تول کے لیا جاتا تھا۔

پیرس میں ایک کتوں کا قبرستان سب سے لمبا ہے۔ یہ دریائے سین میں جزیرہ ڈاوگ میں واقع ہے۔ اس میں ۲۰ ہزار سے زیادہ کتے دفن ہیں۔

انگلستان میں سات ارب انڈے ہر سال خرچ ہوتے ہیں۔ ان میں پانچ ارب انگلستان میں ہی پیدا ہوتے ہیں اور باقی نصف سے زیادہ آسٹریلیا سے آتے ہیں۔

ایک پوری مکھی کی اوسط عمر ۶ ہفتہ ہے اور ہر دس دن میں تقریباً ۱۵۰ انڈے دیتی ہے۔ ۱۴ دن میں اُن سے مکھیاں نکل آتی ہیں۔ دو ہفتہ کی ہو کے وہ انڈے دینے لگتی ہیں۔

اگر آدمی کے کان کے پاس کاغذ کا لفافہ ہٹاخہ کی صورت میں پھوڑا جائے تو دماغ پر چار گنا دباؤ پڑتا ہے اور معدہ کا فعل تین گنا کم ہو جاتا ہے۔

آج کل دُنیا میں ۴۹ ہزار اخبار اور رسالے نکل رہے ہیں۔ سو برس پہلے صرف ۴ ہزار نکلتے تھے۔

دُنیا کا سب سے پُرانا درخت لوسمائٹ کے باغ میں ہے۔ اس کی عمر ۶۰ سو سال ہے۔ اس کا سب سے بڑا قطر ۳۴ فٹ سے زیادہ ہے۔

اگرچہ عام طور پر بچے رات کو پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن چنڈال بچے عموماً دوپہر کے قریب ہوتے ہیں۔

محمد ظفر

# اتفاقی حادثوں کا فوری علاج

بعض دفعہ بھلا چنگا تندرست بچہ یکایک کھانسنے لگتا ہے اور ماں بچاری کے لئے سخت پریشانی کا سامنا ہوتا ہے اور وہ سمجھ نہیں سکتی کہ کھانسی کس وجہ سے لاحق ہوئی۔ اور اِدھر اُدھر دوڑ دھوپ شروع کر دیتی ہے جس سے کہ مرض بڑھنے یا بڑھ جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اگر اس طرح کی کھانسی ایک دو منٹ میں ہلکے ہلکے کئی بار بچہ کھانسے تو آپ اس کھانسی کا کوئی دوسرا اعلاج کرنے کے لئے پریشان نہ ہوں۔ بلکہ ایسی کھانسی کو گلے کے متورم ہونے کے باعث سمجھیں جسے کہ عام اصطلاح میں "گلے پڑ جانا" یا گلے کے غدود پھول جانا بھی کہتے ہیں۔ یہ مرض اکثر بچوں کو ذرا سی بد پرہیزی کر لینے سے مثلاً ترش چیز کھانے یا گرم چیز کھا کر ٹھنڈا پانی پی لینے یا کوئی دوسری ٹھنڈی چیز کھا لینے یا محض گرم تاثیر رکھنے والی چیز کھا لینے سے اتفاقیہ طور پر اچانک ہی لاحق ہو جاتا ہے۔ شیر خوار بچے کی ماں اگر مذکورہ بد پرہیزیاں کرے تو بھی دودھ پیتا بچہ اس میں مبتلا ہو کر کھانسنے اور ساتھ ہی دودھ بھی ڈالنے لگتا ہے۔ گلے پر (یعنی جڑوں کے نیچے) ہاتھ پھیرنے سے غدود محسوس ہوا کرتے ہیں۔ اور مُنہ سے کھٹاس کی بُو آیا کرتی ہے بس یہی اس مرض کی علامات ہیں۔ اس کے فوری تدارک کے لئے مندرجہ ذیل تدابیر عمل میں لائیں۔ بچے کو کسی دوسرے شخص کے زانوں پر اس طرح سیدھے بل لٹائیں کہ سر آپ کی گود میں ہو۔ پھٹکری کا باریک سفوف پہلے سے تیار کر رکھیں اور انگلی پر لگا کر بچے کے حلق میں دائیں بائیں دونوں غدودوں پر جلدی جلدی لگا دیں۔ انگلی پر ایک دفعہ کا سفوف لگا ہوا دونوں جانب لگانے کیلئے کافی ہوتا ہے دو دفعہ لگائیں تو بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ اس دوران میں روتے ہوئے بچہ خود بخود مُنہ کھولے گا اور دوائی لگانے میں آسانی رہے گی۔ اس کے بعد بچے کو گود میں اُٹھالیں اگر قے آجائے تو گھبرائیں نہیں اور دو تین دفعہ کی قے کو بے ضرر سمجھیں۔ مذکورہ تدبیر پر صرف ایک مرتبہ عمل پیرا ہونے کے بعد اس کے حیرت انگیز اثر سے فوری تسکین اور افاقہ حاصل ہو جائیگا۔

گ۔ن۔ بنت ڈاکٹر شیخ ابو الفضل

---

**بقیہ سیر بین**۔ ایک روسی کو دس سال کی قید ہوئی ہے۔ اُس نے ۶ سال میں ۸۵ بیویاں کیں اور ۲۰۰ بچوں کا باپ ہے۔

امریکہ میں ڈاکٹروں نے ایک عرق ایجاد کیا ہے جس کے چند قطرے عورت پی لے تو پھر اسکے اولاد ہو سکتی ہے لاولدی کے ذمہ دار مرد و عورت دونوں ہیں کسی نہ کسی میں کچھ نقصان ہوتا ہے جن کا علاج کیا گیا ان میں ۱۶ عورتیں اور ۵۶ مردوں میں نقص پائے گئے۔ سو میں سے پچاس کو آرام ہو گیا اور اب اُن کے اولاد ہے۔

آسٹریلیا کے قریب ایک جزیرہ رینی ہے ۱۸۴۴ء میں وہاں کچھ بکریاں اُن لوگوں کیلئے جن کے جہاز وہاں ٹکرا کے ٹوٹ جائیں کھانے کے لئے چھوڑ دی گئیں۔ وہاں کوئی انسان آباد نہیں۔ یہ بکریاں جزیرہ میں گھاس کم ہونے کی وجہ سے درختوں پر چڑھنا اور پتے کھا کر اُترنا سیکھ گئی ہیں۔ وہ جھینگا مچھلی بھی کھا جاتی ہیں اور سمندر کا کھاری پانی پیتی ہیں کیونکہ وہاں اور پانی ہی نہیں۔

# سلمہ ستارے کا کام

دفتر "عصمت" کی دستکاری کی کئی کتابیں میری نظر سے گذریں۔ جہاں تک میرا خیال ہے ان مفید کتابوں کی فرقۂ نسواں کو اشد ضرورت تھی۔ اور ان کتابوں کے ذریعہ لڑکیوں کو اپنا شوق اور اپنی ضرورت پورا کرنے میں بے حد مدد ملی۔ گذشتہ ماہ چمنستان خیاطی یعنی "سوئی کا کام" میری عزیز بہن مس فاطمہ جعفر نے مجھے تحفتاً بھیجی۔ پیکیٹ پر چونکہ پتہ دست فاطمہ سے لکھا ہوا تھا میں نے بڑے اشتیاق سے کھولا۔ دیکھا تو چمنستان خیاطی۔ اعلیٰ درجہ کے نقشہ جات سے آراستہ و پیراستہ دیکھکر دل باغ باغ ہوگیا۔ اور دلی مسرت ہوئی کہ مسلم خواتین میں اب شوق دستکاری بڑھ رہا ہے۔ اور جلد ہم لوگ بام ترقی پر ہوں گے۔ کل "سلمہ ستارہ کا کام" جس کی دید کی تمنا مجھے عرصہ سے تھی۔ محترم بھائی رازق الخیری صاحب کا تحفہ مجھے ملا۔ میری عزیز عصمتی بہنوں! مجھے اس کتاب کو دیکھکر اس درجہ مسرت ہوئی کہ شاید پرسوں یوم عید الفطر کی اتنی ہی ہوئی ہوگی۔ کتاب میں نے اوّل سے آخر تک دیکھی اور ہر نقشہ و ہر باب کا نہایت غور سے مطالعہ کیا۔ کتاب کیا ہے زرین و رنگین گلوں کا نہایت خوش نما گلدستہ ہے جس کو دیکھ کر عقل حیران اور دل شاد شاد ہوجائے۔ کتاب نہایت ہوشیاری اور سلیقہ کے ساتھ مرتب کی گئی ہے جس سے محترمہ خدیجہ بائی صاحبہ کی لیاقت کا خوب پتہ چلتا ہے۔ سب سے اوّل ایک نظم ہے محترمہ ممتاز رفیع صاحبہ کی اس نظم کو پڑھکر جوش سا پیدا ہوتا ہے اور دل دستکاری کی طرف بہت شوق سے راغب ہوتا ہے۔ اس کے بعد انتساب اور دیباچہ۔ دیباچہ ملک کی نامور فاضل بہن زہرا بیگم صاحبہ فیضی کا ہے۔ آپ کے مضامین گذشتہ زمانہ میں عصمت میں بہت زیادہ شائع ہوتے رہے ہیں۔ دیباچہ سے کتاب کی حالت کا خوب اندازہ ہوسکتا ہے۔ پھر غرض حال اور اس کے بعد مضامین شروع ہوتے ہیں۔ فن نقاشی۔ سامان نقاشی۔ ترکیب نقشہ کشی۔ باریک و موٹے کپڑوں پر سلائی کی مشین سے نقشہ کشی۔ فریم یا کارگاہ اور قبل از سلائی احتیاطیں۔ یہ وہ مضامین اور ہدایات نہیں جن سے صرف سلمہ ستارے کے کام میں مدد ملے گی۔ بلکہ ہر دستکاری کے لئے کارآمد اور فائدہ مند ہیں۔ پھر سلمہ ستارے کی قسمیں بتائی ہیں اور کاڑھنے کا طریقہ۔ سلمہ کی آسان کڑہت۔ گنجان کڑہت۔ ابھری ہوئی کڑہت۔ سلمہ اور گجائی۔ سلمہ اور کلابتونی مشرقی دستکاری۔ زری سے جالی بنانا۔ رنگین زری کی کڑہت۔ سلمہ اور ریشم۔ سلمہ اور شنائل۔ ان عنوانات کے تحت میں مفصل مضامین اور ترکیبیں ہیں۔ جن کے مطالعہ سے لڑکیاں اس فن میں جلد ماہر کامل بن سکتی ہیں۔ حصہ چہارم میں شکولیں ستاروں کی شکلیں بھی دکھائی

گئی ہیں تاکہ خریدتے وقت سہولیت ہو۔ یہ کتاب پانچ حصّوں میں تقسیم ہے۔ حصّہ اوّل کے نقشے خالص سلمہ سے بنائے گئے ہیں۔ اور بہت آسان اور خوبصورت ہیں۔ فریم۔ بیلیں۔ ٹوکریاں۔ پھول۔ ڈالیاں۔ مناظر۔ قابل دید اور بے حد کار آمد ہیں۔ حصّہ دوم سلمہ اور ستاروں کا کام ہے۔ اس میں بیلیں چوڑی اور پتلی۔ کنگورے دار۔ کنارے دار۔ خوبصورت پھول۔ دلکش ڈالیاں۔ کشن۔ آئینہ پوش۔ بیگ وغیرہ کے خاکے۔ جوتے۔ سلیپر۔ پمپ۔ حروف۔ عید کارڈ۔ اور مبارک بادی فریم ہیں۔ حصّہ سوم سلمہ اور موتی کے نہایت خوشنما اور دلفریب نقشہ جات سے پُر ہے نیکلس۔ پنکھے بیگ۔ باسکٹ۔ بعض نقشے تو ایسے خوبصورت ہیں کہ بے ساختہ واہ واہ نکلتی ہے۔ اور محترمہ مولفہ کو داد دینے کو دل چاہتا ہے۔ یہ کام بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا سونے پر جڑاؤ ہے۔ اور بے حد صفائی سے جلا کے ساتھ بنایا گیا ہے اس کام کی چیزیں بہت اچھی معلوم ہوتی ہیں۔ اور سالہا سال کے استعمال سے بھی اگر سامان اصلی ہے اور احتیاط سے برتی جارہی ہیں تو خراب نہیں ہوتیں۔ حصّہ چہارم سلمہ اور ٹشکوبیس ستاروں کے گل ہائے رنگا رنگ سے مزین ہے پانچواں حصّہ پیاری عصمتی بہنوں کی شمولیت سے مرتب ہوا ہے اس حصّہ کے نمونے آیات قرآنی۔ برائے کتبہ فریم تاج محل۔ گریبان۔ بیلیں۔ سنٹرپیس۔ پھول۔ کونے۔ ڈالیاں۔ چاند۔ کلمہ طیب۔ ہار۔ عید کارڈ۔ خوش آمدید وغیرہ۔ قابل دید اور بہت خوش وضع وکار آمد ہیں۔ گھر کی زیب وزینت ان اشیاء سے دو بالا ہوجائے گی۔ اور بازار سے بنوانے کی نسبت بہت کفائت کے ساتھ گھر پر تیار ہوسکیں گی۔ دوسرے امیر بہنوں کے لئے دلچسپی ہے۔ اور وقت آسانی سے کٹ جائے گا۔ غریب بہنوں کو چاہیئے کہ اس کو ذریعۂ معاش بنائیں۔ اور گھر بیٹھ کر آرام وراحت سے اس کام کے ذریعہ روزی کمائیں۔ کتاب نہایت محنت وقابلیت اور سلیقہ سے مرتب ہوئی ہے۔ میں محترمہ بہن خدیجہ بائی صاحبہ اور بھائی رازق الخیری صاحب کو کتاب "سلمہ ستارے کے کام" کی اشاعت پر مبارک باد دیتی ہوں۔

امید کہ عصمتی بہنیں اور جوہر نسواں لینے والی لڑکیاں ضرور ایک ایک جلد خرید کر "سلمہ ستارے کا کام" ملاحظہ فرمائیں گی۔ اور اپنی سہیلیوں اور عزیزوں کو دکھا کر خریدار بنائیں گی۔ میرے خیال میں تحفہ دینے کے لئے بہترین چیز ہے۔ اور اس کتاب کے نقشہ جات تیار کرکے عید وشادی وغیرہ کے مواقع پر پیش کئے جائیں تو بہت مناسب ہوگا۔ گو میری مصروفیت آج کل بہت بڑھی ہوئی ہے۔ لیکن میرا دل مجھے مجبور کررہا ہے کہ میں اس کتاب کے اوصاف اپنی بہنوں کے سامنے بیان کروں۔

غدیر فاطمہ

سالگرہ نمبر عصمت کے لئے مضامین اور تصاویر ۲۸ فروری تک دفتر میں پہنچ جانی چاہئیں۔ ایڈیٹر

# بزمِ عصمت

میں دلی مسرت کے ساتھ یہ خبر عصمتی بہنوں کو سناتی ہوں کہ میری باجی معصوم النساء اہلیہ ڈاکٹر محمد عبدالجبار کو خدا نے چاند سی بچی ۱۵ دسمبر ۴۲ء مطابق ۷ رمضان المبارک بوقت ساڑھے آٹھ بجے شب کو عنایت فرمائی۔ دعا ہے کہ خدا بچی کو اقبال مند بنائے اور ترقی عمر عطا فرمائے۔ آمین۔ اگر کوئی بہن اس بچی کا تاریخی نام نکالدیں تو میں ممنون ہوں گی۔ بنت خان بہادر ڈاکٹر سلیمان اشرف

بہن صالحہ صاحبہ ہوڑا نے آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑجانے کی دوا پوچھی تھی۔ بہن صاحبہ ہتانی لیموں کا چھلکا سکھا کر باریک پیس لیں اور اس سے چالیس روز منہ دھوئیں۔ انشاءاللہ سیاہی دور ہوجائے گی۔

بہن ن۔ س۔ صاحبہ فیروزپور نے دسمبر ۴۲ء کے پرچہ میں بال بڑھانے کی دوا مانگی ہے۔ بہن صاحبہ کیلے کی تازی شاخ منگوا کر نچوڑ ڈالیں۔ اس پانی کو چالیس دن تک بال میں لگائیں۔ جب بال سوکھ جائیں تو ناریل کا خوشبودار تیل لگائیں۔ ناریل کا تیل ستارہ مارکہ زیادہ اچھا ہوتا ہے۔ شروع شروع پانی کی ٹھنڈک سے زکام وغیرہ ہوجاتا ہے اس لئے بہتر ہے کہ گرمی میں لگایا جائے۔ میرا آزمودہ ہے۔

جمیلہ بیگم۔ پرتھی پور

محترمہ ہمشیرہ صاحبہ مسز نواب الدین یوگنڈا نے اپنے بچے کی پرانی کھانسی کی نسبت ماہ نومبر کے رسالہ میں علاج دریافت کیا ہے عرصہ تین چار سال سے میرے شوہر صاحب کو بھی کھانسی کی شکایت رہتی تھی لیکن خدا کا شکر ہے کہ اب انھیں مندرجہ ذیل نسخہ کے استعمال سے کلی آرام ہوگیا ہے

قبل از ناشتہ خالص شہد میں بیضۂ مرغ کی زردی ملا کر اور اچھی طرح حل کر کے روزانہ پلادیں نیز یخنی پلاؤ کثرت سے کھلایا کریں یہ غذا بھی ہر اور پرانی کھانسی کے لئے بہت مفید ہے انشاءاللہ تعالیٰ شفا ہوگی (مقدار جس قدر بچے کی طبیعت چاہے۔ کھٹی ترش اشیا سے پرہیز ضروری ہے)

مسز گلزار احمد۔ کینیا کالونی افریقہ

بہن ام صائمہ صاحبہ بنت مولوی حسن جان صاحب ایڈوکیٹ نے اکتوبر کے عصمت میں بادام کے گلانے کی ترکیب دریافت کی ہے۔ میرا آزمودہ نسخہ حسب ذیل ہے۔ پانی میں تھوڑا اندازاً پانچ بادام کے لئے ایک چٹکی بھر بیکنگ پوڈر (Baking powder) ڈال کر اس میں گلائیں تو گل کر مانند موم کے ہوجائیں گے۔ لیکن یاد رکھنے کی بات ہے کہ ٹھنڈی ہوا میں رکھ چھوڑنے سے دوبارہ سختی پیدا ہوجائیگی۔ مجیدالنساء

مدرسہ جامعہ ملیہ دہلی میں کس عمر کے بچوں کا کس ماہ میں داخلہ ہوتا ہے مدرسہ میں رہائش اور خورد و نوش کا کیا سامان ہے بچوں کے اخراجات و فیس مدرسہ کی کیا ہیں۔ مدرسہ کے کورس میں انگریزی اور حساب کی کتابیں بھی ہیں یا صرف اردو فارسی عربی ہے۔ عصمتی بہنیں جو واقفیت رکھتی ہوں یا اپنے بچوں کو وہاں تعلیم دلواتی ہوں وہ ازراہ مہربانی مجھے آگاہ فرمائیں نیز کوئی بہن ریکٹس (جو بیماری بچوں کو اکثر کمزوری کے باعث ہوجاتی ہے) کا علاج آزمودہ بذریعہ "عصمت" بتائیں۔ میرا ایک بچہ جس کو ریکٹس ہے برابر بیمار رہا کرتا ہے۔ ہمیشہ کوڈ لیور آئیل زیر استعمال رہتا ہے۔ عین مہربانی ہوگی اگر کوئی بہن مجرب نسخہ تحریر فرمائیں۔ مسز محمد عبید۔ آرہ

میری عزیزی دختر کنیز عائشہ خاتون کو عرصہ دو ماہ کا ہوا چیچک نکلی تھی۔ سب طرح سے خداوند کریم نے فضل و کرم کیا لیکن ابھی تک آنکھیں دکھ رہی ہیں اچھی طرح کھول نہیں سکتی۔ ڈاکٹری علاج سے کچھ فرق نہیں کوئی بہن یا بھائی آزمودہ دوا یاد ہو تو رسالہ عصمت میں درج فرماکر ممنون فرمائیں۔

سلطان جہاں بیگم

نومبر کے پرچہ میں مسز حمید صاحبہ کا جو مضمون بعنوان "سنگھاری چیزوں کا استعمال" شائع ہوا ہے اس میں غسل کیلئے ابٹنا تیار کرنے کی جو ترکیب لکھی ہے یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ اس میں مصالحہ کیسا ہے کیونکہ اس میں صرف آدھ پاؤ مصالحہ ہی لکھا ہے۔ معلوم نہیں مصالحہ گھر بنایا جائیگا یا بازار سے بنا ہوا ملسکتا ہے۔ اگر بنایا جائے تو کیا کیا چیزیں درکار ہونگی۔ مسز اے جلیل۔ نگینہ

محترمہ بہن مسز حمید صاحبہ لکھنؤ کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ نے دسمبر کے عصمت میں جو رنگ صاف کرنے کی دوا لکھی ہے وہ صرف کھوپرا پیس کر گولیاں بنائیں جائیں گی یا دوسری چیزیں زعفران مشک وغیرہ ۴۲ وہ بھی ساتھ پیس لیں گے۔ براہ مہربانی جواب جلد دیں۔ ایک خیرخواہ

# دوربین

**کراچی میں زنانہ کانفرنس** بڑے دن کی تعطیلات میں آل انڈیا زنانہ کانفرنس کا اجلاس کراچی میں ہوا۔ اس میں مختلف قرار دادیں ہوئیں۔ ہندو عورتوں کو دھرم شاستر کے مقابلہ میں حقوق دئے جانے پر زور دیا گیا۔ زنانہ جبریہ تعلیم، معاشرت میں مردوں کے برابر حقوق، لڑکے لڑکیوں کی ایک ساتھ تعلیم، استادوں اور طالبات علم، سرپرستوں میں عمیق اشتراک عمل کے مطالبے کئے گئے۔ پارلیمنٹ کیٹی کی رپورٹ پر اعتراض کیا گیا اور عورتوں کو جداگانہ نیابت ملنے کو ناپسند کیا گیا۔ بلوچستان کے چند رسوم کی مذمت کی گئی جن میں ایک پیدائش سے ہی بچہ اور بچے کی شادی ہے۔

**خالدہ ادیب خانم ہندوستان میں** خالدہ ادیب خانم کا نام دنیا میں بہت کچھ مشہور ہے۔ انھوں نے اپنے ملک کی سیاسی کشمکش میں بہت زیادہ حصہ لیا۔ ایک زمانہ میں وہ علم و ادب کا قلمدان سنبھالے ہوئے تھیں۔ انھوں نے خانگی زندگی میں مشکلات کا مردانہ مقابلہ کیا۔ گو شوہر سے علیحدگی اختیار کرنی پڑی۔ لیکن ان خانگی مشکلات نے ان کے عزم و استقلال پر مطلق اثر نہیں ڈالا۔ وہ برابر قوم و ملک کے لئے کام کرتی رہیں۔ جب ترکی نے یونان کو شکست دے کر اپنے ملک کو غلامی سے بچا لیا تو سیاسی حالات سے مجبور ہو کر انھوں نے ترک وطن کیا۔ جن میں سے ایک ترکی میں شخصی تسلط کا قیام تھا۔ جس کے خلاف ان کی جماعت نے ابتدا رت جنگ کی۔ اب وہ ہندوستان میں تشریف لائی ہیں۔ وہ یہاں کے حالات سے بہت متاثر ہوئی ہیں۔ وہ جامعہ ملیہ دہلی میں لیکچر دے رہی ہیں۔ اس کی آمدنی سے جامعہ کی عمارت میں اضافہ کیا جائے گا۔ وہ مشرق و مغرب کا باہم تصادم۔ ترکی کے عروج و زوال۔ اسلامی اثرات۔ عورتوں کی آزادی اور دنیا کی ترقی میں ان کا حصہ وغیرہ پر عالمانہ تقریریں کر رہی ہیں۔ کل آٹھ لیکچر ہوں گے۔ آخری لیکچر ۹ فروری کو ہوگا۔

**وزیر کا فیصلہ ثالثی** باوجودیکہ مسلمانوں کو وزیر اعظم کے فیصلہ ثالثی میں ان کے مطلوبہ حقوق نہیں ملے۔ لیکن مسلمانوں نے اس ہیچ غنیمت است کہہ کر اسے ہی صبر و شکر سے قبول کر لیا۔ پنڈت مالویہ نے باوجودیکہ خود وزیر مذکور کو فیصلہ ثالثی پر آمادہ کر کے اسے صرف خود ماننے ہی نہیں بلکہ اپنے سب ہم قوموں سے منوا دینے کا تحریری وعدہ کیا۔ لیکن وہ برابر مخالفت کا طوفان برپا کئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے دنیا کو دکھانے اور انگریزوں کو ڈرا کے فیصلہ مذکور منسوخ کر دینے کے لئے ۲۷ جنوری کو فیصلہ کی مخالفت کا دن منانا طے کیا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ مسلمان اپنے ممبر علیحدہ نہ منتخب کر سکیں۔ ہندو مسلمان جیسے چاہیں ممبر بنا لیا کریں۔ مسلمان اس سے یوں ناراض ہیں کہ ہندو، ہی مسلمان ممبر بنوایا کریں گے جو ان کے کاسہ لیس ہوں گے۔ اور ہندوؤں کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے مسلمان اپنے حسب منشا ممبر منتخب نہ کرا سکیں گے۔ اس مخالفانہ کارروائی کا اثر دور کرنے کے لئے مسلمانوں نے ۲۷ جنوری کو یوم حقوق منانے کا فیصلہ کیا ہے۔

**ریاست کوٹھا پور میں قتل و خون** ریاست کوٹھا پور کے قصبہ اجرا میں دو ہزار کی آبادی ہے جس میں صرف تین سو مسلمان ہیں۔ مسلمانوں نے حکومت سے اجازت لئے بغیر صندل کے درخت اپنے قبرستان میں لگائے۔ چونکہ قبرستان مال وقف ہے اور مسلمانوں کی ملکیت ہے اس لئے انھوں نے اجازت کی ضرورت

بمبئی۔ اس پر مقامی افسروں کا ایک گروہ قبرستان کی طرف آیا۔ مسلمانوں کو اندیشہ ہوا کہ قبروں کی بے حرمتی ہوگی۔ وہ ڈیڑھ سو کے قریب وہاں جمع ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ ہندو افسروں کو اس مجمع سے بلوہ کی بو آئی چنانچہ ان پر گولیاں چلا دی گئیں نتیجہ یہ ہوا کہ نو مسلمان شہید ہو گئے جن میں دو عورتیں تھیں بیس کے قریب زخمی ہوئے۔ سرکاری اطلاعات میں بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں نے پولیس کی مزاحمت کی۔ مسلمانان ہند میں اشتعال پھیلا ہوا ہے کہ خالص ہندو ریاست میں ایک جگہ مسلمانوں کی تھوڑی سی تعداد کیسے مزاحمت کر سکتی تھی۔

## سار میں جرمن فتح

سار کا علاقہ جنگ عظیم کے خاتمہ پر فرانس کو اس کی شمالی کانیں تباہ کئے جانے کے معاوضہ میں پندرہ سال کے لئے دے دیا گیا تھا طے یہ ہوا تھا کہ اس عرصہ کے بعد رائے شماری سے طے ہوگا کہ وہ علاقہ جرمنی کو واپس دیا جائے۔ یا فرانس کو دے دیا جائے۔ یا موجودہ حالت بحال رکھی جائے۔ یعنی قبضہ کسی کا نہ ہو۔ صرف فرانس وہاں کی کوئلہ کی کانوں سے فائدہ اٹھاتا رہے۔ فرانس نے اس ۱۵ سال کے عرصہ میں کوئلے کی کانوں سے خوب فائدہ اٹھایا۔ جرمنی سے نکلے ہوئے یہودی اور اشتراکی وہاں آباد ہو گئے۔ فرانس نہیں چاہتا کہ سار پر جرمنی کا قبضہ ہو۔ اس کا خیال تھا کہ رائیں اس کے حق میں ہو جائیں گی۔ لیکن ۹۰ فیصدی نے جرمنی سے متحد ہونے کے حق میں رائے دی۔ آٹھ فیصدی حالت موجودہ بحال رکھنے کے حق میں تھے۔ اور صرف دو ہزار آدمیوں نے فرانس کے حق میں رائے دی۔ کل ۵۲۸۰۰۰ آدمیوں نے رائیں دیں جن میں ۴۷۶۰۸۱ نے جرمن کے لئے۔ ۴۶۱۳ نے حالت بحال رکھنے کے۔ لئے اور ۲۰۸۳ نے فرانس سے متحد ہونے کے لئے رائیں دیں۔ رائے شماری میں انگریزوں نے فوجی انتظام کیا تاکہ کسی قسم کی بدامنی جنگ کا پیش خیمہ نہ بن جائے۔ اب جرمنی بہت جلد سار کے واپس کر دیے جانے پر زور دے رہا ہے مگر فرانس بکھیڑیں لگا رہا ہے جس سے اندیشہ ہے۔

## سخت سردی کی لہر

وسط جنوری میں ہندوستان بھر میں سخت سردی کا دور دورہ رہا۔ مکانوں میں اور کھیتوں میں پانی پر برف کی تہ جم جم گئی۔ سردی کی شدت سے صوبہ جات متحدہ میں درختوں پر سے جانور مر مر کے گر گئے مویشی بھی مرے۔ بڑودہ میں مدرسہ میں بیٹھے بیٹھے چار بچے ٹھٹھر کے مر گئے۔ پچھلے سال بھی سردی کی ایسی ہی شدت کے بعد زلزلہ آیا تھا۔ اس سال بھی جے پور میں زلزلہ آیا۔ اور چند مکانات کی دیواروں میں دراڑیں پڑ گئیں۔ سردی سے فصلیں خراب ہو رہی ہیں۔

## بڑھیا چور

لاہور میں ایک پچاس سالہ بڑھیا گرفتار ہوئی ہے جس کے سر کے بال سفید ہیں اور اس کے پانچ نام ہیں جن میں "گھوڑی" اور "ہرنی" بھی ہیں۔ وہ زندگی کے بیس سال جیل میں بسر کر چکی ہے۔ پچھلی سزا دس سال کی تھی۔ وہ چوریاں کرتی ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ برقعہ اوڑھ کے گلیوں میں پھرتی ہے۔ موقع ملتے ہی گھر میں گھس کے جو ہاتھ لگتا ہے اڑا لیتی اور چپکے سے غائب ہو جاتی ہے اب وہ تیس چوریوں کے سلسلہ میں گرفتار کی گئی ہے۔

## پتنگ پر قربان

لاہور میں ایک کالج کا لڑکا چھت پر کتاب پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں ایک پتنگ کٹا۔ اس کے چھوٹے بھائی نے اسے پتنگ پکڑنے کو کہا۔ وہ پکڑنے لگا۔ لیکن اس کا پاؤں پھسل گیا اور وہ سر کے بل گلی میں گر گیا۔ اس کا سر پھٹ گیا اور وہ بے ہوش ہو گیا۔ وہ شفاخانہ میں فوراً پہونچایا گیا۔ لیکن تھوڑی دیر بعد مر گیا۔ وہ ہونہار تھا اور کالج سے وظیفہ بھی لیتا تھا۔

## تاروں کا جھرمٹ

ضلع لاہور کے ایک گاؤں میں ایک عورت ایک جولاہے کو روزہ نہ رکھنے پر ملامت کیا کرتی تھی۔ ایک روز

اس نے پھر اس جولاہے کو حقہ پیتے دیکھا۔ اس نے اسے کہا کہ تو روزہ نہیں رکھتا تو مسلمان نہیں۔ جولاہا پہلے ہی اس سے ناراض تھا۔ اس نے کلہاڑی اٹھا اس کے تین چار ضربیں لگائیں۔ عورت مر گئی۔ جولاہا بھاگ گیا۔ مگر بعد میں پکڑا گیا۔

**ایک** ولندیزی ہوائی جہاز اڑ رہا تھا کہ اس پر بجلی گری اور سب مسافر مر گئے۔ جہاز زمین پر گر کے پاش پاش ہو گیا۔ ہوائی جہاز پر بجلی گرنے کا یہ سب سے پہلا واقعہ ہے۔

**ترکی** میں ۲۵ سے ۳۰ سال تک کی عورتوں کو مردوں کے برابر مجلس قانونی کی ممبری کے لئے رائے دینے کا حق مل گیا ہے۔ ۳۱ سال کی عمر میں وہ کونسل کی ممبر بھی بن سکتی ہے۔

**کوبے** (جاپان) میں مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اس موقعہ پر اسلام کی خوبیوں پر دلچسپ تقریریں ہوئیں بے شمار آدمی شریک تھے۔

**غازی** عبدالکریم عنقریب مراکش واپس آجائیں گے۔ حکومت فرانس سے انھوں نے کئی مرتبہ واپسی کی درخواست کی ہے جو اب منظور ہوتی نظر آتی ہے۔ ان کی عمر اس وقت ۵۲ سال ہے اور آٹھ برس سے نظر بند ہیں۔ انھوں نے ہسپانیہ کو شکستیں دے دے کے چکنا چور کر دیا تھا۔ لیکن فرانس کی تازہ دم فوجوں کے میدان میں اتر آنے سے انھیں شکست ہو گئی۔ گو ان کا انھوں نے خوب خوب مقابلہ کیا۔

**کشمیر** کے صوبہ گلگت پر برطانوی فوجی و انتظامی قبضہ مکمل ہو گیا ہے۔ یہ صوبہ سرحد پر واقع ہے اور اس پر قبضہ ہندوستان کی حفاظت کے لیے نہایت ضروری تھا۔

**ہسپانیہ** کے ایک نجومی نے جرمنی میں خانہ جنگی اور ہٹلر کے اقتدار کے خاتمہ، ۳۵ء میں مسولینی کے اقتدار کے خاتمہ، اور ۳۶ء میں ایک زبردست جنگ اور عنقریب ہی روس و جاپان کے جنگ کی۔ جس میں روس جیت جائے گا پیشین گوئی کی ہے۔

**نئی دہلی** میں اچھوتوں کے لئے ایک اقامت گاہ کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے گاندھی جی نے تقریر میں کہا کہ اگر ہندو مذہب کو زندہ رہنا منظور ہے تو وہ اچھوت پن ترک کر دے۔

**گورکھپور** میں ہندی زبان سکھانے کی ترتیب دینے کے لئے ایک مدرسہ کا اضافہ کیا گیا ہے اور ہندو کوشش کر رہے ہیں کہ وسط ہند میں ایک ہندی یونیورسٹی قائم ہو جائے۔ اس کے لئے ایک وفد ایجنٹ گورنر جنرل وسط ہند کے پاس گیا۔

**لاہور** کے ایک سکھ نے اپنے ۱۴ سالہ بیٹے سے پانی مانگا۔ اس کے انکار کرنے پر اس نے کلہاڑی سے تین چار ضربیں اسکے سر پر لگائیں۔ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ پولس نے بڈھے کو گرفتار کر لیا ہے۔

**فرانس** میں عورتوں کا ایک پولس دستہ بنایا جانے والا ہے۔ لباس مرد سپاہیوں کا سا ہوگا۔ فرق صرف یہ ہوگا کہ وہ گھگری پہنیں گی۔ ان کا تعلق عورت اور بچہ ملزمان سے ہوگا۔

**ہوشنگ آباد** کے ایک برہمن کے گھر میں ایک بچہ پیدا ہوا جس کا سر بہت بڑا تھا۔ پورے دانت تھے۔ اور ۳۵ انگلیاں تھیں۔ تھوڑی دیر بعد بچہ مر گیا۔

**دہلی** میں ایک ہندو ۱۸ سالہ ساہوکار لڑکے کو اس کی سوتیلی ماں نے جائداد پر عمل و دخل پانے کے لئے مروا ڈالا۔ وہ شخص اسے ایک فقیر کے پاس لے جانے کے بہانہ دہلی سے باہر لے گیا۔ جہاں ایک سنسان مقام پر اس کی آنکھوں میں لال مرچیں ڈال دی گئیں۔ وہ آنکھیں مل ہی رہا تھا کہ اس کے سر پر ضربات پہونچا کے مار ڈالا گیا۔ عدالت نے قاتل کو سزائے موت دی۔ اور

باقی صفحہ ۱۹۸ پر ملاحظہ ہو

# رسالہ جوہر نسواں کے متعلق ملک کے مشہور رسائل و اخبارات کی رائیں۔

## ۱- رسالہ ساقی دہلی لکھتا ہے:-

کچھ اوپر ربع صدی سے دہلی کا مشہور زنانہ رسالہ "عصمت" بہت عمدگی سے شائع ہو رہا ہے۔ اس کا اجراء اور نشو و نما علامہ راشد الخیری کے بابرکت ہاتھوں ہوا۔ اور اب تقریباً دس سال سے ان کے لائق صاحبزادے جناب رازق الخیری کی ادارت میں یہ پرچہ شائع ہو رہا ہے۔ علامہ موصوف کے ادب پرور قلم کے سایہ میں یہ لائق قدر پرچہ پروان چڑھا اور جناب رازق الخیری نے اپنے مخالفین سے بھی "عصمت" کو اردو کا بہترین زنانہ رسالہ تسلیم کرا لیا۔ کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا کہ اسی ادارے سے بچیوں کے لئے "بنات" جاری ہوا تھا اور آج وہ بھی لڑکیوں اور بچیوں کے لئے بہت مفید رسالہ سمجھا جاتا ہے۔ علامہ محترم کو صحافت اردو کا کم و بیش پچاس سال کا تجربہ ہے اور موصوف کے صاحبزادے بھی دن رات اسی فکر میں غلطاں و پیچاں رہتے ہیں۔ کہ نسوانی فلاح و بہبودی کی نت نئی راہیں نکالیں۔ اس کے ثبوت میں "عصمت" "بنات" کے گذشتہ پرچے پیش کئے جا سکتے ہیں۔ ہمیں یہ دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی کہ اسی دار الاشاعت سے "جوہر نسواں" بھی جاری ہوا ہے جو اپنی طرز کا صحافت اردو میں پہلا زنانہ رسالہ ہے۔ عورتوں لڑکیوں اور بچیوں کے لئے خالص زنانہ دستکاری کا کوئی ماہوار رسالہ اردو میں شائع نہیں ہوتا تھا۔ جناب رازق کی مساعی سے یہ کمی پوری ہو گئی۔ ہمیں یقین ہے کہ اس کے مسلسل مطالعہ سے لڑکیاں سگھڑ، سلیقہ شعار، اور ہنرمند بن سکتی ہیں پرچے کا مطالعہ اس لئے اور بھی ضروری ہے کہ اس سے وہ مشرقی روایات زندہ ہو سکتی ہیں جو خواتین ہند کے لئے مایۂ ناز و افتخار سمجھی جاتی تھیں۔ تین لائق خواتین کی ادارت اور جناب "رازق" کی نگرانی میں "جوہر نسواں" کے اب تک تین پرچے شائع ہو چکے ہیں۔ ذیل میں ان اشاعتوں کے مستقل عنوانات درج کئے جاتے ہیں جن سے اس پرچہ کی نوعیت کسی حد تک واضح ہو سکے گی۔

(۱) خیاطی (۲) کروشیا کا کام (۳) سلمہ ستارے کا کام۔ (۴) کٹاؤ کا کام (۵) تارکشی (۶) کشیدہ کاری (۷) موتیوں کا کام (۸) سلائیوں کا کام (۹) ربن کا کام (۱۰) کراس اسٹیچ ورک (۱۱) کترنوں کا کام (۱۲) جالی کا کام۔ ان کے علاوہ چند اصلاحی افسانے اور نظمیں بھی ہر اشاعت میں شریک ہوتی ہیں لیتھو اور بلاک کے متعدد نقشے اور تصاویر ہر پرچے میں شامل ہوتی ہیں۔ سرورق بے حد جاذب توجہ اور رنگین ہے لکھائی چھپائی پاکیزہ، کاغذ سفید چکنا۔ ضخامت ۴۰ صفحے۔ چندہ سالانہ صرف دو روپے آٹھ آنے ہے۔ جو اس رسالہ کی خوبیوں کو دیکھتے ہوئے کم ہے۔

دفتر جوہر نسواں دہلی سے طلب کیجئے

## ۲- اخبار ریاست دہلی کی رائے:-

دفتر رسالہ "عصمت" سے جو تقریباً پچیس سال سے عورتوں کی شاندار خدمات انجام دے رہا ہے۔ ایک جدید رسالہ شائع ہونا شروع ہوا ہے جس کا نام "جوہر نسواں" ہے۔ اس سے پہلے بھی دو رسالے شائع ہوتے ہیں ایک "عصمت" جو اردو زبان میں عورتوں کا بہترین پرچہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ مصور غم علامہ راشد الخیری صاحب کی سرپرستی اور ان کے قابل فرزند مسٹر رازق الخیری کی ایڈیٹری میں نہایت پابندی اور نہایت شان کے ساتھ نکل رہا ہے۔ اور دوسرا "بنات" جو بچیوں کا پرچہ ہے۔ مسٹر رازق الخیری مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے حضرت مصور غم کی تصانیف کو دیدہ زیب طریقے سے شائع کرنے کے علاوہ "عصمت" کو بھی چار چاند لگا دئے۔ اور "عصمت" اور "بنات" کی ادارت کے فرائض انجام دینے کے علاوہ جوانا مرگ مگر شہرہ آفاق مضمون نگار محترمہ خاتون اکرم کی یادگار میں "جوہر نسواں" جاری کیا، دستکاری۔ جو عورتوں کا حقیقی جوہر ہے۔ دستکاری کے ہر صنف کے نہایت مفید مضامین کام کے نقشے اور نمونے اس رسالے میں ہوتے ہیں اس وقت تک "جوہر نسواں" کے جتنے پرچے شائع ہوئے ہیں وہ رسالہ کے اجراء کے مقصد کو پیش نظر رکھ کر ہر طرح کامیاب ہیں۔

"جوہر نسواں" کی ادارت محترمہ خدیجہ فاطمہ صاحبہ مولفہ گلدستہ کشیدہ۔ محترمہ آمنہ نازلی مولفہ موتیوں کا کام۔ محترمہ خدیجہ بائی مولفہ سلمہ ستارے کا کام کے سپرد ہے۔ جو دستکاری کے فن سے نہ صرف واقف ہیں بلکہ جنہوں نے اس موضوع پر کتابیں تصنیف کی ہیں۔ "عصمت" کی کامیابی کو دیکھ کر پوری توقع ہے۔ کہ مسٹر رازق کی نگرانی میں "جوہر نسواں" ترقی کرے گا۔ اور لڑکیوں اور عورتوں میں سلیقہ شعاری پیدا کرکے ان کے مرتبہ کو بلند کرنے میں معاون ہوگا۔ قیمت سالانہ دو روپے آٹھ آنے پتہ۔ دفتر رسالہ "جوہر نسواں" کوچہ چیلان دہلی۔

## ۳- اخبار ذوالقرنین بدایوں کی رائے

"جوہر نسواں" دہلی۔ یہ رسالہ محترمہ خاتون اکرم جنت مکانی کی یادگار میں مولانا رازق الخیری ایڈیٹر "عصمت" نے دہلی سے شائع کیا ہے۔ اس کا تیسرا نمبر بغرض ریویو ہمیں موصول ہوا ہے۔ رسالہ کی خوبیوں اور مضامین کے فوائد کا یقین دلانے کے لئے ایڈیٹر عصمت کا نام کافی ضمانت ہے۔ رسالہ کا ٹائٹل پیج چار رنگوں سے رنگین اور نہایت خوشنما ہے۔ مضامین کے اعتبار سے اس کو "زنانہ دستکاریوں کا مفید مجموعہ" بالکل بجا کہا گیا ہے۔ رسالہ زیر ریویو میں ۱۴ عنوانات کے ماتحت مختلف دستکاریوں پر مضامین ہیں۔ پہلا مضمون جو دستکاری کے عنوان سے لکھا گیا ہے۔ خاتون اکرم مرحومہ کی یادگار ہو

جس میں نہایت قابلیت سے خوش حال مستورات کو دستکاری پر توجہ دلائی گئی ہے۔ اس کے بعد کشیدہ کاری اور سیناعلی وغیرہ کے متعلق نہایت مفید اور کارآمد مضامین ہیں۔ رسالہ کی موجودہ ضخامت ۴۰ صفحات علاوہ ٹائیٹل پیج کے ہے سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر دو روپے اور بذریعہ وی پی دو روپے چار آنے۔ دفتر عصمت کوچہ چیلان دہلی سے طلب کیجئے۔

## ۴۔ رسالہ نیرنگستان دہلی کی رائے

یہ ماہانہ رسالہ دفتر عصمت دہلی سے ستمبر سے جاری ہوا ہے۔ رسالہ کا موضوع نام سے ظاہر ہے۔ طبقہ نسواں کا جوہر درحقیقت دستکاری ہے جس کو ہماری ہندوستانی خواتین نے کھو دیا ہے۔ اس ضرورت کو محسوس کر کے جناب راشد الخیری صاحب مدیر رسالہ عصمت نے اس ضروری موضوع کی تکمیل کا بیڑا اٹھایا ہے اور ملک کی لائق اور ہونہار دستکار خواتین کی اعانت میں اس ماہنامہ کو نہایت سلیقہ و آراستگی سے مفید۔ کارآمد اور دلچسپ مضامین کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے اس رسالہ کی دارالاشاعت کی اہمیت کا اندازہ کر کے ہی رسالہ کی کامیابی اور بکار آمدی کا کافی اندازہ ہو سکتا ہے۔ اس لئے ہمیں توقع ہے کہ نیرنگستان کی ناظرات "جوہر نسواں" سے ضرور دلچسپی لیں گی۔ اور اپنے حق میں مفید پائیں گی۔ کیونکہ یہ اپنی قسم کا ایک واحد ماہنامہ ہے۔ چندہ سالانہ پیشگی بذریعہ منی آرڈر دو روپے۔ بذریعہ وی پی دو روپے چار آنے۔
پتہ:۔ دفتر رسالہ "عصمت" کوچہ چیلان دہلی۔

## ۵۔ اخبار شملہ پنچ کی رائے

"جوہر نسواں" اس نام کا ایک ماہوار رسالہ تین مشہور اہل قلم خواتین کی ادارت اور مولانا راشد الخیری صاحب کی نگرانی میں گذشتہ پانچ ماہ سے پابندی وقت کے ساتھ دہلی سے شائع ہو رہا ہے "جوہر نسواں" اپنی شان کا ہندوستان بھر میں پہلا رسالہ ہے۔ جس میں خاص طور پر زنانہ دستکاری کے متعلق کارآمد پر از معلومات مضامین شائع کئے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں ہر اشاعت میں جابجا کشیدہ اور کروشیا وغیرہ کے کام کے خاکے اور نمونے بھی پیش کئے گئے ہیں۔ اس رسالہ کے مطالعہ سے خواتین لڑکیاں اور بچیاں سب یکساں طور پر فائدہ اٹھا سکتی ہیں اور ان کو سلیقہ شعار اور ہنرمند بنانے کیلئے تو "جوہر نسواں" بہت مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ ہندوستان میں اب تک ایسا کوئی رسالہ شائع نہیں ہوا تھا کارکنان "جوہر نسواں" مستحق مبارکباد ہیں کہ انھوں نے یہ رسالہ جاری کر کے ایک بہت بڑی کمی کو پورا کر دیا "جوہر نسواں" کے اب تک پانچ پرچے شائع ہوئے ہیں جن میں حسب ذیل مستقل عنوانات کے تحت میں زنانہ دستکاری کے متعلق نقشوں اور نمونوں کے ساتھ بہترین مضامین شائع کئے گئے ہیں (۱) خیاطی (۲) کروشیا کا کام (۳) سلمہ ستارے کا کام (۴) تار دبکا کا کام (۵) تارکشی (۶) کشیدہ کاری (۷) موتیوں کا کام (۸) سلائیوں کا کام (۹) ربن کا کام (۱۰) کراس اسٹیچ ورک (۱۱) کترنوں کا کام (۱۲) جالی کا کام ان کے علاوہ چند اصلاحی افسانے اور نظمیں بھی ہر اشاعت میں شریک ہوتی ہیں بیشتر بلاک کے متعدد نقشے اور تصاویر ہر پرچہ میں شامل ہوتی ہیں سرورق نہایت جاذب توجہ اور رنگین ہے لکھائی چھپائی پر بڑا کاغذ سفید چکنا ضخامت ۴۰ صفحے چندہ سالانہ عہ جو اس رسالہ کی خوبیوں کو دیکھتے ہوئے کم ہے۔

## دوربین کا بقیہ

سوتیلی ماں اور اس کے باپ کو رہا کر دیا۔ مقتول کی جائداد ایک لاکھ سے زیادہ کی ہے۔

مدراس میں دو بہنیں مختلف مقامات میں ایک ہی روز ایک ہی بیماری میں مر گئیں۔ ان دونوں کے بچہ ہوا تھا۔

**جالندھر کی پولس** میں تین اسامیاں خالی تھیں جن کے لئے دو سو درخواستیں آئیں۔ ان میں بی اے اور ام اے بھی کنسٹبل بننا چاہتے ہیں۔

**دو ہندو** بدری ناتھ جاترا کے لئے رینگ رینگ کے جا رہے ہیں۔ ایک برہمن ان کی پوجا پاٹ کرانے روٹی پکانے اور بستر اٹھانے کے لئے ساتھ ہے۔ وہ جے پور ریاست سے بدری ناتھ ۱۲ ½ سو میل آٹھ مہینے میں طے کریں گے۔

**سر عبداللہ المامون سہروردی** بنگال کے مشہور مسلمان لیڈر کا نمونیہ سے انتقال ہو گیا۔

**ملکہ دکن** اور نواب بہاول پور اس سال حج پر تشریف لے جا رہے ہیں۔

**محکمہ ڈاک** میں ۹ اسامیوں کے انعامی مقابلہ کے لئے دو ہزار امیدوار شریک ہوئے

## کیا آپ کا ۱۹۳۴ء کا فائل نامکمل ہے!

آپ ۱۹۳۴ء کے عصمت کا فائل دیکھ لیجئے کہ سال کے تمام پرچے موجود ہیں یا نہیں۔ اگر کوئی پرچہ موجود نہ ہو تو آپ فوراً ہمیں اطلاع دیجئے کیونکہ ۲۸ فروری کے بعد ممکن ہے آپ کو کسی ماہ کا پرچہ قیمتاً بھی نہ مل سکے

مینیجر

# لڑکیوں اور عورتوں کے لئے دلچسپ اور مفید منتخب کتابیں

| نام کتاب | مختصر کیفیت | قیمت |
|---|---|---|
| آتالیق نسواں | بہو بیٹیوں کو سگھڑ اور سلیقہ شعار بنانے عملی کام' انتظام خانہ داری سکھانے کی مشہور کتاب ۱۰ حصے ۱۲۰۰ شکلیں ۲۰۰ صفحے قیمت | للعہ ۸ر |
| دائی | یعنی لیڈی ڈاکٹر۔ دائی گیری کے متعلق مفید کتاب جس میں زچہ بچہ کی بیماریوں کا علاج بھی ہے۔ شکلیں بھی دی گئی ہیں۔ | علہ ۱۲ر |
| شمیم | دلچسپ معاشرتی اخلاقی ناول جو صحیح فسانہ نگاری کے اصولوں پر لکھا گیا ہے سبق آموز ظرافت انگیز ہے دو ضخیم جلدوں میں دوبارہ چھپا ہے | للعہ |
| سیرۃ عائشہ صدیقہ | رسول اکرمؐ کی چہیتی بیوی مسلمانوں کی ماں حضرت عائشہ صدیقہ کے مفصل ومکمل سوانح حیات مسلمان عورتوں کے لئے بہترین رہبر ہے۔ | عگ ۱۰ر |
| سیرۃ الکبریٰ | خاتون جنت کی والدہ سب سے پہلی مسلمان' مسلمانوں کی ماں حضرت بی بی خدیجۃ الکبریٰ کی مقدس زندگی کے حالات۔ | عہ ۲ر |
| صحابیات | رسول اکرم کی بیویوں۔ بیٹیوں اور اس زمانہ کی ان مشہور مسلمان عورتوں کے حالات جنھوں نے اسلام کی بڑی خدمات انجام دیں۔ | عگ ۸ر |
| فطرت نسوانی | مرد عورت کی فطرت اور اخلاق کا موازنہ اصل کتاب فرانسیسی میں لکھی گئی ہے۔ اُردو میں عربی سے ترجمہ کی گئی ہے۔ | عہ ۱۲ر |
| گہوارہ تمدن | مولانا نیاز فتحپوری کی تالیف جس میں دکھایا گیا ہے کہ دنیا کی تہذیب اور شائستگی عورت کی کس درجہ ممنون ہے۔ | عگ |
| مشاہیر نسواں | یا سیر الطیبات۔ اسلامی دنیا کی مشہور عورتوں کے سبق آموز حالات جو مسلمان لڑکیوں اور عورتوں کو ضرور معلوم ہونے چاہئیں | عہ |
| زنانہ بستہ | چھوٹی بچیوں کے لئے دس ننھی ننھی کتابیں جن سے انھیں لکھنا پڑھنا آجائے گا اور خانہ داری سے بھی واقفیت ہو جائے گی چوتھی بار حال میں شائع ہوئی ہے۔ | عہ |
| حلیمہ | ایک سگھڑ لڑکی کے حالات جس نے بگڑے گھر کو بنا ڈالا' قصہ بہت ہے از مولوی عبد الغفار صاحب خیری۔ | ۱۴ر |
| عالم خیال | مولانا شوق قدوائی کی مقبول نظمیں عالم خیال کے چار رُخ۔ میاں پردیس میں ہے۔ بیوی کے جذبات کا بے مثل نقشہ کھینچا ہے بالتصویر ۱۲ر بے تصویر | ۸ر |
| دختران شمشیر | تمام زمانوں اور تمام قوموں کی بہادر اور جانباز حوصلہ مند خواتین کے حالات جنھوں نے میدان جنگ میں تلوار کے جوہر دکھائے۔ | عہ |
| انشائے نسواں | لڑکیوں کو خط وکتابت سکھانے کی مفید کتاب جو باعتبار مضمون بھی دلچسپ ہے۔ تصویر بھی ہے۔ | ۸ر |
| پردہ | شرعی پردہ کی نسبت مولانا عبد الحلیم شرر کی مشہور کتاب' قرآن مجید اور حدیث سے بحث کی گئی ہے۔ حقوق نسواں کی حمایت میں ہے۔ | عہ |
| بیگمات عالم | یعنی مخدرات دنیا کی نامور شہزادیوں' عالمہ' فاضلہ' بہادر خواتین کا تذکرہ از مولانا شرر مرحوم۔ | عہ ۸ر |
| مضامین | زہرہ بیگم صاحبہ فیضی کے مضامین خانہ داری' حفظان صحت' تربیت اطفال' صنعت وحرفت کے متعلق نیز بعض ریاستوں اور شہروں کے حالات۔ | ۱۲ر |
| زنانہ تحصیل | مغربی تمدن اور یورپین خواتین کے متعلق محترمہ عطیہ فیضی کے اس سفرنامہ سے معلومات میں اچھا اضافہ ہوگا۔ | ۸ر |
| رواۃ الامہات | وہ چالیس حدیثیں جو عورتوں سے یا عورتوں کے متعلق ہیں۔ ترجمہ بھی عام فہم ہے۔ | ۶ر |
| ہدیہ نسواں | اُمت الرؤف بیگم صاحبہ کے افسانوں اور مضامین کا مجموعہ صحت کے متعلق کارآمد ہدایتیں بھی ہیں۔ آخر میں خطوط بھی ہیں۔ | عہ |
| سلطانہ کا خواب | ایسے ملک کی خیالی تصویر جہاں عورتوں کی حکومت ہے اور سب کاروبار بھی عورتیں ہی کرتی ہیں۔ | ۲ر |
| تاج آفرینش | مصر کی اہل قلم خاتون ملک خانم کے چند نسوانی اصلاحی مقالات ہندوستانی عورتوں کے لئے جن کا مطالعہ بہت مفید ہوگا۔ | ۱۰ر |
| خدمات خلق | یورپ اور امریکہ کی چند بہادر اور جانباز فاضل خواتین کے نتیجہ خیز حالات از سیدہ بیگم مرحومہ۔ | ۱۰ر |
| فغان اشرف | دہلی کی ایک شریف گھرانے کی مصیبت زدہ اور دردناک زندگی کے دل ہلا دینے والا سچا مؤثر واقعہ از اشرف جہاں بیگم صاحبہ دہلوی یعنی مسز براس | عہ |
| جہاں آرا بیگم | شہنشاہ ہند شاہجہاں کی چہیتی بیٹی جہاں آرا بیگم کی سوانح عمری از مسٹر ضیاء الدین برنی بی۔ اے۔ | ۱۴ر |
| ثروت دلہن | اصلاح معاشرت پر مقبول ناول شرفا کے گھروں کا خاکہ۔ تعلقات میں صحیح روش اختیار کرنے کا ہدایت نامہ عورتوں کے لئے عورتوں کی زبان میں | عہ ۸ر |
| انجام زندگی | علامہ راشد الخیری مدظلہ کے رنگ میں دلی کی النساء پرداز خاتون کی تصنیف میں مختلف عورتوں کے حالات دوبارہ چھپی ہے۔ | ۷ر |
| نیرنگ | زنانہ رسائل کی نامور افسانہ نگار محترمہ ایس آر کرامانیہ ورفیعہ امیرا کے ۱۲ مختصر افسانے جنھیں مشہور ادیبوں اور اخباروں نے بہت پسند کیا ہے | عہ ۸ر |
| ماں بچہ کی نگہداشت | ماں بچہ کی صحت قائم رکھنے اور ان تمام خرابیوں کو جو مضر صحت ہیں دور کرنے کے موضوع پر نہایت کامیابی سے لکھی گئی ہے از مولوی محمد ظفر ایم۔ اے۔ | ۶ر |
| کرن پھول | بچوں کی تعلیم وتربیت کے متعلق دلآویز سچا پرتاثیر قصہ جو ۵۰ سال قبل شمس العلما مولوی محمد حسین آزاد مرحوم نے لکھا تھا | ۸ر |
| پتھر سے ہیرا | سچا تبلیغی قصہ عورت کی سچی ہمدردی اور محبت بھری گفتگو کا کیا اثر ہوتا ہے۔ بچوں کی صحیح تربیت کا رہبر از ڈاکٹر سعید احمد بریلوی۔ | ۱۴ر |
| اسلام اور عورت | قرآن مجید کی آیتوں اور مختلف حدیثوں سے بتایا گیا ہے کہ مسلمان عورت کا کیا رتبہ اور حقوق ہیں دوسرے مذاہب کی عورتوں سے مقابلہ بھی ہے | ۱۰ر |

| مولانا نذیر احمد مرحوم | | مولوی بشیر الدین مرحوم | | خواجہ حسن نظامی | | پردہ نشین لائبریری کی کتابیں | | | | متفرق کتابیں | | ملنے کا پتہ |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| مرآۃ العروس | عہ | حسن معاشرت | عہ | بیوی کی تعلیم | عہ | آداب نسواں | ۵ر | ڈاکٹر سلیمہ خانم | ۱۲ر | میاں بیوی کے فرائض | ۸ر | دفتر عصمت |
| بنات النعش | عہ | اصلاح معیشت | عہ | بیوی کی تربیت | عہ | شوہر کی نصیحتیں | ۶ر | صبر کی دیوی | ۱۴ر | میاں بیوی کے لطیفے | ۸ر | کوچہ چیلان |
| توبۃ النصوح | عہ | اقبال دلہن | عہ | اولاد کی شادی | عہ | نیا باورچی خانہ | ۵ | آسمان کی پری | ۱۰ر | میاں بیوی کے خطوط | ۸ر | دہلی |
| ایامیٰ | عہ | بچیوں سے دو دو باتیں | ۸ر | بیگمات کے آنسو | عہ | بہشتی جھومر | ۱۲ر | کفایت شعاری | ۱۲ر | دولہا دلہن کے خطوط | ۸ر | |
| فسانہ مبتلا | عہ | لخت جگر | عہ | آتالیق خطوط نویسی | عہ | گھر اور گھر والی | ۱۴ر | جنت کی حوریں | | دولہا دلہن کے لطیفے | ۸ر | |

PARAMOUNT BRAIN TONIC
TRADE MARK
SHARPENS MEMORY
قوت حافظہ
ملنے کا پتہ:- مینیجر پیرامونٹ کیمیکل ورکس - میو روڈ - لاہور
PARAMOUNT CHEMICAL

| انگریزی اور جرمنی کھانے | ترکی اور عربی کھانے | ایرانی اور افغانی کھانے | بنگالی اور بہاری کھانے | کشمیری اور مدراسی کھانے |
|---|---|---|---|---|
| گجراتی اور پنجابی کھانے | نفیس نفیس کھانے | لذیذ کھانے | عمدہ عمدہ کھانے | دلی اور لکھنؤ کے کھانے |
| حیدرآبادی اور بزری کھانے | | | | پشاوری اور سندھی کھانے |

## سینکڑوں قسم کے کھانے تیار کرنیکی اردو زبان میں بینظیر کتاب

# عصمتی دسترخوان (حصہ اول)

ع صـ

...کی ایک نمایاں خصوصیت جو اس موضوع کی اور کسی کتاب میں نہ ملے گی یہ ہے کہ تمام ترکیبیں تجربہ کرنے کے ...لکھی گئی ہیں اس لئے ترکیبیں **بالکل صحیح** ہیں اور **وزن بالکل درست**۔ ہندوستان بھر کے ہر حصہ کی تجربہ کار ...عصمتی بہنوں نے اس کتاب کی تیاری میں حصہ لیا ہے اور ایڈیٹر صاحب عصمت کی اہلیہ محترمہ آمنہ نازلی صاحبہ ...بڑی محنت سے کتاب مرتب فرمائی ہے۔ باورچیخانہ کے انتظام اور کھانوں کے متعلق نہایت قیمتی ہدایات و ...مضامین درج کئے گئے ہیں۔ ایک ایک چیز کی کئی کئی قسم کی تیار کرنے کے لئے بھی عصمتی دسترخوان سے بہتر کتاب ملنی ...ممکن ہے مثال کے طور پر صرف دو کھانوں کی فہرست ملاحظہ فرمائیے

| پڈنگ کی ترکیبیں | | کبابوں کی ترکیبیں | | |
|---|---|---|---|---|
| ...بلم پڈنگ | انجیر پڈنگ | ران کے کباب | کباب بیضہ مرغ | تاشش کباب |
| ...وے کی پڈنگ | انڈے پڈنگ | آلو کے کباب | کچے قیمہ کی ٹکیاں | شامی کباب |
| ...گی بھری پڈنگ | سیب پڈنگ | کچے آلو کے کباب | گوشت کے میٹھے کباب | آنتوں کے کباب |
| ...بز پڈنگ | جلیبیوں کی پڈنگ | نارجیل کے کباب | کباب مرغ مسلم | انگریزی کباب |
| ...وز پڈنگ | میوہ دار پڈنگ | مچھلی کے بیسنی کباب | سیخ کے چٹ پٹے کباب | اروی کے کباب |
| ...ناس پڈنگ | کشمش پڈنگ | سیخ کے کباب | مچھلی کے شامی کباب | اور کئی کئی قسم کے |
| ...زور بیماروں کیلئے | بالائی پڈنگ | پسندے کے کباب | دہی کے کباب | کباب |

## ...صرف دو چیزوں کی فہرست

اسی سے کتاب کا اندازہ کریئے۔ چاول سلونے اور میٹھے۔ سویاں کھیر فیرنی۔ سادے اور ترکاری کے ...سالن مچھلی، مرغ، جیلی۔ بسکٹ، کیک۔ دالیں۔ مٹھائیاں۔ حلوے۔ چٹنیاں۔ مربے۔ اچار۔ سموسے، بڑے ...پھلکی پکوریاں۔ پراٹھے۔ روٹی۔ **غرض** ہر قسم کے مشرقی و مغربی کھانوں کی بڑی بڑی اچھی ترکیبیں ہیں اور ہر چیز ...کی کئی درجن **صحیح ترکیبیں! اس کتاب کا ہر گھرانے میں ہونا ضروریات میں سے ہے**

...ہندوستان بھر میں اس کی دھوم مچ گئی ہے۔ بہت سی عورتیں اس کتاب کی بدولت عمدہ عمدہ ذائقہ دار کھانے پکانے ...لگی ہیں۔ لڑکیوں کو یہ کتاب اشد ضروری سمجھ کر جہیز میں دیجاتی ہے۔ سینکڑوں خواتین نے اس کی تعریف میں خطوط بھیجے ...اور کتنے ہی مردوں نے اس کتاب کی اشاعت پر مولفہ و پبلشر کا شکریہ ادا کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کھانے ...پکانے کی اس قدر صحیح اور ایسی کارآمد کتاب ہندوستان کی کسی زبان میں آجتک نہیں چھپی۔ اس کی تیاری پر ہزاروں ...روپیہ بہایا گیا ہے۔ پہلے ہی سال میں ہاتھوں ہاتھ تین ایڈیشن نکل گئے اس کتاب پر اس قدر محنت کی گئی ہے ...کہ پانچ روپے قیمت بھی ہوتی تو کم تھی لیکن اس لئے کہ ہر شخص اس سے فائدہ اٹھاسکے صرف **دو روپیہ** قیمت رکھی ...گئی ہے۔ مجلد کی قیمت صرف دو روپیہ چار آنہ ہے۔ اور زیادہ تر مجلد ہی منگائی جاتی ہے۔

**پتہ: منیجر رسالہ عصمت (کوچہ چیلان) دہلی**

# عصمتی دسترخوان کے علاوہ عصمتی کچن کی اور کتابیں

ع صـ

**یہ کتابیں بھی شائع کی گئی ہیں!**

اسی لئے ہاتھوں ہاتھ نکل رہی ہیں

**عصمتی ہنڈکلیا** یہ کتاب بچیوں کے لئے ہے تاکہ وہ شادی سے قبل کھانے پکانے کے فن میں ماہر ہوجائیں اور ایک کنواری بچی کو جو جو کچھ جاننا چاہئے عملی طور پر اس سے واقف ہوجائے۔ سوا سو کھانوں کی صحیح صحیح ترکیبیں بچیوں ہی کے مطلب کی درج کی گئی ہیں پھر خوبی یہ کہ کھانے پکانے کے متعلق نہایت مفید مضامین اور کارآمد ہدایتیں درج کی گئی ہیں جو ہر لڑکی کو ضرور جاننی چاہئیں۔ باتصویر ٹائیٹل قیمت صرف ۸ر

**ناشتہ** دوپہر اور رات کے کھانے سے قبل صبح اور تیسرے پہر کیا کیا ناشتہ کیا جاتا ہے۔ اس موضوع پر سب سے پہلی قابل قدر کتاب جس میں چاء، کوکو، شربت، لسی، فالودہ، آئس کریم، بسکٹ، کیک، توسٹ، کڑہائی وغیرہ وغیرہ نیز ہندوستان کے ہر صوبے اور ہر حصے کے مختلف قسم کے ناشتوں کی کئی کئی ترکیبیں ہیں گویا اس کتاب کی موجودگی میں جس حصہ ملک کا مہمان ہمارے ہاں آئے اسی کے مطلب کی چیز ہم ناشتے میں پیش کرکے محو حیرت کرسکتے ہیں۔ قیمت ۱۰ر

**بچوں کے کھانے** ننھے بچوں کے لئے اصول صحت سے کس قسم کی غذا دینی چاہئیے۔ کون سے کھانے مفید ہیں اور وہ کس طرح تیار ہوتے ہیں اس موضوع پر بینظیر کتاب جس میں بچوں کے صحت بخش اور مفید کھانوں کی کئی درجن تجربہ کی ہوئی صحیح ترکیبوں کے علاوہ کئی نہایت کارآمد مضامین بھی اس کے قابل قابل ڈاکٹروں اور تجربہ کاروں کے لکھے ہوئے ہیں۔ باتصویر قیمت صرف ۸ر

**بیماروں کے کھانے** بیماروں کے لئے جو کھانے بیحد مفید ہیں اس میں صرف انہی کی ترکیبیں ہیں۔ اور کئی قابل تجربہ کار ڈاکٹروں نے اس کی تیاری میں حصہ لیا ہے۔ تمام ترکیبیں تجربہ کی ہوئی ہیں اور بیحد کارآمد ہیں مضامین بھی بے انتہا مفید و قابل قدر ہیں۔ ہر گھر میں اس کتاب کا ہونا ضروری ہے باتصویر قیمت دس آنہ (۱۰ر)

**مذاقیہ کھانے** دولہا بھائی سے، نندوئی سے، سہیلیوں سے مہذب مذاق کرنیکے لئے نہایت دلچسپ کتاب جس کی ہر ترکیب صحیح ہے۔ بیہودہ تکلیف دہ عامیانہ مذاق کی جگہ اس کتاب سے شائستہ مذاق کرو اور اس ہنسنے ہنسانیوالی کتاب سے زندہ دلی کا ثبوت دو۔ لڑکیوں کی شادی کے موقعہ پر دولہا بھائی کی تواضع کیلئے لڑکیاں یہ کتاب نہایت شوق سے منگاتی ہیں۔ ۸ر

**مشرقی مغربی کھانے** عصمتی دسترخوان کا دوسرا حصہ قیمت ۸ر۔ مفصل اشتہار اس پرچہ میں دوسری جگہ ہے

دستکاری کی مفید کتابیں
جو اپنے اپنے موضوع پر بہترین تسلیم کی جا چکی ہیں
(۱) عصمتی کروشیا
کروشیا کی شوقین بہنوں کے لئے بہترین تحفہ
یہ کتاب فن کروشیا کی ماہر محترمہ فاطمہ نور علی بیگم صاحبہ نے ترکیبیں اور ہدایات لکھ کر مرتب کی ہے
عصمت کی مشہور مضمون نگار محترمہ و۔ا صاحبہ کی رائے ہے "یہ خوبصورت اور کامیاب کتاب بہت محنت سے مرتب کی گئی ہے" محترمہ لطیف بیگم صاحبہ جن کے سلائی کے کام کے مضامین علاوہ عصمت میں خوب مقبول ہو چکے ہیں لکھتی ہیں "عصمتی کروشیا کے نقشے اس قدر صاف واضح اور آسان ہیں کہ سمجھنے میں بالکل دقت نہیں ہوتی" محترمہ نفیس بیگم صاحبہ مولفہ کروشیا کی رائے ہے "جو ہدایات دی گئی ہیں ان سے نمونے بنانے میں بہت سہولت ہو جاتی ہے" دوسرا ایڈیشن نہایت آب و تاب کے ساتھ بڑے سائز پر شائع ہوا ہے کاغذ عمدہ قیمت ڈیڑھ روپیہ
مختصر فہرست عصمتی کروشیا
گلہ نما کاڑی
ذاک منکلا
آدمی مع مشک
کلمہ طیبہ
۵ نمبر پرس
خوش آمدید
چہ یا ڈالی پر
گاؤ تکیہ
ایک خاتون مع بلی
فارم ہاؤس
مسجد کا دروازہ
مرغ
تاج محل آگرہ
۱۱ دلاور مینار
عید مبارک
طرہ دار
رج ہنس
نئی لوی توتے
گنبد
امام حسین
شیر ببر
جامع مسجد
۶ خوبصورت کوے
درخت ڈالی
پرندے
بحیثیت تیر و کمان
گلدستے و گلدان
(۲) عصمتی کشیدہ
اس کتاب میں کشیدہ کاری کے نہایت اچھے اچھے نمونے دئے گئے ہیں
ضروری اور کارآمد ہدایتیں اس قدر آسان پیرایہ میں لکھی گئی ہیں کہ چھوٹی بچیاں بھی سمجھ سکیں ہر نمونہ کی ضروری تشریح کی گئی ہے یعنی نمونہ کس کس چیز کے لئے موزوں ہو سکتا ہے اور کس کس رنگ میں ہونا چاہیے۔ اور کیا کیا احتیاط ضروری ہے پھر نمونے شروع ہوتے ہیں۔ میز پوش پلنگ پوش، رومال، کرسیوں کے گدوں تکیوں کے غلاف پلنگ کی چادروں۔ پردوں وغیرہ وغیرہ کے وسطی اور کونوں کے لئے مختلف قسم کے پھولوں، بوٹوں، گلدستوں وغیرہ کے کئی درجن خوبصورت نمونے ہیں ان کے بعد کئی وضع کی دلاویز بیلیں پھر مختلف قسم کی کڑھت کے عمدہ عمدہ نمونے ایک درجن سے زیادہ اس کے بعد پرندوں اور چند مشہور عمارات کے خاکے غرض بچیوں کیلئے یہ کتاب بہت کارآمد ہے
(۳) گلدستہ کشیدہ
عصمتی کشیدہ کا دوسرا حصہ
کشیدہ کاری کی اس قدر خوبصورت اور اتنی کارآمد کتاب آج تک نہیں چھپی
اس کتاب کی تیاری میں دستکار بہنوں نے حصہ لیا ہے
کشیدہ کاری کی مشہور ماہر محترمہ عذیر فاطمہ بیگم صاحبہ نے نہایت محنت و قابلیت سے کتاب کو مرتب فرمایا ہے
کتاب کے ۱۱ باب ہیں جن کی تفصیل یہ ہے
باب ۱ خوبصورت فریم مثلاً تاج محل ۹
باب ۲ مختلف قسم کے پھولوں ۴۲
باب ۳ مختلف وضع کے بوٹے ۴۴
باب ۴ ۹
باب ۵ غلاف تکیہ وغیرہ کے خوبصورت ۱۹
باب ۶ مختلف وضع کے گول پھول
باب ۷ میز کلاتھ پلنگ کی چادریں وغیرہ کی بیلیں
باب ۸ دسترشش کی وغیرہ ۸
باب ۹ قمیص کے کف ۳
باب ۱۰ قمیص کرتہ بلاوز کے گریبان ۴
باب ۱۱ متفرق مثلاً ۱۵
بائیسکل کی گدی وغیرہ
(۵) موتیوں کا کام
موتیوں کے کام کا شوق لڑکیوں میں روز بروز ترقی کر رہا ہے مگر یہ کام ایسا ہے کہ جب تک بتانے والا نہ ہو سمجھ میں نہیں آتا اور جب اشارہ مل جائے تو باآسانی کیا جا سکتا ہے یہ کام ہے بھی نہایت دلچسپ اور مفید۔ غریبوں کے لئے روزی کا ذریعہ ہو سکتا ہے تو امیروں کے لئے دل بہلانے کا۔ ان ہی باتوں کو پیش نظر رکھ کر یہ مفید کتاب دستکاری کی ماہر ۲۷ عصمتی بہنوں نے تیار کی ہے اور دعوی کیا جا سکتا ہے کہ موتیوں کے کام کی ایسی مفید کتاب ہندوستان بھر میں نہیں چھپی۔ اس میں مندرجہ ذیل ۲۰۶ نمونے ہیں
۲۷ قسم کی لیس
۱۱ مسرشن توری وغیرہ
۸ نکلس ہار
۲ پنکھے
۶ پردے
۲۶ جھالریں
۳ مایساں
۸ خوان پوش
۳ منی بیگ
گلاس پونس پنکھے
لیمپ کے جھاڑ وغیرہ
مثال کے طور پر صرف دو چیزوں کی فہرست پیش کی جاتی ہے
بیلیں
بلاوز کی بیلیں
آسان بیل
سادی بیل
دوپٹہ کی بیل
قیص کا گھیر
گلاب کی بیل
عینک نما بیل
لٹ دار
چوڑی
دامن کی بیل
حاشیہ کی
نفیس بیل
لیسیں
طلبونا لیس
کنگورے دار لیس
الگڑی دار لیس
سموسہ دار لیس
لاکٹ لڑیاں
بگ تماؤ نڈی
وائی نما لیس
بال نما لیس
بلاوز کی لیس
دوپٹہ کی لیس
لوز نما لیس
سادہ لیس
شلوار کا پائنچہ
دلکش لیس بانا
چوڑی لیس لاو لیس
پہلے موتیوں کے کام کی ماہر بہنوں کے نہایت کارآمد مضامین ہدایات درج ہیں پھر مفصل ترکیب اور ضروری ہدایات ہر نمونہ کی اس قدر آسان لکھی گئی ہیں کہ نوشق بھی پورا فائدہ اٹھا سکتی ہیں چنانچہ بعض ترکیبیں ۲-۳-۳ اور ۴-۳ صفحوں میں ہیں جو کہ باسانی سمجھ میں آجاتی ہیں تمام نمونے نہایت صاف اور خوبصورت ہیں کسی نمونے کے سمجھنے میں دقت نہیں ہوتی موتیوں کے کام کا شوق رکھنے اور یہ کام سیکھنے والی لڑکیوں اور عورتوں کے لئے اس سے بہتر ساتھی نہیں ملے گی، کاغذ خوب و بیز لکھائی چھپائی نہایت اعلیٰ دو رنگ کا باتصویر خوبصورت۔ قیمت دو روپے
(۶) عصمتی دستکاری
(۷) سلمہ ستارے کا کام
ان کتابوں کا اشتہار کسی دوسری جگہ ملاحظہ فرمائیے۔
جو عورتیں مالی دقتوں سے پریشان ہیں جنہیں آمدنی کی کمی اور اخراجات کی زیادتی نے پریشان کر رکھا ہے وہ اگر ایک جلد
(۴) خواتین کی دستکاریاں
منگالیں تو گھر پر خودداری و عزت کیساتھ زندگی گذر سکتی ہے کیونکہ اس کتاب میں نادار اور غریب عورتوں کو نہایت کارآمد پیش بہا مشورے دئے گئے ہیں اور بہت سے کاموں کی اس قدر تفصیل بیان کر دی ہے
پردہ نشین عورتیں بغیر کسی کا احسان اٹھائے صرف اس کتاب کی بدولت مالی پریشانیوں کو باآسانی دور کر سکتی ہیں۔ خواتین کی دستکاریاں جہاں غریب عورتوں کو بہترین مشورہ دیگی وہاں امیر عورتوں کو بھی ہنرمند و سلیقہ شعار بنا دے گی قیمت آٹھ آنہ۔
ملنے کا پتہ۔ منیجر عصمت دہلی

رجسٹرڈ نمبر ایل

ESTD. 1908
THE ISMAT. DELHI

# عصمت

شریف ہندوستانی بیبیوں کیلئے
پاکیزہ خیالات علمی و ادبی مضامین اور
مفید معلومات کا ماہوار ذخیرہ

زیر سرپرستی
حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ

جون
۱۹۳۵

چندہ سالانہ قسم اول

ایڈیٹر:- رازق الخیری

چندہ سالانہ قسم دوم
تین روپے

قسم خاص

# تصانیف محترمہ خاتون اکرم

محترمہ خاتون اکرم صاحبہ تعلیم یافتہ ہندوستانی خواتین کی محبوب ترین انشاپرداز تھیں جن کی مضمون نگاری کا ہندوستان بھر میں ڈنکا بج چکا ہے جن کے فلسفیانہ خیالات نے جن کے دردو اثر میں ڈوبے ہوئے طرز تحریر نے بڑے بڑے قابل مردوں سے خراج تحسین وصول کیا تھا۔ مشہور انگریزی روزنامہ بمبئی کرانیکل کی رائے ہے مرحومہ خاتون اکرم نہایت اعلیٰ درجہ کا ادبی مذاق رکھتی تھیں اور اپنے خیالات و جذبات کو نہایت سادہ مگر پُر زور انداز اور مختصر الفاظ میں ادا کرنے کی قدرت رکھتی تھیں علی گڑھ میگزین لکھتا ہے ان کا طرز بیان پُر اثر اور دل نشین ہوتا ہے۔ رسالہ نور جہاں نے لکھا تھا مرحومہ چھوٹی سی عمر میں نہایت دانشمندانہ اور وسیع تجربہ رکھنے والی خاتون تھیں اپنی پُر زور تحریر میں انسانی جذبات کی تصویر نہایت خوبی اسلوبی سے کھینچتی تھیں

## (۱) گلستانِ خاتون

محترمہ خاتون اکرم ملک کے بہترین افسانہ نگار مردوں میں بھی نہایت ممتاز درجہ رکھتی تھیں گلستانِ خاتون متفقہ طور پر ان کے بہترین افسانوں کا مجموعہ تسلیم کی گئی ہے۔ شہیدِ ظلم۔ آرزوؤں پر قربانی۔ انقلابِ زمانہ۔ تربیت اولاد۔ طرزِ زندگی۔ صبح کی فتح۔ دوسری شادی وغیرہ۔ وہ سبق آموز موثر اور دردانگیز افسانے ہیں جو زنانہ لٹریچر میں غیر فانی درجہ رکھتے ہیں اس سے پہلے کسی ہندوستانی خاتون کے ایسے بلند پایہ افسانوں کا مجموعہ نہیں چھپا۔ پیسہ اخبار لکھتا ہے "یہ وہ دلچسپ افسانے ہیں جن میں کوئی افسانہ خلاف قیاس نہیں بلکہ عین مشاہدہ اور فطرت کے مطابق ہے انکی دلچسپی خاتمہ کتاب پر خود بخود وہائی کرتی ہے" اخبار ریاست کی رائے "نہ صرف خواتین بلکہ مردوں کو بھی ان سبق آموز اخلاقی افسانوں کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے" رہنما لکھتا ہے "ہر افسانہ اس قدر دلکش ہے کہ بغیر پورا کئے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ یہ افسانے ہمارے موجودہ تمدن و معاشرت کی خرابیوں کی اصلاح کرنے والے ہیں" ذوالقرنین لکھتا ہے "ان افسانوں میں ایک خاص خوبی یہ ہے کہ جس کا کیرکٹر بیان کیا ہے وہیں موقع و حیثیت کے لحاظ سے زبان و لہجہ استعمال کیا گیا ہے۔ ملک کے تمام مشہور اخبارات و رسائل نے نہایت شاندار ریویو کئے ہیں کتاب کا دیباچہ مولوی راشد الخیری ایڈیٹر عصمت نے لکھا ہے تمام کتاب آرٹ کاغذ پر رنگین چھپی ہے اردو میں ایسی خوبصورت کتابیں بہت ہی کم نکلیں گی۔ ٹائٹل خوبصورت عمدہ لکھائی چھپائی قیمت ایک روپیہ چار آنہ۔ ۱۲۔ مجلد ۱۳

## (۲) پیکرِ وفا

ایک دلاویز نتیجہ خیز افسانہ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ وفا عورت کی خلقت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے اور شریف بیوی اپنے شوہر کیلئے ایسی ایسی قربانیاں کر دکھاتی ہے کہ دنیا حیرت میں رہ جائے۔ رسالہ ہمایوں کی رائے ہے "یہ ایک کامیاب و مفید افسانہ ہے جس میں عورتوں کے اس احترام کو واضح کیا گیا ہے جسکی تعلیم اسلام نے دی ہے انداز بیان دردانگیز عبارت سادہ و شگفتہ" اخبار کشمیری کی رائے "پیرایہ بیان دلگداز ہے" اخبار صداقت کی رائے "پلاٹ اور کیرکٹروں کے لحاظ سے اعلیٰ درجہ کا افسانہ ہے" بار سوم قیمت آٹھ آنے

## (۳) بچھڑی بیٹی

ایک دلچسپ سبق آموز افسانہ جو کئی زنانہ رسالوں میں شائع ہوکر بے انتہا پسند کیا جا چکا ہے۔ ایک لڑکی ماں باپ سے بچھڑ جاتی ہے اسکی جدائی میں ماں باپ کی جو کیفیت ہوتی ہے صرف کتاب پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ برسوں کے بعد وہی لڑکی اس طرح ملتی ہے کہ جنت مکانی کی بےمثل افسانہ نگاری کی داد دینی پڑتی ہے بیحد دلچسپ قصہ ہے۔ یہ بھی آرٹ کاغذ پر چھپا ہے قیمت ۶ر

## (۴) جمالِ ہمنشیں

جنت مکانی کے بےمثل ادبی مضامین کا نہایت حسین شاندار مجموعہ

اجل، عالم نزع، پھول، رمضان وعدہ وفائی، خدا کی مصلحت، تعزیت نامہ، فانی زندگی، تغیرات زندگی، نیرنگی زمانہ، عبرت گاہ دنیا، موسم بہار، غم، ساون، عید، زندوں کی زندہ ہستی، کسی کی یاد، ہنسی مذاق، خوشی کا دن وغیرہ وغیرہ یہ وہ دلاویز مضامین ہیں جو کہ عصمت، تہذیب، استانی، شباب، اردو وغیرہ میں شائع ہوکر ہوم ہو چکی ہے، جمال ہمنشیں کے متعلق اخبار ہمدرد لکھتا ہے "ان مضامین میں فلسفیانہ بحث کی گئی ہے" انڈین ڈیلی میل کی رائے "ان مضامین کی اردو صاف رواں ہے" زمانہ رسالہ حرم کی رائے "یہ مضامین بہ لحاظ زبان و خیال نہایت بلند ہیں اور ان کی اشاعت اردو زبان پر بڑا احسان ہے" رسالہ اردو لکھتا ہے "ان مضامین کی عبارت بہت فصیح و پختہ ہے" اخبار وکیل "جمال ہمنشیں بلا شبہ نسوانی دنیا کیلئے سبق آموز کتاب ہے" اخبار مدینہ کی رائے "مضامین بہت بلند پایہ ہیں" روزنامہ انگریزی بمبئی کرانیکل لکھتا ہے "ان مضامین کی زبان نہایت آسان اور سادہ ہے" یہ بھی آرٹ کاغذ پر تیسری بار چھپی ہے قیمت ایک روپیہ

# تصانیف محترمہ صغریٰ ہمایوں مرزا

ایم۔ آر۔ اے۔ ایس۔ لندن

## (۱) مشیرِ نسواں یا زہرہ

ایک دلچسپ اخلاقی ناول جسمیں لڑکیوں کو بہت سی بیش بہا اخلاقی باتیں بتائی گئی ہیں۔ قصہ دلچسپ و نتیجہ خیز ہے۔ طرز بیان سادہ۔ اکابرین قوم نے جسے پڑھ کر حسب ذیل ریویو کئے تھے

علامہ شبلی نے اسے پڑھ کر فرمایا تھا "یہ کتاب محاسن سے مملو اور معائب سے بالکل پاک ہے"۔ اخبار مشیر دکن کے ریویو کا خلاصہ "کیا لحاظ مضامین کیا بلحاظ زبان بڑی دلچسپ اور دلاویز کتاب ہے"۔ مخبر دکن کا ریویو "عورتوں کیلئے نہایت دلچسپ اخلاقی ناول ہے" شوکت اسلام کا ریویو "بےنظیر ناول ہے جس میں عورتوں کی ہر حالت اور ہر عمر کے متعلق نصائح اور معلومات کے ذخیرے دلچسپ طریقہ سے بیان کئے گئے ہیں"۔ اخبار تہذیب نسواں کا ریویو "اس قصہ کو مصنفہ نے نہایت دلچسپ اور پُر لطف طریقہ سے بیان کیا ہے" مصنفہ کو اس تصنیف پر تمغہ طلائی دیا گیا تھا بار سوم قیمت

## (۲) سرگذشتِ ہاجرہ

دلچسپ اور سبق آموز قصوں کے پیرایہ میں اخلاقی و اصلاحی جواہرات بیش بہا ذخیرہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ازدواجی زندگی میں جو بدمزگی پیدا ہو جاتی ہے عورت انہیں کس طرح دور کر سکتی ہے چار سہیلیاں ایک جگہ جمع ہوکر آپ بیتی سناتی ہیں ان میں ہاجرہ کی سرگذشت سب سے زیادہ دلچسپ اور مفید ہے اور بتایا گیا ہے کہ بیویاں بگڑے ہوئے گھر کس طرح سنوارتی اور ہاتھ سے نکلے ہوئے شوہروں کو کیونکر اپنا کر لیتی ہیں۔ علامہ سر محمد اقبال کی رائے ہے کہ "سرگذشت ہاجرہ مستورات کیلئے نہایت مفید کتاب ہے طرز بیان بھی سادہ موثر اور دلکش ہے" بیگم صاحبہ سر عبدالقادر صاحب بیرسٹرایٹ لا کی رائے ہے "یہ نہایت اچھی اور دلچسپ کتاب ہے اس میں ہر قسم کے نقائص کی بڑی خوبی سے قصہ کے پیرایہ میں اصلاح کی ہے"۔ بار دوم قیمت دس آنہ

## (۳) موہنی

ایک اخلاقی معاشرتی افسانہ ایک شہزادی شوہر کے انتقال پر گھر بار چھوڑ کر جنگلوں میں ماری ماری پھرتی ہے، یہاں تک کہ ایران پہنچتی ہے اور وہاں عجیب طریقہ سے شوہر سے ملاقات ہوتی ہے۔ ایران کی معاشرت، مہمانداری، زچہ خانہ، شادی، بیاہ، رسم و رواج پر ایسی مفید معلومات کسی کتاب میں نہ ملیں گی قیمت ۱۰

## (۴) تحریر النسا

لڑکیوں اور عورتوں کے لئے جدید طرز پر خط و کتابت کی بےنظیر کتاب، اخلاقی و معاشرتی مذہبی سبقوں کا لاجواب مجموعہ جس میں مستورات کو کار آمد اور مفید بہت سی باتیں بتائی گئی ہیں۔ یہ کتاب انشا کی اور نتیجہ خیز سبق آموز مضامین کا مجموعہ بھی ہے اسے پڑھنے کے بعد نہ صرف مستورات ہر موضوع پر اچھے اچھے خطوط ہی لکھ سکتی ہیں بلکہ انکی معلومات میں بھی اضافہ ہوتا ہے قیمت ۲

## معزز خواتین کی لکھی ہوئی نہایت دلچسپ اور مفید کتابیں

محصول ڈاک بذمہ خریدار

| | | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| انوری بیگم | ۱۲ | عقل کی باتیں | ۸ر | خانہ داری کے تجربے | ۱۲ر | تندرستی ہزار نعمت | ۴ر | شمع خاموش (نظمیں) | ۶ر |
| غیرت کی پتلی | ۶ | ہنسی کی باتیں | ۸ر | | | | | آئینۂ جمال (نظمیں) | ۱۲ر |
| چار رخ | ۴ر | تاریخی لطیفے | ۸ر | | | | | شبیہِ وفا (افسانے) | ۸ر |
| ...لت پر قربانیاں | ۔ | خواتین اندلس | ۴ر | | | | | نغماتِ موت (مضامین) | ۸ر |

| | |
|---|---|
| پردہ و تعلیم | ۱۲ |
| بچوں کی تربیت | ۔ |
| بچوں کی دنیا | ۔ |
| مختصر دنیا | ۔ |
| آئینۂ موز | ۔ |

دفتر عصمت کوچہ چیلان دہلی

سے سب کتابیں شائع ہوئی ہیں

مس مٹھن میسور۔
میسور کے ٹینس ٹورنمنٹ کے مقابلے میں آپ نے
سب کو مات دی۔

جاپانی لڑکیاں بیس بال کا کھیل کھیل رہی ہیں۔
یہ کھیل جاپان میں بہت مقبول ہے۔

# عصمت دہلی

ستائیسواں سال | بابت ماہ جون ۱۹۳۵ء | جلد ۵۴ نمبر ۶





چندہ سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک } قسم خاص ۔ جو آرٹ کاغذ پر چھپتا ہے یعنی جس پر تصاویر چھپتی ہیں ۔ عہ
روسا سے پچیس روپے ۔ والیان ریاست سے سو روپے فی پرچہ ایک روپیہ ممالک غیر سے ایک پونڈ

قسم اول ۔ جو دبیز چکنے کاغذ پر چھپتا ہے پانچ روپے فی پرچہ ۷ر ممالک غیر سے دس شلنگ سالانہ

قسم دوم ۔ جس کے مضامین تصاویر ٹائیٹل وغیرہ کا کاغذ معمولی ہوتا ہے ۔ تین روپے ۔ فی پرچہ ۵ر

رسالہ عصمت ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں کے ریلوے اسٹیشنوں پر میسرز اے ایچ وہیلر کے بک اسٹال پر بھی ملتا ہے

(باہتمام بابو امین مولوی محمد امان الرحمٰن پرنٹر و پبلشر محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپا)

# چند باتیں

یہ پرچہ عصمت کے ستائیسویں سال کا آخری پرچہ ہے۔ اس سال عصمت کو اپنی امتیازی خصوصیات قائم رکھنے اور اڈیٹر عصمت کو اپنی وضعداری میں فرق نہ آنے دینے کے لئے کسقدر ایثار سے کام کرنا اور کس قدر پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا اور اق عصمت پر ابتک اس کو تفصیل سے بیان نہیں کیا گیا۔ عصمتی بہنوں کو معلوم ہے کہ سنہ ۴۲ء میں دفتر عصمت میں چوری ہوئی۔ معزز خواتین کے پتے اڑائے گئے تربیت گاہ بنات کے خلاف نہایت مہمل غلط اور شرمناک پروپگنڈا کیا گیا اور عصمت کو نقصان پہنچانے اور اڈیٹر عصمت کے خیالات منتشر کرنے کے لئے نہایت غیر شریفانہ حرکتیں کی گئیں مگر اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے ان بیہودگیوں اور لغویات کا عصمت پر مطلق اثر نہ پڑا اور اس پرچہ کا یہ سال سالہائے گزشتہ کے مقابلہ میں ہر اعتبار سے کامیاب رہا۔ ملحاظ مضامین اسکا معیار پہلے سے بھی کچھ بلند ہو گیا اور ہر ماہ بعض مضامین نہایت گراں قدر شائع ہوئے۔ خانہ داری کی ذمہ داریوں اور تعلیمی مصروفیات سے وقت نکال کر عصمت کی مخصوص مضمون نگار خواتین نے اپنے پرچہ کے لئے نہایت قیمتی مضامین اس سال لکھے اور نئی لکھنے والیوں کی تعداد میں بھی غیر معمولی اضافہ ہوا۔ مضامین کے صفحوں میں گو کوئی خاص اضافہ نہیں کیا گیا لیکن بعض صفحے باریک لکھوا کر قریباً سو صفحے کے مضامین ہر ماہ پیش کئے گئے۔ اس قدر میٹر ہندوستان کے غالباً کسی زنانہ ماہوار رسالہ نے اس سال نہیں دیا۔ پتے اڑانے والوں کی عنایتوں سے تصاویر کے سلسلہ میں بھی گو پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن تصاویر سال گزشتہ سے کم دلچسپ یا تعداد میں تھوڑی نہیں ہیں۔ سال کے تمام پرچے ٹھیک ۲۰ تاریخ کو نہایت پابندی وقت سے شائع ہوئے کسی ماہ کے پرچہ کی اشاعت میں ایک دن کی بھی تاخیر نہیں ہوئی۔ مختصر یہ ہے کہ گو عصمت کا ستائیسواں سال اڈیٹر عصمت کے لئے پریشانیوں کا سال تھا مگر عصمت کا ایک نہایت کامیاب سال رہا۔

اب سالگرہ نمبر سے جو ماہ آیندہ میں شائع ہوگا اٹھائیسواں سال شروع ہو رہا ہے اگر خدا کی مدد شامل حال رہی تو اٹھائیسویں سال میں اور بھی مستعدی اور خوش اسلوبی سے عصمت اپنے فرائض انجام دے گا۔

عصمت کو سنہ ۴۳ء اور سنہ ۴۴ء میں محصول ڈاک کا خرچ بڑھ جانے اور قسم دوم کے سالانہ چندہ میں ۸ رکم ہونے کی وجہ سے کئی ہزار روپے کا زیر بار ہونا پڑا۔ اس نقصان کی تلافی کے لئے بنات کے خریداروں کو نہیں۔ جوہر نسواں کے خریداروں کو نہیں۔ عصمت کے بھی تمام خریداروں کو نہیں ایک محدود تعداد میں صرف ان خواتین اور حضرات کو جو سالہا سال سے عصمت اور عصمت بک ڈپو کی ناچیز خدمات کو وقعت

کی نظر سے ملاحظہ فرماتے اور دل سے قدر کرتے ہیں اپریل میں متوجہ کیا گیا اور کتابوں پر ایک خاص رعایت کا اعلان کیا گیا تھا۔ ان میں سے جو بہنیں اور بھائی اس وقت تک کسی وجہ سے کتابیں نہ منگوا سکے امید ہے وہ جلد سے جلد عصمت کی توسیع اشاعت میں حصہ لیکر اس سچی ہمدردی کا ثبوت دیں گے جو انہیں عصمت کے ساتھ ہے۔ جن خواتین حضرات نے مئی کے رسالہ کا وی پی وصول فرمایا وہ میرے دلی شکریہ کے مستحق ہیں۔ اُن کی مطلوبہ کتب کی روانگی میں دفتر کا کام بہت زیادہ بڑھ جانے کے سبب جو چند روز کی تاخیر ہوئی امید ہے اُسے معاف فرمادیں گے۔ ۱۶ مئی تک جنہوں نے اپنی پسند کی کتابوں کی فہرست بھیجدی تھی ان سب کی خدمت میں کتابیں روانہ کی جاچکی ہیں لیکن ڈاکخانہ کی غفلت سے اگر کسی بہن یا بھائی کو اب تک نہ ملی ہوں تو خریداری نمبر کے حوالہ سے براہ کرم فوراً مطلع فرمادیں کیونکہ ۱۰ جون تک اس غیر معمولی رعائتی اعلان کے سلسلہ کی کتابوں سے دفتر کو فارغ ہو جانا ہے۔

---

اس پرچہ کے ساتھ عصمت کا ستائیسواں سال ختم ہوتا ہے۔ اس کے بعد اٹھائیسویں سال کا پہلا پرچہ سالگرہ نمبر ۳۰ جون کو شائع ہوگا جس کی ضخامت اس دفعہ بھی سوا دو سو صفحوں کے قریب ہوگی اور تصاویر ۵ سے اوپر تصویروں کے بلاک خاص طور پر سالگرہ نمبر کے لئے بنوائے گئے ہیں عصمت کے سالگرہ نمبروں کے مضامین و تصاویر کو ملک میں ایک خاص شہرت حاصل ہو چکی ہے ۳۴ء کا سالگرہ نمبر اردو رسائل کے خاص نمبروں میں اکثر اعتبار سے بہترین تسلیم کیا گیا تھا عصمتی بہنیں ۳۵ء کے سالگرہ نمبر کو انشاء اللہ اس سے بھی بہتر دیکھیں گی۔

سالگرہ نمبر ۳۰ جون ۳۵ء کو شائع ہوگا اور خریداروں کو ڈاکخانہ کا سرٹیفکیٹ حاصل کر کے بھیجا جائیگا۔ پھر بھی اگر کسی بہن کو وقت پر نہ ملے تو **۱۵ جولائی** تک خریداری نمبر کے حوالہ سے دفتر کو مطلع کردیں۔ دوبارہ بھیجدیا جائے گا۔ لیکن پندرہ تاریخ کے بعد قیمتاً ملیگا۔ جو بیبیاں زیادہ احتیاط کرنی چاہتی ہیں وہ رجسٹری کے لئے ۳ کے ٹکٹ بھیجدیں۔ سالگرہ نمبر تمام خریدار بہنوں کو سالانہ چندہ ہی میں ملیگا۔ لیکن دوسروں کے لئے اس کی قیمت عہ علاوہ محصول ہوگی یعنی صرف یہی سالگرہ نمبر بذریعہ وی پی عہ میں پڑے گا۔

اس پرچہ کے ساتھ جن بہنوں کی میعاد خریداری ختم ہوتی ہے مہربانی فرماکر آیندہ سال کا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجدیں اور کوپن پر اپنا **خریداری نمبر** ضرور درج کریں۔ اگر کسی وجہ سے آیندہ پرچہ جاری رکھنا نہ چاہیں تو بجائے اس کے وی پی واپس کریں اور خدمت گزار پرچہ کو شدید نقصان اُٹھانا پڑے۔ براہ کرم انکاری کارڈ سے اطلاع دیدیں۔ اگر ۲۵ جون تک منی آرڈر موصول نہ ہوا نہ انکاری اطلاع ملی تو پھر سالگرہ نمبر بذریعہ وی پی بھیجا جائیگا۔ تمام بہنوں کو معلوم ہے کہ اب ڈاکخانہ میں زیادہ دن وی پی نہیں رہ سکتا۔ اگر فوراً ہی کسی بہن نے وی پی وصول نہ کیا تو اس کے معنی یہ ہونگے کہ عصمت کو جان بوجھکر اُنہوں نے مالی نقصان پہنچایا۔ اس لئے ان تمام بہنوں سے جنکا سال اس پرچہ کے ساتھ ختم ہوتا ہے درخواست ہے کہ وی پی کی واپسی کے نقصان سے پرچہ کو محفوظ رکھیں۔

# انسدادِ ارتداد

از حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ

جب مسلم خواتین کے ارتداد اور عدالتوں کے ناموافق فیصلوں سے مسلمانوں نے متاثر ہوکر اس فتنہ کے انسداد کی تجاویز پر غور کیا تو گو میرا دل نہیں چاہتا تھا اور میں اچھی طرح سمجھ چکا تھا کہ مسلمان مرد جب تک طاقت کے زعم اور افضلیت کے نشہ میں مسلمان عورت کی اچھی طرح مٹی پلید نہ کرلیگا اس کی آنکھیں نہ کھلیں گی۔ کلام الٰہی کی غلط تاویلوں۔ کاذب راویوں کی جھوٹی حدیثیں اور نفس پرست واعظوں کے واقعات اس کے ہمنوا ہوں گے جو اس کو کبھی راہ راست پر نہ آنے دیں گے۔ لیکن میں بھی چونکہ اس ہادی برحق کا غلام ہوں جو کائنات کی بہترین شے یعنی عورت کو دنیا کی بہترین شے بنا گیا تھا۔ اس لیئے میں نے عصمت کے انہیں اوراق میں فتنۂ ارتداد پر کام کرنے والے مسلمانوں کو عورت کی ہمدردی حاصل کرنے کی ترغیب دی اور ان کو بتا دیا کہ وہ جس عورت کو ٹھکرا رہے ہیں یہ اپنے احسانات کا قلب رسول پر سکہ بٹھا چکی ہے اور وہاں رسالت میں نماز کا درجہ پا کر اس جانماز پر خوشبوؤں میں ڈوبی ہوئی پہنچی ہے۔ جہاں مرد کا گزر بھی نہ تھا۔ اگر مسلمان مرد عورت کے ارتداد کا سچے دل سے انسداد کرنا چاہتا ہے اس لئے کہ انسداد کی بڑی وجہ وہ خود ہی تو اس کو عورت کی طرف رجوع کرنا چاہیئے میری اس تجویز پر جن حضرات نے توجہ فرمائی میں اُن کا شکر گزار ہوں اور مسلمان عورت کی رائے اخبارات میں پڑھ کر میں اس کو نیک فال سمجھتا ہوں۔ مگر جہاں میں ان حضرات کا شکریہ ادا کر رہا ہوں وہاں مجھے ان کی خدمت میں یہ بھی عرض کرنا ہے کہ وہ میری تجویز پر اگر ٹھنڈے غور فرمائیں تو اُن کو یہ معلوم ہوگا کہ فتنۂ ارتداد کی مشکل عہد رسالت کی مشکلات سے بڑھی ہوئی نہیں ہے۔ مگر دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ اسلام کی اکثر و بیشتر مشکلات کی کامیابی میں عورت

اپنے آقا کے قدموں میں لوٹ رہی ہے۔ اگر
عورت کے ساتھ یہ ناروا سلوک جو آج کیا جا رہا ہے،
اس وقت بھی ہوتا تو کیا اسلام کو یہ ہر دلعزیزی
ہو سکتی تھی؟

لاتعداد درود اپنے آقا پر اور بیشمار سلام ام المومنین
بی بی خدیجۃ الکبریٰ اور ان کی بہنوں پر جنہوں نے
اپنی دولت اور کلیجہ کے ٹکڑے اسلام پر قربان کئے۔

مسلمانوں کو سیاست، معاشرت مذہب
مختصر یہ ہے کہ عہد رسالت کا کوئی میدان نظر نہ آئیگا
جہاں عورت مرد کے دوش بدوش نہ کھڑی ہو۔

انسداد ارتداد کی کامیابی کی صورت یہ نہیں ہے
کہ چند عورتوں کی رائے اخبارات میں شائع ہو جائے
مسلمانوں کو یہ دیکھنا پڑے گا کہ وہی عورت جو
میدان جنگ میں شوہر، باپ، بھائی، بیٹا
قربان کرنے کے بعد حضور اکرم کی خدمت میں
یہ عرض کرتی ہے۔

اے شہ دیں تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

آج اس پر ایسی کیا بپتا پڑی کہ وہ اسلام سے
ہزاروں کوس پرے بھاگ رہی ہے۔ اسکا جواب صرف
یہ ہوگا کہ وہ گھر کی ملکہ تھی اور آج کنبہ کی لونڈی ہے۔

## مولوی سید ممتاز علی صاحب کی علالت

عصمتی بہنوں میں شاید ہی کوئی ایسی ہوں جو شمس العلما
مولوی سید ممتاز علی صاحب قبلہ کے نام سے
واقف نہ ہوں۔ مولوی صاحب قبلہ کی تمام عمر
خواتین ہند کی اصلاح میں بسر ہوئی اور اُن کی
خدمات ہمیشہ عورت کی ترقی میں کندن کی طرح
دمکیں گی۔ والد صاحب قبلہ کے ساتھ اُن کے
تعلقات ہمیشہ اس قدر خوشگوار رہے کہ اب موجودہ
دنیا میں اس کی نظیر ملنی آسان نہیں ہے۔ حالانکہ خیالات
میں اکثر مخالفت ہوتی تھی مگر چونکہ دونوں کے سامنے
مقصد ایک ہی تھا اس لئے نفسانیت کبھی سامنے نہ آئی۔

کچھ عرصہ سے مولوی سید ممتاز علی صاحب قبلہ کی
صحت بہت ہی خراب ہو رہی ہے اور باوجود علاج
کی انتہائی کوشش کے کوئی خاص فائدہ اسوقت
تک نہیں ہوا۔ اس لئے میں تمام عصمتی بہنوں سے
درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے ایسے محسن کے واسطے
جس نے اپنی تمام زندگی عورتوں کے حقوق کی حمایت
میں گزار دی ہر نماز کے بعد خدائے واحد کے حضور
دعا کریں کہ وہ اپنے حبیب کے طفیل میں مولوی صاحب
قبلہ کو صحت عطا فرمائے اور اُن کا سایہ خواتین
ہند کے سر پر دیر تک قائم رکھے۔ آمین۔

رازق الخیری

# بے زبانوں کی شادیاں

اک نالہ خموش مسلسل ہے آہ ور ہم یا دشس بجیر ضبط کی طاقت نہیں رہی

ہندوستانی مسلمان عورت یاس و حسرت و مظلومیت کا ایک ایسا مرقع ہے جس کی بیکسی و بے بسی پر ہر وہ شخص جسکو قدرت نے درد کی بے بہا دولت کا تھوڑا سا حصہ بھی عطا فرمایا ہے دو آنسو گرائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ وہی ہستی جس کو اسلام اور بانیٔ اسلام نے برابر کا لباس فرمایا اور گھر کی ملکہ کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ آج اس کی زندگی روز پیدائش سے منزل قبر تک مصائب کی گھٹا چھائی ہوئی ہے۔ اس دور ترقی میں بھی کہ دنیا میں بہت کچھ انقلاب پیدا ہو گیا ہے دیگر اقوام کی عورتیں زندگی کے ہر شعبہ میں مردوں کے دوش بدوش نظر آتی ہیں مسلمان عورت ہر گھر ہر شہر میں رسم و رواج کی چوکھٹ پر جہالت کی کند چھری سے ذبح کی جا رہی ہے۔ لڑکے کی پیدائش پر خوشی اور لڑکی کی ولادت پر رنج تو خیر معمولی بات ہے مگر شادی تو اس کی زندگی کا ایسا دردناک پہلو ہے جس کے تصور سے بھی انسان رعشہ براندام ہو جاتا ہے۔ مثل مشہور ہے کہ مٹی کی ہنڈیا بھی انسان ٹھونک بجا کر لیتا ہے چہ جائیکہ شادی جس پر لڑکی کی زندگی اور رنج و راحت کا دارومدار ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ جس قدر غفلت اور بے پروائی اس اہم فرض اور ضروری کام کی طرف سے والدین برتتے ہیں غالباً اس قدر عجلت سے دنیا کے معمولی سے معمولی کام انجام نہ دیئے جاتے ہوں گے۔ والدین اس بے زبان و مظلوم ہستی کو جسے قدرت نے لڑکی کی ہیئت میں ان کے سپرد کر دیا ہے سن شعور کے پہنچتے ہی بلا اس کی مرضی حاصل کئے بغیر کسی تحقیق اور چھان بین کے محض اپنی رائے سے خاندان کے کسی ایسے لڑکے کے سر جس کے عادات اطوار مزاج اور خیالات سے قطعی مناسبت نہ ہو منڈھ دیتے ہیں اور پھر یہ توقع رکھتے ہیں کہ ہماری لڑکی راحت و آرام سے زندگی بسر کرے۔ حالانکہ یہ قطعی غیر ممکن ہے۔ دو انسان جن کے مزاج اور خیالات میں تعلیم و تربیت میں زمین آسمان کا فرق ہو جن کے قدم قدم پر اختلاف کی خلیج حائل ہو کبھی ایک جان اور دو قالب بن کر خوشگوار طریق پر زندگی بسر نہیں کر سکتے۔ مگر چونکہ اس زمانہ میں طاقتور کمزور کو کچل اور فنا کرنے میں مصروف ہے والدین کی اس ناعاقبت اندیشی کا شکار بدقسمت لڑکیاں ہوتی ہیں۔ تعلقات کی کشیدگی کا اثر مرد کی زندگی پر کم پڑتا ہے چونکہ اس کے وقت کا زیادہ حصہ باہر یار دوستوں اور سیر تفریح میں گزرتا ہے۔ لیکن مظلوم و بدنصیب عورت کی زندگی بالکل بے کیف ہو جاتی ہے جس میں کوئی حلاوت اور مسرت نہیں ہوتی دنیا کی ہر نعمت اور

ہر راحت اس کے واسطے ہوتی ہے۔ شفیق ماں باپ غمگسار بہن بھائی مگر ازدواجی زندگی کی مخالفت اسکی زندگی برباد اور دنیا سے دل اداس کر دیتی ہے اس کے دل کی وہ کلی جو ستم شعار مرد کی نگاہ قہر سے مرجھا جاتی ہے مسرت و شادمانی کے تیز سے تیز جھونکوں سے بھی نہیں کھلتی وہ اپنے دلی خیالات و بیتابیوں کا اظہار بھی کسی کے سامنے نہیں کر سکتی اور دل ہی دل میں گھٹتی رہتی ہے۔ چونکہ اس کا فرقہ حد درجہ تنگ نظر اور نکتہ چیں واقع ہوا ہے وہ بجائے اس کے ساتھ ہمدردی کرنے اور نیک مشورہ دینے کے الٹا اسی کو مطعون کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ خدا نے عورت کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ وہ سفاک مرد کے ہر ظلم کو جائز سمجھے اور صبر و شکر کے ساتھ نہایت خاموشی سے اپنی بچی کھچی زندگی کا خاتمہ کر دے۔

بدنصیب اور خوش عقیدہ عورتیں اپنی زندگی اس امید پر گذار دیتی ہیں کہ کبھی تو ہمارے گلشن حیات میں بہار آئیگی اور چمنستان حیات سرسبز و شاداب ہوگا۔ بیشک انسان کو صبر کا پھل اور چپ کی داد ضرور ملتی ہے لیکن عمر کا بہترین حصہ رنج اور کوفت گذرنے کے بعد آخر حصہ عمر کے کچھ لمحات راحت و آرام سے گذر گئے۔ اور چپ کی داد ملی تو کیا ملا۔ بقول علامہ اقبال

آہ جب گلشن کی جمعیت پریشاں ہو چکی　　پھول کو باد بہاری کا پیام آیا تو کیا آیا

اس لیئے والدین کو لازم ہے کہ لڑکی کی نسبت کرتے وقت بہت غور و خوض اور چھان بین کریں۔ لڑکے و لڑکی کے مزاج و خیالات کا پورا اندازہ لگائیں ـــ ہم مذاقی اور خیالات کی یکجہتی وہ شئے ہے جس سے زندگی خوشگوار اور دنیا نمونہ بہشت بن سکتی ہے محض دولت کے لالچ یا رشتہ داری کی بنا پر اپنی لڑکیوں کو خلاف مزاج شوہروں کے حوالے کر دینا بدترین گناہ ہے ماں باپ کی غفلت اور ناعاقبت اندیشی ہی کا نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ لڑکیاں جنکی معمولی تکلیف بھی وہ برداشت نہیں کر سکتے تھے اپنی تمام عمر گھٹ گھٹ کر اور سلگ سلگ کر بسر کرتی ہیں اور خود ماں باپ کو بھی راحت نصیب نہیں ہوتی لیکن میرا یہ مطلب نہیں کہ لڑکیاں اپنی شادی اپنی پسند اور اپنی ہی مرضی سے خود کریں۔ جس ملک میں لڑکے شادی بیاہ کے معاملہ میں اتنے آزاد نہیں ہیں کہ اپنی رفیق زندگی کا انتخاب محض اپنی رائے سے کریں وہاں لڑکیوں کو اتنی آزادی ملنی مشکل ہے اور پھر بھونرے کی طرح پرورش پائی ہوئی ناتجربہ کار لڑکیاں اس کی اہل بھی نہیں یہ کام والدین اور دیگر متعلقین کا ہے اور وہی اسکو بخوبی انجام دے سکتے ہیں۔ مگر لڑکے اور لڑکی کی رائے اور خیالات کا اندازہ ضرور کر لینا چاہیئے اور یہ کام چنداں دشوار نہیں ہے۔ کیونکہ شادیاں عموماً آپس میں ہوتی ہیں فریقین کی طبیعتوں کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے اگر طبیعت مزاج مذاق میں موافقت ہو تو شادی کی جائے ورنہ نہیں۔ یہ خیال بھی نہیں کرنا چاہیئے کہ اگر آپس میں شادی نہ ہوئی تو بہن سے بہن چھوٹ جائیگی یا بھائی صورت نہیں دیکھے گا یہ بہت لغو اور خود غرضانہ خیال ہے کہ محض اپنی ذاتی غرض کی وجہ سے ایک بے زبان اور بے کس ہستی کی زندگی برباد کی جائے۔ امید ہے اصلاح نسواں کی علمبردار بہنیں اور بزرگ مائیں میری اس فریاد کو جو اپنی ہم جنس کی آواز اور بے زبان لڑکیوں کے دلی جذبات کی ترجمانی ہے غور سے سنیں گی اور اس مہلک اور خون چوسنے والے طریقہ شادی کو جلد از جلد تبدیل کر کے اور اسلامی احکام کو پیش نظر رکھکر صحیح راستہ اختیار کرینگی۔ چونکہ شادی معاشرت کا وہ اہم جزو ہے جس پر قوم کی بہتری اور تنزل کا زیادہ تر دارومدار ہے۔

ع۔ س

# زنانہ رسائل کی خریداری میں احتیاط

سات یا آٹھ مہینے ہوئے کہ محترمہ بہن مسز غلام رسول صاحبہ کا ایک مضمون پڑھ کر میں نے مندرجہ بالا عنوان سے ایک مضمون عصمت میں لکھا تھا جو اور کئی زنانہ پرچوں میں نقل کیا گیا تھا اور بعض بہنوں نے زنانہ رسالوں کی کثرت کی وجہ سے اس مضمون کو خاص اہمیت دی تھی مگر مجھے ایک پرچہ میں یہ پڑھ کر کہ یہ مضمون ہمدردی نسواں کے خلاف تھا بہت ہنسی آئی تھی اب حال ہی میں دہلی کا رسالہ شاہجہاں میری نظر سے گزرا جس میں ایک زنانہ پرچہ کے متعلق انکشاف حقیقت کی گئی ہے اور جس سے میرے مضمون کی تائید ہوتی ہے۔

میں نے اپنے مضمون میں لکھا تھا کہ عورتوں کو کوئی پرچہ ان کے بغیر طلب کئے ہوئے موصول ہو تو ان کو سب سے پہلے یہ سوچنا چاہیئے کہ اس رسالہ کا نمونہ یا وی۔ پی جو اُن کے پاس پہنچا ہے تو اس رسالہ کے مینیجر کو ان کا پتہ کس طرح معلوم ہوا۔ موٹی سے موٹی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ مردوں کے پتے تو کسی نہ کسی ذریعہ سے معلوم بھی ہو سکتے ہیں مگر شریف گھرانوں کی مستورات کے پتے ونام اور سڑک مکان کا نمبر کسی دوسرے شہر کے غیر آدمی کو کس طرح معلوم ہو سکتے ہیں۔ اگر بغیر ہمارے طلب کئے کوئی زنانہ رسالہ نمونہ یا وی۔ پی بھیج رہا ہے تو ہمارا نام اور مفصل پتہ اس کو کسی ناجائز طریقہ سے حاصل ہوا ہے۔ اور جو شخص اس طرح پتے حاصل کرے وہ کہاں تک بھروسہ کے قابل ہے یہ بھی ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔

میری رائے میں اس سے زیادہ نامعقول اور بیہودہ حرکت اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ مردوں کے لکھے ہوئے مضامین عورتوں کے نام سے شائع کئے جائیں یہ عورتوں کی بہت بڑی توہین ہے جسے کوئی تعلیم یافتہ غیور اور خوددار عورت برداشت نہیں کر سکتی۔ اسی لئے میں نے اپنی بہنوں کو مشورہ دیا تھا کہ وہ کسی زنانہ رسالہ کی خریداری کے وقت یہ غور کر لیا کریں کہ اسکی مضمون نگار عورتوں کے مضامین وہ پہلے بھی کئی بار دیکھ چکی ہیں یا نہیں کہیں ایسا تو نہیں کہ مرد ہی عورتوں کے نام سے مضمون لکھ رہے ہیں۔ اس سلسلے میں میں نے یہ بھی رائے دی تھی کہ بہنیں سب سے پہلے اڈیٹر کی طرف سے بھی اطمینان حاصل کر لیں کہ جو عورت اڈیٹر ظاہر کیگئی ہے وہ حقیقۃً عورت ہی ہے یا مرد اور اس کا وجود بھی ہے یا نہیں اگر وہ فی عورت نہیں تو کیا وہ تعلیم یافتہ اور لکھنے والی بھی ہے یا عورت کی آڑ میں مرد کام کر رہے ہیں۔ اس عورت کا نام بحیثیت مضمون نگار یا مصنف یا مقرر یا کسی انجمن کی کارکن کے کبھی پیشتر بھی سننے میں آیا ہے یا نہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ واقعی کوئی قابل عورت ہے اور اسکا نام محض بطور اڈیٹر یا مدیر اعزازی یا سرپرست ڈالدیا گیا ہے مگر اصل واقعات کا اسے بالکل علم نہیں یا پرچہ سے کوئی دلچسپی نہیں غرض بہنوں کو چاہیئے کہ وہ زنانہ رسالہ خریدتے وقت یہ اطمینان کر لیں کہ اگر عورتوں سے اس رسالہ کا تعلق ظاہر کیا گیا ہے تو واقعی عورتیں کام کر رہی ہیں یا کام کرنیوالے سب مرد ہیں اور جس حالت میں کہ غیر ذمہ دار دکام کرنیوالے ہیں اور نام ظاہر کیا جاتا ہے عورتوں کا تو ان لوگوں سے خط وکتابت کرنا لڑکیوں کیلئے کسقدر خطرناک ہے ہر بہن سمجھ سکتی ہیں۔

میں اس موضوع پر اس وقت اس سے زیادہ لکھنا نہیں چاہتی۔ مگر جن بہنوں نے میرے مضمون پر اعتراض کیا تھا ان سے دریافت کرتی ہوں کہ رسالہ شاہجہاں دہلی کا مضمون پڑھ کر اب آپ کیا فرماتی ہیں؟

غدیر مطہر

# تعلیم یافتہ لڑکیاں اور انکی ماؤں کی بیجا ناز برداری

(از محترمہ شائستہ اختر بانو سہروردی بی۔ اے آنرس)

یہ شکایت عام ہے کہ آج کل کی لڑکیاں انتہا درجہ کی بدتمیز چھچوری خود پسند اور مغرور ہوتی ہیں۔ اور اسکا انگریزی تعلیم اور مغربی تقلید کو ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے۔ لیکن جو بات نظر انداز کر دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ مائیں ایک حد تک اپنی لڑکیوں کے کیریکٹر کی ذمہ دار ہوتی ہیں۔ اگر آج کل کی لڑکیاں مذہب سے لاپرواہ۔ شرم و حیا سے عاری۔ شیخی و نمود کی پتلیاں ہیں تو یہ اُن کا قصور نہیں۔ انگریزی تعلیم اور اسکول کا قصور نہیں۔ بلکہ اُن ماؤں کا قصور ہے جن کی تربیت سے بے پروائی نے اُن کی لڑکیوں کو زہریلی ہوا سے متاثر ہونے دیا۔

ماں کی گود بچے کا پہلا مکتب ہے۔ آغوش مادری ہی میں اُس کو حق و باطل کی پہلی تعلیم ملنی چاہیئے ماؤں کا کام زندگی کی مشکل راہ گذر میں رہنمائی کرنا ہے۔ دنیا کی دشوار منزلوں سے آگاہ کرنا اور سچائی پاکبازی اور حیا کی خوبیاں اچھی طرح ذہن نشین کر دینا ہے۔

لیکن اسکول میں تعلیم پانے والی لڑکیوں کی ماؤں کا رویہ کچھ اور ہی ہے۔ وہ لڑکیوں کی رہبری کرنے کی بجائے تقلید کرتی ہیں۔ بجائے اُن کو سچائی۔ ایثار و حیا کا سبق دینے کے اُن سے کپڑے پہننے۔ پوڈر لگانے اور ملنے ملانے کے طریقہ کا سبق لیتی ہیں۔

مائیں لڑکیوں کو نیم عریاں لباس پہننے سے ہونٹوں پر سرخی ملنے سے۔ مردوں کے ساتھ بے باکانہ ہنسی مذاق کرنے سے نہیں روکتیں وہ لڑکی کو گھر کے کسی کام کو ہاتھ لگانے پر تنبیہ نہیں کرتیں۔ خالہ۔ پھوپیوں کے ساتھ صرف اس لئے کہ وہ پڑھی لکھی نہیں ہیں گستاخانہ طرز عمل پر کوئی سرزنش نہیں کرتیں۔

آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ اور کیوں یہ مائیں اپنی لڑکیوں کو ان باتوں سے نہیں روکتیں جو اُن کے بچپن میں معیوب سمجھی جاتی تھیں۔ لڑکیاں اگر بے شرم خود غرض اور شیخی خور ہیں تو انہوں نے اپنے گرد و پیش یہی نمونے دیکھے ہیں پھر اُن کی ماؤں کو کیا ہوا ہے کہ پرانے زمانہ میں پیدا ہو کر نئے فیشن کی اتنی دلدادہ ہو گئیں۔ میرے خیال میں اس کی بڑی وجہ غالباً یہ ہے کہ پرانے زمانے میں چند جائز باتیں بھی معیوب سمجھی جاتی تھیں جیسے لڑکیوں کا پڑھنا لکھنا۔ عورتوں کا کسی جلسہ یا پارٹی میں جانا وغیرہ۔ اب جو پرانی جائز باتوں کو بھی عام طور پر چھوڑ دیا گیا تو شاید ان ماؤں نے یہ سوچ رکھا ہے کہ ہمارے زمانہ میں تو پڑھنا لکھنا تھا نہ بے باکی اور خود غرضی۔ تو جب تعلیم لازمی سمجھی جاتی ہے تو دوسری بھی ضروری ہے۔ جس طرح تعلیم کی مخالفت اب ایک قصۂ ماضی ہے۔

اسی طرح شرم وحیا کی تاکید بھی اس زمانہ میں بے موقعہ ہے۔ ایسا خیال کرنا غلطی ہے۔ اخلاق وشرافت کا فیشن نہیں ہوتا۔ ہاں لباس رسوم ومعاشرت وغیرہ میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔

ایک اور وجہ یہ ہے کہ ان ماؤں نے تعلیم کو بیحد اہمیت دے رکھی ہے وہ سمجھتی ہیں کہ چونکہ اُن کی لڑکی انگریزی بول سکتی ہے تار دے سکتی اور ٹیلی فون کرسکتی ہے۔ اس کو شرمیلی خوش مزاج اور باادب ہونے کی ضرورت نہیں۔ اُنہوں نے اپنا معیار اتنا گرالیا ہے کہ وہ ظاہری ترقی اور مادی کامیابی کو کافی سمجھنے لگی ہیں۔ لڑکیاں اخلاق سے کوری ہیں تو صرف اس لئے کہ اُن کی ماؤں نے کبھی اُن کی درستی اخلاق کی طرف توجہ نہیں کی۔ لڑکیاں انگریزی بول سکتی ہیں کیونکہ اُن کی ماؤں نے اس کا سیکھنا ضروری سمجھا وہ ہارمونیم بجاتی ہیں کیونکہ ماؤں نے اس کو لازمی قرار دیا۔ اُن کی پینٹنگ سے دیواریں مزین ہیں۔ اس لئے کہ آج کل کی لڑکی کا اس ہنر سے واقف ہونا ضروری ہے۔

پھر آج کل کی لڑکیاں دل شکنی سے گریز نہیں کرتیں کیونکہ اُنہیں خوف خدا کی تلقین نہیں کی جاتی۔ وہ گستاخ ہیں اس لئے کہ اُن کو باادب باتصیب کا سبق نہیں سکھایا گیا۔ یہ خود غرضی کا مجسمہ ہیں۔ اس لئے کہ تعلیم یافتہ ہونے سے ماؤں کی آنکھیں کچھ ایسی خیرہ ہوگئی ہیں کہ اُن کی ہر فرمائش کو پورا کرنا مائیں جائز سمجھتی ہیں۔ وہ فضول خرچ ہیں اس لئے کہ اُن کی جارجیٹ کی ساڑیوں۔ مخملی صوفوں۔ ریشمی پردوں اور چاندی کے برش کنگھیوں کے جا وبیجا فرمائش کو ماؤں نے ان کے تعلیم یافتہ ہونے کا ثبوت سمجھا۔ میں نے خود ایک ماں کو جن کی مالی حالت خراب تھی یہ کہتے سنا کہ میری لڑکی بنارسی کارچوبی ساڑھیاں پہننا پسند نہیں کرتی۔ وہ نازک جارجیٹ کی ساڑیوں کے سوا اور کچھ نہیں پہنتی۔ میری بنارسی ساڑیاں رکھی ہوئی ہیں لیکن اس کے لئے نئی خریدنی پڑتی ہیں۔

ان ہی صاحبزادی صاحبہ کی والدہ اپنی لڑکی کی کاہلی کی یوں مدّاح ہوئیں کہ میری لڑکی کو پڑھنے کا بہت شوق ہے وہ اس کے سوا اور کچھ نہیں کرتی۔ گھر کے کاموں کو تو کبھی اس نے ہاتھ ہی نہیں لگایا۔

ایک اور نئے فیشن کی صاحبزادی کی والدہ ماجدہ اپنی لڑکی کے ہاں بچے ہونے سے نالاں ہیں۔ اس لئے کہ صاحبزادی صاحبہ بچوں کے بکھیڑے سے گھبراتی ہیں۔ لیکن ان کی والدہ ان کے اس غیر فطری رویہ پر مطلق تنبیہہ نہیں کرتیں اور اُلٹی ہاں میں ہاں ملاتی ہیں۔ یہی خاتون خود پچاس سال سے زیادہ کی ہیں۔ اور عمر بھر سادے لباس میں ملبوس رہیں۔ لیکن اب چونکہ صاحبزادی صاحبہ ان کے سادہ لباس کو اپنے لئے کسرِ شان سمجھتی ہیں اس لئے بہت نوق البھڑک لباس میں نظر آتی ہیں جو نہ اُن کی عمر پر زیب دیتا ہے

نہ اُن کی طبیعت کے موافق ہے۔ ایک اور ماں ہیں جن کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ مالی حالت معمولی ہے مکان چھوٹا ہے۔ پر صاحبزادی صاحبہ چونکہ اسکول میں پڑھتی ہیں اس لئے

گھر میں ہے فاقہ تو اپنی بلا سے    مرتا ہے کنبہ تو اپنی بلا سے

کی مصداق بنکر اپنے لئے ایک علیحدہ سجا ہوا مکلف کمرہ کی طالب ہیں۔ اور اس بیجا طلب کو ماں نے باوجود اپنی مالی مشکلات کے پورا کیا۔ افسوس کہ اس ماں کی ظاہر پرست آنکھوں نے نہیں دیکھا کہ لڑکی کا ماں باپ کی تنگ حالی کو دیکھتے ہوئے ایسی خواہش کرنے میں کس قدر خود غرضی تھی۔ اور دوسری ماں نے اپنی لڑکی کا بنارسی ساڑیاں موجود ہوتے ہوئے جارجٹ کی ساری کی فرمایش کو پورا کیا۔ اور فضول خرچی پر غور نہ کیا اور اگر کیا بھی تو اپنے دل کو یہ کہکر تسکین دے لی کہ بھلا تعلیم یافتہ ہے ایسا تو ہونا لازمی ہے آخر آج کل کی لڑکیاں ایسا ہی کرتی ہیں وائے برحال ما و برانجام ما۔ گویا تعلیم کے لوازمات یہی ہیں اور دوسرے کی حماقت آپ کو حماقت کی اجازت دیتی ہے۔ حیرت ہے ان ماؤں کی تنگ خیالی پر جنہوں نے انگریزی بول لینے کو ایسا کمال سمجھ رکھا ہے جس کے حصول کے بعد انسان ہر ایک فرض سے بری ہو جاتا ہے۔ کیسے پست ہیں ان ماؤں کے خیالات جنہوں نے اپنی لڑکیوں کا نفاست پسند اور خوش لباس ہونے کو ہی کافی سمجھ لیا اور انہیں خوش مزاج و خوش اخلاق بنانے کی کوشش نہیں کی ان کی اُستانیوں سے ان کے علمی شوق اور ذہانت کی تعریف پر ہی قانع ہوگئیں اور اس کی پرواہ نہیں کی کہ ان کی صاحبزادی کے مزاج سے نوکر نالاں جھڑکیوں سے بہن بھائی بیزار اور بدتمیزیوں سے خالہ پھوپھیاں آزردہ خاطر ہیں۔ بھلا جو لڑکی ہارمونیم بجا کر گانا جانتی ہو اس کو ان باتوں کی کیا ضرورت۔ افسوس یہ ہے نظریہ ہندوستان کی خیال پرست اور روحانیت کی دلدادہ ماؤں کا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ان غلامانہ روش رکھنے والی ماؤں کے ساتھ ان کی صاحبزادیوں کا کیا سلوک ہے اور اس قدر جا و بیجا نازبرداری کے بعد بھی کیا لڑکی جان و دل سے ماں سے محبت کرتی اور ماں کی حقیقی عزت کرتی ہے؟ افسوس مشاہدہ کچھ اور کہتا ہے۔ لڑکی کی انگریزی تعلیم کی پرستش کرنے والی مائیں اُٹھتے بیٹھتے لڑکیوں کی جھڑکیاں سنتی ہیں۔ بات کاٹ دینا بے اجازت کہیں چلے جانا۔ کسی کام کو ماں کہے تو ٹکا سا جواب دے دینا بہت معمولی باتیں ہیں۔ میرا چشم دید واقعہ یہ ہے کہ ایک صاحبزادی صاحبہ نے بھری مجلس میں ماں کو کتنا ذلیل کیا۔ ماں گاڑی میں جاکر بیٹھ چکی تھیں لیکن صاحبزادی صاحبہ محفل سے اُٹھنے کا نام نہ لیتی تھیں۔ لوگ جا آرہے تھے۔ ہر دفعہ اُن کی گاڑی آتی اور ماں کھڑکی سے سر نکال کر لڑکی کو بلائیں۔ ہر دفعہ پیچھے کی آنے والی گاڑیوں کی وجہ سے واپس جانا پڑتا تین چار دفعہ ایسا ہی ہوا۔ تمام

حاضرین مجلس ہنسنے لگے یہ وقعت ہے ماؤں کی آج کل کی لڑکیوں کی نظر میں۔ اور مزہ یہ ہے کہ ان ماؤں کو اپنی لڑکیوں کی قابلیت پر بے انتہا فخر ہے۔

ایسی ماؤں سے لڑکیاں محبت نہیں کرتیں اور نہ کر سکتی ہیں۔ محبت عزت سے پیدا ہوتی ہے اور ہم اُن کی عزت کرتے ہیں جو اپنا وقار قائم رکھنا جانتے ہیں۔ چھچھورپن۔ اپنے اصولوں پر کاربند نہ رہنا۔ اپنے ضمیر کے کسی فعل پر اعتراض کی جرات نہ کرنا یہ نظر سے گرا دینے والی باتیں ہیں۔ اس مخالف کی زیادہ عزت ہوتی ہے جو بے دہڑک مخالفت کرتا ہے بہ نسبت اس موافق کے جو کمزوری اور بزدلی کے سبب ہاں میں ہاں ملائے۔ عمر کے ساتھ متانت سن کے ساتھ شان ہونی چاہیئے۔ ماں کے تصور کے ساتھ وقار و تمکنت کا خیال آتا ہے۔ جو مائیں لڑکی کی ہر بات پر آمنا و صدقنا کہتی ہیں جو اپنی وضع چھوڑ کر لڑکی کے قدم بہ قدم فیشن ایبل بننا چاہتی ہیں۔ جنہوں نے کبھی اپنی لڑکیوں کے آگے شرم و حیا کی مثالیں پیش نہیں کیں۔ خدا پرستی اور دینداری کی تلقین نہیں کی۔ اُن کے دل میں پاکیزہ جذبات و اعلےٰ خیالات پیدا کرنے میں معاون نہیں ہوئیں۔ وہ اپنی لڑکیوں کے تخیل میں وہ درجہ نہیں رکھتیں جو ماں کا ہونا چاہیئے۔ ہر لڑکی کے لئے ماں کے لفظ سے مراد صرف وہی نہیں ہونی چاہیئے جس نے اُسے پال پوس کر جوان کیا۔ جس نے اس پر راتوں کی نیند۔ دن کا چین نثار کیا۔ ماں صرف وہی نہیں ہر اس سے بہت بلند درجہ رکھتی ہے۔ ماں وہ فرشتہ رحمت ہے جس نے اس کی توتلی زبان سے پہلے لا الٰہ اللہ کہوایا۔ وہ برگزیدہ ہستی ہے جس نے پہلے پہل اپنے مالک کے آگے اس سے سجدے کروائے اور اس کے ننھے ننھے ہاتھوں کو اٹھوا کر دعا کرائی۔ جس نے اُسے انصاف کی تعلیم دی اور دل آزاری سے ڈرایا۔ ہاں ماں وہ ہونی چاہیئے جس کے نام کے آتے ہی پیکر نورانی سامنے آجائے۔ جو رات کی سنسان تاریکی میں اس کے چھوٹے سے پلنگ کے آگے جھپٹی ہوئی اپنی شیریں آواز میں اسے ہر مصیبت و تنہائی میں خدا پر بھروسہ کرنے کی تعلیم دیا کرتی تھی۔

ماؤں کا طرز عمل ایسا ہونا چاہیئے کہ ان کی یاد اُن کی لڑکیوں کے لئے چراغ راہ کا کام دے لڑکی کی خواہ مخواہ کی تعریف اور بیجا نازبرداری کرنے سے یہ مطلب حاصل نہیں ہوگا۔ انہیں اپنی لڑکیوں کے آگے وقار و تمکنت اور شرم و حیا کی ایسی مثال پیش کرنی چاہیئے کہ اگر کبھی اُن کا قدم صراط مستقیم سے ڈگمگائے۔ اگر نئی روشنی کی چکا چوند سے اُن کی آنکھیں خیرہ ہونے لگیں تو اُن کی ماں کی پاک زندگی کا تصور اُن کے سامنے آکر انہیں قعر مذلت میں گرنے سے بچالے۔ اگر ان سے بے شرمی کی کوئی حرکت ہو جائے تو یہ یاد آکر اُن کی ماں ایسے فعل پر کتنی آزردہ ہوتی۔ سچے دل سے پشیمانی ہو

ہندوستان کی ماؤں! مغرب کا آفتاب اپنی پوری تمازت سے چمک رہا ہے۔ لامذہبی

کا سیلاب چلا آرہا ہے۔ بے دینی کی موجیں اُٹھ رہی ہیں بے حیائی کی گھٹا فضائے عالم پر چھائی ہوئی ہے۔ ایمان کا سورج۔ حیا کا تارہ اور روحانیت کا چاند مادہ پرستی۔ ظاہرداری اور فیشن پسندی کے بادلوں میں چھپا ہوا ہے لیکن تم کو ہراساں نہ ہونا چاہیئے۔ تم ساری دنیا کو نہیں بدل سکتیں۔ پر خدائے تعالیٰ نے تمہیں ایک چھوٹی سی دنیا دی ہے۔ ایک ننھی سی سلطنت کی ملکہ بنایا ہے۔ ننھی ننھی روحیں تمہارے سپرد کی ہیں۔ دنیا بُری ہے پھر بھی تم اپنے بچوں کو بھلا بنا سکتی ہو۔ دنیا مادہ پرست ہے پر تم اپنے بچوں کو روحانیت کا دلدادہ کر سکتی ہو۔ جو بچے تمہاری گود میں کھیل رہے ہیں اُنہیں ابھی سے صداقت کا سبق سکھاؤ۔ انہیں ایمان کا درس دو۔ اُن کو بتاؤ کہ قوم کا درد کسے کہتے ہیں۔ اور مذہب کا جوش کیا ہوتا ہے۔ ان کو اپنے خالق کی عظمت کرنا سکھاؤ اور اپنی بہنوں کی خدمت کا ولولہ پیدا کرو۔

دنیا میں اگر نماز مغرب کے وقت ننگے سر بیٹھکر ہارمونیم بجانے کو لڑکی کی زندگی کا ماحصل سمجھا جاتا ہے تو سمجھنے دو۔ اگر آج کل کی دنیا میں بے باکی بے شرمی بے حیائی عیب نہیں بلکہ فیشن ہے تو ہونے دو۔ تم نے تو یہ تعلیم نہیں پائی تھی۔ تم تو کچھ اور ہی فضا دیکھے ہوئے ہو۔ تمہیں ہندوستان کی وہ حیا کی پتلیاں یاد ہوں گی جن کے دامن پر فرشتے نماز پڑھتے تھے۔ تمہاری لڑکی اس مادی دور میں پیدا ہوئی ہے تو کیا ہوا تم تو ہندوستان کے اُجڑتے ہوئے باغ کی آخری بہار دیکھے ہوئے ہو۔ کم سے کم ان ہستیوں کو تو دیکھا ہے جو گذرے ہوئے زمانہ کی یادگار تھیں۔ تمہاری لڑکی اگر اپنے گردوپیش کی مادیت دیکھتی ہے تو تم اپنے زبان سے وہ دور دکھاتی رہو جب ہندوستان کی عورتوں میں شرم و حیا تھی۔ مہر و وفا تھی غیرت خودداری تھی۔ تم ایسی ہندوستانی عورت کا نمونہ بنو اور اپنی لڑکیوں کے دل میں وہ خوبیاں پیدا کرو۔ اس زمانہ کی فیشن پرست لڑکیوں میں بھی تم کو ایک آدھ لڑکی ایسی نظر آجائے گی جس کا دوپٹہ سر پر موجود ہے۔ جو اگر پردے سے باہر بھی ہے تو مردوں سے ایک خاص تمکنت کے ساتھ ملتی ہے جس کی اداؤں میں چھچھورپن نہیں۔ جس کے لب۔ لپ اسٹک سے رنگے ہوئے۔ جس کے رخساروں پر پوڈر لگا ہوا جس کی باہیں عریاں نہیں۔ جو پارٹیوں میں بھی نماز کا خیال رکھتی ہے اور جو میموں سے بات کرتے ہوئے بھی اذان کی آواز سنکر کھڑی ہو جاتی ہے یہ کیوں اس لئے کہ اُس کی آنکھوں میں ہمیشہ ایک تصویر ہے اور وہ تصویر اس کی ماں کی ہے۔ اس ماں کی جو کہ دیندار تھی باحیا تھی باوفا تھی۔ اس نے اس کو اس مادی دنیا میں بھی روحانیت کی تعلیم دی۔ اس لئے اگرچہ اس کے گردوپیش میں مغربیت کا دوردورہ ہے۔ اگرچہ وہ بھی زمانہ کے لحاظ سے بظاہر مغربی روش اختیار کئے ہوئے ہیں۔ لیکن اس کا دل مشرقی ہے۔

شائستہ

# شاعر سے خطاب

رشک آتا ہے مجھے شاعر مقدر پر ترے
میں سمجھتی ہوں کہ کل دنیا ہی یہ تیرے لئے

کشورِ تخیل کا تو ہے وہ رنگیں تاجدار
ہے ترے زیرِ نگیں گلزارِ فطرت کی بہار

رازدانِ سرِ فطرت ہے ترا قلبِ حزیں
یعنی اسرارِ حقیقت کا ہی تیرا دل امیں

تو کبھی سوتا ہو لیکن جاگتا ہے تیرا دل
محوِ نظارہ ہے یعنی آنکھ تیری مستقل

منکشف تجھ پر ہوئے اسرارِ فطرت کس قدر
اک نیا عالم تجھے ہر چیز میں آیا نظر

سچ میں کہتی ہوں کہ ہاں تزئینِ فطرت تجھ سے ہے
حسنِ عالم سبز کی پرکیف زینت تجھ سے ہے

بخش دی تیرے تخیل نے گلوں کو آبرو
حسن خود دلکش ہے لیکن دیکھنے والا ہے تو

چاند کی کشتی میں سیرِ آسماں کرتا ہے تو
مست زہرہ لائی ہے تیرے لئے جام و سبو

کس قدر تو نے کئے ہیں عیش تاروں کے قریب
لامکاں میں تو نے دیکھے رات بھر جلوے عجیب

صبح دم غنچوں میں دیکھی تو نے فردوسی بہار
مل گئیں دنیا میں بیٹھے جنتیں تجھ کو ہزار

سرو کے پردہ میں دیکھا تو نے سایہ حور کا
آب جو تیرے لئے ہے ایک چشمہ نور کا

سرخیِ گل میں نظر آیا تجھے روئے حبیب
سازِ حسرت تو نے سمجھے نغمہائے عندلیب

تو نے ہر پتہ کو بخشی ہے حیاتِ جاوداں
تو نے ہر قطرہ کو سمجھا ہمسرِ بحرِ رواں

تو نے ہر ذرہ کو خورشیدِ درخشاں کر دیا
سنگ کے ٹکڑوں کو رشکِ ماہِ تاباں کر دیا

تیشۂ فرہاد کی سنتا ہے تو اب تک صدا
ہر گھڑی پیتا ہے اب بھی جام جوئے شیر کا

شمع و پروانہ کو الفت دی تخیل نے ترے
سوزِ پروانہ ہوا درسِ وفا تیرے لئے

جلوہ ایمن سمجھتا ہے ترے آنسو میں ہے
طور کی سوزش نہاں اب بھی ترے پہلو میں ہے

کعبہ و بیت خانہ یکساں تو نے سمجھے کس قدر
ذوقِ سجدہ میں خدا ہر چیز میں آیا نظر

تو اگر چاہے بدل دے یہ نظامِ کائنات
کچھ سے کچھ ہو اک اشارے میں ابھی رنگِ حیات

(۲)

سُن۔ مگر شاعر یہ تجھ سے عرض کرنا ہے مجھے
شمع و پروانہ گل و بلبل کے قصے تا بکے

کوہکن شیریں و مجنوں اور لیلیٰ کے بیاں
آخرش کب تک رہیں گے اس طرح وردِ زباں

چاہتی ہوں میں سُنائے تو مجھے وہ داستاں
جس سے چمکیں دورِ ماضی کے مٹے سے کچھ نشاں

ہاں مجھے اسلاف کی ایسی کہانی تو سُنا
جس کے سننے سے ہو زندہ روحِ مردہ پھر ذرا

تیرے مضموں میں بھرا ہو رجزِ ماضی کا خروش
جس سے ان ساکت رگوں میں خون کو آجائے جوش

سیف خالد کی دکھا نظروں کو آبِ تاب تو
بوذر و ضرار کے دکھلا پرانے خواب تو

شانِ فاروقی کا سکہ قلبِ مسلم پر بٹھا
حلمِ عثمانی کی یعنی یاد تازہ کر ذرا

شانِ شمشیرِ علی مضموں سے اپنے تازہ کر
روحِ خوابیدہ کو اُٹھنے کے لئے آمادہ کر

شعر کہنے کو جہاں میں اس لئے آیا ہے تو
تا بھرے اسلاف کا مسلم کی رگ رگ میں لہو

سن جمالہ کی صدا شاعر ذرا ہشیار ہو
تو اگر چاہے تو مسلم آج پھر بیدار ہو

بلقیس جمال بریلوی

(بقیہ مضمون صفحہ ۴۲۴)

اور ایک بڑی حد تک یہ مشکل اب بھی موجود ہے۔ مشرق میں یہ مصیبت گویا سرے سے مفقود تھی۔ لیکن بایں ہمہ ہندوستانی عورت کی آزادی اپنی مغربی بہن کے مقابلہ میں امید کے خلاف بڑی حد تک قابل تشفی ہوئی ہے۔

ہندوستانی تحریک نسواں کی ابتداء گو بہت معمولی طور پر ہوئی لیکن انجام مہتم بالشان رہا اور آئندہ امکانات بھی عظیم الشان نظر آتے ہیں اس کامیابی کا سب سے بڑا راز کام کرنے والوں کا خلوص اور ان کی قربانیاں ہیں۔ ہماری صنف کے لیڈر اپنا مطلب حاصل کرنے میں تمام مشکلات سے خندہ پیشانی کے ساتھ دوچار ہونے کے لئے تیار ہیں۔ اور یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج مردوں کے ساتھ ہماری سیاسی۔ علمی۔ اقتصادی اور معاشرتی زندگی میں عورتوں کے نام بھی پیش پیش نظر آتے ہیں۔ ملک کی سیاسی اصلاحات میں عورتوں نے مردوں کے مقابلہ کا حصہ لیا۔ علم و فکر کی دنیا میں بھی ان کے نام ستاروں کی طرح جگمگا رہے ہیں اور قومی بیداری اور ملکی جاں نثاری کی تاریخ میں ہماری عورتوں کو بھی وہ عظمت میسر ہے جو دوسرے ممالک کی عورتوں کو جو ہم سے کہیں زیادہ ترقی یافتہ ہیں حاصل ہے۔

شہر بانو

# مشرقی اور مغربی تحریک نسواں کا اصولی فرق

ہمارے ملک میں تحریک نسواں کی غیر معمولی کامیابی اور اس کی مغربی تحریکات نسوانی سے تفریقی حیثیت نے غیر ملکی اصحاب فکر و قلم کی توجہ اکثر اپنی طرف منعطف کرائی ہے اور اس مسئلہ پر کافی تعداد میں دلچسپ لٹریچر جمع ہو گیا ہے۔ لکھنے والوں کی رائیں لازمی اور فطری طور پر مختلف ہیں۔ بعض اگر ہندوستان کی نسوانی تحریک میں بربریت جہالت اور عدم تہذیب کی جھلک اور شائبہ پاتے ہیں تو دوسرے اس کے بلند مقاصد اور خداداد کامیابی کے گیت گاتے ہیں۔ موضوع بھی یہ ایسا دلچسپ ہے کہ اس میں مستقل تصانیف کی گنجائش ہے، اور امید ہے کہ وہ دن بھی آئیگا کہ ہماری کوئی ہندوستانی بہن اس خدمت سے سبکدوش ہو کر کامیابی و عظمت کا سہرا اپنے سر پر جگمگاتا دیکھیں گی۔ لیکن فی الحال نہ تو اس کی توقع ہے اور نہ اخبار و رسائل کی محدود وسعتیں اس کی اجازت دیتی ہیں کہ اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کی جائے۔ اس مسئلہ پر جو ضخیم لٹریچر اس وقت موجود ہے اور اس پر جہاں تک مجھے غور کرنے کا موقع ملا ہے اس سے عصمتی بہنوں کو بھی روشناس کر دینا چاہتی ہوں تاکہ اس طرف لوگوں کی توجہ ہو جائے۔ معمولی ابتدا سے بالآخر بڑے بڑے کام انجام پا جاتے ہیں۔

ہندوستانی اور بالعموم مشرقی تحریکات نسواں اور مغرب کی زنانی تحریکات میں جو اصولی فرق ہے وہ لازمی طور پر معاشی اور اقتصادی عنصر کی پہلی جانب عدم موجودگی اور دوسری طرف فراوانی ہے۔ اس تحریک کی ابتدا ہندوستان میں مردوں کے مقابلہ میں برابری حاصل کرنے کے لئے نہیں ہوئی۔ بلکہ ہندوستانی عورتوں کو دوسرے ممالک کے عورتوں کی ہمسری کے جذبہ نے نسوانی تحریک میں حصہ لینے کی طرف متوجہ کیا۔ مشرق میں عورت عام طور پر شادی شدہ ہوتی ہے۔ اسی بنا پر مردوں سے اقتصادی اور سیاسی مقابلہ کی گنجائش نہیں ہے۔ فطرت اور ماحول کے لحاظ سے بھی مشرقی عورت اپنی مغربی بہن کے مقابلہ میں سکون پسند اور جذبہ محبت سے مغلوب ہوتی ہے۔ اسی طرح مرد بھی ہندوستان میں عورت کے حقوق کو مقابلہ کے جذبہ کے ماتحت نہیں دیکھتے۔ انگلستان میں عورتوں کو ووٹ ایک جنگ عظیم کے بعد حاصل ہوئے۔ لیکن ہندوستان میں وہی حقوق عورتوں کو اس وقت حاصل ہو گئے تھے۔ جبکہ ایک بڑی تعداد اس حق کے صحیح مصرف سے بھی واقف نہ تھی۔ ہندوستان میں تحریک نسواں اپنی غیر معمولی کامیابی کی بنا پر خصوصیت رکھتی ہے لیکن اسکا یہ مطلب نہیں کہ اس جہاد آزادی میں ہماری بہنوں کو مشکلات سے دوچار ہونا ہی نہ پڑا۔ ہماری سب سے بڑی مشکل خود اپنی صنف کی کمی تعلیم اور مسئلہ کی اہمیت سے لاعلمی تھی۔ (بقیہ مضمون صفحہ ۴۲۳ کالم

# میلاد شریف میں قیام

**انیس فاطمہ۔** معاف کیجئے گا میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں لیکن خیال ہوتا ہے کہ کہیں آپ کو گراں نہ گزرے۔

**محمودہ بیگم** (مسکرا کر) آپ خوشی سے پوچھیئے مجھے ہرگز گراں نہ گزرے گا بلکہ شکرگزار ہوں گی کہ آپ نے میرے متعلق کوئی رائے قائم کرنے سے اپنے شبہ کو رفع کرلیا۔

**انیس فاطمہ۔** آہا یہ وہی بات ہوئی کہ سائل کی صورت سوال ہو۔ آپ نے پہلے ہی میرے دل کی بات سمجھ لی۔

**محمودہ بیگم۔** وہ تو صاف ظاہر ہے اور ایک آپ کیا اس وقت یہاں جتنے آدمی موجود ہیں سب کے دل میں وہی بات ہے بلکہ بعض نے جواب بھی دے لیا ہوگا کہ وہابی ہیں۔

**انیس فاطمہ۔** یہی سن کر تو مجھ سے ضبط نہ ہوسکا اور خود آپ سے پوچھنا ضروری سمجھا۔ اب آپ جواب دیدیجئے کہ سب کا اطمینان ہوجائے۔

**محمودہ بیگم۔** ابتک جتنی بات چیت ہوئی سب معموں میں تھی اب میں صاف کرکے کہتی ہوں۔ آپ مجھ سے یہ پوچھتی کہ میں میلاد شریف میں سلام کے وقت کھڑی کیوں نہیں ہوئی۔ اب مجھے اس کا جواب دینا چاہیئے۔ لیکن جواب دینے سے پہلے میں خود آپ سے ایک بات پوچھتی ہوں اور میرا جواب اسی کے جواب پر منحصر ہوگا۔ وہ یہ ہے کہ فرمانبرداری زیادہ ضروری ہے یا ادب۔

**انیس فاطمہ۔** میرے نزدیک تو فرمانبرداری اور ادب الگ الگ نہیں جو فرمانبردار ہوگا وہ باادب بھی ہوگا اور جو باادب ہوگا وہ فرمانبردار بھی ہوگا۔

**محمودہ بیگم۔** ہاں ہوتا تو عموماً ایسا ہی ہے۔ لیکن اگر اتفاقیہ ایسا موقع آپڑے کہ ایک ہی بات ہوسکتی ہو۔ مثلاً باپ نے بیٹی سے کہا ہے کہ تم لیٹی رہو پلنگ پر سے اُٹھو نہیں۔ اب وہ باپ کو سامنے سے آتا دیکھتی ہے اور چاہتی ہے کہ اُٹھے۔ مگر دل میں یہ بھی ڈر ہے کہ میرے اُٹھنے پر وہ ناراض ہوں گے۔ ایسی حالت میں آپ بتائیے کہ وہ بیچاری کیا کرے اگر لیٹی رہے تو بےادب بنتی ہے۔ اپنا دل بھی کھسیانا ہوتا ہے اور سب بُرا کہتے ہیں اور اگر اُٹھتی ہے تو باپ کی نافرمان ٹھہرتی ہے۔ اور اس کی ناراضی کی وجہ سے گنہگار ہوتی ہے۔

**انیس فاطمہ۔** واقعی یہ سوال تو بےڈھب ہے۔ لیکن ایسا ہوتا ہے اکثر دکھ بیماری میں ایسے موقع آجاتے ہیں اور عموماً یہ ہوتا ہے کہ ایسی ممانعت کا خیال نہیں کیا جاتا۔ اور اُٹھ ہی بیٹھتے ہیں۔

**محمودہ بیگم۔** آپ تو یہ بتائیے کہ کرنا کیا چاہیئے۔ اُٹھیں یا نہ اُٹھیں؟ جب اُٹھتے ہیں تو خفگی بھی تو سنتے ہیں وہ چاہے ماں باپ کی محبت آمیز خفگی سہی۔ مگر یہ بھی خیال کیجے کہ وہ حکم باپ کا نہیں ہوتا بلکہ ڈاکٹر کا ہوتا ہے جس کی تعمیل صرف اپنی جان کے اور آرام کے لئے کی جاتی ہے۔ مگر والدین کا حکم کچھ اور چیز ہے۔ اس کا ٹالنا آسان نہیں چاہے اس کی مصلحت کو ہم سمجھیں یا نہ سمجھیں اور چاہے وہ اس پر ناراض نہ ہوں۔ عدول حکمی بہرحال عدول حکمی ہے اور ایک اسی مثال پر کیا موقوف ہے ایسے ہزار موقع ہو سکتے ہیں۔ فرض کیجئے ماں باپ یا کوئی بھائی بہن بیمار ہے۔ اپنا دل چاہتا ہے کہ اس کی خدمت کریں۔ ایک منٹ کو چھوڑ کر ہٹنا گوارا نہیں ہوتا۔ سسرال سے بلاوا آتا ہے وہ کہہ دیتے ہیں جاؤ اور بھیجدیتے ہیں۔ اب اگر لڑکی نہیں جاتی اور انکار کرتی ہے تو آپ اسے کیا کہیں گی۔

**انیس فاطمہ۔** واقعی فرمانبرداری زیادہ ضروری ہے۔ وہ محمود اور ایاز کا بھی تو قصہ ہے کہ لوگوں نے کہا آخر اس میں کیا ایسی صفت ہے جو آپ اس پر اتنے مہربان ہیں۔ بادشاہ نے کہا کل جواب دوں گا۔ پھر دوسرے دن دربار میں ایک بڑا قیمتی موتی لاکر رکھا اور سب کو دکھا کر اس کی بابت رائے پوچھی۔ سب نے بالاتفاق تعریف کی کہ نایاب ہے اور بڑے بڑے خزانے اس کا مول نہیں ہو سکتے۔ پھر محمود نے وزیر کو حکم دیا کہ اسے ہتوڑ امار کر توڑ دو۔ وزیر سناٹے میں رہ گیا۔ اور اس کا ہاتھ نہ اُٹھ سکا۔ پھر دوسرے امیروں وزیروں کو بلایا سب کے سب پیچھے ہٹتے گئے۔ آخر ایاز کی باری آئی تو اس سے کہنے کی دیر تھی کہ اس نے ایک ضرب میں چور کر کے رکھدیا۔ بادشاہ کچھ نہیں بولا اور سب نے بڑھ بڑھ کر بولنا شروع کیا کہ واہ کیا حق نمک ادا کیا ہے اتنا بڑا موتی غارت کردیا۔ یہی وفاداری ہے۔ یہی حق شناسی ہے؟ ایاز نے جواب دیا ناحق شناس اور بیوفا تو تم ہو کہ ایک موتی کے لئے اپنے بادشاہ کی نافرمانی کی اور اس کے حکم کی کوئی وقعت نہ سمجھی۔ میں نے تو وہی کیا جو مجھے کرنا چاہیئے۔ اس کی بات کے آگے مال کی حقیقت کیا ہے۔ ع۔

ایک موتی کیا اگر ہوں دس ہزار　　　شہ کے سر پر سے کروں سب کو نثار

یہ سُن کر سب شرمندہ ہوگئے اور بادشاہ نے کہا دیکھو یہ بات ہے جس کی میں قدر کرتا ہوں۔

**محمودہ بیگم۔** لیجئے آپ نے تو بہت عمدہ مثال سے یہ بات سب کے ذہن نشین کردی اور اسی لئے عربی میں مثل مشہور ہے کہ الامر فوق الادب (حکم ادب سے بڑھ کر ہے) اب یہ خیال کیجئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو کس کس طرح ممانعت فرمائی ہے کہ تم لوگ میری تعظیم کو مت اُٹھو۔ تم میرے لئے شاہان عجم کے درباروں کا ڈھنگ مت ڈالو۔ وہ کٹ ہنتے تھے اور عرض کرتے تھے کہ یارسول اللہ ہم تو آپ پر اپنی جانیں فدا کرنے کی تمنا رکھتے ہیں۔ اس اتنی سی بات میں کیا ہرج ہے۔ لیکن جب آنحضرت نے

اجازت نہیں دی تو وہ پھر اسی الامر فوق الادب پر عمل کر کے آپکے حکم کے پابند رہے۔ حالانکہ یہ بات بھی اکثر کتابوں میں لکھی نظر آتی ہے کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو آپ اُنہیں دیکھکر جذبۂ محبت سے بے اختیار ہو جاتے اور فوراً اُٹھ کھڑے ہوتے۔ جب صحابہ کو یہ بات معلوم تھی تو کیا وہ یہی مثال دے کر بار بار اجازت نہ مانگ سکتے تھے۔ مگر نہیں وہ ایسا کیوں کرتے وہ تو حضورؐ کی مرضی مبارک کے پابند تھے۔ آپ کے اشاروں پر چلتے تھے۔ اس میں چاہے اپنے جذبات کو کتنا ہی کیوں نہ کچلنا پڑتا۔ مگر وہ خلاف کرنا تو کیسا بار بار اصرار کو بھی گستاخی تصور کرتے تھے۔ ہجرت کے شروع زمانہ میں جب آپ ابو ایوب انصاری کے مکان میں ٹھہرے تو اُنہوں نے یہ چاہا کہ آنحضرتؐ بالاخانہ پر تشریف رکھیں اور وہ خود نیچے رہیں۔ کیونکہ اپنا اوپر رہنا خلاف ادب معلوم ہوتا تھا۔ لیکن آنحضرتؐ نے یہ بات پسند نہ فرمائی اس لئے کہ آپ کے پاس تو ایک خلقت ہدایت کے لئے حاضر ہوتی تھی اوپر جانے میں سب کو تکلیف ہوتی۔ آخر اُنہوں نے اپنے دل پر جبر کیا حضورؐ کے حکم کو مانا اور اوپر ہی رہے۔ یہ وہ بزرگ ہستیاں تھیں جن کے ایمان کا شمہ ہم لوگوں میں آجائے تو ہماری نجات ہو جائے" ہماری جانیں آپ پر فدا ہوں۔ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔" یہ الفاظ ہر وقت اُن کا تکیہ کلام تھے اور نہ صرف کہتے تھے بلکہ درحقیقت ایسا کرتے تھے۔ اپنی جان تو جان ہے اولاد تک کی آپ کے سامنے کوئی حقیقت نہ سمجھتے تھے۔ پھر کیا ہمارے جذبات ان سے بڑھ کر ہیں کہ ہم کسی طرح اپنے دل پر قابو ہی نہ رکھ سکیں اور کہاں تو آنحضرت نے خود بنفس نفیس سامنے آنے کی حالت میں کھڑے ہونے کو منع فرمایا اور کہا ہم اس ممانعت کی ایسی خلاف ورزی کریں کہ ذکر مبارک سنکر ایسے بیخود ہو جائیں کہ کھڑے ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔ اس کی چاہیں کتنی بھی تاویلیں کی جائیں میں تو یہی کہوں گی کہ صریح عدول حکمی ہے۔ میں نے جتنا زیادہ سوچا میرے دل میں یہی بات بیٹھتی چلی گئی۔ اگر سب کو کھڑے ہوتے دیکھکر میں اُٹھنے کا قصد بھی کروں تو گویا کوئی مجھے اندر سے منع کرتا ہے۔ اور میں اپنے دل کے جذبات کو خود جانتی ہوں کہ اس وقت کیا ہوتے ہیں۔ شاید کبھی خدا اپنے فضل و کرم سے اس بارگاہ اقدس تک پہنچا دے تو اس وقت معلوم نہیں کیا حالت ہوگی۔ کہانتک اس ناتوان دل پر زور چل سکیگا۔ بہر حال اپنے مقدور بھر تو یہی کوشش ہوگی کہ کوئی بات اپنے ہادی برحق کے حکم کے خلاف نہ ہونے پائے۔ دل یقیناً اس کی پابوسی کے لئے تڑپے گا سر اس خاک پر گھسے جانے کے لئے بیقرار ہوگا۔ آنکھیں ساون بھادوں کی جھڑیاں لگادیں گی مگر اس کا حکم بھی تو اسی دل پر نقش ہے اسی دماغ میں بسا ہوا ہے انہیں آنکھوں کے سامنے۔ ع۔

بنانا نہ تربت کو میری صنم تم      نہ کرنا مری قبر پر سر کو خم تم

بس یہ ہیں میرے خیالات۔ آپ کی طرح اکثر اور بھی بہنوں نے مجھ سے اس کے متعلق پوچھا ہے اور میں نے اُن کے سامنے بھی ان کا اسی طرح اظہار کردیا ہے اور اس کے ساتھ ہی میں نے یہ بھی کہا اور آپ سب سے بھی کہتی ہوں کہ اگر میں غلطی پر ہوں تو مجھے قائل کردیجئے۔ مجھے خدانخواستہ کوئی ضد نہیں ہے بلکہ اپنی عاقبت کے ڈر ہی سے یہ راہ اختیار کی ہے۔ مگر کسی نے مجھے اس کا جواب نہیں دیا۔ اکثر یہ بھی سوچا کرتی ہوں کہ حدیث شریف میں آیا ہے مسلمانوں کی جماعت پر خدا کا ہاتھ ہے۔ جو جماعت کے خلاف چلا وہ بھٹکا اور خراب ہوا۔ کہیں میرے یہ خیالات باطل نہ ہوں۔ خدا سے دعائیں مانگیں کہ خداوندا مجھے شیطان کے فریب سے اپنی پناہ میں رکھ اور سیدھی راہ دکھا۔ پھر اس کے بعد سے ایک یکسوئی کی حالت ہوگئی اور یہی کوئی خلش اب پیدا نہیں ہوتی۔ پہلے کبھی کبھی میرے دل میں یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ کیا میں بے ادب ہوں مگر اب اطمینان رہتا ہے۔ نعتیں سُنکر جو اثر آپ سبھوں کے دل پر ہوتا ہے وہی میرے دل پر بھی ہوتا ہے۔ ذکر مبارک کے وقت کسی کو باتیں کرتے دیکھتی ہوں تو دل پر چوٹ لگتی ہے کہ ہائے کیسی بے حسی ہے۔ جو ہمارا سب سے محبوب شغل ہونا چاہیے اس وقت میں دوسری طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اس نعمت کی قدر نہیں کرتے۔

اب آئیے ہم سب ملکر دعا کریں کہ یا غفور الرحیم صدقہ اپنے حبیب کا ہماری غلطیوں سے درگذر فرما۔ اور اس کے ذکر خیر کی برکت سے ہمارے ایمان تازہ کردے کہ ہمیشہ اس کی بتائی ہوئی صراط مستقیم پر چلیں اور تیرے دربار میں سرخرو آئیں۔ آمین ثم آمین۔

و۔ ا

# جنرل نوگی

جنرل نوگی جاپانی افواج کا بڑا تجربہ کار اور دور اندیش سپہ سالار گزرا ہے۔ اس کے کارہائے نمایاں روز روشن کی طرح لوگوں پر عیاں ہیں۔ اس کی بہادری اور وفاداری کا سکہ جاپانیوں کے دلوں پر نقش ہے اور اس کی کہانی زبان زد عام ہے۔ گو اس کو اس دنیا سے سدھارے کم وبیش بائیس برس کا طویل عرصہ ہو گیا۔ تاہم دل میں اس کی عزت اور عقیدت ہے۔ بقول شاعر ؎

تمہیں کہتا ہے مردہ کون تم زندوں کے زندہ ہو　　تمہاری نیکیاں زندہ تمہاری خوبیاں باقی

۱۹۰۴ء میں جب جاپان اور روس میں جنگ ہو رہی تھی تو جنرل نوگی نہایت دلیری اور استقلال سے روس کا مقابلہ کر رہا تھا۔ اس نے پورٹ آرتھر کے قلعہ پر دھاوا بول رکھا تھا اور بڑی جانفشانی کے ساتھ اسے فتح کرنے میں مشغول تھا۔ لڑائی ایک دو مہینے کی نہیں تھی بلکہ مسلسل ایک سال جاری رہی۔ روس کی طاقت کم نہ تھی جاپان تو اس زمانے میں ایک گم نام ملک تھا۔ جاپانی فوجیں بے انتہا ضایع ہو رہی تھیں۔ باوجود صدہا تدابیر کے اس کے نوجوان سپاہی اس کی آنکھ کے سامنے گاجر مولی کی طرح کٹ رہے تھے۔ اور تقریباً تیس ہزار جوان موت کے گھاٹ اتر چکے تھے۔ مگر یہ ہمت کا بندہ برابر فوجیں بڑھا رہا تھا۔ جگہ جگہ مورچے باندھ رکھے تھے۔ یہ میدان جنگ کا بہادر سپاہی تھا۔ اور لڑائی کے فن سے خوب واقف وہ خود سمجھتا تھا کہ گو اس وقت سپاہی بہت کٹ رہے ہیں۔ مگر انجام کار کامیابی ہو گی اور قلعہ فتح ہو گا۔ عام لوگوں کے ذہن اس کی جنگی مصلحتوں سے واقف نہ تھے۔ اُن کے سامنے تو صرف کٹے ہوئے سپاہیوں کے پشتے لگے ہوئے تھے یا مجروح سپاہی سسک رہے تھے۔ ادھر روزانہ اخبارات میں اس کی فوجیں کٹنے کی خبریں شائع ہو رہی تھیں۔ پبلک نہایت آزردہ تھی اور جنرل کے متعلق چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں۔

ابھی لڑائی کا سلسلہ جاری تھا اس کے دونوں بیٹے بھی جنگ میں شامل تھے۔ نوگی کی تدابیر اور حکمت سے لڑائی کا رُخ پلٹا اور کامیابی کی امید افزا جھلک نظر آنے لگی۔ روز بروز اس کی فوجیں فتح مند ہو رہی تھیں۔ اور جنگ تقریباً قریب الختم تھی۔ بدقسمتی سے پورٹ آرتھر پر اس کے دونوں لخت جگر دوران جنگ میں داغ مفارقت دے گئے۔ بڑا لڑکا پہاڑ کو عبور کرتے وقت اس دار محن سے چل بسا۔ جب دونوں بیٹوں کے مرنے کی خبر بوڑھے جنرل کو پہنچی تو اس نے نہایت سنجیدگی سے اعلان کیا کہ آج میں بہت خوش ہوں کہ ایک چھوڑ میرے دونوں لڑکے جنگ میں مارے گئے۔ میرے آنسو پونچھنے کو کوئی بھی باقی نہیں۔ جاپانی سپاہ کے

کٹ جانے سے جو روحی تکلیف مجھے تھی اس میں آج کچھ تخفیف ہو گئی ۔ جنرل انسان تھا اور انسانیت کا مقتضا تھا کہ یہ غم کا پہاڑ اُسے بدحواس کر دیتا ۔ نوجوان بیٹوں کے داغ اور وہ بھی اس پیری میں ۔ پھر طرہ یہ کہ ان جواں مرگوں کے علاوہ کوئی اولاد زخم دل پر پھایہ رکھنے والی بھی نہ تھی ۔ دل کیسا ہی فولاد کا ہو یہ ماتنے قدرت نے کچھ ایسے نازک بنائے ہیں کہ ایک دفعہ تو انسان بلبلا ہی اُٹھتا ہے ۔ لیکن آفریں ہے اس کی جرأت و ہمت پر کہ نہایت صبر و استقلال سے کام لیا ۔ دکھے دل اس کے صدمہ کا اچھی طرح اندازہ کر سکتے ہیں ۔ درحقیقت اس کا یہ ایثار اور ضبط و تحمل آیندہ نسلوں کے لئے ایک اعلیٰ نمونہ پیش کرتا ہے ۔ غمزدہ جنرل نے دونوں بیٹوں کی مفارقت میں دو مختصر سی دلسوز نظمیں بھی کہیں ہیں جن سے اس کے دل مجروح کا اچھی طرح پتہ چلتا ہے ۔

پبلک کی چیخ پکار اور جاپانی فوج کے بے انتہا ضائع ہونے سے یہ بڑا شکستہ دل ہوا اور عزم صمیم کیا کہ خودکشی کر کے اس کا کفارہ ادا کرے ۔ جب روس کو کامل شکست ہو گئی تو ٹوکیو میں بڑی شاندار خوشیاں منائی گئیں شہنشاہ میجی نوگی کی کارگزاریوں سے نہایت خوش ہوا ۔ بڑی عزت اور حوصلہ افزائی فرمائی ۔ جنرل نوگی جب شہنشاہ کے دربار سے رخصت ہونے لگا تو اس کے بشرے یا اور کسی بات سے بادشاہ فوراً تاڑ گیا کہ یہ خودکشی کر بیٹھے گا ۔ بادشاہ نے اس کو واپس بلایا اور اس کی بڑی دلدہی کی ۔ ساتھ ہی صاف صاف یہ بھی گوش گزار کیا کہ جو فاسد خیال تمہارے دل میں ہے اس سے باز رہنا اور کبھی بھول کر اس فعل کے مرتکب نہ ہونا ۔ شاہی حکم اور وہ بھی محبت آمیز جملوں میں جنرل نوگی نے بادل ناخواستہ اپنا ارادہ ملتوی کیا اور جب تک شہنشاہ میجی حیات رہا اس نے اس حکم کی تعمیل کی ۔

جب شہنشاہ میجیؔ کا انتقال ہو گیا تو جنرل نوگی نے اپنے پرانے ارادہ کو عملی جامہ پہنایا ۔ عین اسی روز اور ٹھیک اسی وقت جب اس کے قدردان بادشاہ کا جنازہ شان تجمل سے محل سے روانہ ہو رہا تھا اور تمام رعیت و فوج تعظیماً دست بستہ کھڑی تھی تو اس کی عدم موجودگی کو لوگوں نے محسوس کیا اور اس کی غیر حاضری کی تلاش و جستجو ہونے لگی ۔

جنرل نوگی نے اپنے مکان کے ایک چھوٹے سے کمرہ میں جو جاپانی وضع کا بنا ہوا ہے خودکشی کی اُسکے ساتھ ہی اس کی سچی رفیق حیات نے بھی اپنے نامور شوہر کے ساتھ جان دی ۔ دونوں میاں بیوی پہلے ہی سے اس کام پر کمربستہ تھے ۔ بوقت مقررہ پر اپنے نوکروں کو مکان کی نیچے کی منزل میں بھیجدیا اور کمرہ میں تنامیوں (چٹائی) کے اوپر ایک اور سپتل پائی بچھائی ۔ اور کوئی تین بالشت کے فاصلہ سے اپنے اپنے ہاتھ سے کٹ کر جاں بحق ہوئے ۔ جنرل نے اپنے پیٹ کی انتڑیاں خود کاٹیں اور اس کی گردن اسکی بیوی نے جدا کر دی ۔ پھر بیوی نے خود ایک چھرے سے اپنی گردن الگ کر دی ۔ جاپانیوں میں

ایسی موت بڑی عزت کی سمجھی جاتی ہے اور اس کا نام "ہراکیری" ہے۔ یہ ہراکیری یعنی پیٹ کو خود اپنے ہاتھ سے اس قدر گہرا کاٹنا جس میں انتڑیاں نکل پڑیں مرد ہی کرتے ہیں اور اس کے دوست یا عزیز جلدی اس کی گردن کاٹ ڈالتے ہیں تاکہ زیادہ تکلیف سے جان نہ نکلے۔ کیونکہ پیٹ کٹ جانے سے انسان فوراً نہیں مرتا۔ بلکہ سخت تکلیف میں مبتلا رہتا ہے۔ قریبی عزیز یا دوست کا فرض ہے کہ اس کو اس تکلیف سے نجات دلائے۔ چنانچہ یہ کام اس کی بیوی نے انجام دیا۔ جو ستیل پائی ہیراکیری کے وقت بچھائی گئی تھی وہ آج تک یادگار کے طور پر اسی کمرے میں کونے میں لپیٹ رکھی ہے اور جس جگہ دونوں نے دم توڑا وہاں کاغذ پر دونوں کے نام لکھے ہوئے کیلوں سے لگے ہوئے ہیں۔ ان کمروں میں تو اندر کوئی نہیں جا سکتا۔ البتہ باہر گیلری میں سے خوب اچھی طرح دیکھ سکتے ہیں۔ اور روزانہ لوگوں کی آمد و رفت رہتی ہے۔ "ہراکیری" کے وقت جنرل اپنی پوری وردی میں تھا۔

جنرل نوگی کو بادشاہ کی طرف سے نواب کا خطاب ملا ہوا تھا۔ ہراکیری سے قبل اس نے اپنے وصیت نامے میں یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ میرے بعد میرا خطاب کسی دوسرے کو نہ دیا جائے بلکہ میرے بعد اسے بھی ختم سمجھا جائے۔ جب لوگوں نے وصیت نامہ میں اس کی یہ خواہش پڑھی تو سب نے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیئے۔ چنانچہ ممبران پارلیمنٹ کی متفقہ رائے سے یہ فیصلہ کیا گیا کہ اس کا خطاب ہرگز نہ مٹانا چاہیئے۔ گو یہ اس کی وصیت کے خلاف ہوگا۔ مگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے ملک میں ایسے ہزاروں نوگی جنم لیں۔ چنانچہ اس پر عمل ہوا۔

جاپانیوں کو اس کی اس درجہ عقیدت ہوگئی ہے کہ اس کے رہنے کے مکان کو بطور درگاہ کے بنا لیا ہے اور اسے دیوتا تصور کر لیا ہے۔ اسی مکان کے احاطہ میں اس کا مجسمہ نصب ہے۔ اس کے گھر اور قبر پر لوگ کثرت سے زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ سنا ہے کہ اس کی قبریں بھی دو جگہ ہیں۔ کچھ ہڈیاں ٹوکیو میں دفن ہیں کچھ کیوتو میں۔

جاپانی لوگوں میں اپنی غلطی کا احساس ایسا عجوبہ ہے جو دیکھا نہ سُنا۔ جنرل نوگی شاہی حکم سے فوج کی کمان کرتا تھا اور با اختیار جنرل تھا۔ جنگی مصلحتوں سے اگر زیادہ فوج کٹ بھی گئی تو کیا مضائقہ تھا۔ پھر فتح بھی اسی کو نصیب ہوئی لیکن اس نے پبلک کی آواز کو محسوس کیا اور یقیناً دل میں اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور اپنے سپاہیوں کے خون کا بدلہ اپنی جان دینا مناسب سمجھا۔ یہاں ایک بات یہ بالکل نئی ہے کہ اگر ماتحت لوگوں سے کوئی غلطی یا قصور سرزد ہو جائے تو افسر لوگ ہمیشہ خود نقصان اُٹھاتے ہیں یعنی نوکری تک سے دست بردار ہو جاتے ہیں۔ ہمارے سامنے ہی پچھلے سال ایک مدرسہ میں بادشاہ کی تصویر چوری ہو گئی تو ہیڈ ماسٹر نے استعفےٰ دیدیا۔ محض اس وجہ سے کہ مدرسہ کا انتظام کا میں ذمہ دار ہوں میری موجودگی میں یہ بات عمل میں آئی لہذا میں مستعفی ہوتا ہوں۔ اسی طرح ایک نائب وزیر پر رشوت کا الزام عاید کیا گیا تو پوری وزارت نے استعفےٰ داخل کر دیا۔ یہ صرف چند مہینے کا واقعہ ہے۔

مسز برلاس از ٹوکیو

# نعتِ سرورِ کائناتؐ

اے عشقِ حق کی دُھن میں تن من لگانے والے
اپنے یتیم دل پر کڑیاں اُٹھانے والے

پتھر کی چوٹ کھا کر کانٹوں کا دُکھ اُٹھا کر
جاہل عرب کو راہِ عرفاں بتانے والے

دورِ معاشرت کی کایا پلٹنے والے
وحشی طبیعتوں کو انساں بنانے والے

سیرت کی سادگی سے وجد آفریں بیاں سے
گہرائیوں میں دل کی ہل چل مچانے والے

تعلیمِ حق پہ ہر دم رنگِ عمل چڑھا کر
مذہب کے فلسفہ کو آساں بنانے والے

تفریقِ رنگ و ملت کا خون کرنے والے
پیغامِ صلح لے کر دنیا میں آنے والے

ایامِ جاہلیت کی لعنتیں مٹا کر
تاریخ کو عرب کی "زرّیں" بنانے والے

اے نازِ ہر دو عالم اے فخرِ نسلِ آدم
یکسر تھا تو کرامت اعجاز تھا مجسم

شفقت کا بے کسوں پر اظہار کرنے والے
دشمن سے بھی وفا کا اقرار کرنے والے

احساسِ زندگی کی ٹھوکر لگا لگا کر
سوتے ہوئے جہاں کو بیدار کرنے والے

فطرت کی بانسری میں توحید کے ترانے
سب کو سُنا سُنا کر سرشار کرنے والے

خاکسترِ عرب کی قیمت بڑھانے والے
ذرّے کو رشکِ درِّ شہوار کرنے والے

پاسِ حقوقِ نسواں کا مسئلہ اُٹھا کر
تہذیبِ ماضیہ سے پیکار کرنے والے

ملکِ عرب سے رسمِ دختر کشی مٹا کر
عورت کی شخصیت کا اظہار کرنے والے

توقیرِ فاطمہؓ کی کر کے دکھانے والے
عورت بھی کوئی شے ہے سمجھیں زمانے والے

منظر عباس عظیمی ہیڈ ماسٹر

# فیشن یا وضع

ہندوستانی تہذیب میں فیشن کو ایک متعدی مرض تصور کیا جاتا ہے اور ہماری وہ غریب بہنیں جنکو مردوں نے اپنی غلامانہ ذہنیت کے مطابق بالکل اپنا تختۂ مشق قرار دے کر اُن کے جائز حقوق تعلیم و آزادی سے محروم کر رکھا ہے۔ کبھی تو اس کو بیجا قرار دیتی ہیں اور کبھی اس کو مہلک سمجھکر مفید اور کار آمد باتوں سے بھی گریز کرنا اپنا نصب العین سمجھتی ہیں۔ میں یہ نہیں چاہتی کہ تمام ہندوستانی بہنیں فیشن زدہ ہو جائیں۔ اور اس کی پابندی میں اپنا وقت عزیز دولت اور حمیت سب کچھ قربان کر دیں۔ بلکہ میرا مقصد یہ ہے کہ اندھا دھند کسی چیز کی مخالفت کو بلا سوچے سمجھے نہیں کرنا چاہیئے۔ ہماری بہت سی بزرگ بہنیں فیشن کا لفظ سنتے ہی آگ بگولہ ہو جاتی ہیں اور اس کی مخالفت میں مظاہرے شروع کر دیتی ہیں۔ میں نہایت ادب سے اُن سے یہ عرض کروں گی کہ وضع و دستور جو زمانہ حال کے مطابق ہوں اسی کو فیشن کہا جاتا ہے۔ اب اُن سے پوچھیئے کہ آپ نے اپنی طرز رہائش لباس و زیور کا یہ فیشن کیوں نکالا۔ جبکہ رسمیں تغیر و تبدل آپ کے مزاج کے اس قدر خلاف ہے۔ تو اماں حوّا کے زمانہ کا لباس وضع و قطع ہی جاری رکھیں۔ زمانہ کی ضرورتوں اور سہولتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے جب آپ نے چھال اور چمڑے کی پوشاکوں۔ درختوں کے پتوں اور پھلوں کی قدرتی غذاؤں اور خانہ بدوشی کی زندگی سے تبدیلیاں وضع کر لیں تو پھر اگر ہم بھی رفتار زمانہ کے حصول پر کاربند ہو کر۔ ضرورتوں کو مدنظر رکھکر اپنی ملکی اقتصادی حالتوں کا موازنہ کرنے کے بعد اسی مناسبت سے اگر دیش لباس۔ طرز رہائش اور اصول زندگی میں تدریج تبدیلیاں پیدا کرتے رہیں تو کوئی خلاف فطرت فعل آپ اسکو ہرگز نہیں قرار دے سکیں۔ اور نہ ان پر آپ کے اعتراضات یا نکتہ چینیاں بجا ثابت ہو سکتی ہیں۔

انسان حیوان غرضکہ ہر جاندار شئے کا فطری اقتضا ہے کہ جس حالت اور وضع میں اُن کو رکھا جائے وہ ماحول کے زیر اثر اسی کے زیر تابع ہو رہتے ہیں۔ قدرتی فضا میں رہنے والی دھوپ کی روشنیوں اور مصفا سرد اور شیریں چشموں سے سیراب ہو کر سر سبز ٹہنیوں میں چہکنے والی چڑیوں اور پالتو پنجرے میں بند رہنے والی محدود مقام پر زندگی گزارنے والی معصوم چڑیوں کی حالتوں اور کیفیتوں کا مشاہدہ کیجیئے تو آپ کو بعد المشرقین کا فرق محسوس ہوگا۔ ان کی ذہنیت محدود مقام پر قیام کرنے اور فطرت کے خلاف انسان کے وضع کئے ہوئے قوانین پر چلنے کے باعث بالکل مسخ ہو کر رہ گئی ہیں۔ مگر اس کو اپنے گرد و پیش کے اس محدود ماحول میں کافی عرصہ تک زندگی بسر کرنے کی عادت ایسی ہوگئی ہے کہ وہ اسی میں

خوش ہیں۔ اور اپنی اُن آزاد ہم جنسوں سے خائف ہی نظر آتے ہیں۔ چنانچہ ہماری عادت بالکل
وہی ہو گئی ہے اور یہ پابندیاں فطرت ثانی بنکر اس قدر پائیدار ہو گئی ہیں کہ اگر لاکھ ہمارے فایدے کی
صلاح دی جائے۔ اور ہزاروں واقعات اور مثالیں پیش کی جائیں مگر ہمیں اپنی ایسی پست اور غلامانہ
زندگی پر ناز ہے۔ بلکہ اس میں اصلاح کی کوشش کرنے والے ہمدردوں اور بہی خواہوں کی یہ بڑی
بوڑھیاں سرے سے دشمن ہی ہو جاتی ہیں۔ اور ہر فعل سے اُن کے مشن کو ناکام کرنے کی کوششیں
جاری رکھتی ہیں۔ سب سے آخر میں شرعی احکام کا حربہ پیش کیا جاتا ہے۔ جیسے وہ خیر خواہ ترقی کی اسباب
بہم کرنیوالوں کو مایوس اور ناکام نہیں کرتی ہیں بلکہ اپنی خرابی کی آپ ذمہ دار ہو جاتی ہیں۔ اور اپنی
ہی ترقیوں کا سدباب کر دیتی ہیں۔ چونکہ اُن کے بزرگوں نے اپنی بھلائی اور سرداری حاصل کرنے کے
زعم میں غلط اصول معاشرت۔ خود غرضانہ طریقہ تعلیم اور بیجا قید و بند کے پردے میں انپر روا رکھا ہے۔

اگر ہم کہیں کہ جناب آپ کی موجودہ طرز زندگی تو اب سے صرف ۵۰ سال پیشتر کی ہے۔ اس سے اگر
انحراف کیا جائے اور اپنی حالت کے مطابق اس میں تبدیلیاں وضع کی جائیں تو کونسی بری بات
ہوگی۔ اس پر آپ کو ہرگز مخالفت نہیں کرنا چاہیئے۔ پچاس سال پیشتر شادی کے موقع پر صرف دولہا کی
علمی لیاقت منصب وغیرہ کی جانچ پڑتال ہوتی تھی۔ اب یہ حالت ہے کہ لڑکے کی نسبت سب سے پہلے یہ
دریافت کیا جانا لازمی سمجھا جاتا ہے کہ یونیورسٹی کی ڈگری یافتہ ہے یا نہیں۔ اب اس کو فیشن پرستی
پر آپ محمول نہیں کر سکتیں بلکہ ضرورت زمانہ اسی طرح لاحق ہے۔ جب تک کہ اعلیٰ ڈگری یافتہ شوہر کی
اسکے ہم پلہ نہوگی تو زندگی وبال ہو جائیگی۔ اسی طرح لباس کی بھی وہی حالت ہے اقتصادی کشمکش سے دوچار ہونیوالیاں
اگر لکیر کی فقیر رہ کر اسی پرانی وضع پر قائم رہیں گی تو اول تو اگلے دنوں کی وہ تن آسانیاں کسکو
میسر ہیں۔ اور نہ وہ تکلیف وہ امارت پسندی کے زعم میں دوسرے کے ہاتھوں ہر ادنے اور
اور اعلےٰ کاموں کی محتاجی کو پسند کریں گی۔ پھر اس پرانے فیشن کی پابندی ہم کیونکر کر سکتے
ہیں۔ دور زمانہ کی یہ حالت ہے کہ نوکر اپنے آقا اور آقا اپنے نوکر کا یکساں محتاج سمجھا جا رہا ہے
بیوی میاں کی محتاج اور میاں بیوی کے محتاج یکساں طور پر مانے جاتے ہیں۔ کوئی کسی کا اکیلا پابند
نہیں۔ الا زمانہ کے دستور اور اس کی روش کے پھر ہم اُن سے الگ ہو کر جائیں کدھر؟ اس میں
پھر سراسر "نکو" بننا ہی پڑے گا۔ کیونکہ اصول معاشرت کے خلاف دستور زندگی سے اختلاف
ناممکن ہے۔ اس میں اگر ضرورتوں۔ مصلحتوں۔ اور مجبوریوں کو مدنظر رکھتے ہوئے عورتیں مختلف
لباس اختیار کریں تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔ البتہ یہ ہر بی بی کا فرض اولین ہے کہ اپنی حیثیت

کے اندر لباس اور معاشرت اختیار کریں یہ نہیں کہ ہر شخص کی ریس میں اپنی حالت وحیثیت سے قطع نظر کرکے اندھا دھند تقلید میں مصروف ہیں۔ ہر کام خوش اسلوبی۔ خوش نمائی اور پاکیزگی کو پیش نظر رکھ کر کیا جائے اور اس میں پابندی فیشن کا خیال رکھتے ہوئے اپنی حیثیت کے مطابق کم خرچ بالانشین طرز معاشرت اختیار کی جائے تو واقعی یہ قابل تعریف امر ہوگا۔

فیشن سے منافرت کا اظہار فقط بڑی بوڑھیوں کا لفظی تعصب ہے۔ ورنہ بنظر غور سے اگر دیکھئے تو ہر دور اندیش تجربہ کار بڑی بوڑھیوں کا لائحہ عمل پابندی وضع رہا ہے اور وہ ہمیشہ نہایت خوش اسلوبی سے اس کا نباہ کر چکی ہیں۔

**جمیلہ بیگم کلکتہ**

(بقیہ مضمون صفحہ ۴۳۶)

لوگ کیا کرتے ہیں کہ بچوں کو کھیلتے میں چھیڑ چھیڑ کر اور رولا رولا کر لطف اُٹھاتے ہیں۔ ایسا کرنے سے بچے ضدی اور چڑ چڑے بن جاتے ہیں۔ والدین کو سخت مصیبت کا سامنا ہوتا ہے بچوں سے کوئی چیز چھین کر لینی بھی شدید غلطی ہے نرمی اور محبت سے بھی وہ کام ہو سکتا ہے جس میں بے جا سختی کی جاتی ہے۔

بعض بچے کسی خاص چیز یا کسی خاص بات سے ڈرنے لگتے ہیں۔ بچوں کے سامنے ہرگز بار بار اس بات کا ذکر نہ کرو بلکہ حتی الامکان ان کے ذہن سے اس کا اثر مٹانے کی کوشش کرو۔ جب وہ بھول جائیں تو اس چیز کو اُن کے سامنے بالکل ایک نئی صورت میں پیش کرو کہ اُن کی جھجک دور ہو۔ اس طرح اُن کی ایک خاص کمزوری رفع کی جا سکتی ہے۔

**این سلطانہ ناندیر**

# رباعیات

**سرور ہستی**

دنیا میں ہوا جب سے ظہور ہستی
بڑھتا ہی گیا روز غرور ہستی
سر جھک گیا پیغام اجل جب آیا
اترا بھی تو کس وقت سرور ہستی

**چراغ ہستی**

چھلکے گا جو بھر کے یہ ایاغ ہستی
بے رنگ نظر آئے گا باغ ہستی
جب بادِ حوادث کے چلیں گے جھونکے
رہ جائیگا گل ہو کے چراغ ہستی

**زوال ہستی**

ہے دل میں بسا ہوا خیالِ ہستی
پھرتا ہے ان آنکھوں میں جمال ہستی
مل جائیگا خاک میں عروج اس کا قمر
ہستی کو مٹا دے گا زوال ہستی

**قمر سہسرامی متعلم طبیہ کالج الہ آباد**

# بچوں کی تربیت

بچوں کی ٹھیک تربیت کے لئے ضروری اور لازمی ہے کہ گھر کے ہر فرد اور جن لوگوں سے بچے کو واسطہ پڑتا ہو مثلاً آیا اور دیگر عزیز اور نوکر وغیرہ سب اس سے ایک ہی طرح پیش آئیں۔ بچوں کو بہت نرمی اور سادگی سے رکھنا چاہیئے۔ کبھی ان سے سختی اور اکھڑپن سے پیش نہ آنا چاہیئے۔ بلاضرورت ڈانٹنا اور بری باتیں نہ کہنی چاہئیں۔ کسی نے بچے کو گدھا کہا۔ اس نے بھی گدھا کہا۔ ان باتوں سے بچوں کی عادتیں بگڑ جاتی ہیں۔ بچے کی ضرورتوں کا ہمیشہ خود ہی خیال رکھکر پوری کرتے رہنا چاہیئے۔ تاکہ اُسے مانگنے کی ضرورت نہ ہو۔ اُسے وقت پر نرم اور لطیف غذا دینی چاہیئے۔ اور اگر کسی دوست یا عزیز کے پاس بچے جائیں تو اُن کا فرض ہے کہ والدین سے اجازت لئے بغیر بچوں کو کچھ نہ کھلائیں۔ اکثر جاہل لوگ والدین سے چھپا کر بچوں کو کھلاتے ہیں اور بچوں کو منع کر دیتے ہیں کہ گھر میں کہدینا کہ ہم نے کچھ نہیں کھایا۔ یہ بچوں کے حق میں گویا سم قاتل ہے اور اُن کی عادتیں بگاڑنا ہے۔ یہ دوستی کے پردے میں دشمنی ہے۔ یعنی ایک یہ ہوتا ہے کہ بچہ جھوٹ بولنا سیکھتا ہے اور دوسرے ابھی اپنے گھر کھا کر آیا اور آپ نے اُسے دوبارہ کھلا دیا یا کوئی ایسی چیز کھلا دی جس سے پرہیز تھا۔ بجائے کھلانے کے بچے کو بیجئے۔ کھلونے دیدیجے وہ بھی خوش ہوگا اور آپ کا بھی منشا پورا ہو جائے گا۔ افیم۔ چاء یا چاٹ وغیرہ کی بھی عادت بچہ میں کبھی نہ ڈالی جائے جھولے میں سونے کی عادت ڈالنی بھی بُری ہے۔ پان تو کبھی بچوں کو کھلانا ہی نہیں چاہیئے۔ اس سے اُن کے سفید موتی سے دانت خراب ہو جاتے ہیں اور پان سے کپڑے الگ ستیاناس ہوتے ہیں اور بچے غلیظ معلوم ہونے لگتے ہیں۔ گھر میں پھر بھی یہ باتیں نبھ جاتی ہیں۔ لیکن کہیں آنے جانے میں ان بیہودہ حرکتوں سے والدین کو سخت شرمندگی کا سامنا ہوتا ہے۔ یعنی والد صاحب کے ساتھ کہیں گئے تو وہاں مٹھائی پوری والے کی آواز میں صاحبزادہ صاحب بولے لاؤ پیسہ مٹھائی پوری کھائیں گے۔ اب والد صاحب شرم سے گڑے جاتے ہیں اور بچہ ضد کر رہا ہے۔ اُسے کیا معلوم روز تو ابا پیسہ دیتے تھے آج کیوں منع کر رہے ہیں۔ اب بتائیے قصور کس کا ہے۔ والدہ صاحبہ ننھے میاں کو لیکر کہیں ملنے گئیں۔ واپسی میں شام ہو گئی۔ بچہ رو رہا ہے۔ ہر چند خاموش کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے مگر رونا کم نہیں ہوتا نہ نیند آتی ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ افیم اور جھولے کی یاد میں بچہ تڑپ رہا تھا۔ بقیہ (بقیہ مضمون صفحہ ۴۳۵ کے کالم ۲ پر)

# بھابی

(از ڈاکٹر اعظم کریوی سابق اڈیٹر اکبر الہ آباد)

اب سے بیس سال پہلے کا ذکر ہے۔ موسلا دھار پانی برسنے کے بعد مطلع صاف ہو گیا تھا۔ میرے بھائی کی برات سسرال سے رخصت ہو کر اب گھر واپس آ رہی تھی وہ گھوڑے پر سوار پالکی کے آگے چل رہے تھے اور میں اپنی بھابی کے ساتھ پالکی میں بیٹھا تھا۔ سنتا ہوں اس وقت میری عمر ۸-۹ سال کی تھی۔ راستہ میں کیچڑ اور پانی ہونے کی وجہ سے کہاروں کو چلنے میں بڑی تکلیف ہو رہی تھی۔ کھیتوں میں ہرے ہرے پودے لہلہا رہے تھے۔ دن بھر رونے کے بعد اب بھابی خاموش تھیں۔ مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ میں نے اس دن بھابی کو نہ جانے کتنی باتیں سنائی تھیں۔ میں اسی زمانے میں کلکتہ کے ایک اسکول میں داخل ہوا تھا۔ کرکٹ میچ فٹ بال کا کھیل۔ باغوں کی سیر وغیرہ اپنی بہادری کی بہت سی باتیں بھابی کو سناتا جا رہا تھا اور وہ گوری بہو بھی اپنے لال دوپٹہ کو منہ سے ہٹائے میری طرف اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے دیکھتی ہوئی بڑے غور سے میری باتیں سن رہی تھی۔ اس سے پہلے کسی نے میری اتنی باتیں نہیں سنی تھیں نہ کسی نے ان کو سننے کے قابل ہی سمجھا تھا۔ آہستہ آہستہ ہماری پالکی ہمارے گاؤں میں داخل ہوئی۔ اس وقت شام کا وقت تھا۔ تالاب کے کنارے پیشوائی کے لئے گاؤں والے موجود تھے۔ ڈھول بج رہے تھے اور آتشبازی چھوٹ رہی تھی۔ خیال ہے کہ میں نے بھی پالکی سے باہر ہاتھ نکال کر ایک پھلجھڑی چھوڑی تھی۔ اس وقت میں بھابی کی طرف دیکھنے لگا تھا کہ وہ میری بہادری دیکھتی ہیں یا نہیں۔

(۲)

اس کے بعد میں کلکتہ چلا گیا۔ جب گرمیوں کی چھٹی میں گھر آیا تو بھابی مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔ بھی میرے پہنچنے سے کچھ دن پہلے اپنے میکہ سے میرے گھر آئی تھیں۔ میرے پاس آ کر انہوں نے چپکے سے کہا "دیور! مجھکو یہاں آئے پندرہ دن ہو گئے ہیں میں روز تمہارا انتظار کرتی تھی۔ کھانا کھا کر میرے پاس چھت پر آ جانا۔ میں تم کو بہت سی چیزیں دکھاؤں گی۔"

میں کھانا کھا کر جلدی سے اپنی بھاوج کے پاس اوپر پہنچ گیا۔ میز پر پوت کے بہت سے کھلونے سجا رکھے تھے مجھکو دیکھکر بھاوج نے ہنس کر کہا: "سچ بتانا دیور! نہیں نہیں میں آج سے تم کو گلاب کہوں گی۔ ہاں تو گلاب یہ کھلونے تم کو پسند ہیں؟ میں نے ان سب کو اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے۔ جب میں ان کھلونوں کو

یہاں لانے لگی تو میری ماں نے منع کیا کہ رہنے دے ان کو کہاں لیجائے گی مگر میں تم کو دکھانے کیلئے ان کھلونوں کو اپنے ساتھ یہاں لے آئی حقیقت میں وہ کھلونے بہت خوبصورت تھے۔ میں نے کہا۔ بھابی! تم تو بہت ہوشیار ہو جو ایسے خوبصورت کھلونے بنا لیتی ہو، وا نا!! اب کی پوجا کی چھٹی میں جب گھر آؤں گا تو تمہارے لئے پوت اور تار لیتا آؤں گا۔

بھاوج نے ہنس کر جواب دیا۔ "نہیں گلاب! پوت نہیں بلکہ اس کے بجائے تھوڑا سا کالا اون لیتے آنا۔ میں گلوبند بننا سیکھ رہی ہوں تمہارے لئے ایک گلوبند بنا دوں گی۔

اس نے مجھے جو گلوبند بنا کر دیا وہ اب بیس سال گذرنے کے بعد بھی میرے پاس محفوظ ہے کبھی کبھی میں اس کو دیکھکر بھولی بسری باتیں یاد کرتا ہوں۔ ہائے بھابی تم اس تاریک دنیا میں بجلی کی طرح چمکیں اور پھر غائب ہو گئیں۔

(۳)

شادی ہونے کے سات آٹھ سال کے بعد کلکتہ کے ایک سوداگر کے یہاں بھائی صاحب کو نوکری مل گئی اور وہ بھی کلکتہ آ گئے۔ میں ان دنوں انٹرنس پاس کر کے ایف۔ اے میں پڑھ رہا تھا میرے ہی میس میں بھائی صاحب کے بھی کھانے اور رہنے کا انتظام ہو گیا۔ شروع میں بھائی صاحب نے کچھ ایسی محنت اور ایمانداری سے کام کیا کہ اُن کے صاحب نے خوش ہو کر ان کی تنخواہ بڑھا دی۔ کچھ دنوں کے بعد اُن کے دفتر کے ایک بابو جگن ناتھ کا طور طریقہ مجھے کچھ اچھا نہ معلوم ہوا۔ دو چار مہینے کے بعد میں نے دیکھا کہ بھائی صاحب شام ہوتے ہی دو چار گھنٹے کے لئے باہر چلے جاتے۔ اُن کو باہر بن ٹھن کے جاتے دیکھکر میرے دل میں کچھ شک گزرنے لگا اب میں بچہ نہ تھا کہ ان باتوں کو نہ سمجھتا۔ ایک دن میں نے اُن سے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔ آپ شام ہوتے ہی کہاں چلے جاتے ہیں دوسری طرف منھ کر کے بھائی صاحب نے جواب دیا "کیا کروں یہاں بیٹھے بیٹھے جی گھبراتا ہے۔ جی بہلانے کے لئے جگن ناتھ بابو کے یہاں چلا جاتا ہوں۔"

میں نے اُن کا جواب تو سن لیا لیکن اپنے دل کے اندیشہ کو نہیں مٹا سکا۔

"کسی چھٹی کی وجہ سے کالج اور دفتر بند تھے۔ دن بھر تاش کھیلنا اور گپ شپ اُڑانا بس یہی کام تھا دن بھی بیکار وقت خراب کر کے کچھ تھک سا گیا تھا۔ اس لئے چراغ جلتے ہی پلنگ پر لیٹ رہا یکبارگی خیال آیا کہ بھائی صاحب صبح سے باہر گئے ہیں۔ لیکن ابتک واپس نہیں آئے۔ کلکتہ ایسے بڑے شہر میں ان کو تلاش کرنا کوئی آسان کام نہ تھا ان کی حالت پر افسوس کرتے کرتے میری آنکھ لگ گئی میں نے خواب میں دیکھا کہ بھائی صاحب سمندر پر غوطہ کھا رہے ہیں اور بھاوج کنارے پر کھڑی ہیں۔ ان کا چہرہ زرد تھا جسم لاغر تھا۔ کانپتے ہوئے ہاتھوں سے اُنہوں نے پانی کی طرف اشارہ کر کے درد بھرے لفظوں میں کہا "گلاب! دیورجی! دیکھو میرے جیون

نیا بھنور میں پھنسی ہے مدد کرو۔ مدد کرو" میں چیخ اٹھا میری آنکھ کھل گئی۔ اٹھکر دیکھا تو ابتک بھائی صاحب واپس نہیں آئے تھے۔

(۴)

ایک دن بھائی صاحب نے مجھسے کہا " میں کل سے بڑے بازار میں جاکر رہونگا وہاں ایک عمدہ اور آرام دہ مکان مل گیا ہے۔ یہاں سے دفتر بہت دور پڑتا ہے" میں جواب ہی کیا دیتا۔ میں نے سمجھ لیا کہ وہ اپنی راہ سے کانٹا دور کرنا چاہتے ہیں۔ میری وجہ سے وہ علانیہ اپنے گناہوں کا کھیل نہیں کھیل سکتے۔ اسی وجہ سے وہ مجھسے دور رہنا چاہتے ہیں۔ میری آنکھوں سے آنسو نکلے پڑتے تھے۔ بڑی مشکل سے میں نے ان کو روکا۔ جب دل میں درد ہوتا ہے تو زبان سے کچھ کہا نہیں جاتا۔

دوسرے دن بھائی صاحب نئے مکان میں چلے گئے اس دن میں نے جو خط گھر ماں کو لکھا اس میں بھائی صاحب کا سب حال لکھدیا۔ لیکن ماں کو منع کر دیا تھا کہ وہ بھابی سے اس کا کچھ ذکر نہ کریں۔ میرے دن رنج و فکر میں گذرنے لگے۔ جب بھائی صاحب سے ملنے انکے گھر جاتا اور وہ وہاں موجود نہ ہوتے تو پھر ان سے دفتر میں جاکر مل آتا تھا۔ میں نے ان سے کئی مرتبہ گھر چلنے کو کہا میرا خیال تھا کہ مکان پہنچکر جب وہ بھابی کی بے انتہا خلوص و محبت کا اندازہ کریں گے تو وہ خراب راستہ پر نہ چلیں گے۔ مجھے پورا یقین تھا کہ میری بھابی ان کو ضرور نیک راہ پر لے آئینگی۔ لیکن بھائی صاحب نے میرا کہنا ہی نہ مانا۔ وہ جھوٹ موٹ وعدہ کر دیتے مگر میرے ساتھ گھر نہ جاتے۔

ایک دن سنا کہ انہوں نے کچھ نہیں کیا اور برخاست کر دیے گئے۔ وہ تو کہئیے کہ صاحب ان پر مہربان تھا ورنہ جیل جانے کی نوبت آتی۔ بھائی صاحب شرم کے مارے مجھسے نہیں ملے اور گھر چلے گئے۔ خاندان کے لئے بھائی صاحب کی یہ حرکت شرمناک تھی پھر بھی مجھے اس کی خوشی تھی کہ اب بھائی صاحب گھر پر رہ کر راہ پر آجائیں گے۔

(۵)

پوجا کی چھٹی میں گھر گیا تو ماں کی تندرستی خراب دیکھکر سناٹے میں آگیا۔ میں نے جب بھائی صاحب کے متعلق پوچھا کہ وہ کہاں ہیں تو وہ رو پڑیں اور بولیں۔ "مجھے کیا معلوم تھا کہ بڑھاپے میں مجھے ایسا رنج پہنچے گا تمہارا بھائی دو دن ہوئے بردوان گیا ہے معلوم نہیں کہ کب واپس آئیگا۔ میرا خیال ہے کہ وہ تم سے ملنا نہیں چاہتا۔"

"کیوں؟ ان کو شرمانے کی کوئی ضرورت نہیں غلطی انسان ہی سے ہوتی ہے۔ قدم قدم پر انسان سے غلطی ہوتی ہے خراب صحبت میں پڑکر وہ بہک گئے تھے لیکن اب مجھے امید ہے کہ وہ سنبھل گئے ہونگے۔"

"وہ خاک سنبھلے گا۔ نہ جانے کہاں سے پینا سیکھ آیا ہے آٹھوں پہر پیتا ہے اور میرا جسم جلاتا ہے۔ وہ بیچاری پرائی لڑکی غریب گائے! ہائے اسکی قسمت میں بھی ایسی تکلیف ہے۔ اس غریب کے تمام زیور وہ بیچ چکا ہے بیٹا اور کیا کہوں کہنے کی بات بھی نہیں ہے۔"

ماں کے پاس سے رخصت ہو کر میں سیدھا بھائی صاحب کے کمرہ میں پہنچا دیکھا کہ سال بھر پہلے جس مندر میں ایک

حسن کی دیوی براجمان تھی اب وہاں ایک ہڈیوں کا ڈھانچہ ہے۔ مجھے دیکھکر بھاوج کے لب پر مرجھائی ہوئی ہنسی آئی اس ہنسی میں نہ مٹھاس تھی نہ آنند۔ اس ہنسی میں ایک ناقابل بیان حسرت پوشیدہ تھی اُنہوں نے مجھسے کہا: "گلاب تم دبلے کیوں نظر آتے ہو؟"

اور تم! ——— بھابی تم! یہ تمہارے ہاتھ کیسے ہوگئے۔ کیا تم بیماری سے اُٹھی ہو۔"

بھابی کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اب مجھے کچھ دریافت کرنے کی ضرورت نہ تھی میں سب کچھ سمجھ گیا۔

بھاوج نے روتے روتے کہا: "گلاب کاش تم نے کبھی مجھسے کہا ہوتا۔ ایک بار بھی لکھا ہوتا۔"

راہ میں یکبارگی سانپ آجانے سے جس طرح مسافر گھبرا جاتا ہے وہی میرا حال ہوا۔ مجھے آج محسوس ہوا کہ مجھ سے کتنی بڑی غلطی ہوئی۔ میں نے پہلے ہی بھاوج کو بھائی صاحب کا حال کیوں لکھا۔ اُن کو اس کا کیوں موقع نہ دیا کہ وہ اپنے مزاج کو سنبھالیں۔ میں نے اُن سے پوشیدہ رکھا۔ میں اُن کی طرف نہ دیکھ سکا۔ میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

میری یہ حالت دیکھکر بھاوج نے کہا: "نہیں گلاب! تم اپنا دل نہ دکھاؤ۔ بھلا اس میں تمہاری کیا غلطی ہے یہ سب میری قسمت کا کھیل ہے مگر گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہمارے اچھے دن پھر آئیں گے۔

(۶)

مکان کے باہر کا سب سامان بک چکا تھا اب ہمارا مکان کھنڈر معلوم ہوتا تھا۔ گھر پر کوئی آتا جاتا بھی نہ تھا شام کے وقت میری چھوٹی بہن نے آکر کہا: "بڑے بھائی تو بگڑ ہی گئے۔ لیکن گھر میں ایک عورت ستی ہوا چاہتی ہے اس کو بچانے کی فکر کرو۔ شاید تم کو معلوم نہ ہوگا کہ بھابی بغیر بڑے بھائی کو کھلائے خود کھانا نہیں کھاتی ہیں۔ پچھلے مہینہ میں بھابی نے پندرہ دن تک کھانا نہیں کھایا۔ فاقہ کرنے کی وجہ سے اُنکے جسم میں کچھ نہیں رہ گیا اور روز شام کو انہیں بخار آجاتا ہے میرا خیال ہے کہ بھاوج کو کچھ دنوں کے لئے ان کے میکے بھجوا دو۔ ہمارا کہنا وہ نہیں مانتی تم اس سے کہو تمہارا کہنا وہ مان لیگی۔

میں نے جب بھاوج سے کہا تو انہوں نے رو کر جواب دیا: "گلاب! تم مجھ سے ضد نہ کرو۔ اُن کی ایسی حالت ہو رہی ہے اگر میں میکہ چلی جاؤں تو اُنکی کون خدمت کرے گا۔ ساس جی بوڑھی ہیں نند جی ناسمجھ ہیں۔ میں اُن سے جدا ہو کر ایک پل بھی چین سے نہیں رہ سکتی۔ میں مجبور ہو گیا۔ میں نے ویدجی کو بلا کر بھاوج کو دکھایا۔ چھٹی ختم ہونے کے بعد میں کلکتہ واپس چلا گیا۔ وہاں بھی میرا جی نہیں لگتا تھا۔ رات دن بھابی کی یاد آتی رہتی تھی ایک مہینہ کے بعد مجھے بھائی صاحب کا خط ملا۔ لفافہ پر انکی تحریر دیکھکر مجھے بہت حیرت ہوئی کیونکہ بھائی صاحب نے مجھے عرصہ سے کوئی خط نہیں لکھا تھا۔ خط پڑھتے ہی میرے ہوش اُڑ گئے۔ جس طرح سے بھی ہو سکا اپنے گھر پہنچ گیا۔ وہاں جا کر دیکھا کہ سب کچھ مٹ گیا مجھکو دیکھکر بھائی صاحب بچوں کی طرح رونے لگے۔ لیکن انکے حال پر مجھے رحم نہ آیا بلکہ میرے دل کی آگ بھڑک اٹھی میں انہیں صبر کرنے کے لئے بھی نہ کہہ سکا۔ میں نے دل میں سوچا: "کچھ دن پہلے آنکھیں کھل جاتیں تو آج شاید اسکی نوبت نہ آتی۔ جس موتی کو تم نے کھو دیا اب وہ نہیں مل سکتا جس نے صرف تمہاری وجہ سے اپنی جان دی [illegible] واپس نہیں آسکتی۔ اب وہ اس دیس میں ہے جہاں خود غرضی نہیں نفس پرستی نہیں زر دوزن کا ظلم وجود نہیں۔ اب وہ مطلب پرست ظالم [illegible] سے [illegible] ہے۔" ہاں تو یہ آج سے بیس سال پہلے کا ذکر ہے جب میری پیاری بھاوج زندہ تھی مگر اب صرف اس کی یاد میرے دل میں باقی ہے۔

# عبرت

زندگی کیا ہے تلاطم موت کیا ہے اک سکوں — کب اقامت کے ہے قابل منزل دنیائے دوں
مل نہیں سکتا ہے اس چشمہ سے تجکو جام آب — جس کو تو دریا سمجھتا ہے وہ ہے دشت سراب
خاک کے ذرات کی تشریح کی جائے اگر — ذرّے ذرّے میں ملیں گے بے شمار اہل نظر
سطوت شاہی کو جو چلتے تھے ٹھکراتے ہوئے — خاک میں دیکھا اُنہیں لوگوں کو ملجاتے ہوئے
جن کے سینوں میں بھرے تھے دفتر علم و کمال — خاک کے پتلو! خیر ہے کیا ہوا اُن کا مآل
ہڈیاں تک پس کے اُن کی آج سُرما ہوگئیں — خاک سے پوچھو ذرا وہ صورتیں کیا ہوگئیں
جلوۂ علم و عمل سے تھے جو شمع انجمن — کھا لئے کرم لحد نے اُن کی اجزائے بدن
حسن کی قوت رہیگی کیا خس و خاشاک سے — پھوٹ نکلے گا کسی دن پردہ ہائے خاک سے
خاک کے پردے کی آبادی کہاں تک دیکھئے — ملک مردم خیز ہیں اس کے جہاں تک دیکھئے
دیکھتا ہوں داستانِ ہستی بے اعتبار — گرد کے اوراق پر مرقوم با خط غبار
ٹوٹ جائے گا طلسمات تمنا ایک دن — رفتہ رفتہ ختم ہوجائے گی دنیا ایک دن
۱۱ رازِ ہستی و عدم کب تک رہیگا بے نقاب[لہ] — زندگی کیا ہے توقف موت کیا ہے اک حجاب
اس توقف کی غرض کیا صرف اک پیغام ہو — رازِ ہستی کا سمجھنا کوئی آسان کام ہے
زندگی اس کی ہے جو سمجھے مآل زندگی — ورنہ ہے بے سود دنیا میں سوال زندگی
کیا مبارک ہیں فنا کے بعد جو باقی رہیں — دور ساغر کا رہے محفل میں وہ ساقی رہیں
ہو سکوت موت میں پوشیدہ تقریر حیات — ذرہ ذرہ خاک مرقد کا ہو تفسیر حیات
۱۷ آندھیاں آئیں حوادث کی ہوا چلتی رہے — شمع سوزاں تا قیامت قبر پر جلتی رہے
رونے والا پیکر فانی کو روتا ہی نہیں — جسم خاکی سے کسی کو اُنس ہوتا ہی نہیں
ہاں اگر رونے کے قابل ہیں تو صف اخلاق ہیں — ایسی موتیں اہل دنیا کو سراسر شاق ہیں

مہر عالم تاب ہو یوں کوئی یا تابندہ بدر
چارہ ساز درد ہوگا جب تو ہوگی اس کی قدر

عزیز لکھنوی

لہ اشعار ۱۱ تا ۱۷ "نظم خاتون اکرم" مطبوعہ عصمت نومبر ۲۸ء میں شائع ہو چکے ہیں۔ اڈیٹر

# مغربی تہذیب کا اثر ہندوستانی لڑکیوں پر

مارچ ۱۹۳۵ء کے عصمت میں مندرجہ بالا عنوان پر بہن فاطمہ خیری صاحبہ نے جن خیالات عالیہ کا اظہار فرمایا ہے اُن کو میں نے توجہ اور دلچسپی سے پڑھا۔ کئی دن سے چاہتی تھی کہ کوئی اس موضوع پر لکھے۔

"حقوق نسواں" کے متعلق جو مضامین عصمت میں آرہے ہیں وہ دلچسپی سے خالی نہیں مگر یہ ایک ایسا سلسلۂ بحث ہے جو شاید کبھی ختم نہ ہو اس لئے کہ اس نوع کے مباحث میں شاذ ہی لوگ Scientific objectivity سے کام لے سکتے ہیں۔ ورنہ تعلیم و تربیت ماحول عقاید ہر قسم کے اثرات اور تاثرات کا کچھ ایسا غلبہ ہو جاتا ہے کہ مشکل سے دو انسان ان معاملات میں ہم خیال ہو سکتے ہیں۔ مضمون زیر بحث کو پڑھ کر مجھے بڑی مسرت ہوئی۔ مگر میں اور زیادہ تشفی کی طالب تھی۔

جس تہذیب سے ہم خائف ہیں اور بدبختی سے جس کے مسموم اثرات روز افزوں ترقی کے ساتھ پھیل رہے ہیں وہ یقیناً کسی معنی میں محض "مغربی تہذیب" ہرگز نہیں کہی جا سکتی بلکہ فی الاصل وہ ایک ایسی تہذیب ہے جو مبنی ہے ایک تصور کردہ تہذیب کی نامکمل اور کورانہ تقلید ہے۔ بہن فاطمہ خیری اس کو "انگلو انڈین تہذیب" کہتی ہیں۔ مگر میں تو اس نام کو بھی شرمندہ نہیں کرنا چاہتی! ہمارے اکثر قدامت پسند احباب کی طرح میں ایک لمحہ کیلئے بھی یہ کہنا نہیں چاہتی کہ مغربی تہذیب صرف مجموعہ ہے برائیوں کا۔ اخلاق کی پستی کا حیا سوزی کا۔ اس لئے کہ ایک تہذیب کو دوسری تہذیب کے معیار پر جانچنا غلطی ہے۔ اچھی اور بری باتوں کا یوں تو کوئی عام معیار نہیں۔ البتہ عام اخلاق کے اساس ممکن ہے دنیا بھر میں ایک ہوں کسی ملک یا قوم کی تہذیب تخلیق پاتی ہے رسم و رواج سے ملک کی آب و ہوا سے اور اس کے معاشی ضروریات سے اسکی تاریخ و روایات سے اور جب ایک ملک دوسرے ملک کی تقلید کرنا چاہتا ہے (اور یہ عموماً اس وقت ہوتا ہے جبکہ ایک ملک نے دوسرے کی فوقیت و برتری کو تسلیم کر لیا ہو) تو اس کو اپنے خاص روایات تاریخ اور حالات کو فراموش کر دینا پڑتا ہے۔

اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ معاشرت کے قوانین ہر ملک میں جدا ہیں وہ بات جو ہمارے ملک میں نازیبا سمجھی جاتی ہے ممکن ہے کہ دوسرے ملک میں وہ ہنرمندی سے تعبیر کی جائے۔ عورتوں اور مردوں کے ناچنے ہی کو مثال لیجئے۔ یورپ کے ٹھنڈے ملکوں میں یہ ایک ہنرمندانہ ورزش اور کمال کی نشانی ہے مگر ہندوستان میں صرف یورپین تہذیب کا وہی دلدادہ طبقہ اس کو پسند کرتا ہے جو اپنے ملک کی روایات کو بالائے طاق رکھکر یورپ کی معاشرت کے ہر پہلو سے بلا امتیاز مضطربانہ طور پر ہم آغوش ہونا چاہتا ہے میں جانتی ہوں کہ ملک کا ایک خاص طبقہ میرے اس خیال کو ایک ذلیل رجعت پسندی سے تعبیر کریگا

مگر افسوس ہے کہ وہ ٹھنڈے دل سے غور و فکر کا عادی نہیں۔ یہاں اخلاق یا بداخلاقی کا سوال نہیں۔ یہاں مذہب اور عقاید کا سوال نہیں۔ سوال ہے تو صرف ایک معاشرتی۔ میرا روئے سخن کسی ایک محدود طبقہ کی عورتوں اور لڑکیوں کی جانب نہیں جو ناچ گھروں اور عیش کی محفلوں میں زیادہ تر پائی جاتی ہیں بلکہ ملک کی عام تہذیب معاشرت سے میں بحث کر رہی ہوں۔ میرا یہ عقیدہ راسخ ہے کہ کسی دوسرے ملک کی معاشرت کو اس کے خاص رسوم کو اس کے مخصوص لہو و لعب کو محض اس وجہ سے اپنے آپ پر مسلط کر لینا کہ وہ ایک ایسے خطۂ زمین سے وابستہ ہیں جہاں کے بسنے والے کم از کم ذہنی طور پر اتفاقاً ہم پر حکمران ہیں۔ ایک گناہ عظیم کا ارتکاب کرنا ہے۔ سطحی طور پر یوں اخلاق و عادات بدلتے رہتے ہیں اور انہیں بدلنا بھی چاہیئے مگر کسی خاص قوم کے لئے کیا اچھا ہے اور کیا بُرا اس کے متعلق چند اساسی اصول اور عقاید ہوتے ہیں جو بجائے خود نتیجہ ہیں برسوں کی دانشمندی کا اور جن کی بنیادیں قائم ہیں صدیوں کے تجربہ پر۔ آجتک کوئی قوم اس کلیہ کو فراموش کر کے زندہ نہیں۔ بدقسمت ہے وہ قوم جو ایسی تنگ نگاہی کا شکار ہو جائے۔

نیرّ جہاں درگاہ روڈ حیدرآباد دکن

---

**عصمت** کے ہر پرچہ میں مضامین کے ۸۰ صفحے ہوتے ہیں جنہیں سے بعض صفحے باریک لکھوا کر تقریباً ۱۰۰ صفحوں کے مضامین ہر ماہ دیئے جاتے ہیں عصمت پر محصول ڈاک بھی ڈبل یعنی ۱ پیسہ کا ٹکٹ لگتا ہے۔

منیجر

---

(بقیہ مضمون صفحہ ۴۲۴)

ان فواید کے علاوہ نہایت افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ آج کل جبکہ روزگار بند ہیں۔ بعض ناعاقبت اندیش افراد نے اپنی روزی کا وسیلہ اخبارنویسی بنا لیا ہے۔ ان کو صرف اپنے پیسے بٹورنے سے غرض ہے۔ ایسے اخبارات اخلاق سے گرے ہوئے ہوتے ہیں۔ مضامین لچر اور زبان لغو ہوتی ہے ایسے اخبارات کو دیکھنے سے بجائے فائدے کے سراسر نقصان ہوتا ہے۔

بعض دہوکہ باز آدمی اپنی ادویات اور اشیائ کی جھوٹی تعریف لکھکر ضرورت مندوں کو دہوکہ دیتے ہیں کیونکہ حد سے بڑہی ہوئی تعریف دیکھکر اکثر ضرورت مند اصحاب دہوکہ میں آجاتے ہیں۔ خدا بچائے ایسے بدشعوروں سے۔ پس ہم کو لازم ہے کہ اخبارات جو حقیقی معنوں میں پبلک کے افادہ کے لئے ہوں علمی۔ ادبی۔ مذہبی۔ اخلاقی اخبارات زیر مطالعہ رکھیں۔ اور دھوکہ بازوں کے دھوکہ سے بچنا چاہیئے۔

اختر جہاں بنت مرزا اکرام اللہ خاں صاحب مرحوم

---

**عصمت کا سالگرہ نمبر** حسب معمول جولائی میں شائع ہوگا جسمیں ۵۰ سے اوپر تصاویر ہوں گی۔ یہ سب بلاک خاص طور پر اس سالگرہ نمبر کیلئے بنوائے گئے ہیں ضخامت دو سو صفحوں سے اوپر ہوگی۔ قیمت ۱۲ مگر خریداران کو سالانہ چندہ ہی میں دیا جائیگا۔ منیجر

# اخبار بینی

اگر بہ نظر غور دیکھا جائے تو اخبار بینی سے ہمیں علاوہ خبریں معلوم کرنے کے اور بھی بہت سے فواید حاصل ہیں۔ مثلاً گھر بیٹھے ہم تمام دنیا کی سیر کرتے ہیں۔ ہر روز کی نئی خبریں تازہ بتازہ اُن کے ذریعہ ہم کو ملتی ہیں۔ دلچسپ حالات معلوم ہو کر قوت مشاہدہ میں ترقی ہوتی ہے۔ علم و ادب بڑھتا ہے۔ انشاپردازی کا ڈھنگ آتا ہے۔ ہر ملک کے مذہب و ملت کے رسم و رواج سے آگاہی ہوتی ہے۔ اخبار بینی سے ہمارے اخلاق سُدھرتے ہیں۔ اخباروں میں برائی کا انجام برا دکھایا جاتا ہے جس سے ہم عبرت حاصل کرتے ہیں اور نیکی کے کرشموں سے مستفید ہوتے ہیں۔ انشاپردازی کا شوق دل میں پیدا ہوتا ہے۔ جس کی مدد سے ہم اپنے خیالات و رائے پبلک پر ظاہر کر سکتے ہیں۔ اگر پبلک کو حکومت کی طرف سے کوئی تکلیف ہو تو اخبارات کے ذریعہ سرکار تک اپنی فریاد پہنچا سکتے ہیں۔ اخبارات دیکھنے سے ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ سرکار ہماری بہتری و بہبودی کی کیا تدبیریں کر رہی ہے۔ کیونکہ اسمبلی و کونسل میں جو جو کچھ ہوتا ہے۔ سب خبریں ہم کو اخبارات پڑھنے سے ملتی رہتی ہیں۔ مذہبی اخبار دیکھنے سے مذہبی باتوں کا پتہ چلتا ہے۔ سرکار انگریزی کی طرف سے جو اعلان وغیرہ ہو اخبارات کے ذریعہ ہم تک پہنچ جاتا ہے۔ شاعر اپنی شاعری کا کمال دکھا کر تحسین و آفرین حاصل کرتا ہے۔ جس سے اس کو اور بھی زیادہ شوق پیدا ہوتا ہے۔ ریلوے ٹائم ٹیبل میں اکثر تبدیلیاں واقع ہوتی رہتی ہیں۔ اور ریلوے کرایہ میں کمی و بیشی ہوتی رہتی ہے۔ یہ سب کچھ ہم کو اخبارات دیکھنے سے معلوم ہو جاتا ہے۔

ملازمتوں کے اشتہارات اکثر چھپتے رہتے ہیں جن سے ضرورتمند فائدہ حاصل کر سکتے ہیں امتحانات کے متعلق بھی اخباروں کے ذریعہ بہت سی معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ تاجر اپنی تجارت کو فروغ دینے کے لئے اخباروں میں اشتہار شائع کراتا ہے اور شائقین پڑھ کر ضرورت کی چیزیں حاصل کر سکتے ہیں۔ اخبار بینی ہم کو حب وطنی کا سبق سکھاتی ہے۔ اخبارات کا مطالعہ وسیع ہونے سے ہماری زبان شستہ و مہذب ہو جاتی ہے۔ بعض تعلیم یافتہ اصحاب اپنی اولاد کی شادی کے اشتہارات اخباروں میں دیتے ہیں جن سے ان کو اور طرفین کو اکثر فائدہ پہنچتا ہے۔ اخبار بینی کی مدد سے ہی ہم اپنے لیڈروں اور قابل قدر بزرگوں کے حالات سے واقف ہو سکتے ہیں۔ گویا اخبار سرتاپا ترقی کا زینہ ہیں اور ہم کو ضرور اس زینہ کو طے کرنا چاہیئے۔ یعنی اخبار بینی سے اپنی معلومات وسیع کرنی چاہیئے۔ بیکاری میں تو خاص طور پر یہ مشغلہ ممد و معاون ہے۔ (بقیہ مضمون صفحہ ۴۴۳ کے کالم ۲ پر ملاحظہ ہو)

# تاریخ انگلستان کی پہلی سلور جوبلی

اس سال ہندوستان کے ہر چھوٹے بڑے شہر میں جوبلی کی وجہ سے بڑی چہل پہل ہو رہی ہے آتشبازی مکانات و دکانوں کا چراغاں ہونا۔ فوجوں کی پریڈ اس بات کا اعلان کر رہے ہیں۔ جارج پنجم شاہ انگلستان و شہنشاہ ہند نے اپنی حکومت کے پچیس سال پورے کیے۔ چونکہ ملک معظم اور ملکہ میری اپنی رعایا کو بہت ہی عزیز ہیں اور چونکہ اُنکی خانگی زندگی اتنی قابل تقلید ہے اس لئے یہ جشن نہ صرف ایک سرکاری رسم کی طور پر منائی گئی بلکہ لوگوں نے خلوص دل سے اس میں حصہ لیا۔ انگریزی اخبار و رسایل کے صفحے کے صفحے بادشاہ اور بادشاہ بیگم کے حالات سے بھرے پڑے ہیں۔ اُن کی اُن کے بچوں کی اور ان کے نواسے اور پوتیوں کی تصویریں ہر ایک رسالے کی زینت ہیں۔

اخبار اسٹیٹسمین نے ایک نہایت فاضلانہ تاریخی مضمون میں یہ دکھایا ہے کہ یہ عجیب بات ہے کہ گرچہ انگلستان میں متعدد بادشاہوں نے پچیس سے زیادہ سال تک حکومت کی ہے اور گرچہ کئی دفعہ گولڈن جوبلی منائی گئی ہے لیکن سلور جوبلی منانے کا کبھی موقع نہیں ہوا ہے اس لئے کہ بدقسمتی سے ہر ایک بادشاہ کی حکومت کے پچیسویں سال میں یا تو کوئی خانگی حادثہ یا قومی سانحہ پیش آتا رہا ہے جسکی وجہ سے جشن ملتوی کرنا پڑا۔

ملکہ وکٹوریا آنجہانی نے اپنی گولڈن اور ڈائمنڈ جوبلی منائی۔ لیکن سلور جوبلی نہیں منائی جاسکی۔ کیونکہ ملکہ کی حکومت کے پچیسویں سال میں ہی ان کے شوہر پرنس البرٹ کا انتقال ہوگیا۔ چونکہ ملکہ کو اس سے بیحد محبت تھی اور اس کی موت نے اس کو ہمیشہ کے لئے قعر رنج میں گرا دیا۔ اس لئے کسی قسم کا جشن نہیں منایا گیا۔

جارج سوئم نے بھی پچاس سال سے زیادہ حکومت کی لیکن اس کی حکومت کے پچیسویں سال میں پہلے پہل ممالک متحدہ امریکہ کا ایک جداگانہ حکومت ہونا مانا گیا۔ اور بادشاہ نے ممالک متحدہ کے پہلے سفیر جان اڈمیس کو شرف باریابی بخشی اور اگرچہ بادشاہ ممالک متحدہ کے سفیر سے نہایت اخلاق کے ساتھ پیش آیا۔ لیکن اس کا اس سفیر کو دربار میں جگہ دینا اس بات کا اعلان تھا کہ اہل انگلستان نے ممالک متحدہ کا جداگانہ حکومت ہونا مان لیا اور چونکہ یہ اُن کی اپنی شکست کا اعتراف تھا اس لئے اس سال وہ کسی طرح کا جشن نہیں منا سکتے تھے۔

اس کے دادا جارج دوئم کے حکومت کے پچیسویں سال اس کے بڑے لڑکے شہزادے ویلز کا انتقال ہوا اور بادشاہ نے اپنی حکومت کا پچیسواں سال الکریٹ آف ہنسرور میں خاموشی کے ساتھ گذارا نہ کہ انگلستان میں رہ کر اپنی حکومت کی پچیسویں سال کی خوشی منانے میں۔

چارلس دوم کو دعوٰے تھا کہ اس کی حکومت اس کے والد چارلس اول کے قتل کے روز سے شروع ہوتی ہے۔ لیکن دعوٰے چاہے کچھ بھی ہو حقیقت یہ تھی کہ چارلس اول کے قتل اور چارلس دوم کی تخت نشینی کے درمیان آمور کرامویل کی جمہوری حکومت کے نو سال تھے اور اس کی حقیقی تخت نشینی کے بعد اس نے پچیس سال تک حکومت نہیں کی۔

چارلس اول اپنی حکومت کے چوبیسویں سال قتل کر دیا گیا اور جیمس اول نے حکومت کے تیسویں سال انتقال کیا۔ ملکہ الزبیتھ کو بیشک سلور جوبلی منانے کا موقعہ ملا۔ لیکن کسی کو اس کی حکومت کے پچیسویں سال میں جشن منانے کا خیال نہیں آیا۔ اس کی حکومت کے تیسویں سال میں بہت خوشیاں منائی گئیں سینٹ پال میں شکرانے کی نماز ہوئی۔ توپیں چلیں اور آتشبازیاں چھوڑی گئیں۔ پر خوشی اس لئے تھی کہ ہسپانوی آرمیڈا کو خلاف توقع شکست فاش ہوئی تھی۔ اس کو ملکہ کی حکومت کے دوران سے کوئی واسطہ نہ تھا۔

اس سے آگے یعنی اسی زمانے میں جسے "مڈل ایجنبی" کہتے ہیں دو بادشاہوں نے اپنی حکومت کے پچیس سال دیکھے یعنی ایڈورڈ سویم اور ہنری سویم لیکن ان بادشاہوں کے حکومت کا پچیسواں سال سیاسی ہنگاموں سے لبریز تھا۔ اور ان کی رعایا اس وقت ان سے بیزار۔ اس لئے جشن کا تو خیال بھی نہیں آسکتا تھا۔ اور اگر سیاسی ہنگامے نہیں بھی ہوتے تو بھی ہنری ہشتم کے آگے بادشاہ کا حکومت کی خوشی میں کسی قسم کا جشن نہیں منایا جاسکتا تھا۔ کیونکہ یہ اعزاز صرف پوپ نے اپنے لئے مخصوص کر رکھا تھا۔

غرض یہ ایک دلچسپ اتفاق ہے کہ جارج پنجم کی سلور جوبلی تاریخ انگلستان کی پہلی جوبلی ہے جس سے اس کو ایک خاص خصوصیت حاصل ہوتی ہے۔ گرچہ اگر دور ماضی میں دوسری جوبلیاں ہوتیں بھی تب بھی اس جوبلی کو ایک خاص امتیاز حاصل ہوتا کہ یہ نہ صرف ایک بادشاہ کی حکومت کے پچیسویں سال کا منانا ہے بلکہ ایسی حکومت کا جس کی رعایا کی تعداد کا روم کی حکومت بھی مقابلہ نہیں کر سکتی۔ جس کی پارلیمنٹ دنیا کی قدیم ترین پارلیمنٹ ہے۔ جو آزادی کے میدان میں آہستہ آہستہ قدم اُٹھائے جاتی ہے اور بغیر کسی کشت و خون کے بغیر کسی قانون کے روز بروز ترقی کر رہی ہے اور جس کی حکومت کی وسعت کا تاریخ میں جواب نہیں۔

اور ان سب باتوں کا نمایندہ ان کا بادشاہ اور اس کی ملکہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انگریز اس موقع پر دل کھول کر خوشیاں منا رہے ہیں۔

تاریخ کے سمندر میں گزشتہ پچیس سال انتہائی طوفان خیز ہیں۔ لیکن ان کی قوم کی کشتی جارج پنجم کی ناخدائی میں شکستہ ہونے سے بچ رہی ہے۔ اس پر وہ جتنا بھی خوشی منائیں کم ہے۔ تاریخ داں جانتے ہیں کہ گزشتہ سالوں میں وہ واقعے پیش آئے جنہوں نے حکومتوں کی بنیادیں ہلا دیں۔ صدہا تخت الٹ دیئے لاکھوں تاجدار بے تاج ہو گئے۔ دنیا نے اس تیزی سے کبھی پلٹے نہیں کھائے ہوں گے جتنے کہ گزشتہ چند سالوں میں۔ اس ہنگامہ میں ایک قوم کا پچیس سال تک ایکساں قائم رہنا بے شک تعجب خیز اور ایسی قوم کے لئے مقام خوشی ہے۔

(نوٹ) اسٹیٹسمین مورخہ ۱۸ مئی ۳۵ء کے مضمون A first silver jubilee سے ماخوذ ترجمہ لیکن تصرف کے ساتھ

شائستہ اختر بانو سہروردی بی۔ اے

# لوری

مرے کریم کی نعمت خدا کا پیار ہے تو
مراد ہے۔ ثمر چشم اشکبار ہے تو

ترے بغیر مجھے کوئی زیب زین نہیں
مجھے قرار نہیں ہے۔ جو تجھکو چین نہیں

پلک جو جھپکے تری سلطنت بسے بلجائے
سحر کو لال مرا اٹھکے راج ہنس چگائے

اندھیری رات میں ہیں نیند کے جو یہ جھونکے
نثار صدقے یہ ماں بندی زلف پیچا نکے

نسیم چلتی ہے۔ گلزار کونا کونا ہو
تو سو جا لال کہ مخمل ترا بچھونا ہو

مرا یہ لوریاں دینا بھی لال یاد رہے
چڑھے تو خیر سے پروان بامراد رہے

وہ دیکھ۔ نہر لبن حوریں ناؤ کھیتی ہیں
نوید شاعر رنگیں ادا کو دیتی ہیں

آغا شاعر قزلباش دہلوی

---

**جوہر نسواں** (دہلی) دفتر عصمت کا نیا رسالہ جس میں کروشیا۔ کشیدہ۔ تارکشی۔ کٹاؤ۔ موتی بسلمہ ستارہ ٹمنایل کارپٹ وغیرہ وغیرہ زنانہ دستکاریوں کے نہایت عمدہ عمدہ نمونے اور مضامین ہوتے ہیں۔ جس نے پرچہ دیکھا پسند کیا۔ ہندوستان بھر میں اپنی طرز کا پہلا رسالہ ہے مارچ میں جوہر نسواں کا پہلا خاص نمبر شائع ہو کر قبولیت عام حاصل کر چکا ہے۔ دوسرا خاص نمبر ستمبر میں شائع ہوگا اور تارکشی کے متعلق ایک مستقل اور نہایت مفید کتاب ہوگا قیمت ۸/ع لیکن خریداروں کو سالانہ چندہ میں ملیگا۔ جو صرف ۱۲/ع ہے بذریعہ وی۔ پی ۸/۱ع مینیجر جوہر نسواں۔ دفتر عصمت دہلی

# سنہری تاج

اس ورزشی کھیل کو کم از کم ۵ ورنہ جس قدر بھی زیادہ بہنیں یا بچے چاہیں مکان کے صحن یا کسی بڑے کمرہ، دالان میں کھیلیں۔

بیچ صحن یا کمرہ میں کرسیاں دو قطاروں میں اس طرح رکھو کہ دونوں قطاروں کی پشت ملی ہوئی رہے اور سامنے کا رخ مغرب مشرق یا شمال و جنوب کی طرف رہے۔ لیکن کھیلنے والوں کی تعداد سے ایک کرسی کم رکھنی چاہیئے۔ کرسیاں ممکن نہ ہوں تو چھوٹے چھوٹے پیڑھے یا پڑھے (تختہ) یا مونڈھے رکھ لو۔

کرسیوں سے دس قدم کے فاصلہ پر یا جگہ کی تنگی وجہ سے جس قدر ممکن ہو اُتنے فاصلہ پر سب کھیلنے والے ایک قطار میں کھڑے ہو جائیں۔

قطار کے پہلے شخص کو سیٹی یا بچوں کے چھوٹے باجے کی آواز یا کسی خاص لفظ کو بول کر کھیل شروع کرنا چاہیئے۔ اس آواز کو سنتے ہی سب کھیلنے والے کرسیوں کے گرد ایک قطار میں چلیں۔

تیسرے یا چوتھے چکر میں وہی پہلا آدمی پھر وہی اشارہ کرے اور اس کو سنتے ہی ایکدم سب کو دوڑ کر کرسیوں پر بیٹھ جانا چاہیئے۔

چونکہ ایک کرسی کم ہے اس لئے یقینی ایک شخص نہ بیٹھ سکے گا اس سے بطور سزا بہت جلد جلد سو تک گنتی یا کسی شاعر کے ۵ شعر پڑھوا ؤ اور پھر اسی آواز یا اشارہ کے ذریعہ سے بہت جلد دوبارہ کرسیوں کے گرد چل کر اور کرسیوں پر بیٹھ کر کھیلتے رہو۔ دوبارہ کھیل سے آخری کھیل تک یہ سزا اور آواز اور اشارہ کرنا کم رہنے والے شخص کے ذمہ رہیگا۔ لیکن برابر وہ بھی کھیل میں شامل رہیگا۔

سات یا گیارہ مرتبہ یا جب کھیلتے کھیلتے تھک جاؤ کھیل ختم کر دو۔

کھیلنے میں اپنے سے کرسی حاصل کر لینے سے سب کو آگاہ کرتے رہنا چاہیئے اور سب کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ کس نے کتنی مرتبہ کرسی حاصل کی یا کوئی نمبر و نام لکھتا رہے۔

کھیل ختم ہونے کے بعد جس نے متواتر کرسی حاصل کی ہو یا سب سے زیادہ نمبر لئے ہوں اس کو ایک سنہری ٹہنی اور پھولوں سے بنایا ہوا تاج پہنا کر ملکہ یا بادشاہ بنا دو اور جو ایک دفعہ بھی کرسی پر نہ بیٹھ سکا ہو یا جس کے کم نمبر ہوں اس کو ایک سیاہ و سفید کاغذ یا کپڑے کی دھجیوں کا ہار بنا کر یا کاغذ کی لانبی ٹوپی (یا بیوقوف کی ٹوپی) پہنا کر ملکہ یا بادشاہ کے سامنے پیش کرو وہ اس کو مندرجہ ذیل سزاؤں میں سے کسی ایک سزا کا حکم سنا دے۔

دس تک پہاڑے۔ یا کسی شاعر کی بہترین نظم۔ ایک ہی شاعر کے ۲۵ شعر یا کسی مفید و نتیجہ خیز موضوع پر مختصر تقریر لیکن اگر ہارنے والے کو ان میں سے کچھ بھی یاد نہ ہو تو اسکو ۲۵ دفعہ مرغ یا بلی کی بولی بولنی چاہیئے۔ کھیل میں بلا غصہ افسوس اور لڑائی کے سزا کو منظور کرکے کھیل کے قانون اور اس کے شرائط کو پورا کرنا ہر شخص پر فرض ہے۔

(اس کھیل کو ماں بننے والی عورتیں اور مریض نہ کھیلیں کیونکہ کرسی حاصل کرنے کے لئے دھکے لگنا گرنا کرسی کا اُلٹ جانا یا ٹوٹ جانا اور جلدی میں ایک ہی کرسی پر دو تین کا بیٹھ جانا معمولی بات ہے)

بیگم جعفری اکبرآبادی از اکولہ برار

ملک ہندی کے ایک خوشنما باغ کا نمونہ۔
جس میں ایک بچہ کھڑا ہوا ہے۔ اور [illegible] کی
مستورات ہیں اُسکی دیکھ بھال کی ذمہ دار ہیں۔

# حیدرآباد سے انگلستان

## محمدی بیگم صاحبہ بی۔ اے۔ کے خطوط اپنی والدہ ماجدہ کے نام

لندن۔ ۱۳۔ دسمبر سنہ ۳۴ء۔

میری پیاری اماجان۔ بہت بہت آداب۔ آپ کے دو نوازش نامے کل ملے۔ آپ نے حج کو جانے کا مصمم ارادہ کر لیا بہت خوشی ہوئی خدا مبارک کرے۔ یہ خوش قسمتی اللہ تعالیٰ کے پاس آپ کے اعمال کے پسندیدہ ہونے کی دلیل ہے کہ جن سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے انہیں اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرماتا ہے اور انہیں اپنے اور اپنے حبیب صلعم کے مبارک گھروں کی زیارت کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ بغیر بلاوے کے کس کی مجال ہے کہ جا سکے خوش نصیب ہے وہ جس پر خدا اور اس کا حبیب مہربان ہو۔ اماں جان آپ وہاں جا کر خانہ کعبہ کا پردہ پکڑ کر اور روضۂ مبارک کی جالیوں کو پکڑ کر دعا کیجیے کہ اللہ ہم دونوں کو بھی وہاں حاضر ہونا جلد نصیب کرے۔ ہمارا ارادہ ہے کہ انشاء اللہ آیندہ سال ہم بھی وہاں آئیں۔ اللہ پورا کرے۔ دعا کیجیے کہ اللہ ہمیں اعمال صالحہ کی توفیق دے اور ہم سے ہمیشہ راضی اور خوش رہے اور ہمیں ایسی باتوں سے بچائے جو اس کی ناراضگی کا باعث ہوں۔ اللہ سب عزیزوں کو زندہ سلامت رکھے اور خوش رکھے اور سب سے ہمیں ملائے۔ مسلمانوں کے اقبال کا ستارہ پھر چمکے۔ ان کے قصور معاف ہوں اور کھوئی ہوئی عظمت۔ عروج۔ روایتیں اور وہ اسلامی زندگی کی روح پھر نصیب ہو۔ آمین۔ ہم سب کی صحت اور تندرستی کی دعائیں تو آپ مانگیں ہی گی۔ ہاں ہندوستان کی آزادی کی دعا بھی مانگئے۔ ہمیں کس قدر شرم اور ذلت محسوس ہوتی ہے جب ہم آزاد ملک میں پھرتے اور آزاد قوموں سے ملتے جلتے ہیں۔ جاپانی چینی فرانسیسی۔ انگریز سب آزاد اور ہم غلام۔ ان کی نظروں سے معلوم ہوتا ہے کہ کہہ رہے ہیں کہ تم اسی قابل ہو۔ کیا یہ تمہاری سستی۔ غفلت۔ پست خیالی کا نتیجہ نہیں ہے۔ اسے بھگتو۔ تم غلام ہو اور ہم آزاد۔ مجھے لندن آئے ہوئے ایک ہفتہ ہوا۔ گھر والی بڑھیا شفیق اور مہربان ہے۔ اپنا گھر معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اپنا گھر تو کچھ اور ہی چیز ہے۔ کھانا اچھا مل رہا ہے۔ اکثر ہندوستانی کھانا مل جاتا ہے۔ رئیسہ بیگم نے بڑھیا کو بہت سی ہندوستانی چیزیں سکھا دی ہیں مگر پھر بھی آپ کے ہاتھوں کی پکائی ہوئی سری اور حلیم۔ تاجو کے ہاتھ کا ٹوٹا قورمہ۔ ہمارے شامی کباب۔ سیخ کے کباب۔ کڑھی۔ کس کس چیز کو یاد کروں۔ اپنے گھر میں ایک مرتبہ سے دوسری مرتبہ کوئی چیز ملتی تھی تو کھاتے نہ تھے۔ یہاں ہر روز آلو کھائے جاتے ہیں۔ جن سے مجھے نفرت تھی۔ ہر روز

کہ بھی جس کی شکل سے نفرت ہوگئی۔ گو آلو مختلف طریقوں سے کھائے جاتے ہیں۔ کبھی بیس کے لئی سی بنائی۔ کبھی کدوکش میں گھسکر تار نکال لئے۔ کبھی اُبال لیئے۔ کبھی بھون لیئے۔ کبھی تل لیئے۔ مگر بتائیے کہ وہ آخر آلو ہنیں ہیں تو کیا ہیں۔ بعض دفعہ صرف اُبلے ہوئے چاول کھانے کو جی ترس گیا۔ معمولی کھچڑی نعمت معلوم ہوئی سوچتی ہوں جب ہندوستان آؤں گی اور وہاں اپنے گھر کے کھانے کھاؤں گی تو کیا مارے خوشی کے پاگل تو ہنیں ہو جاؤں گی۔

گھر والی اطالوی بڑھیا جس کی عمر ستر برس کی ہے بڑی اچھی عورت ہے اس کے بال تو البتہ سفید بگلا ہیں اور بھنویں بھی کچھ کچھ سفید ہو چلی ہیں۔ مگر ویسے چہرہ پر ایک شکن نہیں ہے۔ یہ عورت بڑی۔ نایل لائق ہے۔ اور اٹلی میں اطالوی زبان کی پروفیسر رہ چکی ہے۔ لندن آئے ہوئے چھبیس سال ہوئے مگر اٹلی سے ابھی تک ایسی محبت ہے کہ اس کے نام پر جان دیتی ہے۔ ہر بات میں اٹلی کی تعریف کرتی رہتی ہے۔ کل کھانے کی میز پر اخبار آیا۔ اٹلی کے سولینی کی تصویر تھی۔ میں نے کہا۔ میڈیم لیجے خوش خبری۔ کچھ سولینی کے بارے میں لکھا ہے۔ اور تصویر ہے۔ پھر باری باری سب نے مذاق کیا۔ کسی نے کہا سولینی کی بل ڈوگ کی شکل ہے۔ کوئی بولا بھلا کوئی صورت بھی ہے۔ کہنے لگی ہمارا سولینی بڑا خوبصورت ہے۔ اخبار والے جلن سے اس کی تصویر ایسی بناتے ہیں۔ اس سے اس کی قوم پرستی ظاہر ہوتی ہے۔ آپ کو حیرت ہوگی اس عمر میں یہ عورت کس قدر کام کرتی ہے باوجودیکہ گھر میں ماما موجود ہے اور آدمی بھی ہیں۔ مگر کھانا پکانا اور نیچے کے پھیرے سب کا خیال رکھنا۔ چھوٹے سے پوتے کی پرورش دیکھ بھال۔ گھرداری۔ سینا۔ پرونا۔ پھر مطالعہ کرنا۔ غرض اس کی زندگی واقعی مطالعہ کے قابل ہے۔ تازہ ہوا کھاتی میلوں پیدل چلی جاتی ہے۔ تھکتی ہنیں۔ کھڑے کھڑے پکاتی ہے۔ صحت کا خیال رکھتی ہے۔ غذا میں گوشت کم سبزی بکثرت کھاتی ہے۔ وہ خود کہتی ہے کہ مجھ میں اب اتنی طاقت ہے کہ اپنی جوانی میں بھی نہیں تھی۔ ہمارے ہاں کی بوڑھی بیویوں میں پہلے زمانہ میں سنا ہے یہ طاقت و توانائی موجود تھی۔ لیکن آج کل کی بوڑھی بیویوں میں مفقود ہے۔ اماجان آپ دیکھیں تو سمجھیں کہ اس کے چہرے پر مصنوعی سفید بال لگا دیے ہیں۔

آج کل یہاں بارش کا موسم ہے۔ آج کہر بہت ہے۔ کمرے کی کھڑکیاں اور دروازہ بند ہے۔ مگر باوجود اس کے کمرہ دھوواں دار ہے۔ اور بعض وقت کہر سے دم گھٹتا ہے۔ تازہ ہوا کا اس موسم میں بہت کم امکان ہے۔ کیونکہ گھر میں ہوا کا گذر دروازے اور کھڑکیاں بند رہنے سے ہنیں ہو سکتا۔ تھوڑی بہت تازہ ہوا بازاروں اور سڑکوں میں چلنے پھرنے سے مل سکتی ہے۔ مگر کب تک کوئی باہر پھرے اور پھر ہوا کے ساتھ باہر کا دھواں بھی کھا لو۔ غرض تازہ ہوا کے اعتبار سے میں سمجھتی ہوں یہاں کے گھر اس موسم میں

بہت ہی غیر صحت بخش ہیں اور ہمارے ہاں کے غریب کے اچھے جنہیں تازہ ہوا مل جاتی ہے۔ مجھے اکثر خیال آتا ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہندوستانی عورتیں تازہ ہوا نہیں کھاتیں۔ میں یہاں کی یہ حالت دیکھکر ایسے لوگوں سے بحث کروں گی۔ جناب آپ کے ہاں جو بہت ہائی جین اور صحت کے لیے چوڑے دعوے ہوتے ہیں تو آب کے مکان کون سے صحت بخش ہیں۔ کون سی تازہ ہوا جاڑے میں مل جاتی ہے۔ کیا اس سے ہمارے ملک کی عورتیں اور اُن کے مکان اچھے نہیں۔ گو چار دیواری ہے مگر ہوا کا تو گذر ہے۔

لندن میں میں نے مومی مجسموں کا عجائب خانہ دیکھا۔ نیشنل گیلری اور یہاں کا زُو۔ اس کے اندر مچھلیاں بھی طرح طرح کی جمع کی گئی ہیں جیسی خوبصورت بندرگاہ سوڈان میں ہم نے کشتی میں سے دیکھی ہیں۔ ویسی نظر نہ آئیں۔ سانپوں کو بھی جمع کر کے رکھا ہے۔ بہت سے نئے نئے جانور دیکھے۔ بہت سے جانور دیکھے جن کے متعلق کتابوں میں صرف پڑھا تھا لیکن دیکھا نہ تھا۔ ایک جگہ بہت سی چیلیں بھی بند کر رکھی ہیں۔ بہت سے گدھ بھی۔ یہ زو ایک باغ میں واقع ہے۔ صفائی ستھرائی کا بہت انتظام ہے جگہ جگہ کوڑا پھینکنے کے بکس بنے ہوئے ہیں اور خلاف ورزی کرنے پر پانچ پونڈ جرمانہ دینا پڑتا ہے۔ جگہ جگہ چاکلیٹ کے ڈبے لگے تھے۔ جن میں کسی میں ایک پینی اور کسی میں دو پینی ڈالدینے سے خود بخود چاکلیٹ نکل آتے ہیں۔ جانوروں کو غذا دینے کے اوقات مقرر ہیں۔ اور اکثر لوگ وقت مقررہ پر تماشا دیکھتے ہیں۔ زو کی پاس ہی ایجنٹ پارک ہے۔ دور تک سبز سبز گھاس کا فرش۔ بڑا سا تالاب۔ بطخیں۔ سینکڑوں تیرتی ہوئی طرح طرح کی خوبصورت تالاب کے اندر بھی بطخیں اور اوپر بھی آس پاس بھی۔ بطخوں اور چڑیوں کے غول کے غول اُڑ رہے تھے۔ کبھی ایک ساتھ گھاس پر بیٹھتی تھیں کبھی اُڑنے لگتی تھیں۔ لوگ کشتیاں خود چلا رہے تھے۔ مائیں بچوں کو گاڑیوں میں بٹھا کر روز ہوا خوری کے لئے آتی ہیں۔

لندن میں اکثر سینما اور تھیٹر جانے کا اتفاق ہوا۔ اس لئے کہ یہاں کے اکثر سینما اور تھیٹر بہت مفید ہوتے ہیں۔ بڑے بڑے مشہور مصنفوں کی تصنیفوں اور کتابوں کو اسٹیج پر کرتے ہیں ان کے دیکھنے سے علمی اور ادبی معلومات میں بہت اضافہ ہوتا ہے۔ بس میں ایسے ہی کھیل دیکھتی ہوں۔ سب عزیزوں کی خدمت میں آداب۔ سلام۔ دعا۔

آپ کی بیٹی محمدی

# ماں اور اس کی محبت

" ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں حکم دیا کہ وہ اُن کی اطاعت و خدمت کرے ۔ ماں نے اُسے پیٹ میں رکھا۔ کمزوری پر کمزوری اُٹھائی ۔ اور اس کا دودھ بڑھانا دو برس میں ہے ۔ تو میرا اور والدین کا شکر کرے (سورہ لقمان آیت ۱۴)

پھر " ہم نے انسان کو اس کے والدین سے نیکی کرنے کا حکم دیا ہے کہ اس کی ماں نے تکلیف سے اُسے پیٹ میں رکھا اور تکلیف سے جنا۔ الخ " ( سورہ احقاف آیت ۱۵)

اللہ اکبر! جس ہستی کے متعلق ربّ قدیر کے یہ احکام قرآن پاک میں صادر ہیں وہ عورت کی جنس سے ایک ماں کی ذات ہے ۔ جو کسی باپ کی بیٹی ۔ شوہر کی بیوی ۔ بھائی کی بہن ۔ چچا کی بھتیجی اور ماموں کی بھانجی وغیرہ رشتوں سے منسلک ہے ۔ اور وہ اپنی زندگی کے دور میں ہر ایک کی فرمانبرداری ۔ خدمت گزاری اور جاں نثاری کا حق ادا کرتی ہوئی آئی ہے ۔ لیکن ان سب رشتوں میں اتنی فضیلت کا حق لے حاصل نہیں جتنی بچوں کی ماں بننے میں حاصل ہے ۔ اور جس کی اہمیت خدائے ذوالجلال اپنے کلام پاک میں ارشاد فرما کر اس کے احسانات جتاتا ہے اور اپنے ساتھ اس کا بھی شکر ادا کرنے کا حکم تاکید کے ساتھ فرماتا ہے ۔ وہ کیوں؟ اس لئے کہ اس قابل احترام خطاب کے لائق بننے کے لئے پروردگار عالم نے اس نازک ہستی کی ایسے سخت سے سخت امتحانوں سے آزمائش کی کہ جان تک کے لالے پڑ گئے اور یہ نہایت صبر و استقلال کے ساتھ بلکہ خوشی خوشی اس پر عبور حاصل کرنے کی کوشش کرتی رہی ۔ خوبی یہ کہ اس قدر اہم مراحل طے کر لینے اور اس کی تکالیف برداشت کر لینے کے بعد بھی غرض و مطلب سے بالکل بے نیاز ۔ پس یہ رحمانی صفت اس کی ذات میں پاکر خدائے بزرگ نے اہم مراتب اسے عطا فرما دیئے ۔ اور اولاد کو اس کی فرمانبرداری اور خدمت گزاری بلکہ ہر طرح کے حسن سلوک سے پیش آنے کے لئے قرآن مجید میں مذکورہ بالا آیتوں کے سوا اور بھی جا بجا احکام نافذ فرما دیئے ۔ جس میں والدین کا لفظ کہکر باپ کو بھی شامل کر دیا ۔ لیکن احسانات و تکالیف کا اعادہ ماں کے ساتھ کیا گیا ہے اُن میں باپ کا ذکر نہیں ۔ اور وہ ہے بھی صحیح کہ ماں کے سوا یہ بے لوث محبت دنیا میں کسی کی ذات میں نہیں پائی جاتی ۔ باپ کے ہاتھوں نے گڑھے کھود کر بیٹیوں کو زندہ درگور کیا ہے ۔ بھائی بہنوں کی محبت حمایت و قوت بازو کی خواستگار ہوتی ہے ۔ میاں بیوی کی محبت میں بھی سرپرستی اور خدمت گزاری کی توقع وابستہ ہے ۔ پھر اوروں کی محبت کا تو ذکر ہی کیا ۔ لیکن ماں اور فقط ماں کی محبت ہی ایسی ہے جس میں غرض و مطلب کا شائبہ بھی نہیں بلکہ وہ جان و مال سے بچوں پر قربان ہو کر صرف ان کی بہتری و برتری کی خواہاں رہتی ہے ۔ اور انہیں خوش و سرفراز دیکھکر اور لوگوں سے ان کی

تعریف سُنکر نہال نہال جس کے لئے اسے کن کن ایثار و قربانیوں سے سابقہ پڑتا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ ہر انسان جسے خدائے تعالیٰ نے ماں سے جنم دیا اور ماں کی ہی گود میں پرورش کرائی اور اسی کی نگہداشت میں سن شعور کو پہنچایا اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ ماں کو اس کے لئے کیسے کیسے ایثار نفسی سے کیا کیا مراحل طے کرنے پڑے اور دنیا کا مشاہدہ بھی صاف طور پر بتا رہا ہے کہ مخلوق خداوند کی پرورش و نشو و نما میں ماں کو ہی بہت بڑا دخل ہے۔ وہ تمام رات جاگتی ہے۔ بچوں کی دیکھ بھال و آرام کے لئے وہ بھوکی رہتی ہے بلکہ بھیک تک مانگتی ہے بچوں کو کھلانے کے لئے وہ ہر کسی کی خوشامد اور ہر کسی سے مدد مانگتی ہے۔ بچوں کی تعلیم و تربیت کیلئے وہ ہر ممکن کوشش سے اپنی جان لڑاتی ہے۔ بیمار بچوں کی صحت یابی کے لئے، وہ کچہریوں وکیلوں کے در کی خاک چھانتی ہے۔ بچوں کو ورثہ کی جائداد ملنے کے لئے۔ وہ ہر چیز سینت سینت کر رکھتی ہے۔ بچوں کے کام آنے کے لئے۔ غرض کوئی ایسی جد و جہد نہیں جو وہ اولاد کے لئے نہ کرتی ہو۔ اسی لئے ہمارے مدنی فلاسفر رسولخدا صلعم نے "جنت ماں کے قدموں تلے"، کے اس ایک جملہ میں تمام فلسفہ بتا دیا۔ کہ اس کی گود میں فردوس بریں کا جلوہ اور اس کے سایہ میں خدائی الطاف اور اس کی تعلیم و تربیت میں دنیا و آخرت کی بھلائیاں مضمر ہیں جس نے اس کی قدر و منزلت فرمانبرداری کے ساتھ کی دونوں جہان میں کامیاب ہوگیا۔

انبیاء علیہ الصلوٰۃ و السلام میں حضرت عیسٰی علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور ماں کی ہی پاکبازی و خدا ترسی کی بدولت انہیں پیغمبری و رسالت کا عظیم الشان درجہ ملا۔

سرتاج الاولیا حضرت غوث اعظم ماں کی ہی ہدایات و نصیحتوں کے طفیل اولیاء کرام کے ممتاز مرتبہ پر پہنچے۔ قطب ؒ ماں خواجہ قطب الدین بختیارؒ۔ خواجہ خواجگان حضرت نظام الدینؒ۔ بابا فرید الدین شکر گنجؒ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ زمانہ طفلی میں ہی یتیم ہوئے لیکن یہ سب ماؤں کی ہدایت و تربیت اور اس پر فرمانبرداری کی بدولت مقتدائے عالم ہوئے۔

شہنشاہوں میں اکبر اعظم اور نپولین جیسے تاجداروں کی جہانداری و سپاہ سالاری میں ماں ہی کی تعلیم و تربیت کو بڑا دخل تھا دور حاضرہ میں بھی فدایان قوم و ملت علی برادران کا نمونہ مرحومہ مغفورہ بی اماں کی تعلیم و تربیت کی تازہ مثال سے زمانہ کو سبق دے رہی ہے کہ ماں کی تعلیم و تربیت اور پشت پناہی ایک ایسی چیز ہے جو اولاد کو بام ترقی پر پہنچانے کی آخری وقت تک کوشاں و خواہاں رہتی ہے۔ پس ایسی نعمت کی قدر و منزلت دنیا کی تمام چیزوں سے جسقدر بھی زیادہ ہو کم ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ وہی لوگ دنیا تو کیا آخرت میں بھی سرخروئی کے مستحق ہیں جو ماں کا احترام کرنے اور اُسے ہر طرح خوش و خرم رکھنے میں کامیاب ہوں۔ اور وہی اولاد خوش نصیب ہے جس کی مدد و پشت پناہی کے لئے والدین کا سایہ اور ان کی دعائیں ساتھ ہوں۔ ورنہ یتیموں کی درگت اور ذلت و خواری و کس مپرسی اظہر من الشمس ہے

اُف! ان خیالات نے دل کے زخم تازہ کر دیئے۔ اس لئے کہ دنیا کے روزمرہ کے مشاہدہ کے سوا میں حرماں نصیب خود بھی اس نعمت سے محروم ہوں۔ خداوندا! تونے جو کچھ بھی مجھے دیا وہ میری حیثیت و تمنا سے بڑھ کر دیا جو خاص تیری عنایت و مہربانی ہے۔ مگر جن والدین کی بدولت تونے دنیا دکھائی۔ ان میں سے باپ کا سایہ تو تین سال کی عمر میں اُٹھ گیا۔ لیکن ان کے بعد جس ماں نے بیوگی کے سیکڑوں مصائب میں بیٹی کو بیٹا سمجھکر ناز و نعم میں پرورش کی اور ہر ممکن کوشش سے تعلیم و تربیت میں جان کھپائی اس کے سہارے سے بھی محروم کر کے دنیا میں بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔ خدایا ماں نہیں تو جینے کا مزہ نہیں جسکی ذات سے دنیا کے سینکڑوں غم غلط ہوتے ہیں جس کی دُعا سے ہر تکلیف و مشکل آسان ہونے کی توقع رہتی ہے جس کی موجودگی سے زمانہ کی نظروں میں عزت و توقیر ہوتی ہے۔ غرض ماں کی ہستی بچوں کے لئے خصوصاً لڑکیوں کے حق میں موجب صد ہزار نعمت ہے۔ ماں کا سا دنیا میں سچا مددگار۔ جانثار غمگسار۔ تیماردار کوئی نہیں ہو سکتا۔ گو اور وں کی ماں سے بڑھ کر ہر طرح اپنے کو قربان کر دو۔ لیکن آہ وہ بے لوث محبت کہاں۔ وہ چشم الطاف و ناز برداریاں کہاں وہ مہربانی اور درگذر کہاں۔ جس کی زندگی میں قدر نہیں ہوتی سچ ہے "قدر نعمت بعد زوال" اور پھر یہ افسوس حسرت و یاس کے ساتھ اپنی بدنصیبی پر خون کے آنسو عمر بھر رلاتا ہے لیکن پھر پچتائے کیا ہوتا ہے۔ اب تو مر کے ہی ملیں گے۔ اے رب غفور! تو میرے جوانا مرگ والدین کو عفو و درگزر کی پناہ میں لے اور اس بے بسی کے عالم میں قبر کی تنگی و تاریکی سے اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرما اور دوزخ کی آگ اُن پر حرام کر دے جس طرح اُنھوں نے تیری اس بندی کو بے بسی کے عالم میں سخت محنت کے ساتھ پرورش کی اس کے صلہ میں تو ان کی اب مدد فرما کہ تو ہی سب سے بڑھ کر اپنے بندوں پر مہربان ہے۔

میری بہنو! خوش قسمتی سے اگر یہ نعمت بے بہا خدائے رحیم نے آپ کے سر پر قائم رکھی ہے تو ان کی قدر و منزلت اور خدمت گزاری میں ہرگز کوتاہی نہ ہونے دو کہ یہ ایسی قابل احترام ہستیاں ہیں جن کی دلداری و احترام کا طریقہ تک خدائے بزرگ و برتر نے اس خود فراموش انسان کو بتا دیا اور اپنی عبادت کے بعد ان سے حسن سلوک کی تاکید فرمائی چنانچہ سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۲۳ و ۲۴ میں حکم ربی ہوتا ہے کہ "نہ عبادت کرو مگر اس کی اور والدین کے ساتھ نیکی کرو۔ اور ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو اُن سے اُف نہ کرو اور نہ انہیں جھڑکو اور ادب سے ان کے ساتھ بات کرو۔ اور اُن کے سامنے مہربانی سے عاجزی کے کندھے جھکاؤ اور کہو کہ پروردگار ان دونوں پر مہربانی فرما جیسا اُنہوں نے مجھے بچپن میں پالا" لیکن افسوس زمانہ کا رنگ ہی کچھ نرالا ہے کہ یہ خود غرض انسان ماں جیسی شفیق و محسن کی جیسی چاہیئے اتنی قدردانی پائی جاتی ہے نہ خدمت گزاری جس کی تاکید منتظم حقیقی نے جا بجا کلام پاک میں فرمائی۔ اور جنکی تعظیم و تکریم کے لئے بے شمار حدیثیں موجود ہیں۔ بس اس کفران نعمت کا ہی لازمی نتیجہ سمجھئے کہ باپ اپنی ذمہ داریوں سے بری الذمہ رہنے لگے لیکن ماں جو اپنے فرائض میں بے غرض ثابت ہوتی رہی۔ وہ بھی اب اپنے ان صفات حسنہ کو مکمل طور پر ادا کرنے کے لئے آمادہ نظر نہیں آتی کہ پیدائش کا مرحلہ طے پاتے ہی مائیں اپنے بچوں کو دایہ وغیرہ کے سپرد کر کے اہم فرائض کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو رہی ہیں اور غیر ضروری میں اوروں کی اندھا دھند تقلید پر مٹی ہوئی نظر آ رہی ہیں بلکہ اب تو سرے سے برتھ کنٹرول یعنی ضبط تولید کے رزولیوشن بر سر عام پاس کروا کر ماں اپنے فرض منصبی کی ذمہ داریوں سے الگ ہو رہی اور ان فطری صفات اور ذمہ داریوں سے استغنا حاصل کرنا چاہتی ہے جنکی بدولت عورت کی ذات ماں کے درجہ فضیلت پر پہنچکر تعریف و توصیف اور تعظیم و تکریم کے لائق بنائی گئی اور اولاد کو اس کے احترام و خدمتگزاری کے احکام صادر فرمائے گئے ہیں جس پر دنیا کے امن و امان اور استواری کا دارومدار ہے۔

سردار محمدی بنت نواب آف والئی بوتسی

# کیا سیکرین زہریلی ہے؟

مہذب ممالک میں ہندوستان (اگر اس کا شمار مہذب ملکوں میں ہو سکتا ہے) ہی ایک ایسا ملک ہے جہاں ان قوانین کا قطعاً لحاظ یا احترام نہیں کیا جاتا۔ جن کا تعلق براہ راست صحت عامہ سے ہے۔ تمباکو نوشی کا قانون وضع ہوا۔ لیکن جو مٹی اس کی خراب ہو رہی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ آٹھ دس سال کے بچے کھلم کھلا بیڑی۔ سگرٹ۔ اور حقہ پیتے ہیں۔ لیکن ان کے خلاف کوئی قانونی یعنی اصلاحی کارروائی عمل میں نہیں لائی جاتی۔

خوردنی اشیا میں ملاوٹ کا قانون پاس ہوئے مدت ہو چکی۔ لیکن اس پر عملدرآمد کہیں سننے دیکھنے یا پڑھنے میں نہیں آیا۔ جس قسم کا گھی آج کل بازاروں میں فروخت ہو رہا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ کبھی کبھار بعض میونسپلٹیوں کے انسپکٹر دکانوں پر جا کر گھی کا امتحان کرتے ہیں۔ اور بعض حالات میں ملاوٹ کا گھی بیچنے والے دکانداروں کو سزا دلانے میں بھی کامیاب ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ سب کچھ ہنگامی مقتضیات یا ضروریات کے تحت میں ہوتا ہے۔ تجربہ شاہد ہے کہ آج تک کسی میونسپلٹی کے محکمۂ صحت نے ملاوٹ کا گھی بیچنے والے دکانداروں کے خلاف مستقل اور باقاعدہ جہاد نہیں کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر جگہ دکاندار کھلم کھلا اور دن دہاڑے آمیزش شدہ گھی فروخت کر رہے ہیں۔

طبی اعتبار سے قیام صحت کے لئے گھی اتنا ضروری نہیں ہے جتنا کہ دودھ۔ دودھ کو طبیب غذائے کل کہتے ہیں۔ یورپ اور امریکہ میں اسکول جانے والے بچوں کے واسطے عمدہ خالص اور پاک دودھ مہیا کرنے کے لئے اور ان کو زیادہ سے زیادہ مقدار میں دودھ پلانے کی رغبت دلانے کے لئے باقاعدہ اور منظم پروپاگنڈا جاری ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ بعض ملکوں کی حکومتیں بھی اسی غرض کے لئے لاکھوں کروڑوں روپیہ سالانہ خرچ کر رہی ہیں۔ لیکن ہندوستان ہی ایک ایسا بدقسمت ملک ہے جہاں بڑے بڑے شہروں میں شیر خوار بچے ناقص اور غلیظ دودھ پر پرورش پا رہے ہیں۔ کسی کے دانت کمزور ہیں۔ کسی کو بخار آتا ہے۔ کسی کی کوئی ہڈی ٹیڑھی ہے۔ کوئی بدہضمی میں مبتلا ہے۔ کسی کو اسہال کی شکایت ہے۔ جب میں شیر خوار بچوں کی خراب صحت ناقص دودھ والدین کی جہالت اور میونسپلٹیوں کے محکمہ صحت کی مجرمانہ غفلت کا تصور کرتی ہوں تو میرا کلیجہ منہ کو آتا ہے اور روح کو بیحد کلفت ہوتی ہے۔ حقیقت میں ننھے اور معصوم بچوں کی پرورش دودھ پر نہیں بلکہ دوائیوں پر ہو رہی ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ ناقص اور غلیظ دودھ پر اگر کسی کی عمدہ اور اعلیٰ طریقہ پر پرورش ہو رہی ہے تو وہ ہمارے ڈاکٹر اور حکیم صاحبان ہیں جو روز بروز فربہ ہو رہے ہیں۔ ان حالات میں بچوں کو گاہے ماہے وزن کرنا محض فضول اور بیکار ہے۔ اگر وزن کرنا ہی مقصود ہو تو ڈاکٹروں اور حکیموں کا کرنا چاہیئے یا ایسا آلہ ایجاد کرنا چاہیئے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ بچہ نے کتنے گیلن دوا پی ہے۔

یہ افسوسناک ہی نہیں بلکہ ایک المناک حقیقت ہے کہ ہمارے بدقسمت ملک میں میونسپلٹیاں بھی ہیں۔ ہیلتھ آفیسر بھی ہیں۔ ہر جگہ محکمہ صحت بھی قائم ہیں۔ الغرض سب کچھ ہے۔ لیکن خالص دودھ میسر نہیں ہے۔ جس دن سے ہندوستان میں دودھ میں سے مکھن نکالنے کی کلیں جاری ہوئی ہیں اس دن سے بڑے شہروں میں خالص دودھ کا ملنا ایک اہم مسئلہ بن گیا ہے۔ اس اعتبار سے کراچی ہندوستان میں بدترین شہر ہے۔ وہ قوم جو اپنے شیر خوار بچوں کے لئے خالص اور پاک دودھ مہیا نہیں کر سکتی۔ وہ قوم جو شہری انتظامات پر مکمل قبضہ و اختیار رکھنے کے باوجود آج تک ٹیکس دہندگان کو

خالص دودھ اور گھی مہیا کرنے میں قاصر اور عاجز رہی ہو وہ سوراج ملنے پر ملک کا کیا انتظام کریگی۔

کچھ مدت سے ہندوستان میں ایک اور مصیبت نازل ہوئی ہے جو صحت عامہ پر بُرا اثر ڈال رہی ہی۔ یعنی شربت فروش اور ولایتی پانی (ایریٹیڈ واٹرز) بنانے والے ان مشروبات میں بلاقید و بند سیکرین استعمال کر رہے ہیں۔ اور بعض سیکرین کے سوداگر تو اخبارات میں لمبے چوڑے اشتہارات دیکر اگر ایک طرف اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں تو دوسری طرف قوم کی صحت خراب کرانے کا موجب بن رہے ہیں۔ قوم اور ملک کے سب سے بڑے گنہگار یہی سوداگر ہیں۔

مشروبات یا ماکولات میں سیکرین کا استعمال قابل اعتراض ہی نہیں بلکہ سخت نقصان دہ ہی۔ اول تو سیکرین سے بنائے ہوئے شربت اور ایریٹیڈ واٹر لذیذ نہیں ہوتے۔ ان میں کم و بیش کڑوا پن ضرور پایا جاتا ہے۔ دوم اقتصادی اعتبار سے بھی یہ رواج نقصان دہ ہی۔ اس لئے ہر سال ہندوستان سے لاکھوں روپئے غیر ملکوں کو جا رہے ہیں جس سے ہندوستان کی شکر سازی کی صنعت کو کسی حد تک نقصان پہنچ رہا ہے۔ سوم یہ سخت مضر صحت ہی۔

میں تو سرے سے ہی ایریٹیڈ واٹر کی سوائے سوڈا واٹر کے اور وہ بھی بوقت اشد ضرورت سخت مخالف ہوں۔ کیا ہم موسم گرما میں ایریٹیڈ واٹر کے بغیر گذارا نہیں کر سکتے۔ اگر ہم شربت میں روح کیوڑہ کے چند قطرے ڈال کر یا لیموں نچوڑ کر پی لیا کریں تو وہ لذیذ سستا اور مفرح ہونے کے علاوہ صحت بخش بھی ہوگا۔ میرا تجربہ یہ ہی کہ شربت کیوڑہ اور لیموں کی سکنجبین پینے سے دل کو جو فرحت اور تسکین ہوتی ہے وہ ولائتی پانی (ایریٹیڈ واٹر) سے نہیں ہوتی۔ خدا برا کرے فیشن پرستی کا اور مغربی تہذیب کی کورانہ تقلید کا۔ موسم گرما میں جس گھر میں جاؤ سب سے پہلے لیمونیڈ یا کسی اور خوش رنگ ایریٹیڈ واٹر سے مدارات کی جاتی ہے۔ میں نے زنانہ مجالس میں عام طور پر دیکھا ہے کہ بعض عورتیں ایریٹیڈ واٹر رغبت سے نہیں پیتیں۔ کیونکہ ان کا ان کو کوئی خاص ایریٹیڈ واٹر مرغوب ہے۔ جس کا علم میزبان خاتون کو نہیں ہوتا۔

کیا سیکرین ولایتی پانی اور خوردنی اشیا میں استعمال کی جاتی ہی؟ اور مضر صحت ہی؟ اور آنتوں میں زخم (سرطان) پیدا کر دیتی ہے؟ یہ ہے سوال جس پر آج کل بمبئی میونسپل کارپوریشن کی ہیلتھ کمیٹی غور کر رہی ہی۔

لکھنو میونسپل کمیٹی کے ہیلتھ آفیسر کی رائے میں سیکرین مضر صحت ہی؟ اور آنتوں میں زخم (سرطان) پیدا کر دیتی ہے؟ چند ماہ ہوئے اس نے لکھنو میونسپلٹی سے سفارش کی تھی کہ وہ اپنی حدود کے اندر سیکرین کے استعمال کے لئے حکم امتناعی صادر کر دے چنانچہ لکھنو میونسپلٹی نے ہیلتھ آفیسر کی سفارش پر عمل کرتے ہوئے ایک رزولیوشن پاس کیا ہی جس کی رو سے میونسپلٹی کی حدود کے اندر خوردنی اشیا میں سیکرین کا استعمال ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ لکھنو میونسپلٹی کے ہیلتھ آفیسر نے اس رزولیوشن کی نقل بمبئی میونسپل سکرٹری کے پاس بھی بھیجی ہے جس کے ساتھ یو۔ پی۔ کے ڈاکٹر پبلک ہیلتھ کے پبلک انیلسٹ (وہ کیمیادان جو اشیا کا کیمیائی تجزیہ کرے) کا نوٹ بھی شامل ہی۔ پبلک انیلسٹ نے اپنے نوٹ میں لکھا ہی کہ "لسٹر انسٹیٹیوٹ" کے میک فیڈن معل (صوبجات متحدہ امریکہ) میں سیکرین کے متعلق جو تحقیق و تدقیق کی گئی ہی۔ اس سے ثابت ہوا ہی کہ سیکرین کے متواتر استعمال سے آنتوں میں زخم ہو جاتا ہی۔ اس لئے سیکرین کے استعمال میں سخت احتیاط برتنی چاہیئے۔ اور اس کا استعمال سوائے اشد ضرورت کے زیادہ مدت تک نہیں کرنا چاہیئے۔ ذیابیطس یا دوسرے شدید امراض میں اسکا استعمال جائز ہے۔ لیکن اس حالت میں بھی ڈاکٹر کے مشورے کے بغیر اسکا لگاتار استعمال ٹھیک نہیں۔" سیکرین پتھر کے کوئلہ سے بنائی جاتی ہی۔ اور اس کی مٹھاس شکر سے ۴۰۰ سے ۵۶۰ گنا زیادہ ہوتی ہی۔ آخر میں اپنی بہنوں کی خدمت میں مودبانہ عرض کرتی ہوں کہ وہ ایریٹیڈ واٹرز کے استعمال سے حتی الامکان پرہیز کریں۔ کیونکہ یہ نہایت مضر صحت ہیں۔

کلثوم سلطانہ بیگم۔ بنت ایس۔ ایم شفیع۔ کراچی

# سنگھار کا سامان

## سنگھاری اشیا کے فوائد اور خطرات

عورت نظرتاً حسین ہے۔ مگر وہ تنازع للبقا کے قدرتی اصول سے مستثنیٰ نہیں اس لئے اپنی ہمجنسوں کی بہ نسبت زیادہ خوبصورت نظر آنے کی خواہش اور کوشش پر مجبور رہے۔ زمانہ قدیم سے عورتیں افزائش حسن کے وسائل سوچتی رہی ہیں اور اپنے زمانہ کی تہذیب، علم اور بساط کے مطابق ایسی اشیا کا استعمال کرتی رہی ہیں جن سے وہ زیادہ دلکش معلوم ہوں۔ پہلے زمانہ میں ہر قوم کے لئے حسن کا معیار جداگانہ تھا۔ اس لئے ہر قوم کی عورتوں کے ذرائع افزائش حسن بھی مختلف تھے۔ مگر اب ذرائع نقل و حرکت کی سہولت اور بین الاقوامی تہذیب کی یکسانیت سے تمام دنیا کا معیار حسن ایک ہی ہوگیا ہے۔

کہنے کو تو یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ رنگ کا حسن پر اثر نہیں۔ لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ گورے رنگ کو ہمیشہ سانولے رنگ پر فوقیت رہی ہے۔ یہ فوقیت اس لئے نہیں کہ اس وقت سفید قومیں برسراقتدار ہیں۔ بلکہ جس زمانہ میں ہندوستان اور مصر کے سانولے باشندے تہذیب و تمدن میں تمام دنیا کے معلم تھے۔ جب بھی اس رنگ کی وہی قدر تھی جو آج ہے۔ ہر عورت اپنی اصل رنگت سے زیادہ سفید نظر آنا چاہتی ہے۔ فیس پوڈر کی ایجاد اسی خواہش کا نتیجہ ہے۔

**شباب اور حسن** لازم اور ملزوم ہیں۔ ہمیشہ جوان رہنا ممکن نہیں۔ لیکن بوڑھا رہنا کسی کو پسند نہیں۔ اس لئے عورت کو (اور کسی حد تک مرد کو بھی) ان تمام اشیا کی تلاش و جستجو رہتی ہے جو بشرے سے درازی عمر کا راز ظاہر نہ ہونے دیں۔ چنانچہ جھریاں۔ سفید بال۔ آنکھوں کی بے رونقی۔ مٹاپا۔ رخساروں میں خون کی جھلک نہ رہنا یہ سب انحطاط شباب کی علامات ہیں۔

عورت کی اس ذہنیت کو تاجر خوب سمجھتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ عورت کو حسین اور جوان رہنے کی خواہش میں مالی قربانی کرنے سے دریغ نہیں ہوسکتا۔ اس لئے وہ طرح طرح کے اشتہار دے کر اپنے تیار کئے ہوئے تیل۔ پوڈر صابن۔ سرخی۔ سرمہ۔ خضاب۔ لپ سٹک وغیرہ فروخت کرتا ہے۔ اور اس تجارت سے بے انتہا نفع حاصل کرتا ہے۔ یہی نہیں وہ ان اشیا کے مفید صحت ہونے کا دعوےٰ بھی کرتا ہے۔ اور اس دعوے کی سندیں بڑے بڑے سائنسدانوں اور ڈاکٹروں کے فرضی ناموں سے شہادتیں پیش کرتا ہے اور مشہور عالم حسینان کے سرٹیفکیٹ

بھی حاصل کرتا ہے۔ خواتین کے تعجب کی کوئی انتہا نہ رہے اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ گراں سے گراں پوڈر کے ایک بکس یا تیل کی ایک بوتل پر چند پیسوں سے زیادہ لاگت نہیں آتی۔

**پوڈر**۔ پوڈروں کی ساخت میں کوئی نباتاتی یا معدنی سفوف۔ رنگ اور خوشبو شامل ہوتے ہیں۔ نباتاتی سفوف مثلاً چاولوں کا آٹا۔ میدہ نشاستہ اور گوند وغیرہ۔ معدنی سفوف مثلاً چاک۔ کیوسن میگنیشیم کاربونیٹ۔ بسمتھ کاربونیٹ۔ بسمتھ سب نائٹریٹ۔ زنک اکسائیڈ۔ لیڈ ایسی ٹیٹ۔ لیڈ کاربونیٹ۔ یہ تمام اشیا بیحد ارزاں ہیں۔ اور ان میں سے کسی ایک میں مناسب اور مطبوع رنگ اور خوشبو ملا کر اعلےٰ درجہ کا پوڈر بن سکتا ہے۔ البتہ آخری دو اشیا یعنی لیڈ ایسی ٹیٹ اور لیڈ کاربونیٹ جو سیسے کے مرکبات ہیں۔ ان کا استعمال خطرے سے خالی نہیں۔ اس لئے انہیں کسی فینسی پوڈر یا ڈسٹنگ پوڈر میں شامل نہیں کرنا چاہیئے۔ باقی تمام اشیا قطعی بے ضرر ہیں۔ البتہ خاص خاص طبائع پر باقی اشیا بھی بعض اوقات مضر اثرات پیدا کر دیتی ہیں۔ اس لئے نباتاتی سفوفوں کو معدنی مرکبات پر ترجیح دینی چاہیئے۔

**لپ سٹک** } بالعموم ایسے تیل یا چربی سے بنتی ہے جو عام حرارت پر منجمد رہیں۔ پیرافین۔ لینولین اور بھیڑ کے بالوں کی چربی کی آمیزش سے نہایت عمدہ لپ سٹک تیار ہو جاتی ہے اس مرکب میں حسب خواہش رنگ ڈالا جا سکتا ہے۔

**کولڈ کریم** } چربی پانی اور خوشبو سے مرکب ہوتی ہیں۔ چربی اور پانی کی مکمل آمیزش آسان کام نہیں اس لئے ان کا گھر میں تیار ہونا مشکل ہے۔ بعض کریموں میں پارہ اور اس کے مرکبات بھی شامل ہوتے ہیں۔ یہ دونوں کیمیائی اجزا خطرناک ہوتے ہیں اور بعض اوقات ان کے ضرر رساں اثرات ظاہر ہو جاتے ہیں۔

**ونیشنگ کریم** Vanishing Creams ان میں چربی کم۔ کچھ تیل اور گلسیرین کے مرکبات شامل ہوتے ہیں۔

**جھریاں مٹانیوالے لوشن**۔ ان میں جلد کو خشک کرنے والی اور سیکڑنے والی ادویات ہوتی ہیں۔ یہ لوشن نہ جھرّیاں مٹانے میں کامیاب ہوتے ہیں اور نہ ان کا کوئی نقصان ہوتا ہے۔

**خضاب**۔ ا۔ نباتاتی۔ مثلاً حنا وسمہ۔ ان سے جلد کو نقصان نہیں پہنچتا۔ مگر بال خشک۔ کھردرے اور سخت ہو جاتے ہیں۔

**ب**۔ معدنی۔ ان میں پارہ۔ تانبا۔ چاندی یا نکل کے مرکبات شامل ہوتے ہیں۔ یہ دھاتیں بالوں کی گندھک کے ساتھ ملکر ایک سیاہ کیمیائی مرکب بنا دیتی ہیں۔ اس قسم کے خضاب اکثر ضرر رساں

ہوتے ہیں۔ ان میں سے بعض تو براہ راست جلد کو خراب کر دیتے ہیں اور بعض جذب ہو کر زہریلے اثرات پیدا کرتے ہیں۔

**ج۔ پیرا فنیلن ڈائمن** Paraphenylenediamine یہ ایک کیمیائی مرکب ہے۔ اور ہندوستان میں بہت زیادہ مستعمل ہے۔ بازار میں جو سستے خضاب بکتے ہیں ان میں یہی جز واعظم ہے۔ اور جن لوگوں کو یہ معلوم ہے کہ عام خضابوں میں یہ مرکب استعمال ہوتا ہے وہ براہ راست دوا فروش سے یہی چیز خریدتے ہیں۔ پنجاب کے دیہاتی تک اس راز سے واقف ہیں اور یہ اس قدر ارزاں ہے کہ ایک روپے کی لاگت سے ایک بڑے شہر کے تمام بوڑھے مردوں اور عورتوں کے بال سیاہ ہو سکتے ہیں۔ بعض لوگ سالہا سال تک اس کو بغیر کسی مضر اثرات ظاہر ہونے کے استعمال کرتے ہیں۔ لیکن ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں جن کی جلد اس کو قبول نہیں کرتی۔ ان کی جلد اس کے لگانے کے کچھ عرصہ بعد ملتہب اور متورم ہو جاتی ہے۔ اور پھر مشکل سے تندرست ہوتی ہے۔ اس لیے کوئی خضاب ہو استعمال کرنے سے قبل اس کی ایک نہایت خفیف مقدار ذرا سی جگہ پر لگا کر دیکھ لینا چاہیئے۔ اگر کوئی خراش یا سوزش ہو تو اسے ترک کر دینا چاہیئے۔

**ہائیڈروجن پراکسائڈ۔** بالوں کی سیاہی کو کم اور ان کو سنہرے کرنے کے لئے استعمال ہوتی ہے یہ ایک عام دوا ہے اور بے ضرر ہے۔ البتہ بالوں کو ذرا سخت کر دیتی ہے۔

**بالوں کے لوشن۔** بالوں کو لمبا کرنے کے لئے کئی لوشن اور تیل مستعمل ہیں۔ ان میں اکثر نہ اس مقصد کو حل کرتے ہیں نہ کوئی نقصان پہنچاتے ہیں۔ مگر بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جن میں مضر کیمیائی اجزا موجود ہوتے ہیں۔ یہ اجزا جلد میں ورم اور سوزش پیدا کرتے ہیں۔ پس جو لوشن یا تیل بالوں کی جڑوں میں جلن پیدا کرے اس سے اجتناب لازم ہے۔

ڈاکٹر کارلیٹن Dr Carleton جو اس مضمون کی ماہرہ کاملہ ہیں اپنی رائے کا یوں اظہار کرتی ہیں "چونکہ سنگھاری اشیاء میں اکثریت ایسے اجزا کی ہوتی ہے کہ ان سے صحت کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے اس لئے ان کے متعلق ترک کر دینا بہتر ہے۔ کریمیں جلد کے مسامات کو بند کر دیتی ہیں۔ اور ان کے متواتر استعمال سے ان امراض کے لاحق ہونے کا خطرہ ہوتا ہے جو پسینہ کے مسامات بند ہو جانے اور بند رہنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر کریم ضرور لگانا ہو تو روزانہ جلد کو صابن سے اچھی طرح دھونا ضروری ہے۔"

کسی زمانہ میں پوڈر۔ سرخی۔ خضاب وغیرہ عورتیں خود ہی بنا لیتی تھیں۔ انکے اجزا نباتاتی ہونے کے سبب سے قطعی بے ضرر ہوتے تھے۔ چنانچہ۔ ابٹن۔ غازہ۔ مہندی۔ پان مسی۔ دنداسہ۔ یہ تمام اشیا بے ضرر ہیں۔ ارزاں ہیں۔ اور ان کے اثرات بھی زیادہ دیرپا ہوتے ہیں۔ ہم بھی سفارش کریں گے کہ ہندوستانی عورتیں کیمیائی مرکبات پر ان نباتاتی اشیائ کو ترجیح دیں اور اگر کیمیائی مرکبات ہی استعمال کریں تو پہلے اطمینان کر لیں کہ وہ مضر صحت اجزا سے پاک ہیں۔ اشتہارات کے دعووں کی کوئی اہمیت نہ دیں۔

سید ممتاز حسین۔ ایم۔ بی۔ بی۔ ایس

# سلف صالحات

اس مضمون کو اس محبوب روح کے نام کے ساتھ منسوب کرتی ہوں جس کا نام ہی محبوب بیگم ہے جو اب میرے نعمکدۂ دل کی گہرائیوں میں جاگزیں ہے۔

یوں آپ قوموں ملکوں کی تاریخ پارینہ کے اوراق اُلٹیں تو آپ کو عالم مردوں کے ساتھ عالم عورتوں کے بھی چند نام نظر آئیں گے۔ لیکن علما صلحا اسلام کے ساتھ اسلامی اوراق تاریخ میں عالمیات صالحات کا ایک گروہ کثیر نظر آئے گا جن کی اقتدا کا فخر بڑے بڑے صلحا کو تھا۔

جہاں ذی مرتبت مسلم خواتین نے میدان جنگ و جدال علمی و فنی جدوجہد میں مردوں کے پیش پیش حصہ لیا وہاں عالم روحانیات میں بھی پیچھے نہ رہیں۔ گویا یہ عالم اُن کا اپنا تھا۔

ان مقدس خواتین سے چند ایک کے حالات عظمہ پیش نظر ناظرین کر رہی ہوں۔ دیکھئے وہ روحانیات کس بلند و اعلیٰ مرتبہ پر پہنچی تھیں اپنی پستی دیکھئے آج کس حالت میں ہیں۔

میں پہلے اُس مقدس بیوی کے حالات سے شروع کرتی ہوں جو ہندوستان کے عوام و خواص میں مثلاً مشہور ہیں

**حضرت رابعہ**۔ بصرہ کی مشہور و معروف ولیہ تھیں۔ آپ بہت غریب گھر میں پیدا ہوئیں اور بڑی ہو کر کنیزی کی زندگی بھی بسر کی۔ مگر آپ کا آقا جب آپ کے کمالات عرفانی سے آگاہ ہوا تو آپ کو آزاد کرکے آپ کے آرام و آسائش کا بندوبست کرنے لگا۔ لیکن آپ ان تمام باتوں کو رد کرکے ایک گوشہ میں عبادت وریاضت میں مشغول ہوئیں۔ جوں جوں آپ کی شہرت ہونے لگی بہت علما و صلحا آپ کی خدمت میں آنے اور آپ سے فیض روحانی حاصل کرنے لگے۔ جن میں پیش پیش حضرت خواجہ حسن بصریؒ تھے۔

حضرت حسن آپ سے شادی کے متمنی تھے۔ دلائل براہین سے ثابت کرتے تھے کہ مسلمان عورت کو عقد کرنا لازم ہے۔ مگر حضرت رابعہ کا یہی جواب ہوتا میں دو آقاؤں کی خدمت و محبت ایک ساتھ نہیں کر سکتی۔ جبکہ میرے دل میں خدا تعالیٰ کی محبت کے سوا دوسرے کسی کے لئے جگہ ہی نہیں۔ اسی بنا پر آپ نے ساری عمر عبادت الٰہی محبت آقا میں گذار دی۔

حضرت حسن بصریؒ ہمیشہ میدان عرفاں میں آپ سے شرط لگاتے اگر آپ ہار جائیں تو موصوف کے عقد نکاح میں آجائیں۔ مگر خدا کو بھی اپنے محبوب شیدائی رابعہؒ کی آن رکھنی منظور تھی۔ اس بازی کے میدان میں پلہ ہمیشہ حضرت رابعہؒ کی طرف رہا۔ حضرت حسن آپ سے شادی کرنے میں ناکام رہے۔

**حضرت خدیجہ۔** حضرت سید عبد القادر جیلانیؒ کی پھوپھی تھیں۔ شہر جیلان میں آپ کے تقدس اور ولایت کی دھوم تھی۔ جب آپ وعظ کہتیں تو آپ کی فصاحت و بلاغت نکات معرفت سے ایک عالم متاثر ہوتا تھا۔ ایک دفعہ جیلان میں بارش نہ ہونے سے سخت قحط پڑ گیا تھا۔ لوگ بھوکوں مرنے لگے تھے۔ نماز استسقا بھی پڑھ چکے لیکن مینہ کا نام نہ تھا۔ لوگوں کا ہجوم آپ کے دروازے پر جمع ہوگیا اور آپ سے دعا کے ملتجی ہوئے آپ نے وضو کرکے اپنے صحن میں صفائی کی اور دعا مانگی۔ الٰہی میں نے تیری زمین کی صفائی کی ہے اب چھڑکاؤ تیرا کام ہے۔ حضرت سیّدہ خدیجہ کا اتنا کہنا تھا زور شور سے بارش ہونے لگی۔ لوگ اپنے گھروں کو پہنچتے پہنچتے پانی سے شرابور ہوگئے۔

حضرت سید عبد القادرؒ کی والدہ معظمہ بھی بہت بڑی عارفہ ولیہ خاتون تھیں ماں باپ دونوں کی طرف سے آپ کو ولایت و کرامات ورثہ میں ملے تھے۔

**ام احسان۔** کوفہ کی رہنے والی نہایت باخدا صالحہ خاتون تھیں۔ اُن کے تقدس بے نیازی کا یہ عالم تھا کہ مثال کے طور پر وہ پیش کی جاتی تھیں۔ حضرت سفیان ثوری سے بزرگ اُن کی زیارت کو آتے اُن سے فیض روحانی حاصل کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت سفیان اُن کی زیارت کو آئے تو دیکھا ایک پھٹے پرانے بوریئے پر بیٹھی ہیں اس کے سوائے گھر میں اور کوئی چیز نہیں ہے۔ حضرت سفیان نے کہا اگر اس خستہ حالی کی خبر آپ کے عزیزوں کو ہو جائے تو ضرور وہ آپ کی خدمت کریں گے۔ ام احسان نے کہا سفیان میں نے آجتک اس مالک سے ہی کسی دنیاوی غرض کی خواہش نہ کی تو پھر اُن سے جو اس کے غلام ہیں کیا خواہش کروں۔ اور نہ مجھے ان چیزوں کی ضرورت ہے۔ نہ میرے دل میں ان اشیاء کے خیال کی گنجائش ہے۔ میں جس کے خیال میں جس کی محبت میں فنا ہوں وہی میرے لئے کافی ہے۔ میں جن چیزوں کو چھوڑ چکی اس کی طرف مجھے مت کھینچو۔

حضرت سری سقطی کی مشہور شاگرد **اُمِ محمد** ہیں۔ ان کا نام تو معلوم نہیں البتہ اُن کی کنیت ام محمد مشہور ہے۔ یہ مشہور اولیاؤں سے ہوئی ہیں۔ ایک دفعہ اُن کا لڑکا محمد کنوئیں سے پانی لیتا ہوا کنوئیں میں گر گیا۔ لڑکے کا اُستاد اُن کی موت کی اطلاع دینے ام محمد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب ماں نے بیٹے کی موت کی خبر سُنی تو اُستاد سے کہا ایسا تو نہیں ہو سکتا۔ میرا لڑکا مرا نہیں۔ کیونکہ ہر واقع کی خبر اس کے وقوع سے پہلے خداوند تعالیٰ کی طرف سے مجھے مل جاتی ہے۔ مجھے کنوئیں کے پاس لے جاؤ۔

ام محمد معہ اُستاد کے کنوئیں پر پہنچیں اور لڑکے کا نام لے کر پکارا تو لڑکے نے جواب دیا۔ لوگ اسے کنوئیں سے نکال لائے اور اُن کی اس کرامت پر حیرت کرنے لگے تو حضرت جنید نے کہا تعجب کا مقام نہیں ہے یہ بیوی خدا کے تمام احکام دلی خلوص سے ادا کرتی ہیں۔ اس لئے وہ مقبول الٰہی ہیں۔ خدا بھی اپنی

نیک بندی کو تمام واقعات کی اطلاع دے دیتا ہے۔ وہ جس روحانی دنیا میں بستی ہیں عام خیال و نظر وہاں پہنچنے سے قاصر ہے۔

**حضرت تحفہ** ایک پاک نفس خاتون اور ایک امیر کی کنیز تھیں۔ جیسی پاک سیرت تھیں ویسی ہی حسین و جمیل تھیں لیکن انہیں اپنے حسن و جمال ظاہری سے کچھ سروکار نہ تھا۔ وہ ہمیشہ عشق الٰہی میں غرق رہتیں۔ وہ اپنے معبود کی محبت میں اتنی کھوئی گئی تھیں دنیا سے سروکار ہی نہ تھا۔ ہر وقت زبان پر عشق الٰہی سے بھرے ہوئے اشعار جاری رہتے۔ اُن کے ناسمجھ آقا نے کبھی سوچا ہی نہیں کہ اپنی کنیز کے دل میں کس کا عشق موجزن ہے۔ کس کی محبت میں مضطر و بیقرار ہے۔ آقا نے بہت کچھ سمجھایا آخر انہیں پاگل سمجھکر پاگل خانہ بھیج دیا۔ وہاں طوق و زنجیر میں جکڑی ہوئی تحفہ شوق و محبت الٰہی میں ڈوبی رہنے لگی۔

ایک دفعہ حضرت سری سقطی بھی محبت الٰہی میں بےچین مضطرب پھرتے پھراتے پاگل خانہ پہنچے۔ تحفہ کو یوں سرنگوں کسی کی یاد میں سرد آہیں بھرتے پایا تو مالک ہسپتال سے دریافت کیا کہ یہ کون دیوانی عورت ہے۔ تحفہ نے جب سُنا اور حضرت سری کو دیکھا تو بے اختیار ہچکیاں لیکر رونا شروع کیا۔ اور کہا اے سری تو باوجود اس اسرار سے آگاہ ہونے کے مجھکو دیوانی کہتا ہے۔ بیشک میں دیوانی ہوں اس کی جس نے یہ جان اس تن میں ڈالی۔ اسی کی تلاش اسی کے شوق میں محو ہوں۔ افسوس مجھے دنیا اپنے محبوب کی یاد میں معتوب کرتی ہے۔

حضرت سری نے اسی وقت اس کے آقا کو بلا کر کہا اے شخص کیوں اُس پاک ذات خاتون کو مقید کرکے گناہ میں گرفتار ہوتا ہے یہ تو شوق الٰہی و دیدار الٰہی کی تمنائی ہے۔ اتنے بڑے ولی کامل کی زبانی اپنی کنیز کی برتری سُنکر آقا کنیز کے قدموں پر گر پڑا۔ اور معافی کا طالب ہو کر انہیں آزاد کر دیا۔ تحفہ آقا کو دعا دے کر وہاں سے غائب ہو گئیں۔

حضرت سری جب حج کو گئے حج سے فارغ ہو کر ایک پہاڑی کے غار میں عبادت کرنے لگے تو وہاں ایک کمزور درد بھری آواز سنی تلاش کرتے ہوئے گئے تو ایک غار کے کنارے تحفہ پڑی ہوئی تھیں۔ اُن کا دم آخر تھا۔ انہوں نے حضرت سری کو دیکھکر کہا۔ اے سری میں خوش ہوں آج اپنے محبوب حقیقی سے مل رہی ہوں اتنا کہا روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

**حضرت جمال خاتون لاہوری**۔ ایک ولیہ کاملہ گذری ہیں۔ ان کی ذات سے بہت سے کمالات و کرامات منسوب کی جاتی ہیں۔ ایک دفعہ انہوں نے دو من گیہوں کسی برتن میں بھر کر رکھ دیئے سال بھر ساکین کو تقسیم کرتی رہیں مگر وہ ختم نہ ہونے پائے۔

**حضرت بی بی حافظ** اپنے والد بزرگوار حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کی طرح ہندوستان کی مشہور ولیہ ہیں۔ آپ نہایت پارسا با خدا بی بی تھیں۔ آپ کی ریاضت عبادت کا یہ عالم تھا آپ کے والد بزرگوار نے آپ کو صالحہ قائمہ کا خطاب دیا تھا اور اپنی خرقہ خلافت عطا فرمائی تھی۔ عورتوں کی تعلیم پر مقرر کیا۔ حضرت حافظہ بی بی کی تعلیم سے ہزاروں عورتیں مشرف ہوئیں اور درجہ ولایت کا پائیں۔

ایک اور عارفہ **ام محمد شیرازی** ہوئی ہیں۔ اُن کے فرزند قاضی الاسلام ابو عبداللہ بڑے عارف کامل تھے۔ مگر اُنہیں اپنی والدہ محترمہ کی ولایت کی خبر نہ تھی۔ ایک وقت مکہ معظمہ میں دونوں ماں بیٹے مقیم تھے۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ ابو عبداللہ تمام شب بیداری عبادت و ریاضت میں گذاری کہ کسی وقت جمال الہی کا نظارہ ہو جائے مگر ہنوز ناکام رہے۔ اُن کی والدہ نے آواز دیکر انہیں اپنے کمرہ میں بلایا۔ عبداللہ نے ماں کے کمرہ میں قدم رکھا تو دیکھا تمام کمرہ انوار الہی سے روشن ہے۔ فوراً ماں کے قدموں میں سر رکھ قدم چومے اور کہا جہاں میں ناکام رہا وہاں آپ کی شفقت و محبت کام آئی۔ یہ ہے ایک عورت کی روحانی طاقت ایک ماں کی بے پایاں محبت۔ ماں کا تقدس۔

**حضرت سیدہ حکیمہ** دمشق کی رہنے والی تھیں۔ آپ کی ولایت کے بہت سے ولی کامل معترف تھے ان کی شاگرد رابعہ شامیہ کا بیان ہے۔ سیدہ حکیمہ کے دل میں سوائے یاد الہی و محبت الہی کے کوئی دوسرا خیال ہی نہیں آتا تھا۔ ایک دفعہ مجھ سے پوچھا تمہارا شوہر کیوں دوسری شادی کا خیال کرتا ہے جبکہ وہ خود عالم و عاقل ہے۔ دو عورتوں سے محبت کرکے پھر خدا کی محبت کے لئے بھی اس کے دلمیں جگہ ہوگی۔ تعجب اور حیرت ہے اس کی عقل پر۔ حضرت حکیمہ کی اس گفتگو کا رابعہ شامیہ پر اتنا اثر ہوا کہ اُن کے دل سے شوہر کی دوسری شادی کا ملال بالکل جاتا رہا۔ بلکہ وہ دنیا ہی سے بے تعلق ہو کر یاد الہی میں مصروف و محو رہنے لگیں

حضرت بشر حافی کی ہمعصر خاتون آمنہ شہر رملہ کی باشندہ تھیں ان کے عرفان و روحانیات کا یہ عالم تھا حضرت خود اُن کی زیارت کو آتے تھے۔ بشر حافی بیمار تھے آمنہ اُن کی عیادت کو گئیں وہاں حضرت امام حنبل بھی تشریف فرما تھے۔ آمنہ کو نہایت عزت و احترام سے بٹھایا اور اپنے لیئے دعائے مغفرت کی درخواست کی۔ آمنہ نے فوراً دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا کر امام عالی کیلئے دعا کی۔ جن کی دعا سے امام کو تسکین حاصل ہوئی۔ اللہ اللہ کیا وقت تھا کیا بات تھی کیسی بے نفس پاک باطن بیویاں تھیں مسلمانوں کا جلیل القدر امام دعائے مغفرت کا ملتجی ہوا۔ وہ عورت خدا کی جناب میں کتنی مقبول ہوگی۔ دنیائے روحانی میں کیسے ارفع و اعلیٰ مرتبہ پر پہنچی ہوگی۔

آمنہ جلیل ایسے اعلیٰ مرتبہ کی عارفہ تھیں۔ ایک مرتبہ علماء میں بحث ہوئی عارف کامل کی کیا نشانی ہے آمنہ نے کہا یہی کہ سوائے عشق الہی یا د خدا کے اس کے دل میں کسی اور بات کے لئے جگہ نہو۔ تمام علماء نے اس جواب پر تحسین و آفریں کی۔ اللہ کی ہزاروں رحمتیں ہوں ان پاک ارواح مقدسہ پر۔ ان کا مقدس نمونہ ہمارے لئے مشعل ہدایت اور چراغ راہ ثابت ہو۔ آمین ثم آمین۔

مہر النساء

# لے پالک لڑکا

(افسانہ)

(مترجمہ مسٹر مفتاح الدین ظفر بی۔ ایس سی۔ ایل ٹی)

دونوں جھونپڑے سمندر کے کنارے ایک پہاڑی کے دامن میں ایک دوسرے کے پاس پاس بنے ہوئے تھے۔ دونوں کسان اپنی اپنی بنجر زمین پر دن رات اپنے بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے محنت کرتے تھے۔ اور ہر خاندان میں چار بچے تھے۔

دونوں دروازوں کے سامنے صبح سے شام تک بچوں کا ایک گروہ کا گروہ کھیلا کرتا تھا۔ سب سے بڑے بچوں کی عمر چھ چھ سال تھی۔ اور سب سے چھوٹے صرف پندرہ پندرہ مہینے کے تھے۔

دونوں مائیں بچوں کی ٹولی میں سے اپنے اپنے بچوں کو مشکل سے تمیز کر سکتی تھیں۔ باپ بیچارے تو کچھ جانتے ہی نہ تھے۔ آٹھوں نام اُن کے دماغوں میں چکر لگاتے رہتے تھے۔ سب کے نام ایک سے تھے۔ اگر ایک بچہ ان کو بلانا ہوتا تو وہ صحیح نام مُنہ سے نکالنے سے پہلے کم از کم تین نام لے لیتے تھے۔

اشنان گھاٹ سے نکلکر یہ پہلا جھونپڑا جو نظر کے سامنے تھا اس میں ٹواچی لوگ رہتے تھے۔ ان کے تین لڑکیاں تھیں اور ایک لڑکا۔ دوسرے مکان میں ونین آباد تھے اور ان کے تین لڑکے تھے اور ایک لڑکی۔

وہ سب جوں توں کر کے آلو۔ سالن اور صاف ہوا پر گذر اوقات کرتے تھے۔ صبح سات بجے یا دوپہر کو اور پھر شام کو گھر کی عورتیں اپنے اپنے بچوں کو کھانا کھلانے کے لئے اس طرح اکٹھا کرتی تھیں جس طرح کہ مرغیوں کو دانہ ڈالنے کے لئے اکٹھا کیا جاتا ہے۔ سب بچے اپنی اپنی عمر کے لحاظ سے ایک لکڑی کی میز کے چاروں طرف بیٹھ جاتے تھے جو کثرت استعمال سے روغن کی شرمندۂ احسان نہ رہی تھی۔ سب سے چھوٹے بچے کا منہ مشکل سے میز کی سطح تک پہنچ سکتا تھا۔ ان کے سامنے روٹی کے ٹکڑوں سے بھرا ہوا ایک بڑا پیالہ رکھا جاتا تھا۔ روٹیاں پانی میں بھیگی ہوتی تھیں۔ جن میں آلو ابال لئے جاتے تھے۔ بچوں کی پوری قطار کھانا کھاتی تھی یہاں تک کہ اُن کا پیٹ بھر جاتا تھا۔ ماں خود سب سے چھوٹے بچے کو اپنے ہاتھ سے کھلاتی تھی اتوار کے دن تھوڑا سا بُھنا ہوا گوشت ان کے لئے نعمت ہوتا تھا۔ اس دن بچوں کا باپ غیر معمولی طور پر زیادہ دیر تک میز پر بیٹھا رہتا تھا اور کہتا رہتا تھا۔ "کاش یہ چیز ہمکو روزانہ کھانے کو مل جایا کرتی۔"

ایک دن دوپہر کو اگست کے مہینہ میں اچانک ایک گاڑی جھونپڑوں کے سامنے رکی۔ اور ایک نوجوان عورت نے جو گاڑی چلا رہی تھی اپنے برابر بیٹھے ہوئے آدمی سے کہا۔ "ہنری دیکھو۔ ان بچوں کو دیکھو کیسے خوبصورت ہیں۔ ریت میں کیسے کھیل رہے ہیں۔" آدمی نے اس کا جواب کچھ نہ دیا۔ وہ اس قسم کے تعریفی کلمات سننے کا عادی تھا۔ ان کو سُنکر اس کی روح کو صدمہ ہوتا تھا۔ نوجوان عورت کہتی رہی۔ "میں ان کو پیار کروں گی۔ کاش میرے بھی کوئی بچہ ہوتا۔ ویسا۔ اس چھوٹے ننھے بچے کی طرح۔" گاڑی سے کود کر وہ بچوں کی طرف دوڑ گئی اور ان میں سب سے چھوٹے بچے کو جو ٹواچی بچہ تھا اپنے گود میں اُٹھا لیا اور اس کے میلے کچیلے گالوں پر خوب پیار کیا۔ مٹی میں بھرے ہوئے گندے بالوں کو چوم لیا۔ اور اس کے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کو جن سے وہ اس لاڈ پیار سے بچنے کے لیئے بہت جدوجہد کر رہا تھا اس نے آنکھوں سے لگا لیا۔ پھر وہ گاڑی میں جا بیٹھی اور سُبک رفتار سے گاڑی ہٹائے گئی۔

دوسرے ہفتہ وہ پھر واپس آئی اور زمین پر بیٹھ کر ننھے بچہ کو اپنی گود میں لے لیا اس کو بہت سے کیک دیئے۔ دوسرے بچوں میں مٹھائی تقسیم کی۔ اور ایک چھوٹی سی لڑکی کی طرح ان سے کھیلتی رہی۔ اس کا شوہر بہت صبر کے ساتھ گاڑی میں اس کا انتظار کرتا رہا۔

وہ پھر آئی اس نے بچوں کے والدین سے ملاقات پیدا کی اور اس کے بعد روزانہ آتی رہی اور اپنی جیبوں کو اچھی اچھی چیزوں سے اور بہت سے پیسوں سے بھر کر لاتی رہی۔ عورت کا نام بیگم ہنری تھا۔

ایک دن صبح کو وہ لوگ آئے۔ اس کا شوہر بھی گاڑی سے اترا اور بچوں سے جو ان سے خوب مانوس ہو گئے تھے بات کئے بغیر وہ کسان کے جھونپڑے میں پہنچے۔ وہ دونوں آگ کے واسطے لکڑیاں کاٹنے میں مصروف تھے۔ ان کو دیکھ کر حیرت میں کھڑے ہو گئے۔ کرسیاں لائے اور پریشان ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ تب عورت نے ایک رک رک کر کانپتی ہوئی آواز میں کہنا شروع کیا۔ "میرے اچھے لوگو۔ میں تم سے ملنے آئی ہوں۔ کیونکہ میں۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔ چاہتی ہوں۔۔۔۔۔ میرا مطلب یہ ہے۔۔۔۔ کہ تم مجھے اپنا چھوٹا لڑکا دیدو۔"

دیہاتی لوگ ششدر و حیران ہو کر کچھ جواب نہ دے سکے۔ وہ سانس لیکر کہتی رہی۔

"ہم دونوں۔ میں اور میرا شوہر تنہا ہیں۔ ہم بچہ کو پالیں گے۔ کہو راضی ہو!"

کسان عورت اب بات سمجھی۔ اس نے دریافت کیا۔ "تم لوگ چارلو کو ہمارے پاس سے لیجانا چاہتے ہو" نہیں ایسا نہ ہوگا۔"

تب مسٹر ہنری نے بیچ میں کہا۔ "میری بیوی اپنا مطلب صاف بیان نہ کر سکی۔ ہم اس بچہ کو لیکر پالنا چاہتے ہیں۔ لیکن وہ آپ لوگوں سے ملنے آیا کرے گا۔ اگر وہ بڑا ہو کر نیک ہوگا تو بلاشبہ ہمارا وارث ہوگا۔ اگر اتفاق سے ہمارے کوئی بچہ ہو گیا تو وراثت میں برابر کا حقدار ہوگا۔ لیکن اگر وہ ہماری توجہات سے فیضیاب ہوا ہم اس کو بالغ ہونے پر بیس ہزار فرانک کی ایک رقم دیدیں گے۔ اور یہ رقم ہم اسی وقت اس کے نام سے کسی بنک میں جمع کرا دیں گے۔ آپ کے متعلق بھی ہم نے سوچ لیا ہے کہ ہم زندگی بھر سو فرانک ماہوار وظیفہ دیتے رہیں گے۔ آپ لوگ سمجھ گئے!"

عورت غصہ میں بھر کر کھڑی ہو گئی۔ "تم چاہتے ہو کہ میں چارلو کو تمہارے ہاتھ بیچ دوں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ ایک ماں ایسا کام کبھی نہیں کر سکتی۔ یہ سراسر زیادتی ہے۔" اس کا شوہر سنجیدہ اور خاموش رہا۔ لیکن اپنے سر کی پیہم جنبشوں میں اپنی بیوی کی ہاں میں ہاں ملاتا رہا۔

بیگم ہنری رونے لگی اور آنسوؤں کی ڈوبی ہوئی آواز میں جو اس بچہ کی آواز سے مشابہ تھی جس کو اپنی ہر خواہش پوری کرانے کی عادت ہو۔ لڑکھڑاتے ہوئے کہا۔ "ہنری وہ بچہ نہ دیں گے نہ دیں گے"

تب شوہر نے ایک آخری کوشش کی۔ "لیکن میرے دوستو ذرا سوچو تو۔ بچہ کے مستقبل کے متعلق اسکی خوشی کے متعلق اور۔۔۔"

لیکن کسان عورت نے چیں بجبیں ہو کر ترش روئی سے کہا۔ "ہاں ہم نے سب سوچ لیا ہے۔ ہم لوگ سب سمجھ گئے۔ آپ لوگ تشریف لے جائیے۔ ہمارا بچہ لینے آئے ہیں۔ !!!"

بیگم ہنری کو اب یاد آیا کہ چھوٹے بچے دو تھے اور اس نے اپنے آنسوؤں میں ایک ناکام اور مایوس انداز سے دریافت کیا "اچھا دوسرا چھوٹا بچہ کس کا ہے؟" کسان نے جواب دیا۔ "وہ ہمارے پڑوسیوں کا ہے۔ اگر تم چاہو تو ان کے پاس چلے جاؤ"

اس کے بعد وہ اپنے گھر چلا آیا جہاں اس کی بیوی اب تک خفگی میں بڑبڑا رہی تھیں۔

ولین لوگ کھانا کھانے بیٹھے ہی تھے۔ اور آہستہ آہستہ روٹی کے ٹکڑے کفایت شعاری سے تھوڑا تھوڑا مکھن لگا کر کھا رہے تھے۔ بیگم ہنری نے فوراً اپنا مقصد بیان کرنا شروع کر دیا۔ لیکن اس مرتبہ اس کا مدعا زیادہ واضح تھا۔ اس کا طرز گفتگو ممتاز تھا اور ایک بڑے مقرر کی طرح تمام عیوب سے پاک۔

دونوں دیہاتیوں نے اپنے اپنے سر ہلائے۔ اس طرح ہلائے جیسے وہ انکار کر رہے ہوں۔ لیکن جب انہوں نے

سنا کہ ان کو سو فرانک ماہوار ملیں گے وہ معاملہ پر پھر سے غور کرنے لگے اور حیران پریشان ایک دوسرے سے صلاح مشورہ کرنے لگے۔
دونوں بہت دیر تک خاموشیوں میں ڈوبے رہے۔ پریشانی کے عالم میں۔ پس وپیش کی حالت میں آخر کار عورت نے دریافت کیا "کیوں جی تم کیا کہتے ہو"؟ آدمی نے ایک بھاری آواز میں جواب دیا۔ "میرا خیال ہے کہ ہم کو اسے ٹھکرانا نہ چاہیئے۔"
بیگم ہنری نے بیم و یاس کی حالت میں کپکپاتے ہوئے بچہ کے مستقبل کے متعلق ذکر کرنا شروع کیا۔ "اس کا مستقبل کس قدر خوش کن ہے۔ وہ کس قدر روپیہ اُن کو اس زمانہ میں دے سکتا ہے۔"
کسان نے دریافت کیا۔ "یہ سو فرانک والا وظیفہ، کیا تم کسی وکیل کے سامنے دینے کا اقرار کرو گے۔"
مسٹر ہنری نے جواب دیا۔ "یقیناً اور تم لوگ کل ہی اس کے حقدار ہو جاؤ گے۔"
عورت جو اس مسئلہ پر غور کر رہی تھی کہنے لگی "سو فرانک ماہوار بچہ سے جدا ہونے کے صلہ میں کافی نہیں ہیں۔ بچہ کچھ ہی عرصہ میں کمانے کے لائق ہو جائیگا۔ ہم کو ایک سو بیس فرانک ماہوار ملنا چاہیئے۔
بیگم ہنری نے اپنا پیر بے صبری سے زمین پر مارتے ہوئے اس کی درخواست فوراً منظور کر لی اور چونکہ وہ بچہ کو اپنے ساتھ ہی لیجانا چاہتی تھی اس نے سو فرانک مزید بطور انعام کے فوراً ادا کر دیئے۔ اس کے شوہر نے ایک اقرار نامہ لکھا۔ اور اس کے بعد نوجوان عورت خوش و خرم اپنے چیختے چلاتے شکار کو وہاں سے لیکر چلدی۔
ٹواچی لوگ اپنے دروازہ سے سب کچھ دیکھتے رہے۔ وہ خاموش تھے۔ سکوت کے عالم میں تھے اور غالباً اپنے انکار پر متاسف۔
اس کے بعد چھوٹے جین ویلن کے متعلق کچھ سننے میں نہ آیا۔ اس کے والدین ہر مہینے وکیل کے پاس اپنے ایک سو بیس فرانک وصول کرنے پہنچ جایا کرتے تھے۔ ان کے اپنے پڑوسیوں سے جھگڑا ہو گیا تھا کیونکہ ٹواچی بچوں کی ماں نے ان کو سب لوگوں میں ذلیل کیا تھا۔ اور وہ دروازہ دروازہ کہتی پھرتی تھی۔ "دیکھو کیسی ڈائن ماں ہے۔ اپنا بچہ بیچ دیا۔ چھی چھی چھی تف ہے۔ لعنت ہے۔ بعض وقت وہ چارلو کو اپنی گود میں لے لیتی اور ان لوگوں کو چھیڑنے کے لئے زور زور سے کہتی۔ گویا کہ بچہ اس کی تمام باتوں کو سمجھ رہا ہے۔ "میں نے تجھ کو فروخت نہ کیا۔ اُن کے ہاتھ نہ بیچا۔ میرے پیارے بچے۔ میں امیر نہیں ہوں۔ لیکن اپنے بچوں کو فروخت نہیں کرتی ہوں۔"
ویلن لوگ اپنے وظیفہ کے سہارے خوب آرام سے زندگی گذارنے لگے۔ یہی وجہ تھی کہ ٹواچی لوگ ان سے اور بھی زیادہ جلنے لگے۔ کیونکہ اب تک وہ بہت غریب تھے۔ ان کا سب سے بڑا لڑکا ان کو چھوڑ کر چلا گیا اور فوج میں بھرتی ہو گیا صرف چارلو ہی اپنے بوڑھے باپ کے ساتھ محنت کرنے اور اپنی ماں اور دو چھوٹی بہنوں کو پیٹ پالنے کے لئے رہ گیا۔ اس کی عمر اکیس سال کی ہو گئی تھی۔ ایک دن صبح کو ایک شاندار گاڑی دونوں جھونپڑوں کے سامنے آ کر رکی۔ ایک نوجوان جس کی گھڑی میں سونے کی زنجیر لگی تھی۔ گاڑی سے اترا۔ اور ایک بوڑھی سفید بال والی عورت کو گاڑی سے اتارنے کے لئے اپنا ہاتھ دیا۔ بوڑھی عورت نے اس سے کہا: "دیکھ بیٹا۔ وہ لوگ وہاں رہتے ہیں۔ اس دوسرے مکان میں۔" اور وہ ویلن لوگوں کے مکان میں داخل ہوا۔ گویا وہ اسی کا گھر ہے۔ بوڑھی ماں اپنے کپڑے دہو رہی تھی۔ ضعیف باپ ایک کونے میں اونگھ رہا تھا۔ دونوں نے اپنی گردنیں اٹھائیں اور نوجوان نے کہا۔ "ابا سلام۔ اماں۔ سلام۔" وہ دونوں کھڑے ہو گئے۔ وحشت میں خوف زدہ ہو کر۔ پریشانی سے عورت کے ہاتھ سے صابن پانی میں گر پڑا۔ پھر وہ رک رک کر کہنے لگی "ارے تو ہے! میرے بچے تو ہے میرے بچے ——" وہ اپنی ماں سے چمٹ گیا اور کہتا رہا۔ "اماں تو اچھی ہے۔" بوڑھے آدمی نے کانپتے ہوئے ایک سکون کے لہجہ میں جو فضا میں تیرتا ہوا ہوا معلوم ہوتا تھا کہا۔ "جین تو آ گیا۔" اسے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مہینہ بھر ہی ہوا ہے جب وہ ان سے الگ ہوا تھا۔ تھوڑی کے بعد جب سب لوگ ایک دوسرے سے مانوس ہو گئے

بوڑھے والدین نے خواہش ظاہر کی کہ وہ اپنے لڑکے کو محلہ میں لے جائیں اور سب کو دکھائیں ۔ وہ اس کو مکھیا کے پاس لے گئے ۔ زمیندار کے یہاں لے گئے ۔ پادری کے یہاں لے گئے اور سکول کے مدرس کے پاس لے گئے ۔

چارلوتے اپنے جھونپڑے کی دہلیز پر کھڑے ہوئے اسے گذرتے ہوئے دیکھا ۔ شام کو کھانے پر اس نے اپنے اپنے بوڑھے والدین سے کہا ۔ "آپ لوگوں نے غلطی کی کہ ویلن لڑکے کو جانے دیا ۔"

ماں نے ترشروئی سے کہا " میں اپنے بچہ کو نہیں بیچتی ۔" باپ خاموش رہا ۔ لڑکا کہتا رہا ۔ " میرے مستقبل کا اس قدر بے دردی کے ساتھ خون کیا گیا ۔ افسوس ! " تب اس کے باپ نے خفگی سے کہا ۔ " ہم کو اپنے پاس رکھنے کا یہ صلہ دیتا ہے ؟ " اور نوجوان نے چیں بجبیں ہو کر کہا ۔ " ہاں مجھے آپ لوگوں کی اس غلطی پر افسوس ہے آپ کا اس قدر پیار میری بدنصیبی کا باعث ہوا ۔ دل چاہتا ہے کہ میں آپ لوگوں کو چھوڑ بھاگوں ۔ "

بوڑھی عورت نے اپنی رکابی پر آنسو بہانے شروع کر دیئے ۔ وہ شوربے سے بھرے چمچہ اپنے منہ میں ڈالتی جاتی تھی اور روتی جاتی تھی ۔ " اپنے بچوں کی پرورش میں جان تک بھی لگا دو اور پھر ——— "

تب لڑکے نے سختی سے کہا " جس حالت میں اب ہوں اس سے بہتر تھا کہ میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا ۔ جب میں نے اس لڑکے کو دیکھا میرا دل مضطرب ہو گیا ۔ میں نے اپنے دل میں کہا ۔ دیکھو میں اب تک کیا ہو گیا ہوتا ۔ "

وہ اُٹھ کھڑا ہوا " میں اب یہاں رہنا پسند نہیں کرتا ۔ میرے یہاں رہنے سے آپ لوگوں کو تکلیف ہی تکلیف ہوگی ۔ آپ کی غلطی میں کبھی نہ بھول سکونگا ۔ "

دونوں بوڑھے خاموش تھے ۔ نگاہیں جھکی ہوئی ۔ مگر آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی ۔ وہ کہتا رہا " نہیں ۔ پسند کرتا نہیں میں اب جاتا ہوں ۔ میں کہیں اور جا کر کھا کماؤں گا ۔ "

اس نے دروازہ کھولا ۔ دروازے پر کچھ آوازوں کا شور سنائی دیا ۔ ویلن لوگ اپنے بچہ کی واپسی پر خوشیاں منا رہے تھے ! ! "

(ترجمہ از موپاسا)



# جوہر نسواں کے متعلق

رسالہ اردو اورنگ آباد دکن کی رائے :- یہ ماہانہ رسالہ خاتون مرحومہ کی یادگار میں نکالا گیا ہے ۔ تینوں اڈیٹر (عذیر فاطمہ ۔ آمنہ ناز خدیجہ بانو) تالیف و تحریر کے کام میں نام پا چکی ہیں ۔ مختلف قسم کی زنانہ دستکاریوں کو الگ الگ حصے کرکے اور نقشے اور نمونے بڑی خوبی سے سمجھایا جاتا ہے ۔ لڑکیوں کے لئے اس سے بہتر رسالہ نہیں ہو سکتا

اخبار زمزم القرنین بدایوں کی رائے :- جوہر نسواں کی خوبیوں اور مضامین کے فواید کا یقین دلانے کے لئے اڈیٹر عصمت کا نام کافی ضمانت ہے ۔ رسالہ کا ٹائیٹل پیج کئی رنگوں سے رنگین اور نہایت خوشنما ہے ۔ مضامین کے اعتبار سے اس کو زنانہ دستکاری کا مجموعہ بالکل بجا کہا گیا ہے ۔ مضامین نہایت مفید اور کار آمد ہیں

# چھتیس گڑھ کی شادی

منگنی کے وقت ایک سات ہاتھ کی دیسی ساری جس کو کپڑا کہتے ہیں لڑکی کو آکر پہناتے ہیں اور دو چار آنے کی چوڑی اور چار آنے لڑکی کے ہاتھ میں دیدیتے ہیں۔ اگر امیر ہیں تو ایک روپیہ دیتے ہیں۔ سسرال سے جتنے مرد آتے ہیں لڑکی اُن کے پیر پڑتی ہے۔ کسی سے پردہ نہیں کرتی۔ منگنی والدین کی پسند سے نہیں ہوتی ہے بلکہ اُن کا جو مکھیا ہوتا ہے اس کے اختیار میں ہوتا ہے جس سے چاہے کرے۔

شادی کی مقررہ تاریخ سے دو تین دن پہلے لڑکے والے کچھ مٹی کی ہنڈیاں اور کچھ ٹوکریاں وپنکھا لاتے ہیں اور اس روز سے دولہا دلہن کو تیل وہلدی چڑھایا جاتا ہے اور پھر لڑکے والے آکر لڑکی کو ایک نئی ساری پہنا کر لے جاتے ہیں اُنکو اسی ہنڈیا میں دال چاول پکا کر کھلاتے ہیں اور ایک آدھ بکری یا گائے بھیج دیتے ہیں اور وہ اپنے گھر لے جا کر بھانور پھراتے ہیں اور اپنے عزیز وکل ذات کو دال چاول کی دعوت دیتے ہیں اور کوئی بڑا آدمی ہو تو ایک بکرا ضرور دیتا ہے اور شراب پلائی جاتی ہے۔ اس کے بعد لڑکی اپنے والدین کے گھر آجاتی ہے اور ایک سال یا دو تین سال تک اقرار ہوتا ہے کہ جب ہم اس کی بھٹونی کریں گے۔ اُن کے یہاں ناچ گانا بہت ہوتا ہے یہاں تک کہ کل عزیز اور دلہن کے والدین بھی دلہن کو گود میں لیکر اور ایک ٹوکری ہاتھ میں لیکر ناچتے ہیں اور بھٹونی کے وقت والدین لڑکی کو ایک ساری اور ایک بانس کا پٹارا۔ اس کو وہ جھاپی کہتے ہیں اور ایک ہنڈیا میں پکوان۔ یعنی چاول کی پوریاں۔ اُرد کے بڑے۔ تیل۔ کنگی۔ سیندور۔ ٹکلی وغیرہ دیکر رخصت کر دیتے ہیں۔ دولہا دلہن کی کوئی پہچان نہیں ہے صرف اس سے پہچان سکتے ہیں کہ دولہا کے کاندھے کے کپڑے سے دلہن کی ساری کا کونا بندھا ہوتا ہے۔ دلہن خوشی خوشی پیدل منھ کھولے چلی جاتی ہے۔ چاہے کتنے ہی بڑے گھر کی کیوں نہ ہو اگر دلہن بھٹونی سے قبل یا بعد دوسرے کے گھر بھاگ جائے تو یہ شادی کرنے والا اپنی بھاوٹ مانگے گا۔ یعنی جو روپیہ شادی میں صرف ہوا ہوگا وہ مکھیا ٹھہرادے وہ روپیہ جس کے ہاں جاویگی ادا کرے گا اور ایک ساری اور چوڑی پہنا کر گھر رکھ لیگا اور اُسکا دوسرا مرد کچھ جھگڑا نہیں کر سکتا۔ اور اس کی مرضی ہوگی تو وہ اپنے پہلے بھاتا کے گھر چلی جاویگی تو وہ اس کو خوشی سے رکھ لیگا۔ چاہے اس کی کتنی ہی بیویاں اور کتنے ہی بچے کیوں نہ ہوں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ یہاں پر ہر ایک اپنے لئے خود کماتا ہے صرف اتنا ہوگا کہ وہ اگر کسی دوسری ذات والے کے گھر گئی تھی تو اس کو اپنی ذات والوں کو بھات دینا ہوگا جب ذات میں مل جاویں گے۔ اور اگر وہ ذات والوں کے یہاں گئی تھی تو کچھ نہیں کرنا پڑتا۔ یہ حال یہاں پر غریب سے لیکر کتنا ہی مال دار کیوں نہ ہو سب کا ہے۔ یہاں پر ہر مرد کی کئی کئی عورتیں ہوتی ہیں اور ہر عورت کے کئی مرد۔ اور اگر پوچھو تو بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ میں نے اس شخص سے چوڑیاں پہنی ہیں۔ اور مرد کہے گا کہ میں نے اس کو چوڑیاں پہنائی ہیں۔ کوئی بری بات نہیں مانی جاتی۔

م۔ ق بنت ارتضیٰ حسین جعفری

# خسرو کا ہندی کلام

(از جناب ڈاکٹر اعظم کریوی مصنف ہندی شاعری)

## پہیلیاں

(معمے۔ جن کا مطلب صاف نہیں۔ حل کرنیکی ضرورت ہے)

اک ترور کا پھل ہے ترّ   پہلے ناری پیچھے نرّ
وا پھل کی یہ دیکھ چال   باہر کھال اور بھیتر بال
(۱) بھٹا

آگے آگے بہنا آئی   پیچھے پیچھے بھیّا
دانت نکالے بابا آئے   برقع اوڑھے بھیّا
(۲) بھٹا

بانس بریلی سے اک ناری   آئی اپنے بند کٹاری
پی کچھ اسکے کان میں پھونکے   بولی سن و پی کے منھ کے
آہ پیا یہ کیسی کینی   آگ برہ کی بھڑکا دینی
(۳) بانسری

ایک نار نے اچرج کیا   سانپ مار پنجرے میں دیا
جیوں جیوں سانپ تال کو کھائے   تال سوکھ سانپ مر جائے
(۴) چراغ کی بتی

ہے وہ ناری سندر نار   نار نہیں پر ہے وہ نار
دور سے سب کو چھب دکھلائے   ہاتھ کسی کے کبھو نہ آئے
(۵) بجلی

بھانت بھانت کی دیکھی ناری   نیر بھری ہر گوری کالی
اوپر بسیں اور جگ دھاویں   رکھچا کرے جب نیر بہاویں
(۶) بادل

ایک نار رنو رنگی چنگی   وہ بھی نار کہاوے
بھانت بھانت کے کپڑے پہنے   لوگوں کو ترساوے
(۷) بادل

ایک اچنبھا دیکھ چل   سوکھی لکڑی پھل
جو کوئی اس پھل کو کھاوے   پیڑ چھوڑ کہیں ورنہ جاوے
(۸) برچھی

سر پر جٹا گلے میں جھولی   کسی گرو کا چیلا ہے
بھر بھر جھولی گھر کو دھاوے   اس کا نام پہیلی ہے
(۹) بھٹا

ایک گاؤں میں صدہا کنوئیں   کنوئیں کنوئیں پنہار
مورکھ تو جانتے نہیں   چترا کرے بچار
(۱۰) بر کا چھتہ

شیام برن پیتمبر کاندھے   مرلی دھرے نہ ہوئے
بن مرلی وہ ناد کرت ہے   برلا بوجھے کوئے
(۱۱) بھونرا

اچرج (عجیب) بنگلہ ایک بنایا   اوپر نیو تلے گھر چھایا
بانس نہ بلی بندھن گھنے   کہ خسرو گھر کیسے بنے
(۱۲) بے کا گھونسلا

آج گل و برگ مخملی کی بیلیں بیحد دل آویز اور دلفریب بن رہی ہیں - جدید اختراع مختلف اقسام کے گلہائے قدرتی کے نقلی پھول ۔ پیاری پیاری رنگت ۔ دلکش طرزِ مغربی بہنوں کی عقل ذکا اور ہنر و کمال کو دیکھ دیکھ کر بے اختیار صدائے آفرین نکلتی ہے ۔ ایک وہ بھی ہیں کہ آسمان صنعت پر آفتاب کمال بنکر سارے عالم کو منور کر رہے ہیں ۔ ایک ہم ہیں کہ ظلمت پستی سے اُبھرنے و تلاش راہ عروج کے لئے بھی ہم میں حس و حرکت نہیں

---

صنعت و حرفت کے مغربی چمن کو دیکھئے ۔

گلاب ۔ غنچہ گلاب مع برگ ۔ انگوری خوشہ ۔ تیتری ۔ پینازی ۔ ڈائلٹ آسٹر ۔ فرگٹ می ناٹ ۔ تقریباً ہر قسم کے مغربی پھولوں کی بعینہ نقل ۔ گویا ایک تختۂ گلعذار پیش نظر کھلا ہوا ہے ۔ دل تو یہی چاہتا ہے کہ سب ہی سمیٹ لوں ۔ لیکن گراں قیمتیں صرف انتخاب پر قانع کر رہی ہیں ۔ یہ سب قسم اعلیٰ ہیں جن کی قیمت فی درجن آٹھ آنے سے پانچ روپے تک ہے ۔

مگر عموماً فی ڈبیہ دو ڈھائی روپے والے پھول پتے بکثرت استعمال کئے جاتے ہیں ۔ فی ڈبیہ آٹھ گزی فیتہ کے لئے کافی ہوتا ہے ۔

(۱) فیتہ ساٹن ۸ گزی ۱ (۲) پھول مخملی ڈبیہ ۱ (۳) اسٹار سلک کھپر کی (۴) بٹا ہوا کلابتون نقرئی بنڈل ۱ (۵) رنگین چمکدار سلمہ گلابی تولہ ۱ (۶) رنگین چمکدار سلمہ کاسنی ۱ تولہ (۷) رنگین چمکدار سلمہ فیروزی ۱ تولہ موتی مختلف ۴ ۔ شکوبھی پھول تولہ ۱ ۔
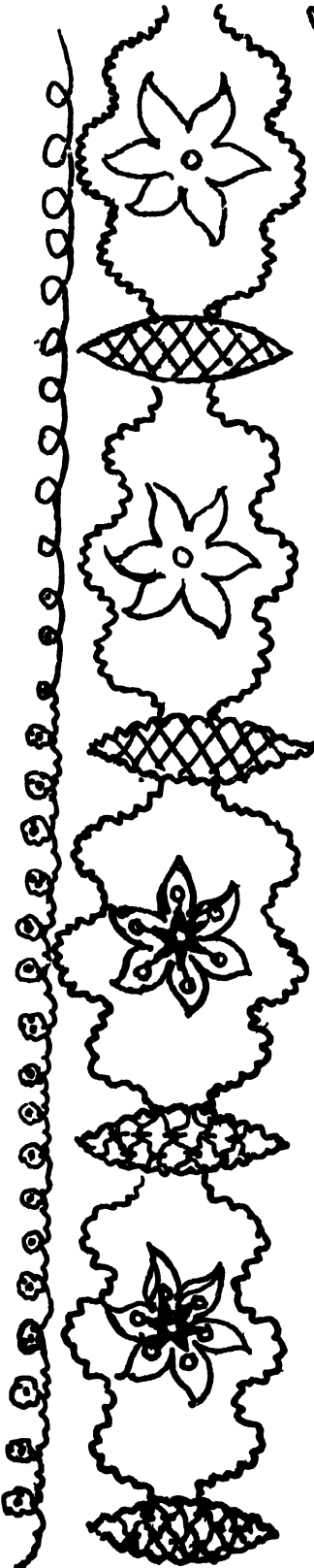
یہ بیل ان ہی پھولوں کی موزونیت کے لحاظ سے بنائی گئی ہے۔ نقشہ چنداں دقت طلب نہیں

(۱) ابتدا پھولوں کو ہم رنگ تاگے سے ٹانک لیجئے۔ وسط میں زرہ گل کے بجائے نوکدار شکوئیں لگا کر ہر پھکڑی میں چوتھائی انچ نقرئی سلمہ سوئی میں پرو اسی مقام پر سوئی لیجئے۔ گول حلقہ بن جائے گا۔ ایک ٹانکا لگا کر حلقہ کو مستحکم کر دیجئے۔

(۲) پھولوں کے دونوں جانب جو جالی نظر آرہی ہے رنگ آمیز سبز اسٹار سلک سے بنائی مابعد جالی ہے۔ ہر جوڑ پر ایک ایک ٹانکا لگا دیجئے تاکہ ریشمی تاریں متحرک نہ ہو جائیں۔

(۳) پھولوں کے دونوں جانب اور جالی کے اطراف رنگین چمکدار سلمہ دوہرے تاگے میں پرو کر گجائی کے مانند اکہری تاگے سے مہین مہین ٹانکے لگا دیجئے۔

اب باقی رہا بالائی حصہ۔ بٹی ہوئی کلابتون اسی حلقہ نما لہر سے پھر ٹانک کر وسطی نقشوں پر مختلف رنگ کے چمکدار موتی فرداً فرداً لگا دیجئے۔

خدیجہ بائی
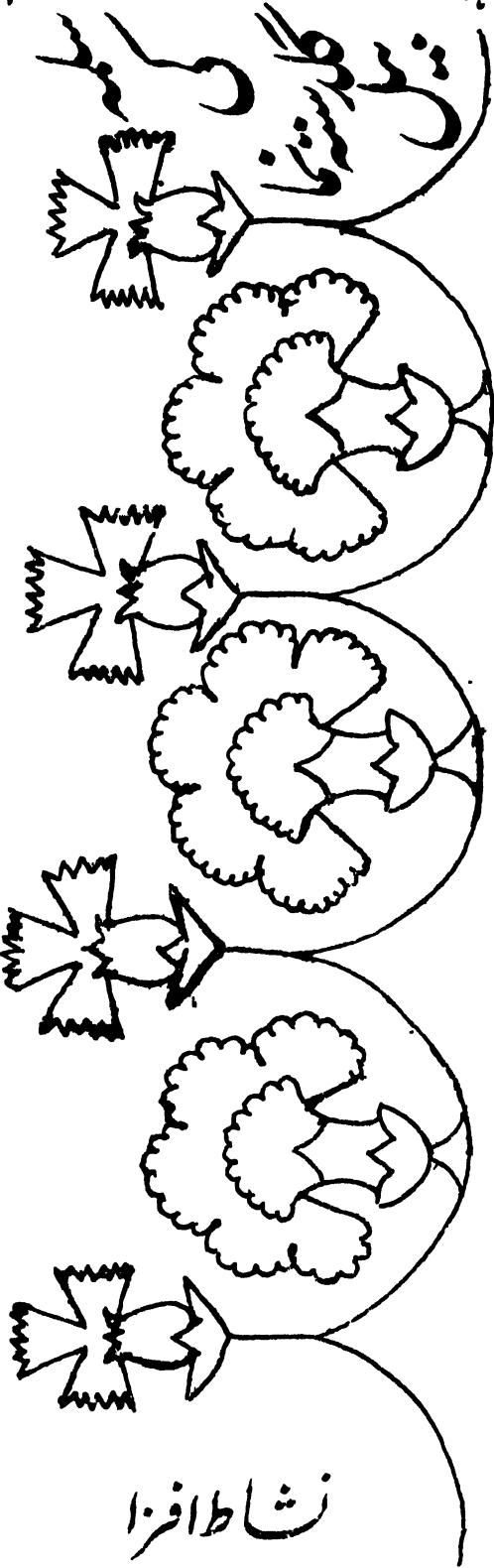
نشاط افزا

# کروشیا میں مرغ و سورج
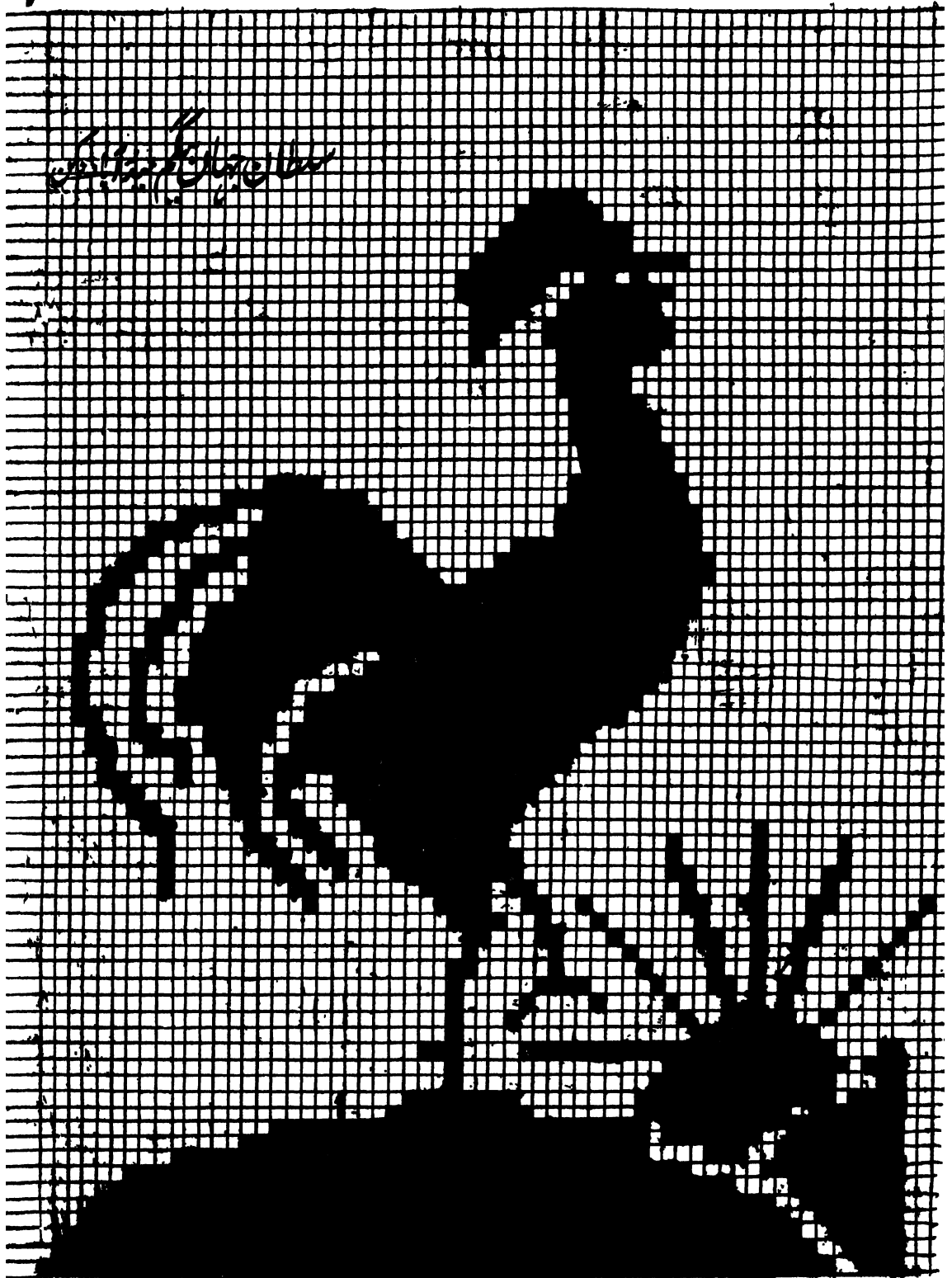
# خانہ داری

**چہرہ کی اصلاح** جن کے دہن بڑے ہوں اگر ہونٹوں پر گہرے رنگ کا لاکھا استعمال کریں تو وہ چھوٹے معلوم ہونے لگیں گے اور برعکس حالت میں برعکس طریقہ اختیار کیا جائے۔ ہونٹوں کو ذرا بڑا دکھانا ہو تو لاکھا باچھوں تک لگائیں ورنہ وہاں تک نہ لگایا کریں۔ نیچے کے ہونٹ میں بھی نہ لگایا جائے تاوقتیکہ ضرورت سے مجبور ہونا پڑے۔ چہرہ بہت چھوٹا ہو تو روز رخسار کی ہڈیوں پر خوب ہاتھ سے لگایا جائے۔ اگر چہرا بڑا ہو تو ناک کے قریب تر لگایا جائے۔ ٹھوڑی دبتی ہو تو اس پر بھی کافی لگایا جائے اس سے وہ نمایاں رہیگی۔ آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے ہوں تو آنکھ کا ہلکا پوڈر Eye-Shadow ہلکا ہلکا پپوٹوں پر لگائیں۔ تھکن کا اثر چہرہ سے مترشح ہونا بند ہو جائے گا۔ اس کا رنگ وہ نہ ہو جو عموماً آنکھوں کا رنگ بھڑک دار کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے بلکہ وہی رنگ ہونا چاہیئے جو آنکھوں کے حلقوں کا ہو۔ اگر رخساروں پر سرخی پیدا ہو جائے جو خواہ سرد ہواؤں سے یا خراب پانی یا کسی جلدی بیماری سے ہو تو جب تک یہ شکایت باقی رہے اُسی رنگ کا روژ استعمال کریں اور تندرستی کی حالت میں کپڑوں کے رنگ کے مطابق ہلکا یا گہرا جیسا مناسب معلوم دے استعمال کیا جایگا۔ ان تجربوں کے لئے تین رنگ کے روژ رکھنے چاہئیں۔ زردی مائل سرخ۔ خالص قرمزی اور رس بھری جس میں تھوڑا سا نیل ملا ہوا ہو۔
Pale scarlet, Pure crimson, Framboise with a little blue

**ہاتھ کی آرائش** جس قدر گرم روغن زیتون برداشت ہو سکے اس میں پانچ منٹ ہاتھوں کو ڈبوئیں۔ پھر شیر گرم پانی سے دھو ڈالیں۔ صابن کی جگہ جئی کا آٹا اور لیموں کا رس استعمال کریں پھر نرم تولیہ سے بااحتیاط اُنہیں خشک کرلیں۔ پھر ناخنوں پر ان کا تیل Cuticle Oil لگائیں اور ہاتھوں پر کریم چپڑ دیں۔ سنگھار خانوں میں لیموں کی کریم لگائی جاتی ہے۔ لیکن کسی اچھی کولڈ کریم لیموں کے رس کی چند بوندیں ملانے سے بھی یہ مطلب حاصل ہو جاتا ہے۔ اب پوروں کے سروں سے کلائی تک مالش کریں اور ہر انگلی کو سرے سے جڑ تک دباتے جائیں۔ حرکت نیچے کی طرف گول صورت میں رکھیں۔ ہر جوڑ کو ہلا دیں تاکہ آسانی سے ہل جل سکے۔ جب تک کریم جذب نہ ہو مالش جاری رکھیں۔ اب نصف پیالی میں باداموں کا سفوف بورکس ایسڈ کے ساتھ اس طرح گوندھیں کہ گاڑھی لئی ہو جائے۔ اسے ہاتھوں پر دس منٹ تک پھیلائے رکھیں اور وقت کافی ہو تو زیادہ دیر رکھیں۔ بعد میں گرم پانی سے تھپ تھپا کے خشک کر دیں۔ اب جلد تاپنے والی دوا چھڑک دیں ہاتھ ریشم سے ملائم ہو جائیں گے۔ چہرہ اور گردن کے سنگھار کے ساتھ ہاتھوں کو کبھی نظر انداز نہ کریں۔ ہاتھوں کی بہترین پوڈر کریم میں ملا کر طاقت دینے والی دوا Skin tonic کے چند قطرے ہموار طریقہ سے ہاتھوں اور کلائیوں پر مل دیں۔ ہاتھوں پر دلفریب آب آجائے گی جو مخمل کو شرمائے گی۔ اُڑ جانے والی کریم Vanishing cream بھی لگائی جا سکتی ہے۔ جس کے بعد زردی مائل سرخ پوڈر چھڑکا جائے گا۔ گو اس سے کوئی خاص خوشنمائی نہ آئے گی۔ خون کے ناقص دوران کی وجہ سے ہاتھ اگر غیر موزوں طور سے سرخ

ہوں تو زردی مائل Pale green سبز بنیادی کریم Green foundation cream
پر سبز پوڈر لگائیں۔ ہاتھوں پر غیر معمولی سفیدی آجائے گی خاصکر مصنوعی روشنی میں اس سے آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی۔

### رعنائی کے مشورے

گرمیوں میں حسن پژمردہ ہو جاتا ہے لیکن خوراک ورزش نیند اور جلد کی معقول صفائی سے گرمی میں حسن کا پھول کمہلانے سے روکا جا سکتا ہے۔ خوراک کوئی بھی ہو۔ ایسی ہو جس سے دل خوش ہو۔ اسے چبا چبا کے کھانا چاہیئے۔ ہر روز سنگترہ یا لیموں کا ایک گلاس۔ ترکاری کا خالص شوربہ ۱½ پاؤ اور ۲ پاؤ پانی پینا چاہیئے۔ صبح کو بیس دفعہ پاؤں کے انگوٹھے چھونے چاہئیں۔ عورتوں کے لئے یہ ورزش بیحد مفید ہے وہ اپنے خاص امراض سے بچی رہتی ہیں۔ کھلی کھڑکی کے سامنے دو مرتبہ پانچ منٹ تک گہرے سانس لینے چاہئیں۔ پورے آٹھ گھنٹے نیند لیتی چاہیئے۔ تکیہ ذرا اونچا ہو۔ بستر ایسا ہو جو کروٹوں سے سمٹنے نہ پائے۔ سوتے وقت کریم سے جسم کو صاف کرکے صابن اور گرم پانی سے دھو لینا چاہیئے۔ صبح کو چہرہ نکھار دینا Complexion milk سے چہرہ میں تازگی پیدا کی جائے۔ دن میں بادام روغن یا کوئی جلدی غذا تھپک تھپک کے چہرہ پر لگائی جائے اور جسم میں نرمی سے جذب کی جائے۔ نہانے سے پہلے ایسا کرنا زیادہ مفید ہے۔ اس کے بعد بدن پونچھنے کے کاغذ سے چہرہ صاف کر دیں اور جلد تاننے والا لوشن ملائم روئی کی گدی سے اس طرح تھپک تھپک کے لگائیں کہ جلد تمتما اٹھے جلد تاننے والی دوا کے انتخاب میں خاص احتیاط کی ضرورت ہے۔ بہتر یہ ہے کہ گھر بنا لیں۔ سنگترہ کے پھولوں کا پانی Orange flower water اور وچ ہیزل ہموزن ملا کے لگائیں۔ یہ جلد کے لئے ضرر رساں نہیں۔

### مچھر بھاگ

لنکا میں موسمی بخار نے بڑی تباہی پھیلائی ہے۔ پہلے بھی یہ اسی بیماری کا شکار رہ رہ کے برباد ہوا ورنہ کسی زمانہ میں یہ جزیرہ بہت آباد اور ترقی یافتہ تھا۔ آج کل بھی وہاں اس وبا کا زور شور رہا ہے۔ لیکن ایک بدھ مذہب کے پجاری نے اعلان کیا ہے کہ چونکہ مذہبی احکام کے مطابق اسے زرد رنگ کا لباس پہننا پڑتا ہے اس نے اس کے وبا زدہ علاقہ میں امدادی کام کرنے کے باوجود وہ موسمی بخار کا شکار نہ ہوا۔ کیونکہ مچھر پیلے رنگ سے گھبراتا ہے۔ چنانچہ محکمۂ صحت نے اس اعلان کی جانچ کی تو یہ درست ثابت ہوا۔ مچھر سرخ رنگ پر عاشق ہے اور خون کا رنگ تو اسے نہایت ہی پسند ہے۔ اس کے دیکھنے کی قوت اس قدر زبردست ہے کہ کمرہ میں کیسا ہی اندھیرا ہو وہ کپڑے کا رنگ پہچان لیتا ہے۔ ہر کیڑا اسو برج کی روشنی سے گھبراتا ہے اور یہ زرد ہوتی ہے۔ سفید نہیں ہوتی جیسی ہمیں نظر آتی ہے۔ اس لئے اگر مچھروں سے بچنا چاہو تو بستروں پر بچھانے اور خود اوڑھنے کی چادریں اور لباس زرد رنگ کے ہوں۔ مچھر دور ہی رہیگا۔ نیند خوب آئیگی اور مچھر کے ستانے سے آدمی بالکل محفوظ رہیگا۔

### سنگھار کی حماقت

مغرب پر مصیبتوں کی گھٹائیں اُٹھی چلی آرہی ہیں وہاں سے خانہ داری کا لطف و آرام بالکل مفقود ہو گیا ہے۔ عورتوں کو یا تو وہاں جائداد سمجھا جاتا تھا یا ایسی آزادی آئی کہ مردوں کے سروں پر بھی ہاتھ پھیر دیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں محبت کو جنون کہا جاتا ہے کہ کوئی متعدی بیماری ہے جو نوجوانی میں آتی ہے اور آدمی لوٹ پیٹ کے اچھا ہو جاتا ہے۔ گویا محبت پائدار چیز نہیں اس لئے میاں بیوی ساری عمر محبت کی رسیوں میں جکڑے نہیں رہ سکتے شادی زندگی کا ایک ماجرا اور تجربہ ہے۔ جب تک حسن رہا وہ قائم رہی ورنہ ختم۔ مرد دن باہر کام کرکے گھر آتا ہے اور گھر کی چار دیواری میں تھکن دور کرنا چاہتا ہے۔ لیکن دیکھتا ہے کہ بیوی کسی سنگھار خانہ

گئی ہے۔ سنگھار کی جلد بازی یا کمی سے وہ جب گھر میں ہوتی ہے تو اپنی ہوا سے بھی لڑنے لگتی ہے۔ غرضکہ گھر کیا ہے ایک آفت ہے۔ بڑھاپے کے آثار ان کے لئے قیامت سے کم نہیں۔ حالانکہ بڑھاپا اپنی جگہ اچھا ہے اور جوانی کے ختم ہوتے ہی اس کا خوبصورتی سے استقبال کرنا چاہیئے۔ کسی پچھلے پرچہ میں لکھا جا چکا ہے کہ ایک عورت نے محض اس وجہ سے خودکشی کرلی کہ سنگھار خانوں کی خرابی کی وجہ سے زیادہ کی جگہ اُسے نقصان ہوا۔ اور لوگ اُسے مس صاحبہ کی بجائے بیگم صاحبہ کہنے لگے۔ جسے وہ برداشت نہ کرسکی۔

سنگھار اُسی مدت تک اچھا ہے جو صحت پر خراب اثر نہ ڈالے۔ پوڈر اور عرق جلد کو خراب کردیتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے خوشی کے لئے عورتیں یہ خوبصورتی سینکڑوں روپے برباد کرکے حاصل کرتی ہیں لیکن وہ وقت قریب آجاتا ہے جب یہ ظاہری آرائش بھی کام نہیں دیتی۔ اگر یہ لوازمات اختیار نہ کئے جاتے تو بھی خوبصورتی اپنی منزل آہستہ آہستہ طے کرکے رخصت ہوتی۔ مغرب میں جھریاں ڈھیلی کھال کترواکتروا کے دور کیجاتی ہیں۔ بار بار اس خرابی کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ کھال اتنی کھنچ جاتی ہے کہ پھر اسمیں گنجائش نہیں رہتی کہ عورت ہنس سکے یا گھور سکے۔ کسی قسم کی حس کا کوئی اثر چہرہ پر ظاہر نہیں ہوسکتا۔ خیال کیجئے یہ چہرہ کیسا عجیب ہوتا ہوگا۔ آدمی سنگھار کرے تو اعتدال مدنظر رکھے اور وہی طریقے اختیار کرے جو اُسے نقصان نہ دیں۔

**خوشبو کا انتخاب** جس طرح جلد کے لئے موزوں پوڈر تلاش کیا جاتا ہے اسی طرح ہر ایک اپنے لئے اپنے حسب حال خوشبو منتخب کرے۔ ناموزوں خوشبو سارے سنگھار اور جسمانی رعنائی پر پانی پھیر دیتی ہے۔ خوشبو کا غیر موزوں انتخاب آدمی کی بدمذاقی کا اظہار کرتا ہے۔ ایک ہی خوشبو پر قائم رہنا غیر ضروری ہے۔ جیسا وقت اور جیسا لباس ہو خوشبو بھی بدلجائے۔ خوشبو کے اختیار کرنے میں مقام اور اپنی طبیعت کی کیفیت کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے۔ منفد از زیادہ آنے کی وجہ سے ہمیشہ چھوٹی شیشیاں خریدو۔ وہ دیر تک رہیں گی اور تنوع بھی قائم رہیگا۔ انہیں کسی موزوں الماری میں سجادیں تاکہ وقت پر فوراً کام آسکیں۔ پُھار ڈالنے کا فوارہ لے لینا چاہیئے۔ اس سے کپڑوں پر مناسب موزوں طریقے سے خوشبو چھڑکی جاسکتی ہے۔ یہ ایک لمبی پتلی نلکی سی ہوتی ہے جس میں ایک چھوٹی پھکنی ہوتی ہے جس کے دبانے سے خوشبو ایک طرف کی جالی پھوار کی طرح نکلتی ہے۔ یہ نلکی ہر شیشی پر لگائی جاسکتی ہے اس طرح جو خوشبو چاہی نلکی اس کی شیشی پر لگا کے کپڑوں پر چھڑک لی۔ یوڈی کولون سنگھار کی ضروری چیز ہے۔ غسل میں مالش میں۔ غرضکہ کئی حالتوں میں لگائی جاتی ہے۔ فرانسیسی عورتیں صبح کے وقت خوشبو لگاتی ہیں تاکہ دن کے شروع میں وہ دلکش معلوم ہوں اور دلکشی شام کو پھر تازہ کردی جائے۔ اس کے لئے وادیوں کی گل لالہ Lily of the Valley خوشبو موزوں ہے۔

**خانگی ٹوٹکے** ۔ ریشمی جراب خریدنے کے بعد پہننے سے پہلے پانی میں سے نکال لیں استعمال کرنے کے بعد پاؤں سے اُتارتے ہی شیر گرم پانی میں سے نکال لینا چاہیئے۔ کیونکہ پسینہ ریشمی تاگوں کو گلا دیتا ہے ہفتہ میں ایکمرتبہ شیر گرم پانی اور صابن سے دہونا چاہیئے۔ مروڑ کے نہ نچوڑیں بلکہ دبا کے پانی نکالیں۔

بالوں میں خشکی کی بھوسی ہوجائے تو روغن زیتون لگا کے جذب کیا کریں۔

مزے چار قسم کے ہیں۔ میٹھا کھٹا نمکین اور کڑوا۔ بعض چیزوں میں چاروں مزے مختلف مقداروں میں موجود ہوتے ہیں۔ مثلاً سرکہ میں چاروں ذائقے ہیں البتہ کھٹاپن زیادہ ہے۔

انڈوں کے پھاٹنے سے چمچوں پر داغ آجاتے ہیں۔ معمولی نمک چمچہ پر ڈال کے انگلی اور انگوٹھے سے آہستہ آہستہ رگڑیں۔ داغ جاتے رہینگے اور چمچوں پر چمک آجائیگی۔ اونی کپڑے بہت گرم پانی میں صابن کے چھلکے گھول کے اور جھاگ اُٹھا کے دہوئیں۔ خالی پانی سے نہیں دہونے چاہئیں۔ نہ شیر گرم پانی سے دہوئیں۔ کیونکہ اس سے اون سکڑ جاتی ہے۔

محمد ظفر

# سیر بین

**ترکی عورتوں کی ترقی** } ترکی دارالشوریٰ میں ۳۹۹ نمایندے ہیں۔ اس مرتبہ ان میں سترہ عورتیں منتخب ہوئی ہیں۔ سب سے چھوٹی ۲۴ سالہ اور سب سے بڑی ۵۰ سالہ ہے۔ پانچ یا چھ ۲۳ اور ۴۸ سال کے درمیان ہیں۔ ۵۰ سالہ بی بی نے ۳۰ سال تعلیم کا کام کیا ہے اور ۴۱ سالہ ڈاکٹرنی ہے اور کنواری ہے۔ یہ سب عورتیں مختلف پیشوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ بارہ مدرسوں میں استانیاں رہی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ترکی عورتیں عرصہ دراز سے تعلیمات میں کام کرتی رہی ہیں۔ ایک فوجی سپاہی کی بیوہ ہے اور پانچ بچوں کی ماں ہے۔ باقی عورتیں کمیٹیوں میں کام کر چکی ہیں۔ ان عورتوں میں سے بیشتر تعداد اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ چند نے اکسفورڈ یونیورسٹی میں اور چند نے پیرس یونیورسٹی میں اور بعض نے اسلامبول کے زنانہ امریکی کالج میں تعلیم پائی ہے۔ بعض غیر زبانیں سکھاتی ہیں۔ وہ اجلاس میں ننگے سر بیٹھا کریں گی۔ دوسرے ممالک میں انہیں ٹوپی سر پر رکھنے کی اجازت ہے۔ چند عورتوں نے مدبورہ وضع کے پٹھے رکھے ہیں۔

**شادی کے عجیب انگریزی رسوم** } ڈورہم (انگلستان) کے صوبہ میں مدت سے یہ رواج چلا آتا ہے کہ نکاح کے وقت دلہن کی دونوں جوتیوں میں ایک ایک اشرفی رکھدی جاتی ہے تاکہ آئندہ خوش حال رہے۔ نارتھمبرلینڈ میں دولت کا اتنا خیال نہیں جتنا گھر پر غلبہ پا جانے کا۔ نکاح کے بعد جب وہ گرجا سے نکلتی ہے تو اس کے رستہ میں ایک اسٹول رکھدی جاتی ہے جس پر سے وہ پھلانگ کر نکل جاتی ہے جس سے دنیا اور اپنے شوہر کو دکھانا مقصود ہوتا ہے کہ دنیا کی مشکلات اور رکاوٹوں سے بھی اسی طرح عہدہ برا ہو جایا کروں گی۔

**عجوبہ اخبارات** } میڈرڈ میں کچھ عرصہ ہوا ایک اخبار نکلتا تھا جس کی سیاہی میں کچھ حصہ فاسفورس کا ہوتا تھا۔ جس کی وجہ سے یہ اندھیرے میں پڑھا جا سکتا تھا۔ لوگ اسے خوب خریدتے تھے۔ ایک اخبار پیرس سے نکلتا ہے اس کا کاغذ چاول سے بنتا تھا۔ پڑھنے کے بعد اسے رومال کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ یہ اخبار جلدی بند ہو گیا۔ ایک اخبار دکن سے سفید نرم روئی پر نکلتا تھا۔ رومال کے طور پر برتا جاتا تھا۔ کام ہو چکنے کے بعد دھو کے اخبار چھاپنے والے کے پاس بھیج دیا جاتا تھا۔ اسی طرح وہ آتا جاتا رہتا اور اس میں اتنا باریک ہو جاتا تھا کہ استعمال نہ ہو سکتا تھا۔ چند سال ہوئے فرانس کے ایک گھاٹ پر نہانے والوں کے لئے ایک اخبار پانی کا اثر نہ قبول کرنے والے کاغذ پر چھپا تھا۔ پانی میں لئے لئے لوگ اُسے پڑھتے تھے اس کا نام اتنا لمبا تھا کہ خدا جانے اخبار فروش کس طرح اس کا نام لے کے آوازیں لگاتے ہوں گے۔ اس کا نام دیکھئے۔ ارنگ اگلیوشئو ناتن انازنگ مائش آرام ماس سیوک۔

**روسی عورتوں کی فوجی تربیت** } عورتوں کو روس نے ایام جنگ میں مردوں کے برابر حقوق دیے ہیں ۱۹۳۴ء میں ۲۰ ہزار عورتیں فوجی تربیت کے اڈوں پر بھیجی گئیں ۴ لاکھ ۶۰ ہزار بندوقوں کی نشانہ بازی میں ماہر بنائی گئیں پچاس ہزار کو ہوائی جہازوں کی کلیں بنانے اور درست کرنے کی تربیت دی گئی سینکڑوں کو ہوائی جہاز چلانا سکھایا گیا۔ ۲۳۸۳ عورتیں کیمیائی طریقوں سے ملک کی حفاظت پر مامور کی گئیں

**عجیب شوق** ایک انگریز نے چودہ سال میں عجیب عجیب چیزیں جمع کر کے اپنا ایک چھوٹا سا عجائب خانہ بنایا ہے ذیل کی چیزیں ملاحظہ ہوں۔ ہر چیز الگ ہے اور یہ دنیا بھر کے لوگوں سے حاصل کی گئی ہیں۔ ۱۵ ہزار ریل کے ٹکٹ ہر ایک مختلف۔ پانسو ریل کی وردی کے بٹن۔ پانچ ہزار ریل کی تصویریں۔ ایک ہزار تمغوں کے فیتے۔ نوسو پرندوں کے انڈے۔ معدنیات کے پانچسو نمونے۔ آٹھ ہزار ڈاکخانہ کے ٹکٹ۔ تین ہزار سکے۔ چار ہزار مختلف کیڑے۔ گو وہ سگرٹ نہیں پیتا۔ لیکن بیس ہزار سگرٹوں کے ٹکٹ اس کے پاس ہیں۔ دنیا کے ہر حصہ کے لوگوں کے لکھے ہوئے ۶ ہزار خط اس کے پاس ہیں۔ البتہ تبت پیرے گوے اور یوروگوے (جنوبی امریکہ) کے خط نہیں ہیں۔

**مصنفوں کی غریبی** عام طور سے دیکھا جاتا ہے کہ مصنف اپنی زندگی افلاس و غربت میں گزارتے ہیں۔ مگر اُن کے مرنے کے بعد اُن کی تصنیفات کو اتنی مقبولیت ہوتی ہے کہ تاجر لاکھوں روپے کماتے ہیں۔ لارنس اپنی زندگی میں ۱۳۳۳۳ روپیہ سالانہ سے زیادہ نہ کما سکا۔ اب اس کی کتابوں کی سالانہ آمدنی تاجروں کو ۱۳۳۳۳۳ روپیہ ہے۔ بات یہ ہے کہ دو برس کے بعد حق تصنیف ختم ہو جاتا ہے اور ملکیت طابع کی ہو جاتی ہے۔ ڈکنس کی کتابیں آج کل خوب بکتی ہیں۔ مرتے وقت اس نے ۱۰۶۶۶۶ روپیہ چھوڑے۔ اس کی صرف ایک کتاب "ہمارے خداوند کی زندگی" کی آمدنی اس ترکہ کے برابر ہے۔ اسے اگر موجودہ آمدنی کا مقررہ حصہ ملتا تو گزشتہ ۱۲ سال میں اُسے ۹۳۳۳۳ روپے ملتے۔ شکسپیر بیچارے کو زندگی میں کبھی ۲۶۶۶ روپے سالانہ سے زیادہ آمدنی نہیں ہوئی۔ اگر اسے آج کل کی فروخت کا مقررہ حصہ ملتا تو وہ دنیا کا سب سے بڑا مالدار آدمی ہوتا۔ برطانیہ میں سب سے بڑا ترکہ ہال کین نے چھوڑا جو ۲۶۶۶۶۶۶ روپیہ تھا۔ ایڈگر ولیس نے ۱۳۳۳۳۳۳ روپیہ کا قرض چھوڑا دو سال کی اس کی آمدنی کا حصہ سے یہ سب قرض اُتر گئے اور اب اس کے وارثوں کو اب بڑی رقم بچ جاتی ہے۔ آجکل برنارڈ شا کو سب سے زیادہ آمدنی ہے۔ سب سے بڑا ترکہ ڈرنک واٹر نے ۴ لاکھ روپے کا چھوڑا۔ لیکن برنارڈ شا اس سے بہتر حال میں ہے وہ ۳۳۳۳۳۳ روپے سالانہ کما رہا ہے۔ اتنی زیادہ آمدنی کسی مصنف کی نہیں ہوئی۔ نوبل کاورڈ اور پرسٹیلی۔ اے اے ملنی اور رڈیارڈ کپلنگ کو برنارڈ شا سے کچھ ہی کم آمدنی ہے۔

**مردم خوری** بلجین کانگو میں اب تک برابر مردم خواری جاری ہے۔ ۱۵ برس سے اس بُری عادت کے چھوڑ دیئے جانے کا یقین تھا۔ لیکن تحقیقات سے معلوم ہوا کہ آدمی کو ظالمانہ طریقے سے مار ڈالا جاتا ہے۔ ایک شخص چیتے کی کھال اوڑھ کے ناخن دار پنجے ہاتھوں میں پہن لیتا ہے جس کو مارنا ہوتا ہے اچانک اس پر جھپٹ پڑتا ہے اور اس کا سینہ چاک کر کے جس قدر گوشت مطلوب ہوتا ہے نکال لیتا ہے اور لاش کہیں چھپا دیتا ہے۔ آدمی کا گوشت خدا جانے کیا چیز ہے کہ شیر کھالے تو پھر مردم خواری پر اتر آتا ہے اور جب آدمیوں کو اس کا مزا پڑ جاتا ہے تو پھر وہ اس کے پیچھے پڑ جاتا ہے۔ لاش دفن کرنے کے دو دو ہفتے بعد بھی اسی گوشت خوری کے شوق میں نکال لی جاتی ہے۔ اسی لئے جھونپڑیوں کے اندر یا عین دروازہ کے سامنے دفن کر کے دو ہفتے اس کی حفاظت کی جاتی ہے۔ تحقیقات کرنے پر ۴۳ باشندوں کو لوگوں کے سامنے پھانسی دی گئی تاکہ عبرت ہو۔ لیکن شوق برابر جاری ہے۔

**مغربی زنانہ لباس پر رائے** کوریا کی ایک نوجوان لڑکی آسٹریلیا گئی تو مغربی لباس اور عورتوں کی عریانی اور چمک دمک دیکھ کے گھبرا گئی۔ وہ کہتی ہے کہ مغربی عورتیں کیسی بے شرم ہیں۔ جسم کتنا زیادہ کھلا رہتا ہے حد سے زیادہ! یہ کیسی بے شرمی اور بھدا پن ہے۔ لڑکیاں کتنا کسا ہوا لباس پہنتی ہیں اس سے وہ کیسی بدنما

معلوم ہوتی ہیں۔ ٹوپیاں ماشاءاللہ سر پر ایسی رکھی ہوتی ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی پرندہ بیٹھا ہے اور اب اُڑا۔ لباس ایک دوسرے کا کس قدر مختلف ہے اس پر کس قدر روپیہ برباد کیا جاتا ہے۔ جوتیاں نہایت غیر محفوظ ہیں۔ ایڑیاں کتنی اونچی ہیں ٹانگوں پر کتنا زور پڑتا ہے۔ یہ ادا کچھ مغرب والوں کو ہی پسند آتی ہوگی کہ عورتیں کھونٹیوں پر ہل ہل کے چلتی ہیں۔

**امریکہ میں طلاقیں** سنہ ۱۹۲۸ء میں ایک عدالت طلاق کی جج بنی۔ لندسی نے پیشین گوئی کی تھی کہ سنہ ۱۹۳۵ء میں شادی اور طلاق کی تعداد مساوی ہو جائیگی۔ چنانچہ یہ اب پوری ہو گئی ہے۔ کیونکہ اس سال شادی وطلاق کی تعداد برابر رہی ہیں۔ اب یہ جج کہتا ہے کہ شادی کا اب خاتمہ ہے۔ بے دھڑک محبت خانگی ابتری اور جنسی جدال و قتال کا زمانہ آگیا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ ہمارے باپ دادا کے خیالات کہ شادی کا قیام موت تک ہے اور گھر کا انتظام ضروری چیز ہے اب پُرانے ہو گئے ہیں اور متروک ہو گئے ہیں۔ ان کی جگہ شادی کے متعلق دل لگی آمیز غیر ذمہ دارانہ رویہ نے لیلی ہے اقتصادی حالات نے یہ صورت پیدا کر دی ہے۔ عورتیں نوکریاں کرنے میں مردوں سے مصروف مقابلہ ہیں اور اس نے اُن کے لئے بیس اور تیس سال کی عمر کے درمیان شادی کرنا مشکل کر دیا ہے۔ انسانی فطرت کو بے مہار چھوڑ دیا گیا ہے۔ اور تمدنی مصائب و آلام سر پر منڈلا رہے ہیں۔ اس کا ایک ہی علاج ہے۔ مذہب کی طرف توجہ کرو اور زمانہ کے بدلنے کے ساتھ تعلیم میں بھی تغیر و تبدل کرو۔
وہیں کی چٹ منگنی پٹ بیاہ کی ایک مثال دیکھ لو۔ شکاگو میں دن کے ۱۱ بجے ایک عورت نے طلاق کی درخواست دی۔ ۱۱ بج کر چھ منٹ پر اسے عدالت سے طلاق مل گئی۔ دوپہر کو اس نے دوسری شادی کے لئے اجازت نامہ حاصل کرنے کی درخواست دی۔ ایک بجے اس نے ایک ہوٹل میں نئی شادی کر لی۔ عورت کی عمر ۲۸ سال ہے اور یہ اس کی تیسری شادی ہے۔

**یورپی عورتوں کے شوق** مس مارجری ولسن نے دس ہزار عورتیں مختلف درجوں اور پیشوں کی آزما کے یہ نتیجہ نکالا کہ زمانہ حال کی ۱۷ سے ۲۰ سال تک کی لڑکی صرف چار مضمونوں پر بڑی طویل گفتگو کر سکتی ہے۔ بناؤ سنگھار۔ متحرک تصاویر۔ لڑکے اور مدرسہ۔ بیس سے تیس سال کی عورتوں کے تیس چالیس مضمون ہوتے ہیں اور معمولی ذہن زمانہ کی اسی عمر کی عورتوں کے ۶۰ مضمون ہوتے ہیں جن پر وہ کھانے یا چاء کے وقت خوب بات چیت کر سکتی ہے۔ وہ مضمون یہ ہیں۔ گھر۔ کپڑے۔ شادی۔ کنبہ۔ محبت۔ آرائش حُسن۔ مرد۔ کھیل۔ متحرک تصاویر۔ منڈوہ۔ وزن کی تخفیف۔ سیاست کُتب۔ روپیہ پیسہ۔ سودا۔ جرم۔ اور جن کا زیادہ تر ذکر کرینگی یہ ہیں۔ ولیعہد انگلستان۔ ملکہ میری۔ امریکہ کا صدر روز ویلٹ اور اُن کی بیگم۔ برناڈ شا۔ میکس بیئر۔ جون کرافورڈ۔ گریٹا گاربو۔ کلارک گیبل وغیرہ۔ آخری چار بولتی تصویروں کے تماشہ گر ہیں۔

**مریخ میں آبادی** ڈیڑھ سو برس سے یہ بحث جاری ہے کہ مریخ ستارہ میں آبادی ہے یا نہیں اس کی سطح میں دو قسم کے رنگین قطع نظر آتے ہیں۔ ایک سرخی مائل اور دوسرا نیلگوں سبز۔ سرخی مائل حصہ زیادہ ہونے کی وجہ سے ستارے سرخ نظر آیا کرتے ہیں۔ یہ پہلے خیال تھا کہ یہ نیلگوں سبز قطعات پانی ہیں۔ لیکن وہ موسموں کے ساتھ ساتھ رنگ بدلتے رہتے رہتے ہیں۔ یہ ضرور سبزی کے قطعات ہیں۔ پانی کے ہوتے تو رنگ نہ بدلتا۔ سرخی مائل قطعے صحرائی علاقے ہیں۔ مریخ جلدی صحرائی ہو گیا ہے کیونکہ ہماری زمین کے مقابلہ میں بہت چھوٹا ہے اور زیادہ پرانا بھی ہے۔ وہاں مستقل پانی کے قطع نہیں ہیں۔ عارضی ہیں۔ اس کے دونوں سروں پر سفید سفید قطعے نظر آتے ہیں جو سردیوں میں بہت بڑے۔ بہار میں کم اور گرمی میں بالکل غایب ہو جاتے ہیں۔ وہ برف کی چوٹیاں معلوم ہوتی ہیں ان کے پاس سطح میں برف پگھل کے پانی اکٹھا ہو جاتا ہے۔ یہ عارضی ہے۔ وہاں کے باشندوں نے نہروں کا

ایک جال پھیلا رکھا ہے اور اُن کی لکیریں نظر آتی ہیں۔ بعضوں کا خیال ہے کہ یہ لکیریں نہریں نہیں ہیں بلکہ عارضی آبشاروں کے دونوں طرف سبزیوں کے قطعے ہیں۔ نہروں اور سبزیوں کے قطعوں سے اندازہ کیا جاتا ہے کہ وہاں باشندے ہیں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہماری سی شکل ہے یا اور کوئی صورت ہے۔ زمین اور مریخ بہت کچھ ملتے ہیں البتہ ہوا وہاں کی زیادہ کثیف ہے۔ وہاں مستقل سمندر نہیں۔ اور ڈیڑھ ہزار فٹ بلند پہاڑ ہیں۔ وہاں کا دن چمکدار اور ٹھنڈا ہے۔ بخارات اُٹھنے کی وجہ سے رات ابر آلود معلوم ہوتی ہے۔

**امریکہ و انگلستان کی عادات** انگلستان میں ہر سال تمباکو پر ایک ارب ۶۰ کروڑ روپیہ۔ سنگھار پر ۸۰ کروڑ۔ بولتی تصویروں پر ۲۰ " " " " ۵ " مٹھائیوں پر ۴۰ " " " " " " روپیہ خرچ ہوتا ہے ان میں ۱½ لاکھ آدمی مصروف ہیں۔ اور ڈھائی لاکھ مٹھائی کی دکانیں ہیں۔

امریکہ میں ہر ۴۵ منٹ میں ایک آدمی قتل ہو جاتا ہے ۱۹۳۳ء میں شرح قتل ۱۰٫۷ فی لاکھ بمقابلہ انگلستان کے ۰٫۵ کے وہاں جرائم کے اثر کا اندازہ ۴۰ " " " " " " " " " " " ۲ ۲ روپیہ ہے۔ ایک لاکھ ۴۰ ہزار امریکی قید خانوں میں ہیں اور ۴ لاکھ جرائم میں مصروف ہیں۔

**عورت اور تجارت** انگلستان میں عورتیں مردوں کے دوش بدوش مختلف پیشوں میں کام کر رہی ہیں۔ مدرسوں میں اُن کی تعداد کافی طور پر زیادہ ہے لیکن یہ کہنا کہ سب اس کے لئے موزوں ہیں غلطی ہے چنانچہ چند جگہوں کے لئے اشتہار دینے پر دس ہزار درخواستوں میں سے دو ہزار اُستادوں کی آئیں۔ عمدہ کاموں پر ابتک مرد قابض ہیں۔ تکلیف دہ اور بیہودہ پیشوں میں ہی عورتیں زیادہ نظر آتی ہیں۔ چونکہ چیزوں کی خریدار زیادہ تر عورتیں ہی ہوتی ہیں اس لئے ایک نبض شناس ماہر نے مشورہ دیا ہے کہ اگر عورتیں اپنے لئے خوشنما مستقبل چاہتی ہیں یا روپیہ کمانا اُن کی آرزو ہے یا طاقت حاصل کرنا اور مرد کے برابر چلنا چاہتی ہیں تو خوردہ فروشی کا کام کریں۔ ورنہ سہولت کی زندگی اور معمولی تنخواہ کے لئے دفتر کی نوکری عورتوں کے لئے موزوں ہے۔

**پھلجھڑیاں** لیپشرک (جرمنی) میں ایک جج کارپ زو (۱۶۲۰ء تا ۱۶۶۶ء) نے تیس ہزار اشخاص کو سزائے موت کا حکم سنایا اور اس کے مانے قاعدہ کے مطابق پھانسی دی گئی۔ ان میں بیس ہزار عورتیں تھیں جن پر جادوگری کا الزام تھا۔ اسے اپنے مذہبی شوق پر ناز تھا۔ اس نے انجیل شروع سے آخر تک ۵۳ دفعہ پڑھی۔ اسے کتا اتنا پیارا تھا کہ اس کے مرنے کے چند منٹ بعد غم میں مر گیا۔

بلا نانگ کی برمی عورتوں میں شادی کے وقت گردن کی لمبائی کا اندازہ کیا جاتا ہے جتنی لمبی گردن ہو گی اتنی ہی پسندیدہ ہو گی۔ بچہ کی ماں ہر سال بچہ کے گلے میں ایک کڑا ڈالدیتی ہے۔ اس طرح چھلے پڑتے پڑتے گردن سولہ سولہ انچ لمبی ہو جاتی ہے۔

سروِیہ میں ایک ۱۱۰ سالہ کسان کی ایک ۱۰۶ سالہ بڑھیا سے شادی ہوئی ہے۔ ۱۸۳۹ء میں اس نے اس سے شادی کرنی چاہی تھی اس وقت اس کی عمر ۱۱ سال تھی۔ لڑکی کا باپ مالدار تھا اس نے دونوں کی کمسنی کی وجہ سے شادی نہ کی۔ بعد میں واقعات ایسے ہوئے کہ کسان نے یکے بعد دیگرے جوانی میں ۴ شادیاں کیں۔ ہر بیوی بیس بیس سال زندہ رہی۔ اب اُسے پھر اپنی بچپن کی مطلوبہ کا خیال آیا۔ چنانچہ وہ بھی راضی ہو گئی۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں مسز ہیو رکمپ اکیلی عورت ڈاکیہ تھی۔ ۴۰ سال کی ملازمت کے بعد اب وہ ملازمت سے دست کش ہوئی ہے۔ اس نے اپنے فرائض کے سلسلہ میں ۲۴ ہزار میل کا فاصلہ طے کیا اور وزن ۲ سیر بڑھ گیا۔

سین فرانسسکو (امریکہ) میں انجمن ساکنان غار قائم ہے۔ یہ لوگ زمانہ قدیم کے غاروں میں رہنے والے آدمیوں کے سے کپڑے پہن کے رہتے ہیں۔ ان میں عورتیں بھی ہیں۔ جسم پر زمانہ وحشت کے طریقہ سے چھال سے جسم کا تھوڑا سا حصہ ڈھکا جاتا ہے۔ انگریز ۱۳ کا ہندسہ منحوس سمجھتے ہیں جاپانی ۴ کو۔

شے چوآن کے چینی صوبہ کی ایک بندرگاہ سوئی نو میں ایک صنوبر کا پرانا درخت ہے جسے پوجا جاتا ہے۔ اعتقاد ہے کہ اس پوجا سے بڑے بڑے فائدے ہیں اس کے متعلق مشہور ہے کہ ادمی شان بدھ مذہب والوں کی سب سے اونچی اور مقدس خانقاہ میں یہ درخت جاتا رہا گیا تھا۔

محمد ظفر

# صبح وشام کے ناشتے

سلسلہ کے لئے دیکھو اپریل نمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۳۱۴

**دودھ کی پیسٹری** } پیسٹری بھی نہایت ہی مرغوب اور صبح وشام کے ناشتے کے لئے عام پسند شے ہے۔ کسی انگریزی دکان یا خانساماں سے خریدی جائے تو نہایت گراں پڑتی ہے اور اس طرح اخراجات کا ایک متوسط الحال کنبہ کسی طرح متحمل نہیں ہوسکتا۔ اگر یہی گھر پر صفائی اور سلیقے کے ساتھ بنائی جائے تو نہایت ہی ارزاں کم لاگت میں بازاری پیسٹری سے اعلیٰ اور چوگنی پڑے گی۔ میں نے اکثر بڑی بڑی زنانہ مردانہ چائے کی دعوتوں کے لئے اکثر گھر پر تیار کرکے فایدہ اُٹھایا ہے۔ اور اکثر روزمرہ کے استعمال کے لئے بھی گھر پر ہی تیار کرلی جاتی ہے۔ اس کے بنانے کے لئے محترمہ بہن امتہ الحفیظ صاحبہ کی ترکیب کا لکھا ہوا بیکنگ پاوڈر (جوکہ اُنہوں نے عصمت کے صنعت وحرفت والے سلسلہ وار مضمون میں درج کیا ہے) گھر پر نہایت سستے داموں تیار کرکے بہت ہی اعلیٰ اور عمدہ پایا ہے۔

**اجزا پیسٹری** } انڈے چھ عدد۔ میدہ آدھ سیر۔ چینی ڈیڑھ پاؤ یا آدھ سیر۔ دودھ آدھ سیر۔ مکھن ایک پاؤ۔ بیکنگ پاوڈر چار چائے کے چمچے۔ سفوف الائچی یا کوئی ایسنس قدرے برائے خوشبو۔ پستہ چھٹانک بھر باریک کترا ہوا۔ سوگی آدھ پاؤ۔

ترکیب:- انڈوں کی زردی سفید چینی اور مکھن باہم ملاکر کسی کھلے برتن میں اس قدر پھینٹو کہ جھاگ پیدا ہو جائیں۔ بعدہٗ میدہ بھی ڈال دو اور تھوڑا تھوڑا دودھ ڈال کر پھینٹتے جاؤ۔ حتیٰ کہ تمام دودھ جذب ہوجائے۔ خوشبو وغیرہ اور سوگی بھی باہم ملا دو۔ بیکنگ پوڈر خشک میدے میں پیشتر ملا لینا چاہیئے۔ اب کسی کنارے دار تسلے یا سینی میں پہلے مکھن چپڑ کر خشک میدا چھڑک لیں اور فالتو میدا سینی میں سے جھاڑ دیں۔ اب تیار شدہ مرکب کو اس طرح سینی یا تسلہ میں ڈالیں کہ برتن نصف بھرنے پائے۔ کترا ہوا پستہ بھی مرکب کے اوپر چھڑک دیں۔ اور دھیمی آنچ پر سینی یا تسلہ رکھکر اوپر کوئی دوسرا ہموار برتن ڈھک دیں۔ اور اوپر بھی کوئلوں کی آنچ رکھیں۔ اور تھوڑی تھوڑی دیر بعد دیکھتے جائیں۔ جب اوپر سرخی آجائے اور یقین ہوجائے کہ پک کر تیار ہے تو اُتار کر مناسب درجہ کے چوکور یا مثلث میں چھری سے کاٹ لیں۔

**چھوٹے کیک یا اسفنج** } یہی مرکب کو مذکورہ ترکیب کے مطابق چھوٹے کیک کے سانچوں میں نصف سانچہ تک ڈالکر چولھے کی گرم گرم راکھ میں رکھکر پکا لیں۔ سانچوں کے ڈھکنوں پر بھی آگ رکھنی چاہیئے جب پھول کر اوپر سے بھی سُرخ ہو جائیں تو کوئی تنکہ وغیرہ چبھو کر دیکھیں اگر تنکہ صاف نکلے تو سمجھیں کہ کیک تیار ہیں ورنہ ذرا اور پکنے دیں۔ اگر احتیاط اور صفائی کے ساتھ بمطابق ترکیب اور اوزان پکائیں گے تو نہایت اعلیٰ پیسٹری اور کیک تیار ہوں گے جو بچوں کے صبح وشام کے ناشتہ کے لئے بھی بہترین چیز ہے۔

گ۔ ن۔ بنت ڈاکٹر شیخ ابوالفضل

# تربیت گاہ کے وجود سے انکار

میرے مرحوم اُستاد مولانا حالی حکیم محمود خاں مغفور کے مرثیہ میں میرے عزیز وطن جہاں آباد سے خطاب کرتے ہوئے فن طب کے متعلق فرماتے ہیں۔

لیکن آخر طبع دوراں کا ہی جیسے اقتضا ٭ ہر ترقی کی ہے حد ہر ابتدا کی انتہا
دور اپنا جبکہ تو دنیا میں پورا کر چکا ٭ وقت لے جاں جہاں تیرا بھی آخر آلگا

گردش افلاک کے ہونے لگے تجھپہ بھی وار
تیرے گلشن سے بھی کوچ آخر لگی کرنے بہار

لڑکیوں کی اچھی یا بُری جیسی خدمات مجھ سے ممکن ہوئیں انجام دینے کے بعد جب قوائے جسمانی میں انحطاط شروع ہوا عمر ۶۰ سال کے قریب پہنچی اور لڑکیوں کے ارتداد کی خبروں سے کلیجہ پک گیا تو دل نے یہ صدا دی کہ ایک ہائی اسکول مسلمان لڑکیوں کے واسطے بنا دوں۔ یہ وہ وقت تھا کہ رازق میاں بی اے کی تیاری کر رہے تھے خاتون اکرم جیسی دولہن گھر میں آچکی تھی اور بیگم راشد الخیری شہر کے ایک جید عالم کی صاحبزادی جنھوں نے لڑکوں کو کبھی نیکر تک استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی اولاد کی تعلیم و تربیت سے قریب قریب فارغ ہو چکی تھیں غرض ہمارے سامنے زندگی کی کوئی ایسی اہم ضرورت نہ تھی جو اس قصد کو کمزور کر دیتی اس لئے ہم دونوں مدرسہ کے ابتدائی انتظام میں مصروف ہو گئے۔ عصمت اور کتابوں کا کام میاں رازق کے حوالہ کیا اور گھر مرحومہ خاتون اکرم کے سپرد کیا۔ رازق میاں کی طبیعت سے میں اچھی طرح واقف تھا۔ اور یہ بھی جانتا تھا کہ جو بچہ بچہ کا باپ ہو جانے پر بھی اتنا آزاد نہیں ہے کہ ۹ بجے رات کے بعد بغیر ماں کی اجازت کے گھر سے باہر قدم رکھ سکے وہ دنیا کے نشیب و فراز سے کیا واقف ہوگا اسی واسطے میں نے منجملہ دوسری نصیحتوں کے یہ کہہ دیا تھا کہ۔

دنیا میں عزت کے ساتھ زندہ رہنا آسان نہیں ہے سعادتمند اولاد وہ ہی ہے جو باپ دادا کی عزت پر حرف نہ آنے دے۔ یہاں قدم قدم پر مشکلات کا سامنا اور آفات کا ہجوم ہے۔ ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا کہ کسی شخص پر غیر معمولی بھروسہ نہ کرنا۔

نو دس سال سے ایک صاحب میاں رازق کے پاس کام کرتے تھے۔ انھوں نے دفتر سے ناجائز فائدہ اٹھایا۔ اور ایک رسالہ جاری کیا۔ میرے واسطے یہ کہنا مشکل ہے کہ رازق میاں کی سادگی اور ناعاقبت اندیشی حقیقتاً اس کی ذمہ دار ہو سکتی ہے یا اُن صاحب کی فراست اور عنایت اس رسالہ کے اجرا کے بعد جو کچھ ہوا اور ہو رہا ہے وہ سب کو معلوم ہے اور مجھ پر جس قدر حملے ہوئے اور ہو رہے ہیں وہ بھی ناظرین عصمت و بنات کے علم میں ہیں۔ افسوس اس کا ہے کہ تربیت گاہ بھی اس نفسانیت کا شکار ہو رہی ہے۔ حالانکہ یہ غریب بچیاں لینے میں نہ دینے میں

---

جب ہم دونوں میاں بیوی مدرسہ کی کوششوں میں منہمک تھے اور کام شروع ہو گیا تھا اس وقت ہمارے سامنے یہ مرحلہ آیا کہ غریب نادار اور یتیم بچیاں تعلیم کے شوق میں غیر مسلم مدارس میں جاتی ہیں اور بعض حالات میں افلاس کی وجہ سے وہ مذہب مقدس کو خیرباد کہتی ہیں ایک دختر اسلام کا ارتداد میری رائے میں سننے والے کے دماغ پر بجلی گرنے سے کم اثر نہیں کرتا کم از کم میری کیفیت تو یہ ہی ہے اس واسطے ایک مسلمان کی حیثیت سے (شاید یہ میری خود غرضی ہو کہ موت سر پر منڈلا رہی ہے) میرا سب سے پہلا کام ان دختران اسلام کا تحفظ تھا چنانچہ میں نے مدرسہ کی ترقی مڈل یا ہائی اسکول کا خیال ترک کیا، اور یہ فیصلہ کر لیا کہ جہاں تک ممکن ہوگا اور خدا کا فضل شامل حال ہے تو ان بچیوں کو ارتداد سے بچاؤں گا۔ چنانچہ آج قریباً گیارہ سال یعنی جب سے تربیت گاہ قائم ہوئی ہے دہلی میں مسلمان لڑکی کے ارتداد کی کوئی واردات میں نے نہیں سنی۔ میں اس کو ذرا وضاحت سے بیان کر دیتا ہوں۔

گذشتہ دس بارہ سال کے عرصہ میں بیگم راشد الخیری صاحبہ کو اُن گھروں کا کافی تجربہ ہو چکا ہے جہاں افلاس کی مصیبت چھائی ہوئی ہے اور غیر مسلم خواتین کی بھی آمد و رفت ہے یہاں

جو کچھ ہم کر سکتے ہیں۔ کوشش کرتے ہیں کہ کلمہ توحید کی پڑھنے والیاں آغوش اسلام سے جدا نہ ہوں یہ ایک راز ہے جس کو ظاہر کرنا خلاف مصلحت ہے۔ صرف اسقدر کہہ سکتا ہوں کہ چونکہ غیر مسلم ہاتھ روزہ کی افطاری تک کے واسطے بھی پیسے عنایت فرماتے ہیں اس واسطے تمام رمضان علاقہ کی یتیم روزہ دار بچیاں اپاہج رانڈیں تربیت گاہ میں افطار کرتی ہیں اور یہ وہ سلسلہ ہے جو اس وقت تک انشاء اللہ جاری رہے گا جب تک میرے دم میں دم ہے، محلہ اور علاقہ میں کم ایسے آدمی ہوں گے جن کو اس کا علم نہ ہو۔

نئے رسالہ نے عصمت یا بنات پر بھی حملے کئے۔ لیکن اشارۃً اور کنایتہً مکتبہ بنات اور میرے متعلق نہایت نامناسب طریقہ اختیار کیا۔ مولوی نذیر احمد مرحوم محصنات میں ایک جگہ فرماتے ہیں۔

"مبتلا کو خبر بھی نہ تھی کہ حاضر و ناظر سے زیادہ دو دشمن اور تیار ہو رہے ہیں معصوم اور بتول یہ دونوں آپا یا دا تو در کنار دھڑلے سے نام لیتے تھے۔ معصوم گالی کے ساتھ اور بتول کوسنے کے۔

مجھے امید نہ تھی کہ قبلہ اور کعبہ سمجھنے اور کہنے والے ایسے رکیک الفاظ استعمال کریں گے۔"

مسلمان کو دوسرے مسلمان سے بدظن ہونے کا حق نہیں ہے۔ مگر واقعات یہ ثابت کر رہے ہیں کہ اس رسالہ کی خوش قسمتی سے چند حضرات کا ایک گروہ دہلی وارد ہوا جس میں کوئی صاحب حکیم رفیق حسن صاحب ہیں۔ ان حضرت کے متعلق اخبار ریاست سے معلوم ہوا ہے کہ بھوپال میں انسپکٹر جنرل پولیس کے خلاف کچھ ناشائستہ الفاظ فرمائے تھے اور شاید بھوپال کے متعلق بھی جس کی پاداش میں یہ حکم ہوا ہے کہ ایک مہینہ کے اندر بھوپال نہ پہنچے تو انکی اور ان کے عزیزوں کی تمام جائداد ضبط ہو جائے گی اس لئے نئے رسالہ کی اعانت شامل ہوتے ہی ان کی عنایت مجھ پر نازل ہوئی تعجب یہ ہے کہ اس گروہ میں ایک تعلیم یافتہ نوجوان بھی شامل ہیں۔ انھوں نے میرے خلاف ایک پوسٹر شائع فرمایا جس کا عنوان تھا "مولانا راشد الخیری کی بے مثل عیاری۔ یتیم لڑکیوں کے فرضی مدرسہ اور بورڈنگ کا قیام۔ ہندوستان کی سادہ لوح پبلک متنبہ رہے"۔ یہ پوسٹر ایک صاحب میاں رازق کے پاس معہ ایک پیام کے لائے جس کی افسوس میں تعمیل نہ کر سکا۔

اس پوسٹر کے پہلے حصہ میں دو باتیں قابل بحث ہیں مدرسہ کے وجود سے انکار اور میاں رازق پر اس کا الزام۔ یہ پوسٹر بارہ یا تیرہ مئی کو تقسیم ہوا ہے اور اسی تاریخ کی شام کو شیخ عبدالرحیم صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل دہلی جن کی بھانجی ممتاز بیگم (بنت مولوی عبدالحمید بی اے ال ال بی وکیل مرحوم گورداسپور نے تعلیم پائی ہے (جو تحریر فرماتے ہیں صفحہ ۴۸۴ پر درج ہے۔

مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیتہ علماء ہند جو مدرسہ سے سو ڈیڑھ سو گز کے فاصلہ پر رہتے ہیں چار پانچ روز بعد تحریر فرماتے ہیں (ملاحظہ فرمائیے صفحہ ۴۸۴

سید حسنین صاحب تحصیلدار دہلی اور ملا واحدی صاحب میونسپل کمشنر جو تربیت گاہ کے بالکل قریب رہتے ہیں ۲۰ مئی کو جو رائے ظاہر فرماتے ہیں صفحہ ۴۸۴ پر درج ہے۔

مدرسہ اور بورڈنگ کا مسئلہ تو ان تحریروں سے طے ہو گیا جو محلہ کے معزز حضرات نے ظاہر فرمائیں۔ دوسری بات میاں رازق کا مدرسہ سے انکار ہے اس کا فیصلہ عقل سلیم بہتر کر سکتی ہے کہ اس میں کہاں تک صداقت ہو سکتی ہے۔ اب رہا چندہ وہ آگے طے کرتا ہوں۔

---

آج اس نئے رسالہ کی عنایت سے میری اور مکتب بنات کی یہ تشہیر ہوئی بدتر سے بدتر لفظ استعمال ہوئے۔ اس گروہ نے محض اپنی نفس پروری کی خاطر میری بدنامی اور تربیت گاہ کی رسوائی بلکہ مٹانے میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا اور ہر ممکن ذریعہ سے مجھے مرعوب کیا۔

میں اسلام کے ہر فیصلہ کے آگے سر جھکائے ہوئے ہوں

ظن خیر میرا ایمان ہے۔ اور میں اس وقت بھی رسالہ مذکور سے بد ظن نہ ہوتا۔ مگر اس پوسٹر نے ثابت کر دیا کہ کس طرح یہ اشتہار لکھا گیا اور کہاں تک یہ گروہ اس رسالہ کی عنایت کا ممنون ہے۔

اس رسالہ کو اور حکیم صاحب بھوپالی اور اُن کے گروہ کو یہ علم نہیں ہے کہ میں نے شروع ہی میں یہ یقین کر لیا تھا کہ مسلمان صرف روڑا اٹکانا جانتے ہیں اس لئے میں نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ جو صاحب مالی امداد فرمائیں وہ یہ سمجھ لیں کہ میں اس روپیہ کا کوئی حساب نہ دوں گا۔ یہ میری ذاتی ملکیت ہوگی اور مجھکو پورا حق ہوگا کہ جہاں چاہوں اور جس طرح چاہوں صرف کروں۔ مجھ سے کوئی صاحب دریافت نہیں کر سکتے اور نہ اعتراض کر سکتے ہیں جس کو مجھ پر اعتماد ہو وہ روپیہ بھیجے ورنہ نہ بھیجے۔ میں سال میں ایک دو مرتبہ اس اعلان کو دہراتا رہتا ہوں میں نے جو وقتاً فوقتاً حساب شائع کیا بھی ہے اس کے ساتھ ہی یہ اعلان کر دیا ہے کہ یہ صرف میرے اپنے اطمینان کے واسطے ہے۔ اور اس وقت پھر کہتا ہوں کہ بہت سی ضرورتیں ہیں جن کو میں ظاہر کرنا مناسب نہیں سمجھتا اور نہ ابھی رسید لے سکتا ہوں۔ اس لئے جو صاحب اس سلسلہ میں شرکت فرمائیں وہ یہ سمجھ لیں کہ میں اُس کو اپنی ملکیت سمجھکر جس طرح چاہوں گا اٹھاؤں گا۔ کوئی صاحب حساب طلب کرنے یا اعتراض کرنے کے مجاز نہیں میں ہرگز ہرگز اپنی عزت خاک میں نہ ملاؤں گا کہ آج ایک حکیم صاحب حملہ فرما رہے ہیں کل ایک ڈاکٹر صاحب حساب طلب کر رہے ہیں پرسوں ایک پروفیسر صاحب مرعوب فرما رہے ہیں یہ کیفیت قریب قریب روز گذر رہی ہے کہ ایک صاحب تشریف لا کر کسی لڑکی سے نکاح کی خواہش فرماتے ہیں۔ دوسرے اغوا کا الزام لگاتے ہیں۔ تیسرے اخبارات میں مضمون بھیجنے کی دہمکی دیتے ہیں۔ ان حالات میں صرف ان خواتین و حضرات سے جو صرف مجھپر اعتماد کر کے روپیہ بھیجتے ہیں اور میرے حلقہ عصمت و بنات میں شریک ہیں صرف یہی شرعی وعدہ کرتا ہوں کہ اُن کا ہر پیسہ نیک نیتی سے صرف کروں گا۔ اس کا حساب خدائے بہتر و برتر کو دوں گا۔ لیکن سوال میری نیت کا ہوگا کہ میں بدنیتی سے ارادتاً اُن کا کوئی پیسہ غلط نہ اٹھاؤنگا۔

راشد الخیری

## حکیم رفیق حسن صاحب کا معافی نامہ

مکرمی جناب مولانا رازق الخیری صاحب

سلام مسنون۔ میں نے حضرت مولانا راشد الخیری صاحب کی تربیت گاہ کے متعلق چار پانچ روز ہوئے ایک پوسٹر طبع کرایا تھا جس کی ایک کاپی آپ کے پاس بھی روانہ کی تھی۔ مجھے اعتراف ہے کہ وہ واقعات جو اس پوسٹر میں لکھے گئے ہیں۔ صحیح نہیں ہیں۔ مجھے شہر کے بعض معزز اصحاب سے معلوم ہوا کہ وہ واقعات درحقیقت صداقت پر مبنی نہیں ہیں۔ میں اُن پوسٹروں کو نذر آتش کر چکا ہوں اور اپنے پوسٹر کی اشاعت پر اظہار افسوس کرتا ہوں امید ہے کہ آپ میری اس لغزش کو معاف فرمائیں گے۔ حضرت مولانا راشد الخیری صاحب کو اور آپ کو اس پوسٹر کی طباعت سے جو تکلیف پہنچی ہے اس پر اظہار ندامت کرتا ہوں۔ فقط

مورخہ ۱۷ مئی ۱۹۳۵ء

رفیق حسن اڈیٹر اخبار صبح وطن دہلی

# تربیت گاہ بنات

## حضرت مفتی مولانا محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیتہ العلماء ہند کی رائے

میری بچی بھی مولانا اور درسگاہ معلمات کی مرہون منت اور شکر گزار رہے۔ درسگاہ میں نہ صرف دہلی کی بچیاں معقول تعداد میں تعلیم پاتی ہیں بلکہ بعض بیرونی مسلمان لڑکیاں بھی فیوض علمیہ سے بہرہ یاب ہوئی ہیں۔

**حضرت خواجہ حسن نظامی کی رائے** - میں سالہا سال سے تربیت گاہ بنات کو جانتا ہوں وہ کوچہ چیلان میں لب سڑک واقع ہے اور اس کا بورڈ منظر عام پر لگا ہوا ہے۔ اگرچہ کچھ عرصہ سے میں نے مدرسہ کا معائنہ نہیں کیا۔ لیکن اس کے وجود اور اس کے کام سے واقف ہوں اور پہلے کئی بار اس مدرسہ کا معائنہ کر چکا ہوں اور لڑکیوں کا امتحان بھی لے چکا ہوں۔

**جناب ملّا واحدی صاحب میونسپل کمشنر کی رائے** - لڑکیوں کا ایسا مدرسہ جس کے اہتمام کی باگ مولانا راشد الخیری صاحب جیسے عورتوں کے مسلمہ خیر خواہ کے ہاتھ میں ہو صرف تربیت گاہ بنات ہی ہے۔ صبح زندگی شام زندگی کا بزرگ مصنف اگر بے توجہی سے بھی کسی بچی کو ایک سبق پڑھا دے تو کون کہہ سکتا ہے کہ وہ دوسروں کے ہزار سبقوں سے بڑھ کر نہ ہوگا۔ ممکن ہے نئی وضع کے حضرات نئی وضع کے اسکولوں کے مقابلہ میں تربیت گاہ بنات کو وقعت نہ دیں لیکن جو لوگ دہلی کے پرانے گھرانوں کی سی تربیت اپنی اولاد کو دلانے کے خواہشمند ہیں اُن کے لئے اب اس کے سوا اور کوئی مدرسہ نہیں ہے۔

**سید حسنین صاحب تحصیلدار دہلی** - میں ملّا واحدی صاحب کی رائے سے حرف بحرف متفق ہوں۔

**مسٹر آصف علی بیرسٹر ایٹ لاء ایم - ال - اے کی رائے** - حضرت راشد الخیری کے دم سے اردو وہ بھی دلّی کی اُردو ابھی تک زندہ ہے اور لے دے کے اب دلّی کو زبان ہی پر ناز ہے یعنی اس دلی کو جس میں ابھی تک پرانی دلّی کے نام لیوا کہیں کہیں بچے کھچے باقی رہ گئے ہیں جس دن انکی آنکھ بند ہو گئی یہ دفتر بھی ختم ہو جائیگا۔ اور اگرچہ نئے دور اور نئی محفلیں ہونگی مگر وہ محفل کہاں جس کا آخری چراغ بھی گل ہو جائے۔ دلّی کی تہذیب اور زبان کے وہ دلدادہ جو اپنے گھروں میں اس چراغ سے دوسرے دئے روشن کرنا چاہتے ہیں اپنی بچیوں کو انکی نگرانی میں تربیت دلانا پسند کرتے ہیں۔ اس تربیت کا معاوضہ تو کیا ہو سکتا ہے مگر جو اخراجات کے کفیل ہوتے یا اُن میں شرکت کرتے ہیں وہ حقیقت میں محض اپنا خراج عقیدت مولانا کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

**شیخ محمد اکرام صاحب بیرسٹر ایٹ لا کی رائے** - مولانا راشد الخیری اور بیگم راشد الخیری بحیثیت مشنری کے یتیم اور نادار بچیوں کی جو خدمت کر رہے ہیں وہ یقیناً قابل قدر ہے۔ اس سلسلہ میں انکی ذات ہر اعتبار سے قابل اعتماد ہے۔

**شیخ عبدالرحیم صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل دہلی کی رائے** - میری ہمشیرہ زادی ممتاز بیگم نے دو سال بحیثیت بورڈر کے تعلیم پائی ہے۔ اُس کی تعلیم و تربیت نہایت قابل اطمینان تھی۔ اور میں اس سے یہ نتیجہ اخذ کر سکتا ہوں کہ تربیت گاہ بنات نہایت مفید ثابت ہو رہی ہے۔

(محترمہ شرافت بیگم کی رائے صفحہ ۴۹۰ پر درج ہے)

# بزم عصمت

بزم عصمت میں صرف وہی خطوط شائع کئے جاتے ہیں۔

(۱) جن میں نمبر خریداری درج ہو (۲) خط بہت مختصر ہو۔ (۳) وہی استفسار نہ ہوں جن کے جوابات عصمت میں بیسیوں مرتبہ شائع ہو چکے ہیں۔ (۴) جن میں رسالہ کے انتظامی امور یا مضامین کے بارے میں کوئی بات نہ ہو۔ (اڈیٹر)

عصمتی بہنوں کو یہ خبر سنکر خوشی ہوگی کہ ۲۱ر اپریل ۱۹۳۵ء روز شنبہ کو ہمارے منجھلے بھائی امتیاز الدین احمد (فائنل کلاس پٹنہ میڈیکل کالج) کی شادی خانہ آبادی مولوی ایس ایم حبیب اللہ صاحب بمہ بترہ آرہ۔ کی صاحبزادی کنیز فاطمہ کے ساتھ ہوئی اور اسی دن بہن کنیز فاطمہ موصوف کے بڑے بھائی ایس مشتاق احمد (آئی اے اسٹوڈنٹ پٹنہ بی۔ ان کالج) کی شادی ہماری بہن شمس النساء کے ساتھ ہوئی۔ خدا ان جوڑوں کو ہمیشہ شاد آباد رکھے اور اقبال دے۔ اس خوشی میں مبلغ دو روپے کی حقیر رقم کسی کار خیر میں خرچ کر دینے کے لئے ارسال خدمت کرتی ہوں۔

بدر النساء شمس الہدیٰ۔ پٹنہ

نہایت رنج و افسوس کے ساتھ لکھتی ہوں کہ میرے بہنوئی شفیع الدین حیدر صاحب ضلعدار نہر کا انتقال، ۲۷ر فروری کو چار دن بے ہوش رہ کر ہوگیا مرحوم گھوڑے پر سے گرے تھے لیکن ظاہری چوٹ بالکل نہ تھی۔ افسوس اس کا خیال و گمان بھی نہ تھا۔ کہ ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہو جائیں گے۔ ہمشیرہ صاحبہ یعنی مرحوم کی اہلیہ بغرض ایصال ثواب دس روپے بھیج رہی ہیں۔ کوئی بہن یا بھائی قطعہ تاریخ وفات بھی لکھدیں۔

زبیری بیگم دہلی

محترمہ بہن انیسہ بیگم صاحبہ بھوپال نے عصمت کے کسی گذشتہ پرچے میں کیلے کے پانی کے بارے میں پوچھا ہے۔ باسی پانی نقصان نہیں کرتا ؟۔ جہاں پانی ہر روز نہیں مل سکتا وہاں چالیس دن کا پانی ایک ہی دن نکال کر عورتیں رکھ لیتی ہیں۔ لیکن تازہ پانی زیادہ بہتر ہے فائدہ ہونے پر بہن صاحبہ بذریعہ عصمت مطلع کریں۔

محترمہ بہن ب۔ ل۔ ق۔ ج۔ ب صاحبہ نے میرے آزمودہ نسخہ کے بارے میں لکھا ہے کہ اس سے بال تو بڑھ جاتے ہیں مگر جلد سفید ہو جاتے ہیں۔ بہن صاحبہ کی ہمشیرہ محترمہ نے کیلے کا عرق لگانے کے بعد کوئی خوشبودار تیل لگایا ہوگا (جو عموماً اشتہاری ہوتے ہیں) ہم نے ترکیبیں لکھی ہیں وہ بالکل صحیح اور ٹھیک ہیں یہ نسخہ بار ہا کا آزمودہ ہے۔

مئی ۱۹۳۵ء کے پرچہ میں کسی عصمتی بہن نے اپنی آنکھوں کے دانے کا آزمودہ نسخہ دریافت کیا ہے۔ بہن صاحبہ کو معلوم ہو کہ وہ صبح اٹھتے ہی چند دانے سیاہ مرچ کے ایسے گھڑوں پر رگڑیں جن میں پانی رکھنے سے انکی رنگت سبز ہوگئی ہو (اس رنگت کو ہم لوگ کائی کہتے ہیں) اور فوراً اپنی آنکھوں کے دانوں پر لگالیں۔ دن میں کئی بار اپنی آنکھوں پر اسی طریقہ سے لگائیں۔ انشاء اللہ اُن کو ضرور فائدہ ہوگا میرا آزمودہ ہے۔ فائدہ ہونے پر بذریعہ عصمت اطلاع دیں۔

ایک بہن نے میرا پتہ پوچھا ہے بہن صاحبہ نے اتنی تکلیف بیکار گوارا کی ہیں تو ان بہن صاحبہ کو جانتی ہی نہیں۔ یہ تہذیب کے خلاف ہے کہ میں کسی اجنبی بہن کو اپنا پتہ بھیجدوں۔ اس لئے بہن محترمہ مجھے معاف رکھیں۔

اقبال بیگم۔ پٹنہ

کوئی عصمتی بہن یا بھائی برائے نوازش اس بات سے مطلع فرمادیں کہ خارش کی مجرب دوا کیا ہے جس سے خارش بالکل جاتی رہے۔ میرے گھر میں یہ مرض قریب چھ ماہ سے ہے اور ہر ایک کے ہے۔ ہر طرح کا علاج کیا مگر کچھ کمی ہوگئی اور پھر زیادتی ہوگئی۔

بتول فاطمہ میرٹھ۔

پرانا ورم گردہ مجھکو عرصہ ۱۲۔۱۳ سال سے ہے۔ اب تو دل بھی نہایت کمزور ہوگیا ہے بہت تیز دھڑکتا ہے۔ تمام جسم پہ ہلکا ورم ہے۔ خصوصاً پیروں پر۔ ڈاکٹری میں جس کو ایلبومن کہتے ہیں (رطوبت بیضہ) یہ مادہ قارورہ میں خارج ہوتا ہے۔ معدہ خراب ہوگیا ہے۔ سانس پھولتا ہے۔ سب عصمتی بہنیں و ڈاکٹر ممتاز حسین صاحب اور ڈاکٹر کپتان نصیر الدین صاحب توجہ فرمادیں۔

خریدار ۵۶۴۶

میری اماں جب صبح کو بیدار ہوتی ہیں تو داہنی آنکھ میں سرخی نمودار رہتی ہے اور بہت جلن ہوا کرتی ہے۔ شام کو بالکل صاف ہو جاتی ہے۔ براہ کرم کوئی عصمتی بہن آزمودہ نسخہ بذریعہ عصمت

تحریر فرما کر ممنون ہونے کا موقع دیں۔

زبیدہ خاتون رانچی

کوئی ۲ یا ۳ ماہ پیشتر عصمت میں سنا فہ لکڑی منگوانے کا پتہ تھا۔ اسی پتہ پر میں نے خط لکھا۔ مگر افسوس کہ واپس آ گیا۔ نہ معلوم کیوں! اب برائے مہربانی کوئی بہن رنگون کے اصلی پتہ سے یا اور دوسری جگہ سے جہاں سنا فہ لکڑی اور گھسنے کا پتھر ملتا ہو مطلع فرمائیں۔

مسز کے صلاح الدین (رامناتھ)

بزم عصمت کے لئے بہن بنت شیخ فرمان علی صاحبہ مظفر نگر کی خدمت میں عرض ہے کہ میں نے "فیسرین" منگوائی تھی یہ جلدی بیماریوں کے لئے اعجاز مسیحائی ہے خصوصاً کیلوں کے لئے بغیر معمولی فائدہ بخش ہے۔ آپ بلاشبہ منگوائیے۔

ایچ۔ احمدی بیگم۔ (دلو پورم)

بہ استفسار محترمہ بہن عمر جعفری صاحبہ عرض ہے کہ اپنی ہمشیرہ کے بے وقت بالوں کے سفید ہو جانے کے لئے دو بوتل تازہ اور صاف عرق جڑ جھاد پتہ ذیل پر روانہ فرمائیں بہت عمدہ تیل تیار کر دیا جائے گا جس سے سفید بال سیاہ ہو جائیں گے اور تاز یست بال سفید نہ ہوں گے۔ نہایت عمدہ اور مجرب تیل ہے۔ پتہ مسٹر نور الحسن ایڈوکیٹ۔ وائس چیرمین۔ دکٹرہ الہ آباد

مس نور الحسن

میں دلی مسرت کے ساتھ اطلاع دیتی ہوں کہ ۳۰ اپریل ۳۵ء یوم جمعہ بوقت نو بجے دن خدا نے مجھے چاند سی بھانجی عطا کی ہے۔ کوئی بہن قطعہ تاریخ ولادت لکھ کر شکریہ کا موقع دیں۔

خریدار نمبر ۹۲۰

میں نہایت مسرت سے اطلاع دیتا ہوں کہ میری اہلیہ جناب رحمت النساء بیگم بی۔ اے ہیڈ مسٹرس سنٹرل اردو گرلس مڈل مڈل اسکول میسور امسال بی۔ ٹی کے امتحان میں کامیاب ہوئیں یہ عرصہ دراز سے آپ کے پرچہ کی خریدار اور شیدا ہیں۔ یہ ملک میسور میں پہلی مسلم خاتون ہیں جنھوں نے اس امتحان میں کامیابی حاصل کی۔ باوجود مردانہ کالج میں تعلیم پانے کے پردۂ اسلامی کو بھی قائم رکھا ہے۔

سید عبد الغنی۔ میسور

ماہ نومبر ۳۴ء کے بزم عصمت میں مکرمہ بہن مسز نواب یوگنڈا افریقہ نے اپنے فرزند کے سینہ کی کمزوری کے بابت تحریر فرمایا ہے۔ ان کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ اپنے بچہ کو صرف بادام کا استعمال ترکیب ذیل سے کرائیں۔ بارہا بلکہ صدہا بار ایسے مریضوں پہ آزمایا گیا اور اکسیر ثابت ہوا۔ مغز بادام ۲۰ تولہ پہلے سرخ چھلکوں سے صاف کر لیا جائے بعدہٗ ہموزن مصری ملا کر سفوف تیار کر لیا جائے۔ یہ سفوف دن بھر میں ختم کر دینا چاہیئے۔ لیکن سفوف کھانے کے بعد پانی نہ دیا جائے انشاء اللہ ایک ہی چلہ میں کل شکایتیں دور ہو جائیں گی۔ اور کھانسی کے لئے بھی بیحد مفید ہے۔

فروری ۳۵ء کے پرچہ میں مسز عبیدہ صاحبہ نے جامعہ ملیہ اسلامیہ کے متعلق دریافت فرمایا ہے۔ جواباً تحریر ہے کہ حسب ذیل پتہ سے پراسپکٹس یعنی قواعد ایک کارڈ لکھ کر منگا لیں جس میں اُن کی کل دریافت شدہ باتوں کا جواب مل جائے گا۔

جناب ڈاکٹر ذاکر حسین خانصاحب شیخ الجامعہ۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ قرول باغ دہلی

بیگم عمر جعفری صاحبہ کی خدمت میں ایک نسخہ بال بڑھانے کا بالوں کو سفید ہونے سے روکنے کا اور تمام دماغی کمزوریوں اور بیماریوں اور بال ضائع ہونے سے محفوظ رکھیگا جو اسرار صدیہ سے ہے ارسال کرتی ہوں تجربہ شرط ہے۔

سنبل الطیب۔ سعد کوفی۔ اشنہ۔ پرسیاؤشاں۔ قرنفل
۳ تولہ ۳ تولہ ۳ تولہ ۳ تولہ ۱ تولہ

ہلیلہ سیاہ۔ آملہ منقے۔ حب الآس۔ پوست ترنج۔ ناگیسر
۳ تولہ ۳ تولہ ۳ تولہ ۳ تولہ ۳ تولہ

الائچی کلاں معہ پوست۔ رتن جوت۔ مصطگی رومی۔ برادہ آبنوس
۳ تولہ ۱ تولہ ۳ تولہ ۳ تولہ

عرق برگ بھنگرہ سبز۔ برادہ صندل سفید۔ کشنیز خشک۔ خشخاش
۵ تولہ ۳ تولہ ۳ تولہ ۱ تولہ

کل ادویات کو نیم کوب کر کے ۲ سیر پانی میں بھگو دیں ۲۴ گھنٹہ کے بعد خوب مل ڈالیں اور اسی میں ایک سیر روغن ناریل بھی ڈالدیں اور ہلکی آنچ پر پکائیں۔ پانی جل جانے پر روغن چھان۔ روغن سر میں لگائیں اور ادویات سے سر دھوئیں۔ (زاہدہ خاتون۔ مرزاپور)

# دُوربین

**جنگ کے بادل** - جرمنی کو معاہدہ صلح کی رو سے آبدوزیں بنانے کی اجازت نہیں تھی لیکن اب اُس نے انہیں بنانا شروع کردیا ہے ان میں سے ہر ایک کا وزن ۷ ہزار من ہوگا - ابھی یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ اتنے وزن کی صرف ۱۲ بنانا چاہتا ہے - برطانیہ کے پاس ۴۲ ریاست ہائے امریکہ کے پاس پچاس - فرانس کے پاس ۹۴ - اطالیہ کے پاس ۸۸ - اور جاپان کے پاس ۷۶ آبدوزیں ہیں - اطالیہ کے ہوائی مستقر پر ایک جرمن ہوائی جہاز اُڑتا ہوا نیچے گرا دیا گیا - اس میں شہری لباس میں ایک فوجی افسر تھا اور اس کے پاس دو تصویر کش صندوقچے تھے - فرانس نے بھی شکایت کی ہے کہ جرمن ہوائی جہاز اس کے ہوائی مستقروں پر اُڑتے دیکھے جارہے ہیں۔

فلسطین کے مقام حیفہ میں ایک یہودی نے ایک عرب دوکاندار پر حملہ کردیا - اس پر عربوں کا ایک گروہ یہودیوں کی آبادی پہ جا پڑا - خوب لڑائی ہوئی - آٹھ یہودی زخمی ہوئے اور دو ہلاک ہوگئے - حکومت نے ۱۴۰ عربوں کو گرفتار کرلیا لیکن بعد میں ۱۰۸ رہا کردئے گئے باقیوں پر مقدمہ چلایا جائے گا -

حکومت برطانیہ فلسطین اور شرق ایران میں اپنے فوجی استحکامات زیادہ مضبوط بنارہی ہے - ہوائی جہازوں میں اضافہ کیا جارہا ہے - اسکندریہ اور قاہرہ میں بھی فوجی طاقت بڑھائی جارہی ہے جس سے شام اور حجاز میں پریشانی کے آثار پائے جاتے ہیں

اطالیہ قدیم رومی مملکت کے دوبارہ قائم کرنے کے خواب دیکھ رہا ہے - اُس نے زبردست جنگی تیاریاں کی ہیں حبش سے اس کا عرصہ سے جھگڑا چلا آتا ہے - حبش عیسائی سلطنت ہے اور مسلمانوں کو اس کے نام سے دلی وابستگی ہے - اور وہ اسکے لئے دعا گو ہیں - اس نے جمعیتہ الاقوام کو بار بار اپیل کی کہ وہ اطالیہ کو روکے لیکن جمعتہ کمزوروں کی طرف توجہ نہیں کیا کرتی - اب اطالیہ نے فوجیں حبشی محاذ پر بھیجنا شروع کردی ہیں - اس سے پہلے وہ فرانس سے معاہدہ کرچکا ہے کہ وہ اس توسیع میں اس کا مددگار رہے - جنوب میں وہ علاقہ واقع ہے جو جرمنی سے دوران جنگ میں چھینا گیا تھا - اور اب جرمنی اس کو واپس مانگتا ہے - یہ وجہ ہے کہ اطالیہ جلد اس علاقہ میں اپنا اقتدار قائم کرنا چاہتا ہے - حبش نے بھی اعلان کہ وہ بالکل تیار ہے اور وہ آخر دم تک اپنی سلطنت کو بچائے گا - حبش کے دم خم اور جنگی تیاریاں دیکھ کر مسولینی صاحب ڈھیلے پڑگئے ہیں صلح کرنا چاہتے ہیں اور جرمنی پر الزام دھرتے ہیں کہ اس نے حبش کو خفیہ خطرناک اسلحہ پہنچائے ہیں -

انگریزوں نے جرمنی کو دھمکی دی ہے کہ اس نے اگر اس علاقہ میں قدم رکھا جو عہدنامہ کی رو سے جنگی استحکامات سے معرا کردیا گیا ہے تو برطانیہ اپنی پوری قوت سے فرانس کی مدد کرے گا -

**جشن جوبلی** - ۶ مئی سے بادشاہ سلامت کے ۲۵ سالہ عہد حکومت کا جشن ہر جگہ بڑی دھوم دھام سے منایا گیا - دہلی میں گھنٹہ گھر اور ملکہ کے باغ میں کمیٹی گھر خوب روشن کیا گیا - اور یہ روشنی کئی روز تک جاری رہی - جگہ جگہ غریبوں کو کھانے کھلائے گئے - کھیل کود ہوئے - رات کو آتشبازی چھوڑی گئی - دن میں وفادارانہ جذبات سے لبریز تقریریں ہوئیں - تمام ہندوستان کا چندہ ۱۰ لاکھ کے قریب ہوا - دہلی میں ملکہ باغ میں جو مینا بازار لگا تھا اس میں عورتوں کی بڑی مٹی خراب ہوئی کچھ عورتیں اور بچے گم ہوگئے بعض بدمعاشوں نے اس موقع سے ناجائز فائدہ اٹھایا -

**عورتوں کا جلسۂ قومیت**:- ٹراونکور کی ریاست میں ایک مقام پر عورتوں کا جلسہ ہوا جس میں استقبالی صدر بی بی نے کہا کہ جن کی صحت خراب رہتی ہو اور بچوں کی پرورش بخوبی نہ کر سکتی ہوں انہیں افزائش نسل سے بچنا چاہئے۔ مگر مغرب کی تقلید میں ضبط تولید سخت مضر چیز ہے۔ اس سے عورتوں کی صحت اور جوانی برباد ہوتی ہے۔ عورتوں کو خانہ داری میں خاص دلچسپی لینی چاہئے۔ وہ مردوں کے برابر تمدنی و سیاسی حقوق لیتے ہوئے بھی خانگی امور میں کماحقہٗ حصہ لے سکتی ہیں۔ ہندوستانی کنبہ کا لطف اتفاق سے قائم رکھنا چاہئے۔ ٹراونکور کی اسمبلی کے صدر نے اس مجلس کے صدر کی حیثیت سے تقریر کی کہ فرقہ وارانہ جلسے بُرے ہیں لیکن جب یہ رَو رہی چل پڑی ہے تو ہر فرقہ اپنی مادی ترقی کے لئے کوشش تو کرے لیکن تصادم سے بچتا رہے۔ آپس میں دشمنی پیدا نہ ہونے دے۔ سب فرقوں کی عورتوں کا ایک جلسہ بھی ہونا چاہئے۔ اس موقع پر کہ ہندوستان کی قسمت ڈھل رہی ہے ضروری ہے کہ ہر فرقہ اور مذہب کا آدمی ملک کی بھلائی اور عام خیر خواہی کے لئے مستعد ہو کے کام کرے۔ منفردانہ خود غرضیوں کو ملک کی بھلائی میں حائل نہ ہونے دے۔

یہ وہ اتحاد قومیت ہے جو آج ۱۳ ½ سو برس پہلے آنحضرت رسول کریم صلعم نے ورود مدینہ کے بعد دنیا میں سب سے پہلی مرتبہ دنیا کے سامنے پیش کیا کہ مسلمان کہیں کے ہوں بھائی بھائی ہیں۔ وہ دوسری قوموں سے مل کے ملک کے لئے کام کریں دوسری قوموں کی حفاظت کی جائے۔ برابر کے عہدے دئے جائیں بشرطیکہ وہ مسلمانوں کے بدخواہ نہ ہوں اور اُن کے جھگڑوں میں غیر جانب دار رہیں۔ بیرونی حملہ آور کے مقابلہ میں مسلمانوں کی امداد کریں۔

**آتشبازی کی آگ**:- جامع مسجد دہلی کے پاس جس آتشبازی کی دوکان میں پچھلے سال آگ لگی تھی اور دوکاندار اپنے بچوں سمیت جل کے مر گیا تھا اور اس کی بیوی اور ایک بچہ باہر ہونے کی وجہ سے بچے رہے تھے۔ اس سال اسی دوکان میں ایک عورت بارود چکی میں پیس رہی تھی کہ آگ لگی اور وہ اتنی جل گئی کہ شفاخانہ میں جاتے ہی مر گئی۔ کچھ عجیب اتفاق ہے کہ چھ سال کے اندر چار دفعہ اسی دوکان میں آگ لگتی رہی اور دس اموات واقع ہوئیں پچھلے سال کی اموات الگ ہیں۔

**ہندو عورتیں پردہ میں**:- امرتسر میں ایک جلسہ میں مہاسبھا کے صدر سادھو واسوانی اور دان کے صدر بھائی پرمانند نے متضاد تقریریں کیں۔ سادھو نے کہا کہ میں تمدنی غلامی کا بھی ویسا ہی مخالف ہوں جیسا سیاسی غلامی کا۔ عورتوں اور اچھوتوں کو پوری آزادی ملنی چاہئے۔ بھائی نے اختلاف کرتے ہوئے کہا۔ کہ ہندو عورتوں کو شہدے چھیڑتے ہیں میں چاہتا ہوں وہ مکانوں میں بند رہیں۔ اور پردہ کریں اور تعلیم بھی حاصل نہ کرنے پائیں۔ تاوقتیکہ ان کے بھائیوں میں انکی حفاظت کرنے اور آبرو بچانے کی طاقت آئے۔

**مصر میں مقبروں کی کھدائی**:- لارڈ کارنر نے طوطنخ یامیں فرعون مصر کا مقبرہ دریافت کر کے اسے کھدوایا۔ دنیا میں اس کی بڑی شہرت ہوئی۔ اس مقبرے کے پسوؤں کے کاٹنے سے کچھ آدمی مر گئے اور چند بعد میں اور بیماریوں سے مرے۔ یورپ والوں میں وہم پھیل گیا کہ فرعون کی پھٹکار ان سب کو لے بیٹھی۔ مگر کارنر زندہ رہا۔ اس مقبرے کو نو سال میں ۸۶ ہزار آدمیوں نے فیس دے کے دیکھا ۳۳۳۳۳۳۳۳۳ روپے سالانہ آمدنی ہوتی رہی۔ اب حکومت مصر نے اسے مزید کھدائی سے روکدیا ہے وہ مصر کے حکمران اٹھارھویں خاندان کی ملکا ڈی کے مقبرے کھود کے نکالنا چاہتا تھا۔ اس کا خیال ہے کہ ملکہ کلیو پیٹرا ابھی وہیں دفن ہے۔

**تاروں کا جھرمٹ**:- دوارکا کے نزدیک ایک گاؤں میں ایک جینی نے ایک بیوہ سے شادی کر لی۔ اس پر برادری نے اُس کا

شریف ہندوستانی عورتوں کے پڑھنے کے لائق
ایک دلچسپ اصلاحی ناول
رفیق النساء
مصنفہ
ڈاکٹر سید غلام حسین

بقیہ صفحہ ۴۹۰۔

معصوم دعائیں۔ ایک قتل اور اس کا انکشاف ۲۵ء کا واقعہ۔ رموز معرفت۔ سہاگن۔ بیوہ۔ یاد وطن۔ آہ میرا امتزاج۔ تو پھر لکھتی ہوں۔ رئیسہ کی بسم اللہ میاں بیوی (طویل افسانہ) منتشر خیالات۔ زینت دوست۔ مالن کی لڑکی۔ ستم زدہ۔ نور جہاں بیگم جشن جوبلی میں مینا بازار کے منظاہرے۔ آہ تو چلی گئی۔ درخواست۔ جی حضور عورت ناقص العقل ہے رئیسہ کی سرگذشت۔

ایڈیٹر

ESTD. THE ISMAT, 1908. DELHI.
عصمت
JAN/-33

# تصانیف محترمہ نسوانِ ہند محترمہ خاتونِ اکرم

محترمہ خاتون اکرم صاحبہ تعلیم یافتہ ہندوستانی خواتین کی محبوب ترین انشاپرداز تھیں جن کی مضمون نگاری کا ہندوستان بھر میں ڈنکا بج چکا ہے جن کے فلسفیانہ خیالات نے جن کے درد و اثر میں ڈوبے ہوئے طرزِ تحریر نے بڑے بڑے قابل مردوں سے خراجِ تحسین وصول کیا تھا۔ مشہور انگریزی روزنامہ بمبئی کرانیکل کی رائے ہے مرحومہ خاتون اکرم نہایت اعلیٰ درجہ کا ادبی مذاق رکھتی تھیں اور اپنے خیالات و جذبات کو نہایت سادہ مگر پُر زور الفاظ میں مختصر الفاظ میں ادا کرنے کی قدرت رکھتی تھیں علی گڈھ میگزین لکھتا ہے ان کا طرزِ بیان پُر اثر اور دل نشین ہوتا ہے۔ رسالہ نورجہاں نے لکھا تھا مرحومہ چھوٹی سی عمر میں نہایت دانشمندانہ اور وسیع تجربہ رکھنے والی خاتون تھیں اپنی پُر زور تحریر میں انسانی جذبات کی تصویر نہایت خوش اسلوبی سے کھینچتی تھیں

## (۱) گلستانِ خاتون

محترمہ خاتون اکرم ملک کے بہترین افسانہ نگار مردوں میں بھی نہایت ممتاز درجہ رکھتی تھیں گلستانِ خاتون متفقہ طور پر اردو کے بہترین افسانوں کا مجموعہ تسلیم کی گئی ہے۔ شہیدِ ظلم۔ آرزوؤں پر قربانی۔ انقلابِ زمانہ۔ تربیتِ اولاد۔ طرزِ زندگی۔ سچ کی فتح۔ دوسری شادی وغیرہ۔ وہ سبق آموز موثر اور دردانگیز افسانے ہیں جو زنانہ لٹریچر میں غیر فانی درجہ رکھتے ہیں اس سے پہلے کسی ہندوستانی خاتون کے ایسے بلند پایہ افسانوں کا مجموعہ نہیں چھپا۔ پیسہ اخبار لکھتا ہے " یہ وہ دلچسپ افسانے ہیں جن میں کوئی افسانہ خلافِ قیاس نہیں بلکہ عین مشاہدہ اور فطرت کے موافق ہے انکی دلچسپی خاتمہ کتاب پر خود بخود مائل کرتی ہے " اخبار ریاست کی رائے نہ صرف خواتین بلکہ مرد صاحبان کو بھی ان سبق آموز اخلاقی افسانوں کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے " رہنما لکھتا ہے ہر افسانہ اس قدر دلکش ہے کہ بغیر پورا کئے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ یہ افسانے ہمارے موجودہ تمدن و معاشرت کی خرابیوں کی اصلاح کرنے والے ہیں " ذوالقرنین لکھتا ہے ان افسانوں میں ایک خاص خوبی یہ ہے کہ جس کا کیرکٹر بیان کیا ہے اسیں موقع و حیثیت کے لحاظ سے زبان و لہجہ استعمال کیا گیا ہے۔ ملک کے تمام مشہور اخبار و رسائل نے نہایت شاندار ریو کئے ہیں کتاب کا دیباچہ مولوی راشد الخیری ایڈیٹر عصمت نے لکھا ہے تمام کتاب آرٹ کاغذ پر رنگین چھپی ہے اردو میں ایسی خوبصورت کتابیں بہت ہی کم نکلیں گی۔ ٹائیٹل خوبصورت عمدہ لکھائی چھپائی قیمت ایک روپیہ چار آنہ۔ عہ مجلد ۱۲ عہ

## (۲) پیکرِ وفا

ایک دلاویز نتیجہ خیز افسانہ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ وفا عورت کی خلقت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے اور شریف بیوی اپنے شوہر کیلئے ایسی ایسی قربانیاں کر دکھاتی ہے کہ دنیا حیرت میں رہجائے۔ رسالہ ہمایوں کی رائے ہے " یہ ایک کامیاب و مفید افسانہ ہے جسمیں عورتوں کے احترام کو واضح کیا گیا ہے جسکی تعلیم اسلام نے ہمیں دی ہے انداز بیان دلآویز عبارت سادہ و شگفتہ " اخبار کشمیری کی رائے پیرایہ بیان دلگداز ہے " اخبار صداقت کی رائے " پلاٹ اور کیرکٹر دونوں کے لحاظ سے اعلیٰ درجہ کا افسانہ ہے " بارسوم۔ قیمت آٹھ آنے

## (۳) بچھڑی بیٹی

ایک دلچسپ سبق آموز افسانہ جو کئی زنانہ رسالوں میں شائع ہوکر بے انتہا پسند کیا جا چکا ہے۔ ایک لڑکی ماں باپ سے بچھڑ جاتی ہے اسکی جدائی میں ماں باپ کی جو کیفیت ہوتی ہے وہ صرف کتاب پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ برسوں کے بعد وہی لڑکی اس طرح ملتی ہے کہ جنت مکانی کی بےمثل افسانہ نگاری کی داد دینی پڑتی ہے بیحد دلچسپ قصہ ہے۔ یہ بھی آرٹ کاغذ پر چھپا ہے قیمت ۶ر

## (۴) جمالِ ہمنشیں

جنت مکانی کے بےمثل ادبی مضامین کا نہایت حسین شاندار مجموعہ

اجل، عالمِ نزع، بھول، رمضان، وعدہ وفائی، خدا کی مصلحت، تعزیت نامہ، فانی زندگی، تغیرات زندگی نیرنگی زمانہ، عبرت گاہ دنیا، موسم بہار، غم، ساون، عید، زندوں کی زندہ ہستی، کسی کی یاد، ہنسی مذاق، خموشی کا دن وغیرہ وغیرہ۔ یہ وہ دلاویز مضامین ہیں جو کہ عصمت، تہذیب، استانی، شباب اردو وغیرہ میں شائع ہوکر دھوم مچا چکی ہے، جمال ہمنشیں کے متعلق اخبار ہمدرد لکھتا ہے " ان مضامین میں فلسفیانہ بحث کی گئی ہے " انڈین ڈیلی میل کی رائے " ان مضامین کی اردو صاف رواں ہے " زنانہ رسالہ حرم کی رائے " یہ مضامین بہ لحاظ زبان و خیال نہایت بلند ہیں اور ان کی اشاعت اردو زبان پر بڑا احسان ہے " رسالہ اردو لکھتا ہے ان مضامین کی عبارت بہت فصیح و نفیس ہے " اخبار وکیل جمال ہمنشیں بلاشبہ نسوانی دنیا کیلئے سبق آموز کتاب ہے " اخبار مدینہ کی رائے " مضامین بہت بلند پایہ ہیں " روزنامہ انگریزی بمبئی کرانیکل لکھتا ہے ان مضامین کی زبان نہایت آسان اور سادہ ہے " یہ بھی آرٹ کاغذ پر تیسری بار چھپی ہے قیمت ایک روپیہ

# تصانیف محترمہ صغریٰ ہمایوں صاحبہ

ایم۔ آر۔ اے۔ ایس۔ لندن

## (۱) مشیرِ نسواں یا زہرہ

ایک دلچسپ اخلاقی ناول جس میں لڑکیوں کو بہت سی بیش بہا اخلاقی باتیں بتائی گئی ہیں۔ قصہ دلچسپ و نتیجہ خیز ہے، طرزِ بیان بھی عمدہ ہے۔ اکابرینِ قوم نے جسے پڑھ کر حسبِ ذیل ریویو کئے تھے

علامہ شبلی نے اسے پڑھ کر فرمایا تھا " یہ کتاب محاسن سے مملو معائب سے بالکل پاک ہے " اخبار مشیرِ دکن کے ریویو کا خلاصہ " کیا مضامین کیا بلحاظ زبان بڑی دلچسپ اور دلآویز کتاب ہے " مخبرِ دکن کا ریویو " عورتوں کیلئے نہایت دلچسپ اخلاقی ناول ہے " شوکتِ اسلام کا ریویو " بے نظیر ناول ہے جس میں عورتوں کی ہر حالت اور ہر عمر کے متعلق نصائح اور معلومات کے ذخیرے دلچسپ طریقہ سے بیان کئے گئے ہیں " اخبار تہذیبِ نسواں کا ریویو " اس قصہ کو مصنفہ نے نہایت دلچسپ اور پُر لطف طریقہ سے بیان کیا ہے " مصنفہ کو اس تصنیف پر تمغۂ طلائی دیا گیا تھا بار سوم قیمت

## (۲) سرگذشتِ ہاجرہ

دلچسپ اور سبق آموز قصوں کے سرگذشتِ ہاجرہ میں اخلاقی و اصلاحی جواہرات بیش بہا ذخیرہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ازدواجی زندگی میں جو بے لطفی پیدا ہوجاتی ہے عورت انہیں کس طرح دور کرسکتی ہے چار سہیلیاں ایک جگہ جمع ہوکر آپ بیتی سناتی ہیں ان میں ہاجرہ کی سرگذشت سب سے زیادہ دلچسپ اور مفید ہے اور بتائیگی کہ بیویاں بگڑے ہوئے گھر کس طرح سنوارتی اور ہاتھ سے نکلے ہوئے شوہروں کو کیونکر اپنا کر لیتی ہیں۔ علامہ سر محمد اقبال کی رائے ہے کہ " سرگذشتِ ہاجرہ مستورات کیلئے نہایت مفید کتاب ہے طرزِ بیان بھی موثر اور دلکش ہے " بیگم صاحبہ سر عبدالقادر صاحب بیرسٹر ایٹ لا کی رائے ہے " یہ نہایت اچھی اور دلچسپ کتاب ہے اس میں ہر قسم کے نقائص کی بڑی خوبی سے قصہ کے پیرایہ میں اصلاح کی ہے "۔ بار دوم قیمت دس

## (۳) موہنی

ایک اخلاقی معاشرتی افسانہ ایک شہزادی شوہر کے انتقال پر گھربار چھوڑ کر جنگلوں میں ماری ماری پھرتی ہے، یہاں تک کہ ایران پہنچتی ہے اور وہاں عجیب طریقے سے شوہر سے ملاقات ہوتی ہے۔ ایران کی معاشرت، مہمانداری، زچہ خانہ، شادی بیاہ، رسم و رواج پر ایسی مفید معلومات کسی کتاب میں نہ ملیں گی قیمت

## (۴) تحریر النسا

لڑکیوں اور عورتوں کے لئے جدید طرز پر خط و کتابت کی بے نظیر کتاب، اخلاقی و معاشرتی و مذہبی سبقوں کا لاجواب مجموعہ جس میں ان کو کارآمد اور مفید بہت سی باتیں بتائی گئی ہیں یہ کتاب انشائی انداز اور نتیجہ خیز سبق آموز مضامین کا مجموعہ بھی ہے اسے پڑھنے کے بعد نہ صرف ہر موضوع پر اچھے اچھے خطوط ہی لکھ سکتی ہیں بلکہ انکی معلومات میں بھی اضافہ ہوتا ہے قیمت

---

معزز خواتین کی لکھی ہوئی نہایت دلچسپ اور مفید کتابیں

محصول ڈاک بذمہ خریدار

| کتاب | قیمت | کتاب | قیمت |
|---|---|---|---|
| انوری بیگم | ۱۲ر | عقل کی باتیں | ۸ر |
| غیرت کی پتلی | ۶ | ہنسی کی باتیں | ۸ر |
| چار رُخ | ۴ر | تاریخی لطیفے | ۸ر |
| دولت پر قربانیاں | ۸ر | خواتینِ اندلس | ۶ر |

| کتاب | قیمت | کتاب | قیمت |
|---|---|---|---|
| خانہ داری کے تجربے | ۱۲ر | تندرستی ہزار نعمت | ۴ر |

**دفتر عصمت کوچہ چیلان دہلی**

سے یہ سب کتابیں شائع ہوئی ہیں۔

| کتاب | قیمت |
|---|---|
| شمعِ خاموش (نظمیں) | ۶ر |
| آئینۂ جمال (نظمیں) | ۱۲ر |
| شہیدِ وفا (افسانے) | عہ |
| نغماتِ موت (مضامین) | ۶ر |

| کتاب | قیمت |
|---|---|
| پردہ و تعلیم | ۲ |
| بچوں کی تربیت | [illegible] |
| بچوں کی دنیا | [illegible] |
| مختصر دنیا | [illegible] |
| آئینۂ موثر | [illegible] |

ہندوستانی بیبیوں کیلئے اردو کا بہترین ماہوار رسالہ

# عصمت

دہلی

اٹھائیسویں سال کا پہلا پرچہ

## سالگرہ نمبر

سنہ ۱۹۳۵ء

قیمت
قسم اول ڈیڑھ روپیہ
قسم دوم ایک روپیہ

مرتبۂ
رازق الخیری

تعداد
اشاعت
۵۳۰۰

# رسالہ عصمت دہلی

## فہرست مضامین سالگرہ نمبر (جولائی و اگست ۱۹۳۵ء)



### مذہب، اخلاق، معاشرت، تمدن



### تاریخ و سیر، سیر اور سیاحت



### افسانے، ڈرامے، انشا لطیف

# بلاک کی تصویریں

**تمام بلاک خاص طور پر اس سالگرہ نمبر کیلئے بنوائے گئے ہیں**

**رنگین تصویریں** (۱) لازوال محبت (۲) رواج کی کلبینٹ (۳و۴) سلائی کی مشین سے دو نمونے۔ (۵) چمڑے کی دستکاری کی ۱۲ چیزیں۔

## ایک رنگ کی تصویریں

**مضمون نگارانِ عصمت** (۶) محترمہ مسز برلاس (۷) محترمہ قمر النساء بیگم۔

**مسٹر فیضی رحمین کے دو شاہکار** (۸) آغاز موسم بہار (۹) پہاڑ کا محافظ۔

**گرمیوں میں انگلستان کی بہار** (۱۰) انگلستان کا ایک بیچ (۱۱) ایک آبشار "جرمنڈین" (۱۲) ساحل سمندر پہاڑی پر شل ریل کے گاڑی (۱۳) آئینہ کا یکان (۱۴) کشتی رانی (۱۵) تیرنے کا حوض (۱۶) ساحل سمندر پر ٹینس کورٹ (۱۷) ساحل سمندر پر قیام (۱۸) پیرس کے باغ کا منظر۔

**سفرنامہ ایران۔ جشن فردوسی** (۱۹) فردوسی (۲۰) آرام گاہ فردوسی (۲۱) خانم پری آغا (۲۲) صحن روضہ امام رضا (۲۳) باغ ارک مشہد (۲۴) ہوٹل ارک۔

**بدھ مت کا کعبہ** (۲۵) بدھ گیا (۲۶) بدھی مندر یا دہراسن (۲۷) مرگدا پہلے وعظ کا مقام (۲۸) مہابدھی سوسائٹی کا مرکز (۲۹) اسوکا کا مینار (۳۰) شکستہ مندر (۳۱) کپلاوستو۔ (۳۲) بدھ کی وفات کا مقام۔

**عجائبات اور مناظر افریقہ** (۳۳) درختوں کی چھال کا لباس (۳۴) آبشار یوگنڈا (۳۵) وکٹوریا نیانزا کا مگرمچھ (۳۶) افریقہ کا گوریلا (۳۷) روئی کے ڈھیر میں سردی کی رات (۳۸) دریائے نیل (۳۹) نہر سوئز۔

**متفرق** (۴۰) جاپانی بچیوں کا لباس (۴۱) مزار داتا گنج بخش و مسجد لاہور (۴۲) بندرگاہ مالٹا (۴۳) مالٹا پر ٹھیرا ہوا جہاز۔ (۴۴) پیرس کا مشہور گرجا (۴۵) پکیڈلی سرکس لندن (۴۶) سینٹ جوزف ہائی سکول کراچی کی لڑکیاں۔

**عصمتی بہنوں کے تندرست بچے** (۴۷) مہر نگار بیگم (۴۸) راشدہ سلطانہ وعلیم احمد (۴۹) عارف اختر و آصف اختر (۵۰) افتخار النساء محمد اقبال (۵۱) زینت النساء وعظمت النساء (۵۲) گیتی آرا و محمد اسلم (۵۳) بنت محمد اسمٰعیل (۵۴) مظہر فاطمہ (۵۵) سلطانہ چمن (۵۶) ریاض حسین (۵۷) ریاض مصطفےٰ (۵۸) مشتاق النساء (۵۹) بیگم خان عبدالرشید خاں کے بچے (۶۰) شہر بانو صاحبہ کے بچے (۶۱) شیریں محمد ہارون (۶۲) شمیم آرا بیگم (۶۳) وحید الزماں (۶۴) اختر النساء (۶۵) ضیاء الحق۔

---

عصمت

دهلی

لازوال محبت
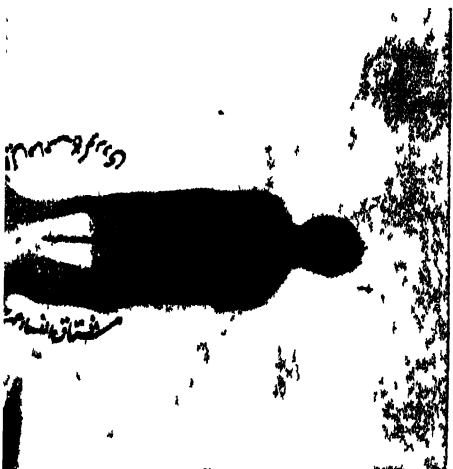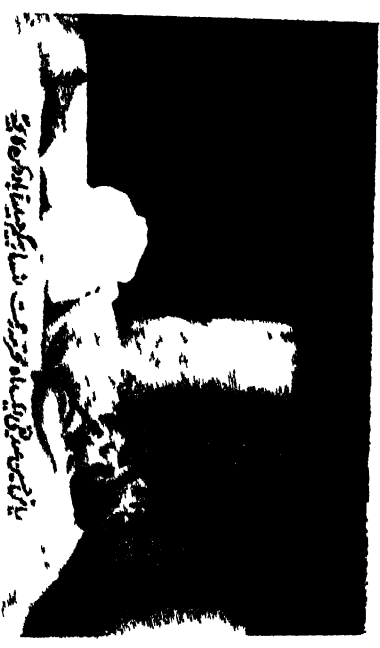
# چند باتیں

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ عصمت کا ستائیسواں سال بخیر و خوبی پورا ہوا اور اس سالگرہ نمبر سے خدائے بزرگ و برتر کا نام
عصمت اٹھائیسویں سال میں قدم رکھتا ہے۔

عصمت ہندوستان کے تمام زنانہ پرچوں میں سب سے زیادہ مضامین کے صفحے دیتا اور سب سے زیادہ تصاویر شائع کرتا
ہر ماہ نہایت پابندیٔ وقت سے شائع ہوتا ہے۔ اشاعت میں ایک دن کی بھی دیر نہیں ہوتی۔ ان خصوصیات اور دوسر
ظاہری خوبیوں سے قطع نظر کر کے عصمت کی مقبولیت کا راز اس کے مضامین ہیں اور ہم نے اس سالگرہ نمبر میں بہتر
بہتر اور اعلیٰ سے اعلیٰ مضامین پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ملک کی وہ مایہ ناز خواتین جو چوتھائی صدی سے ہندوستا
بیبیوں کی خاموش مگر گراں قدر خدمات انجام دے رہی ہیں جہاں ان کے مضامین اس پرچہ کی زینت بڑھا رہے ہیں وہاں
اِس خاص نمبر کی یہ بھی ایک امتیازی خصوصیت ہے کہ یونیورسٹی کی اعلیٰ ڈگریاں حاصل کرنے والی محترم خواتین نے
اس پرچہ کی قدر و قیمت بڑھانے میں حصہ لیا ہے۔ اس سالگرہ نمبر کے اکثر و بیشتر مضامین کا معیار بلند ہے لیکن عام دلچسپ
بھی خیال رکھا گیا ہے۔ بعض مضامین نئے نئے موضوعوں پر ہیں اور عام فہم پیرایہ میں لکھے گئے ہیں۔ بعض عنوانات پر
گو دلاویزی نہیں لیکن نئے نئے خیالات پسندیدہ طرز میں ادا کئے گئے ہیں اس پرچہ میں بعض نہایت اہم موضوعوں پر سنجید
بحثیں بھی ہیں اور تفریحی مضامین بھی انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر ملک کے نامور افسانہ نگاروں کے نتیجہ خیز سبق آموز
بلند پایہ افسانے اور مشہور شاعروں کی دلاویز موثر نظمیں بھی عمدہ عمدہ ہیں اور ایسے مضامین بھی بہت کافی تعداد میں ہیں جن
عملی طور پر بہت کچھ فائدہ اُٹھایا جاسکتا ہے بعض مضامین پراگندہ اور منتشر خیالات دور کرنے اور دل بہلانے کے لئے ہیں
تو نہایت محنت اور کاوش اور تحقیق و تلاش کے بعد نہایت سلیقہ اور قابلیت سے لکھے ہوئے مضامین بھی خاص اہمیت
رکھتے ہیں المختصر باعتبار مضامین عصمت کا یہ سالگرہ نمبر نہایت کامیاب ہے اور ہمیں امید ہے محترم بہنیں پسند فرمائیں گی۔

تصویریں اس دفعہ ۶۵ تصویریں ہیں اور سوائے پہلی رنگین تصویر کے جس کے لئے ہم مراری فائن آرٹ ورکس دہلی کے ممنون
ہیں تمام بلاک خاص طور پر اس سالگرہ نمبر کے لئے بنوائے گئے ہیں ان ۶۵ تصویروں میں ۵ تصویریں سہ رنگی اور دو رنگی ہیں
اور ۶۰ یک رنگی اور چونکہ دو تہائی سے زیادہ تصویریں مضمونوں کے متعلق ہیں اس لئے ان کے بارے میں ہمیں کچھ لکھنے
کی ضرورت نہیں۔ محترمہ مسز برلاس کے مضامین دو سال سے شائع ہو رہے ہیں اس اشاعت میں ان کی تصویر بھی ہے
ایک اور لکھنے والی محترم بہن کی تصویر بھی ہے یعنی محترمہ قمر النسا صاحبہ کی جو مشہور مضمون نگار اور اخبار احبات کی ایڈیٹر ہیں۔
شہرہ آفاق مصور مسٹر فیضی۔ رحمین کے کمال فن کے کئی نمونے عصمت میں شائع ہو چکے ہیں دو تصویریں اس دفعہ شائع
کی جا رہی ہیں جن کے لئے ہم محترمہ زہرہ فیضی کے ممنون ہیں مختلف مقامات و مناظر کے فوٹو جن بہنوں نے فراہم کئے
ہیں ان میں محترمات امۃ الحفیظ دوارکا، انور سلطان لاہور کلثوم سلطان بیگم کراچی دہلی شکریہ کی مستحق ہیں، عصمتی بہنوں
کے تندرست بچوں کی ایک درجن سے زیادہ تصویریں اس مرتبہ بھی ہیں۔ بہنیں رائے دیں ان میں سے کون سے دو
بچوں کی تصاویر پر انعام دیا جائے۔

باوجودیکہ اس سالگرہ نمبر کے بعض صفحے باریک لکھوا کر قریباً ڈہائی سو صفحوں کے مضامین شائع کئے جا رہے ہیں،

پھر بھی کئی نہایت اچھے اچھے مضامین اس خاص نمبر میں درج نہ ہو سکے۔ ہم نے فروری کے پرچے میں اعلان کر دیا تھا کہ صرف وہی مضامین درج ہو سکیں گے جو ۱۰ مارچ تک دفتر میں موصول ہو جائیں گے۔ افسوس ہے بعض مضمون نگاروں نے اس کا مطلق خیال نہ رکھا اور اپریل اور مئی میں ان کے مضامین اس وقت موصول ہوئے جب سالگرہ نمبر مرتب ہو چکا تھا۔ اب یہ مضامین ستمبر اکتوبر کے پرچوں میں شائع ہوں گے۔

**اگست میں رسالہ کا انتظار نہ کیجیے** یہ سالگرہ نمبر حسب معمول جولائی اور اگست دو ماہ کا پرچہ ہے گو اس پر لاگت تین ماہ کے پرچوں سے بھی زیادہ کی آئی ہے اب اگست میں رسالہ کا انتظار نہ فرمائیے۔ پرچہ ملتے ہی یادداشت کی کاپی میں لکھ لیجیے تاکہ اگست کے شروع ہفتہ میں آپ کو رسالہ نہ ملے تو کہیں آپ شکایتی خط نہ روانہ فرما دیں۔ اس سالگرہ نمبر یعنی جولائی اگست کے پرچے کے بعد ۳۰ اگست کو ستمبر کا شائع ہوگا۔

رازق الخیری

# مولوی سید ممتاز علی صاحب کا انتقال

عصمتی بہنوں کو جون کے پرچے سے شمس العلماء مولوی سید ممتاز علی صاحب مالک و اڈیٹر اخبار تہذیب نسواں کی طویل علالت کا حال معلوم ہوا ہوگا۔ افسوس ۷۵ سال کی عمر میں بمقام لاہور ۱۵ جون کی منحوس شب کو قوم بدنصیب کے سر سے مولوی صاحب کا سایہ اٹھ گیا۔

شمس العلماء مولوی سید ممتاز علی صاحب سرسید مرحوم کی پارٹی کی آخری یادگار اور دیندار، پابند وضع، باکمال بزرگوں میں سے تھے جن کا مرتبہ باعتبار علم و فضل بہت بلند سمجھا جاتا ہے، مولانائے مرحوم ایک روشن خیال عالم ایک دردمند ریفارمر اور ایک بلند پایہ ادیب تھے جن کی ساری زندگی خواتین ہند کی اصلاح اور ترقی کی کوششوں میں بسر ہوئی ۱۸۹۸ء میں جب لڑکیوں کی تعلیم بالکل ابتدائی حالت میں تھی مولانائے مرحوم نے اپنی اہلیہ محترمہ محمدی بیگم مرحومہ کی ادارت میں اخبار تہذیب نسواں جاری کیا جس کی خدمات کا ہندوستانی خواتین کسی طرح شکریہ ادا نہیں کر سکتیں۔ پھر ماؤں کے لئے مشیر مادر کا اجرا فرمایا جو کچھ عرصہ کے بعد بند ہو گیا اس کے ساتھ ساتھ دارالاشاعت پنجاب قائم فرما کر شریف بہو بیٹیوں کے مذاق و مطلب کی نہایت عمدہ عمدہ کتابیں شائع کیں اور اب گذشتہ آٹھ دس سال کے عرصہ میں ہندوستان کے مختلف شہروں میں زنانہ انجمنیں قائم کرائیں مولانا مرحوم کی محنت، حوصلہ افزائی اور قدردانی سے دس بیس نہیں سینکڑوں عورتوں کو قابل مضمون نگار اور کامیاب مصنف بنا دیا مسلم خواتین میں جو یہ تھوڑی بہت بیداری اور ترقی کے آثار نظر آ رہے ہیں یہ بڑی حد تک مولوی ممتاز علی صاحب ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہیں۔ مولانائے مرحوم خوش نصیب انسان تھے کہ انھوں نے اپنے بعد مولوی سید حمید علی صاحب اور سید امتیاز علی صاحب تاج جیسے قابل فرزند اور محترمات آصف جہان بیگم اور حجاب امتیاز علی جیسی تعلیم یافتہ اور نیک بہوئیں چھوڑی ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ تہذیب نسواں مولانا مرحوم کے بعد بھی اسی شان سے جاری رہے گا اور اسی طرح مدتوں فرقہ نسواں کی بیش بہا خدمات انجام دیتا رہے گا۔

اس صدمۂ جانکاہ میں حضرت علامہ راشد الخیری قبلہ اور خاکسار اور اس کے تمام خاندان اور عصمت، بنات، جوہر نسوان کو مرحوم کے تمام خاندان سے دلی ہمدردی ہے۔ محترم خواتین بعد نماز دعا فرمائیں کہ ان بے لوث اور مخلصانہ خدمات کے صلہ میں جو مولانا مرحوم نے تہائی صدی تک مسلم خواتین کی دل سوزی اور ہمدردی کے ساتھ انجام دیں خدا اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور اس شدید صدمہ کے برداشت کرنے کی متعلقین کو قوت عطا فرمائے۔

رازق الخیری

# خلعتِ عصمت

ازل میں صانعِ قدرت نے نقش ایک کھینچا
عجب لطیف نہایت جمیل اور زیبا

بنایا آنکھ کو اُس کی وہ چشمۂ نوری
کہ سلسبیل کا جس سے ہوا رواں دریا

دہن میں اُس کی چھپائے وہ گوہرِ مکنوں
خجل ہے جن کی شعاعوں سے ماہ و خور کی ضیا

صباحتِ گلِ عارض سے صبح شرمائی
جبیں پہ شعلۂ ایمن کا ہو گیا دھوکا

چھپائی زلف میں اُس کی وہ نکہتِ جنت
کہ جس کی بوئے منزہ سے کل جہاں مہکا

سجایا خلعتِ پاکیزہ جسم انور پر
نفیس و نازک و رنگین صبیح و پاکیزہ

بھڑک پہ جس کی تصدق ہوئی ضیائے قمر
چمک پہ جس کی نچھاور ہوئی سحر کی فضا

مہک سے جس کی معطر ہوئے گلِ رنگیں
نثار رنگ پہ جس کے ہوئی شفق کی قبا

لباس دیکھ کے حوریں بھی اُس کا شرمائیں
لطیف جسم پہ اُس کے وہ یعنی ایسا کھبا

غرض وہ پیکرِ نازک جو ہو چکا تیار
خدا نے اُس کو دیا پھر خطاب عورت کا

کہا لباس کو پھر اُس کے خلعتِ عصمت
اور اِس بہار کو سوئے چمن روانہ کیا

۲

حوادثاتِ زمانہ کا ایک وار ہوا۔
اور ایک جھونکے میں چھینا لباس عورت کا

گیا وہ خلعتِ پاکیزہ بے طرح ٹکڑے
اور اس لباسِ منور کو تار تار کیا۔

اُس آبگینہ سے وہ آب چھین لی ساری
ملا دی خاک میں اس کی وہ آب و تاب ضیا

کھسوٹ نوچ کے عورت کو بے طرح لوٹا
وہ نقش رہ گیا بھدا خراب اور میلا۔

پڑا ہوا تھا وہ گوشے میں مثلِ شمع خموش
رہا تھا دل میں نہ احساس اُس کی غیرت کا

نہ کوئی یار نہ غم خوار تھا نہ ہمدم تھا
جہاں میں کوئی نہ تھا اُس کا پوچھنے والا۔

۳

خدا کے رحم کی دوبارہ پھر نظر اُٹھی
ہوا چمن میں پھر اک اُس کے باغباں پیدا

سجایا اُس نے گلوں سے وہ پیرہن یعنی
پھر اپنی تارِ نظر سے پھٹا لباس سیا۔

پھٹے ہوئے تھے جو ٹکڑے ذرا ذرا جوڑے
پھر آبِ اشک سے دھو دھو کے خوب صاف کیا۔

بنا کے مثلِ گذشتہ اُسے حسیں یعنی
یہ تحفہ خدمتِ عورت میں لا کے پیش کیا

شعاعِ نور سے چمکی فضائے قلب سیاہ
ضیائے نو سے درخشاں ہوئی دل و جگر کی فضا

چمک نے اُس کی مٹا دی وہ ظلمتِ ہستی
جھلک نے اُس کی گھٹا دی غم و الم کی گھٹا

غرض کہ قسمت عورت بدل گئی اک دم
نظام یاس کی یعنی پلٹ گئی کایا

ملا جو تحفۂ عصمت تو ہنس پڑی عورت
وفورِ شوق میں اک گیت اس طرح گایا

جہاں میں راشد و رازق ہیں باغبانِ چمن
گلِ مراد ہے دستِ کرم سے ان کے کھلا

یہ ان کی خدمتِ ان تھک یہ ان کی سعیٔ گراں
ہے دربِ جوشِ عمل خضر شاہِ راہِ نسا

یہ ان کی کاوشِ پیہم یہ ان کا صدق و خلوص
ہمارے حق میں ہوا آفتابِ راہ نما

اُلٹ دیا ہے انہوں نے ورق حیات کا وہ
سطور جس کی ہیں منظوم گوہرِ یکتا

دکھائی آنکھ کو شمعِ علوم کچھ ایسی
کہ جس سے راہ میں منزل کی اب نہیں کھٹکا۔

ہیں بے نیازِ ستائش نوازشیں ان کی
ہیں ان کے لطف و عنایات شکر سے بالا

جمال آج ہے عصمت کے سالِ نو کی سحر
چلو خدا کو کریں چل کے شکر کا سجدہ

بلقیس جمال بریلوی

# مبارکباد سالگرہ عصمت

بلبل کی ہے زباں پر یوں داستانِ عصمت
فصلِ بہار پر ہے پھر بوستانِ عصمت

ہے دلکش و موثر طرزِ بیانِ عصمت
سونے پہ ہے سہاگہ اُردو زبانِ عصمت

تعلیم اس کی سب ہے اسلام کے مطابق
اخلاق کا ہے جادہ جانِ جہانِ عصمت

ہے بست و ہشت منزل اس کی ترقیوں کی
اوج و عروج پر ہے اب کاروانِ عصمت

قسمت سے مل گیا ہے لائق مدیر ایسا
جد و جہد سے جس کی افزوں ہے شانِ عصمت

ہمدرد عورتوں کا مشفق ہے لڑکیوں کا
حامی حقوق کا ہے اور پاسبانِ عصمت

اخلاق کے مخرّب کثرت سے ہیں رسالے
عصمت نے رکھ لیا ہے نام و نشانِ عصمت

عصمت کو یا الٰہی ہو دن بدن ترقی
جلتے رہیں ہمیشہ سب حاسدانِ عصمت

جلسہ یہ سال نو کا بہنوں کو ہو مبارک
مسرور و شاد و خوش ہوں سب شائقانِ عصمت

دل کی مسرتیں ہوں کیوں کر ادا قلم سے
مضموں کہاں سے لاؤں شایانِ شانِ عصمت

عصمت کے سالِ نو کی از حد خوشی ہے مجھ کو
عرصہ سے ہے قمرؔ بھی اک قدردانِ عصمت

# عصمت

از لسان الہند حضرت عزیز لکھنوی

مبارک نوگلِ رنگینِ عصمت — مبارک باد حورالعینِ عصمت
کہاں تک ہو سکے تحسینِ عصمت — فروزاں صفحۂ زرّینِ عصمت
ورق ہر اک جوابِ مہرِ تاباں
دمِ نظارہ آنکھیں ہوں گی حیراں

رہے تابندہ یہ خورشیدِ نسواں — رہے روشن الٰہی شمعِ ایواں
رہے تا صبحِ محشر یہ فروزاں — رہے یارب یہ تابانی میں یکساں
برابر نور اس کا مہر پرور
مشامِ جاں رہے اس سے معطر

سکھائی ہم کو رفتارِ ترقی — اسی سے گرم بازارِ ترقی
اسی کے دم سے اظہارِ ترقی — یہی تو ہے خریدارِ ترقی
یہی بازار میں یوسف لقا ہے
خریداروں کا مجمع کر دیا ہے

حجابِ روئے تاباں پھر اٹھایا — مگر عصمت نے جلوہ پھر دکھایا
چراغِ معرفت پھر ہاتھ آیا — ستارا جہل کا پھر جھلملایا
رہے تاباں ہمیشہ یہ الٰہی
رہے قبضہ میں اس کے اوجِ شاہی

یہی موتی ہے فردِ آبداری — اسی گلشن میں ابرِ نوبہاری
اسے زیبا ہوائے تاجداری — صفا میں ہے یہ دُرِّ شاہواری
اسی میں طلعتِ عفت اسی میں
اسی میں موجزن رحمت اسی میں

ہمایوں نوگلِ گلزارِ عصمت — مبارک باد سالانہ مسرت
وجود اس کا مگر ہے ایک نعمت — مددگار و معینِ ملک و ملت
اسی سے ملک و مذہب کی ترقی
اسی پر منحصر سب کی ترقی

معین و ناصرِ ایمان و حامی — اسی کے ہاتھ تدبیرِ دوامی
بہشت اس کی ہے بیشک خوش کلامی — وجودِ پاک ہے جس کا گرامی
بزرگی نام سے جس کی نمایاں
اسی سے مشکلیں ہوتی ہیں آساں

اسی کی گلشنِ دنیا میں رونق — اسی کے سر پہ ہے تاجِ مغرق
خدا ہی کی طرف سے یہ موفق — سخن اس کا مصدق ہے مصدق
اسی کا نام ہے کون و مکاں میں
اسی کا سکہ رائج ہے جہاں میں

اسی کو یہ ہوا ہے حاصل اعزاز — کہ تھی معراج کی شب یہ سرافراز
یہی بزمِ جہاں میں سب سے ممتاز — یہی معنی میں ہے ہم شانِ اعجاز
یہی تو انبیا میں جلوہ گر تھی
یہی تو عاقل و بالغ نظر تھی

دمِ اظہارِ معنی شانِ اخلاق — اگر سمجھو تو روح و جانِ آفاق
اسی کے دم سے ہے دنیا میں اشراق — اسی کی منتظر ہر چشمِ مشتاق
ترقی ہر طرف عقبیٰ میں اس کی
تجلی ہر طرف دنیا میں اس کی

اسی کا سب سے ہے ممتاز اورنگ — اسی پر چڑھ نہیں سکتا کوئی رنگ
اسی کی معرفت میں عقل ہے دنگ — ثنا میں اس کی میدانِ سخن تنگ
اسی کا نام ہے ممتاز سب سے
اسی کا جام سرافراز سب سے

# سالگرہ عصمت

عصمت آرائے خواتینِ دوراں ہیں عصمت کو لقب — یا کہوں نسواں کا ہیں اِس کو انیسِ باادب
سمجھوں میں یا فرقۂ نسواں کا استادِ شفیق — یا خواتیں کا کہوں میں اس کو اک مخلص رفیق
خدمتِ عصمت نہ ہو کس طرح مقبولِ جہاں — مایۂ علم و ہنر ہے اِس کی شیریں داستاں
ریس کی اوروں نے بھی اس کی مگر پائی نہ گرد — سنگ وہ ٹھہرے تو یہ اپنی صفت میں لاجورد
کر دیا پیدا دلوں میں اِس نے وہ علمی مذاق — جس کے باعث ہیں کتابیں آج تزئینِ رواق
پڑھنے لکھنے کا ہے چرچا اور ہنر آموز یاں — ہر طرف ایسے مکینوں سے بھرا ہے ہر مکاں
تو نے اے عصمت پلٹ دی کیا زمانے کی ہوا — کام اپنا کر رہی ہے تیری تدبیرِ رسا
شائقِ تعلیم جب گھر میں نظر آتی ہے ماں — کیوں نہ فائق ہوں ہنر میں پھر ہماری بچیاں
میری خاتونیں تھیں اک دن کندہ ہائے ناتراش — اِس قلق سے دل ہمارا ہو رہا تھا پاش پاش
اُس ہیولی پر مگر جب آج پڑتی ہے نظر — اِن کی اِن دس انگلیوں میں ہیں نمایاں دس ہنر
کیوں نہ ہو رونق گھروں کی کیوں نہ ہو راحت نصیب — تربیت پا کر نہ کیوں بچوں کو ہو عزت نصیب
گھر کے جھنجھٹ سے نہ کیوں مردوں کو اطمینان ہو — خانہ داری کا سلیقے سے جو سب سامان ہو
الغرض تبدیل ہو جب یوں فضائے زندگی — کیوں نہ ہو ایسی فضا پھر دلربائے زندگی۔

امداد عظیم آبادی

# تربیت گاہ بنات

تربیت گاہ تین ماہ کی تعطیل کلاں کے لئے یکم جولائی سے بند ہو جائے گی اور نیا سیشن اکتوبر کے پہلے ہفتہ سے شروع ہوگا خوش حال اور یتیم بورڈز بچیوں کے داخلہ کے سلسلہ میں جو حضرات خط و کتابت فرمائیں وہ وسط ستمبر میں مجھے مطلع فرما دیں تاکہ میں فیصلہ کر سکوں کہ اس سیشن میں کس قدر نئی بچیاں لے سکوں گا۔ شہری بچیوں کے واسطے مدرسہ چھ ہفتہ کے لئے بدستور کھلا رہے گا اور دو استانیاں واجدہ بیگم کی نگرانی میں جو اب بھی دونوں سیکشنوں کی نگراں ہیں کام کریں گی

راشد الخیری

# ستائیسویں سال کے مضمون نگار

## ۴۔ ایس بی طاہرہ صاحبہ پشاور حلقہ عصمت

کی کامیاب انشا پرداز خواتین میں سے ہیں ان کے مضامین چار پانچ سال سے شائع ہو رہے اور دلچسپی کے ساتھ پڑھے جا رہے ہیں۔ طرز تحریر میں دلکشی اور روانی ہے۔

## ۵۔ ایس کے صغرا سبزواریہ صاحبہ کلکتہ قریب قریب ہر سال

دو تین بنگالی افسانوں کے ترجمے عصمت میں شائع ہوتے ہیں۔ اس سال صرف ایک افسانہ کا ترجمہ سالگرہ نمبر میں شائع ہوا ہے جو پُر مذاق ہونے کے ساتھ ساتھ نتیجہ خیز بھی ہے۔ یہ بہن اس سال اپنے شوہر پروفیسر طاہر رضوی ایم اے۔ کے ہمراہ جشن فردوسی کی شرکت اور مقامات مقدسہ کی زیارت کے لئے ایران شام وغیرہ تشریف لے گئیں تھیں۔ انھیں عصمت سے اس قدر محبت ہے کہ زمانہ سفر و سیاحت میں بھی عصمت کو یاد رکھا اور برابر مضامین بھیجتی رہیں۔ ان کا سفرنامہ ایران جس کی دلچسپیوں میں تصاویر نے اور بھی اضافہ کر دیا ہے عام سفرناموں سے بلند ہے محترمہ موصوفہ نے اپنے مختصر سے قیام میں ایران کی معاشرتی تعلیمی اقتصادی حالت اور ملکی ترقی اور رسم و رواج وغیرہ کا بنظر غائر مطالعہ کیا ہے۔ اس سفرنامہ سے ہندوستانی بیبیوں کی معلومات میں نہایت دلچسپ اضافہ ہوگا۔

## ۸۔ امتہ الحفیظ (مسز اے رحیم) صاحبہ دو ارکا

جن کے مضامین کی سال گذشتہ دھوم مچ چکی ہے اور جنکے مضامین کی تعداد بھی پچھلے سال سب سے زیادہ تھی۔ خواتین ہند کے مطلب کے نہایت کارآمد مضامین بہت محنت سے لکھتی ہیں۔ اس سال ان کے مضامین زیادہ تر خانہ داری اور صحت کے سلسلہ میں شائع ہوئے ہیں اور چونکہ یہ مضامین بھی ذاتی تجربوں اور مشاہدوں کی بنا پر لکھے گئے ہیں اور ایک ایک نسخہ اور ایک ایک وزن آزمالینے کے بعد قلبند کیا گیا ہے۔ اس لئے ہر مضمون نہایت قیمتی اور بے حد کارآمد ہے اور بہنیں ان سے بہت فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ محترمہ موصوفہ کی صنعت و حرفت کی کتاب جس کی اشاعت کا خواتین اصرار فرمارہی ہیں خاکسار اڈیٹر کی مصروفیت کے سبب ابتک شائع نہ ہو سکی۔ امید ہے اس سال شائع ہو جائے گی۔

## ۹۔ امتہ الوحی صاحبہ (دہلی) مصنفہ شہید وفا قدیم لکھنے والیوں

میں ممتاز درجہ رکھتی ہیں۔ "اندھی ظہیر" (ستمبر) اس سال کے خواتین کے لکھے ہوئے بہترین افسانوں میں سے ہے۔ "لڑکے کی خوشی" (نومبر) بہت موثر مضمون ہے۔ خیالات سُلجھے ہوئے اور احساسات درد میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ افسوس ہے صحت درست نہ ہونے کے سبب محترم موصوفہ کے مضامین اس سال بہت کم چھپے۔

## ۱۱۔ آمنہ خاتون صاحبہ عفت میونسپل کمشنر مظفر نگر

محترمات بلقیس جمال اور رابعہ پنہاں کی بڑی بہن ہیں یہ بھی خوب شعر کہتی ہیں۔ "پیاری بہنوں سے" (ستمبر) موثر نظم ہے۔ ہمیں مسرت ہوگی اگر آئندہ سال محترمہ

عفت کی نظمیں معقول تعداد میں شائع ہوں گی۔

## ۱۲۔ آمنہ نازلی صاحبہ

دہلی کی صحت اس سال اچھی نہیں رہی۔ یہی سبب ہوگا کہ ان کے مضامین توقع سے بہت کم اس سال شائع ہوئے ان کے مضامین بالعموم بہت مختصر لیکن موثر ہوتے ہیں "بیوی کی صحنک" نصف صفحہ کا مضمون ہے لیکن اپنے خیالات کو انہوں نے خوش اسلوبی سے موثر پیرایہ میں اظہار کیا ہے۔

## ۱۳۔ ام الشہاب زیب عثمانیہ صاحبہ (فیروز پور)

اسی سال کی شاعرہ ہیں۔ ان کے اشعار سے ہونہاری ٹپک رہی ہے۔ "بھکارن" (فروری) ان کی سب سے اچھی نظم ہے۔

## ۱۹۔ بلقیس جمال خاتون صاحبہ بریلوی

مصنفہ آئینہ جمال عصمت کی مشہور و ممتاز شاعرہ ہیں جنکی نظمیں آٹھ نو سال سے اوراق عصمت کی زینت بڑھا رہی ہیں اس سال بھی ان کی کئی نظمیں وقت اور موقعہ کی مناسبت سے شائع ہوئی ہیں۔ "آئینہ مشرق" میں ایک ہندوستانی بیوی کے جذبات کا نہایت صحیح نقشہ بہت موثر الفاظ میں کھینچا گیا ہے۔ "شاعر سے خطاب" (جون) بھی نہایت کامیاب نظم ہے۔ افسوس عزیزہ موصوفہ کی صحت کئی سال سے خراب ہے ورنہ ان کی نظموں کی تعداد بہت کافی ہوتی۔

## ۲۱۔ بیگم دعاڈ بائیوی

ہمارے دل شکریہ کے مستحق ہیں کہ وہ حضرت دعاڈبائیوی سے عصمتی بہنوں کے مطلب کی نظمیں لکھوا کر وقتاً فوقتاً بھیجتی رہتی ہیں۔

## ۲۷۔ ب۔ ن ابراہیم صاحبہ مدراس

گذشتہ سال کی لکھنے والیوں میں سے ہیں۔ خاصے مضامین لیتی ہیں۔ ان کے دستکاری کے نمونے بہت اچھے ہوتے ہیں۔

## ۲۸۔ تہذیب النساء صاحبہ بی اے (الہ آباد)

اس سال کی نئی مضمون نگاروں میں غالباً سب سے زیادہ آزاد خیال ہیں۔ آزادی یقیناً ہر انسان کا پیدائشی حق بہت ہی اچھی چیز اور عین اصول اسلام ہے لیکن ہر چیز ایک حد تک درست اور حد سے آگے بڑھ کر بجائے فائدہ مند ہونے کے خطرناک ہے۔

بندگی میں گھٹ کے رہجاتی ہے اک جوئے کم آب
اور آزادی میں بحر بے کراں ہے زندگی (اقبال)

وہ دل بے انتہا قابل قدر ہے جو اپنی مظلوم بہنوں کی حالت زار پر تڑپ اٹھے۔ ان کی اصلاح اور ترقی کے لئے ہر کوشش حوصلہ افزائی کی مستحق ہے۔ ان کے حقوق کی حفاظت میں ہر آواز حق رکھتی ہے کہ لبیک کہی جائے بشرطیکہ ناموس اسلام مجروح نہ ہو۔ ہندوستان میں مسلمان عورت کی جو مٹی پلید ہو رہی ہے غالباً دنیا میں کسی جگہ اسکی نظیر نہ مل سکیگی۔ مسلمانوں کی تباہی و بربادی کی سب سے بڑی وجہ لاریب عورت پر وہ مظالم ہیں جو شرع اسلام کے قطعی خلاف مسلمان مرد نے اپنے نفس کی خاطر جائز کر رکھے ہیں۔ مسلمان عورت کی جو گت بنی ہے اور جو رسوائی اور ذلت تحقیر اور تذلیل مسلمان اٹھا رہے ہیں وہ یقیناً اسی قابل ہے کہ ان کے نام سے نفرت کی جائے۔ لیکن ان کی اس حالت کا ذمہ وار کون ہے؟ مسلمان مرد۔ اسلام کو ہرگز ہرگز اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ عورت کو اسلام نے جس فراخ حوصلگی کے ساتھ آزادی دی تاریخ اقوام میں اسکی نظیر نہیں مل سکتی۔ اب مسلمان اپنے نفس کی خاطر اسکے حقوق غصب کر ڈالیں تو اسلام پر اس کی ذمہ داری نہیں آسکتی۔ مسلمانوں کی سلطنتیں گئیں، حکومتیں مٹیں، احساس غیرت خودداری فنا ہوئی۔ اخلاق غارت ہوا۔ تباہی چھائی۔ مفلسی میں گھرے اس لئے اور صرف اس لئے کہ انہوں نے اسلام کا سیدھا

راستہ چھوڑ دیا۔ انہوں نے ترقی کی اور دنیا میں ڈنکا بجا دیا اسلام کے سایہ میں رہ کر اور بانی اسلام کے ارشادات پر سچے دل سے عمل کر کے اور اب جو تنزل کے گڑھے میں گرے ہوئے ہیں تو اسلام سے ہٹ کر اور مادیت کی رو میں بہ کر۔ مسلمانوں کی حالت پر محترمہ تہذیب النساء نے جو بحث کی ہے اسکی معقولیت ۔۔ سے انکار ہٹ دھرمی ہو گی لیکن مرض کا علاج مغربی تہذیب اور معاشرت کی کورانہ تقلید نہیں وہ اسلامی تعلیم ہے جو خاک عرب سے اُٹھنے والے ہادی برحق نے دی۔ وہ آزادی نہیں جو یورپ کی عورت میں محض دکھاوے کی ہے بلکہ وہ آزادی جو دنیا کے ہر مذہب سے زیادہ دینے کے بعد اسلام نے ایک حد تک مقرر کر دی۔ اپنی جنس کی ہر ہی خواہ دردمند اور دلسوز خاتون کی طرح محترمہ تہذیب النساء کا دل اپنے فرقہ کی تباہ کن حالت پر بہت دکھا ہوا ہے اور اس لئے وہ کسی مسلمان عورت کے ارتداد پر اس خیال سے کہ وہ بہتر زندگی بسر کر سکیگی ملول نہیں ہوتیں۔ نسوانی غیرت اور خودداری کا تقاضہ یہی ہے کہ اپنی کوئی مصیبت ماری بہن مصائب سے بچکر مسرت کی زندگی بسر کر سکے تو اسکی حوصلہ افزائی کی جائے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کیا وہ واقعی پہلے سے بہتر حالت میں ہو سکے گی۔ مسلمانوں کی تعداد بڑھنے کی کچھ شک نہیں اسلام کے ابتدائی زمانہ میں اشد ضرورت تھی۔ لیکن آج قطعی نہیں ہے۔ آج وہ ہندوستان میں آٹھ کروڑ ہیں مگر صرف نام کے وہ صرف آٹھ لاکھ ہوتے مگر اپنے اعمال سے اسلام کو کند چھری سے ذبح کرتے ایسے ہوتے جیسے اسلام کے دور اولین میں تھے۔ ان کا دل نور ایمان سے لبریز ہوتا، ان کے دماغ میں سوائے صداقت کے اور کوئی چیز نہ ہوتی۔ وہ مساوات اور حقوق العباد پر عامل ہوتے تو آج ساری دنیا میں اُن کا ڈنکا بج سکتا تھا۔ تعداد مسلمانوں کے سامنے کبھی نہیں رہی اگر ہوتی تو ساڑھے آٹھ سو سال کی حکومت کے بعد ہندوستان کی پینتیس کروڑ آبادی میں ایک بھی غیر مسلم نہ ہوتا۔ ان حالات کو پیش نظر رکھ کر اگر مسلمانوں کی تعداد میں کچھ کمی ہو جائے تو رنج کرنا بے سود ہے۔ ہاں اگر کوئی مسلمان عورت مرتد ہو رہی ہے تو اس وجہ سے اس خیال سے اس اعتبار سے اس کا ارتداد رنج دہ ہے کہ جس عورت کو اسلام نے بہت سے حقوق دیے تھے ان کو چھوڑ کر وہ تھوڑے سے حقوق کی پناہ میں جا رہی ہے بجائے اس کے کہ وہ اُس آزادی کے لئے جنگ کرتی جو شارع علیہ السلام نے اسے عطا فرمائی ہے کسی دوسرے مذہب کی پناہ لیتی اور اسطرح اعتراف شکست کرتی ہے۔

عصمت نے مسلمان عورت کے جائز حقوق اور آزادی کی حمایت میں کبھی کسی مخالفت اور کبھی کسی نقصان کی مطلق پرواہ نہیں کی اور بے باکی اور جرأت کے ساتھ ہمیشہ وہ مضامین شائع کئے ہیں جو حقوق نسواں کی حفاظت اور حمایت میں معقولیت کا پہلو لئے ہوتے ہیں۔ محترمہ تہذیب النساء کے خیالات سے جو اُنہوں نے فروری اور مئی کے پرچوں میں ہندوستانی بیبیوں کی بہتری کے خیال سے ظاہر فرمائے ہیں ہمیں بڑی حد تک اتفاق ہے اور ہمیں مسرت ہو گی اگر مضمون نگار بہنیں محترمہ موصوفہ کے مضامین کے مختلف پہلوؤں پر بحث فرمائیں گی۔ لیکن ذاتیات اور تلخ و گرم لب و لہجہ سے کوئی مضمون آلودہ ہو نہ متانت سنجیدگی اور وقار سے کوئی لفظ گرا ہوا۔

## ۳۱- جمیلہ بیگم صاحبہ کلکتہ

کے سال گذشتہ کی لکھنے والیوں میں سب سے زیادہ مضامین شائع ہوئے ہیں اپنے خیالات کو نہایت سلیقہ اور ترتیب کے ساتھ اظہار کرنے کی قدرت رکھتی ہیں۔ ان کی معلومات وسیع ہیں اور مختلف موضوعوں پر قابل قدر مضامین لکھ سکتی ہیں۔ "بچوں کو سزا" (ستمبر) تربیت اطفال کے سلسلہ میں اس سال کے بہترین مضامین میں سے ہے۔ ماؤں کے لئے اس کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔ "عبادت" (اکتوبر) "پاکیزگی" (دسمبر) "صبر" (فروری) تینوں مضامین مختصر ہیں لیکن نتیجہ خیز اور غور و توجہ کے مستحق۔ "وہم" (دسمبر) اور "فضول خرچی" (مارچ) میں بالعموم خواتین مبتلا ہیں ان کے لئے یہ دونوں مضمون بھی کارآمد کہے جا سکتے ہیں۔ پیرایہ بیان دلنشین ہے۔ "تعلیم اور آزادی" (اپریل) اور "فیشن یا وضع" (جون) ان خواتین کو خصوصیت کے ساتھ مطالعہ کرنے چاہئیں جو لڑکیوں کی اعلےٰ تعلیم اور جدت پسندی پر معترض ہیں۔

## ۳۲- ح۔ ا۔ ابو صاحبہ رنگون

کے مضامین گذشتہ سال معقول تعداد میں شائع ہوئے تھے لیکن ناسازی طبع کے باعث اس سال توقع کے خلاف کم ہیں۔ یہ بہن کم سے کم الفاظ میں اپنے خیالات کو خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کرتی ہیں۔ اس

سال ان کے جس قدر مضامین شائع ہوئے ہیں اپنی اپنی جگہ سب دلچسپ اور مفید ہیں۔

**۳۷۔ مرحومہ حمیدہ خانم ام اے** نے سال گذشتہ انھیں دِنوں میں اکٹھے نو دس مضمون بھیجے تھے جنمیں سوائے اس مضمون کے جو سالگرہ نمبر میں شائع ہوا تھا اور کوئی مضمون ان کی زندگی میں شائع نہیں ہوا انکی جوانمرگی جنوبی ہند کی خواتین اور مسلمان بیبیوں ہی کو نہیں عِصمت کو بھی شدید نقصان پہنچا گئی۔ خدا مرحومہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ زندہ رہتیں تو ہندوستانی بیبیوں کو اپنی قابلیت سے بہت کچھ فائدہ پہنچاتیں۔ ان کے مضامین سے جو گذشتہ تین سال کے عرصہ میں عصمت میں شائع ہوئے ہیں اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی بہنوں کی ترقی اور بہتری کیلئے کس قدر تڑپ دلمیں رکھتی تھیں۔ ۲۳ - ۲۴ سال کی عمر مرنے کی عمر نہیں ہوتی وہ تعلیم سے فارغ ہی ہوئی تھیں کہ پیام موت آگیا اور اپنی بہنوں کی خدمت کرنے کی بالکل مہلت نہ مل سکی۔ ان کے مضامین کا مجموعہ ابکے جاڑوں میں اگر خدا کو منظور ہے تو شائع ہو جاتے گا۔

**۳۹۔ خدیجہ بائی صاحبہ اندھیری** ہندوستان کی باکمال دستکار خواتین میں شمار کی جاتی ہیں اور عصمت کے علاوہ کئی نمائشوں سے بھی متعدد مرتبہ دستکاری پر انعامات حاصل کر چکی ہیں۔ اِس سال ان کے مضامین بہت ہی کم شائع ہوئے ہیں۔ جسکی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جوہر نسواں" کے لئے جسکی ادارت میں یہ بھی شریک ہیں کافی وقت دینا پڑا۔

**۴۳۔ خورشید آرا بیگم صاحبہ** منشی فاضل وادیب فاضل ہندستان کی گنتی کی اُن چند خواتین میں سے ہیں جنکے کلام پر بڑے بڑے قابل مرد رشک کرتے ہیں۔ انکی نظمیں خواتین ہند کے لئے باعث فخر ہوتی ہیں۔ گذشتہ دس سال سے عصمت کی جو گرانبہا اعانت کر رہی ہیں اس کا شکریہ ادا نہیں کیا جا سکتا۔ اس سال تعلیمی مصروفیات کے سبب انکی نظمیں خلاف توقع بہت ہی کم شائع ہوئیں مگر وہ وعدہ فرماتی ہیں کہ آیندہ سال اسکی تلافی کر دینگی۔

**۴۵۔ رابعہ خاتون صاحبہ پنہاں دہلی** بھی خورشید آرا بیگم صاحبہ کی طرح عِصمت کی مخصوص و مشہور شاعرہ ہیں۔ قدرتی مناظر کی یہ بھی خوب مصوری کرتی ہیں۔ کئی سال تک انکی نظمیں نہایت معقول تعداد میں شائع ہوئی ہیں خرابی صحت اور ننھے بچوں کی دائمی جدائی کے پیہم صدمات کی وجہ سے دو تین سال سے محترمہ موصوفہ کی نظمیں بہت کم شائع ہو رہی ہیں ہماری دلی دعا ہے خدا محترمہ رابعہ پنہاں کو صحت، مسرت اور اطمینان عطا فرمائے۔

**۴۶۔ راجکماری جھنگن صاحبہ دہلی** نے جو ہندی رسالوں کی مشہور مضمون نگار ہیں اِسی سال سے اُردو میں لکھنا شروع کیا ہے "گھر کی ملکہ" مختصر لیکن مدلل، ورراماین اور عورت" عورتوں کے جائز حقوق کی حمایت میں قابل قدر مضمون ہے اور حق رکھتا ہے کہ ہمارے ہندو بھائی ٹھنڈے دل سے اسپر غور فرمائیں۔

**۴۸۔ ر۔ س صاحبہ (لدھیانہ)** گذشتہ سال کی ان لکھنے والیوں میں سے ہیں جو اپنے خیالات کو وضاحت کے ساتھ ادا کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ ان کے طرز بیان میں شگفتگی اور سادگی ہے۔ "حقوق نسواں" (اپریل) کا کامیاب مضمون ہے جو قدامت پسند طبقہ میں بھی پسندیدہ نظروں سے دیکھا گیا ہے۔ "روٹھنا منا" (جنوری) کافی سبق آموز اور "پاؤں" (سالگرہ نمبر) خواتین کے لئے نہایت مفید مضمون ہے۔

**۵۰۔ رفیعہ امیر کرمانیہ (اس آر کے) صاحبہ گونڈہ** مصنفہ نیرنگ۔ ہندوستان کی کامیاب افسانہ نگار خواتین میں سے ہیں۔ افسوس ہے صحت درست نہ رہنے کے سبب دو دو سال سے ان کے مضامین بہت کم چھپ رہے ہیں۔ اس سال تو ان کی صحت اس قدر خراب ہو گئی تھی کہ خدا نے دوبارہ زندگی عطا فرمائی۔ ہم دست بدعا ہیں کہ خدا جلد سے جلد انہیں صحت کامل عطا فرمائے اور یہ بہن پھر اپنے مؤثر افسانوں اور مفید مضامین سے ہزاروں عصمتی بہنوں کو مستفید فرمانے لگیں۔

**۵۱۔ رقیہ خانم صاحبہ کلکتہ** مشہور دستکار بہن ہیں جنہوں نے دفتر عصمت کی دستکاری کی کئی کتابیں کامیاب بنانے میں نمایاں حصہ لیا ہے اور جن کو مختلف نمائشوں میں بھی انعامات

ملے ہیں۔ افسوس ہے ان کے دستکاری کے نمونے اس سال
زیادہ نہ چھپ سکے۔

**۵۳۔ زہرہ بیگم صاحبہ فیضی بمبئی** عصمت کے دوراول کی
مضمون نگار خواتین میں ممتاز درجہ رکھتی ہیں۔ گذشتہ سال کی
طرح اس سال بھی ان کے مضامین کی تعداد بہت ہی کم ہے۔
"عبادت" (ستمبر) اور "ناگ یا اژدہا" (نومبر) دونوں مضمون
نہایت کامیاب ہیں۔ بالخصوص "ناگ" تو معلومات سے پُر نہایت
ہی دلچسپ ہے اور بہت محنت سے لکھا گیا ہے۔

**۵۴۔ سردار محمدی بیگم صاحبہ** بنت مرحوم نواب صاحب والئی
کے معاشرتی۔ اخلاقی مذہبی مضامین حلقۂ عصمت میں کافی شہرت
حاصل کر چکے ہیں۔ ان بہن کو اس اعتبار سے دوسری تمام
لکھنے والیوں میں ایک خاص امتیاز حاصل ہے کہ ان کے
مضامین مؤثر پیرایہ میں مذہبی رنگ لئے ہوتے ہوتے ہیں۔ "عورت
اور اسلام" (سالگرہ نمبر) "محبت کے تاثرات" (جنوری) "خواب اور
اُسکی تعبیر" (مارچ) "ماں اور اُسکی محبت" (جون) چاروں مضمون محترمہ
موصوفہ نے اپنے مخصوص رنگ میں لکھے ہیں اور ہر مضمون نہایت
جامع اور مدلل ہے۔ "مشینوں کے چاولوں کے خطرات" اور "چکی"
بظاہر جدت پسند طبائع کے خلاف مضامین ہیں۔ لیکن حقیقتاً پڑھی
لکھی خواتین کے لئے جنہیں عام طور پر صحت درست نہ رہنے کی شکایت
رہتی ہے۔ ان مضامین کا مطالعہ نہایت مفید ہوگا۔ دونوں مضمون
نہایت محنت و کاوش سے لکھے گئے ہیں۔

**۵۵۔ سکینہ چراغ الدین صاحبہ بی اے فائنل لاہور**۔ نئی مضمون نگاروں میں بہت ہونہار ہیں۔
"مہلک غلطی" (دسمبر) کامیاب ترجمہ ہے۔ افسانہ دلچسپ ہونے کے
علاوہ سبق آموز بھی ہے۔ طبع زاد افسانہ "اوشا" (اپریل) نہایت
مؤثر درد انگیز اور نصیحت آمیز ہے۔ یہ بہن آئندہ بھی وقتاً فوقتاً لکھتی
رہیں تو جلد ممتاز مضمون نگاروں میں انکا شمار ہونے لگیگا۔

**۵۸۔ شائستہ اختر بانو صاحبہ سہروردی بی اے آنرس** عصمت کے دوراولین کی مخصوص و مشہور مضمون نگار
خجستہ اختر بانو سہروردی مرحومہ کی بھتیجی کرنل سر حسن سہروردی
کی صاحبزادی اور خان بہادر حافظ محمد ولایت اللہ صاحب کی بہو
ہیں۔ عصمت کو محترمہ خجستہ اختر بانو مرحومہ کے انتقال سے جو
نقصان پہنچا تھا اب اُمید ہے محترمہ شائستہ اختر بانو اسکی تلافی کرینگی
اور حقیقی معنوں میں اپنی لائق پھوپی کی جانشین ثابت ہوں گی۔
محترمہ موصوفہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی تہذیب
کی پرستار اور مشرقی روایات کی دلدادہ ہیں۔ یہ ایک ایسی خوبی ہے
جو یونیورسٹی کی اعلیٰ ڈگریاں پانے والی بہت کم مسلم خواتین
میں نظر آئیگی۔ محترمہ شائستہ اختر بانو کو اپنی جنس کی مظلومیت کا
پوری طرح احساس ہے لیکن وہ ان خواتین میں سے ہیں جو مغربی
تہذیب کے اثرات اور نتائج کا اچھی طرح مطالعہ کرنے کے بعد یہ
عقیدہ رکھتی ہیں کہ یورپ کی کورانہ تقلید مسلم خواتین کے لئے
تباہی اور بربادی کا پیش خیمہ ہے۔ ان کے دونوں مضمون "پرانا
نقطۂ نگاہ" (اکتوبر) اور "تعلیم یافتہ لڑکیوں اور ان کی ماؤں کی
بیجا نازبرداری" (جون) بے انتہا قابل تعریف مضامین ہیں۔
جن میں محترمہ موصوفہ نے نہایت قابلیت اور وضاحت سے
اپنے گراں قدر خیالات اور درد بھرے جذبات کا اظہار کیا ہے
"انگریزی طریقہ سے نام لکھنا" (سالگرہ نمبر) بھی ایک ضروری
موضوع پر لکھا گیا ہے۔ "ایک اخلاقی کمزوری" (اپریل) نہایت
مدلل اور مفصل مضمون ہے جس میں خواتین کو ایک اہم مسئلہ پر
متوجہ کیا گیا ہے۔

**۶۰۔ شہر آرا بیگم صاحبہ (سہارنپور)** کا مضمون "قدرت اور
عقل انسانی" (سالگرہ نمبر) معلومات سے پُر ہے۔ "بچہ کا پہلا سال"
(فروری) ماؤں کیلئے نہایت کارآمد مشورے ہیں۔ "باورچیانہ کا
اہتمام" (مئی) ذاتی تجربوں کی بنا پر بہت محنت سے لکھا گیا ہے
خواتین کو ایسے مضامین کی قدر کرنی چاہیئے۔ ہمیں اُمید ہے
یہ بہن آئندہ بھی ایسے ہی کارآمد مفید مضامین لکھتی رہیں گی۔

**۶۱۔ شہر بانو صاحبہ کھجوہ سارن** ان تین خواتین میں سے ہیں
جنکے مضامین اس سال سب سے زیادہ شائع ہوئے ہیں۔ آپ
اپنے خیالات کو ترتیب کے ساتھ سلجھے ہوتے پیرایہ میں ادا کرنیکی
خاص مہارت رکھتی ہیں۔ مختلف موضوعوں پر لکھتی ہیں اور جو کچھ لکھتی

ہیں بہت محنت اور کاوش سے "ہندوستانی عورتوں کے حقوق" (ستمبر) "انگلستان میں عورتوں کی حالت" (اپریل) "عورت کی فطرت" (جنوری) "مشرقی مغربی تحریک نسواں" (جون) یہ سب مضامین سلیقہ کے ساتھ قابلیت سے لکھے گئے ہیں "مرحومہ خاتون اکرم اور افسانہ نویسی" اور "مضمون نویسی" یہ دونوں مضمون ان لڑکیوں کے لئے خاص طور پر مفید سمجھے جا سکتے ہیں جنہیں لکھنے کا شوق ہے "بیت اللہ" (اکتوبر) اور ریڈیو (مئی) عام معلومات کے مفید مضامین ہیں۔ شہر بانو صاحبہ ٹھوس علمی تاریخی تنقیدی مضامین ہی نہیں لکھتیں۔ ان کے ادبی مضامین اور افسانے بھی قابل تعریف ہوتے ہیں "نئی زندگی" (دسمبر) خواتین کے لکھے ہوئے اس سال کے بہترین افسانوں میں سے ہے بلند معیار ہے نصیحت آمیز سبق آموز ہے اور تاثیر میں ڈوبا ہوا۔

## ۶۴۔ صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ ایم آر اے ایس

سابق اڈیٹر النساء ہندوستان کی گنتی کی ان چند خواتین میں سے ہیں جو چوتھائی صدی سے ہندوستانی بیبیوں کی قابل قدر خدمات انجام دے رہی ہیں۔ عصمت کو ابتدائی زمانہ سے اس وقت تک جس خلوص کے ساتھ محترمہ صغرا ہمایوں مرزا اپنے گرانبہا مضامین اور قیمتی مشوروں سے مستفید فرما رہی ہیں اُسکا شکریہ ادا کرنا بہت مشکل ہے۔ محترمہ موصوفہ کی تقریریں اکثر بہنوں نے سُنی ہوں گی۔ ان کی تصانیف عام طور پر پسندیدہ نظروں سے دیکھی جاتی ہیں۔ افسوس ہے کئی سال سے انکی صحت اچھی نہیں ورنہ اس سال بھی عصمتی بہنیں کافی تعداد میں ان کے دلچسپ مضامین ملاحظہ فرماتیں۔ باوجود ناسازی طبع کے انکا عصمت کو یاد رکھنا انکی اس محبت کا ثبوت ہے جو انہیں ۲۷ سال سے عصمت کے ساتھ ہے۔

## ۶۷۔ ظفر جہاں بیگم صاحبہ بریلی

عصمت کی ممتاز مضمون نگاروں میں سے ہیں معاشرتی اور تعلیمی مسائل پر خوب بحث کرتی ہیں۔ دلائل کی معقولیت انداز بیان کی سنجیدگی تحریر کی روانی اور پختگی ان کے مضامین کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ افسوس اس سال اُنہوں نے اپنے پرچہ پر بہت کم توجہ فرمائی ممکن ہے سال آئندہ انکے مضامین معقول تعداد میں شائع ہوں۔

## ۷۰۔ عائشہ بیگم (مسز غلام رسول) صاحبہ لاہور

کے مضامین بھی اب تین چار سال سے بہت کم شائع ہو رہے ہیں۔ سالہائے گذشتہ میں ان بہن کے تعلیمی تمدنی اخلاقی اور خانہ داری کے متعلق بہت اچھے اچھے مضامین شائع ہوتے ہیں۔ "ہمارے اخبار اور رسالے" (سالگرہ نمبر) میں تعلیم یافتہ خواتین کو مفید مشورے دئے گئے ہیں۔ "چند اصلاح طلب رسمیں" ان خواتین کی پوری توجہ کا مستحق مضمون ہے جنہیں اپنی بہنوں ہی کی نہیں خود اپنی ترقی اور بہتری کا خیال ہے۔

## ۷۱۔ عطیہ بیگم صاحبہ فیضی بمبئی

کے مضامین غالباً ان بہنوں کو اب تک یاد ہوں گے جو شروع سے عصمت کا مطالعہ فرما رہی ہیں۔ محترمہ موصوفہ ہندوستان کی اُن چند خواتین میں سے ہیں جنکو یورپ میں بھی شہرت حاصل ہے اور جن کی قابلیت پر ہندوستانی بیبیاں بجا طور پر فخر کر سکتی ہیں ان کی تحریر بھی دلچسپ ہوتی ہے اور تقریر بھی نہایت موثر مدلل اور برجستہ۔ محض مضامین کتابوں رسالوں اور تقریروں ہی سے نہیں محترمہ عطیہ بیگم عملی طور پر بھی فرقہ نسواں کی قیمتی خدمات مدت سے انجام دے رہی ہیں اُنہوں نے اپنی والدہ مرحومہ محترمہ امیر النساء بیگم کی یادگار میں جو مدرسہ صالحات امیریہ کئی سال سے بمبئی میں قائم کر رکھا ہے وہ بھی مفید کام کر رہا ہے۔ اس سال قوم پارسی کے متعلق ان کے جو مضامین درج عصمت ہوتے ہیں عام طور پر دلچسپی کے ساتھ پڑھے گئے ہوں گے۔

## ۷۳۔ غدیر فاطمہ صاحبہ دہلی

"مولفہ گلدستہ کشیدہ" کی مصروفیات جوہر نسواں کی ادارت کے سلسلہ میں بہت بڑھ گئی ہیں لیکن اسکے باوجود عصمت کی قلمی اعانت میں بدستور حصہ لے رہی ہیں زنانہ پرچوں کی خریداری کے متعلق ان کے مخلصانہ مشورے خواتین کے لئے دلی شکریہ کے مستحق ہیں۔ دستکاری کی کتابوں کے دونوں ریویو کامیاب ہیں۔

## ۷۶۔ فاطمہ خیری صاحبہ برلن

کے خیالات جیسا کہ بہنوں کو معلوم ہو پروفیسر ستار خیری ایم اے اُردو میں قلمبند فرما دیتے ہیں۔

کیونکہ محترمہ موصوفہ اچھی طرح اُردو نہیں لکھ سکتیں۔ ہم دونوں کے ممنون ہیں لیکن ہمیں پھر بھی شکایت ہے کہ ہندوستان آنے کے بعد اُنہوں نے عصمت پر اس قدر توجہ نہ فرمائی جیسی کہ ہمیں توقع تھی۔ ان کے تینوں مضمون جو اس سال شائع ہوتے ہیں نہایت دلچسپ اور نہایت کارآمد اور نہایت اہم ہیں اور ہمیں اُمید ہے عصمتی بہنوں نے اپنی ایک ہمدرد یورپین بہن کے خیالات قدر و وقعت کی نظر سے ملاحظہ فرماتے ہوں گے۔

## ۸۴۔ کنیز محمد بیگم صاحبہ منشی فاضل ان مخلص بہنوں میں سے ہیں

جو عصمت کو اپنا پرچہ سمجھکر مسلسل آٹھ نو سال سے گرانبہا قلمی اعانت فرما رہی ہیں۔ معاشرت۔ تعلیم۔ حفظان صحت۔ بچوں کی پرورش اور تربیت اور امور خانہ داری پر ان کے مضامین خصوصیت کے ساتھ بہت اچھے ہوتے ہیں۔ لیکن اس سال اُنہوں نے ایک مؤثر پر جوش سبق آموز تاریخی ڈرامہ کا کامیاب ترجمہ کیا ہے۔ "زندہ جاوید" انشاء لطیف کا دلاویز نمونہ ہے فن باغبانی کے متعلق دونوں مضمون عمدہ ہیں اور اس فن کا شوق رکھنے والی بیبیوں کے لئے فائدہ مند کہے جا سکتے ہیں۔

## ۸۵۔ گ۔ ن۔ بنت ڈاکٹر ابوالفضل صاحب کپورتھلہ

کے مضامین گذشتہ سال سے شائع ہو رہے ہیں۔ ان بہن کے مضامین خانہ داری یا حفظان صحت کے کسی نہایت ضروری موضوع پر ہوتے ہیں۔ "اتفاقی حادثوں کے فوری علاج" کے عنوان سے جو مسلسل مضامین اس سال شائع ہوتے ہیں چونکہ ذاتی تجربوں کی بنا پر لکھے گئے ہیں اس لئے ہر مضمون دلی شکریہ کا مستحق ہے۔ اِن کے دوسرے مضامین سے بھی پورا پورا فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے۔

## ۸۸۔ محمدی بیگم صاحبہ بی اے (اکسفورڈ)

کا انکے خطوط کے علاوہ اور کوئی مضمون شائع نہیں ہوا۔ یہ خطوط ان کی والدہ ماجدہ محترمہ قیصری بیگم صاحبہ جو عصمت کی قدیم مضمون نگار ہیں عصمتی بہنوں کی دلچسپی کے لئے روانہ فرما رہی ہیں جس کے لئے ہم ان کے بے انتہا ممنون ہیں۔ یہ خطوط گو اشاعت کی غرض سے نہیں لکھے گئے لیکن ان میں ایک ادبی شان موجود ہے محمدی بیگم صاحبہ کے طرز بیان میں حد درجہ کی سادگی بے تکلفی اور بے ساختگی ہے۔ وہ یوں بھی عام فہم زبان اور شستہ عبارت لکھتی ہیں۔ اِن خطوط سے انگلستان کے متعلق معلومات میں نہایت دلچسپ اضافہ ہوتا ہے۔ ایک خاص چیز جو ان خطوط سے خوب واضح ہے یہ ہے کہ ان کا دل اسلامی درد کی نعمت بے بہا سے مالا مال ہے اور وہ مغربی فضا میں رہ کر بھی اپنی مشرقی تہذیب کی دلدادہ ہیں۔ ہماری دلی دعا ہے کہ وہ انگلستان سے کامیاب بامراد واپس آکر ہندوستانی بیبیوں کی مفید خدمات انجام دیں اور ان کی قابل رشک قابلیت سے ان کی جنس کو مدتوں فائدہ اُٹھانے کا موقع ملے۔

## ۹۱۔ مریم یوسف علی صاحبہ۔ بی۔ اے

مرحومہ حمیدہ خانم کی بڑی ہمشیرہ ہیں۔ انہیں اُردو مضمون نگاری کا بہت کم موقع ملا ہے لیکن حمیدہ مرحومہ کو عصمت سے جو خاص لگاؤ اور محبت تھی اسنے انہیں بھی عصمت کیلئے لکھنے پر مجبور کر دیا۔ لڑکیوں کی تعلیم اور ہندوستانی تہذیب و تمدن پر ان کا مطالعہ بہت وسیع اور معلومات حیرت انگیز ہیں۔ "حقوق نسواں اور پردہ" بہت محنت سے لکھا گیا اور کئی سال کے غور و فکر کا نتیجہ ہے۔ امید ہے مریم صاحبہ کے مضامین اب وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہیں گے۔

## ۹۳۔ مِس معتصمۃ الرحمٰن (حیدر آباد دکن)

گذشتہ سال کی لکھنے والیوں میں سے ہیں اور بلند ادبی مذاق رکھتی ہیں۔ اِن کے دونوں ترجمے جو اس سال شائع ہوتے بہت اچھے ہیں۔ ترجمہ کے لئے مضامین کا انتخاب قابلِ داد ہے۔ یہ بہن اگر مشق کرتی رہیں تو ترجمہ کرنے میں جلد مہارت حاصل کر لینگی۔

## ۹۴۔ مسز برلاس (اشرف جہاں بیگم صاحبہ)

ٹوکیو جاپان مصنفہ "فغان اشرف" نے جیسی کہ توقع تھی اس سال عصمت کی بیش بہا قلمی اعانت فرمائی ہے۔ ان کی انشا پردازی اور طرز تحریر کی دلکشی ان کے جاپان جانے سے بہت پہلے خواتین میں مقبول ہو چکی ہے وہ خشک سے خشک موضوع پر نہایت دلاویز پیرایہ میں اظہار خیال کرتی ہیں۔ جاپانی خواتین کی ترقی اور ان کو زندگی کے ہر شعبہ میں مردوں کے دوش بدوش دیکھکر محترمہ

مسز رلیس بہت متاثر ہوئی ہیں اور ان کے مضامین عام طور پر
اسی جذبہ کے ماتحت لکھے گئے ہیں کہ ہندوستانی بیبیوں کی بھی
آنکھیں کھلیں اور وہ دیکھیں کہ دوسرے ملکوں میں عورتیں کیا
کر رہی ہیں اور ہندوستان میں عورتوں نے اپنی کیا حالت
بنا رکھی ہے۔ ان کے مضامین سے معلوم ہوتا ہے کہ ترقی یافتہ
قوموں کی کیا خصوصیات ہوتی ہیں اور کس قدر قربانیوں اور
ایثار کے بعد کوئی ملک عزت اور کامیابی کے بلند مرتبہ پر پہنچا
ہے۔ مسز رلاس کے اس سال نو مضمون شائع ہوئے ہیں۔
اور ہر مضمون ان بہنوں کے لئے جن کے دل میں ذرا بھی اپنے
ملک کی اور اپنی جنس کی بیداری اور ترقی کا خیال ہے کچھ نہ
کچھ سبق رکھتا ہے۔

**۹۵ مسز حمید صاحبہ لکھنؤ** کے مضامین سال گذشتہ سے شائع ہو رہے ہیں
"سنگھاری چیزوں کا استعمال" جو چار قسطوں میں شائع ہوا
ہے ان کا نہایت کار آمد مضمون ہے۔ چونکہ یورپ بھی ہو آئی
ہیں اور وہاں مختلف ممالک میں خواتین کے سنگھار کا مشاہدہ
کیا ہے اس لئے ان کی رائے وزنی کہی جا سکتی ہے۔ مادہ کشش
قدرت نے ہر عورت میں ودیعت کیا ہے اور اس کشش کو
برقرار رکھنا اور اسکی حفاظت کرنا ہر سمجھدار بیوی اور ہر نفاست
پسند عورت کا کام ہے لیکن اس سلسلہ میں میموں کی نقالی سے
بجائے فائدہ کے نقصان پہنچے تو انتہائی ناعاقبت اندیشی کا
نتیجہ کہا جائے گا۔ مسز حمید صاحبہ نے سنگھار و آرائش کے
جو طریقے تجویز کئے ہیں وہ ہندوستانی آب و ہوا اور عام
ہندوستانی عورت کی معاشرت اور حالات کو پیش نظر رکھکر
مسز حمید صاحبہ کے یہ مضامین حق رکھتے ہیں کہ خواتین غور و توجہ سے
مطالعہ کریں اور ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں۔

**۱۰۱ مسز فضلی صاحبہ (دہلی)** جس زمانہ میں جاپان میں تشریف رکھتی تھیں
وقتاً فوقتاً مضامین روانہ فرماتی رہتی تھیں لیکن جب سے ہندوستان
واپس آئی ہیں ان کی صحت اچھی نہیں رہتی اور یہی سبب ہے کہ اب
دو تین سال سے انکے مضامین بہت کم شائع ہو رہے ہیں۔

**مسز گلزار راج بہاری صاحبہ اظہر علیگڈھ۔** اسی
سال کی نئی مضمون نگار ہیں۔ چھوٹے چھوٹے اصلاحی، معاشرتی
مضامین خاصے لکھ لیتی ہیں۔ اگر مشق کرتی رہیں تو جلد مضمون
نگاری میں ترقی کر لیں گی۔ ہمیں بہت خوشی ہوگی اگر سال آئندہ
ان کے مضامین شمار میں زیادہ شائع ہونگے۔

**۱۰۶ مہر النساء صاحبہ کڑاپہ مدراس** عصمت کی انشا پرداز
خواتین میں ایک خاص امتیاز رکھتی ہیں۔ ان کے مضامین ادب
لطیف کے کامیاب نمونے ہوتے ہیں۔ لطیف استعاروں چھوٹے
چھوٹے جملوں، تخیل کی رفعت و بلندی کا ذوق سلیم خوب لطف اٹھاتا ہے،
سال گذشتہ انہیں اپنی والدہ ماجدہ کی دائمی جدائی کا زبردست
صدمہ اٹھانا پڑا اس سے متاثر ہو کر جو مضامین انہوں نے لکھے
ہیں واردات قلب کا آئینہ ہیں دل سے نکلے ہوئے، جذبات میں
ڈوبے ہوئے، ایک ایک فقرہ میں لذت درد ہے، مہر النساء صاحبہ
کے تاریخی مضامین بھی بہت اچھے ہوتے ہیں "سلف صالحات"
بہت محنت و کاوش سے لکھا گیا ہے۔ ان کے تاریخی مضامین خشک
نہیں ہوتے۔ پیرایہ بیان میں دلکشی ہوتی ہے۔

**۱۱۰ نشاط افزا صاحبہ کلکتہ** عصمت کی مشہور دستکار بہن ہیں جو مختلف قسم کے
کام جانتی ہیں اور ان پر متعدد انعامات حاصل کر چکی ہیں دستکاری
کے مضامین اس سال سب سے زیادہ انہیں کے شائع ہوئے ہیں۔

**۱۱۳ و۔ ا ر (بلقیس بیگم) صاحبہ آگرہ** جنہیں ملک کی نامور
مضمون نگار خواتین کی صف اول میں ممتاز جگہ حاصل ہے بہت
پختہ خیال اور سنجیدہ بی بی ہیں جس موضوع پر قلم اٹھاتی ہیں
حق یہ ہے خوب لکھتی ہیں۔ انکے مذہبی، تمدنی، اخلاقی، اور خانہ
داری کے متعلق مضامین نسوانی حلقوں میں ہمیشہ پسندیدہ
نظروں سے دیکھے جاتے ہیں۔ "احکام قضا و قدر" (سالگرہ نمبر)
"اصول صحت اور اصول اسلام" بہت جامع اور مدلل ہیں۔
"تنہائی و بیکاری" (اکتوبر) "مخلوط کلب" (دسمبر) اور "رنبچے" (جنوری)
تینوں مضمون اپنے اپنے موضوع پر نہایت کامیاب ہیں۔
"جاہلیت عرب کے اعتقادات" غیر معمولی محنت سے لکھا گیا
اور بہت دلچسپ ہے۔ "سلائی" ایسا مضمون ہے جس سے
مختلف قسم کی دستکاریوں میں کمال رکھنے والی خواتین بھی فائدہ
اٹھا سکتی ہیں۔

## (ب) مرد

### ۱۱۷- سیّد ابوطاہر صاحب بدایونی بی ایس سی

کا تفریحی ڈراما "نوک جھونک" سنجیدہ ظرافت کا بہت عمدہ نمونہ ہے۔ سید صاحب کی تحریر میں شگفتگی اور دلکشی ہے۔ "کپڑوں کی دھلائی" نہایت کارآمد مضمون ہے۔

### ۱۱۸- افسر الشعرا حضرت آغا شاعر قزلباش دہلوی

شاہجہاں آباد کی اُجڑی ہوئی بزم سخن کے آخری چراغ ہیں۔ اِس سال بھی آغا صاحب کی کافی نظمیں شائع ہوئی ہیں۔ اور کیا باعتبار زبان اور کیا بلحاظ جذبات و تخیل خواتین کے مطلب کی بہترین نظمیں کہی جاسکتی ہیں۔ "شہید کربلا کی بہن" عقیدت و احترام، سوز و گداز اور درد و اثر میں ڈوبی ہوئی ہے جس کا ایک ایک شعر کلیجہ کے پار ہوجاتا ہے۔

### ۱۲۱- ڈاکٹر اعظم صاحب کریوی سابق اڈیٹر اکبر کو "دیہاتی گیت"

جمع کرنے میں کس قدر محنت کرنی پڑی ہوگی اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ دیہاتی گیت گایا جارہا ہے' بارش ہورہی ہے۔ اور ڈاکٹر صاحب کسی کھیت میں چھتری لگائے گیت قلمبند کررہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کئی سال تک جنگل جنگل اور گاؤں گاؤں دوڑتے پھرے ہیں جب کہیں جاکر یہ گیت جمع ہوئے ہیں۔ اِسمیں شک نہیں ڈاکٹر اعظم کریوی نے اسقدر محنت، اس قدر تلاش اور جستجو کے بعد جو گیت جمع کئے ہیں ان سے لٹریچر میں گراں بہا اضافہ ہوا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا دوسرا نہایت اہم مضمون "خسرو کا ہندی کلام" ہے اور اس کے جمع کرنے کے لئے بھی غیر معمولی محنت کی گئی ہے۔ ڈاکٹر صاحب ہندی افسانوں کو اُردو کا جامہ پہنانے میں بہت مشہور ہیں۔ اور انتخاب ایسے افسانوں کا کرتے ہیں جو اصلاح معاشرت کے متعلق عبرت انگیز اور سبق آموز ہوتے ہیں۔ "بھابی" (جون) نہایت درد انگیز اور نصیحت آموز ہے۔

### ۱۲۲ حضرت امداد حسین صاحب امداد

عظیم آبادی عصمت کے دور اولین کے مشہور شعرا میں سے ہیں۔ اِس سال ان کی کئی نظمیں شائع ہوئی ہیں جو اُمید ہے دلچسپی کے ساتھ پڑھی گئی ہونگی۔

### ۱۲۶- منشی پریم چند صاحب بی اے کے اِس سال صرف دو

افسانے شائع ہوئے ہیں جو خود منشی صاحب کے افسانوں میں بہترین کہے جاسکتے ہیں منشی صاحب کے اصلاحی افسانوں کا معیار بہت بلند ہوتا ہے۔ سوسائٹی کی معاشرتی اور اخلاقی کمزوریوں کا پڑھنے والیکے دلمیں احساس پیدا کرادینا معمولی بات نہیں ہے۔ دونوں افسانے نہایت اعلےٰ درجہ کے ہیں۔

### ۱۲۷- لالہ تلوک چند صاحب محروم بی اے

کی تاثیر میں ڈوبی ہوئی نظمیں چوتھائی صدی سے عصمت میں شائع ہوکر خراج تحسین حاصل کررہی ہیں۔ اِس سال افسوس ہے انکی نظمیں خلاف توقع بہت کم شائع ہوئیں۔

### ۱۲۸- تقی علی صاحب ہاشمی ناگپور نے اس سال تین ہندی

مرہٹی افسانوں کا ترجمہ کیا ہے تینوں افسانے اچھے ہیں اور ان سے بہت کچھ سبق حاصل ہوتا ہے۔

### ۱۲۹- ٹھاکر جے۔ آر۔ رائے صاحب جرنلسٹ

عصمت کے قدیم مضمون نگاروں میں سے ہیں۔ بالوں کے سنگھار وغیرہ کے متعلق اُن کے تینوں مضمون معلومات سے پُر خواتین کے لئے نہایت کارآمد ہیں۔

### ۱۳۴- ڈاکٹر سعید احمد صاحب بریلوی

عصمت کے مخصوص شاعر ہیں۔ اور ملک کے اُن چند شعرا میں سے ہیں جو شریف بیگمات کے مطلب کی نظمیں لکھنے میں خاص ملکہ رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب اِس سال بیمار رہے ورنہ انکی نظموں کی معقول تعداد ہوتی۔

### ۱۳۵- پروفیسر ستار خیری ام اے

نے جرمنی کے زمانہ قیام کے آخری چار سال میں مضامین اد

تصاویر سے عِصمت کی دلچسپیاں بڑھانے میں بیش بہا حصہ لیا تھا لیکن ہندوستان آکر وہ کیوں خاموش ہو گئے اس کا جواب سالگرہ نمبر میں عِصمتی بہنیں ملاحظہ فرما چکی ہیں۔ ہم کوشش کر رہے ہیں کہ پروفیسر صاحب پھر اِس سال سِلسِلہ مضامین شروع کر دیں۔

**۱۳۹۔ صادق الخیری بی اے** خاکسار اڈیٹر کے چھوٹے بھائی ہیں۔ انکے مضامین مردانہ رسائل میں تین چار سال سے شائع ہو رہے ہیں مگر عِصمت میں اِس سال سے لکھنا شروع کیا ہے۔ ان کے طرزِ تحریر میں دلاویزی اور اندازِ بیان میں زور اور اثر ہے۔ "افسانہ زندگی" (سالگرہ نمبر) اور "اے کاش" "اپریل" پلاٹ مکالمہ کردار نگاری، ترجمانی جذبات مقصد اور نتیجہ کے اعتبار سے دونوں کامیاب ہیں۔

**۱۴۳۔ حضرت عزیز لکھنوی** ہندوستان کے اُن گنتی کے اُن چند شعرا میں سے ہیں جن کا کلام درد سے لبریز ہوتا ہے۔ حضرت عزیز کی نظمیں ۲۵-۲۶ سال سے عِصمت میں شائع ہو کر خواتین ہند میں مقبول ہو رہی ہیں۔ افسوس اِس سال اِن کی صحت درست نہ رہنے کے سبب انکی نظمیں زیادہ شائع نہ ہو سکیں۔

**۱۴۴۔ مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب دہلوی بی اے**۔ اُردو کے اُن نامور انشا پردازوں میں سے ہیں جنکی تحریر کی دلکشی قبولیت عام حاصل کر چکی ہے۔ سنجیدہ ظرافت نگاری مرزا صاحب قبلہ کا طرہ امتیاز ہے لیکن بہت سے مشہور مذاح نگار حضرات کے "شہ پاروں" کے خلاف مرزا صاحب کے کسی مضمون میں متانت اور تہذیب سے نام کو بھی کوئی لفظ ہٹا ہوا نہیں ہوتا۔ مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب مذاح نگار اور انشا پرداز ہی نہیں ایک قادر الکلام شاعر بھی ہیں اور خواتین کے مطلب کی نہایت اعلیٰ درجہ کی نظمیں لکھ سکتے ہیں "میاں بیوی کے گلے شکوے" (اپریل) اِس سال کی بہترین نظموں میں سے ہے۔

**۱۴۶۔ سید محمد احمد صاحب سبزواری** کے افسانہ "لیڈی ڈاکٹر" سالگرہ نمبر کے پلاٹ میں کوئی خاص جدت نہیں لیکن نصیحت آمیز اور سبق آموز ہے۔ "جاپان پر ایک نظر" بھی نتیجہ خیز مضمون ہے۔

**۱۴۷۔ خانصاحب مولوی محمد ظفر صاحب ام اے ال ال بی** کے دونوں مستقل مضمون خانہ داری اور سیر میں عصمتی بہنوں میں ہر ماہ نہایت پسندیدگی اور وقعت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ مولوی صاحب مسلسل سولہ سترہ سال سے عِصمت کی نہایت گرانبہا قلمی اعانت فرما رہے ہیں۔ اِس زمانہ میں ایسے مخلص اور وضعدار لوگ بہت کم ہیں۔

**۱۴۹۔ ڈاکٹر ممتاز حسین صاحب** ایم بی بی اس نئے مضمون نگاران میں ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔ اِن کے پانچ مضمون شائع ہوئے ہیں اور ہر مضمون اپنے اپنے موضوع پر بہترین اور ہندوستانی خواتین کے لئے نہایت مفید اور نتیجہ خیز ہے۔

**۱۵۱۔ مولانا محمود اسرائیلی** مشہور شاعر ہیں مگر عِصمت میں اِسی سال سے انکی نظمیں چھپنی شروع ہوئی ہیں۔ اُمید ہو صفحات عصمت پر اب مولانا کی اخلاقی تاریخی قومی نظمیں وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہینگی۔

**۱۵۳۔ مفتاح الدین صاحب ظفر بی ایس سی** کا مضمون "بچہ کی تعلیم" (مارچ) ماؤں کے لئے ایک ضروری موضوع پر بہت مفید مضمون ہے۔ "ہیرے کا ہار" (اپریل) نہایت دلچسپ اور "لے پالک لڑکا" (جون) بہت موثر افسانہ ہے، دونوں افسانے ترجمے ہیں اور عمدہ ترجمے۔

**۱۵۴۔ کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب** عِصمت کے مخصوص مضمون نگار ہیں جنکا ہر مضمون غیر معمولی دلچسپی رکھتا ہے۔ "بجلی سے علاج" جس محنت اور قابلیت سے لکھا گیا اتنی ہی مقبولیت اور پسندیدگی سے عام طور پر دیکھا گیا ہے۔ اُردو زبان میں اِس قدر بلند معیار کے اتنے مفید مضامین اِس قدر عام فہم اور دلاویز پیرایہ میں بہت کم شائع ہوتے ہیں۔ افسوس ڈاکٹر صاحب کے مضامین اِس سال بہت کم چھپے لیکن ہمیں امید ہے کہ محترمہ نصیر بیگم سال آئندہ اسکی تلافی کرادینگی۔

رازق الخیری

# خاتونِ اکرم عصمتی انعامات

اردو لکھنے پڑھنے والی خواتین میں مضمون نگاری کا شوق پیدا کرنے کی کوشش میں عصمت کو جو کامیابی حاصل ہوئی ہے اس کا اس سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آج ہندوستان کا کوئی صوبہ اور ملک کا کوئی حصہ ایسا نہیں جہاں عصمت کی مضمون نگار خواتین کی معقول تعداد نہ ہو۔ ستائیسویں سال (جولائی ۱۹۳۴ء تا جون ۱۹۳۵ء) کے مضمون نگاروں کی جو فہرست اس پرچے کے صفحات ۱۲۲ تا ۱۲۱ پر شائع ہو رہی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سال کے ڈیڑھ سو سے زیادہ مضمون نگاروں میں باوجودیکہ عصمت کی بعض مخصوص و ممتاز لکھنے والیاں ناسازی طبع یا اور کسی وجہ سے خاموش رہیں تاہم خواتین ۱۸۴ ہیں۔ ان ۱۸۴ خواتین میں جہاں ان محترم بیگمات کی نہایت معقول تعداد ہے جو سالہا سال سے اپنے گراں قدر خیالات سے عصمتی بہنوں کو مستفید فرما رہی ہیں وہاں بہت سے نام ان بیبیوں کے بھی ہیں جو گو پہلی مرتبہ اس سال بزم عصمت میں تشریف لائی ہیں لیکن نہایت ہونہار معلوم ہوتی ہیں اور کچھ عجب نہیں کہ مستقبل قریب میں ملک کی ممتاز لکھنے والی خواتین میں شمار کی جائیں۔ مختلف موضوعوں پر جن خواتین کے بہترین مضامین سال بھر میں شائع ہوتے ہیں عصمت سالگرہ کے موقعہ پر ان کی خدمت میں ہر سال انعامات پیش کرتا ہے مگر یہ انعامات بالعموم ان محترم بہنوں کو دئے جاتے ہیں جن کے سال بھر میں کم سے کم ۸ مضامین شائع ہوئے ہوں۔

**خانہ داری** عصمت کا سب سے اہم موضوع ہے جس پر ہر سال زیادہ سے زیادہ مضامین شائع کئے جاتے ہیں۔ عصمت کا یہ سال خانہ داری کے مضامین کے لحاظ سے نہایت کامیاب ہے اور بہت کارآمد اور مفید مضامین بہت معقول تعداد میں اس سال شائع ہوئے ہیں۔ اور چونکہ کئی مضامین خاص طور پر قابل تذکرہ اور انعام کے مستحق ہیں اس لئے خانہ داری کا انعام اس دفعہ کئی حصوں میں اس طرح تقسیم کیا جاتا ہے۔ محترمہ سردار محمدی بیگم صاحبہ کو ۱۰ روپے ان کے تین مضمونوں "مشینوں کے چاولوں کے خطرات" (نومبر) "بی کالربن عورت کا ہاتھ" (فروری) "چکی" (مئی) پر۔ اور ۵۔۵ روپیہ مندرجہ ذیل خواتین کو۔ محترمہ شہرارا بیگم کو "باورچی خانہ کا انتظام" (مئی) پر محترمہ مسز برلاس کو "کپڑے دھونا" (جنوری) پر محترمہ فاطمہ خیری کو "قابل تقلید خانہ داری" (فروری) پر۔

**سنگھار اور آرائش** کے مضامین کے اعتبار سے یہ سال خاص طور پر نہایت کامیاب رہا۔ محترمہ مسز حمید صاحبہ کے مضامین اس موضوع پر اس سال کے بہترین مضامین ہیں اور نہایت احتیاط اور سلیقہ کے ساتھ ذاتی تجربوں اور مشاہدوں کی بنا پر بہت محنت سے لکھے گئے ہیں۔ اور ۱۰ روپے کے انعام کے مستحق ہیں

**صنعت و حرفت** کے مضامین اس سال بھی نہایت معقول تعداد میں شائع ہوئے اور بہت کارآمد۔ سب سے زیادہ مضامین محترمہ نشاط افزا کے ہیں جو ۱۰ روپے کے انعام کی مستحق ہیں۔ ۵-۱۰ صاحبہ کا مضمون [illegible]

بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ خدیجہ بانی صاحبہ کے مضامین گو تعداد میں اس سال بہت کم ہیں مگر سلسلہ "ستارے کا کام" جیسی مفید کتاب سے وہ دستکار بہنوں کی گراں بہا خدمت انجام دے چکی ہیں۔ محترمہ امۃ الحفیظ کے کئی نہایت مفید مضامین اس دفعہ بھی اس موضوع پر شائع ہوئے ہیں۔ ۵-۵ روپیہ بطور انعام ان محترم خواتین کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں

**صحت و تندرستی** پر گو کئی قابل قابل ڈاکٹروں کے نہایت قیمتی مضامین اس سال شائع ہوئے ہیں تاہم خود خواتین کے مضامین بھی اس سال بہت اچھے شائع ہوئے ہیں۔ محترمہ امۃ الحفیظ کے مضامین اس سال زیادہ تر صحت ہی کے متعلق ہیں اور سب قابل قدر محترمہ گ۔ ن بنت ڈاکٹر ابو الفضل کے ذاتی تجربوں سے بھی خواتین بہت کچھ فائدہ اٹھا سکتی ہیں ۱۰-۱۰ روپے ان دونوں محترم بیبیوں کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں اور ۵ روپے مرحومہ حمیدہ خانم ام۔ اے کے مضمون مطبوعہ اکتوبر پر ان کی بڑی بہن محترمہ مریم خانم بی۔ اے کی خدمت میں۔

**بچوں کی تربیت اور پرورش** کے مضامین کی تعداد اس سال بھی بہت اچھی رہی۔ "بچہ کا پہلا سال" (فروری) از محترمہ شہر آرا بیگم "بچوں کو سزا" (ستمبر) از محترمہ جمیلہ بیگم "بچے" (جنوری) از محترمہ و۔ ا۔ تینوں مضمون ۵-۵ روپے کے انعام کے مستحق ہیں۔

**معاشرتی تمدنی مضامین**۔ ہر سال کی طرح اس بھی کافی تعداد میں بہت دلچسپ اور نتیجہ خیز شائع ہوئے۔ "پرانا نقطۂ نگاہ" (اکتوبر) اور "تعلیم یافتہ لڑکیوں کی نازبرداری" (جون) محترمہ شائستہ اختر سہروردی۔ بی۔ اے۔ (آنرس) کے دونوں مضمون ۱۰ روپے کے انعام کے مستحق ہیں "عورت کا مقصد زندگی" (دسمبر) از محترمہ فاطمہ خیری۔ "دولت کی بھینٹ" (سالگرہ نمبر) از مرحومہ حمیدہ خانم۔ ام۔ اے۔ "تعلیم اور آزادی" (اپریل) اور "فیشن یا وضع" (جون) از محترمہ جمیلہ بیگم بھی

خصوصیت سے قابل ذکر مضامین اس موضوع کے ہیں۔ ان مضامین پر ۵-۵ روپے بطور انعام دئے جاتے ہیں۔

**اخلاقی مضامین** کی تعداد کچھ نمایاں نہیں ہے۔ خواتین کے لکھے ہوئے مضامین میں محترمہ شائستہ اختر بانو سہروردی۔ بی۔ اے۔ آنرس کا مضمون "ایک اخلاقی کمزوری" (اپریل) اور محترمہ ح۔ ابو ضیا کا مضمون "خوشگوار زندگی" (جنوری) پر ۵-۵ روپے دئے جاتے ہیں۔

**مذہبی مضامین** شمار میں گو اس قدر نہیں ہیں جتنے بہت سے دوسرے موضوعوں کے مضامین تاہم بعض مضامین غیر معمولی طور پر قابل ذکر ہیں۔ "احکام قضا و قدر" (سالگرہ نمبر) اور "اصول صحت اور اصول اسلام" محترمہ و۔ ا صاحبہ کے مضامین اور "عورت اور اسلام" (سالگرہ نمبر) "خواب اور اس کی تعبیر" (مارچ) "مالی اور اس کی محبت" (جون) محترمہ سردار محمدی بیگم صاحبہ کے مضامین قابل قدر ہیں ان محترم خواتین کی خدمت میں دس دس روپے پیش کئے جاتے ہیں اور ۵ روپے محترمہ جمیلہ بیگم کی خدمت میں ان کے مضامین "عبارت" (اکتوبر) اور "صبر" (فروری) پر۔

**تاریخی مضامین** کے لحاظ سے یہ سال بھی برا نہیں رہا ۵-۵ روپے کے دو انعام "سلف صالحات" (جون اور ستمبر تا نومبر) اور "جنرل نوگی" (جون) پر محترمات مہر النسا اور مسز برلاس کی خدمت میں نذر کئے جاتے ہیں۔

**سیر و سیاحت** کے اعتبار سے یہ سال گذشتہ سال سے بھی بڑھ گیا۔ محترمہ محمدی بیگم بی۔ اے۔ کے خطوط "حیدرآباد سے انگلستان" اور محترمہ ایس کے صغرا بیگم سبزواریہ کا "سفرنامہ ایران" اور محترمہ مسز برلاس کے جاپان کے متعلق مختلف مضامین سب ہی نہایت دلچسپ سبق آموز نتیجہ خیز ہیں اور تینوں محترم بہنوں کے مضامین سے انگلستان ایران اور جاپان کے متعلق معلومات میں نہایت مفید اضافہ ہوتا ہے سیر و سیاحت کا انعام بالعموم دس روپے تک کا ہوتا ہے مگر اس سال ہمیں یہ انعام تگنا کرنا پڑا کیونکہ تینوں محترم خواتین کے مضامین

دس دس روپے کے مستحق ہیں۔

**تعلیمی مضامین** خاصے اچھے رہے مگر زیادہ تر یا تو مردوں کے شائع ہوئے ہیں یا ان خواتین کے جن کے مضامین کی تعداد ۴ سے کم ہے۔

**تنقیدی مضامین** یہ دس روپے کا انعام برابر کے دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے محترمات شہر بانو اور غلیہ فاطمہ میں ان کے مضامین "خاتون اکرم مرحومہ کے افسانے" (نومبر) اور سوئی کا کام اور سلمہ ستارہ کا کام" (جنوری، فروری) پر۔

**علمی مضامین** کی تعداد اس سال کچھ بہت زیادہ نہیں محترمہ شہر بانو کی خدمت میں ریڈیو" (مئی) پر ۵ روپے دئے جاتے ہیں۔

**تفریحی مضامین** سال گذشتہ سے بھی اس سال کم چھپے۔ اور وہ بھی مردوں کے افسوس ہے کہ انعام کی مستحق اس دفعہ کوئی بی بی نہیں۔

**مختصر ادبی مضامین** برے نہیں رہے یہ ۱۰ روپے کا انعام برابر کے دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے محترمات ایس۔ بی۔ طاہرہ اور زہرا النساء ہیں پہلے بھی یہی بہنیں کئی دفعہ یہی انعام حاصل کر چکی ہیں لیکن اس دفعہ ان کے مضامین شمار میں زیادہ نہیں۔

**ڈرامہ** عورتوں کا طبع زاد اس سال ایک بھی شائع نہیں ہوا وفاداری (اکتوبر تا فروری) محترمہ کنیز حسین بیگم منشی فاضل کا ترجمہ ہے اور کامیاب جس پر ۱۰ روپے کا انعام دیا جاتا ہے۔

**افسانوں** کے اعتبار سے یہ سال بھی بہت کامیاب ہے لیکن خواتین کے لکھے ہوئے افسانے کم ہیں ۱۰ روپے محترمہ شہر بانو کو انکے طبعزاد افسانہ "نئی زندگی" (دسمبر) پر اور ۵ روپے محترمہ ایس صغرا سبزواریہ کو ان کے ترجمہ "جھوٹ سے سچ" (سالگرہ نمبر) پر دئے جاتے ہیں اور بھی کئی افسانے قابل انعام ہیں مگر افسانہ نگار خواتین کے مضامین کی تعداد ۴ سے کم ہے۔

**نظموں** کے اعتبار سے یہ سال بھی کامیاب ہے۔ ۱۰ روپے کے انعام کی مستحق محترمہ بلقیس جمال ہیں اور ۵ روپے کے انعام کی مستحق بیگم دھاڈ بانوی جنہوں نے اسی سال سے حضرت دعا سے عصمت کے لئے نظمیں بھجوانی شروع کی ہیں۔ اور بھی کئی محترم بہنوں کی نہایت اچھی اچھی نظمیں شائع ہوئی ہیں مگر افسوس ہے ان کی نظموں کی تعداد ۴ سے کم ہے۔

**تقریر**۔ اس سال کوئی ایسی درج رسالہ نہ ہوئی جس پر انعام دیا جا سکے

**تصاویر** سے سب سے زیادہ مدد محترمہ بیگم صاحبہ کپتان نصیر الدین احمد نے کی ہے ان سے کم محترمہ مسز حمید نے۔ ۱۰ اور ۵ روپے کے انعامات علی الترتیب ان دونو کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں۔

**تعداد مضامین**۔ اس سال کی لکھنے والی خواتین میں سب سے زیادہ مضامین تین بیبیوں محترمات جمیلہ بیگم۔ شہر بانو اور مسز برلاس کے ہیں اور شمار میں تینوں کے برابر یعنی ۹ - ۹ ہیں لہذا ۱۰۔ ۱۰ روپے تینوں محترم خواتین کی نذر کئے جاتے ہیں۔

**توسیع اشاعت** میں اس سال کسی بہن نے کوئی خاص حصہ نہیں لیا۔

**متفرق انعامات**۔ خوشی کی بات ہے کہ غیر مسلم خواتین کے مضامین اب پھر ہر پرچہ میں شائع ہو رہے ہیں اس سال مسز گرراج بہاری ماتھر کا نام ۳ سے زیادہ مضامین لکھنے والی خواتین میں سے ہے ان کا گو کوئی خاص مضمون قابل انعام نہیں تاہم وہ حوصلہ افزائی کی مستحق ہیں۔ مسز راجکاری جھینگن کے مضامین ۴ سے کم ہیں مگر انہوں نے ہندو بیبیوں میں عصمت کی اشاعت بڑھانے کی یہ بھی کوشش کی ہے محترمہ زہرا بیگم فیضی کے مضامین بھی ۴ سے کم ہیں مگر تصاویر کے ذریعہ مدد کر کے اس کی تلافی کر دی ہے ان تینوں بیبیوں کی خدمت ۵ - ۵ روپے بطور انعام دئے جاتے ہیں۔ یہ انعامات باعتبار مالیت نہایت کم قیمت ہیں اور ہمیں اعتراف کہ جو مضامین خانہ داری کی مصروفیات اور تعلیمی مشاغل سے وقت نکال کر اور ناسازی طبع کی حالت میں نہایت قابلیت کے ساتھ بہت محنت سے کئی کئی گھنٹوں بلکہ کئی کئی دنوں میں لکھے گئے ان پر اس قدر حقیر رقم دی گئی ہے کہ انعام کہتے ہوئے شرم آتی ہے اور کسی طرح بھی ان محترم بہنوں کے شایان شان نہیں لیکن اس لئے کہ جنت مکانی کی یادگار کے طور پر تقسیم کئے جاتے ہیں امید ہے ہماری عزیز بہنیں وقعت کی نظر سے دیکھیں گی۔

راز ق الخیری

# اس سال کے خاتون اکرم عصمتی انعامات کی مستحق بیبیاں

| نمبر | نام | مقام | انعامات | کل | |
|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | محترمہ مسز برلاس | ٹوکیو (جاپان) | ۵، ۵، ۱۰، ۱۰ | ۳۰ | روپے |
| ۲ | محترمہ شہر بانو | کھجوہ (بہار) | ۵، ۵، ۱۰، ۱۰ | ۳۰ | 〃 |
| ۳ | محترمہ جمیلہ بیگم | کلکتہ | ۵، ۵، ۵، ۱۰ | ۲۵ | 〃 |
| ۴ | محترمہ سردار محمدی بیگم | لونسی (کلابہ) | ۱۰، ۱۰، | ۲۰ | 〃 |
| ۵ | محترمہ و۔ا (بلقیس بیگم) | آگرہ | ۵، ۵، ۱۰ | ۲۰ | 〃 |
| ۶ | محترمہ اس۔کے صغرا سبزواریہ | کلکتہ | ۱۰، ۵، | ۱۵ | 〃 |
| ۷ | محترمہ امۃ الحفیظ | دوارکا (کاٹھیاوار) | ۵، ۱۰، | ۱۵ | 〃 |
| ۸ | محترمہ شائستہ اختر بانو سہروردی۔ بی۔ اے۔ | شملہ | ۱۰، ۵، | ۱۵ | 〃 |
| ۹ | محترمہ مسز حمید | لکھنؤ | ۱۰، ۵، | ۱۵ | 〃 |
| ۱۰ | محترمہ فاطمہ خیری | برلنی | ۵، ۵، | ۱۰ | 〃 |
| ۱۱ | محترمہ مہر النسا | کڈاپہ۔ مدراس | ۵، ۵، | ۱۰ | 〃 |
| ۱۲ | محترمہ کنیز محمد بیگم منشی فاضل | جموں۔ کشمیر | | ۱۰ | 〃 |
| ۱۳ | محترمہ بلقیس جمال | میرٹھ | | ۱۰ | 〃 |
| ۱۴ | محترمہ حمیدہ خانم۔ ایم۔ اے۔ مرحومہ | میسور | ۵، ۵، | ۱۰ | 〃 |
| ۱۵ | محترمہ نشاط افزا | کلکتہ | | ۱۰ | 〃 |
| ۱۶ | محترمہ گ۔ن۔ | کپورتھلہ | | ۱۰ | 〃 |
| ۱۷ | محترمہ محمدی بیگم، بی، اے | اکسفورڈ | | ۱۰ | 〃 |
| ۱۸ | محترمہ شہر آرا بیگم | سہارنپور | ۵، ۵، | ۱۰ | 〃 |
| ۱۹ | محترمہ بیگم کپتان نصیر الدین احمد | گیا | | ۱۰ | 〃 |

## ۵، ۵، روپے کے انعامات حاصل کرنے والی خواتین

| نمبر | نام | مقام | نمبر | نام | مقام |
|---|---|---|---|---|---|
| ۲۰ | محترمہ خدیجہ بائی | اندھیری | ۲۴ | محترمہ زہرہ بیگم فیضی | بمبئی |
| ۲۱ | محترمہ ح۔ا۔ابو | رنگون | ۲۵ | محترمہ مسز گرراج بہاری ماتھر | علی گڑھ |
| ۲۲ | محترمہ ایس۔ بی ظاہرہ | پشاور | ۲۶ | محترمہ مسز راج کماری جھینگن | دھلی |
| ۲۳ | محترمہ بیگم دعاؤ یا بیوی | گوالیار | ۲۷ | محترمہ غدیر فاطمہ | دھلی |

انعامات حاصل کرنے والی محترم خواتین حضرت علامہ راشد الخیری قبلہ خاکسار اڈیٹر اور تمام عصمتی بہنوں کی طرف سے اس علمی ترقی پر دلی مبارکباد قبول فرمائیں۔

رازق الخیری

THE ISMAT DELHI
ANNUAL NUMBER
1935

مضمون نگاران عصمت
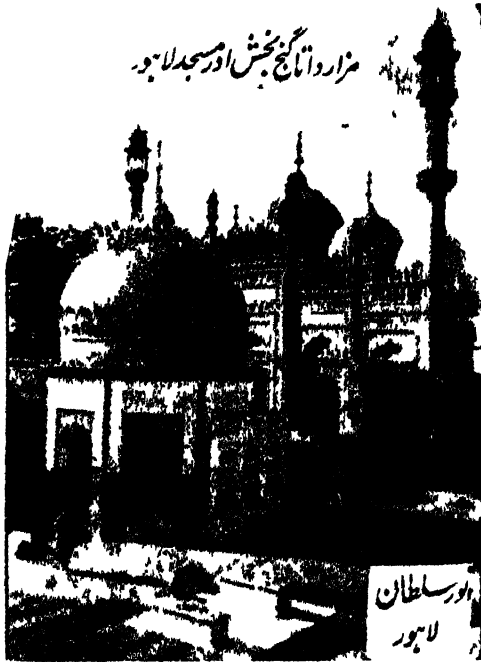
جاپانی بچیوں کا لباس
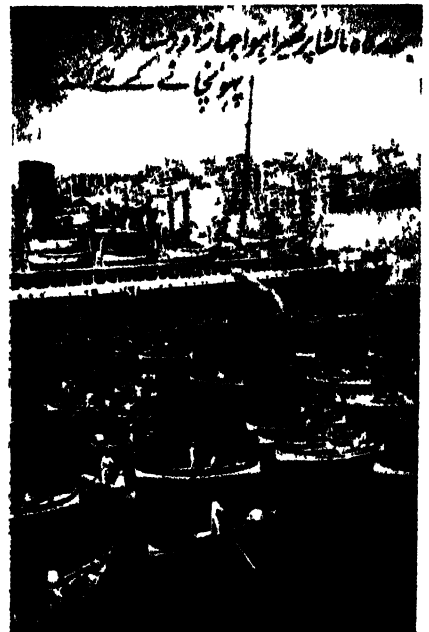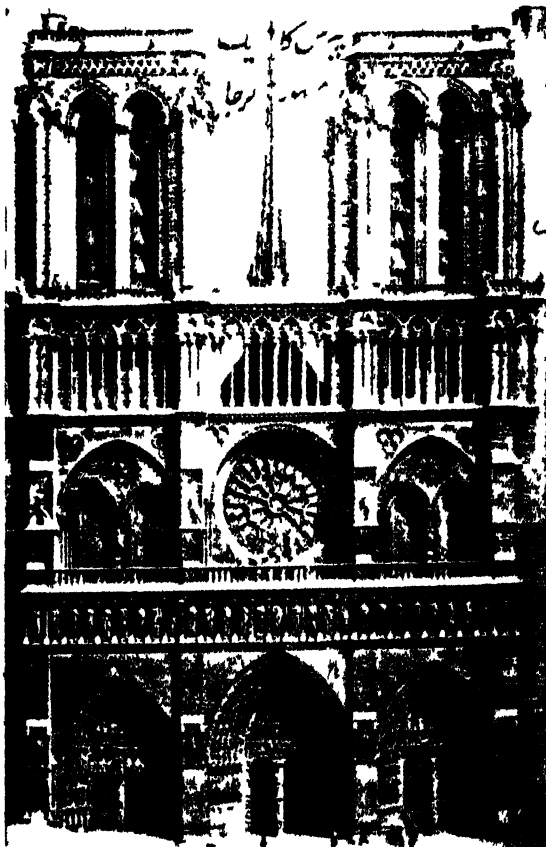
# نسلی معاملات میں عورت کی حیثیت

از کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب ایم، ڈی

تاریخ عالم میں ایک بھی مثال ایسی نہیں ملتی جو یہ ظاہر کر سکے کہ کسی زمانہ میں بھی مرد نے عورت کو پستی میں چھوڑ کر خود ترقی کی ہو، لیکن ایسی مثالیں موجود ہیں کہ مرد نے جہالت، انانیت اور قوت کے نشہ میں عورت کے عروج کو اپنی ترقی کا سبب تسلیم کرنا گوارا نہیں کیا، قدیم اقوام عالم کے سیاسی اور معاشرتی قوانین سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب عورت کی آزادی و ترقی نے کسی قوم کو دنیا میں فوقیت بخشی تو مرد نے کسی نہ کسی ذریعہ اپنے خود غرضانہ پست خیالات سے مغلوب ہو کر عورت کی آزادی پر قید بندیاں شروع کر دیں اور عورت پر اپنی حکومت قائم رکھنے کے لئے اس کی ترقی کی راہ میں کانٹے بچھا دیئے، نتیجہ ہمیشہ یہ نکلا کہ عورت کی ذلت کے ساتھ ہی اس قوم کی پستی بھی شروع ہو گئی اور چند ہی نسلوں کے بعد جہاں اس قوم کی عورت قعر مذلت میں نظر آنے لگی وہاں اس قوم کی فوقیت کی بھی صرف کہانیاں ہی باقی رہ گئیں،

ہندوستان کے ہر عہد کی تاریخ اس نظریہ کی گواہ ہے، اس مسئلہ کے دوسرے پہلو پر نظر ڈالئے تو تاریخ کے صفحات ہر سیکھنے والے کو یہ سبق پڑھا رہے ہیں کہ جس قوم، ملک یا مذہب نے عورت کی حمایت کی، عورت کی عزت کی، عورت کو برابر کا درجہ دیا اس نے اپنی ہمسایہ قوموں پر فضیلت پائی گویا جس قوم نے عورت کو غالب رکھا وہ خود دنیا میں غالب رہی اور جس نے عورت کو مغلوب رکھا وہ مغلوب رہی، اس کی بہترین مثال عیسائیت اور اسلام کی تعلیم سے ملتی ہے، عیسائیت نے عورت کو اپنے سایۂ عاطفت میں جگہ نہ دی، رہبانیت کا عنصر غالب ہونے کی وجہ سے عیسائیوں نے عورت کو ذلیل و خوار کہا اور جہاں جہاں اور جس زمانہ تک ایسا ہوا وہاں کے لوگ اس خاص زمانے تک خود ذلیل و خوار رہے، یورپ میں جہاں عیسائیت نے اپنے پاؤں جما دیئے تھے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی پیدائش کے چودہ پندرہ سو سال کے بعد تک بھی تہذیب و ترقی کا نام و نشان نہ تھا، یوروپ نے مسلمان عربوں سے تعلیم پانے کے بعد جب رہبانیت کے خیال کو ترک کر کے عورت کی ترقی و عزت کی اہمیت سمجھنا شروع کیا تو اس تہذیب کی ابتدا ہوئی کہ جس کو آج یورپین تہذیب کہتے ہیں، اس کے مقابلہ میں اگر اسلامی تعلیم کو لیا جائے تو یہ صاف نظر آتا ہے کہ اسلام نے عورت کی ذاتی قوت و اہمیت کو خوب سمجھ لیا تھا اور مسلم مرد کو شرعی احکام کے ذریعہ بتا دیا کہ عورت کی عزت کئے بغیر دین و دنیا کی فلاح آسان نہیں اس تعلیم نے جو نتیجہ پیدا کیا وہ اظہر من الشمس ہے

جہاں رہبانیت کے شیدائی اور عورت کو شیطان کی بچی کہنے والے پندرہ سو برس تک ذلالت کے گڑھے میں پڑے رہے وہاں ماں کے پاؤں کے نیچے جنت ماننے والے اور عورت کے حقوق کی حفاظت کرنے والے ایک صدی کے اندر اندر دنیا کی ہر قوم کو مغلوب کرکے ہر شعبہ زندگی میں ایسی حیرت انگیز ترقی کرگئے تھے کہ جس کے ذریعہ مغرب نے موجودہ یورپین تہذیب کی بنیاد رکھی۔ آج وہ ہی مسلمان ہیں کہ عورت کو ذلیل کم عقل، بے اعتبار، بے وفا اور کمزور سمجھ کر خود غلامی کر رہے ہیں اور مجھے بھی اس ہی گروہ کے ایک فرد کی حیثیت سے "پدرم شہنشاہ بود" کہتے اور لکھتے ہوئے شرم آتی ہے۔

میں اپنے چند مضامین مثلاً "تعلیم نسواں کا سیاسی رُخ" "عورتوں کی قلت" اور "مزدور عورت" میں یہ بتا چکا ہوں کہ قوم کی نصف قوت غیر منظم ہونے کی وجہ سے کس طرح بے کار ہو کر رہ گئی ہے۔ اور عورت کے پیچھے رہ جانے سے ہمیں کس قدر نقصان ہو رہا ہے۔ آج میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ عورت کے ذاتی نقائص و عیوب مثلاً جہالت، ناتجربہ کاری، جسمانی و دماغی کمزوریاں، ترقی یافتہ اقوام کے افعال و افکار سے ناواقفیت وغیرہ کس طرح آپ کی آئندہ نسلوں کو ترقی کی دوڑ میں دوسری قوموں سے پیچھے رکھ سکتے ہیں اور کس طرح عورت کی اعلیٰ جسمانی و دماغی صحت، پرورش و تربیت، علمی و معاشرتی ترقی وغیرہ آپ کی نسلوں کو تنازع اللبقاء میں کامیابی کے لئے طیار کرسکتی ہے۔ تفصیل کے ساتھ بیان کرنے سے پہلے یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ بچوں میں نسلی خوبیاں اور نقائص باپ سے زیادہ ماں کے ذریعہ منتقل ہوتے ہیں اور ماں کے جسمانی عیوب اور صحت کی خرابیوں کا اثر لڑکیوں سے زیادہ لڑکوں پر پڑتا ہے

## نسلی خوبیاں اور نقائص

وہ صفات جو والدین سے بچوں میں منتقل ہوتی چلی جاتی ہیں تین درجوں میں تقسیم کی جاسکتی ہیں۔

(۱) **قائم یا فطرتی صفات۔** مثلاً بال اور آنکھوں کا رنگ، مزاج اور نسلی بیماریاں وغیرہ۔

(۲) **ذہنیت اور چند جسمانی و دماغی صفات۔** مثلاً قد و قامت، اعضاء کی ساخت اور عمر کی درازی و کوتاہی وغیرہ۔

(۳) **کسبی صفات۔** مثلاً عام عادتیں، نیکیاں، برائیاں اور دیگر وہ صفات جو صحبت اور حوالیات کے ذریعہ پیدا ہوسکتی ہیں۔

(۱) **قائم یا فطرتی صفات۔** یہ سمجھانے کے لئے کہ یہ صفات کس طرح والدین سے بچوں میں منتقل ہوتی ہیں اور کس طرح باپ سے زیادہ ماں ان صفات کی حامل ہوتی ہے اور کس طرح ماں کا اثر لڑکوں

اور باپ کا اثر لڑکیوں پر پڑتا ہے ہم آپ کو چند مثالوں کے ذریعہ "منڈیل" کا قانون سمجھا دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ "منڈیل" اٹلی کا باشندہ تھا اُس نے مٹر کے پودوں پر نسلی مسائل کے تجربات کئے اور یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اگر پیلے اور ہرے مٹر کو ملا کر پودا لگایا جائے تو تمام مٹر کے پھول زرد پیدا ہوتے ہیں ایک بھی سبز نہیں ہوتا' لیکن ایک زرد و سبز مٹر سے پیدا کئے ہوئے زرد مٹر کو اُگایا جائے تو اس دفعہ پیلے اور ہرے دونوں طرح کے مٹر پیدا ہوتے ہیں اب تیسری نسل کے ہرے مٹر جب بھی لگائے جائیں تو ان سے ہمیشہ ہرے مٹر ہی پیدا ہوں گے لیکن پیلے مٹروں سے کچھ ہرے اور زیادہ تر زرد مٹر پیدا ہوتے جائیں گے۔ اس تجربہ کے بعد دوسرے لوگوں نے مختلف درختوں اور جانوروں پر تجربات کئے مثلاً بے دُم کے سفید نر ہوئے اور کالی او ہ سے تین بچے ہوئے تو تین کالے اور ایک سفید تھا' ان تجربات سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ قائم نسلی صفات دو قسم کی ہوتی ہیں ایک قوی اور دوسری ضعیف' کالے اور سفید رنگ میں کالا رنگ قوی اور سفید رنگ ضعیف صفت ہے اس لئے جہاں والدین کے رنگ مختلف ہوں گے وہاں پہلی نسل کے تمام بچے قوی صفت رکھنے والے رنگ کے ہوں گے اور دوسری نسل میں دونوں رنگ کے لیکن قوی رنگ والے زیادہ نسلیات کے تجربات نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ جو ذرات ان قائم نسلی صفات کے حامل ہوتے ہیں وہ بیٹی کو ماں اور باپ دونوں سے ملتے ہیں' لیکن بیٹے کو صرف ماں سے ملتے ہیں' باپ کی طرف سے یہ صفات بیٹے کی طرف منتقل نہیں ہوتے' ہم آپ کو اس کی ایک مثال دے کر سمجھائے دیتے ہیں' ایک نسلی بیماری ایسی ہوتی ہے کہ جس کے مریض کو رنگ صحیح نظر نہیں آتے' وہ سبز کو سُرخ اور سُرخ کو سبز بتاتا ہے' ایسے مریض کو "رنگ کا اندھا" کہتے ہیں' یہ عیب اُن نسلی ذرات کے ذریعہ منتقل ہوتا ہے جن کے ذریعہ قائم نسلی صفات منڈیل کے قانون کے مطابق والدین سے بچوں کو ملتی ہیں' یہ عیب ضعیف نسلی' صفت' سے تعلق رکھتا ہے' اب اگر یہ عیب ماں میں ہو اور باپ میں نہ ہو تو ایسے والدین کی تمام لڑکیاں تندرست ہوں گی کیونکہ لڑکیوں کو ماں اور باپ دونوں کے صفات ملتے ہیں اور صحت کی صفت قوی ہوتی ہے اس لئے باپ کی طرف سے ملی ہوئی قوی صفت ماں سے ملے ہوئے عیب کو دبا دیتی ہے اور اس طرح لڑکیاں اس "رنگ کے اندھے پن" سے بچ جاتی ہیں' لڑکے غریب کو باپ کی طرف سے قائم صفات نہیں ملتیں صرف ماں کی طرف سے ملتی ہیں لہٰذا ماں کا عیب بیٹے میں ضعیف ہونے کی صورت میں بھی ظاہر ہو جاتا ہے اور تمام بیٹے "رنگ کے اندھے" پیدا ہوتے ہیں۔ قصہ یہاں ہی ختم نہیں ہو جاتا بلکہ یہ مصیبت جاری رہتی ہے اور اُن لڑکیوں کی جو ظاہرا تندرست ہوتی ہیں اگر تندرست مردوں سے شادی ہو جائے تو اُن کی لڑکیاں بھی بچ جاتی ہیں لیکن لڑکوں میں یہ نسلی عیب منتقل ہو جاتا ہے اور ان میں سے کئی رنگ کے اندھے پیدا ہو جاتے ہیں' اس پر ایزادیہ کہ

اگر ایسی لڑکی کی جو خود تو تندرست ہو لیکن اس میں یہ موروثی عیب موجود ہے کسی دوسرے اپنے ہی یا دوسرے خاندان کے رنگ کے اندر سے شادی ہو جائے تو اب لڑکوں ہی پر نہیں بلکہ لڑکیوں پر بھی اثر پڑتا ہے کیونکہ لڑکی کو ماں اور باپ دونوں کی طرف سے ڈبل خوراک مل جاتی ہے، ڈاکٹروں نے ایسے خاندانوں کی کئی نسلوں کے حالات جمع کر کے منڈیل کے قانون کی سچائی کو جانچ لیا ہے اور یہ ثابت ہو چکا ہے اور اب بھی روزانہ ثابت ہوتا رہتا ہے کہ قائم نسلی عیوب اور بیماریاں اگر باپ میں ہوں تو بیٹا اور بیٹی دونوں بچ جاتے ہیں اور پوتا اور پوتی اور اس کے بعد کی نسلوں میں سے بھی بہت ہی کم تعداد ان سے متاثر ہوتی ہے لیکن یہ ہی عیوب یا بیماریاں اگر ماں میں ہوں تو تمام مردانہ نسل اس سے متاثر ہوتی ہے، ایسی ماں کے صرف بیٹیوں ہی پر اس کا اثر نہیں پڑتا بلکہ نواسوں پر بھی اثر پڑتا ہے اور نواسی کے بیٹوں پر بھی اس مثال سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ تمام وہ بیماریاں جو نسلی طور پر بچوں کو مل سکتی ہیں وہ بیٹیوں کو باپ سے نہیں بلکہ ماں سے ملتی ہیں، اب اگر عقل کے اندھے مرد اپنی اور اپنے بیٹوں کی صحت کا خیال زیادہ کریں اور لڑکیوں اور عورتوں کو اپنی حالت پر چھوڑ دیں تو آپ ہی بتایئے عورتوں کا کیا بگاڑتے ہیں اپنی آنے والی مردانہ نسل کو تباہ کر رہے ہیں، قائم نسلی صفات اور منڈیل کے قانون کا ہمارے مضمون سے جو کچھ تعلق ہے وہ یہ ہے کہ تمام نسلی بیماریاں قایم صفاتِ نسلی میں شریک ہیں اور تمام ضعیف صفت ہوتی ہیں اس لئے ماں سے بیٹے کو ملتی چلی جاتی ہیں، ان بیماریوں کا باپ میں ہونا اتنا خطرناک نہیں جتنا کہ ماں میں ہونا۔ جسم کے رنگ و روپ، بال اور آنکھوں کی بناوٹ، مزاج اور بعض ذہنی صفات بھی اس ہی قانون کے تحت میں آجاتی ہیں جن کو آئندہ مردانہ نسل میں منتقل کرنے کی ماں ہی زیادہ ذمہ دار ہے، امید کہ اس مسئلہ کو سمجھنے کے بعد آپ کو عورت کی اہمیت کا کافی اندازہ ہو گیا ہوگا، اب بھی اگر آپ کی آنکھیں نہ کھلیں اور آپ لڑکوں ہی کی حفاظت کو مقدم سمجھیں تو آپ کی مرضی، لیجئے کچھ اور ملاحظہ فرمایئے۔

## لڑکے لڑکیوں سے زیادہ مرتے ہیں

یہ ثابت ہو چکا ہے کہ فطرتاً ہر سو لڑکیوں کے مقابلہ میں ایک سو چالیس کے قریب لڑکے اللہ کی طرف سے آتے ہیں، ان میں سے بہت سے پیدا ہونے کے پیشتر ہی ضائع ہو جاتے ہیں لیکن پیدائش کے وقت بھی ہر سو لڑکیوں کے مقابلہ میں ایک سو چھ سے لے کر ایک سو دس تک لڑکے پیدا ہوتے ہیں، ان میں سے بھی ایک بڑی تعداد پہلے دو سال کے اندر اندر ضائع ہو جاتی ہے اور پانچ چھ برس کی عمر کے بچوں میں لڑکے اور لڑکیوں کی تعداد تقریباً برابر ہوتی ہے۔ اس عمر سے آگے بڑھ کر بہت سے ممالک میں مرد کم ہوتے جاتے ہیں اور عورت کی تعداد زیادہ باقی رہ جاتی ہے، آپ نے لڑکیوں کے متعلق عموماً عورتوں کو یہ کہتے سنا ہوگا کہ "ارے یہ ٹھیر ہیں

انہیں کون پوچھے ہے" حقیقت میں یہ خاک بلا کھا کر بھی ہٹی کٹی رہتی ہیں" ننھے میاں کھاتے پیتے اور لاکھ حفاظت میں رہتے ہوئے بھی سوکھتے جاتے ہیں، ذرا اچھے کپڑے پہن کر نکلے کہ نظر لگی، ذرا کسی نے ٹوکا کہ کھانا پینا بند ہو گیا، آیئے ہم آپ کو بتائیں کہ لڑکیوں کا کیوں اللہ بیلی ہے اور ننھے میاں کیوں جلد مرجھا جاتے ہیں،

آپ کو پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ لڑکی میں ماں اور باپ دونوں کی نسلی صفات منتقل ہوتی ہیں اس لئے اگر والدین میں سے ایک بھی قوی اور تندرست ہو تو لڑکیاں تندرست اور قوی رہتی ہیں، لڑکے میں نسلی صفات ماں کی طرف سے منتقل ہوتی ہیں باپ کی طرف سے بعض صفات تو بالکل ہی نہیں آتیں اور بعض ضعیف حالت میں آتی ہیں اس لئے ماں کے قوی اور تندرست ہونے پر لڑکے کی صحت و قوت کا دارو مدار ہے، باپ کتنا ہی تندرست اور طاقتور ہو اگر ماں کمزور یا لاغر اور مریضہ ہو تو بیٹا ہمیشہ ماں کی حالت سے متاثر ہوگا اور اگر بالکل کمزور نہیں تو کم از کم باپ کی طرح ہرگز طاقتور نہیں ہو سکے گا، مزید برآں چونکہ ماں نسلی ہی کمزوری نہیں منتقل کرتی بلکہ اپنے خون اور دودھ سے بچے کو پالتی ہے اس لئے بھی اس کی صحت اچھائی اور برائی کا اثر لڑکے پر زیادہ پڑتا ہے۔ اب آپ کو یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ کیوں لڑکا لڑکی سے زیادہ نازک ہوتا ہے اور اُس عمر تک جبکہ لڑکی پر ماں بننے کی ذمہ داری نہ عائد ہو جائے لڑکے اُس سے کیوں زیادہ بیمار ہوتے اور مرتے ہیں، اس بحث کے بعد مردانہ نسل کے قوی اور توانا ہونے میں عورت کی حیثیت اور اہمیت کا اندازہ لگایئے اور خوب سمجھ لیجئے کہ آپ کا قوی اور توانا ہونا آپ کی لڑکیوں کے لئے مفید ہو سکتا ہے لیکن اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے لڑکے بھی قوی ہوں تو عورتوں کو قوی بنانا لازمی ہے۔ کچھ ہی زمانے پہلے میلے تماشوں میں مسلمان بڑے بڑے قوی اور توانا نظر آتے تھے، آج مسلمانوں کے کسی ایسے ہی مجمع میں چلے جایئے تو آپ کو اٹھارہ اور بیس برس کے نوجوانوں کے سینے بیس اور تیس اِنچ سے زیادہ نظر نہیں آئیں گے، یہ کیا ہوا کہ ایسے قوی لوگوں کے ایسے کمزور بچے پیدا ہوئے، ہم آپ کو بتائیں کہ وہ قوی جوان بجھتے ہوئے چراغ کی آخری روشنی تھے ترقی اور اُس کی برکتیں غائب ہو چکی تھیں صرف اُن کے جسم رہ گئے تھے، اُن کے گھروں میں کمزور و لاغر، بہو کی اور بیاسی، دق اور مصیبت کی ماری عورتیں تھیں، مرد قوی تھے لیکن عورتیں کمزور اور یہ ممکن نہیں کہ کمزور عورتوں سے قوی نسل پیدا ہو لہٰذا مسلمانوں کی وہ نسل پیدا ہو گئی کہ جس سے ہم اور آپ فرد ہیں، اور جن کی قوت و صحت کا آپ کسی مجمع، میلے یا تماشہ میں مشاہدہ کر کے چار آنسو ہی نہ بہایئے بلکہ سچے دل سے عہد کر لیجئے کہ آپ اس خرابیٔ صحت اور کھوئی ہوئی قوت و توانائی کو پھر حاصل کر کے رہیں گے اور اس کے لئے اپنی عورت اور لڑکیوں کی صحت اور قوت کو قائم رکھنے اور بڑھانے کی کوشش آپ کا اوّلین فرض ہوگا۔

(۲) ذہنیت اور چند دماغی اور جسمانی صفات:- یہ وہ نسلی صفات ہیں جن کا تعلق

دماغی اور جسمانی خوبیوں اور بُرائیوں سے ہے، مثلاً ذہنی قوت، دماغی خصوصیات، قد وقامت وغیرہ ان صفات کا ماں اور باپ دونوں سے تعلق ہے، جب یہ صفات نسل میں منتقل ہوتی ہیں تو ماں اور باپ دونوں کا برابر کا حصہ ہوتا ہے، اگر والدین ہم خیال ہیں تو بچے ماں اور باپ کا آئینہ پیدا ہوں گے لیکن اگر ان میں سے ایک کی بھی نسلی قوت دوسرے سے بہت زیادہ ہوگی تو بچہ اُس قوت کو قبول کرلے گا مرد کو سوائے اپنی ماں کے باقی تمام صفات مردانہ نسل سے ملتی ہیں اور عورت کو ماں اور باپ دونوں سے، ان صفات کے پیدا ہونے کے لئے صرف نسلی ذرات ہی نہیں بلکہ صحبت اور حوالیات بھی اثر ڈالتے ہیں، اس لئے عورت کی نسلی قوت مرد سے دُگنی ہوتی ہے اور عورت کے نسلی عیوب اور خوبیاں مرد سے کہیں زیادہ عورت کے ساتھ بچوں میں منتقل ہوجاتی ہیں، قد وقامت کے بارے میں یہ عام مشاہدہ ہے کہ اگر والدین لمبے ہوں تو بچے بھی لمبے پیدا ہوتے ہیں، اگر دونوں چھوٹے ہوں تو بچے بھی پستہ قد ہوں گے، اگر مرد چھوٹا اور عورت لمبی ہوگی تو بچے زیادہ تر لمبے ہوں گے اور اگر مرد لمبا اور عورت چھوٹی ہوگی تو بچے میانہ قد کے پیدا ہوں گے،

عورت کی دماغی و ذہنی قوت، یا کمزوری کا جو اثر نسل پر پڑتا ہے وہ مندرجہ ذیل مثال سے خوب اچھی طرح ظاہر ہوجائے گا۔

## کالیکاک خاندان کے حالات

کالیکاک ایک سپاہی تھا جس نے ایک ضعیف الدماغ عورت کو بیوی بنایا اس عورت سے ایک لڑکا ہوا جو بے وقوف اور مجہول تھا، اس کی کئی نسلوں کے حالات موجود ہیں، کالیکاک کی ضعیف الدماغ عورت کے نسلی عیوب نے وہ گل کھلائے کہ جس کی داستان شرمناک ہے، اس کی نسل سے چور، ڈاکو، قاتل، پاگل، گداگر مرد اور بدمعاش، اور پیشہ ور عورتیں ہوئیں، اس شخص نے بعد کو ایک سلیم الطبع ذہین عورت سے شادی کرلی اور اُس کی بھی نسل چلی جس میں بڑے بڑے نامور پیدا ہوئے۔ اس ذہین عورت کی نسل کے ہزارہا مرد و عورت ہیں سے ایک بھی ہستی ایسی نہیں جو کالیکاک کی پہلی عورت کی نسل سے ملتی جلتی ہو، یہاں یہ صاف ظاہر ہے کہ کالیکاک کی ذہنی و دماغی حالت میں پہلی اور دوسری عورت سے شادی کرنے کے درمیانی قلیل زمانہ میں کوئی خاص تغیر و تبدل نہیں ہوسکا ہوگا جس کے یہ معنی ہوئے کہ ایک ضعیف الدماغ ماں نے تمام نسل خراب کردی اور ایسی خراب کہ ایک بھی اچھا آدمی پیدا نہ ہوا اور دوسری اچھی عورت کے اُس ہی مرد کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوئے کہ جن کا بے عیب اور مشہور لوگوں میں شمار ہے۔

اس مثال کے بعد یہ بتانے کی ضرورت نہیں رہتی کہ نسلی معاملات میں عورت کا کیا درجہ ہے اور ہمیں اپنی آئندہ نسلوں کی بہتری کی خاطر عورت کی ذہنی و دماغی ترقی کے لئے کیا کچھ نہیں کرنا چاہیئے۔

**کسبی صفات:۔** کسبی صفات میں عادتیں، نیکیاں، برائیاں، شخصیت، آواز و لہجہ، طرز کلام اور ایسی ہی وہ صفات ہیں کہ جو انسان کے حوالیات سے تعلق رکھتی ہیں اگر باپ کی صحت درست نہ ہو کھانے پینے رہنے اور کام کرنے میں بے ترتیبی اور دیگر بدعنوانیاں ہوں تو اُن کا اثر جسم پر پڑتا ہے اور جسم میں نسلی ذرات ہوتے ہیں لہذا وہ بھی اثر پذیر ہوتے ہیں، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ گو یہ صفات نسلی ذرات میں نسل در نسل تو نہیں جاتے لیکن عارضی طور پر ضرور اثر کرتے ہیں مثلاً باپ اگر منشی اور زہریلی دواؤں کا استعمال کرتا ہو تو اُن کا اثر بچہ پر پڑتا ہے، اسی طرح جب بچہ پیٹ میں ہو تو جسمانی و دماغی، خوراک اور رہائش ہی نہیں بلکہ اُس کی تمام حوالیات کا اثر بچہ پر پڑ کر اُس کی ذہنیت میں عجیب عجیب تغیرات پیدا کر دیتا ہے۔ صحبت کا اثر جو انسان پر پڑتا ہے۔ وہ اتنا زوردار ہوتا ہے کہ وہ نسلی صفات کو دبا دیتا ہے، یہ ہی وجہ ہے کہ اچھوں کے بُرے اور بُروں کے اچھے بچے پیدا ہوتے رہتے ہیں "تخم تاثیر صحبت کا اثر" ایک ایسی کہاوت ہے کہ جس کو موجودہ تجربات سائنس نے ثابت کر دکھایا ہے لیکن ہمیں صرف اتنا بتانا ہے کہ "تخم تاثیر" سے صحبت کا اثر زیادہ قوی ہے اور صحبت اور حوالیات کا اثر ایک مدت اور چند نسلوں تک اگر قایم رہے تو تخم تاثیر کو بھی بدل دیتا ہے، اب رہا یہ سوال کہ اس اثر کے ڈالنے میں باپ کا حصہ زیادہ ہے یا ماں کا تو ہم بلاخوف تردید یہ کہنے کو طیار ہیں کہ پیٹ سے لے کر ہائی اسکول جانے کی عمر تک بچہ پر عورت اور اُس کی حوالیات کا مرد سے بدرجہا زیادہ اثر رہتا ہے آپ جن حوالیات میں عورت کو رکھیں گے اُس ہی کے مطابق آپ کی نسلیں ہو جائیں گی،

**کیا مرد عورت سے برتر ہے؟** یہ ایک سوال ہے کہ جس کا جواب مختلف زمانوں اور ملکوں میں مختلف دیا جاتا رہا ہے، مرد عورت کو ناقص العقل کہتا ہے اور عورت یہ دعویٰ کرتی ہے کہ وہ مرد سے کسی طرح کم نہیں ہے، میں نے کئی مجالس اور صحبتوں میں بڑے بڑے تعلیم یافتہ مرد اور عورتوں کو کئی کئی گھنٹے اس مسئلہ پر بحث کرتے دیکھا اور سُنا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اس مسئلہ پر اپنے موضوع کے تحت میں روشنی ڈالی جائے، سب سے پہلے یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ مرد کا مرد سے مقابلہ تو ممکن ہے لیکن مرد کا عورت سے مقابلہ کرنا علمی حیثیت سے کسی طرح بھی مناسب نہیں، عورت اور مرد کے اعضاء و دماغ میں زمین و آسمان کا فرق ہے، اور چونکہ ان کی ساخت اور فعل بالکل جداگانہ ہیں لہذا دماغ اور دیگر اعضاء کے افعال پر جنس کے مطابق اثر پڑتا ہے جس کا ظاہری فرق قد و قامت، اعضاء کے تناسب، آواز، ہڈیوں اور بالوں وغیرہ کی مقدار اور دماغ، دل و جگر جیسے اعضاء رئیسہ کے وزن اور اعضاء کے فعل کی مناسبت سے نفسیاتی تغیرات وغیرہ کی شکل میں نمودار ہوتا ہے، دنیا کی کوئی قوت نہیں جو مرد اور عورت کے ان پیدائشی اور جنسی افعال و تأثرات کو مٹا سکے، ایسی صورت میں آپ ہی بتائیے کہ دو مختلف الفعل ہستیوں کا

ایک دوسرے سے کس طرح مقابلہ کیا جاسکتا ہے اور ایک کو دوسرے سے برتر یا بدتر کس طرح کہہ سکتے ہیں، پیدائشی لحاظ سے مرد اور عورت دو جداگانہ شخصیتیں ہیں جن کو ایک دوسرے پر برتری نہیں، اب رہا سوال کسی صفات کا توان کا تعلق حوالیات سے ہے، اگر عورت کو ایک ایسے ماحول میں رکھ دیا جائے کہ جہاں خانہ داری کے کاموں کی بجائے تعلیم و تعلّم، فلسفہ و سیاسیات وغیرہ کے چرچے ہوتے رہتے ہوں تو وہ عورت آج کل کی عام عورتوں سے مختلف ہو جائے گی اور اُس کو مردوں کی طرح سیاست و فلسفہ میں دخل ہوگا لیکن اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا وہ اس ہی قدر ترقی کر سکے گی جتنا کہ مرد تو اس کا جواب ہر ملک کی سوشیل تاریخ دے گی، اگر کسی قوم نے کئی سو برس سے اپنی عورت کو سیاسی، معاشرتی و تمدنی معاملات میں برابر کا حصّہ لینے دیا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ عورت مرد کے مقابلہ کی سیاست داں وغیرہ نہ ہو سکے، لیکن اگر ایسا نہیں ہوا ہے تو پھر عورت کی سو پچاس برس کی آزادی اُس کے ہزار ہا برس کے حوالیات کے اثر کو اُس کی نسل سے ہرگز نہیں مٹا سکتی اور باوجود ذہانت اور ہر طرح کی سہولیت کے وہ مردانہ کاموں میں مرد سے ہمیشہ کمتر رہے گی، اس کو یوں سمجھئے کہ ہمیں بعض مصر، افریقہ اور دیگر مقامات کی قوموں کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں ایک زمانہ میں اُلٹی گنگا بہتی تھی، عورت کے ہاتھ میں حکومت کی باگ تھی اور مرد "جنس لطیف" شمار کیا جاتا تھا، نتیجہ یہ تھا کہ جہاں عورت عاقل، ذہین، قوی الارادہ، سنجیدہ مزاج اور جفاکش تھی وہاں مرد ناقص العقل، نازک آرام طلب، عیش و آرام کا خواہاں زیورات اور خوشبوؤں وغیرہ کا حد درجہ شائق تھا، اُس وقت کی کھاتی پیتی عورت کئی کئی مرد اپنے گھر میں رکھتی اور اُن سب کے کھانے کپڑے کی ذمہ دار ہوتی تھی اور مرد کی طرف سے اگر کبھی بدگمانی یا بے وفائی کا شبہ بھی ہو جاتا تھا تو کافی سزا دیتی تھی، لڑکے کی پیدائش منحوس اور لڑکی گھر کا چراغ مانی جاتی تھی، پاسہ اس قدر اُلٹا ہوا تھا کہ پیشہ ور اور بازاری بھی مرد ہوتا تھا عورت نہیں، یہ قدیم زمانہ کی باتیں ہیں لیکن آج بھی جزیرہ "لیفو" میں مرد زیب و زینت اور حسن و نزاکت کی نمائش کے لئے وقف ہے اور عورت مفید و سادہ زندگی بسر کرتی ہے۔ مرد ناچنا گانا سیکھتا ہے۔ مٹک مٹک کر چلتا ہے، اپنی جلد پر خوشنمائی کے لئے پھول وغیرہ بنواتا ہے اپنے ناخن رنگے رکھتا ہے۔ اپنے بالوں کو تیل ڈال کر عجیب عجیب طرح سے آراستہ کرتا ہے، ہاتھوں میں چوڑیاں پہنتا ہے اور گلے میں موتیوں کے ہار اس کے مقابلہ میں عورت اپنے مضبوط جسم کو صاف رکھتی ہے، بالوں کو چھوٹے چھوٹے کٹواتی ہے اور نزاکت اور ظاہرا زیب و زینت اور عطر و خوشبو کو پاس تک نہیں پھٹکنے دیتی، سیر و شکار اور مردوں کے ناز و نخروں سے لطف اندوز ہونا اُس کا فرصت کا مشغلہ ہے جہاں کہیں معمولی کام مثلاً مٹی کھودنا، کوڑا کرکٹ ڈھونا ہوا تو عورت مرد سے کام لیتی ہے آپ ایسے کام کرتی ہے

کہ جن میں عقل و فراست اور ذہن و تجربہ کی ضرورت ہو۔

اس بیان کے بعد آپ کی سمجھ میں یہ آجانا چاہیئے کہ آج جو الزام ہم عورت پر اُس کو ناقص العقل وغیرہ کہہ کر رکھ رہے ہیں وہی الزام جزیرۂ لیفو کی عورت مرد پر عائد کرسکتی ہے اس لئے جہاں تک کسبی صفات کا تعلق ہے جس میں تمام وہ پیشے، کام اور جسمانی و دماغی مشاغل آجاتے ہیں کہ جو سوسائٹی یا ہمارے رسم و رواج نے ہزارہا برس میں پیدا کئے ہیں ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ برتری اُس جنس کو ہے کہ جو ان مشاغل میں ایک زمانۂ مدید سے حصہ لے رہی ہے خواہ عورت ہو یا مرد۔

## ہماری عورت کس درجہ پر ہے

اس نظریہ کو سمجھنے کے بعد یہ صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ گو پیدائشی لحاظ سے نعوذ کو مرد سے برتر کہا جاسکتا ہے اور نہ بدتر لیکن کسبی معاملات میں چونکہ مرد دنیا کے دھندوں کو مدت سے کرتا چلا آرہا ہے اس لئے اُس کے حوالیات کا اثر نسل در نسل ہوتا چلا آیا ہے اور آج اگر عورت جسکو مرد نے یہ موقع نہیں دیا کہ آزادی حاصل کرکے مرد کے برابر ہونے کا دعوےٰ کرے تو یہ غلط ہے اس لئے اس کو کئی سو برس آزاد رہ کر اُن کاموں کو کرتے رہنا چاہیئے کہ جو مرد کرتا رہا ہے جب کہیں مساوات کی نوبت آئے گی اور اس کے بعد بھی چونکہ عورت کی طبیعت اور مزاج کا فطری رجحان دوسری طرف ہے اِس لئے ہمیں یہ شبہ ہوتا ہے کہ کسبی صفات کے حصول میں شاید ہی عورت مرد کے مقابل آسکے اس بحث سے یہ نتیجہ نکالنا غلط ہوگا کہ عورت کا مرد سے کم درجہ ہے ہرگز نہیں وہ اپنی حد میں اپنی مثال نہیں رکھتی اور مرد کا مردانہ کاموں میں کوئی ثانی نہیں، عورت اور مرد اپنی اپنی جگہ پر مکمل ہیں، اتنے ہی مکمل کہ جتنا فطرت نے حوالیات کے تحت میں اُن کو ہونے دیا ہے۔

## نتیجہ

ہم غلط خیالات میں مبتلا ہیں، مرد عورت کو ذلیل و کمتر سمجھتا ہے جس کا نتیجہ معاشرتی خرابیاں عورت اور مرد کے حقوق میں تفاوت، شادی و طلاق کے معاملات میں فرق، عورت کی جسمانی اور دماغی غلامی اور ایک حد تک "ذلیل پیشہ" کا عورت کے لئے مخصوص ہونا اور مرد کی عورت پر حکومت کی صورت میں نکل رہا ہے جو قوم کی تباہی کے سامان ہیں، اس ہی طرح جن ممالک کی عورت نے آزاد ہو کر آنکھیں کھولی ہیں وہ بھی مرد کی طرح غلط راستہ پر چل پڑی ہے اور وُہ اُن معاملات میں مرد سے مقابلہ کرنا چاہتی ہے کہ جن کی موروثی وجوہ سے وہ اہل نہیں ہے نتیجہ گھر کی زندگی کے برباد ہو جانے اور قوم کے ایک نہ ایک دن تباہ ہو جانے میں نکلے گا، ہم غریب ہندوستانیوں کے لئے جو صدیوں کی نیند کے بعد ابھی جاگنے لگے ہیں یہ زیبا نہیں کہ ہم عورت کو لونڈی یا کنیز کی طرح رکھیں اور اس کو ناقص العقل اور ضعیف الارادہ سمجھ کر جہالت کے غار میں پڑا رہنے دیں بلکہ ہمیں اپنی نسلوں کی بھلائی کے لئے "نسلیات" کے تجربات اور اصولوں سے فائدہ اُٹھانا اور ایسے مسائل کے مطالعہ کو اپنا فرض سمجھنا اور ان پر عمل کرنا سیکھ لینا چاہیئے کہ جن میں ہماری بہبودی مضمر ہے اسی طرح جو عورت کی نئی آزادی کی غلط روی کے دھوکے میں آچکی ہوں اُن کو بھی لازم ہے کہ وہ مرد کی حدود میں دست اندازی نہ کریں کیونکہ یہ اُن کا کام نہیں بلکہ اُن کی "ہزارویں پُشت کی لڑکی" کا کام ہوگا ہم نے نسلی معاملات میں عورت کی اہمیت کو آپ کے سامنے پیش کردیا ہے۔ اور مرد کے مقابلہ میں عورت کا جو درجہ ہے اُس کی اصلیت بھی کھول کر رکھ دی ہے آپ مسائل زیر بحث کا دقیق مطالعہ کیجیے۔ ہمیں امید ہے کہ آپ بھی جلد اُس ہی نتیجہ پر پہونچ جائیں گے جس پر پہنچے ہیں اور جس کا سائینس ثبوت دے رہی ہے۔

عورت کی ذلت قوم کو ذلیل اور عورت کی ترقی قوم کو ترقی پذیر بناتی ہے۔

کپتان نصیر الدین احمد

# درسِ بصیرت

از لالہ تلوک چند صاحب محروم بی اے

کس کی قدرت سے ہے برپا یہ نظامِ کامل  
جس کی وسعت کا ٹھکانا ہے نہ حدِ فاصل  
کس کے الطاف ہیں امواج ہوا میں شامل  
کس کے انوار ہیں خورشید و قمر ہیں لے دل!  
وا اگر چشمِ بصیرت ہے تو پہچان اسے  
دیکھ اسے، جان اسے، پوج اسے، مان اسے!

کس کے احکام کا ہے عالمِ ہستی پابند  
ذرۂ خاک سے تا کوہِ تنومند و بلند  
اَزلی حکم سے رُوتاب نہ کوئی گلہ مند  
"ابر و باد و مہ و خورشید ہمہ در کار ند"  
وا اگر چشمِ بصیرت ہے تو پہچان اُسے  
دیکھ اُسے، جان اُسے، پوج اُسے، مان اُسے!

تیرہ گِل سے گُلِ خوش رنگ اُگاتا ہے کون؟  
لعلِ رنگیں دلِ خارا میں بناتا ہے کون؟  
مُشتِ پر کو سرِ افلاک اُڑاتا ہے کون؟  
زمزمے طائرِ ناداں کو سکھاتا ہے کون؟  
وا اگر چشمِ بصیرت ہے تو پہچان اُسے  
دیکھ اُسے، جان اُسے، پوج اُسے، مان اُسے!

دلِ غمدیدہ! تری خام خیالی کب تک؟  
آبگینے میں ترے دُردِ سفالی کب تک؟  
محوِ پستی اَثرِ جوہرِ عالی کب تک؟  
اَلَم اندیشی و اندوہ سگالی کب تک؟  
وا اگر چشمِ بصیرت ہے تو پہچان اُسے  
دیکھ اُسے، جان اُسے، پوج اُسے، مان اُسے!

ہرزہ گوئی ہے سخن، گر نہ ہو مذکور اس کا  
بے بصر آنکھ ہے، پنہاں ہے اگر نور اُس کا  
دل ہے بے ذوق جو سودا نہیں منظور اُس کا  
طور پر چشم نہیں جلوۂ مستور اُس کا  
وا اگر چشمِ بصیرت ہے تو پہچان اُسے  
دیکھ اُسے، جان اُسے، پوج اُسے، مان اُسے

اُس سے بیگانہ اگر ہے تو سعادت ہے کہاں؟  
منکرِ چشمۂ راحت ہے تو راحت ہی کہاں؟  
وہ نہیں دولتِ جاوید تو دولت ہی کہاں؟  
گر نہیں اُس سے تو اُمیدِ مسرت ہی کہاں؟  
وا اگر چشمِ بصیرت ہے تو پہچان اُسے  
دیکھ اُسے، جان اُسے، پوج اُسے، مان اُسے!

وقتِ فرصت ہی بہت کم۔ دلِ ناداں ہشیار!  
پھر کسی طور نہ ہاتھ آئیں گے یہ لیل و نہار  
شمعِ ہستی کہ فروزاں ہے سرِ راہ گذار  
نفسِ بادِ فنا سے نہیں مصئوں زنہار  
وا اگر چشمِ بصیرت ہے تو پہچان اُسے  
دیکھ اُسے، جان اُسے، پوج اُسے، مان اُسے!

# سعادت مند بچے

از حضرت علامہ راشد الخیری مد ظلہٗ

مسلمان اگر حضور اکرم کے ارشاد کے موافق زندگی کو موت سے پہلے غنیمت سمجھے اور رات کو اس سے پہلے کہ نیند غالب ہو کر اس کو دنیا سے بے خبر کر دے اپنے مہینہ یا ہفتہ کے نہیں صرف اسی روز کے اعمال پر نظر ڈالے تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ طلوع ہونے والا آفتاب جو آخر اپنی مدت حیات پوری کرنے کے بعد ڈوب گیا کس طرح تمام دن اپنے فرائض ادا کرتا رہا اور میں نے اپنے فرائض انسانیت آج کیا کیا ادا کئے اس میں شک نہیں کہ دور حاضرہ مسلمانوں کو روحانیت سے بہت دور لے جا رہا ہے اور خدا کی عظمت مسلمان دلوں سے کم ہو رہی ہے مگر یہ وبا مردوں کے مقابلہ میں عورتوں میں کم پہونچی ہے اور شاید ایک فی صدی عورتیں بھی ایسی نہ ہوں گی جو خدا سے غافل ہو گئی ہوں اس کی وجہ ظاہر ہے کہ اس وقت کی لڑکیوں نے ان ماؤں کی گود سے دودھ پیا ہے جن کے عقائد پختہ اور یقین راسخ تھے وہ زمانہ کی رفتار کا مقابلہ سختی سے کر رہی ہیں اور گو ان کے خیالات اپنی ماؤں کی طرح پہاڑ نہ ہوں اور ایک حد تک جھوجرے ہو گئے ہوں مگر پھر بھی ان کے گھر ان کی صورتیں ان کے بچے ان کی معاشرت سے کسی نہ کسی پہلو میں اسلام کی کوئی نہ کوئی حیثیت نمودار ہو رہی ہے لیکن اس سے انکار نہیں کہ اگر یہی لیل و نہار ہے اور مسلمان لڑکیوں نے اس طرف پوری توجہ نہ کی تو ان کے بچے اس وقت کے مسلمانوں سے بھی زیادہ اسلام سے دور ہوں گے اور یہ ان کا کیسا عمل ہوگا اس کا فیصلہ وہ خود کر سکتی ہیں۔

میں اس موقعہ پر لڑکیوں کے سامنے ایک واقعہ بیان کرتا ہوں جو ہماری پاک کتاب قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ جس وقت یعقوب کو اپنی موت کا یقین ہو گیا تو اس نے اپنے سب بچوں کو بلا کر کہا کہ میرے بعد کس کی پرستش کرو گے؟ سب نے متفق ہو کر کہا ہم خدائے واحد کی عبادت کریں گے وہ خدا جو ابراہیم کا خدا، اسمٰعیل کا خدا اور اسحاق کا خدا ہے اور ہم مسلمان ہیں۔

اس واقعہ سے کئی باتیں معلوم ہو رہی ہیں اور اس کے ختم پر خداوند کریم جو کچھ فرما رہے ہیں اس پر ہر مسلمان کو غور کرنا چاہیئے۔ آج کل جب ماں باپ کو موت کا یقین ہو جاتا ہے تو وہ جائداد اور مال و متاع کی تقسیم کرتے ہیں۔ مگر حضرت یعقوب کے سامنے صرف یہ تھا کہ میرے بچے گمراہ نہ ہوں۔

جب واقعہ بیان فرما چکے تو کس بلاغت و فصاحت کس خوبی اور خوبصورتی سے ارشاد ہو رہا ہے۔

یہ بھی ایک لوگ تھے جو دنیا سے رخصت ہو گئے کما گئے جو کچھ ان کو کمانا تھا اور جو کچھ تم کما رہے ہو وہ تمہارے واسطے ہے ایک ماں کا بہترین کام اس زندگی میں یہ ہی ہو سکتا ہے اور یہ وہ کام ہے جس پر وہ جب تک زندہ ہے خود اور بعد الموت اس کی روح جس قدر فخر کرے کم ہے کہ وہ اپنے بعد نیک اولاد چھوڑ کر جائے سر سید مرحوم کے مرثیہ میں مولانا حالی فرماتے ہیں۔

ہو یہ ممکن بھی تو اس کو ایک زمانہ چاہیئے۔ مادرِ گیتی کو ئی سید سا بیٹا پھر جنے + حق الامر یہ ہی ہے کہ نیک اولاد سے بڑھ کر دنیا میں کوئی نعمت نہیں ہو سکتی قرن اولی کی مسلمان بیبیاں اسی پر فخر کرتی تھیں کہ ان کی اولاد اُن کی ایسی فرماں بردار تھی کہ جان تک دینے میں عذر نہ تھا ایک بہت بڑے محدث کے حالات میں لکھا ہوا ہے کہ وہ ماں کے پیٹ میں تھے کہ باپ کو ایک سفر درپیش آیا چلتے وقت ان کا خیال تھا کہ پانچ سال بعد واپس ہوں گے وہ کچھ اشرفیاں بی بی کے پاس امانت رکھوا گئے تھے اس سفر میں ان کو پانچ سال کے بجائے اٹھارہ سال لگے جب واپس ہوئے ہیں تو محلہ کے بہت سے لوگ مر کھپ گئے تھے اور مکانوں کی ہیئت بھی بدل گئی تھی بڑی مشکل سے گھر پہچانا اندر گھستے تھے کہ بیٹا ظہر کی نماز کو باہر نکل رہا تھا ایک جوان لڑکے کا گھر سے نکلنا باپ کے واسطے تعجب انگیز تھا دونو حیرت میں تھے جب باپ اندر داخل ہونے لگے تو بیٹے نے روکا کہ اے دشمن خدا تو کون ہے جو میرے گھر میں بلا اجازت داخل ہو رہا ہے؟ باپ نے یہ ہی الفاظ بیٹے سے کہے کہ اے دشمن خدا تو کون ہے جو میرے گھر میں بلا اجازت داخل ہوا بات بڑھ گئی بہت سے آدمی جمع ہو گئے یہ غل غپاڑہ سُن کر ماں بھی دروازہ پر آئی شوہر کو دیکھ کر بیٹے کو پاس بلایا اور کہا یہ تمہارے باپ ہیں جاؤ نماز کو جاؤ لڑکا نماز کو چلا گیا اور باپ اندر گیا۔

ادھر اُدھر کی باتوں کے بعد شوہر نے بیوی سے اشرفیوں کو پوچھا کہ محفوظ ہیں؟ بیوی یہ اشرفیاں اٹھا چکی تھی مگر مصلحتاً کہہ دیا کہ ہاں محفوظ ہیں عصر کی نماز کے واسطے باپ مسجد میں گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ بیٹا حدیث کا درس دے رہا ہے اور بڑے بڑے اس کے سامنے ادب سے بیٹھے ہیں باپ پر یہ سماں دیکھ کر ایک کیفیت طاری ہو گئی اس کی آنکھوں میں آنسو تھے اس نے بیوی سے آ کر کہا میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں کہ میرا بچہ جس کی وارث صرف تو ہی تھی اس عمر میں آسمان حدیث پر چودھویں رات کے چاند کی طرح جگمگا رہا ہے میری تقدیر ایسی کہاں تیرا شکریہ کس طرح ادا کروں اس وقت بیوی نے کہا تمہاری اشرفیاں بھی اس کی تعلیم پر صرف ہو چکی ہیں باپ کے منہ سے بے ساختہ نکلا کہ ایسی ایسی لاکھوں اشرفیاں اس عزت پر قربان ہیں یہ قابل فخر محدث حضرت امام ربیعۃ الرے تھے۔

تاریخ ان واقعات سے لبریز ہے وہ لوگ آج دنیا سے رخصت ہو چکے مگر ان کی نیک اولاد جو کام اور نام کر گئی وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے اسلام نے جس طرح باپ کے مقابلہ میں ماں کے حقوق اولاد پر زیادہ رکھتے ہیں اور جنت اس کے قدموں میں فرمائی ہے اسی طرح اس کی ذمہ داریاں بھی کچھ کم نہیں ہیں اور ہر ماں کو اپنے بچوں کی پرورش میں یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ میری اولاد اگر سعادت مند ہو گئی تو میں خدا کے فرض سے بھی سبکدوش ہوں گی اور دنیا کے بھی۔

# تقریر میلاد نبی صلعم

بمبئی میں جہانگیر ہال میں میلاد نبی کا زنانہ جلسہ ۱۴- ربیع الاول ۱۶/جون ۱۹۳۵ء روز یکشنبہ منعقد ہوا جس میں دو ہزار کے قریب خواتین جمع ہوئیں تھیں والدہ صاحبہ حاجی قاسم علی جراح صاحب نے صدارت کی اور جلسہ کا افتتاح خاکسار نے کیا۔ خاکسار کی زبانی تقریر کا ایک حصہ یہ ہے۔

حاضرین میرے خیال میں عید مولود سب عیدوں سے افضل ہے اس لئے کہ یہ اس نبی کی ولادت کی عید ہے جس نے ہمکو قعر مذلت سے نکال کر بام ترقی پر پہنچایا جس نے ہم کو جہالت سے نکال کر علم کی راہ بتائی۔ جس نے ہم کو توحید کا سبق دیا جس نے ہم کو حق باطل کا سبق سکھایا۔ جس نے ہم کو انصاف و رحم کی تعلیم دی۔ جو ہمارے لئے قرآن اور اپنی اولاد چھوڑ گیا۔ قرآن شریف میں جو جو احکام ہیں وہ آج کے دن دوسرے مذہب والے قانون بنا رہے ہیں۔ خیال کرنا چاہیئے تیرہ سو سال قبل ایک غریب یتیم لڑکا جس نے اپنے باپ کی صورت بھی نہ دیکھی ہو اور جو اپنی ماں کو بھی کھو چکا ہو اپنے ضعیف دادا کی نگرانی میں چندروز رہا ہو دادا کے رخصت ہونے پر اپنے چچا ابو طالب کی نگرانی میں پرورش پائی ہو وہ کایا پلٹ دیتا ہے اس جہالت کے زمانہ میں کسی بے گناہ کا خون ہنسی کھیل سمجھا جاتا تھا بڑے سے بڑا فعل کرنا بُرا خیال نہ کرتا تھا ایک ایک شخص کے پاس سیکڑوں عورتیں ہوتی تھیں جس کے پاس زیادہ عورتیں ہوتیں وہ آدمی امیر خیال کیا جاتا عورت کی کوئی عزت نہ تھی عورت کو مثل لونڈی کے خیال کیا جاتا اس تاریکی کے زمانہ میں ہمارے نبیؐ پیدا ہوئے کفر و شرک کی جہالت کو دور کیا اسلام کی روشنی پھیلائی وہ عرب کی ریت جو سیاہ تھی سفید بن کر چمکنے لگی اس ریت سے ایسے ایسے الماس پیدا ہوئے کہ تمام عالم میں پھیل کر اسلام کی روشنی دکھائی کس کس تکلیف و مصیبت سے حضرتؐ نے اسلام پھیلایا عورت کو وہ درجہ دیا کہ کسی مذہب والے نے نہ دیا عورت کا نام زہرا رکھا یعنی تمام دنیا کو روشن کرنے والی۔ عورت کے قدم کے نیچے جنت بتائی۔ کسی مرد کو یہ عزت نہ دی۔

حاضرین۔ حضرتؐ نے فرمایا کُل مسلم اخوةٌ۔ یعنی تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ اسی اتفاق کے خیال میں جماعت کی نماز کا ثواب زیادہ بتایا۔ عید گاہ کی نماز کی اس لئے ہدایت فرمائی کہ ایک مسلمان دوسرے سے گلے ملے آپس میں تبادلہ خیالات کرے۔ کعبہ کا حج واجب اس لئے کیا کہ چاروں طرف کے مسلمان ایک جگہ جمع ہوں اور اتفاق پیدا کریں۔ لیکن افسوس صد ہزار افسوس حضرتؐ کے انتقال کے بعد

مسلمانوں نے مذہب کے ٹکڑے ٹکڑے پرزے پرزے کرڈالے بہتر فرقے بناڈالے اسلام بکھر گیا۔ اگر یہ سب فرقے ایک ہوجائیں فرقہ بندی دور کردیں تو اسلام کی وہ قوت ہوجاے گی جو کسی کے مٹائے نہ مٹے گی سنی، شیعہ۔ وہابی۔ حنفی۔ سب ایک ہی خدا ایک ہی رسول ایک ہی قرآن ایک ہی کعبہ کے ماننے والے ہیں پھر کیا وجہ کہ ہم ایک دوسرے کو برا کہیں اور آپس میں نفاق پیدا کریں فرقہ بندی کا خیال چھوڑ کر سب ایک ہوجائیں۔

دوسری التجا ایک اور ہے کہ ہم سب عورتوں کو چاہئے فضول رسومات جو خلاف شرع شادی وغمی میں کی جاتی ہیں ان کو ترک کردیں اکثر عورتیں یہ کہا کرتی ہیں کہ رسومات ہمارے بزرگوں سے چلی آرہی ہیں اگر ہم رسومات کریں تو کیا برائی ہے۔ لیکن ان کو معلوم نہیں ہوتا رسومات سے کیا کیا برائی ہے۔ سب سے پہلے تو ہمارا وقت بے کار جاتا ہے دوسرے روپیہ خراب ہوتا ہے جس کے سبب سے ہم قرض دار ہوجاتے ہیں سودی قرضہ لیا جاتا ہے کیا اسلام میں سودی قرضہ لینا جائز ہے۔ ہرگز نہیں۔ اس لئے ہم نہ سودی قرضہ لیں نہ سود لیں دونوں حرام ہیں۔ فضول رسومات شادی وغمی دونوں وقت ہوا کرتی ہیں شادی میں ہلدی لگانا۔ سہرا باندھنا اس طرح کی بہت سے رسومات ہوا کرتی ہیں۔ غمی کے وقت سوم میں میوہ ناریل وغیرہ رکھا جاتا ہے۔ چوڑیاں توڑی جاتی ہیں۔ پھابدا یا جاتا ہے۔ غرض بہت سی رسومات ہوتی ہیں جو خلاف شرع ہیں کیا یہ بدعت نہیں ضرور بدعت ہے۔ کیا عرب وترکی۔ افغان وایران وغیرہ میں اس طرح کی رسومات ہوتی ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہم ان فضول رسومات پر روپیہ خراب کریں اور قرض دار ہوجائیں۔ ترک رسومات کا کام ہم عورتیں کرسکتی ہیں مردوں سے ممکن نہیں اس لئے چاہیے کہ ہم فضول رسومات یک قلم چھوڑ دیں۔

# اپنی بہنوں سے

از وزیر بیگم ضیا (ادیب فاضل)

میں نے اخبار پیام زندگی میں خطاب بہ زمینداران کے عنوان سے ایک نظم ملک منظور حسین صاحب۔ بی۔ اے ہیڈ ماسٹر کی دیکھی تھی اسی نظم کو میں نے اپنی بہنوں کے لئے بدل دیا

اے میری بہنو۔ کہو کب ہوش میں آؤ گی تم
کب تلک اس عہد میں یوں ٹھوکریں کھاؤ گی تم

نیک وبد بچوں کو سمجھانا تمہارا فرض ہے
جب نہ تم سمجھو تو کیا بچوں کو سمجھاؤ گی تم

تم نہ چھوڑو گی جہاں تک اپنی بیہودہ رسوم
آپ کو ان ذلتوں میں مبتلا پاؤ گی تم۔

گر یہی حالت رہی تو اے گروہ بے قیاس
کامیابی میں ہمیشہ روڑے اٹکاؤ گی تم

گوش دل سے تم سنو بہنو ضیا کی التجا۔
عمر بھر غفلت پر اپنی پھر تو پچھتاؤ گی تم

# رواج کی بھینٹ

از محترمہ خورشید آرا بیگم منشی فاضل و ادیب فاضل

ہے موسم برشگال عریاں۔ فلک ہی ملبوس ابر در بر
ہوا ہے بیدار حسن فطرت۔ فضا ہی رنگینیاں بداماں
صبیح غنچے تبسم آگیں۔ سبک رو و نرم سیر طائر
شفق سے رنگیں اُفق ہوئی ہی جہاں پہ نشہ سا چھا رہا ہے
ہیں مائل آشیاں عنادل۔ ہیں اہل عالم سکون خواہاں
جمالیات و تجلی آگیں فضا ہے۔ لیکن کنار چشمہ
ہیں ساعد تابناک عریاں۔ شگوفہائے سمن بداماں
ہیں گیسوئے عنبریں پریشاں۔ نگاہ یکسو لگی ہوئی ہے
سکوت کا بت ہے یا۔ الٰہی۔ شبیہ مایوسی و الم ہے
نگاہیں ساکن۔ زباں ساکت۔ ہے دل میں جذبات کا تلاطم
گذارشیں آرزو کی دل سے ہیں کر عیاں راز و سِرّ مخفی
ہے ہند کی رسم کا تقاضا خموش کر دفن لاش ارماں
زباں شکایت سے آشنا ہو تو لب پہ ہو ذکر درد پنہاں
ملامت و تشنیع اعزہ کے خوف سے سرمہ در گلو ہے

فتادگی سے نسیم عنبر چکاں ہی مست خرام یکسر
رواں رواں نغمہ ریز نہریں ہی جام گل میں شراب احمر
تجلی شام حسن پیرا۔ ہے آہ! وقت وداع نیّر
ضیائیں ہمدوش تیرگی ہیں کہیں کہیں جلوہ ہائے اختر
کنار راحت میں محو زحمت۔ پئے سکوں شعلہ رشیں ہی مضطر
خموش بیٹھی ہی اک دوشیزہ۔ جمال و رنگ و شباب پیکر
ہے موج نقرہ بدوش ہر دم حسین پیروں پہ سجدہ گستر
ہیں بے نیاز نظارہ آنکھیں۔ ہیں خشک لب۔ زرد روئے انور
ہوئی ہے یا موت مجسم۔ یا بے خودی کا جمیل منظر
مثال سیماب ہر رگ جاں۔ جگر میں غم کے لگے ہیں نشتر
ہیں مقتضی وقت و فہم و دانش۔ نہ رکھ نہاں جذبہائے مضطر
خلاف مرضی پسند کر لے پئے رسوم و رواج شوہر
جو حق عطا شرع نے کئے ہیں نثار کر شرم ناروا کر
اگرچہ ہیجان جذبہائے نہاں سے سینہ ہے دشت محشر

ہوا ہی سامانِ جشنِ شادی۔ مگر ہے دل رنج و غم کا محور
ہے تہنیت ریزیِ محبّاں پئے جگر آہ! نوکِ نشتر

اے غنچۂ باغِ آفرینش۔ زباں خموشی نواز کب تک؟ تری تمنا بنی رہیگی نہاں کدۂ دل میں راز کب تک؟
سرشکِ خونی بہا رہی ہو کیوں اپنے مستقبلِ زبوں پہ؟ اسیرِ دامِ رواجِ بد۔ تو ہے آپ پیکرِ حسن و ناز کب تک؟
نصیب کا تیرے فیصلہ ہو اور تو ہی مجبورِ لب کشائی کرینگے احکامِ دینِ حق سے یہ مسلمیں احتراز کب تک؟
ستم ستم۔ اِذنِ آہ و شیون نہ حکمِ اظہارِ دردِ دل ہے رہیگی دیوی رسوم کی ہم پہ جور وا کراہ طراز کب تک؟
ہے بیم صد داغ بیحیائی۔ اور دلمیں ہی مضطرب تمنا نہ جائے ماذن نہ پائے رفتن" مٹیگی شرمِ مجاز کب تک؟
تباہیِ زندگی گوارا نہ رائے دینے کا حوصلہ ہے رہیگی ہندوستاں کی مسلم دوشیزہ وقفِ گداز کب تک؟
بسر ہو کیسے یہ زندگانی؟ ہیں شوہرِ نامدار جاہل یہ اہلِ بست و کشاد یا رب رہینگے یوں بے نیاز کب تک؟
عجیب حالت ہو دلمیں ہر دم ہی شرم و جذبات کی کشاکش دل و جگر پر ہمارے یارب رہیگی یہ ترکِ و تاز کب تک؟
خیالِ مال و منال و دولت ہو صرف ارمانِ مِلک و زیور اے مسلمو! آرزوئے دولت۔ رہیگی ہیجت طراز کب تک؟
خیال و جذبات ہیں یہ یکساں نہ حسنِ اخلاق و علم و دانش کروگے ذات و صفات اور نقد و نسبہ ہیں یہ امتیاز کب تک؟
ولی جائز ہو تم ہماری صدا بھی ہے قابلِ سماعت ذرا کرو پاسِ دینِ احمد۔ رسوم کے نے نواز کب تک؟
مٹا دو دل سے خیالِ طعن و ملامتِ ناقدانِ ظاہر بنوگے زخمِ دروں نسواں کے آہ! تم چارہ ساز کب تک؟
بسانِ صیادِ جور طینت رہوگے مصروفِ عیش تا کے مثالِ مرغِ قفس گزیں ہم رہینگے نالہ طراز کب تک؟
رہینگے تا کے ہمارے ارماں قتیلِ تیغِ غموم و حرماں جفا طرازیِ صنفِ نسواں سے آؤگے تم نہ باز کب تک؟

فروغِ نسرین و نسترن کی دعائیں کیا اسلئے تھی مانگیں
کہ موسمِ گل میں پائمالِ جفا کریں غنچہائے رنگیں

رواج کی بھینٹ
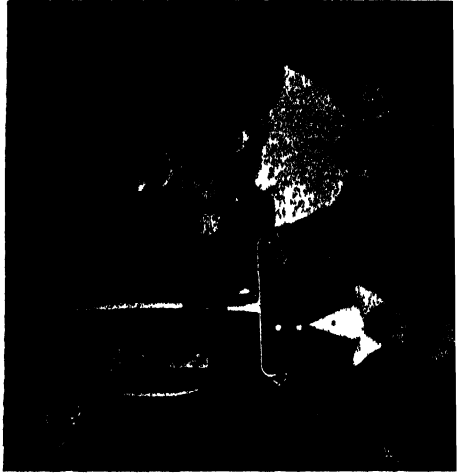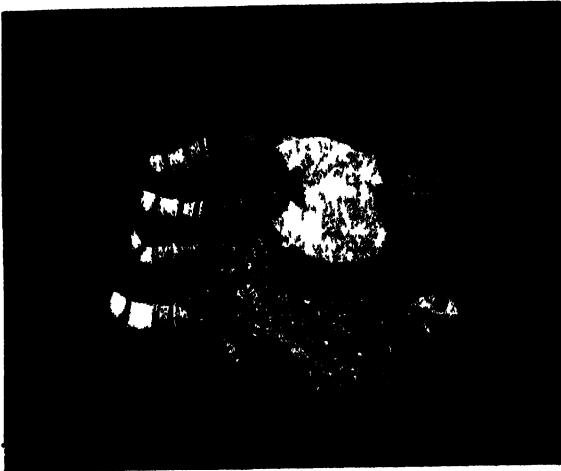
*Popular Press, Delhi.*

عارف خنر     آصف اختر

زینت النسا     عظمت النسا

کہکشاں آرا (۴سال) محمد اسلم (۲ سال) کراچی
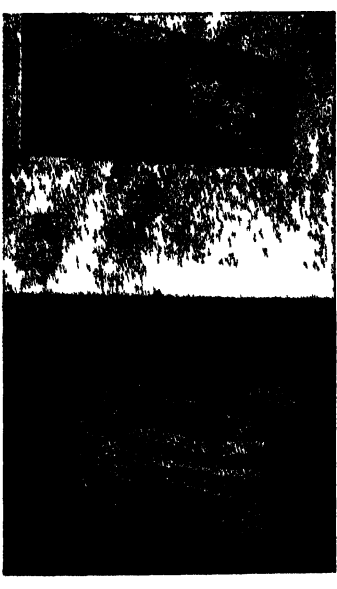
# ماں کی وقعت

(پلاٹ از میتھو آرنلڈ)

صبح کا سہانا وقت ہے۔ کسان کندھوں پر ہل رکھے خچروں کی باگ پکڑے کھیتوں کی طرف تیزی سے قدم بڑھا رہے ہیں۔ لوگ تلاش معاش میں گھروں سے نکل پڑے ہیں اور چاروں طرف صبح کی آمد کی چہل پہل ہے۔ اس وقت شاہِ بخارا کی سواری محل سے نکلی اور شہر سے گذرنے لگی۔

ایک شخص مٹیالے رنگ کے کپڑے پہنے سر پہ خاک ڈالے شاہی سواری کی آمد کا منتظر کھڑا ہے۔ "شہریار زندہ باد" کے نعرے ہوا میں گونج اُٹھے اور وہ بھیڑ کو چیرتا پھاڑتا آگے بڑھا اور بادشاہ کے قدموں پر سر رکھ کر چلانے لگا۔

"اے بادشاہ میری فریاد سُن۔ میں گنہگار ہوں۔ میں نے خدا کے قانون کو توڑا ہے اور قانون کی رو سے میری سزا موت ہے۔ میری نافرمانی اور سرزنش کا بدلہ مجھ سے لے۔" بادشاہ آگ بگولہ ہو گیا نوکروں سے مخاطب ہوا۔ "یہ کوئی پاگل معلوم ہوتا ہے نیزوں سے میرے راستے سے ہٹا دو۔" اِسکو ہٹا دیا گیا اور شاہی سواری صحن مسجد میں داخل ہو گئی اور بادشاہ عبادت میں مصروف ہو گیا۔

دوسرے دن بادشاہ اُسی راستے سے گزرا۔ وہ حسبِ معمول عبادت کے لئے مسجد جا رہا تھا۔ وہی شخص تیزی سے قدم بڑھاتا ہوا شاہی سواری کی جانب بڑھا۔ اُس کا جسم نیزوں سے چھلنی ہو گیا تھا اور کل کا خون ابھی تک اُسکے جسم پر سوکھ کر لگا ہوا تھا۔ بادشاہ کے قدموں پر گر کر اُسنے کہا۔ "غریب پرور۔ میرے آقا۔ خدا کے لئے اِنصاف کر۔ میری فریاد سُننے سے قبل مجھے نہ ٹھکرا۔ بادشاہ کا فرض ہے کہ خدا کی طرح ہر چھوٹی اور بڑی فریاد کو سُنے اور انصاف کرے۔ تو جانتا ہے کہ ریگستان کی گرمی نے تیری رعایا کو پریشان کر رکھا ہے۔ گرمی کے مارے تالاب سوکھ گئے۔ سمرقند سے بخارا جانے والی نہر بالکل سوکھ گئی ہے۔ میں پانی کی تلاش میں ایک رات تاریکی میں تنہا گھر سے نکل پڑا۔ شہتوت کے درخت کے نیچے ایک تاریک گڑھے میں مجھے شفاف پانی ملا۔ میں نے تمام پانی اپنے مٹکے میں بھر لیا اور سب کی نظر بچا کر مکان کی راہ لی۔ گھر پہنچکر کچھ پانی پینے کے بعد مٹکے کو دروازے کے پیچھے چھپا دیا اور کوٹھے پر جا کر سو رہا۔ رات کی گرم لو کا میرے جسم و دماغ پر بُرا اثر ہوا اور مجھے بخار چڑھ آیا۔ پیاس سے بیتاب ہو کر میں دوڑتا ہوا نیچے اُترا اور بصد شوق مٹکے کو مُنہ سے لگایا۔ مگر مٹکے میں پانی کی بوند تک نہ تھی۔ میں نے اس نا اُمیدی پر جھنجھلا کر مٹکے کو زمین پر دے مارا اور سب کو لعنت و ملامت کرنے اور کوسنے لگا۔ بات یوں ہوئی کہ میرے جانیکے بعد بھائیوں نے اتفاقاً مٹکے کو دیکھ لیا۔ اماں کو آواز دی۔ چونکہ پیاس سے سب کی جان لبوں پر تھی سب نے مِل کر مٹکے کو خالی کر دیا۔ اُن کے لب ابھی تک تر تھے اور میں بخار کی تکلیف اور پیاس کی شدت سے پاگل ہو رہا تھا میں نے اِن سب کو خوب بُرا بھلا کہکر اپنے دل کی بھڑاس نکال لی......... اے بادشاہ کیا تو سُن رہا ہے؟ جن پر میں نے لعنت و ملامت کی گالیاں دیں کوسنے دئے۔ اُن میں میری ماں بھی تھی۔ اب انصاف کر۔"

بادشاہ نے کوئی توجہ نہ کی اور اُس کو راستے سے ہٹا دیا گیا۔

تیسرے دن ٹھیک اُسی وقت جب بادشاہ عبادت گاہ کی طرف جارہا تھا وہی شخص بادشاہ کے سامنے آکھڑا ہوا۔ بس وقت اس کا انداز نرالا تھا۔ وہ پہلے کی طرح نہ بادشاہ کے سامنے گھٹنوں کے بل گرا اور نہ اُسنے گڑگڑا کرالتجا کی۔ چہرے پر غصہ اور غم کے آثار نمایاں تھے۔ وہ شیر کی طرح گرجتا ہوا بادشاہ کے مقابل آکھڑا ہوا اور اُسنے للکارتے ہوئے یہ الفاظ کہے۔

"اے ظالم بادشاہ مظلوموں کی فریاد سُننے سے انکار کر کے یوں کانوں پر ہاتھ دھر کر ایک فریادی کو ٹھکرانا آسان کام نہیں ہے۔ کیا میرے گناہ کی سزا اس دنیا میں نہ ملیگی؟ کیا صرف آسمانوں پر میری دادرسی ہوگی؟ جب تو اپنے معبود سے گڑگڑا کر اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہی تو کیا خدا بھی تیری فریاد سننے سے اسی طرح انکار کرتا ہے جیسا کہ تیرا شعار ہے؟ جب تجھ پر کوئی مصیبت آپڑتی ہی تو تو معبود کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتا ہے اور رحم کا ملتجی ہوتا ہے اور جب تیری رعایا تجھسے مدد مانگتی ہے تو اپنا مُنہ پھیر لیتا ہے۔ قسم ہے اُس رب کی جب تک تو میری فریاد نہ سن لیگا میں یہاں سے ایکقدم نہ ہٹونگا"

یہ سُنکر بادشاہ خدا کے خوف سے کانپ اُٹھا۔ اُسکے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور حکم دیا کہ علماء کے سامنے اُس کو پیش کیا جائے تاکہ حسبِ قانون فیصلہ ہوسکے۔ دوسرے دن فیصلہ سُنایا گیا۔ اسلامی قانون کی رو سے اُسکی سزا سنگساری تھی۔

یہ سُنکر بادشاہ کا پیمانۂ دل رحم سے لبریز ہوگیا۔ اُسنے سنگسار کرنے والوں کو اپنے قریب بُلا کر تاکید کی کہ بیرحمی سے پیش نہ آئیں اور اگر سزا کی تاب نہ لاکر بھاگ جائے تو اُس کا تعاقب نہ کریں پہلے بادشاہ نے رسماً ایک پتھر مجرم کی طرف پھینکا۔ پھر سنگساروں نے پتھر مارنے شروع کئے۔ واہ رے استقلال ماں کی وقعت اور قانون کی عزت کہ اُسکی تیوری پر بل تک نہ آیا۔ وہ گھٹنے ٹیکے برابر خدا کی حمد گا تا رہا۔

بادشاہ اس دلخراش نظارے کی تاب نہ لاسکا اور اپنے منہ کو ہاتھوں سے چھپا لیا جب سنگساروں نے اُس کے مرجانے کی اطلاع دی تو بادشاہ نے بصد غم و یاس محل کا راستہ لیا۔ اس نے مڑکر لاش کو نہ دیکھا۔ محل میں داخل ہوکر نوکروں کو حکم دیا کہ لاش کو حاضر کیا جائے۔ جب لاش اسکے سامنے لائی گئی تو اُسنے انتہائے رنج میں یہ الفاظ کہے۔

افسوس میری ہمدردی تجھکو موت کے پنجے سے چھڑا نہ سکی۔ کاش تو پیاس سے بے قرار ہوکر اپنی مقدس ماں کو لعنت و ملامت نہ کرتا۔ تیرا مرجانا تیری دائمی زندگی ہے۔ ابد تک تیرا نام صفحۂ دنیا سے نہ مٹے گا۔ تو بار ہا سنگسار ہوگا اور بار ہا تیرے اس ایثار پر انسان و فرشتے مرحبا کہیں گے۔ تیرے نام کو دنیا کی مائیں آنکھوں سے لگائیں گی اور تیرا یہ ایثار اُن کے بچوں کے لئے درسِ عبرت ہوگا۔ میں تجھے تیری اس خوش قسمتی پر مبارکباد دیتا ہوں۔ آ۔ تاکہ میں تیرے جسم کو اپنے ہاتھوں سے سپردِ خاک کرنے کا فخر حاصل کروں۔

یہ کہکر بادشاہ نے پانی اور روئی منگوا کر اُس کے خون آلودہ جسم کو خود دھویا۔ بیش بہا کفن پہنایا گیا۔ بادشاہ پیدل جنازے کے ساتھ تھا۔ ایک خوشنما مقبرے میں جس کو بادشاہ نے خاص اپنے لئے سمرقند کے راستے پر بنوایا تھا اس مُبارک ہستی کو اس میں دفن کیا گیا۔ اور بادشاہ اور اُسکے ساتھی فاتحہ پڑھکر واپس ہوئے۔

سلیمہ مرتضیٰ (بی اے)

# حقوقِ نسواں

مسٹر خلیل الرحمٰن نے اپنے ابتدائی مضمون کی تائید اور میرے جواب کی مخالفت میں ایک مضمون فروری کے عصمت میں شائع کرایا ہے۔ میں ہندوستان سے اس قدر دور ہوں کہ جلد اپنے خیالات کا اظہار نہیں کر سکتی۔ مارچ کے عصمت میں بہن تہذیب النساء صاحبہ نے فاضل مضمون نگار صاحب کے بعض اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ مگر ابھی یہ مسئلہ بہت تشنہ ہے۔ مجھے خلیل الرحمٰن صاحب سے خدانہ کرے کوئی پرخاش نہیں ہے۔ مگر اس امر کی سخت ضرورت سمجھتی ہوں کہ مردوں کی ذہنیت کی پوری اصلاح کی جائے۔ اس لئے بہنوں کو چاہیئے کہ اس مضمون کے متعلق مختلف پہلوؤں پر مضامین لکھیں اور رائے عامہ کو ابھاریں۔

فاضل مضمون نگار صاحب کا مئی ۳۴ء والا مضمون سراسر طعن و تشنیع سے بھرا ہوا تھا جسکی توجیہ خود انہوں نے اس طرح کی ہے کہ وہ ایک جلے ہوئے دل کی آواز تھی۔ بعد والے مضمون میں انہوں نے اپنے قلم کو بہت روک کر لکھا ہے۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ عذر گناہ بدتر از گناہ ہو گیا ہے۔ ان کا دل تو جلا ہوا ہے مگر میرے دل میں بھی ناسور پڑے ہوئے ہیں یہ کوئی آج نئی بات نہیں ہے اور نہ شادی سے میرے خیالات میں کچھ انقلاب پیدا ہوا ہے۔ بلکہ کوارپتے میں اپنی مظلوم اور صابر بہنوں کی حالتِ زار دیکھکر ترس آتا تھا۔ چنانچہ میری ٹوٹی پھوٹی تصنیف "فغانِ اشرف" ایسے زمانہ کی لکھی ہوئی ہے جب مجھے اپنی شادی کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ اور اس میں مردوں کے ظلم ہی کا رونا رویا گیا ہے۔ اور روئے جاؤں گی اس وقت تک جب تک مردوں کا ظلم رہیگا اور میری زندگی۔ میں اس مضمون میں اس امر پر تو بحث کرنا چاہتی نہیں کہ مسٹر موصوف نے اپنا پیرایہ بدل کر دوسرے مضمون میں کچھ اور ہی پہلو اختیار کر لیا ہے۔ صرف بعض غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے کی کوشش کروں گی۔

مسٹر موصوف نے کلام مجید اور حدیث شریف کے حوالہ سے عورتوں پر مردوں کی فوقیت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن کلام پاک کی ایک آیت کا بھی حوالہ نہیں دیا۔ احادیث میں سے صرف ایک حدیث بیان کی ہے کہ عورت ناقص العقل ہے۔ دراصل عورت کی عقل میں نقص ثابت کرنے کے لئے نہ کسی حدیث کے پیش کرنے کی ضرورت ہے نہ آیت کی۔ یہ ایک ایسی بدیہی بات ہے جس کو ہر سمجھدار شخص مانتا ہے۔ مگر عورت کے نقصِ عقل کے مقابلہ میں مرد کے کمالِ عقل کی کوئی حدیث مسٹر موصوف پیش کر دیتے۔ تو نہ صرف مسلمانوں پر بلکہ تمام مخلوق خدا پر احسانِ عظیم ہوتا میں دعوے سے کہہ سکتی ہوں کہ تمام قرآن شریف اور تمام احادیث چھان ماریں۔ پھر اولیا اور مولویوں کے مقولے بھی ڈھونڈ ماریں تب بھی وہ یہ کسی طرح ثابت نہ کر سکیں گے کہ مرد کامل العقل ہے۔ جب مرد خود ناقص العقل ہے تو عورت کے ناقص العقل ہونے سے اُس کا درجہ کیسے گر گیا۔ میں قرآن و حدیث کی عالم نہیں ہوں اور غالباً مسٹر موصوف بھی نہ ہوں گے۔ مرد کی ہیکڑی ثابت کرنا ان کے ذمہ ہے اور عورت کا حق جتانا میرے ذمہ۔

ورثہ کے متعلق جو شریعت نے عورت کا نصف حصہ رکھا ہے اس کا بدل دوسری طرح کر دیا گیا ہے۔ وہ یہ کہ

مرد پر عورت کا مہر واجب ہوا سکے برخلاف عورت پر مرد کا مہر واجب نہیں ہی۔ مرد پر عورت کا نان نفقہ فرض ہی عورت پر کچھ نہیں۔ پھر جس کے پاس زیادہ مال ہو اسپر زکوٰۃ بھی واجب ہی۔ مرد پر جہاد فرض ہی عورت پر لازم نہیں۔ حقوق ذمہ داریوں کے ساتھ ہوتے ہیں۔ جیسی جسکی ذمہ داری ویسے ہی اُس کے حقوق۔

مرد کی برتری ثابت کرنے کے لئے مسٹر موصوف یہ فرماتے ہیں کہ پیغمبر مردوں میں پیدا ہوتے۔ آجتک کوئی عورت پیغمبر نہیں ہوئی۔ اس سے مردوں کی برتری ثابت کرنا ذرا سمجھ کا پھیر ہے۔ اس کے مقابلہ میں یہ استدلال پیش کیا جاسکتا ہے۔ کہ عورتوں میں کوئی فرعون اور نمرود پیدا نہیں ہوا۔ چونکہ فرعون اور نمرود مرد تھے اس واسطے مردوں کو ذلیل سمجھنا چاہیئے اور عورتوں کو فضل۔ مگر میں خود نہ پہلے استدلال کی قائل ہوں نہ دوسرے کی۔ مرد ظالم ہے اس واسطے اسکو زیر کرنیکے لئے مرد ہی پیغمبر بنائے گئے۔ عورت فطرتاً صلاحیت پسند ہے اس واسطے عورتوں میں پیغمبر پیدا کرنیکی ضرورت ہی نہیں ہوئی۔

مسٹر موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ اگر مرد اور عورتیں یکساں علم و ہنر سیکھیں" تو بیویاں شوہر ہوں اور شوہر بیویاں۔ کیا فاضل مضمون نگار صاحب کا تاریخی مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ یورپ وامریکہ کی عورتیں شوہر بن گئی ہیں اور وہاں کے مرد بیویاں۔ یا صرف یہ ہندوستانی ذہنیت کا اثر ہے کہ مرد عورتوں کو علم حاصل کرتے ہوئے دیکھکر ان کی کمائی پر دہرنے دئے بیٹھے ہیں۔ سو وہ اطمینان رکھیں کہ عورتیں ایسی ظالم نہیں ہیں کہ مردوں پر جو فرض عائد ہے کہ عورتوں کا نان و نفقہ اور مہر اپنی کمائی سے ادا کریں اس کی بجاآوری سے عورتیں انہیں محروم کردیں۔ جب تک انہیں شوہریت کا حق رہے گا ان پر یہ فرض عائد رہیگا۔ یہ الگ بات ہے کہ مرد اپنی پست ہمتی سے عورتوں کے حقوق ادا کرنے سے کترائیں۔ جیسا وہ فی زماننا مہر کی ادائیگی میں کررہے ہیں۔

افسوس کہ آپ نے عورتوں کے لئے کوئی مختلف علم و ہنر تحریر نہیں فرمایا کہ ان خدا کی بندیوں کو بھی کسی علم سے واقف کرانے کی ضرورت ہی۔ یا گھر کی چار دیواری کے اندر کا دھندا ہی ان غریبوں کے لئے کافی علم ہے۔ گذارش ہے کہ علم حاصل کرنا صرف روزی کمانے کے لئے ہی نہیں ہے۔ بلکہ صحیح انسان بنے اور انسانوں کی سی زندگی بسر کرنے کے لئے ضروری ہے۔ اسی اصول کو مد نظر رکھکر قرآن شریف اور حدیث شریف میں بار بار تاکید فرمائی گئی ہے۔ اسپر عمل کرکے پہلے کی عورتیں قابل بنتی تھیں۔ جن کا نام لے لیکر مسٹر موصوف جیسے شخص ہم کو طعنہ دیتے ہیں۔ جب تک عورت مرد کے برابر علم حاصل نہ کرے وہ اپنے شوہر کی ہم جلیس اور ہمراز ہرگز نہیں بن سکتی۔ ہماری جہالت ہی مردوں کو مجبور کرتی ہے کہ وہ اپنا دل بہلانے کے لئے ادہر اُدہر مارے مارے پھریں۔ عورت کے ذمہ سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ مردوں کو ان کے بچپن میں دودھ میں گھول کر عمدہ سبق پلائے اور جوانی میں آدمی بنائے۔ جب تک اُسے آدمی بنانے کا علم نہیں آتا۔ وہ ہندوستانی مردوں جیسے ہی آدمی بنا سکتی ہے۔ کسی کو انسان بنانے کے لئے معمولی نوشت و خواند کافی نہیں ہوتی۔ بلکہ جملہ علوم سے واقفیت کی ضرورت ہے۔

علم کی اس عام ضرورت کے علاوہ ہندوستانی عورت کو فی زمانہ ایک خاص ضرورت بھی درپیش ہے۔ وہ یہ کہ عورت میں خودداری کا مادہ پیدا ہوگیا ہے۔ مرد کے طعنے اور ظلم سہتے سہتے اس کا کلیجہ چھلنی ہوگیا۔ مگر مرد صدیوں سے ظلم کا عادی ہوجانے کی وجہ سے عورت کے احساسات برابر ٹھکرا رہا ہے۔ عورت کے لئے یہ ضروری ہوگیا ہے کہ اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے تکالیف برداشت کرنے پر آمادہ ہو۔ فطرتاً عورت کو گھر سے اُنس ہوتا ہے۔ خصوصاً ہندوستان کی مایۂ ناز عورت گھر کو راج سمجھتی ہے۔ لیکن جب اُسے گھر میں سکھ نصیب نہیں ہوتا تو وہ مجبوراً اپنا راج پاٹ چھوڑ چھاڑ گھر کے باہر کی صعوبتیں برداشت کرنے کے لئے تیار ہوجاتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب تک ہندوستان کی عورت زندگی کے ہر شعبہ میں داخل ہوکر اپنی قابلیت کا ثبوت پیش نہ کردے مرد اُسے حقوق نہ دیگا۔ ہندوستان میں جو عورت کی حالتِ زار ہے۔ ایسی ہی حالت مغربی ممالک میں ایک صدی پہلے وہاں کی عورت کی تھی۔ مغربی عورت

تنگ آکر گھر سے نکلی۔ ہر قسم کی ملازمت اور ہر قسم کا پیشہ اختیار کیا۔ زندگی کی دوڑ میں بے انتہا تکلیفیں اٹھائیں اور اپنے
زعم میں مرد کا ہر میدان میں مقابلہ کیا یہاں تک کہ اپنے تمام حقوق حاصل کر لئے جب چین سے بیٹھی۔ اب مغربی
ممالک کی عورت چونکہ حقوق حاصل کر کے سیر ہو چکی ہے گھر کی طرف پھر رجوع ہو رہی ہے۔ مگر اس جدوجہد میں
جہاں بہت سی خوبیاں حاصل کیں وہاں بہت سی برائیاں بھی پیدا ہو گئیں۔ ہندوستان کا مرد ان ہی برائیوں کو
جتا جتا کر ہندوستان کی عورت کو قعر مذلت میں رکھنا چاہتا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر ہندوستانی مرد نے اپنا
جبر و استبداد قائم رکھا۔ تو یہاں بھی وہی جدوجہد واقع ہو گی اور لڑائی کا نتیجہ اچھا نہیں ہوا کرتا۔ ہندوستانی مرد
کو چاہیئے کہ وہ ٹھنڈے پیٹوں اور خوشی سے عورتوں کو آزادی دیدے۔ ورنہ اپنی شکست اور سوشل نظام کی
ابتری کے تیار رہے۔

علم کا حاصل کرنا کسی طرح بھی ضرر رساں نہیں۔ مصیبت کا ضامن ہے۔ بقول شاعر۔ قلم گوید کہ من شاہ جہانم۔
عورتوں کو علم و ہنر سکھانے کی ایک اور بھی وجہ ہے۔ وہ یہ کہ جب ان پر دشمن کے کان بھرے کوئی وقت آن
پڑے تو اپنے پیروں پر کھڑی ہو سکیں اور عزت آبرو سے روزی پیدا کر سکیں۔ شاید عورتوں کے ورثا یعنی باپ
بھائی شوہر کی زیست کا ٹھیکہ تنگ خیال مسلمانوں نے لے رکھا ہوگا۔ کہ ہمیشہ کھلا کر کماتے جائیں اور ان کے
سانس ہرگز پورے نہ ہوں۔ کاش انہیں یہ احساس ہوتا کہ کتنی مظلوم بہنیں بے وقت بیوہ اور لاوارث ہو جاتی
ہیں۔ کمائی کا سلسلہ مرنے والے کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے۔ اب صاحب موصوف ہی مشورہ دیں کہ یہ غریبیں
کیسے روئیں اور کس طرح دوزخ بھریں۔ میری آنکھوں کے سامنے آج بھی ہندوستان کے وہ دل ہلا دینے والے
منظر موجود ہیں جن کی یاد میرے آخری سانس کے ختم تک فراموش نہیں ہو سکتی۔ گھر کے گھر تباہ و برباد پڑے ہوئے ہیں۔
باپ بھائی شوہر جو خدا کے بعد ان کا رزق رساں تھا جاں بحق ہو گیا۔ سارا کچا ساتھ عسرت میں زندگی بسر کرنے لگا۔ مصیبت
زدہ بیوہ اپنے معصوم نونہالوں کو سوائے اس کے کہ مرغی کی طرح پروں میں چھپائے بیٹھی رہے اور کیا کر سکتی ہے۔ جوان
لڑکیاں جن کے پھول سے چہرے افلاس کی مصیبت سے مرجھا کر رہ گئے ہیں دل و جگر کے ٹکڑے کئے دیتے
ہیں۔ یہ غریبیں ماں کا ہاتھ بٹانے اور چھوٹے بہن بھائیوں کے لئے سوکھی روٹی یا چنے کے دانوں کے لئے صبح سے
شام تک دو آنے کا کرتہ سی کر تیار کر رہی ہیں۔ کونسا دل ہے جو ایسی مصیبت سے نہ تڑپ جائے۔ پھر کس میں قدرت ہے
کہ ہر روز دوسرے کی مدد کرے۔ یہ تو باری تعالیٰ ہی کی ذات ہے کہ وہ اپنے بندوں کو ہر حیلے رزق پہنچاتا ہے۔ اگر ہماری
معاشرت اچھی ہوتی اور عورتیں علم و ہنر سے کما حقہٗ واقفیت رکھتیں تو عزت و توقیر سے روزی پیدا کرنا کون بڑی بات
تھی۔ مگر مسلمانوں کی ذہنیت ایسی گھڑت کی گھڑی گئی ہے کہ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ ہی چنتے ہیں۔ انہیں تو عورتوں کو
خدمت گذار دنیا سے ناواقف ہاں کی تابعداری رکھنے میں بڑا ملکہ ہے۔ چاہے وہ ان کے مرے پیچھے بھیک مانگیں مگر رہیں
جاہل کیونکہ اسی میں مردوں کو آرام ہے۔ مرد مت گھبرائیں ایک روز خدا کے دربار میں جواب دہی کرنی ہو گی کہ انہوں نے
عورتوں کو سوائے مقید کرنے اور اپنی خدمت لینے کے علاوہ انہیں کسی قابل نہ بنایا۔ نیکی انسان کی چاند ہو کر چمکتی ہے۔
رہی برائی سو وہ کالا داغ ہو کر نظر آتی ہے۔

کون منکر ہے کہ عورت کے لئے خانہ داری شوہر کی خدمت بچوں کی دیکھ بھال ضروری نہیں۔ مگر اسی کے ساتھ ہی
اس کو انسانوں کی سی زیست گزارنے کا بھی حق حاصل ہے۔ عورتوں کی آزادی سے میرا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ وہ
مغربی ممالک کی تقلید کریں۔ بلکہ وہ آزادی اس لئے حاصل کریں کہ مردوں کو پارسا بنائیں۔ عورتوں کی فیشن پرستی پر
مسٹر موصوف کا اعتراض بالکل بیجا ہے۔ عورتیں ہر زمانہ میں فیشن پرست رہی ہیں۔ اور عورتیں ہی نہیں مرد بھی فیشن
زمانہ کے ساتھ بدلتا رہتا ہے یہ کوئی نئی بات نہیں۔ عورتوں کا سنگھار زمانہ سابق سے چلا آتا ہے اور قیامت تک چلا جائیگا۔

زمانہ کے ساتھ ساتھ اس میں تبدیلیاں بھی ضرور ہوتی رہیں گی۔ جو نہ میرے اختیار میں ہیں نہ خلیل الرحمٰن صاحب کے۔ آپ کو پوڈر، کریم، سرخی، وغیرہ پر بلا کا اعتراض ہے کہ ان کا اسراف مسلمانوں کا دیوالہ نکال دیگا۔ یہ واضح رہے کہ میں خود پوڈر، سرخی وغیرہ کی شوقین نہیں۔ رنگین چہرے مجھے ناپسند ہیں۔ ہندوستانیوں کے رنگ عموماً گندمی ہوتے ہیں ان پر قلعی کر کے اپنے ہاتھوں اپنا مضحکہ اڑانا ہے۔ سانولے یا کالے رنگ پر پوڈر وغیرہ کی صورت بالکل ایسی ہی ہوتی ہے جیسے دوات میں پھپھوندی لگ گئی۔ لیکن جن کو اس قسم کی آرائش پسند ہے اُن کو روکنا زیادتی ہے۔ اور آرائش کی اس وضع کو بُرا کہنا قدامت پرستی نہیں تو اور کیا ہے۔ اس بارے میں خدا تعالےٰ نے اپنی مخلوق کو پوری آزادی عطا فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو پارہ ولو اننا سورہ الاعراف رکوع ۴ آیت ۳۲ اس میں ارشاد ہے کہ اللہ نے جو زینت کے سامان اور کھانے پینے کی صاف چیزیں اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں وہ کس نے حرام کی ہیں۔ مضامین کے اس سلسلہ سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ چیزیں مسٹر موصوف نے اور ان کے ہم خیال مسلمانوں نے حرام کی ہیں۔

عورتوں کی وضع داری کی مخالفت میں اپنے دل کا بخار نکال کر مسٹر موصوف اسے دوسری طرف لے گئے ہیں۔ چونکہ ان کے نزدیک عورتیں گھر کا کوڑا ہیں اس لئے موٹا کھائیں موٹا پہنیں۔ کیا اسراف عورتوں کے پہننے اوڑھنے بناؤ سنگھار کی چیزوں ہی میں رہ گیا ہے؟ مسلمانوں میں اسراف ایک گھن ہے جو اُن کو دیمک کی طرح کھائے چلا جا رہا ہے۔ ہماری شادی غمی کی رسمیں بڑے بڑے گھروں کا دیوالہ نکال دیتی ہیں۔ اگر فضول خرچی کا رونا ہے تو ان سب باتوں پر اعتراض ہی نہیں بلکہ ترک کرنے اور کرانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ غریب عورتوں کی پوڈر سُرخی کو کیوں طشت از بام کیا جاتا ہے۔ مردوں نے کیسے کیسے فیشن اختیار کر رکھے ہیں ان کا ذکر خیر نہیں۔ کیا پہلے مرد گلے میں پٹھے اور دھجیاں ہی باندھا کرتے تھے؟ آج کل جس مرد کو دیکھو فیشن کا متوالا کالر ٹائی سے مزین اکڑ فوں کرتا چلا آتا ہے۔ یہ فیشن نہیں تو کیا ہے؟ کیا اس میں پیسے خرچ نہیں ہوتے؟ پھر ٹائی کا کوئی مقصد ہی سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر یہ دھجی کیوں زیب گلو رہتی ہے؟

کیا پہلے کی بیگمات بناؤ سنگھار کی چیزوں سے مبرّا اور معرّا تھیں ہرگز نہیں۔ ان کے سنگھار دان کا بھی ملاحظہ کر لیجئے۔ کیا دانتوں پر مسّی ہونٹوں پر لاکھا لگانا۔ آنکھوں میں کاجل اور ہاتھوں میں مہندی لگانا۔ ماتھے پر بندی اور رخسار پر خال بنانا۔ پٹیاں جھکانا۔ چاند بریاں نکالنا۔ رخسار اور پیشانی پر ابرق چھڑکنا فیشن نہیں تو کیا ہے؟ پرانی بیویاں بناؤ سنگھار کی ایسی شوقین ہوتی تھیں کہ آجکل کی لڑکیاں ان کے پاسنگ بھی نہیں۔ لال مسور کی دال بھگو کر سائے میں خشک کی جاتی تھی بعد ازاں چکی میں پسوا کر چہرہ مبارک دُھلتا تھا۔ چاولوں میں بیر بہٹیاں بند کر دی جاتی تھیں جب چاول لال صورت اختیار کر لیتے تھے تو اُسے پسوا کر مُنہ دھوئے جاتے تھے۔ طرح طرح کے خوشبودار اُبٹنے بنائے جاتے تھے۔ سر دھوتے میں بالچھڑ کا استعمال ہوتا تھا۔ بڑھیا سے بڑھیا عطروں میں پوشاکیں بسائی جاتی تھیں۔ خوشبو کے لاگیری دوپٹے رنگوائے جاتے تھے۔ میں حیران ہوں کہ یہ چیزیں کیا کہیں سے مفت آجاتی تھیں۔ جو خواہ مخواہ آجکل کی پوڈر کی سُرخی کھٹکتی جا رہی ہے۔ مسٹر موصوف ضرور فرمائیں گے کہ پہلے زمانہ کی سنگھار کی چیزیں کوڑیوں میں دستیاب ہو جاتی تھیں۔ عورتیں مردوں کی جیبیں خالی نہ کرتی تھیں سچ ہے اس وقت کوڑیوں ہی سے کام چلتا تھا کیونکہ آمدنی بھی تو پیسوں ہی کی تھی۔ اب روپوں اشرفیوں کی آمدنی ہے تو پیسے روپوں کا خرچ بیجا نہیں۔ قاعدے کی بات ہے آمدنی کے ساتھ خرچ ہوتے ہیں۔ اور جب ضروریات زندگی بڑھتی ہے تب ہی ملک ترقی کرتا ہے۔

میں نے فاضل مضمون نگار صاحب کا مضمون بڑے غور سے پڑھا۔ ہر پہلو سے جانچا۔ آڑا ترچھا سیدھا کر کے ہر صورت سے نظر ڈالی۔ مجھے تو یہی نظر آیا کہ ان کا تمام مضمون پردہ کے محور پر گھوم رہا ہے۔ وہ خود یہ تحریر فرماتے ہیں کہ "ہر شخص کو اختیار ہے کہ پردہ رکھے یا نہ رکھے"۔ مگر خود ہی یہ حق دوسروں سے چھین کر عورتوں کو مقید رکھنے کی تاکید فرماتے ہیں۔

صاحب موصوف میرے ایک فقرہ پر بہت چیں بہ جبیں ہوئے ہیں۔ "خدا کی قدرت اُلٹا اعتراض مردوں پر کہ وہ اپنی

آنکھیں نیچی کیوں نہیں رکھتے؟" ان کو واضح رہے کہ جس فقرہ پر اُنہوں نے اس قدر تعجب اور خوف کا اظہار کیا ہے۔ وہ قرآن شریف کی ایک آیت کا ترجمہ ہے۔ میرا اپنا گھڑا ہوا نہیں۔ ملاحظہ ہو پارہ قد افلح المومنون رکوع ۱۴ آیت ۳۰ اس آیت میں ایمان والوں کو حکم ہے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں۔ یہ ایمان والی صرف عورتیں نہیں ہیں بلکہ ان میں مرد بھی شامل ہیں۔ اگر مرد اپنے اوپر احکام قرآنی کی پابندی لازم سمجھیں تو عورتوں سے حقوق غصب کرنے کا سوال ہی نہیں رہتا۔ قرآن شریف کی اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ عورتوں کو باہر پھرنے کی اجازت ہے۔ ورنہ مردوں کے لئے نیچی نظریں رکھنے کا حکم بالکل بے معنی قرار پاتا ہے۔ اور معاذ اللہ قرآن شریف پر یہ اعتراض کسی طرح نہیں کیا جا سکتا۔ اسی سلسلہ میں کلام پاک کی دوسری آیت بھی ملاحظہ ہو۔ پارہ لن تنالو سورۃ النساء رکوع ۳ آیت ۵ اس آیت میں خدا تعالےٰ نے صاف فرمایا ہے کہ عورتوں کو گھروں میں قید نہ رکھو سوائے اس حالت کے کہ وہ بدکار ہوں۔ (میں نے قرآن شریف کی آیت کا ترجمہ من وعن لکھدیا ہے کیونکہ شرع میں شرم نہیں) عام مسلمان احکام الہٰی کی خلاف ورزی میں عورتوں کو گھروں میں قید رکھتے ہیں اور اس کی تائید مسٹر موصوف فرماتے ہیں۔ اس کی توجیہ کس طرح کی جائے۔ آیا وہ مسلمان عورتوں کو خاکم بدہن بدکار سمجھتے ہیں یا مرد ظالم ہیں۔ ظاہر ہے کہ عورتوں پر ایسا بہتان رکھنے کی کوئی شریف جرأت نہ کرے گا۔ تو مرد جو زبردستی عورتوں کو قید میں رکھتے ہیں وہ ظلم نہیں تو کیا ہے؟ کیا ظلم کے سر پر سینگ لگے ہوتے ہیں؟

جب تک مسلمانوں میں اسلامی سادگی رہی عورتیں آزاد تھیں۔ اور یہ زمانہ خلفائے بنی اُمیہ کے ساتھ ختم ہو گیا۔ خلفائے عباسیہ جب مسند آرا ہوئے تو خلافت نے سلطنت کی شکل اختیار کر لی۔ ایرانیوں کی سی شان اور جبروت کی نمائش کے دلدادہ ہو گئے۔ تہاری کے مظاہرے ہونے لگے۔ کمزور عورتوں کو گھروں کی چار دیواری کے اندر قید رکھنے کی بدعت شروع ہونے لگی۔ رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ اس نے نئی نئی صورتیں اختیار کیں؛ اور جب مسلمانوں پر ادبار کے بادل چھا گئے۔ تو اُنہوں نے کمزوروں پر دل کھول کے ظلم کرنا شروع کر دیا۔ عورتیں ان کی تختۂ مشق بن گئیں۔ ہندوستان میں آکر تو مسلمانوں نے ان کی رہی سہی آزادی بھی سلب کر لی۔ ہندو عورتوں کی شوہر پرستی کے سبق مسلمان عورتوں کو پڑھائے گئے اور مرد ہر طرح آزاد ہو گئے۔

مسٹر موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ گھر کے اندر پردہ میں بیٹھنے والیاں عصمت کی دیویاں ہیں" اُنہیں ننگ و ناموس اس قدر پیاری ہے کہ وہ اُسے دیکر آزادی کا سودا خریدنا نہیں چاہتیں" ان کا یہ خیال درست نہیں پردہ دل کا ہوتا ہے۔ رسمی پردہ جہالت کی جڑ ہے۔ اور جہالت دنیا بھر کی برائیوں کی بنیاد ہے۔ میں ذاتی تجربہ بیان کرتی ہوں۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ اس سے مجھے کسی خاص فرقے کو بدنام کرنا مقصود نہیں ہے۔ مگر بقول غالب مقطع میں آ پڑی ہے سخن گسترانہ بات + ورنہ کسی سے کچھ عداوت نہیں مجھے۔ میں چند سال ایک ریاست میں رہی ہوں اور وہاں کا پردہ خوب دیکھا ہے۔ کئی دوسرے شہر بھی دیکھے۔ مگر کہیں پردہ کی سختی نہیں دیکھی جس قدر وہاں ہے۔ عورتیں جب گاڑی میں سوار ہوتی ہیں تو علاوہ اس کے پردہ کی بڑی بڑی چادریں اوپر سے لپیٹ کر دم بخت کر دیا جاتا ہے۔ گھروں میں پرندہ پر نہیں مار سکتا۔ باور کیجئے جتنی بے حیائی میں نے اُن عورتوں میں دیکھی کہیں نہیں دیکھی۔ انسان کو اپنی عزت سنبھالنی دشوار ہو جاتی ہے میرا مطلب اس ریاست کی عورتوں کو بدنام کرنا نہیں ہے۔ یہ بھی واقعہ ہے کہ ان میں ایسے ایسے بیش بہا ہیرے اور جواہر موجود ہیں جو دوسری جگہ بھی بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھے جانے کے مستحق ہیں۔ مگر پردہ کی سختی ان کے لئے لعنت بنی ہوئی۔ وہاں عورتیں پردہ کی وجہ سے حیا و شرم و پاکبازی کی پابندیوں سے نجات حاصل کر رہی ہیں۔

عورتوں پر پردہ کی پابندی عائد کرنے سے مردوں کے البتہ مزے ہیں۔ وہ شتر بے مہار ہو گئے ہیں کیا وہ انکار کر سکتے ہیں کہ دوسروں کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ حیا و شرم اور پاکبازی صرف عورتوں کے فرائض رہ گئے ہیں۔ مردوں نے اپنے لئے یہ فرائض مقرر کئے ہیں کہ عورتوں کی حیا و شرم اور پاک بازی توڑیں۔ کیا اسی کا نام اسلام ہے؟

اور کیا یہی انسانیت ہے؟ ہمارے مرد نہ صرف ہندوستان میں ذلیل وخوار ہو رہے ہیں۔ بلکہ غیر ممالک میں بھی نام پیدا کر رہے ہیں۔ ہندوستان میں اپنی عورتوں پر ظلم و جبر کرتے ہیں۔ کیونکہ اُنہیں یقین ہے کہ وہ حیا و شرم کی وجہ سے مردوں کی حرفِ شکایت زبان پر نہیں لائیں گی۔ مگر دوسرے ملکوں کی عورتیں ایسی حیا شرم کی قائل نہیں۔ وہ ٹکا توڑ جواب دیتی ہیں اور مردوں کو بڑے آڑے ہاتھوں لیتی ہیں۔ یہاں جاپان میں بہت سے ہندوستانی تاجر آباد ہیں اور تقریبًا سب ہی اپنی بیہودگیوں کی وجہ سے بدنام ہیں۔ ایک شہر میں تو یہ حال ہے کہ ہندوستانی تاجر ماما کے لئے اخبار میں اشتہار دیتے ہیں تو کوئی جاپانی عورت ان کی نوکری منظور نہیں کرتی۔ جاپانی گورنمنٹ ان کے ساتھ رعایت کرتے کرتے عاجز آ گئی ہے۔ جب بار بار کی تاکید سے بھی یہ باز نہیں آتے تو اب مُلک بدر کرنا شروع کر دیا ہے۔ حال میں تین ہندوستانی اسی بناپر جاپان سے نکالے جا چکے ہیں۔ اور سُنا جاتا ہے کہ سات ہندوستانیوں کو اور نوٹس دے دیا گیا ہے کہ وہ بھی اپنا بوریہ بستر باندھیں۔ یہ ہیں کرتوت ہندوستانی مردوں کے۔ ان کو آوارہ بنانیکا ذمہ وار کون ہے؟ ہماری معاشرت جس نے عورتوں کو قیدی بنا دیا ہے اور مردوں کو ہر بیہودگی کرنے کے لئے آزاد۔ اس کا علاج کیا ہے؟ سوائے اس کے اور کوئی نہیں کہ عورتوں کو آزادی حاصل ہو۔ اور وہ مردوں کو پارسا بننے اور پاک دامن رہنے پر مجبور کریں۔

جاہل عورتیں جنہیں دنیا ومافیہا کی کچھ خبر نہیں شوہر کی ہاں میں ہاں ملاتی ہیں اور اُسکی ہر زیادتی کو اپنی کمزوری اور جہالت کے سبب مجبورًا سہتی ہیں۔ گو دل میں ان کے بھٹی سلگتی ہے مگر منہ سے اُف نہیں کر سکتیں۔ اسی کو صاحب موصوف سکھ اور چین سے تعبیر کرتے ہیں۔ پڑھی لکھی عورتیں خدمت کے ساتھ اپنے حق اور عزت کی بھی طالب ہیں۔ اور یہی باتیں مردوں کو زہر معلوم ہوتی ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ "نوے فی صدی آزادی کی ہوا میں اُڑنے والی چڑیوں نے اپنے گھروں کو دوزخ کا نمونہ بنا رکھا ہے۔ اور شوہروں کے گھروں کو خیرباد کہہ چکی ہیں" میں مسٹر موصوف سے ہمدردانہ مشورہ لیتی ہوں کہ اگر میاں بیوی میں خدانہ کرے اَن بَن ہو جاتے اور ایک دوسرے کی صورت سے بیزار۔ تو اس وقت کونسی صورت مناسب ہوگی؟ آیا عورتیں اپنی تمام عمر سفاک اور خود غرض شوہر کی دلہیز پر ہی کڑھ کڑھ کر گزار دیں۔ یا کیا کریں۔ انہیں ان حقوق سے جو خدا تعالےٰ نے اپنی رحمت سے عورتوں کو عطا فرماتے ہیں فائدہ اُٹھانے کی اجازت ہے یا نہیں؟ اس میں کونسی بُرائی اور بدنامی ہے؟ کیا یہ خدا اور رسول کا حکم نہیں ہے؟ ایسے ہی حقوقِ عورتوں کے مرد غصب کرتے کرتے حد درجہ عادی ہو گئے ہیں۔

مرد خود آزاد ہونا چاہتے ہیں مگر اپنی عورتوں کو حلقۂ غلامی ہی میں رکھیں گے۔ پہلے وہ عورتوں کو آزادی دیں تب کہیں اُنہیں نصیب ہوگی۔ ورنہ عورتوں کی حق تلفی میں انہیں یہ سزا خبر نہیں کب تک بھگتنی پڑے گی۔ الحمد للہ کہ ہندوستان کی فضا روز بروز بدل رہی ہے اور میری بہنیں تعلیم و تربیت کی طرف متوجہ ہوتی جا رہی ہیں۔ مرد مطمئن رہیں ان کے لئے کچھ روز کی بہار ہے۔ اگر خدا نے چاہا اور مظلوموں کی فریاد درجہ قبولیت حاصل کر گئی تو پھر انشاء اللہ تعالیٰ مردوں کو ترسیگا اور مثالاً بھی ایسی عورت نہیں ملنے کی۔ جو گھر میں عمری قیدی کی طرح سل ودق کی بیماریوں میں گھل گھل کر جنگل کے کونے بسائے +

مسز برلاس از توکیو (جاپان)

---

# بدنظمی

عموماً گھر کے خرچ وغیرہ کا انتظام بیوی کے سپرد ہوتا ہے۔ مرد تو کما کر لا دیتے ہیں اب بیوی کو اختیار ہے جس طرح چاہے خرچ کرے۔ انتظام سے یا بدنظمی سے۔ بیوی گھر میں سیاہ و سفید کی مالک ہوتی ہے اگر بیوی کا انتظام ٹھیک ہے تو میاں کو بھی آرام ملتا ہے ورنہ بدنظمی ہی سے میاں بیوی میں نفاق کی نوبت آ جاتی ہے جبکہ تمام دن دفتر یا کچہری سے واپس آنے پر اُس کو ناشتے اور کھانے وغیرہ کا انتظام ٹھیک نہ ملے گا تو خواہ مخواہ غصہ آئے گا۔ اسی طرح روز تُو تُو میں میں سے میاں بیوی میں کشیدگی ہو جاتی ہے۔ آج کل فیشن پرستی زیادہ پھیل گئی ہے تمام دن بال بنانے۔ پوشاک بدلنے۔ پوڈر ملنے میں صرف کر دیا جاتا ہے انتظام خانہ داری سے کچھ واسطہ نہیں سب نوکروں پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ گھر کی عجیب حالت ہے ہر چیز ناگفتہ بہ خرچ آمدنی سے زیادہ لیکن آرام و اطمینان نصیب نہیں۔ انتظام کی قابلیت عورت کا ایک زیور ہے اپنے گھر کے ماہوار خرچ کا اندازہ کر کے ہر مہینہ کے شروع میں ضروریات کی کل چیزیں مثلاً غلہ ایندھن مصالحہ وغیرہ منگا کر رکھ لینا چاہیے۔ ایک پرچہ پر سب چیزیں لکھ کر ملازم کے ذریعہ سے منگائی جاویں اور آنے پر پرچہ سے ملا کر وزن وغیرہ کر کے احتیاط سے رکھ دینے میں بھی بہت کفایت ہو جاتی ہے۔ روزانہ آنہ دو آنہ کا سودا منگانے میں نقصان ہوتا ہے کیونکہ اکثر کم ملتی ہیں اور اکٹھی اشیاء منگانے میں نہ صرف فائدہ ہے بلکہ سہولت رہتی ہے وقت پر تو چل میں چل کے غل غپاڑہ کی کوفت اُٹھانا نہیں پڑتی کیونکہ وقت پر ہر چیز گھر میں موجود ملتی ہے بعض گھروں میں تو بہت ہی بدنظمی پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔ ہر چیز ضرورت کے وقت آنہ دو آنہ کی آتی ہے جلدی کی وجہ سے نہ نرخ معلوم ہوتا ہے اور نہ صحیح اندازہ وزن کا ہو سکتا ہے۔ ملازم ۱۲ کی لا کر دے دے تو وقت پر اُس کی واپسی وغیرہ میں بہت مشکل ہوتی ہے اور اکثر رکھ لینا پڑتی ہے بعض گھروں میں آٹا تک روز کا روز مول آتا ہے۔ بہت سے آدمی چیز کا بھاؤ تک دریافت کرنا معیوب سمجھتے ہیں کہتے ہیں میاں یہ تو چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں کہ ملازمین سے چھوٹی چھوٹی خرید و فروخت کا نرخ دریافت کیا جاوے ایک واقعہ لکھتی ہوں جس سے ملازمین سے بھاؤ دریافت نہ کرنے کے نقصانات کا اندازہ ہو سکے گا۔ ایک روز جبکہ میری ایک سہیلی تشریف رکھتی تھیں ملازم ترکاری لایا جو دریافت پر اُس نے ۲ سیر بتائی۔ اُن کو اس نرخ پر بڑا تعجب ہوا اور کہنے لگیں کہ ہمارا نوکر ۶ سیر لاتا ہے۔ یہ ہے ملازمین سے دریافت نہ کرنے کا بُرا نتیجہ اور نقصان جس کی کوئی تلافی نہیں ہو سکتی ایک اور واقعہ بیان کرتی ہوں جو دلچسپ

خالی ہو گا میری ایک اور سہیلی ہیں ساتویں آٹھویں تک
تعلیم پائی ایک روز مجھکو اُن کے یہاں جانے کا اتفاق
ہوا اُن کو گھر کے انتظام سے کچھ غرض نہیں نوکر جس
طرح چاہیں کریں اُسی روز اتفاق سے کوئی اُن کے
عزیز آگئے ۲ بجے آتے تھے ۶ بجے کی گاڑی سے جانیوالے
تھے چائے طلب کی اب کیا تھا لینا و دینا کا جو غل مچا
ہے تمام کمروں میں گونج پیدا ہو گئی کوئی کہتا ہے
شکر نہیں ہے اور کوئی کہتا ہے دودھ چاہئے۔ بیگم
بیگم صاحبہ کہتی ہیں کہ کچھ ناشتہ بھی نہیں ہے۔ ملازمین
دودھ شکر لینے گئے اب ناشتہ لینے کون جائے
گاڑی کا وقت قریب ہو رہا ہے۔ باہر سے تقاضہ
پر تقاضہ ہو رہا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد علم ہوا کہ
لکڑی بھی نہیں ہے ایک عجیب ہنگامہ برپا تھا۔ خدا
خدا کر کے جب وہ صاحب رخصت ہو چکے تب
چائے تیار ہو کر باہر گئی۔ اس سے زیادہ بدنظمی اور کیا
ہو گی کہ ایندھن بھی دو دو آنہ اور چار چار آنہ کا منگایا
جائے۔ بعض بہنوں نے تعلیم یافتہ بہنوں کی نقالی شروع
کر دی ہے لیکن اُن کی اور خوبیوں پہ تہذیب واخلاق
پر نظر نہیں کی۔ ہر عورت کو گھر کے انتظام کا خیال مدنظر
رکھنا چاہئے تاکہ خفت نہ اُٹھانی پڑے۔ ایس۔ کے

(۳) مصنوعی نہر بنائی جاتی ہے جو مصنوعی پہاڑی کے
درے میں سے گزرتی ہے اثنار گزر میں ایسے
مقامات بھی آتے ہیں جہاں روشنی کا گزر بہت کم
بلکہ نہیں ہوتا اور شب تاریک کا سماں پیش ہوتا ہے
ان نہروں میں کشتیاں چلائی جاتی ہیں جو اکثر دو
دو کی نشست کی ہوتی ہیں۔ اور کبھی یہ کشتی بلندی
سے اترتی اور یک بیک پانی میں آ جاتی ہے جس کے
باعث پر لطف منظر دکھائی دیتا ہے۔

غرض اس قسم کے بیسیوں کھیل اور تفریح
کے سامان ہوتے ہیں جو نہ صرف بچوں بلکہ جوانوں کے
لئے بھی طرب آمیزی کے لئے کافی سے زیادہ
ہوتے ہیں۔

ن کے علاوہ سینما تھیٹر اور رقص گاہ بھی
رات کی تفریح میں داخل ہیں۔ اگر چاندنی
رات ہو تو پھر گلگشت اور ساحل سمندر کی تفریح
کچھ اور ہی منظر اور سامان لطف پیدا کر دیتی ہے
یہ بالکل صحیح ہے کہ یورپ سے واپس آنے کے
بعد ہر شخص حسرت سے یورپ کی دلچسپیوں کو
یاد کرتا اور خیال کرتا ہے کہ۔

پھر وہی کنج قفس اور وہی صیاد کا گھر

نصیر الدین ہاشمی

بقیہ مضمون صفحہ ۵۳

یہ کہاں کا انصاف ہے کہ لڑکے تو برسرکار ہو کر والدین کی خدمت بھی کریں اور اپنے سرمائے سے شادی کریں
اور لڑکی کو ایک اچھی خاصی رقم جہیز کی صورت میں ادا کی جائے۔ میں چاہتی ہوں کہ جس طرح اس بارے میں
میں نے اپنے ناچیز خیالات بلاکم وکاست لکھ دیئے ہیں۔ دوسری بہنیں بھی اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں
اور کثرت رائے سے جو بات طے ہو حتی الامکان اس پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے

ظفر جہان

# لڑکیوں کی تعلیم اور جہیز

شروع شروع میں تو صرف لڑکیوں کی تعلیم ہی کا مسئلہ اس قدر پیچیدہ تھا کہ کسی طرح حل ہونے میں نہ آتا تھا خدا کا شکر ہے کہ برسوں کے بحث مباحثے اور سخت جدوجہد کے بعد اب یہ تو قریب قریب سب تعلیم یافتہ والدین نے تسلیم کر لیا ہے کہ لڑکیوں کی تعلیم بھی اتنی ہی ضروری ہے جتنی لڑکوں کی۔ نصاب تعلیم کا سوال ضرور ابھی زیر بحث ہے مگر رفتہ رفتہ وہ بھی حل ہو جائے گا۔ اور فی الحال جب تک کوئی خاص نصاب لڑکیوں کے لئے تیار نہ ہو جائے۔ موجودہ تعلیم ہی غنیمت معلوم ہو رہی ہے۔ اور شکر ہے کہ موزوں نصاب کی تلاش میں لڑکیوں کی تعلیم رکی نہیں گئی بلکہ جاہل رکھنے سے بہتر سمجھ کر موجودہ تعلیم برابر دی جا رہی ہے۔

لیکن اب ساتھ ہی ساتھ لڑکیوں کی شادی اور جہیز کا مسئلہ پیچیدگی اختیار کرتا جا رہا ہے اور ابھی سے اس کی طرف توجہ نہ کی گئی تو آئندہ خطرناک صورتیں پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ یہ تو ایک مسلمہ امر ہے کہ ہندوستان ایک مفلس ملک ہے اور بدقسمتی سے تعلیم کے اخراجات روز بروز گراں ہوتے جاتے ہیں۔ خاص کر لڑکیوں کی تعلیم اور زیادہ گراں ہے۔ کیونکہ اول تو پردے کی وجہ سے ان کے لئے سواری کا بندوبست ضروری ہے (خواہ والدین خود کریں یا اسکول کی طرف سے ہو) دوسرے سوائے چند بڑے شہروں کے ہر جگہ لڑکیوں کے اسکول موجود نہیں ہیں۔ اس لئے لامحالہ انہیں شروع سے باہر بھیجنا پڑتا ہے۔ بورڈنگ کے اخراجات بھی زیادہ ہوتے ہیں اور چھٹیوں میں وطن جانے آنے کا صرفہ مزید برآں۔ یعنی اگر لڑکی کو تیسرے کلاس میں بھی داخل کیجئے تو شروع سے لے کر بی اے ایم اے تک کم از کم تیس چالیس روپیہ ماہوار والدین کو ادا کرنا ہوگا۔ برخلاف لڑکوں کے کہ ان کے اسکول ہر شہر میں موجود ہیں جہاں وہ اپنے گھر ہی پر رہ کر رہ کر میٹرک پاس کر لیتے ہیں اور سوائے فیس اور کتابوں کی قیمت کے کوئی بڑا خرچ والدین کو اٹھانا نہیں پڑتا اب اسکول کی تعلیم ختم ہو چکنے پر اگر اپنے شہر میں کالج نہیں ہے یا کالج تو ہے مگر جو مضامین لڑکا لینا چاہتا ہے وہ اس میں نہیں ہیں۔ تو ایسی صورت میں اسے باہر جانا ہوگا۔ اور بورڈنگ کے اخراجات لڑکے کے لئے صرف ۴ یا ۶ سال برداشت کرنے پڑیں گے۔ اب مقابلہ کیجئے کہ لڑکے اور لڑکی کی تعلیم کے اخراجات میں کتنا فرق ہو گیا۔ اس سے آگے چلئے تو لباس پر بھی لڑکیوں کے زیادہ لاگت آتی ہے۔ جو والدین لڑکے بھی رکھتے ہیں اور لڑکیاں بھی اور دونوں کو ایک حیثیت سے پرورش کر رہے ہیں ان کو باسانی اس کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

تعلیم سے فراغت پاتے ہی دونوں کی شادی کا سوال درپیش ہوتا ہے۔ مگر لڑکے کے لئے عموماً یہ انتظار ہوتا ہے

کر وہ بر سر کار ہو جائے بلکہ کچھ سرمایہ بھی اکٹھا کرلے تب اس کی شادی ہو۔ برخلاف اس کے لڑکی کی شادی کے لئے کوئی انتظار نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے بھاری جہیز کی فکر سوار ہوتی ہے۔ جس کو آج کل کے دامادوں نے اور زیادہ بڑھا دیا ہے۔ کیونکہ ملازمتوں کی قلت اور دوسرے شعبہ جات کی طرف سے بے پروائی نے حصول معاش میں انتہائی دقتیں پیدا کر دی ہیں۔ اس لئے چند سال سے لوگوں نے ایک یہ نیا نسخہ ایجاد کیا ہے کہ شادی ایسی جگہ کرو کہ بیوی یا تو صاحب جائداد ہو کہ گھر بیٹھے روٹیاں چلتی رہیں۔ یا پھر اس کے والدین داماد کو انگلینڈ بھیج دیں۔ اب ذرا غور کیجئے کہ ہندوستان جیسے مفلس ملک میں کتنے لوگ ایسے نکلیں گے کہ اتنا خرچ برداشت کر سکیں۔

اس کم بخت جہیز کی بدولت یہاں ہمیشہ سے بیٹی ذات کی ناقدری رہی ہے۔ میں نے اکثر لوگوں کو بیٹی کی پیدائش پر بڑی حسرت سے کہتے سُنا ہے کہ "لو صاحب ہمارے اوپر تو پانچ ہزار کی ڈگری ہو گئی"۔ جس سے ان کی مراد یہی ہوتی ہے کہ اتنا بیٹی کو جہیز دینا پڑے گا۔ اور دیکھا بھی یہی گیا ہے کہ اُسی دن سے والدین کو جوڑنے کی فکر پڑ جاتی ہے۔ بیٹی کو کھلانے پہنانے پڑھانے لکھانے کی کوئی فکر نہیں بس جو کچھ ہے جہیز کی فکر ہے۔ اس قسم کے دقیانوسی گھرانوں میں ایک معمولی ملازمہ کی حیثیت بھی گھر کی لڑکی سے بہتر ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ اپنی مرضی کی مختار تو ہوتی ہے کہ جتنا کام چاہے ٹھیرائے اور جو معاوضہ چاہے مانگے اگر مرضی کے مطابق اُسے معاوضہ نہیں ملتا تو دوسرا گھر تلاش کر لیتی ہے۔ مگر لڑکی غریب کی حالت اس سے کہیں بدتر ہوتی ہے۔ وہی والدین جو لاڈلے بیٹوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کر کے انسان بناتے ہیں بے زبان لڑکی کو بالکل مویشی کی طرح پالتے ہیں۔ جتنی چاہیں اپنی اور اپنے لڑکوں کی اس سے خدمت لیں اور بھائیوں کی اترن اُسے پہنائیں اور جھوٹن کھلائیں مگر وہ غریب اُف نہیں کر سکتی۔ اور پندرہ سولہ برس تک اسی طرح اس کی گزر ہوتی ہے۔ پھر شادی کا وقت آتا ہے تو بغیر اس کا لحاظ کئے ہوئے کہ یہ بھی انسان ہے اور اپنی آئندہ زندگی کے لئے سوچنے سمجھنے اور پسند ناپسند کرنے کا حق رکھتی ہے۔ ماں باپ کی مرضی کے مطابق کسی شخص کے ساتھ وابستہ کر دی جاتی ہے۔ اس میں بھی اگر والدین اپنی بچی کی آئندہ زندگی خوشی سے گزرنے کا سامان دیکھ کر کریں تو صبر آئے مگر بعض اوقات تو ایسا اندھیر ہوتا ہے کہ کسی بوڑھے دائم المریض کے حوالہ کر دی جاتی ہے صرف اس لئے کہ دولت مند ہے۔ یا کسی آوارہ بدمزاج جاہل بیہودہ لڑکے کے ساتھ محض اس لئے بیاہ دی جاتی ہے کہ اس کی ماں لڑکی کی خالہ ہیں اور اگر بہن نے بہن کو بیٹی نہ دی تو دوسری بہن ساری عمر بہن کا منہ نہ دیکھے گی یا تایا کا لڑکا ہے اگر انکار کیا تو بھائی بھائی ہمیشہ کو چھوٹ جائیں گے وغیرہ وغیرہ ان قربانیوں کے صلہ میں اگر لڑکی کو چھکڑوں بھی جہیز دیا جاتا تھا تب بھی میرے نزدیک کم تھا۔ کیونکہ جو بدسلوکیاں اس غریب کے ساتھ پیدائش سے لے کر بیاہ کے دن تک کی جاتی تھیں اور جس صبر و رضا کے ساتھ وہ بے زبان انہیں برداشت کرتی تھی سچ پوچھئے تو اس کا

کوئی معاوضہ ہو ہی نہیں سکتا یوں آپ اپنے دل کی تسلی کے لئے جو چاہے دے ڈالئے مگر اب جبکہ زمانے نے اس کو بھی مساوات کا درجہ دے دیا ہے۔ اور بعض والدین نے بیٹی کے حقوق بھی بیٹوں کے برابر تسلیم کر کے دونوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت میں برابری کر دی ہے۔ اور شادی کے وقت بھی لڑکی کی اپنی مرضی اور آیندہ کی فلاح و بہبودی مدنظر رکھی جاتی ہے میراث میں بھی دونوں اپنے اپنے شرعی حصہ کے مالک ہوتے ہیں تو پھر کم از کم میرے نزدیک تو جہیز ایک مفت کا ٹیکس ہے جو محض اس خطا پر لڑکی کے والدین پر عائد ہوتا ہے کہ ان کے یہاں لڑکی کیوں ہوئی۔ ورنہ اگر اس خیال سے جہیز دیا جاتا تھا کہ لڑکے کی تعلیم پر والدین کا جو روپیہ خرچ ہوا لڑکی اس سے محروم رہی لہذا لڑکی کو جہیز دے کر وزن برابر کر دیا جائے تو اب لڑکی کی تعلیم کے بعد اس کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ یا اگر اس خیال سے دیا جاتا ہے کہ ضرورت کے وقت لڑکی کے کام آئے تو جو روپیہ جہیز پر صرف ہوتا وہ تعلیم پر خرچ کر کے کپڑے برتن زیور کا اور کاٹ کباڑ سے کہیں زیادہ قیمتی علم کا جہیز جو دیا جا رہا ہے وہی ضرورت کے وقت معاش کا وسیلہ بھی ہو سکتا ہے۔ اور اس نظر سے بھی جہیز کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اور اگر جہیز بطور رشوت کے دیا جاتا ہے کہ کنوارپنے میں جو ظلم لڑکی پر ہوئے ہیں جہیز کے دباؤ سے وہ ان کی شکایت نہ کرنے پائے تو اگر لڑکی اور لڑکے کی پرورش یکساں طریقے پر کی گئی ہے تو اب لڑکی کو کوئی موقعہ ہی نہیں جس کے ڈر سے جہیز کی رشوت کی ضرورت باقی رہے۔ اب صرف ایک عذر باقی رہ جاتا ہے کہ جہیز کے لالچ سے اچھے اچھے لڑکے خواستگار ہوتے ہیں اگر یہ لالچ نہ ہو تو لڑکی کی شادی ہی دشوار ہے۔ میرے نزدیک یہ سب سے بیہودہ عذر ہے کیونکہ جو لڑکا اتنا نالائق اور پست ہمت ہو کہ بیوی کے روپے یا جہیز کے لالچ سے شادی کرنے آئے وہ سرے سے اس قابل ہی نہیں کہ اس کو بیٹی دی جائے۔ کیونکہ قدرت نے معاش پیدا کرنا اور بیوی بچوں کا بار مرد کے ذمہ رکھا ہے اگر کوئی شخص اس کی اہلیت نہیں رکھتا تو اس کا کنوارا رہنا ہی بہتر ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ بیوی اس کی کفالت کرے اور وہ بیوی کا دست نگر بن کر رہے۔ غور کیجئے تو مرد کے لئے یہ انتہائی شرمناک بات ہے۔ مگر خدا بھلا کرے ہماری سوسائٹی کا کہ جہاں مرد کے اور بہت سے عیبوں پر خاک ڈالتی ہے وہیں یہ عیب بھی ہنر شمار ہوتا ہے اور لوگ خوشی خوشی ایسے لوگوں کو اپنی بیٹیاں دیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ منجملہ اور بہت سے اسباب کے ایک سبب یہ بھی ہماری قوم کی بربادی کا کاہلی اور بیکاری کا ہے اگر یہ بات بے شرمی میں داخل ہو تو بہت سے نکمے لوگ آرام طلبی کو خیرباد کہہ کر اپنی قوتِ بازو سے کام لینے لگیں اور قومی افلاس کا رونا ایک حد تک کم ہو جائے۔ دوسری طرف لڑکی والوں کو بھی جہیز کی فکر سے نجات حاصل ہو جائے جو لڑکے لڑکی کی پرورش اور تعلیم و تربیت یکساں کرنے کے بعد محض ایک جبریہ ٹیکس کی حیثیت سے ان پر عاید ہوتا ہے۔ اور لڑکوں کی حق تلفی ہوتی ہے۔ کیونکہ جب دونوں کی تعلیم پر برابر روپیہ خرچ کیا گیا ہے تو پھر

باقی صفحہ ۵۰ پر دیکھئے

# انگلستان میں گرمیوں کی بہار

ہندوستان میں گرمیوں کے مہینے مئی اور جون، خدا کی پناہ آفتاب کی حرارت دہوپ کی تیزی اور لو کی تپش کی وجہ سے ایک آفت جان اور تن بدن کے لئے مصیبت ہوتے ہیں۔ آفتاب کے ذرا بلند ہوتے ہی گھر سے نکلنا دشوار ہو جاتا ہے تالاب خشک اور راستے گرد وغبار سے بھر جاتے ہیں۔

لیکن انگلستان میں گرمی کا زمانہ دلفریبی اور دلکشی کا وقت ہوتا ہے۔ سردی کا موسم ختم ہوتے ہی دن بڑا ہوتا جاتا ہے اور آفتاب جو دنوں اور ہفتوں نظر نہ آتا تھا اب روز نظر آتا اور اس کی گرمی محسوس ہونے لگتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ ناٹک کا پہلا پردہ اٹھ گیا اور دوسرا منظر سامنے ہے۔ جدہر دیکھو سبزا ہی سبزا نظر آتا ہے، تمام چھوٹے بڑے درخت جو بے برگ و بار نظر آتے تھے اب سرسبز اور شاداب ہو جاتے ہیں چشموں اور آبشاروں کا پانی جو سردی سے منجمد ہو کر برف ہو جاتا ہے اب جاری ہو جاتا ہے۔ رنگ برنگ کے خوبصورت پھول کھلنے لگتے ہیں جن کی بوقلمی اور رنگینی سے آنکھوں کو سرور اور ان کی خوشبو سے دماغ کی فرحت ہوتی ہے۔ غرض کہ گرمیوں میں شہروں کی چہل پہل، باغوں کی دلفریبی، جنگلوں کی دلکشی، اور ساحل سمندر کی بہار کچھ اس قدر پر لطف ہوتی ہو کہ بس دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ شہروں میں برف باری وغیرہ کے باعث جو تاریکی اور اداسی چھائی ہوتی ہے وہ دور ہو جاتی ہے روزانہ آفتاب کے طلوع ہونے سے ہر طرف مسرت اور خرمی نظر آتی ہے ہر طرف بازاروں میں پھولوں کے پودے فروخت کے لئے آجاتے ہیں۔ اور ہر شخص ان کی خریداری میں مصروف ہو جاتا ہے تاکہ اپنے مکانوں میں ان کو نصب کر کے گل و گلزار بنا دے۔ کپڑوں کی دوکانوں میں صدہا قسم کے رنگ برنگ کے کپڑے آئینوں کی الماریوں میں آویزاں ہو جاتے ہیں۔ نئی نئی وضع کے لباس خوبصورت اسٹاچو پر اس طرح پہنا دئے جاتے ہیں کہ اصلی عورت کا دہوکہ ہوتا ہے۔ ان کپڑوں کی رنگینی اور ان کی وضع وقطع اور خوبصورت پتیوں کی جامہ زیبی یہ ایسے اسباب ہیں جو گاہک کو خود بخود خریداری کی طرف مائل کر دیتے ہیں۔

مردوں اور عورتوں کے بدن سے سیاہ لبادے اتر جاتے ہیں اور ہر طرف رنگ برنگ کے صدہا اقسام کے ملبوس نئی نئی وضع وقطع میں نظر آنے لگتے ہیں۔ غیر ممالک کے صدہا بلکہ ہزاروں اشخاص ہر طرف دکھائی دیتے ہیں، مشہور مقامات اور بڑے بڑے بازاروں میں ان کے مجمعے ایک خاص کیفیت پیش کرتے ہیں باغوں کی دلفریبی ایک جدا منظر پیش کرتی ہے۔ انگلستان کے باغ ہمارے باغوں سے جداگانہ صورت

رکھتے ہیں یہاں کے باغوں کے لوازمات سبزی کے طویل وعریض تختے اور کھیلوں کے میدان ہیں۔

باغوں میں ایک طرف اس قسم کے میدان ہیں تو دوسری طرف بیسیوں رنگ کے پھول اپنی بہار دکھاتے ہیں کہیں سرخ کہیں زرد کہیں ارغوانی کہیں بنفشئی کہیں سفید اور کہیں سیاہ غرض پھولوں کی صدہا اقسام اپنی رنگا رنگی سے ایک دلکش منظر پیش کرتے ہیں اور ان کی مہک سے دماغ اور روح کی بالیدگی ہوتی ہے۔

یوں تو ہر روز مگر عموماً شنبہ اور یکشنبہ کے دن ان باغوں میں آنے والوں کی تعداد ہزاروں تک پہونچ جاتی ہے۔ کسی طرف عورت و مرد کے جوڑے اور کسی طرف دوستوں کے مخلوط مجمعے مصروف طعام وکلام نظر آئیں گے کہیں کھیل کود اور گانا بجانا ہوگا۔ کہیں مخصوص لباس پیراکی میں آدم کے بیٹے اور حوا، کی بیٹیاں تیرتی ہوں گی، اس موقع پر یہ امر نہایت مشکل ہوتا ہے کہ دیکھنے کے لئے رنگ برنگ کے خوبصورت پھولوں کو ترجیح دی جائے یا گلگشت کرنے والی حوا کی خوبصورت دختروں کو۔ ان کے لباس کی رنگ آرائی اور عطر بیزی پھولوں کو مات کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

جنگلوں اور پہاڑوں کی دلکشی بھی اس زمانہ میں کچھ کم نہیں ہوتی۔ اونچے اونچے پہاڑ چوٹی سے دامن تک سبز مخملی لباس سے آراستہ ہوتے ہیں۔ کہیں اونچے اونچے درخت کہیں گنجان مگر بے خوف وخطر جھاڑی جہاں نہ تو جنگلی درندوں کا خوف اور نہ سانپ بچھو کا اندیشہ انسان کو تکلیف پہونچانے والی کوئی مخلوق ہے ہی نہیں۔ یوں تو ہر روز مگر عموماً شنبہ اور یکشنبہ کے دن جنگل میں منگل ہوتا ہے۔ جدہر دیکھو بیسیوں پارٹیاں جن میں عورت و مرد دونوں ہوتے ہیں ہنسی مذاق کھانے پینے۔ کھیلنے کودنے، گانے بجانے میں مصروف نظر آتی ہیں۔

ساحل سمندر کی بہار کچھ اور ہی لطف رکھتی ہے۔ جہاں شہروں کی دلبستگی، باغوں کی دلفریبی، جنگلوں کی دلکشی سب کچھ نظر آجاتی ہے۔ اور پھر ساحل سمندر کی پُرلطف زندگی طرفہ تماشہ ہوتی ہے۔

چونکہ انگلستان میں عموماً جون سے چار ماہ تک مدرسوں اور کالجوں کی تعطیل ہوتی ہے اور بہار کی وجہ سے غیر ممالک کے سیاح بھی اسی زمانہ میں آتے ہیں اس لئے ساحل سمندر کے مقامات پر لوگوں کے مجمعے اور میلے لگے رہتے ہیں، دن عید اور رات شب برات کی طرح بسر ہوتی ہے۔

محل وقوع کے لحاظ سے سواحل انگلستان تین اقسام پر منقسم کئے جا سکتے ہیں۔

(الف) وہ ساحل جن کے "بیچ" ( Beach ) پہاڑ پر واقع ہیں۔ (ب) وہ ساحل جن کے "بیچ" پہاڑوں کے متصل واقع ہیں۔ (ج) وہ ساحل جن کے "بیچ" کے اختتام پر پہاڑیاں واقع ہیں۔

سمندر پر آنے والوں کے سامان تفریح اور امور مشاغل مختلف ہیں ان کی کسی قدر وضاحت کی جاتی ہے۔

طلوع آفتاب کے ساتھ ہی ہوٹلوں اور پرائیوٹ[1] ہوٹلوں اور خانگی رہائش گاہوں اور دیگر قرب وجوار کے لوگ لب ساحل "بیچ" پر آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ اور یہاں وہ مختلف مشاغل میں منقسم ہو جاتے ہیں بعض پیدل دور تک چلے جاتے اور پہاڑوں وغیرہ میں مختلف کھیلوں میں مصروف ہو کر دن بسر کرتے ہیں۔ بعض ذاتی اور کرایہ کی موٹروں[2] میں دیگر قرب و جوار کے دیہات اور ساحل وغیرہ کے معائنہ کے لئے چلے جاتے ہیں، بعض ٹینس اور گالف وغیرہ کھیلوں میں مصروف ہوتے ہیں۔ ایک بڑی جماعت لب ساحل مقیم ہو جاتی ہے۔ یہاں ان کے مشاغل مختلف ہوتے ہیں۔ کچھ تو کرسیوں پر دراز ہو کر اخبار اور کتب بینی میں مشغول ہوں گے۔ کچھ ساحل کی ریت پر کھیل کود میں وقت گزاریں گے، کچھ کشتیوں میں سوار ہو کر سمندر کی سیر کریں گے۔ کچھ سمندر میں تیرنے اور غوطہ لگانے میں مصروف ہوں گے۔ بعض لوگ کھیل کود کے مختلف عارضی مقاموں پر تفریح کے لئے چلے جاتے ہیں۔

دوپہر کے وقت ایک کثیر حصہ کھانے کے لئے چلا جاتا ہے اور ایک حصہ وہیں خورد و نوش کر لیتا ہے اس طرح تمام دن ساحل سمندر پر میلا لگا رہتا ہے۔ صبح کی طرح پھر سہ پہر کو لوگوں کا جمگھٹا ہوتا ہے اور اب ان کے مشاغل میں کچھ تغیر بھی ہو جاتا ہے بعض صرف گنگشت اور چہل قدمی میں مصروف ہو جاتے ہیں، مگر یاد رہے کہ کوئی فرد بشر تنہا نہیں ہوتا یا تو جوڑا ہو گا یا پھر دوست احباب جن میں دونوں جنس کی شرکت لازمی ہوتی ہے۔ ساحل پر مختلف اوقات میں بینڈ بجایا جاتا ہے اور اس کی نغمہ سنجی کے لئے بھی کثیر مجمع جمع رہتا ہے۔ ایک بڑا مجمع عارضی تماشا گاہوں کے احاطوں میں چلا جاتا ہے یہاں مختلف قسم کے جھولے ہوتے ہیں جو برقی قوت سے چلائے جاتے ہیں۔ ان میں عموماً دو آدمیوں کی نشست کا انتظام ہوتا ہے۔ ان جھولوں میں مسرت حاصل کرنے اور لطف اندوز ہونے کے لئے مختلف انتظامات کئے جاتے ہیں۔ مثلاً

(۱) جھولوں کی کرسیوں میں (جو ایک دائرہ میں گردش کرتی رہتی ہیں) دوران گردش میں نیچے کی جانب سے تیز ہوا آتی ہے جس کے باعث باریک کپڑے اڑنے لگتے ہیں۔ اور پھر یہ کرسیاں ناپ کے ذریعہ بند ہو سکتی ہیں۔ دوران گردش میں پانچ سات منٹ کے لئے یہ خود بخود بالکل بند ہو جاتی ہیں اور اب کرسی کے اندر شب تاریک کا سما پیدا ہو جاتا ہے۔ اور عموماً ہوا اس وقت آنے لگتی ہے جبکہ کرسی کی چھت کھلنے لگتی ہے۔

(۲) بعض جھولے اس قسم کے ہوتے ہیں کہ ان میں بیسیوں دھچکے ایسے ہوتے ہیں کہ ساتھ بیٹھنے والے کی ایک دوسرے سے ہلکی سی ٹکر ہو جائے۔ (باقی دیکھئے صفحہ ۵۰ کالم دوم)

---

[1] پرائیوٹ ہوٹل ان کو کہتے ہیں جن کا لائسنس نہیں ہوتا ان کو فیملی کہہ سکتے ہیں۔ [2] عموماً بڑی بڑی موٹر ہوتی ہیں جو "فنربان" کہلاتی ہیں جس ...

ساحل سمندر (ہیسٹنگ)
پہاڑی پر چڑھنے کی گاڑی جو
مثل ریل گاڑی کے ہے

پیرس کے ایک باغ کا منظر

ساحل سمندر پر تیرنے کا حوض

ساحل سمندر (سنٹھوں) پر لوگوں کا قیام
ایک خاندان

ساحل سمندر (شلینگ) کی پہاڑی پر ٹینس کورٹ
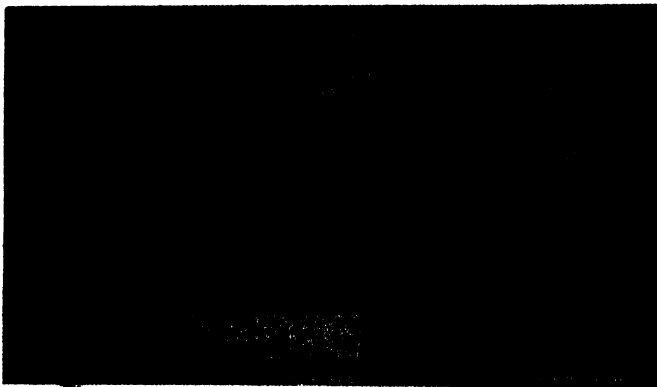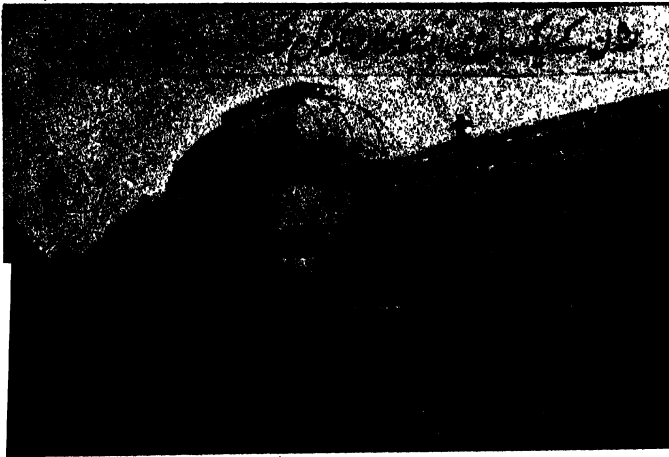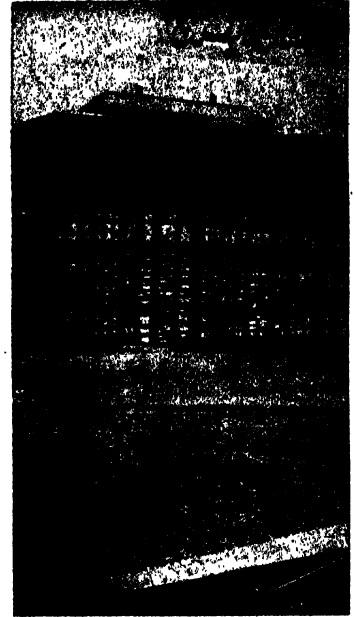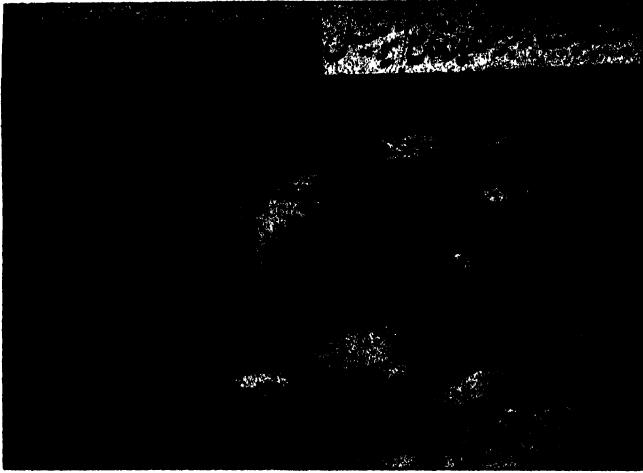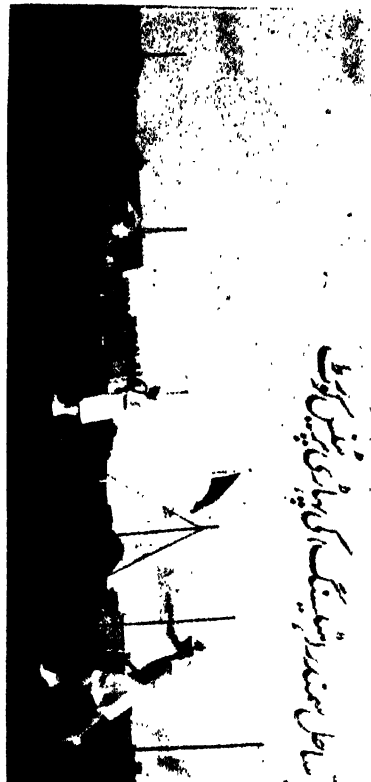
# عورتیں اور سیاسیات

لیڈی ایسٹر پہلی خاتون ہیں جو انگلستان کی پارلیمنٹ کی رکن منتخب ہوئی ہیں۔ ذیل کے صفحات میں ان ہی کے مضمون کا ترجمہ درج کرتی ہوں۔ انھوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ یورپ اور امریکہ کی حالت دیکھ کر لکھا ہے مگر افسوس ہے کہ ہندوستان کی حالت اور بھی زیادہ خراب ہے۔ نئی سیاسی اصلاحات جلد جاری ہونے والی ہیں۔ اس میں ہندوستانی عورت کو بھی سیاسی حقوق ملیں گے۔ دیکھنا یہ ہے کہ ان حقوق سے ہم کتنا فائدہ اٹھانے کے قابل ہیں۔

لوگ مجھ سے اکثر دریافت کرتے ہیں کہ میں نے سیاسی کاموں میں کیوں حصہ لینا شروع کیا۔ میں اس مضمون میں اپنا پورا مطلب بیان کرنے کی کوشش کروں گی۔ دنیا کے اکثر کام جن سے مجھے دلچسپی ہے وہ سیاست کے بل پر چلتے ہیں۔ مثلاً چھوٹے چھوٹے بچوں کی صحت اور ان کے رہنے سہنے کا طریقہ اور بچوں کا مزدوری کرنا وغیرہ۔ مگر میں جب زیادہ سوچتی ہوں تو معلوم ہوتا ہے ان حالات سے زیادہ اہم باتوں نے مجھے سیاسی کاموں میں حصہ لینے پر مجبور کیا۔ میرا خیال ہے کہ عورتیں سمجھدار اور قابل اعتبار ہیں۔ مگر انہیں آج تک کبھی سیاسی معاملات میں حصہ لینے کا موقعہ نہیں ملا۔ بچوں کی پرورش اور معاشرتی معاملات بھی دنیا کے ہی جھگڑے ہیں۔ جس چیز نے کہ مجھے پبلک کی زندگی میں حصہ لینے پر مجبور کیا وہ یہ تھی کہ دنیا کی سیاسی زندگی میں عورت کی بہت ضرورت ہے یہ سچ ہے کہ عورت کو سیاسی کاموں میں حصہ لینے کا موقعہ ضرور ملا ہے مگر بہت کم۔ یعنی بیس صدیوں میں صرف بیس گذشتہ سال کے لئے۔ ہمیں اس گزرے ہوئے زمانے کا ذکر نہ کرنا چاہیئے۔ ہم جانتے ہیں کہ اس تاریک زمانے میں بھی عورتوں نے اپنے شوہروں پر اور بیٹوں پر خوب زور چلایا ہوگا۔ بہت سی مشہور بیگمات اور زبردست شہزادیاں اور ان سے بھی زیادہ بااثر عورتیں گزری ہیں جن پر ملکوں اور سلطنتوں کی قسمت کا دارومدار تھا۔ مگر رائے دینے کا حق حاصل کرنا اور اس سے کام لینا بالکل دوسری چیز ہے۔ اور دنیا میں بالکل نئی بات ہے میرا خیال ہے کہ عورتوں کو سیاسی اور معاشرتی آزادی حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کرنی پڑی اس سے زیادہ دلچسپ چیز شاید ہی دنیا میں کوئی ہو۔ انیسویں صدی کے وسط تک عورتیں عقل و فہم اور اخلاقی اور جسمانی لحاظ سے مردوں سے کم سمجھی جاتی رہیں۔

ذرا جین آسٹن کے ناولوں پر نظر ڈالئے۔ وہ نہایت دلچسپ ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ

جین اسٹن سمجھتی تھی کہ عورتوں میں بھی عقل و تمیز ہوتی ہے۔ مگر باوجود اس کے عورتوں کا بات بات پر ڈر جانا اور بے وقوفی کی باتیں کرنا، بے کاری کی زندگی بسر کرنا اس زمانے میں عورتوں کی خوش قسمتی سمجھی جاتی تھی۔ مگر مشکل یہ تھی کہ اس زمانے کی عورتوں کو کچھ کام کرنے کو نہ تھا۔ انگلستان میں اچھے گھرانے کی عورتوں کو دستکاری اور آداب مجلس سکھائے جاتے تھے۔ اگر وہ اس کام سے واقف ہوں اور ایک خاص انداز سے کمرے میں داخل ہونا سیکھ جائیں تو سمجھ لیا جاتا تھا کہ ان کی تعلیم مکمل ہو گئی۔ یہ ہی حال امریکہ کا بھی تھا۔ مگر وہاں پرانی رسموں کی بہت پابندی نہ کی جاتی تھی۔ انگلستان رسموں کی زنجیر میں اس طرح جکڑا ہوا تھا کہ صرف موت ہی اس سے نجات دلا سکتی تھی۔ انیسویں صدی میں خوش قسمت عورتوں کا یہ حال تھا اور بد قسمت عورتوں کا اس سے بھی برا۔ اگر ہم جوزفائن بٹلر کے مضامین پڑھیں تو ہمیں اس بات کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ ان بیچاری بد قسمت عورتوں پر کیا گزری تھی۔ وہ پہلی عورت تھی جس نے مرد کی برابری کی آزادی کے واسطے لڑنے پر کمر باندھی۔ اور اپنی بدنامی کی بالکل پروا نہ کی۔ وہ شفاخانوں اور قید خانوں میں پہنچی اور ان جگہوں تک رسائی حاصل کی جہاں دنیا کے بدترین بد قسمت لوگ جمع ہوتے تھے اسے معلوم ہوا کہ دم بلب فاحشہ عورتیں اور کم عمر مائیں کس طرح جانوروں سے بدتر زندگی بسر کر رہی ہیں۔ ان کی اس نے مدد اور جہاں تک ہو سکا ان کی دلداری کی۔ لیکن بہت جلد اس نے محسوس کیا کہ محض وقتی طور پر ان کو بچا لینا کافی نہیں۔ اب اس نے اپنی پوری کوشش سے قانون کو بدلوانے کی کوشش کی۔ یہ اس زمانے کا واقعہ ہے جب عورتوں کو رائے دہی کا حق ملنے کی امید بھی نہ تھی۔ خوش قسمت عورتوں کی بیکارانہ زندگی اور بد قسمت عورتوں کی تباہ حالی کو دیکھ کر بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ خوش قسمت نہ قانون سازی کے ذریعے اپنی بد قسمت بہنوں کی مدد کر سکتی تھیں نہ تباہ حال عورتوں کو کسی قسم کی مدد کی امید تھی۔ اور نہ ان کو قابل مدد سمجھا جاتا تھا۔

اس خیال نے کہ عورتیں مردوں سے کم درجہ رکھتی ہیں۔ انہیں بہت نقصان پہنچایا۔ انہیں نہ تعلیم دی جاتی تھی نہ اس قابل سمجھا جاتا تھا کہ وہ مال و دولت اور جائداد کی مالک بن سکیں۔ انہیں اپنی اولاد پر بھی کچھ حق حاصل نہ تھا اور نہ اپنے شوہر کی مرضی کے خلاف کچھ کام کر سکتی تھیں۔ سو سال پہلے انگلستان اور امریکہ کا ایک ہی سا حال تھا۔ اگر عورتیں کمانے کے خیال سے کام کرتیں تو انہیں مزدوری اتنی کم ملتی کہ نہ ہونے کے برابر تھی پھر جو کچھ تھوڑا بہت وہ کماتیں اس کے مالک قانوناً ان کے شوہر قرار دئے جاتے۔ ان کو اپنی بیبیوں کے مارنے کا حق تھا۔ مگر شرط یہ تھی کہ جو بید استعمال کریں وہ ان کے انگوٹھے سے زیادہ موٹی نہ ہو۔ اگر وہ چاہتے تو اپنی بیوی کو اپنے گھر میں قید بھی کر سکتے تھے۔ لوتھر کشادہ دل وسیع خیالات کا آدمی سمجھا جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اگر عورت بچے پیدا کرتے کرتے کمزور ہو جائے یا مر بھی جائے تو اس کی کچھ پروا نہ کرنی چاہئے کیونکہ وہ اسی

کام کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ یہ تھی ان عورتوں کی حالت جن کو اب حق رائے دہی حاصل ہو چکا ہے جب انھوں نے آزادی کی کوشش شروع کی ہے ان کی تباہ حالی حد سے گزر چکی تھی۔ کچھ کم بیس سال ہوئے یورپ اور امریکہ میں انہیں واقعی شہری حقوق حاصل ہوئے ہیں۔ ایسے حالات میں تعجب خیز بات نہیں اگر وہ اپنے آپ کو اس وقت بھی مردوں کے مقابلے میں ناکارہ سمجھتی ہیں۔

میں وہ سب مدارج بیان نہیں کرنا چاہتی جن سے ہو کر آزادی نسواں کی تحریک کو گزرنا پڑا تھا۔ اور نہ یہ بیان کرنا چاہتی ہوں کہ انیسویں صدی میں اس تحریک نے کس حد تک ترقی کی۔ مگر تھوڑے واقعات بیان کر دینا دلچسپی کا باعث ہوگا۔ اصل واقعہ جس کی وجہ سے لوگوں کی توجہ اس طرح مبذول ہوئی وہ امریکہ میں پیش آیا۔ اور انگریز عورتوں کو بھی اس سے مدد ملی۔ واقعہ یہ ہوا ۱۸۴۰ء میں غلامی کے خلاف بہت بڑی کانفرنس لندن میں ہوئی۔ اس میں اہل امریکہ نے اپنے اچھے رائے دینے والے بھیجے کل سات نمائندے تھے ان میں چار عورتیں بھی تھیں۔ وہ چاروں اچھے اونچے گھرانوں کی پڑھی لکھی بیگمات تھیں مگر لندن میں ان کا اس کام کے لئے آنا بہت عجیب بات سمجھا گیا اور لوگوں کو ان کے اس کانفرنس میں حصہ لینے سے بہت صدمہ ہوا۔ آخر کار منتظموں نے انہیں اس میں دخل دینے کی ممانعت کر دی۔ مجبوراً ان خواتین کو گیلری میں جا کر بیٹھنا پڑا۔ اور کسی کارروائی میں حصہ نہ لے سکیں۔ ولیم لائڈ گریزن کو جو اس کانفرنس کا سب سے جوشیلا رکن تھا اس واقعہ پر بہت غصہ آیا وہ جا کر عورتوں کے ساتھ بیٹھ گیا اور کہا کہ "میں اس طرح کی کانفرنس سے الگ ہو کر عورتوں میں بیٹھنا زیادہ اچھا سمجھتا ہوں" اس واقعہ سے لندن کے لوگوں پر بڑا اثر پڑا۔

اہل امریکہ پر بھی اس کا اثر ہوا۔ بعض عورتوں کو اس سے ایسا صدمہ ہوا کہ انھوں نے اسی وقت سے عورتوں کا مرتبہ بدلنے کی کوشش کر دی۔ اسی طرح عورتوں کی رائے دینے کی مہم امریکہ میں شروع ہوئی۔ اس بات سے انگریز عورتوں کو بھی غصہ آ گیا اور انھوں نے بھی ایک اسی طرح کی تحریک اپنے ملک میں شروع کر دی۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ ترقی شروع ہوئی اور لوگوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہونے لگا کہ عورتوں میں بھی جان اور عقل ہے امریکہ کی صرف چند ریاستوں میں عورتوں کو سب سے پہلے حق رائے دہی دیا گیا۔ اور ساتھ ہی ساتھ دوسری باتوں میں بھی عورتوں کے درجے میں بہت ترقی ہوئی۔ انگلستان میں عورتوں کو اپنی جائداد کے مالک ہونے کا حق ۱۸۸۲ء میں ملا اور انہیں تعلیم دی جانی شروع کی گئی اس سے تحریک نسواں کو اور بھی زیادہ مدد ملی۔

ہر وقت عورتیں اس کوشش میں لگی رہتی تھیں کہ کسی طرح موقعہ پا کر دنیا کو ترقی کرنے میں مدد دیں مگر بعض

مردانوان سے اتنا ڈرتے تھے کہ انھوں نے اس معاملے میں ان "چھینے والی" عورتوں کی بات سُننا بھی مناسب ہی نہ سمجھا۔ باوجود ان سب رکاوٹوں کے یہ تحریک زندہ رہی۔ دنیا کی چند بہترین عورتوں نے اس کے لیئے اپنی زندگی وقف کر دی۔ لیکن آخر جنگ عظیم میں مردوں کی آنکھیں کھلیں اور انھوں نے سمجھا کہ یہ بیچ پکار کس لئے ہے۔ جب لڑائی شروع ہوئی اور عورتوں نے اس میں حصہ لیا تو مردوں نے محسوس کیا کہ عورتیں بھی کچھ کام کر سکتی ہیں۔ ان میں بھی مردوں کی طرح عقل اور طاقت ہے۔ اور وہ ملک کے لئے خصوصًا خطرہ کے وقت اتنی ہی کارآمد ہیں جتنے کے مرد۔

مگر اب تک ان کو رائے دہی کا حق نہیں ملا تھا۔ مجھے وہ وقت یاد ہے جب میں ایک جلوس میں مسٹر لائڈ جارج کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی کہ عورتوں کو بھی ہتیار بنانے میں حصہ لینے کی اجازت دی جائے تجارتی مجلسوں نے اس کی سخت ممانعت کی۔ مگر انگلستان کی یہ حالت تھی کہ ہتھیاروں کی کمی کی وجہ سے لڑائی میں ہارنے کا اندیشہ ہر وقت لگا ہوا تھا۔ اور کاریگروں کی کمی تھی کیونکہ مرد ملک سے باہر جنگ میں مشغول تھے۔ ان سب باتوں کے باوجود تجارتی مجلسوں نے رعایت کرنے سے انکار کر دیا "یہ مردوں کا کام ہے۔ ہم عورتوں کو یہ کام نہیں دینا چاہتے" ہمیں یہ کام کرنے کے لئے سرکار سے بھیک مانگنی پڑی۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے اعلےٰ طبقہ کی مزدور لڑکیوں کو وہ کام چھ مہینے میں سیکھتے دیکھا جس کے سیکھنے میں مرد تین سال لگاتے تھے۔ اب اور ترقی ہوئی مجھے وہ وقت اچھی طرح یاد ہے جب عورتیں گھروں سے باہر نکلیں اور ہر مفید کام میں مردوں کے دوش بدوش کام کرنے لگیں اور کبھی شکایت کا ایک حرف زبان سے نہ نکالا ہزارہا عورتیں گولے اور ہوائی اور بحری جہازوں کے پرزے بنانے میں مصروف تھیں۔ عورتیں وہ کام کر رہی تھیں جو مردوں نے لڑائی میں جانے کی وجہ سے چھوڑ دیئے تھے۔ انھوں نے ہر ایک کام خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ اور ہر شخص نے اسے محسوس کیا۔ مگر حالت یہ تھی کہ یہی عورتیں جو بظاہر اطمینان سے ہر وقت کام میں مصروف رہتی تھیں انہیں اس زمانے میں اپنے کسی عزیز کی موت کی خبر ملتی رہتی تھی۔ مگر انہیں کسی نے ماتم کرتے نہیں دیکھا وہ بہت سخت وقت تھا مگر عورتوں نے بھی بتا دیا کہ ہم بھی کچھ کر سکتے ہیں۔ اور ہم بھی ملک کے لئے کارآمد ہیں۔ جب لڑائی ختم ہوئی تو عورتوں نے محبت اور جفاکشی سے وہ درجہ حاصل کر لیا تھا کہ انہیں بلا کسی مخالفت کے حق رائے دہی مل گیا۔ اب انہیں "مجرموں دیوانوں اور بے کار لوگوں" کی صف میں سے نکال کر آدمیت کا درجہ دے ہی دیا گیا۔

امریکہ میں بھی اسی طرح کے واقعات گزر رہے تھے۔ جب وہاں یہ قانون پاس ہوا ہے تو اُس

زمانے میں انگلستان کی پارلیمنٹ میں اسی مضمون کا ایک قانون زیر بحث تھا۔
ہم نے اپنی فتحمندی پر خوب خوشیاں منائیں۔ میں جانتی ہوں کہ اس زمانے میں۔ امریکہ کی عورتوں کو بھی حق رائے دہی کی اتنی ہی ضرورت تھی جتنی کہ انگلستان کی عورتوں کو تھی۔ ہم نے لڑائی میں اپنے نو لاکھ جوان آدمی کھودئے تھے۔ جنگ کے بعد جب حالات ذرا درست ہوئے تو معلوم ہوا کہ عجیب و غریب انتخاب کنندگان باقی بچے ہیں ان میں وہ لوگ تھے جو کہ ابھی لڑائی سے واپس آئے تھے ان کا خیال تھا کہ "ہم ملک کی بہت خدمت کر چکے ہیں اب ہمیں اپنے ملک میں ہی جنت مل جانی چاہیئے" ان کے علاوہ وہ تھے جنہوں نے کہ لڑائی کے دوران میں دونوں ہاتھوں سے عوام اور حکومت کو لوٹ کر اپنا گھر بھرا تھا۔ اور اب ہر طریقے سے اسے محفوظ رکھنا چاہتے تھے پھر ایسے لوگ بھی تھے جو اس وقت کے انتظار میں تھے کہ اگر موقعہ ملے تو انگلستان کی حکومت کو توڑ کر اس کا حال روس سا کردیں ادھر عورتیں تھیں جنہیں ابھی آزادی ملی تھی، جنہوں نے نہ تو اب تک سیاسی کاموں میں حصہ لیا تھا اور نہ ان معاملات پر غور کیا تھا۔ ان بے ترتیب انتخاب کنندوں کی جماعت کو سنبھالنے والے چند مدبر تو ضرور موجود تھے۔ مگر یہ بھی جنگ کے بعد آرام کرنے کے خواہاں تھے۔ اس وقت دنیا کے پرخچے اڑ گئے تھے حالت ناقابلِ بیان طور پر خراب تھے۔ صلح نامہ مکمل نہ ہوا تھا۔ اور ہر قسم کے مسائل پیدا ہو گئے تھے جنہیں طے کرنے کی ضرورت تھی۔ یہ بڑا نازک موقعہ تھا۔ ایک طرف تو لوگ آرام کرنے کی فکر میں تھے۔ اور دوسری طرف ایسے لوگ بھی تھے جو کام کرنے کے خواہاں تھے۔
ڈیڑھ سال تک انگلستان باوجود مشکلات کے آہستہ آہستہ ترقی کرتا رہا۔ میں پہلی دفعہ ۱۹۱۹ء میں پارلیمنٹ میں داخل ہوئی۔ مجھے پورا یقین ہے کہ عورتیں ہی تھیں جن کی کوشش سے انگلستان کا کام اچھی طرح چلتا رہا۔ اس میں شک نہیں کہ انہوں نے اپنا نیا کام بہت اچھی طرح انجام دیا۔ اور ہر وقت اسی کوشش میں لگی رہیں کہ دنیا کو لڑائی سے بچائے رکھیں۔ یہ عورتوں ہی کی کوشش کا نتیجہ تھا کہ دوسرے ملک انجمن اقوام کے اصول پر قایم رہے یہ ہی عورتیں درحقیقت اس انجمن کی پشت پناہ تھیں۔ انھوں نے مردوں کو اپنا ہم خیال بنالیا تھا اور انہیں کام پر لگاتیں تھیں کسی سیاس کی زندگی اس وقت کسی مصرف کی نہ تھی جب تک کہ وہ اس انجمن کی کم از کم زبانی تعریف نہ کرے۔ مثلاً انگلستان میں لارڈ سیسل انجمن اقوام کا سب سے بڑا حامی تھا۔ اور اسی کی تقریروں میں حاضرین کی تعداد سب سے زیادہ ہوتی تھی۔ جب سے عورتوں کو حق رائے دہی ملا ہے۔ انگلستان کی پارلیمنٹ نے کسی دوسرے ملک کے مقابلے میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ قوانین پاس کئے ہیں۔ پارلیمنٹ نے باوجود کا۔ خانے والوں کی

مخالفت کے۔ شراب بیچنے کی روک تھام کی اور دوسرے کاموں کی طرف توجہ کی مثلاً بے کاروں غریبوں اور چھوٹے بچوں کی حفاظت۔ عورتوں کی ترقی اس طرح رفتہ رفتہ جاری رہی۔ پارلیمنٹ کا ہر ایک ممبر بتائے گا کہ ایسے مفید کاموں کو شروع کرنے والی ہمیشہ عورتیں ہی تھیں۔ سیاسی کاموں میں اب بھی مرد ہی زیادہ حصہ لیتے ہیں۔ مگر ان کو ہمت دلانے والی عورتیں ہی ہیں۔

اتنے تھوڑے عرصے میں ہی عورتوں نے عام لوگوں کی مصروفیت کو تبدیل کرنے میں کامیابی حاصل کر لی ہے۔ چنانچہ آج کل انگریزی پارلیمنٹ کے انتخاب کے وقت جو مسائل پیش رہتے ہیں۔ ان سب کا تعلق زیادہ تر امن و امان خانگی معاملات اور بہتر سکونتی مکانات سے ہوا کرتا ہے۔ تاریخ میں قانون سازی نے اتنی ترقی کبھی نہ کی تھی۔ جتنی کہ عورتوں کے رائے دینے سے ہوئی۔ امریکہ کا بھی یہی حال ہے واقعہ یہ ہے کہ ایسا ہونا بھی چاہئے تھا۔ رائے دینے والی عورتیں کبھی اپنے ملک کو نقصان نہیں پہنچائیں گی اور خدا کرے ملک بھی انہیں نقصان نہ پہنچائے۔

انگلستان نے بڑی عقلمندی سے رفتہ رفتہ ترقی کی ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ یہ سب عورتوں ہی کی کوشش کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ عورتوں میں ترقی کا مادہ مردوں سے زیادہ ہے۔ مگر ہر ایک عورت کے متعلق ہم یہ خیال نہیں کر سکتے۔ کیونکہ سب عورتیں ایک طرح کی نہیں ہوتیں۔ مجھے متعدد سر برآوردہ عورتوں سے واقفیت ہے۔ اور مجھے معلوم ہے کہ وہ عورت جس میں عقل اور فہم کا مادہ موجود ہے ترقی کی خواہاں ہے۔ عورتوں نے پہلے کوئی غلطی نہیں کی جس کے متعلق وہ سوچیں۔ وہ تو صرف ترقی کرنا چاہتی ہیں۔ اور ان کی جد و جہد میرے خیال میں صرف یہ ہے کہ اپنے بچوں کے لئے زندگی کو زیادہ خوش گوار اور آسان بناویں۔ تاکہ دنیا ان کے بیٹوں کے لئے پر امن ہو جائے اور وہ لڑائی میں مارے نہ جائیں۔ اور بیٹیوں کی خوشی خوشی گزرے۔ ان خیالات کی عورتیں۔ بادشاہت کی خواہش مند نہیں بلکہ ہر مہذب قوم کو آزاد اور ترقی یافتہ دیکھنا چاہتی ہیں۔

میں اکثر سوچا کرتی ہوں کہ تہذیب و تمدن سے آخر کیا مطلب لیا جاتا ہے۔ یہ لفظ عام طور پر بولا جاتا ہے مگر سب لوگ اس سے ایک ہی معنے نہیں لیتے میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ دنیا نے مشینوں سے کام لینے میں ترقی ہے۔ اور یہ واقعہ ہے کہ موجودہ زمانے کی ایجادوں سے عورتوں کو ہی سب سے زیادہ فائدہ پہنچا ہے۔ مگر مجھے اس بات کا بھی احساس ہے کہ حب وطن کی طرح صرف مشینوں کی ترقی دیکھنا کافی نہیں۔ اگر ہم اصلی معنوں میں تہذیب و تمدن کو پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتے ہیں تو ہم کو اس سے بہت کچھ زیادہ چاہئے بجائے اس کے کہ ہم مشینوں کے قبضے میں ہوں مشینوں کو ہمارے قبضے میں ہونا چاہئے۔ اگر ہم کو

واقعی وطن سے محبت ہے تو کبھی جنگ کا خیال بھی دل میں نہ لانا چاہئے۔ میرا خیال ہے کہ مشینیں ایسی ہونی چاہئیں جن سے ہمیں زندگی کے کاموں میں مدد ملے۔ نہ کہ ایسی جو ہماری زندگی کو برباد کردیں ملک کی محبت ظاہر کرنے کا بہترین طریقہ بذریعہ امن ہونا چاہئے نہ بذریعہ جنگ۔

مجھے معلوم ہے کہ وطن کی محبت ظاہر کرنے کے لئے جھنڈے ہلانے کی کچھ ضرورت نہیں نہ لوگوں کو ہمت دلانے کے لئے تقریریں اور وعظ کرنے کی صرف ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم لوگوں کو ایک دوسرے کی خدمت کرنے پر آمادہ کردیں۔ آج کل تمام ممالک ایک دوسرے سے اس طرح وابستہ ہیں کہ انہیں الگ الگ کرنا بالکل مشکل ہے۔ لوگوں کی خدمت ہی سے ہم اپنے وطن کی خدمت کرسکتے ہیں۔

مگر میں بے کار امن خواہاں نہیں ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ بچوں کی طرح اقوام میں بھی اختلاف پیدا ہوسکتا ہے مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ آزادی کی خاطر اپنی جان دینا بڑی خوبی کی بات ہے۔ ہم ہر ملک کے ساتھ ایک ہی طرح پیش نہیں آسکتے۔ نہ ہر حکومت پر یکساں اعتبار کرسکتے ہیں۔ قوموں کی حالت سوداگروں کے گاہکوں کی سی ہے۔ سوداگر سب گاہکوں کے ساتھ ایک ہی طرح پیش نہیں آسکتا۔ بعض لوگ ہیں جو اپنی ضرورت کی چیز نہیں خریدنا چاہتے۔ اور اس کے بجائے زہر، نقصان دہ دوائیں۔ اور آگ اگلنے والے ہتھیار خریدنا چاہتے ہیں۔ مگر ان سب باتوں کے باوجود ہم کو دنیا اس طرح کی بنانی چاہئے جس میں جنگ بالکل ناپید ہوجائے میں بالکل معمولی عورت ہوں مگر معمولی عورت ہی مصیبت کا سامنا کرنا جانتی ہے مجھے یقین ہے کہ یہی عورتیں دنیا میں سب سے زیادہ کام کرتی ہیں۔ اسی لئے میں سمجھتی ہوں کہ وہی بین الاقوامی امن قائم کرنے کا کام انجام دیں گی بجائے نیم بیدار امن پسندوں اور خفتہ کارندوں کے ہم عورتیں ہی ہیں جو مسئلہ جنگ پر قادر ہوسکتی اور اسے ناپید کرسکتی ہیں اب یہ سوچنا چاہئے کہ عورتیں کہاں تک آزادی سے یہ کام انجام دے سکتی ہیں۔

لوگ کہتے ہیں کہ ہم کسی قوم کی تہذیب کا حال اس قوم میں عورتوں کے درجے سے معلوم کرسکتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس مقولے میں سچائی ضرور ہے۔ آج کل دنیا میں عورتوں کا کیا حال ہے؟ اس پر ذرا غور کرنا چاہئے روس میں مردوں اور عورتوں کا ایک سا ہی حال ہے۔ بظاہر ان میں کچھ فرق نہیں کیا جاسکتا۔ ہر کام حکومت کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور حکومت مردوں اور عورتوں کے ساتھ ایک ہی طرح کا سلوک کرتی ہے۔ مردوں اور عورتوں سے ایک ہی طرح کا کام لیا جاتا ہے یہ سب ٹھیک ہے مگر درحقیقت روس میں نہ عورتیں آزاد ہیں نہ مرد جہاں روس کی طرح کی حکومت ہو وہاں آزادی مٹ جاتی ہے اور آزادی کھو کر کسی قسم کا آرام اور راحت حاصل کرنا بالکل بے کار ہے۔

اب ذرا جرمنی کو دیکھو۔ وہاں جنگ کے بعد عورتوں کو حق رائے دہی مل گیا تھا۔ پارلیمنٹ میں بھی

بہت سی عورتوں نے حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ اور تعلیمی حالت بھی بدلنے لگی تھی۔ ملک کے دوسرے کام بھی ترقی پر تھے۔ مگر جب سے ہر ہٹلر آیا حالات بالکل بدل گئے ہیں۔ ہر ہٹلر نے پھر عورتوں کو گھر ہیں واپس بھیج دیا ہے۔ "ان کے کام کرنے کا مقام صرف ان کے گھر ہیں" اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ ان سے کہا جائے صرف وہی کریں۔ جرمنی کی عورتوں میں آزادی کا نام و نشان تک باقی نہیں رہا جنہوں نے ہر ہٹلر کے قانونوں کی مخالفت کی ان کو قید کر دیا گیا۔ اور وہ اب تک قید ہیں۔ جرمنی میں آزادی بالکل ختم ہوگئی ہے۔ اور رائے دینے والوں کو بھی وہی کہنا پڑتا ہے جو انہیں حکم دیا جائے۔ لوگ کہتے ہیں کہ جرمنی کو یہی طریقہ حکومت پسند ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو وہاں کے مرد اور عورت دونوں عقل و ہوش سے بالکل عاری ہو چکے ہیں اب اٹلی کا حال سنئیے۔ اس ملک میں عورتوں کو کبھی سیاسی آزادی نہیں ملی۔ اور جو کچھ موقعے انہیں حاصل بھی تھے ان میں روک تھام ہو رہی ہے۔ مسولینی اب اس بات کا فیصلہ کرتا ہے۔ کہ عورتوں کو کون کون سے مضمون پڑھنے چاہئیں۔ زیادہ بچے پیدا کرنے اور ماں بننے کی شان و شوکت پر وہ لکچر دیا کرتا ہے۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود اٹلی میں شرح پیدائش برابر کم ہو رہی ہے شاید وہاں کی عورتیں اتنی آزاد ہیں جس کا شان و گمان بھی مسولینی کو نہیں۔

اب فرانس کو لیجئے وہاں عورتوں کو رائے دینے کی آزادی نہ کبھی ملی تھی نہ اب تک ملی ہے کیونکہ مردوں کو خوف ہے کہ وہ مذہب کے زیر اثر آ جائیں گی اور اسی طریقے سے رائے دیں گی۔ اب معلوم ہوتا ہے مدبروں نے اس مسئلہ پر غور کرنا شروع کیا ہے۔ انہوں نے دیکھا ہے کہ دوسرے ملکوں کی عورتیں کس طرح انقلابات کے وقت ملک کو ثابت قدم رکھنے اور سدھارنے کا کام کرتی ہیں۔ ان کا خیال ہے شاید فرانس کی عورتیں بھی ان کو اس طرح مدد دیں ان لوگوں کا یہ خیال بالکل ٹھیک ہے۔ فرانس کی عورتیں کام کرنے میں بہت تیز ہیں۔ اور وہاں کے مردوں کی طرح جلدی سے گھبرا بھی نہیں جاتیں اگر وہ لوگ عورتوں کو سیاسی کاموں میں حصہ لینے دیں تو ان کا وقت بہت امن سے گزرے گا۔

ذرا اب اسپین کو دیکھئے وہاں عورتوں کو آزادی مل گئی ہے۔ اور اس کے ساتھ سیاسی انقلاب بھی پیدا ہو گیا ہے۔ لیکن ملک میں آج کل افراتفری سے یہاں اب تک عورتوں کو یہ بتانے کا موقعہ ہی نہیں ملا کہ وہ کیا کیا کر سکتی ہیں

وسط یورپ میں خوب ہل چل مچی ہوئی ہے۔ شیخو۔ سلوواکیا۔ پولینڈ اور بحیرۂ بالٹک کے ساحلی ملکوں میں عورتوں کو کام کرنے کا موقعہ مل گیا ہے۔ اور وہ رفاہ عام کے کاموں میں برابر حصہ لے رہی ہیں دوسری طرف بلقان یعنی رومانیا، بلغاریا، یوگوسلاویا، اور یونان میں اب تک عورتیں "پردے

میں بیٹھی ہیں۔ یورپ کے باقی ملکوں کے مقابلے میں یہ ممالک ابھی بہت پیچھے ہیں۔ اور ہم مشکل ہی سے انہیں ترقی یافتہ کہہ سکتے ہیں۔ وہاں عورتوں سے اچھا سلوک نہیں کیا جاتا۔ اور یہ ہی وجہ ہے کہ یورپ کو ان ملکوں سے ہر وقت ہر طرح کا خطرہ لگا رہتا ہے۔

ترکی کے متعلق ہمارا اب تک یہ ہی خیال ہے کہ وہاں عورتیں برقعہ پوش ہیں۔ مرد کو بہت سی بیویاں کرنے کا حق حاصل ہے۔ اور وہ عورتوں پر بزور شمشیر حکومت کرتا ہے۔ مگر اب وہاں بھی بہت تبدیلی ہوچکی ہے۔ برقعہ اوڑھنے کی ممانعت کردی گئی ہے۔ اسکول اور کالج عورتوں کے لئے کھلے ہیں۔ رائے دینے کا حق بھی انہیں مل چکا ہے۔ انہیں ہر طرح کی آزادی سے فائدہ اٹھانے کی ہمت دلائی جارہی ہے ترکی کی آزادی کا اثر مصر اور مشرق قریب پر بھی پڑ رہا ہے۔ گو ان ملکوں کے مقابلے میں ترکی نے بہت زیادہ ترقی کرلی ہے۔ دنیا کے اس حصہ کی عورتیں نیند سے جاگ اٹھی ہیں اور کام کررہی ہیں۔

ہندوستان میں بھی اصلی معنوں میں تحریک نسواں شروع ہوگئی ہے۔ عورتوں کو ایک حد تک رائے دینے کا حق بھی مل گیا ہے۔ آگے چل کر اور ترقی کی امید ہے۔ بعض ہندوستانی عورتیں قابل قدر ترقی کررہی ہیں۔ وہ اس کوشش میں ہیں کہ پرانے رسم ورواج کو مٹا کر عوام کو سیدھا راستہ دکھائیں مگر بعض ایسی بھی ہیں جو بے کار سیاسی کام میں پڑکر اصل مقصد سے دور جا پڑی ہیں۔

سنتی ہوں کہ جاپان میں عورتوں نے بالکل ترقی نہیں کی۔ یہ اس قوم کی بڑی سخت غلطی ہے۔ اگر وہ یورپ کے قدم بقدم چلنا چاہتے ہیں تو عورتوں کو آزادی دینا لابدی ہے۔

چین میں بھی لوگ کہتے ہیں کہ عورتوں نے تھوڑی بہت ترقی کی ہے اب ان کی حالت پہلے سے بہتر ہے وہاں سیاسی جھگڑے پھیلے ہوئے ہیں۔ اور کوئی جمی ہوئی مرکزی حکومت نہیں ہے۔ مگر پھر بھی لوگوں کا بیان ہے کہ وہاں کی عورتیں پوری طرح جاگ گئی ہیں۔ سیاسی کاروبار میں مردوں کا ہاتھ بٹا رہی ہیں۔ آئندہ اور ترقی کے آثار اس ملک میں موجود ہیں۔ جنوبی امریکہ کے مختلف حصوں کے حالات جدا جدا ہیں۔ بعض ملک ایسے ہیں۔ مثلاً چائل جہاں نہ صرف عورتوں کو صرف حق رائے دہی مل گیا ہے بلکہ ان میں بہت اعلےٰ درجے کی قوانین بھی موجود ہیں۔ مگر بعض ملکوں میں اسپین کا پرانا رواج اب تک چلا آرہا ہے۔ اور وہاں عورتیں اکیلی گھر سے باہر نہیں نکل سکتیں۔ جنوبی امریکہ کے بعض حصوں میں سیاسی افراتفری ہر وقت برپا رہتی ہے۔ اور کشت وخون جاری رہتا ہے۔ اگر وہ اپنی عورتوں کو موقعہ دیں تو ممکن ہے کہ لڑائی کا فیصلہ ہوجائے۔ اور وہاں کے باشندوں کو امن حاصل ہوجائے۔

یہ دنیا کی عورتوں کا مختصر سا خاکہ ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس وقت دنیا کی سلامتی کا انحصار ان اقوام پر ہے

جو انگریزی بولتی ہیں اور جن میں جمہوریت قائم ہے۔ ان قوموں میں تمام افراد خواہ وہ مرد ہوں یا عورت سیاسی لحاظ سے بالکل آزاد ہیں۔ اگر یہ لوگ عقلمند ہیں، صبر سے کام لے سکتے ہیں، خواہ مخواہ قومیت کے جوش میں اندھے اور بہرے نہ ہو جائیں اور ہر حالت میں جنگ سے انکار کرتے رہیں۔ تو میرا خیال ہے کہ وہ دنیا کو جنگ سے نجات دلا سکتے ہیں۔ اور موجودہ تہذیب کو محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ مگر انہیں ثابت قدم رہنا پڑے گا۔ اور کوشش کرنی پڑے گی کہ دوستی نہ ٹوٹنے پائے۔

ہر ایک سیاست داں اور معاشیت اور عمرانیات کا طالب علم خوب جانتا ہے۔ کہ اگر جنگ کے بعد اس دنیا کو ترقی کرنی ہے۔ تو سرحدوں کے جھگڑوں کو چھوڑ کر۔ تجارت پر زیادہ توجہ کرنی چاہئے۔ اس کی سخت ضرورت ہے کہ پیدائش اور تقسیم مال کے ایسے اصول بنائے جائیں جن سے قومی جھگڑے بالکل نیست نابود ہو جائیں۔ ورنہ ہمارے برباد ہو جانے کا سخت خطرہ ہے۔ ہر ایک شخص یہ جانتا ہے۔ ہر ایک سیاس یہی کہتا ہے اور ہر ایک عقلمند کا یہی خیال ہے۔ پھر بھی قومیت کا جوش پھیلا ہوا ہے۔ یہاں تک کہ روس بھی اس مصیبت میں مبتلا ہے۔ آج کل دنیا میں ۱۹۱۴ء سے کہیں زیادہ قومیت پھیل رہی ہے۔ اور جنگ کی تیاریاں اس زمانے کے مقابلے میں بہت زیادہ ہو رہی ہیں۔ کوئی ملک اس وبا سے خالی نہیں۔ اگر یہ وبا اسی طرح جاری رہی تو کوئی ملک بھی آزاد نہ رہے گا۔ اس جوش میں تجارت کا کام بھی ٹھیک طرح سے نہیں ہو سکتا اور نہ ایک دوسرے پر بھروسہ ہو سکتا ہے۔ اس سے دماغ پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔ اور اگر یہی حالت رہی تو موجودہ تہذیب کا خاتمہ یقینی ہے۔ ہم کیا کر سکتے ہیں؟ یہ سوال دنیا بھر کی عورتوں میں پھیلا ہوا ہے جو عملی طور پر دنیا کو فائدہ پہنچا سکتی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ عورتیں بہت کچھ کر سکتی ہیں۔ خاص کر ان اقوام کی عورتیں جن میں انگریزی بولی جاتی ہے۔ ہم رائے دے سکتے ہیں تقریر اور تحریر کے ذریعہ اپنے خیالات پھیلا سکتے ہیں۔ ہم صاف کہہ سکتے ہیں کہ خواہ کچھ ہی ہو جائے انگلستان اور ریاستہائے متحدہ میں کبھی لڑائی نہ ہونی چاہئے اور دنیا میں امن و امان قائم رہنا چاہئے۔ اگر ان دونوں سلطنتوں کے جنگی بیڑے متحد ہو جائیں تو یہ کام آسانی سے ہو سکتا ہے بعض لوگ میرے ان خیالات کو، بے کار بکواس سمجھیں گے اور کہیں گے کہ ایک گھریلو عورت یہ کام کس طرح کر سکتی ہے۔ وہ کہیں گے کہ عام مرد اور عورت آج کل کے تجارتی اور قومی جھگڑے جو کہ ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں ہرگز نہیں سنبھال سکتے۔ مگر میرا خیال ہے کہ مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ ہم ساری دنیا کو قابو میں نہیں لا سکتے اور نہ ہمارا یہ مقصد ہے۔ مگر ہم اپنے محدود دائرے میں امن و امان کے لئے بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ اگر ہم یہی کریں کہ بجائے جنگ کے محض قانون کو حکومت کرنے دیں تو بہت جلد دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے۔

(ترجمہ) مس معتصمۃ الرحمٰن (حیدر آباد دکن)

# نوکروں کا اثر بچوں پر

کارخانہ عالم میں کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ واقعہ بھی نظرانداز کرنے کے قابل نہیں ہے۔ یہاں کا ہر واقعہ سبق آموز اور ہر فعل نتیجہ خیز ہے۔ کہتے ہیں "تخم تاثیر صحبت کا اثر"۔ حکماء اور علماء علم الاخلاق نے بھی اسی نظریہ کی تائید کی ہے۔ بچوں کو برے اثرات سے محفوظ رکھنے کے لئے اور صحبت بد سے بچانے کے بارہ میں اکثر مضامین میری نظر سے گزرے۔ لیکن یہ موضوع نہایت وسیع ہے اور بہت کچھ محتاج بیان ہے۔ اس لئے خیال پیدا ہوا کہ میں بھی بہنوں کی آگاہی کے واسطے اپنے خیالات اور ذاتی تجربات سپرد قلم کروں۔

نوکر کے انتخاب میں بڑی دقت پیش آتی ہے۔ اولاً تو اچھے نوکر ملتے نہیں اور جو ملتے بھی ہیں وہ حد درجہ بدتمیز۔ قوائے جسمانی کے لحاظ سے پُرعیب ہوتے ہیں ایسی حالت میں انکا نہ رکھنا ہی اچھا ہوتا ہے خصوصاً جہاں چھوٹے بچے موجود ہوں وہاں نوکر رکھتے وقت بڑی ہوشیاری اور احتیاط سے کام لینا چاہئے۔ اور عیب دار نوکر ہرگز نہ رکھنا چاہئے خصوصاً توتلا۔ ہکلا۔ لنگڑا۔ بھینگا۔ اور کان کٹا ہوا نوکر بالکل نہیں رکھنا چاہئے چھوٹے بچوں میں نقل کرنے کی بہت عادت ہوتی ہے۔ اور وہ نوکر کی صحبت کے اثر سے یا تو ہکلانے لگتے ہیں یا بولنا سیکھتے وقت تتلانے کی عادت پڑ جاتی ہے پھر کوئی دوا اور تجویز کارگر نہیں ہوتی۔ اور بچے ہمیشہ کے لئے اس بُری عادت کے عادی ہو جاتے ہیں۔

میں نے ایک چھوٹے بچے کو دیکھا۔ جس کی عمر اس وقت چھ سال کی ہے۔ اور جو کہ ماشاءاللہ لکھنے پڑھنے میں ہر طرح ہوشیار ہے ایک ہکلے ملازم کی نقل بناتے بناتے خود بھی ہکلانے لگا۔ یہ بچہ جب کہ دو ڈھائی سال کا تھا۔ اس وقت گھر میں ایک ہکلا ملازم نوکر رکھ لیا گیا اس نے جب شروع شروع میں نقل بنائی والدین نے پیار محبت میں اس نقل بنانے کا کچھ خیال نہیں کیا۔ بلکہ گھر بھر کے واسطے خوش طبعی کا ذریعہ ہوگیا۔ لیکن جب یہ عادت پختہ ہوگئی اس وقت سوائے پشیمانی کے اور کوئی چارہ کار نہ تھا لیکن اب اس کا ہکلانا مختلف تدابیر اور معالجہ سے بہت کم ہوگیا ہے۔ بچہ پیٹ میں ہو جب گھر میں کوئی ایسا ملازم نوکر نہ رہنا چاہئے جس میں کوئی نقص جسمانی ہو میں ایک چشم دید واقعہ لکھتی ہوں۔ ایک گھر میں اسی زمانہ میں ایک ملازمہ رکھ لی گئی جس کا کہ اوپر کا ہونٹ کٹا ہوا تھا اور اس قدر زیادہ کٹا ہوا تھا کہ اس کو دیکھ کر اکثر وحشت ہوتی تھی اسی درمیان میں عورت کی کچھ طبیعت خراب رہنے لگی اور معالجہ کے واسطے ایک لیڈی ڈاکٹر سے رجوع کرنا پڑا انھوں نے مکان پر جس وقت اس نوکر کو دیکھا تو

اس کو علیحدہ کر دینے کا مشورہ دیا۔ مگر گھر والوں نے کچھ تو اس مشورہ کو اہمیت نہیں دی اور کچھ اس وجہ سے کہ آج کل نوکر بہت عنقا ہیں اس مشورہ کو معمولی بات سمجھ کر ٹال دیا۔ لیکن بعد بچہ پیدا ہوا تو گھر والوں نے دیکھا کہ بچہ کا ہونٹ کٹا ہوا ہے اس وقت ان کی پشیمانی بے سود تھی
اگر ملازم بد اخلاق ہے یعنی اس میں چوری وغیرہ کی عادت ہے۔ یا باہر جا کر جوا وغیرہ کھیلتا ہے۔ تو یقیناً اس کا بھی اثر بچوں پر ضرور پڑے گا۔

نوکر چھوٹے بچوں کو گھر سے باہر کھلانے کے بہانہ سے لے جائے گا اور خود کھیل میں مشغول ہو گا تو چھوٹے بچے جب اس کو کھیلتا دیکھیں گے تو وہ بھی وہی کھیل کھیلیں گے۔

میرے اِن ذاتی خیالات اور تجربات سے متاثر ہو کر امید ہے کہ بہنیں آئندہ نوکر کے انتخاب میں احتیاط سے کام لیں گی۔ اور اس قسم کے نوکر کے رکھنے سے اپنے ہاتھ سے کام کرنے کو ترجیح دیں گی۔

بیگم سید محمود احمد جعفری

جب آپ کا ایک جگہ سے دوسری جگہ تبادلہ ہو جائے تو خریداری نمبر کے حوالہ سے فوراً اطلاع دیدیں
بعض بہنیں شکایت کرتی ہیں کہ انہیں کسی ماہ کا رسالہ نہیں پہنچا اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کا پتہ بدل جاتا ہے مگر وہ ہمیں اطلاع نہیں دیتیں۔

منیجر

# غزل

جو عقل سے ہے بالا وہ ہے کمال تیرا
جس پر نظر نہ ٹھیرے وہ ہے جمال تیرا

قیدِ حیات میں تو کرتا ہے فکر راحت
دیوانے ہنس پڑیں گے سُن کر خیال تیرا

ظلمت دوئی کی میری نظروں سے دور ہو کر
پھر کچھ نظر نہ آئے ہاں بس جمال تیرا

پروردگار عالم وہ زندگی عطا کر
سودا ہو سر میں تیرا دل میں خیال تیرا

پھندوں سے تیرے بچ کر جائے کدھر یہ انساں
رستے میں بچھ رہا ہے اے نفس جال تیرا

گر بادۂ فنا کی تلچھٹ بھی مجھ کو مل جائے
اے خضر میں نہ چکھوں آبِ زلال تیرا

کرتے نظارہ موسےٰ تھی اُن میں کب یہ طاقت
غش آ گیا جو دیکھا حُسن و جمال تیرا

ہے رُوح پر ہماری چھایا خوشی کا عالم
دل میں بسا ہے جب سے یا رب خیال تیرا

لازم ہے اُس جہاں سے تو لو لگائے غافل
ہونا ہے اِس جہاں سے جب انتقال تیرا

شبنمؔ تو یہ بشارت اب قوم کو سُنا دے
ہو گا یہ بدر بڑھ کر اک دن ہلال تیرا

طاہرہ خاتون شبنمؔ

جواب طلب امور کے لئے جوابی پوسٹ کارڈ یا ٹکٹ بھیجئے۔

منیجر

# خوراک اور صحت

ڈاکٹر ہیری سمتھ ولیم نے ایک چھوٹی سی کتاب بنام "Why die before time" "وقت سے پہلے کیوں مرو" لکھی ہے جو پڑھنے کے قابل ہے۔ جو بہنیں انگریزی میں کافی دسترس نہیں رکھتیں وہ اس کتاب کو اپنے کسی رشتہ دار یا عزیز کی وساطت سے سنیں۔ ڈاکٹر ولیم نے اس بات پر خاص زور دیا ہے کہ خوراک نہ بہت زیادہ اور نہ بہت کم کھاؤ۔ صحیح قسم کی خوراک ہی سب کچھ ہے۔ ہر ایک قسم کی بیماری بشرطیکہ وہ کسی حادثہ کی بدولت نہ ہو صرف خوراک کی احتیاط اور ردوبدل سے ہی جاتی رہتی ہے اور ایسی بیماریوں کی ابتدا دس میں سے نو حالتوں میں "غلط خوراک" کی بدولت ہوتی ہے۔

ایک عام انسان کی خوراک میں "پروٹین" کی مقدار جس کی کہ اس کو صحت اور تندرستی کے لئے ضرورت ہوتی ہے مندرجہ ذیل اشیا میں سے مل سکتی ہے۔ (۱) ایک بوتل دودھ۔ ایک انڈا۔ (۲) پانچ اونس گوشت۔ (۳) ایک گلاس دودھ ایک انڈا۔ تین اونس گوشت۔ بعض انسان اس مقدار سے بہت زیادہ کھا جاتے ہیں یا دوسرے لفظوں میں وہ بہت پیٹو ہوتے ہیں۔ ایسے انسان عمر طبعی کو بہت کم پہنچتے دیکھے گئے ہیں۔ جسم میں چربی کیسے پیدا ہوتی ہے؟ اور کس طرح یہ زیادہ ہوتی ہے۔ یہ ایک ایسا سوال ہے جس سے کہ مجھے سیکڑوں دفعہ سابقہ پڑا یعنی بہت سی بیبیوں کے استفسار پر مجھے اس کا جواب دینا پڑا ہے۔ یہ تو آپ جانتی ہی ہو کہ چربی خوراک ہی میں سے پیدا ہوتی ہے یہ کوئی ضروری نہیں کہ خوراک چربی پیدا کرنے والی خوراک ہو۔ یعنی دودھ۔ کریم اور مکھن کی قسم سے ہو بلکہ ہر ایک قسم کی خوراک سے جس کو کہ معدہ قبول کرے چربی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کا بڑا سبب ورزش کافی نہ ہونا اور بے فکری ہے بعض عورتیں صرف دال روٹی کھا کر ہی گزارہ کرتی ہیں اور خدا کی ہر وقت شاکر رہتی ہیں۔ اور بے فکر رہتی ہیں ان کی صحت نہایت ہی اچھی اور قابل رشک ہوتی ہے۔ اس کے برعکس مرغن غذائیں کھانے والی بیویاں جن کو ہر وقت اچھی سے اچھی خوراک کھانے کو ملتی ہے لیکن پھر بھی نیم بیمار دبلی پتلی دیکھی گئی ہیں۔ اس کا سبب سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ خوراک ضرورت سے زیادہ کھائی جاتی ہے جس کو معدہ ہضم نہیں کر سکتا اور خوراک جزو بدن بننے کی بجائے فضلات کی شکل میں ضائع ہو جاتی ہے۔ موٹاپے کے بہترین علاج میں **عصمت** کے گذشتہ دو تین پرچوں میں لکھ چکی ہوں۔ اگر کسی بہن نے ان کو آزمایا ہو تو بذریعہ عصمت اطلاع دیں تاکہ ان سے دوسری بہنیں بھی فائدہ اٹھائیں۔ ورزش۔ غم۔ غصہ اور کم خوری بھی جسم کی چربی کو چھانٹ دیتی ہے ایسی بیبیاں جو دبلی ہونے کی خواہش مند ہوں ایسی خوراک جس میں کہ کاربوہائیڈریٹ کی بہت مقدار ہو نہ کھائیں۔ مثلاً ڈبل روٹی۔ بسکٹ،

پیسٹری۔ پڈنگ۔ آلو۔ چاول کی پڈنگ وغیرہ بہت کم کھائیں۔

ورزش کے متعلق بھی اس کتاب میں بہت سی ھدایات درج ہیں صحیح قسم کی ورزش ہی مفید ہو سکتی ہے ایسی ورزش کی جس سے تھکاوٹ ہو بجائے فائدہ کے نقصان ہوتا ہے۔ جو بیبیاں گھر کا کام کاج خود کرتی ہیں ان کے لئے تو یہی ورزش کافی ہے کیونکہ قدرت نے عورت کی بناوٹ ہی اس قسم کی رکھی ہے کہ گھر کے کام کاج سے ہی اس کی کافی ورزش ہو جاتی ہے۔ لیکن ایسی عورتوں کو جن کو گھر میں کوئی کام کاج کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی ان کو صبح اور شام لمبی سیر اور کھلے میدان میں لمبے لمبے سانس لینا تاکہ پھیپھڑوں میں تازی ہوا خوب بھرے اور یہ خوب پھولیں بہت کافی ہے۔ دوسیٹ بیڈمنٹن سے بھی کافی ورزش ہو جاتی ہے۔

لمبی عمر کا راز یہ بھی ہے کہ جو انسان اپنے دل میں اچھی طرح طے کرلے کہ اس کو لمبی عمر بسر کرنی ہے تو نوے فی صدی اس کی دلی مراد بر آتی ہے یعنی ایک بات کا پختہ یقین لینا اور اس پر کار بند رہنا ہی اس کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد کرتا ہے۔ وہم کا انسان کی زندگی میں بہت دخل ہے۔ اگر کسی کو وہم ہو جاوے کہ اس کی عمر بہت چھوٹی رہ گئی ہے اور ہر وقت اسی کا خیال رکھے تو اس کی زندگی اتنی محدود دیکھی گئی ہے۔

پچھلے چند سالوں سے سبزیوں میں اصلی غذائیت کے متعلق سائنٹفک طریقوں پر بہت سے تجربات کیئے گئے تاکہ یہ معلوم کیا جاسکے کہ ان میں۔ وٹیمن "اے" "بی" "سی" اور "ڈی"۔ یا دوسرے لفظوں میں حرارت عزیزی پیدا کرنے کی صلاحیت معلوم ہو سکے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ بہت سے گھرانوں میں سبزیوں کو ابال کر ان کا پانی پھینک دیا جاتا ہے۔ یعنی ان میں جو نمکین مادے انسان کے نشوونما کے لئے قدرت نے پیدا کر رکھے ہیں ان کو پھینک دیا جاتا ہے۔ اور خالی پھوک جس میں غذائیت کی بہت کم مقدار رہ جاتی ہے۔ کھایا جاتا ہے۔

بعض سبزیاں مثلاً مٹر۔ ٹماٹر۔ پالک وغیرہ کو سوائے ایک یا دو دفعہ اچھی طرح دھو ڈالنے کے ان کو ابال کر پانی نہ پھینکا جاوے کیونکہ اصلی غذائیت اسی پانی میں ہوتی ہے۔ اگر ابالنے کے بغیر چارہ نہ ہو تو ان کو اچھی طرح دھو کر اچھے صاف پانی میں ابالو پھر اس پانی کو گوشت وغیرہ گلانے میں استعمال کرنے سے سبزی کی غذائیت کے نقصان کی تلافی گوشت میں کی جاتی ہے۔

یہاں ایک طریقہ سبزیوں کو بغیر ابالے پکانے کا لکھتی ہوں۔ آلو کو چھیل کر ان کے ٹکڑے کر لو۔ پھر ان کو گھی میں تل کر سرخ کر لو۔ اب ان میں مٹر کے دانے اور چھوٹے چھوٹے پیاز گاجر کے ٹکڑے ان میں نمک مرچ حسب منشا چھڑک کر کسی پتیلی میں بھر کر ڈھکنا خوب بند کر دو اور بہت مدھم آنچ پر دس پندرہ منٹ تک رکھو۔ بھاپ باہر نہ نکلے۔ صرف بھاپ ہی سے گل جاویں گے۔ گاہے بگاہے پتیلی کو ہلا دو تاکہ نیچے اوپر ہو جاویں۔ اسی طرح بہت سی سبزیاں پکائی جاسکتی ہیں یا سبزیوں کو کاٹ کر گوشت بھون کر اس میں پکائی جاسکتی ہیں۔

امۃ الحفیظ

# طعن

طعن آمیز کلمات کا استعمال ہم آئے دن کرتے رہتے ہیں اور اپنی تقریر و بیان کی کامیابی کے لئے اسے بطور نمک و مصالحہ کے استعمال کرتے ہیں۔ لیکن بہت کم بہنیں ایسی ہوں گی جنہوں نے طعن کے مضر اثرات پر غور کیا ہوگا۔ طعن آمیز کلمات کی کامیابی ظاہری نظروں میں یہی سمجھی جاتی ہے کہ مطعون خفیف ہو جائے لیکن اس کا فائدہ جو دراصل کامیابی کی دلیل ہے کیا ہے کوئی نہیں بتا سکتا نقصانات البتہ ظاہر ہیں کہ اس سے دل کو ایسی تکلیف پہونچتی ہے جو اکثر حالتوں میں تیر و نشتر سے بھی بڑھ کر ہوا کرتی ہے۔ اس کے مضرات کا اندازہ کرنا بہت آسان ہے اس لئے کہ انسان خود اپنی ذات کے لئے طعن سے جو اثر لیتا ہے وہی کیفیت دوسروں کے ساتھ بھی ہوتی ہے۔ انسان کی فطرت میں جہاں اور غیر مستحسن باتیں مثلاً غصہ حسد و عداوت وغیرہ پائی جاتی ہیں وہیں طعن زنی بھی پائی جاتی ہے لیکن اور دوسری برائیوں کا احساس انسان کو خود بخود ہو جاتا ہے اور وہ دیدہ و دانستہ اور سوچ سمجھ کر بہت کم ان برائیوں کو عمل میں لاتا ہے اور زیادہ تر ان سے باز رہنے کی کوشش کرتا ہے لیکن طعنہ زنی کی طرف جو ان برائیوں سے کم مضر نہیں ویسی توجہ نہیں کرتا۔ قبل تہذیب و تمدن کے حیوان نما انسانوں میں دوسروں کو تکلیف پہنچا کر اپنی کامیابی کے تصور سے خوش ہونے کا جذبہ تھا وہ طعنہ زنی کی صورت میں باوجود تہذیب و ترقی کے آج تک ہم میں موجود ہے اور یہ جذبہ ابھی تک اس قدر قوی ہے کہ ماں باپ اپنے بچوں کی تنبیہ و اصلاح کے سلسلہ میں بھی اس کو اس کی حد تک استعمال کرتے ہیں جس حد تک وہ دوسرے کے ساتھ استعمال کرتے ہیں بلکہ بعض حالتوں میں ماں باپ کی طعنہ زنی کے مرکز زیادہ ان کے بچے اور خرد ہی ہوتے ہیں۔

بچوں کی اصلاح کے لئے سب سے زیادہ غیر موزوں چیز طعنہ زنی ہے اور اس سے اکثر افسوس ناک نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ بچوں کے لائق ہو جانے۔ بری صحبتوں میں پڑ جانے اور اکثر حالتوں میں جان سے باز آنے کے واقعات یا اس قسم کی دوسری معاشرتی اور اخلاقی خرابیاں جن کا صاف صاف ذکر مناسب نہیں ہے بڑی حد تک طعنہ زنی کے مضر اثرات کی وجہ سے ہی ظہور میں آتے ہیں بچوں کی تنبیہ کے سلسلہ میں جسمانی سزا کے مضر اثرات کی طرف بہت توجہ دلائی گئی ہے اور فی زمانا یہ ترکیب تقریباً متروک ہو رہی ہے لیکن اگر دیکھا جائے تو یہ ترکیب گو خرابیوں سے خالی نہیں لیکن پھر بھی طعنہ زنی سے بہتر ہے کیونکہ اس کی مثال بندوق کی گولی کی ہے جو صرف ایک ہی دفعہ میں اتنا اثر پیدا کرتی ہے جو عرصہ تک کے لئے کافی ہوتا ہے بخلاف اس کے طعنہ کی مثال نیزہ زنی

کی سی ہے جو جسم کو چھلنی کر دیتی ہے اور پھر بھی رمق جان باقی رہتی ہے اور مصائب کا خاتمہ نہیں ہوتا۔ طعنہ زنی خواہ وہ والدین کی طرف سے ہو یا اُستاد کی طرف سے بچوں میں خود اعتمادی کی جڑ کاٹ دیتی ہے اور پھر اُسے بڑھنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔ کامیاب والدین زندگی سے اپنے بچوں کے لئے بھی اپنی ہی جیسی کامیابی چاہتے ہیں وہ بچوں میں سستی کے خیال کو بھی گوارا نہیں کرنا چاہتے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ طعن آمیز کلمات بچوں کی عزت نفس پر تازیانہ کا کام کریں گے اور کامیابی و ترقی کی راہ پر وہ تیزی سے گام زن ہوں گے اور اس میں جب انہیں ناکامیابی حاصل ہوتی ہے تو وہ اور زیادہ برافروختہ ہوتے ہیں۔ اکثر حالتوں میں طعن آمیز کلمات ایک ناکامیاب انسان کے لئے اُس کے خیال ناقص میں دوسروں سے بدلہ لینے کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ اس کے دل میں حسد نا کامیابی کی سلگنے والی آگ طعن زنی کی صورت میں بڑھتی ہے اور دوسری زندگیوں کو بھی خاکستر کرنے کا باعث ہوتی ہے۔ دنیا میں بہت سے ایسے جرائم بھی ہیں جن کی کوئی سزا نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کو جسمانی تکلیف پہنچائے تو اس کے لئے قانون تعزیرات ہند میں کئی دفعات ہیں لیکن زبانی اذیت دینے والے کے لئے کوئی قانونی بندش نہیں ہے گو اخلاق و مذہب میں اس کے لئے سزا ہے۔ ایک ذی حس شخص کے لئے اور خصوصاً کم سن حسّاس بچوں کے لئے زبان کے نشتر سے بڑھ کر کوئی چیز تکلیف نہیں پہونچا سکتی ہے۔ بچوں کے لئے استاد کی طعنہ زنی گو بڑی حد تک مضر ہے لیکن والدین کی زبانی اذیت رسانی سے اس کے نقصانات کم ہیں کیونکہ عام طور پر بچے استاد کو اپنا مخالف ہی سمجھتے ہیں اور ان کے ہاتھوں جو تکلیف انہیں پہونچتی ہے وہ خلاف امید نہیں ہوتی لیکن والدین جو بچوں کے خیال میں بھی لطف و محبت کے مرکز ہوتے ہیں ان سے جو تکلیف انہیں پہونچتی ہے وہ خلاف امید اور غیر فطرتی ہوتی ہے اور اس کا اثر بہت قوی ہوتا ہے۔ مزید برآں استاد کی اذیت دہی کے سلسلے میں بچے اپنے کو ایک مظلوم برادری کا فرد سمجھتے ہیں اور مرگ انبوہ جشنے دارد کے مطابق اُس قدر متاثر نہیں ہوتے لیکن والدین کے سلسلہ میں صورت حال مختلف ہوتی ہے نفسیاتی نقطہ نظر سے طعن آمیز کلمات سے سب سے بڑا ضرر انسان کی عزت نفس یعنی خودداری اور خود اعتمادی کو پہونچتا ہے اور انسان کے لئے زندگی سے کامیابی حاصل کرنے کے سب سے اہم خصوصیتیں یہی ہیں۔ یہ بھی صحیح ہے کہ عام طور پر طعنہ آمیز کلمات چونکہ ہمارے کلام کا جزو بن گئے ہیں اس لئے ان کا اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا ہم خیال کرتے ہیں لیکن فی صدی ۹۰ حالتوں میں گو اس کا اثر نہ ہوتا ہو لیکن ۱۰ حالتوں میں ایسا شدید اثر ہوتا ہے کہ لوگوں کی زندگی برباد ہو جاتی ہے۔ بدقسمتی سے طعنہ زنی عورتوں میں بہ نسبت مردوں کے زیادہ رائج ہے اور اس جرم کی سب سے بڑی مجرم اور سب سے بڑی مظلوم عورتیں ہی ہوتی ہیں۔ لہذا سب سے پہلے ہمارا فرض ہے کہ ہم اس خرابی کی طرف توجہ کریں اور انسانیت کے اعلیٰ اور بلند مدارج کی طرف قدم اُٹھائیں۔

شہر بانو

# وفا کا دیوتا

(۱)

منشی ہوری لال کی بیوی کا جب سے انتقال ہوا وہ ایک طرح دنیا سے کنارہ کش ہو گئے ہیں۔ یوں روزانہ کچہری جاتے ہیں۔ اب بھی اُن کی وکالت بُری نہیں ہے۔ یار دوستوں سے مراسم بھی رکھتے ہیں۔ میلوں تماشوں میں بھی جاتے ہیں۔ مگر اس لئے نہیں کہ اِن مشاغل سے انہیں کوئی خاص دلچسپی ہے۔ بلکہ اِس لئے کہ وہ انسان ہیں۔ اور انسان ایک مجلسی حیوان ہے۔ جب اُن کی بیوی بقید حیات تھی اُس وقت کچھ اور ہی عالم تھا۔ کسی نہ کسی بہانے سے آئے دن احباب کی دعوتیں ہوتی رہتی تھیں۔ کبھی گارڈن پارٹی ہے، کبھی جنم اسٹمی ہے، کبھی ہولی مہماں نوازی میں گویا اُن کو مزہ آتا تھا۔ آپ سے محض رسمی ملاقات ہے۔ لیکن اُن کے گھر چلے جایئے تو چائے اور پھلوں سے آپ کی خاطر کئے بغیر نہ رہیں گے۔ دوستوں کی مدد کے لئے ہمیشہ تیار اور انتہا درجہ زندہ دل۔ اُن کے قہقہے گراموفون میں بھرنے کے قابل ہوتے تھے۔ اولاد سے محروم تھے لیکن کسی نے انہیں ملول نہیں دیکھا۔ محلّے کے سارے بچّے اُن کے بچّے تھے۔ اور بیوی بھی بالکل ہم مزاج۔ آپ کتنے ہی دل گرفتہ ہوں اُس دیوی سے ملاقات ہوتے ہی آپ کے خون میں ایک تازہ روانی آجائے گی۔ خدا جانے اتنے لطیفے اور ضرب المثل کہاں سے یاد کر لئے تھے۔ بات بات پر کہاوتیں کہتی تھی۔ اور جب کسی کو بنانے پر آجاتی تھی تو رُلا کر چھوڑتی تھی۔ خانہ داری میں تو اُس کا ثانی نہ تھا۔ دونوں ایک دوسرے کے عاشق تھے۔ اُن کی محبت کی تازگی میں زمانہ کے اثرات سے کوئی فرق نہ آیا تھا۔ کچہری سے چھٹی پاتے ہی وہ شخص دیوانوں کی طرح گھر بھاگتا تھا۔ آپ کتنا ہی اصرار کریں مگر اس وقت ایک منٹ کے لئے بھی راستے میں نہ رکتا تھا۔ اور اگر کبھی منشی جی کے آنے میں دیر ہو جاتی تھی تو وہ جاں نثار بیوی چھجے پر کھڑی اُن کی راہ دیکھتی رہتی تھی۔ بیس سال تک یہی کیفیت رہی۔ بلکہ میں تو کہوں گا کہ اُن کی محبت روز بروز زیادہ جاذب اور لطیف ہوتی جاتی تھی۔ دونوں کی طبیعتیں اِس قدر مل گئی تھیں کہ جو بات ایک کے دل میں آتی وہی دوسرے کے دل میں بھی منعکس ہو جاتی تھی۔ یہ نہیں کہ اُن میں اختلاف نہ ہوتا تھا۔ بہت سے مسائل میں اُن کے خیالات مختلف تھے۔ اور اپنے دعوے کی تائید اور دوسرے کے دعوے کی تردید میں اُنہیں خوب مباحثے ہوتے تھے۔ کوئی باہر کا آدمی سُنے تو سمجھے کہ دونوں لڑ رہے ہیں اور اب معاملہ میدان عمل میں آنے والا ہے۔ مگر اُن کے مباحثے دماغ سے ہوتے تھے۔ دل دونوں کے ایک تھے۔ دونوں سیر چشم، دونوں خندہ رو۔ صاف گو، بے لوث،

غیبت یا عیب جوئی سے کوسوں بھاگنے والے۔ گویا عالمِ علوی کے باشی ہوں۔ چنانچہ بیوی کا انتقال ہوا تو کئی مہینہ لوگوں کو اندیشہ رہا کہ کہیں یہ حضرت خودکشی نہ کر بیٹھیں۔ ہم لوگ ہمیشہ ان کی دلجوئی کرتے رہتے، کہیں اُنہیں تنہا نہ بیٹھنے دیتے۔ رات کو بھی کوئی نہ کوئی اُن کے ساتھ لیٹتا تھا۔ دیوانوں کا غم کھانے والے دوسرے نکل ہی آتے ہیں۔ احباب کی بیویاں تو اُن پر جان دیتی تھیں۔ اُن کی نظروں میں تو وہ فرشتوں سے بھی بڑھکر تھے۔ ان کی مثال دے دے کر اپنے شوہروں سے کہتیں۔ اِسے کہتے ہیں محبت۔ ایسا مرد ہو تب عورت اُسکی کیوں نہ غلامی کرے۔ جب سے بیوی مری ہے غریب نے بھر پیٹ کھانا نہیں کھایا۔ کبھی بھر نیند نہیں سویا۔ ایک تم ہو دل میں کہتے ہوگے کہ یہ مر جائے تو دوسری شادی رچائیں۔ دل میں خوش ہونگے کہ اچھا ہوا مر گئی۔ روگ ٹلا۔ اب نئی بیوی لائیں گے۔

اور اس وقت منشی جی کا پینتالیسواں سال تھا۔ قویٰ مضبوط۔ صحت اچھی۔ خوشرو، خوش مزاج، باحیثیت، چاہتے تو دوسری شادی کر لیتے۔ اُن کے ہاں کرنے کی دیر تھی۔ غرضمند لڑکی والوں نے سلسلہ جُنبانیاں کیں دوستوں نے بھی اُجڑا گھر بسانا چاہا۔ مگر اس دلدادۂ وفا نے محبت کے نام کو داغ نہ لگایا۔ اُسی کے ساتھ ساتھ ساری تمنائیں اور ساری خواہشیں فنا ہو گئیں۔ اب ہفتوں خط نہیں بنتا۔ بال بڑھے ہوئے ہیں کچھ پرواہ نہیں۔ کہاں تو منہ اندھیرے اُٹھتے تھے اور چار میل کا چکر لگا آتے تھے۔ کبھی الکساجاتے تو دیوی جی گھُر کیاں جاتیں اور انہیں باہر نکال کر دروازہ بند کر لیتیں۔ کہاں اب آٹھ بجے تک چارپائی پر پڑے کروٹیں بدل رہے ہیں۔ اُٹھنے کو جی نہیں چاہتا۔ خدمتگار نے حقہ لاکر رکھدیا۔ دو چار کش لگا لئے نہ لائے تو غم نہیں۔ چائے آئی پی لی، نہ آئے تو پرواہ نہیں۔ دوستوں نے بہت اصرار کیا تو سینما دیکھنے چلے گئے۔ لیکن کیا دیکھا اور کیا سُنا اِسکی خبر نہیں۔ کہاں تو اچھے اچھے سُوٹوں کا خبط تھا۔ کوئی خوشنما ڈیزائن کا کپڑا بازار میں آ جائے منشی جی ایک سوٹ بنوائیں گے۔ وہ کیا بنوائیں گے۔ اُن کے لئے اُن کی بیوی بنوائے گی۔ کہاں اب وہی پرانے، دُھرانے، شکن، بدرنگ، کپڑے جسم پر مٹکائے چلے جا رہے ہیں جو اب لاغری کے باعث اُتارسے کے لگتے ہیں، اور جنھیں اب کسی طرح سوٹ نہیں کہا جا سکتا۔ مہینوں بازار جانے کی نوبت نہیں آتی۔ اب کی کڑاکے کا جاڑا پڑا تو آپ نے ایک روئی دار۔ نیچا لبادہ نما کوٹ بنوالیا جسے پہنکر بالکل بھگت جی بنگئے۔ صِرف کنٹوپ کی کسر تھی۔ بیوی ہوتی تو یہ لبادہ چھین کر کسی فقیر کو دیدیتی۔ مگر اب کون دیکھنے والا ہے۔ کسے پرواہ ہے وہ کیا پہنتے ہیں اور کیسے رہتے ہیں۔ پینتالیس کی عمر میں جو شخص ۳۵ کا جچتا تھا وہ اب ۵۰ کی عمر میں ۷۰ کا معلوم ہوتا ہے۔ کمر میں کچھ خم بھی آگیا ہے، بال بھی سفید ہو گئے ہیں، دانت بھی غائب ہو گئے۔ جنے اُنہیں تب دیکھا ہو وہ آج پہچان بھی نہ سکے۔

مزہ یہ ہے کہ اُس وقت جن مسئلوں پر وہ اپنی بیوی سے لڑا کرتے تھے وہی اب اُن کے جزوِ ایمان بن گئے ہیں۔ معلوم نہیں اُن کے خیالات میں انقلاب ہوگیا ہے، یا مرحومہ نے ان کی روح میں محلول ہوکر اختلافات کا خاتمہ کردیا ہے۔ بیوی بدھوا بواہ کو سخت ناپسند کرتی تھی۔ میاں اُس کے پکے موئد تھے لیکن اب وہ بھی بدھوا بواہ کو معیوب سمجھتے ہیں۔ پہلے نئی تہذیب کے شیدائی تھے اور بیوی کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ اب اس تہذیب کا اُن سے بہتر نکتہ چیں مشکل سے ملیگا۔ ایک بار یونہی انگریزوں کی پابندی اوقات کا ذکر آگیا۔ میں نے کہا اس معاملہ میں ہمیں انگریزوں سے سبق لینا چاہئے۔ بس آپ اُٹھ بیٹھے اور والہانہ انداز سے بولے "ہرگز نہیں قیامت تک نہیں۔ میں اِس پابندی کو خود غرضی کا قطب، رعونت کا ہمالیہ اور کج خلقی کا صحرا سمجھتا ہوں۔ ایک شخص مصیبت کا مارا آپ کے پاس آتا ہے۔ معلوم نہیں کون سی ضرورت اُسے آپکے پاس کھینچ لائی ہے۔ لیکن آپ فرماتے ہیں میرے پاس وقت نہیں۔ یہ طرزِ عمل انہیں لوگوں کا ہے جو قت کو روپیہ سمجھتے ہیں اور اپنا ایک ایک منٹ کسب زر کی نذر کرنا چاہتے ہیں۔ جو شخص انسانیت کا دلدادہ ہے، وہ کبھی اِس طرز عمل کو پسند نہیں کرسکتا۔ ہم اپنا دروازہ ہمیشہ اور ہروقت کھلار کھنا چاہتے ہیں۔ جسے جب ضرورت ہو ہمارے پاس آئے ہم پوری توجہ سے اُس کا حال سُنیں گے اور اُسکے غم یا مسرت میں شریک ہوں گے۔ اچھی تہذیب ہے! یہ تہذیب ہے یا بدتہذیبی۔ جس تہذیب کی اسپرٹ خودغرضی پر مبنی ہو وہ دنیا کے لئے لعنت ہے۔ عذاب ہے۔

اِسی طرح مذہب کے معاملہ میں بھی میاں بیوی میں کافی ردوکد ہوتی رہتی تھی۔ مرحومہ ہندو دہرم کو سب سے بڑھکر سمجھتی تھی۔ آپ اسلام کے اصولوں کے قائل تھے۔ مگر اب آپ بھی پکے ہندو ہیں۔ بلکہ یوں کہئے کہ لامذہب ہوگئے ہیں۔ ایک دن بولے میری کسوٹی تو ہے انسانیت جس دہرم میں انسانیت کو فضیلت دی گئی ہے بس اُسی دہرم کو میں فضل سمجھتا ہوں۔ کوئی دیوتا ہو، یا منی، یا پیغمبر، اگر وہ انسانیت کے خلاف اصولوں کی تلقین کرتا ہے تو میرا اُسے دور سے سلام ہے۔ اسلام کا میں اس لئے قائل تھا کہ وہ اخوت ومساوات کا علم بردار ہے۔ لیکن اب معلوم ہوا کہ یہ اخوت اور مساوات عالمگیر نہیں، صرف اسلام کے دائرے تک محدود ہے۔ دوسرے لفظوں میں دیگر مذاہب کی طرح یہ بھی محض غول بندی ہے۔ اور اس کے آئین وقوانین محض اُس غول کے استحکام اور انضباط کے لئے بنائے گئے ہیں۔ گائے یا اونٹ کی قربانی کرنا عین ثواب ہے۔ آج بھی کہیں کہیں کہیں اِس فرقے کے نام لیوا موجود ہو تو کیا گورنمنٹ نے اِنسانی قربانی کو جرم نہیں قرار دیا اور ایسے مذہبی دیوانوں کو پھانسی نہیں دی۔ نفس کے لئے آپ بھیڑ کو ذبح کیجئے یا گائے کو یا اونٹ کو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن مذہب کے نام پر قربانی میری سمجھ میں نہیں آتی۔ اگر آج ان جانوروں کے ہاتھ میں حکومت آجائے تو فرمائیے وہ اِن قربانیوں کے جواب میں ہمیں اور آپ کو قربان کردے یا نہیں۔ مگر ہم جانتے ہیں جانوروں کو کبھی وہ قدرت حاصل نہ ہوگی اسی لئے ہم غل وغش قربانیاں کرتے ہیں۔ ا

سمجھتے ہیں ہم بڑے مذہب پرور ہیں۔ خود غرضی اور ہوس پروری کے لئے ہم چوبیسوں گھنٹے مذہبی شریعت کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن قربانی کا ثواب لوٹے بغیر ہم سے نہیں رہا جاتا۔ تو جناب ایسے خون آشام مذاہب کا قائل نہیں۔ یہاں تو انسانیت کے پجاری ہیں۔ چاہے اسلام میں ہو یا ہندو دھرم میں یا عیسائیت میں۔ ورنہ میں لامذہب ہی بھلا۔ مجھے کسی انسان سے اس لئے بغض یا نفرت نہیں ہے کہ وہ میرا ہم مشرب نہیں۔ میں کسی کا خون تو نہیں بہاتا اس لئے کہ مجھے ثواب ہوگا۔

اسی طرح کے کتنے ہی انقلابات منشی جی کے خیالات میں آگئے ہیں۔

اور منشی جی کے پاس گفتگو کا ایک ہی موضوع ہے جس سے وہ کبھی نہیں تھکتے اور یہ ہے اس جنت نصیب کا ذکر خیر۔ کوئی مہمان آجاتے، آپ باولے سے اِدھر اُدھر دوڑ رہے ہیں۔ کچھ نہیں سوجھتا کیسے اسکی خاطر کریں۔ معذرت کے لئے الفاظ ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ بھائی جان میں آپ کی کیا خاطر کروں۔ جو آپ کی سچی خاطر کرتا وہ نہیں رہا۔ اس وقت تک آپ ناشتے کے انتظار میں نہ بیٹھنے پاتے۔ منہ اندھیرے چائے اور ٹوسٹ حاضر ہو جاتا۔ اسوقت بادام کا حلوا اور سنترے اور زیب آجاتے۔ میں تو نرا احمق ہوں بھائی صاحب۔ مجھ میں جو کچھ اچھا تھا وہ سب اُسکا فیض تھا۔ اُسی کی ذہانت سے میں ذہین تھا۔ اسی کی فیاضی سے فیاض، اُسی کی شرافت سے شریف، اب تو لاشہ بے جان ہوں بھائی صاحب۔ بالکل مردہ ہوں۔ میں اُس دیوی کے لائق نہ تھا۔ نہ جانے کن اعمالِ خیر کے صلے میں وہ مجھے مل گئی تھی۔ آیئے آپ کو اُس کی تصویر دکھاؤں۔ معلوم ہوتا ہے ابھی ابھی اُٹھکر چلی گئی ہے بھائی جان آپ سے حلفاً کہتا ہوں میں نے ایسی ماہرو نہیں دیکھی۔ اس کے چہرے پر حُسن کا رعب ہی نہ تھا۔ حُسن کی لطافت بھی تھی اور دلکشی بھی۔

آپ مشتاق نظروں سے وہ تصویر دیکھتے ہیں۔ آپ کو اُس میں حُسن کوئی خاص دلکشی نہیں نظر آتی۔ فربہ جسم ہے۔ چوڑا سا منہ۔ چھوٹی چھوٹی آنکھیں، انداز میں دہقانیت نمایاں ہے۔ مگر اس تصویر کے محاسن آپ کے سامنے کچھ اس شدومد اور انہماک سے بیان کئے جاتے ہیں کہ آپ کو سچ مچ اُس تصویر میں حُسن کا احساس ہونے لگتا ہے اس ذکرِ خیر میں جتنا وقت گذرتا ہے وہی منشی جی کی زندگی کے بہترین لمحے ہیں۔ اتنی ہی دیر وہ زندہ رہتے ہیں۔ باقی اوقات میں زندہ درگور۔

پہلے کچھ دنوں تک تو وہ ہمارے ساتھ صبح کو ہوا خوری کے لئے جاتے رہے۔ وہ کیا جاتے رہے۔ میں زبردستی اُنھیں لے جاتا تھا۔ لیکن روز آدھ گھنٹہ تک ان کا انتظار کرنا پڑتا تھا۔ کسی طرح گھر سے نکلتے بھی تو چیونٹی سی چال سے چلتے اور آدھ میل میں ہی ہمت ہار جاتے۔ لوٹ چلنے کا تقاضا کرنے لگتے۔ آخر میں نے اُنہیں ساتھ لے جانا چھوڑ دیا اور تب سے بس اُن کی چہل قدمی چالیس قدم کی رہ گئی ہے۔ سیر کیا ہے بیگار ہے۔ اور وہ بھی اسی لئے کہ مرحوم

کے سامنے اُن کا یہ معمول تھا۔

ایک دن حسب معمول اُن کے دروازے سے نکلا تو دیکھا کہ اوپر کی کھڑکیاں جو رستوں سے بند پڑی تھیں کھلی ہوئی ہیں۔ تعجب ہوا دروازے پر خدمتگار مٹھیا ناریل پی رہا تھا۔ اس سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ حضرت گھومنے گئے ہوئے ہیں۔ مجھے خوشگوار حیرت ہوئی۔ آج یہ نئی بات کیوں؟ اتنے سویرے تو یہ کبھی نہیں اُٹھتے۔ جس طرف وہ گئے تھے اُدھر ہی میں نے بھی قدم بڑھائے۔ اور ایک ہفتہ سے مجھے اِدھر آنے کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ ایک قرابت داری میں گیا تھا۔ اِس دوران میں کیا انقلاب ہوگیا۔ ضرور کوئی نہ کوئی راز ہے۔ دریافت حال کے لئے دل بیقرار ہوگیا۔ کوئی دو میل جاکر آپ ملے۔ جب میں مایوس ہوکر لوٹنے والا تھا۔ تعجب ہورہا تھا کہ راستے میں کہاں رہ گئے۔ راستے میں اُن کی کسی سے ملاقات ہی نہیں ہے جہاں ٹھہر گئے ہوں۔ کچھ تشویش بھی ہورہی تھی۔ حضرت کہیں کسی کوئیں میں تو نہیں کود پڑے۔ دور سے اُنھیں دیکھکر دل کو اطمینان ہوا۔ آج تو کچھ کینڈا ہی اور تھا۔ بال نئے فیشن سے تراشے ہوئے مونچھیں صاف۔ ڈاڑھی چکنی، چہرہ پر بشاشت، رفتار میں پھرتی۔ سوٹ پرانا مگر برش کیا ہوا۔ اور شاید استری بھی کی ہوئی، بوٹ پر تازہ پالش۔ مُسکراتے چلے آتے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی لپک کر گرم جوشی سے ہاتھ ملایا اور بولے۔ آج کئی دن کے بعد نظر آئے؟ کہیں گئے تھے کیا!

میں نے اپنی غیر حاضری کا سبب بتا کر کہا۔ میں ڈرتا ہوں آج تمہیں کہیں نظر نہ لگ جائے۔ چشم بد دور۔ اب میں روزانہ تمہارے ساتھ گھومنے آیا کروں گا۔ آج بہت دنوں بعد تم نے آدمی کا چولا بدلا ہے۔

جھیپ کر بولے۔ نہیں بھئی مجھے اکیلا ہی رہنے دو۔ تم لگوگے دوڑانے۔ اور اوپر سے گھُرکیاں جاؤگے۔ میں اپنا ہولے ہولے چلا جاتا ہوں۔ جب تھک جاتا ہوں کہیں بیٹھ لیتا ہوں۔

”تمہاری یہ وضع تو ایک ہفتہ پہلے تک تھی۔ آج تو تم بالکل اپ ٹوڈیٹ ہو۔ اِس رفتار سے تو شاید میں تم سے پیچھے ہی رہوں گا۔“

”تم تو بنانے لگے“

”میں کل سے آؤں گا اور تمہارے ساتھ سیر کروں گا۔ میرا انتظار کرنا۔“

”نہیں بھئی مجھے دق مت کرو۔ میں آج کل بہت سویرے اُٹھ جاتا ہوں۔ رات کو نیند نہیں آتی۔ سوچتا ہوں لاؤ ٹہل ہی آؤں۔ تم میرے ساتھ کیوں پریشان ہوگے۔“

میری حیرت بڑھتی جارہی تھی۔ یہ حضرت ہمیشہ میرے پیروں پڑتے رہتے تھے کہ مجھے بھی ساتھ لے لیا کرو۔ جب میں نے اِن کی سست روی سے مجبور ہوکر تنہا ٹہلنا شروع کیا تو اِن کی بہت دلشکنی ہوئی۔ دو ایکبار مجھ سے

شکایت بھی کی۔ ہاں بھئی اب کیوں ساتھ دوگے۔ بدنصیبوں کا ساتھ کسی نے دیا ہے یا تم کوئی نئی تہذیب نکالوگے۔ زمانہ کا دستور ہے جو لنگڑاتا ہوا اُسے ڈھکیل دو۔ جو بیمار ہو اُسے زہر دیدو۔ یہی نئے زمانہ کی روش ہے۔ لیکن میں نے اُن کے طعن و تشنیع کی پرواہ نہ کی تھی۔ اور وہی شخص آج مجھ سے پیچھا چھڑا رہا ہے۔ یہ کیا راز ہے۔ یہ چستی اور تیزی اور بشاشت کہاں سے آگئی؟ کہیں حضرت نے بندر کی گلٹی تو نہیں لگوالی۔ ضرور یہی بات ہے۔ یہ نیا سول سرجن غدود کے فن میں ماہر ہے۔ ممکن ہے انہیں کسی نے سوجھا دیا ہو اور حضرت نے ہزار پانچسو روپیہ خرچ کرکے گلٹی بدلوالی ہو۔ اس معمّے کو حل کئے بغیر مجھے چین کہاں۔ اُن کے ساتھ ہی لوٹ پڑا۔

دو چار قدم چلنے کے بعد میں نے پوچھا۔ سچ کہنا برادر۔ گلٹی ولٹی تو نہیں لگوالی!

اُنہوں نے استفسار کی نظروں سے دیکھا۔ کیسی گلٹی۔ میں نہیں سمجھا۔

"مجھے شک ہو رہا ہے کہ تم نے بندر کے غدود لگوالئے ہیں۔ ورنہ تم میں یہ جانداری کہاں سے آگئی"۔

"ارے یار کیوں کوستے ہو۔ بندر کے غدود کس لئے لگواتا۔ میرے تو ذہن میں یہ بات کبھی آئی ہی نہیں"۔

"تو کیا کوئی برقی آلہ منگوا لیا ہے۔؟"

"تم آج میرے پیچھے کیوں ہاتھ دھوکر پڑے ہو۔ بیوہ عورت بھی تو کبھی کبھی سنگار کرلیتی ہے۔ انسان کی طبیعت ہی تو ہے۔ ایک دن مجھے اپنی پست ہمتی اور کاہلی پر افسوس ہوا جب دنیا میں رہنا ہے تو زندوں کی طرح کیوں نہ رہوں۔ مردوں کی طرح جینے سے کیا فائدہ۔ بس اور کوئی بات نہیں ہے"۔

مجھے اس تاویل سے تشفی نہ ہوئی۔ دوسرے دن ذرا اور سویرے آیا اور منشی جی کے دروازے پر آواز دی۔ معلوم ہوا چلے گئے۔ میں اُن کے پیچھے بھاگا۔ ضد پڑگئی کہ اسے اکیلا نہ جانے دونگا۔ دیکھوں کب تک مجھسے بھاگتا ہے۔ آدھی رات کو آکر بستر سے نہ اُٹھاؤں تو سہی۔ دوڑ تو سکا لیکن جس قدر تیز چل سکتا تھا چلا۔ بارے ایک میل کے بعد آپ نظر آئے۔ بھاگے چلے جارہے تھے۔ اب میں بار بار پکار رہا ہوں کہ حضرت ذرا ٹھہر جائیے۔ خدا کے لئے۔ خدا کے لئے ٹھہر جائیے۔ میری سانس پھول رہی ہے۔ مگر آپ ہیں کہ خبر ہی نہیں ہوتے۔ آخر جب میں نے اپنے سر کی قسم دلائی تب جاکر آپ رُکے۔ میں لپک کر آپ کے پاس پہونچا تو چیں بجبیں ہوکر فرماتے ہیں۔ میں نے تو تم سے کہہ دیا تھا میرے گھر مت آنا۔ پھر کیوں میرے پیچھے پڑگئے۔ مجھے دھیرے دھیرے گھومنے دو۔ تم اپنا رستہ لو۔

میں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر زور سے جھٹکا دیا اور بولا۔ دیکھو ہوری لال۔ مجھ سے اڑو نہیں۔ ورنہ مجھے جانتے ہو کتنا بے مروت آدمی ہوں۔ تم یہ دھیرے دھیرے ٹہل رہے ہو یا ڈبل مارچ کر رہے ہو۔ میرے درد ہونے لگا اور پسلیاں دکھ رہی ہیں۔ سانس پھول گئی۔ اور آپ فرماتے ہیں مجھے دھیرے دھیرے گھومنے دو۔ ڈاک کا

ہرکارہ بھی تو اِس رفتار سے نہیں دوڑتا۔ اُسپر غضب یہ کہ تم تھکے نہیں ہو۔ اب بھی اُسی دم خم سے چلے جارہے ہو۔ اب تو تم ڈنڈے بھگاؤ تو بھی تمہارا دامن نہ چھوڑوں۔ تمہارے ساتھ دو میل چلوں گا تو اچھی خاصی ورزش ہو جائے گی۔ مگر اب صاف صاف بتلاؤ راز کیا ہے۔ تم میں یہ جوانی کہاں سے آگئی؟ اگر کسی اکسیر کا استعمال کر رہے ہو تو مجھے بھی دو۔ کم سے کم پتہ بتا دو۔ میں منگوا لوں گا۔ اگر کسی دعا تعویذ کی کرامات ہے تو مجھے بھی اس پیر کے پاس لے چلو۔

مسکرا کر بولے۔ تم تو پاگل ہو۔ خواہ مخواہ مجھے دق کر رہے ہو۔ بوڑھے ہو گئے مگر لڑکپن نہ گیا۔ کیا تم چاہتے ہو میں ہمیشہ اُسی طرح زندہ درگور پڑا رہوں ماتما بھی تم سے نہیں دیکھا جاتا۔ تب تو تمہارے مزاج ہی نہ ملتے تھے۔ کتنی منت کی کہ بھائی جان، مجھ خستہ جان کو بھی ساتھ لے لیا کرو۔ تمہارے طفیل میں کچھ ہوا خوری ہو جائے گی۔ مگر آپ نخرے دکھانے لگے۔ اب کیوں میرے پیچھے پڑے ہو۔ بھائی جان جو اپنی مدد آپ کرتا ہے اُس کی مدد پر ماتما بھی کرتے ہیں۔ احباب اور اعزہ کی مروت بھی خوب دیکھ لی۔ اب اپنے بوتے پر چلوں گا۔

وہ اِسی طرح مجھے صلواتیں سُناتے جارہے تھے اور میں اُنہیں چھیڑ چھیڑ کر اور بھی اشتعال دے رہا تھا کہ دفعتاً اُنہوں نے اُنگلی لب پر رکھکر مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ اور ذرا قد اور سیدھا کر کے اور چہرہ پر بشاشت اور خودداری کا رنگ بھر کر مستانہ چال چلنے لگے۔ میری سمجھ میں بالکل نہ آیا۔ یہ رازداری اور بہروپ کس لئے۔ وہاں تو دوسرا کوئی تھا بھی نہیں۔ ہاں سامنے سے ایک عورت ضرور چلی آرہی تھی۔ مگر اُسکے سامنے اِس پردہ دری کی کیا ضرورت! میں نے تو اُسے کبھی دیکھا بھی نہ تھا۔ آسمانی رنگ کی ساڑی جسپر زردلیس ٹکا ہوا تھا اس پر خوب کھل رہی تھی۔ حسین ہرگز نہ تھی۔ مگر حُسن سے زیادہ دلکش اُسکی شگفتگی تھی اور بھولا پن۔ انداز میں خودداری اور متانت، لباس میں حُسنِ مذاق، بشرے سے شرافت اور وجاہت عیاں۔ ایک بہت ہی معمولی شکل وصورت کی عورت اتنی جاذب نظر ہو سکتی ہے یہ میں نہ سمجھتا تھا۔

اُس نے ہوری لال کے برابر آکر دونوں ہاتھوں سے نمشکار کیا۔ ہوری لال نے کسی قدر بے اعتنائی سے سر کو ایک جنبش دی اور آگے بڑھنا چاہتے تھے کہ اُس نے کوئل کی سی آواز میں کہا۔ کیا لوٹئے گا نہیں۔ آپ اپنی حد سے آگے بڑھے جارہے ہیں۔ اور ہاں آج تو آپ نے مجھے دیوی جی کی تصویر دینے کا وعدہ کیا تھا۔ شاید بھول گئے۔ کہئے تو آپ کے ساتھ چلوں؟

منشی جی پر ایسی عصبیت طاری تھی کہ معمولی اخلاق کا اظہار بھی نہ کر سکے۔ یوں وہ بہت ہی مہذب آدمی ہیں۔ اور آداب مجلس کے بڑے ماہر۔ لیکن اس وقت جیسے اُن کے اوسان خطا ہو گئے تھے۔ ایک قدم

اور آگے بڑھکر بولے۔ آپ معاف کیجئے گا۔ ذرا مجھے ایک ضرورت ہے۔
عورت نے کسی قدر رشک نہ خاطر ہو کر کہا، تو مجھے وہ تصویر کب دیجئے گا۔ آپ تو آج جیسے بھاگے جارہے ہیں۔
منشی جی نے میری طرف پُر قہر نظروں سے دیکھا اور بولے' تلاش کروں گا۔
عورت نے چشم فریاد سے دیکھکر کہا۔ آپ نے تو فرمایا تھا کہ وہ ہمیشہ آپ کی میز پر رہتی ہے۔ اسوقت آپ کہتے ہیں تلاش کروں گا۔ آپ کی طبیعت تو اچھی ہے؟ جب سے آپ نے اُن کے اوصاف بیان کئے ہیں میں اُن کے درشنوں کے لئے بیقرار ہو رہی ہوں۔ اور اگر آپ یوں نہ دینگے تو میں اُسے آپ کی میز پر سے اُٹھا لاؤں گی (میری طرف دیکھکر) آپ میری مدد کیجئے گا جناب' حالانکہ میں جانتی ہوں کہ آپ منشی جی کے دوست ہیں اور اُن کے ساتھ دغا نہ کریں گے۔ آپ کو تعجب ہو رہا ہوگا کہ یہ کون عورت منشی جی سے اتنی بے تکلفی سے باتیں کر رہی ہے۔ ان سے میری ملاقات بازار میں ہوئی۔ میں سبزی منڈی گئی ہوئی تھی۔ میں اپنی سبزی خود لاتی ہوں۔ نوکروں پہ اتنا اہم کام چھوڑنا نہیں چاہتی جسپر زندگی کا قیام ہے سبزی لیکر دام دینے کے لئے روپیہ نکالا تو کنجڑے نے اسے ٹھنکار کر کہا دوسرا روپیہ دو۔ یہ خراب ہے۔ اب جو میں نے خود ٹھنکایا تو معلوم ہوا واقعی روپئے کی آواز میں کچھ ثقالت تھی۔ اب کیا کروں۔ میرے پاس دوسرا روپیہ نہ تھا۔ حالانکہ اِس طرح کے تلخ تجربے مجھے بارہا ہو چکے ہیں مگر گھر سے روپیہ لیکر چلتے وقت مجھے اُسے پرکھ لینے کی یاد نہیں رہتی۔ نہ کسی سے روپئے لیتے وقت ہی پرکھتی ہوں۔ اِس وقت میرے صندوق میں زیادہ نہیں تو بیس پچیس کھوٹے روپئے پڑے ہوں گے۔ اور ریزگاریاں تو سیکڑوں ہونگی۔ میرے لئے اِس کے سوا دوسرا چارہ نہ تھا کہ سبزی واپس کر کے گھر لوٹ آؤں۔ اتفاق سے منشی جی بھی اُسی دوکان پر سبزی خریدنے آئے تھے۔ مجھے اِس پریشانی میں دیکھکر آپ نے بے تکلف ایک روپیہ نکالکر مجھے دیدیا۔ اِس طرح میرا آپ سے تعارف ہوا۔۔۔۔۔۔
منشی جی نے بات کاٹ کر کہا تو اِس وقت آپ وہ سارا قصہ کیوں بیان کر رہی ہیں۔ ہم دونوں ایک ضروری کام سے جارہے ہیں۔ خواہ مخواہ دیر ہو رہی ہے۔
اُنہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔
مجھے اُن کی کج خلقی حد درجہ ناگوار گذری۔ کچھ کچھ اُس کا راز بھی سمجھ میں آگیا۔ مجھ سے پردہ کیا جارہا ہے!
بولا' تو آپ جائیے۔ مجھے کوئی ایسا ضروری کام نہیں ہے۔ میں بھی اب لوٹنا چاہتا ہوں۔
منشی جی نے دانت پیس لئے۔ اگر وہ عورت اس وقت وہاں نہ ہوتی تو معلوم نہیں میری کیا دُرگت

کرتے۔ ایک سکنڈ تک میری طرف غضبناک نظروں سے دیکھتے رہے گویا کہہ رہے ہوں۔ اچھا بچہ۔ اِسکا انتقام نہ لیا ہو تو کہنا۔ اور چل دیئے۔ میں عورت کے ساتھ گھر کی طرف چلا۔

یکایک اُسنے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ مگر نہیں آپ جائیے۔ میں اُن کے ساتھ گھوموں گی۔ شاید وہ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں۔ آج ایک ہفتہ سے میرا اور اُن کا روز ساتھ ہو جاتا ہے اور وہ اپنا قصہ غم سنایا کرتے ہیں کیسی خوش نصیب تھی وہ عورت جس کا شوہر آج بھی اُس کے نام کی پرستش کرتا ہے۔ آپ نے تو انہیں دیکھا ہوگا۔ کیا وہ سچ مچ بڑی جاں نثار عورت تھی۔

میں نے پر جوش لہجہ میں کہا ' دونوں میں بہت محبت تھی '

" اور جب سے اُن کا انتقال ہوا یہ تارک الدنیا ہو گئے ؟"

" اس سے بھی زیادہ۔ زندگی میں بجز اُس کی یاد کے اُنہیں اور کوئی دلچسپی نہیں رہی۔"

" بہت حسین تھی ؟"

" اُن کی نظروں میں تو اُس سے زیادہ حسین عورت دُنیا میں نہ تھی "

اس نے ایک منٹ تک خیال میں محو رہنے کے بعد کہا۔ اچھا آپ جائیں۔ میں جا کر اُن کے ساتھ کچھ دیر واک کروں گی۔ ایسے وفا پرور انسان کی مجھ سے جو خدمت ہو سکتی ہے اُس میں کیوں دریغ کروں۔ مجھے تو اُن کی سرگذشت نے پاگل بنا دیا ہے "

میں اپنا سا مُنہ لیکر گھر چلا آیا۔ اتفاق سے اُسی دن مجھے ایک ضروری کام سے دہلی جانا پڑا۔ وہاں سے ایک ماہ میں لوٹا۔ اور سب سے پہلا کام جو میں نے کیا وہ منشی ہوری لال کی پرسش حال تھی۔ معاملات نے اِس دوران میں کیا رنگت اختیار کی یہ جاننے کے لئے بیتاب ہو رہا تھا۔ دہلی سے اُنہیں ایک خط لکھا تھا۔ مگر اس شخص کی یہ خبیث عادت ہے کہ خطوں کا جواب نہیں دیتا۔ اس عورت سے اُن کے تعلقات نے کیا صورت اختیار کی۔ آمد و رفت جاری ہے یا قطع ہو گئی۔ اُس نے ہوری لال کی وفا پروری کا صلہ کس صورت میں ادا کیا یا کرنے والی ہے۔ اِسی طرح کے کتنے ہی سوالات دل میں ہیجان پیدا کر رہے تھے۔

میں منشی جی کے مکان پر پہونچا تو آٹھ بجے ہوں گے۔ کھڑکیوں کے دروازے بند تھے۔ سامنے برآمدہ میں بھی خس و خاشاک کے انبار تھے۔ بعینہ وہی حالت تھی جو اِس چند روزہ انہاک سے پہلے نظر آتی تھی۔ انتشار اور بڑھا۔ اوپر گیا تو دیکھا آپ اُسی فرش پر پڑے ہوئے جو بے ترتیبی اور بد سلیقگی کا نمونہ ہے ایک اخبار پڑھ رہے ہیں۔ شاید ایک ہفتہ سے خط نہیں بنا تھا۔ چہرے پر زردی چھائی ہوئی تھی۔

میں نے پوچھا۔ آپ سیر کر کے لوٹ آئے کیا ؟

نیم شرمندگی سے جواب دیا۔ اجی سیر سپاٹے کی کہاں فرصت ہے بھئی۔ اور فرصت بھی تو وہ دل کہاں ہے۔ تم تو کہیں باہر گئے تھے ؟

"ہاں ذرا دہلی تک گیا تھا۔ کیا اب اس دیوی سے آپ کی ملاقات نہیں ہوتی ؟"

"ادھر تو عرصہ سے ملاقات نہیں ہوئی۔"

"کہاں چلی گئی"

"مجھے کیا خبر"

"مگر آپ تو اس پر بے طرح ریجھے ہوئے تھے۔"

"میں اس پر ریجھا تھا! آپ کو جنون تو نہیں ہو گیا ہے۔ جس پر ریجھا تھا جب اسی نے رفاقت کا حق ادا نہ کیا تو اب دوسروں پر کیا ریجھوں گا۔"

"دیکھو ہوری لال مجھے چکمہ نہ دو۔ پہلے میں تمہیں ضرور زاہد سمجھتا تھا۔ لیکن تمہاری وہ رنگین مزاجیاں دیکھ کر جس کا دورہ تمہارے اوپر ایک ماہ قبل ہوا تھا میں یہ نہیں مان سکتا کہ تم نے اپنی آرزوؤں کو ہمیشہ کے لئے دفن کر دیا۔ تمہیں اس دوران کی ساری روداد مجھ سے بے کم وکاست بیان کرنی ہوگی۔ ورنہ سمجھ لو میری اور تمہاری دوستی کا خاتمہ ہے۔"

ہوری لال کی آنکھیں آبگوں ہو گئیں۔ چند سکنڈ کے بعد بولے میرے ساتھ اتنی بے انصافی نہ کرو بھائی جان۔ اگر تمہیں مجھ پر ایسے شبہے کرنے لگو گے تو میں کہیں کا نہ رہوں گا۔ اس کا نام مس اندرا ہے۔ یہاں جو لڑکیوں کا ہائی اسکول ہے اسی کی ہیڈ مسٹرس ہو کر آئی ہے۔ میری ان سے کیونکر ملاقات ہوئی یہ تو تمہیں معلوم ہی ہے۔ اسکی ہمدردی نے مجھے اس کا مداح بنا دیا۔ اس عمر میں اور اس غم کا بوجھ سر پر رکھے ہوئے مجھے ان کی جانب جس چیز نے کھینچا وہ ان کی ہمدردی تھی۔ میں صرف اپنا قصہ غم سنانے کے لئے روز ان کے پاس جایا کرتا تھا۔ وہ حسین ہے، خوش مزاج ہے، دردمند ہے، سلیقہ شعار ہے۔ لیکن تمہاری فرشتہ خصلت بھابی کی کچھ اور ہی بات تھی اس نے مجھ پر جو رنگ جما دیا اس پر اب دوسرا رنگ کیا جمے گا۔ میں اسی کی حرارت سے زندہ تھا برادر۔ اس حرارت کے ساتھ زندگی بھی رخصت ہو گئی۔ اب تو میں اس روضے کا مجاور ہوں جو میرے دل میں ہے۔ کسی ہمدرد کی صورت دیکھتا ہوں تو دل کو خوشی ہوتی ہے اور اپنا قصہ درد سنانے لگتا ہوں۔ مجھے یہ معلوم ہے کہ یہ میری کمزوری ہے۔ اور تم اور دیگر احباب اسی وجہ سے مجھ سے پرہیز کرتے ہیں۔ لیکن کیا کروں بھیا۔ بغیر اپنا قصہ غم کسی کو سنائے مجھ سے نہیں رہا جاتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے میرا دم گھٹ جائے گا۔

"اس لئے جب مس اندرا میری جانب ملتفت ہوئیں تو میں نے اسے امداد غیب سمجھا۔ اور اس دھن میں جسے میرے بہت سے احباب میری بدقسمتی سے جنون سمجھتے ہیں وہ سب کچھ کہہ گیا جو میرے دل میں تھا اور ہے اور مرتے دم تک رہیگا۔ اُس زمانہ کی یاد کیسے بھلا دوں؟ میرے لئے تو وہ حال سے بھی زیادہ واضح اور روشن ہے۔ میں تو اب بھی اُسی دُنیا اور اُسی زمانے میں بستا ہوں مس اندرا کو غالباً مجھ پر رحم آ گیا۔ ایک دن اُنہوں نے میری دعوت کی۔ اور کتنی ہی لذیذ چیزیں اپنے ہاتھوں سے بنا کر کھلائیں۔ دوسرے دن خود آئیں اور یہاں کی ساری چیزیں ترتیب سے سجا گئیں۔ تیسرے دن کچھ کپڑے لائیں اور میرے لئے خود ایک سوٹ تیار کیا۔ اُن کی ہمدردیاں اِسی طرح روز بروز وسیع ہوتی گئیں۔ آخر ایک دن شام کو کوئنس پارک میں اُنہوں نے مجھ سے کہا۔ آپ اپنی شادی کیوں نہیں کر لیتے؟"

میں نے ہنس کر کہا۔ اِس عمر میں اب کیا شادی کروں گا اِندرا۔ دنیا کیا کہے گی۔

مس اندرا بولیں۔ آپ کی عمر ابھی ایسی کیا زیادہ ہے۔ آپ چالیس سے زیادہ نہیں معلوم ہوتے۔

میں نے تصیح کی۔ میرا پچاسواں سال ہے۔"

"عمر کا حساب سالوں سے نہیں ہوتا صحت سے ہوتا ہے۔ آپ کی صحت کچھ توجہ کی محتاج ہے۔ کوئی آپ کو بچّے کی طرح پھیرنے والا چاہیئے۔ آپ کی یہ افسردہ دلی دور ہو سکتی ہے۔

میرا دل دھڑ دھڑ کرنے لگا۔ گویا اختلاج قلب ہو گیا ہو۔ میں نے دیکھا مس اندرا کے چہرے پر ہلکی سی سرخی دوڑ گئی ہے، اُن کی آنکھیں شرم سے جُھک گئی ہیں۔ اور کوئی بات بار بار اُن کے لبوں تک آ کر لوٹ جاتی ہے۔

آخر اُنہوں نے میری طرف نظریں اُٹھا کر کہا اگر آپ سمجھتے ہوں کہ میں آپ کی کچھ خدمت کر سکتی ہوں تو میں ہر طرح حاضر ہوں۔

"میں نے معذرت آمیز لہجہ میں جواب دیا کہ میں تمہاری اِس ہمدردی کا کہاں تک شکریہ ادا کروں۔ مس اندرا۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ میں زندہ نہیں، مردہ یادگاروں کا مجسمہ ہوں۔"

اِسکے بعد میں نے اُن کی محبت اور رحم دلی اور فیاضی کی خوب دل کھول کر داد دی۔ مگر وہ میری گفتگو سے کچھ ایسی متاثر ہوئیں کہ اُسی وقت یہاں سے چلی گئیں۔ اور پھر تب سے نظر نہ آئیں۔ نہ مجھے ہی ہمت پڑی کہ اُن کی تلاش کرتا۔ حالانکہ چلتے وقت اُنہوں نے کہا تھا، جب کبھی آپ کو کوئی تکلیف ہو اور آپ میری ضرورت سمجھیں تو مجھے بلا لیجئے گا۔

ہوری لال نے اپنی سرگذشت ختم کر کے مجھے داد خواہانہ انداز سے دیکھا۔ میں نے اسکا جواب ملامت سے دیا۔ بولا کتنے بدنصیب ہو تم ہوری لال۔ مجھے تمہارے اوپر رحم بھی آتا ہے اور غصہ بھی۔ کمبخت تیری زندگی سنور جاتی۔ تو نے زرین موقعہ ہاتھ سے کھو دیا۔ یہ عورت نہیں۔ ایشور کی بھیجی ہوئی کوئی دیوی تھی جو تیری اندھیری زندگی کو دوبارہ روشن کرنیکے لئے آئی تھی۔ جی چاہتا ہے تمہیں اوپر سے ڈھکیل دوں۔ نامعقول۔

ہوری لال نے اپنی بیوی کی تصویر کیطرف دیکھا اور کانپتی ہوئی آواز میں بولنے لگا "میں تو اسی کا ہوں بھائی جان اور اسی کا رہوں گا!"

(خاص عصمت کے لئے)

پریم چند

# شادی کا اشتہار

آجکل اخباروں میں خوشبودار صابن۔ گیسو دراز تیل۔ اور مفید نسواں کتابوں کے ساتھ ساتھ "قبول صورت تعلیم یافتہ اور خانہ داری سے واقف" لڑکیوں کا اشتہار بھی نظر آتا ہے جنہیں دیکھکر اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ مسلمان کتنی حد تک اپنی غیرت و حمیت کو کھو چکے ہیں۔

ایک زمانہ تھا کہ بیٹی والوں کی یہ آن تھی کہ بغیر دس آدمیوں کی خوشامد اور اصرار کے وہ کسی کا پیام تک منظور نہ کرتے تھے۔ کجا کہ خود اس کی تحریک کریں۔

ایک عام کہاوت تھی کہ جب تک مشاطہ کے کئی جوڑے جوتیوں کے نہ پھٹ جائیں شریفوں میں بات پکی نہ ہوتی تھی۔

شرفا میں لڑکے والوں کا لڑکی کو آکر دیکھنا بھی بُرا سمجھا جاتا تھا۔ اسی زمانہ کے لوگوں کی غیرت یہ گوارا نہ کرتی تھی کہ وہ اپنی لڑکی کو مثل جانور یا سامان کے دوسروں کو جانچنے دیں۔ لوگ اسکی شکل و صورت۔ قد و قامت۔ ہنر و سلیقہ کو آکر پرکھیں۔ اور حسبِ دلخواہ پائیں تو اُسے منظور کریں ورنہ نہ کریں۔ کیونکہ بقول ان بزرگوں کے "ہمیں لڑکی دینا ہے گھوڑے بیچنا نہیں ہے"۔ اور لڑکی دینا لڑکے والوں پر انتہائی احسان سمجھا جاتا تھا۔ جس نے بیٹی دیدی گویا اُسنے اسکی شرافت و نجابت کو مان لیا۔ کیونکہ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ بیٹی کسی کی بھی لے سکتے ہیں لیکن بیٹی ہر ایک کو نہیں دیتے۔ اس آن کا نتیجہ یہ تھا کہ لوگ اسی آرزو میں مرجاتے تھے کہ فلاں خاندان کی لڑکی کی پالکی اپنی ڈیوڑھی پر اُتروالیں۔ اور نامور خاندانوں میں رشتہ ہو جانے پر اس سے زیادہ فخر کرتے تھے جتنا کہ آجکل لوگ گورنر ہو جانے پر کر سکتے ہیں۔

اللہ! اللہ! کہاں وہ غیوری اور کہاں یہ بے حمیتی! مسلمانوں نے اپنی ہر ایک وضع تو چھوڑ ہی دی تھی۔ اپنا ہر اصول دقیانوسی کہکر پسِ پشت ڈال ہی چکے تھے۔ لیکن لڑکی والوں کا اپنی لڑکی کے رشتہ کے لئے پہل کرنا ہر ایک قوم میں بُرا سمجھا جاتا تھا۔ اور اب تک باوجود مغرب کی انتہائی آزادی اور مرد و عورت کے مساوات کے دعوے کے آج بھی شادی کی خواہش لڑکا لڑکی سے کرتا ہے۔ لڑکی خواہ کتنی ہی آزاد اور مساوات کی قائل کیوں نہ ہو مغرب میں بھی شادی کی تحریک نہیں کرتی۔

مغرب میں لڑکے خود اور مشرق میں اُسکے والدین ہمیشہ لڑکی کی خواستگاری ایسے لفظوں میں کرتے ہیں "بندہ زادہ کو اپنی غلامی میں قبول کریں" "یا یہ آرزو ہے کہ آپ کی صاحبزادی میرے غریب خانہ کو منور کریں"

لڑکی جب اس چاہ و چوچلے سے بیاہ کر سُسرال آتی ہے تو اُس کا سر اونچا ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ منتوں مرادوں سے آئی۔ ساس سُسر قدر و عزت کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ مقتضائے فطرت ہے کہ جو چیز کوشش و تمنا کے بعد ملے وہ عزیز ہوتی ہے۔ اسکے بہ نسبت جو چیز آسانی سے حاصل ہو جائے چاہے وہ کتنی ہی اعلےٰ کیوں نہ ہو اُس کی قدر نہیں ہوتی۔ اگر خدانخواستہ کبھی نفاق کی صورت پیدا ہو تو لڑکی والے یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ کیا اسی لئے اتنے چاہ و ارمان سے لے گئے تھے۔ ساس سُسر بھی اپنی بات کی لاج رکھنے کو لڑکے پر جبر کرتے ہیں کہ جس چیز کو انہوں نے اس جانفشانی سے حاصل کیا ہے اسکی عزت کریں۔

خود لڑکیوں کو لڑکے والوں کے آگے پیش کرنے والے حضرات لڑکی کے دل سے خودداری کے جذبہ کو بالکل مٹا دیتے ہیں۔ وہ لڑکی کس منہ سے اپنے میکے کی تعریف یا اپنے خاندان پر ناز کرسکتی ہے جو ماں باپ پر اتنی بوجھ تھی کہ وہ اسے اشتہار کے ذریعہ سے دور کرنے پر مجبور ہو۔

اشتہاری شادی کے شوہر کے دل میں اپنی بیوی کی کیا عزت ہوسکتی ہے وہ کیوں کسی کے گھر کا چشم و چراغ کسی کے دل کا نور و سرور سمجھکر اسکی دلجوئی کی کوشش کرے گا۔ ساس نندیں کاہے کو یہ کوشش کرینگی کہ اُس کا دل بہلائیں تاکہ ماں باپ کی یاد میں نہ کڑھے۔

کہا جائے گا کہ کوئی خوشی سے شادی کا اشتہار نہیں دیتا۔ مجبوری انسان سے سب کچھ کراتی ہے۔ لیکن یہ جواب کافی نہیں کیونکہ غیرت اور بے غیرتی کا مسئلہ اس وقت بھی پیدا ہوتا ہے جبکہ کوئی ایسا سوال پیدا ہو جہاں انسان اگر غیرت کا خیال چھوڑ دے تو فائدہ حاصل کرسکتا ہے۔ اور ایسا موقعہ آنے پر بھی وہ غیرت کا دامن نہ چھوڑے تب ہی وہ غیرت مند کہلانے کا مستحق ہوسکتا ہے۔

پُرانے زمانہ میں کیا لڑکی والوں کو مشکلات پیش نہ آتی تھیں۔ کیا اس وقت لڑکی والے سب کے سب امیر ہی تھے۔ نہیں۔ لیکن وہ بیوہ جس کی لڑکی کا کوئی سرپرست نہ ہو وہ بھی۔ وہ کمسن بھائی جن کے ذمہ کئی بہنیں ہوں وہ بھی۔ وہ غریب باپ جسکی کئی لڑکیاں ہوں وہ بھی اتنے ہی غیرت مند ہوتے تھے۔ ان کی بھی وہی اکڑ ہوتی تھی جو کسی رئیس کی ہو جسکی ایک ہی لڑکی ہو۔ اس لئے کہ ان کی نظریں سونا چاندی سے خیرہ نہ ہوجاتی تھیں۔ وہ اپنی لڑکیوں کی وقعت اپنی مالی حیثیت پر مبنی نہ سمجھتے تھے۔ ان کے لئے ہر کنواری لڑکی کی پاکبازنگاہیں اسکی معصومیت۔ اسکی نیکی و شرافت ایسی چیزیں تھیں جو ہیرے موتی سے زیادہ قیمتی تھیں اور جس کے حاصل کرنے کے لئے ہیرے موتی والوں کو بھی ان کے آگے جھکنا پڑے گا۔

ہندوستان میں اب تک خدا کے فضل سے مردوں کی قلت نہیں ہے۔ ہندوستان میں مردوں کی تعداد عورتوں سے زیادہ ہے۔ اس لئے ہر لڑکی لازمی طور پر بیاہی جاسکتی ہے۔ اس لئے کوئی وجہ نہیں ہے

کہ لڑکیوں کو مثل صابن۔ تیل۔ کنگھی آئینہ کے دُکان پہ لگایا جائے۔ ان کی صفات کا اشتہار دیا جاتے اور ان کو فروخت کرنے کی کوشش کی جاتے۔

اشتہاری شادی شادی نہیں تجارت ہے۔ جیسے مختلف قسم کے صابونوں میں امرا حسب پسند چن لیتے ہیں ایسے ہی ان اشتہاری لڑکیوں میں سے جوان کے حسب دلخواہ صفات رکھتی ہوں انتخاب کرلی جاتی ہے جس طرح ہر اشتہاری چیز خریدنے کا ہر شخص اختیار رکھتا ہے ویسے اشتہاری لڑکی بھی ہر ایک کی ملکیت ہوسکتی ہو جو دام دے وہ لے لے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہاں روپیہ چاہیئے یہاں روپے والا آدمی۔

اشتہاری لڑکی کے لئے سعی و کوشش کی ضرورت نہیں۔ شوہر بننے کی اہلیت کی ضرورت نہیں۔ شرافت و نجابت کی ضرورت نہیں۔ اشتہاری مال ہے۔ جیسے مختلف چیزوں کی مختلف قیمتیں ہیں اِسی طرح کسی اشتہاری لڑکی کی قیمت ہے "برسرِ روزگار لڑکا" کسی کی قیمت "صاحبِ جائداد شخص" کسی کی قیمت "عمر ۲۵ سال سے زائد نہ ہو"۔

اِن اشتہاروں کو دیکھکر ہر وہ دل جو قومی درد رکھتا ہو صِرف یہ کہہ سکتا ہے کہ

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائیگی

مسلمانوں نے گویا یہ تہیہ کرلیا ہے کہ اپنی ہر ایک صفت کھوکر ہی رہیں گے۔ اور دوسری قوم کی ہر بُری بھلی بات کی تقلید کریں گے۔ لڑکیوں کی یہ بے وقعتی تو مغرب میں بھی نہیں ہے۔ البتہ بنگالی ہندوؤں میں یہ رواج عام ہے کہ لڑکی والے خود سے لڑکے والوں کو پیام دیتے ہیں۔ لیکن اب ان میں بھی یہ فعل مذموم سمجھا جارہا ہے اور آجکل یہ کوشش ہورہی ہے کہ لڑکے والے تحریک کریں

میرے سامنے کئی بنگالی لڑکیوں نے اس رسم سے نفرت کا اظہار کیا ہے۔ اِسکو غیر فطری اور بے غیرتی کا فعل سمجھا اور ہمارے یہاں کی رسم کی تعریف و توصیف کی۔ مگر وائے بر حال ما و وائے بر انجام ما۔ دوسرے تو اپنی اصلاح میں مصروف ہیں لیکن ہم برابر پستی کی طرف چلے جارہے ہیں۔ اللہ رحم کرے۔

**شائستہ اختر بانو سہروردی بی اے (آنرس)**

---

**جوہر نسواں** زنانہ دستکاری کا ماہوار رسالہ ستمبر ۳۴ء سے دفتر عصمت دہلی سے شائع ہورہا ہے اس کا دوسرا خاص نمبر "تارکشی" کے متعلق ماہ آیندہ میں شائع ہوگا۔

# لذتِ غم

گو چمن زارِ جہاں پر مری نظریں کم پڑیں　　اور پڑیں بھی تو خدا شاہد بچشمِ نم پڑیں

کر رہی تھی فصلِ گل جب رازِ قدرت آشکار　　جب اُگلتی تھی زمیں گنجینہائے پُر بہار

خون کے آنسو بھرے تھے دیدۂ غمناک میں　　مختلف شکلیں تھیں غم کی چہرۂ غمناک میں

فطرتاً دل میں نہ تھا میرے کبھی ارمانِ عیش　　بند کر لیتا تھا آنکھیں دیکھکر سامانِ عیش

کیا کہوں اے ہمنفس سیرِ چمن کی داستان　　گل تھا جب شبنم بکف آنکھیں تھیں میری خونچکاں

آبشاروں کے مقابل بیٹھکر رویا ہوں میں　　خارِ صحرا کے بچھا کر چین سے سویا ہوں میں

صبح کو جب کروٹیں لیتی تھیں نہریں باغ میں　　کیا کہوں کیسی چمک اُٹھتی تھی دل کے داغ میں

میں نے دیکھی ہیں یہاں تاروں بھری راتیں بہت　　اور کی ہیں فطرتِ خاموش سے باتیں بہت

کیا بتاؤں دل میں میرے ایک برچھی سی گڑی　　صبح کو پہلی کرن سورج کی جب مجھ پر پڑی

میرے نظارہ میں مضمر تھا مرا حالِ تباہ　　آبلہ بنکر اُبھر آتی تھی میری ہر نگاہ

رات کی تاریکیوں میں دل بہلتا تھا کبھی　　پُر خطر ویرانیوں میں مَیں ٹہلتا تھا کبھی

کیا بتاؤں میں بھڑک اُٹھتے تھے کیونکر دل کے داغ　　جب چمن کرتا تھا روشن تازہ کلیوں کے چراغ

اشکباری میں بسر دنیا کی راتیں میں نے کیں　　بیکسی میں اک ایک ذرہ سے باتیں میں نے کیں

ڈبڈبا آتی تھیں آنکھیں کوئی ہنستا تھا اگر
تھی نشاطِ زندگی میری نظر میں پُر خطر

عزیز لکھنوی

# بابر کی زندگی کا ایک اور ورق

گذشتہ سال میں فلورا آنی اسٹیل کے ناول سے شہنشاہ بابر کی زندگی کے ایک دلکش باب کا ترجمہ عصمتی بہنوں کے پیش نظر کر چکی ہوں۔ آج بھی اسی تصنیف کے ایک مختصر سے باب کا ترجمہ پیش کرتی ہوں۔

بابر اپنی محبوبہ بیوی معصومہ کی جوانمرگی اور ماہم سے شادی کے چند دنوں بعد کابل سے باہر پھر قسمت آزمائی کو چلا گیا تھا ماہم جانتی تھی کہ بابر کا دل موت اور محبت کی المناک وادیوں سے گھرا ہوا ہے۔ لہذا وہ ہمیشہ ایک وفادار محبت کرنے والی بیوی کی طرح بابر کو منظوم خطوط سے تشفی دیا کرتی تھی۔ بابر جب ماہم کے خطوط پاتا اُسکی اعلیٰ انشا پردازی اُسکی محبت و الفت سے بے حد محظوظ ہوتا اور پُر جوش دل سے ان خطوط کا خیر مقدم کرتا۔ اور بابر کے جوابی مکتوبات نہایت رنگین شیریں محبت آگین منظومات ہوتے۔ دونوں ایک دوسرے کی اعلیٰ انشا پردازی کے قدردان تھے۔

اسی طرح بابر ایک خط میں لکھتا ہے۔ میرا دل گلاب کے شگفتہ پھول کے مانند ہے جسکی ہر پتی پر اُس کا محبت بھرا نام لکھا ہوا ہے بابر کو ایک فوری پیغام بر سے معلوم ہوا بادشاہ بیگم ماہم کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے تو بابر کی مسرت کا کچھ ٹھکانہ نہ تھا۔ وہ نہایت سرعت سے سفر طے کرتا ہو محل میں پہنچا جب ماہم کے کمرہ میں گیا تو بے اختیار پکار اُٹھا ماہم ماہم۔ میرا بیٹا۔ میرا بیٹا۔ جذبات کے وفور نے اُسکی زبان کو بند کر دیا مسرت و شادمانی کے طوفانی سیلاب کو وہ روک نہ سکا بے اختیار معصوم ننھے شہزادے پر جھک گیا۔

مسرور متبسم ماہم نے جواب دیا میرے آقا وہ بالکل تم جیسا ہے۔ گویا وہ تمہاری تصویر ہے۔

بابر نے نہایت شگفتہ محبت بھرے لہجے میں کہا "خدا اُسکو سلامت رکھے۔ کیونکہ وہ تم جیسی بہترین عورت دنیا کی موجودہ عام عورتوں سے بہترین عورت کا بیٹا ہے۔ ماہم یہ مستقبل میں میرا بہترین مددگار ہوگا۔ کیوں ماہم میں کتنا مسرور مفتخر باپ ہوں؟

بابر نے کہا ہمارے بزرگوں کے مقولہ کیطرح میں نے اپنی زندگی ایک سنہری صندوقچہ میں محفوظ کر دی ہے۔ کیونکہ اب میں مطمئن ہوا میری زندگی میرے بیٹے کی ہستی میں پوشیدہ ہو گئی ہے۔ ماہم تم کو فرض ہے ہم دونوں کی غور پرداخت کرے۔ کیونکہ میں بھی اپنے جذبات حیات میں ایک بچہ کے مانند ہوں۔

بابر کے تمام خاندان میں خوشیاں منائی جانے لگیں اُسکی پھوپھیوں میں مسرور گفتگو ہوتی تھی کیوں نہ ہو جبکہ ایک بادشاہ تیس سال کے عمر ہو جانیکے تین شادیوں میں صرف ایک مصیبت زدہ بن ماں کی بچی کا باپ ہوا ب اُسکو خدا نے بیٹے کا باپ بنا بابر اور اُس کے خاندان اُسکی سلطنت کے لئے انتہائی خوشی کا مقام تھا ہر شخص کی زبان پر یہی تھا خدا شہزادے ہمایوں کو سلامت رکھے جب تمام مسرور مراسم شاہی ختم ہوئیں۔ شام کو محل کے برآمدے میں بابر اور ماہم دست بدست بیٹھے ہوئے تھے اور بابر کی نگاہیں سوتے ہوئے بچہ پر لگی ہوئی تھیں۔ ماہم یہ دیکھ بے اختیار کہنے لگیں میرے آقا میرے شوہر تمہیں اس موقعہ پر معصومہ کی بچی کو فراموش نہ کرنا چاہیے جسکی پرورش کے لئے میں نے تم سے شادی کی ہے۔

بابر چونک پڑا اور کہنے لگا کیا میرے لئے شادی نہیں کی۔ میری اپنی ذات کے لئے تھوڑا حصہ بھی تمہارے دل میں نہیں ہے۔ اگر تمہارا خیال ایسا ہے تو خیر میں اس بچی کا بھی ایک بے حد چاہنے والا بن جاؤں گا۔

مہر النساء

بندرگاہ

ضیاء الحق

لنڈن کا مشہور بازار پکیڈلی سرکس
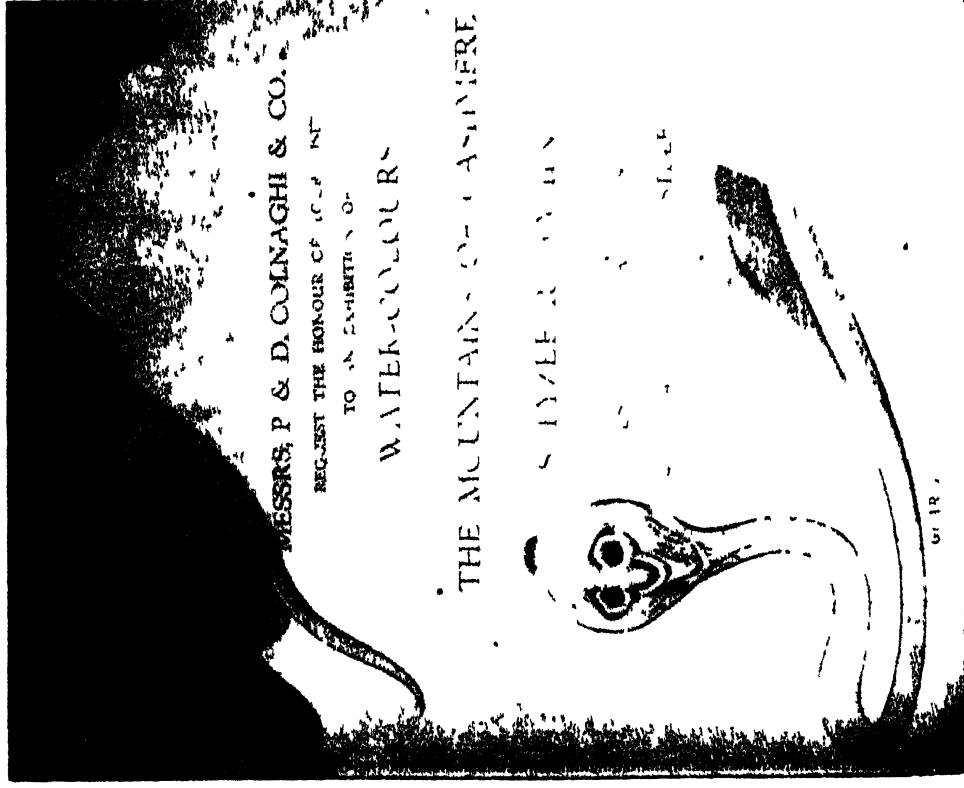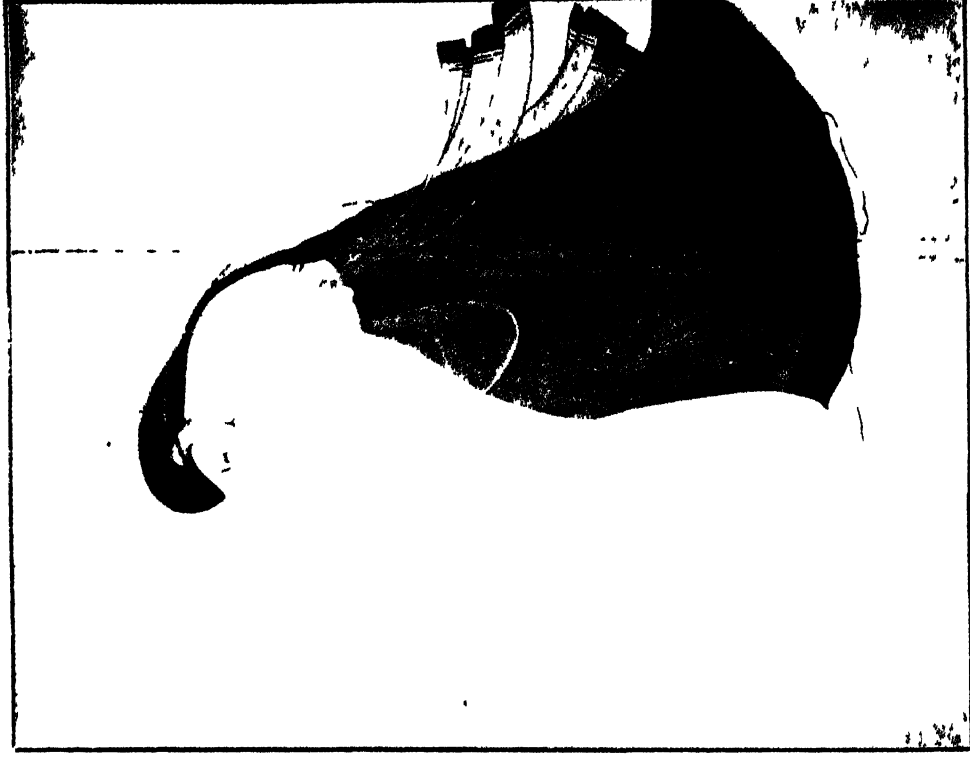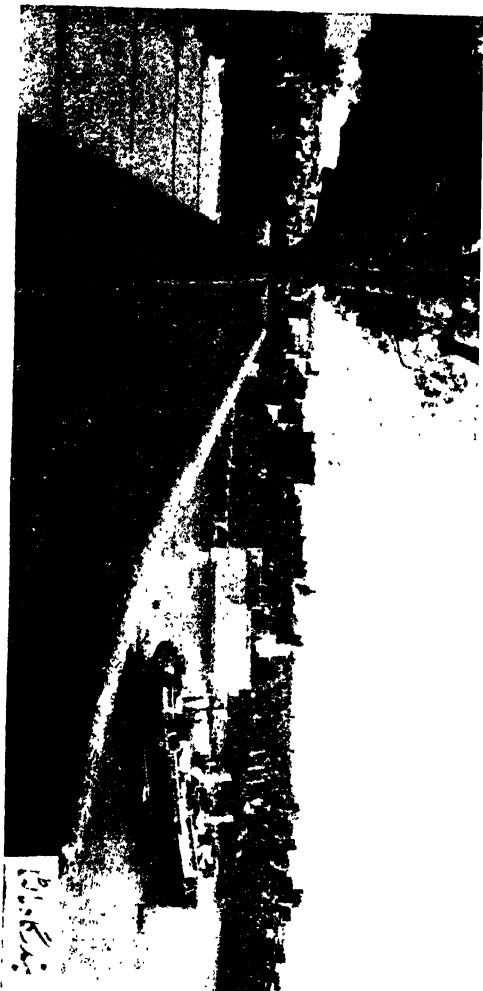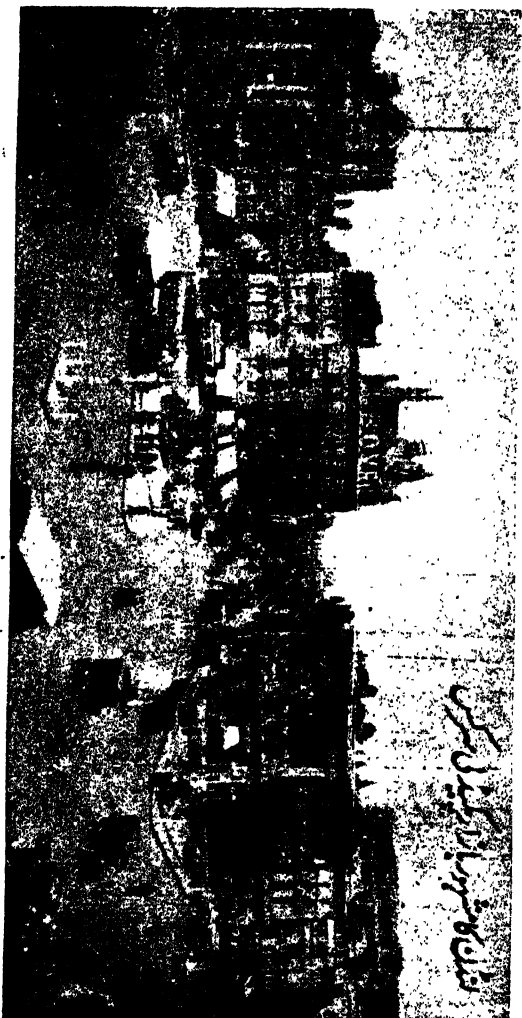
# ہیروں کا چور

(از پروفیسر طاہر جمیل ایم۔ اے)

اسمتھ اپنے دوساتھیوں کے ساتھ اس وقت تاش کھیلنے میں مصروف تھا۔کمرہ جس میں یہ تینوں بیٹھے ہوئے کھیل رہے تھے بالکل مختصر تھا۔یہاں کا سامان اسمتھ کے ضروریات کے مطابق تھا۔ابھی سہ پہر کا وقت تھا اور آفتاب عالمتاب اپنی سُنہری کرنوں سے اِس تنگ و تاریک کمرے کو منور کر رہا تھا جس کی روشنی میں یہ تینوں بیٹھے تاش کھیل رہے تھے۔اسمتھ کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا آفتاب بھی اس کو اپنی سُرخ آنکھیں دکھا رہا تھا کیونکہ اسنے ایک شخص کا خون کیا تھا اور اس کے لئے سزائے موت کا حکم صادر ہونے والا تھا۔

اسمتھ کی زندگی جرائم کے ارتکاب میں گذرتی رہی تھی۔اس کے لئے انسان کی ہر حرکت مخدوش اور خطرناک تھی جو اسکو کچھ دیر کے لئے ہراساں اور پریشان کردیتی جب اس نے قتل کرکے اپنے شکار کے جواہرات اپنے قبضہ میں کر لئے تو وہ بدحواسی کے عالم میں سر پر پاؤں رکھکر اس جگہ سے مفرور ہوگیا۔اسمتھ کی یہ گھبراہٹ باوجود اس بات کے تھی کہ اس نے اپنے تمام حرکات و سکنات کو پہلے ہی سے سوچ لیا تھا اور ہر بات سے اس کو کامل اطمینان ہوچکا تھا۔اسکو یقین تھا کہ پولیس کی سرگرمیاں اسکے راز کو طشت ازبام نہیں کرسکتیں۔پھر بھی واقعہ کے بعد اس کے دل میں ایک دھڑکن سی تھی جو اسے کسی کل چین نہ لینے دیتی تھی۔اس کو ہر وقت اس بات کا خوف لگا رہتا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ کہیں پولیس اسکا پتہ لگالے اور وہ گرفتار ہوجائے۔

لوگوں میں اسمتھ کی چالاکی کے چرچے ہورہے تھے۔اخباری دنیا میں ایک ہلچل سی مچی ہوئی تھی اور پولیس ہدف ملامت بن رہی تھی۔یہ زمانہ اسمتھ کے لئے بھی کمال انتشار کا تھا مگر اب وہ تفکرات کی بندش سے آزاد تھا اور اس کا خوف و ہراس ختم ہوچکا تھا۔موجودہ جائے قیام پر پہونچنے کے بعد اول تو اسمتھ کسی قدر پریشان رہا مگر اب وہ مطمئن ہوچکا تھا۔کم از کم اس جگہ تو وہ محفوظ تھا۔گرچہ وہ اس وقت بظاہر اپنے ساتھیوں کے ساتھ تاش کھیلنے میں مشغول تھا مگر اس کے خیالات بار بار عہد ماضی کی یاد اس کے دماغ میں تازہ کردیتے تھے۔اس نے جو کچھ کیا تھا اس سے سارا ملک ششدر رہ گیا تھا۔کیونکہ ایسی عیاری اور ہمت آج تک کسی ڈاکو نے نہ دکھائی تھی۔

بیش بہا اور درخشاں ہیرے جو اسمتھ نے چرائے تھے مسٹر جوزف سیلوج کی ملکیت تھے۔یہ شخص لندن کے ممتاز ترین جوہریوں میں گنا جاتا تھا۔اور اس کی دوکان وسٹ انڈ میں سب سے بڑی تھی۔ہر شخص کو معلوم تھا کہ مسٹر جوزف سیلوج کے کارکن ہمیشہ ہالینڈ۔بلجیم۔فرانس۔اور جرمنی میں قیمتی سے قیمتی ہیرے ترشوانے کی غرض سے

جایا کرتے تھے اور پھر ان کو انگلستان میں فروخت کرنے کی غرض سے لاتے تھے۔ جب کبھی کوئی بہت ہی بیش قیمتی پتھر بھیجا جاتا تو ایک دو مصنوعی پتھر بھی مصنوعی کارندوں کے ساتھ اسی سفر پر بھیجا جاتا تاکہ چور اور ڈاکوؤں کو یہ پتہ نہ چل سکے کہ اصلی پتھر کس شخص کے پاس ہے اور مصنوعی کس کے پاس۔ اکثر ایسا اتفاق بھی ہوتا تھا کہ چور راستہ میں قاصدوں پر حملہ کرتے مگر وہ اصلی پتھر حاصل کرنے میں کبھی کامیاب نہ ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ راستے اکثر بدل دئے جاتے اور لیجانے کی ترکیب بھی ہر وقت نئی ہوتی۔ قاصد نہایت دیانتدار ہوتے جنکی ایمان داری ثابت شدہ ہوتی۔ پارسل بیمہ شدہ ہوا کرتا اور لیجانے والے تک کو یہ نہ معلوم ہوتا کہ ان کے پاس اصلی ہیرہ ہے یا نقلی۔ ان ترکیبوں کی وجہ سے چوری ناممکن تھی اگرچہ یہ ہر شخص کو معلوم تھا کہ ہیروں کی آمد و رفت ہر ہفتہ ہوا کرتی ہے۔

وسٹ انڈ کی دکان میں بھی اسی قسم کی ہوشیاری کا انتظام تھا تاکہ چوری نہ ہو سکے۔ ہر روز شام کے وقت زیادہ قیمت کے جواہرات کھڑکیوں سے اٹھا کر ایک مضبوط آہنی ٹرنک میں مسٹر سیورج کے سامنے مینجر خود رکھدیا کرتا۔ جو چیزیں کھڑکیوں پر بطور نمائش چھوڑ دی جاتیں ان کی حفاظت مختلف طریقوں سے کی جاتی تھی۔ دوکان کے اندر ہر وقت روشنی رہا کرتی تاکہ ہر راہرو دیکھ سکے کہ اندر ہر ایک چیز درست ہے۔ اس کے علاوہ چور پکڑنے کی ایک نئی ایجاد کردہ مشین بھی تھی۔ اس آلہ کی ساخت کچھ ایسی تھی کہ اگر اس کی روشنی کے سامنے سے کوئی شخص گزرتا تو ہوشیار کرنے والی گھنٹیاں فوراً بجنی شروع ہوتیں۔ یہ سائنس کی جدید ترین ایجاد تھی جس کے ذریعہ سے سائنس والوں نے اس بات کی کوشش کی تھی کہ قانون شکنی معدوم ہو جاتے۔ اس قسم کی پیش بندیاں نہایت ضروری تھیں۔ کیونکہ دوکان میں ہر وقت ایسے ایسے بیش بہا جواہرات موجود رہا کرتے جن کی قیمت لاکھوں روپے سے بھی تجاوز کر جاتی۔ انمیں بہت سے ایسے جواہرات بھی تھے جو ان سلاطین کی ملکیت تھی۔ جو اپنے ملک کے تخت حکومت سے معزول کر دئے گئے تھے۔ دوکان کی کھڑکیوں کے پیچھے فولاد کا ایک جال تھا جو نہ تو موڑا جا سکتا تھا اور نہ اسے کوئی توڑ سکتا تھا۔ باوجود ان تمام انتظامات دوکان کے بہترین ہیرے چوری کر لئے گئے اور اسمتھ نے چرائے تھے۔

ایک شب کو جب مسٹر سیورج سونے کے لئے خوابگاہ جا رہے تھے۔ خادمہ نے ایک اجنبی کا ملاقاتی کارڈ طشت میں رکھکر پیش کیا۔ اجنبی کو اس نے مطالعہ کے کمرہ میں بٹھایا تھا۔ کارڈ پیش کرتے ہوئے خادمہ نے کہا "حضور وہ کہتا ہے کہ اس کا کام ازحد ضروری ہے۔"

مسٹر سیورج نے کارڈ کی طرف دیکھا۔ اسپر اسکاٹلینڈ یارڈ کے مشہور و معروف سراغرساں انسپکٹر موران کا نام لکھا تھا۔ اگرچہ اس سے پیشتر مسٹر سیورج کو اس افسر سے ملنے کا اتفاق نہ ہوا تھا پھر بھی وہ اس کے نام سے اچھی طرح واقف تھا۔ ہیروں کے بیوپاری کے خیالات میں ایک ہیجان سا پیدا ہو گیا۔ مطالعہ کے کمرہ میں داخل ہو کر اس نے پوچھا۔ "انسپکٹر موران کیا کوئی واردات ہو گئی ہے؟"

اجنبی نے اپنے سر کو جنبش دیکر کہا۔" مجھے اس بات کا خوف ہے۔ میں اس وقت آپ کے پاس سیدھا اسکوٹلینڈ یارڈ سے آرہا ہوں۔ ہم لوگوں کا گمان ہے کہ آپ کی دوکان میں ضرور کوئی واقعہ ہوا ہے۔"

سیلوچ (گھبراہٹ سے)۔" آپ کا خیال...... ہے..... کہ..... چوری ہوئی ہے....... یا خدا خیر کیجیو۔"

انسپکٹر۔" جی ہاں۔ ہم لوگوں کو اسی بات کا شک ہے۔ ہمارا ایک کانسٹبل جب آپ کی دوکان کے سامنے سے گذر رہا تھا تو اُس کو ایسا معلوم ہوا کہ گویا کسی نے آپ کی دوکان کے قفل توڑ دئے ہیں۔ اس نے اس بات کی اطلاع بذریعہ ٹیلیفون یارڈ میں کی......"

سیلوچ (کمال سراسیمگی سے)۔" آخر چور پکڑنے والی مشین نے تو خبردار کیا ہوگا۔"

انسپکٹر۔" جی نہیں۔ اسی بات کی وجہ سے تو سب سے زیادہ تشویش ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ آجکل کے چور سائنسداں اور انجینیر بھی ہوتے ہیں۔ ممکن ہے کہ کسی ایسے ہی شخص نے آپ کی مشین کو بیکار ثابت کر دیا ہو۔ میری رائے تو یہ ہے کہ آپ خود میرے ہمراہ اسی وقت چل کر تمام شکوک رفع کریں۔"

سیلوچ (بدحواسی سے)۔" مگر کیا آپ نے مکان کا جائزہ اچھی طرح نہ لیا...... اگر قفل واقعی توڑے گئے ہیں تو یقین ہے کہ......"

انسپکٹر۔" افسوس ہے کہ آپ ہماری مشکلات کو مدنظر نہیں رکھتے۔ فرض کیجئے کہ ہمارا کوئی آدمی اسکے اندر جائے اور آپ کی مشین خبرداری کی گھنٹی بجادے تو پھر ہمارے لئے بہت سی مشکلات کا سامنا ہو اسکے علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ چور نے اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لئے داخلہ کے بعد اس مشین کو درست کر دیا ہو تاکہ پولیس کے آنے کی اطلاع اس کو وقت پر ہو جائے۔"

سیلوچ (مایوسی سے)۔" افسوس میں لوٹ لیا گیا...... خدایا میں برباد ہو گیا...... انسپکٹر صاحب کیا آپنے کوئی انتظام اس بات کا بھی کیا ہے کہ چور اس دوران میں بھاگ نہ جائے۔"

انسپکٹر۔" آپ اس قدر نہ گھبرائیے۔ یہ تو ہمارا عین فرض ہے۔ ہمارے لوگ آپ کی دوکان کی اچھی طرح نگرانی کر رہے ہیں۔ گرچہ ایسی جگہوں پر تعینات کیا گیا ہے کہ کوئی ان کو دیکھ نہ سکے۔ میں اس وقت آپ سے فقط یہ درخواست کرتا ہوں کہ آپ میرے ہمراہ دوکان چلیں اور اپنی عجیب وغریب مشین کو بند کر دیں تاکہ ہمارے آدمی آپ کی دوکان کی اچھی طرح "تلاشی" لے سکیں۔"

(۲)

چند منٹ کے اندر سیلوچ اور انسپکٹر موٹر میں بیٹھکر دوکان پہونچ گئے۔ موران نے موٹر والے کو کرایہ دیکر رخصت کر دیا اور پھر سیلوچ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔" آپ غالباً یہ سمجھتے ہوں گے کہ اس جگہ کوئی نہیں ہے مگر جیسا کہ میں نے

آپ سے پیشتر عرض کر دیا ہے آدمی ہر گوشے پر موجود ہیں۔ وہ دیکھئے ایک سپاہی اس طرف چلا آرہا ہے۔ مجھے دو منٹ کی اجازت دیجئے کیونکہ مجھے اس کو چند ہدایتیں کرنی ہیں۔" یہ کہکر اس سپاہی کی طرف بڑھا جو اسکی جانب آرہا تھا اور چند منٹ کے مکالمہ کے بعد وہ مسٹر سیلوج کے پاس واپس آیا اور دونوں ملکر دوکان کے چھوٹے دروازہ کی طرف بڑھے۔ دروازہ کا قفل ٹوٹا ہوا تھا۔ انسپکٹر نے جھک کر سیلوج کے کان میں کہا۔ "اگر آپ دروازہ کھولیں تو ہم دونوں اکٹھا اندر چلیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ خود یہ دیکھ لیں کہ آپ کا آہنی صندوق درست ہے یا نہیں۔ آپ کچھ خوف نہ کریں کیونکہ میں آپ کے ساتھ ہوں۔"

سیلوج خوف زدہ نہ تھا بلکہ اس کو اپنے جواہرات کے چوری ہو جانے کی تشویش تھی۔ اسنے دوکان کا دروازہ کھولا اور دونوں دبے پاؤں اندر داخل ہوئے۔

سیلوج۔ "اس مشین کی چابی یہیں سامنے ہے۔" یہ کہکر اسنے کنجی اِدھر اُدھر ہلائی اور پھر کہنے لگا۔ "مشین میں نے اس وقت بند کر دی ہے مگر اور بتیاں بدستور جل رہی ہیں۔ اب ہم کو آہنی صندوق دیکھنا چاہئے۔ یہ کیا! کچھ آواز آرہی ہے۔" دونوں کچھ دیر دم روکے خاموش سنتے رہے مگر وہاں بالکل سناٹا تھا۔ آہنی صندوق دوکان کی پشت پر ایک وسیع کمرہ میں تھا۔ جو مسٹر سیلوج کا آفس تھا۔

انسپکٹر۔ "آپ صندوق کھول کر دیکھ لیجئے کہ کوئی چیز چوری تو نہیں گئی۔ جلدی کیجئے میں صرف یہی چاہتا ہوں تا کہ اطمینان ہو جائے۔"

سیلوج نے صندوق کھول کر اسکے اندر دیکھا اور یہ اسکی زندگی کا آخری کام تھا۔ اس کے ساتھی نے جو اس کے پیچھے ہی کھڑا تھا ایک چھوٹی سی سلاخ اپنی آستین کے اندر سے نکالی اور اس زور سے سیلوج کے سر پہ ماری کہ وہ آواز تک نہ نکال سکا اور ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا۔

اسمتھ جس نے انسپکٹر کا روپ اس کامیابی سے بھرا تھا اب کمال اطمینان کے ساتھ مال غنیمت سمجھنے لگا۔ کام جو اس نے کیا تھا ہر ایک چور کا کام نہ تھا۔ اسمیں ہمت۔ استقلال۔ اور دماغی قابلیت کی ضرورت تھی۔ اسمتھ نے بیش بہا ہیروں کو چن چن کر اپنی جیب میں رکھنا شروع کیا۔ کیونکہ وہ اون کی شناخت اچھی طرح کر سکتا تھا۔ اس کی عمر اسی قسم کی چوری میں کٹی تھی۔ اور وہ ایک مشہور اور شاطر چور تھا۔

جوہری کو اسی طرح زمین پہ مردہ چھوڑ کر اسمتھ نے اپنی راہ لی۔ اسکو سیلوج کی موت کا بہت ملال تھا کیونکہ اس کا ارادہ ہرگز سیلوج کی جان لینے کا نہ تھا۔ اسمتھ تو اس کو صرف بیہوش کرنا چاہتا تھا۔ اس ناگہانی واقعہ نے اسکے دماغ کچھ دیر کے لئے پریشان کر دیا۔ مگر وہ سنبھلا اور بیفکری کے ساتھ دوکان کے باہر آیا۔ اس وقت سڑک بالکل سنسان تھی۔ نہ کہ پہرہ کا سپاہی اس جگہ موجود تھا اور نہ کوئی راہگیر نظر آتا تھا۔ چند منٹ میں وہ کافی دور نکل گیا اور اس کو کامل اطمینان

کہ اسکو اب کوئی گرفتار نہیں کرسکتا۔ وہ اس وقت تیزی کے ساتھ اپنے مسکن کی طرف جارہا تھا اور اسکی مصنوعی مونچھ اسکی جیب میں تھی۔

یہ حقیقت تھی کہ موران نامی ایک انسپکٹر محکمہ سراغرسانی میں ملازم تھا۔ اسکی مصنوعی مونچھیں بھی تھیں۔ ملاقاتی کارڈ کا حاصل کرنا کوئی مشکل امر نہ تھا کیونکہ کسی پریس میں چند شلنگ دیکر کارڈ چھاپے جاسکتے تھے۔

اسمتھ نے اپنی آئندہ کارروائی بھی پہلے ہی سے سوچ رکھی تھی۔ اس نے دوکان کا دروازہ باہر سے مقفل کردیا تھا اس وجہ سے اس کو یقین تھا کہ جوہری کی موت کی خبر صبح سے پہلے ہرگز کسی پر ظاہر نہیں ہوسکتی اور جب تک پولیس کو اسکی اطلاع ہوگی وہ انگلستان کے ساحل سے سینکڑوں میل دور ہوا پر ہوگا۔

ہر ایک بات اسمتھ کے خیال کے مطابق ہوئی۔ اس نے اپنی مصنوعی مونچھیں اپنے ہاتھوں سے کمرہ میں جلاکر اسکی خاک اِدھر اُدھر بکھیر دی۔ اس کارروائی کے بعد وہ اطمینان کے ساتھ بستر پر سوگیا مگر علی الصباح خواب سے بیدار ہوگیا۔ ہیروں کو اسمتھ نے کمال حفاظت سے چھوٹی چھوٹی چرمی تھیلیوں میں رکھکر اپنی مختلف جیبوں میں اس طرح رکھا کہ کسی کو اس کا گمان بھی نہ ہوسکتا تھا کہ اس کے پاس ایک کثیر دولت ہے۔ اس نے اپنا سوٹ کیس ہاتھ میں لیا۔ اور منزل مقصود کی طرف روانہ ہوگیا۔ اس کی آستین میں اب بھی وہ چھوٹی سی آہنی سلاخ موجود تھی جس سے اسنے سیلوج کا کام تمام کیا تھا۔ اور اس کی دوکان کا قفل توڑا تھا۔

اسمتھ بس میں بیٹھ کر کورائڈن کی طرف چل پڑا۔ یہ انگلستان میں ہوائی جہازوں کا مرکز ہے اور اسی جگہ سے ہوائی جہاز دیگر شہروں اور ممالک میں جایا کرتے ہیں۔ موٹر بس کی پچھلی نشست میں بیٹھکر اسمتھ نے آہنی سلاخ کو جسے اس نے اپنی آستین میں چھپا رکھا تھا۔ نشست کے نیچے احتیاطاً کم از کم دس گاڑیاں تبدیل کیں۔ کورائیڈن پہنچکر اسمتھ سیدھا ہوائی جہاز کے اسٹیشن گیا۔ پیرس جانے والے جہاز میں اس نے اپنی جگہ پہلے ہی سے مخصوص کروالی تھی۔ اس کا پروانہ راہداری بھی درست تھا۔ یہ انتظامات اسمتھ نے چند دن پیشتر ہی سے کر رکھے تھے۔ اسکو اس بات کا یقین تھا کہ پیرس پہونچنے کے بعد وہ بالکل محفوظ ہوجائے گا۔ ہیروں کو فروخت کرنا اسکے لئے معمولی سی بات تھی کیونکہ وہاں کے سربرآوردہ جوہریوں کو بخوبی جانتا تھا۔ کچھ دنوں فرانس میں رہنے کے بعد لندن واپس آکر اسمتھ اپنی باقی زندگی عشرت وچین میں بسر کرنے والا تھا۔

کورائڈن میں اسمتھ کو کوئی دقت پیش نہ آئی اور وہ اطمینان کے ساتھ بڑے ہوائی جہاز کی طرف بڑھا جو اس کی حفاظت کا باعث ہونے والا تھا۔ دوسرے مسافر بھی اپنی اپنی نشستوں پر جاکر بیٹھ رہے تھے کیونکہ جہاز کی روانگی میں اب چند ہی منٹ کی دیر تھی۔ اسمتھ کو اس بات سے یک گونہ مسرت ہورہی تھی۔ وہ ایک گھنٹہ کے اندر وہ انگلستان سے میلوں دور نکل جائے گا۔

آخری جہاز روانہ ہوگیا اور آہستہ آہستہ ہوا کی بلندی پر پرواز کرنے لگا۔ اسمتھ پیشتر بھی چند مرتبہ ہوائی جہاز پر اڑ چکا تھا اِس وقت اس کا دل پھولے نہ سماتا تھا۔ اس نے کھڑکی سے نیچے نظر کی۔ وہ زمین سے ہزاروں فٹ کی بلندی پر تھا۔ رفتہ رفتہ جہاز خشکی سے گذر کر سمندر پر اُڑنے لگا۔ اب اسمتھ چین سے اپنی کرسی پر دراز ہوگیا۔ اسکے بغل کا مسافر غور سے اخبار کی خبر کو پڑھ رہا تھا۔ اسمتھ کسی قدر اس کے قریب گیا تاکہ یہ دیکھ سکے کہ وہ کونسی خبر تھی جو وہ شخص اسقدر انہماک سے پڑھ رہا تھا۔ اخبار کے صفحہ پر جلی حرفوں میں ہیروں کے بیوپاری مسٹر سیلوچ کی موت کی خبر لکھی تھی اور اس کی پوری تفصیل نیچے لکھی ہوئی تھی۔ اسمتھ یہ دیکھ کر محو حیرت ہوگیا۔ اسکو اس بات کا سخت تعجب تھا کہ اخباروں کو اس قدر جلد یہ خبر مل کیونکر گئی۔ ہرچند اسمتھ نے اپنے دماغ پر زور دیا مگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئی۔ اچانک اس کو اس پولیس کے سپاہی کی یاد آگئی جس سے اسنے دو لمحہ کے لئے باتیں کی تھیں۔ وہ سپاہی غالبًا کچھ دیر بعد لوٹا اور قفل کھلا ہوا دیکھ کر اس نے آواز دی ہو۔ کوئی جواب نہ ملنے پر وہ دوکان کے اندر گھس پڑا ہوا اور تمام واقعات اسپر ظاہر ہوگئے ہوں۔ اس کے معنی یہ تھے کہ پولیس نے تمام رات تفتیش میں گذاری تھی۔ چونکہ پولیس کو معلوم تھا کہ اسمتھ ہیروں کا چور ہے اس وجہ سے علی الصباح پولیس کے افسر اسکے جائے قیام پر گئے ہوں گے تاکہ اس سے رات کی نقل وحرکت کے متعلق سوالات کریں۔

ان خیالات کے آتے ہی اسمتھ کے ماتھے پر پسینہ کے قطرات نمایاں ہوگئے۔ اس نے پھر کھڑکی کے باہر نظر ڈالی۔ نیچے سوا پانی کے اور کوئی چیز نظر نہ آتی تھی۔ یہ دیکھکر اس کے حواس ایک مرتبہ پھر مجتمع ہوگئے اور اس کے دل کو کسی قدر اطمینان ہوا۔ جہاز اپنی پوری رفتار سے ہوا پر پرواز کر رہا تھا۔ اسمتھ پولیس کے ہاتھوں سے محفوظ تھا۔ کیونکہ گرچہ وہ ملک کا چپہ چپہ اس شخص کی تلاش چھان ماریں گے جس نے جوہری کا خون کر کے اسکے ہیرے چرا لئے تھے۔ مگر ان کے ذہن میں یہ بات ہرگز نہ آئے گی کہ وہ اپنی توجہ ہوا کی طرف مبذول کریں یا چور کو پیرس میں جاکر تلاش کریں۔

اسمتھ نے یہ تمام باتیں اپنے دماغ میں سوچ لیں مگر اس کے دل میں ایک دھڑکن سی تھی جو کسی طرح کم نہ ہوتی تھی۔ اس کو یہ خوف تھا کہ کہیں اسکی انگلیوں کا کوئی نشان نہ رہ گیا ہو یا اور کوئی چیز پولیس کے ہاتھ نہ لگ گئی ہو جو سارا راز طشت از بام کردے۔ اسمتھ نے دستانہ نہ پہنا تھا۔ اور اس موقعہ پر پہن بھی نہ سکتا تھا۔ کیونکہ ایک پولیس افسر اپنے فرائض کی ادائیگی میں یہ چیزیں استعمال نہیں کرتا۔ ان باتوں کے خیال نے اس کے خوف کو اور زیادہ کردیا۔

فرار ہونے کے بعد کے چند گھنٹے اسمتھ کے لئے قیامت کے روز سے کم نہ تھے۔ وہ اپنے کو ایک عجیب عالم انتشار میں پا رہا تھا جس سے چھٹکارا مشکل تھا اور جس کی کوفت عذاب قیامت کے برابر تھی۔ وہ کبھی تو اپنے آپ کو ناامیدی کے سمندر میں ڈوبتا ہوا پاتا اور کبھی امید کی دل خوش کن لہریں اس کو اپنی آغوش میں لے لیتیں۔ کبھی وہ خود کو پولیس کی کالی کوٹھڑی میں مقید پاتا اور کبھی وہ اپنے خیال میں گل بہ دامن نظر آتا عیش وعشرت جس کی لونڈی تھی۔ تھوڑی دیر کے

لئے اسمتھ کو ایسا معلوم ہوا کہ مسافروں میں سے ایک جو اسکو بار بار گھور رہا تھا غالباً خفیہ پولیس کا رکن تھا۔ مگر دوسرے لمحہ میں وہ خیالات کو اپنے دماغ سے نکالدیتا۔ اس بیچینی اور انتشار نے اسکو بہت پریشان کر رکھا تھا جسکی وجہ سے اسکو گرمی محسوس ہونے لگی۔ اور پسینہ کے قطرات پیشانی پر چمکنے لگے۔ اسمتھ نے اپنا کوٹ اُتار کر الگ رکھدیا۔ چونکہ بعض اور مسافروں نے بھی اپنے کوٹ اتار دئے تھے اس وجہ سے اسمتھ کو اطمینان ہو گیا کہ گرمی صرف اسی کو محسوس نہ ہو رہی تھی بلکہ دوسرے مسافروں کو بھی گرمی معلوم ہو رہی تھی اسنے دوبارہ کھڑکی کھولی اور اپنی نشست پر مطمئن ہو کر بیٹھ گیا۔ وہ باہر کا سماں دیکھنے میں محو تھا کہ کسی نے اسکے شانہ پر ہاتھ رکھا۔ اسمتھ چونک کر اس طرف مُڑا تو ایک ملازم نے تھیلی پیش کرتے ہوا جھک کر یہ الفاظ اس کے کان میں کہے "جناب۔ یہ آپ کی جیب سے فرش پر گر گیا تھا۔" اسمتھ نے سر ہلا کر اس کا شکریہ ادا کیا اور تھیلی اپنی جیب میں رکھ لی۔ "کیا ملازم نے دیکھ لیا تھا کہ اس تھیلی میں ہیرے تھے؟" یہ ایک ایسا سوال تھا جو اب اسمتھ کے دماغ میں ہر وقت چکر لگانے لگا۔ ملازم اس وقت کچھ فاصلہ پر جہازراں سے آہستہ آہستہ باتیں کر رہا تھا۔ گفتگو ختم ہونے کے بعد جہازراں نے ملازم کو ایک نوشتہ دیا جو اسنے مسافروں کو پڑھ کر سُنا دیا۔ ہدایت یہ تھی کہ تمام کھڑکیاں بند کر دی جائیں کیونکہ جہاز طوفان میں سے گذرنے والا تھا۔ یہ سنکر غریب اسمتھ کی جان میں جان آئی۔ صرف تھوڑی دیر کے بعد وہ آزادی اور اطمینان کی سانس لینے والا تھا۔

جہاز اپنے منزل مقصود پر پہونچ گیا اور رفتہ رفتہ نیچے اترنے لگا۔ زمین پر پولیس کے سپاہی اور افسر کو دیکھکر اسمتھ کے حواس پریشان ہو گئے مگر اسنے خود کو سنبھالا اور ہمت سے کام لیکر وہ اور مسافروں کی جھرمٹ میں اترنے کا انتظار کرنے لگا۔ جہاز کی حرکت آخرکار بند ہو گئی اور مسافر ایک ایک کر کے اترنے لگے۔ جونہی اسمتھ نے زمین پر قدم رکھا اسنے اپنے آپ کو سپاہیوں کے حلقہ میں پایا۔

اِس وقت گرچہ اسمتھ تنگ کوٹھڑی میں بیٹھا ہوا تاش کھیل رہا تھا مگر اس کا دماغ پریشان تھا۔ اس کو اپنی اپیل کا فیصلہ سننے کی بے چینی تھی جسپر اسکی حیات و موت کا قصہ منحصر تھا۔ اسنے سر اُٹھایا تو کیا دیکھتا ہے کہ جیلخانہ کا افسر اعلیٰ اسکے سامنے کھڑا ہے۔ اسمتھ کے دونوں ساتھی سرو قد تعظیماً کھڑے ہو گئے۔

افسر:۔ "اسمتھ۔ تم کو معلوم ہے کہ میں کون ہوں؟"

اسمتھ:۔ "جی ہاں۔"

افسر:۔ "میں تم کو یہ بتانے کے لئے آیا ہوں کہ تمہاری اپیل منظور ہو گئی ہے۔ کل تم کو پھانسی دی جائے گی۔"

اسمتھ۔ (دلیری سے) "بہت خوب۔ آہ۔ اس کمبخت ہوائی جہاز کے ملازم نے جس نے میری تھیلی اُٹھا کر مجھے دی تھی اسی نے بذریعہ تار برقی پولیس کو یہ خبر کر دی۔" یہ کہکر اسمتھ نے حسرت و یاس سے کمرہ کے چاروں طرف دیکھا جس جگہ وہ اب چند گھنٹوں کا مہمان تھا۔

(ترجمہ)

# ڈرافٹ

یہ کھیل کاغذ کے تختہ (بورڈ) پر لکڑی کے ۱۲ سیاہ مُہروں اور ۱۲ سفید مُہروں سے کھیلا جاتا ہے۔ بورڈ پر بھی ۳۲ سیاہ خانہ اور ۳۲ سفید خانے بنے رہتے ہیں۔ اور اس کو دو آدمی کھیلتے ہیں۔

یہ تختہ اور مُہرے ہر انگریزی سامان کی دوکان پر ملتے ہیں لیکن بہتر ہوگا کہ گھر پر مثل نقشہ کے بنا لیا جائے۔

دونوں کھیلنے والوں کو مقابل بیٹھ کر تختہ اپنے درمیان کسی چھوٹی میز یا اونچی چیز پر اس طرح رکھنا چاہیئے کہ اپنی طرف کے نیچے والے سرے کی پہلی لائن کا سیاہ خانہ بائیں طرف رہے۔ دونوں کو اپنی پسند کے مطابق یک رنگ ۱۲ بارہ مُہرے تقسیم کر لینے چاہیئے۔

کھیلنے کے لئے اپنے اپنے مُہرے بورڈ پر اپنی طرف کے سرے کی پہلی لائن اور اس کے نزدیک ترین دوسری تیسری لائنوں کے صِرف سیاہ خانوں پر رکھ دو۔ بورڈ کا بیچ کا حِصّہ دونوں کے مہروں کی آمد و رفت کیلئے خالی رہیگا۔ لیکن پہلی لائن کے چاروں سیاہ خانوں پر مہرے رکھنے لازمی ہیں اور ان ہی چاروں خانوں کو اپنا گھر سمجھنا چاہیئے۔

کھیل دونوں میں سے کوئی بھی شروع کر سکتا ہے۔ لیکن عموماً سفید مہروں والا شروع کرتا ہے۔

**کھیلنے کا طریقہ۔** شروع کرنے والا آگے کے مہروں میں سے ایک مہرہ اُٹھا کر اسکے پاس کے یعنی دوسرے سیاہ خانہ میں دہنے یا بائیں طرف کے لائن کے خانہ میں رکھدے۔ اور اسکے بعد دوسرے کو اپنا مہرا اسی طرح رکھنا چاہیئے اور کھیل ختم ہونے تک دونوں اپنے اپنے نمبر سے اسی طرح مہروں کو چلاتے رہیں۔ یعنی دونوں کو بورڈ کا بیچ کا حِصّہ طے کر کے راستے کے روکنے والے مخالف مہروں کو مار کر اپنے مہروں کو بچاتے ہوئے دوسرے کے گھر پر قبضہ کرنا چاہیئے۔

سب مہرے دہنے بائیں یعنی سامنے صرف سیاہ خانوں میں یعنی دوسرے کے گھروں کی طرف چل سکتے ہیں۔ پیچھے یعنی اپنے گھر کی طرف نہیں جا سکتے۔ اور ہمیشہ ہر چال میں ایک مہرا صرف ایک ہی خانہ چل سکتا ہے۔ مخالف مہرے کے سامنے یعنی اُس سے ملے ہوئے خانہ میں اپنا مہرا جب تک کہ اپنے پیچھے کا یعنی تیسرا خانہ بھی بھرا ہوا نہ ہو نہ رکھو ورنہ مخالف کی پہلی چال میں یہ پٹ جائے گا۔

**مہرے مارنے کا طریقہ۔** جب تمہارے مہرے کے سامنے برابر والے خانہ میں مخالف کا مہرا ہو اور اس کے برابر والا یعنی تیسرا خانہ خالی ہو تو تم فوراً اس مہرے کو اپنے مہرے سے پیٹ کر بورڈ کے باہر نکال دو۔ اور اپنا مہرا اس خانہ پر سے گزار کر اُس تیسرے خالی خانہ میں رکھ دو۔ پٹا ہوا مہرا بجز بادشاہ بننے کے اور کسی صورت میں بورڈ پر

واپس نہیں آسکتا۔

اتفاق یا دوسرے کے غلط چال چلنے کی وجہ سے اگر تمہارے سامنے یا دہنے بائیں کئی مہرے ایسے رکھے ہوں کہ جن کا تیسرے پیچھے کا بھی تیسرا خانہ خالی ہو تو صرف ایک ہی چال اور اسی ایک مہرے سے ان سب کو مار کر نکال دو اور آخری پٹے ہوئے مہرے کے پیچھے کے خالی خانہ میں اپنا مہرہ رکھ دو۔

اگر مخالف بھولے سے کسی پٹتے ہوئے مہرے کو چھوڑ جائے تو اس کی چال ختم ہونے پر اسکی غلطی سے ان کو آگاہ کرکے اس کا مہرا بورڈ کے باہر نکال کر پھر اپنی چال چلو۔

سب سامنے آنیوالے مہروں کو مارنا اپنے لئے مفید ہو تو مارنا چاہیئے ورنہ مارنا لازمی نہیں ہے۔ کھیلنے میں اس امر کا خیال رکھو کہ اپنا بڑھنے والا اور اس کے قریب کے سب مہرے اور وہ تمام خانے جدہر سے مخالف مہروں کے حملہ کا احتمال ہو اور اپنے گھر کے تمام راستہ اپنے مہروں سے بند اور محفوظ رہیں۔

اگر مجبوراً یا اپنے موافق سمجھ کر ایسی چال چلنی پڑے کہ اپنے بڑھنے والے مہرے کا پٹنا یقینی ہو تو تمام خانوں اپنے اور مخالف کے گھر کے رستوں نیز تمام مہروں اور دونوں طرف کی اگلی چالوں پر خوب غور کرکے ایسی احتیاط سے بڑھو کہ صرف یہی مہرا پٹے اسکی وجہ سے دوسرے دو چار شہید نہ ہوں۔ یا صرف اسی غلطی کی وجہ سے اخیر میں تم ہار نہ جاؤ۔

اپنے گھر کے چاروں مہروں کو شروع کھیل میں نہ نکالو یعنی نہ بڑھاؤ اور نکالنے کے بعد گھر کے ان خالی خانوں کی احتیاط سے حفاظت کرو۔ ورنہ مخالف ان پر قبضہ کرکے بادشاہ بنالے گا۔ اور ایسی حالت میں تمہارے مہروں پر دونوں طرف سے مار پڑے گی۔

**بادشاہ بنانے کا طریقہ**۔ جب تمام راستہ طے کرکے مخالف کے گھر کے سیاہ خانہ میں اپنا مہرہ رکھ جائے تو بورڈ کے باہر پٹے ہوئے مہروں میں سے ایک اپنا مہرا اُٹھا کر اسپر رکھ دو یعنی اس کو ڈبل کردو یہی بادشاہ کہلاے گا۔ اور اسی طرح جتنے بن سکیں بادشاہ بناتے جاؤ۔ بادشاہ جلدی اور کئی بنانے چاہئیں۔ کیونکہ ان سے کھیلنے میں بہت مدد ملتی ہے۔ یہ دہنے بائیں آگے پیچھے تمام بورڈ پر گھوم کر مخالف مہروں کو مارسکتا ہے۔ لیکن اسکو نہایت ہوشیاری سے چلانا چاہیئے۔ کسی سادے مہرے سے اس کا پٹ جانا یا کئی بادشاہوں میں گھر کر قید ہو جانا اس کے لئے باعث ہتک ہے۔ بادشاہ بھی سادے مہرے کی طرح ایک ایک خانہ نمبروار چلے گا اور صرف سیاہ خانوں میں ـــ اس کو چلاؤ یا سادے مہرے کو یہ بات اپنی پسند اور موقع پر منحصر ہے۔

ایک بادشاہ جب کئی بادشاہوں سے گھر جائے یا بورڈ کے کونے میں پھنس ہو جائے تو اپنے دوسرے بادشاہوں کو بڑھا کر اسکی مدد کرو۔

مخالف بادشاہوں کو مار کر یا قید کرکے ان کے کم کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

# ڈرافٹ بورڈ کا نقشہ
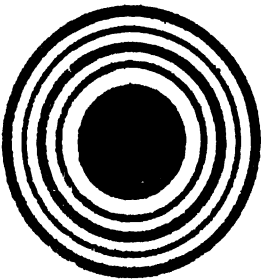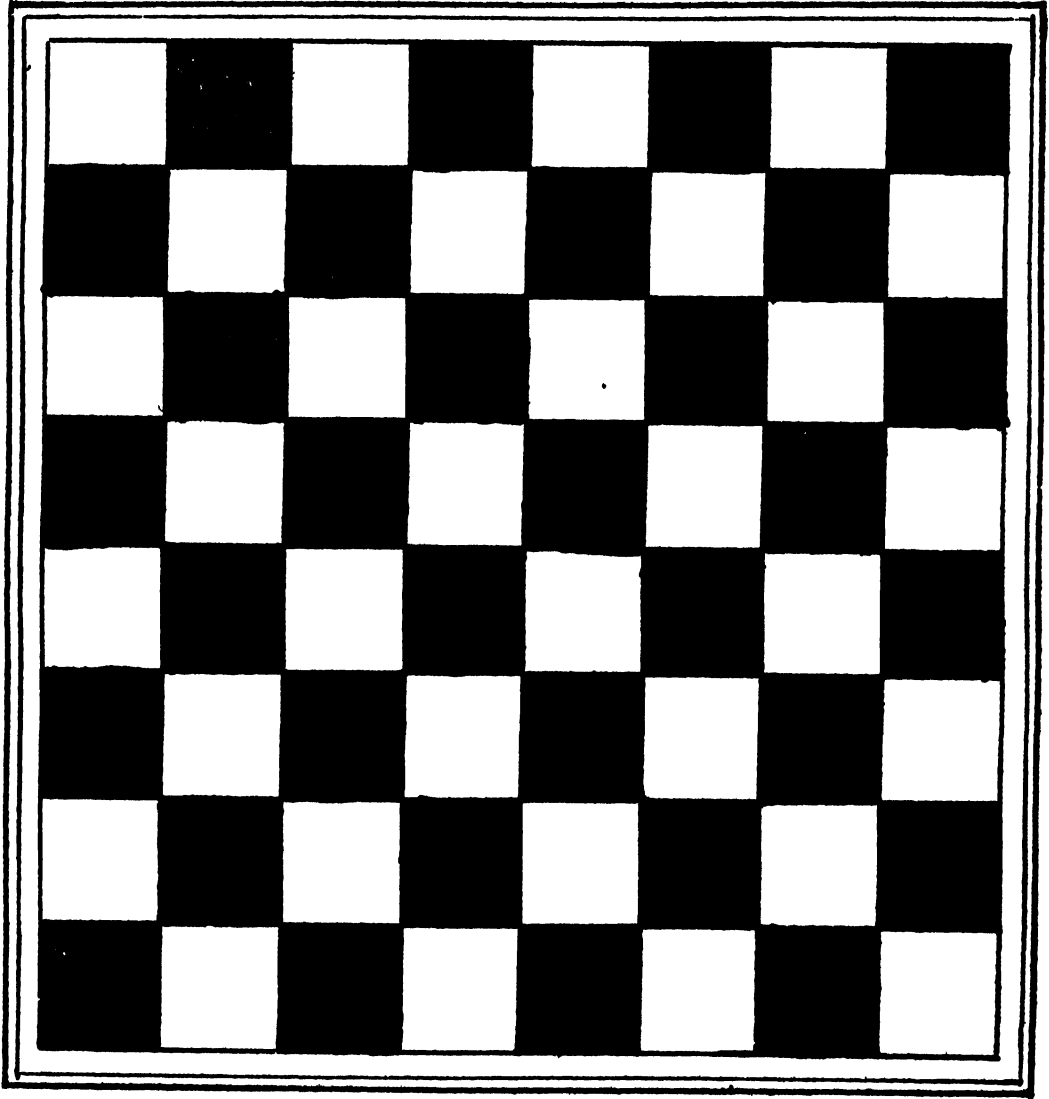
نقشہ مہرہ

بہتر ہوگا کہ یہ بورڈ ولایتی خریدنے کی بجائے ایک موٹے کاغذ کی دفتی پر سیاہ اور سفید کاغذ چپکا کر بنا لیا جائے اور مہرہ لکڑی کے بڑھئی سے بنوا کر ۱۲ سیاہ رنگ سے لئے جائیں اور ۱۲ سفید لئے جائیں۔

دو بادشاہ یا مہروں کو کھیل کی جلدی یا ہارنے کی گھبراہٹ میں ایسے خانوں میں نہ رکھو کہ ان کے بیچ کا اور سامنے کا خانہ خالی ہو ورنہ مخالف ان کے درمیان فوراً پہلی چال میں اپنا بادشاہ رکھ دیگا اور اس صورت میں تمہارے دونوں بادشاہ اس کی زد میں آجائیں گے اور تم کو اپنی چال میں ایک کو بچا کر دوسرے کو مجبوراً قتل کرانا پڑے گا۔ اکثر بہت دیر تک مقابلہ کرنے کی حالت میں اخیر کھیل میں یہی غلطی ہو جاتی ہے اور جیتی ہوئی بازی ہارنی پڑتی ہے۔ دونوں میں جو شخص اپنے مخالف مہروں کو مار کر یا قید کر کے ختم کر دے وہی جیتتا ہے۔

---

یہ کھیل بہت دلچسپ اور آسان ہے شروع میں طبیعت اُلجھے گی لیکن ایک دو مرتبہ کھیلنے سے سمجھ میں آجائے گا اور سیکھ جانے کے بعد اس کھیل میں خوب جی لگتا ہے۔

بیگم جعفری اکبرآبادی از اکولہ برار

---

## راز

تم اس راز کو نہیں سمجھ سکتے ہو اے دوست!
جو بادِ نسیم مجھ سے کہتی ہے!
جو سنسان جنگلوں کی خموشی مجھسے بیان کرتی ہے!
جو میں نے ویران قبروں کی اداسی میں پایا ہے!
جو لبِ ساحل پر ٹپکنے والی موجوں نے مجھے بتایا ہے!
تمہیں اس درد کا احساس نہیں ہو سکتا ہو میرے دوست!
جو ہر وقت میرے دل میں رہتا ہے!
اور جس سے میں ایک ابدی مسرت حاصل کیا کرتی ہوں!
مجھے اس راز کے انکشاف پر مجبور نہ کرو!
جاؤ! وقت نہ گنواؤ!
بیکار کی خدمت سے کیا حاصِل ہوگا!
اِس جہل خیال کو چھوڑ دو اے دوست!
بھول جاؤ مجھے!
ہاں مجھے! اور میرے راز کو!

حجاب بنارسی

## جاں باز

### ہندوستان کی مشہور افسانہ نگار محترمہ نذر سجاد حیدر

کے افسانے پلاٹ کی دلآویزی کے اعتبار سے ادبی حلقوں میں نہایت پسندیدگی کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں اور اسمیں شک نہیں محترمہ موصوفہ ہندوستان کے بہترین افسانہ نگاروں میں نہایت ممتاز درجہ رکھتی ہیں "جاں باز" محترمہ نذر سجاد کا اصلاحی معاشرتی ناول ہے جسمیں ایک معزز تعلیم یافتہ گھرانے کے حالات نہایت ہی دلچسپ پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ زبیدہ اپنے منگیتر کے لئے کیا کیا قربانیاں کرتی ہے مسز قمر ایک کم حیثیت مغربی لڑکی کے ہاتھوں کس طرح اپنی پر مسرت زندگی کو تباہ کر کے موت کے منہ میں پہنچ جاتے ہیں۔ خاندان حسن کا ایک سچا دوست تمام مشکلات کو کسطرح حل کرتا اور اپنے دوستوں کی خاطر کیسی کیسی قربانیاں کرکے محو حیرت کر دیتا ہے یہ ایسے باب ہیں کہ آپ عش عش کرینگے۔

قیمت ۱۲ / ملنے کا پتہ دفتر عصمت دہلی

# روحانی تحقیقات کا مسئلہ

اعلیٰ تعلیم اور اچھی تربیت کے باوجود ناشائستہ خیالات اور آرزوئیں انسانی دلوں میں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ جوں ہی وہ پیدا ہوتی ہیں۔ دبا دی جاتی ہیں۔ یعنی ان کا احساس مردہ کیا جاتا ہے۔ وہ عقائد اور مذہبی اُصول جو ایک بچے کے دل میں منقوش کر دئے گئے ہیں۔ ایسی ناشائستہ خواہشات کو ظاہر ہونے نہیں دیتے ہیں۔ اور بطور ایک محافظ کے کام کرتے ہیں۔ فرائیڈ نے اس محافظ کا نام سنسر (ضمیر) رکھا ہے۔ لیکن اس سنسر کی دبائی ہوئی خواہشات حسیات کے میدان میں آنے کی سعی کرتی اور اس کی نگہداشت سے بچنے کی کوشش کرتی رہتی ہیں۔ وہ اپنا حلیہ بگاڑ لیتی ہیں۔ اپنے تئیں منجمد کرلیتی ہیں۔ اپنی ہیبت تبدیل کرلیتی ہیں۔ عام طور پر اس سنسر کا فعل ایسا علانیہ ہے کہ ہمیں اپنے دل میں پیدا ہونیوالی بُری خواہشات کا علم نہیں ہوتا۔ اور ان کی روک تھام کامل ہوتی رہتی ہے۔ لیکن جب یہ توازن بگڑتا ہے تو چال چلن میں بگاڑ رونما ہوتا ہے۔ اور معمولی اخلاقی گراوٹ سے لیکر دماغی اختلال تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ بہت سی دماغی بیماریوں کے آثار دراصل بہت سی پوری نہ ہونیوالی خواہشوں کے نتائج ہوتے ہیں۔ یا خواہشات کو اچھی طرح نہ پورا ہونے دینے کا انجام ہیں جسم کو صاف رکھنے کا خبط بعض اوقات دل کو برائی کی آلائش سے احساس سے پاک کرنے کی نیت سے ہوتا ہے۔ لیڈی میکبتھ شیکسپیر کے ڈرامہ میکبتھ کی ہیروین کو یہ شک ہوتا ہے کہ عرب کی تمام خوشبوئیں بھی اُسکے چھوٹے چھوٹے خون کے قطروں سے آلودہ ہاتھوں کو پاک نہ کرسکیں گی۔ کسی عزیز کی صحت کی خواہش دراصل اُسکی موت کا خیال دور کرنے کے لئے ہوسکتی ہے۔ روحانی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ دماغی بیماریوں کے مریضوں پر نہ تو جن اور بھوتوں کا سایہ ہوتا ہے اور نہ وہ مارپیٹ سے سُدھ ہوسکتے ہیں جستجو سے اُن کی بیماری کا سبب دریافت کرو اور تم دیکھو گی کہ مریض خود اپنے تئیں صحتیاب کرسکیگا جب سنسر یا ضمیر کسی ناشائستہ خواہشات کو روکتا ہے تو یہ خواہش اپنا رنگ بدلتی ہے۔ رنگ بدلنے سے یہ مراد ہے کہ بدخواہش کسی نیک خواہش میں تبدیل ہوجاتی ہے۔

بچوں کو برائی سے روکنے کے لئے نصیحت یا ہدایت کرنا اور نیک اُصول بتلانا کافی نہیں۔ تعلیم و تربیت کا منشاء اُن کی بُری خواہشوں کو دبانا نہیں ہے بلکہ اُن کو نیک خواہشات میں تبدیل کردینا ہے۔

فرائیڈ نے ہمیں ایک چھٹے حواس کا پتہ دیا ہے۔ یہ حواس بچپن سے جوانی تک مختلف حالتوں میں گذرتا ہے۔ تعلیم اور تربیت دینے والوں کے لئے لازم ہے۔ کہ بچوں کو بچپن سے اس جوانی کے آنیوالے جذبے کے متعلق مناسب تعلیم دیں۔ اور رہبری کریں۔ یہ دیکھا جاتا ہے کہ عالمِ کم سنی میں کسی قسم کی تعلیمی کمی کے باعث بری عمر میں دماغی امراض لگ جاتے ہیں۔

بیگم خان عبدالرشید گجرات

# خوف

ہم لوگوں میں جہاں اور بہت سی کمزوریاں ہیں وہاں ایک خطرناک کمزوری جو متعدد امراض کی طرح ہمارے ہر گھر میں پھیلی ہوئی ہے۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ موزوں ہوگا کہ ہماری سرشت میں داخل ہوگئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہماری بہنیں معمولی سی بات میں خوف زدہ ہوکر حواس زائل کردیتی ہیں۔ اور ان کی یہ پریشانی نہ صرف اُن کو بلکہ تمام گھروالوں کو ایک مصیبت میں مبتلا کردیتی ہے۔ رات کو معمولی سی آہٹ یا کھٹکا ہوا کہ وہ چونکیں۔ اور گھبرا کر سب کو بیدار کردیا۔ "مجھے خوف معلوم ہوتا ہے۔ آہٹ ہورہی ہے۔ کوئی چور گھر میں گھس آیا ہے یا چڑیل و بھوت ہیں۔ خوف سے میرا دل دہل رہا ہے مجھے ابھی ایک سایہ سا نظر آیا تھا" اب گھر والے ہیں کہ لالٹین لیکر تمام گھر میں گشت لگا رہے ہیں اور وہاں اُنہیں کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ یہ انسانی واہمہ ہوتا ہے۔ جو اکثر تنہائی میں رات کو یا دن کو پریشانی میں مبتلا کردیتا ہے۔ اور کچھ بھی نہیں ہوتا۔ میرے خیال میں بھوت پریت اور چڑیل کا دنیا میں کوئی وجود نہیں۔ بلکہ ان کے واقعات جو ہم اکثر سنتے رہتے ہیں محض افسانے ہیں۔ فرضی افسانے جن کی کوئی اصلیت نہیں۔ لڑکیاں اور بیبیاں اکثر شام کو یا رات کو زیادہ خوف زدہ ہوتی ہیں شام کو کوٹھے پر کسی ضرورت سے جاتے ہوئے ان کو خوف معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ کسی کو ساتھ لئے بغیر کوٹھے پر نہیں جاتیں۔ یونہی اندھیرے میں بھی جاتے ڈرتی ہیں۔ خدا جانے یہ کیا وبا ہے جو ہر جگہ پھیلی ہوئی ہے جس نے دلیری کو بالکل مفقود سا کردیا ہے کسی حادثہ کے وقوع پر بھی ہماری عجیب حالت ہوجاتی ہے۔ اس وقت رونے چلانے کے سوا کچھ بن نہیں آتا اور نہ حادثہ کے دفع کی جانب متوجہ ہوتیں۔ اگر کسی کے چوٹ آگئی یا وہ زخمی ہوگیا۔ تو اس کے نزدیک ماں بہنیں کھڑی رو رہی ہیں۔ لیکن اس کی امداد نہیں کی جارہی ہے۔ اُس کے سامنے رو رو کر اُس کو بھی پاگل بنایا جارہا ہے اور وہ غریب ان سب کو روتا دیکھ کر اپنے لئے سخت قسم کا خطرہ محسوس کرتا ہے۔ لڑائی جھگڑوں کے مواقع پر اسی قسم کی حرکات بہنوں سے سرزد ہوتی ہیں۔ اسوقت رفع شر و مصالحت کرانے کے بجائے وہ رونا چلانا شروع کردیتی ہیں۔ لیکن سمجھا بجھا کر فساد کو روکا نہیں جاتا۔ بعض بہنیں کیڑوں سے ڈرتی ہیں۔ سانپ۔ بچھو۔ رینگنے والے کیڑے خوفناک ضرور ہیں مگر نہ اس قدر کہ ان کو دیکھ کر واویلا کی جائے اور چیخیں لگائی جائیں۔ ایسے موقع پر ان کو مار ڈالنے اور خود ان کے ضرر سے محفوظ رکھنے کی ضرورت ہے نہ کہ واویلا کرنے کی۔ اسی طرح گائے۔ بیل بھینس گھوڑے وغیرہ سے بعض بہنیں بہت ڈرتی ہیں۔ ان کا یہ خوف بظاہر چوپایوں کی شرارت کی وجہ سے ہوتا ہے مگر حد درجہ بڑھا ہوا۔ کہ اگر گائے بھینس یا گھوڑا گھر میں گھس آئے تو وہ اوئی اللہ کہکر کمرہ یا کوٹھڑی میں چھپ

جاتی ہیں لیکن چوپایوں کو نکالتے نہیں بنتا۔ بہنوں کو دیہاتی عورتوں سے سبق حاصل کرنا چاہئے کہ وہ ان ہی چوپایوں سے مردانہ وار کام لیتی ہیں۔ اور ذرا بھی نہیں ڈرتیں۔ وہ دن رات میں کئی مرتبہ تنہا آتی جاتی ہیں۔ گھر میں کھیت پر قصبہ یا شہر میں مگر انہیں بالکل دہشت نہیں ہوتی اور نہ ڈرتی ہیں۔ انکے برعکس ہماری بعض بہنیں مینڈک چھپکلی چوہے چھچوندر سے ڈر کر چیخ ماردیتی ہیں۔ گویا اس طرح انتہائی بزدلی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ بادل و بجلی سے بھی بہنیں بہت ڈرتی ہیں۔ حالانکہ وہ بھی کوئی ڈر کی چیز نہیں۔ لیکن بادل بجلی سے خوف کسی اتفاقی حادثہ کے وقوع سے پیدا ہو جاتا ہے۔ بجلی کی کڑک و بادل کی گرج بری طرح دل دہلا دیتی ہے مگر یہ بات زیادہ زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہتی رفتہ رفتہ زائل ہو جاتی ہے اور معمولی سی جھجک بھی باقی نہیں رہتی۔ مجھے بھی اس قسم کا ایک واقعہ پیش آچکا ہے۔ بعض بہنیں تنہائی میں بہت گھبراتی وڈرتی ہیں۔ جبکہ انہیں اپنے شوہروں کی ملازمت یا کاروبار کی وجہ سے باہر پردیس میں تنہا رہنا پڑتا ہے تو وہ دن رات خوف کھاتی ہیں۔ حتےٰ کہ ان کی صحت خراب ہو جاتی ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ انسان کو تنہائی سے فطرتاً نفرت ہے اور انسانوں کی اکثریت تنہائی کو پسند نہیں کرتی۔ بعض طبعیتیں اس قسم کی ہوتی ہیں جو تنہائی پسند ہوں ورنہ عموماً تو سب ایک جگہ رہنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ (یعنی اپنے خاندان وکنبہ سے نزدیک رہنا) لیکن تنہائی میں خوف کرنا ڈرنا قطعی مذموم سی بات ہے۔ کنبے والے اگر نزدیک بھی ہوں اور جب بھی خوف معلوم ہو تو وہ کیا کر سکتے ہیں۔ خوف تو اول سے آخر تک بہت بری چیز ہے۔ خواہ وہ تنہائی میں ہو یا آبادی میں۔ خویش واقارب کی نزدیکی میں ہو۔ اس چیز نے ہماری معاشرت میں بہت سی خامیاں پیدا کر دی ہیں۔ مثلاً خطرات کے وقت عورتیں خوف کے سبب خود کو بربادی و مضرات سے نہیں بچا سکتیں۔ ان کی جان وآبرو خطرہ میں پڑ جاتی ہے اور ان میں خطرات کی مدافعت کی صلاحیت باقی نہیں رہتی۔ ان کے بیجا خوف سے بچے متاثر ہوتے ہیں اور اسی عمر سے ان میں بزدلی پیدا ہو جاتی ہے۔ بچوں کے لئے اوائل عمری سے اس جذبہ (خوف) کی بیداری انکے منازل حیات میں ایک سنگ گراں کی حیثیت رکھتی ہے۔ جو ہزاروں انسانوں کی طاقت سے بھی نہ اٹھ سکے۔ بہنوں کو خود میں اور اپنی اولاد میں بہادری کے جذبات پیدا کرنا چاہیں جن سے وہ ہر خطرناک موقع پر دلیری ہمت وشجاعت وبہادری سے کام لیکر زندگی کی راہ میں آسانیاں پیدا کرلیں۔ اور خوف ان کے نزدیک کوئی حقیقت نہ رکھے۔ معمولی بات پر خوف! کس قدر مضحکہ انگیز ہے حقیقتاً خوف کوئی چیز نہیں یہ صرف انسان کے خیالات اور بعض حالات سے پیدا ہوتا ہے اور کمزور دل ودماغ والے اس کو زیادہ محسوس کرتے ہیں۔ مگر اس موقع پر یعنی خوف کے وقت اس جذبہ کی مدافعت کوئی طاقت کر سکتی ہے تو وہ بہادری وہمت کا جذبہ ہے۔ جو ہر خطرہ سے بچا سکتا ہے۔ جس دور سے ہم گزر رہے ہیں وہ ہرگز اس قسم کے خوف کا متحمل نہیں

ہو سکتا۔ آج دنیا کو بہادروں کی ضرورت ہے۔ ایسے بہادروں کی جو ایک اشارے پر اپنے ملک وقوم کے لئے اپنی جان مال سب کچھ قربان کر دیں۔ مثل مشہور ہے کہ " دنیا چلتی گاڑی کی ساتھی ہے اور جو ٹوٹ گیا وہ ایندھن ہے"۔ افسوس جس ملک وقوم میں عورت کے خوف کی یہ حالت ہو وہاں بہادر و شجاع سپاہی کیونکر پیدا ہو سکتے ہیں۔ ہماری بہنوں کو بہادر سپاہی پیدا کرنا چاہئے۔ جو ملک وقوم کے کام آتے۔ ایک شخص کا مقولہ ہے کہ " صرف بہادروں کو زندہ رہنا چاہئے۔ اور بزدلوں کیلئے زندگی کی ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ انکے لئے دنیا میں جگہ" یہ ایک طرح کی ظلم و سفاکی سہی۔ لیکن یہ بات ضرور ہے بزدلوں سے دنیا کو نقصان کے سوا کوئی خاص فائدہ نہیں پہونچتا۔ خوف زندگی کے راستہ میں ایک زبردست و دشوار گزار پہاڑ کی حیثیت رکھتا ہے جس کا عبور صرف بہادری سے ہو سکتا ہے۔

شوکت جہاں بیگم بھوپال

# سکونِ قلب

عطا ازل سے ہوا تھا مجھے دلِ محزوں　　کبھی نہ جس کو میسّر ہوا جہاں میں سکوں

رہا ہجومِ تمنا خلش فزا پیہم　　ہوا نصیب نہ اس زخم کو کبھی مرہم

بہت فریبِ تمنّا نے مبتلا رکھا　　بہت دِنوں غمِ دُنیا سے دلفگار رہا

ہر ایک گوشۂ عالم میں بے قرار پھرا　　بہت تلاش کیا پر کہیں سکوں نہ ملا

نزار کر دیا جب مجکو سعیٔ پیہم نے

نشانِ آرزو معدوم ہو گیا دل سے

مجھے جلا لیا ناکامیٔ مسلسل نے　　یہ جان بچ گئی ناسازیٔ مقدر سے

سرابِ آرزو جب دل پہ ہو گیا روشن　　لُبھا سکا نہ یہاں پھر کبھی کوئی منظر

ہزاروں داغ تھے جب لیں آرزوئیں تھیں　　تڑپ بھی ایک مسلسل نہ تھی کہیں تسکیں

اور اب کہ دل میں تمنا نہیں کوئی باقی　　اور اب کہ دل ہے تمنا سے سر بسر خالی

نظر میں کلفت و راحت کی کچھ نہیں وقعت

حقیر ہو گئی آنکھوں میں غربت و ثروت

سید محمود حسن کیتھل

# اب کیا کیا جائے

رقیہ۔ شفو آپا تم اپنی لڑکی کو اسکول میں کیوں داخل نہیں کرا دیتیں۔ پہلے تو تم کہتی تھیں کہ روز روز تانگے پر جانے میں بے پردگی ہوتی ہے۔ اب تو دیوار بیچ اسکول ہے۔ میں نے شروع ہی میں کہا تھا اگر نام لکھوا دیا ہوتا تو تین مہینے میں پڑھ کے کہیں کی کہیں پہونچ گئی ہوتی۔

شافیہ (ٹھنڈی سانس بھر کر) ارے بہن وہ اسکول میں داخل ہی نہیں ہو سکتی۔ میں نے خود استانی جی سے بات کر لی ہے۔

رقیہ۔ کیوں آخر کیا وجہ ہے کیوں نہیں داخل ہو سکتی۔ کیا اس کا ذہن خراب ہے۔ وہ تو ماشاء اللہ ایسی ہے کہ جو اور لڑکیاں پڑھیں سال بھر میں وہ چھ ہی مہینے میں پڑھ کے دکھا دے۔

شافیہ۔ نہیں نہیں یہ بات نہیں اگر ذہن بُرا ہوتا تو کچھ دن پڑھانے سے معلوم ہوتا اور استانی جی تو خود اس کا بڑا افسوس کرتی ہیں انہوں نے کتاب پڑھوا کر منی لکھوا کے دیکھا تو وہ کہتی ہیں کہ اگر حساب آتا ہوتا تو میں اس کو چوتھے درجے میں لے لیتی مگر حساب کی وجہ سے کچھ دن تیسرے میں رکھنا ضروری ہے۔

رقیہ۔ اے ہے تو پھر آپا خدا کے لئے بتاؤ بھی تو آخر وہ کیوں نہیں اسے داخل کرتیں۔ چلو میں خود چلکر ان سے کہوں گی۔

شافیہ۔ نہیں تم سنو یہ تو بڑا قصہ ہے اور اس غریب کی خطا نہیں میرا قصور ہے۔ جب میں اسے لیکر گئی تو انہوں نے مجھے ایک فارم دیا اور کہا کہ آپ اسکی خانہ پری کر دیجئے۔ میں نے لیکر پڑھنا شروع کیا۔ سب سے پہلے تاریخ درخواست پر سرپرست کا نام اور طالب علم سے رشتہ داری پھر طالب علم کا نام۔ باپ کا نام اور پتہ۔ مدت سکونت ممالک متحدہ غرض اسی طرح بہت سی باتیں تھیں جن کا لکھنا ضروری تھا۔ انہیں میں ایک خانہ تاریخ پیدائش کا تھا تو مجھے یاد نہیں ہاں اتنا جانتی ہوں کہ ابھی تیرہ تیزی کے چاند میں بارہ برس کی ہوئی ہے۔ یہ سنکر اُستانی جی کہا کہ گویا یہ اس وقت بارہ برس تین مہینے کی ہوئی اب آپ کسی مرد یا لڑکے سے کہکر اس کی تاریخ پیدائش نکلوا لیجئے۔ میں حیران ہو گئی اور پوچھا کہ آخر وہ کیسے نکلے گی۔ اُنہوں نے کہا کہ آجکل کے عقلمندوں نے عمر سے تاریخ پیدائش معلوم کرنے کا طریقہ نکال لیا ہے۔ ہمارے آپ کے نزدیک تو تاریخ پیدائش سے عمر معلوم کی جاتی ہے۔ لیکن وہ لوگ اسی کا اُلٹا عمل کر کے عمر سے تاریخ پیدائش نکال لیتے ہیں۔ میں نے کہا کہ اور وہ تو ٹھیک ہوتی ہے۔ اسپر وہ ہنسنے لگیں اور بولیں کہ قانوناً تو ٹھیک ہی سمجھی جاتی ہے۔ جب میں نے گھبرا کر کہا کہ

استانی جی خدا کے لئے مجھے ذرا تفصیل سے بتا دیئے یہ تو کچھ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ وہ کہنے لگیں کہ یہ تو آپ کسی اور استانی سے یا کسی لڑکے سے پوچھئے۔ جو بات میں خود نہیں سمجھتی اُسے بھلا سمجھا کیا سکوں گی۔ بہتر تو یہ ہے کہ آپ اِسے کسی اور اسکول میں داخل کیجئے وہاں ایسا کوئی جھگڑا نہیں ہوگا۔ مزے سے نام لکھ لیا جائیگا۔ آپ کو فارم بھرنے کی بھی تکلیف نہیں کرنی پڑے گی۔ اُستانی صاحبہ خود ہی آپ سے پوچھ پوچھ کر لکھ لیں گی۔ میں نے کہا تو پھر آپ ایسا کیوں نہیں کرتیں۔ اُستانی جی نے کہا بس یہ نہ پوچھئے۔ آپ خود دیکھ لیجئے یہ فارم بھرنا میرا کام نہیں مجھے تو صرف ایک جگہ دستخط کرنے ہونگے اور یہ بھرے ہوئے دیکھئے یہ کام تو لڑکی کے سرپرست کا ہے یا اگر اُسے خود لکھنا نہیں آتا تو کسی دوسرے سے لکھوا کر خود انگوٹھے کا نشان لگائے۔ اچھا لیجئے اب میں آپ کو پوری پوری تفصیل سُنائے دیتی ہوں۔ اگر آپ نے سمجھ لیا تو اچھا ہے ورنہ آپ بھی مجھ جیسے بیوقوفوں میں شمار ہونے لگیں گی۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ آپ کہہ رہی ہیں کہ لڑکی کی عمر بارہ برس اور تین ماہ کی ہے۔ اور آج تاریخ کیا ہے ۹ مئی ۱۹۳۲ء اب اس میں سے تین مہینے کم کیجئے گا ۹ فروری کو بارہ برس کی تھی یہ بارہ برس گھٹا دیئے تو ۱۹۲۰ء بچے۔ اب آپ کے کہنے کے مطابق ۹ فروری ۱۹۲۰ء اس کی تاریخ پیدائش ہے اور یہی مجھے لکھ دینی چاہئے میں خوب جانتی ہوں کہ یہ بالکل غلط ہے مگر قانون کی رو سے میری یہ لکھی ہوئی عمر صحیح مانی جائے گی اور اگر پھر آپ کو کہیں سے اسکی صحیح تاریخ پیدائش مل جائے اور آپ مجھسے کہئے کہ اب اس کے مطابق لکھئے تو میں نہیں لکھ سکتی یہ جرم ہے۔ اس کا اختیار صرف انسپکٹرس صاحبہ کو ہے کہ اگر وہ آپ کی بات کا کسی گواہی یا دلیل سے یقین کر لیں تو خود اسے کاٹ کر ٹھیک کر دیں گی۔ میں نے کہا کہ مجھے تو یہ یاد آتا ہے کہ ایسا ہی موسم تھا بلکہ اسکولوں کی چھٹیاں تھیں میری نند میرے پاس آئی ہوئی تھیں۔ اُستانی جی بولیں کہ ہاں آپ ٹھیک کہتی ہیں بلکہ عجب نہیں جون کا مہینہ ہو کیونکہ چاند کے حساب سے بارہ برس اور چار مہینے کی ہو گی۔ اس حساب سے آپ آخیر مئی یا شروع جون کی کوئی تاریخ لکھ سکتی ہیں۔ میں نے کہا وہ بھی تو آخر فرضی ہی ہو گی۔ دل گوارا نہیں کرتا کہ جھوٹ لکھ دوں اگر چاند کی بھی تاریخ یاد ہوتی تو کہیں کسی پُرانی جنتری میں تلاش کرنے سے معلوم ہو سکتا مگر اب تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ اچھا میں صرف سنہ لکھے دیتی ہوں استانی جی۔ نہیں وہ تو تاریخ مہینہ سب کچھ ہونا چاہئے ورنہ نام لکھا نہیں جا سکتا یہ دیکھئے تین فارم اِسی جھگڑے میں پڑے ہوئے تھے کسی میں صرف سنہ لکھا گیا تھا کسی میں عمر لکھدی تھی میں نے بار بار کہلوایا کہ اپنے اندازے سے کوئی تاریخ لکھ دیں تب کہیں پندرہ دن میں ایک تو آج ٹھیک ہو کر آیا ہے ان دو کی خبر نہیں کب درست ہوں گے۔ میں نے بہت چاہا کہ ایسی مشکلات کا حال ذرا اوپر تک پہونچایا جائے ذمہ وار افسروں کو خبر ہو شاید اس میں کچھ سہولت پیدا کی جائے۔ مگر یہ کام میرا نہیں ہے۔ جن لوگوں کا ہے وہ اسے فضول سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کوئی اہمیت دینے کی بات ہی نہیں میں اس بارے میں اچھے اچھے قابل لوگوں سے بات چیت کر چکی ہوں مگر کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ میں کہتی تھی کہ کوئی

فرضی یا خلاف واقعہ بات لکھنے کو میرا ضمیر گوارا نہیں کرتا وہ لوگ کہتے تھے کہ اس میں کوئی ضمیر اور ایمان کا سوال
ہی نہیں۔ یہ تو ایک حساب کا سوال بن جاتا ہے کہ جس کی آج یہ عمر ہے وہ کب پیدا ہوا ہوگا۔ میں یہ جانتی ہوں
کہ بے شک اس طرح تاریخ پیدائش معلوم کی جاسکتی ہے کہ بتانے والا عمر کے سال مہینے دن سب ٹھیک ٹھیک
بتائے۔ لیکن جو اتنی تفصیل سے عمر بتائے گا وہ تاریخ ہی کیوں نہ بتادے گا۔ مگر وہاں تو یہ ہوتا ہے کہ کیوں بھئی
اس لڑکی کی کیا عمر ہے؟ کوئی سات برس ہوگی؟ نہیں ابھی تو ساتویں میں لگی ہے چھ کی بھر گئی۔ کوئی دانت
ابھی نہیں ٹوٹا؟ اچھا تو بس چھ ہی کی لکھے لیتی ہوں۔ مزا تو یہ ہے کہ اگر ایک دن میں دس لڑکیاں بھی چھ چھ برس کی
اسکول میں داخل ہونگی تو ان سب کی تاریخ پیدائش ایک ہی ہوگی۔ کسی کی عمر میں مہینہ چھوڑ ایک دن کا بھی فرق نہیں
ہوگا۔ اس پر جواب ملتا ہے کہ صاحب ابھی زنانہ اسکولوں کی تو بسم اللہ ہی ہے بڑے بڑے مردانہ اسکولوں میں یہی ہوتا ہے
اور نہیں تو کیا آپ سمجھتی ہیں کہ یہ دنیا بھر کے تیلی تنبولی چار کنجڑے جو اس زمانے میں اپنے بچوں کو پڑھا رہے ہیں انہوں نے
ان کی تاریخیں لکھ لکھ کر رکھی ہوں گی۔ بس اب مردانہ اسکولوں میں یہ ہوتا ہے تو لازم ہوا کہ زنانہ اسکولوں میں
اُستانیاں بھی اسی ڈھرے پر چلیں۔ میں یہ کہتی ہوں کہ دس برس کی عمر تک تو میونسپلٹی کے دفتر سے معلوم
کی جاسکتی ہے۔ اس سے آگے یہ کوشش ہونی چاہئے کہ صرف سنہ سے کام چل جائے تاریخ اور مہینہ معاف کردیا
جائے۔ مگر جو لوگ اس کام کے اہل ہیں انھیں ادھر توجہ بھی تو دلائی جائے کہ پہلا سبق اسکول میں داخل ہوتے
وقت بچوں کو یہ ملتا ہے کہ جھوٹ سچ کوئی نہ کوئی تاریخ اس کے اوپر لکھ دو۔ مجھے تو یہ باتیں سمجھاتے وقت اپنے اوپر
غصہ آنے لگتا ہے کہ گویا میں اسے جھوٹ بولنے پر مجبور کر رہی ہوں اور اس کا سارا عذاب میرے اوپر ہے اور
گو کہ یہ ناشکری ہے مگر بعض دفعہ تو دل کہتا ہے کہ کاش میں ہیڈ معلمہ نہ ہوتی تو مجھے ان بکھیڑوں سے کوئی
سروکار نہ ہوتا۔ مگر یہ صرف ہم لوگوں کو اس کا احساس ہوتا ہے جیسے آپ ابھی کہہ رہی تھیں کہ اندازاً لکھنے کو دل گوارا
نہیں کرتا ورنہ عام طور پر تو یہ حالت ہے کہ فرض کیجئے آج ایک لڑکی داخل ہوئی مہینہ بیس دن بعد کسی وجہ سے اسکا
نام کاٹ دیا گیا یا والدین نے خود اُٹھا لیا۔ اب جب وہ پھر اسے اسکول میں داخل کرائیں گے تو تاریخ پیدائش
اس فارم سے جو پہلی مرتبہ لکھا تھا بالکل مختلف ہوگی۔ یہ باتیں آئے دن ہوتی رہتی ہیں اور مجھے اکثر خود کاٹ کر
پہلے داخلہ کے مطابق تاریخ لکھنی پڑتی ہے۔ اب آپ ہی کہیے کہ فرضی نہیں تو کیوں فرق ہوتا ہے۔ مگر لوگ اس کی
پروا نہیں کرتے۔ یوں بھی عمر چھپانے کا دستور ہے کم بتاتے ہیں پھر جیسے وہ جھوٹ ویسے یہ اس میں کیا خاص
بات ہوگئی۔ خیال صرف اس کا ہوتا ہے کہ کوئی بات تحریر میں نہ آنے پائے جسکی قانوناً پکڑ ہوسکے اور اسپر قانون
کچھ نہیں کہتا۔ اسکول کی لکھی ہوئی عمر قانوناً صحیح مانی جاتی ہے۔ اس کے لطیفے کبھی کبھی اخباروں میں پڑھنے میں
آتے ہیں کہ ایک لڑکے کو ڈاکٹر تک دیکھکر کہتے ہیں کہ ہرگز بارہ برس سے زیادہ کا نہیں ہے مگر اسکول کے حساب سے

اسکی عمر ۱۴ سال کی ہے۔ اب چاہے زمین آسمان ٹل جائیں وہ نہیں بدلی جا سکتی اور سارٹیفکٹ میں بھی اسی حساب سے لکھی جائے گی یہ ساری باتیں سُنکر میں بالکل مایوس ہو گئی۔ گھر آکر ذکر کیا کہ آپا تم دولھا بھائی کے کاغذات میں ڈھونڈو کہیں نہ کہیں مل ہی جائے گی۔ اور نہیں تو بھلا یہ بھی کوئی بات ہے کہ تاریخ پیدائش کے پیچھے لڑکی پڑھ ہی نہیں سکتی۔ تم فارم منگالو میں بھر دوں گا۔ میں نے دل میں سوچا کہ لو وہی اُستانی جی کی بات ہوئی نہ۔ پھر میں نے اسکی پھوپی کو بھی لکھکر پوچھا پھوٹی ممانی کو ذرا ایسی باتوں کا زیادہ حال معلوم رہتا ہے ان سے پوچھا کسی کو بھی یاد نہیں۔ اگر یہاں پیدا ہوئی ہوتی تو ماموں جان سے کہکر یہ بھی کوشش کرتی کہ میونسپلٹی سے معلوم کیا جاتے۔ اب بمبئی سے کیس طرح معلوم ہو سکتا ہے۔ قسمت کی کیا خبر تھی نہیں تو کیا مشکل بات تھی کہ میں خود لکھکر کہیں اچھی طرح رکھ لیتی۔ جب ان کا انتقال ہوا تو میں آپ بیا۔ پڑی ہوئی تھی تمام سامان کہیں سے کہیں ڈھلنا پھرا کتنی چیزیں وہیں نیلام ہوئیں اب کیا معلوم کیا کیا ضروری کاغذات کھوتے ہونگے کہیں روپے پیسے کے ساتھ ایسی چیزیں تھوڑی رکھی جاتی ہیں۔ دس برس کی بات ہو گئی اگر کہیں ہوتی تو ہاتھ میں آتی ہی۔ وہ غریب تو یہ سُن کر رو پڑی کہ میں اسکول میں پڑھ ہی نہیں سکتی۔ میں نے کہا بیٹی تم اپنے گھر میں پڑھو۔ جو بات سمجھ میں نہ آئے مجھ سے ماموں سے پوچھ لو نہیں تو کچھ دیر کو اُستانی جی کے پاس چلی جایا کرو۔ جو لیاقت ہو گی وہ تمہارے کام آئے ہی گی نہ سہی امتحان تو کیا ہوا۔

رقیہ۔ اے ہے یہ تو بڑی آفت ہوا اب آخر کیا کیا جائے۔ میں تو ابھی جا کر بڑے بھائی سے اپنی اور سب بہن بھائیوں کی تاریخ پیدائش پوچھ پوچھ کر لکھ لوں گی اور ان سے سب حال بھی کہوں گی وہ ضرور کوئی ترکیب بتادینگے۔

شافیہ۔ ہاں ضرور پوچھنا اگر بتادیں تو میرے اوپر بھی بڑا احسان کریں مگر میں تو سمجھتی ہوں کہ وہی کہیں گے جو اور سب کہتے ہیں اور یا یہ کہیں گے کہ کسی اور اسکول میں بھرتی کر دو جہاں استانیاں خود سب کچھ کر لیں۔ مگر میرا تو ایک بات سے اور زیادہ دل کھٹا ہوتا ہے کہ جب ابتدا ایسی خوبصورت ہو گی تو تعلیم بھی ایسی ہی کچھ ہو گی کہ اپنے مطلب کو سب کچھ جائز ہے۔		و۔ ا

---

# خواب

از محترمہ مریم یوسف علی صاحبہ بی۔ اے

اللہ جل شانہٗ نے ہم کو فہم و فراست اور نطق و ذہانت عطا فرمائی ہے جس کے ذریعہ ہم بخوبی ہر بات پر
غور کر سکتے ہیں لیکن بعض اوقات ہماری آنکھوں اور ذہانت پر کچھ ایسا پردہ پڑ جاتا ہے کہ ہم نہ کچھ دیکھ سکتے ہیں
نہ سوچ سکتے۔ حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ اور سرداری محمدی بیگم صاحبہ کے اس عنوان پر مجھے اپنے خوابوں
کا خیال آیا جو میں اپنی بہنوں کے سامنے پیش کرتی ہوں۔ خواب ہمیشہ بے معنی نہیں ہوا کرتے۔ کبھی کبھی آنے
والے واقعات سے ہمیں آگاہ کر دیتے ہیں۔ لیکن میری طرح بہت سے کم فہم لوگ ہیں جو کبھی ایسے خوابوں پر غور
نہیں کرتے اور بعد میں کفِ دست ملکر رہ جاتے ہیں۔

میرا خیال یہی تھا کہ جب ہاضمہ درست نہیں ہوتا تو ہر قسم کے خواب نظر آتے ہیں۔ دو سال کا عرصہ ہوا جب
میں اکثر مکروہ خواب دیکھا کرتی تھی۔ بعض دفعہ میں اپنی بہن حمیدہ خانم ام اے سے کہتی تھی کہ آجکل میں مکروہ خواب
دیکھا کرتی ہوں۔ وہ خود کم عمر اور ناتجربہ کار تھی اس لئے سُنکر خاموش ہو جاتی تھی۔ میں خیال کرتی تھی کہ یہ پیٹ
کی خرابی کا سبب ہے۔ اِس لئے شب کا کھانا بند کر دیا اور صرف دودھ پی کر رات کو سو جاتی تھی۔ پھر کچھ مہینوں
کے بعد میں نے صبح صادق یہ خواب دیکھا:۔

میں اپنی بہن کے ساتھ کسی پارٹی میں شریک تھی۔ وہاں میں نے اپنی کالج کی ایک پروفیسر کو جن سے گذشتہ
بارہ سال سے ملاقات نہیں ہوئی۔ شاعر ٹیگور کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا (گو نہ میں نے نہ پروفیسر نے شاعر کو
کبھی دیکھا ہے صِرف اُن کی تصویر اخباروں میں دیکھی ہے) میں ایک بنچ پر بیٹھی ہوں اور میری بہن سامنے
دوسرے بنچ پر۔ اور ہمارے سامنے ایک شادی شدہ شخص بیٹھا ہے۔ جس کو ہم دونوں بخوبی جانتے تھے۔ اُس
شخص نے میرے ہاتھ میں دو سونے کی شادی کی انگوٹھیاں دیں جو بہت موٹی اور چمکیلی اور نئی تھیں۔ میں نے
اُسی وقت ایک انگوٹھی اپنی بہن کو دی اور اُس نے فوراً اپنی انگلی میں پہن لی۔ اور میں نے اپنے ہاتھ ہی میں رکھی
یہ خواب دیکھتے ہی میں نے مرغِ سحر کی بانگ سُنی اور میری آنکھ فوراً کھل گئی۔ میں نے یہ خواب کسی کو نہیں سنایا
شاید دو یا تین مہینہ کے بعد میں نے اپنی بہن سے یہ خواب بیان کیا اور بیان کرنے کے بعد میں نے کہا: "اب ہماری
قِسمت کھل رہی ہے"۔ وہ سُنکر مسکرائی اور خاموش رہی۔ مجھکو یہ خواب ابھی تک خوب یاد ہے اور شاید میں
کبھی نہ بھولوں گی۔

اِس خواب کے کچھ مہینوں بعد میں نے دو دفعہ رات کو کُتے کے رونے کی آواز سُنی اور تھوڑی دیر کے بعد کسی آدمی نے جس کا گذر اُدھر سے ہوا۔ کتے کو وہاں سے بھگا دیا۔ (سُنا ہے کہ جب کتا کسی کے گھر کے پاس اور اس گھر کی طرف مُنہ کرکے روتا ہے تو ہمیشہ اُس گھر میں موت واقع ہوتی ہے) اور اسی طرح دو چار مرتبہ میں نے اُلّو کی آواز رات کو سُنی۔ لیکن میں نے دونوں واقعات کا کچھ خیال نہ کیا۔ گو کہ میں نے اپنی بہن سے ذکر ضرور کر دیا تھا۔

اسی اثنا میں میری بہن کا ایک بڑا شیشہ جو وہ اپنی میز پر رکھا کرتی تھی۔ اچانک گر کر چکنا چور ہو گیا۔ میں اُس وقت اُسکے پاس کھڑی تھی۔ شیشہ کے گرنے پر میری زبان سے نکلا کہ شیشہ کے ٹوٹنے سے سات سال کی مصیبت آتی ہے۔ میری بہن بولی "بوا مجھکو ڈراؤ نہیں"۔ میں نے جواب دیا کہ کوئی ضروری تھوڑی ہے کہ کچھ ہو صرف یہ سُنی ہوئی بات میں نے کہی ہے۔

اِن دنوں میری بہن کی طبیعت ناساز تھی۔ اِسکے بعد وہ صاحب فراش ہو گئی۔ پر کبھی میرے دماغ میں یہ خیال پیدا نہ ہوا کہ میری معصوم بہن کی زندگی کے دن ختم ہونے کے قریب ہیں۔ کیونکہ اُسکی صحت ہمیشہ نہایت اچھی تھی۔ پر گردش قسمت کے سامنے کیا چارہ۔ کچھ عرصہ کے بعد اِس کو ہسپتال میں داخل کرانا پڑا۔ اور جب کہ وہ ہسپتال میں تھی تو میں نے ایک دفعہ خواب دیکھا پانی میں سڑکیں ڈوب گئی ہیں اور زور شور سے بہتا ہوا ہمارے مکان کے قریب آرہا ہے اور میں مع اپنی بہن کے گاڑی میں بیٹھ کر بھاگ رہی ہوں۔ اِسی طرح ایک دفعہ ریل دیکھی۔ بہن میری اسٹیشن پر کھڑی ہے اور میں ریل سے اتری ہوں اور پھر دونوں بازار کی طرف جہاں صرف سبزیاں ہی تھیں گئے اور ایک میز کے قریب بہت سی عورتوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا جن کے سامنے بہت سے پھل رکھے تھے۔ پھر ہمارا کسی جنگل سے گذر ہوا اور ہم دونوں نے مختلف راستے اختیار کئے۔ یہ دونوں پانی اور ریل کے خواب مجھکو اچھی طرح یاد نہیں۔ اور میں نے یہ خواب بھی کسی کے سامنے بیان نہیں کئے۔

اسی اثنا میں میں نے ایک دفعہ اپنے والد مرحوم کو خواب میں دیکھا۔ اُن کے ساتھ دو اور شخص ہیں۔ والد کا چہرہ مجھکو خوب یاد ہے۔ چہرہ پر مسکراہٹ تھی اور بہت بشاش معلوم ہوتے تھے۔ میرے کسی کام سے وہ بہت خوش تھے گو مجھکو نہیں معلوم کہ وہ کیا کام تھا اور نہ مجھکو یاد کہ انہوں نے مجھ سے کیا الفاظ کہے تھے صرف اُن کا بشاش چہرہ مجھکو بخوبی یاد ہے۔ اور مجھکو اُنہوں نے جھک کر ماتھے پر بوسہ دیا۔ اِس کے بعد پھر میں نے کبھی کوئی خواب نہیں دیکھا۔ والد کے انتقال کو ۱۶ سال کا عرصہ ہوا۔ یہ پہلا خواب تھا جس میں میں نے اُن کو خواب میں دیکھا۔

میری بہن نے اپنے انتقال سے ایک ہفتہ پیشتر والد مرحوم کو جمعہ کی رات خواب میں دیکھا۔ پہلے ذرا مایوس نظر آئے۔ پھر بہن کے ماتھے پر بوسہ دیا اور کہا "بیٹی تم جلد اچھی ہو جاؤ گی"۔ پھر صاف اُجلے کپڑے پہن کر جدھر سے

آتے تھے اُدھر چلے گئے۔ بہن کا انتقال دوسرے جمعہ کو ٹھیک صبح کے ایک بجے ہوا۔ جب اُس نے یہ خواب ہم سے بیان کئے۔ اُس وقت بھی کسی کو خیال نہ ہوا کہ اِس کی تعبیر کیا ہے۔ آخری لمحہ تک بھی مجھکو اِس دائمی جدائی کا خیال نہ آیا۔

اِسی طرح میری والدہ نے ایک دفعہ خواب میں تین لڑکیاں دیکھیں۔ اور کسی نے اُن سے پوچھا کہ وہ تیری کون ہے۔ تو اُنہوں نے میری بہن کا نام لیا۔ اس بہن سے پیشتر میری دو اور بہنوں کا انتقال ہو چکا تھا۔ ۱۲ سال کا عرصہ ہوا جب میری ایک اور بہن کا انتقال ہوا اُس وقت میں کالج میں پڑھ رہی تھی۔ اُن دنوں خواب میں اپنے ایک بھائی کا خط پڑھا جس میں لکھا تھا "کہ بہن بالکل اچھی ہو گئی ہے" یہ خواب صبح کو دیکھا اور مجھکو ابھی تک یاد ہے۔ صبح اُٹھتے ہی میں نے لڑکیوں کو خوشی میں اپنا خواب بتایا۔ اِس کے کچھ مہینوں کے بعد میری اُس بہن کا انتقال ہو گیا۔

اِسی طرح میرے والد بزرگوار مرحوم کے انتقال سے پیشتر میرے بھائی نے خواب دیکھا کہ اُس کے سب دانت جھڑ گئے، اور اُسکے تسبیح کے دانہ ٹوٹ گئے ہیں۔

میں نے آج تک کبھی اِن خوابوں کا خیال نہیں کیا اور کبھی کسی وہم میں نہ پڑی۔ مگر اِن حادثات کے بعد اب مجھکو پورا یقین ہے کہ اللہ تعالےٰ خواب کے ذریعہ ہم کو مستقبل کے واقعات سے آگاہ کرتا ہے۔

مریم

# پروانہ

کیوں یکایک شمع کی جانب بڑھا جاتا ہے تو
آگ ہے کم بخت جل جائے گا کیا سمجھا ہے تو

یا تجھے معلوم ہو گا کچھ مذاقِ سوختن
بے خبر انجام سے ہو کر چلا جاتا ہے تو

بزمِ ہستی میں جسارت آفریں ہے یہ عمل
دوسرے کی آگ میں پڑ کر جلا جاتا ہے تو

کس قدر وقفِ عبادت ہے ذرا سی زندگی
موت ہنگامِ طوافِ شمع میں پاتا ہے تو

شعلۂ شمعِ فروزاں سے نہیں اتنی تپش
گرمیِ شوقِ شہادت ہے کہ گھبراتا ہے تو

کرمکِ بے مایہ را شمعِ فروزاں زندگیست
زیب ما را ایں دلِ بیتابِ سوزاں زندگیست

زیب عثمانیہ لدھیانوی

# خانہ داری کی چند اہم باتیں

میں بہت عرصہ سے عصمت کے لئے کوئی مضمون نہ لکھ سکی۔ اسکی وجہ میری طویل علالت ہے۔ ماہ اگست سنہ ۴۲ء سے مجھکو مسلسل بخار آرہا ہے۔ بخار کبھی رات دن رہتا ہے۔ کبھی صرف دن میں۔ اور کبھی ہلکا کبھی کچھ زیادہ شام کے وقت تقریباً ۵ بجے انتہائی درجہ کو پہنچتا ہے۔ اور کچھ دیر بعد تخفیف شروع ہوجاتی ہے۔ لیکن ایک سو درجہ سے زیادہ حرارت نہیں ہوتی۔ کسی علاج سے فائدہ نہیں ہوا۔ ہر قسم کے علاج میں حالت یکساں رہتی ہے۔ ضعف اور لاغری اسقدر ہوگئی ہے کہ اُٹھنا بیٹھنا مشکل اور لکھنا پڑھنا ترک ہے۔ ان حالات میں مجھے خود افسوس ہی کہ کوئی مضمون ارسال نہیں کرسکی۔ جناب ایڈیٹر صاحب محترم اور عصمتی بہنوں سے معافی اور دعا کی خواستگار ہوں۔ (اگر کوئی بہن اس سلسلہ میں مفید مشورہ دینگی تو میں شکر گزار ہوں گی۔) کئی مرتبہ مضمون لکھنا شروع کیا اور اُدھر ہی چھوڑ دیا۔ اب ایڈیٹر صاحب کے ارشاد کی تعمیل میں پریشان دماغ کے منتشر خیالات جمع کرکے ارسال کرتی ہوں۔ عبارت یقیناً بے ربط ہوگی۔ اس لئے معذرت چاہتی ہوں۔

خانہ داری ایسا اہم اور ضروری مسئلہ ہے کہ اس سلسلہ میں اگرچہ بڑے بڑے قابل مصنف اور مضمون نگار بھائی، بہنیں بہت کچھ لکھ چکی اور لکھتی رہتی ہیں۔ اس کے باوجود وقت اور حالات کے لحاظ سے اور بھی کچھ لکھنے کی ہمیشہ ضرورت رہتی ہی ہے۔ اس کے متعلق اس وقت میرے ذہن میں جو چند باتیں اہم معلوم ہوتی ہیں اور جن کی طرف (مسلمان بہنوں کو خاص طور سے) توجہ کرنے کی سخت ضرورت ہے وہ اس مضمون میں عرض کرتی ہوں۔

جو عورتیں امور خانہ داری سے اچھی طرح واقف ہیں اور اپنے گھر کا انتظام خوش اسلوبی سے انجام دیتی ہیں وہی عورتیں قابل اور لائق تعریف ہوتی ہیں۔ اسی قابلیت سے عورت کے اچھے اخلاق اور اس کی اعلےٰ شرافت کے جوہر ظاہر ہوتے ہیں۔ مرد کا کام یہ ہے کہ وہ دفتروں، کارخانوں، دکانوں وغیرہ میں محنت مشقت اور خون پسینہ ایک کرکے پیسہ لاکر بیوی کے حوالہ کردے۔ لیکن عورت کا کام اس سے بھی اہم یہ ہے کہ وہ شوہر کے گاڑھے پسینہ کی کمائی اور اپنی قابلیت سے گھر کا انتظام اچھے اور مناسب طریقہ پر کرے۔

گھریلو زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جو خانہ داری کی حدود سے باہر ہو۔ مثلاً کھانا پکانا۔ سینا پرونا۔ گھر کی دیکھ بھال۔ صفائی۔ سامان کا رکھ رکھاؤ۔ نوکروں پر نظر اور ان سے برتاؤ۔ بچوں کی پرورش۔ تربیت۔ انکی نگہداشت۔ مہمان داری۔ کفایت شعاری اور گھر کا حساب کتاب وغیرہ وغیرہ۔ ان میں سے کوئی چیز ایسی نہیں

جو خانہ داری سے علیحدہ کی جا سکے۔ غرض یہ کہ امور خانہ داری اس کے طریقے اور ان کی تفصیل کسی سلطنت کے قوانین سے کم نہیں۔ طرح طرح کے سینکڑوں جھگڑے قصے اور معاملے گھر کی چار دیواری کے اندر رات دن پیش آتے ہیں۔ ان سب کو فیصلہ کرنے اور طے کرنے والی عورت ہی ہوتی ہے۔ مرد کو تو اکثر باتوں کی خبر تک نہیں ہوتی اور نہ وہ اس کے طے کرنے کے ہوتے ہیں۔ بلکہ عورت کے انتظام خانہ داری میں جو کہ قدرت سے اس کے سپرد ہوا ہے مرد کا دخل اکثر اوقات خلل کا سبب ہو جاتا ہے۔ اسی لئے تو گھر کو سلطنت اور عورت کو اس سلطنت کی ملکہ کہا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ عورت کی ذمہ داریاں کتنی اہم ہیں اور اس کی قابلیت کس درجہ کی ہونی چاہیئے۔

---

جو عورتیں سستی۔ کاہلی۔ امیری۔ تعلیم یا فیشن کے زعم میں اپنے فرائض اور ذمہ داریوں سے بے پروائی برتتی ہیں اُن کو رات دن نقصان اُٹھانے پڑتے ہیں۔ آجکل تعلیم کا چرچا کچھ نہ کچھ ہر گھر میں ہے۔ اس سے صحیح طور پر فائدہ حاصل کرنا چاہیئے۔ نہ کہ بے جا آزادی فیشن اور تفریحات میں پڑ کر زندگی برباد کی جائے۔ اور گھر کی طرف توجہ کرنا خلاف شان سمجھا جائے۔ اِس قسم کی بے اعتدالیاں اور امور خانہ داری سے بے پروائی جو پڑھی لکھی لڑکیوں میں عموماً پیدا ہو گئی ہیں اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ماؤں کی تربیت ختم ہو گئی۔ اُستانیاں اس کو نچہ سے دور۔ اور طریق تعلیم ناقص۔ پھر درستی ہو تو کس طرح۔

میرے نزدیک خانہ داری کا طریقہ لڑکیوں میں پیدا کرنے کے لئے کوری تعلیم سے "اچھی تربیت" کا درجہ سوا ہے۔ کیونکہ تربیت میں علمی تعلیم شامل ہے اور درسی تعلیم تربیت سے بالکل خالی ہوتی ہے۔ جو مائیں اپنی اولاد کو تربیت دینے کی قابلیت رکھتی ہیں اور گھر کے کاموں کی تعلیم علمی طور پر دیتی ہیں وہ اُن ماؤں سے ہزاروں درجہ زیادہ خوش نصیب ہیں جو یا تو خود ہی تربیت یافتہ نہیں ہیں اور یا اس طرف توجہ کرنا اپنے فرض منصبی سے باہر سمجھتی ہیں۔ زیادہ افسوس اِس بات کا ہے کہ مائیں اپنی بچیوں کو اسکولوں میں جن اُستانیوں کے سپرد کرتی ہیں وہ اِس نعمت سے محروم ہوتی ہیں مشن اسکولوں کی اُستانیاں دوسرے اسکولوں کے مقابلہ میں یقیناً اخلاق اور تربیت کا نمونہ ہوتی ہیں۔ لیکن وہاں ایک خاص رنگ ہوتا ہے جسکی وجہ سے مسلمان اپنی بچیوں کو وہاں بھیجنے سے بچتے ہیں۔ دوسری طرف مسلمان اُستانیاں اچھا نمونہ پیش نہیں کرتیں یعنی نہ تو وہ مذہب کی پابند ہوتی ہیں اور نہ خانہ داری سے واقف۔ حالانکہ گھروں اور اسکولوں کے اندر لڑکیوں میں ایسی قابلیت پیدا کی جانی چاہیئے کہ وہ مائیں بنکر مذہبی۔ اخلاقی۔ اور قومی رنگ میں اپنے بچوں کو تربیت دیکر خانہ داری کی سب سے اہم ذمہ داری کو پورا کر سکیں۔ یہ مقصد اسی حالت میں پورا ہو سکتا ہے

جبکہ سب مسلمان متفق ہو کر کم از کم اپنے زنانہ اسکولوں میں آرٹ اسکول کی طرح تعلیم کے ساتھ ساتھ امور خانہ داری کے مختلف درجے مکمل طور پر مستقلاً قائم کر دیں۔ تاکہ ایک طرف لڑکیاں ڈل یا انٹرینس پاس کریں تو دوسری طرف "خانہ داری" میں بھی ٹرینڈ ہو جائیں۔ یہی اصل تربیت ہوگی۔ ورنہ موجودہ تعلیم ایک لڑکی کے اندر وہ قابلیت پیدا نہیں کر سکتی جو قابلیت کچھ عرصہ بعد "ملکہ" بننے والی میں ہونی چاہیئے۔

خانہ داری کے کام خود انجام دینا معیوب بات نہیں ہے جس یورپ کی تقلید میں ہم اپنا بھی سب کچھ بھلا رہے ہیں۔ خود اُس یورپ کی گھریلو زندگی پر نظر ڈالنی چاہیئے۔ وہاں کی عورتیں کس طرح گھر کے کام کاج میں خود حصہ لیتی ہیں۔ اس کا ذکر اخباروں اور رسالوں میں اکثر آتا رہتا ہے۔ آپ کے ہندوستان میں بھی بہت سے خاندان اور بڑے بڑے گھرانے ایسے موجود ہیں جن میں ذمہ داری کے ساتھ خانہ داری کے سب کام عورتیں ہی انجام دیتی ہیں۔ میں خود چار بچوں کی ماں ہوں۔ دو لڑکے کالجوں میں پڑھ رہے ہیں۔ ایک لڑکی اسکول میں پڑھتی ہے۔ ایک بچہ چھوٹا ہے۔ گھر میں اور باہر کئی نوکر ہونے اور ماسٹر و اُستاد مقرر کرنے کی مقدرت ہونے کے باوجود بڑے تینوں بچوں کو خود میں نے قاعدہ بغدادی۔ پہلا سیپارہ۔ اُردو کا قاعدہ۔ پہلی کتاب۔ تختی۔ حساب۔ نماز اور مذہبی عقائد کی تعلیم دی۔ بڑوں کا ادب۔ چھوٹوں کا لحاظ۔ اپنا کام خود کر لینا۔ دوسروں کا کام کر دینا۔ نوکروں پر تکیہ نہ کرنا۔ نوکروں سے نیک برتاؤ۔ جھوٹ کی بُرائی اور نماز روزہ کی پابندی وغیرہ۔ غرض جو کام ان کو سکھایا اور جو کچھ ان کے دماغ میں اپنے قول اور فعل سے ان کے ذہن نشین کر دیا ہے۔ اسپر شروع سے ابتک پابند ہیں۔ کالجوں کی تعلیم، استادوں کی مذہب سے غفلت۔ ہم جماعتوں کی بے جا آزادی اور فضول باتوں کا انپر کوئی بُرا اثر نہیں پڑا۔ یہ محض اللہ کا فضل اور اس کا احسان ہے۔ اسی نے اپنے اور بندوں کے حقوق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اب مسلسل اور طویل علالت کے باوجود چھوٹے بچہ کو حسب عادت خود ہی تھوڑا تھوڑا پڑھاتی اور سکھاتی رہتی ہوں۔ یہ حال میں اِس لئے لکھا ہے کہ اگر ماں چاہے تو اپنے بچوں کی تربیت ہر حالت میں خود کر سکتی ہے۔ اسکی باتوں کا جیسا اثر بچہ کے دل اور دماغ پر نقش ہو جاتا ہے وہ بات کسی دوسرے طریقہ سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ غرض یہ ہے کہ گھر کی تربیت ایسی اہم اور مقدم چیز ہے کہ خانہ داری کے تمام مرحلے اسی سے طے ہو جاتے ہیں۔

---

جن کو اللہ نے نوکر خدمت گار رکھنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ ان کو اپنی ذمہ داریاں نوکروں پر چھوڑ کر بے فکر نہیں ہونا چاہیئے۔ اور نہ اُن سے بُرا سلوک کرنا چاہیئے۔ کسی کام کی بُرائی بھلائی اس کو اپنے ہاتھ سے انجام دیئے بغیر معلوم نہیں ہو سکتی۔ اکثر اوقات کسی غفلت کے بغیر اچانک یا اتفاقیہ نقصان ہو جاتے ہیں۔ جن کو خود ذمہ دارانہ

کام کرنے کا تجربہ ہو اور اس قسم کے واقعات پیش آنے کا اندازہ ہوتا ہے وہ ایسے موقعوں پر سختی نہیں کرتے بلکہ چشم پوشی سے کام لیتی ہیں۔ کبھی ان سے بے پروائی ظاہر ہو جائے تو تنبیہہ کرتی ہیں۔ مگر زیادتی اور ظلم کی حد تک نہیں حسب موقعہ انعام و اکرام سے ان کی قدر افزائی کرتی ہیں۔ ان کی بیماری ان کی تکلیف اور ضرورت کا خیال رکھتی ہیں۔ خود کھڑی ہو کر اُن کے سب کام میں سہارا لگا دیتی ہیں۔

لیکن ایسی بیبیاں زیادہ دیکھنے میں آتی ہیں جو نوکر کی حیثیت جانور سے کم نہیں سمجھتیں۔ جانور سے خدمت لینے کی توجا کوئی نہ کوئی مقرر بھی ہوتی ہے مگر نوکروں کے لئے کوئی حد نہیں۔ صبح سے رات کے بارہ بارہ بجے تک کام لیا جاتا ہے مگر کم عمر کے نوکروں پر تو بڑا ہی ظلم ہوتا ہے۔ گھر کا ہر شخص مرد عورت بچے اندر باہر کے ملازم غرض ان بیچاروں پر سب ہی کی حکومت ہوتی ہے۔ صبح ہونے سے پیشتر اِن کو جھنجھوڑ کر اور دسیوں بُرے بھلے کہہ کر جگایا جاتا ہے اور اور پھر رات کے بارہ بجے تک وہ پھرکی کا ناچ نچایا جاتا ہے کہ توبہ بھلی۔ دھول دھپہ اس کے علاوہ رہا۔ ایک ایک پیسہ کے سودے کے لئے کئی کئی چکر بازار کے لگوائے جاتے ہیں۔ خود اُٹھکر پانی تک پینا محال ہے۔ اگر نوکر حاضر نہیں ہے تو اس کے انتظار میں پیاس کو دبا لینا آسان سمجھا جاتا ہے۔ اُن کی ضرورت میں چھٹی نہیں دیجاتی۔ وقت پر تنخواہ نہیں دی جاتی۔ ذرا ذرا سے نقصان پر جرمانہ اور ڈانڈ وصول کیا جاتا ہے۔ نوکروں کے ساتھ بزرگوں کا سلوک جب یہ ہوگا تو اولاد بھی بڑی ہو کر یہی کرے گی۔ مذہبی اور اخلاقی حیثیت سے نوکر بھی آقا پر کچھ حقوق رکھتے ہیں۔ اِس میں شک نہیں کہ بعض نوکر بھی نالائق ہوتے ہیں۔ ان پر نہ تو نرمی اثر کرتی ہے۔ نہ سختی اور نہ سزا۔ ایسے نوکر سے جہاں تک ممکن ہو جلدی ہی نجات حاصل کرنی چاہئے۔ کیونکہ یہ دوسرے نوکروں کو بھی بد دل کر دیتے ہیں اور جگہ جگہ بدنام کیا کرتے ہیں۔

خانہ داری کے کام نوکروں سے انجام پاتے ہیں۔ یعنی وہ معاوضہ لیکر آپ کے گھر کے کام کرتے ہیں جو کہ آپ کو خود کرنے چاہئیں۔ چنانچہ غریب آدمی وہی سب کام اپنے ہاتھ سے کرتے ہیں۔ لہذا نوکر برابری کے مستحق نہ ہوں تو کم از کم ان کے ساتھ جانوروں سے بدتر سلوک نہ ہونا چاہئے۔ اِس موقع پر حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آنحضور کے اصحابؓ کبار کے اقوال و افعال پر نظر ڈالنی چاہئے۔ اِس معاملہ میں مجھکو ہمیشہ احتیاط رہی ہے۔ چنانچہ مجھے جہاں تک یاد ہے کوئی اندر کی خادمہ یا باہر کا نوکر مجھ سے ناخوش نہیں رہا۔ کیونکہ کبھی میں نے انپر سختی نہیں کی۔ کسی نقصان پر مناسب تنبیہہ و ملامت تو کی لیکن اس کا بدلہ کسی صورت میں بھی لینا پسند نہیں کیا۔ ہمیشہ کام میں ان کا ہاتھ بٹایا۔ یا ان کے کاموں پر اس طرح نگرانی کی کہ جس سے اُن کو ملال بھی نہ ہو اور وہ بے خوف بھی نہ ہو جائیں۔ دوپہر کے وقت ان کو کچھ آرام لینے کا موقع دیا۔ اور رات کو سوائے خاص خاص موقعوں کے آٹھ نو بجے تک چھٹی دیدی۔ میرے ہاں دوپہر کا کھانا ۱۲ بجے تک۔ اور رات کا کھانا غروب آفتاب کے بعد جلد ہی ہو جاتا ہے۔

خانہ داری میں کفایت شعاری اور آمدنی کا بجا مصرف کو خاص طور پر مسلمانوں کے لئے بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ یہ بات باقاعدہ حساب کتاب رکھنے سے بخوبی حاصل ہوسکتی ہے۔ حساب کتاب رکھنے والی بیبیاں بیجا مصرف اور فضول خرچی کی آفت سے بچی رہتی ہیں۔ جو بہنیں حساب کتاب نہیں رکھتیں اور دو دو چار چار آنہ کا سودا بار بار منگاتی ہیں وہ اگر فضولخرچی نہ کریں تو بھی بے برکتی ضرور ہوتی ہے۔ خانہ داری کی ہر ضرورت میں یہ خیال رہنا چاہئے کہ خرچ میں کفایت ہو۔ کفایت شعاری کنجوسی کی حد میں یا فراخدلی فضولخرچی کی حد میں نہ آنی چاہئے۔ جس طرح کنجوسی لعنت ہو اسی طرح بیجا فراخدلی بھی مصیبت ہے۔ میانہ روی ہی صحیح معنوں میں کفایت شعاری ہے آمدنی کے اندر اپنے تمام مصارف رکھنا اور اگر ممکن ہو تو کچھ پس انداز بھی کرنا قابل تعریف بات ہے۔ اپنی ضروریات کے ساتھ غریبوں اور عزیزوں کی مدد کا خیال رکھنا اچھے آدمیوں کی صفت ہے۔ اکثر بہنوں کی آمدنی کا خاصا حصہ کپڑوں کی سلائی میں چلا جاتا ہے۔ معمولی قسم کے کپڑے مثلاً قمیص۔ پاجامے وغیرہ درزی سے سلانا بہت ہی کم ہمتی کی بات ہے۔ اگر خیال کیا جائے تو ایک ایک پیسہ ایک ایک روپیہ بڑی مشکل بڑی محنت اور بڑی بڑی تدبیروں سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کے خرچ کرنے میں تدبیر سے کام لینا چاہئے۔

ہر گھر میں حساب کتاب رہنا اور اسپر خاوند، بیوی، بچوں کی نظر رکھنا ضروری بات ہے۔ تاکہ گھر کے ہر چھوٹے بڑے کے ہر وقت یہ خیال رہے کہ جو کچھ خرچ ہو رہا ہے وہ اپنے حالات کے مطابق ہے۔ اس میں زیادتی کرنا قرضداری۔ تباہی اور بربادی کے سوا کچھ نہیں۔ آمدنی کے اندر اندر رہ کر تنگی اٹھا لینا بدرجہا بہتر ہے۔ بمقابلہ قرض کی تباہ کن آفت کے۔ اِس کے لئے ایک قاعدہ مقرر کرنے کی ضرورت ہوگی۔ یعنی آمدو خرچ کا بجٹ یا طریق عمل بنانا ہوگا۔ اس کے بغیر یہ اندازہ نہیں ہوسکتا کہ پیسہ کہاں کہاں اور کس طرح خرچ ہو رہا ہے۔ طریق عمل بنانے اور حساب رکھنے سے تمام اخراجات ہر وقت نظر میں رہتے ہیں۔ اور اندازہ کے اندر رہتے ہیں۔ اکثر گھرانوں میں اسپر عمل درآمد ہوتا ہے۔ لیکن ضرورت ہے کہ یہ طریقہ ہر گھر میں رائج ہو اور سب بہنیں اپنی آمدنی کی حفاظت اور خرچ کی نگرانی کرسکیں۔ آسانی کے لئے نمونتاً ایک پورا خاکہ بنا کر پیش کرتی ہیں۔ اِس میں رات دن ضروریات انسانی کے متعلق تمام عنوانات قائم کرکے رقمیں درج کی گئی ہیں۔ ہر بی بی اپنی حالت کی مطابق عنوانات اور رقموں میں کمی بیشی اور تغیر تبدل کرسکتی ہیں۔

اِس نقشہ میں پچاس روپیہ اور ایک سو پچاس روپیہ ماہوار آمدنی کے ادنےٰ و اوسط دو درجہ فرض کر لئے گئے ہیں۔ اور ہر درجہ میں گھر کے پانچ پانچ آدمیوں (خاوند۔ بیوی۔ مختلف عمر کے تین بچوں) کا خرچ لگایا گیا ہے۔ لیکن متوسط درجہ میں ایک خادمہ کا خرچ بھی شامل کیا گیا ہے۔ تھوڑی آمدنی میں تمام اخراجات و ضروریات کو مکمل کرنا مشکل اور خیالی بات تصور کی جاتی ہے۔ اس نقشہ میں اسی کا حل ہو۔ یہ متوسط درجہ کے شہری اخراجات کا تخمینہ ہے

## بجٹ سالانہ

| عنوان | آمدنی پچاس روپیہ — ماہوار | آمدنی پچاس روپیہ — سالانہ | آمدنی ایکسو پچاس روپیہ — ماہوار | آمدنی ایکسو پچاس روپیہ — سالانہ |
|---|---|---|---|---|
| ماہوار اخراجات | ۲۶ عـــہ | ۳۱۲ مـاـــہ | ۸۳ ـــہ | ۹۹۶ لعماـــہ |
| پارچات، جوتہ، ٹوپی | ۸ ـــے | ۹۶ لعـــہ | ۱۲ عـــہ | ۱۵۰ ماصـــہ |
| تعلیمی مصارف | ۶ ـــے | ۷۲ عـــہ | ۲۰ عـــہ ۸ر | ۲۴۰ مالـــہ |
| عید، تہوار، رمضان | ۱۲ عہ ۸ر | ۲ | ۵ صر | ۶۰ ـــہ |
| زکات وخیرات | عہ | ۱۲ عـــہ | ۲ ع | ۲۴ للوعـــہ |
| سفر | عہ | ۱۲ عـــہ | ۲ ع | ۲۴ للوعـــہ |
| مہمان داری | ۸ر | ۶ ـــے | ۲ ع | ۲۴ للوعـــہ |
| امداد اعزاء | ۲ ع | ۲۴ للوعـــہ | ۴ ـــہ | ۴۸ للوـــہ |
| ادویات | ۸ر | ۶ ـــے | ۲ ع | ۲۴ للوعـــہ |
| تقریبات | عہ | ۱۲ عـــہ | ۲ ع | ۲۴ للوعـــہ |
| تفریحات | ۸ر | ۶ ـــے | ۲ ع | ۲۴ للوعـــہ |
| سائیکل وتانگہ | ۰ | ۰ | ۲ ع | ۲۴ للوعـــہ |
| اخبار و رسالہ | ۸ر | ۶ ـــے | ۲ ع | ۲۴ للوعـــہ |
| بیمہ زندگی | ۰ | ۰ | ۲ ع ۸ر | ۳۰ نـــہ |
| بچت | ۱ عہ ۸ر | ۱۵ عـــہ | ۴ للہ | ۴۸ للـــہ |
| | ۵۰ ضـــہ | ۶۰۰ نـــما | ۱۵۰ ماصـــہ | ۱۸۰۰ الـــہ |

اسکول دکالج (ٹی اسکول)

## ماہوار اخراجات

| عنوان | آمدنی پچاس روپیہ | آمدنی ایکسو پچاس روپیہ |
|---|---|---|
| کرایہ مکان | ۵ صہ | ۱۵ عـــہ |
| نوکر ایک | ۰ | ۵ صر |
| دھوبی | عہ | ۳ ـــے |
| پانی | عہ | ۲ ع |
| بھنگی | ۴ر | عہ |
| جیب خرچ — خاوند ۵ ـــے، بیوی ۲ ع، بچے ـــے | ۰ | ـــے |
| پان سگرٹ | عہ | ۴ ـــہ |
| روشنی | عہ | ۲ ع |
| اینیدھن | ۱ عہ ۸ر | ۳ ـــے |
| آٹا۔ چاول | ۵ صہ | ۸ ـــے |
| گھی | ۳ ـــے | ۴ ـــہ |
| میٹھا | ۸ر | عہ |
| دال | عہ | عہ |
| گوشت ترکاری | ۳ ـــے | ۸ ـــے |
| مصالحہ | ۸ر | عہ |
| چاء | ۰ | ۴ ـــہ |
| تیل وصابون | ۸ر | عہ |
| خرچ ڈاک | ۸ر | عہ |
| متفرق | عہ | ۲ ع |
| | ۲۶ عـــہ | ۸۳ ـــہ |

نوٹ۔ ماہوار اخراجات کے علاوہ جتنی رقمیں ہیں وہ ہر مہینہ سیونگ بنک میں جمع کردینی چاہئیں اور ان کا حساب قسم وار ایک رجسٹر میں اپنے پاس رکھنا چاہیئے جس مد میں جس وقت خرچ کرنے کی ضرورت پیش آئے بنک سے روپیہ نکال کر خرچ کیا جاتے۔ اور رجسٹر میں درج کردیا جاتے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو امور خانہ داری سلیقہ کے ساتھ انجام دینے کی توفیق عطا فرماتے۔ فقط

امت الوحی از دہلی

# ہاتھی کا مقبرہ

یوں تو تمام ہندو ہاتھی کو گنیش کا اوتار سمجھکر اس کی تصویر تک کو سعادت کا باعث سمجھتے ہیں اور علم الحیوانات کے عالم بھی اسکو قدیم ترین "ڈریگون" کا آخری نام ونشان خیال کر کے اس کے وجود کو خاص اہمیت دیتے ہیں۔ مگر ہاتھی کی جتنی قدر "لوٹو" قوم میں ہوتی ہے اتنی کہیں نہیں ہوتی۔ یہ قوم بھوٹان کی پہاڑیوں کے نشیب میں آباد ہے۔ یہ لوگ زیادہ تر تجارت پیشہ ہیں۔ بھیڑوں۔ بکریوں پر سامان لاد کر تبت۔ چین اور ہمالیہ کے دور دراز مقامات میں فروخت کرتے ہیں۔ دوران سفر میں اگر موقعہ ملتا ہے تو دوسرے مسافروں کو لوٹ لیتے ہیں اور مار کر کھاجاتے ہیں۔ اُن کی معاشرت وحشیانہ خیالات عجیب وغریب اور رسمیں تعجب خیز ہوتی ہیں۔ اُن کے قحط دیوتا "چامو" کو جو کئی ہزار برس پہلے اُن کا ظالم خدا تھا ناچ گانے اور قربانی کا بہت شوق تھا۔ "چامو" اور "یوٹلنگ" یعنی زراعت کے خدا میں ہمیشہ جنگ ہوتی رہتی تھی۔ اتفاق سے ایک سال "یوٹلنگ" کو شکست ہوئی اور "چامو" کی فتح سے ملک میں سخت قحط پڑا۔ اس لئے اُسکے مندر میں ہر پانچ دن گرد ونواح کے گاؤں میں سے باری باری ایک مرد وعورت کو نفیس لباس اور اپنا تمام ترقیمتی زیور پہن کر ناچنے آنا پڑتا تھا۔ اِن کو پہلے خوب شراب پلائی جاتی تھی مدہوشی میں دن رات ناچ کر یہ بالآخر بے ہوش ہوتے تھے۔ اس بیہوشی کے عالم میں مندر کا سب سے بڑا پجاری اُن کی گردن پر خنجر مار کر انھیں "چامو" کے لئے قربان کرتا تھا۔ گوشت پوست ہر ایک گاؤں میں تبرکاً تھوڑا تھوڑا تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ البتہ سر "چامو" کے واسطے رکھا جاتا تھا جسکو در پردہ غالباً یہ بڑا پجاری کھاتا ہوگا۔ زیور اور کپڑوں کو ایسی جگہ جمع کیا جاتا تھا جو بڑے پجاری کے علاوہ کسی کو معلوم نہ تھی۔ یہی کیفیت عرصہ دراز تک جاری رہی مگر "چامو" دیوتا راضی ہوتا نظر نہ آیا۔ سیکڑوں آدمی قربان ہوگئے مگر قحط کی شدت بڑھتی جاتی تھی۔ بالآخر تمام قوم نے عاجز آکر تہیہ کیا کہ جب تک بڑے پجاری اور اُس کی بیوی کو قربان نہ کیا جائے گا "چامو" کا عتاب کم نہ ہوگا۔ لہٰذا تمام گاؤں کے نمائندے اور پروہت بڑے پجاری کو بچانے اور اُسے قربان کرنے کو جمع ہوئے۔ لیکن یہ پجاری اور اُسکی بیوی عجیب وغریب لباس میں ناچتے آئے۔ درصل اس واقعہ سے پہلے اس قوم کے کسی آدمی نے ہاتھی نہ دیکھا تھا۔ اس لئے پجاری پجارن نے مجمع کو ڈرانے اور اپنی جان بچانے کے لئے ہاتھی کا چہرہ سر پر ڈھانک لیا۔ لمبے لمبے کان اور سونڈ جیسی نئی چیزوں کو دیکھکر تمام مجمع خائف ہوگیا۔ اور پجاری پجارن ناچتے ناچتے دونوں جنگل کی طرف بھاگ گئے۔ لیکن اس مجمعہ کے نزدیک "چامو" دیوتا اس ناچ پر اس قدر محو ہوا کہ ہمیشہ کے لئے پجاری پجارن کو ہمراہ لیکر دور برفستان میں چلا گیا تاکہ ہمیشہ اُنکا ناچ دیکھا کرے اور اس کے بعد پھر وہاں سے کبھی نہیں لوٹا۔ "لوٹو" قوم کے ملک میں پھر زراعت لہلہانے لگی۔ تجارت

میں فائدہ ہوا اور جتنے آدمی قربان ہوئے تھے اُن سے کہیں زیادہ پیدا ہو گئے۔ اب ان لوگوں کا خیال ہے کہ یہ تمام ہاتھی اُسی پجاری پجارن کی اولاد ہیں جو "چامو" کے ساتھ برفستان چلے گئے تھے۔ اِس لئے اِن کے نزدیک ہاتھی متبرک ترین شے ہے۔ ہر ایک گاؤں میں ابھی تک درختوں کی شاخوں کو باہم جوڑ کر ایک ہاتھی جیسا مجسمہ بنایا جاتا ہے اور آبادی کے باہر سرِ راہ نصب کر دیا جاتا تھا۔ ہر ایک راہ رو جو اس طرف سے گذرتا ہے کسی درخت کی ایک شاخ توڑ کر اس ہاتھی کے نزدیک ڈال جاتا ہے۔ کیونکہ اگر بدون ایسا کئے گذر جاتا ہے تو "چامو" اُسے کھڈ میں گرانے کے درپے ہو جاتا ہے۔ الغرض ایک سال بعد ہاتھی کے گِرد درختوں کی شاخوں کا ایک انبار ہو جاتا ہے۔ اُس موسم میں جبکہ دیودار پر پھول آتا ہے ان شاخوں سے ایک نیا ہاتھی بنا کر تیار کیا جاتا ہے۔ اور پچھلے سال کے ہاتھی کو کسی دریا یا جھیل میں بہا دیا جاتا ہے۔ اس رسم کے وقت گاؤں کے تمام مرد و عورت ہاتھی کے چہرے سروں پر لگا کر ناچتے گاتے اور ڈھول بجاتے ہیں۔ اس قسم کا ناچ اُن کے یہاں بہت مرغوب ہے۔ زندہ ہاتھی کو مارنا یا تکلیف دینا اُن کے یہاں سب سے بڑا جُرم ہے۔ مگر مردہ ہاتھی کا گوشت انہیں نہایت پسند اور اس کا مِلنا عین خوش نصیبی ہے۔ مگر پجاری پجارن کا وہ کپڑوں اور زیورات کا انبار کہاں ہے جو "چامو" کی قربانی کے وقت جمع ہوا تھا۔ بس یہی ایک ایسا نکتہ ہے جس پر "ٹوٹو" لوگ رات کے وقت کھانا کھا کر اپنے غاروں سے باہر آگ جلا کر تاپتے وقت آپس میں بحث کرتے ہیں۔ اُن کا قول ہے کہ انسان کو دُنیا میں دو باتیں معلوم نہیں ہو سکتیں۔ ایک پجاری پجارن کے زیورات کا انبار دوسرا ہاتھی کا مقبرہ۔ جسکی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ وہ پجاری پجارن "چامو" کے ہمراہ روانگی کے وقت یہ سب قیمتی سامان ایسے گھنے جنگل میں لے گئے جہاں فانی انسان نہیں جا سکتا۔ ہاتھی بھی اُنہیں کی اولاد میں سے ہے۔ اِس لئے صِرف ہاتھی ہی جانتے ہیں کہ یہ سامان کہاں دفن ہے۔ پجاری پجارن نے اپنی اولاد یعنی ہاتھیوں کو یہ تنبیہہ کی ہے کہ جب اُن کی موت نزدیک ہوا کرے تو وہ مرنے کے لئے اُسی غار میں چلے جایا کریں جہاں وہ سونا چاندی دفن ہے تاکہ اُن کے دانت جو بہت قیمتی شے ہیں ضائع نہ ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ آجتک کسی نے کبھی کسی جنگلی ہاتھی کو جنگل میں مردہ نہیں پایا وہ کہتے ہیں کہ دراصل ہاتھی ہی کو خدا نے اتنی عقل اور قابلیت دی ہے کہ وہ اپنی موت کا وقت معلوم کر لیتا ہے اور مرنے سے چند ماہ قبل غار موصوف کی طرف روانہ ہو جاتا ہے۔ جنگلوں۔ دریاؤں۔ پہاڑوں اور گھاٹیوں کا دشوار سفر طے کر کے بالآخر وہ اِس جگہ پہونچ جاتا ہے جو اُس کے ماں باپ نے منتخب کر دی ہے اور وہاں جا کر پہلے ناچتا ہے پھر مر جاتا ہے۔ یہی ہاتھی کا مقبرہ ہے جس جگہ "ٹوٹو" قوم کے نزدیک ہاتھی دانت کا اِس قدر ڈھیر لگا ہوگا کہ اِن دانتوں کی تعداد دنیا کے تمام جنگلوں کے درختوں سے زیادہ ہے مگر افسوس ہے کہ کوئی انسان وہاں تک نہیں پہونچ سکتا۔ پتھریلے نالوں میں پانی تیز آواز سے بہہ کر اُنہیں یہ پیغام دیتا ہے کہ وہ ہاتھیوں کی سیوا میں اپنے جان و مال کی پرواہ نہ کریں تاکہ مرنے کے بعد وہ بھی اُسی جگہ پہونچ جائیں جہاں اُن کا قدیم پجاری رہتا ہے۔

شہر آرا بیگم

# دعوت

مسز توفیق کی شادی شدہ زندگی کے مختصر عرصے میں یہ پہلا موقع تھا۔ جو اُنہوں نے غازیپور پہونچکر اپنی اس شان دار کوٹھی میں احباب واعزا کو مدعو کیا۔ کیونکہ ان کی تشریف آوری کے اعزاز میں پہلے ہی شہر کے تمام معززین اور عمائدین اس نوجوان مسلمان کلکٹر اور ان کی حسین تعلیم یافتہ بیوی کو یکے بعد دیگرے۔ چاء۔ کھانے ٹینس پارٹی اور بلئیرڈ پر بے شمار دعوتیں دے چکے تھے۔ اور ان کی قدر افزائی میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی تھی۔ بلکہ شہر بھر میں ان کا چرچا تھا۔ مسز توفیق بھی اپنے بخت پر نازاں نظر آتی تھی۔ اول تو توفیق جیسا تعلیم یافتہ روشن خیال خوش اخلاق شوہر ملا۔ اسپر یہ عالیشان مکان جو محل کہا جائے تو بیجا نہ تھا۔ اسمیں خوبصورت پائیں باغ۔ پھر نو یا دس ملازم یہ تمام سامان راحت مسز توفیق کو ایک خوشگوار اہمیت عطا کر رہے تھے۔ شادی میں میکے سے جہیز اور کپڑے بھی ان کو بیش بہا اور خوبصورت ملے تھے۔ چنانچہ ان کی خوش وضعی اور نفاست پسندی بھی اِس شہر کی عورتوں میں ضرب المثل ہوگئی تھی۔ ایک دن مسز توفیق اور اُنہوں نے باہم صلاح کی کہ کھانے کی ایک شاندار دعوت پر شہر کے معزز ہمدرد احباب کو بلانا چاہیئے تاکہ اظہار شکریہ کا مقصد بھی پورا ہو جائے۔ اور اِن سے ہمیشہ ربط ضبط بند ہا رہے۔ مسز توفیق نے سویرے ہی بڑے اہتمام سے نہایت نفیس وحسین لباس زیب تن کیا۔ اسکے بعد ڈرائنگ روم کی آرائش پر دوبارہ خوبصورتی سے تبدیلیاں شروع کیں۔ کبھی کسی کشن کو اُٹھا کر تھپک کر رکھ رہی تھی۔ تو کبھی اخبار و رسائل کو نمایاں کر کے قریب کی میز پر سجایا۔ جابجا نازک گلدانوں کو موزوں مقام پر دیدہ زیب طریقہ سے آراستہ کیا۔ جب سب درست کر چکیں تو ایک کرسی پر بیٹھکر سب چیزوں پر ایک نظر ڈالی۔ واقعی اس وقت یہ وسیع ہال بہت ہی خوشنما نظر آرہا تھا۔ وہ دل میں کہنے لگی۔ کہ دوستوں نے شادی کے موقع پر اس قدر دلکش اور حسین بڑی بڑی تصاویر و مرقعے تحفے دیکر بہت ہی احسان کیا۔ ورنہ آج یہ لمبی چوڑی دیواریں بالکل ننگی اور بدنما نظر آتیں۔ پھر یہ کرسیوں کو گننے لگی۔ ہاں یہ بھی درست ہیں۔ پوری ۱۴ کرسیاں اور ایک پیانو اسٹول ۱۲ مہانوں کے لئے کافی تھے۔ علاوہ بریں مردوں کی یہ بھی عادت ہو کہ ان کے لئے ہزار نشستیں رکھو مگر وہ اِدہر اُدہر ناچتے ضرور پھرینگے۔ توفیق تو کہا کرتے ہیں کہ اِسطرح ٹہلنے پھرنے میں انہیں کافی آزادی کا لُطف حاصل ہوتا ہے۔ لیکن مسز توفیق کی ذاتی رائے تھی کہ مردوں کے ٹہلتے رہنے کی خاص وجہ یہ ہوتی ہے کہ ہر کسی کو اپنی طرف مخاطب کرنا چاہتے ہیں۔ جنرل قریشی کے مانند! اف! چیخ چیخ کر یہ تو حاضرین کو بہرہ ہی بنا دیتے ہوں گے۔

## ۲

خدایا! گھر پہ کیا خاموشی چھا گئی ہے! اس نے خیال کیا کہ شائد توفیق کو کلب میں دیر لگ گئی۔ اس لئے وہ آکر کپڑے بدل رہے ہوں گے۔ نوکروں کا بھی ادہر پتہ نہ تھا۔ وہ سارا سامان لیس کر کے باہر مہمانوں کے منتظر تھے۔ بمسز توفیق نے اپنی رسٹ واچ کو ملاحظہ کیا۔ اوہ! ۸ بجے ہیں۔ لوگ اب آتے ہی ہوں گے۔ کیونکہ سب کو اُنسے سویرے ہی آنے کی اِس لئے فہمائش کی تھی۔ کہ کھانے کے بعد کافی وقت برج پر گزرے۔ مسز توفیق نے گھبرا کر وقت کاٹنے کے خیال سے جاسوسی کے ناول کو جلد جلد ختم کرنا چاہا۔ لیکن اس میں بھی طبیعت نہیں لگتی تھی۔ سکوت مطلق کی لامتناہی فضا ہر طرف چھائی ہوئی تھی۔ صرف یہ عالیشان مکان ہی نہیں۔ بلکہ عام شاہراہ بھی اس وقت سُنسنان معلوم ہوتی تھی۔ کسی واقف کا ز موٹر کا ہارن۔ یا گاڑیوں کے پہیہ کی آواز کی بھی دور سے صدا ئے بازگشت نہ آتی تھی۔

خوش قسمتی سے مسز توفیق ڈر نا سہمنا نہ جانتی تھی۔ بچپن میں وہ اسکول میں تھی اتفاق سے تنہا ایک کمرے میں سوتی تھی۔ جو آسیب زدہ مشہور تھا۔ مگر اس نے ذرا بھی خوف کبھی محسوس نہ کیا۔

اسکول کی ہم جاعت ایک لڑکی کے یہاں بھی ایک کمرہ خوفناک طور پر بھوتوں کا اڈا کہلاتا تھا۔ جہاں اسکی سہیلی کے کوئی عزیز بھی نہ سوتے تھے۔ مگر وہ ایک رات وہاں بھی مزے سے بے خبر سو رہی تھی۔ اسکی ہمت اور دلیری بہت مشہور تھی۔ لیکن اس وقت قبر کی سی خاموشی طاری تھی۔ جس کا احساس اسکو بھی ہونے لگا۔ یکایک کچھ آہٹ ہوئی جس سے چونکتی ہو کر وہ اِدہر اُدہر دیکھنے لگی۔ وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ مگر رات کی بھیانک تاریکی چاروں طرف محیط تھی۔ سکون کا یہ عالم تھا۔ کہ پن گرنے کی آواز سُنائی دینا کوئی تعجب خیز امر نہ تھا۔ اس وقت مسٹر توفیق کی باتیں اس کو یاد آئیں۔ کہ اس مکان کے متعلق بھی کچھ عجیب وغریب افواہیں مشہور ہیں۔ جس کے باعث نہایت کم کرایہ پر مالک مکان سے معاملہ طے کیا تھا۔ یہ ایک عرصہ دراز سے خالی چلا آتا تھا۔ مالک مکان نے اگرچہ اس کو مرمت کر کے بہت کچھ درست اور قابل رہائش بنا دیا تھا۔ مگر یہ تھا بہت ہی پُرانا۔ دقیانوسی وضع کے چوڑے چوڑے دیوار و دروازے فراخ دالان اور خوبصورت محرابیں بھلا آجکل کون سے مکان میں ملیں گے۔ آہا اس روز! جنرل قریشی بھی تو کہہ رہے تھے کہ غدر سے پہلے یہ تعمیر ہوا تھا۔ افسوس کہ اس روز اس کے متعلق کچھ واقعات انہوں نے بیان کئے۔ میں نے کاموں کی جھنجھٹ میں سنا نہیں۔ مگر یہ بڑھاپے بھی تو پاگل۔

انتہو یہ تنہائی بیچاری کو ناقابل برداشت محسوس نے لگی۔ اس نے چاہا کہ گراموفون بجا کر اس موت کے سے سکون کا خاتمہ کر دے۔ لیکن گراموفون بھی کمرے کے پرلے سرے پر رکھا ہوا تھا۔ وہاں سے جا کر اُٹھانا بھی اسوقت اس کو کٹھن معلوم ہونے لگا۔ پھر بھی یہ مستعد اور باہمت لڑکی جھٹ پٹ اُٹھ کھڑی ہوئی اور باجہ ادہر لانے کو

جانا چاہتی تھی کہ قریب کے صوفے سے آواز سی آئی۔ بالکل اسی طرح جیسے کوئی بیٹھ رہا ہو۔

## ۳

کمرے کی روشنی اس کو کچھ دھندلی سی معلوم ہونے لگی۔ اس نے خوبصورت جھاڑ کی طرف دیکھا۔ واقعی کافوری شمعوں کی روشنیاں یکایک ماند پڑ گئی تھیں۔ اور نفیس جھالروں کے انعکاس بھی نظر آ رہے تھے۔ اب تو مسز توفیق کی رہی سہی ہمت نے جواب دے دیا۔

اگر یہ سب روشنیاں گل ہو جائیں تو کیسا ہیبت ناک سماں ہو جائے گا۔ لیکن روشنی گل نہیں ہوئی۔ البتہ بے حد مدہم پڑ گئی۔ برف سی سرد ہوا کے جھونکے ہال میں آنے لگے جس سے مسز توفیق کا سارا جسم شل ہو گیا ٹھیک اس وقت اس سے دو گز کے فاصلے پر کپڑے کی سرسراہٹ اور بعینہ وہی آواز پھر اسنے سنی اور دیکھا کہ پاس پیانو کے اسٹول پر کوئی بیٹھ گیا ہے۔ ہلکی ہلکی روشنی میں اب شخص کی صورت سایہ کی طرح نظر آ رہی تھی۔ مسز توفیق کی گرفت کرسی کے بازوؤں پر اس وقت سخت ہو گئی تھی۔ کہ پنجوں کی نازک ہڈیاں صاف ابھر آئی تھیں۔ ہاتھ پیر یخ بستہ محسوس ہو رہے تھے۔ اسنے دیکھا کہ اسٹول پر پیانو کے سامنے ایک نوجوان حسین شخص فینسی لباس پہنے بیٹھا ہے۔ اسکے سڈول جسم پر ریشمی موزے۔ برجس اور لانبا کوٹ جس کی آستین اور گلے میں چنٹ کئے ہوئے فرل لگے تھے بہت زیب دے رہے تھے۔ اس کے بازو پر ایک نرم و نازک گدے کی نیچی کرسی تھی۔ اسکی طرف یہ بار بار مسکرا کر دیکھتا اور کچھ ہاتھ سے اشارے بھی کرتا جاتا تھا۔ مسز توفیق استعجاب سے کرسی کو دیکھنے لگی۔ اس پر بھی ایک ایسا سایہ نظر آیا۔ دیکھا کہ ایک حسین کم سن لڑکی نیلے ملبوس میں بیٹھی ہے۔ جس کے بال خوبصورتی سے پھول اور پرزوں سے آراستہ کئے گئے تھے۔ اتنے میں اس لڑکی نے اپنا منہ پھیر لیا۔ اب اس کا سارا جسم مسز توفیق کے پیش نظر تھا۔ اسکی لانبی سفید صراحی دار گردن بیحد جاذب نظر معلوم ہو رہی تھی۔ اس نوجوان کی توجہ لمحہ بہ لمحہ اس لڑکی کی طرف زیادہ ہو رہی تھی۔ اس کے ہونٹ کی جنبش سے یہ پتہ چلتا تھا کہ وہ مسلسل کچھ عرض کر رہا ہے۔ مگر آواز کچھ بھی نہ نکلتی تھی۔ اس خاموش گفتگو کا جواب بھی وہ لڑکی اسی طرح اشارے میں دے رہی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس شخص کی باتوں سے یہ انکار کر رہی ہے۔ آخر وہ اٹھکر مسز توفیق کے اعلیٰ درجہ کے شیرازی قالین پر جا کھڑی ہوئی۔ ہونٹوں کی جنبش۔ الفاظ مسلسل روانی کا پتہ دے رہی تھی۔ اور ہاتھ کے اشارے سے یہ معلوم ہوا۔ کہ نوجوان کو فوراً یہاں سے نکل جانے کی فہمائش ہو رہی۔ نوجوان اسکے برعکس مجسم عجز و التجا۔ اشاروں سے اس کی عنایت کا طلبگار ہو رہا تھا۔ لیکن اس لڑکی کے طرز عمل پر اس کا مطلق اثر نہ ہوا جس کو دیکھکر مسز توفیق دل ہی دل میں پیچ و تاب کھانے لگیں۔ اور اس کی اس حرکت پر نفرین نظر آتی تھیں۔ نوجوان نے مستعدی سے بڑھ کر اس کے ہاتھ تھام لئے۔ لیکن لڑکی نے جھٹک کر علحدہ کر دیا۔ اور

دور جا کھڑی ہوئی۔ آخر کار انتہائی مایسیوں سے شکستہ خاطر ہو کر وہ ہال سے باہر نکل گیا۔ اب مسز توفیق اس نیلی لباس والی لڑکی کے ساتھ اس کمرے میں تنہا تھی۔ وہ اسی طرح سوچ میں مستغرق نیچی کرسی پر بیٹھی تھی اتنے میں دروازہ کا پردہ ہٹا اور باہر سے ایک موٹی سی عورت جو ریشمی ہلکے دھانی رنگ کے لباس میں تھی۔ اور ایک مرد جو سُرخ وردی میں تھا سایوں کی طرح آتا دکھائی دیا۔

مسز توفیق خوف سے کانپ اُٹھی۔ مبادا ان نو واردوں کی عمیق نگاہ اس پر نہ پڑ جائے۔ مگر وہ صرف اس لڑکی سے مخاطب تھے۔ معلوم ہو رہا تھا کہ کسی بات پر مباحثہ ہو رہا ہے۔ اور لڑکی بھی خوب خوب سُنا رہی ہے۔ پھر یہ تینوں دروازے پر جا کر پردہ ہٹا کر کھڑے ہو گئے۔ اس وقت دو نوجوان اور بھی اندر آئے۔ اور اشارے سے ان کو سلام کیا۔ بچاری مسز توفیق کو معلوم ہوا کہ باہر ایک ہلچل بپا ہے۔ ڈرائنگ روم کے باہر برآمدے کے قریب گاڑیوں کے آمد و رفت کی آوازیں پیہم آ رہی ہیں۔ اُس نے سہم کر نگاہیں اُٹھائیں تو دیکھا کہ روشنی کی چمک باہر سے آ رہی ہے۔ وہ خود متحیر تھی کہ اس قدر خوف زدہ ہونے کے باوجود وہ زندہ کیونکر رہی ہے۔ اسکی دلی تمنا اس وقت یہ تھی کہ کسی طرح چپ چاپ یہاں سے بھاگ جائے۔ مگر اب تو کمرہ لحظہ بہ لحظہ پُر ہوتا جا رہا تھا۔ آنے والے سب تقریباً ایک ہی ملبوس میں تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ موٹی عورت اور سُرخ وردی والا میزبان ہیں۔ یہ لڑکی ایک طرف بیٹھی تھی۔ اتنے میں ملازم خوبصورت سینیوں میں انواع و اقسام کے کھانے میوے اور شربت لانے لگے۔ اور مہمانوں نے کھانا شروع کیا۔ مہمان اس وقت بے حد شاداں نظر آ رہے تھے۔

یکایک مسز توفیق کو ان کی تعداد پر خیال ہوا۔ خدایا! یہ کیا؟ یہ تو کل ۱۳ ہیں۔ وہ نوجوان واپس کیوں نہیں آیا یہ کیا؟ وہ بھی تو خاص اسی دعوت میں شرکت کیلئے وہ خاص لباس پہنے ہوئے تھا۔ ابھی مہمان ہنسی مذاق کرتے کھا ہی رہے تھے۔ کہ باہر سے یکایک گولی چلنے کی آواز آئی۔ مہمان خاموش ہو گئے۔ لیکن لڑکی کرسی پر بالکل سفید ہو گئی۔ اب تو باہر سے شور و غل کی آواز مسلسل آ رہی تھی۔ یہ سُنکر وہ دو نوجوان کھانے چھوڑ کر باہر بھاگے۔ اور کچھ عرصے کے بعد وہ کوئی بوجھ اُٹھا کر ساتھ لانے لگے۔ جب قریب آئے تو معلوم ہوا کہ کوئی مجروح نوجوان ہے۔ انہوں نے اسکو لا کر فرش پر لٹا دیا۔ آہ یہ اُس شکستہ دل نوجوان کی نعش تھی جو ابھی ابھی لڑکی کی فہمایش پر کمرے سے نکل گیا تھا۔ اس وقت ایک نوجوان عورت وارفتگی سے آگے بڑھی اور زمین پر بیٹھکر چاہا کہ اُس کے بیجان سر کو اپنی گود میں رکھ لے۔ مگر وہ چھوٹ کر اس کے ہاتھوں سے گر پڑا۔ اس کے چہرے سے انتہائی غم و اندوہ کے آثار نمایاں تھے۔ یہ بے قراری سے رو رہی تھی۔ اور مردہ نوجوان کے سرد آنکھوں کو فرط غم سے دیوانی ہو کر چومتی جاتی تھی۔ مسز توفیق نے محسوس کیا کہ یہ عورت بھی نوجوان اور حسین ہے۔

نیلے لباس والی لڑکی بھی کھڑی ہوگئی۔ کلیجہ منہ کو آنے لگا۔ اس نے ہاتھوں کو منہ پر زور سے بھینچ لیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اب چیخ اُٹھے گی۔ لیکن دفعتاً وہ بھی چکرا کر گر گئی۔ اس کو غش آگیا تھا۔ لوگوں نے جلدا جلدی اُسے اُٹھا کر صوفے پر لٹایا۔ اور اسملنگ سالٹ سونگھاتے سونگھاتے ہوش میں لائے۔ اُسوقت حاضرین پر اُداسی اور غم کی گھٹا چھائی نظر آتی تھی۔ اور اس واقعہ سے لوگ بے حد متاثر معلوم ہوتے تھے۔ کچھ دیر بعد اس نوجوان کی لاش کو اس لڑکی سے جدا کرکے یہاں سے اُٹھا کر لے گئے۔

مسز توفیق نے اپنے خشک لبوں کو زبان سے تر کیا۔ اور بے حد متوحش ہو رہی تھی کہ دیکھئے اب کیا مناظر پیش ہوتے ہیں۔ اتنے میں موٹر کے ہارن کے ساتھ اس کے شوہر کی آواز بھی سُنائی دینے لگی۔ مسٹر توا پنے دو نوجوان دوستوں کو ہمراہ لیکر اندر آنے لگے۔ مسز توفیق نے چاہا کہ چلا کر اُنھیں متنبہ کردے تاکہ اس وحشت زدہ مقام پر وہ آنے سے باز رہیں۔ مگر اس کی گھگی بندھ گئی تھی۔ بہ ہزار کوشش آواز نہ نکلی۔

مسٹر توفیق سیدھے اس کی طرف آگئے۔ وہ لڑکی اسی طرح کرسی پر بیٹھی اب تک اپنے محبوب کے غم میں نڈھال آنسو بہا رہی تھی۔ مسٹر توفیق بالکل اس کے پاس سے ادھر آئے۔ اُن کے دونوں دوست بھی جو صحت اور تندرستی کی تصویر نظر آتے تھے۔ ہال کے موجودہ حاضرین کو دیکھتے ہوئے آتے دکھائی دئے۔ مسز توفیق شوہر پر نظر پڑتے ہی دیوانہ وار اُن کے پہلو میں آکھڑی ہوئیں۔ گویا اب اُنہیں چاروں طرف سے اپنی حفاظت کا پورا اطمینان ہوگیا۔ ان کے چہرے پر خوف سے مردنی چھاگئی تھی اس کی اس قدر غیر معمولی حالت دیکھکر مسٹر توفیق پوچھنے لگے۔ کیوں صاحب! یہ کیا حالت ہے ایسی متوحش کیوں ہو رہی ہو؟ معلوم ہوتا ہے آپ کچھ دیر سے پھر سو رہی تھیں ادھو! مسز توفیق نے چاہا کہ سارا ماجرا بیان کردیں مگر زبان نے یاری نہ دی۔ یہ بناوٹی مسکراہٹ کے ساتھ دونوں مہمانوں سے مصافحہ کرتے ہوئے بولیں۔ آپ لوگوں نے بہت راہ دکھائی۔ اس قدر دیر؟

اسپر ایک مہمان نے جواب دیا "نہیں تو۔ ابھی صرف آٹھ بجکر پانچ منٹ ہوئے ہیں"۔

"ایں"؟ مسز توفیق نے اپنی رسٹ واچ کا جائزہ لیا۔ واقعی ابھی تو ۸ بجکر صرف ۵ منٹ ہوئے تھے۔ مگر یہ کیسے یقین کرتی! ابھی ابھی گھنٹوں اس نے عجیب و غریب واقعات گزرتے دیکھا۔ جو اب تک اسکے آنکھوں تلے رقص کر رہے تھے۔ اس وقت مسٹر توفیق کے بازوں کے سہارے وہ ایک سحر آفریں انداز سے کھڑی تھی۔ اُسنے پھر ہال کی طرف نظر دوڑایا مگر یہاں کچھ بھی نہ تھا۔

---

۴

مسٹر توفیق کھانے پر متعجب ہو رہے تھے۔ کہ اسکی بیوی غیر معمولی طور پر بہت پریشان نظر آرہی تھی۔ اور بار بار پیچھے مڑکر دیکھتی بھی جاتی تھی گویا کسی کا انتظار تھا۔

حالانکہ پورے ۴ مہمان موجود تھے۔ یہ معمہ ان کی سمجھ میں نہ آیا۔

کھانے کے بعد برج کھیلا گیا۔ آخر جب سب رخصت ہونے لگے تو مسز توفیق نے جنرل قریشی کو کچھ دیر ٹھہرنے کی فرمائش کی۔ توفیق کی تو جان نکل گئی۔ اف اِس قدر تکان کے بعد آرام کیا نصیب ہوتا کہ بیوی نے بوڑھے باتونی کو ٹھہرالیا۔ بوڑھا جنرل ڈرائنگ روم سے نکلکر مسٹر توفیق کے آفس روم میں جاکر بیٹھ گیا۔ اور مسز توفیق کی فرمائش پر اس مکان کے متعلق ایک پُراسرار لمبا چوڑہ فسانہ لاکر سُنایا جسمیں محبت کی کرشمہ سازیاں۔ بیوفائی کے جگرخراش واقعات پھر انجام کار خودکشی نہایت مؤثر پیرائے میں بیان کی گئی تھی۔ اب کیا تھا۔ کوئی مضبوط طاقت یا حکومت مسز توفیق کو دوسری رات اِس وحشتناک مکان میں بسر کرنے پر مجبور نہیں کر سکتی تھی۔ کوئی قارون کا خزانہ بھی لاکر رکھہ دیتا تو وہ ٹھہرنے والی نہ تھی۔ اس نے فیصلہ صادر کر ہی دیا۔ حالانکہ تمام باتوں کا آرام یہاں موجود تھا۔ کرایہ بھی اس کی وسعت اور خوبصورتی کے لحاظ سے محض بے حقیقت تھا۔ لیکن عورتوں کی ہٹ پر قابو پانا آسان کام نہیں۔

دراصل وجہ یہ تھی کہ مسز توفیق دن بھر دعوت کے انتظام میں تھک کر چور ہو رہی تھی۔ سرِ شام بیکار بیٹھے بیٹھے چند منٹ کو غنودگی طاری ہوگئی۔ اور عالم خواب کی اِن کرشمہ کاریوں کو اس نے حقیقت پر محمول کیا +

(ترجمہ از انگریزی)

جمیلہ بیگم کلکتہ

---

## انتظار

تمام ہولناک رات یونہی گذر جاتی ہے۔ ذراسی آہٹ پر چونک پڑتی ہوں کہ میرا پریتم۔ خوبصورت گھوڑے پر آرہا ہے۔ مگر نہیں۔ یہ کسی راہ گیر کی آہٹ ہوتی ہے۔ اور میری بادِس نگاہیں واپس لوٹ آتی ہیں۔

صبح کا درخشاں سورج نکل آیا۔ سوکھے درخت سبز ہوکر جھومنے لگے۔ ہر رنگ کے پھول شگفتہ نظر آرہے ہیں۔ مگر پریتم۔ تم نہیں آئے۔

معلوم نہیں دُور کس ملک میں چلے گئے۔ یہ تنہا وقت مجھ سے کاٹا نہیں جاتا۔ آجاؤ پریتم۔ انتظار کی حد پر میرا کمزور دل دھڑک دھڑک کر ساکت ہوجائے گا۔ پھر تم آئے بھی تو سوائے افسوس کے کچھ بھی نہ ہوگا جبکہ دنیا کے شیریں قہقہے اور رنگین فرحتیں قربان ہوجائیں گی۔

ایس۔ بی۔ طاہرہ

# تعلیمِ نسواں اور تربیت اولاد

از محترمہ رحمت النسا بیگم۔ بی اے، بی ٹی

آج کل ہر ممکن طریقے سے یہ کوشش کی جارہی ہے کہ موجودہ تہذیب تمدن اور طرز معاشرت میں زیادہ سے زیادہ آسانیاں اور سہولتیں پیدا کی جائیں۔ زمانہ حال کے ماہران تعلیم جس اہم ترین مسئلہ پر غور کر رہے ہیں وہ بچوں کی تعلیم و تربیت کا ہے وہ چاہتے ہیں کہ بچوں میں شروع سے اس قسم کی عادات ڈالی جائیں کہ آئندہ زندگی میں جب وہ میدان عمل میں گامزن ہوں تو اس سے فائدہ اٹھائیں۔ چند دن پہلے تعلیم کی تعریف اس طرح کی جاتی تھی کہ تعلیم بچوں کو آئندہ زندگی کے لئے تیار کرتی ہے مگر زمانہ حال کا نظریہ دوسرا ہے۔ ڈیوی کہتے ہیں کہ تعلیم خود زندگی ہے۔ انسان زندگی کے تجربات سے سیکھتا ہے اور بچے کی تعلیم کے لئے بھی ایسے سامان فراہم کرنے چاہئیں کہ وہ خود بخود سیکھتا رہے۔

بچوں کی تعلیم و تربیت کے متعلق جس دوسرے مسئلہ پر بحث ہوتی ہے یہ ہے کہ کس حد تک بچے کی پیدائشی اہلیت اسکے بگاڑنے یا بنانے میں اثر رکھتی ہے اور تعلیم و تربیت کا درجہ کیا ہے پہلے خیال کیا جاتا تھا کہ بچے کے تمام رجحانات صرف اسکی پیدائشی اہلیت سے تعلق رکھتے ہیں اور تربیت کا اثر بہت کم ہے مگر مسٹر واٹسن کا خیال ہے کہ وراثت کا اثر کچھ قائم نہیں رہتا اور صرف سوسائٹی اور گھر کے افراد ہی بچوں کی تربیت کا باعث ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں۔ مجھے ایک بچہ دو تم چاہو گے تو میں اُسکو مجرم اور اگر خواہش کروگے تو ایک بہت بڑا سیاست داں بنا دونگا۔ ماہرانِ تعلیم کو اس سے اختلاف ہے مگر وہ بھی یہ نہیں کہتے کہ ایک عمدہ خاندان کا بچہ اگر بُری صحبت میں رہے اور برابر پرورش نہ پائے پھر بھی اچھا ہی ہوگا۔ وہ کہتے ہیں کہ فطرتی مادہ کسی نہ کسی قسم کا ہر ایک بچہ میں ہوتا ہے اور اسکو ہم رجحانات کہتے ہیں اگر ان کو سمجھکر ان کی مدد سے تعلیم دیں تو بچے بہت کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔ اس سے تو شاید کوئی انکار نہ کرے بچوں کی تعلیم و تربیت کا وقت انکا بچپن ہے اور اگر مناسب تعلیم سے انہیں عمدہ عادات کی بنیاد ڈالی جائے تو یہ ممکن نہیں کہ وہ راست کے خلاف چلیں۔

تھارن ڈائیک (Thorndike) کا خیال ہے کہ موروثی قابلیت تمام قسم کی تعلیم کا منبع ہے اس لئے تعلیم کا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ جو کچھ بچہ میں فطرتاً موجود ہے اگر اچھا ہے تو اسکو ترقی دے اور تھوڑی برائیوں کا تدارک کرے اور دوسرے رجحانات راہ راست پر لائیں۔ کانسٹن کا قول ہے کہ فطرت وہ ہے جو بچہ اپنے ہمراہ لاتا ہے اور دوسرے تمام اثرات جس سے بچہ موثر ہوتا ہے وہ تعلیم یا تربیت کہلائے جاسکتے ہیں۔ غرض نہ فطرت کامل ہے نہ تعلیم۔ فطرت کے ساتھ تعلیم کا ہونا ضروری ہے۔

اِس بحث سے میرا مطلب یہ ہے کہ تعلیم کے معنے صرف کتاب دیکھکر پڑھنے تک ہی محدود نہ کئے جائیں جیسا کہ عام طور پر ہندوستان میں سمجھا جاتا ہے تعلیم حقیقی معنوں میں تعلیم کہلانے کی مستحق صرف اُسی وقت ہوسکتی ہے جب اسمیں تربیت بھی شامل ہو۔ صرف کتابی لیاقت جو کہ عمل میں نہ لائی جائے مستعار ذخیرہ ہے جو کہ امانتاً رکھا گیا ہے۔

بچوں کی تربیت کی ذمہ دار عورتیں ہیں اسمیں شک نہیں کہ بچوں کا پہلا سکول ماں کی گود ہے اور وہی ہاتھ جو کہ بچوں کو گہوارہ میں سلاتے ہیں وہ حکومت بھی کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ بچے جو آج عورتوں کے ہاتھوں تربیت پا رہے ہیں کل حکومت بھی کرینگے ان تمام حالات پر غور کرتے ہوئے تعلیم نسواں کا مسئلہ بہت ہی اہم ہوگیا ہے اور اکثر نصاب تعلیم پر بھی بحث و مباحثہ ہو رہا ہے مغربی ملکوں میں لڑکیوں کے لئے اِس غرض سے سکول کھولے گئے ہیں اور ہر ایک لڑکی کے لئے ایک حد تک یہ تعلیم لازمی قرار دی گئی ہے۔ خواتین ہند کے لئے بھی اِس قسم کی تعلیم کی بے حد ضرورت ہے۔

میرا ارادہ ہے کہ اِس سلسلہ میں بچوں کی تربیت کے طریقے لکھوں خدا میرا ارادہ پورا کرے۔
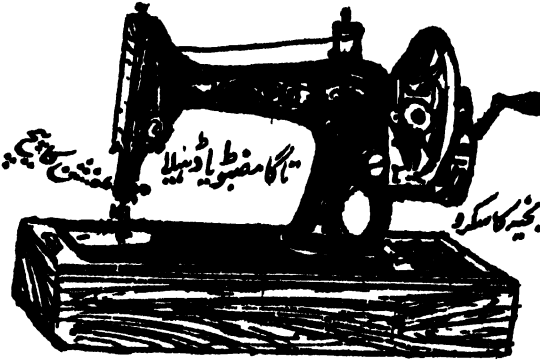
# صنعتیں اور سلائی کی مشینیں


از محترمہ خدیجہ بائی (اندھیری)


سلائی کی مشین کے فوائد سے کون انکار کرسکتا ہے اسکی بدولت مہینوں کا کام گھنٹوں میں انجام پارہا ہے۔ قطع برید اور سلائی میں کمال حاصل ہو تو جس گھر میں مشین ہے وہاں سے مفلسی دور ہوجائے گی۔ عام طور پر خیال ہے کہ صرف سلائی کے مطلب کی یہ مشین ہوتی ہے لیکن اب ہر قسم کی کڑھت کا کام بھی لیا جارہا ہے۔ مثلاً چکن کاری۔ بریدہ کاری۔ تارکشی۔ کراس اسٹیچ۔ جالی پرکشیدہ۔ کارپٹ کاری۔ حتیٰ کہ ربن۔ شنائل۔ فیتہ۔ موتی سلمہ وغیرہ کا بھی۔

سنہ ۱۹۳۰ء میں خاکسار نے انجمن اصلاح نسواں کی بنیاد ڈالی۔ بہت تلاش کے بعد ۳۲ء میں ایک یورشین معلمہ پچاس روپیہ ماہوار پر ملی اس سے یہ کام سیکھا اور انجمن کی کئی ممبر بہنوں نے اس سے فائدہ اٹھایا اور اب ماشاءاللہ نہایت ہنرمند اور سگھڑ ہیں۔

عصمت کے سالگرہ نمبر کے لئے جدید دستکاری کا تحفہ موزوں ہے۔ جن بہنوں کے پاس سلائی کی مشین ہے امید اس مضمون سے فائدہ اٹھائیں گی۔

لباس کی ہیم پر، کمر کے جوڑ پر، فراک جمپر کے گول کمانی دار دامنوں پر مندرجہ ذیل ترکیب سے اگر مشین کا بخیہ دیا جائے تو واقعی دیدہ زیب ہوگا۔ ہر قسم کی سلائی کی مشینوں سے یہ کام بآسانی بن سکتا ہے۔ اس کام کے لئے بہترین مصنوعی ریشم (Artificial Silk) ہے۔ ریشمی لباس ہو خواہ سوتی دونوں کے لئے موزوں ہے نہ دھلنے کے بعد چمک زائل ہوگی نہ دھوپ کی تیزی سے کچھ فرق آئے گا۔

ترکیب۔ یہ بارہ لچھیوں کا گچھا ہوتا ہے صدہا قسم کے گوناگوں رنگ ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک لچھی کھول کر بابن کی اندرونی پیچک پر لپیٹ لیجئے۔ نمبر ۱ بابن کا نقشہ ہے اسمیں ڈال کر نمبر ۲ بابن پر جو ننھا سا کیلا نظر آرہا ہے اسکے دو تین پیچ کھول دیجئے تاکہ موٹے ریشمی تار کا بآسانی سلسلہ نکل سکے۔

نمبر ۳۔ دیکھئے بابن سے ریشمی تار نکلا ہوا نظر آرہا ہے۔ اب بابن فیشن میں لگا دیجئے اور بالائی تاگے سے جس کا نمبر 500 یا 80 ہو تو بہتر ہے فیشن چلا کر نچلا ریشم اوپر کھینچ لیجئے۔

بہترین تاگا اسی مقصد کے لئے کلارکسی ریل نمبر 50 ہے۔

جس دامن پر آپ کو ریشم بھرنا ہو اُس کا سیدھا رُخ نیچے کی جانب رکھیئے۔ اُلٹا رخ اوپر کی طرف ہو۔ دو چار ٹانکے مہین مہین لگا کر بخیہ سکڑ و پھیر کر آخری درجہ پر رکھ دیجئے تاکہ بخیہ خوب لمبا لمبا ہو بالائی تاگے کو قدرے مضبوط کر دیں تاکہ نچلا ریشم بالائی سطح پر کھینچ سکے۔ اختتام سے پہلے بھی بخیہ مہین کر دیجئے تاکہ ریشم کا سرا کھل کر لٹک نہ جائے۔

مصنوعی ریشم کے علاوہ ڈی یم سی۔ کلارکس وغیرہ بھی کارآمد ہو سکتے ہیں۔ خواہ اور کوئی موٹا ریشم ہو۔ یا چھ سات تاریں باہم لپیٹی ہوئی ہوں۔ گر جو خوبی۔ صفائی بر جستگی مصنوعی ریشمی ٹانکوں میں نظر آئے گی اور کسی میں ممکن نہیں۔

مسلسل بیلیں گل بوٹے بھی آپ بہت عمدہ بنا سکتی ہیں۔ اشیاء مطلوبہ

۱۔ دستی حلقہ یا رنگ جس کی چوڑائی چوتھائی انچ ہو۔ (جسپر چکن کاری تارکشی کی جاتی ہے۔

۲۔ چکن کاری کی تختی Embroidery Plate جو مشین کے نمبر کے مطابق لینی چاہیئے ورنہ بیکار ثابت ہوگی۔

۳۔ پف مشین۔ ایک ہی قسم کی سیاہ فولادی تختی ہوتی ہے۔

۴۔ سنگر مشین 99K. 15K. لمبا بابن۔ ان تینوں کے لئے مختلف وضع کی تختیاں ہوتی ہیں۔

یہ تختیاں سوا مشہور شہروں کے ابھی تک عام نہیں ہوئیں۔

ترکیب۔ اندرونی بابن میں مصنوعی ریشم لگا کر طیار کر لیجئے۔ جس حصہ پر آپ کو یہ بیل بنانی ہے۔ اُلٹے رُخ پر نقشہ بنا لیجئے۔ بیلیں ایسی منتخب کیجئے جو مسلسل ہوں یا دوبارہ بغیر تار کشتہ مشین چل سکے۔ (کتاب سلمہ ستارہ کے پہلے حصہ میں بیشتر بیلیں موزوں ثابت ہوں گی) اب اُسی حصہ کو حلقہ میں تان کر پیچ حلقہ مضبوط کر دیجئے۔
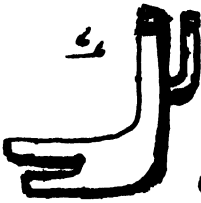


نمبر ۷ فیشن کا ٹینشن الگ کر دیجئے۔ ٹینشن کے نیچے جو کپڑے کو متحرک کرنے کے لئے کانٹے لگے ہوتے ہیں اُسپر نمبر ۸ کی تختی پیوست کر دیجئے اس مقصد کے لئے مذکورہ تختی میں دو ہوک لگے ہوئے ہوتے ہیں جو بآسانی مشین کی مقام سلائی کے حصہ پر تختی میں پیوست ہو سکیں گے۔



یہ کیل متحرک کانٹے کی باگی تختی کے سوراخ میں نشیب ہوگا
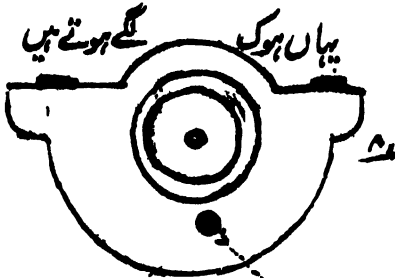
کپڑا تنا ہوا حلقہ آپ سوئی اونچی کر کے مقام سلائی پر رکھ دیجئے۔ اور نچلا تاگا بالائی تاکے　اوپر کھینچ لیجئے تاکہ پیچھے پیچیدہ نہ ہو جائے

مشین چلانے سے حسب ضرورت حلقہ کو متحرک کرتے جائیں مشین کی معمولی سلائی میں سلائی شدہ کپڑا خود بخود پیچھے کی جانب ہٹتا جاتا ہے۔ مگر اس فن کے لئے ہاتھوں سے حلقہ کو

آگے پیچھے دائیں بائیں کرنا ہوگا۔ مشین کی سوئی
ٹانکے لگا دیا کرے گی۔ مشقِ بہم کی بے حد ضرورت
ہوگی۔ یہ خیال ضرور رکھئے کہ سیدھا رُخ
نیچے ہو۔ اُلٹے رُخ پر نقشہ بنے اور سلائی
کی جائے۔ ریشمی ٹانکے سیدھے رُخ پر ہونے
چاہئیں۔

حلقے سے جس قدر حصہ نقشہ شدہ ختم ہو جائے
کپڑا سوئی سے ہرگز الگ نہ کرنا چاہئے وہیں حلقہ کو
کھول کر آگے بڑھالیں۔ اور بلا سوئی اُٹھائے
مشین پر ہی تان کر مضبوط کرلیں اور سلسلہ
جاری کر دیجئے۔ بیلیں نمبر ۹ - ۱۰ مسلسل ہیں
نمبر ۱۲ والی بیل دو حصہ میں تقسیم ہو کر بنے گی۔
پہلے نچلی قطار ختم کر لیجئے۔

یہ فن صرف لباس کے لئے نہیں بلکہ میز پوش
تکیہ کے غلاف۔ پلنگ پوش پردوں کے لئے
عین مناسب اور زود ختم ہے۔

**زردوزی بیلیں۔** بجائے ریشم کے آپ
بابن میں چار تاریں زری باہم ملا کر لپیٹ لیں اور
مذکور طریقہ سے ریشم پر بیلیں بنا لیجئے۔

مزید معلومات آپ خاکسار سے بے تکلف دریافت
کر سکتی ہیں اور تیار نمونہ انجمن اصلاح نسواں
سے خرید سکتی ہیں۔

اس صنعت کے لئے پیروں سے چلانے کی مشین ہو
تو بہت بہتر ہوگا۔ ورنہ دستی مشین سے بھی بہ عمدگی
مشق کے طور پر کام ہو سکے گا۔

سلائی کی مشین سے
دو خوبصورت نمونے

POPULAR PRESS DELHI

# جاپانی عورت

(از پروفیسر نورالحسن برلاس بی اے بی ٹی۔ ٹوکیو (جاپان)

پچھلے پچاس سال میں جاپانی عورت ترقی کے اتنے منازل طے کر گئی ہے کہ موجودہ عورت کی سرگرمیاں دیکھ کر زمانہ سابق کی عورت کا تصور کرنا مشکل ہوتا ہے۔ نوابوں کے محلات کے سوا پردہ تو یہاں پہلے بھی نہ تھا مگر عورت کا میدان عمل گھر کی چار دیواری کے اندر محدود تھا۔ اب عورت گھر کے باہر نکل آئی ہے لیکن اب بھی اسکا مطمح نظر اچھا بر تلاش کر کے گھر بسانا ہے۔ اپنے خاندان کے لئے ایثار کرنا اس کا سب سے قیمتی جوہر ہے۔ بچپن سے ہی اسے خدمت گزاری اور جفاکشی کا سبق عملاً سکھایا جاتا ہے۔ خود کھیلنے نکلتی ہے تب بھی چھوٹے بہن بھائی کی نگرانی اس کے ذمے ہوتی ہے۔ بلکہ اکثر ان کو پیٹھ پر باندھے پھرتی ہے۔ اور اس وقت اس کی عمر کنڈر گارٹن کے لائق ہی ہوتی ہے۔ مدرسے جاتی ہے تو پیٹھ پر بھاری بستہ ہوتا ہے اور ہاتھ میں کھانے کا بکس یا دستکاری کی تھیلی۔ میں نے بارہا دیکھا ہے کہ ریل ہو یا ٹریم، لڑکیاں بیٹھنے پر کھڑے رہنے کو ترجیح دیتی ہیں۔ بیٹھنے کی جگہ موجود ہو تو بھی راستے بھر کھڑی رہیں گی۔ اگر یہ بیٹھی ہوئی ہیں اور بڑی عمر کا مرد یا عورت آ جائے تو عموماً کھڑی ہو جاتی ہیں۔ بچے والی عورت کو بیٹھنے کی جگہ نہ ملے تو نا ممکن ہے کہ لڑکی بیٹھی رہے اور اُسے جگہ نہ دے۔

مدرسے سے فارغ ہونے پر خوشحال لڑکیاں اعلےٰ مدارس میں داخل ہوتی ہیں یا کچھ فنون سیکھتی ہیں۔ جن کے والدین کی آمدنی قلیل ہے وہ نوکری کرتی ہیں اور خورد سال بھائی بہنوں کی تعلیم کا خرچ نکالتی ہیں۔ جب ان کی شادی ہو جاتی ہے اور ماں بن جاتی ہیں تو بچوں کے لئے وقف ہو جاتی ہیں۔ بچوں کی اس قدر ناز برداری کرتی ہیں کہ روتا ہوا بچہ نظر آنا نہایت کمیاب ہے۔ بچوں کی تربیت کا طریقہ کچھ ایسا عجیب ہے کہ باوجود اسقدر ناز برداری کے بچے نہایت تمیزدار اُٹھتے ہیں۔ پیار تو کرتیں نہیں مگر ان کو طرح طرح سے بہلاتے رکھتی ہیں۔ یہ تفریح کے لئے یا خرید و فروخت کے لئے باہر جاتی ہیں تو عموماً بچے ساتھ ہوتے ہیں مگر وہ شرارت کر کے اپنے والدین کا حظ منغص نہیں کرتے۔ ہر جگہ بڑوں کے ساتھ بچوں کی تفریح اور کھیل کود کا بھی سامان ہوتا ہے۔ بچوں کی تفریح کرانا والدین کا ایک ضروری مشغلہ ہے۔

ابتدائی تعلیم عام ہے اور ملک کے ہر گوشے میں اس کا انتظام ہے۔ تعلیم پانے والے بچوں کے تناسب کے لحاظ سے جاپان کسی ملک سے پیچھے نہیں ہے۔ ابتدائی مدارس میں لڑکے لڑکیاں ساتھ ساتھ پڑھتی ہیں [illegible] ورزش میں بھی لڑکیاں لڑکوں کے ساتھ کام کرتی ہیں۔ ابتدائی مدارس سے اوپر لڑکے لڑکیوں کے [illegible]

الگ الگ ہیں مگر آجکل یہ تحریک ہے کہ دارالعلوم میں ابتدائی مدارس کی طرح ان کو ملا دیا جائے۔ وسطانیہ اور فوقانیہ مدارس میں الگ الگ رکھنا ضروری ہے۔ کیونکہ وہ بلوغت کا زمانہ ہے۔ اِس وقت جاپان میں عورتوں کے لئے کئی جامعے قائم ہیں۔

لڑکیوں کے مدارس فوقانیہ میں علوم متعارفہ کے علاوہ امور خانہ داری کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ ابتدائی اور فوقانیہ مدارس میں مصوری، گانے، بجانے اور ناچنے کی تعلیم ضرور ہوتی ہے۔ فوقانیہ تعلیم سے فارغ ہوکر لڑکیاں فنون سیکھتی ہیں۔ امراکی لڑکیاں طرز چائے نوشی، پھولوں کی آرائش، گانے، بجانے، اور ناچنے میں کمال بہم پہنچاتی ہیں۔ متوسط الحال خاندان کی لڑکیاں طرز چائے نوشی کی طرف تو زیادہ توجہ نہیں کرتیں مگر دوسرے فنون ضرور سیکھتی ہیں۔ ان فنون کے علاوہ اکثر لڑکیاں روزی کمانے کے فنون سیکھتی ہیں۔ مثلاً جاپانی کپوتوں کی قطع اور سینا، مرد عورت اور بچوں کا یورپین لباس قطع کرنا اور سینا، مصنوعی پھول بنانا، گڑیاں اور ان کا لباس بنانا وغیرہ۔ ان سب فنون کے مدارس بہت سے موجود ہیں۔ ٹوکیو میں ایک مدرسۂ دلہنوں کا بھی ہے جس میں کنواری لڑکیوں کو گھر چلانے کی تعلیم دینے کے علاوہ فنون لطیفہ بھی سکھاتے جاتے ہیں۔ ان کو یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ شریفانہ چال کس طرح چلیں، کس طرح اٹھیں بیٹھیں اور کس طرح کپڑے پہنیں۔ مہمان کی تواضع تو ہر لڑکی کی تعلیم کا اہم جزو ہے۔ خانگی ملازمت کا بھی مدرسہ موجود ہے۔ جہاں ماماگیری کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ان کو یہ بھی سکھایا جاتا ہے کہ کوئی بدتمیز اجنبی دروازہ کھٹکھٹائے تو اس سے کس طرح بات کرنی چاہیئے۔

قدیم زمانے میں مرد فنونِ سپاہ گری سیکھتے تھے اور عورتیں فن نیزہ بازی اور اس سے بوقت ضرورت دشمن کی مدافعت کرتی تھیں۔ آجکل لڑکیاں ہر قسم کی ورزش کرتی ہیں۔ سوئیڈش ورزش سے ان کی جسمانی نشو ونما پر بہت مفید اثر پڑا ہے۔ چنانچہ تیس سال قبل کے مقابلے میں آجکل کی اٹھارہ سالہ لڑکی پہلے سے چھ انچ لمبی ہوتی ہے۔ لڑکیاں ہر قسم کے ورزشی کھیلوں میں شرکت کرتی ہیں۔ پہاڑوں پر یہ چڑھتی ہیں، برف میں سکی کرنے یہ جاتی ہیں۔ تیراکی میں یہ مردوں کا مقابلہ کرنے پر آمادہ ہیں۔ جوڈو میں یہ مردوں کو پچھاڑتی ہیں۔

تعلیم نے عورتوں کے مشاغل بہت وسیع کردئے ہیں۔ رسٹارنٹوں اور اسٹوروں میں لڑکیوں کی بہت کھپت ہوا اور ان میں مردوں سے زیادہ لڑکیاں نظر آتی ہیں۔ بس میں کنڈکٹر لڑکیاں ہوتی ہیں اور اب اُنہوں نے ٹریموں پر بھی قبضہ کرنا شروع کردیا ہے۔ پچھلے سال تک ریل گاڑی کی ڈائننگ کار میں مرد ملازم ہوتے تھے اب وہاں بھی لڑکیاں نظر آتی ہیں۔ دفتروں میں ٹائپسٹ عموماً لڑکیاں ہوتی ہیں۔ یہ دفتروں میں اہلکاری اور چپراسی گیری بھی کرتی ہیں۔ ابتدائی مدارس میں اُستادوں کے ساتھ ساتھ اُستانیاں بھی پڑھاتی تھیں۔ لڑکیوں کے فوقانیہ مدارس اور دارالعلوم میں اُستانیاں اور پروفیسر عورتیں نظر آتی ہیں۔ عورتیں

ڈاکٹری کا پیشہ کرنے لگی ہیں۔ شفاخانوں میں نرسوں کا کام عورتیں کرتی ہیں۔ رسالوں کی اڈیٹر اور مضمون نگار عورتیں بہت ہیں۔ بہت سی مصنف بھی ہیں۔ تصنیف و تالیف میں ہمیشہ سے جاپانی عورتوں نے حصہ لیا ہے۔ چنانچہ بارھویں صدی کا پہلا ناول ایک عورت کی تصنیف ہے جو آجکل کلاسک مانا جاتا ہے۔

تھیٹروں اور سینماؤں میں اداکاری مزدوروں کے لئے مخصوص تھی۔ وہی عورتوں کا پارٹ کرتے تھے۔ مگر چند سال سے عورتوں نے اپنی مہارت کا سکہ بٹھانا شروع کر دیا ہے۔ سینما میں کثرت سے ایکٹریسیں کام کرتی ہیں۔ تھیٹر کی ایکٹریسوں کی ایک کمپنی ایک عورت کی ماتحتی میں قائم ہے اور بہت شہرت حاصل کر چکی ہے۔ کابوکی تھیٹر توکیو کا سب سے مشہور تھیٹر ہے مگر ایسا قدامت پرست ہے کہ ابتک کسی عورت نے اس کے اسٹیج پر پارٹ نہیں کیا تھا۔ اب اس کو بھی عورت کے مہارت کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑا اور گزشتہ فروری میں پہلی مرتبہ عورتوں کی کمپنی نے مہینہ بھر تک تماشہ دکھایا۔ ریویو کی کمپنیاں مخصوص حیثیت رکھتی ہیں۔ ان میں صرف لڑکیاں پارٹ کرتی ہیں۔

سیاسی میدان میں بھی عورتیں سرگرم ہیں۔ اگرچہ ابھی تک انہیں حق رائے دہندگی نہیں ملا ہے مگر ان کی کوشش جاری ہے۔ عورتوں کی مخصوص جاپانی کلبوں کے علاوہ یہ بین الاقوامی کلبیں بھی چلا رہی ہیں۔ عورتوں کی ایسی انجمنیں بہت ہیں جو قوم کی سوشل خدمت کر رہی ہیں مگر ان میں سے دو خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ ایک انجمن میدانِ جنگ میں سپاہیوں کے آرام و آسائش کا سامان تیار کرتی ہے اور یہاں سے فراہم کر کے باہر فوج کو بھیجتی ہے۔ دوسری انجمن نادان لڑکیوں کو عصمت فروشی سے بچا کر شریف ملازمتیں دلواتی ہے۔

ابھی حال میں ایک کمپنی دس لاکھ ین کے سرمائے سے ریڈیم کی تجارت کے لئے قائم ہوئی ہے جس کی تمام ڈائرکٹریا عورتیں ہیں۔ دکانداروں کی بیویاں کاروبار میں اپنے شوہروں کا پیشہ سیکھ لیتی ہیں اور ان کا ہاتھ بٹاتی ہیں۔ مثلاً حجام کی بیوی حجامت بنانا جانتی ہے۔ قصائی کی بیوی ہر طرح کا گوشت بنا لیتی ہے۔ مچھلی والے کی بیوی مچھلی بنا کر بیچتی ہے۔

جاپانی عورت مغربی تعلیم و تمدن سے بہت متاثر ہوئی ہے۔ کریم، پوڈر اور لپ اسٹک اس کے سنگھار کا لازمی جزو بنگئے ہیں۔ دفتر کی اہلکار اکثر یورپین لباس میں نظر آتی ہے۔ مگر گھر میں وہی کمونو ہے اور دوزانو بیٹھنا ہے۔ ان کے علاوہ تمام عورتوں کا لباس جاپانی ہے۔ گھریلو معاشرت تو ٹھیٹھ جاپانی ہے۔ منکسر المزاجی اس کا شعار ہے اور مہمان نوازی اس کا مذہب۔

موجودہ جاپانی عورت آزادی کی دوڑ میں بہت آگے بڑھ گئی ہے۔ یہ اپنی آزادی سے فائدہ اٹھا کر اول خود قابل بنتی ہے۔ پھر اپنی قابلیت سے اپنے والدین کو، شوہر کو، بچوں کو اور اپنی قوم کو فائدہ پہنچاتی ہے۔ یہ اپنی قوم کے لئے مایۂ ناز ہے اور اس کے تاج میں کلغی کی طرح چمکتی ہے۔

# چند غور طلب باتیں

(از سید ذاکر حسین مشہدی)

شادی کو اگر اساسِ حیات کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ شادی سے قبل بچیوں کی تربیت کیسی ہونی چاہئے۔ اسپر "عصمت" و دیگر زنانہ رسائل میں کافی بحث ہو چکی ہے۔ البتہ شادی بیاہ کے معاملات میں دیکھا گیا ہے۔ کہ بعض اوقات روشن خیال اور تعلیم یافتہ بیبیاں بھی حد درجہ کی غفلت کا ثبوت دیتی ہیں۔ مثلاً بعض خاندانوں میں سختی کے ساتھ اس قسم کی پابندی کی جاتی ہے کہ شادی اپنے ہی کنبہ برادری میں کرنی چاہئے۔ خواہ لڑکے یا لڑکی میں ہزار ہا نقائص کیوں نہ ہوں۔ اور ہونے والے خاوند اور بیوی کی طبیعت اور خیالات میں کتنا ہی فرق ہو۔ ایسی "رسمی شادیوں" کا نتیجہ جو کچھ نکلتا ہے وہ اہل فکر خواتین و حضرات سے پوشیدہ نہیں۔ لہٰذا شادی بیاہ کے مواقع پر حد درجہ احتیاط برتنے کی سخت ضرورت ہے۔ اور لڑکے اور لڑکی کی رائے معلوم کر لینی اشد ضروری ہے۔ اسکے بعد عوام طور پر دیکھا گیا ہے کہ پرورش اولاد میں بعض عورتیں یا تو بالکل لاپرواہی سے کام لیتی ہیں۔ یا اس قدر احتیاط روا رکھتی ہیں کہ ان دونوں انتہائی طریقوں سے بچہ ذہنی و جسمانی نشوونما سے محروم رہ جاتا ہے۔

مثلاً بعض مائیں بچوں کی پرورش کے معاملہ میں اس قدر لاپرواہ واقع ہوتی ہیں۔ کہ نہ تو ان کی جسمانی صفائی کا خیال رکھتی ہیں اور نہ ذہنی و دماغی تربیت کا دھیان! بچہ جہاں پڑا ہے۔ سارا سارا دن وہیں پڑا رہا۔ پاخانہ پیشاب وقت مقررہ پر کرنے کی عادت نہیں ڈالی گئی۔ ماں کی لاپرواہی و عدم توجہی کے باعث غلاظت کا جو اثر بچہ کی صحت پر پڑتا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ دوسرے اس کی خوراک کے معاملہ میں حد درجہ کی بے احتیاطی کی جاتی ہے۔ مثلاً سارا دن کچھ نہ کچھ کھلاتے رہنا۔ بچہ کی عادت ہوتی ہے۔ کہ وہ کچھ کسی کو کھاتے دیکھتا ہے۔ مانگنے لگتا ہے۔ بعض عورتیں اس طبیعت کی ہوتی ہیں۔ کہ بچے کے سوال کو رد کرنا ان کے نزدیک گناہ کبیرہ ہوتا ہے۔ لہٰذا جو کچھ ان کے ہاتھ میں ہوا جھٹ بچے کو دے دیا۔ خواہ وہ کتنی ہی ثقیل چیز ہو۔ اس طریق سے ایک تو بچے پیٹو ہو جاتے ہیں۔ اور سارا دن کھاتے رہنے سے بھی ان کی بھوک نہیں جاتی۔ دوسرے ان کے پیٹ غیر ضروری طور پر بڑھ جاتے ہیں جنکی وجہ سے ایک تو ان کی خوبصورتی میں فرق آجاتا ہے۔ دوسرے دائم المرض رہتے ہیں۔ دوسرا فرق ان خواتین کا ہے۔ جو بزعم خود حد درجہ مہذب ہو چکی ہیں۔ اول تو بچہ کو وہ اپنا دودھ نہیں پلاتیں۔ پیدا ہوتے ہی نرس کے حوالے کر دیا۔ نرسیں بکری یا گائے کا دودھ دیتی ہیں۔ ماں کے دودھ اور گائے بکری کے دودھ میں غذائیت اور قوت کا جتنا فرق ہوتا ہے اسکو ہر عورت بخوبی جانتی ہے۔ خیر۔ ان کی ستم ظریفی کا یہاں تک ہی خاتمہ نہیں ہو جاتا۔ بلکہ دو تین برس کی عمر تک

اس کا قدم زمین پہ لگنے ہی نہیں دیا جاتا۔ دن رات کے چوبیس گھنٹے یا تو بچہ گاڑی میں پڑا رہتا ہے۔ یا خادمہ کی گود میں۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اس کے قوا طاقت ور نہیں ہونے پاتے۔ چلنا تو در کنار وہ کھڑا بھی بمشکل ہو سکتا ہے۔ تیسرے اس کی غذا میں اس قدر سخت احتیاط برتی جاتی ہے۔ کہ سوائے دودھ اور معمولی پھلوں کے کوئی طاقت ور غذا اسکے نزدیک تک نہیں جانے دیتے۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ جس بچہ نے دو تین برس تک سوائے معمولی مقدار دودھ اور چند ہلکے پھلوں کے کوئی طاقت بخش خوراک نہ چکھی ہو۔ کل کلاں کو اس کا معدہ دوسری غذائیں کیسے ہضم کر سکے گا۔ میں نے ایک دو بچے ایسے دیکھے ہیں۔ کہ تین برس کی عمر ہونے کے باوجود بھی وہ چلنے پھرنے کے قابل نہ تھے۔ جس کی وجہ محض یہ تھی کہ کہ ان کے والدین ہر وقت لاڈ پیار کی وجہ سے انہیں اُٹھائے رہتے تھے۔ اور زمین کو چھونے بھی نہیں دیا گیا تھا۔

پرورش اولاد کا یہ ایک عام مسئلہ ہے۔ کہ بچہ مٹی اور ریت میں کھیل کود کر جلد پھلتا پھولتا ہے۔ مگر جسکو ہاتھ پاؤں ہلانے کی مہلت بھی نصیب نہ ہوئی ہو۔ وہ کس طرح جسمانی لحاظ سے تندرست یا مضبوط ہو سکتا ہے۔ ایسے بچوں کی صحت ہمیشہ خراب ہی رہتی ہے۔ اور جس طرح وہ پیدا ہوتے ہی ڈاکٹروں اور نرسوں کے بس میں رہتے ہیں۔ اِسی طرح ساری عمر ہسپتالوں کی رونق بنے رہتے ہیں۔ اور ڈاکٹروں کی آمدنیوں میں معقول اضافہ کا موجب۔

خواتین کو چاہئے کہ اِن ہر دو راستوں میں سے درمیانی راستہ اختیار کریں۔ بد پرہیزی سے بھی اجتناب کریں۔ اور نہ اتنی پرہیزگار ہی بن جاویں۔ کہ جو بچے کی قدرتی نشو و نما میں ایک رکاوٹ کا موجب ہو۔

اسکے بعد تعلیم کا مسئلہ آتا ہے۔ بعض لوگ صِرف مذہبی تعلیم دلانے پر اکتفا کرتے ہیں۔ اور بعض نماز تک سے بھی آشنا نہیں ہونے دیتے۔ اور انگریزی اسکولوں میں بھیج دیتے ہیں۔ جہاں تک مذہب اسلام کی تعلیمات کا تعلق ہے۔ یہ دنیاداری کی بھی تعلیم دیتا ہے۔ اور دینداری کی بھی۔ لہٰذا والدین کو ہر دو جانب یکساں نظر رکھنی چاہئے۔ قوم کو اس وقت نہ تو کٹر مولویوں کی ضرورت ہے۔ اور نہ مغرب زدہ مسلمانوں کی۔

ایک اور چیز جو ہندوستان کی بدنصیبیوں اور مصیبتوں میں اضافہ کا موجب ثابت ہو رہی ہے۔ وہ لڑکیوں پر ناروا ظلم ہے۔ بہت لوگ ایسے ہیں۔ جنہوں نے مذہب کا مطلب ہی یہ سمجھ رکھا ہے۔ کہ مرد تو جو کچھ چاہے کرے۔ اس سے کوئی بازپرس نہیں کر سکتا۔ اور عورت مرد کی غلامی کرنے کو پیدا کی گئی ہے۔ اور اس کے ہر فعل پر نظر احتساب ڈالی جا سکتی ہے۔

اِس قماش کے لوگ اپنی دولت کو بے دریغ لڑکوں کی تعلیم پر خرچ کر دیتے ہیں۔ مگر لڑکیوں کو ایک حبہ کا بھی حقدار نہیں سمجھتے۔ اس کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ لڑکے تعلیم یافتہ ہو جاتے ہیں۔ اور لڑکیاں جاہل رہتی ہیں۔ ایسی لڑکیوں کے شادی بیاہ کے معاملات میں جن مشکلات اور رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس سے ہر شخص بخوبی آگاہ ہے۔

اِسکے علاوہ ایک اور چیز بھی غور و توجہ کی مستحق ہے۔ وہ "پردہ" ہے۔ پردہ پر بے شمار ہنگامہ خیز تحریریں بھی شائع ہو چکی ہیں۔ اور بحث و مباحثہ کے معرکے بھی طے ہو چکے ہیں۔ جہاں تک میں نے اِس مسئلہ کے ہر دو پہلوؤں پر غور کیا ہے۔ میرے نزدیک صراطِ مستقیم یہی ہے۔ کہ جادۂ اعتدال کو اختیار کیا جائے۔ اسلام نے بھی "کل امور اوسطہا" کی قید لگا کر اس بات کی تصریح کر دی ہے۔ چنانچہ نہ تو ہمیں پردے کی ایسی پابندی کرنی چاہیئے۔ جس کو دوسرے لفظوں میں "حبس بے جا" کہا جاتا ہے۔ اور نہ اس قدر آزادی ہو۔ جس کو آج مغرب پانی پی پی کر کوس رہا ہے۔ عورت اور مرد اشتراکِ حیات کی دو مقدس تصویریں ہیں۔ اِس لئے مرد کو عورت کی ذات کو اتنا غیر اہم سمجھنا نہیں چاہیئے کہ اس پر حکومت کرے۔ بلکہ اسکی اصابت رائے کو بھی تسلیم کر کے اور اس کو بھی اتنی آزادی ضرور حاصل ہونی چاہیئے کہ وہ احتیاطی تدابیر اختیار کر کے سہیلیوں اور رشتہ داروں کے ہاں آجا سکے۔ نیز سیر و تفریح کر سکے۔

لاہور میں میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ صبح دفتر جانے کے وقت مکان پر باہر سے تالا لگا جایا کرتا تھا۔ اور بیوی کو اندر قید کر جاتا۔ شام کے پانچ بجے واپس آکر تالا کھولتا۔ میں نے اپنے رشتہ داروں سے جن کے ہاں میں مقیم تھا دریافت کیا۔ کہ کیا اِس شخص کی عورت بدچلن یا آوارہ ہے۔ مگر یہ سنکر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ وہ بچاری حد درجہ شریف اور فرمانبردار ہے۔ بلکہ اس شخص کی طبیعت حد درجہ متلون واقع ہوئی ہے۔ اور اپنے پست خیالات کی روشنی میں وہ اپنے بیوی کے جذبات کو دیکھنے کی کوشش کیا کرتا تھا۔ خدارا آپ ہی انصاف فرماویں۔ کہ کیا اس قسم کی "قید" کو ہم اسلامی پردہ کہہ سکتے ہیں۔ ایک اور قبیح رسم قوم کے مصائب میں اضافہ کا موجب بن رہی ہے۔ خواتین کو اس کی جانب بھی متوجہ ہونا چاہیئے۔ وہ یہ کہ رشتہ ناتہ کرتے وقت ہر شخص کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ میرے بیٹی یا بیٹے کا بیاہ کسی بڑے خاندان میں ہو۔ اس قسم کے لوگ ہر ممکن و غیر ممکن شرط کو قبول کر کے بھی بات پختہ کرتے ہیں۔ ایسی رسومات کے دلدادہ نہ تو لڑکی اور لڑکے کے خیالات کا فرق معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور نہ اتنا ہی دیکھتے ہیں کہ ان کی تربیت اور تعلیمی حالات میں کتنا بُعد ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اگر بڑے گھر کے لڑکے کے ساتھ چھوٹے گھر کی لڑکی بیاہی گئی۔ تو اول تو صاحبزادہ کی طبیعت میں وہ بچاری جچتی ہی نہیں۔ وہ اعلیٰ درجہ کا تعلیم یافتہ مہذب۔ اور یہ بچاری الف بے سے بے خبر اور کندۂ ناتراش۔ یہ ابتدائی خانگی جھگڑے بڑھتے بڑھتے خطرناک نزاع کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ نوبت یا تو طلاق لینے پر پہنچ جاتی ہے۔ یا نکاح ثانی کر دیا جاتا ہے۔ اِس صورت میں پہلی بیگم صاحبہ کی اتنی وقعت بھی نہیں رہتی کہ کوئی ان سے سیدھے مُنہ بات بھی کرلے۔ بلکہ سارے خاندان کی نظروں میں ذلیل ہوتی ہے۔ غریب گھر کی بچی گھر کے ایک تاریک کونے میں پڑی اپنی بدبختیوں پر روتی رہتی ہے۔ اور کوئی اس کا پرسان حال بھی نہیں ہوتا۔ یا بصورت دیگر اگر بڑے گھر کی لڑکی غریب کے گھر چلی گئی تو اول تو اُسکا اُنکے ساتھ نبھاؤ ہی مشکل۔ ناز و نعم کی پلی ہوئی لڑکی کے لئے گھر کا سارا کام کاج کرنا کب ممکن ہو سکتا ہے۔ لہذا اِس صورت

میں ایک "امیرزادی" کی وجہ سے سارے گھر پر مصیبت نازل ہو جاتی ہے۔ اس لئے خواتین کا فرض ہے کہ وہ رشتہ ناتہ کرتے وقت ہر پہلو پر غور و فکر کر لیا کریں۔ ہماری قوم میں اس قدر سوشل برائیاں جڑ پکڑ چکی ہیں۔ کہ اس مختصر سے مضمون میں کس کس کا رونا رویا جائے۔ لہذا باقی باتوں پر پھر کسی موقع پر اپنے خیالات کا اظہار کروں گا۔ اُمید ہے کہ میری معزز بہنیں ان چند معروضات پر اسی دردِ دل سے غور فرماوینگی۔ کہ جس درد کی کسک سہہ کر میں نے ان سطور کو قلمبند کیا ہے۔ میں اعلیٰ تعلیم یافتہ اور معزز گھرانوں کی خواتین سے استدعا کروں گا کہ وہ اپنے حلقہ اثر میں ان قباحتوں کے انسداد و ازالہ کی جانب متوجہ ہوں۔

ع یک قطرہ دردِ دل از علم فلاطوں بہ

## درسِ عمل

(از کوکب شادانی مہو)

| | |
|---|---|
| شہرتِ لازوال پیدا کر | یعنی کوئی کمال پیدا کر |
| وجہ توقیرِ علم ہوں۔ ایسے | روز و شب بادِ وصال پیدا کر |
| حُسنِ صورت اگر نہ ہو نہ سہی | سیرتِ بے مثال پیدا کر |
| مایۂ علم و فضل کر حاصل | دولتِ لازوال پیدا کر |
| کاسہ لیسانِ بدمنش سے نہ مِل | ہمنشیں خوشخصال پیدا کر |
| ہرزہ گوئی کو مت بنا شیوہ | لبِ شیریں مقال پیدا کر |
| نہ کسی ایک کو بنا دشمن | نہ کسی سے ملال پیدا کر |
| جس قدر ہو سکے طبیعت میں | مایۂ اعتدال پیدا کر |
| خدمتِ خلق اک بڑی شئے ہو | دل میں اسکا خیال پیدا کر |
| جسکی اہلِ نظر میں عزت ہو | وہ طریقہ وہ چال پیدا کر |
| رکھ ہمیشہ بلند ہمت کو | ارتقاعِ خیال پیدا کر |
| طاعتِ حق ہو غایتِ تخلیق | بندگی میں کمال پیدا کر |

مختصر یہ کہ اپنی ہستی سے
کوئی اچھی مثال پیدا کر

مراسلہ
حاجرہ خاتون مہو

عصمت دہلی

# آنسو کی قیمت

"اماں —— !" نصف شب کا عمل تھا کہ بچہ یکبارگی جاگ اُٹھا" —— اماں! اماں!!" ماں بھی جاگ گئی
شب و روز کے جاگنے سے اُسکی آنکھیں جل رہی تھیں بچے کی گھبرائی ہوئی آواز سُنکر وہ بھی پریشان ہوگئی
اور اُسکو اپنے سینے سے چمٹا کر بولی" —— بٹیا!" بچے کا خوف کچھ کم ہوا اور اُس نے کروٹ بدلی۔

"بٹیا —— !" ماں نے دوبارہ آواز دی "میرے لال —— ! میری جان"

"اماں ——" بچے نے لرزتی ہوئی آواز میں جواب دیا" —— اماں مجھے ڈر معلوم ہو رہا ہے"!

"ڈر —— !" ہمت دیتے ہوئے ماں نے کہا "کس کا ڈر بٹیا!"

"موت کا ——" بچے کی آواز پھر کانپ گئی" اماں موت سے مجھے ڈر معلوم ہو رہا ہے! کیا سب ہی کو ایسا ڈر معلوم
ہوتا ہے ابا جان کو بھی ایسا ہی معلوم ہوا ہوگا" خوف سے اس کا دل دھڑکنے لگا اور آنکھیں پرنم ہوگئیں۔

"اماں —— میں مرجاؤں گا کیا؟" اُس کی آواز رنج و غم میں ڈوبی ہوئی تھی اور دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ
زلیست سے بالکل مایوس ہو چکا ہے۔ "کون کہتا ہے میرے لال —— ! تو بہت جلد اچھا ہو جائیگا" اُسنے
دھڑکتے ہوئے دل سے جواب دیا لیکن اُس کا دل اِس جواب سے مطمئن نہ تھا۔

"اماں تم مت روؤ!" بچے نے ماں کی پُرنم آنکھوں پر اپنا کمزور ہاتھ رکھکر کہا" —— اماں مت روؤ ——
مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے"

بچے نے تھوڑا پانی پی کر پھر کہا" —— اماں یہ کیا ہے؟ یہ کالی خوفناک صورت کس کی ہے؟ یہ SS
اس سے مجھے بہت ڈر معلوم ہوتا ہے اِس کی آنکھیں کیسی شعلے کی طرح سرخ ہیں اور جسم پر کیسے کانٹے کھڑے ہیں
اماں یہ کیا ملک الموت ہے؟" بچے نے کروٹ لی غم نصیب ماں کی اشک بار آنکھیں اُس کی صورت پر جم گئیں۔
موت کے سامنے کسی کی نہیں چلتی انسان اپنی زندگی بیچکر موت خریدتا ہے —— موت زندگی کی
قیمت ہے!!"

رات کی تاریکی غائب ہو چکی تھی اور صبح کی دیوی مشرقی بام پر کھڑی مُسکرا رہی تھی بچہ اپنی زندگی کی آخری سانسیں
لے رہا تھا بدنصیب ا ُس کی دلی کیفیت کا اندازہ لگانا احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔ اُسکے دل کا بندھ ٹوٹ گیا اور
آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے —— ! بدنصیب ماں کے یہ آنسو —— ! وہ گراں قدر موتی
ہیں جن کا اس دنیا میں کوئی خریدار نہیں !! (ترجمہ از مرہٹی)

تقی علی یاسمی ناگپور

# چمڑے کی دستکاری

چمڑا نہایت مفید چیز ہے۔ اس کی بے شمار کارآمد اشیاء بنائی جاسکتی ہیں۔ بعض خصوصیات میں چمڑا کپڑے پر بھی فوقیت رکھتا ہے۔ قدیم زمانے میں چمڑا ہی ان کاموں میں مستعمل تھا جن میں اب کپڑا اور کاغذ استعمال کیا جاتا ہے۔ انسان کی بدن پوشی چمڑے سے ہوتی تھی۔ چمڑے پر صحیفے اور کتابیں لکھی جاتی تھیں۔ چمڑے کے مکان بھی بنائے جاتے تھے۔ دیگر کاموں میں بھی چمڑا ایک نہایت مفید شئے کی حیثیت رکھتا تھا۔ جوں جوں زمانہ گذرتا گیا اور تہذیب و تمدن میں ترقی ہوتی گئی چمڑے کی حیثیت گرتی گئی کیونکہ اس کی جگہ دوسری چیزیں دریافت اور ایجاد ہوکر مقبول ہو رہی تھیں۔ یہاں تک کہ قرون وسطیٰ میں چمڑا نہایت معمولی اور حقیر اشیاء میں شامل ہوگیا اور صرف اسفل درجہ کی چیزوں مثلاً پاپوش۔ کشتیوں کے پیندوں اور پانی کی مشکوں و پکھالوں وغیرہ کے لئے مخصوص سمجھا جانے لگا۔ مگر غیر متمدن اور وحشی لوگوں کی تمام ضروریات ہنوز چمڑے سے ہی پوری ہوتی تھیں کیونکہ ان غریبوں کی نو ایجاد لوازم تک پہنچ نہ تھی۔ موجودہ زمانے میں بھی اب تک دنیا کے بعض غیر متمدن حصوں میں چمڑا مثل سابق کے کام دے رہا ہے ٭

مصریوں اور عربوں نے چمڑے کی صنعت کو بہت کچھ ترقی دی اور اس کے کمانے و رنگنے کے طریقے ایجاد کئے۔ مگر ان کا کمایا ہوا چمڑا بھی عام طور سے مستعمل نہیں تھا جس کی وجہ شاید ہوگی کہ چمڑے کی دستکاری کے دیگر ضروری لوازم اس زمانے میں کمیاب تھے۔ اچھے چمڑے کا استعمال صرف جلدت اور دستانے سازی تک محدود تھا ٭

انیسویں صدی کے اوائل میں جہاں دیگر علوم و فنون نے ترقی کی ہے۔ وہاں چمڑے کی صنعت بھی کافی ترقی کرتی رہی۔ یہاں تک کہ سائنس نے کیمیاوی طریقوں سے چمڑے کو اس قابل کر دیا ہے کہ اب یہ نہایت قیمتی اشیاء میں شمار ہوتا ہے اور اس کی ساختہ اشیاء فی زمانہ فیشن میں داخل ہیں۔

جیسا کہ میں نے ابھی بتایا ہے۔ چمڑا بہت سی خصوصیات میں کپڑے سے ملتا ہے بلکہ اس پر بھی فوقیت رکھتا ہے آجکل چمڑے سے اس قدر خوبصورت اور کارآمد اشیاء تیار ہوتی ہیں جن کو دیکھکر حیرت ہوتی ہے کہ آیا یہ چیزیں جانور کی اُسی کھال کی بنی ہوئی ہیں جو چند روز قبل قصاب کی دوکان کے ایک غلیظ گوشے میں پڑی ہوئی تھی۔ اور اس پر صدہا مکھیوں کی دعوت عام ہو رہی تھی۔ ہینڈ بیگ۔ بازاری بیگ۔ سگریٹ کیس۔ لیٹر کیس۔ بٹوے۔ بلاٹنگ پیڈ۔ بکس۔ ڈائریوں البموں اور کتابوں کے خوبصورت سرورق (جلدیں) تصویروں کے فریم۔ تکیوں کے غلاف۔ میز پوش چائے۔ دانی پوش وغیرہ یہ ان صدہا چیزوں میں سے ہیں جو صرف چمڑے سے بنائی جاسکتی ہیں۔ ان کے علاوہ پھول وغیرہ چمڑے کے نہایت خوبصورت تیار ہوتے ہیں۔ لباسوں میں چمڑے کی گوٹیں اور حاشیے مضبوطی اور زیبائش کے لئے بکثرت لگائے جاتے ہیں۔ نیز چمڑے کے لباس۔ مثلاً کوٹ واسکٹ وغیرہ بھی بنائے

جاتے اور نہایت گراں قیمت پر فروخت ہوتے ہیں۔ اور بیحد آرام دہ ہوتے ہیں فیشن ایبل زیورات بھی چمڑے کے بنائے جاتے ہیں۔

جرمنی اور انگلینڈ میں جہاں چمڑا بہت کم دستیاب ہوتا ہے۔ اسکی صنعت کو نہایت فروغ حاصل ہے مگر کس قدر افسوس کا مقام ہے یہاں ہندوستان میں جہاں سیکڑوں من چمڑا روزانہ تیار ہوتا ہے اور ہر سال لاکھوں روپے کی مالیت کا باہر جاتا ہے۔ اسکی دستکاری سے وہی غفلت برتی جارہی ہے جو یہاں کی دیگر صنعتوں سے برتی جارہی ہے۔ حالانکہ اسمیں کسی خاص بڑے سرمایہ یا دیوہیکل مشین کی مطلق ضرورت نہیں ہے۔ اسمیں تمامتر ہاتھ کا کام ہے۔ صرف اعلےٰ پیمانہ پر اس صنعت کو چلانے کے لئے مشین کی ضرورت پڑتی ہے۔ لیکن ہندوستان میں مزدوری اس قدر سستی ہے کہ کسی مشین کی بھی چنداں پرواہ نہیں کی جاسکتی۔ چمڑا تیار شدہ یہاں اس قدر سستا بکتا ہے کہ اگر ہم چمڑے کی دستکاری کو بطور مشغلہ ( Hobby ) لیں تو ہم اپنی ضرورت کی چیزیں بجائے بازار سے خریدنے کے گھر پر ہی بنالیا کریں۔ جو نسبتاً بیحد سستی پڑیں۔ یہاں ہر قسم اور ہر رنگ کا بہترین چمڑا دستیاب ہوسکتا ہے۔ بھیڑ یا بکرے کا چمڑا بہت ملائم اور پتلا ہوتا ہے اور جس سے ہر قسم کی متعدد کار آمد اور زیبائشی چیزیں بنائی جاسکتی ہیں۔ کانپور اور آگرہ میں دو ڈہائی روپے فی تھان کے حساب سے فروخت ہوتا ہے۔ دیگر مخملی چمڑے چار روپے سے پانچ چھہ روپے فی تھان آتے ہیں۔

عورتوں کے لئے چمڑے کی دستکاری بے حد موزوں ہے۔ کیونکہ چمڑا تقریباً تمام خصوصیات میں کپڑا جیسا ہی اور اس کی کٹائی وسلائی بھی تقریباً موٹے کپڑے کی طرح ہوتی ہے۔ چمڑے میں ہاتھ کی روانی اور دماغ کی جدتیں دکھانے کے لئے بیحد وسیع میدان موجود ہے۔ چمڑا حسب منشا رنگین کیا جاسکتا ہے۔ یعنی اسپر کاغذ کی طرح پینٹنگ ہوسکتا ہے۔ تصویریں اور مونوگرام بنائے جاسکتے ہیں۔ بیل بوٹے اور خوبصورت خاکے اسپر اُبھارے جاسکتے ہیں چمڑے پر دلفریب طلاکاری ہوسکتی ہے۔ دیگر کیمیاوی اور اوزاری عملیات سے چمڑے کی چیز کو کافی خوبصورت اور دلفریب بنایا جاسکتا ہے۔ مضبوطی میں تو کلام نہیں کہ یہ کپڑے سے کس قدر پائدار ہوتا ہے۔

اس مضمون میں جو ہندوستانی ( اردو ) زبان میں بالکل نیا ہے اور خاص عصمت کے ذریعہ سے ظہور میں آیا ہے۔ چمڑے کی خاص خاص اقسام اور ان مختلف عملیات پر جن کے ذریعہ سے چمڑے کی زیبائشی اور قیمتی اشیاء تیار کی جاسکتی ہیں روشنی ڈال کر اسکی دستکاری پر عام ہدایتیں اور ترکیبیں لکھی جائیں گی جو چمڑے کی ہر قسم کی چیز کار آمد بنانے میں ممد و معاون ہوں گی۔ اس کے بعد عصمت کے آیندہ نمبروں میں سلسلہ وار چمڑے کے ایک ایک عمل ( پروسس ) کی مفصل اور مکمل تشریح کی جایا کرے گی۔ اُمید ہے کہ چمڑے کی دستکاری پر یہ سلسلہ مضامین خاص قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ اس موضوع پر مضمون چونکہ نیا ہے۔ اس لئے جن ناواقف بہنوں اور بھائیوں کی سمجھ میں کوئی بات نہ آئے جیسا کہ ہر نئے کام میں ایسا ہوتا ہے مجھ سے بلا پس و پیش دریافت کرسکتے ہیں۔ چمڑے کے متعلق کسی چیز کے ملنے میں دقت ہو تو اُسکے ملنے کا پتہ بھی خاکسار سے دریافت کرلیا جائے۔ چمڑے کی دستکاری کے جملہ اوزار اور سامان بڑے بڑے شہروں مثلاً آگرہ۔ کانپور۔ لکھنؤ۔ بمبئی۔ اور کلکتہ میں آسانی سے دستیاب ہوجاتا ہے۔

# مختلف اقسام کا چمڑہ جو عام طور سے کام آتا ہے

بہترین اور نفیس کام کے لئے عمدہ چمڑا مہیا کرنا چاہیئے۔ مختلف کاموں کے لئے مختلف اقسام کا چمڑا درکار ہوتا ہے اور یہ خیال صحیح نہیں کہ ہر چیز ہر قسم کے چمڑے سے بنائی جا سکتی ہے۔ مثلاً ایک نقدی رکھنے کا بٹوا یا خط رکھنے کا کیس جو بھیڑ یا بکری کے چمڑے سے عموماً بنتا ہے۔ اسکے لئے گائے کا چمڑا موزوں نہیں ہے۔ اسی طرح ایک بازاری بیگ یا تھیلا جو گائے کے چمڑے سے ہو مضبوط اور دیرپا ہوتا ہے۔ کاف یعنی بکری کے بچہ کی کھال سے بنانا بیکار ہے۔

دستی اور کیمیاوی عملیات مثلاً ٹولنگ۔ موڈلنگ اور پوکر ورک جن کا ذکر آگے آئے گا، کے لئے تقریباً ہر قسم کا چمڑا موزوں ہوتا ہے۔ بشرطیکہ وہ پانی کا رنگا ہوا (Water tanned) ہو۔ ورنہ وہ ضرورت کے وقت تری سے ملائم نہیں ہو سکتا اور نہ اوزار اس پر نقش چھوڑ سکتا ہے۔ چمڑے کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک طرف کا حصہ سخت ہوتا ہے اور دوسری طرف کا ملائم اور لچلچا۔ لچلچا حصہ آرائشی کام کے لئے بہتر ہوتا ہے۔

نفیس یعنی فینسی کام کے لئے ہمیشہ ملائم لچلچی اور ہموار سطح (Smooth texture) کا چمڑا انتخاب کرنا چاہیئے۔ نقائص سے حتی الامکان قطعی مبرا ہونا چاہیئے۔ بہ نسبت لمبی کھال کے کہ اسمیں ردی ٹکڑے بہت نکلتے ہیں چوڑی جسامت کی کھال میں بہت کفایت ہوتی ہے۔

پشت کے حصے کی کھال عموماً بہت اچھی اور مضبوط ہوتی ہے۔ یہ چھانٹ کر ضروری کام کے لئے رکھ چھوڑنی چاہیئے۔ گردن اور پہلوؤں کے حصے کی کھال معمولی ہوتی ہے وہ چھوٹے اور معمولی کاموں کے لئے مناسب ہے۔

چمڑے کو تہ کر کے ہرگز نہ رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ مڑنے سے اسکی سطح پر ایسی پختہ شکنیں پڑ جاتی ہیں جو بعد میں کسی ترکیب سے رفع نہیں ہو سکتیں۔ اور دوران عمل میں پالش وغیرہ کے وقت شکنوں کی سطح تڑخ جاتی ہے۔ جس سے چمڑے کی قدر و قیمت گھٹ جاتی ہے۔ چمڑے کو ہمیشہ رول کی شکل میں لپیٹ کر رکھنا چاہیئے۔ اور اس حالت میں بھی اس کو کسی جگہ دبا کر نہ رکھا جائے۔

## زیادہ کارآمد چمڑے مندرجہ ذیل ہیں:۔

**کاف**۔ یہ بکری کے بچہ کا چمڑا ہوتا ہے اور ہر قسم کے کام کے لئے عمدہ ہے کیونکہ بہت نرم اور خوشنما سطح کا ہوتا ہے۔ یہ مختلف موٹائی اور رنگ کا مل سکتا ہے۔ اس پر تیزابی رنگ بہت خوبی سے چڑھ سکتے ہیں۔ قدرتی حالت میں بیحد خوبصورت ہوتا ہے۔ جب اوزار سے اسپر کام کیا جاتا ہے تو گہرے براؤن رنگ کا نقش پیدا ہوتا ہے۔ پیمانہ ۸ سے ۱۲ مربع فٹ تک ہوتا ہے۔

**گائے کا چمڑا**۔ (کئو ہائڈ) یہ چمڑا دھندلی اور چمکدار دونوں سطحوں کا دستیاب ہوتا ہے۔ دھندلی سطح کی کھال خاص طور سے رنگنے (Staining) کے لئے تیار کی جاتی ہے۔ پوکر ورک۔ کارونگ اور موڈلنگ کے لئے یہ چمڑا (دھندلی سطح کا) خاصا موزوں ہے۔

**بھیڑ کی کھال**۔ (شیپ اسکین یا باسل) یہ چمڑا مبتدیوں کے لئے برائے مشق اور تجربہ بہت کارآمد ہے اور۔

کاف اسکین
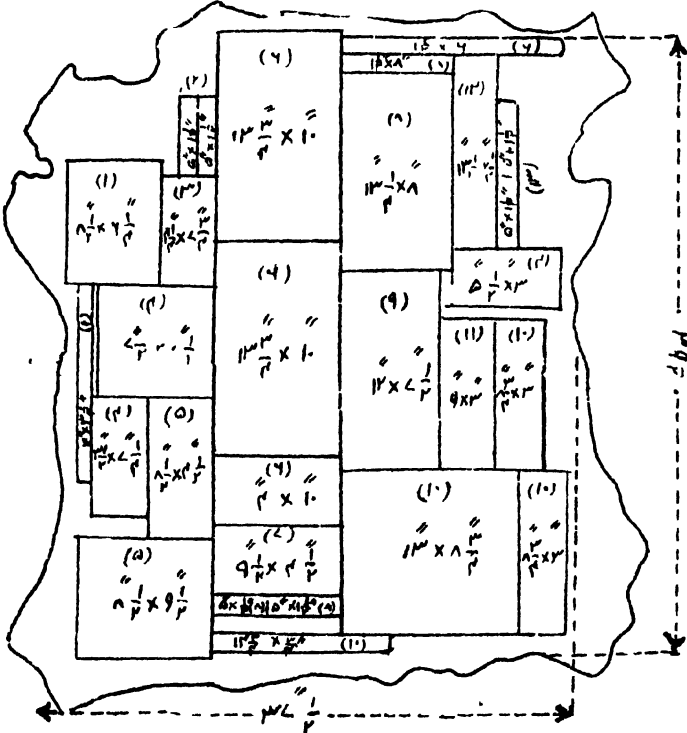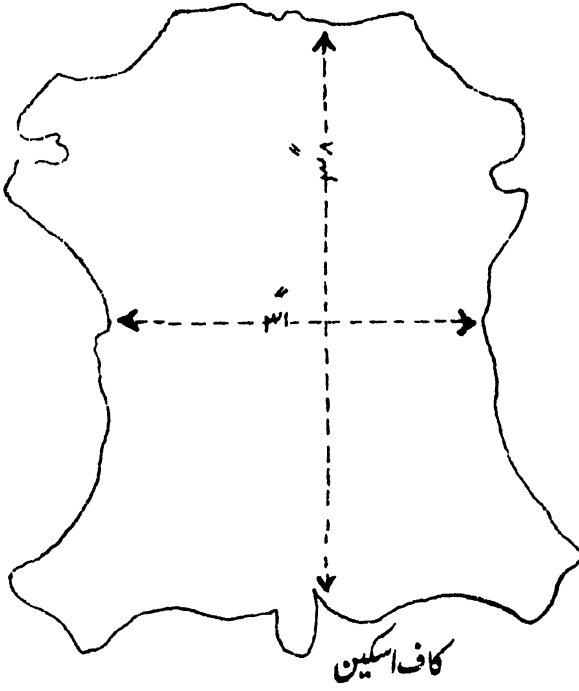
اس پورے چمڑے میں ۱۲ مربع فٹ قطعے ہیں

**خاکہ نقل کرنیکا طریقہ** (مندرجہ صفحہ ۱۴۴) تمام قسم کے چمڑے کے کام کے لئے بہتر ہے۔ یہ عمل نہایت ہوشیاری اور صفائی سے کیا جائے جیسا کہ میں اپنے ایک سابق مضمون بعنوان "کپڑے پر خاکہ اُتارنے کی ترکیبیں" (مندرجہ جوہر نسواں) میں اس بات پر کافی زور دے چکا ہوں کہ کشیدہ کے شاہکار کی نفاست اور خوبصورتی کا راز اصل خاکہ کی ہی خوبصورتی اور صفائی میں مضمر ہے۔ اسی طرح چمڑے کے کام کی عمدگی اور دلکشی کا راز بھی اسی بنیادی عمل میں پنہاں ہے۔

چمڑے پر خاکہ اُتارنا مطلوب ہو تو اُس کو پہلے موٹے ٹریسنگ کاغذ پر اُتار لیا جائے اور کچھ اسمیں تغیر و تبدل کرنا ہو۔ اُسی وقت کرلیا جائے۔ کیونکہ جب چمڑے پر یہ خاکہ اُتر آئے گا تو اُس وقت اسمیں کوئی تبدیلی مشکل بلکہ ناممکن ہوگی ۔

ساتھ ہی ارزاں ہے۔ نرم ہونے کی وجہ سے آسانی سے کھنچ جاتا ہے۔ لیکن رنگنے ( Staining ) کے لئے خاص
طور سے مفید نہیں۔ البتہ موڈلنگ کرنا آسان ہے۔ اعلیٰ اور نفیس کام کے لئے عمدہ قسم کی کھال استعمال کی جائے۔
بہت سستی قسم کی کھال سے جو گھٹیا درجہ کے کام مثلاً جوتوں میں استر لگانے وغیرہ میں صرف ہوتی ہے۔ پرہیز کیا
جائے۔ لیکن بہت عمدہ زیبائشی کام کے لئے بھیڑ کی سفارش نہیں کی جاسکتی۔ پیمانہ کھال ۷ سے ۱۰ مربع فٹ تک
ہوتا ہے۔

**بکرے کی کھال**۔ (گوٹ اسکین) اس سے مراکو چمڑا تیار کیا جاتا ہے جو بہت عمدہ سطح کا ہوتا اور قیمتی خیال
کیا جاتا ہے عمدہ مراکو مشرقی حصے کے بکرے کی کھال سے بنتا ہے۔ یہ چمڑے ٹولنگ کے لئے مفید نہیں۔ بعض کاموں
میں اس کے ٹکڑے بطور بیک گراونڈ استعمال کئے جاتے ہیں۔ جس کا ذکر موقع پر آئے گا۔ کتابوں کی جلد بندی کے
لئے بہترین چمڑا ہے مگر ساتھ ہی قدرے گراں۔

**ویلویٹ پرشین**۔ یہ چمڑا ایرانی بھیڑ کی کھال سے بنایا جاتا ہے۔ اس کی بہت خوشنما اور مخملی سطح ہوتی
ہے اور مختلف [illegible] اور دلکش رنگوں میں رنگا جاتا ہے۔ یہ چمڑا اکثرت سے جمپر کوٹ اور ٹوپی وغیرہ بنانے میں مستعمل ہے۔
کٹاؤ کا کام اسپر بہت اچھا ہوتا ہے۔ چمڑے سینے کے لئے تسمے جس کا ذکر کسی دوسرے مضمون میں ہوگا اسی کے کاٹے
جاتے ہیں۔ بچوں کے کام کے لئے بہت نرم چمڑا ہے۔ کھال کا معمولی پیمانہ ½۵ مربع فٹ تک ہوتا ہے۔

**کیموس**۔ اس کو واش لیدر ( Wash Leather ) بھی کہتے ہیں جو پہاڑی بکرے کی کھال ہوتی
ہے اور بیحد ملائم اور روئیں دار ہوتی ہے۔ عموماً دھات وغیرہ کا سامان دھونے پونچھنے میں بکثرت استعمال کیجاتی
ہے۔ بلکہ کیموس لیدر کے نام سے جو چمڑا دستکاری میں کام آتا ہے وہ دراصل پہاڑی بکری کا نہیں ہوتا بلکہ وہ
بھیڑ کی کھال سے بنایا جاتا ہے۔ یہ چمڑا دستانے بنانے میں بہت کارآمد ہے۔ اور پوکر ورک سے اسکی زیبائش کی
جاسکتی ہے۔ اسٹینسل کا کام اس پر کامیابی سے ہوتا ہے۔ لیکن ٹولنگ کے لئے مفید نہیں۔

**مگرمچھ، مچھلی اور چھپکلی کی کھالیں**۔ یہ کھالیں چمڑے کی دستکاری میں عام طور سے مستعمل ہیں۔ ان کے
بیگ وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔ ویلویٹ پرشین چمڑے کے بیگ سینے کے لئے ان جانوروں کی کھالوں کے تسمے
بہت مضبوط ہوتے ہیں۔ نیز ان کے ٹکڑے زیبائش کے لئے بطور پیوند لگائے جاتے ہیں۔

**ویلم**۔ یہ سفید رنگ کا بہت پتلا اور سخت چمڑا ہوتا ہے۔ خاص طور سے کتابوں کی جلد بندی کے کام میں
مستعمل ہے۔ اسپر پانی کے رنگوں سے رنگائی (پینٹنگ) بہت اچھی ہوتی ہے۔ اس کام کے خوبصورت نمونے
میوزم میں اکثر دیکھنے میں آیا کرتے ہیں۔

**اسکیور**۔ بھیڑ کی کھال کی ہی ایک شکل ہے جو بہت پتلی ہوتی ہے۔ یہ بذریعہ مشین کی جاتی ہے مختلف
اشیاء میں استر لگانے۔ پھول بنانے اور اس سے موٹی کھال ٹوپیوں میں استعمال کی جاتی ہے۔ مختلف رنگ کی
ملتی ہے۔ پیمانے میں ۸ سے ۱۲ مربع فٹ تک ہوتی ہے۔

چمڑے ہر کام کے لئے تیار شدہ ہندوستان میں مل سکتے ہیں۔ اگر کسی بڑی فرم سے چمڑا منگوایا جائے تو فرمائش
میں وہ ضرورت یا کام بھی لکھ دینا چاہیئے جس کے لئے درکار ہے۔

چمڑا عموماً پورے۔ نصف اور پاؤ تھان کے بھی حساب سے فروخت ہوتا ہے۔ اور کہیں کہیں دوکان پر مربع فٹ کے حساب سے بھی ملتا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ یہاں ہندوستان میں ایسی دوکانیں عام طور موجود نہیں جو چمڑے کے ٹکڑے لر کے فروخت کرتی ہوں۔ جس کی وجہ شاید یہی ہو سکتی ہے۔ یہاں چمڑے کی دستکاری کا شوق عام طور سے کسی کو نہیں ہے۔ صرف چند اعلیٰ پیمانہ پر اس صنعت کے کارخانے اور دوکانیں ہیں جو ہمیشہ تھوک مال خریدتی ہیں۔ ولایت میں ایسی دوکانیں بہت ہیں وہاں ہر شوقین کو اپنی ضرورت کے موافق چمڑا مل سکتا ہے۔ بہر حال ہندوستان کے بعض شہروں میں جہاں جفت سازی اور چمڑے کی دیگر دستکاری پھیلی ہوئی ہے۔ اکثر دوکانیں موجود ہیں جو خوردہ چمڑے کے ٹکڑوں کا کام کرتی ہیں۔ وہاں ان کی دوکانوں سے حسب ضرورت چمڑے کے ٹکڑے منگائے جا سکتے ہیں۔ مگر چمڑے کا پورا تھان ایک چیز کے لئے خریدنا زیادہ خرچہ کا باعث ہوتا ہے ؎

## چمڑے کو خوبصورت بنانیکے مختلف طریقے

ناظرین و ناظرات عصمت کو ان چند خاص طریقوں سے متعارف کرایا جاتا ہے۔ جن کے ذریعہ سے چمڑے کی چیزوں کو خوبصورت اور دلکش بنایا جا سکتا ہے۔ جن کے کچھ نمونے اس مضمون کے ہمراہ تصویروں میں دکھائے گئے ہیں۔ ہر مضمون میں ٹھوس عملی سبق ہوں گے تاکہ مبتدی بھی چمڑے کی نفیس دستکاری سے بلا کسی دقت کے فائدہ اٹھا سکیں ؎

**ٹولنگ یا فلیٹ موڈلنگ** ۔ چمڑے کو دیدہ زیب بنانے کی یہ سب سے آسان صورت ہے۔ خاکہ پہلے نقل (ٹریس) کر لیا جاتا ہے۔ پھر خاکہ کے کناروں یا لکیروں پر ایک نوک دار اوزار دبا کر مثل پنسل کے چلایا جاتا ہے۔ بیک گراؤنڈ دبا کر ہموار اور چکنی کر لی جاتی ہے۔ یا اس پر پنچ سے سوراخ کر لئے جاتے ہیں۔ یہ عمل کتابوں کے سرورق (جلد) لباسوں کی گوٹ میز اور سٹول وغیرہ کے لئے زیادہ موزوں ہے ؎

**امبوزنگ یا ریپوز** ۔ ٹولنگ کا عمل کرنے کے بعد خاکہ الٹی طرف سے ابھارا جاتا ہے۔ اس طرح خاکہ کا ضروری حصہ اوپر کی طرف ابھر آتا ہے جب خاکہ چمڑے کی سیدھی طرف کافی ابھر آتا ہے تو الٹی طرف خاکہ کی بعض جگہ کھوکھلی رہ جاتی ہے یا یوں کہیئے کہ وہاں گڑھے سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ ان گڑھوں کو مصالحہ مثلاً موم وغیرہ سے بھر دیا جاتا ہے تاکہ ابھری ہوئی جگہ بعد میں دب کر ہموار یعنی یکساں نہ ہو جائے۔ یہ نہایت دلچسپ عمل ہے جو زیادہ تر بٹوں۔ بٹوؤں اور گدیوں وغیرہ پر کیا جاتا ہے ؎

**ہمر لیدر ورک یا بلائنڈ ٹولنگ** ۔ یہ طریقہ بیحد آسان اور خوبصورت ہے۔ چمڑے پر حسب معمول خاکہ بنا لیا جاتا ہے۔ مگر وہ خاکہ لکیروں کا نہیں ہوتا۔ بلکہ ایسا ہوتا ہے جیسا موتیوں اور سلمہ ستارے کے کام کے لئے بنایا جاتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے گول مثلث تکونے اور بیضاوی دائروں کی شکلوں سے خاکہ مرتب کیا جاتا ہے۔ پھر یہ دائرے لوہے کے پنچوں سے جن کی نوکیں بھی ایسی ہی گول یا چوکور تکونی اور مثلث و بیضاوی شکل کی ہوتی ہیں کاٹ ڈالے جاتے ہیں۔ یہ طریقہ زیادہ تر جلد بندی کے کام میں برتا جاتا ہے۔ مگر چمڑے کی دیگر اشیا کے لئے بھی یہ کام موزوں ہے ؎

**پنچ لیدر ورک یا کٹ آؤٹ لیدر ورک**۔ یہ کام ہمر لیدر ورک سے ہی ملتا ہوا ہے مگر اس کے خاکے کے خط و خال قسبتاً بڑے ہوتے ہیں جو کسی پنچ سے نہیں بلکہ چاقو سے کاٹے جاتے ہیں۔ کٹ کر جو جگہ خالی رہ جاتی ہے وہ یا تو رنگوں سے بھری جاتی ہے یا وہاں مختلف رنگ کے اِسکیور چمڑے کے ٹکڑے چسپاں کر دئے جاتے ہیں۔ یہ کام ویلویٹ پرشین چمڑے پر عام طور سے کیا جاتا ہے اور بیحد دلفریب ہوتا ہے +

**اسٹینسلنگ**۔ یہ عمل بڑے پیانے کی چیزوں پر کیا جاتا ہے۔ اور بہت جلد انجام پذیر ہوتا ہے۔ خاکہ مختلف رنگوں سے رنگا جاتا ہے۔ اس کے لئے پوسٹروں میں کام آنے والے رنگ یا ایبونی سیاہی (Eboni Ink) استعمال کی جاتی ہے۔ اسٹینسلنگ کا کام کینوس چمڑے کی اشیاء مثلاً دستانوں کی کلائیوں اور کوٹ وغیرہ پر کیا جاتا ہے +

**چمڑے پر پوکرورک** - یہ کام پگ اِسکین۔ (سُور کا چمڑا) جیسے کہ سخت چمڑوں پر کیا جاتا ہے۔ اس کام کی ایک خاص مشین آتی ہے جس میں گیس بھری ہوتی ہے۔ گیس سے خاکہ جلایا جاتا ہے۔ گیس کے خانے میں ربر کی لمبی نلکیاں لگی ہوتی ہیں۔ اِن نلکیوں کے سروں پر دہات کی نلکیاں (سگریٹ ہولڈر کی شکل کی) جڑی ہوتی ہیں۔ گیس بہکر ربڑ کی نلکیوں کی راہ سے دہات کی نلکیوں تک آتی ہے۔ نلکیاں ہاتھ میں قلم کی طرح پکڑ کر خاکہ پر پھیری جاتی ہیں۔ مگر یہ کام زیادہ مشق طلب اور قدرے گراں ہے۔ کیونکہ مشین خریدنا ہر شوقین کے بس کا کام نہیں ہے +

**ماربلنگ** - اس طریقہ سے بذریعہ تیزاب چمڑے کو رنگین کیا جاتا ہے۔ اس سے خاکہ کی بڑی بڑی پتیوں اور جڑوں پر ایسا قدرتی اور خوبصورت رنگ آتا ہے کہ اصل و نقل میں شکل سے شناخت ہوتی ہے۔ باسِل چمڑے پر یہ کام کیا جاتا ہے۔ کتابوں کی جلدوں۔ بکسوں اور بلاٹروں پر یہ عمل بہت خوبصورت معلوم ہوتا ہے +

# دوسرا باب

## چمڑے پر خاکہ اتارنا

چمڑے کا کام شروع کرنے سے قبل اس چیز کے لئے جو بنائی جا رہی ہے موزوں خاکہ انتخاب کرنا چاہیئے +

خاکہ اتارنے سے قبل اس چیز کا جس پر کہ خاکہ اُتارنا مقصود ہے، کاغذ کی پوری شکل کاٹ لینی چاہیئے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ وہ خاکہ اُس شئے مثلاً بیگ پر بالکل ٹھیک آجائے گا یا نہیں۔ خاکہ منتخب کرتے وقت اِس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ وہ اصل شئے کی کل جسامت سے اتنا چھوٹا ہو کہ جب چمڑا بعد میں بقدر ضرورت کاٹا جائے تو خاکہ کے کنارے وغیرہ کٹائی میں نہ آجائیں۔ بہرحال خاکہ کے کنارے چمڑے کے کناروں سے دو تین سوت کے فاصلہ پر رہیں۔ مگر یہ اصول ہر کام کے لئے موزوں نہیں ہے۔ جب کام تسمہ سے سیا جائے تو چمڑے اور خاکہ کے درمیان کافی حاشیہ رکھا جائے۔ بڑی بڑی چیزوں میں تو نصف انچ کا حاشیہ رکھنا ضروری ہوتا ہے تاکہ ڈرائنگ پن خاکہ کے کسی حصّہ کو خراب نہ کر دیں۔ جب کام ختم کے قریب ہو تو کناروں کی صفائی کے لئے کناروں کا چمڑا تھوڑا تھوڑا کاٹنا بھی پڑتا ہے +

خاکہ کو کسی سخت چیز پر پھیلا کر اتارنا چاہیئے ؞

جب مطلوبہ شئے مثلاً بیگ کی پوری شئے چمڑے کی کاٹ لی جائے اور خاکہ بھی اس کے لئے کاٹ لیا جائے تو بیگ کے اس پرت پر جس پر خاکہ اُتارنا مقصود ہے ایک شیشے کی تختی پر اس طرح پھیلاؤ کہ اس کی چکنی اور پالش شدہ سطح اوپر رہے اور ایک اسفنج یا روئی صاف ٹھنڈے پانی میں بھگو کر اس سے چمڑا تر کرو۔ چمڑا بہت گیلا نہ ہو جائے۔ اس کی شناخت یہ ہے کہ اگر کوئی اوزار چمڑے کی سطح پر دبایا جائے تو اسمیں پانی نچڑنے لگے گا۔ اس لئے خیال کرنا چاہیئے کہ چمڑا بہت تر ہو گیا ہے۔ چنانچہ چند منٹ تک کے لئے اس کو کچھ خشک ہونے کے لئے چھوڑ دو ؞

اگر خاکہ ٹریسنگ کلاتھ پر بنا ہوا ہو تو بہتر ہے ورنہ کاغذ پر ہی بحالت مجبوری ٹھیک ہے۔ خاکہ جس چیز پر ہو اُسکو چمڑے پر پھیلاؤ۔ اگر کاغذ یا کپڑا (جس پر خاکہ ہے) زیادہ لمبا چوڑا ہے تو اس کے کنارے موڑ کر چمڑے کی دوسری طرف ذرا سی لئی یا گوند سے چپکا دو۔ اگر چمڑے کی چیز زیادہ بڑی ہے تو کلپ یا ڈرائنگ پن بہتر کام دیں گے۔ مگر اس صورت میں بجائے شیشہ کی پلیٹ کے ڈرائنگ بورڈ کام میں لانا چاہیئے۔ چنانچہ حسب معمول خاکہ کے کاغذ اور چمڑے کو مندرجہ تشریح کے مطابق باہم ملا کر ڈرائنگ بورڈ پر رکھو اور ان کے کونے پنوں سے جڑ دو۔ اب خاکہ اتارنا چاہیئے۔ چمڑے پر خاکہ اُتارنے کے لئے ایک خاص اوزار بھی ہوتا ہے جسکو "اسٹیل ٹریسر" کہتے ہیں جو شکل نمبر ۱ میں دکھایا گیا ہے۔ اگر یہ نہ مل سکے تو بہت سخت سرمہ کی پنسل استعمال کرنی چاہیئے۔ خاکہ پر اسٹیل ٹریسر یا پنسل بہت ہوشیاری سے چلانی چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ پنسل لکیروں سے اِدھر اُدھر ہو جائے اور کوئی لکیر چمڑے پر آ جائے۔ اگر ایسا ہوا تو پھر وہ لکیر کسی صورت سے نہ مٹ سکے گی اور مستقل طور سے قائم ہو جائے گی۔ ٹریسر یا پنسل بالکل اسی طرح پکڑنا چاہیئے جس طرح کہ لکھنے کے لئے قلم پکڑا جاتا ہے اور اسی طرح چلانا چاہیئے جس طرح ڈرائنگ کے لئے پنسل چلائی جاتی ہے۔ دوران نقل میں خاکہ اٹھا کر دیکھتے جاؤ کہ خاکہ ٹھیک اتر رہا ہے یا نہیں۔ کیونکہ تھوڑی دیر بعد چمڑا خشک ہونے لگتا ہے تو اس پر کوئی نقش نمایاں نہیں ہوتا یا لکیریں کھرچی ہوئی سی معلوم ہوتی ہیں۔ ایسی حالت میں چمڑے کو دوبارہ نم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اِسکی آسان ترکیب یہ ہے کہ دو کونوں کے پن احتیاط سے اکھاڑ دو اور خاکہ کے کاغذ کو لوٹ کر چمڑے کو حسب معمول کپڑے یا اسفنج سے تر کرو اور زائد پانی خشک روئی یا کپڑے سے صاف کر دو۔ پھر کاغذ کو باحتیاط چمڑے کی سطح پر اُلٹ کر دونوں کونوں پر پھر وہی پن جڑ دو ؞
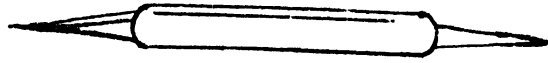
شکل نمبر ۱ اِسٹیل ٹریسر

خاکہ میں جہاں سیدھی اور زیادہ لمبی لکیریں ہوں وہاں رول یا پیمانہ استعمال کرنا چاہیئے اور اس سے اُلٹی طرف سے سیدھی طرف لکیر کھینچنی چاہیئے۔ اِس طریقہ سے لکیروں میں صفائی آتی ہے ؞

خاکہ بالکل الگ کرنے سے قبل کاغذ کا ایک یا دو کونے اُٹھا کر دیکھو کہ آیا خاکہ کے تمام نقوش بالکل ٹھیک اُترے ہیں اور کوئی لکیر اُترنے سے رہ تو نہیں گئی۔ اگر ایسا ہو تو کاغذ کو پھر ویسے ہی چمڑے پر اُلٹ کر پن لگاؤ اور وہ کھوئی ہوئی لکیر اُتار دو۔ بہرحال جب اس کا اطمینان ہو جائے کہ خاکہ چمڑے پر ٹھیک اُترا ہے تو خاکہ کے کاغذ یا کپڑے کو بالکل علیحدہ کر لیا جائے ؞ (باقی آئندہ)

رضا احمد جعفری

چمڑے کی دستکاری کے ۲۱ نمونے
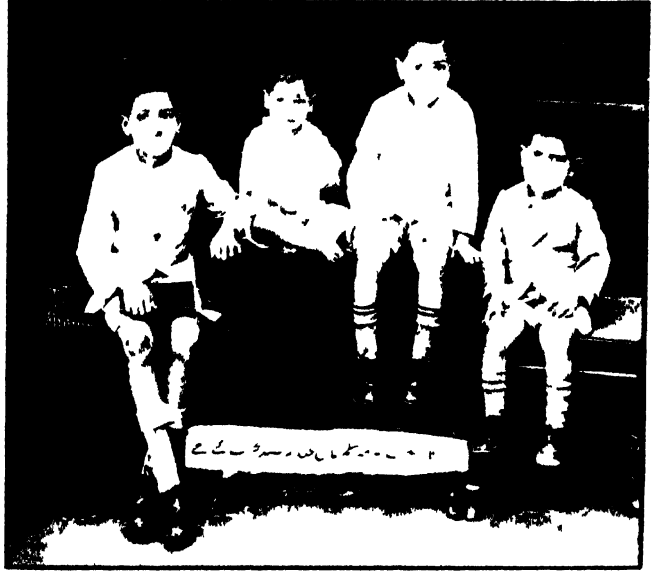
POPULAR PRESS DELHI

مہر بانو　علی اکبر　ماہ بانو　باقر مہدی

ڈرامہ نگار عصمت محترمہ شہر بانو کے بچے

# مُردہ پرستی

(از محترمہ صغرا ہمایوں مرزا ام آر اے ایس سابق اڈیٹر النساء و مصنفہ مشیر نسواں سرگذشت ہاجرہ وغیرہ)

اُٹھے جہاں سے یہ رسم کیونکر پڑے سمجھ یہ ہیں سب کی تپھر
چراغ تو جل رہا ہے اوپر مگر اندھیرا مزار میں ہے

زندگی حباب کی طرح ہے انسان کا کچھ بھروسہ نہیں۔ دنیا میں ہم چند روز مہمان ہیں۔ بلکہ مہمان بھی نہیں۔ مہمان کس کے میزبان کون ہے۔ یوں کہنا چاہیئے سرا میں چند روز ہمارا قیام ہے۔ اسی سرا میں ہر قسم کے لوگ ہیں۔ اور جب وقت آتا ہے تو کوچ کر جاتے ہیں۔ اب ان مسافروں کا فرض ہے کہ آپس میں مل جل کر رہیں۔ تاکہ ایک دوسرے سے محبت ہو جائے۔ اور سرا میں جو چند روز قیام ہے کامیاب اور مسرت بخش ہو کیونکہ جب سرا سے کوئی چلا جائے گا تو قیامت تک ملاقات نہ ہوگی۔ اس لئے ایک دوسرے کی صحت کو غنیمت سمجھکر اتفاق سے رہو

غنیمت جان لو مل بیٹھنے کو
جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے

افسوس زندگی میں اس کا خیال نہیں ہوتا۔ اس سرا کے رہنے والے آپس میں ایک دوسرے کو بُرا کہتے ہیں۔ ہر شخص اپنے اپنے کام دہندے میں لگا ایک دوسرے کو بُرا کہتا ہے۔ پہلو بہ پہلو مکان ہے لیکن کوئی کسی سے ملتا نہیں۔ کسی کو دولت کا گھمنڈ ہے تو کسی کو خاندان کا۔ کسی کو علم کا کسی کو بڑے عہدہ کا۔ حالانکہ یہ سب چیزیں اپنے لئے ہیں۔ صرف خلق و مروت اور محبت دوسروں کے لئے اور بھی چیزیں آنے کے بعد ہی ساتھ جائیں گی۔ اگر علم۔ دولت۔ خاندان ہو اور مروت محبت خلق نہ ہو تو وہ انسان حیوان کی طرح ہے۔ افسوس کہ جب اس سرائے فانی سے ایک شخص اپنا بوریا بدھنا سنبھال کر رخصت ہوتا ہے تو اُس وقت سرا میں رہنے والے اسکے لئے ہاتھ ملتے ہیں اور روتے ہیں آنسو بہاتے ہیں۔ ہائے بڑا نیک شخص تھا کیا اچھا آدمی تھا۔ بہت جلد ہماری سرا سے رخصت ہو گیا۔ ہم نے اسکی قدر نہ کی اسکی صحبت سے فائدہ نہ اُٹھایا۔ اس کا بھی علم ہم کو نہ تھا وہ ایسا بڑا باکمال بزرگ تھا۔ اس کے کرامات اب ہم کو معلوم ہو رہی ہیں۔ اگر وہ درویش تھا تو اس کے لئے مزار بہت اچھا تیار ہوتا اور ہر سال عرس ہوتا ہے منتیں مرادیں قبر پر مانی جاتی ہیں۔ قبر پرستی شروع ہو جاتی ہے ؎

ہمیں کیا جو تربت پہ میلے رہے
یہ سب کچھ ہوا ہم اکیلے رہے

بدعت و شرک میں ہم پڑ جاتے ہیں۔ اس طرح کرنے سے ہم اور گنہگار ہوتے ہیں۔ البتہ کسی بزرگ باکمال کی زندگی میں اس کی صحبت سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ مرنے کے بعد اکثر بُرے سے بُرے شخص کو بھی اچھا کہا

جاتا ہے۔ کاش زندگی میں ہی اس کی قدر کی جاتی اسکی تعریف کی جاتی اسکی ہمت بڑھائی جاتی تاکہ وہ اس سرا میں جبتک ہے اپنی قدردانی دیکھکر خوش ہوتا۔ کیسے کیسے باکمال شاعر اس سرا میں آئے اور اپنی اپنی بولیاں بول کر چلے گئے۔ ان کی زندگی میں ان کی کسی نے قدر نہ کی۔ مرنے کے بعد ان کے کلام کو شہرت دی گئی۔ بڑے سے بڑے شاعر نے بھی اپنی کس مپرسی اور اپنی تکلیف اور مصیبت کا رونا اپنے کلام میں رویا۔

یہ عجب بات ہے کسی شخص کو اسکی زندگی میں جو لوگ بُرا کہتے تھے اس کے مرنے کے بعد وہی اچھا کہنے لگ جاتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہم مردہ پرست ضرور ہیں۔ اصل یہ ہے کہ قدر نعمت بعد از زوال قدر مردم بعد از مردم" جب ہمارے پاس وہ نعمت نہیں رہتی تو اس کی قدر کی جاتی ہے اور اس کی یاد میں لوگ اس کو اچھا کہتے ہیں۔ انسان جب زندہ رہتا ہے چاہے وہ کیسا ہی اچھا کیوں نہ ہو اسمیں کوئی نہ کوئی عیب نکال کر اُسکو بُرا کہا جاتا ہے۔ بڑے بڑے پیر پیغمبروں کو بُرا کہا گیا۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے مزار چشمۂ فیض بنے ہیں ہمکو چاہیئے جب تک اِس سرا میں رہیں ہر شخص کو اس کی حیثیت کے برابر اس کی تعریف کریں۔ اسکا دل بڑھائیں تاکہ وہ اس سرا میں جب تک رہے خوش رہے۔ مردہ پرستی چھوڑ دیں زندہ پرست بن جائیں ٭

---

بقیہ مضمون صفحہ (۱۴۸)

ناقابل بیان تکلیف بیچارے تعلیم یافتہ روشن خیال نوجوانوں کو ہوتی ہو۔ کیونکہ ان دو کی زندگی جب ایک دوسرے کے ساتھ منسوب کردی جاتی ہے۔ دونوں کے طرز معاشرت میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ خیالات بھی ایکسان نہیں ہوتے۔ علم اور جہالت کو ایک جگہ بند کر دیا جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ نہایت خوفناک صورت میں رونما ہوتا ہے محبت و وفا کی دیوی۔ جس کے سرشت میں محبت اور وفا کوٹ کوٹ کر بھری رہتی ہے۔ جس کے دلمیں ایک شخص صرف ایک ہی شخص کی محبت لاانتہا محبت جاگزیں ہوتی ہے۔ بے توجہی برداشت نہیں کرسکتی۔ اور جہالت و پست خیالی کی بھینٹ چڑھ جاتی ہے۔

مستورات کونسا ایسا کام نہیں کرسکیں۔ جو مردوں نے کیا ہے۔ اب بھی آپ کے سامنے بہت سی مثالیں اُن کی ترقی کی ملیں گی۔ اُنہوں نے بڑے بڑے کارنمایاں کرکے مردوں کے مساوات کا دعویدار ثابت کر دیا۔ گوکہ ہنوز بہت سے گھرانوں میں مسلمان بیویاں اسی حال میں رہیں کہ اُن کی آزادی کے احساس یا حقوق کی طلبی۔ حصول تعلیم کے خیال یا احساس قریب قریب مفقود ہوگئے۔ ان میں انسانیت کی وہ خوبیاں نہیں رہیں کہ مصیبت کے وقت اپنی قوت اور رائے پر مطمئن رہیں۔

میں اس بات کی پرزور تحریک کرتی ہوں کہ بیچاری مستورات کو تعلیم دیجئے۔ آزادی اُن کو دی جائے اُن کے حقوق دلوائے جائیں۔ ترقی کے پورے راستے عطا ہوں۔ پھر دیکھئے کہ وہ اعلےٰ معنوں میں آپ کی رفیق زندگی۔ بچوں کو اعلیٰ تربیت دینے والی ماں۔ گھر کی بہترین منتظمہ۔ قوم کی سچی مخلص۔ اِسلام کی ادنیٰ خادمہ ثابت ہوگی ٭

مسز ام الحلیمہ مریم جمیل

# عورتوں کے حقوق

افسوس ہے کہ زمانہ حال میں بھی ناقص العقلی اور بیوفائی کے مذموم الفاظ صنفِ نازک کی جانب اکثر موسوم کئے جاتے ہیں۔ میں پوچھتی ہوں کہ کیا اُن کے اعضا صرف کھانے۔ پینے۔ جاہل رہنے اور مر جانے کے لئے ہیں۔ تاریخ کے صفحات پر آج تک اُن باکمال خاتونوں کے نام روشن ہیں جو دنیا میں بڑے بڑے کارنمایاں کر گئیں۔ اور اب بھی جہاں انکو آزادی دی اور حصول علم کا موقعہ دیا جاتا ہے۔ وہ مردوں پر سبقت لیجاتی ہیں۔ جو کچھ لڑکیوں میں خرابیاں ہیں۔ اُسکے بانی وہی مرد ہیں جو تعلیم دینے سے احتراز کرتے ہیں۔ جلسے پارٹی میں شرکت کرنے سے روکتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ سوسائٹی سے الگ رہو۔ اب فرمایئے کہ وہ ناقص العقل کیوں نہ ہوں۔ ایک جاہل مرد کا ایک جاہل عورت سے مقابلہ کیجئے۔ نہ کہ لائق مرد کا جاہل عورت سے۔ خوب! جب تک آپ اپنی مستورات کو اعلےٰ تعلیم۔ اُن کے حقوق جائز آزادی نہ دینگے۔ ہماری قوم کبھی ترقی نہیں کر سکتی۔ قوم کی آئندہ ترقی کا انحصار اُن کی ذات پر ہے۔ کیونکہ مائیں جب علم کے نام سے ناواقف اور تہذیب سے ناآشنا ہوں گی تو آنے والی نسل جو اُن کے گود میں نشو و نما پائے گی وہ اور اُس کی تربیت یقیناً ناقص ہوگی۔ اور اُس ناقص تربیت سے جو کچھ خرابیاں پیدا ہوں گی۔ اُس کا اثر ہماری قوم پر ہوگا۔ آغوشِ مادر ہی میں طفل ناداں کے یہ گوش گذار کیا جاتا ہے کہ باپ کی عزت کرو اُس کا رتبہ زیادہ ہے۔ مگر یہ تعلیم نہیں دی جاتی کہ والدین کی عزت کرو۔ اور آج سے تیرہ سو سال پیشتر رسول خدا محمد صلعم کے فرمان "جنت تمہاری ماں کے قدموں کے نیچے ہے" کو فراموش کر دیا جاتا ہے۔ بیشک شوہر کی فضیلت اور والد کی بزرگی کے کھلے ہوئے احکام ہیں۔ مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ بیچاری مستورات کو اُن کے حقوق سے دست بردار ہی کیا جائے۔ حالانکہ اسلام نے عورتوں کو جو حقوق عطا کئے ہیں وہ ہر دوسرے مذہب سے ارفع و اعلےٰ ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ کا حکم فاتقوا اللہ فی النسائکم و علےٰ نسائکم حقاً و عن علیکم حقاً۔ ترجمہ۔ لوگوں عورتوں کے حقوق کے بارے میں خدا سے ڈراؤ۔ ہاں تمہارے حق عورتوں پر ہیں۔ اور اُن کا حق تم پر۔ ہر طرح سے مستورات کے حقوق کے نگاہ داشت کی تائید کرتا ہے۔ ہندوستان میں عام طور سے لڑکے کی پیدائش اظہار خوشی کی جاتی ہے اور لڑکی کی پیدائش پر اظہار رنج و ملال۔ مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ اسکی وجہ کیا ہے۔ شائد یہ وجہ ہو کہ لڑکا لائق فائق ہو کر خاندان کا نام روشن کرے گا۔ اور مرگ والدین کے بعد بھی اُن کا نام قائم رہے گا۔ سو ایک لڑکی کو بھی اگر اسی طرح تعلیم دی جائے تو وہ فخر خاندان ہو سکتی ہے۔ اور [illegible] رہنا تو ناممکنات سے ہے۔ کیونکہ میں سمجھتی ہوں کہ دادا کے دادا کا نام یاد رکھنا مشکل ہے۔ اور [illegible] کی بھی یہی خواہش ہوگی۔ اگر دنیا میں کوئی یادگار رہ سکتی ہے تو ہمارے کارنامے۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کیسی کیسی جانباز بہادر لائق ہستیاں ہو گذری ہیں۔ جن کی لیاقت ایثار اور قربانی بھی ضرب المثل ہے۔ [illegible]

اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں کی تہ میں عورت کی آواز بھی پوشیدہ تھی۔ وہی غریب مظلوم ہستی جس کے حقوق مردوں نے آج بھلا دیئے اور اللہ کے حکم اور رسول کے فرمان کو پسِ پشت ڈال دیا۔

وہی مرد جو محبت کی آغوش میں نشو و نما پاتے ہیں۔ وفا کا درس۔ بہادری۔ نیکی کی تعلیم پا کر قوم کے ریفارمر۔ مذہب کے پیشوا سلطنت کے حاکم بنتے ہیں۔ اُس غریب مظلوم ہستی کے حقوق غصب کرنے پر تندہی سے مصروف ہو جاتے ہیں۔ مذہب کی آڑ میں ظلم روا۔ سلطنت کی پالیسی کے تحت بیوفائی جائز۔ خودغرضی بدعہدی مسنون سمجھتے ہیں۔ اسپ و زن و شمشیر وفادار کے دید۔ کا مقولہ زبان زد خاص و عام ہے۔ جو کسی بگڑے دل مولانے کہکر اس جنس کی انتہائی تحقیر کی ہے۔ یا دوسرے الفاظ میں لکھنے والے کا مطلب اس سے یہ ہے کہ گھوڑا۔ تلوار اور عورت ہمیشہ لڑائی میں مالِ غنیمت کے ساتھ حاصل کی جاتی تھیں۔ اور عورتوں کو لونڈیاں بنا دیا جاتا تھا۔ اس لئے شاعر کہتا ہے۔ کہ گھوڑا۔ عورت۔ اور تلوار کس نے ایک ہی کے پاس دیکھا ہے۔

کیا دہلی کے پائے تخت میں جہانگیر کے آڑ میں نورجہاں کی حکومت نہ تھی۔ بھائی کی محبت میں خو کہ میدان کارزار میں دیوی بنکر نہ چکی تھی۔ چاند سلطانہ کے بہادری کے کارنامے ضرب المثال نہ تھے۔ رضیہ سی اقتدار ملکہ پر ہندوستان کو فخر نہ تھا۔ زیب النساء بیگم کی شاعری انکی عقلمندی کو شہرت نہ تھی۔ حضرت رابعہ بصری کی فضیلت کا دنیا کمال پر نہ تھی۔ حضرت فاطمہ زہرا کے ایثار کا کوئی ثانی تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ کا علم و فضل مشہور نہ تھا۔ علاوہ ہریں زمانہ سلف میں اروی بنت الحارث ۱۱ روی بنت عبد المطلب۔ انیسہ عقیل۔ حضرت ام کلثوم تعلیمۃ الدین۔ بی بی بیدل۔ تحفہ غربیہ۔ حکیمہ و مشفقہ۔ بڑی بڑی لائق فائق خاتونیں ہو گذری ہیں۔

اسی طرح انگلستان۔ فرانس۔ اسپین و دنیا کا ہر حصہ بہادر۔ باوفا۔ لائق بیبیوں سے خالی نہیں رہا۔ اب بھی ہر فن اور ہر عمل میں شریک ہو کر اپنی بیدار مغزی کا ثبوت دیا ہے۔ جون آوف آرک نے ہمدرد کو زندہ جلا کر حب الوطنی کا بہترین نمونہ پیش کیا تھا۔ مس ایلس نے زہر چوس کر وفاداری کی نادر مثال قائم کی تھی۔ پدمنی نے عزت کی خاطر اپنی جان قربان کی تھی۔ ملکہ جوز فائین کی پاک زندگی۔ اسکی وفاداری۔ اسکے غیر فانی محبت کے کارنامے دنیا پر بخوبی روشن ہیں۔ ملکہ وکٹوریہ نے شورش پسند دنیا پر امن سکون قائم کر کے مردوں کو مصالحت کا سبق دیا۔

تاریخ ثابت کرتی ہے کہ جس کسی قوم نے عورتوں کی عزت کی۔ اسی قدر علم میں ترقی اور قومی اصلاحات ہوتے رہے۔ آج یورپ کو دیکھئے کہ وہ ترقی کے کسی مدارج میں پہنچی ہوئی ہے۔ اور یہ صرف اس لئے کہ انہوں نے مستورات کی عزت کی۔ انہیں اُن کے حقوق دلوائے۔ زیورِ علم سے آراستہ کیا۔ جائز آزادی دی۔ آج سوسائٹی میں اُن کی قدر ہے۔ ملک میں اُن کی عظمت اور دنیا میں اُن کی شہرت ہے۔ اور آنے والی نسلوں کے لئے نمونہ۔ افسوس شریعت اسلام نے تیرہ سو سال پیشتر جو حقوق مسلم خواتین کو عطا کئے۔ اور ہمارے ہادی برحق صلعم نے اس کمزور جنس کو محبوب ترین شئے قرار دیکر جو عزت اور توقیر کی اُسے آج مسلمان مردوں نے پسِ پشت ڈال کر قومی تنزلی کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ مگر دوسری قوموں نے اسلام سے سبق حاصل کیا اور وہ آج عروج ترقی پر ہیں۔ وہ جنس جن کو نصف بہتر کہا جاتا ہے۔ اُن کی تعلیم نہ ہونے سے زیادہ کوفت۔

(باقی صفحہ ۱۴۶ پر)

# ترغیب عمل

(از حضرت دعا ڈبائیوی)

نشۂ دولت میں مست اے سنگدل سرمایہ دار
ادعائے آدمیت اور آدم کا شکار

اے محل کے رہنے والے یہ بھی ہے تجھکو خبر
کس مصیبت سے کوئی ناشاد کرتا ہے بسر

تیرا کیا ہے عیش و عشرت سے تجھے ہر دم ہے کام
اُسکے دل سے پوچھ جو کرتا ہے فاقہ صبح و شام

دیکھتا ہے چشمِ نفرت سے جسے آٹھوں پہر
وہ بھی تجھ جیسا ہی اک انسان ہے اے بیخبر

گردشِ تقدیر تیرے پاس اُسکو لائی ہے
جسکو تو محکوم سمجھا ہے وہ تیرا بھائی ہے

بھائیوں سے اسقدر بغض و عناد اچھا نہیں
ایک کی اولاد ہوکر یہ فساد اچھا نہیں

لعنت ایسی زندگی پر یہ ہے کیسی زندگی
موت سے بدتر سمجھتے ہیں سب ایسی زندگی

ڈال عبرت کی نظر کیا فائدہ اِس نام سے
ایک بھائی مر رہا ہو ایک ہو آرام سے

یہ مقدر ہے جو وہ مجبور ہے حیران ہے
جیسا تو انسان ہے ویسا ہی وہ اِنسان ہے

ہوش میں آ کھول آنکھیں اب بھی کچھ بگڑا نہیں
خاک کے پتلے کو اتنی خودسری زیبا نہیں

ہے زمانہ کو فنا باقی خدا کی ذات ہے
چار دن کی چاندنی ہے پھر اندھیری رات ہے

بے وفا ہرگز وفاداری نبھا سکتی نہیں
قبر میں دولت کسی کے ساتھ جا سکتی نہیں

ہے ابھی آنکھوں کے آگے اور ابھی مفقود ہے
ایسی ہرجائی سے رسمِ دوستی بے سود ہے

چاہتا ہے تو اگر دُنیا میں تیرا نام ہو
بعد مرنیکے بھی تیرا ذکر صبح و شام ہو

وقف کر دے اپنی دولت اہلِ حاجت کیلئے
کھول دے دستِ عطا محرومِ قسمت کے لئے

ہے وہی اچھا جو کام اچھا جہاں میں کر گیا
نام حاتم آج تک ہے وہ کبھی کا مر گیا

مرسلہ بیگم دعا ڈبائیوی

(خاص عصمت کے لئے)

# جنکے رتبے ہیں سوا انکو سوا مشکل ہیں

اسلامی نکتہ نظر سے عام لوگوں کے لئے مذہبی قیود صرف یہی سمجھی جاتی ہیں کہ وہ خدائے وحدہٗ لاشریک کی توحید کا اقرار کریں۔ فرائض کو انجام دیں۔ اور اپنی خطاؤں پر شرمسار ہو کر توبہ کریں۔

لیکن جنہیں عظیم الشان مراتب عطا فرمائے گئے ہیں ان کی ذمہ داریاں بھی اتنی ہی بلند اور بڑی ہوئی ہیں کہ ذرا سی لغزش بھی اُن کے حق میں ایک خوفناک جرم کی حیثیت رکھتی ہے اور اس کی سزا بہت عبرتناک ہوا کرتی ہے۔ بلکہ ہر ایک آزمایش کی کسوٹی پر انہیں آزمالیا جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ان بزرگ ہستیوں کے مدارج بہت ہی اعلےٰ وارفع ہیں۔ ان کی دعائیں مقبول ان کے کلام مؤثر۔ ان کے اسوۂ حسنہ ہمارے لئے راہ نجات۔ ان کی ہر ایک سانس ہزاروں برس کی عبادت سے بڑھکر لیکن باوجود ان سب باتوں کے اگر وہ ایک لمحہ کے لئے بھی یادِ خدا سے غافل ہو جائیں تو فوراً سزا کے مستحق۔ اگر خدا کی ایک نعمت کا بھی شکر ادا نہ کریں تو برکتوں سے محروم۔ اور ذرہ برابر ان کے دلمیں حرص وطمع اور خود پسندی پیدا ہو جاتے تو فضیلت کے درجہ سے خارج کر دئے جاتے ہیں۔

قرآن کریم میں سورۂ احزاب کی آیت ۲۸ سے ۳۳ تک کی عبارت کے مفہوم پر غور کیا جائے تو ہمارے نبی کریم صلعم جیسے محبوب ترین برگزیدہ رسول کی ازواج مطہرات کے متعلق خدائے عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے۔ تو یہی نظریہ پیش نظر آجاتا ہے کہ واقعیٔ جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہیں اور سبق حاصل ہوتا ہے کہ دنیوی زندگی میں کس قدر محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔

ایک ذراسی دنیوی خواہش پر کہ رسول اللہ صلعم کی ازواج مطہرات نے مال غنیمت سے کچھ طلب فرمایا۔ تو حکم خداوندی ہوتا ہے کہ "اے نبی! اپنی بیبیوں سے کہدو کہ اگر تم دنیوی زندگی اور اُسکی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ دیدوں اور اچھی طرح رخصت کر دوں [۲۸] اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کو اور دارِ آخرت کو چاہتی ہو تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیک کام کرنے والیوں کیلئے بہت اچھا بدلہ تیار کر رکھا ہے [۲۹] اے نبی کی بیبیو! جو کوئی تم میں سے صریح بُرائی کرے گی تو اُس کے لئے دوگنا عذاب کیا جائے گا۔ اور یہ اللہ پر آسان ہے [۳۰] اور جو کوئی تم میں سے اللہ اور اُس کے رسول کی تابع رہیگی تو ہم اس کا ثواب اُنہیں دونا دیں گے۔ اور ہم نے ان کے لیے عمدہ زندگی تیار کر رکھی ہے [۳۱] اے نبی کی بیبیو! تم اگر پرہیزگاری کرو تو مثل کسی معمولی عورت کے نہیں ہو بلکہ تمہارا درجہ بڑا ہے [۳۲] اور پھر اگر اصول کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے لئے تاکیداً احکام صادر فرمائے جارہے ہیں کہ "تم اپنے گھروں میں رہا کرو۔ اور اگلی جاہلیت کے ظاہر کرنے کی مثل تم اپنی زینت ظاہر نہ کرو۔ نماز پڑھا کرو۔ زکوٰۃ دیا کرو۔ اور اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو۔ سوا اسکے کہ اے نبی کے گھر والوں اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی دور کرے اور تمہیں خوب پاک کر دے [۳۳] لما

یہ ہیں سورۂ احزاب کی آیتیں جو ہمیں اپنے تہدیدی اثر میں مرعوب کئے دیتی ہیں۔ اور کئی نتائج پر پہنچاتی ہیں اول یہ کہ جنہیں خدا نے بڑے بڑے مدارج عطا فرمائے ہیں ان کی ذمہ داریاں بھی اہم ترین ہیں جسکی

ادائگی کے سواوہ اس مرتبے کے مستحق نہیں ہو سکتے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ایسی اعلےٰ قدر و مراتب ہستیوں کی مقدس ذات سے سادگی و پاکبازی کا نمونہ دنیا کے آگے تقلید کے لئے پیش کیا جا رہا ہے کہ فضول اخراجات سے اپنے کو بچائیں اور نیک کاموں میں صرف کر کے خوشنودی خدا و رسول کے مستحق ہوں۔

تیسری یہ بھی ایک بات کہ عورتوں کا شوہروں کو اپنے تکلفات اور آرائشوں کے لئے تنگ کرنا بھی اچھا نہیں۔ اگر خدا دے اور پھر وہ دیں یا مہیا کر دیں تو اور بات ہے جس کے لئے اُنہیں ہمارا سردار بنایا گیا ہے۔

چوتھی بات یہ بھی کہ عورت کی ذات میں عقل سلیم کا مادہ کس قدر غالب ہے کہ وہ ہر اچھی بات کو فوراً قبول کرنے میں پس و پیش نہیں کرتی۔ اور خدا و رسول کی خوشنودی اور دارِ آخرت کی خوبی کے مقابلہ میں دنیوی حرص و ہوس اور اپنے پسندیدہ خواہشات کو بھی ایک لحظہ ترک کر دینے پر آمادہ ہو جاتی ہیں۔ جو مذہب پرستی اور کامل العقل ہونے کا بیّن ثبوت ہے۔ پس اس سے بڑھکر اور کوئی نعمت نہیں ہو سکتی۔

پانچویں بات یہ ہے کہ خداوند عالم نے اپنے سب سے بڑھکر محبوب پیغمبر آخر الزماں جن پر اپنی تمام نعمتیں ختم کر دیں۔ ان کی ازواج مطہرات جو فطرت بشریہ میں اعلےٰ درجہ رکھتی ہیں جن کی تعریف میں قرآن پاک ناطق ہے۔ انکے لئے مالِ غنیمت سے کچھ روپیہ ملنے کی اجازت نہیں۔ وہ کیوں؟ اس لئے کہ اور مسلمانوں کا حق کہیں مارا نہ جائے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ یہ بھی سبق دیا گیا کہ جو حصہ مالِ غنیمت سے نبی کریم صلعم کو ملا کرتا تھا۔ اور باوجود اُمیر اُنکا حق ہوتے ہوئے اُسے آپ اپنے یا اپنے متعلقین کے آسائش و آرائش جیسے غیر ضروری امور میں خرچ کرنا گوارا نہیں کرتے کہ اس سے بڑھکر اس میں یتیموں۔ بےکسوں۔ اور ناتوانوں کی امداد کا حق ضروری سمجھتے تھے۔

پس ان نتائج پر پہنچنے کے بعد دنیوی حرص و ہوس مطلق ہمیں نہیں ستا سکتی۔ اور اپنے اعلےٰ مدارج پر فخر و غرور ہم میں پیدا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اپنے رتبوں کی ذمہ داری سے سبکدوشی حاصل کرنے کی فکر ہم میں پیدا ہو جاتی ہے اور جو کچھ ہمیں خدا نے دیا ہے وہ اپنے ہی لئے صرف کرنے سے مستحقین کو پہنچانے میں زیادہ خوشی ہوا کرتی ہے۔ ورنہ عذاب خداوندی کا خوف لگا رہتا ہے کہ ہم اس دین کے اہل ثابت نہ ہوں گے جو ہمارے ذریعہ پروردگار عالم اپنے اور بندوں کو پہنچانا چاہتا ہے۔ اور خصوصًا یہ خیال ہم عورتوں کو اور بھی زیادہ امور مذہبی کی ادائگی پر آمادہ کر دیتا ہے۔ کہ ہم ناقص العقل نہیں بلکہ عقل جیسی سلیم نعمت سے سرفراز کی گئی ہیں۔ جس سے بڑھکر اور کوئی چیز و مرتبہ نہیں۔ تو بس ہمیں اپنے اس سرفرازی کی ذمہ داری سے عہدہ بر آ ہونے کی بھی سخت ضرورت ہے۔ مگر افسوس ہی کہ ہم مسلمانوں کی اس وقت حالت ہی کچھ اور ہے۔ دنیا کی اور اقوام اپنے اپنے مذہب پر جان تک دینے کو تیار۔ اور مذہبی اُصولوں کی پابندی میں وہ وہ محنت شاقہ اُٹھاتی اور پابندی و مستعدی کے ساتھ کاربند نظر آتی ہیں۔ کہ ان کا عشر عشیر بھی ہم میں پایا نہیں جاتا۔ جو سب میں برتر اور افضلیت کے دعویدار ہیں۔ غور فرمایئے کہ قرآن مجید جیسی مقدس کتاب۔ اور اس کے اُصولوں سے غیر اقوام متاثر ہو کر فائدہ اُٹھا رہی ہیں۔ اور ہم ہیں کہ اس کے پڑھنے اور مطلب سمجھنے سے کوسوں دور۔ ہاں علوم مغربی سے کچھ واقفیت ہو جانے کی بنا پر مذہبی معلومات سے تو کورے مگر کہنے کو منشی فاضل۔ ہر حکم خداوندی کی تفسیر حسب ضرورت تراش کر

اوروں کو بھی بہکایا جا رہا ہے۔ ہٹے کٹے تندرست ہونیکے باوجود روزہ نماز کی پابندی میں طرح طرح کے من گھڑت شگوفے۔ اچھی خاصی جائداد کے مالک ہوتے ہوئے کسی کی امداد اور خیرات تو خیر زکوٰۃ کے فرض میں بھی لیت ولعل۔ نہ شکر کے طریقہ سے سروکار۔ نہ بندگی کے اصولوں سے غرض۔ نہ حیاداری و پرہیزگاری سے واسطہ۔ نہ ہمدردی و غدا ترسی سے مطلب۔ بلکہ شتر بے مہار کی طرح اپنے پاکیزہ مذہب سے بالکل بے نیاز اور لاپرواہ اوروں کی تقلید میں مٹے چلے جا رہے ہیں

اللہ اللہ! جس رسول برحق صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنا حبیب اور تمام انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سرتاج وسردار بنایا۔ اور آپ کی اُمت کو "کنتم خیر امت" کی فضیلت سے اعلےٰ درجہ پر پہنچا دیا۔ وہی آج اپنے فرض منصبی کو بھولی ہوئی۔ اسی نظریہ کے مطابق کہ "جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے" ہزاروں مشکلات میں گھری ہوئی پائی جا رہی ہے۔ کیونکہ اپنے درجہ کی ذمہ داریوں کو فراموش کئے جا رہی ہے۔

اپنی بہنوں سے استدعا ہے کہ وہ ان مذکورہ بالا آیتوں کے مفہوم اور اپنے امہات المومنین کے اس واقعہ سے سبق حاصل کریں جو ہمارے لئے نمونہ ہیں۔ اور اپنی مذہب پرستی کا کامل ثبوت اصلی معنوں میں دنیا کے سامنے پیش کریں جس کا پاک جذبہ بہ نسبت مردوں کے ہم عورتوں میں اسوقت تک موجود و مغلوب ہے۔

سردار محمدی بیگم بنت نواب آفندوالی
لونسی۔ قلابہ

# سینما اور عورت

سمجھ میں نہیں آتا کہ عورتوں کو دیکھنے سے کیوں منع کیا جاتا ہے۔ اسمیں بعض فلموں میں ایسے سین پیش کئے فی الحقیقت عورتوں کے لئے شرمناک اور مخرب اخلاق ہوتے ہیں۔ لیکن بہت سے ہوتے۔ اخلاق۔ وفاداری۔ سچائی۔ کے قصے بھی اکثر نظر آتے ہیں۔ مذہبی و تاریخی قصے بھی دکھائے جاتے ہیں۔ بہت سے فلم خاص عورتوں کے دیکھنے کے ہوتے ہیں۔ پس یہ کہنا عورتوں پر ظلم ہے کہ انہیں سینما قطعاً نہیں جانا چاہئے۔ ہاں یہ کہہ سکتے ہیں صرف انہیں فلموں کو دیکھا جائے جن میں کوئی فحش یا مخرب اخلاق بات نہ ہو۔

اکثر مرد عورتوں کو سینما جانے سے روکتے ہیں کہ وہ نہایت بیباکانہ طور پر بے تکلفی سے بے پردہ مردوں کے برابر بیٹھنا فیشن سمجھتی ہیں۔ اکثر کالج کی نوجوان لڑکیاں مردانے درجہ میں بیٹھکر خوب چہلیں کرتی۔ ٹھٹھے مارتی ہیں۔ میری رائے میں خوب بن سنور کر بھڑکیلا لباس پہن لینا۔ پوڈر اور سُرخی ملکر زرق برق لباس سے آراستہ ہو کر جانا۔ شہدوں اور نگاہ بازوں کے لئے ایک تماشہ بن جاتا ہے۔ نہایت سادہ اور صاف لباس ہو چہرے سے شرافت ظاہر ہو اور شریف گھرانوں کی لڑکیوں کی طرح جائیں۔ لیاقت سے بیٹھکر تماشہ دیکھیں اور واپس چلی آئیں۔

مردوں کو چاہئے کہ اخباروں کے ذریعے فلم کمپنیوں کو لکھیں کہ ایسے فلم نہ دکھائیں جنہیں ایسی شرمناک باتیں ہوں جن سے عورتوں کے احساسات پر صدمہ ہو۔

دن بھر کی دانتا کل کل اور سخت محنت کے بعد ضرورت ہو کہ تھوڑی دیر کھیل تماشوں میں دلچسپی کے ساتھ وقت گذار کر طبیعت بہلائیں ❖

مسز گرراج بہاری ماتھر۔ علی گڈھ۔

# سفر نامہ ایران

## جشن فردوسی

از محترمہ ایس کے صغرا سبزواریہ۔ کلکتہ

شاہی دعوت کا بلاوا تو تیسری اکتوبر ۱۹۳۴ء سے تھا لیکن چودہ اگست کو کلکتہ سے اس غرض سے چلے تھے کہ کچھ روز بیشتر پہنچ کر خراسان میں رہیں گے۔ چنانچہ تقریباً پندرہ سولہ روز تو راہ میں لگے باقی دن خراسان یعنے مشہد مقدس میں قیام رہا اور شہر کو خوب اچھی طرح سے دیکھا ایرانی معاشرت کا مشاہدہ بھی میں نے نہایت گہری نظروں سے کیا (جس کا ذکر انشاءاللہ بعد میں کروں گی میں نہایت ضروری سمجھتی ہوں کہ وہاں کے معاشرتی و تمدنی حالات سے اپنی ہندوستانی بہنوں کو آگاہ کروں بلکہ میں یہ مناسب خیال کرتی ہوں کہ ان امور پر علیحدہ روشنی ڈالوں اور سفر نامہ سے اس کا واسطہ نہ رہے) چنانچہ تیسری اکتوبر کو کل مہمان مثلاً روس جاپان انگلستان و فرانس و جرمنی ہندوستان وغیرہ وغیرہ سے آکر طہران میں جو دارالسلطنت ہے جمع ہوئے جن کا نہایت شاندار استقبال کیا گیا ہر شہر سے ایران کے بھی ایک ایک دو دو نامور اشخاص مدعو کئے گئے تھے۔ دوسرے روز چوتھی اکتوبر کو صبح کے وقت کانگریس کا جلسہ ہوا جس میں تقریریں ہوئیں مہمان اس لئے بلائے گئے تھے کہ فردوسی کے کارنامے پر اظہار خیال فرمائیں حیدرآباد سے ڈاکٹر نظام الدین صاحب معہ بیگم صاحبہ کے گئے تھے بیگم موصوفہ سے میری دوستی ہو گئی اس قدر بااخلاق بیوی ہیں کہ پہلی ہی ملاقات میں میں ان کی گرویدہ ہو گئی چنانچہ مشہد مقدس کے جلسوں میں اکثر ہم اور وہ ایک ہی جگہ رہا کرتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کی بھی تقریر ہوئی جو نہایت عمدہ اور مدلل تھی۔ اس کے بعد دوپہر کا کھانا انجمن آثار ملی کی طرف سے ہوا عصر کے وقت مجلس شوریٰ ملی و مدرسہ صنعت و حرفت دکھا گیا اور شب کا کھانا رئیس الوزرا کی جانب سے قصر گلستان میں کھایا گیا اور عجائب خانہ شاہی کی نمائش ہوئی۔ اس کے بعد آتشبازی کا تماشہ دکھایا گیا۔ ۵ر اکتوبر بروز جمعہ صبح کو کانگریس کا جلسہ ہوا اور دوپہر کا کھانا وزارت داخلہ کی طرف سے ہوا اور شب کے وقت تھیٹر دکھایا گیا جس میں فردوسی اور ان کا شاہنامہ لکھنا و محمود کے واقعات دکھائے گئے ڈرامہ فارسی تھا اور ایک مشہور رقاصہ کا ناچ و گانا بھی ہوا۔ ۶ر اکتوبر بروز شنبہ صبح کے وقت پھر کانگریس کا جلسہ ہوا اور لوگوں نے تقریریں کیں عصر کے وقت میدان سلطنت آباد میں ورزش کی نمائش ہوئی اور

شب کے وقت کا کھانا عمارت بلدیہ میں کھایا گیا۔ ۷۔ اکتوبر بروز یکشنبہ صبح کو کانگریس کا جلسہ ہونے کے بعد پھر دوپہر کو کھانا وزارت امور خارجہ کی طرف سے ہوا اور عصر کے وقت سعد آباد کا باغ و محل یعنی قصر پہلوی جو اعلیحضرت شاہنشاہ رضا شاہ پہلوی کے لئے تھوڑا عرصہ ہوا کہ تیار ہوا ہے دکھایا گیا اور شب کے وقت تھیٹر بھی ہوا۔ ۸۔ اکتوبر بروز دوشنبہ صبح کو جلسہ کانگریس ہوا پروفیسر صاحب نے تقریر کی جس میں ثابت کیا کہ دقیقی کے نام سے جو اشعار شاہنامہ میں فردوسی نے لکھے ہیں وہ بھی فردوسی ہی کے ہیں دوپہر کا کھانا وزارت معارف کی طرف سے ہوا اور عصر عجائب خانۂ معارف دکھایا گیا اس کے بعد کلب "ایران جوان" میں چار بجے چار پی گئی یہ کلب نہایت مشہور و معروف آفیسران حکومت کے لئے مخصوص ہے۔ ۹۔ اکتوبر بروز سہ شنبہ صبح کے وقت سب مہمان موٹروں پر سوار ہوئے اور ان کے سامان لاریوں پر اور نہایت شان و شوکت کے ساتھ شہر مشہد مقدس یعنی خراسان کی سمت روانہ ہوئے جہاں کہ میں دو ماہ قیام کر چکی تھی۔ دوپہر کو شہر سمنان میں جا کر پہنچے وہیں کھانا کھایا گیا۔ (جن جن شہروں میں قیام کیا گیا ان کا صرف ابھی نام لکھوں گی شہر کی حالت واپسی کا حال لکھتے وقت بیان کروں گی اس وقت صرف یہ دکھانا ہے کہ کس وقت کس جگہ قیام ہوا تھا) خیر تو سمنان میں کھانا کھا کر کچھ دیر آرام کرنے کے بعد پھر روانہ ہوئے شام کو شاہ رود پہونچے کھانے کے بعد قیام بھی شب کو وہیں کیا گیا رات کو سفر کرنا مناسب نہ معلوم ہوا یوں تو تمام شہروں میں جو کہ راستے میں ملتے تھے ٹھہرنے اور آرام کا انتظام کیا گیا تھا اور شہر نہایت آراستہ و پیراستہ کئے گئے تھے جس جگہ بھی جا کر کار دو چار منٹ کے لئے ٹھہرتی تھی ایک خوشنما باغ نظر آتا تھا باوجود اس کے انتظام ایسا بھی ساتھ تھا کہ اگر ایسی جگہ جا کر ٹھہرے جہاں مکان نہیں ہے تو فوراً خیمے استادہ کئے جاتے اور ہر ایک فرد کے بیڈ رُوم و باتھ روم وغیرہ کا جدا جدا انتظام کیا جاتا جو کہ بالکل گھر کا نمونہ بن جاتا تھا۔ غرضکہ کل سامان راحت ساتھ تھا۔ ۱۰۔ اکتوبر بروز چہار شنبہ صبح کے وقت چار کے بعد شاہرود سے روانگی ہوئی دوپہر کو زیدر میں ٹھہر کر کھانا کھایا گیا اور کچھ دیر کے بعد روانہ ہوئے شام کو سبزوار میں پہنچے شب کو کھانے کے بعد وہیں قیام ہوا۔ ۱۱۔ اکتوبر صبح کو چاء و ناشتہ سے فارغ ہو کر روانہ ہوئے دوپہر کو نیشاپور پہونچے دوپہر کا کھانا وہیں کھایا گیا سب لوگوں کی روانگی کے ایک روز قبل ہی اعلیحضرت ہمایوں رضا شاہ پہلوی مشہد کی سمت تشریف فرما ہو چکے تھے۔ اسی روز سہ پہر کو مقبرہ عمر خیام میں مہمانوں کو قیام کرایا گیا سیر و تفریح کے بعد چاء پی گئی اور کچھ دیر بعد مشہد مقدس کو روانہ ہوئے غروب آفتاب کے وقت مشہد پہونچے یہاں بھی مہمانوں کے لئے عظیم الشان مکان میں قیام کا انتظام کیا گیا جو کچھ کہ انتظام طہران میں مہمانوں کی سہولت و آرام کا تھا بجنسہ یہاں کیا گیا بلکہ یہاں ایک بات طہران سے زیادہ تھی یعنے یہاں باہر سے مکان کو بجلی کی روشنی سے خوب آراستہ کیا گیا تھا شب کے وقت مکان ایک نئی نویلی دُلہن معلوم ہوتا تھا شب کا کھانا کھا کر آرام کیا۔ صبح

چھ بجے اٹھ کر منہ ہاتھ دھویا ناشتہ کیا بارہ تاریخ کے پروگرام میں آرام گاہ حکیم ابو القاسم فردوسی کا افتتاح اعلیٰحضرت رضا شاہ پہلوی اپنے دست مبارک سے کرنے والے تھے۔ آٹھ بجے سے پیشتر مہمانوں کو شہر طوس کی دعوت کا کارڈ مل گیا چار کی دعوت دی گئی تھی۔ وقت گذرتے دیر نہیں لگتی بارہ بجے گئے کھانے سے گیارہ بجے فراغت ہوچکی تھی۔ بارہ بجے کے بعد مہمان شہر طوس روانہ ہوئے میں تعریف نہیں کرسکتی کہ گورنمنٹ نے کیا اعلیٰ درجہ کی صفائی کا انتظام کیا تھا یعنے مشہد مقدس سے لے کر طوس تک کے راستے ایسے صاف تھے کہ ایک تنکا بھی نظر نہ آیا اور کل راستوں میں آب پاشی اس لئے کی گئی تھی کہ گرد نہ اُڑے ایک شہر سے دوسرے شہر تک ایسا انتظام کرنا کم بات نہیں۔ غرضکہ جس وقت ہم سب موٹر پر سوار ہوکر چلے تو دو طرفہ تماشائیوں کا ہجوم مہمانوں کے دیکھنے کو تھا۔ شہری لوگ علیحدہ اور سرکاری ملازمین علیحدہ شہری تو ہاتھوں سے سلام کررہے تھے اور سرکاری ملازمین بندوقوں سے۔ دوطرف تماشائیوں کی قطار بیچ میں ہم لوگ تماشہ بنے سلام کا جواب دیتے چلے جارہے تھے کوئی دو گھنٹہ کے اندر ہم لوگ شہر طوس پہنچے۔ زندہ باد ایران و پائندہ باد دولت ایران کہ مرحوم و ناشاد فردوسی کو دوبارہ زندہ کردیا۔ اس میں شک نہیں کہ یہ شاعر دانا ایک ایسی نایاب کتاب (شاہنامہ) صفحۂ ہستی پر چھوڑ گیا ہے جس کے سبب اس کا نام مٹ تو نہیں سکتا۔ لیکن اب لوگ بہت کچھ شاہنامہ اور فردوسی کو بھول چلے تھے۔ خصوصاً ہندوستانی حضرات محمود و فردوسی کے قصّے کو دیو پری کی کہانی سے زیادہ اہمیت نہ دیتے قدردان ہو تو ایسا کہ ہزار سال کے بعد فردوسی کا نام لے کر سوتوں کو بیدار کردیا۔ اور چار دانگ فردوسی اور اس کے کارنامہ کی دہوم مچگئی فردوسی نے جو خدمت ایران کی شاہنامہ لکھ کر انجام دی تھی اس کی قدر اب ہوئی۔ فردوسی غریب کو کیا خبر تھی کہ ایک ہزار سال کے بعد آسمان فارس پر کوئی ایسا خورشید درخشاں نمودار ہوگا جس کے ہاتھوں اس کی اِس سالہ محنت کا ثمرہ ملے گا جس کو وعدہ خلاف محمود نے ملیامیٹ کردیا تھا اگر اوسے یہ معلوم ہوجاتا تو ہرگز سلطان محمود کی وعدہ خلافی کا اس قدر اس پر اثر نہ ہوتا اس نے ایران کی خدمت کی جس کے صلہ میں ایران نے اوسے دوبارہ زندہ کردیا افسوس گو فردوسی نہیں لیکن اس کی پاک روح ضرور دیکھتی ہوگی۔ چنانچہ میں اس کا تخمینہ نہ لگاسکی کہ فردوسی کے مقبرہ کی تعمیر میں دولت ایران نے کس قدر روپیہ صرف کیا ہے۔ مقبرہ کے احاطے کی پوری تصویر تو نہ ملی لیکن صرف قبر کی جو تصویر ہے اوسے دیکھ کر اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ جس وقت ہم لوگ اندر داخل ہوئے رئیس الوزرا وزیر مال۔ وزیر داخلہ وزیر معارف وزیر جنگ معاون وزارت خارجہ رئیس مجلس شورائے ملی وغیرہ وغیرہ پہلے سے مہمانوں کے استقبال کے لئے موجود تھے آگے بڑھے تو ٹیلیگراف خانہ تھا تاکہ جو چاہیں آج خط یا کارڈ اپنے دوست عزیز کے نام جشن فردوسی کی مہر لگاکر بھیجیں۔ میں نے بھی ایک خط اپنے بھائی اور ایک

ابا جان (خسر صاحب) کے نام روانہ کیا اس کے بعد کچھ دیر ادھر اودھر سیر کرتے ہوئے کیمپ میں جاکر بیٹھ رہے جہاں گارڈن پارٹی کے قاعدہ کے مطابق میز کرسیاں وصوفے لگے ہوئے تھے میزوں پر قسم اقسام کے کیکس چنے ہوئے تھے۔ خانساماں الگ کشتیوں میں چائے و کیک لوگوں کو پیش کر رہے تھے چار وغیرہ سے فراغت پاکر لوگ خوش گپی میں مصروف تھے کہ یک بیک بینڈ کی آواز آئی جس سے معلوم ہوا کہ اعلیٰحضرت تشریف لائے ہیں۔ جملہ مہمان کھڑے ہوگئے اور باقاعدہ قطار باندھ کر مرقد فردوسی کی طرف چلے قبر کے چاروں طرف کمپاؤنڈ میں فرش قالین بچھا تھا اس پر مہمان اس طرح صف بہ صف کھڑے ہوئے کہ منھ قبر کی طرف ہو داہنے جانب عمائدین شہر و افسران تھے بائیں طرف سے شاہنشاہ تشریف لا رہے تھے اس لئے مہمانوں کا رُخ اسی طرف کیا گیا۔ آگے آگے رئیس الوزرا ان کے پیچھے اعلیٰحضرت ان کے بعد باڈی گارڈ۔ مہمانوں سے ہاتھ ملایا مزاج پرسی کی رئیس الوزرا نے تعارف کرایا پروفیسر صاحب کے قریب ہی میں کھڑی تھی میری طرف بڑھے ہاتھ ملایا چونکہ بادشاہ ایک مقدس اور متبرک ہستی ہے اس لئے ہم دونوں نے ہاتھوں کو بوسہ دیا میں برقعہ اوڑھے ہوئے تھی شاہ بہت خوش ہوئے دیر تک مزاج و احوال پرسی کرنے کے بعد آگے بڑھے میرے داہنے جانب مسز نظام الدین اور ان کے پاس ڈاکٹر نظام الدین تھے ان ہر دو حضرات نے حیدرآباد کے رواج کے مطابق سلام کئے وزیر نے ان کا بھی تعارف کرایا وہ بھی واقعی قابل تعریف لوگ ہیں۔ اس کے بعد اور جن جن سے ملنا تھا مل کر قبر کے صحن پر تشریف لے گئے جہاں سونے کی تخت شاہی نما کرسی اوس کے آگے میز رکھی تھی آپ نے ایک فصیح و بلیغ تقریر فرمائی اور مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ تقریر کا ترجمہ اردو

## اعلیٰحضرت شاہنشاہ ایران کی تقریر کا ترجمہ

جائے مسرت ہے کہ جشن ہزار سالۂ فردوسی کے سلسلے میں آج ہم ملت ایران کی ایک دیرینہ آرزو پوری کر رہے ہیں اور اس بات کی بنا ڈال کر اپنی قدردانی اور ملت ایران کی حق شناسی کا اظہار کر رہے ہیں فردوسی طوسی نے اس ملک کی تاریخ اور زبان کے زندہ رکھنے میں جو زحمتیں برداشت کی ہیں ملت ایرانی نے انہیں ہمیشہ یاد رکھا اور چونکہ اس بزرگ ہستی کو پورے طور پر اس کے محنت کی داد نہ ملی تھی ایرانی قوم کو اس کا برابر افسوس رہا۔ اگرچہ ایرانی افراد کو جو تعلق ناظم شاہنامہ سے ہے ان کے دلوں میں فردوسی کی آرام گاہ قائم ہے تاہم لازم تھا کہ ظاہری صورت میں بھی ایک ایسی بنا آراستہ کی جائے جو ایران کی حق شناسی کو عموماً دکھلاسکے چنانچہ ہم نے حکم دیا اور اس تاریخی یادگار کی بنا ڈالی گئی۔ شاہنامہ کا مصنف ایک ایسا محل بناکر چھوڑ گیا ہے جو حوادث زمانہ سے بالکل محفوظ رہ کر اس کے نام کو زندہ کئے ہوئے ہے اور ہر قسم کی دیگر یادگار سے بے نیاز ہے لیکن ملت ایران کا اخلاقی فرض تھا کہ خدمت گذاران ایران کی پورے طور پر قدردانی کرے

خانم پری آقا ایک [illegible] خاتون جنھوں نے جشن فردوسی کے موقع پر
شاہنامہ کا ایک حصہ اسٹیج ہونے کے وقت تہمینہ کا پارٹ کیا تھا۔

فردوسی کی ایک خیالی
تصویر۔ شاعر اپنی آئندہ
آرامگاہ کی تعمیر کا خیال
کر رہا ہے۔
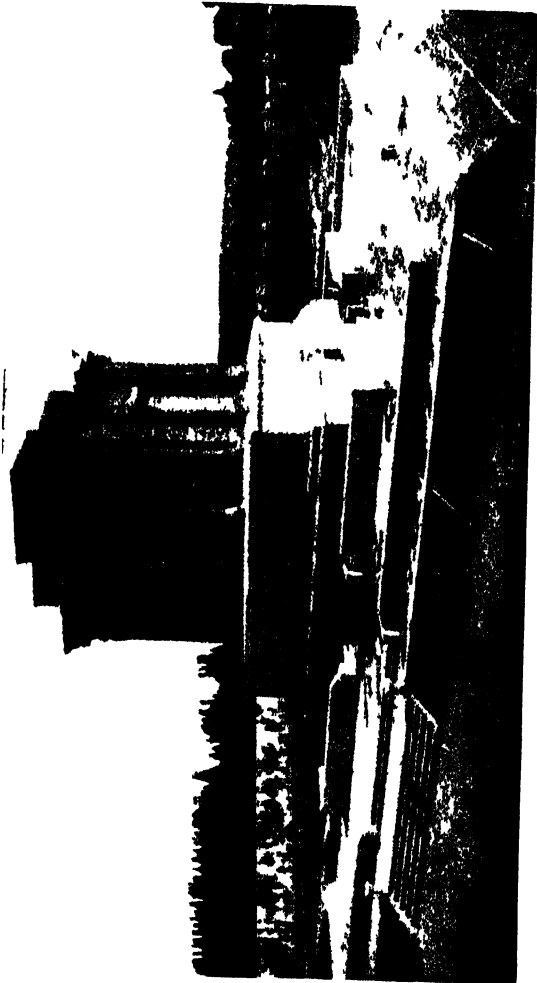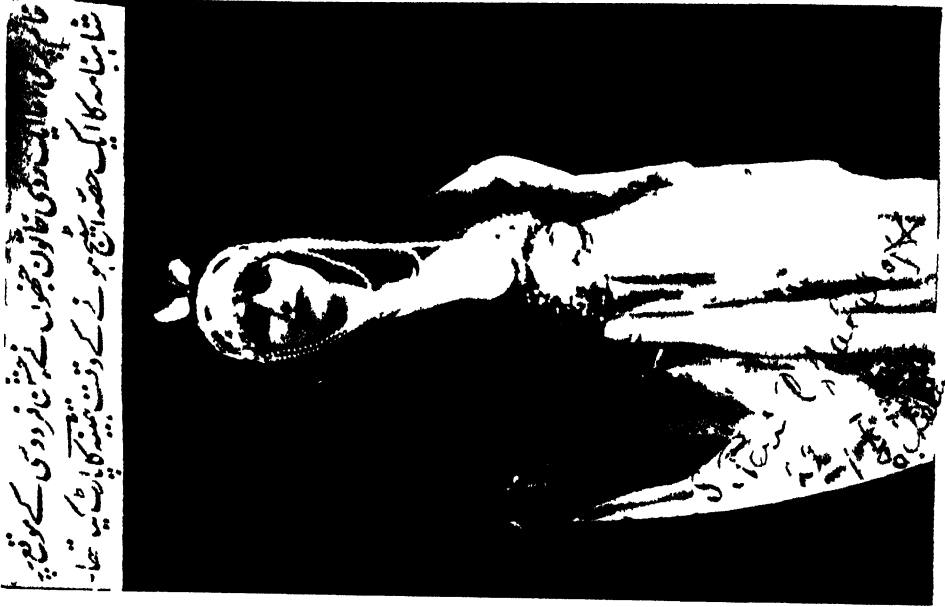
اور اس کے حق کی ادائیگی سے غافل نہو۔ ہماری خوشی کی انتہا نہیں جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ فضلا و دانشمندوں کی ایک جماعت جو ہماری بہی خواہ اور ہمارے ادبیات کے دوستدار ہیں دُور دراز اطراف عالم سے آرام گاہ حکیم فردوسی تک تشریف لائی اور ہماری شادمانی و قدر دانی میں ہمارے ساتھ ہوئی بہر طور اب ہم حاضری جشن کے احساسات محبت آمیز پر اپنی خوشنودی و تشکر کا اظہار کرتے ہوئے رسم افتتاح کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔" اس کے بعد طلائی کشتی یعنے سونے کی کشتی میں سونے کی قینچی وزیر نے اعلحضرت کے روبرو پیش کی ایک ربن سلک کا رنگین قبر کے جو گرد بندھا ہوا تھا قینچی لے کر اعلحضرت نے اس ربن کو تراش دیا یہ گویا مقبرہ کا افتتاح ہوا بعد اس کے قبر کے ملاحظہ کے لئے اندرونہ خانہ میں تشریف لائے تب مہمانوں کو اندر دیکھنے کے لئے بلایا گیا جا کر دیکھا تو بے اختیار مُنھ سے سبحان اللہ نکل گیا واقعی شاعر کی قبر جیسی ہونی چاہیئے جو جو اوصاف و خوبیاں شاعر کی قبر کے لئے مخصوص ہیں ان سے کہیں زیادہ اس میں پائے جاتے ہیں در و دیوار سے شعریت ٹپکتی ہے۔ چھت پر ایک طلائی جھاڑ نہایت وزنی لٹکا ہوا تھا تعویز قبر نہایت قیمتی سنگ مرمر کا بنا ہوا تھا جس کے اوپر چند اشعار شاہنامہ کے کندہ تھے پھر ہم لوگ اوپر آئے شاہنشاہ تو ادھر اودھر کی سیر میں مصروف ہوئے اِدھر ہم لوگوں نے آپس میں ربن تقسیم کرنا شروع کیا جو کہ چوگرد لگا تھا کسی نے گز بھر کا ٹکڑا کسی نے آدھ گز کسی نے ایک ہی بالشت پایا غرضکہ جو جس کے ہاتھ لگا خوشی خوشی لیا اصل یہ ہے کہ ایک یادگار کے طور پر لوگوں نے رکھ لیا میں نے بھی سوا گز کے دو ٹکڑے لئے اور ایک ایک بکس فینسی کاغذ کے جس میں کہ چوکلیٹ کی قسم کی مٹھائی تھی مہمانوں میں تقسیم کئے گئے۔ جس کے اوپر لکھا تھا یہ یادگار ہزار سال حکیم ابوالقاسم فردوسی۔ اعلحضرت تو اپنی کار پر تشریف لے گئے اس کے بعد تصویریں لی گئیں تصویریں پہلے بھی لی گئی تھیں۔ غروب آفتاب کے وقت سب لوگ جائے قیام کو روانہ ہوئے میں بھی چلی آئی بجائے مہمان خانہ جانے کے اپنے خاص جائے قیام گاہ پر گئی جہاں والدہ ماجدہ منتظر بیٹھی تھیں دعوت کے حالات اور شاہ کی ملاقات کا سُن کر محظوظ ہوئیں شب کے وقت انجمن آثار ملّی کی طرف سے دعوت تھی تھکاوٹ کے سبب میں نہ گئی پروفیسر صاحب تنہا گئے۔ ۱۳۔ اکتوبر گیارہ بجے دن کے وقت متولّی باشی کی طرف سے دعوت تھی یعنے دن کا کھانا ان کے یہاں تھا اور شب کے وقت شبیر و خورشید کلب میں ڈنر تھا چونکہ میں خراسان چھوڑنے والی تھی یعنے مہمانوں کے طہران روانہ ہونے کا دن مقرر ہو چکا تھا اور وہاں جو چیزیں ارزاں اور عمدہ ملتی ہیں خریدنا چاہتی تھی اس وجہ سے چیزیں خریدنے چلی گئی کہ شب کے وقت شبیر و خورشید کلب جاؤں گی دن کی دعوت میں پروفیسر صاحب چلے گئے چار بجے ایک بزرگ ملّا غلام حسین صاحب کی صاحبزادی سے ملنے گئی۔ کئی بار بچاری نے بلوایا تھا خود ملّا صاحب نے کتنی بار کہا تھا پر میرا جانا ہی

ہونا تھا لہذا وہاں گئی گو یہ پہلی ملاقات تھی مگر پرانی ملاقات کا مزہ ملا تھوڑی دیر بیٹھ کر رخصت چاہی مگر ماں بیٹی دونوں بیبیوں نے اس وقت تک اجازت نہ دی جب تک کہ چاء نہ پلائی اور اس پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ دوسرے روز آکر کھانا کھانے کا وعدہ لئے بغیر نہ چھوڑا۔ قیام گاہ پر آتے آتے مغرب ہوگئی پروفیسر صاحب منتظر بیٹھے تھے نماز پڑہی اور تیار ہوئی جاتے وقت غلطی یہ کی کہ گھڑی دیکھنا بھول گئی اب جو کلب پہونچے تو گھنٹہ بھر کی دیر تھی پروفیسر صاحب کی رائے ہوئی کہ جب تک باغ ملّی کی سیر کرائیں چنانچہ باغ ملّی گئے آٹھ بج چکے تھے لیکن وہی چہل پہل تھی جو سر شام ہوا کرتی تھی سردی بہت تھی ہوٹل سے شیر چاء منگائی جو نہایت خوش مزہ تھی چاء پی کر کچھ دیر تفریح کرتی رہی اس کے بعد شیر و خورشید کلب گئی وقت ہوچکا تھا مہمان جمع ہو رہے تھے دیر تک آپس میں خوش گپی رہی پھر سینما ہال کا دروازہ کھلا اور مہمان لے جائے گئے۔ پہلے اسٹیج پر دس گیارہ سالہ لڑکے نے شاہنامۂ فردوسی کے چند اشعار اپنی سریلی آواز میں پڑھے جس سے لوگوں کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ بعد اس کے سینما شروع ہوا جس میں فردوسی کے گذشتہ واقعات دکھائے گئے آغاز مسرت آمیز و امید افزا اور انجام بے حد موثر و غم اندوز اور درد ناک و حسرت آمیز تھا میں تو بے اختیار رو دی بعد اس کے کامک دکھا کر تماشہ ختم کیا گیا۔ سیر سے خدا حافظ کہہ کر رخصت ہوئی اور قیام گاہ پر آئی۔ والدہ صاحبہ چھوٹے بچے کو لئے میرا انتظام کر رہی تھیں بارہ بج چکے تھے جاتے ہی سو رہی۔

# دُعاؤں کا وقت

راتوں کو بھونکنے والے کتوں! تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہو جاؤ، رات کی تاریکی کو اپنی اصلی صورت پر کچھ دیر کے لئے چھوڑ دو۔ رات کی خاموشی تمہارے لئے نہیں، بلکہ ان مصیبت زدوں کے لئے ہے جو دن بھر اپنی مصیبتیں اور فاقہ کو صبر و شکر کے ساتھ گزار کر اس وقت، اس خاموشی میں اپنے آنسوؤں کے ہدیئے اور دعاؤں کے لئے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتے ہیں ہُو ہُو کی خوف ناک آواز کرنے والے پرند، کیا تجھکو بھی خبر ہے کہ تو اسی وقت اس عالم سکوت کو اپنی بھیانک آواز سے توڑ دے؟ ذرا دیر کے لئے تو بھی سو جا، دیکھ تمام مخلوق سو رہی ہے، ہاں! تو بھی اک جھپکی لے لے۔

یہ وقت ان معصوموں کی دعاؤں کے لئے ہے، جن کو دن بھر کسی نے ایک لفظ بھی شفقت کا نہیں کہا، اور نہ ان کے پاس ماؤں کی گود ہے جس میں وہ سو رہتے، دیکھ اب بھی وہ بھوک سے بے چین ہیں، نیند کہاں، یہ ان کے دل کی بھڑاس نکالنے کا وقت ہے یہ اپنی دعائیں اپنی آنکھوں کے بے بہا موتیوں سے مرصع کرتے ہیں اور اپنے معصوم ہاتھوں سے دربار الٰہی میں آسمان کی جانب پیش کرتے ہیں، ستارے کانپنے لگتے ہیں، چاند خوف سے زرد پڑ جاتا ہے، خاموشی ہچکیاں بھرتی ہے، فرشتے آتے ہیں اور یہ تحفہ ان کے ننھے ننھے معصوم ہاتھوں سے لے کر، اپنے دامن میں حفاظت سے رکھ کر آسمان کی طرف اڑ جاتے ہیں،

سرفراز۔ بنارسی

# سری نگر کے ملا شاہی باغ کا منظر

از محترمہ نوشابہ خاتون قریشی۔ بی۔ اے

اٹرورِ ابر، کوہ سے ہونے لگا گہر فشاں | چوٹی بھی، کس شکوہ سے بادلوں سے ہے ہمعناں
دامنِ کوہسار سبز۔ | وادی و شاخسار سبز
آئی ہے جو بہار سبز | سارے ہیں برگ و بار سبز
فرشِ زمیں زمردیں، نیلگوں چترِ آسماں | موجِ ہوا ہے عنبریں، قطعہ ہے سارا بوستاں
قلۂ کوہسار برف | منظر پر بہار برف
کیوں نہ ہو آبدار برف | یاں ہے گہر نثار برف
قدرتِ کردگار ہے، ذرّۂ خاک سے عیاں | ظاہر و آشکار ہے شانِ خدائے دوجہاں
باغ و راغ گل بدوش | قوّتِ نامیہ بجوش
ساری زمیں ہے سبزپوش | دامنِ کوہ، گل فروش
رنگِ شفق ہے لالہ گوں، چرخ کا دل ہوا ہے خوں | نورِ سپہر ہے فزوں۔ چادرِ آب سیمگوں
باندھے ہوئے ہیں صف دیار | سرو کہیں، کہیں چنار
بید کہیں ہیں سایہ دار | سیب کہیں، کہیں انار
تازگی بخش ہے فضا، اور سماں نشاطِ روح | موجِ ہوا وہ دلفزا جس سے ہو انبساطِ روح
نغمہ سرا ہیں یاں ہزار | گونج رہے ہیں سبزہ زار
جھوم رہے ہیں شاخسار | مست ہیں سارے جاندار
نقرئی جوئبار ہے، سیمگوں آبشار ہے | منظر پُربہار ہے، رحمتِ کردگار ہے
نکہتِ گل ہے عطر بار | دشت و جبل ہیں لالہ زار
درد و سمن کی ہے بہار | قدرتِ حق ہے آشکار
روح فزا نسیم ہے، پھیلی ہوئی شمیم ہے | فضلِ خدا عمیم ہے، خطہ یہی نعیم ہے!

نوشابہ

# حیدرآباد سے انگلستان

محترمہ محمدی بیگم صاحبہ بی، اے، کے خطوط اپنی والدہ ماجدہ کے نام

میری پیاری اماں جان۔ آداب عرض ہے۔ آپ کا ۲۴ کا نوازش نامہ اور پارسل دونوں ساتھ ملے۔ عید سے پہلے اور خصوصاً عید کے دن بار بار آپ سب کا خیال آتا تھا۔ خدا سب کی سلامتی میں آپ سب کے ساتھ عید کی خوشی کرنی نصیب کرے۔ ہفتہ کی رات کو میں نے آپ کی بھیجی ہوئی سویوں کا شیر خورمہ پکا کر رکھ لیا تھا کہ صبح کو تیاری اور نماز کو جانے میں وقت نہیں ملے گا۔ عید کے دن صبح ۶ بجے آنکھ کھلی۔ نو بجے تک ہم دونوں عید کی نماز کے لئے مسجد جانے کو تیار ہو گئے ووکنگ مسجد لندن سے کوئی تیس چالیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ اپنے گھر کے سامنے سے جو بس جاتی ہے پہلے وہ بس لی اس میں بیٹھ کر بیکر سٹریٹ اسٹیشن پر اترے۔ بیکر اسٹریٹ لندن کا ایک محلہ ہے ٹیوب اسٹیشن بھی ہے۔ خاص لندن کے لندن میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا ہو تو اکثر ایک دو جگہ بس یا ٹیوب بدلنی پڑتی ہے۔ بیکر اسٹریٹ اسٹیشن پہنچ کر واٹر لو اسٹیشن کا ٹکٹ لیا۔ واٹر لو بھی لندن کا ایک محلہ ہے۔ واٹر لو پر دیکھا تو بہت سے ہندوستانی پلیٹ فارم پر مسجد جانے والے ریل کے انتظار میں کھڑے تھے۔ ذرا سی دیر میں ریل آئی۔ ساری ریل ہندوستانیوں سے بھری پڑی تھی اور بھی جگہ جگہ مسلمان تھے۔ یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے کہ اس دور دراز شہر میں بھی اتنے مسلمان خدا کے فضل سے ایسے موجود ہیں جو ایک موقعہ ایک مقصد اور اللہ تعالےٰ کے لئے جمع تو ہو سکتے ہیں۔ ہم تین ہندوستانی ایک ڈبہ میں سوار ہو گئے اس میں دو مصری مسلمان تھے اور اور ایک انگریز۔ انگریز تو جیسے انگریزوں کی عادت ہوتی ہے الگ تھلگ بیٹھا اخبار پڑھتا رہا۔ مصری دونوں آپس میں عربی میں خوب پکار پکار کر باتیں کرنے لگے۔ اتنے میں ریل چلنے لگی۔ شروع شروع میں تو ریل لندن کے گرد و نواح اور خاص لندن سے گزری۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ مجھے انگلستان کا سفر دلچسپ معلوم ہوا۔ وجہ یہ ہے کہ یہاں جہاں جاؤ آبادی ہی آبادی ہے کسی جگہ کو خاص ہندوستانی الفاظ میں دیہات نہیں کہہ سکتے۔ اسٹیشن آتے ہیں تو ان پر عجیب خاموشی اور اداسی سی رہتی ہے مسافر ریل۔ ریل والے اسٹیشن سب خاموش۔ جنگل یہ بہ نسبت اور جنگلوں کے ذرا سر سبز تھا جو اس موسم میں بہت عجیب سی بات ہے۔ جگہ جگہ پانی کے چشمے۔ گھاس۔ بعض بعض درخت بھی سبز۔ ان جنگلوں میں دیہاتوں کے مختصر سے مکانات۔ چھوٹی چھوٹی آبادیاں ملتی چلی گئیں مگر خیر غنیمت تھا کہ وہ آسمان سے

باتیں کرتے ہوئے مکان دس دس منزلہ تو نہیں تھے۔ پھر بھی دو منزلہ مکان تارکول کی سڑکیں، دیہاتی عورت اپنے بچوں کو گاڑیوں میں بٹھائے ہوا کھلانے لے جا رہی تھی۔ مصری لوگ پہلے تو باتیں کرتے رہے پھر بہت ہی جوش خروش سے تکبیر کلمہ اور عربی دعائیں باآواز بلند پڑھنے لگے۔ دل پر خاص اثر ہوا۔ اور ہم بھی چپکے چپکے جو پڑھ سکتے تھے پڑھنے لگے۔ دس بجے واٹرلو سے چلے تھے گیارہ بجے ووکنگ پہنچے۔ یہاں ہم سے پہلے والی بھی پارٹیاں موجود تھیں۔ ووکنگ کا قصبہ کہوں یا گاؤں بہت خوبصورت صاف ستھرا ہے۔ جنگل ہے لیکن انسانوں کا نہیں جیسے کہ لندن ہے۔ مسجد چونکہ اسٹیشن سے دور ہے ایک ٹیکسی لی اور مسجد پہنچے۔ شاہجہاں مسجد اس کا نام ہے۔ آس پاس خوشنما جنگل ہے بیچ میں یہ چھوٹا سا اللہ میاں کا گھر ایک دالان ایک صحن چھوٹی سی چار دیواری کا جس کے بیچ میں حوض ہے۔ مسجد پر اللہ۔ اللہ الصمد لکھا ہوا ہے۔ دالان میں اتنی جگہ ہے کہ کوئی چالیس آدمی نماز پڑھ سکیں۔ رفتہ رفتہ مسجد میں لوگ آنے شروع ہو گئے۔ جگہ جگہ کے مسلمان۔ عرب عربی لباس میں۔ مصری سوڈانی افغانی ہندوستانی بھی مختلف مقامات کے کوئی حیدرآبادی کوئی پنجابی۔ زیادہ تر تو انگریزی لباس لوگ پہنے ہوئے تھے مگر اس کے علاوہ بھی بہت سی قسمیں تھیں۔ کوئی شیروانی کوئی شلوار کوئی آڑا پاجامہ کوئی ترکی ٹوپی کوئی پگڑی کوئی بالوں کی ٹوپی کوئی گاندھی کیپ پہنے ہوا تھا۔ مسلمان بیویاں بھی تھیں۔ مگر کوئی دس بارہ کل تعداد دو سو ہو گی۔ مسجد کے دائیں طرف ایک شامیانہ چھوٹا سا لگایا گیا تھا۔ گھاس پر قالین بچھا دیئے گئے تھے۔ ایک جانب چائے کی ریفریشمنٹ کی میزیں تھیں دوسری جانب مسجد کی تبلیغ کی کتابیں اور تقریریں فروخت ہو رہی تھیں۔ جب سب جمع ہو گئے تو مصری مسلمان ایک حلقہ باندھ کر زمین پر سادگی سے دوزانو بیٹھ گئے اور پکار پکار کر عربی دعائیں اور درود شریف جوش و خروش سے جھوم جھوم کر پڑھنے لگے۔ اتنے میں نماز شروع ہونے کو ہوئی۔ عورتوں کے لئے سب سے پیچھے کی صف میں جگہ تھی۔ مرد تو کوئی جوتے سمیت کوئی بغیر جوتے کے کھڑے ہو گئے۔ عورتوں نے جوتے اتار دیئے۔ میں نے کوٹ دستانے اتارے۔ تکبیریں ہو چکی تھیں اور نماز شروع ہو گئی تھی کہ میں بھی نماز میں شامل ہو گئی۔ ہم نے قالینوں پر اپنے لئے سفید چادر بچھائی تھی۔ سر عبدالقادر نے امامت کی۔

عورتوں میں کئی مسلمان انگریز عورتوں نے بھی شرکت کی ان کے چہروں سے عقیدت اور اسلام سے محبت کا پتہ چلتا تھا۔ اپنے سروں کو لپیٹ کر جلدی جلدی احترام کے ساتھ کھڑی ہو گئیں۔ بعض مسلمانوں کی انگریز بیویاں تھیں۔ نماز ختم ہوئی تو سر عبدالقادر نے تقریر شروع کی۔ کلام مجید کی آیتوں کا ترجمہ انگریزی میں سناتے جاتے تھے۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ تیس سال پہلے جب وہ طالب علم تھے تو لندن میں بیس مسلمانوں نے عید کی نماز پڑھی تھی اور آج خدا کے فضل سے یہاں اتنے مسلمان موجود ہیں سر عبدالقادر کی

بعد مسجد کے امام صاحب نے روزے پر تقریر کی پھر ایک اور سوڈانی صاحب نے پھر عبداللہ یوسف علی صاحب نے اخوت اسلامی پر تقریر کی۔ بڑی اچھی تھی۔ ایک خاتون اس وقت مسلمان ہوئیں۔ نماز اور تقریر کے دوران میں بہت سی تصویریں لی گئیں۔ بہت سے لوگ کیمرے لئے ہوئے تھے۔ بعض انگریز مرد عورتیں اور بچے تماشہ دیکھنے بھی آ گئے تھے۔ عید کی نماز کے بعد مرد تو آپس میں بڑے جوش سے ایک دوسرے سے گلے ملے اور عید مبارک عید مبارک کی پکارا پکار ہوئی۔ عورتوں نے بھی عید مبارک کہہ کر ایک دوسرے سے ہاتھ ملائے۔ اتنے میں مجمع منتشر ہونے لگا اور سب چائے کی طرف متوجہ ہوئے۔ عورتیں سب ایک جگہ جمع ہو گئیں لیڈی عبدالقادر نے ایک انگریز عورت سے سوال کیا آپ کو ہمارا مذہب کیسا معلوم ہوتا ہے اس نے کہا بہت سیدھا سادھا۔ نماز کے وقت دل پر بہت اثر ہوا۔ ایک بیوی اقبال النساء بیگم بھی یہاں تھیں۔ میسور کی گریجوئٹ۔ ام ای ڈی کر رہی ہیں۔ سات بچے ہیں اور میاں جو بی ایس سی ہیں اور آئی سی ایس کا ارادہ ہے اقبال النساء بیگم بہت محبت کی ہیں۔ بہت قابل اور لائق۔ کوئی چار بجے کے قریب اسٹیشن پر آئے۔ اب کے مسجد سے اسٹیشن تک پیدل آئے۔ ٹیکسی نہیں لی۔ ووکنگ کے کسی اسکول کی چھوٹی بچیاں میرے لباس کو بہت غور سے دیکھتی تھیں اور آپس میں باتیں کرتی جاتی تھیں۔ اسٹیشن تک پیچھے پیچھے آئیں ووکنگ مجھے ایسی اچھی جگہ معلوم ہوئی کہ پھر لندن آنے کو جی نہ چاہتا تھا اسٹیشن پہنچے تو اتوار کی وجہ سے رسٹورنٹ بند۔ ہم نے کہا چلو شفیع رسٹورنٹ چلیں۔ عید کے دن تو ہندوستانی کھانا کھالیں۔ یہاں آ کر کھانا کھایا۔ اور بھی بہت سے ہندوستانی یہاں آ گئے۔ شفیع رسٹورنٹ میں آ کر لوگ بس پٹ جاتے ہیں چھ سات آدمی کھانا کھائیں تو چالیس پچاس روپیہ ہو جاتے ہیں۔ کھانا کھا کر اٹھے تو چھ بجے تھے۔ ایک سنیما میں قریب ہی پکا دی چلے گئے۔ یہ فلم جنگ کے مرحومین کی یادگار میں تھا۔ اس کا عنوان تھا بھولے ہوئے لوگ" فلم اچھا تھا اس حد تک کہ جنگ سے لوگوں کو متنفر کر دے۔ لیکن اس پورے فلم میں بڑی بڑی قومیں جرمن انگریز فرانسیسی سب جگہ کے لوگ جو قتل ہوئے دکھائے گئے مگر افسوس غریب ہندوستانی یا ماتحت اقوام کے لوگ جو ہزار ہا بے گناہ کٹ گئے اور سردی میں ٹھٹھر کر مر گئے کہاں تھے ان کا نام ونشان اور ذکر تک نہ تھا سنیما دیکھ کر نکلے تو رستے میں ایک جگہ دنیا کا نقشہ تھا اور دکھایا تھا کہ کس ملک میں اس وقت کیا بجا ہے۔ اس وقت رات کے نو بجے تھے ہم نے دیکھا کہ ہندوستان میں اس وقت حیدرآباد میں رات کے ۱۱ بجے ہیں اور آپ سب کی عید آنے میں ابھی چند گھنٹے باقی تھے۔

آپ کی بیٹی محمدی

# ہندوستانی عورتوں میں تپ دق

از جناب ڈاکٹر سید ممتاز حسین صاحب ام بی بی ایس

دنیا بھر کے مردوں اور عورتوں کی نسبت ہندوستانی عورتوں میں تپ دق کیوں زیادہ ہے؟ اس سوال کا جواب دینے سے قبل اس مرض کے اسباب و علل پر ایک تفصیلی تبصرہ ضروری ہے۔

تپ دق کا سبب ایک خوردبینی جرثومہ ہے۔ مگر جس طرح ایک بیج ہے نہ زمین میں پھوٹ سکتا ہے نہ نشوونما پاسکتا ہے۔ اسی طرح دق کا جرثومہ ہر جسم کے اندر مرض پیدا نہیں کرسکتا۔ اس کے لئے ایک خاص قسم کے جسم اور آب و ہوا کی ضرورت ہے۔ یہ جرثومہ قریباً ہر جگہ موجود ہے۔ اس لئے اگر یہ قید نہ ہوتی تو دنیا کا ہر فرد بشر اس مرض میں مبتلا ہوجاتا۔ اس کی نشوونما پر یہ اسباب اثر انداز ہوتے ہیں۔

۱۔ آب و ہوا۔ معتدل۔ خشک اور بلند علاقوں کی ہوا کے منافی ہے۔ بہت گرم یا بہت سرد اور نم ہوا اس کے موافق ہے (یعنی مرض کے موافق نہ کہ مریض کے موافق)

۲۔ موسم۔ موسم گرما کے آغاز میں اس مرض کا ظہور زیادہ ہوتا ہے۔ دراصل مرض تو جسم میں پہلے ہی موجود ہوتا ہے لیکن اس موسم میں قوا کی کمزوری کے سبب علامات ظاہر ہوتی ہیں۔

۳۔ عمر۔ نوجوانی کی عمر دق کی خاص عمر ہے۔ ۲۰ سال سے ۴۰ سال تک اس کے حملہ کے امکانات بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ اور یہ وہ عمر ہے جس میں کشمکش حیات بہت زیادہ ہوتی ہے۔ مردوں کے معاملہ میں حصولِ معاش کے تفکرات اور عورتوں میں ازدواج۔ بچوں کی پیدائش پھر ان کی پرورش کی مشکلات۔

۴۔ وراثت۔ دق کا جرثومہ نہ باپ سے بیٹے کے جسم کے اندر پہنچ سکتا ہے نہ ماں سے۔ لہذا یہ مرض صحیح معنوں میں وراثتی نہیں۔ البتہ مدقوق والدین کے بچے کمزور ہونے کے سبب اس کے اثرات کو بہت جلد قبول کر لیتے ہیں نیز ایک ہی گھر میں اور بسا اوقات ایک ہی بستر پر ماں باپ کے ساتھ سونے سے جراثیم بچے کے جسم میں پہنچتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مدقوق والدین کے بچے اکثر و بیشتر دق میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ اس لئے اس مرض کو وراثتی سمجھا جاتا ہے۔ البتہ اگر بچہ پیدائش کے فوراً بعد ماں باپ سے بالکل علیحدہ کردیا جائے تو پھر کوئی خطرہ نہیں۔

۵۔ ذاتی صلاحیت۔ بعض لوگوں میں نامعلوم وجوہ کی بنا پر اس مرض کے قبول کرنے کی خاص صلاحیت ہوتی ہے۔ جہاں ذرا ان کے قوا کمزور ہوئے یا کسی دق کے مریض کے ساتھ چند دن ان کی رہائش رہی۔ وہ گرفتار ہوئے۔ اس کے برعکس بعض لوگوں میں اس کے قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ چنانچہ وہ باوجود انتہائی

جسمانی کمزوری اور نیز کئی قسم کے دیگر امراض میں مبتلا رہنے کے دق سے محفوظ رہتے ہیں۔

## تمدنی حالات۔

ا۔ شہری اور دیہاتی۔ شہریوں میں کثیف آب وہوا۔ گنجان آبادی۔ تفکرات کی زیادتی اور کشمکش حیات کی شدت کی وجہ سے یہ مرض دیہاتیوں کی نسبت بہت زیادہ ہوتا ہے۔

ب۔ مالی حالات۔ غربا بسبب ادنیٰ درجہ کی خوراک کھانے اور غلیظ مکانات میں رہنے اور نیز علاج معالجہ کی قدرت نہ رکھنے کے اس مرض میں مبتلا ہوتے ہیں۔

(ج) پیشہ۔ وہ پیشے جن میں کام زیادہ اور آرام کم ہو۔ اور اس کے مقابلہ میں کام کے مطابق خوراک اچھی نہ ملتی ہو۔ ان میں دق ہونے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔

د۔ خوراک۔ عمدہ یعنی مقوی۔ زود ہضم اور سادہ خوراک جسم کے اندر دق کے خلاف قوت مدافعت کو بڑھاتی ہے۔ اس کے برعکس ناقص۔ ناکافی یا پُر تکلف اور دیر ہضم غذا دق کے لئے میدان پیدا کرتی ہے۔

ھ۔ دماغی کام کی کثرت اتنی قدر تھکان پیدا کرتی ہے جتنی جسمانی ورزش۔ تھکان سے کمزوری واقع ہوتی ہے۔ کمزوری اور دق لازم وملزوم ہیں۔

س۔ طاقت سے زیادہ جسمانی محنت۔ جسمانی محنت کے بعد آرام نہایت ضروری ہوتا ہے۔ اگر آرام میسر نہ ہو تو قوتِ مدافعت کم ہوجاتی ہے۔

ص۔ دماغی پریشانی اور تفکرات۔ جسم کو بالکل کھوکھلا کر دیتے ہیں۔ پریشانی میں بھوک کم ہوجاتی ہے۔ شب بیداری زیادہ ہوجاتی ہے۔ اور یہ دونوں اسباب قوتِ مدافعت کو کم کر دینے کے لئے بڑے کافی ہیں۔

کسی دانا نے صحیح طور پر کہا ہے کہ دق کے صرف دو سبب ہیں۔ افلاس اور جہالت افلاس کے سبب سے عمدہ آب وہوا۔ اعلیٰ تمدن صحیح خوراک۔ دماغی اور جسمانی آرام وراحت میسر نہیں آسکتے جہالت کی دم سے باوجود روپیہ کی فراوانی کے ان چیزوں کی قدر وقیمت کی اہمیت کا احساس نہیں ہوتا۔ اور اگر افلاس اور جہالت دونوں ہیں جیسا کہ ہندوستانیوں کے متوسط اور غریب طبقے میں ہے تو مرض کی فراوانی اور موت کی ارزانی اس کے فطرتی نتائج ہیں

ہندوستانی اور تپ دق۔ ہندوستان کی غیر معتدل اور افراط و تفریط والی آب وہوا۔ گرمی کی شدت۔ اور عام افلاس اور بیروزگاری۔ تعلیم کا فقدان اور جہالت کی فراوانی۔ توہم پرستی۔ توکل اور رضا کا عقیدہ غیر ملکی حکومت اور حکومت کی رعایا کی صحت وآرام سے عدم توجہی۔ نیم حکیموں۔ منتر بازوں اور تعویذ گنڈے والوں کی کثرت یہ سب حالات ہندوستانیوں میں تپ دق کے پیدا ہونے۔ بڑھنے۔ اور عام ہلاکت کا باعث ہونے کے اسباب ہیں۔

ہندوستانی عورتیں اور تپ دق۔ دوسرے ممالک میں عورتوں اور مردوں میں دق قبول کرنے کی صلاحیت قریباً یکساں ہیں۔ اگر کچھ فرق ہے تو یہ کہ مرد بسبب کام کی کثرت۔ دماغی پریشانیوں کی عمومیت اور کشمکش حیات کے نسبتاً زیادہ شکار ہوتے ہیں۔ پھر ہندوستانیوں میں عورتیں کیوں زیادہ مبتلا ہوتی ہیں۔ اس کے اسباب یہ ہیں۔

۱۔ صغیر سنی کی شادی۔ چھوٹی عمر میں ازدواجی زندگی کی سخت ذمہ داریوں کا عائد ہو جانا۔ اعضا کے کامل نشوونما سے پہلے ماں بن جانا۔ بچوں کو دودھ پلانا۔ اور بچوں کی پرورش اور تربیت کی مصیبت اور تکلیف اٹھانا صغیر سنی کی شادی کے بدیہی نتائج ہیں۔

۲۔ عورتوں کی محکومیت۔ مردوں کا جبر۔ حکومت۔ ناجائز دباؤ۔ ناجائز اور غیر فطری پابندیاں۔

۳۔ عورتوں کا وراثت سے محروم ہونا۔ اس کا انجام مالی کمزوری۔ دماغی پریشانی۔ اور احساس شکست (Inferiority complex)

۴۔ تعلیم کی کمی۔ اور مردوں کی طرف سے تعلیم نسواں کی مخالفت۔

۵۔ عورتوں میں توہم پرستی کی زیادتی۔ اور قوانین صحت سے ناواقفی۔ عدم توجہی۔ اور عدم احساس۔

۶۔ اپنی بساط سے زیادہ بچے پیدا ہونا۔ خود مناسب آب و ہوا اور خوراک سے محروم ہونے کے باعث کمزور رہنا۔ مگر بچوں کی زیادتی کے مصائب کو برداشت کرنا۔

۷۔ بیواؤں کی شادی نہ ہونا۔ اور اس طرح خود اپنی روزگار حاصل کرنے کی سعی کرنا۔ نہایت سخت محنت اور کم مزدوری کے کام کرکے اپنے آپ کی اور اولاد کی پرورش کرنا۔

۸۔ پردہ۔ اگرچہ صرف مسلمانوں میں ہے اور وہ بھی متوسط طبقے میں۔ پھر بھی غیر قدرتی اور غیر فطری ہونے کے باعث عورتوں کو کھلی ہوا۔ ورزش اور دنیا کی دلچسپیوں سے محروم کرتا ہے۔ اس پر طرہ پردہ کی مختلف قسمیں اور پھر طرح طرح کی پابندیاں۔ اس مضمون میں اسلامی و غیر اسلامی یا شرعی و غیر شرعی پردہ کی بحث کا محل نہیں مگر یہ ضرور ہے پردہ مذہب شرع میں جائز ہو یا ناجائز۔ مذہب صحت کے نزدیک ناجائز ہے۔

یہ ہیں دق کے اسباب اور ان اسباب سے بچنا ہے اس کا دفاع۔ باقی رہا اس کا علاج سو وہ ایک خالص طبی مضمون ہے۔ اگر ناظرین و ناظرات "عصمت" کی خواہش ہوئی تو پھر کبھی اس مضمون پر ایک عام فہم تبصرہ کر دیا جائے گا۔

# خانہ داری

**انگلیوں کی درستی۔** گھر کے کام کاج میں عورتوں کے ہاتھ خراب ہو جاتے ہیں کپڑوں کا دھونا بڑا سخت کام ہے۔ انگلیوں کا دشمن ہے لیکن اس قسم کے کام کرتے ہوئے بھی انگلیاں درست رکھی جا سکتی ہیں۔ سلائی کے وقت انگشتانہ ہمیشہ استعمال کرو۔ لکھتے وقت قلم کو کس کے نہ پکڑو۔ دھوتے وقت کپڑوں کو اس طرح نہ ملو دلو کہ انگلیاں درد کرنے لگیں۔ تھوڑا سا روغن زیتون ملنا انگلیوں کو نرم اور صاف کرتا ہے۔ تیل کی مالش کئے جاؤ۔ ایک وقت میں ذرا سا تیل کافی ہوگا۔ ان کی ورزش بھی ضروری ہے۔ ان کو موڑو اور پھیلاؤ۔ نیچے سے پوروں تک نرمی سے مالش کرو۔ انگلیاں خراب نہ ہونے پائیں گی۔

**سنگھار کی ضروریات۔** سنگھار کی چیزیں ایسی منتخب کرنی چاہیں جو جلد کو نقصان نہ دیں اور اس طرح لگائیں کہ بناوٹ نہ ٹپکے۔ اس لئے ان چیزوں کے لئے بڑے احتیاط کی ضرورت ہے۔ لبوں پر جو لاکھا لگایا جاتا ہے اس کے متعلق خاص خیال رکھیں کہ اس میں دُہنیت ہو کیونکہ لب نازک چیز ہیں۔ ان کی جلد بڑی حساس ہوتی ہے۔ آسانی سے تڑق جاتی ہے۔ جب لگانے لگیں تو جلد بالکل صاف کر کے پہلے کوئی بنیادی کریم یا لوشن لگائیں۔ لبوں پر ہی منحصر نہیں پوڈر بھی جہاں لگایا جائے پہلے جلد صاف کرنی چاہیے اور پھر کریم لگا کے پوڈر ہلکا ہلکا اس طرح چھڑکیں کہ لوشن ذرا زائد رہ نہ جائے ایسے ذرے برش سے صاف کر دیں۔ پوڈر بالوں کی جڑوں تک چھڑکتے ہے جائیں سونے سے پہلے جہاں جہاں بدن پر یہ مصنوعی چیزیں لگی ہوں بالکل دھو دینی چاہیئے۔

روژ (سرخ پوڈر) رخساروں کی ہڈیوں پر اونچا اونچا لگانے سے گول چہرہ میں لمبائی پیدا کرتا ہے لیکن زیادہ اونچا لگانے سے آنکھوں سے درستی مترشح آنے لگتی ہے۔ لمبا پتلا چہرہ ہو تو اسے ذرا نیچے اور پھیلا کے لگائیں۔ کوئی سی صورت ہو اس کا خیال رہے کہ پوڈر کے کنارے ظاہر نہ ہوں۔ اسے کھال کی زردی میں اس طرح ملا دیں کہ معلوم ہو کہ اصلی رنگ ہے اور کوئی بناوٹ نہیں کی گئی ہے۔

لبوں پر لاکھے کی قلم لگانے سے پہلے انہیں خفیف نمی دیں۔ پھر دونوں کو اس کے لگانے کے بعد باہم اس طرح ہلائیں جلائیں کہ رنگ ہموار ہو کے پھیل جائے اس کے بعد بیچ میں اور لگا سکتے ہیں۔ اسے ہلکے باچھوں تک لے جائیں۔
آنکھوں پلکوں اور ابرؤں کا سنگھار اپنے اپنے مذاق کی چیز ہے۔ یہ سنگھار شام کو اچھا رہتا ہے دن کے لئے موزوں نہیں

**سنگھار کی داستان۔** سنگھار کوئی یورپ کی ایجاد نہیں۔ جب تک یورپ تاریکی میں مبتلا رہا وہ سنگھار کو جانتا بھی نہ تھا۔ جب صلیبی لڑائیوں میں وہ ایشیائی تہذیب سے دوچار ہوئے تو واپسی کے وقت حرم کی سنگھاری چیزیں اپنی عورتوں کے لئے تحفہ کے طور پر لے جاتے۔ وہ انھیں استعمال کر کے بڑی خوش ہوتیں اور اپنے مردوں کو بھلی معلوم ہوئیں۔ یہ شوق انگلستان اور فرانس میں خوب پھیلا کیونکہ یہی ممالک صلیبی لڑائیوں میں پیش پیش تھے۔

جب مصر اپنے عروج پر تھا تو واں کی عورتیں خوب سنگھار کرتی تھیں۔ اس زمانہ کے جو سنگھاری برتن لندن کے عجائب خانہ میں محفوظ ہیں ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کیسی نازک صنعت تھی اور سنگھار بھی کیا کچھ ہوگا۔ البتہ سنگھاری مصالحے اتنے زیادہ نہ تھے جتنے آج کل رائج ہیں لیکن آج کل بیشمار مصالحے بیشتر جسم کے لئے مضر ہیں

حضرت عیسیٰ سے تین چار ہزار برس پہلے مصری عورتیں نہایت اچھا سنگھار کرتی تھیں خوشبودار لکڑیاں اور پودوں کے گوند سنگھاری مصالحوں میں کام آتے تھے۔ عبادت کے وقت بھی یہی خوشبوئیں جلاتے تھے اور ان کی ترکیب نہایت خفیہ رکھتے تھے۔ نہانے کے بعد نہایت خوشبودار مرہم جسموں پر ملے جاتے تھے۔ اس کی بدولت دھوپ اور گرمی کی شدت سے جلد تڑخنے اور مرجھانے سے بچی رہتی تھی۔ مہندی کا بھی رواج تھا جو ناخن ہتھیلیاں اور تلوے رنگین کرکے کام آتی تھی۔ سُرمہ سے آنکھیں اور پلکیں سیاہ کی جاتی تھیں انھیں سنگھاروں سے کلوپٹرا نے انٹونی کو لبھایا تھا۔

ایک ہزار برس قبل حضرت عیسیٰ کابل اور نینوا میں مرد عورت غضب کے سنگھار کرتے تھے۔ آج کا مغرب ان کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ یہ بیہودگیاں بھی ان کی تباہی کا باعث ہوئی ہونگی۔ یونانی بھی اپنے عروج میں کافی سنگھار کرتے تھے رومیوں نے بھی خوشبوئیں خوب استعمال کیں۔ برطانیہ پر حملہ کرنے والے پکٹ قوم کے لوگ تھے۔ پکٹ کے معنی رنگنا ہے۔ وہ لوگ جسم رنگ لیتے تھے۔ بعد میں برطانیہ نے صلیبی جنگوں میں مشرقی سنگھار سیکھا جو الزبتھ کے زمانہ میں عروج پر پہنچ گیا۔ سترھویں صدی میں یہ سنگھار اس حد تک بڑھا کہ حکومت کو سنہ ۱۷۷۰ء میں ایک قانون بنانا پڑا تاکہ مرد سنگھار کے دھوکوں میں آکے بھیدی عورتوں سے شادی کرنے کی مصیبت سے بچ سکیں۔ قانون کا منشا یہ تھا کہ جو کنواری یا بیوہ یا بلا شوہر عورت خوشبوؤں رنگوں مصنوعی دانتوں بناوٹی بالوں اونچی ایڑی کے جوتوں یا اور ایسی ہی مصنوعی آرائش سے برطانوی رعایا کے کسی فرد کو دھوکہ دے کے شادی کی پابندیوں میں باندھے تو اسے جادوگری کی سزا دی جائیگی اور شادی منسوخ کردی جائے گی۔

میری ملکہ سکاٹ سفید شراب میں بیٹھ کے نہایا کرتی تھی تاکہ جلد خوشنما رہے۔

**سنگھاری غسل۔** نہانا دھونا دل کو فرحت دیتا ہے لیکن ترکیب سے نہایا جائے تو سنگھار بھی ہو جاتا ہے نہانے کا پانی سخت نہیں ہونا چاہیئے۔ ایسے پانی سے جلد کھردری ہو جاتی ہے۔ بارش کا پانی ملائم ہے اور غسل کے لئے عجیب چیز ہے۔ آج کل بہت سے نمک غسل کے پانی میں ملانے کے لئے رائج ہیں لیکن ان میں سے بہت سے جلد کے لئے نہایت مضر ہیں۔ اچھے نمک ذرا مہنگے ملتے ہیں۔ ایک نیا نمک ایسا ہے۔ پانی میں ملاتے ہی ہلکا گلابی اور خوشبودار جھاگ پیدا کردیتا ہے۔ لیکن گھر پر کیوں نہ اچھا نمک بنا لیا جائے۔ پسا ہوا سہاگہ ایک پونڈ ملا کے خوشبودار تیل مثلاً ٹوائلٹ۔ لیونڈر یا وربینا Verbina صنعف ورام میں ملالیں غسل کے پانی میں ایک چمچہ ملا کے پانی میں پرلطف نرمی پیدا کی جاسکتی ہے۔ پانی کو پُرلطف اور بہت خوشگوار بنانے کے لئے یہ مرکب تیار کریں ایسے پانی سے نہانے سے جسم میں جوانی کی رعنائی آجاتی ہے۔ سنگترہ کے پھولوں کا پانی۔ دو چھٹانک۔ گلاب کا پانی (روز واٹر) دو چھٹانک کٹے ہوئے بادام آدھی چھٹانک۔ ٹنکچر آف بنزوائن Tinc of benzoin ایک ڈرام سہاگہ نصف اونس لے کے ان تین چیزوں کو اس طرح ملا کے پھانٹیں کہ پتلا حریرہ بن جائے۔ اسے ۲۴ گھنٹے پڑا رہنے دیں۔ پھر ململ میں سے چھان کے سہاگہ ملا دیں اور ملائیں حتیٰ کہ گھل جائے۔ آخر میں قطرہ قطرہ کرکے ٹنکچر آف بنزوائن اس طرح ملائیں کہ اجزا برابر ہلاتے رہیں۔ نہاتے وقت ہر دفعہ دو چمچے ملا لیا کریں۔ جلد میں زیادہ چکنائی ہو یا اس پر دھبے رہتے ہوں تو باداموں کا آٹا جئی کا آٹا اور باریک چھلا ہوا صابن ایک پیالی لے کے باہم ملائیں اور ان میں گندھک کے پسے ہوئے پھولوں Flowers of sulpher کی ایک چمچہ ملائیں چھوٹی سی ترکی تولیوں کے تھیلے میں جو

سی سلائی ملتی ہیں اس مرکب کے دو چمچے ڈال کے اس سے بدن اس طرح ملیں گو یا صابن ملا جا رہا ہے۔
نفیس خشک جلد کے لئے اور قسم کی تھیلیہ کام میں لائی جائیگی۔ اس کے لئے بادا موں کا سفوف چاول کا آٹا۔ اورس روٹ (Orris Root) کا سفوف اور کٹا ہوا صابن مساوی تعداد میں ملا کے مرکب طیار کریں اور اس میں سے دو چمچے تھیلیہ میں ڈال کے ملیں۔
جن دونوں میں گرمی سے بدن چپچپا جاتا ہو تو لیموں کا غسل فائدہ دے گا۔ دو لیموں غسل کے پانی میں نچوڑ دیں ہفتہ میں ایک یا دو مرتبہ اس قسم کا غسل جلد میں ایک نئی سفیدی پیدا کر دیگا۔ سرکہ کا عمل بھی خوب فرحت پیدا کرتا ہے۔ لیموں۔ سالٹ سرکہ کی ایک پیالی سیر گرم پانی میں ملا کے پانی خوب ہلایا جاتا ہے۔ اسی طرح سوڈا بائیکاربونیٹ یا ٹنکچر بنز وائن کا ایک چمچہ نیم گرم پانی میں ملا کے غسل کیا جا سکتا ہے۔
غسل سے پہلے جسم سے تمام آرائشی کریمیں پوڈر وغیرہ اتار دینا چاہیئے پھر کوئی جلدی غذا لگائیں نہاتے وقت یہ مسالوں کے ذریعہ جسم میں جذب ہو جائے گی اور گرم پانی سے جلد کی چکنائی خشک نہ ہونے دے گی۔
بال اور ناخن گرم پانی سے بارونق ہو جا کرتے ہیں۔ بالوں کے لئے ایک ٹوپی استعمال کی جاتی ہے اور ناخنوں پر ناخنوں کا روغن چپڑ لیا جاتا ہے۔
رات کے وقت نیند لانے کے لئے گرم پانی میں غسل کیا جائے تو خیر ورنہ عام طور سے ہر گرم پانی کے غسل کے بعد یوڈی کولون جسم پر مل لینی چاہیئے۔ اس سے مسام بند ہو جاتے ہیں۔ جلد میں تازگی پیدا ہو کے جانداری آجاتی ہے اور عام دلفریبی اور تازگی کا احساس جسم میں پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر گھر میں اوڈی کولون موجود نہ ہو تو سرکہ اور پانی مساوی مقدار میں ملانے سے یہی اثر ہوتا ہے۔

## خانگی ٹوٹکے

روغن زیتون میں نمک ملا کے لگانے سے پالش والی چیزوں سے گرم رکابیاں دھرنے کے داغ دور ہو جاتے ہیں
اگر گراموفون کے ریکارڈ پرانے ہو جائیں اور گھس جائیں تو ان میں خوش آوازی پھر نمودار ہو جائے گی۔ اگر سیاہ سیسہ کسی ملائم ریشمی چیتھڑے سے اسیر ملیں۔
کرٹین اور چھینٹ کے دھونے کے لئے بھوسی کا پانی اس طرح طیار کیا جاتا ہے کہ تین چھٹانک بھوسی کسی بڑی ململ کی تھیلیہ میں ڈال کے ۴ ½ چھٹانک پانی میں ڈالیں اور میٹھی آنچ پر اسے جوش دیں حتیٰ کہ پانی کا رنگ گہرا زرد ہو جائے یہ دھونے اور دھارنے کے کام آتا ہے۔
پاؤ بھر گرم گرم اُبلے ہوئے آلو مسلیں۔ پھر دو چمچہ دودھ ½ چھٹانک مکھن اور حسب ذائقہ نمک ملائیں اور چھٹانک بھر آٹے میں ہاتھ کے سخت کر لیں سینی میں باریک تہ میں پھیلا لیں اور گول کاٹ کے گرم تنور میں دس منٹ رکھیں یا کرچھے یا کڑھائی میں پکا لیں حتیٰ کہ دونوں طرف سے زرد ہو جائے۔ مکھن چپڑ کے گرم گرم کھائیں۔
پیٹ میں کیڑے پڑ جایا کرتے ہیں۔ اس کے لئے کمیلہ۔ ہینگ۔ سناء کی ایک ایک تولہ۔ ترپھلا ۲ تولہ۔ سب کوٹ کے ایک چھٹانک گلقند میں ملا کے رکھ لیں۔ ایک تولہ روز دودھ کے ساتھ کھلائیں۔ تین دن میں بالکل آرام ہو جائیگا۔
محمد ظفر

# بُدھ مت کا کعبہ

(بُدھ مذہب اور اُس کے کعبے بُدھ گیا پر ایک نظر)

دُنیا کے بڑے بڑے مذاہب میں بدھ مت چوتھے نمبر پر ہے۔ اس مذہب نے ہندوستان میں جنم لیا اور پندرہ سو سال تک عروج پر رہ کر اس ملک سے تقریباً نابود ہوگیا۔ لیکن چین وجاپان، سیلون، برما، تبت، نیپال و بھوٹان وغیرہ میں اب بھی اس کے پیرو موجود ہیں جن کا شمار تقریباً پندرہ کروڑ سوائے عیسائی مسلمان اور ہندوؤں کے تمام مذاہب کے پیروؤں سے زیادہ ہے، ہندوستان کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس کی سرزمین پر بُدھ جیسا مذہبی رہنما پیدا ہوا جس نے دنیا کی آبادی کے پانچویں حصہ کے دل ودماغ پر حکومت کی" اور شجر فہم معہ تخت علم" کے بُدھ گیا میں آج تک موجود ہے جہاں تمام ممالک سے بُدھ مذہب کے پیرو ڈھائی ہزار برس سے آج تک برابر اپنی عقیدت اور مذہبی پرستاری کے پھول چڑھانے آتے ہیں اور اس مقام کو اپنا کعبہ سمجھتے ہیں۔ "بُدھ گیا" خاص گیاجی سے قدیم سڑک کی راہ سے جو پھلگو ندی کے کنارے ہو کر جاتی ہے سات میل اور نئے راستہ سے نو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ گیاجی قدیم زمانہ سے ہندوؤں کا بڑا زبردست تیرتھ مانا جاتا ہے، بُدھ مت کے پھیل جانے سے یہاں کی رونق گھٹ گئی تھی لیکن جب پندرہ سو برس کے بعد برہمنوں نے پھر فتح پائی تو گیاجی کی شان پھر قدیم عروج پر آگئی گیاجی دریائے پھلگو پر واقع ہے" اور یہ دریا گنگاجی سے بھی زیادہ متبرک مانا گیا ہے، یہاں عموماً ہندو اپنے آباء واجداد کی روحوں کی نجات کے لئے آتے ہیں، یہاں کے جھیل، چشمے، تالاب، دریا کے گھاٹ، درخت اور پہاڑیاں سب مقدس اور پرستش کے لئے وقف ہیں۔

**بُدھ مت سے قبل ہندوستان کی مذہبی حالت:۔** ہندوستان ڈھائی ہزار برس پہلے کس مذہبی حالت میں تھا اس کے متعلق بڑا زبردست لٹریچر موجود ہے، ہندوؤں کی قدیم مذہبی کتابوں خصوصاً "پُران" کی مذہبی روایات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہندو سب سے پہلے فطرت یعنی پہاڑ، جھیل، تالاب، درخت وغیرہ کی پرستش کرتے تھے اس کے بعد نشانات کی پرستش کرنے لگے جیسے وشنو پد یعنے وشنو کے پاؤں کا نشان اور ایسے ہی دیگر یادگار نشانات، اس کے بعد اصل انسانی شکل اور مجسموں کی پرستش ہونے لگی، اُس زمانہ میں کوئی ایک خاص طریقہ نجات کے لئے موجود نہ تھا انسان اپنے افعال کے مطابق بار بار جنم لیا کرتا تھا اور ہر شخص کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ وہ گھڑی گھڑی جنم لینے سے بچ کر سیدھا جنت چلا جائے جہاں سے واپس آنے کی ضرورت نہ پڑے، اس مدعا کے حصول کے لئے ہزارہا دیوتاؤں کو خوش کرنا پڑتا تھا، کوئی چھ چھ ماہ کے روزے رکھتا تھا کوئی سردی میں پانی کے اندر اور گرمی میں آگ کے اوپر اوندھا لٹک جاتا تھا، کوئی برسات میں میدان میں پڑے رہنے کے ذریعہ حقیقت کی تلاش کرتا تھا کوئی پہاڑوں

اور جنگلوں میں مارا مارا پھرتا تھا، رہبانیت کے بغیر نجات ناممکن مانی جاتی تھی، عورت کا درجہ گرا ہوا تھا۔ ہر قوت کا ایک خدا تھا اور بُرے اور بھلے خداؤں میں ہمیشہ جنگ ہوتی رہتی تھی جس میں کبھی بُرے خدا جیت جاتے تھے اور کبھی بھلے خدا کامیاب ہوتے تھے "وشنو جی" خدائے خدایان تسلیم کئے جاتے تھے اور برہم جی خالق کونین "شو جی" کے ہاتھ میں موت تھی اور اندر اور گنپتی اور ناگا جی وغیرہ وشنو جی کے معاون و مددگار "مارا" شیطان کا نام تھا جو ہمیشہ اس دُھن میں رہتا تھا کہ پاکباز لوگوں کو ورغلا کر صحیح راستہ سے بھٹکا دے۔ "مارا" کی زبردست فوج تھی اور سات بیٹیاں بھی جو ایسی ماہر فن تھیں کہ اُن کے جال سے خدا بھی گھبرا جاتے تھے، کئی خداؤں کی محفلوں میں ان کا ناچ و گانا بہت مقبول تھا، مختصراً وشنو جی کی مرضی سے جب برہم جی نے دُنیا بنائی تو اُن کی کرخت طبیعت سے اسور (دیو) اور لطیف طبع سے دیوتا بن گئے ان میں ہمیشہ جنگ ہوتی رہی، دیوتا ہمیشہ دیوؤں سے گھبراتے رہے، دنیا میں پاکباز لوگ جب اپنی ریاضت و تقویٰ کے ذریعہ کمال حاصل کرنے لگتے تھے تو "مارا" کے علاوہ آسمان پر دیوتاؤں اور خداؤں کو بھی فکر پڑ جاتی تھی کہ کہیں یہ انسان اُن کی جگہ نہ چھین لے اور جو خدا سب سے خطرہ میں ہوتا تھا وہ زمین پر اُتر کر اس انسان کو پاکبازی سے روکنے کی کوشش کرتا تھا اور اگر ناکامیاب ہوتا تھا تو دوسرے خداؤں کی مدد لیتا تھا تاکہ اس نئے دعویدار سے نجات حاصل کر سکے، ہندو مذہب اس شکل میں بڑے زور پر تھا اور گیا جی ہندو برہمنوں کی آماجگاہ، اس کے علاوہ صوبۂ متوسط ہند میں ایک پاکباز سادھو نے آتش پرستی کو بڑا رواج دے دیا تھا، اس کے شاگرد تمام ہندوستان میں پھیل گئے تھے، انہیں میں سے تین بھائی "کسیاپ" اُرو بلا (موجودہ بدھ گیا) اور اس کے اضلاع میں معہ اپنے ہزار ہا چیلوں کے رہتے، سال میں ایک دفعہ جب اگنی تیرتھ کے لئے تمام ہندوستان سے لوگ یہاں جمع ہوتے تھے تو کیساپ برادروں کی بہت آؤ بھگت ہوا کرتی تھی یہ لوگ بڑے بڑے بال رکھتے تھے اس لئے جٹیلے کہلاتے تھے۔

**گوتم بدھ کی پیدائش وفات اور دیگر حالات:**۔ ڈھائی ہزار برس پہلے کپیلا وستو میں جو نیپال کی سرحد پر واقع تھا ایک ساکن خاندان کے راجہ "ستہ ہودن" کے پینتالیس برس کی عمر تک کوئی بچہ نہ ہوا، اس کی دو رانیاں تھیں مایا دیوی یا جپتی، ۵۶۶ء قبل مسیح مایا دیوی کے بطن سے ایک ہونہار راج کمار سدہارتھ گوتم پیدا ہوا پیدائش کے ساتویں دن مایا دیوی کا انتقال ہو گیا، یا جپتی جو سوتیلی ماں تھی اور سگی خالہ بھی اس بچہ کی پرورش کرنے لگی، رسم کے مطابق پنڈتوں اور نجومیوں نے بتایا کہ اگر راج کمار دنیا دار رہا تو ہفت اقلیم کا مہاراجہ اور تارک الدنیا ہو گیا تھا تو بدھ (عارف کامل) ہو جائے گا جو دنیا کی نجات کا باعث ہو گا۔ گوتم بڑا ہوا اور پندرہ سال کی عمر کا ہو گیا تو راجہ نے شادی کرنا چاہا۔ گوتم نے کہا کہ میں صرف اس عورت سے شادی کروں گا کہ جو مندرجہ ذیل خصوصیات رکھتی ہو "وہ نوجوان ہو لیکن نوجوانی نے چھچھورا پن نہ پیدا کیا ہو، وہ خوبصورت ہو لیکن حُسن نے مغرور نہ کیا ہو۔ اُس میں بہن کا سا پیار اور ماں کی سی شفقت ہر جاندار کے لئے موجود ہو، وہ شیریں کلام اور [illegible]دقہ ہو اور [illegible] نہ کرتی ہو۔ اُس کو خواب و خیال میں بھی کسی [illegible]

مرد کا خیال نہ آتا ہو، وہ فخر نہ کرتی ہو اور عادات صالحہ کی مالک ہو، وہ اس قدر عجز پسند ہو کہ جیسے ایک لونڈی
وہ دوسروں کی چیزوں کی حرص نہ کرتی ہو، وہ بیجا فرمائشیں نہ کرے اور اپنی حالت پر قانع رہے، وہ شراب کی پرواہ
نہ کرے اور مٹھائی سے رغبت نہ رکھتی ہو، وہ خوشبو و عطریات اور موسیقی سے بے حس ہو، کھیل تماشہ سے بے پرواہی
ظاہر کرتی ہو، وہ میرے نوکروں اور اپنی خادماؤں سے رحم و سلوک سے پیش آئے، وہ سب سے پہلے اُٹھے اور
سب کے بعد سونے والی ہو، وہ جس سے میں شادی کروں اُس کا جسم و کلام اور خیال سب پاک اور معصوم ہو، راجکماری
"یشودھرا" جو کولیاس کے راجہ کی بیٹی تھی ان صفات کی حامل پائی گئی اور بڑے دھوم سے شادی ہو گئی، چودہ سال کے بعد
جب گوتم اور یشودھرا کے بچہ پیدا ہوا تو ایسے واقعات پیش آچکے تھے کہ گوتم نے اپنے بیٹے کا نام "راحل" (یعنی سدّ راہ)
رکھا۔ گوتم کے والد راجہ کو ہمیشہ یہ خیال رہتا تھا کہ کہیں گوتم تارک الدنیا نہ ہو جائے، اس لئے اُس کا حکم تھا کہ گوتم ہمیشہ
محل کے باغات میں رہے اور تمام عیش و آرام ہمیشہ مہیا رہیں، جس روز گوتم کے بچہ ہوا اُس دن گوتم محل کے باہر گیا تھا
اور وہاں اُس نے ایک طاقتور پرند کو کمزور پرند پر حملہ کرتے دیکھا اور اس کمزور پرند کو کسی دوسرے زیادہ کمزور
پر حملہ کرتے، گوتم پریشان ہو گیا، اُس نے ایک لاغر و کمزور مریض کو دیکھا اور پھر ایک ضعیف بوڑھے شخص کو اور پھر
ایک مردہ لاش کو، اُس نے خیال کیا کہ ایک دن اُس کی بھی یہی کیفیت ہوگی، اُس کے دل میں عجیب عجیب خیالات
پیدا ہونے لگے، اُس کو دُنیا کے رنج و آلام، دُکھ درد، پیدائش، موت کی مشکلات کا احساس ہونے لگا، وہ یکبارگی
دنیوی عیش و آرام، ہوا و ہوس سے نفرت کرنے لگا اور جب وہ ان ہی خیالات میں مستغرق محل کی طرف واپس
ہو رہا تھا تو اُسے ایک پاکباز سادھو نظر آیا، گوتم کو اس سادھو کی زندگی میں کامل اطمینان و مسرت دائمی نظر آنے
لگی، شہر اور محل میں بچہ کی پیدائش کی خوشیاں منائی جا رہی تھیں، ایک ساکن شہزادی کیسا گوتمی نے اپنے بالا خانہ سے
گوتم کو دیکھ کر چلا کر شعر پڑھے جو مبارکباد کے ساتھ یہ معنی رکھتے تھے کہ "اس ماں، باپ اور بیوی کے لئے جنت ہے
جو ایسے شاندار شخص کی مالکہ ہے"، گوتم اپنے خیال میں مست تھا جنت کے لفظ سے اُس کے دل میں فوراً یہ خیال پیدا
کر دیا کہ میں دنیا کی سیہ کاریوں اور مصیبتوں سے نجات پا لینے ہی سے جنت کی تلاش میں کامیاب ہو سکتا ہوں، اس
خیال سے وہ بہت خوش ہوا اور اُس نے اپنی سب سے پہلی اُستاد اور گرو کو اپنے گلے کے موتیوں کے ہار کا نذرانہ
پیش کر دیا، بلاشبہ وہ شہزادی اس نذرانہ کی اہمیت کو نہ سمجھ سکی اور وہ خیال کرنے لگی کہ گوتم کو اس سے دلچسپی ہو
گئی ہے۔ گوتم کی تفریح کے لئے محل میں رقص و سرود کی محفل گرم کی گئی لیکن اس نے پرواہ بھی نہ کی اور سو گیا، رقاصہ اور
اور دوسری عورتوں کو بھی نیند کا غلبہ ہوا اور وہ جگہ جگہ پڑ کر سو گئیں، گوتم نصف شب گئے اُٹھا تو نیم برہنہ عورتوں پر
نظر پڑی جن سے اس کو نفرت ہو گئی اور وہ اُسی وقت تارک الدنیا ہو کر محل سے نکل جانے کے قصد سے روانہ
ہو گیا، گھر چھوڑنے سے پہلے اُس نے اپنے بچہ کی شکل دیکھنا چاہی، وہ آہستہ سے اپنی بیوی کے کمرہ میں پہنچا جو پھولوں کی

سیج پر اپنے ننھے بچے کے سر پر ہاتھ رکھے بے خبر سو رہی تھی، اُس محوِ خواب شہزادی کو کیا معلوم تھا کہ اُس کی راحت و آرام، عیش و مسرت، زندگی و محبت کی آخری نظر سے کھڑا دیکھ رہا تھا۔ گوتم نے اپنے گھوڑے اور ملازم کو لیا اور ندی پار کر کے اُس نے اپنی پوشاک، گھوڑا اور زیورات ملازم کو دے کر واپس کر دیا اور آپ زرد سادھوؤں کے کپڑے پہن کر تلاش حق میں چل پڑا۔ وہ جب گھر سے روانہ ہوا تو نہ اُس کا خیال دنیا کو پیغام مسرت سنانے کا تھا اور نہ کسی مذہب کی بنیاد ڈالنے کا، وہ تو خود دنیا سے گھبرا کر دائمی مسرت کی تلاش میں نکلا تھا، اس وقت اُس کی عمر اُنتیس ۲۹ سال کی تھی، چھ سال اُس نے ریاضت میں گذارے پینتیس ۳۵ برس کی عمر میں اُس نے "بُدھ" کا درجہ پالیا اور اپنے مذہب کی تعلیم و اشاعت میں پینتالیس سال مشغول رہ کر اسّی سال کی عمر میں "کوشی پور" میں وفات پائی۔ کپیلا وستو شہر کا اب پتہ نہیں، اسوکا کے ایک مینار کی دریافت کے بعد گوتم کی جائے پیدائش کا پتہ لگتا ہے اس مقام کو "لومبنی" بھی کہتے ہیں، اگرچہ جو جائے وفات ہے اب تک موجود ہے۔

بُدھ کی تلاش حق:۔ گھر سے نکل کر وہ سب سے پہلے ایک برہمن راہب کی جھونپڑی میں پہنچا، اُس کے بعد وہ بڑے بڑے برہمنوں کی درسگاہوں میں مذہبی تعلیم حاصل کرتا رہا وہ ایک مقام سے دوسرے مقام کو جاتا رہا، یہاں تک کہ سلطنت مگدھا کے پایۂ تخت راج گری میں پہنچا، یہاں کے راجہ اور پرجا سب اس جوان و حسین راہب کے گرویدہ ہو گئے وہ راجگری کے سب سے بڑے معلم پنڈت کی درسگاہ میں آتا جاتا رہا، وہ شہر میں بھیک مانگ کر اپنا پیٹ بھرتا تھا، وہ جب راجگری سے بھی ناامید ہو کر چلا تو اُس کے ساتھ پانچ اور سادھو ہو لئے، یہ سب گیا جی میں برہما یونی پہاڑی پر آکر ٹھہرے۔ گوتم کو اب یہ دُھن تھی کہ کس طرح دنیا کے دُکھ و درد اور پیدائش و موت کی مصیبتوں سے نجات حاصل کرنے کا طریقہ ہاتھ لگے، گیا مندروں، پاک تالابوں اور دیگر مقامات پرستش سے بھرا ہوا تھا گوتم کی طبیعت جو سکون و آرام کی متلاشی تھی گیا جی کے شور و شغب کی متحمل نہ ہو سکی اور وہ آگے چل پڑا سات میل چلنے کے بعد قصبۂ اُرویلا (موجودہ بُدھ گیا) جو اُس سال بیل کے درختوں کے ساتھ ایک پُر فضا و پُر سکون منظر پیش کر رہا تھا اور جو نرنجن (لیلاجن) ندی کے کنارہ آباد تھا ملا، گوتم نے اطمینان کی سانس لی اور اس خطہ کو تلاشِ حق کے لئے موزوں پایا اور یہاں ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر اُس نے اُن تمام طریقوں کا جائزہ لیا کہ جو بڑے بڑے رشی و مفتی تلاشِ حق کے لئے استعمال کر رہے تھے اور اُس نے یہ طے کیا کہ وہ تمام طریقہ بے کار و فضول اور دنیوی دکھا وے کے لئے تھے جو دُکھ درد کو اور بڑھا دیتے تھے، اُس نے تہیہ کیا کہ "میں اُس طریقہ کو تلاش کر کے رہوں گا کہ جو سزا و جزا، دوزخ و بہشت کے خیال کو دماغ سے نابود کر کے نیکی کو نیکی ہی کے لئے کرنے کی صلاحیت پیدا کر کے ہمیشہ ہمیشہ کی مسرت پیدا کر سکے"۔

بدھ گیا کے سردار کی لڑکی "سوجت" اُرویلا (بدھ گیا) کے سردار نندے کا کی لڑکی نے یہ منت مانی تھی کہ اگر اُسکی

شادی اُس کے لائق مرد سے ہو جائے اور پہلی بار لڑکا پیدا ہو تو وہ گاؤں کے متبرک پیپل کے درخت کے دیوتا پر ہمیشہ دودھ و چاول سونے کے پیالوں میں بھر کر چڑھایا کرے گی، جب یہ لڑکی اپنی منت چڑھانے آئی تو اُس نے گوتم کو اُس درخت کے نیچے غور و فکر میں مشغول پایا اُس نے دودھ و چاول گوتم کی نذر کر دیئے جو اس نے کھالئے یہ لڑکی گوتم کی زندگی میں انقلاب عظیم پیدا کرنے کا باعث ہوئی کیونکہ جب گوتم نے چھ سال کا روزہ رکھا تو سوجت ہی نے اُس کی خبر گیری اور نگہداشت اپنے ذمہ لی اور جب وہ روزہ سے گھبرا کر کمزوری کی حالت میں چل کر بے ہوش ہو گیا تو سوجت ہی نے اس کو دودھ و چاول سے روزہ کھُلوایا جس کے بعد ہی گوتم پر رازِ حقیقت کھل گیا اور وہ بُدھ (عارف کامل) ہو گیا۔ سوجت حسین و پاکباز تھی گوتم کی پاکبازی اور ریاضت کا اُس پر بڑا اثر ہوا اور جبکہ گوتم کے پانچوں ساتھی بھی اُسے چھوڑ کر چلے گئے تھے تو یہ سوجت ہی تھی جس نے گوتم کو دائمی مسرت حاصل کرنے کے تمام مراحل میں اُس کا ساتھ دیا۔

**تلاشِ حق کے لئے چھ سال کا روزہ:۔** گوتم نے ہر طرف سے ناامید ہو کر یہ طے کیا کہ وہ "اسپھا دھیان" کرکے دیکھے گا یہ دھیان ایک چھ سال کے روزہ کی شکل میں کیا جاتا ہے۔ اس زمانہ میں دھیانی کھانا، پینا، رفع حاجات بلکہ سانس لینا وغیرہ سب چھوڑ کر فنا فی الذات ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ دھیان معمولی انسان کے بس کی بات نہیں، وہ ایک بستر پر بیٹھ گیا اور اس دھیان کو شروع کر دیا، اُس کی ماں کو خبر ہوئی اور وہ روتی ہوئی وہاں پہنچی، بُدھ نے ماں کو سمجھا کر واپس کر دیا، سوجت اُس کے لئے پہلے ایک بیر، پھر ایک چاول اور آخر میں ایک رائی کا دانہ روزانہ کھانے کے لئے لاتی رہی یہاں تک کہ گوتم نے کھانا پینا سب بالکل ترک کر دیا، اور ایک بے جان مجسمہ کی طرح چھ سال تک بیٹھا رہا، وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بن کر رہ گیا اور اُس کے کپڑے اس کے بدن پر گل گئے، سردی برسات اور گرمی آتی اور اُس پر سے ہو کر گزر جاتی۔ چھ سال کے بعد جب دھیان ختم ہوا تو اُسے محسوس ہونے لگا کہ محنت رائگاں گئی اور اُس کو رازِ مسرت نہ مل سکا، اُس کو معلوم ہوا کہ نجات کی راہ جسم کو تکلیف دے کر کمزور و نحیف کر لینے سے نہیں ملتی، اُسے یقین ہو گیا کہ رہبانیت اور چلہ کشی وغیرہ کے تمام طریقے غلط ہیں، دائمی مسرت کا راز کسی اور ہی شے میں مضمر ہے، اُس نے سب سے پہلے ستر پوشی اور پھر شکم پُری کا ارادہ ظاہر کیا، اُس کے پانچوں ساتھی اُس کے ارادہ سے واقف ہوتے ہی یہ کہتے ہوئے بنارس کو روانہ ہو گئے کہ جب پاکیزگیٔ نفس کے طریقے بے کار ثابت ہوئے تو شکم پُری کے بعد کیا نجات کی راہ مل سکے گی

**گوتم پر انکشافِ حق** گوتم نے ستر پوشی کے لئے ایک لاش کا کفن کھینچ کر اُسے دھویا لیکن کسی نے نئے کپڑے لا دیئے، کمزوری و ناتوانی اس قدر بڑھ گئی تھی کہ وہ بے ہوش ہو کر گر گیا، اگر سوجت دودھ چاول نہ دیتی تو شاید اُس بے ہوشی ہی میں خاتمہ ہو جاتا۔ گوتم نے نرنجن ندی میں غسل کیا اور اُرو بلا میں جو پیپل کا درخت متبرک

سمجھا جاتا تھا اس کے نیچے ایک چبوترہ تھا جو گاؤں کے برہمنوں کے وعظ کے لئے وقف تھا، اس پر گوتم ہری گھاس بچھا کر مشرق کی طرف منہ کر کے اپنا خاص آسن لگا کر بیٹھ گیا۔ سب سے پہلے اُسے اپنے وسوسوں سے مقابلہ کرنا پڑا، ہر آزمائش پر وہ فتح پاتا گیا، "مارا" کا آخری حملہ اُس کی سات بیٹیاں تھیں اُن کا گوتم سے مکالمہ بہت طویل و دلچسپ ہے، گوتم کا آخری جواب قابل تحریر ہے، اُس نے ساتوں حسینوں کو مخاطب کر کے کہا "دنیا گناہوں اور خواہشات سے بھری ہوئی ہے۔ محبت ایک میٹھی چھری ہے، میں ان باتوں سے آگاہ ہو چکا ہوں اس لئے میں عورتوں سے دور بھاگتا ہوں، یہ دل موہ لینے والیاں انسان کے اخلاقی جوہروں کو ایک لمحہ کے اندر خاک میں ملا دیتی ہیں" آخر کار وہ تمام منازل طے کر کے اپنے مذہب کے فلسفہ کی گتھی کو سلجھانے میں کامیاب ہو گیا، وہ پیپل کا درخت "بُدھی دروم" (شجرِ فہم) اور وہ چبوترہ "بُدھی منڈا" یا "وجر آسن" (تختِ علم) کے نام سے مشہور ہو گیا یہ بُدھ مذہب کا سب سے مقدس مقام اور قبلہ و کعبہ ہے گوتم جو اب انکشافِ حق کی مسرت سے لبریز ہو چکا تھا اور جس کے لئے اب "بُدھ" کا خطاب سزاوار تھا ایک ہفتہ تک مشرق سے مغرب تک ٹہلتا رہا، پھر وہ ایک ہفتہ متواتر شجرِ فہم کی طرف دیکھتا رہا اور اسی طرح سات ہفتہ تک وہ اپنے فلسفہ پر غور و خوض کرنے کے بعد اس کشمکش و پیچ میں پھنس گیا کہ اس رازِ حقیقت کو وہ اپنے ہی سینہ میں پوشیدہ رکھے یا دنیا پر یہ راز آشکارا کر کے سب کی نجات کا باعث ہو، اُس نے درد و مسرت سزا و جزا بلکہ ہر چیز سے نجات حاصل کر لی تھی اور وہ اب فنا فی الذات کا مرحلہ طے کرنے کے بعد اپنے عقیدہ کو عام کرنے کے لئے طیار ہو گیا۔

**بُدھ کا فلسفہ مذہب:** چوتھے ہفتہ کے مراقبہ کے بعد بُدھ اس نتیجہ پر پہنچا کہ "دُکھ درد، مرض و موت کیوں موجود ہیں؟ اس لئے کہ ہم پیدا ہوتے ہیں اور ہم پیدا کیوں ہوتے ہیں؟ اس لئے کہ دنیا موجود ہے دنیا کہاں سے آئی؟ عناصر سے عناصر کا وجود کیوں ہے؟ اس لئے کہ خواہش موجود ہے، خواہش کس طرح پیدا ہوتی ہے؟ احساس سے، حس کیونکر پیدا ہوتا ہے؟ اتصال سے، اتصال کا تعلق چھ حواس سے ہے (بُدھ نے دل کو چھٹا حس مانا ہے) اور یہ ہیئت اور اسمائے سے تعلق رکھتے ہیں اور اُن کا تعلق وقوف سے ہے جو ذکاوت، یا دانش باطنی سے پیدا ہوتا ہے اور اس ذکاوت کا منبع فریبِ نفس کے علاوہ کچھ نہیں، لہذا فریب نفس سے نجات پانا مسرت دائمی اور اصل حقیقت ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں، خدا و انبیار، عبادت و ریاضت، دعا و وظائف روزہ و نماز، پوجا پاٹ، نیکی و بدی، سزا و جزا روحانیت و مادیت کچھ نہیں۔ ہر شے فریب نفس ہے اور فریب نفس پر فتح پانے والا اکمل انسان اور ابدی مسرت کا مالک ہے جس کو پھر کبھی جنم لینے کی ضرورت نہیں رہتی اور وہ "نروان" (جنت الفردوس) حاصل کر لیتا ہے۔

غالب نے اس فلسفہ کو یوں بیان کیا ہے ؎ ہستی کے مت فریب میں آجائیو اسد ۔ عالم تمام حلقۂ دامِ خیال ہے

**بُدھ کے فلسفہ کا ہندو مذہب پر اثر:-** اِس انکشاف اور جدید فلسفۂ مذہبی نے ہندو دہرم پر بہت اثر ڈالا تیرتھ سُونے ہو گئے، برہمنوں کی روزی چھن گئی، اچھوت اچھوت کا امتیاز جاتا رہا، بُدھ کو پیغمبر نہیں مانا جاتا کیونکہ وہ خدا کا قائل نہ تھا لیکن اُس کی تعلیم میں وہ دلکشی تھی کہ تمام ایشیا بلکہ یورپ تک اُس سے متاثر ہوا اور باوجود سناتن دہرم اور وشنو کے پرستاروں کی لگاتار کوششوں کے پندرہ سو برس تک ہندوستان کے راجہ اور مہاراجاؤں کا مذہب بنا رہا۔

**بُدھ کی تعلیم اور ترویج دین:-** بُدھ گیا میں سات ہفتہ رہنے کے بعد بُدھ نے دو قافلہ کے سرداروں کو اپنے مذہب میں داخل کیا اور پھر وہ اپنے پانچوں ساتھیوں کی تلاش میں بنارس چلا گیا، وہاں وہ اُس کو "مرگرا" (باغ آہو) میں ملے، اُنھوں نے بُدھ کی تعلیم کو قبول کیا، بُدھ نے مرگرا میں وعظ کہنا شروع کیا اور جب تقریباً ساٹھ شاگرد ہو گئے تو اُن کو تبلیغ کے لئے تمام ہندوستان میں روانہ کر کے آپ راجگیری کی طرف روانہ ہوا) گیا لوٹ کر اُس نے اگنی تیرتھ کے موقع پر کیپیا برادروں کو مع اُن کے چیلوں کے اپنے مذہب میں لے لیا، پھر راجگیری کے راجہ کو مع رعایا کے بُدھ مت میں لیا اور اپنے باپ کی خواہش سے اپنے شہر کپیلا وستو میں پہنچا، راجہ نے اپنے لڑکے کو بھیک مانگتے دیکھ کر رنج و غصہ کا اظہار کیا، تمام خاندان ملنے آیا لیکن یشودہر گوتم کی بیوی نے کہا کہ اگر اُسے میرا خیال ہے تو وہ خود میرے پاس آ جائے گا، بدھ نے اپنے دو شاگردوں کو ساتھ لیا اور اُنہیں ہدایت کی کہ گو عورت کا ہاتھ جسم سے لگنا بُرا ہے لیکن یشودہرا اگر مجھ سے لپٹ جائے تو منع نہ کرنا، یشودہرا نے جب بُدھ کو دیکھا تو وہ اس کے قدموں پر گر گئی، بُدھ کی تعلیم کا اُس پر بڑا اثر ہوا۔ اُس نے اپنے بچے کو باپ سے حق مانگنے کو بھیجا تو اُس کو بھی بُدھ نے راہب بنا لیا، اس طرح خاوند اور بچہ سے جُدا ہو کر وہ خود بھی راہبہ بننے کے لئے طیار ہو گئی، بُدھ کی ماں اور بیوی دو سب سے پہلی عورتیں ہیں جو بُدھ مت میں داخل ہو کر راہبہ بن گئیں، بدھ نے اپنے شاگرد رشیدہ نندا کی زبردست سفارش کی وجہ سے عورتوں کو اپنے مذہب کی راہبہ بننے کی اجازت دی لیکن ساتھ ہی یہ کہا کہ عورت کے داخل ہونے سے یہ مذہب جو ایک ہزار برس چلتا اب پانچسو برس ہی چل سکے گا گویا عورت بُدھ مت کی زندگی کو نصف کر دینے کی ذمہ دار ہے بُدھ کی سزا و جزا اور خود غرضی و خواہشات نفسانی کو مٹا کر نیکی کرنے کی تعلیم نے کیا اثر کیا اس کا اندازہ دو روایات سے مل جائے گا۔

**روپا وتی کی قربانی:-** روپا وتی ایک پاک باز بُدھ عورت تھی، اُس نے دیکھا کہ ایک عورت جو غریب اور بہت بھوکی تھی شدت فاقہ سے اپنے بچے کو کھا جانے کو طیار تھی، اُس نے اپنے سینہ کو کاٹ کر اپنے گوشت اور خون سے اُس عورت کے پیٹ کو بھر دیا اور پھر کہنے لگی "یقیناً میں نے بچہ اور اُس کی ماں کی خاطر اپنے سینہ کو قربان کر دیا، اِس لئے نہیں کہ مجھے سلطنت یا جنت مل جائے، نہ اس لئے کہ میں اندر مہاراج یا دیوی بن جاؤ

یا دونوں جہان پر راج کروں بلکہ صرف اِس لئے کہ اُس بچہ کی ماں کو ضرورت تھی اور میرے پاس ضرورت پورا کرنے کی چیز موجود۔ اسی طرح بُدھ کی پہلی جون کے متعلق مشہور ہے کہ وہ ایک برہمن کا لڑکا تھا اور گھر بار چھوڑ کر اپنے ایک شاگرد کے ساتھ لق ودق جنگل میں جا نکلا، وہاں ایک چٹان پر سے ایک شیرنی کو دیکھا کہ وہ بھوکی ہے اور گھڑی گھڑی اپنے ایک بچہ کو علیحدہ لا کر کھا جانا چاہتی ہے لیکن ممتا کی وجہ سے چھوڑ دیتی ہے اُس بے غرض سادھو نے کہا کہ دنیا کی شہرت، آخرت کی سزا و جزا سب ہیچ ہیں، یہ جسم کس کام آئے گا؟ یہ کہہ کر اُس نے اپنے شاگرد کو خوراک کی تلاش میں بہانہ کرکے بھیجا اور آپ چٹان سے گر کر شیرنی کا لقمہ بن گیا، ان مثالوں سے بُدھ کی تعلیم کا خلاصہ معلوم ہو جانا چاہیئے۔

**بُدھ مذہب کا عروج:۔** بُدھ مذہب نے ہندوستان، چین وجاپان، سلون، تبت اور روسی ترکستان افغانستان اور ایران تک میں بڑا عروج پایا، "شجر فہم" اور "تخت علم" کے قریب دو ہزار دو سو برس پہلے بُدھ مذہب کے راجہ اسوکا نے ایک لاکھ اشرفی لگا کر ایک مندر بنا دیا تھا جسے مہابُدی مندر کہتے ہیں، یہاں ایک "مہابدی سنگھم" (خانقاہ) بھی بنائی گئی تھی، آسوکا کو شجر فہم سے بڑی محبت تھی، اُس کی رانی کو بڑا رشک ہوا اور اُس نے شجر فہم کو اپنا رقیب سمجھ کر کٹوا دیا، راجہ کو بہت رنج ہوا آخر کار رانی نے بہت روپیہ لگا کر اس شجر کو پھر ہرا کروا دیا، یہ درخت کئی دفعہ کاٹا اور پھر لگایا گیا اور ڈھائی ہزار برس سے اب تک موجود ہے، اسوکا کے بعد راجہ ہوشکا نے اس مندر کو بڑے پیمانہ پر بنوایا، یہ مندر اب تک موجود ہے اور ایک سو ستر فٹ اونچا ہے، اس مندر کی اُس زمانہ میں اِس قدر رونق تھی کہ گیاجی کے برہمن فاقہ کشی سے تنگ آ کر بدھ گیا کے زائرین سے پیسے وصول کرنے کی غرض سے یہاں آگئے اور اُس ہی وقت سے بدھ گیا میں ہندو دیوتاؤں اور اُن کی روایات کا عنصر شامل ہوتا شروع ہو گیا اور بُدھ گیا بھی بت کدہ بننے لگ گیا۔

**بُدھ مذہب کا ہند میں زوال:۔** ۱۱۹۵ء میں مسلم حملہ ہوا اور اس کے بعد سے بدھ گیا کس مپرسی کی حالت میں پڑ گیا برہمنوں نے آخری حملہ کرکے بدھ مت کا ہندوستان میں خاتمہ کر دیا، انہوں نے "گیا مہاتمایا" کے نام سے ایک کتاب لکھی جو "وایو پران" میں داخل ہے اس میں گیاجی کی کھوئی ہوئی وقعت کو دوبارہ حاصل کرنے کا بڑا زبردست پروپگنڈا کیا گیا ہے اور گیاجی کو اس قدر بڑھا چڑھا کر دکھایا گیا ہے کہ بُدھ گیا ماند پڑ گیا ہری نرسیہا پور کے مہنت نے شاہ عالم سے پروانہ لے کر بدھ گیا پر قبضہ کر لیا اور وہاں ہندو دیوتاؤں کی پرستش بھی ہونے لگی "گیا مہاتمایا" میں گیاجی کے مقدس ہونے کا اس طرح بیان ہے کہ یہاں "وشنو پد" یعنی خدائے خدایاں کا قدم، اور "برہم سلہ" دنیا کا سب سے مقدس پتھر، اور "پھلگو" دنیا کا سب سے مقدس دریا اور برہما پہاڑی یعنی خالق دنیا کا بطن ہے جس میں سے گذر جانے سے آدمی آئندہ جون میں آنے سے بچ جاتا ہے۔

گیاجی میں تین ہفتہ رہنے سے تین پشت تک کی بخشش ہو جاتی ہے ہندوؤں میں لڑکا ہونے کی خوشی صرف اس لئے ہونی چاہئے کہ وہ یا اُس کی مردانہ نسل میں سے کوئی بھی اگر گیاجی جا سکا تو اپنے بڑوں کی روحوں کی نجات اور بخشش کا باعث ہوگا

**موجودہ بُدھ گیا:۔** بُدھ گیا کا مندر آج سے دو ہزار دو سو برس پیشتر آسوکا نے بنوایا تھا۔ ۱۴۰ء میں راجہ ہونشکا نے اسے بڑا کروا دیا ۔ ۴۵۰ء میں پھالگو ندی میں طوفان آیا اور یہ مندر دب گیا ۔ ۶۰۰ء میں ایک ہندو راجہ نے شجر فہم کٹوا دیا اور بُدھ کا بُت توڑ ڈالا۔ راجہ پُرنا ورما نے اسے پھر لگوا دیا اور حفاظت کے لئے دیوار کھڑی کرا دی ۔ ۱۰۳۵ء میں برما کے راجہ نے اس کی مرمت کرائی ، بارہویں صدی میں راجہ اسوکا بالا نے مرمت کرائی اس کے بعد یہ مندر مٹی میں دب گیا اور اس کا صرف اوپر کا حصہ نظر آتا تھا ۔ ۱۸۶۳ء میں میجر میڈ اور برما کے راجہ کے لوگوں نے اسے کھودا اور پھر میجر بنگان اسے پورا کھود کر ۱۸۹۱ء میں اصل شکل پر لے آئے جو آج تک قایم ہے یہ ہندو مہنت کے قبضہ میں ہے ، کچھ سال پیشتر جاپان اور دیگر بُدھ مذہب کے لوگوں نے اس پر قبضہ کرنے کے لئے عدالت میں چارہ جوئی کی ، مہنت کا قبضہ برقرار رہا اور اس کی حفاظت گورنمنٹ کے محکمۂ انجنیرنگ کے سپرد ہو گئی ، مہنت کی آمدنی کئی لاکھ روپیہ سالانہ ہے۔ آج کل پھر بُدھ مت کے پیرو اسمبلی وغیرہ میں یہ کوشش کر رہے ہیں کہ ان کے کعبہ کا انتظام ان کی سوسائٹی کے سپرد کر دیا جائے ۔ اس سوسائٹی کو مہا بدی سوسائٹی کہتے ہیں جن کا مرکز کلکتہ میں ہے ۔ ہم اُن کے مرکز کے خوبصورت ہال کا بھی فوٹو دے رہے ہیں۔

**بُدھ مذہب اور عورت:۔** بُدھ مت پر عورت کا کس قدر احسان ہے اس کا اندازہ اس سے لگائیے کہ ساکیا کی شہزادی کی مبارک باد نے گوتم کے تارک الدنیا ہونے کے خیال کو مضبوط کر دیا ، سوجت نے بُدھ کی خدمت ہی نہیں کی بلکہ سخت زمانہ میں ساتھ دیا اور جان بچائی ، مذہب کی سب سے پہلی راہبہ بھی بُدھ کی ماں اور بیوی ہوئی تاکہ عورتیں بھی اس مذہب کی ترویج اور تبلیغ میں حصہ لیں لیکن اس کا صلہ انہیں کیا ملا یہ ہی کہ بُدھ مت میں یہ ہدایت ہے کہ عورت سے ہاتھ تک نہ لگاؤ اگر ماں بھی گڑھے میں پڑی ملے تو اُسے ہاتھ سے نہیں بلکہ لکڑی کے ذریعہ نکالو۔ مذہب کے زوال کا باعث بھی عورت ہی مانی گئی۔ عورت غریب!!!

(ڈاکٹر) نصیر الدین احمد

# بچوں کی پرورش

یوں تو ہر بچہ کی پرورش میں بڑی محنت کرنی پڑتی اور بہت تکلیف اُٹھانی پڑتی ہے تندرست بچہ کی پرورش کمزور اور بیمار بچہ کی بہ نسبت بہت آسان ہوتی ہے۔ تندرست بچہ ہنستا۔ کھیلتا۔ اچھلتا۔ کودتا۔ اور کلکاریاں مارتا ہے۔ تو ماں ساری تکان اور غم و کلفت بھول جاتی ہے۔ اس کا دل اپنے لخت جگر کی سرسبزی و شادابی سے وہ لطف اور فرحت پاتا ہے کہ اس دنیا میں اس کی مثال نہیں ہو سکتی برخلاف اس کے بیمار بچے کی بے قراری ابتر حالی ماں کی مسرت کو پامال کر کے اس کی روح کو سخت اذیت پہنچاتی ہے تندرست بچہ گھر بھر کے لئے باعث فرحت و مسرت ہوتا ہے تو مریض بچہ موجب آزار و زحمت۔

یوں تو ہر ماں چاہتی ہے۔ کہ اس کا بچہ تندرست ہو مگر اکثر اس راز کو نہ سمجھنے کے سبب ناکام رہتی ہیں کہ بچہ کی صحت طریقہ پرورش کے حسن و خوبی میں مضمر ہوتی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ صحت اور بیماری قضا و قدر سے متعلق ہوتی ہے۔ لیکن انسان کی ہر حالت میں اس کا اپنا زیادہ دخل ہوتا ہے۔ بد پرہیزی بیماری کی وجہ ہوتی ہے اور دوا سے آرام حاصل ہوتا ہے۔ ماؤں کو لازم ہے بچوں کی صحت کے لئے کوشش کریں۔ یاد رکھیں بچوں کی صحت کا انحصار ان دو باتوں پر ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ اول جب بچہ پیٹ میں ہو تو ماں خود اپنی صحت کا خیال اور تولد کے بعد بچے کی احتیاط کرے جو مائیں بچہ کی پیدائش سے قبل اپنی صحت کا لحاظ نہیں کرتیں ان کے بچے کسی صورت توانا اور تندرست نہیں ہو سکتے۔

دوم یہ بعد پیدائش زود ہضم اور مقوی غذا کھانا۔ کھانے کے اوقات کی پابندی کرنا۔ روشنی اور کھلی ہوا میں رہنا۔ ڈھیلا لباس پہننا۔ سبزی ترکاری اور میوے کثرت کے ساتھ کھانا۔ ورزش کرنا۔ غم غصہ اور رنج افکار سے بچنا۔ ترش چیزوں کے کھانے سے پرہیز کرنا یہ وہ باتیں ہیں جن پر خصوصیت کے ساتھ عمل کرنا چاہئے بعد فراغت بچےّ کی پرورش کی جانب تندہی کے ساتھ رجوع کیا جائے۔ بچے کی پرورش کے اصول و قوانین سے واقف ہونا نہایت ضروری ہے۔ عصمت میں متعدد بار ہدایات شائع ہو چکی ہیں اور اب میں وہ باتیں لکھتی ہوں جو بڑی ضروری اور اس سے قبل کے مضامین کے ضمن تحریر میں آنے سے رہ گئی ہیں۔ واضح ہو کہ بچے کا مزاج بہت نازک ہوتا ہے اور اس لئے کہ ماں کے شکم میں قیام کی مدت بہت زیادہ حرارت میں بسر کرتا ہے خنکی کا اثر اس کے مزاج کے سخت خلاف ثابت ہوتا ہے نوزائدہ بچے کو سردی سے خوب محفوظ رکھا جائے۔

بچے کی جلد اور ہڈیاں بھی نہایت نرم اور نازک ہوتی ہیں اور پھر اس کے جسم میں ولادت کی اذیت کا اثر رہتا ہے۔ اس لئے چاہیئے کہ اسے بہت ہلکے ہاتھوں احتیاط کے ساتھ اٹھائیں بچہ کو بند کوٹھڑی میں رکھنا یا کپڑے سے منہ ڈھانکنا بڑی غلطی ہے۔ اکثر اس سے سخت برے نتائج وقوع پذیر ہوئے ہیں بچے کو ہمیشہ صاف اور کھلی ہوا میں رکھیں، تازی ہوا بچوں کے لئے بے حد ضروری ہے بچے کی آنکھ پر بہت تیز روشنی نہ پڑنے پائے۔ بعض دفعہ بچہ کی آنکھیں بہتی ہیں یا مواد خارج ہوتا ہے اس صورت میں ڈاکٹر کی صلاح ضرور لینا چاہیئے۔ بچوں کی پوشاک بہت ڈھیلی اور ملائم ہو تنگ پوشاک ہرگز نہ پہنائیں۔ بچہ کو دودھ دینا اس وقت شروع کریں جب کہ ماں کو ولادت کی تکلیف میں کچھ افاقہ ہو۔ پہلے دن دو مرتبہ اور دوسرے روز چار مرتبہ ماں اپنا دودھ بچہ کو دے اگرچہ اس عرصہ میں ماں کے دودھ نہیں ہوتا لیکن قدرت کا پیدا کیا ہوا ایک ایسا رس ہوتا ہے جو بچے کے لئے بہت مفید ہوتا ہے۔ بچہ کے دودھ چوسنے کے سبب اکثر سینہ میں درد معلوم ہوتا ہے اور بعض اوقات یہ درد اس قدر زیادہ ہوتا ہے کہ ماں خوف زدہ ہو جاتی ہے لیکن درحقیقت یہ درد اس کے لئے مفید ہوتا ہے۔ پیدائش سے قبل خون کی جو گلٹیاں بندھی ہوتی ہیں وہ تحلیل ہو جاتی ہیں۔ اس درد سے گھبرا کر دودھ پلانا ترک نہ کرنا چاہیئے۔ بچے کی غذا ماں کے دودھ سے بڑھ کر کوئی نہیں ہو سکتی۔ اوقات کی پابندی کے ساتھ غذا دینا چاہیے نو مہینے تک تین گھنٹہ کے وقفہ پر دودھ دیا جائے۔ رات کے دس بجے سے صبح چھ بجے تک غذا ہرگز نہ دیں۔ غذا دینے کا وقت ہو جائے اور بچہ سوتا ہو تو اسے جگا کر غذا دیں جو مائیں بچے کو دودھ پلاتی ہیں انہیں قبض کی شکایت ہو تو بچے کے بھی قبض ہوتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ماں پہلے خود قبض کشا چیزوں کا استعمال کرے دودھ پلانے والی ماں کو جسم صاف رکھنا چاہیئے دودھ پلانے سے قبل سینہ کو گرم پانی سے دھو کر پونچھ لینا بہتر ہے۔ ہر دو جانب سے باری باری دودھ پلایا جائے۔ ان دو حالتوں میں بچے کو دودھ پلانا خاص طور پر مضر ہوتا ہے اوّل یہ کہ ماں کو نیمونیہ کے مرض میں مبتلا ہو۔ دوّم ماں کی غذا اچھی نہ ہو۔ بچے کو اوپری دودھ پلانے کی ضرورت ہو تو اس بات کا خوب خیال رکھا جائے کہ متعلقہ تمام سامان صاف رہیں۔ ہمارے ہاں اس امر میں بری بد احتیاطی پائی جاتی ہے۔ اکثر شیشیوں میں بچا ہوا دودھ گھنٹوں پڑا سڑتا ہے اور دوبارہ استعمال کی ضرورت ہونے پر شیشی پانی میں محض کھنگال کر بھرتی جاتی ہے۔ یہ طریقہ سراسر نقصان وہ ہے جھوٹا دودھ دوبارہ ہرگز استعمال میں نہ لایا جائے بچے کے پینے کے بعد جس قدر دودھ شیشی میں بچ جائے اسے پھینک کر بہت جلد شیشی کو برش کے ذریعہ دھو لیا جائے اور پھر اسے کشادہ منہ کے صاف برتن میں گرم پانی کے اندر تھوڑا سا نمک ملا کر بھگو کے رکھ دینا چاہیئے۔

بچوں کو بھی پانی کی ضرورت ہوتی ہے جو عمر کی ترقی کے ساتھ بڑھتی جاتی ہے۔ غذا کے درمیانی اوقات میں کسی قدر پانی ضرور پلانا چاہیئے مگر یہ خیال رہے کہ پانی بہت زیادہ سرد نہ ہو البتہ گرمی کے دنوں میں جبکہ تابش بہت زیادہ ہو برف پر رکھ کر ٹھنڈا کیا ہوا پانی دیا جا سکتا ہے۔ لیکن وہ پانی جس میں برف ڈالی گئی ہو ہرگز نہ دیا جائے۔ تین سال کی عمر تک بچے کی خوراک میں احتیاط درکار ہے اس عرصہ میں بڑے جو کھاتے ہیں وہ غذا ہرگز نہ دی جائے۔

ربڑ کی چوسنی چوسنے سے بچے کا تالو خراب ہو جاتا ہے جس سے دانت نکلنے میں بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ اور پھر دست اور دیگر متعدی بیماریاں بھی اس کے سبب لاحق ہوتی ہیں ابتدا ہی سے چوسنی کی عادت نہ ڈالی جائے تو اس کی چنداں ضرورت نہیں پڑتی۔

بچے کی عمر جبکہ آٹھ مہینے کی ہو جائے تو اسے مکھن اور ابلے ہوئے انڈے کی زردی دوپہر کے وقت روٹی کے ساتھ دی جائے یہ ہمیشہ مدنظر رہے کہ بچے کی غذا زود ہضم ہو اور آسانی کے ساتھ چبائی جائے نرم اور مقوی بسکٹ انداز کے ساتھ دیئے جا سکتے ہیں۔ ڈیڑھ سال تک گوشت مطلق نہ دیا جائے۔ اس کے بعد بہت باریک قیمہ کی صورت میں کسی قدر گوشت دیا جا سکتا ہے۔

بچوں کی جسمانی صفائی کا خیال از حد ضروری ہے یہ مانی ہوئی بات ہے کہ کثافت اور گندگی بیماریوں کا موجب ہوتی ہے روزانہ ایک وقت بلکہ بچہ کامل صحت رکھتا ہو تو گرمیوں میں دونوں وقت غسل دینا چاہیئے مگر نال جھڑ نہ جائے جب تک یہ احتیاط کی جائے کہ نال نہ بھیگنے پائے صابون بہت کم اور عمدہ استعمال کیا جائے۔ پانی اس قدر گرم ہو کہ جس میں ماں اپنی کہنی ڈالے تو اُسے جلن محسوس نہ ہو بچہ خواہ کیسا ہی تندرست کیوں نہ ہو سرد پانی سے ہرگز نہ نہلایا جائے۔ غسل کی ترکیب یہ ہے پانی کا برتن اس درجہ کشادہ ہو کہ جس میں ماں کے ہاتھ کہنیوں تک آسانی کے ساتھ آسکیں برتن کے سامنے ماں بیٹھے فلالین کا ایک ٹکڑا اور صابون اپنی دائیں طرف اور بچہ کی پوشاک اور پوڈر کی ڈبیہ بائیں جانب دہرے گود پر ایک تولیہ بچھائے اور دوسرا تولیہ پیٹھ کے پیچھے رکھے بچہ کو گود میں لٹائے اور فلالین کے ٹکڑے کو پانی میں بھگو کر اس سے بچے کے منھ کو احتیاط کے ساتھ پوچھے خصوصاً آنکھوں کے کونے اور ناک کے نتھنوں کی صفائی پر زیادہ توجہ دیں چہرے کو تولئے سے خشک کرنے کے بعد پوشاک اور کپڑے اتار کر فلالین پر صابون لگا کر آہستہ آہستہ سینہ اور ہاتھ پیر رگڑیں پھر بچے کو اوندھا لٹا کر پیٹھ ملیں اس کے بعد بایاں ہاتھ پیٹھ کے نیچے اور دایاں گھٹنوں کے نیچے رکھ کر بچے کو اس طرح پانی کے برتن میں رکھیں کہ اس کا سر اپنی جانب اور پانی کی سطح سے اونچا رہے۔ جلد جلد جسم ڈبو ڈبو کر دھو ڈالیں اور برتن میں جس طرح رکھا تھا اسی طرح

اُٹھا کر گود میں بچھے ہوئے تولئے پر لٹا لیں اور پیچھے رکھے ہوئے تولئے کو اٹھا کر اس سے پونچھ لیں۔ کیونکہ بچے کی جلد بہت نرم اور نازک ہوتی ہے اس لئے رگڑ کر پونچھنا نقصان پہنچاتا ہے۔ اس طرح دبا دبا کر پانی خشک کیا جائے جیسا کہ روشنائی خشک کی جاتی ہے وہ عضو جہاں ہوا کا گذر نہیں ہوتا اور جو باہم رگڑتے رہتے ہیں جیسا کہ بغل ہاتھ پیر کا درمیانی حصہ زانوؤں کا کونہ اور گردن کا اطراف اچھی طرح خشک کر کے وہاں پوڈر چھڑک دیں ازاں بعد پوشاک پہنا کر اور دودھ پلا کر سلا دیں یہ بات بڑی مفید ہے کہ بچے کے غسل کے بعد پانی خشک کرنے کے پیچھے اس کے جسم کو آہستہ آہستہ سہلایا جائے

**بچے کو ورزش** کی ضرورت ہے اسے کچھ نہ کچھ وقفہ کے بعد بستر یا جھولے سے اُٹھا کر ٹہلنا چاہیئے۔ کیونکہ تمام وقت پیٹھ کے بل لیٹے رہنا اس کے پھیپھڑوں کو نقصان پہنچاتا ہے ابتدائی تین ماہ تک بچے کو لٹا کر ہی اُٹھائیں اس عرصہ میں بٹھا کر یا کھڑے رکھ کر ہرگز نہ اُٹھایا جائے۔

**بچے کا وزن** ابتدائً تین سیر ہوتا ہے ہندوستان کے جن علاقوں کے لوگوں کا قد چھوٹا ہوتا ہے۔ وہاں کے بچوں کا وزن نسبتاً کم ہوتا ہے چنانچہ کلکتہ میں لڑکوں کا وزن دو سیر اور ساڑھے تیرہ چھٹانک اور لڑکیوں کا دو سیر ساڑھے بارہ چھٹانک ہوتا ہے پیدائش کے تین دنوں میں بچے کا وزن چار چھٹانک گھٹ جاتا ہے پہلے دن دو اور دوسرے دن چار مرتبہ دودھ دینے کے علاوہ درمیان میں پانی کثرت کے ساتھ دیا جائے تو بچے کے پیدائشی وزن میں مذکور بالا کمی واقع نہیں ہونے پاتی پیدائش کے ابتدائی دنوں میں جو کمی وزن میں پیدا ہو جاتی دس دنوں کے بعد دوبارہ اس کی تکمیل ہوتی ہے یعنی دس کے بعد بچہ اپنے پیدائشی وزن پر آجاتا ہے بعد ازاں ہر ہفتہ میں تین چھٹانک وزن بڑھتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ پانچ ماہ کی عمر میں وزن پیدائشی انداز سے دگنا ہو جاتا ہے اس کے بعد ترقی کی رفتار کم ہو جاتی ہے اب چھ مہینے کی عمر میں ہفتہ میں دو چھٹانک اور سات آٹھ میں ہفتے میں ڈیڑھ چھٹانک وزن بڑھتا ہے۔ بچے کو جلاب یا مسہل ڈاکٹر کی صلاح کے بغیر نہ دیا جائے کیونکہ اس سے بعض اوقات بچے کا وزن غیر معمولی طور پر گھٹ جاتا ہے بچے کا وزن معلوم کرتے رہنا چاہیئے کیونکہ اس سے پرورش میں احتیاط اور توجہ بڑھتی ہے اور صحت کا حال معلوم ہوتا ہے۔ بچے کے وزن میں کسی وقت اگر کچھ کمی واقع ہو تو پریشان نہ ہوں بعض اوقات بلا کسی وجہ کے بھی ایسا ہو جاتا ہے۔ **بچے کا پیدائشی قد** ۲۰ انچ ہوتا ہے ابتدائی چھ ماہ میں ہر ماہ ایک انچ قد بڑھنا چاہیئے اور باقی چھ مہینوں میں ماہانہ ڈیڑھ انچ ترقی ہو سال کے اختتام پر قد ۲۸ یا ۲۹ ہونا تسلی بخش ہوتا ہے **بچے کی صورت کی دلیل** مندرجہ ذیل باتیں ہوتی ہیں جن پر توجہ کرنا لازمی ہے۔ بچے کا وزن برابر بڑھتا رہے گوشت سخت اور چکنی جلد چمکدار ہو وہ خوش اور بشاش رہے نیند کی مقدار زیادہ اور دست کی رنگت زرد ہو۔ دست پر توجہ رکھنی چاہیئے کیونکہ اس سے طبیعت کا پتہ لگ سکتا ہے۔ سبز رنگ کے دست آئیں تو سمجھیں معدہ میں سردی کا اثر ہے۔ سفید لیس دار دست بدہضمی کا آثار ہے۔ دہی کی طرح کے دست غذا کی غلطی کا باعث ہوتا ہے مٹیالے اور ٹھوس دست جگر کی خرابی کا ثبوت ہیں۔ پتلا کف دار دست آئے تو جانیں غذا میں کھٹائی ہوئی ہے۔ بعض اوقات دست کے ساتھ کف اور بلغم گرتا ہے یا کالا اور گلتی دار دست آنے لگتا ہے مندرجہ بالا دست کے تمام اقسام صحت کے خلاف ہوتے ہیں ان صورتوں میں ڈاکٹر کی جانب رجوع کیا جائے ابتدائً بچے کے دن بھر میں دو تین دست آنا فطری اصول ہے اگر اس کے خلاف دست میں کمی ہو تو سمجھیں قبض ہے اور کیونکہ قبض کی صورت میں بعد کو دست جاری ہو جانے کا احتمال ہوتا ہے اس لئے قاعدہ کے مطابق دست لانے کی تدبیر کی جائے۔ بچے کو قبض کی شکایت ان باتوں سے ہوتی ہے ماں کے دودھ کا نقص یا اس کی ذاتی قبض کی شکایت اوپری دودھ پینے والے بچوں کے قبض کی وجہ غذا کی غلطی ہوتی ہے۔ ضروری حد پر کھلی ہوا نہ پانا یا تنگ پوشاک پہننا بھی قبض کا باعث ہوتا ہے۔ اس حالت میں صابون کی بتی بنا کر اس کا صافہ دینا مفید ہوتا ہے۔ بچوں کی پرورش کے قواعد اس قدر وسیع ہیں کہ جو تفصیل کے ساتھ لکھا جائے تو علیحدہ ایک کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر حقیقی معنوں میں توجہ دی جائے تو مندرجہ بالا باتیں بڑی حد تک کافی ہیں۔

ح-ا-ابو- رنگون

# دانتوں کا مرتبہ جسمِ انسانی میں

یوں تو آئے دن دانتوں کی صفائی اور حفاظت پر رسالہ عصمت میں عمدہ عمدہ مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں مگر موجودہ دور میں دانتوں کی خرابی کا مرض ایسا عالمگیر ہوگیا ہے کہ اسپر جس قدر بھی لکھا جائے اور بار بار لکھا جائے کم ہے، اس لئے جو کچھ میرے خیال ناقص میں آیا ہے اُس کو عرض کرنے کی جرأت کرتی ہوں۔

## ہمارے بزرگوں کے دانت کیوں مضبوط ہوتے تھے

دانتوں کی خرابی کا بڑا سبب اُن کی عدم نگرانی ہے، یہی دانت ہمارے بزرگوں کے مُنہ میں بھی ہوتے تھے مگر اُن کو کبھی اِس قسم کی شکایتیں نہیں ہوا کرتی تھیں، حالانکہ اُس زمانہ میں نہ ایسے خوشبودار ٹوتھ پوڈر تھے اور نہ ایسی گراں قیمت ڈنٹل کریمیں۔ پھر کیا بات تھی کہ اُن کے دانت مرنے تک نہ ٹوٹتے تھے اور ہمارے دانت جوانی ہی میں جواب دے جاتے ہیں۔ اس کی اصلی وجہ مجھے تو یہی معلوم ہوتی ہے کہ وہ ابتدا ہی سے اُن کی حفاظت کا اہتمام کرتے تھے اور ہم بگاڑ شروع ہونے کے بعد ان کی خبر لیتے ہیں۔ اور اس کی بڑی وجہ غالبًا یہ ہے کہ ہماری فیشن پرستی نے ہمکو دانتوں کی طرف سے بالکل غافل کردیا ہے۔

بہنیں بُرا نہ مانیں، بستر سے اُٹھتے ہی ہر صبح ہم لوگ کنگھی چوٹی پر اور قیمتی صابون سے مُنہ دھوکر، غازے اور پوڈر کا استعمال کرکے عارضی زیبائش حسن وجمال پر سارا وقت صرف کردیتے ہیں اور جن حقیقی آرام دہ چیزوں کی نگہداشت کی ضرورت ہے اُن کی طرف سے غافل رہتے ہیں۔ سب سے بڑی خرابی تو یہ ہے کہ صبح دیر سے اُٹھنے کے بھی ہم لوگ بہت عادی ہوگئے ہیں، رات کا بڑا حصہ سینما دیکھنے، گراموفون پر ریکارڈ سننے و دیگر خرافات یا کم از کم فضول گپ شپ میں صرف ہوجاتا ہے۔ حالانکہ جو جلد سوئے گا وہ جلد اُٹھے گا اور جو جلد اُٹھیگا وہ اپنی صحت کو قائم رکھیگا اور صحت کو قائم رکھنے کے سوا اسباب میں ایک بڑا سبب دانتوں کی صفائی بھی ہے، اِس ہی لئے ہمارے بزرگ صبح سویرے اُٹھکر نماز پڑھکر، گھنٹہ آدھ گھنٹہ دانتوں کی صفائی پر صرف کرکے مسواک کے علاوہ قسم قسم کی عفونت دور کرنے والے اور کیڑے مارنے والے خانہ ساز منجنوں کا بھی استعمال کرتے تھے جس سے دانتوں میں چمک اور جلد پیدا ہونے سے دانتوں کی چینی چمک اُٹھتی تھی۔

آج ہم جتنا وقت چہرے مہرے کی صفائی پر خرچ کرتے ہیں وہی وقت دانتوں کی ضروری صفائی پر خرچ کرتے بلکہ بعض دفعہ اینٹ کا منجن تک استعمال کرتے تھے اور جو زیادہ محتاط ہوتے وہ خاص طور پر کوئی ایسا خانہ ساز ادویہ کا منجن استعمال کرتے جو دانتوں کی جڑوں کو مضبوط کرکے مسوڑوں کی فاسد رطوبتوں کو خارج کرنیوالا ہوتا، اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ دانت بڑھاپے میں بھی ہلنے نہیں پاتے تھے چنانچہ میرے خالو مرحوم حضرت مولا حکیم حافظ ابوالقاسم صاحب کانپوری ماز دکا منجن استعمال فرماتے تھے کہ اسّی سال کی عمر میں بھی اُن کے دانت نہیں گرنے پائے تھے۔ القصہ ہمارے بزرگوں کا یہی رکھ رکھاؤ تھا کہ وہ اپنے دانت صحیح سالم قبر میں اپنے ساتھ لیجاتے تھے۔

## دانتوں کا کام

خداوند قدوس نے انسان کے جسم میں غذا پیسنے کی دو چکیاں رکھی ہیں۔ ایک منہ میں اور ایک پیٹ میں۔ پیٹ کی چکی کو معدہ کہتے ہیں اور منہ کی چکی کو دانت اسی لئے حکما کہتے ہیں کہ غذا کو دانتوں سے خوب چبانا چاہیئے کیونکہ یہ پہلا ہضم ہے اور معدہ کا ہضم دوسرا ہضم۔ جس طرح خدائے تعالیٰ نے معدہ میں بعض ہاضم

رطوبتیں رکھی ہیں اسی طرح مسوڑوں میں بھی ایک ہاضم مادہ رکھا ہے ہم جس قدر چبائیں گے وہ ہاضم مادہ اسی قدر غذا کے ساتھ مل مل کر معدے میں جائے گا۔ اور معدے کو ہضم کرنے میں مدد دیگا۔ اسی لئے کھانے کے آخر میں نرم ہڈی کا چبانا بھی مفید سمجھا گیا ہے تاکہ مسوڑوں کا رس اُسکے ذریعہ زیادہ سے زیادہ مقدار میں معدے میں پہنچے، چنانچہ آخر میں میٹھا کھانے میں بھی یہی مصلحت ہے کہ معدہ کو شیرینی سے ہضم میں مدد ملتی ہے۔

## دانتوں کے بگڑنے کے اسباب

دانتوں کی چینی یعنی دانتوں کا چکدار پالش بھی نہایت قیمتی چیز ہے، اسکی حفاظت بھی ویسی ہی چاہیئے جیسے خود دانتوں کی اس لئے کہ جب یہ چینی خراب ہو جاتی ہے تو دانت ہڈی کا بے رونق ٹکڑا ہو کر رہ جاتے ہیں اور گرم و سرد کے برداشت کی اُن میں قوت باقی نہیں رہتی، اسی لئے پان کے استعمال کی کثرت بھی دانتوں کے حق میں سم قاتل ہے، اس سے نہ صرف یہ کہ دانت خراب ہو جاتے ہیں، ان کی چینی بگڑ جاتی ہے، بلکہ مسوڑوں میں بھی خراش پیدا ہو جاتی ہے۔ زبان کا قدرتی ذائقہ بدل جاتا ہے اور کھانے کو ہضم کرنے والا لعاب بے اثر ہو جاتا ہے، پان جو سوائے ہندوستان کے اور کسی ملک کو نصیب نہیں اس کے غلط استعمال نے بھی عزیز بہنوں کے دانتوں کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔

اسی طرح تیز گرم پانی پیا جائے، یا نہایت سرد پانی کا استعمال اور برف کا دانتوں سے چبانا، یا گرم چیز کھا کے فوراً ٹھنڈے پانی سے یا ٹھنڈی چیز کھا کے فوراً گرم پانی سے کلی کرنا بھی سخت مضر ہے۔

دانتوں کی خرابی کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ کھانے کے بعد اچھی طرح کلی نہ کی جائے، اس سے ہوتا یہ ہے کہ غذا کے ذرے منہ میں ہر طرف لگے رہ جاتے ہیں، اور اگر دانتوں میں رخنیں (ساند) پڑ گئی ہیں تو اسمیں جم جاتے ہیں اور سڑ کر بدبو پیدا کرتے ہیں، سڑان اور بدبو سے کیڑے کا پیدا ہونا لازمی امر ہے اس لئے کیڑا پیدا ہو جاتا ہے اور دانتوں کی جڑوں میں پیپ آتی ہے، مسوڑے بدرنگ ہو کر اوپر کو چڑھ جاتے ہیں، منہ سے ہر وقت بدبو نکلتی رہتی ہے، اسی کا نام آجکل کی اصطلاح میں پایوریا ہے پایوریا کا علاج نہ کرنا منہ میں سانپ پالنا ہے، جب یہ مرض شدید ہو جاتا ہے تو مریض کے آس پاس کے لوگ بھی ناک پر کپڑا رکھنے لگتے ہیں جب بات کرو منہ سے عفونت نکلتی ہے اور ناک نہیں دیجاتی، مسوڑوں اور دانت کی جڑوں سے پیپ نکل نکل کر کھانے سے ساتھ ساتھ معدے میں اُترنے لگتی ہے اور آنتوں کو سڑا دیتی ہے جس کا انجام ہلاکت ہے (خدا بچائے) اور چونکہ دانت اور ڈاڑھ کی جڑوں تک (جو مسوڑوں میں بہت نیچے تک اُترے ہوئے ہیں) کسی دوا کے اثر کا پہنچنا دشوار ہوتا ہے اس لئے جان بچانے کے واسطے دانتوں کو ہم کھاڑ پھینکنے کے سوا کوئی چارہ باقی نہیں رہتا۔

## پایوریا پیدا ہونے کا کیا سبب ہے

ایسے خطرناک اور موذی مرض سے بچنے کے لئے ابتدا ہی سے کھانے کے بعد ہی خلال کی ضرورت ہو تو خلال کر کے منہ اور دانت کو خوب رگڑ رگڑ کر اور کلی کر کر کے صاف کرتے رہنا چاہئے اور ان کی بچوں کو بچپن ہی سے عادت ڈالنی چاہیئے، کیونکہ بالکل ہی کلی کرنے کے عادی نہیں ہوتے اور رات کے کھانے کے بعد تو فوراً ہی سو جاتے ہیں، میٹھا کھا کر یا دودھ پی کر بھی بچے کلی نہیں کرتے اور ویسے ہی سو جاتے ہیں اس سے بھی دانت کو فوراً ہی کیڑا لگ جاتا ہے۔ مگر بچوں کو خلال ہرگز نہیں کرنے دینا چاہیئے کیونکہ اس سے بچوں کے جمے ہوئے دانتوں میں رخنیں پڑ جاتی ہیں اور یہی فساد کی جڑ اور پایوریا کا پیش خیمہ ہے۔

حدیث شریف میں بھی کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد کلی کرنے کی فضیلت آئی ہے، اس کا مقصد بھی یہی دانتوں کی طہارت ہے، مگر آج اہل یورپ کی تقلید میں ہم ایسے اندھے ہو رہے ہیں کہ کھانے سے پہلے تو خیر مگر کھانے کے بعد گھنٹوں کلی کی نوبت نہیں آتی بخصوصاً ڈنروں اور ڈ بارٹیوں وغیرہ میں، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کے دانتوں کی طرح ہمارے دانت

بھی میلے ہوتے جاتے ہیں اور جب ہم کو پیٹ کی کسی بیماری کا عارضہ لاحق ہوتا ہے تو ڈاکٹر پہلے یہ کہتا ہے کہ دانتوں کا فساد ہے دانت نکلوا دو اور ہم بار مان کر اس کے لئے تیار ہوجاتے ہیں۔

## پایوریا کا علاج

خدانخواستہ اگر کسی کو یہ مرض منحوس ہو جائے تو اس کا ابتدائی علاج ایک یہ بھی ہے کہ ہائڈروجن پراکسائڈ کی دن میں چار مرتبہ کلیاں کی جائیں اور کالینس ڈنٹل کریم لگائی جائے اس سے خاطر خواہ مرض کا ازالہ ہوجائے گا بشرطیکہ پابندی کے ساتھ کئی ہفتے یہ علاج جاری رہے۔

## معدے اور دانتوں کا تعلق

جس طرح دانتوں کی خرابی سے معدہ بگڑ جاتا ہے اور نوبت ہلاکت تک پہنچتی ہے، بالکل اسی طرح کبھی معدے کی خرابی سے دانت بگڑ جاتے ہیں اسی لئے ہمیشہ سادہ اور زود ہضم غذا استعمال کرنی چاہیئے، زیادہ چکنی اور دیر ہضم غذاؤں کے استعمال سے معدے میں بخارات پیدا ہونے لگتے ہیں۔ بالآخر اس ہی سے مرض تبخیر پیدا ہوجاتا ہے جو معدے کو کمزور کرکے دانتوں کو خراب کردیتا ہے۔ یعنی جب آدمی رات میں سوجاتا ہے تو معدے سے غلیظ بخارات اٹھتے ہیں اور چونکہ منہ بند ہے اس لئے باہر نہیں نکل سکتے اور منہ کو گندہ اور نجس کرکے ان پر گرم اور گندہ بخارات سے دانتوں کو خراب اور مسوڑوں کو کمزور کردیتے ہیں۔ دانتوں اور معدے کا چولی دامن کا ساتھ ہے اس لئے دونوں کی صحت کا خیال رکھنا ہم پر لازم ہے کیونکہ ایک کی صحت دوسرے کی صحت پر موقوف ہے اس لئے تبخیر جیسے برے مرض سے معدہ کو محفوظ رکھیں۔

## تبخیر اور اسکے پیدا ہونیکے اسباب

یہ مرض مرغن اور گرم غذاؤں کے استعمال کی کثرت سے پیدا ہوتا ہے اسی لئے گوشت اور میٹھے کا زیادہ کھانا سخت مضر ہے، گوشت کھائیں تو ہمیشہ ترکاری کے ساتھ کھائیں اور کم مقدار میں کھائیں، میٹھا اور گھی بھی اعتدال سے استعمال کریں۔ کم مسالے اور کم مرچ کا شوربہ اور چپاتی دنیا کی بہترین غذا سمجھی گئی ہے جو صحت کے لئے بیحد مفید ہے۔

## منہ دھونے کا طریقہ

سب سے پہلے پیلو یا نیم کی مسواک کی جائے، اس سے دانتوں کا میل اور مسوڑوں کی غلیظ رطوبت نکل جائے گی، مسواک کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کن انگلی اور انگوٹھا نیچے رکھکر بیچ کی تینوں انگلیاں اوپر رکھی جائیں اور دانتوں کے عرض میں مسواک کی جائے طول میں ہرگز نہ کیجائے کیونکہ اس سے مسوڑے اوپر کو چڑھ کر دانتوں کی جڑیں نکل آئیں گی۔

اگر مزید رطوبت کے رہجانے کا اندیشہ ہو تو انگوٹھے اور کلمۂ شہادت سے دبا دبا کر مسوڑوں کو نچوڑ دے اور اچھی طرح کلی کرکے کسی اچھے منجن سے دانتوں کو اندر باہر اور بیچ میں ہر طرف سے مانجھے تاکہ میل دور ہوکر چمک پیدا ہو۔

منجن غبار کی طرح باریک بھی نہ ہو۔ اور اتنا موٹا ہو کہ مسوڑوں میں خراش ڈال دے بلکہ ایسا کہ دانتوں پر اس کا رگڑا پڑے۔

ہفتہ میں ایک آدھ مرتبہ ریشم کی باریک ڈوری سے خلال کیا کریں تاکہ ریخوں میں جو کچھ میل جمع ہوگیا ہے یا لگا پٹا رہ گیا ہے وہ نکل جائے

ام عاصمہ

اہلیہ میر جہانگیر علی خاں (گلبرگہ)

# طلاقن

میں ادیبۂ سحر طراز تھی ۔ شہرۂ آفاق افسانہ نگار! میرے قلم سے نکلے ہوئے الفاظ کو نگاہ جوہر شناس آسمان ادب کے زریں جواہرات کی طرح پرکھتی اور میرے افسانے لٹریچر کے شاہکار متصور کئے جاتے ۔ میری ادبی زندگی دور موجودہ کے ادب کی جان تھی اور لوگ کہتے تھے کہ میرا ادبی عروج ادب کا نایاب پھول تھا جس کی دلفریب رنگینی، میرے ہمعصروں کے لئے قابل رشک ہوگئی تھی ۔ میرے اوقات کا بیشتر حصہ رنگینیٔ تخیل اور نیرنگیٔ فطرۃ کے مطالعہ میں صرف ہوتا ۔ یا تاثرات و خیالات کے اظہار کرنے میں میری لگاتار محنت نے بڑے بڑے ادیبوں سے داد حاصل کرلی اور شہرت کا سنگین قلعہ خود بخود فتح ہوگیا ۔

بہت سے مشہور ادیب اور مصنف اپنی کتابوں کی تقریب یا تعارف مجھ سے لکھوانے میں فخر سمجھتے تھے اور میرے نام انتساب کرنا ان کے لئے انتہائی افتخار ہوتا تھا اور یہ سب اس لئے کہ میں ـــــ ادیبۂ سحر طراز تھی اور شہرۂ آفاق افسانہ نگار!

میری بھی ایک دلی خواہش تھی اور وہ یہ کہ اپنی زندگی میں ایک ایسی کتاب لکھوں جو غیر فانی ہو اور جسکے پڑھنے والے مجھے ہمیشہ یاد رکھیں ۔ لیکن میں محض مصنفہ بننا نہیں چاہتی تھی بلکہ میرا مقصد ایک ایسی تصنیف پیش کرنا تھا جو انقلاب برپا کردے اور اسی وجہ سے میری کوئی مستقل کتاب شائع نہ ہوسکی ۔ پھر میں سوچتی تھی کہ دوسرے تو تعارف اور تقریظ مجھ سے لکھواتے ہیں ۔ میں کس سے لکھواؤں گی ؟ میں نے فیصلہ کرلیا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ۔ البتہ میں انتساب کے لئے کوئی ہستی ضرور تجویز کروں گی ۔

میں عورت ہوں اس لئے صنف نازک کی ترجمانی میرا مقصود عینی رہا اور میرے افسانوں اور مضامین نے حیات نسوانی کے مختلف پہلوؤں پر بحث کی اور قریب قریب ہر حصہ پر پوری پوری طرح روشنی ڈالی ۔ ان ہی میں سے میرے سامنے ایک "مسئلہ طلاق" تھا اور اس کے لئے میں مطلقہ عورتوں کا مطالعہ کرتی اور لکھتی ۔ لکھتی اور مطالعہ کرتی مگر کسی طرح بڑھتی ہوئی خواہش کی تسکین نہ ہوتی ۔ اس نے میرا شوق اور بھی زیادہ کردیا ۔ میری زندگی ایک داستان ہے اور اس داستان کا ہر باب بذات خود ایک مکمل کہانی ۔ بہرحال میں ادیبۂ سحر طراز تھی اور شہرۂ آفاق افسانہ نگار! مگر اب ایک منحوس ہستی، نفرین آمیز عورت اور قابل ملامت مخلوق ہوں ۔ میرے لئے سوسائیٹی میں کوئی معقول جگہ نہیں اور مسرت کے موقعہ پر میرا وجود صرف حقارت کے لئے ہے ۔

(۱)

ماں پہلے ہی مرچکی تھی اور جب ہوش سنبھالا تو باپ بوڑھا ہو رہا تھا۔ میری عمر کے ساتھ ساتھ اس کا انحطاط ترقی کرتا گیا۔ اس نے دوسری شادی نہیں کی تھی اور اس وجہ سے اس کی تمام تر توجہ مجھ پر مرکوز تھی اس کو بہت کافی پنشن ملتی تھی جس کی وجہ سے وہ میری آسائش کے لئے بے دریغ روپیہ خرچ کرتا تھا۔ خیر یہ تو سب ہی چہیتے باپ اپنی اولاد کے لئے کرتے ہیں مگر جو کام واقعی اس نے میرے لئے اپنے نزدیک بہترین کیا وہ یہ تھا کہ ہر طرح کی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا۔ بڑے بڑے استاد فن اور ماہرین ادب کی زیر نگرانی میں نے مشرق و مغرب کے علم و ادب پر عبور حاصل کر لیا اور میری علمی استعداد مشرقی زبانوں کے ساتھ ساتھ مغربی زبانوں میں بھی بہت وسیع ہو گئی۔

میں اپنے باپ کے ہمراہ شہر سے باہر رہتی تھی۔ دریا سے قریب ہی ہمارا مکان تھا اور سامنے ہی قدرت کے حسین مناظر اپنے بکھرے ہوئے ٹکڑے دکھاتے تھے۔ دریائی ریت میں اکثر میں چاندنی راتوں کی پرسکون گھڑیاں گزارا کرتی تھی۔ کبھی میں دریا کے کنارے کھڑی ہو جاتی اور دور، بہت دور کوئی سفینہ تیرتا ہوا نظر آتا تو میری روح بھی اسی طرح دریا کی بے قرار موجوں میں رقص کناں ہونے کی متمنی ہو جاتی۔ کبھی کھجور اور تاڑ کے لمبے لمبے درختوں کے پیچھے سے آخری راتوں کا زرد چاند مرجھائے ہوئے پھول کی طرح نظر آتا تو میں کہتی "یہ زندگی کا انجام ہے"۔ غرض یہ تھا میرا ماحول تصنع سے خالی، فطری زندگی یا ادبی مشاغل اور حیات نسوانی کا مطالعہ۔

---

میری تربیت بالکل مشرقی نہیں ہوئی اور اس کی آج کل ضرورت بھی نہیں بلکہ کسی قدر مغربی عنصر اس میں شریک رہا۔ تعلیم کی وجہ سے میں "آزادی" کا مفہوم بھی جانتی تھی اور میری خواہش تھی کہ وہ آزادی جو ہر عورت کا پیدائشی حق ہے سب کو میسر آسکے۔ باپ اب بہت معمر ہو چکا تھا اس واسطے اس کا خیال ہوا کہ میری شادی ہو جائے اور اس کے متعلق کبھی کبھی گفتگو بھی ہوتی۔ چونکہ مجھے اپنے ذاتی حقوق کا احساس تھا۔ میں نے اپنے باپ پر ظاہر کر دیا کہ مجھے ایسے شخص سے شادی کر کے مسرت نہ ہوگی جو ادب کا دلدادہ نہ ہو اور اس سے بے بہرہ ہو۔ بہر حال ایک آدھ سال کی جدوجہد کے بعد باپ نے اس مشکل کو بھی حل کر لیا اور مجھے وہ شخص بتایا گیا جس سے میرے باپ کا شادی کرنے کا خیال تھا۔ میں اس کو جانتی تھی وہ مشہور ادیب تھا اور بہت بڑا شاعر۔ اس کے اشعار سے میں اکثر متاثر ہوتی تھی جو تفکر کی گہرائی میں بربط حیات کے پوشیدہ تاروں کو لرزا دیتے ہیں۔ وہ وجیہہ تھا۔ میں نے اس کو دیکھا اور رائے قائم کر لی۔ کہ وہ شاعر ہے ادیب ہے خوبصورت ہے۔ اور مالدار بھی۔ اس کے علاوہ عورت شوہر کی محبت چاہتی ہے۔ اور اس کا مجھے یقین تھا کہ وہ

اس میں فیاض ثابت ہوگا۔ اس لئے میں نے یہ تجویز پسند کی۔ ہماری شادی ہوگئی مگر تھوڑے عرصہ بعد میرے باپ کا انتقال ہوگیا۔ میں اب اپنے شوہر کے ساتھ رہنے لگی مگر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زندگی کی شفاف ندی پر گھنے پتوں کا دھندلا سایہ چھا گیا ہے۔ یا نصف دنیا تاریکی اور اداسی میں ملفوف ہوگئی ہے— مجھے اپنا باپ اکثر یاد آتا تھا۔

(۲)

جب تک میں عروس نو رہی ہر شخص میرا دلدادہ تھا۔ شوہر تو گویا مجھپر قربان ہوتا تھا اور اس کی وجہ سے سسرال والے بھی مطمئن تھے کیونکہ اُن کی مسرت اور ناراضگی تو منحصر ہی دولہا دلہن کے تعلقات پر ہوتی ہے۔ یہ بھی عجیب بات تھی کہ شادی ہونے سے شوہر کی شاعری تو اور بھی بلند ہوگئی مگر رفتہ رفتہ میرا ادبی شوق زائل ہوتا گیا یہانتک کہ جب میرے ہاں ایک بچی پیدا ہوئی۔ اس وقت تک میری ادبی زندگی ختم ہوچکی تھی۔ مجھے اپنی بچی سے بہت محبت تھی اور میں نے اس کا نام الماس رکھا تھا۔ لاکھ تعلیم یافتہ اور مغربی خیالات سہی۔ میں پھر عورت تھی اور مشرقی۔ فطری تقاضہ تھا کہ میں الماس کی محبت میں منہمک ہو جاؤں۔

میری زندگی کا سب سے بڑا جرم اور سب سے بڑی غلطی یہ تھی کہ شوہر کے انتخاب میں میں نے اس کی ظاہری خصوصیات پر نظر کی اور اس کے باطنی حالات کا قطعاً مطالعہ نہ کیا۔ میں نے صرف یہی دیکھا کہ وہ شاعر ہے لیکن وہ محض شاعر ہی نکلا اور انسان نہیں۔ فرخ کا باطن اس کے ظاہر کا متضاد تھا اور میں بھی یہ نہ سمجھ سکی کہ جوانی کا مرد انسانیت کی کسوٹی پر کم ہی پورا اُترتا ہے تین چار سال کے عرصہ کے بعد میں دلہن نہیں بیوی اور ماں تھی اور اُدھر فرخ کی یہ خواہش کہ رفیقۂ حیات ادیبہ ہو، پوری ہوچکی تھی)۔ وہ کبھی کبھی غیر معمولی لہجہ میں کہتا تھا۔" تم اب بڑھیا ہو رہی ہو۔" میں یہ سُنکر خاموش ہو جاتی تھی اور یہ واقعہ بھی تھا کہ پہلی سی رنگینی اور کشش مجھسے جدا ہو رہی تھی۔ بھلا ایک مشرقی عورت کے لئے ماں بنجانے کے بعد خوبصورت بننا کیسے ممکن ہے؟

آہستہ آہستہ فرخ کی فطرت کا مظاہرہ ہونے لگا۔ وہ اپنی ذمہ داریوں کو محسوس بھی نہ کرتا تھا اور کچھ عرصہ کے بعد میری طرف سے بیگانہ سا رہنے لگا۔ اس کے علاوہ میں دیکھتی کہ وہ دوسری فیشن زدہ اور بیباک لڑکیوں کا مجھ سے تقابل کرکے مجھے شرمندہ کرتا ہے اس کو میں پسند نہ کرتی مگر اس کو اس کی پروا نہیں ہوتی۔

ایک دن میں نے اس سے اس معاملہ میں گفتگو کرنی چاہی تاکہ اس کے دل کا حال معلوم کرلوں۔ وہ شاعرانہ انداز میں بولا۔" بات یہ ہے زریں! میری نگاہ تو ایسی الهڑ لڑکی کی متجسس ہے جسکا حسن غیر فانی ہو"

"کس قدر بے معنی بات ہے۔" میں زچ ہوکر بولی " حسن تو محبت کا آئینہ ہے۔ اگر شوہر اپنی بیوی سے محبت کرے تو وہی اس کے لئے حسین ترین عورت ہے اور غیر فانی حسن تو دل کے لئے ہوسکتا ہے آنکھوں کیلئے نہیں"

یہ سُنکر اس نے ایک طنزیہ قہقہہ لگایا اور بغیر سوچے کہنے لگا: "مجھے تمہاری ادبیت سے کوئی دلچسپی نہیں اور تم میرے نزدیک........" میں غصہ سے سُرخ ہوگئی اور فوراً بول اُٹھی "میں آپ کے نزدیک کیسی بھی ہوں مگر آپ میرے شوہر ہیں اس لئے آپ پر میرے کچھ حقوق ہیں۔"

اس نے پھر قہقہہ لگایا مگر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ الفاظ کے جال میں غیر مرئی ہواؤں کو پھانسنا چاہتا ہے۔ کہنے لگا: "حقوق تمہارے؟ مجھ پر؟ کوئی نہیں۔"

---

اس طرح روز بروز ہمارے تعلقات خراب ہوتے گئے۔ میری معمولی معمولی غلطیوں کی گرفت ہونے لگی۔ اور چھوٹی چھوٹی بات پر مجھے مطعون کیا جانے لگا۔ شوہر کا یہ رنگ دیکھکر سسرال والے بھی منحرف ہونے لگے اور تھوڑے عرصہ بعد میری حیثیت اس گھر میں ایسی ہوگئی جس کو میں توہین آمیز سمجھکر برداشت نہ کرسکتی تھی۔
میرا مرحوم باپ اس پست خیالی، تنگ دلی اور بے رحمی سے بخوبی واقف تھا۔ جو بعض سنگدل مردوں کے دلوں میں عورت کے متعلق ازل سے ودیعت ہوتی ہے۔ وہ جانتا تھا کہ بعض مسلمان بیوی دوسرا نام سمجھتے ہیں بے زبان اور مجبور لونڈی کا۔ اس لئے احتیاطاً شادی کے وقت ہمارا ایک معاہدہ ہوگیا تھا کہ تعلقات کے ناخوشگوار صورت اختیار کرنے پر علیحدگی واجبی ہوگی۔
میں اس کو ہرگز بھی پسند نہیں کرتی تھی مگر اب میری زندگی موجودہ حالات میں دوبھر ہوتی جاتی تھی۔ شوہر کی بے التفاتی اور گھر والوں کی حقارت آمیز نگاہیں مجھے کھائے جاتی تھیں۔ لے دے کے مجھے الماس کا خیال تھا مگر یہ سمجھکر مطمئن تھی کہ بوڑھا دادا اس کی ہر طرح خبر گیری کرے گا۔ کیونکہ وہ ہر وقت اسی کے پاس رہتی۔ اور چونکہ میری ساس مرچکی تھی اس لئے میرا خسر اپنا بیشتر وقت الماس ہی کے ساتھ گزارتا تھا۔ مجھے اس کا یقین تھا کہ بچی کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہوگی۔ اس کے علاوہ میں نے کچھ اور بھی سوچ رکھا تھا مگر اس وقت اپنی موجودہ حالت بری طرح محسوس کررہی تھی۔ فرخ مجھ سے بیزار ہوچکا تھا۔ مگر میں اس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہ سمجھ سکی کہ وہ مرد تھا۔ جوان تھا۔ شاعر تھا۔ دولتمند تھا اور آزاد تھا۔
بیزاری اور تنفر کا ابلتا ہوا چشمہ بالآخر منتہا کو پہنچ گیا۔ تین چار روز لگاتار باہر رہنے کے بعد فرخ رات کو گھر آیا اور لگا آتے ہی کچھ بڑبڑانے۔ میں نے تہیہ کرلیا تھا کہ کسی روز میں معاملہ کو اِدھر یا اُدھر کردوں مگر نسوانی جرات اجازت نہیں دیتی تھی۔ لیکن اب وہ وقت آہی گیا تھا۔
"کہاں تھے آپ —— اتنے دن تک؟" میں نے آہستہ سے دریافت کرنا چاہا۔
"اوہو!!" وہ تمسخر آمیز لہجے میں کہنے لگا: "اب آپ یہ بھی پوچھنے لگیں؟ تمہیں کیا؟......

سنو بی زرّیں! میں تمہاری ایسی ہی بے تکی باتوں سے تنگ آگیا ہوں۔ شادی کرتے وقت جو بلند خیالات میرے دماغ پر مسلط تھے وہ سب منہدم ہو گئے اور تم نے ان سب کو متضاد کر دیا۔ تمہاری وہ شعریت اور ادبیت ختم ہو گئی اور اب تم میں اور ایک جاہل سی عورت میں کوئی فرق نہیں۔ کچھ ایسی آدم بیزار واقع ہوئی ہو کہ گھر میں ایک کو بھی دوست نہ بنا سکیں۔ ان لوگوں کا تو یہ بھی خیال ہے کہ تمہارا قدم بھاری ہے کیونکہ شادی ہی کے فوراً ہی بعد تمہارا باپ چل بسا اور اس وقت سے میاں بھی بیمار ہے اور پریشانی کی کی مصیبت نازل رہتی ہے۔ مگر میں ان توہمات کا تو قائل نہیں لیکن اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ دن بھر تم فضول کاموں میں گزارو۔ گھر کے کام کاج میں حصہ لینا اور نہ گھر کی حالت سے دلچسپی۔ غرض ایسی ہی باتوں سے تمہارا وجود اور عدم وجود برابر ہے۔

میں نے سن تو لیا مگر جانتی تھی کہ بیزاری کی ایک بھی وجہ معقول نہیں اور جو کچھ اس نے کہا وہ اس قدر سنگین نہ تھا کہ بیوی شوہر کی نگاہ میں قابلِ تذلیل ہو۔

وہ دفعتہً بولا: "میری تمہاری اب نبھ بھی نہیں سکتی ——————"

میں چونک پڑی اور اپنے وقار کو قائم رکھنے کے لئے فوراً کہا: "تو میں اس قدر گئی گزری بھی نہیں کہ بغیر نبھے اپنا وقت یہاں کاٹوں۔"

"یہی تو میں بھی کہتا ہوں" وہ بستر پر لیٹتے ہوئے کہنے لگا: "تم جس وقت چاہو اپنی مرضی کی مختار بن سکتی ہو۔ میری طرف سے تم آزاد ہو۔" مجھ پر یہ سُن کر بجلی سی گر گئی اور چند لمحات کے لئے مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا۔ جب کچھ وقفہ بعد میرے منتشر خیالات یکجا ہوئے تو میں نے کچھ گفتگو کرنی چاہی —— مگر شاعر گہری نیند میں پڑا خراٹے لے رہا تھا۔ میں اپنی بیچارگی پر خود ہی رونے لگی اور یہ پہلے آنسو تھے جو معاملاتِ ازدواج میں پہلی دفعہ میری آنکھوں سے نکلے۔

---

دوسرے روز اس نے طعنہ زنی شروع کر دی اور کہنے لگا: "یہ بھی کوئی بری بات ہوئی کہ علیحدگی کے بعد میرے روپیہ پر بسر کرو۔" اس کے یہ معنی تھے کہ میں موجودہ شرائط سے دست بردار ہو جاؤں۔ غیرارادی طور پر میری زبان سے نکل گیا۔ "جی نہیں، میں آپ کے ایک پیسہ کا بھی احسان نہ لوں گی۔"

وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔

ہماری علیحدگی میں کوئی دقت نہیں تھی کیونکہ فرخ خود اس کا خواہش مند تھا لیکن میرا صبر الماس کی محبت لوٹے لیتا تھا۔ اب مجھے احساس ہوا کہ لاکھ اطمینان سہی مگر میں اسے نہیں چھوڑ سکتی وہ میری "بیٹی" ہے اور اکلوتی! آخر وقت میں فرخ مجھ سے بات بھی نہیں کرتا تھا۔ بہزار دقت میں نے اس سے

بچی کے معاملہ میں کچھ کہنا چاہا۔ جس کو سنکر اس نے لاپرواہی سے کہا۔ "نہیں نہیں بچی یہاں ہی رہے گی"۔
میں یہ ہرگز برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ مجھے ایک بہت اچھے بیرسٹر کی خدمات حاصل ہوگئیں اور میری جو کچھ وطن میں جائداد تھی وہ مقدمہ کی نذر ہوگئی۔ عدالت نے فیصلہ کیا کہ بچی شادی سے پہلے چھ ماہ فرخ کے پاس اور چھ ماہ میرے پاس رہیگی۔
انسان پیدا ہی اس لئے ہوتا ہے کہ مقررہ وقت تک اپنی زندگی گزارے اگرچہ اس میں اس کو بہت مشکلات اور ان گنت تکالیف اٹھانی پڑتی ہیں۔ زندگی بہرحال مجھے بھی گزارنی تھی لیکن اس کے لئے کفیل کون ہوتا؟ میرے سامنے اب صرف ایک صورت تھی۔ میں نے بہت سے پبلشروں اور اڈیٹروں سے معاملہ کرنا چاہا کہ وہ چند شرائط پر میرے مضامین کا مجموعہ شائع کر دیں۔ مگر ہندوستان کے پبلشر اور پھر اُردو کے تو بھوکے مرتے ہیں اور بیشتر تعداد بے ایمان لوگوں کی ہے۔ سب میری کتابوں کو کھانا چاہتے تھے۔ چند پبلشروں نے معقول معاوضہ بھی دینا چاہا اگر میں اُن کے لئے کوئی مستقل کتاب یا ناول لکھ دیتی۔ لیکن مستقل کتاب میں اب لکھنا نہیں چاہتی تھی۔ بمشکل تمام چند لوگوں سے شرائط ہوئیں اور میرے مضامین اور افسانوں کے مجموعے شائع ہوئے۔ ان کو کافی مقبولیت حاصل ہوئی۔ مگر مجھکو مشکل سے اس قدر روپیہ ملتا تھا کہ میرے اخراجات کے لئے کافی ہوتا۔
(۳)
میری عجب حالت تھی۔ الماس کی معصومیت اور لاچاری پر مجھے ترس آتا تھا۔ ماں باپ کے ہوتے ہوئے اس کی یتیمی و بیسیری پر میرا دل خون کے آنسو روتا تھا۔ وہ جب میرے پاس آتی تو دادا کی تسبیح پڑھتی اور اس کی آیا سے مجھے معلوم ہوا کہ وہاں وہ مجھے یاد کر کر کے ہلکان ہوتی تھی۔ وہ موٹی سی الماس نہ سمجھنے والی اندرونی رنج و غم سے گھل گھل کر آدھی رہ گئی تھی۔ اب میری آنکھیں کھلیں اور مجھے معلوم ہوا کہ ماں باپ کے ناخوشگوار تعلقات کا اولاد پر کیا اثر پڑتا ہے اور میرے دل کی آنکھ کچھ ہونے والے واقعات کا بھی اندازہ لگا رہی تھی جن کے تصور سے میرے جسم کا رواں رواں اور قلب کا ریشہ ریشہ لرز جاتا تھا۔ لیکن میں یہ کہکر "ایسا نہیں ہوگا — خدانخواستہ!!" اپنے دل کو تسکین دے لیتی۔
الماس کا اپنے باپ کے گھر میں صرف دادا کے پاس دل لگتا تھا اور وہی اس کی دلجوئی کرتا تھا لیکن اس کی حالت اس شخص کی سی تھی جس کو کسی متزلزل چٹان پر بٹھا دیا جاتا ہی کہ اب گری اور اسکا سر پاش پاش ہوا

---

میری زندگی بڑی دگرگوں تھی۔ میں نے کوشش کی کہ اس کو سنبھال لوں۔ چند پڑھے لکھے گھرانوں

بن گئی اور پھر ہر جگہ لوگوں سے ملنے کی کوشش کی کہ کوئی میرا ہمدم ہو سکے مگر مجھے کوئی انیس و غمخوار میسر آسکا
مجھے معلوم ہوا کہ سوسائٹی عورت ہونے کی حیثیت سے مجھ سے انجان ہے اور کوئی بھی مجھے خوش آمدید
کہنے کے لئے تیار نہیں کیونکہ میں "طلاقن" ہوں۔ مجھے اب احساس ہوا کہ بیوہ طلاقن سے بہتر ہے۔
ممکن ہے دوسروں کو اس سے اختلاف ہو لیکن سوسائٹی کا رنگ دیکھکر مجھے یقین ہو گیا کہ بیوہ پھر بھی
کسی کی ہمدردی حاصل کر سکتی ہے لیکن ایک طلاقن کو کوئی عورت اچھی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتی۔ اور
کوئی مرد اس پر ترس نہیں کھا سکتا۔ اور یہ سوسائٹی ہے کیا؟ نفس اور خودی کی منفعت کا ذریعہ
مردوں کی خود غرضی کی ڈھال اور عورتوں کی کم ظرفی کا ثبوت۔ مرد صرف مرد ہی ہوتے ہیں۔ انسان
نہیں۔ وہ صرف تاثرات کے غلام ہیں۔ سمجھ اور روجوہ کو اُن کی سرشت میں دخل نہیں۔ عورتیں اپنا
فایدہ سمجھکر اُن کی اندھی تقلید کرتی ہیں مگر نتیجہ اُن ہی کے لئے مہلک ہوتا ہے۔ ہر شخص سماج کی لاج پکارتا
ہے مگر سماج کے خود غرض اور نفس پرست بندے اپنی ماں کا جس بے دردی سے خون کرتے ہیں
اُس سے آسمان بھی مرتعش اور زمین بھی لرز جاتی ہے۔ طلاقن کی مثال اس چوکھٹی کی دلہن کی سی ہے
بیماری یا کسی اور وجہ سے جس کے سر کے بال مونڈھ کر اس کو حُسن سے محروم کر دیا جائے۔ فریب کار دنیا
اس کو منحوس ترین ہستی کے نام سے موسوم کرتی ہے اور نہ ہو کہ باز سوسائٹی اس کو ازدواج کی مجرم ٹھیراتی
اور کوئی یہ سمجھنے کی کوشش بھی نہیں کرتا کہ طلاق کے اسباب کیا ہوئے؟ مردوں کی نگاہ میں عورت کمزور
اور کم عقل ہے اس لئے وہی ہر کریہہ اور نامناسب امر کی ذمہ دار قرار دی جاتی ہے۔ میں یہ کچھ بھی
نہیں جانتی تھی کہ سوسائٹی کیوں اسقدر ہٹ دھرم ہے کہ اس کو کسی طرح چین نہیں۔ بیوہ کا شوہر کیوں مر گیا۔
یہ لاچار عورت کا بڑا قصور ہے اور طلاقن کو سماج کی نظر میں گرا دینے کے لئے یہ بہت کافی ہے کہ کیوں
احساس ہوا جو اس نے اُن کو حاصل کر لیا۔ میں بھی اسی طرح اب سوسائٹی کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتی
ہوں میرے لئے سوسائٹی اب دھوکے فریب اور دغا کے جال لفاظی اور عیاری کے اکھاڑے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی

---

میں نے ارادہ کیا تھا کہ سوسائٹی سے اپنی اس اہانت کا انتقام لیکر اس کے طلسم جہالت کو توڑ دوں
اور اس کی مکاری کا راز فاش کر دوں مگر میں مجبور تھی اور جب کبھی اس طرف کوئی قدم اُٹھانا چاہتی
تو الماس کا خیال میرے پاؤں میں بیڑی بن کر مجھے جکڑ دیتا۔ کبھی کبھی یہ خیال میرے دماغ کو ماؤف
سا بھی کر دیتا اور میں اس خیال سے کانپ اُٹھتی کہ بیٹی الماس "طلاقن کی بیٹی" نہ کہلائے۔ آخر کار
میں اس نتیجہ پر پہنچی کہ اپنی محبت کو خود غرضی سے تعبیر دے کر اس پر قابو پالوں اور اس دنیا ہی کو چھوڑ

دوں تاکہ لوگ مجھے بالکل بھول جائیں۔ یہ مجھ سے ہو نہیں سکتا تھا۔ میں زندہ رہنا چاہتی تھی۔ "الماس" کیلئے۔

(۵)

دس سال اسی طرح بیت گئے۔ میں اب علیٰحدہ رہتی تھی اور بچوں کو پڑھا کر یا بچیوں کو سینا پرونا سکھا کر اپنے اخراجات پورے کیا کرتی تھی۔ میں نے پبلشروں سے بھی کچھ لینا چھوڑ دیا تاکہ کسی کو میرے وجود کا شبہ تک نہ ہو۔ البتہ یہ میرا معمول تھا کہ روز نہیں دو تین روز میں ایک دفعہ الماس کو چھپکر اور دل بھر کر دیکھ لیتی تھی اور یہ خیال میرے دل میں بھول کر بھی نہیں آتا تھا کہ اس کا انجام کیا ہونیوالا ہے الماس اب چودہ پندرہ سال کی جوان لڑکی تھی اور میں تو یہ کہتی ہوں کہ وہ چندے آفتاب چندے ماہتاب تھی۔ میں چونکہ اس کو اکثر دیکھتی تھی اس لئے میرے نزدیک ابھی تک وہ بچی ہی تھی ورنہ یوں دس سال میں تو گہرے نقوش بھی مدہم خطوط بن جاتے ہیں۔

اس عرصہ میں دادا کا انتقال ہو گیا تھا۔ وہ وقت الماس پر جیسا گزرا ہو گا اس کا اندازہ لگانا بڑا مشکل ہے۔ دادا کی ہر چیز اُسے اس کی یاد دلاتی تھی مگر خدا کے فضل سے نرخ اس پر مہربان تھا اور یوں بھی گذر جانے والی باتیں دل سے محو ہو جاتی ہیں۔ مجھے تو شاید وہ یاد بھی نہ کرتی ہو گی۔ ایک روز مجھے پتہ چلا کہ اس کی شادی کی تجویز ہو رہی ہے۔ میں تو خوشی کے مارے پھولی نہ سمائی "اے معبود!" میں نے گڑگڑا کر دعا مانگی "اس کا سہاگ ہمیشہ قائم رہے اور دولہا میری بیٹی کا غلام ہو کر رہے۔" شاید سب ہی مائیں ایسی دعائیں مانگتی ہیں اور اُن کی دعائیں قبول بھی ہوتی ہوں گی۔ کاش میری ماں بھی زندہ ہوتی جو میرے لئے دعا مانگتی۔ کئی روز کی کوشش کے بعد اور منت سماجت۔ لجاجت اور لالچ دیکر چند لوگوں سے میں نے اس گھر کا پتہ چلا لیا جہاں الماس کی شادی ٹھہر رہی تھی۔

میں تمام کام چھوڑ چھاڑ وہاں پہنچی اور "بڑی بیگم" سے درخواست کی کہ مجھے اپنے ہاں رکھ لیں۔ ان کی ایک چھوٹی بچی تھی جس کو سب گھر والے چاہتے تھے۔ مجھے اس کی تعلیم اور تربیت کا نگراں مقرر کر دیا گیا۔ میں بڑی ہی خوش تھی اور میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ بڑا گھرانا بہت سی عورتیں تھیں۔ خالائیں بھانیاں چچیاں بہنیں بھائی وغیرہ اور ان سب میں وہ لڑکا بھی تھا جس کو دیکھنے میں یہاں آئی تھی۔ منیر اس کا نام تھا۔ بڑا ہنس مکھ۔ خوش اخلاق۔ خوبصورت تعلیم یافتہ اور آزاد خیال۔ ایک دن میرے پاس آیا میں تو نہال نہال ہو گئی۔ جی چاہتا تھا اس کو گلے لگا لوں۔ ساس کا دل بھی کس قدر جذبات سے لبریز ہوتا ہے؟ مگر میں سنبھل گئی۔ کہنے لگا "ثریا کو اپنی بچی ہی سمجھکر پڑھائیے گا۔ اس کی تربیت بھی اچھی ہونی چاہیئے پھر ہم بھی آپ کو خوش کر دیں گے۔

خوش تو میں اس کی باتوں ہی سے ہو گئی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پھول جھڑ رہے ہیں۔ مگر میں نے کہدیا۔ "اچھا میاں!" وہ چلا گیا ———— میں دیکھتی رہی!

عمر تو شاید میری چالیس کے لگ بھگ ہو گی۔ مگر افکار نے بہت بوڑھا کر دیا تھا۔ شاید کوئی بھی پچپن۔ ساٹھ سے کم یقین نہ کرتا۔ اس سے یہ فائدہ ہوا کہ کسی کو میری اصلیت پر شبہ بھی نہ ہو سکتا تھا۔ میں نے گھر والوں کا جائزہ لینا شروع کیا اور بہت دن تک ان کا مطالعہ کرتی رہی۔ وہ لوگ خاصے تعلیم یافتہ تھے مگر اس سے زیادہ توہم پرست۔ ہر کام وہ روشن خیالی سے کرنا چاہتے تھے۔ مگر قدم قدم پر ٹھوکریں کھانی پڑتی تھیں اور یہی قدامت کا تاریک پہلو ان کی ترقی میں حائل تھا۔ مافوق العادت طاقتوں کے قائل اور نحوست پر یقین رکھتے تھے وہم بعض اوقات اُن پر اس قدر تسلط جما لیتا تھا کہ نت نئے طریقوں سے کار خیر کو بدفال قرار دے دیتے تھے۔

میں اس پر جب گہری نظر ڈالتی کسی مخفی خوف سے لرز اٹھتی کہ ڈھارس سے بندھا ہوا دل کہرا ہوا دیا ہے سے ملفوف چراغ کی طرح بجھا جاتا ہے۔

(۴)

اُن دونوں کی شادی ہو گئی اور الماس دلہن کی حیثیت سے گھر میں داخل ہوئی۔ ماں کا دل بھی کیسا ہوتا ہے۔ اس کو دلہن بنا دیکھکر میرا دل بلیوں اُچھلتا بعض وقت بے تابو ہو کر چاہتی کہ دنیا کو بھول کر اور رواج کے بندھن توڑ کر اس سے لپٹ جاؤں اور اس کے سر کو اپنی چھاتی پر رکھہ کر آنسوؤں کی زبانی رام کہانی سنا دوں اور کہہ دوں "اے الماس! میں تیری ماں ہوں ———— کیا تو ایک بار میرے کلیجے سے لگ کر ٹھنڈک نہ پہنچائے گی۔" ———— مگر خدائی طاقت میرے شامل حال ہوتی اور میرے دل پر صبر کی سل رکھ دی جاتی۔ میں جانتی تھی کہ میرا یہ جذبہ مادرانہ سہی۔ مگر اس کی زندگی تباہ کر دے گا کیونکہ ........ یہ وہی دنیا اور طلاقن کی بیٹی! میرے تصورات آنکھوں کے سامنے آجاتے کہ دل مادر ایک شعلہ آتشیں ہے جس کی چمک گرد و نواح کو روشن کر دیتی ہے مگر ساتھ ہی اس میں ایک سوزش پنہاں ہے جو اپنی لپیٹ میں آنیوالی شئے کو خاکستر کر دیتی ہے۔ میری عقل میرے جذبات پر غلبہ پالیتی اور میں سوچتی کہ میں اس ضرر رساں طاقت کو فنا کر کے اصلی جوہر ہی کیوں نہ رہنے دوں کہ راکھ میں چھپے ہوئے انگارے کو جب ڈھونڈا جائے تو وہی گرمی اور تپش ہو۔ البتہ گرد و نواح کی چیزوں کو خاکستر کر دینے کی طاقت اس میں زائل ہو چکی تھی۔

رفتہ رفتہ میں اس کی عادی ہو گئی اور الماس کی موجودگی میں مجھے قدرے سکون محسوس ہونے لگا۔ جب کافی عرصہ گزر گیا تو میں اس سے اس کے گھر والوں کے متعلق نہایت محتاط طریقے سے گفتگو کرنے لگی۔

ایک روز اس نے میرے سوال کا یوں جواب دیا:۔
"پچھلی باتیں سطح دماغ پر عرصہ گزارنے کے بعد ایسی ہو جاتی ہیں جیسے میلوں فاصلے پر کوئی آواز سنائی دے۔ مجھے اپنی ماں کچھ کچھ یاد ہے لیکن مجھے بتایا گیا تھا کہ اسکا انتقال ہو گیا تھا۔ شادی سے ایک روز پیشتر میرے باپ نے رازدارانہ طور پر پُرنم ہو کر کہا کہ اسکے انتقال کی تحقیق تصدیق نہیں، وہ بیچاری چند وجوہ کی بنا پر کہیں چلی گئی۔ جب سے میں نے یہ سُنا میرے دل میں یہ ارمان ہے کہ کاش میں اپنی ماں کی صورت ایک بار دیکھ لیتی۔ ...... مگر کتنی اَن ہونی بات ہے؟ شاید ناممکن!"
میرے جسم میں ایک کپکپی سی پیدا ہو گئی اور اسکو مغموم دیکھکر میں نے اسکے خیالات منتشر کرنے چاہے لیکن وہ اپنی دکھیاری ماں کا ہی ذکر نے لگی۔ میں سنتی رہی اور میرا دل رو رہا مگر قدرت شاید ہنس رہی ہو گی۔ میں نے کہا "تم اپنی ماں کو پہچان سکتی ہو؟ ——— اسکی شکل کیسی تھی ——— ؟"
"خدا جانے! اسکی شکل ......" وہ میری طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگی جس سے مجھے خوف سا پیدا ہو گیا۔ میں نے سر کو جنبش دیکر کہا "زندہ بھی ہے؟"
"مجھے کیا معلوم؟ خدا کرے وہ زندہ ہو" وہ میری طرف غور سے دیکھکر بولی "ہاں اسکی شکل تم سے ......" وہ کچھ گھبرا سی گئی "مجھے نہیں معلوم" اور اٹھ کر چلی گئی۔ غیر ارادی طور پر میں متاثر ہوئی۔ میرے دل کے مندر میں الماس دیوی کی طرح تھی جس کی اس کی ماں پرستش کرتی تھی۔

———

جوں جوں وقت گذرتا گیا، الماس مجھسے بے تکلف ہوتی گئی اور جب اُسے فرصت ملتی وہ میرے پاس آکر بیٹھ جاتی۔ اسکو مجھ سے کچھ ایسی دلچسپی پیدا ہو گئی تھی اور وہ مجھ کو کچھ ایسا ہمدرد خیال کرنے لگی تھی کہ اکثر وہ اپنا اور اپنی ماں کا تذکرہ چھیڑ دیتی اور مجھے تو کرید نی ہی یہ لگی ہوئی تھی۔ تین چار سال کی عمر ہی کیا ہوتی ہے، بچپن کے حالات وہ بھول گئی تھی اور ہوش سنبھالنے پر اس کو بتایا گیا تھا کہ ماں کا انتقال ہو گیا ہے، پھر عرصہ دراز کے بعد حقیقت سے اسکو آگاہ کیا گیا۔ ظاہر تھا کہ اسنے اسکے دماغ پر ایک خاص اثر کیا ہو گا جس سے وہ ہر وقت بے چین سی رہتی۔ مَرے پیچھے تو پھر بھی چین آجاتا ہے مگر زندہ ہوتے بھی میرے برابر ہونا ایک پھانس ہے جو کھٹکتی اور ایک نشتر ہے جو چبھتا رہتا ہے۔ ماں کے ہوتے ہوتے بھی بن ماں کے ہونا اسکے عشرت کدہ میں المناک فضا پیدا کر دینے کے لئے کافی تھا۔
ایک روز میں نے پھر اسکی ماں کا ذکر نکالا اور اصرار سے پوچھا کہ وہ گھر بار چھوڑ کر کیوں چلی گئی لیکن فوراً ہی مجھے احساس ہوا کہ اس سوال سے اُسے کافی تکلیف ہوئی۔ اسکی گہری سیاہ آنکھیں چھوٹی ہو گئیں اور پلکوں پر ٹھیرے ہوئے آنسو تھر تھرانے لگے۔ اسکے گلابی رخسار ایسے معلوم ہونے لگے جیسے کوئی پنکھڑیوں پر شبنم گرا دے۔ اس کی اُبھری ہوئی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں اور وہ نیچی نگاہ کئے ہوئے بولی "انسان کی زندگی میں بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جو رازدارانہ طور پر سینے کی حدوں سے باہر نہیں نکل سکتیں۔ میری زندگی کا سب سے بڑا راز اور سب سے گہری و انفرادی و شخصی بات ماں کا جدا ہو جانا ہے۔ یہ صرف شادی سے ایک روز پہلے کا ذکر ہو کہ میرے باپ نے مجھے مفصل حالات سے آگاہ کیا جب میری عمر کوئی چار سال کی ہو گی۔ والدین کے تعلقات جو شروع ہی سے ناخوشگوار ہو رہے تھے، انتہا کو پہنچ کر بالکل خراب ہو گئے اور نوبت یہاں تک پہنچی ——— آہ! میں کہہ بھی تو نہیں سکتی ....... وہ ...... یعنی میرے باپ نے میری ماں کو طلاق دیدی ———"
"ہائیں ——— ؟" کوئی دفعتاً پیچھے سے غصّے اور حیرت میں بولا ——— "کیا باتیں ہو رہی ہیں؟ کسنے کسکو طلاق دیا؟"

میں نے خوف سے لرز کر دیکھا کہ الماس کی نند اور اسکی خالہ شعلہ بار آنکھوں سے ہماری طرف بڑھ رہی ہیں۔
"جاؤ بیوی" خالہ ہاتھ جھٹک کر بولی "اپنی ماں ممانی اور بڑی چچی کو تو بلا لاؤ۔"
نند تمام عورتوں کو بلانے چلی گئی۔
راز فاش ہو گیا تھا ——— میری ہی وجہ سے جو بدنصیبی اور بدقسمتی میں ایک اور خوفناک درجے کا اضافہ تھا۔
سب عورتیں تحیر و تحقیر میں چہ میگوئیاں کرنے لگیں۔ الماس گم سم ہو کر پتھر کی بن گئی تھی۔
خالہ طنز سے بولی "جی!! میں اتفاق سے یہاں آ گئی تھی تو سب سن لیا۔ ہم تو کہیں کے بھی نہیں رہے۔"
چچی بولی "کیا ہماری عزت اس طرح خاک میں ملنی تھی؟"
"دیکھو تو ———" ممانی نے کہا "یہ...... طلاقن...... کی بیٹی؟"
دوسری چچی نے غمناک ہو کر کہا "ہائے ہمارے منیر کی تو قسمت پھوٹ گئی۔"
اتنی دیر میں بڑی نند اور چھوٹی خالہ بھی آ گئیں۔ چچی بولیں "اور بھی سنا تم نے؟ ——— طلاقن کی بیٹی!"
وہ حیرت سے دانتوں میں انگلی دبا کر بولی "کیا ——— طلاقن کی بیٹی!؟"
"ہاں ———" چچی نے تصدیق کرتے ہوئے کہا "طلاقن کی بیٹی!!"

———

زندگی کیا ہے؟ نیرنگیٔ زمانہ کا آئینہ اور انقلابات حیات کا عکس! کاروانِ حیات کی عالیشان منزلیں منہدم ہو کر ٹوٹے ہوئے کھنڈر رہ گئی تھیں۔ طوفانِ باد و باراں نے سکون کے نیلے آسمان کو مکدر کر دیا تھا اور کاروانِ ہستی کا مسرور و خرم قافلہ منزلِ مقصود سے بھٹک چکا تھا۔ الماس کی زندگی بدل چکی تھی۔ دلہن دلہن نہ رہی، منیر، منیر نہ رہا۔ گھر کا ہر فرد اُسے حقارت کی نظر سے دیکھتا اور خاندان کا ہر متنفس اسکو دیکھ کر آنکھیں پھیر لیتا۔
الماس میرے پاس اب زیادہ نہ آتی مگر دور رہ کر بھی وہ مجھ سے قریب رہتی۔ اسکی حالتِ زار پر میں اپنے آپ کو ملامت کرنے لگتی اور کبھی سوچنے لگتی "معبود! کیا معصوم عورت سماج کی بے درد چوکھٹ پر اسی طرح قربان ہوتی رہے گی؟ الماس کا یہ قصور کہ وہ ایک طلاقن کی بیٹی ہے، کیا اس قدر سنگین ہو سکتا ہے کہ سوسائٹی اُسے دھتکار دے۔ وہی لوگ جو پہلے اُسے سر آنکھوں پر بٹھاتے اب کیوں اسکی تذلیل پر تلے ہوتے ہیں؟"
انہی دنوں میں الماس کے خسر اپنی عمر طبعی کو پہنچ کر انتقال کر گئے، بس یہ گھر والوں کیلئے ایک بہانہ ہو گیا، سب نے مل کر خوب دل کی بھڑاس نکالی اور خدائی کاموں کیلئے ایک انسان کو ذمہ دار ٹھیرایا۔ "خدا خیر کرے! آثار اچھے نہیں دکھائی دیتے، ابھی تو ابتدا ہے" خالہ نے طنز آمیز اطمینان سے کہا۔
جب کبھی گھر کی چار پانچ عورتیں ایک جگہ جمع ہوتیں تو یہی ذکر چھڑ جاتا اور ایسا معلوم ہونے لگتا کہ چاروں دیواروں سے "طلاقن کی بیٹی! طلاقن کی بیٹی!" کے منحوس اور سیاہ الفاظ ابھر رہے ہیں اور چھتوں کی پرانی کڑیاں انسان کی توہم پرستی اور طلسم جہالت میں اچھی طرح جکڑی ہوئی ہیں۔ اور تو اور منیر بھی باپ کی موت کے بعد الماس سے برگشتہ ہو گیا تھا مگر شاید اس کا مجرم نہ ٹھہرایا جائے کیونکہ انسان کی استقامت ایسے ہی موقعوں پر ڈانواں ڈول ہو جاتی ہے اور چاہے وہ کیسا ہی روشن خیال اور تعلیم یافتہ کیوں نہ ہو توہم اور خوف کا گدگدا اُسے لاچار کر کے بعض ایسی باتیں یقین کرنے پر مجبور کرتا ہے کہ جن پر وہ خود ہی ہنسے۔
ایسی زندگی کا انجام ظاہر تھا۔ تعلقات کا گہرا سمندر، تلاطم خیز موجوں سے لبریز ہو گیا تھا اور ناخوشگواری کے دل دہلا دینے والے طوفان چاروں طرف سے اُمنڈ آ رہے تھے۔ سمندری ہواؤں نے بادبانوں کو چھین لیا تھا، آسمان اور سمندر تاریکی میں ملے ہوئے تھے اور زندگی کا یکہ و تنہا سفینہ خطرناک بھنور میں پھنسا ہوا اس طرح جا رہا تھا کہ کوئی ہلکا سا جھٹکا یا چھوٹی سی چٹان اُس سے ٹکرا کر پاش پاش کر دے۔

———

ایک ایسی خوفناک رات کو جبکہ انسان کی سیاہ کاریاں اور گناہ وظلم کی فریب خوردہ رغبتیں مائل بہ عبودیت ہوتی ہیں ——
الماس کی حالت، جسکو صدمات اور نمونیہ نے پلنگ سے لگا دیا تھا غیر ہوگئی۔ جاڑے کی کڑکڑاتی سردی میں جب دانت سے دانت بج رہے تھے پالا پڑتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ گھر والوں نے الماس کی خبر گیری اور تیمار داری میرے سپرد کر دی کیونکہ ان کے خیال میں میرے سوا اس کا کوئی ہمدرد نہ تھا اور نہ وہ کسی کی ہمدردی کی مستحق تھی۔ پانی کے اشک بھی کہنے والوں کی اس سنگدل پر خشک ہوگئے تھے۔ میں ایک الگ دالان میں الماس —— اپنی لڑکی ..... طلاقن کی بیٹی —— کے سرہانے بیٹھی انسان کی خود غرضی پر تبصرہ کر رہی تھی اور الماس کا تن لاغر دنیا و مافیہا کے جھگڑوں سے بے خبر تھا۔ اسکی سسرال والوں نے تو کوئی تشویش ہی ظاہر ہی نہیں کی۔ البتہ منیر ایک آدھ بار آکر اسکی حالت پوچھ گیا تو میں اسکے علاوہ کہتی ہی کیا کہ اب بہتر ہے۔ سرد ہواؤں کے جھونکے اور بھی تیزی سے چلنے لگے اور مجھے معلوم ہوتا تھا کہ ہر سانس کے ساتھ الماس سینے میں تکلیف محسوس کرتی ہے۔ میں اسپر جھکی ہوئی تھی میری طبیعت اندر ہی اندر ایک خلا سا محسوس کرنے لگی تھی۔ اسنے دفعتاً آنکھیں کھولیں اور انتہائی کرب میں کہنے لگی "سب کہاں ہیں ...... ہائے معبود! کیا سب ہی ماں باپ کے اعمال کی سزا بھگتتے ہیں۔ سب لوگوں نے چھوڑ دیا ..... اگر مجھے "ماں" کی شکل دکھائی دے جائے تو میں سب کچھ قربان کرنیکو تیار ہوں ......" وہ کچھ اور کہنا چاہتی تھی مگر اس کی آواز گلے میں آکر اٹک گئی۔

میرا دل بھر آیا اور مجھ سے ضبط نہ ہو سکا۔ میں بے قرار ہو کر اس سے لپٹ گئی اور باوجود کوشش کے میری زبان سے نکل گیا
الماس! ..... بیٹی! کیا "زریں" کا نام سنا ہے؟ ........"
وہ کچھ چونک سی گئی اور بڑی مشکل سے کہہ سکی "یہی تو میری بدنصیب ماں کا نام ہے ......"
ہاں ......" میں نے ڈبڈباتے ہوئے آنسوؤں کو چھپاتے ہوئے کہا "الماس! میں ہی تیری بدنصیب ماں ہوں ......"
ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مسرت وغم کے متضاد جذبات اس کے دل میں متصادم ہیں۔ اسنے اٹھنا چاہا مگر نہ اٹھ سکی۔ اُسنے اپنے نحیف بازو میری گردن میں حمائل کر دئیے لیکن کچھ نہ بول سکی۔ میں نے دل بھر کر پیار کیا اور اس کے منہ پر منہ رکھ کر کراہتے سے بولی "میری بیٹی! ..... خدا تجھے صحت دے ..... ہم دونوں یہاں سے نکل کر کہیں دوسری جگہ چلے جائیں گے۔ یہ خود غرض لوگ ہمیں زندہ نہیں دیکھ سکتے ........" میرے جذبات میں ہیجان برپا ہو چکا تھا اور چاہتی تھی کہ سماج کی دھجیاں بکھیر دوں مگر یکبارگی مجھے محسوس ہوا کہ اسکے ہاتھ ڈھیلے پڑ کر نیچے گر رہے ہیں۔ میں نے ان کو اپنی گردن سے ہٹا کر نیچے رکھ دیا۔ الماس نے میری طرف غور سے دیکھا اور "ماں" کہکر ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگئی۔

(۵)

اسکے بعد کیا ہوا، میں نہیں چاہتی کہ کسی کو اسمیں شریک کروں۔ وہ دردانگیز سماں تھا اور غمناک گھڑیاں تھیں جنہیں انسانی خون، آنسو نیکر ظلم کی بھینٹ چڑھ جاتا ہے۔ وہ رنج والم کا جان لیوا وقت تھا جن میں اکثر مصیبت کی ماریاں —— سوسائٹی کا شکار عورتیں —— مبتلا ہوتی ہیں۔
دغاباز سوسائٹی کیلئے طلاقن اور اسکی بیٹی ایک ہستی ہے منحوس اور عضو ہے معطل جنکا وجود ان پر بار ہے اور جنکی موت کی وہ متمنی ہوتی ہے۔ سوسائٹی ہماری طرف شعلہ انگیز نظروں سے دیکھتی ہے گویا اسکی بجلیاں ہماری خرمن ہستی کو جلا کر خاکستر کر دے گی۔ ہم اسکے لئے کھٹکتا ہوا خار ہیں جن کے زندہ رہنے کو وہ کبھی برداشت نہیں کر سکتی۔

میں ادیبۂ سحر طراز ہوں، شہرۂ آفاق افسانہ نگار جسکی نگارش "زریں ادب" کا شاہکار ہے۔ میری بھی ایک تمنا تھی کہ ایسی غیر فانی کتاب تصنیف کروں جس کا پڑھنے والا ہمیشہ مجھے یاد رکھے۔ "مسئلہ طلاق" میرا خاص شعبۂ مضامین رہا اور جس کی سطح سے بھی اس وقت واقف نہ تھی، اب اسکی گہرائی کو بھی کھنگال چکی ہوں۔ عنقریب میں ایک کتاب لکھنے والی ہوں جو حقیقتاً میری آپ بیتی ہوگی اور جس کا ہر باب حیاتِ انسانی کی مکمل تفسیر!
مجھے انتساب کے لئے کسی نام کی تلاش تھی، مجھے وہ بھی مل گیا ہے یعنی "طلاق کا سایہ" منسوب ہوگی ان معصوم بچوں اور بے گناہ روحوں کے نام جنکی زندگی ماں باپ کی ناعاقبت اندیشی سے پیدا شدہ ناخوشگوار حالات کی نذر ہو جاتی ہے اور جن کو والدین کے کرموں کے پھل ملتے ہیں۔ جن کا مقصود صرف یہ ہوتا ہے کہ کیوں "ان کی ماں" کو باپ نے طلاق دی اور یہ ایسا سنگین جرم ہے جسکو یہ نام نہاد سوسائٹی کبھی معاف نہیں کر سکتی۔

(طبع زاد)

صادق الخیری

# خسرو کا ہندی کلام

از جناب ڈاکٹر اعظم کریوی - مصنف ہندی شاعری

## پہیلیاں

معمّے۔ جن کا مطلب صاف نہیں۔ حل کرنے کی ضرورت ہو

ایک نار کرتار بنائی　　　نہ وہ کنواری نہ وہ بیاہی
سو ہا رنگ ہی واکو رہے　　　بھابی بھابی ہر کوئی کہے
سُرخ

(بیر بہوٹی)

ایک گُنی نے یہ گُن کینا　　　ہریل پنجرے میں دے دینا
دیکھو جادوگر کا حال　　　ڈالے ہرا نکالے لال

(پان)

عجب طرح کی ہے اک نار　　　واکا میں کیا کروں بچار
دن وہ رہے بدی کے سنگ　　　لاگ رہی نس واکے رنگ

(سایہ - پرچھائیں)

ایک پرکھ اور نو لکھ ناری　　　سیج چڑھی وہ نزیا ساری
جلے پرکھ دیکھے سنسار　　　ان تزیوں کا ہی سنگار

(ہانڈی)

دھوپوں سے وہ پیدا ہوئے　　　چھاؤں دیکھ مُرجھائے
اے ری سکھی میں تجھ سے پوچھوں　　　ہوا لگے مر جائے

(پسینہ)

سونے کی اک نار کہاوے　　　بنا کسوٹی بان دکھاوے

(پلنگڑی)

ایک نار کنوئیں میں رہے　　　واکا نیر کھیت میں بہے
جو کوئی واکے نیر کو چاکھے　　　پھر جیون کی آس نہ راکھے

(تلوار)

ایک نار دو سینگوں سے　　　نت کھیلے اُٹھ دھیگوں سے

جس کے دوارہ جاکے اڑے　　　بس مانس لئے نہیں ٹلے

(ڈولی)

تانا بانا جل گیا　　　جلا نہیں اک تاگا
گھر کا چور پکڑا گیا　　　گھر میں موری میں سے بھاگا

(بال)

بن سر کا نکلا چوری کو　　　بن تھن کی پری جائے
دوڑی با بن پاؤں کے　　　بن سر کا لئے جائے

(بال)

کیا کروں بن پاؤں کے　　　تجھے لگایا بن سر کا۔
کیا کروں لمبی دُم کے　　　تجھے کھا گیا بن چونچ کا لڑکا

(بال)

کاجل کی کجلوٹی اودہو　　　پیڑن کا سنگار
ہری ڈال پہ مینا بیٹھی　　　ہے کوئی بوجھن ہار

(جامن)

ایک پرکھ بہت گُن بھرا　　　لیٹا جاگے سووے کھڑا
اُلٹا ہو کر ڈالے بیل　　　یہ دیکھ کرتار کا کھیل

(چرخا)

چالیس من کی نار رکھاوے　　　سوکھے جیسے تیلی۔
کہن کو پردے کی بی بی　　　پر وہ رنگ رنگیلی

(چلمن)

ملا رہے تو نر رہے۔　　　الگ ہوئے تو نار
سونے کا سا رنگ ہے　　　کوئی چتر کرے بچار

(چنا)

ایک روکھ میں اچرج دیکھا　　　ڈال گھنی دکھلاوے

ایک ہے پیڑ واکے اوپر — مانھا چھوئے کمہلاوے
سُندر واکی چھاؤں ہے — اور سُندر واکو روپ
کُھلا رہے اور نہیں کمہلاوے — جیوں جیوں لاگے دُھوپ
(چھتری)

آگن کنڈ میں گھر گیا — اور جل میں کیا نکاس
پردے پردے آوتا — اپنے پی کے پاس
(حقّہ کا دھواں)

سُکھ کے کارج بنا اک مندر — پون نہ جاوے واکے اندر
اس مندر کی ریت دیوانی — بجھاوے آگ اور اوپر سے پانی
(غسل خانہ)

سُولی چڑھ کے سکت کرے — شیام برن اک نار
دو سے دس سے بیس سے — ملت ایک ہی بار
۳۲
(مِسّی)

شیام ورن اک نار کہاوے — تانبہ اپنا نام دھراوے
جو کوئی واکو مکھ پر لاوے — رتی سے سیر کھا جاوے
(مِسّی)

نر سے پیدا ہووے نار — ہر کوئی اس سے رکھے پیار
ایک زمانہ اس کو کھاوے — خسرو پیٹ میں وہ نہ جاوے
(دھوپ)

پی کے نام سے بکت ہے — کامن گوری گات
ایک بیر دو بیر ستی بھئی — پیا نہ پوچھے بات
مرتبہ
(دیاسلائی)

لوہے کے چنے دانت تلے پاتے ہیں اس کو
کھایا وہ نہیں جاتا ہے پر کھاتے ہیں اس کو
(روپیہ)

دانائی سے دانت اس پہ لگاتا نہیں کوئی
سب اُس کو بھُناتے ہیں پہ کھاتا نہیں کوئی
(روپیہ)

چندر بدن زخمی تن — پاؤں بنا وہ چلتا ہے
امیر خسرو یوں کہیں — وہ ہولے ہولے چلتا ہے
(روپیہ)

ایک راجہ نے محل بنایا — اک تھم پر وانے بنگلہ چھایا
بھور بھئی جب باجی بم — نیچے بنگلہ اوپر تھم
(روئی)

---

اک ناری کے سر پر نار — پی کے لگن میں کھڑی لاچار
سیس دُھنے اور چلے نہ زور — رو رو کر وہ کرے ہے بھور
(شمع)

جب کاٹو تب ہی بڑھ ہے — بن کاٹے کمھلائے
ایسی ادھ بھت نار کا — انت نہ پایو جائے
(شمع - چراغ کی لو)

ایک پرکھ کا اچرج لیکھا — موتی پھیلے آنکھوں دیکھا
جہاں سے اپجے وہاں سمائے — جو پھل گرے سو جل جل جائے
(فوارہ)

جل کر اپجے جل میں رہے — آنکھوں دیکھا خسرو کہے
(کاجل)

آدھا منکا سارا پانی — جو بوجھے سو بڑا گیانی
(کاجل)

گیلی پر کھیتی کرے اور پیڑیں دے دے آگ
راس ڈھووے گھر میں رکھے۔ وہ جائے رہ راکھ
(کمہار)

ماٹی روندے چک دھروں — پھیروں بارم بار
چاتر ہو تو جان لے — میری بات گنوار
(کمہار)

ایک پرکھ نے ایسی کری — کھونٹی اوپر کھیتی کری
کھیتی باڑی دی جلائے — وا کے اوپر بیٹھا کھائے
(کمہار)

(باقی آئندہ)

پنہاری

## "پنہاری"

آئینہ پوش اور کھڑکی کے پردہ کے لئے یہ نمونہ نہایت اچھا ہے۔ مہین مضبوط بٹے ہوئے دھاگے سے بنائیے۔ خانہ شماری وصفائی کا خیال رکھا جائے نہایت خوشنما بنے گا۔ سیاہ نشان ٹریبل، وچو خانے جالی ہوں گے۔

نعیم النساء بچھڑی
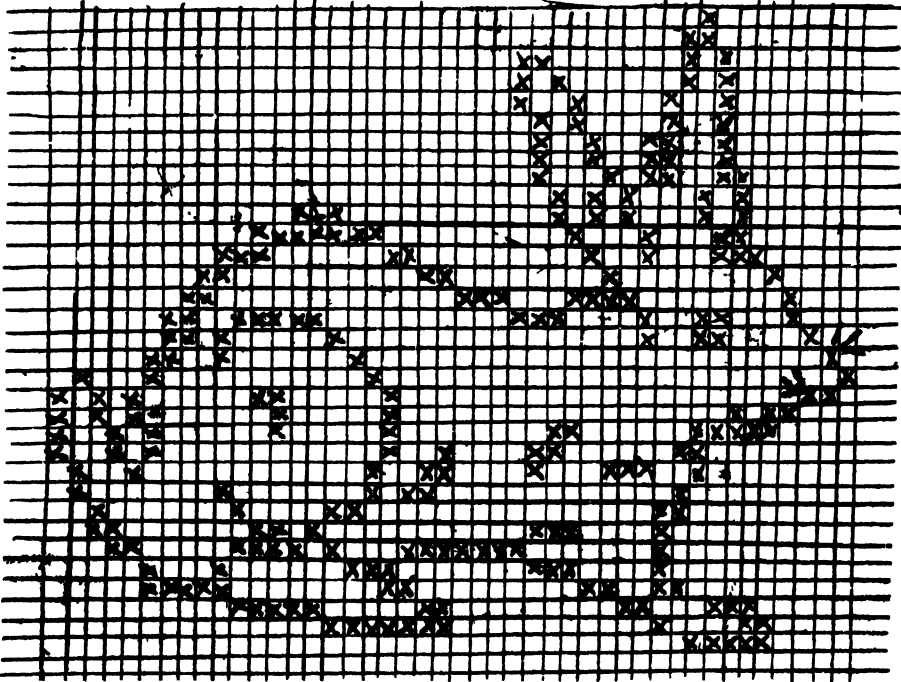
# سفید خرگوش

خرگوش سفید ہی اچھا معلوم ہوگا۔ مگر دقت یہ ہے کہ ماٹی چونکہ سفید ہوتا ہے لہذا سفید کپڑے پر سفید کام نمایاں نہ ہوگا اسکے لئے ایک نیا ڈیزائن پیش کرتی ہوں۔ اس نقشہ کو دیکھتے ہوئے جسپر بنانا مقصود ہو اس پر سُرخ یا نیلا اسی نقشہ کے مانند بنالیں۔ درمیانی حِصہ جو خالی ہے خالی ہی رہیگا اور جو درمیان میں دو ایک جگہ اسٹیچ ہیں وہ اگر خرگوش نیلا بنایا جائے تو نیلے سے سرخ بنایا جاتے تو سُرخ سے ڈالے جائیں آنکھ بھی سُرخ یا نیلی ہوگی اسپر اتنا ہی کام ہوگا بقیہ حِصہ سفید رہے گا۔ لیجئے خرگوش تیار ہے۔

ب - ن - انسہ ابراہیم (مدراس)

# جاں باز

ملک کی مشہور افسانہ نگار محترمہ مسز نذر حیدر سجاد صاحبہ کی ہستی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپکے اکثر افسانے اُردو کے چوٹی کے افسانے مانے گئے ہیں۔ آپ کی تصانیف اور افسانوں میں آپکا اصلاحی و معاشرتی افسانہ جاں باز جو حال میں دفتر عصمت سے شائع ہوا ہے ایک خاص درجہ امتیاز رکھتا ہے۔ دوسرے افسانہ نگاروں کے افسانوں میں یہ خصوصیت نہیں ہے جس کی وجہ سے یہ افسانہ تمام افسانوں سے ممتاز نظر آتا ہے۔ اس میں خوش اسلوبی سے یہ بتایا گیا ہے کہ جہاں مردوں میں قمر جیسے بیوفا ہوتے ہیں وہاں نور محمد جیسے باوفا و جاں نثار بھی ہوتے ہیں اور جہاں زبیدہ جیسی فرشتہ خصال و پاکباز و نیک بیویاں ہیں وہاں نجمہ جیسی ناپاک عورتوں کا وجود بھی ہے۔ کسی ایک فرد کو مظلوم دوسرے کو ظالم دکھانا عام افسانوں کا جزو اعظم ہے لیکن جانباز میں ہر دو فریق کو برابر کا درجہ دیا ہے کسی ایک پر دوسرے کو فوقیت نہیں دی گئی۔ یہی وہ اصل خوبی ہے جو افسانوں میں بدرجہ اتم موجود ہونی چاہیئے تھی۔ مگر بدقسمتی سے ہندوستان کے افسانہ نویس اس کو نظرانداز کر دیتے ہیں۔

عورتوں کی آزادی و اعلیٰ تعلیم پر نجمہ کی تمثیل کافی سے زیادہ وضاحت سے ظاہر کی گئی ہے۔ نجمہ صرف اعلیٰ تعلیم کا غلط نمونہ ہی نہ تھی بلکہ آزادی نسواں میں اس سے چار قدم آگے ہی نظر آتی ہے۔ یہ آزادی جس میں عورت حد درجہ بیباک ہو جاتی ہے کہاں تک جائز ہے اور ہمیں کیا فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ یہ نجمہ کے افعال بتائیں گے۔ جہاں زبیدہ کا ایثار و ہمدردی ہمیں صنف نازک کے حق میں تعریفی کلمات کہنے پر مجبور کرتا ہے وہاں نجمہ کے ظلم اور بیوفائی پر ہم نفرین کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ لہذا یہ افسانہ بہترین اور کامیاب افسانہ کہا جا سکتا ہے۔ ہمارے لئے ایسے ہی افسانوں کی ضرورت ہے جسمیں ہر دو فریق کے جرموں کو مدنظر رکھا جائے تاکہ دونوں اپنی اخلاقی کمزوریوں کو سمجھ سکیں۔ آج کل ازدواجی زندگیاں بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہیں۔ میں وثوق سے کہوں گی کہ اس کی بناء پر ایسے افسانے ہیں جنہیں ایک دوسرے سے متنفر کرنے والے جذبات ہوتے ہیں اگر کسی میں عورت کو بیوفا اور ہرجائی لکھا جاتا ہے تو دوسرے میں مرد کو ظالم سفاک یہ ہی وہ جذبات ہیں جو ایک فریق سے دوسرے فریق کو متنفر کرتے ہیں۔ آخر یہ ہی زندگیاں اگلے زمانوں میں بھی تو پرمسرت بسر ہوتی تھیں۔ اس وقت ایسے شر انگیز افسانے نہ تھے۔ میرا مطلب اصلاحی افسانوں سے نہیں ہے بلکہ ان افسانوں سے ہے جو صرف تجارتی مقصد کو مدنظر رکھکر لکھے جاتے ہیں ایسے ہی افسانوں کی بدولت ایک دوسرے کی حقیقی قدر و منزلت نہیں وہ اس کو ظالم سمجھکر نفرت کرے اور یہ اس کو بیوفا سمجھکر قابل التفات نہ سمجھے۔ حالانکہ بنظر غائر دیکھا جائے تو اس کے ذمہ دار دونوں فریق ہیں۔ بلکہ اس امر میں ایک حد تک مرد کو شکست ہی ہوتی ہے اور عورت غالب رہتی ہے۔ عورت اپنی زندگی کو پرمسرت بنانے پر قادر ہے اگر وہ چاہے تو اس پرمسرت زندگی کو دوزخ سے بدل سکتی ہے۔ مرد اپنی زندگی میں تغیر کے لئے عورت کا مرہون منت رہتا ہے۔ اگر وہ چاہے تو اس کی زندگی سنوارے ورنہ برباد کرے۔ عورت قدرت کا بہترین عطیہ ہے کہ وہ فطرت سے ایسا مزاج لیکر آئی جو ہر سانچے میں ڈھل سکتا ہے مرد اس سے بہترا ہے وہ اس پر قدرت نہیں رکھتا۔ غرض عورت اس بات پر حاوی ہے جو مرد کو نصیب نہیں۔ اس پر وہ ظالم جفاکش نکلے تو یہ عورت کی اپنی خطا ہے۔ اگر وہ چاہے تو اس کو راہ راست پر لا سکتی ہے

(بقیہ مضمون صفحہ ۲۰۸ پر دیکھئے)

# سیر بین

**ہوڈینی کے کرتب** - ہوڈینی ایسا شعبدہ باز تھا کہ لوگ اس کے کرتب دیکھ دیکھ کے حیرت زدہ رہجاتے تھے۔ بار ہا ایسا ہوا کہ اس کے کپڑے اُتار دیئے گئے اور اُسے قید خانے کی کوٹھری میں مقفل کر دیا گیا۔ وہ ہمیشہ باہر آجاتا تھا۔ دنیا کا کوئی قید خانہ ایسا نہ تھا جس میں وہ قید رکھا جا سکتا تھا۔

فرانس میں اس نے اپنے ہتکڑی لگوائی زنجیروں سے اپنے بدن کو جکڑوایا اور زمین میں دفن کروالیا۔ وہ باہر آگیا اسی طرح جکڑ بند ہوکے دریاؤں میں ڈالا گیا اور بلا زنجیروں کے باہر آگیا۔ ایک مرتبہ ایک دریا میں برف کی موٹی تہ آپڑی تھی۔ تہ میں سوراخ کیا گیا۔ اُسے زنجیروں سے اور ہتکڑیوں سے خوب باندھ کے لوہے کے خول میں لپیٹا گیا اور اس سوراخ میں اندر ڈال دیا گیا۔ آدمی تین منٹ سے زیادہ پانی کے اندر نہیں ٹھیر سکتا۔ ہوڈینی کہیں زیادہ پانی میں رہا۔ پانچ منٹ گزر گئے اور اس کا پتہ نشان تک نہ تھا۔ خیال ہوا کہ غرق ہوگیا۔ لیکن دس منٹ گزر جانے کے بعد برف کے سوراخ میں سے وہ نیم بیہوش برآمد ہوا۔ اس کرتب میں وہ مرنے سے بال بال بچا۔ وہ ۱۹۲۶ء کے اکتوبر میں اچانک مر گیا۔ ایک طالب علم نے اس کے پیٹ پر چوٹ ماردی تھی۔ ایسا کرتبی پھر دنیا میں نہ پیدا ہوگا۔

**بیرسٹر عورتیں** - برمیں مرد کے مقابلہ میں ایک عورت ہر سال بیرسٹر ہوتی رہی ہے چنانچہ گذشتہ چار سال میں ساٹھ سے زیادہ عورتیں بیرسٹر بن چکی ہیں۔ لیکن اس سال ۵ امئی کو ایک عورت بھی بیرسٹری میں نہیں آئی۔ بیرسٹری کے کام کو عورتوں نے فایدہ بخش نہیں پایا۔ گو ان میں سے ایک ۲۲ سالہ نوجوان لڑکی ڈوبے میں مجسٹریٹ بنائی گئی ہے۔ وہ سیاہ ستھرا لباس اور سیاہ فلٹ کی ٹوپی اور لومڑی کی پوستین پہنے عدالت میں رونق افروز ہوتی۔ وہ لبوں پر لاکھا اور ناخنوں پر جلا استعمال کرتی ہے۔ وہ خود بڑے شوق سے موٹر چلاتی ہے۔ اس نے موٹروں کے مقدمہ بڑی دلچسپی سے سُنے۔ اس کا باپ جج ہے۔

فرانس میں انگلستان کے مقابلہ میں عورتوں کی اس قسم کی خدمات سے کم فائدہ اُٹھایا جاتا ہے۔ لیکن فرانس کا مرد آہستہ آہستہ مردوں کو جگہ دیتا جا رہا ہے۔ جرمنی عورتوں کو گھر کی طرف واپس لے جا رہا ہے لیکن فرانس نے پولس میں دو عورتیں بھرتی کی ہیں جو باغوں میں اُن مقامات پر تعینات ہوں گی جہاں بچے کھیلتے ہیں اور بڑے سٹیشنوں پر ہونگی جہاں عورتیں اِدھر اُدھر سے بھٹک کے ریل پر آجاتی ہیں۔ ان پولس والیوں کو بڑی شکایت ہے کہ مائیں بچوں کو یہ کہہ کے ڈراتی ہیں کہ تم نے وہ جھابڑ جھلے کپڑے پہنے عورتیں دیکھی ہیں۔ شرارت کروگے تو وہ تمہیں اُٹھائے جائینگی۔ اس فقرہ کے سوا انہیں یہ نیا کام بہت پسند ہے۔

**موجودہ سنگھار پر اعتراض** ڈربے شاعر کے ایک پادری نے گرجا میں عشائے ربانی کے وقت ہونٹوں پر لاکھا لگانے کی ممانعت کردی ہے۔ اور جو عریاں ٹانگوں سے وہاں آتی ہیں اُنہیں چلے جانے کو کہہ دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے لڑکیاں اپنے ہونٹوں کو رنگ جما کے خراب کرلیتی ہیں اور اُن لوگوں کو سخت نفرت ہوتی ہے جنہیں مقدس پیالہ میں ان کے ساتھ شرکت کرنی پڑتی ہے۔ چنانچہ وہ ایسی لڑکیوں کے پاس سے نکلا چلا جاتا ہے اور ان کو اس سے ایک

گپہ نٹ لینے کا موقع نہیں دیتا۔

اس نے کہا کہ جب تک گرجا ایسے موجودہ بیہودہ لباس پر اعتراض نہ کریں گے یہ برائی دور نہ ہوگی۔ میری رائے میں جو لڑکیاں اپنے جسم کا گوشت خواہ وہ ٹانگیں ہوں یا کوئی اور حصہ جسے معمولاً ڈھکے رکھنا چاہیئے زبردستی مردوں کی نظر کے سامنے کرتی ہیں وہ فضول غمزہ کرتی ہیں۔ خدا نے عورت کو خوبصورت اعضا اور خوبصورت جلد محض اس لئے دی کہ وہ مرد کو مائل کرے تاکہ وہ زندگی میں اس کی مدد کرتی رہے نہ یہ کہ وہ اس کے رستہ میں رکاوٹ بنے۔

**تعلیم و تعمیر میں عورتیں۔** ۱۹۳۳ء میں مردوں کی تعداد تعلیم کے شعبہ میں عورتوں سے زیادہ رہی۔ تمام انگلستان سکاٹ لینڈ اور ویلز میں ایف۔ اے میں مردوں کی تعداد میں ۹۴۰ کا اضافہ اور عورتوں میں ۸۶۴ کی کمی ہوئی۔ کل تعداد ۵۰،۷۴۲ ایف۔ اے پاس ہیں ۳ د ۷۵ مرد اور ۷ د ۲۴ فیصدی عورتیں ہیں۔ انگلستان کے مقابلہ میں سکاٹ لینڈ اور ویلز میں عورتوں کی تعداد زیادہ رہی۔ عورتیں فنون کے مقابلہ میں علم طبیعات کو زیادہ پسند کر رہی ہیں فنون میں ۴۰۵ کی کمی رہی طبابت اور طبیعاتی تعلیمات میں بالترتیب ۱۱۴۔ اور ۹۳ کا اضافہ ہوا۔

عورتیں تعمیرات میں بہت کم جاتی ہیں اور معمار کا کام تو بہت ہی کم کر رہی ہیں۔ لندن میں جو تعمیری نمونوں کی نمائش ہوئی اُن میں ۱۰۲ نمونے عکسی تصویروں اور مجسموں کے آئے جن میں صرف ۱۴ عورتوں کے تھے۔ عورتیں تعمیری کام کی سختی برداشت نہیں کر سکتیں۔ لندن میں صرف چالیس عورتیں معماری کا کام کر رہی ہیں۔

**زلزلے۔** بلوچستان اور گرد و نواح میں کثرت سے زلزلے آتے رہے ہیں۔ معتبر حالات کے زلزلوں میں پہلا زلزلہ جنوری ۱۸۵۲ء کا ہے جو ضلع لورالائی میں آیا۔ ۱۸۶۸ء میں ضلع سبی کی کوہ وادی میں زبردست زلزلہ آیا۔ ۱۸۶۵ء میں بڑے زور کا زلزلہ آیا۔ ۱۸۸۰ء سے ۱۸۹۰ء تک چھوٹے چھوٹے بہت سے زلزلے آیا کئے۔ ۱۸۹۲ء میں بلوچستان کے بیشتر حصہ میں ایک سخت زلزلہ آیا۔ پھر اکتوبر ۱۹۰۹ء میں آیا جس سے ۲۱ ہزار مربع میل کا علاقہ متاثر ہوا۔ ۱۹۳۵ء کے زلزلہ میں کئی شہر زمین کے برابر ہوگئے اور بہت ہی تباہی پھیلی۔ لیکن زلزلہ کی شدت کے مقابلہ میں اموات کم ہوئیں جس کا سبب یہ تھا کہ اصلی زلزلہ سے پہلے معمولی سا زلزلہ آیا تھا اس سے لوگ وحشت زدہ اور فرار ہوگئے تھے۔ اور راتوں کو کھلے میدانوں میں آبادی سے باہر سونے لگے۔ اس زلزلہ میں جیل خانہ ٹوٹ جانے سے ۴۷ قیدی بھاگ گئے تھے۔ زلزلے کے دھچکے برابر آتے رہے اور پہاڑ گر گر کے راتوں کو خوفناک آوازیں پیدا کرتے تھے صبح کو لوگ دیکھتے تھے کہ علاقہ کا علاقہ ویران ہے اور شہروں کی شکل ہی بدل گئی ہے۔

گزشتہ ۱½ ماہ میں جگہ جگہ زلزلے آئے ہیں۔ ۲۱۔ اپریل کو جاپانی جزیرہ فارموسا میں زلزلہ آنے سے ۴ ہزار آدمی مر گئے۔ دس ہزار گھر بیٹھ گئے اور ۱۲ ہزار آدمی مجروح ہوئے۔ ترکی میں ضلع قرص میں ۸ مئی کو جو زلزلہ آیا اس میں دو سو آدمی ہلاک اور پانسو مجروح ہوئے۔ ۱۲ سے ۲۴ اپریل تک ماژندران کے صوبہ میں متعدد زلزلے آئے اور پانچسو آدمی مر گئے۔ ۲۴۔ اپریل کو کلکتہ اور بنگالہ کے متعدد مقامات میں رات کے دس بجے اچھا خاصہ زلزلہ محسوس ہوا۔ ۱۹۔ اور ۲۰ اپریل کو بحیرہ روم میں زلزلوں کا ایک سلسلہ جاری رہا۔ ایورتو میں زلزلہ کے جھٹکے ۱½ گھنٹہ تک برابر آتے رہے۔

زلزلوں کی کثرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرب قیامت کی علامت فرمائی ہے۔ قرآن پاک کو دیکھو اور قہر ربانی کی آیات ملاحظہ کرو جنکو لوگ سرسری طور سے پڑھ جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نافرمانیوں کی سزا میں مکانات

جڑ سے اُلٹ دیئے گویا وہ کبھی آباد نہ تھے۔ وہ ایسے کر دیئے گئے جیسے کھایا ہوا بھُس۔

**بیوی پنجرہ میں**۔ ہنگری میں ایک شخص کی پہلی بیوی نے اس سے بیوفائی کی۔ اس نے جب دوسری شادی کی تو یہ دیکھا کہ اس کی نوجوان خوبصورت بیوی ایک گاؤں کے نوجوان کے سامنے مسکرا رہی تھی۔ عورت نے اس سے بہتیرا کہا کہ یہ اتفاقیہ بات ہے ورنہ میں تمہارے سوا کسی سے محبت نہیں کرتی۔ تم مجھے نہ ستاؤ۔ اس سے اس کا غصہ اور بڑھ گیا کیونکہ اُسے یاد تھا کہ ایسے ہی اس کی پہلی بیوی کیا کرتی تھی۔ چنانچہ اس نے بیوی کو ایک پنجرہ میں بند کر دیا۔ جو باغ میں جھاڑیوں کے اندر رکھا تھا اور جو کسی کو نظر نہ آتا تھا۔ وہ روزانہ اس کا کھانا اس کے پاس لے جاتا اور اُسے خوش رکھنے کی کوشش کرتا۔ پہلے تو عورت نے کوئی ناراضگی ظاہر نہیں کی۔ کیونکہ اس نے خیال کیا کہ اگر اس نے اپنی اس تکلیف کو بے چون و چرا قبول کیا تو وہ اپنے درد کے جذبہ سے نجات پا کے سمجھ جائیگا کہ اُسے صرف اُسی کا خیال ہے۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد وہ اپنی تکلیف سے تنگ آگئی۔ اُس نے اس سے کہا کہ مجھے چھوڑ دو۔ مجھے اگر تمہارا ہی خیال نہ ہوتا تو کیوں چپ چاپ اس تکلیف کو برداشت کرتی۔ میری بھوک جاتی رہی ہے۔ اگر میں کچھ عرصہ اسیطرح بند رہی تو میری صحت برباد ہو جائے گی۔ اس سے شوہر اور بھبک اُٹھا اور اُسے الزام دیا کہ وہ اسی نوجوان کے لئے تڑپ رہی ہے جو اُسے دیکھ کے مسکرا دیا تھا۔ آخر وہ ایک رات کو مدد کے لئے خوب چیخی چلائی۔ ایک پڑوسی نے سُن کے پولس کو اطلاع دی۔ عدالت نے فیصلہ سُناتے وقت کہا کہ تمہیں اپنی ہی دوا کا مزہ چکھنا چاہیئے۔ میں تمہیں قید تنہائی کے لئے بند کرتا ہوں۔ حتیٰ کہ تمہارا حسد دور ہو جائے اور تم اپنی بیوی سے اچھا سلوک کرنے کے قابل بن سکو۔

**ٹرینیڈاڈ میں اسلام**۔ یہ جزیرہ جنوبی امریکہ کے شمال میں واقع ہے اور انگریزوں کے قبضہ میں ہے۔ اس کی طرف اچانک توجہ اس لئے ہوئی کہ یکم مئی کا بھیجا ہوا ایک مسلمان کا خط جو وہاں لیمونڈ وغیرہ کی تجارت کرتے ہیں مجھے ۸ جون کو ملا جس میں انجمن رفیق الاسلام کراگانوہ کے تبلیغی رسالے جو مفت تقسیم ہوتے ہیں طلب کئے گئے ہیں اور وہاں آریوں کی تگ و دو اور ریشہ دوانیوں کا ذکر کر کے چند انگریزی جوابی نہایت مختصر اشتہار لفافہ میں ملفوف ہیں۔ جوابی اشتہار وں کو ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ اس میں ہم مسلمانوں کو وہاں کے مسلمانوں کی دینی حالت کے استحکام کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ اسی قسم کا ایک مضمون کسی دوسرے اسی جزیرہ کے مسلمان کا ایسٹرن ٹائمز لاہور میں چھپا ہے۔ جس سے وہاں کے مسلمانوں کے حالات معلوم ہوتے ہیں اور اُن کی اصلاح کی طرف یہاں کے مبلغوں کو توجہ دلائی گئی ہے۔

ٹرینیڈاڈ ۶۵ میل لمبا اور ۴۸ میل چوڑا جزیرہ ہے جو جزائر غرب الہند میں بالکل جنوب میں واقع ہے۔ یہاں کی زمین نہایت زرخیز ہے اور گرم ملکوں کی کوئی چیز ایسی نہیں جو یہاں پیدا نہ کی جا سکتی ہو۔ مصری قہوہ۔ کوکو۔ ناریل۔ کیلہ۔ سنگترہ۔ لیموں اور انگور بکثرت پیدا ہوتے ہیں۔ کانیں بہت ہیں۔ تیل کی بہت بڑی تعداد ہر سال یہاں سے باہر جاتی ہے۔ جنوب میں ایک سیاہ گاڑھے سیال مادہ کی ایک جھیل ہے۔ یہ تارکول کی شکل کی چیز ہے جو بازاروں کی سڑکوں پر مضبوطی کے لئے چپڑی اور جذب کی جاتی ہے۔

یورپ والوں کو جب اس جزیرہ کا علم ہوا تو افریقہ سے حبشی یہاں لا کے چند سکوں کے بدلہ میں غلام کے طور پر فروخت کئے جاتے تھے کھیتوں والے انہیں بڑے شوق سے خریدتے اور ان سے ہنٹروں کے ذریعہ زرعی کام لیتے تھے۔ یہ بیچارے مسلمان تھے جنہیں جبراً عیسائی بنایا گیا۔ سو برس پہلے برطانوی حکومت نے غلامی قانوناً بند کر دی اور یہ لوگ آزاد ہوئے۔ کھیت والے تباہ ہونے لگے۔ ان کی مدد کے لئے حکومت نے چین سے مزدور

بہم پہنچائے۔ لیکن اُن سے کام نہ چلا پھر ہندوستان سے مزدور بھرتی کرکے لائے گئے۔ ان میں چار اور ایک کی نسبت سے ہندو اور مسلمان تھے۔ یہاں سے لکھا پڑھا کوئی نہیں لے جایا جاتا تھا۔ ان ہندی مسلمانوں نے مسجدیں بنائیں۔ جو اب سارے جزیرہ میں جگہ جگہ پھیلی ہوئی ہیں۔ آج جزیرہ میں ۲۵ مسجدیں ہیں جن میں ایک خدا کی پوجا کی جاتی ہے۔ مکتب بھی قائم کئے گئے۔ ۱۹۰۹ء میں اس جزیرہ کے ایک مسلمان حافظ یعقوب علی صاحب ہندوستان آئے اور ۱۳ برس اعظم گڑھ میں علم دین حاصل کیا۔ انہوں نے واپس جا کے مسلمانوں کی کایا پلٹ دی۔ اُن کا ۱۹۱۵ء میں انتقال ہوگیا۔ ۱۹۱۶ء میں حاجی رکن الدین نے تبلیغ شروع کی اور ایک انجمن سنت والجماعت قائم کی جن کے انتظام میں جزیرہ کی ۲۵ مساجد کا ۹۵ فیصدی حصہ ہے۔ عیسائیوں نے بہت زور باندھ رکھا ہے۔ مسلمان لڑکے عیسائی لڑکیوں کے ساتھ ذرا ناچے اور عیسائی ہوکے اُن سے شادی کر بیٹھتے ہیں۔

---

**پھلجھڑیاں**۔ کیراہن ایکسیکو، شمالی امریکہ کی عورتوں کے اُونی گھگھرے کا گھیر ۴۰ گز ہوتا ہے۔

سورج کے قطر کا اندازہ ۸۶۶۰۰۰ میل ہے۔

شبنم کے قطرے گلاب کی پتیوں پر نہیں ٹھہر سکتے کیونکہ ان میں کافی چکنائی موجود ہوتی ہے۔

لندن میں فرانس کے مقابلہ میں دگنی بولتی تصویروں کے تماشے ہیں۔ لیکن اکیلے پیرس میں لندن سے سو تماشہ زیادہ ہیں۔ اُن کی تعداد چھ سو ہے۔

کنگرو اپنی بھوک کے لئے مشہور ہے۔ وہ ایک وقت میں چھ بھیڑوں کے برابر گھاس کھاتا ہے۔

مسجد ایا صوفیہ قسطنطنیہ کی تعمیر کے وقت چونہ گچ کے ساتھ مشک کی آمیزش کی گئی تھی۔ اس کی خوشبو آج تک آتی ہے۔

نپولین کے زمانہ میں ۵۰ دیوسلائیوں کے دس آنے دینے پڑتے تھے۔

جاپان نے دو سال میں چین کے نئے مقبوضہ صوبہ مانچوکو میں دو ہزار میل لمبی ریل بنالی ہے۔

پیکین میں ایک اخبار ڈیڑھ ہزار برس برابر شائع ہوتے رہنے کے بعد اب بند ہوا ہے۔

چین میں بہت جگہ مندروں میں بہشت میں جانے کے ٹکٹ بکتے ہیں۔

ایک بیڈم بلی انگلستان کے مغربی جزیرہ آئل آف مین پائی جاتی ہے۔ اس کے سر میں سینگ نکلنے لگے ہیں۔ کسی کے بڑے ہیں کسی کے چھوٹے۔

جوار بھاٹے سورج چاند اور زمین کے بخط مستقیم ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکہ زمین کے ایک حصہ پر بمقابلہ دیگر حصوں کے زیادہ اثر ہوتا ہے۔ جوار بھاٹے کی لہر زمین پر چھ سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چل سکتی ہے۔

محمد ظفر

# بزم عصمت

بزم عصمت میں صرف وہی خطوط شائع کئے جاتے ہیں (۱) جن میں نمبر خریداری درج ہو (۲) خط بہت مختصر ہو (۳) وہی استفسار نہ ہوں جن کے جوابات عصمت میں بیسیوں مرتبہ شائع ہو چکے ہیں (۴) جن میں رسالہ کے انتظامی امور یا مضامین کے بارے میں کوئی بات نہ ہو۔ (ایڈیٹر)

میں نہایت خوشی کے ساتھ اطلاع دیتی ہوں کہ میرے ماموں زاد بھائی جناب محمد جان خاں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر پشاور کی شادی عبدالحمید خاں صاحب ای۔ اے۔ سی۔ کی ہمشیرہ کے ساتھ بخیر خوبی انجام پائی۔

میرے چچا زاد بھائی مسٹر محمد اسلم خاں خٹک پبلسٹی آفیسر پشاور کی شادی جناب ڈاکٹر سراج انجام خاں کی صاحبزادی تسلیم جان کے ساتھ ہوئی۔ بہنیں دعا کریں کہ یہ نئے رشتے مبارک ہوں۔

مس مہرالنسا بنوں

میری ایک عزیز بہن کے سر میں (جس کی عمر تقریباً ۱۹ سال ہے) اکثر درد رہتا ہے۔ عرصہ دو سال سے بال بھی سفید ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ اگر کوئی بہن یا بھائی کسی آزمودہ اور مجرب تیل یا نسخہ سے آگاہ فرمائیں تو نہایت ہی ممنون ہوں گی۔

مس مہرالنسا بنوں

میں نہایت مسرت کے ساتھ یہ خبر درج کرتی ہوں کہ میرے چھوٹے بھائی نورالحسن جیدہ اس سال مدراس کے انٹرمیڈیٹ کے امتحان میں اول درجہ میں کامیاب ہوئے۔ اس خوشی میں خیرات فنڈ کے لئے دو روپے کی ناچیز رقم بذریعہ منی آرڈر روانہ خدمت کر رہی ہوں۔ بہنیں دعا فرمائیں کہ ان کو بی۔ اے (آنرس) میں بھی ایسی کامیابی عطا فرمائے۔

زہرہ حسن جیدہ مدرہ

میں نہایت مسرت سے اطلاع دیتی ہوں کہ بفضل خدا ویہ حسن الوجوہ میری باجی صاحبہ کرمہ یعنی اہل خانہ چوہدری صفی جان صاحب رئیس سندیلہ ضلع ہردوئی نے ایک نہایت سخت و نازک قسم کے اپریشن کے صحت یابی کے بعد غسل صحت فرمایا اور اس سلسلہ میں تاریخ ۶۔ ماہ حال کو زنان خانہ میں ہمارے بنگلہ پر نہایت اعلیٰ پیمانہ پر محفل میلاد شریف منعقد ہوئی۔ جس میں ایک کثیر تعداد میں شہر کی معزز مسلمان بیویوں نے نہایت خوشی سے شرکت کی۔ علاوہ ان کے ہماری جاننے والی چند پارسی و نیز ہندو بیبیاں بھی شریک محفل تھیں۔ محفل متبرک نہایت بارونق اور پر لطف رہی اور آخر میں میراسنوں کے مبارکباد گانے پر محفل برخاست ہوئی۔

مس اقبال اشتیاق علی۔ از جبل پور

یہ خبر نہایت افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ مسز شیخ محمد شفیع مینائی انسپکٹر پولیس شاہجہانپور نے ۵ یوم کی مختصر علالت کے بعد ۱۸۔ اپریل ۴۵ء کو اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ محترمہ کی ضعیف العمر والدہ حیات ہیں۔ ابھی تھوڑا عرصہ ہوا کہ ان کو اپنے جوان العمر فرزند کا داغ جدائی برداشت کرنا پڑا تھا۔ اب بیٹی کی مفارقت دوسرا اور طرہ ہوئی۔ مسز مینائی صاحبہ نے حال میں تعلیم قرآن کے لئے ایک مدرسہ قائم کیا جس کے کل مصارف خود برداشت کرتی تھیں بہنیں مغفرت کی دعا کریں۔

خریدار ۱۰۵۵۳

محترمہ بہن صاحبہ خریدار نمبر ۹۷۴۶ سے عرض ہے کہ جو دوا رنگ کی صفائی کے لئے ہے اس میں کوئی چیز ثقیل نہیں ہے۔ دوسرے یہ کوئی غذا تو ہے نہیں ایک گولی صبح شام کی ضرورت ہے امید ہے کہ معدہ کے لئے کوئی نقصان نہیں ہوگی۔ اگر آپ کو شک ہے تو تھوڑی سی مقدار میں سونف شامل کر لیجئے فائدہ مند ہو جائے گی۔

نیز محترمہ بہن صاحبہ مسز سید ظفر سے عرض ہے کہ وہ اپنے بھتیجہ کی آنکھ میں یہ سرمہ لگائیں انشاءاللہ

بہت جلد جالا کٹ جائے گا۔ میرا خود آموزدہ ہے۔ میری بھانجی کے ایک مٹر کے برابر جالا پڑ گیا تھا۔ اسی سے کٹا۔ لیکن جلدی نہ کیجئے۔ کم از کم دو ماہ لگائیے۔ جب فائدہ نقصان معلوم ہوگا۔ یہ سرمہ تھوڑا لگتا ہے۔ بچہ کو بہلا کر لگائیے۔ بیس آنہ میں سرمہ۔ سلائی۔ سرمہ دانی ملتی ہے۔ علاوہ محصولڈاک سرمہ ایک ہفتہ میں ملیگا۔ پتہ یہ ہے بسلمی برادرس مینیجر ادویہ نادر عیسی مقبول عالم۔ ہردوئی۔ ہندوستانی ممیرہ کا سیاہ سرمہ لکھکر منگائیگا فائدہ پر مطلع فرمائیگا۔

مسز حمیدہ از لکھنو

جون کے پرچہ بزم عصمت میں کسی بہن نے خارش کی دوا دریافت کی ہے۔ بہن صاحبہ کی خدمت میں التماس ہے کہ خارش کی بہت مجرب دوا ہندوستانی دواخانہ دہلی سے ملتی ہے جس کا نام مصفی ہے۔ دو شیشیاں منگوا کر استعمال کیجئے۔ انشاءاللہ بہت جلد آرام ہوجائیگا ہمارے یہاں قریب قریب ہر شخص اسی مرض میں مبتلا ہے کچھ لوگوں نے مصفی استعمال کی جس سے خارش بالکل جاتی رہی۔ میری ہمشیرہ عزیزہ اسی مرض میں مبتلا تھیں اُن کو سخت تکلیف تھی۔ ایک ہی شیشی پینے سے آرام ہوگیا۔ گھر میں ہی ایسی ہوں جو ابتک اس موذی مرض سے بچی ہوں خدا محفوظ رکھے۔ قیمت فی شیشی ۱۲؍ ہے۔ ترکیب استعمال۔ صبح شام ایک ایک خوراک ۔ مار ایک پاؤ گائے یا بکری کے دودھ کے ہمراہ استعمال کریں۔ مٹھائی۔ مرچ۔ کھٹائی گوشت اور تمام گرم چیزوں سے پرہیز ہے۔ ٹھنڈی ترکاری مونگ کی دال وغیرہ استعمال کریں۔ انشاءاللہ بہن موصوفہ کو جلد آرام ہوجائیگا۔ ہمارے یہاں تقریباً ایک سال سے یہ مرض پھیلا ہوا ہے۔

بیگم وصی حسن صاحب مرحوم

ماہ جون ۳۵ء کے رسالہ عصمت میں چند بہنوں نے دوائیں دریافت فرمائی ہیں اس لئے خشک تر خارش کی مجرب و آزمودہ دوا تحریر کرتا ہوں۔ اگرچہ خشک خارش کی شکایت ہو تو مردار سنگ دو تولہ۔ کافور ایک تولہ۔ کاشغری سفیدہ ایک تولہ نہایت صفائی سے پتھر کی کھرل پر خوب حل کرلیں۔ بعد حل کرنے کے کسی صاف بوتل میں رکھ لیں اور دن بھر میں دو تین بار Boric cotton زخموں پر خوب ملیں اور اگر تر خارش ہو تو اسی سفوف میں صاف ناریل کا تیل ملالیں اور اسی صورت سے استعمال فرمائیں۔

منور نواب عارف از کلکتہ

جون کے بزم عصمت صفحہ ۴۸۵ پر بہن بتول فاطمہ میرٹھ کی طرف سے خارش کی دوا دریافت کی ہے۔ بہن اپنا تحریر فرمادیں یا خارش کی تفصیل لکھیں کہ کس جگہ خارش ہوا اور کیا خارش کے بعد زخم ہوجاتے ہیں یا کہ نہیں۔ پوری پوری تفصیل سے مطلع فرمائیں تاکہ دوا ارسال کی جائے۔ میرے پاس بہت مجرب دوا ہے۔ جس کی قیمت میں ہرگز نہیں لونگی اور نہ یہ میری روزی کا ذریعہ ہے۔ خرچہ پارسل بھی اپنی جیب سے ادا کرونگی اور جو خواہشمند یا ضرورت مند اصحاب ہو خط تحریر کرنے سے ہر دوائی ارسال کی جاویگی۔ جمبل۔ داد۔ ناسور۔ خارش ہر قسم پرانی سے پرانی۔ زخم ہر قسم پرانے سے پرانے کے لئے دوائی بغیر قیمت کے ارسال کی جاتی ہے۔

ایس۔ ایس۔ ایم۔ اے۔ حمید ڈیوک رجمنٹ کوہ چراٹ

محترمہ زبیری بیگم صاحبہ کے حسب فرمائش قطعۂ رحلت حسب ذیل مرسل ہے۔　　قطعہ

گرے گھوڑے کے اوپر سے ہوا صدمہ ہے کچھ ایسا
یہاں سے ہوگئے رخصت گئے کوثر کنارے اب

برائے یادگاری عیسوی سنہ ہے یہ مرنے کا
شفیق الدین حیدر خلق سے دیکھو سدھارے اب

اور خریدار نمبر ۹۲۰۰ کی بھانجی کا تاریخی نام افتخار بیگم ہے۔ ۱۹۳۵ء

۴۲۰ | ۱۲ | ۸۲ | ۴۲
۵ | ۱۴ | ۵۴ | ۴

علی مہدی از کھومار

عرصہ چار سال سے میرے جگر اور معدہ کے منہ پر سخت ورم ہے۔ ڈاکٹری اور یونانی علاج بہت کئے مگر کچھ فایدہ نہیں ہوا۔ جگر پر ہاتھ رکھنے سے سخت تکلیف معلوم ہوتی ہے۔ کیا مہربانی فرماکر کوئی عصمتی بہن یا بھائی آزمودہ کارودوائی بتاکر ممنون فرمائیں گے۔

مسز فصیح الدین احمد خریداری نمبر ۹۶۸۷

مجھے ایک نظم جس کا عنوان شاید "مگر کوئی تم سے شکایت نہیں ہے" ہے اشد ضرورت ہے اگر کسی بہن یا بھائی کو معلوم ہو تو عصمت میں تحریر کرکے مجھے ممنون فرمادیں۔

بنت نظیر احمد خاں الہ آباد

مجھے مخملی قالینوں سے اودھی روشنائی کے دھبے دور کرنے کی ضرورت ہے۔ براہ کرم کوئی بہن آزمودہ ترکیب لکھیں۔ نیز اگر قالین میلے ہو جائیں تو ان کو آسانی سے صاف کرنے کی ترکیب بھی مطلوب ہے۔ بہنیں خصوصاً محترمہ امتہ الحفیظ صاحبہ ضرور توجہ کریں۔

خریدار نمبر ۸۴۸۹

میری لڑکی کی عمر اس وقت پانچ سال کی ہے۔ دو سال کا عرصہ ہوا کہ خسرہ نکلی تھی۔ اس وقت سے اس کی آنکھوں میں دانے اور کھجلی ہوتی ہے ورم بھی رہتا ہے۔ بہت علاج کر چکی ہوں لیکن کوئی فایدہ نہیں ہوا۔ برائے کرم کوئی بھائی یا بہن کوئی سرمہ تجویز کردیں۔ اگر کسی بہن نے سرمہ نورانی دلکشا پرفیومری کمپنی کا استعمال کیا ہو تو اس سے مطلع کریں۔

اہلیہ توحید حسن صاحب الہ آباد

# افریقہ کی چار تصویریں

(۱) یوگنڈا (برٹش ایسٹ افریقہ) میں کپاس بہت ہوتی ہے۔ کپاس کے موسم میں وہاں کے حبشی یعنی لوکل باشندے کپاس کے ڈھیر میں سردی کی وجہ سے رات کو پڑ رہتے ہیں۔ اس کا نمونہ اس تصویر میں ملاحظہ فرمایئے روئی کے موسم میں وہاں کے باشندے بہت امیر ہوتے ہیں۔

(۲) کمپالہ سے تیس میل کے فاصلہ پر یوگنڈا کے اضلاع میں جنجا سڑک کے کنارے پر سبزی یا وہ آبشار کا منظر بہت دور دور سے اس کی قدرتی سبزی کو دیکھنے کے لئے سیاح آتے ہیں۔

(۳) یوگنڈا برٹش ایسٹ افریقہ میں اب تک لوگ درختوں کی چھال بطور لباس استعمال کرتے ہیں۔ قدرت نے اس درخت کی چھال بھی عجیب وغریب پیدا کی ہے۔ چھیلنے سے پوری چھال باریک ریشہ دار نکل آتی ہے۔ پھر اس کو بطور تہبند وغیرہ کے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ چھال کو درخت سے علٰحدہ کرکے اور کوٹ کر استعمال کیا جاتا ہے۔ آج کل تو روئی کا کپڑا عام ملتا ہے اس لئے اس کا رواج بھی کم ہو گیا ہے۔ لیکن بیاہ شادیوں میں ابھی تک اس قدرتی کپڑے کو پہنا جاتا ہے۔

(۴) دریائے نیل کی ایک سبزی۔ اس دریا کا پانی آبپاشی میں بھی کام آتا ہے۔ کپاس وغیرہ اس کے کناروں پر بافراط بوئی جاتی ہے۔

امتہ الحفیظ دوارکا

(بقیہ مضمون صفحہ ۲۰۱) اگر چاہے تو بگاڑ بھی وہی سکتی ہے۔ اس کی کلید عورت کے ہاتھ میں ہے۔ جہاں مرد کو مظلوم سمجھکر عورت کو بیوفا ظالم کہنا ظلم اور ناانصافی ہے۔ وہاں عورت کو بالکل بے خطا اور مظلوم سمجھکر سارا الزام مرد پر لگانا بھی انصاف کا خون کرنا ہے۔ اس نقطۂ نظر سے میرا خیال ہے جاں باز نہایت اعلیٰ درجہ کا افسانہ ہے۔

خاکسار ب، ان آنسہ ابراہیم مدراس

آبشار سیٹری بوایوگنڈا افریقہ

ان چاروں تصویروں کی تفصیل صفحہ ۲۰۸ پر دیکھئے

افریقہ کا گوریلا نہایت خطرناک قد آور ہوتا ہے قد کا اندازہ پاس بیٹھے ہوئے حبشی سے کیجیے

افریقہ کی میٹھی جھیل وکٹوریا نیانزا کا ایک گرمچھ

# مولوی صاحب کی بیوی

## ایک ایکٹ کا ڈراما

(از محترمہ تہذیب النسا صاحبہ بی۔اے)

**اشخاص** (۱) ایک ادھیڑ عمر کے مولوی صاحب
(۲) اُن کی نہایت جوان لکھی پڑھی بیوی

**مقام** ایک اوسط درجہ کا کافی کشادہ کمرہ جس میں دو دروازے ہیں۔ایک دروازہ برآمدے میں کھلتا ہے اور دوسرا مردانے کمرے میں جاتا ہوا معلوم ہوتا ہے برآمدے والے دروازہ کے مقابل میں ایک کھڑکی ہے جو مردانے مکان میں کھلتی ہے مگر پردے کی وجہ سے مستقل طور پر بند کر دی گئی ہے۔ کھڑکی کے کھٹکے سے مولوی صاحب کی تسبیح لٹک رہی ہے اور سخت غلیظ دوہ دکھائی دے رہا ہے اسی کھڑکی کے ساتھ الماری میں کچھ کتابیں رکھی ہیں جن میں قرآن مجید نہایت نمایاں طور پر ایک میلی رحل کے اوپر رکھا دکھائی دے رہا ہے۔ الماری کے ساتھ نہایت صاف ستھرا فرش بچھا ہے جو مولوی صاحب کی بیوی کے سلیقے اور تمیز کی دلیل ہے۔ اسی فرش کے ایک جانب ایک پلنگ ہے اور اُسی کے مقابلے میں نماز کی چوکی ہے جس کے نیچے سلفچی وضو کے لئے رکھی ہے اور اُس کے ساتھ تانبے کا نہایت صاف لوٹا رکھا ہے۔ پلنگ کے قریب تپائی اور اُس پر پان دان رکھا ہے۔

جب پردہ اٹھتا ہے تو مولوی صاحب کی بیوی فرش پر بیٹھی ہوئی انگیٹھی پر حلوا پکاتی پائی جاتی ہے اور مولوی صاحب نماز کی چوکی پر سوتے دکھائی دیتے ہیں پردہ اُٹھنے کے بعد مولوی صاحب کی بیوی دیگچی کو احتیاط سے بند کر کے مولوی صاحب کے پاس جاتی ہے اور ان کا شانہ پکڑ کر اُن کو جگانے کی کوشش کرتی ہے۔مولوی صاحب محض کروٹ لے کر پھر سو جاتے ہیں۔بیوی مولوی صاحب کو (اپنے خیال میں) بیدار کرنے کے بعد فرش پر ایک چھپا ہوا دسترخوان بچھا کر رکابیاں اور چمچے رکھتی ہے پھر مولوی صاحب کو جھنجوڑتی ہے۔

**بیوی** اب اٹھو گے بھی یا نہیں صبح کیسی خاصا دن چڑھ گیا۔تمہارے اس سونے سے تو تمہارا وظیفہ وغیرہ سب غارت جاتا ہے۔اللہ میاں بھی سُست آدمی کا ساتھ نہیں دیتے۔

**مولوی صاحب** (نیند سے بیدار ہوتے ہوئے) کیا بجا ہے؟ آہو ہو ہو ہو تو نو بج دن چڑھ گیا۔کیا ناشتہ تیار ہے؟

**بیوی**۔ نو بج چکے ہیں میں تو مدت ہوئی کہ حلوا پکا چکی ہوں۔ اچھا اٹھو اور جلدی کلی کر لو۔

**مولوی صاحب**۔ (چوکی کے نیچے سے لوٹا اٹھاتے ہیں اور کلی کرتے ہیں) حلوے کی خوشبو تو اچھی آرہی ہے (سونگھتے ہیں)

(مولوی صاحب کو اٹھتا ہوا دیکھ کر دیگچی سے بیوی گرم گرم حلوا نکالتی ہے اور ایک چمچہ اُس میں رکھ دیتی ہے)

**مولوی صاحب** (حلوے کا ایک چمچہ منہ میں رکھنے کے بعد) حلوے میں پانی کچھ زیادہ ہو گیا ہے۔ حلوہ تو کلثوم

ہی خوب پکایا کرتی تھی جب سے وہ گئی حلوے کا مزا جاتا رہا۔ وہ ملعونہ ہر روز حلوہ کھاتے وقت یاد آتی ہے۔

بیوی۔ (ذرا غصے کے لہجے میں) پھر وہی کلثوم! کلثوم! میرا تو اس کے نام سے کلیجہ پک گیا۔ اُس چڑیل کو طلاق کیوں دی تھی اور مجھ سے نکاح کیوں کیا تھا جو ہر روز صبح کے وقت میرے سامنے وظیفہ پڑھا جاتا ہے۔

مولوی صاحب (سمجھانے کے انداز میں) میں نے تو کچھ بھی نہیں کہا! میں صرف یہ کہہ رہا تھا کہ وہ کمبخت حلوا اچھا پکاتی تھی اور اسی وجہ سے مجھے روز صبح حلوا کھاتے وقت یاد آجاتی ہے۔

بیوی۔ میں بھی تو یہی کہہ رہی ہوں کہ جب وہ باورچن کی بچی حلوہ اچھا پکاتی تھی تو اُس کو طلاق ہی کیوں دی تھی حلوے ہی کی خاطر اُس کو رہنے دیا ہوتا، میری مٹی تو پلید نہ ہوتی۔ اب جو تم نے اُس سوت کا نام لیا ——————

مولوی صاحب۔ (بات کاٹ کر) ملعونہ کلثوم تو باورچن کی بچی نہ تھی وہ نا ہنجار تو مولوی عبدالقدوس صاحب محدث کی لڑکی تھی اور خاصی اچھی تربیت یافتہ تھی۔

(دو چار چمچے بھر بھر کر منہ میں رکھتا ہے)

بیوی۔ یہ تمھیں کیا ہوگیا ہے میں کچھ دنوں سے یہ دیکھ رہی ہوں کہ تم آج کل باتیں بہت جلد بھول جاتے ہو۔ اکثر میں نے تم کو چار رکعت کی جگہہ چھ چھ رکعت نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ معلونہ کلثوم مریم ماما کی بچی نہ تھی جس کو تم نے قرآن مجید پڑھانے کا ذمہ لیا تھا! اور بعد میں اُس پر ایسے ریجھ گئے کہ لوگوں کی زبان بند کرنے کے لئے اُس سے نکاح کرنا پڑا تھا۔ میں نا ہنجار کلثوم کو بھی جانتی ہوں۔ وہ تو قدس نائی کی لڑکی تھی اور جس کی وجہ سے ایک شرعی حیلہ نکال کر اپنی اچھی خاصی خاندانی بیوی کو طلاق دی تھی۔ بچاری اس وقت تک تمہاری دعا گو ہے۔

(بیوی غصے میں جلدی جلدی حلوے کے چمچے منہ میں رکھتی اور اُس کو بغیر چبائے ہوئے نگل جاتی ہے)

مولوی صاحب (معاملے کو سدھارنے کی کوشش کرتے ہوئے) یہ تو تم ٹھیک کہتی ہو۔ حلوے والی کلثوم تو مریم ہی کی بیٹی تھی۔ مگر مولانا قدس محدث کب سے نائی ہو گئے۔ (حلوے کا چمچہ منہ میں رکھتا ہے۔

بیوی۔ اگر حلوا پسند نہیں تو نہ کھاؤ میں اِس حلوے کو پھینک دیتی ہوں اور دوبارہ بغیر پانی کے حلوا نگلنے کی کوشش کرتی ہوئی (رکابی اٹھا کر باہر جانے کے لئے اُٹھتی ہے مگر مولوی صاحب دوپٹے کا آنچل پکڑ کر روک لیتے ہیں)

مولوی صاحب پھینکو نہیں! اب تو اسی کو کھا لیتے ہیں۔ آخر یہ بھی تو نعمت ہے۔ پانی ڈالنے نہ ڈالنے سے کیا ہوتا ہے؛ وہ تو ہاتھ ہاتھ کی بات ہوتی ہے۔ کلثوم کے ہاتھ ہی میں کچھ تھا کہ وہ حلوا اچھا پکا لیا کرتی تھی۔

بیوی۔ پھر وہی کلثوم! کلثوم! میرا تو ناک میں دم ہو گیا ہے۔ (کھڑی ہو جاتی ہے) اچھا لو میں جاتی ہوں تم اُسی کل مہی کو پھر بلا لو۔

مولوی صاحب (بیوی کو روکتے ہوئے اور صلح کے انداز میں) تم تو ناحق خفا ہوا کرتی ہو میں تمھیں چڑانہیں رہا تھا میرے منہ سے یوں ہی اُس کا نام نکل گیا (خوشامداً) آؤ! بیٹھو! غصے کو تھوک دو۔ لو حلوا ٹھنڈا ہوا جا رہا ہے۔

بیوی (کچھ منہ بنا کر بیٹھ جاتی ہے) اچھا اب وعدہ کرو کہ اُس سوت کا نام نہ لوگے۔

موی صاحب۔ ہاں میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں تمہارے سامنے اس کا نام نہ لونگا۔

(دونو کچھ دیر خاموش رہتے ہیں حلوا جلدی جلدی کھاتے ہیں)

بیوی (صلح کے انداز میں) اپنے سر میں کبھی تیل ہی لگا لیا کرو۔ یہ بغیر بال کا سر اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ بال ہی رکھ لو تو کیا ہرج ہے
مولوی صاحب۔ سنت تو یہی ہے کہ سر منڈھا رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سر منڈوایا کرتے تھے۔
بیوی۔ یہ خوب سنت آپ نے بتائی ہے۔ یہی تو میں کہہ رہی تھی کہ آج کل تمہارا حافظہ کچھ خراب ہو رہا ہے۔ ابھی کلثوم باورچن کو قدس نائی کی لڑکی بتا رہے تھے اور اب عالم ہو کر کہتے ہو رسول مقبول ہمیشہ سر منڈوایا کرتے تھے۔ تم نے سر منڈوایا تو سر منڈوانا سنت ہو گیا۔
مولوی صاحب۔ دیکھو اب تم مجھے چھیڑ رہی ہو۔ اگر کلثوم نام میں لیتا تو بھاگنے کے لئے تیار ہو جاتیں۔ اور اس پر یہ غضب کہ تم اپنے جوش میں اس کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (انگلیاں چوم کر آنکھوں کو لگاتا ہے) کا نام لیتی ہو معاذاللہ
بیوی۔ اب دیکھو تم ہی کفر بک رہے ہو۔ میں نے تو محض مثال کے طور پر کلثوم کا نام لیا تھا؛ اور رسول مقبول کا نام تمہاری جھوٹی سنتوں کی وجہ سے مجھے لینا پڑا تھا۔ اب یہ بھی کہہ دو کہ کئی کئی نکاح کرنا اور بیویوں کو طلاق دینا بھی سنت ہے۔
تم ہی جیسے مولویوں نے اسلام کو بدنام کر دیا ہے؟
مولوی صاحب (بگڑ کر) اری اجانتی نہیں میں دیوبند میں تکمیل کر چکا ہوں اور حدیث میں نے مولانا ۔ ۔ ۔ سے پڑھی ہے۔ دیکھ تمام سیرتوں اور حدیثوں میں بھی آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (انگلیوں کو چوم کر آنکھوں سے لگاتا ہے) سر منڈوایا ہے اور بالوں میں تیل لگانے سے منع فرمایا ہے۔ حضور نے طلاقیں دی ہیں اور کئی کئی نکاح کئے ہیں اگر میں یہ کہتا ہوں کہ یہ سب سنت ہیں تو میں کیا غلط کہتا ہوں۔
(الماری پر سے ایک عربی کتاب اٹھاتا ہے اور پڑھنا شروع کرتا ہے مگر صرف عین اور قاف کا تلفظ بہت صاف سنائی دیتا ہے اسکے علاوہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا غصے کے مارے صحیح مقام پر نہیں پہنچتا اور دوسری کتابیں اٹھاتا ہے جو اردو فارسی کی ہوتی ہیں مگر صحیح صحیح بات نہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے کتابوں کو واپس الماری میں رکھ دیتا ہے)
بیوی۔ بس ختم ہو گئیں تمہاری سیرتیں اور حدیثیں! کہاں گئیں تمہاری سیرتیں اور حدیثیں! کہاں گئی تمہاری تکمیل! یہ ہی تمہاری تعلیم ہے۔ اچھا اب جتنے مجھے ناہنجار کہا ہے تو میں ایسے الفاظ نہیں سن سکتی ہوں۔ تمہاری گھڑی ہوئی حدیثیں اور یہ الفاظ باورچنوں اور نائیوں نائینوں کے لئے ہیں کوئی شریف خوددار عورت نہیں سن سکتی۔
مولوی صاحب۔ اب جو تو نے ملعونہ احادیثوں کا مضحکہ اڑایا تو میں تجھے طلاق دے کر گھر سے ہی نکال دیتا ہوں تو بازار میں ماری ماری پھرے گی اور کوئی نہ پوچھے گا! اچھا جا میں تجھے طلاق دیتا ہوں میں دیوبند کا فاضل ہو کر ایسی باتیں ہرگز نہیں سن سکتا ہوں طلاق! طلا۔۔۔

(بیوی رو پڑتی ہے)

بیوی۔ ذرا ٹھہر جاؤ! میں اپنے ابا جان کو تو بلا لوں۔ ذرا وہ بھی تو دیکھ لیں تاکہ وہ قانونی چارہ جوئی کر سکیں۔
(اٹھ کر برآمدے میں آتی اور باہر جانے کی کوشش کرتی ہے)
مولوی صاحب (صلح کرتے ہوئے) تم تو خواہ مخواہ غصہ دلاتی ہو تم تو مجھ کو اس سے زیادہ سخت سخت باتیں سنا چکی ہو میں نے تو ابا جان کی دہائی نہیں دی تھی۔ اب غصے کو جانے دو اور مجھے ایک پان لا دو۔

(بیوی آنسو پونچھ کر اور سنبھل کر پان دان کی طرف جاتی ہے۔)

مولوی صاحب۔ (خوش ہو کر) مجھے یاد آیا میں نے تو تم سے یہ وعدہ کر رکھا ہے کہ میں تم کو آج سے حدیث پڑھانا شروع کروں گا۔ بخاری بھی ساتھ لیتی آنا۔

(بیوی پان اور بخاری دونوں لاتی ہے اور مولوی صاحب بیوی کو پڑھانا شروع کرتے ہیں) **پردہ**

# اللہ میاں کا جھولا

(۱)

۱۹۳۱ء کی ایک سہانی شام تھی۔ شہر کوئٹہ کی ایک عالیشان حویلی میں زبیدہ اپنی شرارتوں سے گھر بھر کو ہنسا رہی تھی۔ کوئی ہنستے ہنستے فرش پر لوٹنے لگتا۔ کوئی کرسی پر گرتا۔ کوئی کہتا۔ ایسی شوخ لڑکی دیکھی ہی نہیں۔ نہ خود کسی وقت آرام سے بیٹھتی ہے۔ نہ دوسروں کو چین لینے دیتی ہے۔ حقیقت میں زبیدہ تھی بھی بہت شوخ اور شریر۔ خوبصورت اور خوب سیرت تھی۔ ہوشیار اور عقلمند تھی۔ اس لئے سب کو عزیز تھی۔ جوان ہو جانے کے باوجود سب اُسے بچوں کی طرح پیار کرتے تھے۔

ابھی اُس کی شرارتیں ختم نہ ہوئی تھیں کہ اُس کا بھائی اکبر باہر سے آیا۔ زبیدہ کو اکبر سے بہت محبت تھی کیونکہ یہ زبیدہ سے صرف دو ہی سال چھوٹا تھا۔ اکبر باہر سے ہنستا ہوا آیا اور کہنے لگا۔ بہن زبیدہ۔ تم جھولا جھولنے کی بہت شوقین ہو لو کل اللہ میاں نے تمام کوئٹہ والوں کو جھولا جھلا دیا۔ بات یہ تھی کہ ایک روز پیشتر ہی کوئٹہ میں زلزلہ آیا تھا۔ اور چونکہ اس سے کوئی نقصان نہ ہوا تھا۔ اس لئے لوگ اسے اللہ میاں کا جھولا کہہ کہہ کر ہنستے تھے۔ اکبر نے بھی جب یہی بات گھر میں آن کر دہرائی۔ تو زبیدہ فوراً سنجیدگی سے کہنے لگی۔

"اکبر۔ ایسے کفر کے کلمے منہ سے نہیں نکالا کرتے۔ انسان کو خدا کی باتوں میں دخل نہیں دینا چاہیئے۔ یہ تو خطرہ کی گھنٹی تھی۔ جو ہمیں خبردار ہونے اور گناہوں سے توبہ کرنے کے لئے بجائی گئی تھی۔ انسان جب غافل ہو جاتا اور نیک و بد میں تمیز کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ تو خداوند تعالیٰ اپنے بندوں کو تنبیہ فرماتا ہے: تاکہ ہم لوگ بُرے افعال سے توبہ کریں۔ اور نیک راہ پر چلیں۔ ہمیں ایسی باتوں سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ خدا کے بھید خدا ہی جانے۔ اُسکے کاموں میں دخل دینا اور اُن پر ہنسنا کہیں ہم پر قہر نازل کرے"۔ اکبر نے کہا۔ آپا۔ میں نے بازار سے آتے ہوئے لوگوں کو ہنسی مذاق سے اللہ میاں کا جھولا کہتے سُنا تھا وہی آپ سے ذکر کر دیا۔ مگر اب میں توبہ کرتا ہوں"۔ گھر کے لوگ بھی جو زبیدہ کی باتیں نہایت غور سے سُن رہے تھے۔ متفق ہو کر بولے"۔ زبیدہ سچ کہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ ڈرتے ہی رہنا چاہیئے"۔

(۲)

اس واقعے کو چار سال ہو گئے۔ لوگ اللہ میاں کے جھولے کو بھول چکے تھے۔ زبیدہ کی شادی ہو چکی تھی اور وہ اس وقت ایک بچہ کی ماں تھی۔ وہ اب بھی ہنس مکھ تھی اور دوسروں کو عقل و تمیز۔ خوش اخلاقی اور خوش مذاقی سے خوش کرتی تھی۔ دن بھر گھر کا کام کرتی۔ اور سسرال والوں کی خدمت میں مصروف رہتی۔ گھر والے تو اس کی یاد میں تڑپتے ہی تھے۔ سسرال والے بھی اُسے سر آنکھوں پر بٹھاتے۔ اُسکی خوب سیرتی نے نہ صرف اپنوں بلکہ محلہ والیوں کو بھی اسکا گرویدہ بنا رکھا تھا۔ رات کو جب سب سو جاتے تو خود سوتی۔ لیکن نصف شب کو بیدار ہوتی اور تہجد کی نماز پڑھتی اور اللہ اللہ کرتے صبح کر دیتی۔

زبیدہ بہشتی حور تھی جو انسانی روپ میں زمین پر اُتری ہوئی تھی۔ کبھی کسی کو اُس سے شکایت نہ ہوئی۔ ہر شخص اُسکے

لئے دعا گو تھا۔

(۳)

انسان کی فطرت ہے کہ جب مصیبت آتی ہے تو گھبرا کر خدا کو یاد کرتا ہے لیکن جب آفت ٹل جاتی ہے تو مصیبت کو یاد کر کے ہنستا ہے۔ اور پھر کچھ عرصے کے بعد قطعی فراموش کر دیتا ہے۔

۱۹۳۱ء کے زلزلے کے ایک ہی جھٹکے نے اچھے اچھوں کے کچھ دیر کے لئے اوسان خطا کر دئے۔ لیکن زلزلہ کے بلا نقصان پہنچائے گذر جانے کے بعد بہت سوں نے اسے "اللہ میاں کا جھولا" کہکر جی خوش کیا۔ گویا ہنسی کا ایک اچھا خاصا مشغلہ ہاتھ آیا۔ اور پھر سود وزیاں کی کشمکش میں سب کچھ بھول گئے گویا کبھی کچھ ہوا ہی نہ تھا۔

لیکن ایک زبردست قوت اور تیز ترین آنکھ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔

۳۱ مئی ۱۹۳۵ء کی شب جب سب دنیا و مافیہا سے خواب غفلت میں سرشار تھے۔ چند برگزیدہ ہستیوں کی مانند زبیدہ بھی آدھی رات کے وقت خدا کے حضور میں سر جھکائے بیٹھی تھی۔

زبیدہ کو آج نیند ہی نہ آئی تھی۔ نیند اُس سے کوسوں دور تھی۔ طبیعت کسی نامعلوم وجہ سے نہایت مضطرب تھی۔ بستر پر پڑے پڑے کروٹیں بدل رہی تھی۔ جب کسی طرح چین نہ آیا تو وضو کر کے معمول سے پہلے ہی جانماز پر بیٹھ گئی۔ لیکن دل کو قرار پھر بھی نہ آیا۔ آج اس پر عجب قسم کی وحشت سوار تھی۔ بے قراری۔ دہشت۔ وحشت بڑھتی چلی جا رہی تھی جسے وہ خود سمجھنے سے قاصر تھی۔ یکایک وہ دو ایک مرتبہ چیخی۔ اور پھر یکایک دیوانہ وار گھر سے نکل بھاگی۔ اُس کی چیخنے کی آواز سن کر سب جاگ اُٹھے اور سب اُسے پکڑنے دوڑے۔ سب حیران تھے کہ آخر بہو کو ہوا کیا۔ میکے اطلاع پہنچی وہ بھی دیوانہ وار دوڑے۔ عورت مرد بچے اچھی خاصی پچیس تیس آدمیوں کی تعداد دیوانوں کی طرح بھاگی جا رہی تھی۔ ہر طرف سناٹا تھا۔ آخر بہت دور آبادی سے کافی فاصلے پر ایک میدان میں زبیدہ رُکی اور گر کر بیہوش ہو گئی۔ سب وہیں بیٹھ گئے۔ اور زبیدہ کو ہوش میں لانے کی تدابیر کرنے لگے۔

اُسے اُٹھا کر چند قدم ہی چلے تھے کہ سخت آندھی آئی۔ سب لوگ وہیں رُک گئے۔ زبیدہ کو بھی ہوش آگیا۔ آندھی ایسی شدید تھی کہ پہلے کبھی دیکھنے میں نہ آئی تھی۔ ہر طرف اندھیرا گھپ ہو گیا۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ آندھی کا شور اور پھر اُس میں سے ایسی خوفناک آوازیں پیدا ہو رہی تھیں گویا میدان جنگ میں سخت خونریز لڑائی ہو رہی ہو۔ اب زمین کے اندر عجیب قسم کی گھڑگھڑاہٹ کا مہیب شور ہونے لگا۔ اور زمین اس زور سے حرکت کرنے لگی کہ سب سہم کر اللہ اللہ کرنے لگے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دنیا بھر کی مصیبتیں اسی وقت آئیں گی۔ زمین یوں لرز رہی تھی جیسے سمندر پر طوفان میں پھنسی ہوئی کشتی ڈگمگاتی ہے۔ اس وقت یہ لوگ تمام باتیں بھول چکے تھے۔ بس زبان پر خدا کا نام اور دل میں خدا کی یاد تھی۔

(۴)

زلزلہ کی زبردست لہر گذر چکی تھی۔ آندھی تھم گئی تھی صبح ہو رہی تھی اور یہ قافلہ دم بخود وہیں بیٹھا تھا جب کچھ روشنی ہوگئی تو یہ خانماں برباد افراد شہر کی جانب روانہ ہوئے۔ جب شہر کے قریب پہنچے تو سب کی خوف و ہراس سے چیخیں نکل گئیں۔ ایسا روح فرسا۔ جگر سوز اور خوفناک منظر دیکھا جس کا اُنہیں وہم و گمان بھی نہ تھا۔ شہر کا کہیں پتہ نہ چلتا تھا۔ مکانات کھنڈرات کے ڈھیر تھے۔ ان کھنڈرات اور ملبہ کے نیچے نہایت درد انگیز آوازیں آرہی تھیں زبیدہ کے اس وقت اوسان قائم تھے۔ گو یہ قیامت خیز منظر دیکھکر اس کی چھاتی پھٹی جاتی تھی۔ مگر اپنے پیارے بھائی اکبر کا خیال اس کی رگ رگ میں موجود تھا۔ رنج و غم اور بھائی کی محبت نے اس میں بے حد قوت پیدا کر دی تھی۔ وہ سب کو وہیں چھوڑ کر بھاگی مردوں نے جب یہ دیکھا تو وہ اس کی مدد کو لپکے۔ اینٹوں اور پتھروں کے ڈھیروں پر سے گزرتے ہوئے اپنے مکان کے ڈھیر پر پہنچ گئے۔ اور دیوانوں کی طرح اکبر اکبر پکارنے لگے۔ ایک طرف سے انہیں یاس انگیز نہایت نحیف آواز سنائی دی۔ اُنہوں نے اسی جگہ سے ملبہ ہٹانا شروع کیا۔ اور آخر اکبر کو زندہ صحیح سلامت نکالنے میں کامیاب ہوگئے۔ اس کے سر اور جسم پر خفیف سی چوٹیں آئی تھیں۔ اُسے نکال کر وہ اپنے مجمع میں اُٹھا لائے۔ سب اکبر کو زندہ دیکھکر مطمئن ہوئے۔ اس کی زندگی سے ان سب لوگوں کی ہمت بڑھ گئی۔ زبیدہ نے سب کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ "اتنی بڑی اور خوفناک تباہی کے باوجود خدا تعالےٰ نے ہمارے تمام افراد کو زندہ اور صحیح سلامت رکھا۔ اس لئے نہیں کہ اب ہم اپنی سلامتی پر خوش ہو کر بیٹھ رہیں بلکہ اس لئے کہ اس کا عملی شکریہ ادا کریں۔ خدا وند تعالیٰ فرماتا ہے کہ لے انسان تجھے ایک دوسرے کے ساتھ بھلائی کرنے کے لئے پیدا کیا ہے جس نے میرے بندوں کے ساتھ نیک سلوک کیا اس نے میری خوشنودی حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ کا ہم پر یہ کیا کم احسان ہے کہ اس ہولناک تباہی سے ہم کو بچا لیا۔ آؤ سب ملکر مصیبت زدوں کی امداد کریں۔ بنی نوع انسان کی ہمدردی اور خدمت کا یہی وقت ہے۔ بس۔ چلو وقت ضائع نہ کرو۔" زبیدہ کی تقریر کا ایک ایک لفظ سامعین کے دل پر اثر کر رہا تھا۔ سب کے سب مٹی کے ڈھیروں پر پہنچ کر فرض انسانی سر انجام دینے لگے۔ شام تک سینکڑوں مرد۔ عورتوں اور بچوں کو انہوں نے زندہ نکال لیا۔ ملبہ کھود رہے تھے۔ مٹی ہٹا رہے تھے اور مصیبت زدوں کو نکالے جا رہے تھے۔ نہ اُنہیں گرمی ستا رہی تھی۔ نہ بھوک پیاس کا پتہ تھا۔ اب سرکاری امداد پہنچ چکی تھی اور فوجی لوگ نہایت مستعدی سے دبے ہوئے لوگوں کو ملبہ میں سے نکال رہے تھے۔ مگر زبیدہ سے زیادہ کوئی مستعد نہ تھا۔ لوگ دیکھ رہے تھے اور اکثر زبیدہ کی طرف اشارہ کر کے کہتے۔ "ایسی نازک اور کم عمر عورت اور اس بلا کی ہمت اور شجاعت! آفریں، صد آفریں! اس میں انسانی نہیں کوئی غیبی طاقت کام کر رہی ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جن کی یہ بیٹی اور بہو ہے۔ ایسے ہی انسان حقیقت میں انسان کہلانے کے مستحق ہیں۔"

کوئٹہ کا زلزلہ کیا تھا؟ ایک قیامت تھی۔ ایک قہر تھا۔ ہزاروں انسان ہلاک ہوئے اور ہزاروں زخمی۔ دم بھر میں امیر غریب ہوئے اور غریب تباہ۔ ہزاروں بے خانماں اور ویران ہوگئے۔ کوئٹہ کا آباد حصہ برباد ہوگیا۔ زلزلے نے کوئٹہ اور اس کے گرد و نواح کے طبقۂ ارض کو چند منٹوں میں اُلٹ کر رکھدیا۔ عالیشان مکانات کھنڈرات میں منتقل ہوگئے۔ گویا یہاں آبادی ہی نہ تھی۔ سینکڑوں عورتوں کے سہاگ لٹ گئے ہزاروں بچے یتیم ہوگئے۔ ہزارہا نفوس موت کی آغوش میں پہنچ گئے اور کبھی ختم ہونے والی نیند ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سوگئے۔ آج اُن کو دفن کرنے اور اُن کا ماتم کرنے والا بھی کوئی نظر نہ آیا۔

اس چند روزہ ناپائیدار زندگی پر غرور کرنے والے اور دولت کے نشہ میں مخمور انسان اس سانحہ عظیم کو دیکھ! ان عبرت انگیز واقعات پر غور کر اور اچھی طرح غور کر اور سبق سیکھ۔ دم بھر میں سب کچھ مٹ جاتا ہے۔ ہر چیز کو فنا ہے۔ بقا ہے تو فقط اللہ کو۔

(۵)

زبیدہ اور اس کے بزرگوں اور عزیزوں سے جب تک ہوسکا خدمت میں منہمک رہے اور اس وقت تک اپنے کام کو جاری رکھا جب تک کہ سرکار کی طرف سے عوام کو نہ روک دیا گیا۔ چونکہ کوئٹہ میں ہر طرف تباہی ہی تباہی تھی اس لئے گورنمنٹ نے تمام پس ماندگان کو کوئٹہ سے باہر جانے کا بندوبست کردیا۔ تو یہ قافلہ بھی اپنی تباہی اور بربادی پر آنسو بہاتا ہوا لاہور چلا آیا۔ جہاں ان کے دیگر عزیز و اقارب تھے۔ یہاں آکر زبیدہ نے سُنا کہ ریلیف کمیٹیاں کام کررہی ہیں۔ جو مجروحین کا علاج اور پناہ گزینوں کی بقدر استطاعت امداد کررہی ہیں تو اس سے بھی نہ رہا گیا۔ زنانہ کیمپ میں پہنچکر اپنی آخری پونجی یعنی زیورات بھی جو اس کے جسم پر موجود تھے مصیبت زدوں پر قربان کردیئے اور اب خود مصیبت زدہ اور بے وطن ہونے کے باوجود انسانی ہمدردی اور خدمت پر کمربستہ ہے اور جس خلوص اور محبت سے وہ خدمت کررہی ہے خدا کرے ہم سب لوگ اسی طرح ایک دوسرے کے کام آسکیں۔

اللہ میاں کا جھولا افسانہ نہیں حقیقت اور سمجھ رکھنے والوں کے لئے سبق آموز ہے۔
جن صاحب نے مجھ سے یہ واقعہ بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ کوئٹہ میں ۱۹۳۱ء کے زلزلہ کو اکثر لوگ اللہ میاں کا جھولا کہتے تھے۔ میں نے یہ واقعات کوئٹہ کی تباہی سے متاثر ہوکر افسانہ کی صورت میں تحریر کردیئے ہیں

محمد یٰسین۔ بی۔ اے۔ بی۔ ٹی

# لڑکیوں اور عورتوں کیلئے دلچسپ اور مفید منتخب کتابیں

| نام کتاب | مختصر فہرست | قیمت |
|---|---|---|
| اتالیق نسواں | بہو بیٹیوں کو سگھڑ اور سلیقہ شعار بنانے علی کام انتظام خانہ داری سکھانے کی مشہور کتاب ۔ ۲ حصے ۔ ۱۲۰۰ شکلیں ۔ ۱۳۰۰ صفحے ........ | للعہ |
| کامل دائی | یعنی لیڈی ڈاکٹر ۔ دائی گیری ۔ کے متعلق مفید کتاب جسمیں زچہ بچہ کی بیماریوں کا علاج بھی ہے ۔ شکلیں بھی دی گئی ہیں ۔ ...... | عہ ۱۲ر |
| شمیم | دلچسپ معاشرتی اخلاقی ناول جو صحیح افسانہ نگاری کے اصولوں پر لکھا گیا ہے ۔ سبق آموز ظرافت انگیز ہے ۔ دو ضخیم جلدوں میں دوبارہ چھپا ہے | للعہ |
| سیرۃ عائشہ صدیقہ | رسول اکرم کی چہیتی بیوی مسلمانوں کی ماں حضرت عائشہ صدیقہ کے مفصل و مکمل سوانح حیات مسلمان عورتوں کے لئے بہترین رہبر ہے | ۱۰ر |
| سیرۃ الکبریٰ | خاتون جنت کی والدہ سب سے پہلی مسلمان مسلمانوں کی ماں حضرت بی بی خدیجہ الکبریٰ کی مقدس زندگی کے حالات ........ | عہ ۲ر |
| صحابیات | رسول اکرم کی بیویوں ۔ بیٹیوں اور اس زمانہ کی ان مشہور مسلمان عورتوں کے حالات جنہوں نے اسلام کی بڑی بڑی خدمات انجام دیں ۔ | ۶ر |
| فطرت نسوانی | مرد عورت کی فطرت اور اخلاق کا موازنہ اصل کتاب فرانسیسی میں لکھی گئی ہے اردو میں عربی سے ترجمہ کی گئی ہے ........ | عہ ۲ر |
| گہوارہ تمدن | مولانا نیاز فتحپوری کی تالیف جسمیں دکھایا گیا ہے کہ دنیا کی تہذیب اور شائستگی عورت کی کس درجہ ممنون ہے ۔ ........ | ۶ر |
| مشاہیر نسواں | یا سیرۃ الطیبات اسلامی دنیا کی مشہور عورتوں کے سبق آموز حالات جو مسلمان لڑکیوں اور عورتوں کو ضرور معلوم ہونے چاہئیں ۔ | عہ ر |
| زنانہ بستہ | چھوٹی بچیوں کے لئے دس ننھی ننھی کتابیں جن سے انہیں لکھنا پڑھنا آجائیگا اور خانہ داری سے بھی واقفیت ہو جاتی ہے کی مجلد ہے ۔ | ۸ر |
| حلیمہ | ایک سگھڑ لڑکی کے حالات جس نے بگڑے گھر کو بنا ڈالا ۔ قصہ بہت دلچسپ ہے ۔ از مولوی عبد الغفار صاحب خیری ....... | ۴ر |
| عالم خیال | مولانا شوق قدوائی کی مقبول نظمیں عالم خیال کے چار رخ ۔ میاں پردیس میں ہے ۔ بیوی کے جذبات کا بہترین نقشہ کھینچا ہے با تصویر ۱۲ر بے تصویر | ۸ر |
| دختران شمشیر | تمام زمانوں اور تمام قوموں کی بہادر اور جانباز حوصلہ مند خواتین کے حالات جنہوں نے میدان جنگ میں تلوار کے جوہر دکھائے ....... | عہ ر |
| انشائے نسواں | لڑکیوں کو خط و کتابت سکھانے کی مفید کتاب جو باعتبار مضمون بھی دلچسپ ہے ۔ تصویر بھی ہے ......... | ۴ر |
| پردہ | شرعی پردہ کی نسبت مولانا عبد الحلیم شرر کی مشہور کتاب قرآن مجید اور حدیث سے بحث کی گئی ہے ۔ حقوق نسواں کی حمایت میں ہے ۔ ...... | عہ ر |
| بیگمات عالم | یعنی مخدرات دنیا کی نامور شہزادیوں عالمہ فاضلہ بہادر خواتین کا تذکرہ از مولانا شرر مرحوم | ۸ر |
| مضامین | زہرہ بیگم صاحبہ فیضی کے مضامین خانہ داری حفظان صحت ، تربیت اطفال ، صنعت و حرفت کے متعلق نیز بعض ریاستوں اور شہروں کے حالات | ۱۲ر |
| زنانہ تخیل | مغربی تمدن اور یورپین خواتین کے متعلق محترمہ عطیہ فیضی کے اس سفرنامہ سے معلومات میں اچھا اضافہ ہوگا ........ | ۸ر |
| رداۃ الامہات | وہ چالیس حدیثیں جو عورتوں سے یا عورتوں کے متعلق ہیں ۔ ترجمہ بھی عام فہم ہے ........ | ۶ر |
| ہدیہ نسواں | امۃ الرؤف بیگم صاحبہ کے افسانوں اور مضامین کا مجموعہ صحت کے متعلق کار آمد ہدایتیں بھی ہیں ۔ آخر میں خطوط بھی ہیں ....... | عہ ر |
| سلطانہ کا خواب | ایسے ملک کی خیالی تصویریں جہاں عورتوں کی حکومت ہے اور سب کاروبار بھی عورتیں ہی کرتی ہیں ........ | ۲ر |
| تاج آفرینش | مصر کی اہل قلم خاتون ملک خانم کے چند نسوانی اصلاحی مقالات ہندوستانی عورتوں کے لئے جن کا مطالعہ بہت مفید ہوگا ........ | ۱۰ر |
| خدمات خلق | یورپ اور امریکہ کی چند بہادر اور جانباز فاضلہ خواتین کے نتیجہ خیز حالات از سیدہ بیگم مرحومہ | ۱۰ر |
| فغان اشرف | دلی کی ایک شریف گھرانے کی مصیبت زدہ اور دردناک زندگی کے دل ہلا دینے والا سچا موثر واقعہ از اشرف جہاں بیگم صاحبہ دہلوی ....... | ۸ر |
| جہاں آرا بیگم | شہنشاہ ہند شاہجہاں کی چہیتی بیٹی جہاں آرا بیگم کی سوانح عمری از مسٹر ضیاء الدین برنی ۔ بی ۔ اے ........ | ۴ر |
| ثروت دلہن | اصلاح معاشرت پر مقبول ناول شرفا کے گھروں کا خاکہ ۔ تعلقات میں صحیح روش اختیار کرنیکا ہدایت نامہ ۔ عورتوں کیلئے عورتوں کی زبان میں | ۸ر |
| انجام زندگی | علامہ راشد الخیری مدظلہ کے رنگ میں دلی کی انشاپرداز خاتون کی تصنیف میں مختلف عورتوں کے حالات دوبارہ چھپی ہے ........ | ۷ر |
| نیرنگ | زمانہ رسائل کی نامور افسانہ نگار محترمہ ایس ۔ آر کرانیہ در رفیعہ میرا کے ۱۲ مختصر افسانے جنھیں مشہور ادیبوں اور اخباروں نے بہت پسند کیا ہے | ۸ر |
| ماں بچے کی سرگذشت | ماں بچہ کی صحت قائم رکھنے اور ان تمام خرابیوں کو جو مضر صحت ہیں دور کرنے کے موضوع پر نہایت کامیابی سے لکھی گئی ہے از مولوی محمد ظفر ایم اے | ۶ر |
| نصیحت کا کرن پھول | بچوں کی تعلیم و تربیت کے متعلق دلاویز سچا پر تاثیر قصہ جو ۵۰ سال قبل شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد مرحوم نے لکھا تھا ......... | ۸ر |
| پتھر سے ہیرا | سچا تبلیغی قصہ عورت کی سچی ہمدردی اور محبت بھری گفتگو کا کیا اثر ہوتا ہے ۔ بچوں کی صحیح تربیت کا رہبر از ڈاکٹر سعید صاحب بریلوی | ۴ر |
| اسلام اور عورت | قرآن مجید کی آیتوں اور مختلف حدیثوں سے بتایا گیا ہے کہ مسلمان عورت کا کیا رتبہ اور حقوق ہیں دوسرے مذاہب کی عورتوں سے مقابلہ بھی ہے ۔ | ۱۰ر |

| مولانا نذیر احمد مرحوم | قیمت | مولوی بشیر الدین مرحوم | قیمت | خواجہ حسن نظامی | قیمت | پردہ نشین لائبریری کی کتابیں | قیمت | | قیمت | متفرق | قیمت |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| مراۃ العروس | عہ ر | حسن معاشرت | ۸ر | بیوی کی تعلیم | ۸ر | آداب نسواں | ۵ر | ڈاکٹر حلیمہ خانم | ۱۲ر | میاں بیوی کے فرائض | ۸ر |
| بنات النعش | عہ ر | اصلاح معیشت | ۸ر | بیوی کی تربیت | عہ ر | شوہر کی نصیحتیں | ۶ر | صبر کی دیوی | ۴ر | میاں بیوی کے لطیفے | |
| توبۃ النصوح | عہ ر | اقبال دلہن | ۸ر | اولاد کی شادی | عہ ر | نیا باورچی خانہ | ۵ر | آسمان کی پری | ۲ر | میاں | |
| ایامیٰ | ۸ر | بچپن سے دو دو باتیں | ۷ر | بیگمات کے آنسو | ۸ر | بہشتی جھومر | ۱۲ر | کفایت شعاری | ۲ر | دولہا | |
| فسانۂ مبتلا | ۸ر | لخت جگر | ۸ر | اتالیق خطوط نویسی | ۸ر | گھر اور گھر والی | ۴ر | جنت کی حوریں | ۳ر | دوا | |

# دُوربین

**لارنس کی موت**۔ کرنیل لارنس عربی خوب بولتا تھا۔ جب ترکوں سے انگریزوں کی لڑائی ہو رہی تھی وہ عرب گیا عربوں کے بھیس میں رہا۔ انھیں ترکوں کے خلاف کر کے خود مختاری کے سبز باغ دکھائے۔ روپیہ بھی بہایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عربوں نے ترکوں کی پشت میں عین حالت جنگ میں چھرا بھونک دیا۔ ترکوں نے بے لڑے بھڑے عرب چھوڑ دیا۔ عربوں کی بغاوت جنگ عظیم میں ترکوں کی شکست کا باعث ہوئی۔ یہی کرنیل لارنس ایک موٹر سائیکل کے حادثہ میں زخمی ہوا اور کئی روز بیہوش رہ کے مر گیا۔ انگلستان میں اس کی موت پر عام ماتم کیا جا رہا ہے کیونکہ گو وہ اسلام کا سب سے بڑا دشمن تھا لیکن اُس نے انگلستان کی لاجواب خدمت کی۔ مشہور ہے کہ امان اللہ خاں کے تخت سے محروم ہونے میں بھی اس کا ہاتھ تھا۔ اُس وقت وہ افغانستان میں موجود تھا۔

**طیار عورتیں**۔ یورپ میں جنگ کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ انگلستان ہوائی جہازوں کی طیاریوں میں بڑے زور شور سے لگا ہوا ہے۔ قومی حفاظت کے لئے پچھلے دنوں ایک اپیل شائع کی گئی کہ باشندے ہوائی فوج میں خوب بھرتی ہوں چنانچہ آٹھ ہزار آدمی اب تک بھرتی کے لئے درخواستیں دے چکے ہیں اور ہوائی وزارت کے دفتر میں دو ہزار اُمیدواروں نے ہوائی جہاز رانی کا کام انجام دینے کے لئے اپنی خدمات پیش کی ہیں۔ اس وقت تک تیس ہزار عورتیں ہوائی جہاز رانی سیکھ رہی ہیں۔

**اتاترک**۔ مصطفےٰ کمال پاشاہ نے اپنا نام اتاترک رکھا ہے۔ "ت" کو اس کی نئی زبان میں دخل نہیں کیونکہ وہ عربی فارسی ترک کر کے لاطینی اختیار کر چکا ہے۔ اس نئے نام کے معنے ترک سردار ہیں۔ اس سال وہ پھر چار سال کے لئے ترکی جمہوریت کا صدر منتخب ہو گیا ہے۔ انتخاب کے وقت وہ انقرہ پایہ تخت سے چھ میل کے فاصلہ پر اپنے گھر میں تھا۔ انتخاب کی خبر اُسے ٹیلیفون پر دی گئی اور وہ اپنے جلو کے محافظوں کے ساتھ مجلس ملیہ میں آیا۔ اراکین نے بڑے جوش سے اس کا خیر مقدم ادا کیا۔

**بچہ افیم کی نذر**۔ جے پور میں ایک عورت نے اپنے بچے کو افیم دے کے مار ڈالا۔ وہ اسے روزانہ ذرا سی افیم دے کے سلا دیا کرتی تھی۔ اُس روز اُس نے اسے ذرا زیادہ دیر سلانے کی غرض سے کچھ زیادہ افیم دیدی۔ بچہ تھوڑی دیر بعد بیہوش ہو گیا لیکن اصل سبب کی طرف کسی کا خیال نہ گیا۔ جب وہ گھنٹوں نیند سے نہ جاگا تو اسے بھاگم بھاگ شفاخانہ لے گئے مگر وہ وہاں جاتے ہی ختم ہو گیا۔

**ایک ہندو کی فیاضی**۔ انبالہ چھاؤنی کی مسجد سبزی فروشوں کے لئے دو فٹ زمین کی ضرورت ہوئی۔ ملحقہ زمین رائے بہادر لالہ بنارسی داس صاحب رئیس و مالک مل کی تھی۔ مسلمان اُن کے پاس گئے۔ وہ موقع دیکھنے گئے۔ اُنھوں نے دیکھا کہ مسجد کو زیادہ زمین چاہئے اور دو فٹ اس کے لئے فائدہ رساں نہ ہوگی۔ انھوں نے اپنی ملحقہ ساری کی ساری عمارت مسجد کو دے ڈالی کہ مسجد کو شاندار طریقہ سے بڑا بناؤ۔ مسلمانوں نے اُن کا بہت بڑا شکریہ ادا کیا۔ رائے صاحب ایک مخیر رئیس ہیں اُنھوں نے حال میں تین ہزار روپیہ سکھ گرودوارے کے لئے دیا تھا اور کئی کام ہندوؤں کے لئے کئے ہیں اس لئے انھوں نے سوچا کہ مسلمان ہی ان کی فیاضی سے فائدہ اٹھانے سے رہ گئے چنانچہ اُنھوں نے یہ عطیہ مسلمانوں کو دیا۔

**کوئٹہ میں زلزلہ قیامت**۔ کوئٹہ میں رات کے تین بجے تھے اور سردی کی وجہ سے اندر کمروں میں لوگ میٹھی نیند کے مزے لے رہے تھے کہ زمین میں ہیبت ناک گڑگڑاہٹ کی آوازیں پیدا ہوئیں اور زمین اور درخت زور زور سے جھومنے لگے اور ایک منٹ کے اندر اندر شہر کا شہر ڈھیر ہو کے رہ گیا۔ لوگوں کو بستروں سے اُٹھنے اور جان بچانے کی مہلت تک نہ ملی۔

چھ جہاں تھا وہیں رہ گیا۔ اب کوئٹہ اور قلات کھنڈرات کے ڈھیر ہیں۔ اب کے کوئٹہ میں ۲۶ ہزار جانیں تلف ہوئیں پولس کے سب سپاہی وہاں فنا ہوگئے۔ زلزلہ کا اثر جنوبی افغانستان اور شمالی ہندھ میں بخوبی محسوس ہوا۔ کوئٹہ سے ۱½ سو میل تک تباہی پھیلتی چلی گئی ہے۔ اگلے دن سہ پہر کو جو زلزلہ آیا اُس نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔ جو کہ رہ گیا تھا وہ بھی برباد ہوگیا۔ کوئٹہ اور گرد نواح کے متعلق اب تک ۵۶ ہزار اموات کا اندازہ ہے۔ کوئٹہ کے ارد گرد فوج چھاگئی ہے اور فوجی قانون نافذ کر دیا گیا ہے تاکہ لوگ اندر نہ جائیں۔ ہندوستان کے چاروں طرف سے امداد جاری ہے۔ بہار کا زلزلہ سخت تھا کیونکہ سارے ہندوستان میں اس کا اثر محسوس ہوا لیکن وہ دن میں سہ پہر کو آیا اس لئے مقابلتہً زیادہ اموات نہیں ہوئیں۔

**ہوائی جہاز ران لڑکیاں**۔ مدارس کے ہوائی ملک میں اس سال دو ہندوستانی لڑکیاں شامل ہوئی ہیں تاکہ انھیں اوّل درجہ کا جہاز رانی اجازت نامہ مل جائے۔ ایک کا نام مس مکود عمال ایک وکیل کی ۱۹ سالہ بیٹی اور دوسری مس انگولیہ دارو غہ جنگی کی ۱۶ سالہ لڑکی ہے۔

**جنگ کے بادل**۔ حبش کی طیاریاں اور جوش و خروش دیکھ کے اطالیہ کے دماغ کچھ صحیح تو ہوا لیکن وہ فرانس اور برطانیہ پر اپنا غصہ اتارنے لگا۔ لیکن چونکہ وہ دونوں طاقتور سلطنتیں ہیں اس لئے غصہ اخباری اور تقریری عیب چینی اور غیبت تک محدود ہے۔ اطالیہ برطانیہ پر یہ الزام لگاتا ہے کہ وہ کھیلوں کے بہانہ سوڈان میں ہوائی مستقر قائم کر رہا ہے۔ وہ اور فرانس حبش کو اسلحہ جنگ بھیج رہے ہیں۔ برطانیہ اس کی زبردست تردید کر رہا ہے۔ اس کی صلح کرا دینے کی کوششوں کے متعلق مسولینی کہتا ہے کہ برطانیہ نے ان امور میں یکرخہ رویہ اختیار کر رکھا ہے۔ فرانس اور برطانیہ غلط فہمیاں دور کرنے کی کوششیں کر رہے ہیں اور صاف کہہ رہے ہیں کہ صلح کے لئے ہماری جد وجہد اُن معاہدات کی رو سے ہے جو حبش سے کئے جا چکے ہیں اور ہم اپنی ذمہ داری کو کہ حبش اور اطالیہ میں صلح و آشتی ہو جانے نظر انداز نہیں کر سکتے بات یہ ہے کہ یہ موقعہ بھی اندیشہ کا کیا ایک پہلو اختیار کر رہا ہے ایسا ممکن ہے کہ چھوٹوں کے معاملہ میں بڑوں میں جنگ ہونے لگے جیسے سنہ ۱۹۱۴ء میں بلجیم کی خاطر بڑے بڑے کٹ مرے تھے باوجودیکہ صلح کی گفتگو رہی اور امن ہو جانے کی اُمید ہے لیکن اطالیہ برابر فوجیں افریقہ بھیج رہا ہے۔

**جاپان** نے چین سے مطالبہ کیا کہ وہ دورُخی باتیں چھوڑ دے جرنیل سیوح چنگ حاکم ہپلی کو ہٹا دے اور جاپان اور مانچوکو ریاست کے خلاف سازشوں کا قلع قمع کر دے ورنہ دیوار عظیم سے بڑھ کے جاپانی موجیں مائی ہنگ پر جو سازشیوں کا مرکز ہے قبضہ کرے گی۔ چین نے مطالبات پورے کر دئے ہیں لیکن جاپان مطمئن نہیں ہے۔

**کانچ کا خطرہ**۔ انگلستان میں ایک ۷۵ سالہ عورت موم کی بتی سے گیس جلا رہی ہے تھی کہ گرم گرم موم اس کے بنیان کے کانچ کے بکھوئے پر گر پڑا کانچ فوراً جل اٹھا۔ وہ گلی میں اس طرح بھاگی کہ اُس کے کپڑے جل رہے تھے شفاخانہ میں اُس کا علاج کیا گیا۔ جلے ہوئے گوشت پر نئی جلد چڑھائی گئی لیکن ۱۸ مہینے کی تکلیف کے بعد اُسے آخر نمونیہ ہو گیا اور مر گئی۔ کانچ کو آگ سے دور ہی رکھنا چاہیئے۔ اس کا پہننا نہایت خطرناک ہے۔

**بڈھے طوطے**۔ بمبئی یونیورسٹی میں اس سال ایک ۴۷ سالہ شخص نے دوسری مرتبہ انٹرنس کا امتحان دیا لیکن ناکام رہا۔ پہلی مرتبہ اس نے بیس کی عمر میں امتحان دیا تھا۔ اس کا اگلے سال پھر امتحان دینے کا ارادہ ہے۔ وہ اپنی تنخواہ میں ترقی حاصل کرنے کے لئے انٹرنس پاس کرنا چاہتا ہے۔ وہ بڑودہ کی ریل میں ملازم ہے۔ اپنے فرایض انجام دینے کے بعد وہ آٹھ سے دس گھنٹے روزانہ مطالعہ کیا کرتا تھا۔ اس نے اپنی ناکامی کو سکون سے برداشت کیا ہے اور یہ دیکھ

کے اُسے اطمینان ہوا کہ وہ ڈھاکہ کے اُس شخص سے چھوٹا ہے جس نے اس سال ۵۵ سال کی عمر میں انٹرنس کیا ہے۔ ڈھاکہ والے شخص کا بیٹا بھی اس سال انٹرنس میں پڑھ رہا ہے۔

# تاروں کا جُھرمٹ

**امرتسر** میں ایک بنک کے کلرک کو بھڑ نے کاٹ لیا جو اس قدر زہریلی نکلی کہ وہ دو گھنٹے تک اسقدر بیہوش رہا کہ معلوم ہوتا تھا کہ دل کی حرکت بند ہوگئی۔ بڑی مشکل سے دل کی حرکت میں قوت پیدا ہوئی۔

**کراچی** میں ایک تعلیم یافتہ ۴۰ سالہ پارسی نے بیکاری سے تنگ آ کے جوتوں پر پالش کرنے کا کام شروع کردیا۔ اسی طرح ایک انٹرنس پاس ہندو لڑکے نے ملازمت سے مایوس ہو کر یہی کام شروع کردیا۔ سکھر میں تعلیم یافتہ نوجوان۔ پان۔ بیڑی سگریٹ اور بساط کا سامان بیچتے پھرتے ہیں۔

**مہاراجہ میسور** نے آٹھ ہزار روپیہ زنانہ کلب کی تعمیر کے لئے عطا کیا ہے۔

**نیا انگریزی** قانون بنا ہے جس کی رو سے عورتوں کو ملازمت کے ہر شعبہ میں عہدے حاصل کرنے کا حق ہوگا۔

**جوبلی** کی مصروفیت کی وجہ سے بادشاہ سلامت انگلستان کو زکام کی شکایت ہوگئی تھی چند روز کے بعد آپ بالکل آرام ہوگیا

**۳ جون** کو سالگرہ ہر جگہہ حسب معمول دھوم دھام سے منائی گئی۔

**سید عطاء اللہ شاہ بخاری** کو قادیان میں اد تبلیغ کانفرنس میں ایسی صداقتی تقریر کرنے کے جرم میں جس سے قادیانیوں اور عام مسلمانوں میں منافرت بڑھے چھ ماہ قید کی سزا ہوئی تھی۔ اپیل پر اب وہ صرف عدالت کے اٹھنے کے وقت تک کم کردی گئی ہے۔

**ڈاکٹر محمد اقبال** کو ریاست بھوپال سے پانچسو روپیہ ماہوار کا وظیفہ ملنا منظور ہوا ہے۔

**صوبجات متحدہ** میں گرمی کی یہ شدت ہے کہ اٹاوہ میں شادی کے بعد ایک ہندو دولھن پالکی میں شوہر کے گھر سے جائی گئی۔ پردہ کی وجہ سے چاروں طرف پردے اچھی طرح پڑے ہوئے تھے۔ گھر پہنچنے پر جب پردے ہٹائے گئے تو شدت گرمی کی وجہ سے دولھن مردہ ملی۔ ایک کہار بھی مرگیا۔

**افواہ** ہے کہ مہاراجہ الور کو دو سال کی جبریہ چھٹی کے بعد ریاست میں واپس آنے کی اجازت مل گئی ہے مگر وہ ریاست کے انتظام میں دخل نہ دے سکیں گے۔ انگریزی بدستور انتظام کریں گے۔ اس افواہ کی تصدیق نہیں ہوسکی۔

**ام ٹگاکا** کی جاپانی جو کابل کے جنگی مدرسہ کے معلم ہیں مسلمان ہوگئے ہیں۔

**امام یحییٰ** نے امیر احمد ثریا بک سابق ترکی سپہ سالار کو اپنی فوجوں کا افسر اعلیٰ مقرر کیا ہے۔

**مسٹر مکڈانلڈ** نے وزارت انگلستان سے استعفیٰ دیدیا۔ اُن کی جگہہ مسٹر بالڈون مقرر ہوئے۔ مسٹر مکڈانلڈ اور ان کا بیٹا پارلیمنٹ کے ممبر رہیں گے۔

**افواہ** ہے کہ لارڈ ولنگڈن کے بعد لارڈ انلیتھ گو ہندوستان کے وائسرائے مقرر ہونگے وہ زراعت سے خاص دلچسپی لیتے ہیں

**بمبئی** میں ایک دو سالہ بچہ نے دھونے کا سوڈا کھالیا جسم میں زہریت پیدا ہو کے اُسے نمونیہ ہوگیا اور مرگیا۔

# مضمون نگاران عصمت اور اُن کے مضامین

## ستائیسواں سال (از جولائی ۱۹۳۴ء تا جون ۱۹۳۵ء)

### اڈیٹر

چند باتیں — سالگرہ نمبر
چھبیسویں سال کے مضمون نگار — ″
خاتون اکرم عصمتی انعامات — ″
انعامات پانے والی بہنیں — ″
عصمت کو نقصان پہنچانے کی کوشش — ″
معاصرین سے — ″
نامہ نگاران عصمت — ″
چند باتیں — ستمبر
رسید مضامین — ″
چند باتیں — اکتوبر
محترمہ حمیدہ خانم ام اے کا انتقال — ″
رسید مضامین — ″
زنانہ اخبارات و رسائل — ″
نئی کتابیں — ″
رسید مضامین — نومبر
چند باتیں — جنوری
نئی کتابیں — ″
چند باتیں — فروری
مضمون نگاروں سے — مارچ
خالدہ ادیب خانم کا لیکچر — ″
ناقابل اشاعت مضامین — ″
چند باتیں — جون
مولوی سید ممتاز علی کی علالت — ″
مضامین کی رسید — ″

### الف

**(۱) اختر جہاں** دہلی
گلدستہ — دسمبر

**(۲) اختر جہاں** اورنگ آباد دکن
طلوع صبح نظم — سالگرہ نمبر

**(۳) اختر جہاں**
اخبار بینی — جون

**(۴) ایس۔ بی۔ طاہرہ** پشاور
کوشش — اکتوبر
بہترین زمانہ — دسمبر
گذرے ہوئے دن — جنوری
شکستہ دل — مارچ
جرأت — مئی

**(۵) ایس کے** مظفر نگر
بے انصافی — فروری

**(۶) ایس کے صغرا سبزواریہ** کلکتہ
جھوٹ کا سچ (افسانہ) — سالگرہ نمبر
سفرنامہ ایران — جنوری
سفرنامہ ایران — فروری
سفرنامہ ایران — مارچ
سفرنامہ ایران — اپریل

**(۷) اے ایل**
دعا — نومبر

**(۸) امتہ الحفیظ** (مسز اے رحیم)
تجربے کی باتیں۔ — سالگرہ نمبر
دانتوں کی صفائی — ستمبر
تجربے کی باتیں — اکتوبر
دودھ مکھن کریم — نومبر
موٹاپے کا علاج — دسمبر
دردسر — جنوری
سنگترہ اور ٹماٹر — فروری
بچے کی خوراک — مارچ

**(۹) امتہ الوحی** دہلی
اندھی ظہیرہ (افسانہ) — ستمبر
لڑکے کی خوشی — نومبر

**(۱۰) آمنہ تمیم** — جھنگ
لو آ — نومبر

**(۱۱) آمنہ خاتون عفت** مظفر نگر
پیاری بہنوں سے (نظم) — ستمبر
دعا (نظم) — نومبر
قومی (نظم) — نومبر

**(۱۲) آمنہ نازلی** دہلی
اس کا جوگ — اکتوبر
بیوی کی صحنک — مئی

**(۱۳) ام الشہاب زیب عثمانیہ** فیروز پور
رویت ہلال (نظم) — جنوری
بھکارن (نظم) — فروری
عورت (نظم) — مارچ
دعا (نظم) — مئی

**(۱۴) ام عاصمہ۔** گلبرگہ
حیدرآباد کی شادیاں۔ — سالگرہ نمبر

**(۱۵) ام۔ بانو۔** حیدرآباد دکن
سیناٹوریم میسور — سالگرہ نمبر
معیار انسانیت — اکتوبر

**(۱۶) ا۔ ن۔**
ایک خوبصورت بیل — نومبر

**(۱۷) ا۔ ن سلطانہ** نانڈیر
ڈاکٹر صالح خانم — دسمبر
بچوں کی تربیت — جون

**(۱۸) اے آر۔** تھانہ بھون
جنت مکاں بہن کی یاد — نومبر
ملاقات کے ساتھ دعوت — دسمبر

**(۱۹) بلقیس جمال۔** میرٹھ
نوید روز عصمت (نظم) — سالگرہ نمبر
آئینہ مشرق (منظوم افسانہ) — اکتوبر
صبح نو — نومبر
قومی غزل — اپریل
شاعر سے خطاب — جون

**۲۰۔ بیگم نواب سمٰعیل خاں میرٹھ**

مسلم لیڈیز لیگ　مارچ

قومی غزل　اپریل

**۲۱۔ بیگم دعا ڈبائیوی**

اسلام اور عورت نظم　سالگرہ نمبر

قرض نظم　اکتوبر

لڑکیوں کی تعلیم نظم　نومبر

اخلاق نظم　جنوری

اسراف　اپریل

**۲۲۔ بیگم سمیع اللہ صاحب لاہور**

مقبرہ جہانگیر (با تصویر) سالگرہ نمبر

رنگوں کی مناسبت　دسمبر

**۲۳۔ بیگم متین احمد چاندر بازار سی پی**

عورت کا دل (افسانہ) نومبر

**۲۴۔ بیگم سید حسین سہارنپور**

سطحی تعلیم کی خرابیاں　فروری

**۲۵۔ بیگم مظفر حسین**

محرم　اپریل

**۲۶۔ بیگم مظہر حسین تلیگاؤں دساساہر امراوتی**

دھوکا (افسانہ) نومبر

**۲۷۔ ب۔ ن۔ ابراہیم مدراس**

بیت المال　سالگرہ نمبر

کراسٹیچ کی بیل　اکتوبر

انگلستان سے ہم کو کیا سیکھنا چاہئے　مارچ

تحفے　مئی

**۲۸۔ تہذیب النساء۔ بی اے الہ آباد**

پردہ اور ہمارے مرد　مارچ

تعلیم اور پردہ　مئی

**۲۹۔ ثریا (جاورہ)**

دو رباعیاں　اپریل

**۳۰۔ "ح"**

کارآمد اپرن　مارچ

**۳۱۔ جمیلہ بیگم کلکتہ**

بچوں کو سزا　ستمبر

عبادت　اکتوبر

پاکیزگی　دسمبر

وہم　دسمبر

صبر　فروری

فضول خرچی　مارچ

تعلیم اور آزادی　اپریل

قابل نرس　مئی

فیشن یا وضع　جون

**۳۲۔ جلیلہ خاتون بدایوں**

صحت درست نہ رہنے کے اسباب جنوری

**۳۳۔ ح۔ ا۔ ابو۔ رنگون**

بری خواتین کا لباس۔ سالگرہ نمبر

دستکاری　ستمبر

کسل مندی　نومبر

خوشگوار زندگی کا اصول۔ جنوری

نصیحت　فروری

**۳۴۔ حسن آرا بیگم۔ کلکتہ**

خالدہ ادیب خانم کی تقریر۔ اپریل

**۳۵۔ حسنا مرحومہ**

انسانی زندگی کتابوں کی روشنی میں۔ ستمبر

**۳۶۔ حجاب دہلوی**

قومی غزل　اپریل

**۳۷۔ مرحومہ حمیدہ خانم ام تے**

دولت کی بھینٹ　سالگرہ نمبر

پیاز کا استعمال　ستمبر

تیمارداری کے اصول　اکتوبر

اے معبود　نومبر

دوست اور دشمن　دسمبر

گانا　جنوری

**۳۸۔ ح۔ ن۔ بشیر الدین (ورک)**

چھتیس گڑھ کا زچہ خانہ　دسمبر

**۳۹۔ خدیجہ بائی اندھیری**

ضیا تاب گلکاری　سالگرہ نمبر

گل آرائی　جون

**۴۰۔ خیر النساء بیگم**

سلمہ ستارہ میں گلدان　فروری

**۴۱۔ خریدار ۱۰۳۶ از لکھنؤ**

روپیہ کا خرچ　مئی

**۴۲۔ خریدار ۱۰۹۹۳**

خارش کا علاج　ستمبر

**۴۳۔ خورشید ابراہیم منشی فاضل**

آہ حمیدہ خانم　دسمبر

سال نو　جنوری

**۴۴۔ دُردانہ**

بزم عصمت کے متعلق　دسمبر

سلیقہ شعاری کا ایک اصول　اپریل

**۴۵۔ رابعہ خاتون پنہاں امرتسر**

نذر عقیدت　سالگرہ نمبر

**۴۶۔ راجکماری جھنگشن دہلی**

گھر کی ملکہ　اکتوبر

رامائن اور عورت　اپریل

**۴۷۔ ر۔ ب۔**

کراسٹیچ کی بیل　فروری

**۴۸۔ ریس۔ پنجاب**

پاؤ دن　سالگرہ نمبر

روٹھنا منانا　جنوری

حقوق نسواں　اپریل

**۴۹۔ رضیہ ناصرہ**

ریشمی کپڑوں کی دھلائی نومبر

**۵۰۔ رفیعہ امیر کرمانیہ (ایس۔ آر۔ کے۔) گونڈہ**

چند خیالات　ستمبر

ہماری مالی حالت کس طرح بہتر ہو　مارچ

**۵۱۔ رقیہ خانم۔ کلکتہ**

سلمہ ستارے کی بیل　ستمبر

**۵۲۔ زبیدہ بیگم ہنگن گھاٹ**

کوٹ نما سوئٹر　جنوری

**۵۳- زہرہ بیگم فیضی** بمبئی

عبادت — ستمبر
ناگ یا اژدہا — نومبر

**۵۴- سردار محمدی بیگم بنت نواب آف وائی**

عورت اور اسلام — سالگرہ نمبر
کم سنی اور قابلیت — نومبر
مشینوں کے جادوں کے خطرات — نومبر
محبت کے تاثرات — جنوری
بی کا لرکی ایجاد میں عورت کا ہاتھ — فروری
خواب اور اس کی تعبیر — مارچ
چکی — مئی
ماں اور اس کی محبت — جون

**۵۵- سکینہ چراغ الدین** لاہور

بچپن اور معصومیت — نومبر
مہلک غلطی (افسانہ) — دسمبر
اوشا (افسانہ) — اپریل

**۵۵ (ب) سلطان جہاں بیگم**

سورج اور مرغ — جون

**۵۶- سنجیدہ اشرف** - ناگپور

خوشنما رومال — اکتوبر
تارکشی کی لیس — جنوری

**۵۷- سیدہ اشرف** - ناگپور

سینما کا شوق — فروری
تارکشی کی جھالر — اپریل

**۵۸- شائستہ اختر بانو** سہروردی بی اے۔ آنرس

انگریزی طریقے سے نام لکھنا — سالگرہ نمبر
پرانا نقطہ نگاہ — اکتوبر
ایک اخلاقی کمزوری — اپریل
تعلیم یافتہ لڑکیاں — جون
انگلستان کی پہلی سلور جوبلی — ״

**۵۹- شمیم**

مُردہ — ستمبر

**۶۰- شہر آرا بیگم** - سہارنپور

قدرت اور عقل انسانی — سالگرہ نمبر
بچہ کا پہلا سال — فروری
غربت (نظم) — مارچ
باورچی خانہ کا اہتمام — مئی

**۶۱- شہر بانو** گیا

ہندوستانی عورتوں کے حقوق — ستمبر
بیت اللہ — اکتوبر
مرحومہ خاتون اکرم اور افسانہ نویسی — نومبر
نئی زندگی (افسانہ) — دسمبر
عورت کی فطرت — جنوری
مضمون نویسی — فروری
انگلستان میں عورتوں کی حالت — اپریل
ریڈیو — مئی
مشرقی مغربی تحریک نسواں — جون

**۶۲- شوکت جہاں بیگم** بھوپال

مسلم خواتین اور مذہب — جنوری

**۶۳- صالحہ عابد حسین** دہلی

خورشید (افسانہ) — مئی

**۶۴- صغرا ہمایوں مرزا**

سابق اڈیٹر النساء حیدرآباد دکن

خوشی — نومبر
آل انڈیا مسلم لیڈیز لیگ — دسمبر
برٹش میوزیم — فروری

**۶۵- طاہرہ خاتون شبنم** بہرائچ

کوئل (نظم) — سالگرہ نمبر

**۶۶- طاہرہ دیوی شیرازی** کلکتہ

غلط فہمی (افسانہ) — اکتوبر

**۶۷- ظفر جہاں بیگم** بریلی

ہماری خیرات کا طریقہ — سالگرہ نمبر

**۶۸- عالم آرا بیگم** - کلکتہ

گنگا جمنی انگیٹھی — سالگرہ نمبر

**۶۹- عابدہ خاتون** - دہارن گانو

صبح کا سماں — ستمبر

**۷۰- عائشہ بیگم** (مسز غلام رسول) لاہور

ہمارے اخبار و رسالے — سالگرہ نمبر
چند اصلاح طلب رسمیں — ستمبر

**۷۱- عطیہ بیگم فیضی** بمبئی

قوم پارسی — ستمبر

**۷۲- ع - س**

قوم پارسی — اکتوبر
بے زبانوں کی شادی — جون

**۷۳- عذیرہ فاطمہ بیگم** - دہلی

خوبصورت نیکلس — سالگرہ نمبر
زنانہ رسائل کی خریداری میں احتیاط — ستمبر
سوئی کا کام — جنوری
سلمہ ستارہ کا کام — فروری
زنانہ رسائل کی خریداری — جون

**۷۴- فاطمہ انور علی بیگم** سوئی کورٹ

دنیا کی اونچی عمارتیں — سالگرہ نمبر

**۷۵- فاطمہ جعفر منشی فاضل**

لکھیم پور کھیری

پلیگ — مئی

**۷۶- فاطمہ خیری** برلنی

عورت کا مقصد زندگی — دسمبر
قابل تقلید خانہ داری — فروری
مغربی تہذیب کا اثر — مارچ

**۷۷- قمر النساء بٹ**، سیالکوٹ

ایک دعا — اکتوبر

**۷۸- قمر جہاں بیگم لکھنؤ**

مبارکباد سالگرہ — سالگرہ نمبر

**۷۹- قیصرہ بیگم کلکتہ**

ڈچز آف کینٹ — جنوری

**۸۰- قیصری بیگم** حیدرآباد دکن

ہماری بڑی بی — ستمبر

**۸۱- کلثوم سلطان** - کراچی

موٹاپے کا علاج — اکتوبر
موٹاپے کا علاج — مارچ
کیا سیکرین زہریلی ہے — جون

**۸۲- کلثوم سلطانہ بیگم**

ایک بیل — نومبر

**۸۳- کنیز فاطمہ رامپور**

تپ دق — مارچ

**۸۴- کنیز محمد بیگم** منشی فاضل کشمیر

زندہ جاوید — سالگرہ نمبر

وفا (ڈراما) اکتوبر
" " نومبر
" " دسمبر
باغبانی جنوری
وفا (ڈراما) فروری

**۸۵۔ ک۔ ن۔ بنت ابوالفضل**
کپورتھلہ
دہی دودھ زیادہ مفید سالگرہ نمبر
اتفاقی حادثوں کا فوری علاج ستمبر
" " " نومبر
" " " دسمبر
" " " جنوری
" " " فروری
صبح شام کے ناشتے اپریل
" " " جون

**۸۶۔ ک۔ ا۔ ن۔ لاہور**
چند غور طلب مسئلے فروری

**۸۷۔ م**
خالدہ ادیب خانم۔ فروری

**۸۸۔ محمدی بیگم۔ بی۔ اے (آکسفورڈ)**
لندن سے خط جنوری
حیدرآباد سے انگلستان۔ فروری
" " مارچ
" " اپریل
" " مئی
" " جون

**۸۹۔ مخفی** حیدرآباد دکن
وہ دل بھی کیا (نظم) اکتوبر

**۹۰۔ محسنہ یوسف**
شریر دسمبر

**۹۱۔ مریم خانم۔ بی اے میسور**
حقوق نسواں اور پردہ مئی

**۹۲۔ م۔ ر۔ اشفاق بیگم سرگودہ**
گداگری دسمبر
انگریزی مدارس کی تعلیم۔ مئی

**۹۳۔ مسز ایس کے**
**محمد اسلم علیگ**
پھول دسمبر

**۹۴۔ مس معتصمۃ الرحمن**
**حیدرآباد دکن**
اُمید ستمبر
خدمت کا جوش (افسانہ) مارچ

**(۹۵) مسز براس (جاپان)** ٹوکیو
ہاکونے کی سیر سالگرہ نمبر
حقوق نسواں اکتوبر
جاپانی ہسپتال نومبر
کپڑے دھونا جنوری
جاپانی دوکان داری فروری
جاپان میں نیا سال مارچ
کوبے میں مسجد (باتصویر) اپریل
سینتالیس اونن مئی
جنرل نوگی جون

**۹۶۔ مسز حمید لکھنؤ**
عجیب و غریب عورتیں (باتصویر) سالگرہ نمبر
آسیب یا خبط سالگرہ نمبر
سنگھاری چیزوں کا استعمال نومبر
" " دسمبر
" " جنوری
" " مارچ
بمبئی کا خط اپریل

**۹۷۔ مسز خان بمبئی**
سلمہ ستارہ کا کام فروری

**۹۸۔ مسز شانتی ماتھر میکر**
شادی اور آزادی

**۹۹۔ مسز شفیع شادی مظفرنگر**
سوئٹر اکتوبر

**۱۰۰۔ مسز صالحہ محمد مدراس**
اختلاج قلب ستمبر

**۱۰۱۔ مسز فیض الجلیل گورکھپور**
چاندنی رات میں (افسانہ) ستمبر

**۱۰۲۔ مسز فضلی۔ دہلی**
جاپان میں عورتوں کی تعلیم جولائی
بھکشنی (افسانہ) مئی

**۱۰۳۔ مسز کرپا شنکر ماتھر شملہ**
آنسو مارچ

**۱۰۴۔ مسز گراج بہاری ماتھر علیگڑھ**
چاٹ کھانے کی عادت دسمبر
مغربی تہذیب کا اثر جنوری
موٹے بابو کا سفر اپریل
بغیر سوچے سمجھے بولنا مئی

**۱۰۵۔ ملکہ بیگم۔ پٹنہ**
بدلتی دنیا اپریل

**۱۰۶۔ منظور مبارک علی جھنگ منٹگمری**
امراض دنداں سالگرہ نمبر

**۱۰۷۔ مہرالنسا کڑاپہ مدراس**
جدائی آہ جدائی سالگرہ نمبر
انتظار دسمبر
رخصت جنوری
تمہارے بغیر مئی
سلف صالحات جون

**۱۰۸۔ م۔ ق۔**
چھتیس گڑھ کی شادی جون

**۱۰۹۔ (مس) ایس ضمیر**
(حیدرآباد دکن)
خانہ داری میں غفلت مارچ

**۱۱۰۔ نصیر بیگم۔ گیا**
مہابھارت کا ایک ورق۔ سالگرہ نمبر

**۱۱۱۔ نشاط افزا۔ کلکتہ**
کروشیا میں شعر سالگرہ نمبر
کارچوبی گملا ستمبر
تصویر کو کپڑا پہنانا نومبر
چکن میں بیل جنوری
شلوار کے پائینچے کی بیل فروری
چینی ایمبرائڈری مارچ
روئی کی دستکاری اپریل
گلدستہ مئی
سلمہ میں بیل جون

**۱۱۲۔ ناظمہ سلطانہ۔ ناندیڑ**
روح کی تصویر (افسانہ) مارچ

**۱۱۳۔ نیر جہاں**
مغربی تہذیب کا اثر جون

**۱۱۴۔ و۔ الملقبین (بلقیس بیگم) آگرہ**
احکام قضا و قدر سالگرہ نمبر
تنہائی و بیکاری اکتوبر
اصول صحت اور اصول اسلام نومبر
مخلوط کلب دسمبر
بچے جنوری
جاہلیت کے عرب کے اعتقادات فروری
سلائی مئی
میلاد شریف میں قیام جون

**۱۱۵۔ ہ۔ ف۔ بنگلور**
کراس سٹیچ میں مور دسمبر
کوٹ مئی

۱۱۶۔ ہمشیرہ عبدالرؤف عباسی لکھنؤ
تعلیم یافتہ اور جاہل بیبیاں اپریل

## (ب) مرد

۱۱۷۔ ابو طاہر داؤد۔ بی۔ ایس سی۔ بھونڈی
لوک سا چھونک (ڈراما) سالگرہ نمبر
کپڑوں کی دھلائی اکتوبر

۱۱۸۔ افسر الشعرا آغا شاعر قزلباش دہلی
جھولنا۔ بالتصویر) سالگرہ نمبر
حضرت بیوی ستمبر
خواتین ہند سے اکتوبر
اے غم نصیب بیوی (نظم) فروری
شہید کربلا کی بہن اپریل
نووارد مہمان مئی

۱۱۹۔ (مرزا) آفاق بیگ بی اے۔ بی۔ ٹی
کھیل کے ذریعہ بچوں کی تعلیم۔ نومبر
ہندوستان کا مدرسہ مئی

۱۲۰۔ ایم اے۔ شکور شاملہ (مدراس)
عورت کی توہین سالگرہ نمبر

۱۲۱۔ اسد (ڈاکٹر) اعظم کریوی سابق اڈیٹر اکبر
دیہاتی گیت سالگرہ نمبر
〃 ستمبر
〃 اکتوبر
خسرو کا ہندی کلام مارچ
〃 〃 اپریل
〃 〃 مئی
〃 〃 جون
بھابی (افسانہ) جون

۱۲۲۔ امداد حسین عظیم آبادی
عصمت سالگرہ نمبر
خاتونِ اکرم (نظم) نومبر
بچے کا عالم ہستی میں ورود۔ دسمبر
ترک رسوم جنوری

۱۲۳۔ ایس اے فضل بنگلور
بچیاں بڑوں سے عقلمند (افسانہ) جنوری

۱۲۴۔ اے۔ ڈبلیو دہلی
جھائیاں مہاسوں کا علاج مئی

۱۲۵۔ بشیر احمد آزاد۔ انبالہ
فیض مادری (نظم) اکتوبر

۱۲۶۔ پریم چند بی اے
ریاست کا دیوان (افسانہ) اکتوبر
محترم خاتونِ اکرم کے افسانے نومبر
دودھ کی قیمت (افسانہ) جنوری

۱۲۷۔ تلوک چند محروم بی۔ اے (راولپنڈی)
فلورنس نائٹ انگیل نظم سالگرہ نمبر
وادیٔ غم نظم جنوری

۱۲۸۔ تقی علی یاسمی۔ ناگپور
ماں (افسانہ) ستمبر
شرابی کی بیوی (افسانہ) جنوری
بے گناہ قاتل (افسانہ) فروری

۱۲۹۔ ٹھاکر اجے آر رائے لاہور
عورت کا تاج حسن سالگرہ نمبر
بالوں کا سنگھار فروری

۱۳۰۔ خان ادیب فیروزپور
صبح خیزی اکتوبر

رباعیات دسمبر

۱۳۱۔ خلیل الرحمٰن ایم اے
حقوق نسواں فروری

۱۳۲۔ (علامہ) راشد الخیری
تربیت گاہ بنات سالگرہ نمبر
سیاحت 〃
خاتمہ بالخیر (افسانہ) 〃
تنسیخ نکاح ستمبر
لکھنؤ، علی گڑھ کے مسلمان توجہ فرمائیں اکتوبر
پھر وہی ضلع کا رونا اکتوبر
مسلمان مرد کی خود غرضی نومبر
تربیت گاہ کی افطاری دسمبر
انسداد ارتداد دسمبر
دست کرم دسمبر
تربیت گاہ کی عید جنوری
خواب کی تعبیر جنوری
دست کرم 〃
اصول اسلام فروری
کیا مسز سروجنی نائڈو کا یہ کہنا صحیح ہے مارچ
تربیت گاہ بنات مارچ
دعائیں اپریل
کیا سے کیا ہو گیا مئی
انسداد ارتداد جون

۱۳۳۔ سید رضا احمد جعفری
سفری رائٹنگ کیس جنوری

۱۳۴۔ (ڈاکٹر) سعید احمد بریلوی
ان کی یاد میں (بالتصویر) سالگرہ نمبر
اب کیسی خوشی کہاں کی عیدیں جنوری

۱۳۵۔ (پروفیسر) ستار خیری ایم اے
تین تین سال سے خاموش کیوں ہوں سالگرہ نمبر

۱۳۶۔ سکندر علی وجد حیدرآباد دکن
نرس (نظم) نومبر

۱۳۷۔ سید احمد رضوی
کیا انگریزی تعلیم ضروری ہے ستمبر

۱۳۸۔ شفیق احمد صدیقی جونپوری
رسول اکرم کی بیٹی (نظم) مئی

۱۳۹۔ صادق الخیری دہلی
افسانہ زندگی (افسانہ) سالگرہ نمبر
اے کاش (افسانہ) مارچ

۱۴۰۔ پروفیسر طاہر جمیل ایم۔ اے
پراسرار پیغامات سالگرہ نمبر

۱۴۱۔ عبدالمعید آگرہ
قصر بالمورل نومبر

۱۴۲۔ عبدالغفار الخیری
اسلام اور ہم مئی

۱۴۳۔ عزیز لکھنوی
عبرت (نظم) جون

۱۴۴۔ فرحت اللہ بیگ دہلوی بی اے
شکوہ (نظم) اپریل

۱۴۵۔ سید قاسم علی نشار دالنکار
بیگمات مغلیہ پر حملہ سالگرہ نمبر
شہزادہ روشن آرا پر حملہ دسمبر

۱۴۶۔ سید محمد احمد سبزواری بھوپال
لیڈی ڈاکٹر (افسانہ) سالگرہ نمبر
جاپان پر ایک نظر دسمبر

۱۴۷۔ (مرزا خان صاحب) محمد ظفر ایم اے۔ ال ال۔ بی
خانہ داری سالگرہ نمبر
سیر ہیں 〃
خانہ داری ستمبر

| | |
|---|---|
| سیربین | ستمبر |
| خانہ داری | اکتوبر |
| سیربین | ؍؍ |
| خانہ داری | نومبر |
| سیربین | نومبر |
| خانہ داری | دسمبر |
| سیربین | دسمبر |
| خانہ داری | جنوری |
| سیربین | |
| خانہ داری | فروری |
| سیربین | ؍؍ |
| خانہ داری | مارچ |
| سیربین | مارچ |
| خانہ داری | اپریل |
| سیربین | ؍؍ |
| خانہ داری | مئی |
| سیربین | ؍؍ |

**۱۴۸ سید محمد یوسف**

ہندوستان کے قدیم باشندے با تصویر — سالگرہ نمبر

ڈاکٹر، ممتاز حسین ام بی بی ایس

بچے کی پیدائش سے قبل — دسمبر

بچے کے دانت نکلنے کا زمانہ — جنوری
موٹاپے کے اسباب اور علاج — اپریل مئی
سنگھاری سامان — جون

**۱۵۰ امحوی صدیقی لکھنوی**

غم نصیب عورت سے — دسمبر

**۱۵۱ محمود اسرائیلی بمبئی**

مسلم خاتون (نظم) — ستمبر
عہد فاروقی کا ایک واقعہ (نظم) — فروری
عورت اور مرد کی فطرت — مارچ
رباعیات — مئی

**۱۵۲ محمود حسن کیتھل**

مقصد حیات (نظم) — نومبر
ناشاد عید (نظم) — جنوری
تعلیم نسواں میں لغزش — جنوری

**۱۵۳ مفتاح الدین ظفر**
**بی۔ ایس۔ سی**

بچے کی تعلیم — مارچ
ہیرے کا ہار (افسانہ) — اپریل
نے پالک لڑکا (افسانہ) — جون

**۱۵۴ کپتان نصیر الدین احمد**
**چیف میڈیکل افسر**

بجلی سے علاج باتصویر — سالگرہ نمبر
ایک اخلاقی کمزوری — مئی

**۱۵۵ نظر عباس**

خاتون مشرق — مارچ
نعت سرور کائنات — جون

**۱۵۶ نور الحسن برلاس**
**بی۔ ٹی۔ ٹوکیو (جاپان)**

جاپان کا زلزلہ — ستمبر

**۱۵۷ نصیر الدین ہاشمی**
**حیدرآباد دکن**

میاں بیوی کی لڑائی کی وجہ — جنوری
خواتین ہند موسیقی — اپریل

**منیجر**

| | |
|---|---|
| عصمت کی لاج | سالگرہ نمبر |
| عصمت کی لاج | اکتوبر |
| عصمت کی لاج | اپریل |

**ع**

| | |
|---|---|
| دوربین | سالگرہ نمبر |
| ؍؍ | اکتوبر |
| ؍؍ | نومبر |
| ؍؍ | دسمبر |
| ؍؍ | جنوری |
| ؍؍ | فروری |
| ؍؍ | مارچ |
| ؍؍ | اپریل |
| ؍؍ | مئی |
| | جون |

**متفرق**

| | |
|---|---|
| بزم عصمت | سالگرہ نمبر |
| ؍؍ | ستمبر |
| ؍؍ | اکتوبر |
| ؍؍ | نومبر |
| ؍؍ | دسمبر |
| ؍؍ | جنوری |
| ؍؍ | فروری |
| ؍؍ | مارچ |
| ؍؍ | اپریل |
| ؍؍ | مئی |
| ؍؍ | جون |

**نہایت ضروری اطلاع** سالگرہ نمبر حسب معمول جولائی اور اگست کا یکجائی پرچہ ہے۔ اس پر لاگت تین پرچوں سے بھی زیادہ کی آئی ہے مگر صرف دو ماہ کے پرچوں کی جگہ پیش کیا جا رہا ہے اس لئے اب

**اگست میں رسالہ کا انتظار نہ کیجئے**

نوٹ بک میں یہ پرچہ ملتے ہی لکھ لیجئے تاکہ اگست کی شروع تاریخوں میں جب پرچہ نہ ملے تو آپ شکایتی خطوط روانہ نہ فرمائیں جولائی اگست کے اس یکجائی پرچہ سالگرہ نمبر کے بعد ۳۰ اگست کو ستمبر کا رسالہ شائع ہوگا جس کی کتابت ختم ہو چکی ہے۔ گویا اب آپ کو شروع ستمبر میں رسالہ پہنچے گا۔ منیجر

# نتیجہ انڈین پزل کمپیٹیشن

مئی کے عصمت میں جو معمہ شائع ہوا تھا اس کی بند تاریخ بجائے ۲۵ مئی کے ۱۵ جون مقرر ہوئی تھی۔ لہذا ان صاحبان کے پاس جنھوں نے نتیجہ کی فہرست کے لئے ایک آنہ زیادہ بھیجا تھا۔ ۱۷ جون کو نتیجہ کی فہرست روانہ کر دی گئی۔ لیکن کئی صاحبان نے منی آرڈر کوپن پر اپنا نام و پتہ نہیں لکھا۔ اُن کو مقابلہ میں نہیں شریک کیا گیا۔ اور نہ نتیجہ کی فہرست روانہ کی جا سکی۔ جن صاحبان کے پاس نتیجہ کی فہرست نہ پہنچی ہو وہ دفتر ہذا سے منگالیں۔

جن صاحبان کے حل معمہ کے حروف و صحیح حل سے ہوبہو اور ہمارے قواعد کے مطابق ملے۔ اُن کو مختلف انعامات دئیے گئے۔ معمہ کے حروف و حل سے یہ مطلب ہے کہ ہمزہ (ء) مدا (~) نون غنہ کا نقطہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ مثال کے طور پر لکھنو۔ اس پر ہمزہ نہیں ہونی چاہئے کیونکہ معمہ کے حروف میں ہمزہ (ء) نہیں دکھائی گئی تھی۔

**صحیح حل**:- (۱) میر عثمان علی خاں (۲) علیگڑھ (۳) حیدرآباد (۴) جولائی (۵) محمد علی (۶) محمد اجمل خاں (۷) لکھنو (۸) آنکھ

ناکامیاب صاحبان سے آئندہ معمہ کی فیس بجائے ایک روپیہ کے ۱۲ آنے لی جائیگی۔ اس معمہ میں جلد از جلد مع داخلہ فیس کے صحیح حل بھیجکر انعامی مقابلہ میں شرکت فرمائیے۔ تاکہ بڑی رقم آپ کے

**مینیجر انڈین پزل کمپیٹیشن۔ للت پور (یو۔پی)**

پشاوری اور سندھی کھانے

ور بزری کھانے

سینکڑوں قسم کے کھانے تیار کرنیکی اردو زبان میں بےنظیر کتاب

# عصمتی دسترخوان (حصہ اول)

ـ نمایاں خصوصیت جو اس موضوع کی اور کسی کتاب میں نہ نکلے گی یہ ہے کہ تمام ترکیبیں تجربہ کرنے کے
ہیں اس لئے ترکیبیں **بالکل صحیح ہیں اور وزن بالکل درست**! ہندوستان بھر کے ہر حصہ کی تجربہ
دں نے اس کتاب کی تیاری میں حصہ لیا ہے اور ایڈیٹر صاحب عصمت کی اہلیہ محترمہ آمنہ نازلی صاحبہ
ت سے کتاب مرتب فرمائی ہے۔ باورچیخانہ کے انتظام اور کھانوں کے متعلق نہایت قیمتی ہدایات و
درج کئے گئے ہیں۔ ایک ایک چیز کئی کئی قسم کی تیار کرنے کے لئے بھی عصمتی دسترخوان سے بہتر کتاب ملنی
۔ مثال کے طور پر صرف دو کھانوں کی فہرست ملاحظہ فرمائیے۔

| نگ کی ترکیبیں | | کبابوں کی ترکیبیں | | |
|---|---|---|---|---|
| نگ | انجیر پڈنگ | ران کے کباب | کباب بیضۂ مرغ | تاشش کباب |
| پڈنگ | امنڈ پڈنگ | آلو کے کباب | کچے قیمہ کی ٹکیاں | شامی کباب |
| ی پڈنگ | سیب پڈنگ | کچے آلو کے کباب | گوشت کے میٹھے کباب | آنتوں کے کباب |
| ـب | جلیبیوں کی پڈنگ | ناریل کے کباب | کباب مرغ مسلم | انگریزی کباب |
| نگ | میوہ دار پڈنگ | مچھلی کے بیسنی کباب | سیخ کے چٹ پٹے کباب | اروی کے کباب |
| پڈنگ | کشمش پڈنگ | سیخ کے کباب | مچھلی کے شامی کباب | اور کئی کئی قسم کے |
| یمار دن کیلئے | بالائی پڈنگ | پسندے کے کباب | دہی کے کباب | کباب |

**ـرف دو چیزوں کی فہرست سے** اسی سے کتاب کا اندازہ کریجئے۔ چاول سلونے اور
میٹھے۔ سویاں کھیر فیرنی۔ سادے اور ترکاری کے
پھلی، مرغ جیلی۔ بسکٹ۔ کیک۔ دالیں۔ مٹھائیاں۔ حلوے۔ چٹنیاں۔ مربے۔ اچار۔ سموسے۔ بڑے
پکوڑیاں۔ پراٹھے۔ روٹی۔ غرض ہر قسم کے شرقی و مغربی کھانوں کی بڑی بڑی اچھی ترکیبیں ہیں اور ہر چیز
ئی درجن صحیح ترکیبیں! **اس کتاب کا ہر گھرانے میں ہونا ضروریات میں سے ہے**
ستان بھر میں اس کی دھوم مچ گئی ہے بہت سی عورتیں اس کتاب کی بدولت عمدہ عمدہ ذائقہ دار کھانے پکانے
، لڑکیوں کو یہ کتاب اشد ضروری سمجھ کر جہیز میں دیجاتی ہے سینکڑوں خواتین نے اس کی تعریف میں خطوط بھیجے
ور کتنے ہی مردوں نے اس کتاب کی اشاعت پر مؤلفہ و پبلشر کا شکریہ ادا کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کھانے
ے کی اس قدر صحیح اور ایسی کارآمد کتاب ہندوستان کی کسی زبان میں آجتک نہیں چھپی۔ اس کی تیاری پر پانی
، روپیہ بہایا گیا ہے۔ پہلے ہی سال میں ہاتھوں ہاتھ تین ایڈیشن نکل گئے اس کتاب پر اس قدر محنت کی گئی ہے
پانچ روپے قیمت بھی ہوتی تو کم تھی لیکن اس لئے کہ ہر شخص اس سے فائدہ اٹھا سکے صرف **دو روپیہ** قیمت رکھی
ے مجلد کی قیمت صرف دو روپیہ چار آنہ ہے۔ اور زیادہ تر مجلد ہی منگائی جاتی ہے۔

**پتہ: منیجر رسالہ عصمت (کوچہ چیلان) دہلی**

# عصمتی کتابیں

## یہ کتابیں بھی شائع کی گئی ہیں!

اسی لئے ہاتھوں ہاتھ نکل رہی ہیں

**عصمتی ہنڈکلیا** یہ کتاب بچیوں کے لئے ہے تاکہ وہ شادی سے قبل کھانے پکانے کے فن میں ماہر ہو جائیں اور ایک کنواری بچی کو جو جو کچھ جاننا چاہئے عملی طور پر اس سے واقف ہو جائے۔ سوا سو کھانوں کی صحیح صحیح ترکیبیں بچیوں ہی کے مطلب کی درج کی گئی ہیں پھر خوبی یہ کہ کھانے پکانے کے متعلق نہایت مفید مضامین اور کارآمد ہدایتیں درج کی گئی ہیں جو ہر لڑکی کو ضرور جاننی چاہئیں باتصویر ٹائیٹل قیمت صرف ۸ر

**ناشتہ** دوپہر اور رات کے کھانے سے قبل صبح اور تیسرے پہر کیا کیا ناشتہ کیا جاتا ہے۔ اس موضوع پر سب سے پہلی قابل قدر کتاب جس میں چائے، کوکو شربت لسی، فالودہ، آئس کریم بسکٹ، کیک، توسٹ، کڑاہی وغیرہ وغیرہ نیز ہندوستان کے ہر صوبے اور ہر حصے کے مختلف قسم کے ناشتوں کی کئی کئی ترکیبیں ہیں گویا اس کتاب کی موجودگی میں جس حصہ ملک کا مہمان ہمارے ہاں آئے اسی کے مطلب کی چیز ہم ناشتہ میں پیش کر کے محو حیرت کر سکتے ہیں۔ قیمت ۱۰ر

**بچوں کے کھانے** ننھے بچوں کے لئے اصول صحت سے کس قسم کی غذا دینی چاہئے۔ کون سے کھانے مفید ہیں اور وہ کس طرح تیار ہوتے ہیں اس موضوع پر بےنظیر کتاب جس میں بچوں کے صحت بخش اور مفید کھانوں کی کئی درجن تجربہ کی ہوئی صحیح ترکیبوں کے علاوہ کئی نہایت کارآمد مضامین بھی ملک کے قابل قابل ڈاکٹروں اور تجربہ کاروں کے لکھے ہوئے ہیں باتصویر قیمت صرف ۸ر

**بیماروں کے کھانے** بیماروں کے لئے جو کھانے بہت مفید ہیں، اس میں صرف انہی کی ترکیبیں ہیں۔ اور کئی قابل تجربہ کار ڈاکٹروں نے اس کی تیاری میں حصہ لیا ہے۔ تمام ترکیبیں تجربہ کی ہوئی ہیں اور بیحد کارآمد ہیں مضامین بھی بے انتہا مفید و قابل قدر ہیں۔ ہر گھر میں اس کتاب کا ہونا ضروری ہے باتصویر قیمت دس آنہ (۱۰ر)

**مذاقیہ کھانے** دولہا بھائی سے، نندوئی سے، سہیلیوں سے مہذب مذاق کرنیکے لئے نہایت دلچسپ کتاب جس کی ہر ترکیب صحیح ہے۔ بیہودہ تکلیف دہ عامیانہ مذاق کی جگہ اس کتاب سے شائستہ مذاق کرو اور اس ہنسنے ہنسانے والی کتاب سے زندہ دلی کا ثبوت دو، لڑکیوں کی شادی کے وقت دولہا بھائی کی تواضع کیلئے لڑکیاں یہ کتاب نہایت شوق سے منگاتی ہیں ۸ر

**مشرقی مغربی کھانے** عصمتی دسترخوان کا دوسرا حصہ قیمت ۱۲ر — مفصل اشتہار اس پرچہ میں دوسری جگہ ہے

موتیوں کا کام

ESTD. 1908.
THE ISMAT, DELHI.
عصمت
شریف ہندوستانی بیبیوں کیلئے
پاکیزہ خیالات علمی و ادبی مضامین اور
مفید معلومات کا ماہوار ذخیرہ
نومبر
۱۹۳۵
چندہ سالانہ قسم دوم
تین روپے
چندہ سالانہ قسم اول
پانچ روپے

# زنانہ کتابیں

آدابِ معنوی۔ مستورات کے لئے اخلاق ادب و تہذیب کی بہترین کتاب قیمت ۵ر
شوہر کی خدمتیں۔ مستورات کے لئے نہایت مفید کتاب ہے قیمت ۴ر
صنعت خانہ۔ جس میں خانگی ضروریات کی چیزیں بگھر میں بنانے کی درج کی گئی ہیں قیمت ۴ر
زنانہ خطوط۔ خط و کتابت سکھانے کی مفید کتاب جس کے مضامین بھی کارآمد ہیں ۶ر
فرق مراتب۔ لائق ماں کا لائق بیٹا قصہ کے پیرایہ میں تعلیم یافتہ اور جاہل ماں کا فرق ۴ر
بہشتی جوہر۔ لڑکیوں کے لئے اسلامی دستور العمل اور مذہبی تربیت قصہ کے پیرایہ میں ۱۰ر
صبر کی دیوی۔ ایک بزرگ نے اپنی نیک بی بی کو علم سکھایا۔ عالم شوہر کو راہ راست پر لایا ۸ر
پہیلی نامہ۔ کئی سو عجیب پہیلیاں مع بوجھ لڑکیوں کے لئے دل بہلانے والی بہترین کتاب ۶ر
لوری نامہ۔ روتے بچوں کو ہنسانے اور ان کو سلانے کی نصیحت خیز لوریاں ۲ر
راہ جنت۔ بیبیوں کو دیندارانہ زندگی بسر کرنے کی ترغیب و تعلیم ۴ر
لیڈی ڈاکٹر۔ علیمہ خانم مسلمان خاتون کا آریہ پنڈتوں سے مباحثہ اور اسلام کی فتح ایک سچا واقعہ بطرز ناول۔ دلچسپی کی یہ کیفیت کہ شروع کر کے ختم کئے بغیر نہ رہا جائے۔ کئی بار چھپا ہے قیمت ۱۲ر
جمیلہ خاتون۔ زیور کی دلدادہ لڑکی کا عبرت انگیز اور نتیجہ خیز افسانہ ۲ر
گھر اور گھر والی۔ خانہ داری کے متعلق کارآمد اور مفید ہدایتیں جو ہر خاتون کو پڑھنی چاہئیں قیمت ۲ر
کفایت شعاری۔ فضول خرچ بیبیاں اس کا مطالعہ کریں تو کفایت شعار بن جائیں سبق آموز قصہ ۴ر
عقیلہ بیگم۔ ایک کفایت شعار لڑکی کی سبق آموز داستان قیمت ۳ر
جنت کی حوریں۔ عرب کی بڑی بڑی عالم فاضل بیبیوں کے صحیح تاریخی حالات ۵ر
اختر النساء بیگم۔ نہایت دلچسپ اور سبق آموز اصلاحی قصہ عورتوں کی زبان میں ۴ر
مظلوم بیوی۔ فیشن پرستی کی خلاف عورت کی ضد مرد کی ناعاقبت اندیشی کے نتائج ۵ر
خواتین انگورہ۔ ترکی کی مایہ ناز خواتین کے حالات جنہوں نے ترکی جدید کے بنانے میں حصہ لیا ۱۰ر
بیگمات بنگال۔ مشہور شہزادیوں اور بیگمات کے سبق آموز نہایت دلچسپ حالات ۸ر

## مستورات کیلئے مشہور مصنفین کی کتابیں

| مولانا نذیر احمد مرحوم | | خواجہ حالی مرحوم | |
|---|---|---|---|
| مراۃ العروس | عہ | مسدس حالی | ۱۲ر |
| بنات النعش | عہ | چپ کی داد | ۲ر |
| توبۃ النصوح | عہ | شکوہ ہند | ۳ر |
| ایامٰی | [illegible] | بیوہ کی مناجات | ۲ر |
| فسانۂ مبتلا یا محصنات | [illegible] | حیات جاوید | للعہ |
| ابن الوقت | [illegible] | یادگار غالب | [illegible] |
| رویائے صادقہ | [illegible] | دیوان حالی | [illegible] |

| مولوی بشیر الدین احمد مرحوم | | خواجہ حسن نظامی صاحب | |
|---|---|---|---|
| حسن معاشرت | [illegible] | بیوی کی تعلیم | [illegible] |
| صلاح معیشت | [illegible] | بیوی کی تربیت | عہ |
| اقبال دلہن | [illegible] | اولاد کی شادی | عہ |
| بچیوں سے دو دو باتیں | [illegible] | زنانہ جنتری خطوط نویسی | [illegible] |
| نعمت کبریٰ | [illegible] | بیگمات کے آنسو | [illegible] |
| | | عجب بی کی کہانیاں | ۱۰ر |
| | | بچوں کی کہانیاں | ۱۰ر |

| مولوی محمد ظفر الرحمن صاحب | | | |
|---|---|---|---|
| روح القرآن | [illegible] | اردو سکھانے کے مضامین | ۶ر |
| روحوں کے کرشمے | [illegible] | چھپکلی لنگڑی گڑیاں | ۱۲ر |
| ماں بچے کی عبادت | ۶ر | سیپارہ دل | [illegible] |

### متفرق کتب

دائی ۸ر
دہلی کا باورچی خانہ ۸ر
دہلی کا دسترخوان ۸ر
اسلامی دسترخوان ۸ر
غریبوں کا باورچی خانہ ۶ر
نیا باورچی خانہ ۶ر
میاں بیوی کے فرائض ۸ر
میاں بیوی کے لطیفے ۸ر
میاں بیوی کے خطوط ۸ر
دولہا دولہن کے خطوط ۸ر
دولہا دولہن کے لطیفے ۸ر
شادی سے پہلے ۴ر
شادی کے بعد ۴ر
نصیحت کا کرن پھول ۸ر
کم بخت موت عہ
میلاد نامہ عہ
محرم نامہ عہ
پیغمبر نامہ [illegible]
فلسفیانہ مضامین [illegible]
الفاروق [illegible]
المامون [illegible]

# خوبصورتی

## جوانی اور تندرستی کے لئے

مختلف قسم کے پوڈر، منجن، سرمہ، کریم، سنو، تیل، صابون، اپٹنا، پیسٹ، لیپ، معجون، کشتے، عرق اور یورپ کی اشتہاری دواؤں پر ہزاروں روپیہ برباد کرنے اور ڈاکٹر حکیموں کی طرف رجوع کرنے سے پہلے سنگار خانہ کا مطالعہ کر لیجئے

**سنگار خانہ** جس میں تندرستی ہزار نعمت ہے مالا مال ہونے اور جسم کے ہر حصے کو خوشنما بنانے اور جوانی قائم رکھنے کے متعلق بے انتہا قیمتی اور مفید مضامین اور نسخے درج ہیں۔

## پہلے باب کی مختصر کتاب

| | |
|---|---|
| خوبصورتی بڑھانے کے راز | رنگ نکھارنے والی غذائیں |
| افزائش حسن کے نسخے | خوبصورتی بڑھانے کے طریقے |
| کہیں جانے سے پہلے سنگار | موسم گرما میں حسن کی حفاظت |
| تھکے ہوئے چہرہ پر حسن کی چمک | یورپ میں حسن بڑھانے کے طریقے |
| کس رنگ پر کس رنگ کا لباس زیب دیتا ہے | سانولے رنگ کی خوشنمائی |
| گورا رنگ کس طرح قائم رہ سکتا ہے | ادھیڑ عمر میں خوبصورتی |

| | | |
|---|---|---|
| سنگار کی تکمیل | غسل کے مصالحے | خوبصورتی |
| عمر کا بناؤ | پر تکلف غسل | خوش پوشاکی |

## ایک اور باب کی مختصر فہرست

جسم کا ہر ایک حصہ خوشنما بنایا جا سکتا ہے مثال کے طور پر صرف بالوں کے سنگار کے متعلق نہایت مفید مضامین ہدایتوں اور نسخوں کی فہرست ملاحظہ فرمائیے۔

| | | | |
|---|---|---|---|
| بالوں کی حفاظت | بال دھونا | بالوں میں کنگھی | بالوں کی خرابیاں |
| بال بڑھانے کے تیل | بالوں کی صفائی و تازگی | بالوں کی مالش | بالوں کی نگہداشت |
| بالوں کا سنگار | سرخ اور سفید بال | بال بنانا | بالوں کی خوشنمائی |

اسی طرح ناک۔ کان۔ دانت۔ آنکھ۔ رخسار۔ لب۔ ٹھوڑی۔ کلائی۔ کمر۔ ہاتھ کی انگلیاں۔ پاؤں۔ غرض ہر حصہ جسم کو خوشنما بنانے کی صحیح ترکیبیں اور کارآمد نسخے

**سنگار خانہ** میں کمر اور کولھے اور سارے جسم کے موٹاپے کو دور کرنے اور بدن میں چستی اور پھرتی پیدا ہونے کی ہدایتیں اور زنانہ ورزشیں نیز سنگار کے متعلق تصاویر بھی ہیں۔

## سنگار خانہ

۹ سال کی محنت کے بعد تیار ہوئی ہے اردو میں اس موضوع پر اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی۔ فیشن پسند اور پرانے خیالات کی خواتین دونوں طبقوں میں کتاب نہایت پسند کی جا رہی ہے اور ہاتھوں ہاتھ نکل رہی ہے۔ کاغذ وغیرہ بھی عمدہ ہے قیمت صرف دو روپیہ (عہ) علاوہ محصول۔

**ملنے کا پتہ:۔ دفتر عصمت کوچہ چیلان دہلی**

# لڑکیوں اور عورتوں کے لئے دلچسپ اور مفید منتخب کتابیں

| نام کتاب | مختصر فہرست | قیمت |
|---|---|---|
| ثروت دولھن | اصلاح معاشرت پر دلی کے مشہور مصنف قاری سرفراز حسین مرحوم کا مقبول دل پسند ناول شرفا کے گھروں کا خاکہ۔ تعلقات میں صحیح روش اختیار کرنے کا ہدایت نامہ۔ عورت کی زندگی میں مختلف حیثیتوں سے جو مشکلات پیدا ہوتی ہیں ان کا دل نشین حل سبق آموز نتیجہ خیز عبرتوں ہی کے لئے عورتوں کی زبان میں لکھا گیا ہے۔ پلاٹ نہایت دلچسپ زبان ٹھیٹ دلی کی۔ ثروت دولھن شریف بیگمات کے مطالعے کے بہترین اصلاحی اخلاقی ناولوں میں سے ہے | عہ |
| انجام زندگی | حضرت علامہ راشد الخیری کے رنگ میں دلی کی انشا پرداز خاتون کی کامیاب تصنیف تین مختلف الخیال لڑکیوں کے حالات جو سبق آموز بھی ہیں اور دلچسپ بھی۔ واقعات درد انگیز۔ طرز بیان دلاویز۔ اخبارات نے شاندار ریویو پہلے اڈیشن پر کئے تھے۔ اب دوبارہ چھپی ہے۔ قیمت | ۸ر |
| اتالیق نسواں | بہو بیٹیوں کو سگھڑ اور سلیقہ شعار بنانے اور انہیں عملی کام بتانے اور انتظام خانہ داری سکھانے کی مشہور اور نہایت مفید کتاب ہے جس میں لڑکیوں کی تعلیم اور تربیت اور صحت اور دستکاری اور خانہ داری وغیرہ وغیرہ کے متعلق دس حصوں میں نہایت کارآمد باتیں بتائی گئی ہیں۔ ۲۰۰ شکلیں اور ۱۳۰۰ صفحے ہیں۔ مقبولیت کا اندازہ اس سے کر لیجئے کہ تین ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ اکابرین قوم نے بہت پسند کیا ہے۔ | للعہ |
| تعلیم خانہ داری | گھرداری کے انتظامات کے سلسلے میں مفید معلومات کی وہ کتاب جس میں ۴۸۴ عنوانات پر لڑکیوں اور عورتوں کو نہایت ہی کارآمد باتیں قصہ کے دلچسپ پیرایہ میں بتائی گئی ہیں۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد مستورات کفایت شعار منتظم سگھڑ اور دستکار بن سکتی ہیں۔ بہت محنت سے لکھی گئی ہیں اور عورتوں کی قریباً تمام ضروریات پر حاوی ہے۔ خانہ داری کے متعلق جو باتیں اس کتاب میں لکھی گئی ہیں ہر لڑکی اور ہر عورت کو معلوم ہونی چاہئیں | عہ |
| بچی کی استانی | مسلمان بچیوں کی تعلیم و تربیت پر بھی قصہ کے پیرایہ میں مفید کتاب ہے اور باتوں ہی باتوں میں کام کی باتیں بتائی گئی ہیں۔ | ۸ر |
| گھروالی کی تربیت | وہ دلچسپ قصہ ہے جس کے مطالعہ کے بعد مستورات مختلف حیثیتوں سے اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کر کے اپنے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دے سکتی ہیں | ۸ر |
| گلبدن بیگم با تصویر | ہمایوں نامہ کی مصنف شہنشاہ بابر کی بیٹی کا نام کس پڑھی لکھی عورت نے نہ سنا ہوگا شہزادی کے مفصل حالات زندگی بہت محنت سے جمع کئے گئے ہیں | ۸ر |
| کامل دائی | یعنی لیڈی ڈاکٹر۔ دائی گیری کے متعلق مفید کتاب جس میں زچہ بچہ کی بیماریوں کا علاج بھی ہے۔ شکلیں بھی دی گئی ہیں | ۱۲ر |
| شمیم | دلچسپ معاشرتی اخلاقی ناول جو صحیح افسانہ نگاری کے اصولوں پر لکھا گیا ہے سبق آموز ظرافت انگیز ہے دو ضخیم جلدوں میں دوبارہ چھپا ہے | للعہ |
| سیرۃ عائشہ صدیقہؓ | رسول اکرم کی چہیتی بیوی مسلمانوں کی ماں حضرت عائشہ صدیقہ کے مفصل و مکمل سوانح حیات مسلمان عورتوں کے لئے بہترین رہبر ہے | عہ |
| سیرت کبریٰؓ | خاتون جنت کی والدہ سب سے پہلی مسلمان مسلمانوں کی ماں حضرت بی بی خدیجۃ الکبریٰ کے مقدس زندگی کے حالات | عہ |
| صحابیات | رسول اکرم کی بیویوں، بیٹیوں اور اس زمانہ کی ان مشہور مسلمان عورتوں کے حالات جنھوں نے اسلام کی بڑی بڑی خدمات انجام دیں | عہ |
| فطرت نسوانی | مرد عورت کی اور اخلاق کا موازنہ اصل کتاب فرانسیسی میں لکھی گئی ہے اردو میں عربی سے ترجمہ کی گئی ہے۔ | ۱۲ر |
| گہوارہ تمدن | مولانا نیاز فتحپوری کی تالیف جس میں دکھایا گیا ہے کہ دنیا کی تہذیب اور شائستگی عورت کی کس درجہ ممنون ہے | ۱۲ر |
| مشاہیر نسواں | یا سیر الصحابیات۔ اسلامی دنیا کی مشہور عورتوں کے سبق آموز حالات جو مسلمان لڑکیوں اور عورتوں کو ضرور معلوم ہونے چاہئیں | عہ |
| حلیمہ | ایک سگھڑ لڑکی کے حالات جس نے بگڑے گھر کو بنا ڈالا، قصہ بہت دلچسپ ہے از مولوی عبدالغفار صاحب خیری | عہ |
| عالم خیال | مولانا شوق قدوائی کی مقبول نظمیں عالم خیال کے چار رخ میاں پردیس میں ہے بیوی کے جذبات کا بے مثل نقشہ کھینچا ہے با تصویر ۱۲ر بے تصویر | ۸ر |
| دختران شمشیر | تمام زمانوں اور تمام قوموں کی بہادر اور جانباز حوصلہ مند خواتین کے حالات جنھوں نے میدان جنگ میں تلوار کے جوہر دکھائے۔ | عہ |
| انشائے نسواں | لڑکیوں کو خط و کتابت سکھانے کی مفید کتاب جو باعتبار مضمون بھی دلچسپ ہے۔ تصویر بھی ہے | ۸ر |
| پردہ | شرعی پردہ کی نسبت مولانا عبدالحلیم شرر مشہور کتاب۔ قرآن مجید اور حدیث سے بحث کی گئی ہے۔ حقوق نسواں کی حمایت میں ہے | عہ |
| بیگمات عالم | یعنی مخدرات دنیا کی نامور شہزادیوں، عالمہ فاضلہ بہادر خواتین کا تذکرہ از مولانا شرر مرحوم | عہ |
| مضامین | زہرہ بیگم صاحبہ فیضی کے مضامین، خانہ داری، حفظان صحت، تربیت اطفال، صنعت و حرفت کے متعلق نیز بعض ریاستوں اور شہروں کے حالات | ۱۲ر |
| زمانہ تحصیل | مغربی تمدن اور یورپین خواتین کے متعلق محترمہ عطیہ فیضی کے اس سفرنامہ سے معلومات میں اچھا اضافہ ہوگا۔ | ۸ر |
| ہدیہ نسواں | امتہ الرؤف بیگم صاحبہ کے افسانوں اور مضامین کا مجموعہ صحت کے متعلق کارآمد باتیں بھی ہیں۔ آخر میں خطوط بھی دیے ہیں۔ | عہ |
| تاج آفرینش | مصر کی اہل قلم خاتون ملک خانم کے چند نسوانی اصلاحی مقالات ہندوستانی عورتوں کے لئے جن کا مطالعہ بہت مفید ہوگا۔ | ۱۰ر |
| خدمات خلق | یورپ و امریکہ کی چند بہادر اور جانباز فاضلہ خواتین کے نتیجہ خیز حالات از سیدہ بیگم مرحومہ۔ | ۱۰ر |
| فغان اشرف | دلی کی ایک شریف مظلوم ایک مصیبت زدہ اور دردناک زندگی کے دل ہلا دینے والا سچا مؤثر واقعہ از اشرف جہاں بیگم صاحبہ (اسنر یلاس) | عہ |
| جہاں آرا بیگم | شہنشاہ ہند شاہجہاں کی چہیتی بیٹی جہاں آرا بیگم کی سوانح عمری از مسٹر ضیاء الدین برنی بی اے۔ | ۱۲ر |
| نیرنگ | نامور رسائل کی نامور افسانہ نگار محترمہ ایس کے نام سے رفیعہ امیر کے ۱۲ مختصر افسانے جنہیں مشہور ادیبوں اور شاعروں نے بہت پسند کیا ہے | عہ |
| ماں بچے کی نگہداشت | ماں بچے کی صحت قائم رکھنے اور ان تمام خرابیوں کو جو مضر صحت ہیں دور کرنے کے موضوع پر نہایت کامیابی سے لکھی گئی ہے۔ از مولوی محمد ظفر ایم اے | ۶ر |
| نصیحت کا کرن پھول | بچوں کی تعلیم و تربیت کے متعلق دلاویز سچا پر تاثیر قصہ جو ۵۰ سال قبل شمس العلماء مولوی نذیر احمد مرحوم نے لکھا تھا | ۸ر |
| پتھر سے ہیرا | سچی تبلیغی قصہ عورت کی سچی ہمدردی اور محبت بھری گفتگو کا کیا اثر ہوتا ہے۔ بچوں کی صحیح تربیت کا رہبر۔ از ڈاکٹر سعید احمد بریلوی | ۴ر |
| اسلام اور عورت | قرآن مجید کی آیتوں اور مختلف حدیثوں سے بتایا گیا ہے کہ مسلمان عورت کا کیا درجہ اور حقوق ہیں دوسرے مذاہب کی عورتوں سے مقابلہ بھی ہے | ۱۰ر |

# بچوں اور بچیوں کے لئے اچھی اچھی کتابیں

## اسلامی کتابیں

**سرکار کا دربار** دو عالم کے سردار ہمارے رسولؐ کی سیرت پر لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے نہایت پیاری اور سیدھی سادی زبان میں قابل قدر کتاب جو اکثر اسلامی مدارس میں بطور نصاب پڑھائی جاتی ہیں قیمت ۸ر

**ہمارے رسولؐ** ننھے بچوں کے لئے آنحضرت صلعمؐ کے حالات زندگی ۶ر

**ہمارے نبیؐ** لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے آسان زبان میں آنحضرت صلعمؐ کے حالات زندگی ۳ر

**ہمارا دین** ارکان اسلام بہت آسان زبان میں بچوں کو سمجھائے گئے ہیں ۴ر

**نبیوں کے سچے قصے** حضرت آدمؑ سے لیکر حضرت عیسیٰؑ تک تمام نبیوں کے قصے ۸ر

**اسلامی تاریخ کی سچی کہانیاں** بچوں کے لئے تاریخ اسلامی کی سبق آموز کہانیاں جن سے ان کا کیرکٹر بنتا ہے اور شریف جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ قیمت ۱۰ر

**اسلامی عقائد** مسلمان بچوں کے لئے دینیات کی مفید کتاب قیمت ۱۰ر

**ارکان اسلام** یہ گویا اسلامی عقائد کا دوسرا حصہ ہے ،، ۱۰ر

**اچھی باتیں** دین و مذہب کی اچھی باتیں ۔۔۔ ۴ر

**چار یار** حضرت خلفائے راشدین یعنی حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ کے سبق آموز حالات اور چاروں خلافتوں کا بیان قیمت ۱۲ر

**مختصر تاریخ اسلام** دنیا کی کسی زبان میں علامہ خیاط مصری کی اس کتاب سے بہتر اسلامی تاریخ شائع نہیں ہوئی اسلامی ممالک میں بطور نصاب پڑھائی جاتی ہے چار حصے ہیں (۱) حالات رسول اکرم صلعم (۲) خلافت راشدہ (۳) تاریخ خلافت بنو امیہ (۴) خلافت بنو عباس مولوی خلیل الرحمٰن صاحب نے جن کی بے نظیر کتاب اخبار اندلس پر پنجاب نے ایک ہزار روپیہ کا انعام دیا تھا یہ ترجمہ بچوں کے لئے بچوں کی زبان میں ایسے عام فہم پیرایہ میں کیا ہے کہ ایک ایک باب انکے ذہن نشین ہوجاتا ہے۔ حالات مختصر ہیں لیکن کوئی ضروری واقعہ نہیں چھوڑا گیا۔ ہر مسلمان کو کم از کم اتنی معلومات ضرور ہونی چاہئیں جتنی اس کتاب میں ہیں قیمت دو روپے گیارہ آنے

## مزیدار قصے اور ڈرامے

**چڑے چڑیا کی کہانی**۔ انسان کی عادتوں پر اخلاق کی سبق آموز کہانیاں قیمت ۳ر

**لومڑی اور مینا** (باتصویر) لومڑی تیتر مرغے مرغی بطخ وغیرہ کی مزیدار لڑائی کا قصہ قیمت ۳ر

**بلی اور چوہا** (باتصویر) چوہے بلیوں اور شیر کو بندوق سے مارتے اور خوشیاں مناتے ہیں ۳ر

**بلی حج کو چلی** (باتصویر) خالہ بلی نیک بن کر کس طرح مختلف پرندوں کو دھوکا دیتی ہیں۔ قیمت ۳ر

**موش و گربہ** چوہے بلی کی لڑائی کا مزیدار قصہ فارسی میں ہر صفحہ پر رنگین تصاویر مطبوعہ جرمنی قیمت ۲۵ر

**قسمت کا دھنی** بکری دو گاڑیں کھا گئی اور پھر وہ واپس مل گئے ۱ر

**آسمان کی پری** منشی پریم چند نے یہ دلچسپ سبق آموز کہانی شریف لڑکیوں کے لئے لکھی ہے قیمت ۳ر

**اسکول کی زندگی** (ڈراما) اچھے اور شریر بچوں کا مقابلہ ۸ر

**شریر لڑکا** نہایت دلچسپ اور سبق آموز ڈراما خاص طور پر بچوں کے مطلب کا قیمت ۴ر

**قوم پرست طالب علم** اخلاقی ڈراما جس سے بچوں میں حب الوطنی، بہادری شجاعت کے جذبات پیدا ہوں ۴ر

**محنت** (ڈراما) محنت سے کس طرح کامیابی حاصل ہوتی ہے ۴ر

**دیانت** اخلاقی ڈراما بہت دلچسپ سبق آموز قیمت ۲ر

**بچوں کا انصاف** (ڈراما) بچوں کا ایسا فیصلہ کہ خلیفہ ہارون الرشید بھی دنگ رہ گیا۔ قیمت ۶ر

## تاریخ تعلیم معلوماتی کتابیں

**ترکوں کی کہانیاں**۔ ترک بچوں کی جانبازی اور ہمت و جرأت کی سچی کہانیاں، مسلمان بچے کے پڑھنے کے لائق ۴ر

**دنیا کے بسنے والے** دنیا کی دلچسپ معلومات بچوں کے لئے لکھی گئی ہے ۴ر

**تاریخ ہند کی کہانیاں** جنہیں بنت نصیر الدین حیدر صاحبہ نے نہایت آسان زبان میں لڑکوں لڑکیوں کے لئے لکھا ہے اسے پڑھکر اپنے ملک کے متعلق بچوں کی معلومات بڑھتی ہے۔ قیمت ۶ر

**علمی کہانیاں** نئی نئی ایجادوں پر باتصویر کہانیاں جن سے معلومات میں ترقی ہو ۸ر

**علمی پہیلیاں**۔ بڑی مزیدار پہیلیاں ہیں اور سمجھ بوجھ میں ترقی ہوتی۔ قیمت ۸ر

**تعلیمی کھیل** بچوں کے لئے وہ کھیل جن سے ان میں لکھنے پڑھنے کا شوق ترقی کرے اور قابلیت بڑھے قیمت ۶ر

**چاند تارے** چھوٹی چھوٹی دلچسپ نظمیں لڑکوں لڑکیوں کے لئے ۳ر

**بچوں کی کتاب** ننھے بچوں کے لئے مزیدار کہانیاں اور دلچسپ سبق ۶ر

**بچوں کی نظمیں** ننھے بچوں کیلئے اچھی اچھی نظموں کا مجموعہ ۸ر

# علمی ادبی تاریخی کتابیں

**ایوان تصور** بلبل ہند مسز سروجنی نائڈو کی ساحرانہ انگریزی شاعری اور ادبی رعنائیوں کا مجموعہ انشائے عالیہ کے نادر نمونے ایشیا کی مایۂ ناز شاعرہ کے رنگین گیت اور دلآویز نغمے جن کی یورپ میں دھوم مچ چکی ہے۔ مشرقی تصورات رفعت خیال وحسن وبیان کی دلکش تصویریں اردو ترجمہ بہت آب وتاب کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ کتاب مجلد وضخیم مزین ومنقش ہے اور خواتین کے لئے اس سال کا بہترین تحفہ ہے قیمت دو روپیہ (عمہ)

**تفویض** ایک گریجویٹ خاتون کی شادی مسجد کے ایک ملّا سے ہو جاتی ہے اس کی داستان حامیانِ حقوق نسواں کی نظر سے ضرور گذرنی چاہئے۔ طلاق وخلع کے مسئلہ پر بہت قابلیت سے روشنی ڈالی گئی ہے قیمت ۸ر

**دلی کا آخری دیدار** غدر ۱۸۵۷ء کے پہلے دلی کی سوسائٹی کی کیا بہار تھی بہادر شاہ کے زمانہ میں شاہجہان آباد کی چہل پہل اور شہر آبادی کی کیفیت کیا تھی۔ قلعہ معلّی کی ستھری ستھری بول چال اور بیگماتی زبان۔ دہلی مرحوم کا مرثیہ سو سال پہلے کی جھلک ممکن نہیں کہ اس کتاب کے مطالعہ کا آپ کے قلب پر اثر نہ ہو قیمت بارہ آنہ (۱۲ر)

**چار چاند** حضرت ناصر نذیر فراق دہلوی کے چار دلاویز مضامین۔ دلربا خانم۔ میلے ٹھیلے بیگمات اور دلی کی اجڑی اور اجڑائی عید کا مجموعہ دلی کی ٹکسالی زبان کا لطف اٹھانا ہے تو یہ مجموعہ ملاحظہ فرمائیے یہ مضامین اردو رسائل میں شائع ہو کر بہت مقبول ہو چکے ہیں قیمت ۱۲ر

**خطوط کی ستم ظریفی** ایک نہایت ہی دلچسپ ہنسانے والا قصہ مرزا عظیم بیگ چغتائی کی نئی کتاب ہنسی ہنسی میں مفید باتیں بتائی گئی ہیں پلاٹ نہایت پرمذاق قیمت بارہ آنہ (۱۲ر)

**ہمزاد** ۶ر　**جدید زبون** ۱۰ر　**گناہ کی دیوار** ۸ر
**معلم اسود** ۱۰ر یہ پانچوں اصلاحی اخلاقی ڈرامے پروفیسر اشتیاق حسین قریشی ایم اے کے لکھے ہیں جو تعلیم یافتہ طبقہ نے بہت پسند کئے ہیں۔

**دامن باغباں** ملک کے نامور افسانہ نگار ڈاکٹر سید احمد صاحب دہلوی کے سبق آموز افسانے عمہ

**ہنسانے فسانے** سید ابو تمیم صاحب کے وہ مضامین جو ہنساتے ہنساتے پیٹ میں بل ڈال دیں ۳ر

**خطوط سرسید** اردو کے بہترین خطوط کا بیش بہا مجموعہ سے ر

**سیرۃ محمد علی** رئیس الاحرار مولانا محمد علی صاحب کی مفصل سوانح عمری صفحات ۴۰۰ سے ر

**تلاش حق** گاندھی جی کی آپ بیتی انگریزی میں گیارہ روپیہ قیمت تھی اردو کی عمر

**تقاریر محمد علی** رئیس الاحرار مرحوم کی وہ تقریریں جن کا ڈنکا بج چکا ہے ۸ر

**کلام جوہر** مولانا محمد علی مرحوم کے جدید وقدیم کلام کا مجموعہ مع مقدمہ مولانا عبد الماجد ۸ر

**دیوان غالب** مطبوعہ جرمنی غالب کا خود نوشتہ مقدمہ رنگین تصویر خوبصورت جلد عمر

**انتخاب میر** سرتاج الشعراء حضرت میر تقی میر کے کلام کا انتخاب ۱۲ر

**رباعیات حالی**۔ مولانا حالی کی بے نظیر رباعیات کا مجموعہ ۳ر

**روحانی کرشمے** ہمارے گرد روحانی دنیا ہے چشم دید حالات قیمت ۴ر

**مشاطۂ سخن** اردو کے باکمال شعرا نے اپنے شاگردوں کو جو اصلاحیں دی ان کا مجموعہ عمر

**بزم خیال** اردو وفارسی کے مشہور شعرا کے لطیفے حاضر جوابی برجستہ گوئی کے نمونے عمر

**مرقع ادب** ملک کے نامور انشا پردازوں کے خطوط کا قابل قدر مجموعہ قیمت ۱۲ر

**ابلیس کا خطبۂ صدارت** ہنسی ہنسی میں بہت سی کام کی باتیں معلوم ہوتی ہیں قیمت ۸ر

**مرزا جنگی** از مرزا عظیم بیگ چغتائی بڑا مزیدار ڈراما۔ لکھنؤ کی معاشرت اور زبان ۶ر

**مسدس حالی** مسلمانوں کے عروج وزوال کے اسباب مولانا حالی کی بے مثل مثنوی ۱۲ر

**شکوہ ہند** یہ بھی مولانا حالی کی مشہور قومی نظم ہے۔ قیمت ۲ر

**خضر راہ** ۴ر **مکمل ترانہ** ۲ر **شکوہ** ۳ر **جواب شکوہ** **اکبری اقبال** ۳ر یہ پانچوں ڈاکٹر سر اقبال کی مشہور نظمیں ہیں ۴ر

**مناجات بیوہ** ۲ر **چپ کی داد** ار مولانا حالی مشہور نظمیں ہیں۔

**نگارستان** مولانا نیاز فتح پوری کے افسانوں کا مجموعہ (لڑکیاں نہ دیکھیں) عا

**شہاب کی سرگذشت** مولانا نیاز فتح پوری کا ایک معرکۃ الآرا افسانہ (۱۱) عہ

**سیلاب تبسم** مشہور مزاحیہ نگار جناب شوکت تھانوی کے نہایت ہی پرمذاق تفریحی مضامین کا دلآویز مجموعہ بعض مضامین تو اس قدر پر لطف ہیں کہ ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جائیں عمر

**موج تبسم** جناب شوکت تھانوی کے مزاحیہ مضمونوں کا پہلا مجموعہ جن میں ظرافت کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی ہے۔ دوسرا ایڈیشن بھی ختم کے قریب ہے مجلد قیمت ... عمر

**روح لطافت** یعنی مصور ظرافت مرزا عظیم بیگ چغتائی کے وہ پرمذاق تفریحی مضامین جن کی اردو رسائل میں شائع ہو کر دھوم مچ چکی ہے خوبصورت ... ایڈیشن تو عا

**دلگداز افسانے** قابل مطالعہ دلآویز نتیجہ خیز افسانوں کا مجموعہ جن میں معاشرتی پہلو خصوصیت سے دکھائے گئے ہیں از جناب کوثر چاند پوری قیمت عمر

**دنیا کی حور**۔ مشہور افسانہ نگار جناب کوثر چاند پوری کا یہ اصلاحی معاشرتی افسانہ نہایت دلچسپ ہونے کے ساتھ سبق آموز اور نتیجہ خیز بھی ہے قیمت صرف ۱۰ر

**شرح دیوان غالب**۔ دیوان غالب کی سب سے ضخیم شرح مولانا آسی کی ہے جس میں دوسرے شعرا کے ہم معنی اشعار بھی دئے گئے ہیں۔ ایک ایک نکتہ کو بہت خوبی سے سمجھایا ہے باتصویر مجلد عا

**پردۂ غفلت** مسلمان خاندانوں کی معاشرت کی سچی تصویر آزادی نسواں و پردہ پر محققانہ بحث۔ اعلیٰ درجہ کا اخلاقی ڈراما مطبوعہ جرمنی قیمت ایک روپیہ ...... عمر

**دختر سمرنا**۔ خالدہ ادیب خانم کے چشم دید حالات تسخیر سمرنا کے۔ دلچسپ ناول کے پیرایہ میں جس کا کئی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ قیمت ایک روپیہ ...... عمر

**تاریخ مغرب**۔ شمالی افریقہ کے مسلمانوں کی مفصل ومکمل تاریخ قیمت دو روپیہ آٹھ آنے ............ عہ

**انقلاب دہلی** ان درد انگیز نظموں کا مجموعہ جو دہلی کی بربادی پر غدر ۱۸۵۷ء کے بعد لکھی گئی (۱) بادشاہ ظفر، غالب۔ آزردہ۔ داغ۔ حالی۔ سالک، مجروح، ظہیر، افسردہ، شیفتہ وغیرہ ۲۴ شعرا کی ۷۰ نظمیں۔ مشہور شعرا کی تصاویر بھی ہیں قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنے ......... عہ

**ابلیس کا خطبہ** صدارت۔ جو پچاس سالہ جوبلی کے موقع پر آل انڈیا شیطینی کانفرنس میں پڑھا گیا۔ ہنسی ہنسی میں کام کی باتیں بتائی گئی ہیں۔ قیمت ...... ۸ر

# حضرت علامہ ر[illegible]یری مدظلہ کے مشہور تاریخی افسانے

جو بڑی عمر کی خواتین مطالعہ کر سکتی ہیں مگر کنواری لڑکیاں نہ منگائیں

## شہیدِ مغرب

طرابلس اور مراکش میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے مقابلے اسلام اور نصرانیت کے معرکے۔ مسلمان عورتوں کی ناموس اسلام پر قربانیاں۔ مسلمانوں کی ترقی کا راز اور تنزل کے اسباب۔ شدھی اور تبلیغ کا اثر مندرجہ ذیل درد انگیز

### افسانوں کا مجموعہ

| | | |
|---|---|---|
| دو آسمانی مسافر | شہید مغرب | طرابلس سے ایک صدا |
| عرب سیدانی | سیاہ داغ | افراط و تفریط |
| صدائے دلگداز | کلوتیاں | سیمونہ |

ان کے مطالعہ سے حب وطنی، جوش ایمانی بہادری شجاعت خودداری غیرت و حمیت کے شریفانہ جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ اگر آپ کو سیاست سے شوق ہے تو شہید مغرب دیکھئے۔ اگر وہ تڑپ آپ کے دل میں ہے اور اسلامی خون رگوں میں دوڑ رہا ہے۔ تو شہید مغرب کا مطالعہ کیجئے قیمت ۱۲ء

## یاسمینِ شام

خلیفہ ثانی امیر المومنین فاروق اعظم حضرت عمرؓ کے زمانہ کی اسلامی لڑائیاں ہلال و صلیب، اسلام و عیسائیت کے معرکے، تسخیر اردن، بیسان، حمص بعلبک۔ ارسنا حلب۔ انطاکیہ۔ بیت المقدس اور یرموک کے لئے مجاہدین اسلام کی سرفروشانہ قربانیاں جنگ یرموک وہ اسلامی جنگ تھی جس میں ۳۶ ہزار مسلمانوں نے عیسائیوں کی متفقہ طاقت یعنی ۳ لاکھ کے لشکر عظیم پر فتح پائی جس میں مسلمان عورتیں اس طرح لڑیں کہ دشمنوں کے دانت کھٹے کر دئے۔ حضرت ابو عبیدہ خالد بن ولید اور شرحبیل کی تقریریں مسلمانوں کے جوش ایمانی، جرأت، جانبازی اور ایثار کے دل ہلا دینے والے مناظر یاسمین شام ہی میں نظر آئینگے حسن و محبت کا دلآویز افسانہ دیکھنا ہو تو یاسمین شام کا مطالعہ کرو۔ جو سفاک سنگدل باپ خدا ترس ماں اور مظلوم بچی کی دلخراش داستان بھی ہے حال میں جدید اڈیشن خاص اہتمام کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ قیمت ۱۲ء

## محبوبۂ خداوند

طرابلس کا مقدس خداوند کا رتھیٹ شمالی افریقہ کی حسینہ سفیرہ پر فرضی دعووں میں کیا کیا کرتب دکھاتا ہے اور محبوبہ خداوند کس طرح اپنی عزت بچاتی ہے حضرت عثمانؓ خلیفہ سوم کے عہد میں مسلمانوں کی ایک قلیل جماعت عیسائیوں کے ٹڈی دل فوج کے مقابلے میں کس طرح کامیاب ہوتی اور عیسائی لڑکی سفیرہ جس کا تمام افریقہ مخالف ہے کیونکہ خداوند کے پنجہ سے چھوٹ کر ایک پاکباز مسلمان سے نکاح کرتی ہے یہ وہ دلچسپ اور پُردرد داستان ہے جس کا ہر صفحہ کلیجہ کے پار ہوتا ہے چار دفعہ چھپ چکی ہے قیمت ۱۲ء

## عروسِ کربلا

علامہ محترم کے تمام تاریخی ناولوں میں بلحاظ درد و اثر کے فسانہ ہے کربلا کے تاریخی واقعات پہلے ہی کیا کچھ کم درد انگیز نہیں اس پر مولانا کے قلم گوہر رقم نے قیامت ڈھا دی ہے کئی جگہ ہچکی بندھ جاتی ہے اس پر لطف یہ ہے کہ محبت کا دلآویز افسانہ ہے بہت مشہور کتاب ہے ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے اور آج بھی اسی طرح دھڑا دھڑ نکل رہی ہے عروس کربلا کی طرز پر کئی مصنفوں نے ناول لکھے مگر عروس کربلا عروس کربلا ہی ہے حال میں چھٹی دفعہ شائع ہوئی ہے ضخامت ۱۵۲ صفحے قیمت ۱۲ء

## شہنشاہ کا فیصلہ

عہد عباسی کے بغداد کا دلچسپ افسانہ ایک شخص اپنی بیوی کی شادی کن اسباب کے تحت میں ایک دوسرے شخص سے کرتا ہے ایک مصیبت زدہ ماں کا بیگناہ بچہ کس وجہ سے واجب القتل ٹھیرایا جاتا ہے اور ماں کی کیا کیفیت ہوتی ہے ملکہ اپنے حصول مقصد کے لیے کیا کیا کوششیں کرتی ہے اور آخر میں کس خوبی سے شہنشاہ کا فیصلہ دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ کر دیتا ہے یہ ایسے باب ہیں کہ صرف پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں جدید ایڈیشن حال میں شائع ہوا ہے۔ قیمت ۴ر

## منظر طرابلس

تسخیر طرابلس کے لئے مسلمانوں کا جوش ایمانی حضرت زبیرؓ بن عوام کی بے مثل بہادری ایثار و شجاعت، محبت کے آتشکدہ میں بیگناہ لڑکی کی قربانی حقیقی بہن کے ہاتھوں بھائی کا قتل ندیم پیشوا کی سیاہ کاریاں ملکہ اور شہزادی کی کہانی اور فتح طرابلس کا آخری منظر ۵ر

## سودائے نقد

جس سے معلوم ہو گا کہ عورتوں کا نکاح ثانی اور عقد کی حیثیت اسلام میں کیا ہے۔ یہ افسانہ بتائیگا کہ جوان بیٹی کی شادی نہ کرنا سوسائٹی پر کیا اثر ڈالتا ہے۔ دو سگی بہنوں کی کوششیں۔ حقیقی ماں کے ہاتھوں جوان بیٹے کا قتل نہایت دلچسپ پلاٹ ہے قیمت ۵ر

## دُرِّ شہوار

ایران ماژندران سیستان کی ہولناک لڑائیاں کا مرقع، بہرام کے شجاعانہ کارنامے اور ملکہ پر احسانات، شہزادی سبطرہ کی فراست اور بہادری اور وزیر کی مکاری اور فریب بہت دلچسپ قصہ ہے قیمت صرف ۵ر علاوہ محصول ڈاک

## اندلس کی شہزادی

مسلمانوں کے زمانہ کے اسپین کا دلآویز محبت کا افسانہ جو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے میں بتایا گیا ہے کہ سرزمین اندلس پر کیا گزری کہ مسلمان سرزمین اندلس پر کیا کر چکے ہیں کیونکر انہوں نے وقت کو معراج کمال پر پہنچایا اور کس طرح اپنے اعمال سے فنا ہوئے قیمت ۸ر

اٹلی کی مشین گنیں کام کر رہی ہیں —

سیامی طالبہ منی بنگ
اِ کو ولایت میں مزید تعلیم حاصل
کرنے کے لئے ۔۔ سیام نے وظیفہ
دیا ہے -

مس مینا پرانجے ایم ایس سی
جو مزید تعلیم کے لئے حال ھی میں ولایت
تشریف لے گئی ھیں -

رومانیہ کی ۱۲ سالہ دھقانی لڑکی
جو خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام کا دعوے کرتی ہے -
احکام سنا رہی ہے-

# عصمت
## دہلی

اٹھائیسواں (۲۸) سال | بابت ماہ نومبر ۱۹۳۵ء | جلد ۵۵ نمبر ۵

تصویریں ۱۰

## فہرست مضامین



**چندہ سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک** } قسم خاص جو آرٹ کاغذ پر چھپتا ہے یعنی جس پر تصاویر چھپتی ہیں دس روپیہ۔ رؤسا سے پچیس روپے والیان ریاست سے سو روپے۔ فی پرچہ ایک روپیہ۔ ممالک غیر سے ایک پونڈ۔

**قسم اول۔** جو دبیز چکنے کاغذ پر چھپتا ہے پانچ روپیہ۔ ممالک غیر سے دس شلنگ سالانہ۔

**قسم دوم۔** جس کے مضامین تصاویر وغیرہ کا کاغذ معمولی ہوتا ہے تین روپے۔ فی پرچہ پانچ آنے۔

رسالہ عصمت ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں کے ریلوے اسٹیشنوں پر میسر آتا ہے۔ اے ایچ وہیلر کے بک اسٹال پر بھی ملتا ہے۔

باہتمام ابوامین مولوی محمد امان الرحمن پرنٹر و پبلشر محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپا

# عرضِ تمنا

(خاتون اکرم خلد آشیاں کی خدمت انور میں)

قبر کی خاموش تنہائی میں تو ہے محوِ خواب
کیا خبر تجھ کو کہ دُنیا کو ہے کیسا اضطراب

تُو نے آنکھیں پھیر لیں اور مثل غنچہ ہے خموش
قسمت ملت ہوئی افسوس یوں ناکامیاب

جن گلوں کو تھی اُمید عیش ہیں وہ سرنگوں
حسرتِ نشو ونما میں ہو گیا غنچوں کا خون

آرزوئے فصلِ گل گلزارِ ملت سے گئی
سازِ عشرت ہو گیا پتوں کا ۔ پیغامِ جنون

ہو گئی ظلمت چکاں خورشید کی زریں کرن
شرخ پوشان چمن پہنے ہیں اُف خونیں کفن

زلف سُنبل ہے پریشاں بوئے گل آوارہ تر
ہو گئیں نرگس کی آنکھیں خوں چکاں حسرت فگن

شمع محفل گل ہوئی، ہے قلب پروانہ فگار
چاند بادل میں چھپا، تاروں میں پھیلا انتشار

بوئے گل سے اُڑی، ویراں ہے چشم عندلیب
چاک دامن ہیں شگوفے لٹ گئی فصلِ بہار

دیکھنا خاتونِ اکرم! یہ ہنسی اچھی نہیں
جانِ نثاران حزیں سے بے رُخی اچھی نہیں

موسم گل آگیا یہ خامشی اچھی نہیں
کھول دو آنکھیں کہ اتنی نیند بھی اچھی نہیں

سونے والی محسنہ کب تک سکون ولطف خواب
کھول دے پلکیں کہ ہو جائے تجلی بے نقاب

دیکھ لے احوالِ ملت اک نظر بہرِ خدا
اپنی نظروں سے فضاؤں کو بنا دے ماہتاب

ذوقِ خاموشی کو پھر اب مائل گفتار کر
لطفِ خوابِ دائمی سے آنکھ کو بیدار کر

اس جمودِ بے خودی سے روح کو آزاد کر
فطرتِ ملی کو اپنی پھر ذرا ہشیار کر

گلشنِ ملت کی کلیاں آہ مرجھانے کو ہیں
منتظر ہیں لطف کے غنچے جو کُھلانے کو ہیں

تجھ سے وابستہ ہیں لاکھوں آرزوئیں اُٹھ ذرا
تیری ضو سے شیشۂ دل پھر جِلا پانے کو ہیں

کاش اے خاتون ہو فریاد غمگین پر نظر
التماس غم نصیباں کاش دکھلائے اثر

یہ جماعت کی تمنا آہ بر آئے کہیں
گوشۂ مرقد سے پھر چمکے وہ خورشید سحر

# آہ خاتون اکرم

یاد ہے خاتون اکرام کی بڑی — یاد میں جن کے ہے اشکوں کی جھڑی
اُنکی فرقت میں۔ دلِ عصمت فگار — علمی دُنیا آجتک ہے اشکبار
اِتنی مُدّت بعد۔ بھی ہے وہ ہی فکر — جا بجا ہے ملک میں اُن کا ہی ذکر
سامنے نظروں کے۔ وہ تحریر ہے — دِل کے آئینے میں وہ تصویر ہے
آہ کی صورت بھیجے کیا کیا خطوط — ڈاک میں آتے ہیں جو صدہا خطوط
راج دُھانی تھی کوئی اُنکی نئی؟ — یاد کیوں کرتا ہے کیوں بہنوں کا جی!
کیا کہیں جاگیر بخشی تھی کوئی — حاتم طائی کی صورت تھیں سخی ؟
یہ نہ وہ، پُر فیض تھا اُن کا قلم — اپنی ہم جنسوں پہ دم دیتی تھیں دم
رات دِن رہتی تھیں اُنکی چاہ میں — اِنکا دَرد دِل تھا اُنکی آہ میں
بہتری بہنوں کی، اُنکی تھیں اَدَائیں — چاہتی تھیں۔ سب کو اپنا سا بنائیں
پڑگئی ارمانوں پر اَب سب کی اوس — رہ گئیں ہیں سب کی سب دِل کو مَسوس
جس کی تھی پند و نصیحت اِک لڑی — ہائے وہ نیکی کی پُتلی اُٹھ گئی
گو کہ ہے دُنیائے دُوں نا پائدار — پر۔ جو اہر ریزے ہیں کچھ یادگار
کاہلی پھوہڑپنے سے عار تھی — قابل تقلید وہ گفتار تھی
تھی دوا اُنکی بہت کڑوی مگر — کچھ مٹھاس اُس پر چڑھی تھی سربسر
نثر میں دیکھی نہیں ایسی بہار — پھُول جھڑتے تھے قلم سے بار بار
موت میں بھی زِیست کا شاعرؔ مزا — رُشد الگ جس نے بغی سے کردیا
اُٹھ گئیں دُنیا سے وہ خستہ جگر — کامیاب اپنی مشن کو دیکھ کر

روح پر خاتون کے رحمت ہزار
ایسی بہنیں ہیں متاعِ روزگار

آغا شاعر قزلباش

# کامیاب زندگی

از محترمہ شائستہ اختر بانو سہروردی بی اے (آنرس)

خاتونِ اکرم مرحومہ کی چار کتابیں میرے سامنے ہیں یہ اس ہستی کا ادبی کارنامہ ہے جس نے باغ حیات کی صرف چوبیس بہاریں دیکھیں۔ یہ اس جنت مکان خاتون کے افسانے و مضامین ہیں جس نے آٹھ سال کی قلیل مدت میں دُنیائے ادب پر اپنا سکہ جما لیا تھا۔ جس کے طرزِ تحریر پر ادیبوں نے داد دی جس کے خیالات پر فلسفیوں نے آفرین و مرحبا کہا۔ یہ بلند پایہ مضامین یہ معاشرتی افسانے عمر کے اٹھارہویں انیسویں سال کے لکھے ہوتے ہیں اُس عمر کے جب لڑکیوں کو کسی بات کی تمیز نہیں ہوتی اُس سن میں جب خود غرضی خود پرستی اور آرام طلبی کے جذبات کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ ہاں اس زمانے میں مرنے والی خاتونِ اکرم کہیں تو "فانی زندگی" پر قلم فرسائی کرتی نظر آتی ہیں کہیں غم کے فلسفہ پر غور کرتی ہوئی، کہیں "اجل" کے بے رحم ہاتھوں کے کرتوت بتا رہی ہیں تو کہیں شہر خموشاں کو دیکھکر محوِ خیال۔ اُنکی دوربین آنکھیں ایک پھول میں قدرت کے ہزاروں رنگ دیکھتی ہیں، انکا قلم عید و رمضان ساون و بہار کی ایسی مُؤثر و مکمل تصاویر پیش کرتا ہے کہ بے اختیار دل سے یہ صدا نکلتی ہے کہ آہ خاتون تم نے اتنے جلد بزم ادب کو الوداع کہہ دیا۔ تم اسقدر جلد چمن اُردو سے رخصت ہوگئیں ورنہ تمہارا سحر نگار قلم اس بزم میں کیا کیا رنگ نہ دکھا۔ اور تمہارا تخیل کیا کیا گل نہ کھلاتا۔ بدنصیب ہے یہ قوم کہ اس میں تم جیسی لڑکیاں پیدا نہیں ہوتیں۔

جنت مکانی کے افسانوں اور مضامین کے ادبی محاسن پر تو میرا کچھ کہنا چھوٹی منہ بڑی بات ہے۔ تحریر کی روانی الفاظ کی نشست، محاوروں کی برجستگی، طرز کی دلاویزی ایسی ہے کہ مضامین پڑھنے والے کے دل پر نقش ہو جاتے ہیں۔

پھر جس چیز نے مجھپر سب سے زیادہ اثر کیا وہ اس چھوٹی سی عمر میں مرحومہ کے خیالات کی بلندی۔ جذبات کی رفعت اور طبیعت کا میلان ہے۔ "جمال ہمنشین" کے بیشتر مضامین میں غم کی جھلک اور درد کی چوٹ ہے۔ بعض مضامین پڑھ کر تو دل کہتا ہے کہ خاتون اپنا مرثیہ خود ہی لکھ گئی ہیں۔ "اجل" سے مخاطب ہو کر کہتی ہیں "او ظالم تیرے ستم کی، کی انتہا نہیں تو نے سینکڑوں نونہالوں کو قبل از وقت بستر خاک پر سلا دیا اور جفا کار تیرے جور و جفا قابل بیان نہیں تو نے ہزاروں نازک اور کم سن حسینوں کو صفحہ ہستی سے ناپید کر دیا جن کے حسرت و ارمان ابتک نوحہ گر ہیں جن کی یاد ابھی تک دوسروں کا دل دکھاتی اور انہیں خون کے آنسو رُلاتی ہے۔"

"عبرت گاہ" دنیا میں کسی کی قبر دیکھکر کہتی ہیں "اے غفلت کی نیند سونے والی! تجھے اپنے چاند سے بچوں کے بغیر کس طرح آرام ہوتا ہوگا؟ تُو تو انہیں اپنی آنکھوں سے کبھی اوجھل نہ ہونے دیتی تھی یا آج یوں بے پرواہ ہو بیٹھی! دیکھ تیرے پیارے بچے کیسے پژمردہ ہیں تیرے ہمدرد و غمگسار شوہر کا تیرے غم میں کیا حال ہے ضعیف والدین کیسے تڑپ رہے ہیں۔

اتنے سے سن میں جی سے گذرنے کے دن نہ تھے
اے مرنے والی یہ تیرے مرنے کے دن نہ تھے"

اس طرح "عالم نزع"، "زندوں کی زندہ ہستی" "کسی کی یاد" میں مرحومہ کے قلم سے دوسروں کی قبل از وقت موت اور زندہ جاوید ہستی پر ان الفاظ میں درد بھرے جذبات و احساسات کا اظہار کیا گیا ہے، جن سے کہ آج ہم انھیں یاد کرتے ہیں۔ اے گل نوشگفتہ! اے جوان مرگ خاتون! کیا تمہارا دل کسی نامعلوم احساس سے غمگین رہتا تھا۔ جس وقت تم اوروں کی موت، نزع اور قبر پر نوحہ گری کرتی تھیں تو کیا تمھیں یہ احساس تھا کہ

ہم آج اوروں کے مرنے پہ فریاد کریں گے
کل اور اسی طرح ہمیں یاد کریں گے

اگر ایک طرف مرحومہ کے مضامین سے انکی پختہ خیالی و عاقبت اندیشی کا ثبوت ملتا ہے تو دوسری طرف انکے افسانے بتا رہے ہیں کہ انکو ہندوستانی معاشرت کی ابتر حالت کا پورا پورا احساس تھا اور نہ صرف کسی ایک پہلو کا بلکہ ہر ایک رخ اور ہر قسم کے نقص کا۔ "گلستان خاتون" گیارہ افسانوں کا مجموعہ ہے اسکو پڑھیئے۔ ہندوستانی معاشرت کا ہر پہلو آپکے سامنے آجائے گا۔ نارضامندی کی شادی اس کے نتائج۔ مردوں کے مظالم عورتوں کی بے کسی۔ سوتیلی ماؤں کے مظالم باپوں کی بے پروائی مغربی تقلید اور اسکا انجام۔ ہر موضوع پر اس قابلیت سے لکھا ہے کہ انسان بغیر متاثر ہوئے نہ رہ سکے۔

مرحومہ کا نکتہ نگاہ کتنا وسیع تھا کہ جہاں مردوں کے مظالم کی شاکی ہیں وہاں انھیں اسکا بھی احساس تھا کہ ساجدہ جیسی لکیر کی فقیر عورتیں اور حسینہ جیسی خود غرضی کی پتلیاں بھی ہوتی ہیں جو اپنے ہاتھوں اپنا گھر بگاڑتی ہیں۔ مرحومہ اگر کہیں زمانہ حال کے مطابق مناسب ترمیم کی حامی ہیں تو دوسری جگہ اس فیشن کے جبر کے آگے انسان خدا و رسول اور ایمان و انصاف کو بھول جائے حلال و حرام میں فرق نہ کرے اس کی سخت مخالف ہیں اٹھارہ بیس سال کی عمر میں کتنی لڑکیوں کی نگاہیں اتنی دور رس، جذبات اتنے پاکیزہ، اور خیالات ایسے سلجھے ہوئے ہوتے ہیں؟ مرحومہ کا ادبی کارنامہ کچھ کم نہیں ہے لیکن مرحومہ کا سب سے بڑا کارنامہ جمال ہمنشیں، گلستان خاتون، پیکر وفا یا بچھڑی بیٹی نہیں وداع خاتون ہے اس کتاب کو پڑھیئے تو آپ کو خاتون اکرم کی حقیقی بڑائی معلوم ہوگی کہ ایسے ایسے دلآویز مضامین اور دلنشین افسانے لکھنے والی خاتون ایک سحر نگار انشا پرداز اور ایک کامیاب افسانہ نگار ہی نہ تھی بلکہ ایک سعادتمند بیٹی۔ ایک فرمانبردار بہو و محبت شعار بہاوج بھی تھی "وداع خاتون" کو پڑھیئے جس کے خون کے آنسو سے لکھی ہوئی ایک ایک سطر خاتون مرحومہ کی کامیاب زندگی کا پتہ دے رہی ہے۔ اس کتاب سے معلوم ہوگا

کہ خاتون اکرم مرحومہ جو کہتی نہیں وہ کر بھی دکھاتی تھیں وہ نہ صرف۔ اطاعت۔ صبر۔ ضبط پر مضمون ہی لکھتی تھیں بلکہ ان صفات کی مجسمہ تھیں۔ "وداع خاتون" سے اور اُن الفاظ سے جن سے ہر سال دلفگار خسر اور بدنصیب شوہر اُس "مہمان دلہن" کو یاد کرتے ہیں آپ کو مرحومہ کے کمال کا پتہ چلے گا۔ مرحومہ نے ادبی دنیا کو آٹھ سال میں فتح کیا تھا لیکن سسرال کی اس کٹھن منزل کو اس سے بھی کم عرصہ صرف پونے دو سال میں، اس کامیابی سے طے کر لیا!

خاتون اکرم کی زندگی آجکل کی لڑکیوں کے لیے ایک نمونہ ہے وہ بتا گئیں کہ مضمون نگار ہو کر فرمانبردار، فسانہ نگار ہو کر خاکسار اور مشہور ہو کر مسکین کس طرح رہ سکتے ہیں۔ آجکل کی لڑکیوں کے متعلق شکایت ہے کہ وہ اب شمع انجمن ہیں چراغ خانہ نہیں پر ہندوستان کے چوٹی کے رسالوں کی مضمون نگار خاتون کا مقصد یہ تھا کہ "سسرال کے ہر متنفس کا دل فتح کرے۔"

خاتون اکرم! "تمہاری زندگی کا روشن چراغ بادصبا کے تیز جھونکوں سے سرشام ہی گل ہوگیا" تمہاری زندگی اسقدر کم تھی پر کامیاب، دنیائے ادب تمہاری موت پر گریاں ہے۔ اور تمہارے سسرال والے گیارہ سال کی طویل مدت گذرنے کے بعد بھی تمہاری سعادتمندی کی یادیں آنسو بہا رہے ہیں۔

# ناقابل اشاعت مضامین

افسوس ہے کہ مندرجہ ذیل مضامین عصمت میں شائع نہیں ہو سکتے۔ ۱۵ر نومبر ۱۹۳۵ء تک ۱ر کا ٹکٹ آنے پر مضمون نگاروں کو واپس کیے جا سکتے ہیں۔ ۱۵ر نومبر کے بعد ضایع کر دیے جائیں گے۔

چمپارانی کی ہٹ دھرمی۔ گناہ کا بدلہ (افسانہ) شکوہ (نظم) اور غزل مضمون نگار بھائی آن پڑھ بہنوں کی لوٹ ہیں۔ دعا (از بنارس) حسد (از آگرہ) احسانمندی کا ثمر۔ وقت کی قدر (از گیا) بیراگی (افسانہ) شملہ میں تقریر صدارت۔ روٹھنا۔ بہن کی یاد۔ غلط فہمی (افسانہ) حیا کیا ہے۔ حسد (از حیدر آباد دکن) اپنے حقیقی معبود سے۔ ڈاک خانہ کا چور (ڈراما) سوتیلی اماں۔ خوشنما چندن ہار (افسانہ) نماز (از گوالیار) سیارے شادی کی موت (افسانہ) زلزلہ۔ ہمارا خواب (افسانہ) عالمگیر۔ ہندوستان میں ریلوے۔ مجھے تم سے ایسی محبت نہیں ہے۔ میری مصیبت۔ ڈیرہ دون۔ باغ میں بھٹنا (ڈراما) عارفوں کا بیان۔ گلستان شامی (افسانہ) مصلحت ایزدی اور نیک (افسانہ) فیاض اور نعیمہ (افسانہ انح رخ) زمانہ کی رفتار بدل گئی از خریدار ۹۷۳۶ ایک خواب از ایونل۔ حقیقت علم۔ مشیر کار بیبیں۔ اشتہاری شادی (افسانہ) چچا ستھن (افسانہ) مضمون نگار بہنیں براہ کرم قواعد مضمون نگاری جو وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہتے ہیں ضرور ملاحظہ فرمایا کریں۔

ایڈیٹر

# خاتون اکرم کا پیام ملت

مرحومہ خاتون اکرم کی برسی کے دِن پھر آگئے اور ملک و ملت نے جس لعل بے بہا کو اس کے آغاز عروج میں کھویا۔ اسکا غم پھر تازہ ہوگیا ہے۔ نسوانی دنیا کا یہ نقصان پھر مندمل شدہ زخموں پر نمک پاشی کر رہا ہے۔ مرحومہ خاتون حقوق نسواں کی طرف عام توجہ مبذول کرانے میں بلاشبہ پیش رَو کی حیثیت رکھتی ہیں اور باوجود اس کے کہ وہ اُس زمانہ میں پیدا ہوئیں۔ پھلیں پھولیں اور رخصت ہوگئیں جب کہ میں ہنوز آغوش طفلی میں تھی لیکن پھر بھی انکی شخصیت ادبی جاہ و وقار اور مُصلحانہ حیثیت آجتک ایسی باقی ہے کہ میں باوجود اس تفاوت کے مندرجہ بالا خصوصیت کا اثر ایسا محسوس کرتی جیساکہ ان بزرگوں کا جن سے مجھے ذاتی، تحریری اور عصری تعارف حاصل ہے۔

آج ہندوستانی عورت وہ نہیں ہے جو بیس برس پہلے تھی اب ملک کی نسوانی فضا۔ بڑی حدتک بہ نسبت پہلے کے قابل اطمینان ہے۔ لکھنے والی بہنیں بہتیری ہیں اور ملک و ملت کی خدمت کی تحریک دن بدن ترقی کرتی چلی جارہی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو جگہ خاتون اکرم کی موت سے خالی ہوگئی ہے وہ آجتک بھری نہیں ہے۔ وجہ اس کی ظاہر ہے ملک و قوم کی حیات میں انقلاب پیدا کرنے والی ہستیاں آئے دن پیدا نہیں ہوتیں۔

دو تین سال سے میں مرحومہ کی ادبی خصوصیات پر تبصرہ کر رہی ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر اس موضوع پر میں چند سال اور بھی لکھتی رہوں تب بھی بہت سے گوشے تشنہ تفصیل رہ جائیں گے۔ مرحومہ کی عمر نے دفانہ کی اور انکی یادگار چند مختصر تصنیفات ہیں جن پر چند اوراق میں سطحی ریویو ختم ہو جا سکتا ہے لیکن جو پیغام ان چند کتابوں میں پوشیدہ ہے انکا تجزیہ اور انکی تفصیل کبھی بھی ختم نہیں ہو سکتی ہے۔ کسی گذشتہ موقعہ پر میں نے ناظرات عصمت کی توجہ اس طرف مبذول کرائی تھی کہ کوئی انجمن یا کلب ایسا قایم کیا جائے جو اُس پیغام کی اشاعت جسکو خاتون مرحومہ نے ہندوستانی بہنوں کے سامنے اپنی تصنیفات کی صورت میں پیش کیا تھا اپنا مقصد عمل بنائے اور مرحومہ کی تصنیفات اور انکی سوانح زندگی پر تبصرہ و ریویو کے ذریعہ اُس پیغام کے دائرہ اثر کو وسیع کرتا جائے لیکن ابھی تک میری یہ تحریک صدا بہ صحرا ثابت ہوئی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مرحومہ کی ادب نگاری اور فسانہ نویسی کوئی سطحی چیز نہ تھی۔ ان کا قلم محض صحافت نگاری کی شہرت کی فکر میں حرکت نہیں کرتا تھا ان کی تصنیفات کی مقبولیت اور خیالات کی اشاعت کا راز ان کے فلسفہ حیات ملت کے جذب و اثر میں مضمر ہے۔ ایک ادیب اپنے قلم کی حرکتوں سے وہی کام کرتا ہے جو قوموں اور ملکوں کے لیڈر اور فرمانروا حکومت و دولت کی قوت سے کرتے ہیں۔ ملک کا حاکم صرف سیاسی اور اقتصادی اصلاح عمل میں لا سکتا ہے لیکن اس کی ساری دولت و قوت بھی معاشرتی اور اخلاقی اصلاح کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی قوموں کی حیات و موت کا راز دراصل اخلاق و معاشرت کی بلندی و پستی میں مضمر ہے اور حیات ملت کی بنیاد انہی اصولوں پر قایم ہے۔ سوسائٹی کی خرابیوں کو ظاہر کرنا اور اس کی اصلاح کے ذرائع کی طرف لوگوں کو متوجہ کرنا یہی ادیب کا پیغام ہوتا ہے اور اُس کی خوبی کا امتحان اس کے جذب و اثر سے ہوتا ہے۔ ملک و ملت کی حیات و موت

اور بلندی و پستی میں اُنہوں نے جو حصہ لیا ہے وہ دنیا کی تاریخ کے اوراق پر ظاہر ہے۔

خاتون اکرم مرحومہ بھی ایسے وقت میں پیدا ہوئیں جب کہ ملک و قوم کو بالعموم اور ہندوستانی عورتوں کو بالخصوص کسی ایسے پیغام کی ضرورت تھی جو اُن کے واسطے مشعلِ راہ بن سکے ہندوستانی عورت کی حالت جو چند دنوں قبل تھی اس پر شرح و بسط کے ساتھ بحث کرنے کی حاجت نہیں ہے کیونکہ کسی کو اس حقیقت سے انکار نہیں ہے آج بھی حالت گو پہلے سے بہت بہتر ہے لیکن ہنوز تشنۂ تکمیل ہے۔ خاتون اکرم مرحومہ کا دردمند دل اس سے اثر پذیر ہونے سے باز نہ رہ سکا اور اُنکی ادبی قابلیت اور دماغی قوت کا سیل بے پایاں جذبہ اصلاح و قومی ترقی کے چشمہ سے نکل کر ان کی تصنیفات کی صورت میں ظاہر ہوا۔ ان کے درد دل کا اثر اُن کے اکثر و بیشتر شاہکاروں میں نمایاں ہے اور یہی وجہ ہے کہ اسکے فسانے و مضامین زیادہ تر المیہ ہیں۔ نیرنگیٔ زمانہ عالم نزع۔ عبرت گاہ دنیا اسی درد میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اور اُن کی تصنیف جمال ہمنشیں حزن و انبساط کی خلط ملط سے گو دھوپ چھاؤں کی حیثیت رکھتی ہے لیکن نشاطیہ مضامین و فسانے بھی جذبہ اصلاح اور قومی درد کے رنگ سے خالی نہیں ہیں۔

آج تک صبر، شکر اور تسلیم کے فلسفہ کے ماتحت ہندوستانی عورت کی زندگی ایک دائمی دور محکومیت و رضا کے ماتحت گذری ہے لیکن زمانہ کی تمدنی اقتصادی اور سیاسی لہروں کا اثر دن بدن عالم نسوانی پر گہرا ہوتا جا رہا ہے اور حقوق نسواں کی کشمکش کی صورت میں آج ہر شخص کے پیش نظر ہے۔ ہماری قومی ترقی کے لیئے جہاں اس کی ضرورت ہے کہ قومی معاشرت۔ سیاست معاشیات اور تمدن پر جو انحطاط و زوال کا زنگ غالب آگیا ہے اسے اصلاح کی قلعی سے دور کیا جائے وہیں اس کی بھی ضرورت ہے کہ نوع مستقبل کو خوشگوار بنانے کے لئے نسوانی زندگی کے فلسفہ پر واقعات و حالات کی روشنی میں نظر ثانی کی جائے۔ قدیم و جدید نظریات کے درمیان ایک ایسا توازن پیدا کیا جائے جو صنفی کشمکش کے اثر کو کم کر دے۔ یہی خاتون مرحومہ کا فلسفہ تھا جس نے اُن کے پیغام ملت کی صورت اختیار کر لی۔

مرحومہ کی ادبیت جو بلندی خیال۔ حسن بیان۔ شیریں زبان اور جذب و اثر سے مرکب ہے اس پیغام کی اشاعت کا بہترین ذریعہ بن گئی۔ حیات انسانی کے مختلف دور کا تجربہ واقعات کی عومیت جو رومان کی رنگ آمیزی سے دلکش بنا دی جاتی تھی اور معاشرت کے خام پہلوؤں کو ذوق سلیم کے ساتھ پیش کرنے کی صلاحیت سب مل جل کر قبول و اثر کا انعام مرحومہ کی تصنیفات کے لئے حاصل کرتی تھیں۔

مرحومہ نے جس تحریک کی داغ بیل ڈالی تھی وہ آج بفضل خدا بڑی حد تک سرسبز ہے اور عورتوں میں تو خیر مردوں میں بھی عورتوں کی حالت کی اصلاح کا جذبہ ترقی پاتا جا رہا ہے۔ لیکن پھر بھی ملک و ملت کی حالت ایسی نہیں ہے کہ خاتون مرحومہ کی موت کی وجہ سے نسوانی دنیا اور بالخصوص مسلمان عورتوں کی حیات میں جو خلا پیدا ہو گیا ہے اسکا احساس نہ ہو۔

شہر بانو

---

**نہایت ضروری اطلاع**

اس مہینہ سے آپ کا خریداری نمبر تبدیل ہو گیا ہے جدید خریداری نمبر جو ریپر پر آپ کے پتے سے قبل لکھا گیا ہے براہِ کرم یادداشت کی کاپی میں نوٹ کر لیں اور خط و کتابت کے وقت ہمیشہ تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔

منیجر

# گُلستان خاتون

## صحیح طریقہ پر زندگی بسر کرنے کا راز

صحیح طریقہ پر زندگی بسر کرنے کا راز ہماری گھریلو زندگی کی اصلاح اور معاشرت کی درستگی ہے۔ اگر ہمارے گھر کے افراد یعنے مرد اور عورتیں اپنی اپنی کمزوریوں سے واقفت اور باہمی فرایض سے باخبر ہیں تو زندگی کی خوشگواری اور معاشری استواری یقینی ہے۔ لیکن اس کے لئے معاشرتی اصلاحی افسانوں کا طریقہ نہایت مفید و مؤثر مانا گیا ہے۔ قدیم زمانہ سے قصہ گوئی اور افسانہ [illegible] پتہ چلتا ہے۔ حتےٰ کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کے سمجھنے سمجھانے کے لئے بھی قصہ کہانیوں کا طریقہ کامیاب ثابت ہورہا ہے۔

اسوقت بھی جہاں دُنیا نے ہر طرح ترقی حاصل کرلی ہے وہاں اسی طریقہ کی ایک شاخ تھیٹروں اور سینماؤں کے روپ میں دنیا کو اچھے یا بُرے سبق دے رہی ہے۔ گو اس کے مخرب اخلاق فلمیں و افسانے اور حد سے بڑھے ہوئے اصراف اس مفلس ہندوستان کے اخلاق و سرمایہ پر تباہ کن اثر ڈال رہے ہیں۔ تاہم اگر اصلاحی و قابل نمونہ مؤثر عبرت انگیز تاریخی فلمیں اور ڈرامے تیار ہوں۔ اور اخلاقی اصلاح کے سبق حاصل کرنے کے لئے اس سے فایدہ حاصل کیا جائے۔ تو بد اخلاقی اور فضول اخراجات کا بہت کچھ انسداد ہوجائے۔

قدیم زمانہ کی افسانہ نگاری میں بھی غیر متناہی طوالت۔ جادو اور دور از قیاس واقعات یہ بڑے عیوب تھے۔ ان کی اصلاح یا وصاف ادھر بہت کچھ ہوگئی ہے۔ اور ہو بہو اصلی اور ممکن الوقوع واقعات اب افسانہ میں بیان کئے جاتے ہیں۔ اور یہ اختراع خاص طور پر محترم قبلہ علامہ راشد الخیری مدظلہٗ کی مرہون منت ہے۔ اور یہی طرز اب عام افسانہ نگاروں نے اختیار کرلیا ہے۔ پھر بھی علامہ موصوف اور عام افسانہ نگاروں کے درمیان مابہ الامتیاز خصوصیت باقی ہے۔ کہ علامہ موصوف کے افسانوں میں روزمرہ کے معاشرتی امور کی خرابی اور اس کی اصلاح ملحوظ ہوتی ہے۔ اور عام قصوں میں محض حیرت انگیزی، سنسنی خیز و استعجاب پسند واقعات ہوتے ہیں۔

نئی تہذیب میں یہ بات مسلم ہے کہ کسی قوم کی ترقی اسوقت ناممکن ہے۔ جب تک عورت و مرد دونوں شریک کار نہ ہوں۔ چنانچہ فن افسانہ نویسی میں عورتیں بھی ماشاء اللہ اب مردوں کے ساتھ ساتھ ہیں۔ اخبار بین بہنوں سے پوشیدہ نہیں ہے کہ ہندوستان میں بہت سی لایق و فاضل خواتین کے نام نامی افسانہ نگاری میں نہایت فخر سے لئے جاتے ہیں۔ ان میں جنت مکانی بہن خاتون اکرم مرحومہ کا نام سُنہری و جلی حرفوں میں تاباں نظر آتا ہے اور خوبی یہ کہ اس نوعمری کے زمانہ میں مرحومہ کی تحریر کی روانی برجستگی اور بے ساختگی میں مطلق مبالغہ تصنع اور تکلف پایا نہیں جاتا۔ ایک سمندر ہے کہ اُمڈا چلا آتا ہے۔ اور پھر کمال یہ کہ اختصار ہاتھ سے چھوٹنے نہیں پاتا۔ دوسری خوبی یہ کہ ہر افسانہ میں معاشرتی و ازدواجی زندگی کی اصلاح کے علاوہ خاصکر اپنی صنف کی اخلاقی درستگی و تحفظ حقوق کو افسانہ کی جان قرار دیئے ہوتے ہوتا ہے۔

اسوقت خاتون اکرم جنت مکانی کے گیارہ افسانوں کا ایک مجموعہ "گلستان خاتون" میرے سامنے ہے اسکا پہلا افسانہ "شہید ظلمہ" نارضامندی کی شادی کا عبرت ناک منظر دنیا کے آگے پیش کرتا ہے۔ کہ دلھن تو خیر اس کے والدین کی بھی مرضی کے خلاف۔ بلکہ دولہا کی بھی نارضامندی معلوم ہونے پر۔ دولھن کے درست نا دشمن تایا صاحب نے اپنے سالے کے لڑکے ناصر سے بھائی کی لڑکی غریب معصومہ

کی شادی کردی۔ مگر ناصر نے نکاح کے بعد سے ہی تمام عمر اس بی بی کی صورت تک نہ دیکھی۔ بلکہ اس شادی کے بعد فوراً غائب ہوکر دوسری شادی اپنے حسب مرضی کرکے دنیا کے لطف اٹھاتے اور اس بے خطا مظلوم بیوی کو جلنے تڑپنے کے لئے معلق چھوڑ دیا۔ اس افسانے کے آخر میں مرحومہ جنت مکانی نے نہایت دردانگیز پیرایہ میں عورت ذات کی اس قسم کی بے بسی و مظلومیت کا علاج جو اسلامی اصول کے مطابق ہے یعنی خلع اس کی ترویج کے لئے قوم کے ہمدرد بزرگوں کی خدمت میں بہت ہی مؤثر الفاظ میں اپیل کی ہے۔ جو پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

دوسرا افسانہ "سچ کی فتح" ہے۔ جس میں ایک گریجویٹ شخص کے کھوسٹ خیالات کا قابل دید نمونہ ہے۔ جو اسقدر تعلیم یافتہ ہوتے پر بھی عورتوں کے متعلق وہی زمانہ جاہلیت کے سے ذلیل و حقارت آمیز جذبات سے بھرے ہوئے تھے۔ اور انہیں خیالات کی بنا پر اشفاق احمد اپنی کم سخن و نیک طینت بی بی کو بے یار و مددگار بغیر معلوم کئے چھوڑ کر لاپتہ ہوگئے۔ لیکن حق کی حمایت میں خدائی مدد ضرور ہوتی ہے۔ چنانچہ قدرت کی انتظامی کڑیوں نے اس وفا کی دیوی شوہر پرست محمودہ کو ۵ سال ہر طرح بے بس ہوتے پر خودکشی پر آمادہ پاکر اسی سلسلہ میں گرفتار کرکے اسی شقی القلب شوہر کے سامنے عدالت میں پہنچایا۔ اور پھر وہاں اسی شوہر کے ظالمانہ فیصلے نے بے چون و چرا بغیر کسی سماعت اس مظلومہ کو جیل میں بٹھادیا۔ اور پھر کسی ذریعہ یہ خبر بھی اس ظالم شوہر کو پہنچادی کہ یہ مجرمہ تیری ہی بیوی ہے۔ جو اسی خاوند کے ہاتھوں ناقابل برداشت مصائب کا شکار ہوکر۔ اسی کی مالا جپتے ہوئے جیل میں بیٹھی ہے۔ تب کہیں اس دقیانوسی خیال والے گریجویٹ شخص کے خیالات بدل گئے اور وہ عورتوں کی سچی وفاداری اور شوہر پرستی کا قایل ہوا اور اس منتظم حقیقی نے اس بے خطا محمودہ کی تمام مصائب ازدواجی زندگی کی اصلی راحت و خوشگواری سے بدل دیں۔ مرحومہ نے اس افسانے میں بعض عورتوں کے ملکوتی صفات اور بعض مردوں کی باوجود اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے بہیمیت پسندی و مظلوم کی حمایت میں قدرتی انقلاب بغرض اصلاح پیش کردیئے ہیں۔ یہ قصہ گو فرضی سہی مگر مشاہدہ سچے واقعات بھی ایسے پیش کررہا ہے جس کی عورتیں ہی متحمل ہوتی ہیں اور اپنے فرایض کے انجام دہی میں حتی الامکان مستعد پائی جاتی ہیں۔

تیسرا افسانہ "انوکھی توبہ" ہے جسے مرحومہ نے ڈاکٹر ٹیگور کے بنگالی افسانے کا یہ دکھانے کے لئے ترجمہ کیا ہے۔ کہ بداخلاق و کاہل شوہر کی وفا شعار و شوہر پرست بی بی روزمرہ کے خراب سے خراب اور پیچیدہ سے پیچیدہ مراحل کو کس خوبی سے خود نشانہ ملامت بنکر سلجھانے کی کوشش کرتی ہے کہ جان و مال سے بھی دریغ نہیں کرتی۔

چوتھا افسانہ "بالائی آمدنی" ہے جو اپنے عنوان سے ہی مطلب کو ادا کردیتا ہے۔ مگر اس قصہ میں مرحومہ نے اپنی ہم جنس عورت ذات کو ہی اس گناہ کبیرہ کی محرک بتاکر اصلاح کی کوشش کی ہے۔ کہ عورت کی فیشن پرستی کے شوق کو پورا کرنے اور ان فضول خرچیوں کو برداشت کرنے کے لئے شوہر کو مجبور ہوکر رشوت ستانی جیسے گناہ کا مرتکب ہونا پڑتا ہے۔ جسکا انجام جلد یا دیر تباہ حالی و بربادی کے سوا اور کچھ نہیں۔

پانچواں افسانہ "آرزوؤں پر قربانی" ہے۔ بعض کیا اکثر عورتیں نت نئی فضول رسموں کے ادا کرنے کے شوق یا جنون میں مال تو مال جان تک کی بربادی کے سامان اپنے ہاتھوں پیدا کرلیتی ہیں کہ آخر کف افسوس ملنا پڑتا ہے۔ چنانچہ اس افسانہ میں ایک ۵ سالہ معصوم بچی کی روزہ کشائی کی تقریب میں ناعاقبت اندیش ماں اسی بچی کو موت کے گھاٹ اتار کر اپنی ارمانوں کا حسرت ناک انجام دیکھ رہی ہے کہ یہی محفل شادی صف ماتم بن گئی۔

چھٹا افسانہ "تربیت اولاد" ہے۔ جس کا موضوع یہ ہے کہ بعض بچوں کا شریر۔ ضدی۔ حریص۔ بدمزاج اور نافرمان ہونا۔ اور بعض بچوں کا سنجیدہ۔ متین۔ فرمانبردار و اطاعت گزار ہونا والدین کی تربیت و نگہداشت پر منحصر ہے۔ اور خصوصاً اس کی ذمہ داری ماں پر عاید ہوتی ہے جس کے اُصول مرحومہ نے نہایت وضاحت سے مکالمہ کی صورت میں بتائے ہیں۔

ساتواں افسانہ "طرزِ زندگی" کے عنوان سے دو اہم معاشرتی امور پر روشنی ڈال رہا ہے۔ اول یہ کہ تعلقات زوجین کے لئے اختلافِ تمدن و اختلافِ خیالات کبھی خوشگواری پیدا نہیں کر سکتے۔ اور اسی بنا پر بعض مرد اپنے حسب مرضی دوسری بی بی کر لیتے ہیں۔ چنانچہ اسی بُعد المشرقین کی وجہ نئی روشنی کے تعلیم یافتہ مسٹر حامد علم سے ناآشنا قدیمی طرز تمدن و خیالات پر تلی ہوئی بی بی ساجدہ پر ایک تعلیم یافتہ مگر شریف و نیک طینت لڑکی ناصرہ کو بیاہ کر لائے اور پھر مرحومہ خاتون اکرم نے اس دوسرے پلاٹ میں یہ بتایا ہے کہ فرشتہ صفت ناصرہ نے اپنی جاہل و دقیانوسی خیالات میں بھری ہوئی پہلی سوکن و میاں میں ناموافقت و نفرت کی سخت خلیج کو مٹا کر موافقت و محبت کی بنا ڈالنے میں کس حسن تدبیر و خوبی سے کام لیا۔ جس کے بے غرض مشوروں پر ساجدہ نے اپنے قدیمی خیالات چھوڑ دیئے۔ اور دونوں سوکنیں اپنے میاں کے ساتھ خوشگوار زندگی بسر کرنے لگیں۔ یہ افسانہ محض قصہ کہانیوں کی طرح نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ ایسی الجھن میں پڑنے والوں کے لئے غور و فکر اور عمل کے لئے معقول سبق ہے۔ خدا غریق رحمت کرے مرحومہ خاتون اکرم کو عجیب دماغ پایا تھا کہ سو سالا تجربہ کار بھی اس قسم کے واقعات کے ہر پہلو پر اس طرح اصلاحی روشنی نہیں ڈال سکتے۔ گو قصہ فرضی ہی مگر ہم جیسوں کے بیس سال کے گزرے ہوئے اصلی واقعات کو تازہ کرتا ہے۔ کاش دوسری بی بی بنکر آنے والیاں ناصرہ جیسی انسانی ہمدردی کا جذبہ لیکر آئیں تو پہلی بیوی کے لئے زندگی اجیرن نہ ہوگی۔ جو ہر طرح میاں کی جاذب نظر ہونے سے میاں کو اشاروں پر نچایا کرتی ہیں۔ اور پہلی کے لئے دنیا دوزخ کا نمونہ بنا دیتی ہیں۔ اور دنیا کی راحتیں و خوشیاں اپنا ہی حق سمجھتی ہیں۔ اور نہ پہلی بیوی دوسری کو ایک آنکھ اچھی دیکھتی ہے۔ رہا میاں کا عدل و انصاف تو وہ خدا ہی جانتا ہے کہ اس کے احکام کے مطابق ہوتا ہے یا دوسری بی بی کے حکم کے مطابق۔

آٹھواں افسانہ "انقلاب زمانہ" بھی اسی نوعیت کا ہے۔ جس میں سوتیلے بچوں سے سوتیلی ماؤں کا جو ظالمانہ سلوک ہوتا ہے۔ اور ان کو باپ کی شفقت سے بھی محروم کرکے طرح طرح کے ستم ان پر ناحق توڑے جاتے ہیں۔ اسکا دلدوز و سفاکانہ منظر ہے اور اس منتقم حقیقی کے انتقام کا مرقع۔ کہ یتیموں و بےکسوں کی آہ خالی نہیں جاتی۔ اخذ کرنے والوں کے لئے بہت ہی سبق آموز ہے۔ حق تو یہ ہے کہ فردوس مکانی بہن نے "طرز زندگی" اور "انقلاب زمانہ" یہ دو افسانے ہی لکھکر اپنی جنس کو انسانی ہمدردی و خداترسی کا سبق دینے کا بہت بڑا احسان کیا ہے۔ اور اس ملکوتی جذبے کی بنا پر ہم اس جوانا مرگ بہن کی جس قدر بھی تعریف کریں حق بجانب ہے۔ خداوند کریم اس کے صلہ میں مرحومہ پر اپنا خاص فضل و رحمت مبذول فرمائے۔ کہ ان افسانوں کی روپ میں مرحومہ نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا کام کیا ہے۔

نویں افسانہ "جدت پرست بیبیاں" ان عورتوں کی ہو بہو تصویر تحریر میں کھینچی ہے۔ جو اپنے حسن اور بناؤ سنگار پر اسقدر نازاں۔ مغرور اور مٹی ہوئی ہوتی ہیں کہ کسی فرض کی ادائگی کو محسوس ہی نہیں کرتیں۔ گھرداری کی نگہداشت تو کیا معنی۔ جس کی ذات پر سب ناز و انداز منحصر ہے اسی میاں کی محبت کی بے قدری۔ اتنا ہی نہیں بلکہ میاں کی حالت بیماری میں بھی پرواہ نہیں تو تیمارداری یا خدمت گزاری تو بڑی بات ہے۔ جس پر خاوند اسقدر شیدا تھا کہ لوگ اسے زن مرید کہتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں صفات

والی بی بی حسینہ میاں کو قریب المرگ چھوڑ کر میکہیں شادی کی رنگ رلیاں اُڑانے چلی گئی۔ اور ظفر اس بے وفا دنیا سے ہمیشہ کے لئے دست حسرت ملتا ہوا رخصت ہوا۔

غرض مرحومہ نے اس قصہ میں ایسی نا اہل۔ بے وفا پرستار حسن۔ بناؤ سنگار کی دیوانی عورتوں کا نہایت ہی نفرت انگیز نقشہ دنیا کے آگے پیش کیا کہ ایسی بیبیاں ازدواجی زندگی کی نا اہل ہوتی ہیں۔ اور اس پر بھی شوہروں کی وارفتگی و پرستش ایسی خوددار عورتوں کے نظروں میں انہیں کس درجہ پر پہنچاتی ہے۔

دسواں افسانہ "مرغ کی کہانی" ہے۔ جس میں مرحومہ نے ظاہری دلچسپی کے علاوہ بہت کچھ مفید معلومات کا ذخیرہ بھر دیا ہے۔ خدا نے مرحومہ کا دل کم سنی کی عمر میں ہی انسان تو انسان حیوان کی ہمدردی تک کے جذبات سے اسقدر بھر دیا تھا

گیارھواں افسانہ "دوسری شادی یا مذاق" ہے۔ جو اپنی نوعیت میں خوب ہی ہے۔ اس سے سبق ملتا ہے کہ ہر وقت کی ہنسی مذاق اور ڈرون کی ہانکنا کس قدر تکلیف دہ ثابت ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ "گلستان خاتون" کے یہ تمام افسانے گو فرضی ہیں۔ مگر ہندوستان کے اکثر گھروں کی بگڑی ہوئی معاشرت کی زندہ مثالیں پیش کرتے ہیں جنہیں مرحومہ نے بڑی خوبی و وضاحت کے ساتھ صرف اصلاحی غرض سے الفاظ کے سانچے میں ڈھالا ہے۔ ان سے مرحومہ کے ہمدردی بھرے پاکیزہ خیالات کا پتہ چلتا ہے۔ اور انہی خوبیوں کی بناء پر ہر سال مرحومہ کے شوہر باوجود متاہل زندگی کے جس سوز و گداز سے مرحومہ کی یاد کرنے میں بالکل حق بجانب ہیں اس کا اندازہ "گلستان خاتون" کے دیباچے سے بخوبی ہوتا ہے جسکا ایک ایک لفظ مری موئی بیوی کی تعریف میں خاوند کے قلم سے سچی محبت کا ثبوت دے رہا ہے۔ اور ان کے ازدواجی زندگی کا کامیاب نمونہ ہے۔ جو اس زمانہ میں شاید ہی ملے۔ گو بہت سی خواتین اس وقت بھی دنیا میں ہیں۔ لیکن انکی خوبیوں کو سراہنے والے اور ایک ایک بات کی قدر کر کے دل بڑھانے والے شوہر خوش قسمتی سے ہی کسی کو حاصل ہوں۔ جو زندگی کے بعد مرنے پر بھی انکی خوبیوں کے نوحہ خواں ہوں۔

غرض صحیح طور پر زندگی بسر کرنے کا راز۔ معاشرتی زندگی کی درستگی۔ باہمی فرایض سے واقفیت اور ازدواجی زندگی کی خوشگواری "گلستان خاتون" سے ہر عورت کو معلوم ہو سکتی ہے۔ حق تو یہ ہے کہ ہماری بہنیں اس کتاب کی جتنی قدر کریں کم ہے۔

سردار محمدی بنت نواب آف وائی

# مرحومہ بہن کی یاد

زندگی یوں تو ہر شخص ہی کی گذر جاتی ہے لیکن خوش قسمت ہے وہ انسان جس کی زندگی خدا کی عبادت اور خلق اللہ کی خدمت میں بسر ہو جو مرنے کے بعد بھی اپنے اعمال کی بہترین یادگار دُنیا میں چھوڑ جائے۔ ہماری مرحومہ بہن خاتون اکرم کی زندگی اس اعتبار سے کامیاب زندگی کہی جاسکتی ہے کہ تمام عمر مذہب اور قوم اور ملت کی خدمت میں گذری اور انتقال کے بعد بھی ان کا فیض ہندوستان کے طول و عرض میں جاری ہے۔ جمالِ ہمنشیں۔ گلستانِ خاتون وغیرہ جن کا لفظ لفظ درشہوار اور سطر سطر سلک مروارید ہے جنھوں نے سینکڑوں بگڑے ہوئے گھروں کو درست کردیا مرحومہ بہن ہی کے نوک قلم کی کرشمہ سازیاں ہیں رسالہ جوہر نسواں جس نے ایک سال کی قلیل مدت میں بے شمار پھوہڑ و فضول خرچ خواتین کو سگھڑ اور کفایت شعار بنا دیا اسی جنت مکان بہن کی یادگار ہے افسوس نے عمر بہت کم پائی لیکن خدا نے انھیں حیات ابدی کے ایسے جگمگاتے ہوئے زیورات سے آراستہ کیا جن کی آب و تاب ہمیشہ قایم رہے گی۔ اصلاح نسواں آسان کام نہیں وہ دشوار منزل ہے جس میں قدم قدم پر مصائب کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے اور بڑے بڑے صاحبان عزم کے پائے ثبات کو لغزش ہو جاتی ہے لیکن خاتون جنت مکانی نے جس کامیابی اور خوبصورتی سے یہ راستہ طے کیا اور جو شہرت و ناموری اپنی بے مثل سیرت اور خداداد قابلیت کی وجہ سے حیات چند روزہ میں حاصل کی وہ ہر شخص کو نصیب نہیں ہوتی۔ طبقۂ نسواں میں آج بیداری کے جو آثار پائے جاتے ہیں اس میں بہت کچھ جوانمرگ بہن خاتون اکرم کی کوششوں کو دخل ہے۔

آہ خاتون مرحومہ اپنے پیارے عصمت کو بام ترقی پر دیکھنے کی کس قدر خواہشمند تھیں۔ افسوس ان کی یہ آرزو انکی زندگی میں پوری نہ ہوئی اور جب چمن عصمت کی سرسبزی و شادابی کے دن آئے تو گلشن نسواں کا یہ شگفتہ پھول جس کی بھینی بھینی خوشبو نے عالم نسواں کو مہکا رکھا تھا دفعتہً مرجھا گیا! لیکن ان کی روح یہ دیکھ کر ضرور خوش ہوتی ہوگی کہ آج طبقہ نسواں میں خدا کے فضل اور رسالہ عصمت کی کوششوں سے تعلیم یافتہ خواتین کا ایک ایسا گروہ پیدا ہوگیا ہے جو انکے لگائے ہوئے علمی پودوں کو گلشن عصمت میں پروان چڑھا رہا ہے۔

مرحومہ بہن کا یہ خیال کہ میرا واسطہ فرقہ نسواں سے ہے جو مرنے کے بعد بھی مجھے یاد رکھے گا ایک حد تک صحیح نکلا عصمتی بہنوں نے ترقی عصمت اور مرحومہ کی یاد قایم رکھنے کے سلسلہ میں جس خلوص اور محبت کا ثبوت دیا ہے وہ قابل ستایش ہے لیکن خاتون جنت مکان صرف عصمت ہی کی روح رواں نہ تھیں ان کے دل میں تربیت گاہ بنات کا بھی حقیقی درد موجود تھا۔ پارسیوں اور ہندوؤں کے بیسیوں اسکول اور یتیم خانے محض قومی چندہ سے چل رہے ہیں لیکن وائے برحال ما تربیت گاہ بنات مسلمانوں کی غفلت سے مکتب بنات ہو کر رہ گئی۔ مسلمانوں میں خدا کی عنایت سے اسوقت اعلیٰ تعلیم یافتہ اور خوشحال خواتین کافی تعداد میں موجود ہیں مگر اہل دل انھیں یہی وجہ ہے کہ گیارہ سال گذرنے کے بعد بھی طبقہ نسواں جنت مکانی محترمہ خاتون اکرم کے غم میں سوگوار نظر آتا ہے مرحومہ کو قدرت نے وہ دل عطا فرمایا تھا جو درد کی بے بہا دولت سے مالامال تھا جس میں ترقی نسواں کی حقیقی آرزو موجود تھی افسوس طبقہ نسواں کا یہ گوہر آبدار جسکی چمک نے ہمارے ہندوستان کو منور کر رکھا تھا شاہجہاں آباد کی خاک میں پنہاں ہوگیا اور اس کے ساتھ وہ لاتعداد ارمان و آرزوئیں جو ملک و قوم کو اسکی ذات سے وابستہ تھیں دفن ہوگئیں۔ خدا کی بیشمار رحمتیں مرحومہ کی تربت پر نازل ہوتی رہیں اور مقدس روح رحمت خداوندی کے

# خدائی راج

سنہ ۱۹۱۰ عیسوی میں جسکو آج پینتیس سال کے قریب ہو گئے مسلمانوں کے ہاں پردہ کی رسم سختی سے جاری تھی اسوقت کی عورت کا نمونہ اب بھی بعض گھروں میں جہاں تعلیم جدید کی روشنی نہیں پہونچی نظر آرہا ہے۔ اس زمانہ کے نکاح کے معنی عام طور پر اور آج کے کہیں کہیں خاصی اچھی آزاد لڑکی کو عورت کی سند دے کر شادی کے لال سبز کپڑوں کے لالچ اور گوٹے پٹھے کی چمک میں ماں باپ کی طرف سے شوہر کی خدمت میں ایک کنیز پیش کرنے یا بیٹی کی محکومیت پر مہر تصدیق لگا دینے کے سمجھنے چاہئیں۔ مسلمانوں کے اسی دور میں کلثوم بی دو بچوں کو لے کر بیوہ ہوئی۔ جوان تھی۔ حسین تھی۔ خوش مزاج تھی۔ ہنس مکھ تھی۔ سب سے پہلے تو دیور جیٹھ اس کے بعد اہل محلہ اور اہل شہر اور پھر جنت کے مالک مولوی اور پیر غرض شاید ہی کوئی ہفتہ ایسا جاتا ہو جو نکاح کے دو ایک پیام نہ آجاتے ہوں کلثوم بی کی مصلحت تو وہ خود ہی خوب سمجھتی ہوگی مگر ہماری رائے میں اس نے انکار مناسب نہ سمجھا اور ساتھ ہی اقرار بھی نہ کیا۔ ہاں دس بارہ برس اسی ٹال مٹول میں بسر کر دئے یہاں تک کہ لڑکا میٹرک کر چکا۔ لڑکی سیانی اور خود خاصی ڈاکٹرنی ہوگئی۔ اس کے ڈاکٹر بننے کی داستان بھی کچھ کم دلچسپ نہیں ہے۔ نکاح کے خواہشمندوں میں اس کے اپنے چچازاد بھائی ڈاکٹر صمد بھی تھے جن کی ایک بیوی اور شاید پانچ چھ بچے بھی موجود تھے لیکن کثرت ازدواج مسلمانوں کے پاس ایسا چلتا ہوا ہتھیار ہے جس کے سامنے کوئی دم نہیں مار سکتا۔ کلثوم بی کی خوش قسمتی سے مس بیری شہر کی مشہور ڈاکٹرنی اس پر مہربان ہوئی اور تین سال میں خاصا اچھا تجربہ کار بنا دیا۔ اس کے تبادلہ کے بعد ڈاکٹر صمد کے ایک خط کے جواب میں اس نے لکھا۔

آپ نے میرے متعلق جو تعریفی الفاظ تحریر کئے فطری طور پر میں اُنسے خوش ہوئی مگر حقیقت یہ ہے کہ آپ سے میں ابھی کوئی وعدہ نہیں کر سکتی۔ آپ کو علم ہوگا کہ مس بیری کے ساتھ میں ڈھائی تین سال کام کرتی رہی اور بہت کچھ سیکھ لیا اب آپ اگر اتنا کرم فرمائیں کہ وقتاً فوقتاً مجھے اس سلسلہ میں مدد دیں اور اپنے زنانہ مریض میرے سپرد کر دیں تو مین عنایت ہو۔ اگر میں آپ کی تجویز سے متفق نہ ہو سکی تو آپ کی تشریف آوری کا معاوضہ فیس کی حیثیت سے ادا کرنے کی کوشش کروں گی اس خط کا جواب ڈاکٹر صاحب کی طرف سے یہ آیا۔

ڈاکٹرنی بیگم۔ مجھے آپکا شوق اور کامیابی معلوم ہے شہر کے اکثر مریضوں اور مس بیری سے بھی تعریف سُن چکا ہوں میں ہر اتوار کو چار سے پانچ تک حاضر ہونگا میری درخواست کی منظوری میری تقدیر اور آپ کی خوشی پر منحصر ہے مگر اس کی توہین روپیہ سے نہ کیجے۔

(۲)

لڈیا چماری جو کسی وقت کلثوم بی کے پاس پنکھا جھلنے پر رہ چکی تھی عیسائی ہوئی اور مس ٹامسن کی سفارش پر اوپر کے کام کاج کے واسطے پھر اسی کے ہاں نوکر ہوئی یہ ساٹھ سے اوپر ہوگی کمر جھک گئی تھی عینک ضرورتاً بھی اور شوقیہ بھی لگائے رہتی تھی چماری لباس اُتر چکا تھا لہنگے کی جگہ ایک پھٹا ہوا گون اور ڈوکرے کے بدلے بڑے پادری صاحب کے بچپن کا اونی گلوبند گرمی ہو یا برسات گلے میں پڑا رہتا تھا۔ زبان میں بھی کچھ اینٹھن پیدا ہوگئی تھی اور ہاتھ میں بھی چھڑی کے بدلے ایک سرکنڈا رہتا تھا۔

لڈیا کی صورت دیکھ کر کلثوم بی کو ہنسی آئی، جب وہ بیٹھ گئی تو کلثوم بی نے کہا۔

"اری لڈیا تجھپر یہ کیا مار آئی تھی جو عیسائی ہوگئی"۔

**لڈیا**" اری بیگم کیا بتاؤں میں تو پادری کے دھوکے میں آگئی اس کمبخت بڈھے نے ایسی محبت سے باتیں کیں کہ مجھکو اپنا مرا ہوا میاں بدھو یاد آگیا۔ بیگم جی اس نے اپنے پلنگ پر مجھے لٹا دیا۔ سفید اُجلی چادر نرم نرم تکیے میں نے تو خواب میں بھی نہیں دیکھے تھے۔ سر میں درد ہو رہا تھا گھنٹہ بھر دبا تا رہا۔ گرم گرم چا پلائی۔ نان پاؤ کھلائے موزے دئے، ٹوپ دیا یہ اونی گلوبند۔ بس میں سمجھی کہ یہ ریجھ گیا۔ آنکھیں تو رام نے مجھکو بلا اہل دی ہی ہیں میں نے بھی ایسی مٹکا مٹکا کر باتیں کیں کہ لٹو ہوگیا"۔

**کلثوم بی**" اری پاگل پادری تو یہاں ہنری صاحب ہیں انکی عمر بہت ہوگی تو چالیس سال کی۔ تُو ذرا آئینہ میں صورت تو دیکھ سر میں ایک بال کالا نہیں۔ منہ میں کوئی دانت نہیں۔ کھال لٹک کر کہیں سے کہیں پہونچی۔ صورت دیکھ کر گھن آتی ہے۔ یہ تجھے خبط کیا سمایا"۔

**لڈیا**" اے بیگم واہ! میری عمر ہی کیا ہے۔ ابھی تو چار بیسی میں بھی کمی ہے بدھو سو برس کا جوان مرا میری ماں صاحبہ میں نے تو اسے دیکھا نہیں چھ دن کی تھی جو وہ مری۔ سنتی ہوں، ڈیڑھ سو برس کی تھی۔ بیگم میرا بگاڑا ہی کیا ہے۔ تمکو خبر نہیں انگریز تو سفید بالوں کا عاشق ہے بڑی بھاگ والی ہے وہ میم جس کے بال سفید ہوں۔ دانت کو فرنگی پسند ہی نہیں کرتا۔ وہ تو مجھپر ایسا دیوانہ ہوا۔ ڈاکٹر کو لئے چلا آرہا ہے ایسا دہاڑوں روتا تھا کہ رومال ہاتھ سے چھٹتا ہی نہ تھا، بس ہر وقت لاڈو صاحب لاڈو صاحب ہی کہتا اب میں روٹھ کر چلی آئی ہوں اسے چین تھوڑی ہوگا۔ میرے واسطے اپنی کوٹھی میں ایک کمرہ کر دیا ہے اب تک شادی بھی ہوجاتی یہ میرے دیور دیورانی اِسے بہکا رہے ہیں، محلہ کے لڑکوں کو میرے پیچھے لگا دیا ہے جدھر جاتی ہوں یہ ہی آواز آتی ہے۔

"ارے دولہن مرگئی، ارے دولہن مرگئی"

**کلثوم بی**" اچھا بڑی بی کے پاس جارات کی کوئی روٹی بچی کھچی ہو تو لے لے"۔

**لاڈو**" کیا کہا بیگم! میں نے ابھی ٹی کہاں پی؟ نہ انڈا کھایا۔

**کلثوم بی**۔ تو چھری کانٹے بھی منگواؤں؟

لڈیا نے کوٹ کی جیب میں سے کھچی کے دو ٹکڑے نکالکر دکھائے اور کہا "میں ایک چمچہ اور چھری ساتھ رکھتی ہوں بڑی بی میری چا لاؤ۔

(۴)

"ڈاکٹر صاحب میں آپ کی تکذیب پسند نہیں کرتی اور آپ کے خیال کو تسلیم کرلیتی ہوں۔ جس قدر آپ سمجھ رہے ہیں میں اس سے بھی زیادہ حسین سہی۔ آپ کی محبت کا دعوے درست بلکہ اور آگے بڑھ کر اس محبت کو عشق فرمایئے تو وہ بھی صحیح لیکن کیا محبت کے یہ معنی ہیں کہ اپنی خواہشوں پر محبوب کو قربان کر دیا جائے۔ کارخانہ قدرت میں لاتعداد اشیاء موجود ہیں یہ باغ انواع واقسام کے پھولوں سے مہک رہا ہے جن پر آنکھ فریفتہ ہوتی ہے قدرت انکی خوشبو اور ان کا حسن آپ کے سامعہ اور باصرہ تک جس قدر پہونچا دے وہ آپ کا حق اور نظام عالم کی ضرورت لیکن آپ کی یہ خواہش جائز نہ ہوگی کہ آپ فریفتگی سے مغلوب ہوکر پھولوں کو اپنی ناک اور آنکھ میں گھسیٹ کر ان کو غارت کردیں اب میرے حالات پر نظر ڈالئے میں اپنے دو نو مکان فروخت کرچکی بچہ کو ولایت بھیج رہی ہوں، لڑکی کی شادی کا سہم سوار ہے، کیا ان حالات میں میری انسانیت اجازت دے گی کہ اپنی تمام ضرورتوں کو پامال کردوں اور نکاح کرلوں"۔

ڈاکٹر صاحب:" میں ان سب باتوں کو اچھی طرح سمجھتا ہوں مگر دل کے ہاتھوں مجبور ہوں۔ میں آپ کے دونو فکروں میں پوری مدد دونگا۔ بچہ کو بھیجنے میں بھی اور لڑکی کے عقد میں بھی۔ آپ سے جو درخواست کر رہا ہوں وہ شرع اسلام کے خلاف نہیں ہے۔

کلثوم بی:" خدا کے لئے ڈاکٹر صاحب اسلام کا نام زبان سے نہ نکالئے یہ کیا غضب ہے کہ آپ روزہ کے نہ نماز کے خدا کے نہ رسول کے اور چھوٹتے ہی شرع اسلام میں جا دھمکیں۔ شرع اسلام کسی مسلمان کو وہ مرد ہو یا عورت اس کی خواہش کے خلاف کسی فعل پر مجبور نہیں کرتی جس طرح ایک مرد نکاح ثانی میں دُنیا بھر کی تاویلیں کرتا ہے اور نفس کا نام تک نہیں لیتا، اسی طرح ایک عورت بھی دوسری ضرورتوں کی آڑ پکڑ کر نفس کو بچاتی ہے مگر مرد کی طرح وہ بھی دُنیا کو دھوکا دیتی ہے اور بالخصوص بچوں والی بیوہ جو خطبۂ نکاح کے ساتھ بچوں کو ذبح کرتی ہے ایک ڈاین ماں ہے۔ دور اولین پر نہ جائیے اسوقت مسلمانوں کو افزائش نسل کی اتنی سخت ضرورت تھی کہ ہر قسم کی قربانی جائز سمجھ رہے تھے مگر آج تو اگر قانون اجازت دے تو دورِ جہالت کی طرح ضرورت ہے کہ پیدا ہوتے ہی بچہ کا گلا گھونٹ دیں۔ ڈاکٹر صاحب میرا مرحوم شوہر اتنا چھوڑ گیا ہے کہ میں نہ صرف اپنی اور اپنے بچوں کی پرورش کروں بلکہ اسکو ولایت بھی بھیجدوں۔ آپ کی عنایت کی شکر گذار ہوں ہاں لڑکی کے واسطے اگر آپ کوئی جگہ بتائیں تو میں شکریہ کے ساتھ اس پر غور کرونگی۔

(۴۷)

"اری لڈیا"

"منہ سنبھال کر بات کرو۔ مس نہ میم! اری لڈیا کسکو کہتے ہیں۔ آپ کہو آپ سُنو۔ ہاتھ بیچا ہے ذات نہیں بیچی، اچھی نوکری کی۔"

کلثوم بی:" سچ کہتی ہو میم صاحب میں بھول گئی۔" لڈیا:" ہاں بیگم یوں بات کرو۔"

کلثوم بی:" میم صاحب کھانا کھالیا" معاف کرو لڈیا۔ کیا خاٹ ٹھاٹا ٹھالیا باسی روٹی ایک ٹکڑا نہیں ٹوٹنا۔

شریفن ماما۔ اے تو میم صاحب دانت بنوالو پادری موا عاشق ہے دانت نہیں بنوا دیتا۔

لڈیا۔ چل چڑیل ٹو پادری کا ٹانا دینے والی ٹون۔

ابھی میم صاحب دانت پیس رہی تھیں کہ دوسری ماما نے گدی میں ایسا چانٹا رسید کیا کہ آنکھیں کھُل گئیں۔

بگڑی ہوئی بندریا کی طرح میم صاحب دانت پیستی اور یہ کہتی کھڑی ہوئیں۔

پولس ٹو بلاؤ اس عورت نے پادری صاحب کی میم صاحب ٹو مارا۔ پولس ٹو بلاؤ۔

میم صاحب کے چلانے سے گلی کے لڑکے اندر آئے تو کلثوم بی نے اشارہ کر دیا بہت سے لڑکے اندر آگئے اور کہنا شروع کیا

" بڑھیا دولہن مر گئی۔ بڑھیا دولہن مر گئی۔"

کلثوم بی کے کہنے سے نوکر نے ایک کانسٹبل کو بلا لیا میم صاحب سے تمام شہر واقف تھا، اس نے آکر کہا میم صاحب کیا بات ہے؟"

میم صاحب۔ سب کو پکڑو ہتھکڑی ڈالو پادری صاحب پاس لے چلو۔"

سپاہی نے سب سے پہلے میم صاحب کا ہاتھ پکڑا۔

میم صاحب۔ یہ کیا کرتا ہے۔ ان لوگ کو پکڑو۔ شریفن کے ہتکڑی ڈالو۔ شریفن شریفن تم چور ہے۔ تم نے میم صاحب کو چانٹا مارا۔

چلو پولس [illegible] ٹھیرو سپاہی ٹھیرو۔"

سپاہی نے پھر میم صاحب کا ہاتھ پکڑ لیا۔

**میم صاحب**۔ مُردے یہ کیا کرتا ہے جب ہوتا ہے میرا ہی ہاتھ پکڑ لیتا ہے۔ ہم پادری صاحب سے جاکر بولتا ہے۔ آگے آگے میم صاحب پیچھے پیچھے لونڈے تالیاں بجاتے ہوئے اور میم صاحب ہنٹر مارتی ہوئی چلدیے۔

(۵)

"محبت ایک پاکیزہ جذبہ ہے جس کی کوئی قیمت نہیں ہے میں کہہ نہیں سکتا کہ میرے دل میں تمہاری کس قدر وقعت ہے اور میں تمہارے واسطے کیا کچھ قربان کرنے کو تیار ہوں۔ میں نے ایک دفعہ یہ بھی کہا تھا کہ مہر کے پچیس ہزار روپیہ کی جائداد حاضر ہے پہلے اس کی رجسٹری ہو جائے اس کے بعد نکاح کیجئے"

**کلثوم بی**" ڈاکٹر صاحب آپ یقین فرمایئے کہ اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ آپ کی محبت اسقدر توہین آمیز ہے تو میں آپ کو ہرگز تکلیف نہ دیتی۔ آپ پانچ مہینہ میں پچاس دفعہ اظہار محبت فرما چکے ہیں۔ لیکن کبھی میری مشکلات پر آپ نے غور فرمایا؟ آپ کو معلوم ہے کہ اپنے دونوں بچوں کے مستقبل کے واسطے کیا کر رہی ہوں۔ تنازع للبقا کا مسئلہ میری زندگی مسلمان عورتوں کے ساتھ حل کر رہی ہے میں مشکل سے سات گھنٹے سوتی ہوں اور سولہ سترہ گھنٹے کام کر رہی ہوں میں جماعت سے اس کی توقع نہیں ہوں کہ وہ میری مدد کرے لیکن یہ ضرور چاہتی ہوں کہ کوئی مسلمان میری کوششوں میں رکاوٹ پیدا نہ کرے۔ آپ مجھے معاف فرمایئے اگر عرض کروں کہ ایک عورت جو بیس بائیس سال سے آپ کے نکاح میں ہے جو بچوں والی ما اور گھر والی بیگم ہے جب اپنی لگاتار کوششوں خدمتوں اور محبتوں سے آپ کو فتح نہ کرسکی تو آج ایک ناپاک جذبہ جسکو آپ پاک فرماتے ہیں کس حدتک پائدار ہو سکتا ہے۔ میں آپکی معاشرت اور گھریلو زندگی سے اچھی طرح باخبر ہوں آپ کی بیوی ایک قیدی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ نواب غلام احمد خاں نے بظاہر تو طائران خوش الحان کی حمایت کی ہے مگر درحقیقت آپ ہی جیسے حضرات کے سامنے بدبخت عورت کی تصویر ان الفاظ میں کھینچی ہے۔

گر مقصود یہ اس سے کہ تیرے دلربا ہو ویں ۔۔۔۔۔۔ چھپر کھٹ میں تو جب لیٹے تو یہ نغمہ سرا ہو ویں

آپ کی بیگم صاحب بن داموں کی لونڈی بے تنخواہ کی ماما اور بے معاوضہ کی نوکر ہیں ظلم وستم یہ کہ اس کے جنتی ہونے کی پہچان ہی یہ ہے کہ وہ آپ جیسے ظالم شوہروں کی فرمانبرداری کرے اور اس کی تخلیق کا مقصد صرف آپ کی خدمت دلدہی رہے اس کی مجال نہیں کہ آپ کی بلا اجازت کہیں جاسکے۔ کسی سے مل سکے، کچھ کر سکے ڈاکٹر صاحب اس پر شرع اسلام کا دعوئے!"

**ڈاکٹر صاحب**" بہت اچھا آیندہ میرا انتظار نہ کیجئے گا میں اب حاضر نہ ہونگا"

**کلثوم بی**" آپ ناخوش نہ ہوں اس پر غور فرمایئے کہ میں کیا عرض کر رہی ہوں"

یہاں سے اٹھ کر ڈاکٹر صاحب سیدھے وہاں پہونچے جہاں کلثوم بی کی لڑکی کی شادی طے ہو رہی تھی یا طے ہو چکی تھی اور نہ صرف اس کے بلکہ لڑکی کے خلاف زہر اگلا اور یہ سلسلہ اسوقت تک جاری رکھا جب تک اس پیام کا خاتمہ نہ کر دیا۔

ڈاکٹر صاحب ایک اچھے باپ کی اولاد اور شریف ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے مگر ایک معمولی عورت کے دودھ سے پرورش پائی تھی اس لئے ایک کمزور عورت کے مقابلہ میں ایسی کمینہ حرکات شروع کیں جو انکی شرافت ہی نہیں انسانیت کا بھی خاتمہ کر گئیں اس سانپ کی طرح جو اپنے غصہ میں پھن اُٹھا کر پتھر پر دے دے مارتا ہو وہ ہر چہار طرف اس کی مخالفت کر رہے

تھے بچی کا مقابلہ ختم کر دینے کے بعد انہوں نے اس کے علاج پر نکتہ چینی شروع کی اور یہ بھی اسوقت تک جاری رکھی جب تک تمام شہر میں آگ نہ لگا دی اور جہاں ڈولیوں اور تانگوں کا ہجوم رہتا تھا وہاں سناٹا چھا گیا۔ افسوس یہ ہے کہ کلثوم بی مظلوم کی داستان بربادی اس پر بھی ختم نہ ہوئی انہوں نے لڑکے کے خلاف جو آئی سی ایس میں تعلیم پا رہا تھا اطلاع دی کہ اس کی عمر زیادہ ہے، اور ایک سال غلط بتائی گئی ہے۔

مقابلہ عورت اور مرد کا بیگناہ اور روسیاہ کا ظالم اور مظلوم کا نہیں ذلت اور شرافت کا تھا ڈاکٹر صاحب اعمال شیطانی کے اظہار میں کسر نہ چھوڑ رہے تھے اور کلثوم بی خاموش زبان سے نسوانی شان دکھا رہی تھی مگر بچہ کی مامتا کے جوش نے دیوانہ کر دیا۔ اور یہ سُنتے ہی کہ وہاں سزا ہو جائے گی وہ آن ہاتھ سے، کھو بیٹھی اور نسوانیت کے جوہر جو چاند کی طرح دنیا کو جگمگا رہے تھے اندر پڑ گئے ڈاکٹر صاحب کے پاس روتی ہوئی پہونچی اگر ایمان ہوتا تو یہ وہ وقت تھا کہ شفیق القلب ڈاکٹر کلثوم بی کے قدموں میں گر پڑتا مگر ذلیل کمینے اور سنگدل نے اس کے آنسوؤں کا استقبال قہقہوں سے کیا اور جب اس نے یہ کہا۔

" اور میں میرا نہیں آپ کا بچہ ہے ممکن ہے اس نے عمر میں غلطی کی ہو سُنتی ہوں سزا ہو جائے گی رحم کیجیے خدا کا واسطہ میرے بچے پر نہیں نہیں اپنے غلام پر رحم کیجیے بن باپ کا اور ایک بدنصیب عورت کا غریب بچہ ہے۔ آپ دولتمند ہم مفلس۔ آپ طاقتور ہم کمزور۔ مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتے میں اسکا واسطہ دیکر جسکا میں اور آپ دونو کلمہ پڑھ رہے ہیں التجا کرتی ہوں کہ میری خطا معاف کر دیجئے اور اپنے بچوں کا صدقہ میرے بچے پر رحم کیجیے۔"

تو ڈاکٹر صاحب نے ایک زبردست قہقہے میں جواب دیا۔" سزا اسکو یقینی ہوگی اور سوا تمہارے نکاح کے اور کوئی طاقت اس کے کام نہیں آسکتی۔"

یہ وہ قہقہہ اور جواب تھا جس نے کلثوم کی آنکھوں میں دُنیا اندھیر کر دی اس کے چند خاموش آنسو ڈاکٹر صاحب کے فرش پر گرے اور کمرہ کی فضا میں ایک آہ سرد بھر کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

(۶)

کلثوم بی اب اس قابل نہ رہی تھی لڈیا کو رکھ سکے اس لئے لڈیا اب تبلیغ کے واسطے چھوڑی گئی ہیں فی عورت ایک روپیہ اور فی بچہ ۸ر ان کے مقرر ہیں۔

علی الصباح چمرواڑہ میں جاکر وعظ فرماتی ہیں اور پیسے بھی تقسیم کرتی ہیں ایک روز وہ اندھیرے منہ جو اپنے کنبہ میں پہونچیں تو لوگ پریشان تو پہلے ہی سے ہو رہے اور فکر میں تھے ان کے قدم رکھتے ہی ایک بڈھے چمار نے کہا" صبح ہی صبح نیستی تو نے اپنی صورت دکھائی کمبخت تجھے رزق نہ موت ابھی بچھونے پر لیٹے ہیں کہ تو فجر ہی فجر آمری نکل یہاں سے منحوس۔

لڈیا" تم میم صاحب سے کسطرح بات کرتا ہے ہم عیسیٰ مسیح کا ذکر سناتا ہے۔"

چمار" تو ادھر آجا آ پہلے مجھے ہی سنا عیسیٰ کون تھا تیرا ابا تھا۔"

لڈیا" ادب سے بات کرو ادب سے۔ عیسیٰ رام کا ابا ہے۔"

چمار" رام کا ابا۔ تشت۔ اری یوں کہہ رام کا بیٹا۔" "اور مریم؟"

چمار" رام کی اماں۔" لڈیا" ہشت! رام۔ مریم۔ عیسیٰ ایک ہیں۔ عیسیٰ کی بیٹی مریم

مریم کا بیٹا رام۔ رام کا بیٹا عیسیٰ۔" لڈیا خدائی گردان رٹ رہی تھیں کہ ایک لڑکے نے موٹا

اس کے اوپر رکھ کر بلی کی طرح بند کر دیا اور اوپر بیٹھ کر کہنے لگا "منحوس اب کہہ کیا کہتی ہے۔"

لڈیا۔ "دور دور آئو گدھا۔ چھوڑ چھوڑ ارے میں مری۔ دم گھٹا۔ ارے چھوڑ۔ پوس پوس پادری صاحب۔"

چمار۔ چیخنے چارپڑی ہوئی اور نہیں تو کسم کھا کہ اب نہیں کرونگی۔

لڈیا مونڈھے سے باہر نکلیں تو لڑکے نعرے لگا رہے تھے۔ "مرگئی دولہن" اب پتھر تھے اور بی لڈیا۔ تبلیغ جاتی رہی۔ اتفاق سے ایک لڑکا اس کے ہاتھ آگیا اور اس نے دانت پیس پیس کر ننگے بدن پر دو ہتھڑ مارنے شروع کئے دو چار کھا کر لڑکا بھی چمٹ گیا اور بیم صاحب کو پٹخ کر ایک گھونسا ایسا تان کر دیا کہ چاروں خانے چت۔

لڈیا کو اس سے اچھا موقعہ اور کیا ملتا دم چرا اُلٹے سیدھے سانس لینے لگی بڈھا چمار اسکا بھی داو انکلا کہنے لگا یہ تو ہو چکی لپک کے جمناجی پہونچاؤ۔

لڈیا بھی داؤں چل گیا سانس روکا تو لڑکوں نے چارپائی پر لٹا کپڑا اوڑھا دیا۔ یہ سب سمجھ رہے تھے کہ بڑھیا جیتی ہے رام رام کہتے چارپائی اُٹھا جمناجی روانہ ہوئے۔

(۷)

آج پہلا روز تھا کہ کلثوم بی کے ہاتھ سے استقلال کی باگ چھوٹ گئی ڈاکٹر صاحب کے ہاں سے اُٹھ کر وہ پاگلوں کی طرح جنگل میں ماری ماری پھر رہی تھی، آفتاب غروب ہونے سے قبل وہ ایک پہاڑی پر چڑھ گئی بھوکی پیاسی تھی تھکی ہاری تھی۔ لیٹ گئی، آنکھیں بند کرنی چاہتی تھی کہ اس نے ایک بچہ کی گاڑی لڑھکتی ہوئی آتی دیکھی، کسی انگریز کا بچہ اس میں بیٹھا تھا اس نے گاڑی روکی اور بچہ کو گود میں لیکر چمکار رہی تھی کہ ایک میم بھاگی ہوئی آئی کلثوم بی کا شکریہ ادا کرنے کے بعد پوچھا۔

"آپ کون ہیں اور یہاں کہاں سے آئیں اور کیوں آئیں۔"

کلثوم بی کی حالت ردی تھی اس کے آنسو نکل پڑے اور ساری داستان سنادی۔ عورت نے کہا میرے صاحب چیف کمشنر ہیں آپ نے میرے بچہ کو بچایا ہے ہم آپ کے بچہ کو بچائیں گے آپ کے امکان میں جو کچھ تھا آپ نے کیا ہم جو کچھ کرسکتے ہیں وہ کرینگے چلئے میرے ساتھ چل کر چاء پیجئے۔ کیا ان ڈاکٹر صاحب کا نام مجھکو بتائیں گی؟"

کلثوم بی۔ مجھپر کرم فرمائیے اور انکا نام دریافت نہ کیجئے انھوں نے جو کچھ کیا اگر وہ صحیح نہیں ہے تو قدرت خود ان کو سزا دے گی انکی تشہیر درست نہیں۔

(۸)

لڑکوں نے بھی اور بڈھے جوانوں نے بھی رستے میں تارکول سے لڈیا کا منہ کالا کیا اور لال اوڑھنی اُڑھا کر رام رام کے بدلے یہ کہتے ہوئے چلے "دولہن مرگئی۔ دولہن مرگئی۔" مرگھٹ میں دیر تک بحث ہوتی رہی آخر ڈیڑھ روپیہ پر فیصلہ ہوا اور مہنت جی نے لکڑیاں چنیں۔ رات اندھیری تھی دن کا بڑا حصہ اسی جیص بحث میں ختم ہو رہا تھا جوں ہی مہنت نے کپڑا اُٹھایا اور ایک لڑکے نے پاؤں پکڑے لڈیا یہ کہہ کر اُٹھ بیٹھی۔ "تم کون ہے"

مہنت تو چلا کر پیچھے ہٹا اور لڈیا نے اس کی ٹانگ پکڑ کر وہی آوازیں لگائیں۔

"تم کون ہے تم کون ہے"

چمار اور ساتھی سب سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگے اور بی لڈیا بھی گھر آگئیں۔

(۹)

ڈاکٹر صاحب نے زندہ اور مردہ تندرست اور بیمار بہت سے آدمیوں کے تماشے دیکھے ہونگے مگر آج انکی آنکھیں انکے اعمال کی تصویر اس طرح پیش کر رہی ہیں کہ جس وقت انکی کار ایک عظیم الشان زیر تعمیر عمارت کے قریب آتی ہے تو کلثوم بی اینٹیں ڈھو ڈھو کر راجوں کو دے رہی تھی اس کی ڈاکٹری ختم ہو چکی آمدنی کے ذریعے بند ہوگئے لڑکی جس کی شادی کردی تھی وہ بھی ڈاکٹر صاحب کی عنایت سے گھر آبیٹھی۔ اسکو ایک روپیہ روز مزدوری کا ملتا ہے ڈہائی تین آنہ میں گذر کرتی ہے اور باقی جو بچتا ہے اولیس کو بھیجدیتی ہے ڈاکٹر صاحب نے کلثوم کو پہچان کر کار روکی اُتر کر اس کے پاس گئے اور کہا۔

"کیوں ری خنے ٹھیک ہوئے یا نہیں کمبخت اسی قابل تھی آگئی اپنی اصلیت پر بیگم بننے کے لایق نہ تھی میں نے تیرے لڑکے کو نہیں دیکھا لیکن اسکا مقدمہ چل رہا ہے اور عنقریب سزا ہو جائے گی۔

کلثوم بی نے ہنسکر کہا "ڈاکٹر صاحب یہ مقدرات ہیں ان کا مضحکہ نہ اُڑایئے مجھے اپنا مطلق فکر نہیں ہے مجھے یہ ڈر ہے کہ آپ کو کوئی تکلیف نہ پہونچ جائے۔

**ڈاکٹر صاحب**۔ تشت! اب نکاح پر رضامند ہے؟ **کلثوم بی**۔ لاحول ولاقوۃ۔

(۱۰)

کلثوم بی اس وقت زندگی کے اس مرحلہ سے گذر رہی تھی جہاں دنیوی اُمیدیں ختم ہوکر فطرت اس نامعلوم طاقت کی طرف لیجاتی ہے جو خدا کے نام سے تعبیر ہو رہی ہے اُمید کی شعاعیں اس نقطہ پر پیدا ہوتی ہیں اور دل کو ایک قسم کی تقویت دیکر مایوسی میں کامیابی کی جھلک دکھاتی ہیں۔ مذہب اسی مقام سے شروع ہوتا ہے اور مختلف قسم کی خیال آرائیاں ہوتی ہیں عقل اگر سلیم ہے تو اسکو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ تمام نظام گڑیوں کا کھیل نہیں ہے اس صنعت کا صانع ایک ازلی واہدی طاقت ہے جس کی ناخوشی تاراج وبرباد اور جس کی رضامندی بیڑا پار کرسکتی ہے یہاں قوۃ پرواز شل اور تلاش کے راستے بند ہوجاتے ہیں اور اس کے سوا چارہ نہیں ہوتا کہ دل ان مقدس نفوس کی طرف رجوع کرے جو اس دربار کے آس پاس گھوم رہے ہیں۔ منزل مقصود انسانی دسترس سے بہت دور ہوتی ہے۔ اس لئے قلب انسانی جو تلاش حقیقت میں سرگرم ہوتا ہے چاروں طرف بھٹک بھٹکا کر ہر اُس شے کی عظمت تسلیم کرلیتا ہے جس کی ہستی کا کوئی ذرہ مافوق الفطرۃ حیثیت میں نظر آجائے۔ افضلیت و برتری جو آسمانی فیصلہ سمجھا جاتا ہے امتیاز وخصوصیت کا رنگ لئے سامنے آتا ہے پیغمبر اور نبی اسی بزم کے محبوب ہیں عالم اور پیر بھی اسی چمن کے خوشہ چین۔ یہاں عقل دہوکا دیتی ہے قیاس چکرا کر خاموش ہو جاتا ہے تلاش حق ہر منزل کو کوچۂ دوست زندوں اور انکے اعمال کو مجلس محبوب مردوں اور انکی آرامگاہ کو مسکن جاناں سمجھتی ہے۔

یہ واہمہ کا ایک فریب ہے جس میں خفیف سی آمیزش نفسانیت کی شامل ہے ضرورت یہ ہے کہ جانور اور آدمی میں جو چیز مابہ الامتیاز یعنی عقل ہے اس سے مدد لیکر چشم بینا آگے بڑھے اور نظر غائر سے دیکھے کہ جو انسان پیغمبری نبوت یا پیری وغیرہ وغیرہ کے لباس میں تشریف لا رہے ہیں انکی زندگی کے اعمال کیا ہیں اسوقت مختلف مذاہب اور بانیان مذاہب ہمارے سامنے آتے ہیں اور ہم تاریخ کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ عرب کی خاک سے ایک ایسا انسان پیدا ہوتا ہے جس کی نظیر دنیا آجتک پیدا نہ کرسکی جسکو آج ہم نے خدا بنا دیا اسکا کوئی فعل مافوق الفطرۃ نہ تھا اور وہ اس سے بچنے کے لئے باآواز بلند کہہ رہا تھا کہ "میں تمہارے ہی جیسا انسان ہوں" اب ہماری گردن ان قدموں میں جھک جاتی ہے اور جب ہم سب سے پہلے

یہ دیکھتے ہیں کہ یہ مقدس زندگی دوسری زندگیوں کے واسطے کیسی تھی تو معلوم ہوتا ہے کہ بنی نوع انسان کے حق میں یہ پاک زندگی جواب نہیں رکھتی اسلام اسی کا نام ہے۔

کیا وہ زاہد روزہ دار اور عابد عبادت گذار جو انواع واقسام کی نعمتوں سے افطار فرما رہا ہے جسکو دیوار پیچ کی بیوہ اور یتیموں کی مطلق پروا نہیں ہے اس انسان کامل کا پیرو ہو سکتا ہے ؟

اسکا لباس اب بالکل معمولی تھا پاؤں ننگے تھے اور جس جسم پر بہتر سے بہتر لباس رہا تھا وہ اب گاڑھے اور گزی میں لپٹا ہوا تھا اس کے حسن کی اب کیا کیفیت تھی اسکا جواب تو ڈاکٹر صاحب ہی دے سکتے ہیں یہ ہم نے بھی دیکھا کہ جس سر میں روزانہ دو دو تین تین دفعہ کنگھی ہوتی تھی اب وہ تیل سے قطعاً ناآشنا تھا بچہ کا خط آئے ہوئے ڈہائی مہینے ہو چکے تھے اس نے بھی جان پر بنا دی تھی دیوانوں کی طرح چلتی پھرتی اور چاروں طرف کچھ سوچتی پھرتی رہتی یہ وہی وقت تھا کہ کسی نامعلوم طاقت کی طرف رجوع کرنا پڑا وہ نماز فجر کے بعد گھنٹوں سجدہ میں روئی اور بچہ کی خیریت کی گڑ گڑا گڑ گڑا کر دُعائیں مانگتی۔ ایک روز اسی طرح نماز سے فارغ ہو کر کام پر جا رہی تھی کہ ایک برقع پوش عورت سامنے آتی ہوئی دکھائی دی۔ کلثوم بی کو دیکھ کر ٹھٹکی اور کہا۔

”ڈاکٹرنی صاحب یہ کیا حال ہے میں تو آپ ہی کو بُلانے جا رہی تھی بچی رات سے درد میں تڑپ رہی ہے اب ہم فیس تو در کنار پان کا ٹکڑا بھی دینے کے قابل نہیں ہیں بچہ کسی عنوان نہیں ہوتا۔

کلثوم بی نے آج اپنی مدد ناغہ کی اور بڑھیا کے ساتھ ہولی۔ ایک ٹوٹے ہوئے گھر میں جہاں بیٹھنے کو جگہ تک نہ تھی ایک عورت درد میں بلبلا رہی تھی دن بھر کی بھوکی پیاسی وہیں موجود رہی ایک دفعہ گھر آکر کچھ دوائیاں لیں اور تمام رات مریضہ کے پاس بیٹھی رہی صبح ہوتے بچہ پیدا ہوا تو ہزاروں دُعائیں اور بیٹیوں کی لیتی ہوئی رخصت ہوئی۔

جب وہ دروازہ میں پہونچی تو برقع والی نے اس کے پاؤں کو ہاتھ لگا کر کہا ”یہ دو دو چاندی کی چوڑیاں لینی جائیے میری بڑی نواسی کی ہیں، اس کے سوا ہمارے پاس کچھ نہیں ہے، آپ نے جو سلوک کیا ہے اسکا بدلہ خدا دے گا ہم اس لائق نہیں خدا تمھارے دل کی مراد پوری کرے۔“

دل کی مراد پر کلثوم بی کی آنکھ سے آنسو نکل پڑے وہ اندر آئی اور اپنے ہاتھ سے بچی کو چوڑیاں پہنا کر کہا ”آپ کی دُعا میری محنت کا کافی معاوضہ ہے یہ چوڑیاں میری طرف سے اس بچی کو پہنا دیجے خدا اسکو نصیب کرے۔“

کلثوم بی آج سے پہلے بارہا خدا کے حضور میں حاضر ہوئی اس نے نمازیں بھی پڑھیں روزے بھی رکھے مگر سکون قلب نہ نصیب ہوا۔ وہ بزرگوں کی خدمت میں بھی حاضر ہوئی۔ مزاروں پر بھی پہنچی لیکن جو چٹک دل کو لگی ہوئی تھی اور جو آگ اندر ہی اندر سلگ رہی تھی وہ کسی طرح ٹھنڈی نہ ہوئی مگر اسوقت جو مسرت اسکو حاصل ہوئی وہ الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی اس کے دل کا کنول کھل گیا وہ باغ باغ تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شاید ادریس کے گلے لگانے سے بھی اسکو اس سے زیادہ خوشی نہ ہوتی۔ جذبہ مسرت اسقدر غالب آچکا تھا کہ وہ چند لمحے کے لئے بچہ کو بھول چکی تھی۔ ضمیر اسکو بتا رہا تھا کہ ایک نیک کام کرنے کے بعد قلب انسانی پر کیا کیفیت گذرتی ہے۔ وہ اپنی گلی میں مڑنا چاہتی تھی کہ اس نے موٹر میں چیف کمشنر صاحب کی بیگم کو دیکھا جو اس کی صورت دیکھتے ہی اُتر پڑیں ہاتھ ملایا اور کہا ”میں آپ کے بچے کو مدد دینے کے واسطے اسی روز ولایت روانہ ہوئی تھی اس وقت سیدھی اسٹیشن سے آرہی ہوں۔ مسٹر ادریس بالکل تندرست ہیں۔ وہ نہ صرف اسی

الزام سے بری ہو گئے بلکہ امتحان میں کامیاب ہوئے اور چندر و زکے واسطے اسی جگہ جوائنٹ مجسٹریٹ کی حیثیت سے تعینات ہوئے ہیں امتحان کی مصروفیت کی وجہ سے وہ آپ کو خط نہ لکھ سکے آیندہ جمعہ کی صبح کو وہ یہاں پہنچ جائیں گے۔ شام کو آپ اور وہ ہمارے ساتھ کھانا کھائیے"۔

کلثوم بی بی کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اس کی زبان سے ایک لفظ نہ نکل سکا۔ البتہ مسرت کے چند آنسو اس کے رخسار پر بہے۔ اس نے میم صاحب سے صرف اتنا کہا کہ "میں آپ کا شکریہ کس طرح ادا کروں"۔

آج اسکو معلوم ہوگیا کہ خدا کی بے کس اور لاچار مخلوق کی طاقت کیا وزن رکھتی ہے۔ یہ ہی وہ جماعت ہے جو طاقتور انسانوں پر حکومت کر رہی ہے انکی زبان سے نکلے ہوتے الفاظ خدائی میں راج کرتے ہیں اور فرشتے ان کو سر آنکھوں پر رکھتے ہیں۔ گھر پہنچی تو دیکھا کہ داماد جس نے بیوی کو نکال دیا تھا۔ نادم و شرمسار معافی قصور کا طالب ہاتھ جوڑے کھڑا ہے۔

(۱۱)

کلثوم کی مصیبتیں ختم ہوئیں اور اس کے ساتھ ہی اس کی داستان، کیسی خوفناک رات تھی، گھٹا ٹوپ اندھیرا، گھرا ہوا بادل، چمکتی ہوئی بجلی، سمندر کا کنارہ، نہ منزل کا نشان الحفیظ الامان، ٹوٹی ہوئی کشتی قریہ نہ بستی، قیامت خیز سفر اور اکیلی جان سنگی نہ ساتھی، انسان نہ حیوان،

کس کو خبر تھی کہ کلثوم بی کی یہ رات اپنے ساتھ صبح بھی رکھتی ہے یہ بزم ماتم مجلس مسرت ہوگی یہ سناٹا رنگ رلیوں سے بدلیگا یہ مصیبت راحت کا لباس پہنے گی۔ اور اس کلثوم کا اجڑا ہوا گھر بس کر ایسا دربار بنے گا کہ دیکھنے والے دنگ رہ جائیں گے۔

آسمان ہر صبح کو علی الاعلان اور زمین ہر رات کو ہانکے پکارے جاگنے اور سونے والوں کے کان میں دنیا کی تاریخ دہرا کر قدرت کا یہ پیام پہونچا رہے تھے کہ اطمینان و مسرت دولت و غربت انقلاب کے کاغذ میں پلٹے ہوئے کھلونے ہیں۔ اس مسرت کی تہہ میں آفت اور اس قند کے نیچے زہر موجود ہے۔ دیکھنے والی آنکھیں بڑھ کر دیکھیں اور سننے والے کان غور سے سن لیں۔ انسانی زندگی اور اس کی کسی حالت کو قیام نہیں۔ تندرست بیماری کو، دولتمند افلاس کو اور ہنسنے والے رونے کو سامنے رکھیں اور سر پر آیا سمجھیں، طاقت ور اپنی قوۃ کے زعم میں، مالدار اپنی دولت کے گھمنڈ میں اور مطمئن اپنے اطمینان کے غرور میں مستقبل کو نہ بھولے جو نہ معلوم کس قدر آفات کا پیش خیمہ ہے۔ چاند اپنی روشنی میں۔ بلبل اپنے نغموں میں قمری اپنی کیفیت میں تغیر کی تفسیر با آواز بلند کر رہی ہے مگر دنیا اور اس کے رہنے والے اپنی فانی خوشیوں میں مگن ہیں۔

مظلوم کلثوم بی کی تکالیف ختم ہو گئیں لیکن ظالم ڈاکٹر اطمینان کی نیند سو رہا ہے۔ اسکو نہیں معلوم کہ وہ بدنصیب جو میرے ہاتھوں تباہ و تاراج ہو چکی۔ جس بیگم کو میں نے بھیک منگوا دی۔ جس معصوم کو جیل خانہ پہونچانے میں کسر نہ چھوڑی جس بیچاری بچی کے مستقبل کو میں نے غارت کر دیا۔ ان کا بھی کوئی حامی موجود ہے اور وہ بھی اسی خالق کی مخلوق ہیں جس نے مجھ گوشت کے لوتھڑے کو یہ اعزاز و اکرام عطا فرمایا۔

رات کے پچھلے پہر میں چاند قہقہے لگا رہا تھا اور نرگس و یاسمین کی نوشگفتہ کلیاں ہنسی کے مارے دوہری ہوئی جاتی تھیں ڈاکٹر صاحب پھولوں کی لپٹ اور عطر کی مہک میں بے خبر پڑے سوتے تھے کہ آسمان اور زمین نے ایک عجیب سوانگ دیکھا۔ کپتان پولس ڈاکٹر صاحب کے سرہانے کھڑا کہہ رہا ہے۔

"ہشیار ہو اور میرے ساتھ چلو۔ پرسوں صاحب ڈپٹی کمشنر کی دعوت میں آپ نے سول سرجن کی میم سے جو مذاق کیا اور آپ نے اس کی معافی بھی مانگ لی اسکا یہ کینہ بدلا لیا کہ میم صاحب کو دوا میں زہر دے دیا جس کی وجہ سے وہ جانبر نہ ہو سکیں پوسٹ مارٹم میں یہاں پچھلے کا ست نکلا۔

ڈاکٹر صاحب۔" آپ ذرا انسانیت سے گفتگو کیجے۔"

کپتان پولیس انگریز تھا۔ غریب کلثوم نہ تھی۔ ہنسکر کہا" بہت اچھا۔ انسانیت سے گفتگو پیچھے کرونگا۔ پہلے ہتھکڑی ڈالوں گا۔" کانسٹبل نے ہتھکڑی ڈالدی اور ڈاکٹر صاحب حوالات میں پہونچے۔

ہندوستان بھر کے منتخب اور مشہور وکیل اور بیرسٹر آئے مگر ضمانت نہ ہو سکی۔ سات مہینے ڈاکٹر صاحب حوالات میں رہے۔ جائداد کوڑیوں کے مول بکی۔ روپیہ ختم ہوا۔ موٹر نیلام ہوئی اور گھر کا اسباب بکنا شروع ہوا۔ بیوی اور بچوں پر فاقے کی نوبت آگئی۔

فرد جرم لگ چکی۔ صفائی کے گواہ ہو گئے جرم ثابت اور سزا یقینی اور نتیجہ ظاہر تھا۔ وکیل مایوس ہو کر کنارے ہو گئے اور اب حکم آخر کا انتظار تھا۔

فیصلہ سے دو روز قبل ڈاکٹر صاحب پر فالج گرا ایک ٹانگ اور ہاتھ قطعی بیکار ہو گئے۔ اور اس کے ساتھ ہی آنکھوں کا بھی قریب قریب خاتمہ ہو گیا۔ غالباً ایک روز پہلے ڈاکٹر صاحب کی درخواست پر انکو عزیزوں سے ملنے کی اجازت دی گئی اور اویس کی ضمانت پر ان کو تنہائی میں کلثوم بی سے گفتگو کرنے کا موقع ملا۔

کس قدر عبرت انگیز نظارہ سماں جب ڈاکٹر صاحب نے کلثوم بی کے قدموں میں گر کر کہا۔

"میں اپنے کئے کی سزا بھگت چکا مگر میری شیطنت اس سے زیادہ سزا کی مستحق ہے جو ابھی فیصلہ کے بعد بھگتوں گا۔ میری دنیا اب ختم ہو رہی ہے اور مجھکو دھکے دے دے کر نکال رہی ہے۔ مجھ سے زیادہ گندی ذلیل اور جفا کار ہستی اس دنیا میں موجود نہ ہوگی۔ میں نے اپنے جذبہ انتقام میں شرافت انسانیت بالائے طاق رکھ کر تم جیسی فرشتہ خصلت عورت کے ساتھ جو کچھ کیا اس پر ہر طرف سے مجھ پر لعنت برس رہی ہے اور خود میرا ایمان میری زندگی پر ملامت کر رہا ہے۔ میں نے جب سے سُنا ہے کہ تمھارے بچہ نے سفارش کی ہے میں تمہاری شرافت پر سر دُھن رہا ہوں اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم سے کیا کہوں۔ خدا تم کو اور تمہارے بچہ کو اس دُنیا میں خوش رکھے میں نے جو کیا وہ بھگتا اور جو بویا وہ کاٹا۔

کل فیصلہ ہے اور پھانسی یقینی۔ اگر میرے قصور معاف کر دو اور مواخذہ آخرت سے بچالو تو مجھ پر نہیں ان بزرگوں پر رحم کرو جن کی پاک روحیں مجھ پر لعن طعن کر رہی ہیں۔"

**کلثوم بی**" ڈاکٹر صاحب! آپ نے جو کچھ کیا یہ وسوسۂ شیطانی تھا۔ مرد اور عورت کے جذبات کی دنیا مختلف ہے۔ آپ کا جذبہ انتقام غلط تھا۔ خدا معاف کرے۔ میں نے بھی معاف کیا۔ اگر میں نہ سنبھلتی اور میرے جذبات بھی مشتعل ہو جاتے تو یقیناً میرے ساتھ میرے دونوں بچے برباد ہو جاتے۔ میں نکاح ثانی کے جذبات میں غوطے کھاتی ہوئی ابھری۔ اور الحمد للہ صحیح سالم کنارے پر پہونچی۔ مجھ سے صاحب ڈپٹی کمشنر نے تو وعدہ نہیں کیا مگر کمشنر صاحب نے میری درخواست منظور کر لی ہے اور آپ کے ساتھ فیصلہ میں رعایت کی اُمید ہے۔ خدا آپ کے اوپر رحم کرے۔ میں آپ کی غلطیاں معاف کرتی ہوں اور دُعا کرتی ہوں کہ آپ کی تکالیف خوشی سے بدلیں!"

(۱۲)

ڈاکٹر صاحب کے خدائی فیصلہ کی صدا مسلمان عورتوں کے کان تک پہونچی اور ان کو معلوم ہوگیا کہ تحفظ عصمت اور بچوں کی حفاظت میں قدرت نے کس حد تک کلثوم کی اعانت کی۔ جس وقت وہ بے کس و تنہا سمندر میں ڈوب رہی تھی اسوقت اس نے اپنے جذبات پر قابو پایا اور اس طرح خدا نے اسکا بیڑا پار کیا۔ اس وقت کی دنیا میں اسکو دو چار یا دس پانچ نہیں ہزار ہا مسلمان شرع اسلام کے خلاف سمجھ رہے تھے اور آج مجھکو اس لئے کہ اسکو سراہ رہا ہوں نہ معلوم کس قدر گنہ گار خیال کرینگے۔ بہرحال اس فیصلہ کا وقت آئے گا لیکن مسلمان عورت کو یقین کرنا چاہئے کہ اس کی عصمت سرکار دو عالم کی وہ امانت ہے جس کے متعلق تاجدار عباسی کے الفاظ آج بھی تاریخ میں گونج رہے ہیں اور بچوں کی تربیت خدا کی وہ امانت ہے جس پر قوم کی تباہی و اصلاح کا انحصار ہے۔ جس سے اسلام بنے گا یا بگڑے گا اور اس کی ذمہ دار مائیں اور صرف مائیں ہونگی۔

ڈاکٹر صاحب رہا کر دئے گئے اور ان کا مضغہ گوشت حوالات سے باہر پھینکدیا گیا۔ انکی باوفا بیوی دوران مقدمہ میں مرچکی تھی۔ لڑکا باہر چلا گیا تھا اور لڑکیاں اپنے اپنے گھروں میں تھیں۔ جج نے اپنے فیصلہ میں لکھا کہ

اس شخص کی زندگی بہت کم ہے اور اس کے لئے یہ ہی سزا کافی ہے کہ یہ چند روز اور زندہ رہے۔ میں کمشنر صاحب کی رائے سے متفق ہوکر اسکو چھوڑ دیتا ہوں۔ شاید چیل کوے ڈاکٹر صاحب سے اپنا پیٹ بھرتے اور ان کو زمین بھی جگہ نہ دیتی لیکن کلثوم بی اُٹھاکر اپنے گھر لے گئی اور رات کے کھانے پر اس نے چند مرد اور عورتوں کو جمع کیا اور ادریس نے ایک مختصر سی تقریر میں انکی زندگی کے حالات سُنا کر مسلمانوں کو غیرت دلائی۔

---

ادریس کی تقریر ختم ہوئی تو ایک کبڑی عورت موٹا سگار منہ میں دبائے آئی اور کہا۔

"تم لوگ کیا کرتا ہے۔ عیسائی ہوجاؤ۔ عیسیٰ کا بیٹا رام۔ رام کی بیٹی مریم اور مریم کا بیٹا ہم۔ سب عیسائی ہوجاؤ۔ ہم کو بہت سارا روپیہ ملے گا۔"

راشد الخیری

**بیس روپیہ کے تین انعام** چار پانچ سال ہوئے مشہور مضمون نگار محترمہ و۔ ا بلقیس بیگم صاحبہ نے اپنی جاننے والی دس بیبیوں کو عصمت کا ایک ایک پرچہ بطور نمونہ بھجوا کر خریداری رسالہ کی ترغیب دی تھی۔ ان میں سے سات بیبیاں خوشی خوشی رسالہ کی خریدار ہوگئی تھیں۔ ہمارے پاس گذشتہ سال کے کچھ پرچے ضرورت سے زیادہ بچ گئے ہیں ہم چاہتے ہیں یہ پرچے بالکل مفت تعلیم یافتہ خواتین کو بھیجدئے جائیں۔ محترمہ و۔ ا صاحبہ کی طرح جن بہنوں کو ترقی عصمت کا خیال ہے وہ اپنی اُن سہیلیوں اور ملنے جلنے والی خواتین کے پتوں سے ہمیں مطلع فرمائیں جو رسالہ کی خریدار نہیں لیکن جن سے وہ خریداری رسالہ کی توقع کرسکتی ہیں ہم ان پتوں پر گذشتہ سال کا ایک ایک پرچہ مفت بطور نمونہ بھیجدینگے اس طرح ہر بہن کی طرف سے دو ایک خریدار مل سکیں گے۔ ان پتوں میں سے سب سے زیادہ خریدار جن بہن کی طرف سے ملیں گے انھیں دس روپیہ بطور انعام دئے جائینگے۔ دوسرے نمبر پر جن بہن کے بھیجے ہوئے پتوں میں سے خریدار پیدا ہونگے انھیں پانچ روپیہ کا انعام دیا جائیگا اور کم سے کم دو خریدار جن بہنوں کی طرف سے ہونگے انہیں بھی ۵ روپیہ کا ایک انعام بذریعہ قرعہ تقسیم کیا جائیگا۔ چونکہ فروری کے پرچے میں انعامات کا اعلان کردیا جائے گا اس لئے پتے جلد سے جلد آجانے چاہئیں۔

منیجر

# سیاست ہند

از محترمہ شائستہ اختر بانو سہروردی بی اے (آنرس)

## گول میز کانفرنس کے بعد

گول میز کانفرنس کے اختتام پر پہلے پہل تو حالت اُمید افزا رہی۔ کیونکہ گورنمنٹ گاندھی جی کو چند روز کے لئے اپنا معاون بنانے میں کامیاب ہوگئی۔ ان تجاویز کو دیکھتے ہوئے جو گول میز کانفرنس میں منظور ہوئی تھیں کانگریس کو بھی ماننا پڑا کہ واقعی ہندوستان کو مزید حقوق ملنے والے ہیں۔ کانفرنس کے نمائندوں نے گاندھی جی کو اور بھی یقین دلایا اور بالآخر وہ معاہدہ قائم ہوا جس کو کہ "گاندھی ارون پیکٹ" کہتے ہیں۔ یعنی گاندھی جی دوسری گول میز کانفرنس کی شرکت پر راضی ہوئے اور سول نافرمانی بند کردی۔ گاندھی جی اور کانگریس کے اس صلح کل رویہ کی وجہ یہ تھی کہ سول نافرمانی ہر حال میں بند کرنی پڑتی۔ کیونکہ مُلک اس سے تنگ آچکا تھا۔ دوسرے اگر کانگریسی اب بھی الگ رہے تو ان مزید حقوق میں جو ہندوستان کو اب ملنے والے تھے۔ ان کا کوئی ہاتھ نہ ہوتا۔ اور اس طرح سے گویا ہندوستان کی اصل بہبودی میں کوئی بھی حصّہ نہ لیتا۔ ان باتوں کو دیکھتے ہوئے کانگریس شرکت پر راضی ہوگئی اور ملک میں عام طور سے اُمید اور اطمینان کی لہر دوڑ گئی۔ لیکن پھر فضا پر تاریکی چھاگئی۔ فرقہ وارانہ کشیدگی روز بروز بڑھ رہی تھی اور جب تک اس کا فیصلہ نہ ہو کسی قسم کی ترقی ناممکن تھی۔ دوسرے والیانِ ریاست بھی فیڈریشن میں داخل ہونے پر اب کچھ زیادہ مستعد نہ تھے۔

ان حالات میں دوسری کانفرنس منعقد ہوئی۔ عام خیال تھا کہ اس کانفرنس کو چنداں کامیابی نہ ہوگی۔ کیونکہ مُسلمان اور دوسرے اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کی شرط ہندو قبول نہ کرتے تھے اور اپنے حقوق کے حفاظت کے وعدے کے بغیر یہ لوگ ایک قدم بھی آگے بڑھانا نہ چاہتے تھے۔ ان لوگوں نے اپنے مطالبے وزیر اعظم کے سامنے پیش کئے اور اس کا اچھی طرح اظہار کردیا کہ بغیر ان کے پورے ہوئے وہ کسی طرح بھی فیڈریشن میں حصہ نہ لینگے۔

گاندھی جی کی موجودگی عملی طور پر کچھ زیادہ مفید نہ ثابت ہوئی۔ کیونکہ ایک تو اُنہوں نے کوئی خاکہ ایسا پیش نہ کیا جس پر عمل کیا جاسکے۔ دوسرے ان کی رائے سے سارے ہندوستانی تو ایک طرف تمام ہندو بھی متفق نہ تھے۔

گاندھی جی نے فرقہ وارانہ سمجھوتہ کی بھی کوشش کی لیکن اسمیں بھی کامیابی بھی نہ ہوئی۔

بہر حال جب کانفرنس ختم ہوئی تو مختلف معاملات کے طے کرنے کے لئے مختلف کمیٹیاں بنائی گئیں۔ مزید

حقوق دینے کے وعدے ہوئے۔ اور یہ طے ہوا کہ اگر مختلف پارٹیاں خود کسی فیصلہ پر نہ پہنچ سکیں تو گورنمنٹ فیصلہ کرے۔
کانگریس اور گورنمنٹ کے باہمی اختلافات تو اس وقت بھی ایک طرح سے جاری تھے۔ گو گاندھی جی کانفرنس میں شریک ہوئے پر کانفرنس ختم ہونے پر تو پورے زور و شور سے مخالفت شروع ہو گئی۔

گاندھی جی کی واپسی سے پہلے ہی حالت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ گاندھی جی کو سوائے ان کا ساتھ دینے کے اور چارہ نہ تھا اور یہ ہی کانگریس والوں کا مقصد تھا۔ سرحد میں سرخ قمیص والوں کی بغاوت شروع ہو گئی اور صوبجات متحدہ میں پنڈت جواہرلال نہرو گورنمنٹ کے خلاف تحریک میں مصروف ہوئے۔ ان صورتوں میں ایک نام نہاد کوشش کے بعد جس میں گورنمنٹ سے کامل آزادی اور کانگریس کے ہاتھوں پورے اختیارات کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ سول نافرمانی شروع کر دی گئی ملک پھر فساد ہڑتال اور بائیکاٹ کی مصیبتوں میں پھنس گیا۔ قتل اور قاتلانہ حملوں کی تعداد روز بروز بڑھتی گئی پولیس اور کانگریس والوں میں بے انتہا کشیدگی پھیلنے لگی۔

کانگریس کی تحریک پر جگہ جگہ پکٹنگ ہونے لگی ولایتی کپڑے جلائے جانے لگے اور ہڑتالیوں کا پھر زور ہو گیا۔ یہ سب اس لئے کیا گیا کہ پولیس سے مقابلہ ہو اور اس طرح پولیس والوں کی زیادتی دکھا کر ملک کی ہمدردی حاصل کی جائے اس زمانہ میں گورنمنٹ نے ان باتوں کو روکنے کی پوری کوشش کی۔ ریفارمز کے سلسلہ میں بعض لیڈروں کا خیال تھا کہ فیڈریشن تو بہت اہم معاملہ ہے۔ فی الحال صوبجاتی آزادی ہی پر اکتفا کرنا چاہئے۔ اس اثنا میں گورنمنٹ نے خود فرقہ وارانہ فیصلہ کرنے کا اعلان کیا اور والیان ریاست نے فیڈریشن میں اپنی شرکت منظور کی بشرطیکہ ان کے چند حقوق کی حفاظت کی گورنمنٹ ذمہ داری لے۔

غرض اس زمانہ سے لیکر جب دوسری گول میز کانفرنس ختم ہوئی اس وقت تک جب کہ وزیر اعظم نے کمیونل اوارڈ کا اعلان کیا سوائے شور و فساد اختلاف اور فرقہ وارانہ جھگڑوں کے اور کچھ نہ ہوا۔ ان کی تفصیل سیاسی حالت کے سمجھنے کے لئے چنداں ضروری نہیں ہے۔

## سیف گارڈز یا سامان تحفظ

ہندوستانیوں کی انتہا پسند جماعت کے نزدیک بعض اختیارات کا ہنوز وائسرائے اور گورنر کے ہاتھ میں ہونا ذمہ دار حکومت کے خلاف ہے لیکن ہندوستانیوں کی وہ جماعت جو خیالی نظریوں سے نہیں بلکہ عملی اختیارات سے بحث رکھتی ہے۔ ہندوستانی ذمہ دار حکومت کی معاون ہے نہ مخالف۔ کیونکہ ان کے نزدیک جو چیز خود مختارانہ حکومت کا خاتمہ کر سکتی ہے وہ برطانوی اختیار نہیں۔ کیونکہ برطانیہ نے اس امر کو مان لیا ہے کہ ہندوستان مثل دوسرے ممالک کے ڈومینین سٹیٹس ہو کر رہے گی۔ بلکہ ڈر ہے کہ ہندوستان خود مختار حکومت کا بوجھ اُٹھا نہ سکے اور مختلف فرقوں کی خانہ جنگی اور کسی ایک فرقے کی دوسروں پر کامیابی آزادی اور خود مختاری کا خاتمہ کر دے۔ اس لئے وائسرائے کے ہاتھ میں چند اختیارات کا رہنا اسکا ذمہ دار ہے کہ خود مختارانہ

حکومت کسی ایک فرقہ کی دوسروں پر حکومت کرنے سے یا مشینزم سے ختم نہ ہو جائے۔ کیونکہ حکومت کا خاکہ قائم رہیگا تب ہی خود مختارانہ اور ذمہ دارانہ حکومت چل سکتی ہے۔

سیف گارڈز تین حصّوں میں منقسم ہوں گے ایک تو وہ اختیارات جو ہر قسم کی حکومت میں حکومت کے افسرِ اعلیٰ کے ہاتھ ہوتے ہیں جن کو وہ اس زمانہ میں استعمال کرسکتا ہے۔ جب طرزِ حکومت ٹوٹ گئی یا ٹوٹنے والی ہو۔ ان اختیارات کے متعلق صرف یہ عذر ہے کہ یہ وائسرائے کے ہاتھ میں نہ ہوں جو ہندوستانیوں کے نمائندوں کا منتخب شدہ نہیں بلکہ برطانوی گورنمنٹ کا منتخب شدہ ہے۔ لیکن خود اختیارات پر اعتراض کسی فرقے کو بھی نہیں ہے۔

دوسرے اختیارات وہ ہیں جو موجودہ سیاسی حالت میں ضروری ہیں۔ مثلاً ایسے اختیارات جنکے ذریعہ سے اقلیتوں کے حقوق دلوائے جائیں یا فیڈریشن کے دوسرے ممبروں کے حقوق کی حفاظت کی جاسکے۔

تیسرا سیف گارڈ فوج کا اختیار ہے یہ اس لئے کہ تبدیلی کے پُرخطر زمانے میں ہندوستان کے باشندوںکو امن حفاظت اور اتحاد دیا جاسکے۔ کسی ایک فرقہ کے ظلم اور دعوے سے دوسروں کو بچایا جاسکے کسی ایک فرقے کی فتوحات اور بغاوت کے خلاف روک تھام کی جاسکے اس کے لئے ایک بالکل غیر جانب دار فوج کی ضرورت ہے۔ اور یہ غیر جانب داری صرف اس صورت میں حاصل ہوسکتی ہے۔ فوج وائسرائے کی صلاح کے مطابق اور اسکے ماتحت کام کرے۔ ہندوستان کی فوج زیادہ تر ہندوستانیوں کی ہو۔ تعداد اور فوجی اخراجات کم کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ لیکن اس کا انحصار ہندوستان کی حالت پر ہوگا۔ جتنا زیادہ امن وامان وحفاظت کے سامان ہوں گے۔ بغاوت و سازش کی کمی ہوگی اتنی ہی فوج کی تعداد میں کمی کی جائے گی۔ اور نہ صرف اندرونی امن بلکہ اُن خطرات کے مطابق فیصلہ ہوگا جو ہندوستان کو دوسرے ملکوں سے ہے۔

آخری سیف گارڈز کا تعلق فنانس یعنی روپیہ سے ہے۔ اس کے بھی تین حصّے ہیں۔ اول کا تعلق ان ذمہ داریوں اور قرضوں سے ہے جو ابتک کی جاچکی ہیں اور جن کی ادائیگی باقی ہے۔ دوسرے کا تعلق اس زمانے سے ہے جبکہ ذمہ داری برطانوی ہاتھوں سے ہندوستانی ہاتھوں میں آرہی ہو۔ تیسرا حصّہ ان موقعوں کے لئے ہے جب مُلک کی سیاسی حالت اور کسی اور وجہ سے ملک کی مالی حالت کا شیرازہ بکھرنے کو ہو۔ ان حالات میں امن وتباہی سے بچا سکنے کے لئے وائسرائے کو چند اختیارات ہوں گے۔ فنانس کے سیف گارڈز کے خلاف سبسے زیادہ احتجاج ہے۔ کیونکہ ایک طرف ہندوستانیوں کو یہ یقین کہ ان کے مفاد کی پروا نہیں کی جاتی دوسری طرف وہ انگریز تاجر جن کا سرمایہ ہندوستان میں ہے خائف ہیں کہ ان کے حقوق کی پوری حفاظت نہیں کی گئی۔ لیکن فنانس نہایت ہی مشکل امر ہے اور اسکے حل کرنے میں بیحد دور اندیشی کی ضرورت ہوگی۔ آخری تجویز یہ تھی کہ مختلف نوکریوں کے ذریعہ حکومت کا ادب انصاف اور استحکام قائم

# فرض شناسی

سچی ہمدردی۔ اور بنی نوع انسان کی بھلائی میں کوشاں نظر آنا ہمارا فرض اولین ہے۔ اسلام کی حقیقی تعلیم کے مطابق ہمیں مبتلائے آلام و مصائب بندوں کی درد و تکالیف کا احساس کرتے ہوئے متاثر ہوکر ان کی اذیت کو ہٹانے اور شریک غم ہوکر ان کی امداد کرنی لازمی ہے۔ بھوکوں کو کھلانے پلانے اور ضرورت مندوں کی حاجت روائی۔ یتیموں کی سرپرستی جاہل اور نادان لوگوں کو حتی الامکان حسن و قبح ذہن نشین کرانی۔ اور حق و باطل کا امتیاز سمجھانا۔ لوگوں سے مہربانی اور محبت سے پیش آنا اور بے زبان جانوروں پر لطف و عنایت سے پیش آنا۔ سچی خدمت خلق ہے۔ اگر ہم اپنا لائحہ عمل اسکو قرار دیکر دُنیا کے سب کاموں میں عملی جدوجہد دکھلائیں تو ہماری ترقیوں میں روز افزوں اضافہ ہوتا جائے گا۔ اور اپنے خالق کے آگے سرخروئی جو حاصل ہوگی سو جدا۔ ہمارے اخلاق اُسی وقت ارفع و اعلیٰ کہلانے کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ جبکہ ہم نوع بشر کی فلاح بہبود کے لئے اپنے خون بہادیں۔ اپنی عزیز ترین شئے یعنی دولت کو قربان کرنے میں عذر نہ ہو۔

انسانی زندگی لطافت آفریں ہونیکے علاوہ ظاہری حسن۔ پاکیزگی معقولیت اور معانی پسندی سے معمور ہونی چاہیئے۔ ایسی کہ دنیا کے مشہور اور کامل مصور بھی اسکی دلکشی اور حسن آفرینی کی نقش کشی میں ناکام رہجائیں۔ اور ان کے موقلموں سے حیات انسانی کی رنگ آمیزیوں کی سحر کاریاں پیدا ہونی دشوار ہوجائیں۔ محبت اور فرض شناسی۔ ایثار اور حسن اس فن کو پایۂ تکمیل کو پہنچاتے ہیں۔ اس کا وقار دُنیا میں قائم ہوجاتا ہے۔

دنیا میں کشمکش حیات کے شعبوں میں فرائض انسانی کا حقیقی رکن دردمندی ہے۔ دردمندی ہمیں سب سے بدتر اور عظیم ترین گناہ دل آزاری سے باز رکھتی ہے اسی سے انسان سب پر فائق اور ساری تخلیق سے مکمل اور خالص ہوجاتا ہے۔ اور مظہر اس اصول کامل کا ہمارا دین اسلام ہے۔ اور اس نظریہ پر کاربند ہوکر اپنے اخلاق کو ایسا ہی شائستہ بنانے میں ہماری دنیا و دین کی بھلائی مقصود ہے۔ بلکہ یقین کیجئے کہ ہر مذہب و ملت میں یہی لائحہ عمل قرار دینا انسانی ہمدردی۔ محبت و اتحاد کی بنیاد رکھنا ہے۔

(ماخوذ از اسلامک ریویو) جمیلہ بیگم کلکتہ

صفحہ ۴۰۷ کا بقیہ

رکھا جائے اور ذمہ دار حکومت کرنے کا بہترین طریقہ انہیں نوکریوں کے ذریعہ تھا۔ اسپر سب متفق تھے اور۔ نوکریوں کے قیام کے لئے تحفظ کے طریقے سول سروس کمیشن پیش کرے گی۔

یہ تجاویز تھیں جو گول میز کانفرنس میں پیش کی گئیں۔ ان پر کیا رائے زنی ہوئی اور ہندوستان میں یہ کس نظر سے دیکھی گئیں یہ آئندہ مضمون میں لکھوں گی۔

# سطحی تعلیم

بہت عرصے سے میں نے پھر عصمت میں کوئی مضمون نہیں بھیجا اب انشاء اللہ کوشش کروں گی کہ اسکی تلافی ہوجائے - یہ میں پہلے بھی لکھ چکی ہوں اور اب پھر مکرر کہتی ہوں کہ میرے مضامین کی عبارت میں میرے خاوند مدد کرتے ہیں کیونکہ میں ابھی تک اچھی طرح سے اُردو نہیں لکھ سکتی - اور ہندوستان آکر اشتغال اور انکار کی وجہ سے اُردو میں میں نے جیسا چاہیئے تھا ایسی ترقی نہیں کی -
میں مضمون لکھنے سے ذرا اِس لئے گھبراتی ہوں کہ گو میں اب اپنے آپ کو ہندوستانی ہی سمجھتی ہوں اور ہندوستان کی عزت اور ذلت کو اپنی عزت اور ذلت سمجھتی ہوں تاہم مجکو یہ ڈر ہے کہ میری تنقید اور نکتہ چینی سے میری بہنیں یا بھائی مجھ سے ناراض نہ ہوجائیں - یہ میرے لئے ذرا بھی مشکل نہیں کہ میں ہندوستان کی ہر بات کی تعریف میں رطب اللسان ہوجاؤں - مگر میں یہ تو چاہتی ہوں کہ میری ہندوستانی اور مسلمان بہنیں یورپ کی عورتوں سے اُن کی اچھی باتوں میں اُن سے ذرا بھی پیچھے نہ رہیں اور اللہ سے دعا کرتی ہوں کہ اللہ وہ دن لائے کہ یورپ اور امریکہ والے ہندوستان والوں اور مسلمانوں کی نقل کریں اور تمام عمدہ باتیں یہاں سے نکلیں -

میرا یہ ایمان ہے اور میں اِس بات کی قائل ہوں کہ سچا اسلامی تمدن اور سچی اسلامی تہذیب تمام دنیا کے لئے نور ہدایت رہی ہے - ہندوستان کے فلسفے اور عقلمندی کی دنیا اب تک مدح خواں ہے - مگر مسلمان اور ہندوستان اپنی تہذیب اور اپنی معاشرت کھو چکے ہیں اور تعلیم یافتہ متوسط اور اعلیٰ طبقہ میں اب جو کچھ ہے وہ یورپ کی سطحی تہذیب اور تمدن کی جھلک ہے جو کہ موجودہ سطحی تعلیم کا نتیجہ ہے - لہٰذا میں جس معاشرت کی تنقید اور نکتہ چینی کرتی ہوں وہ یہی آدھا بٹیر اور آدھا بٹیر ہے - جو نہ یورپین ہے اور نہ ہندوستانی یا اسلامی - بلکہ یورپ کی بدترین باتوں کی اندھی نقل ہے -

پہلے تو مجکو یہ خیال تھا کہ ہندوستانی مدرسوں میں علم صحت اور صفائی وغیرہ کے متعلق کچھ پڑھایا ہی نہیں جاتا یہاں کے تعلیمی نصاب میں لڑکیوں کے لئے سینا پرونا کھانا پکانا اور امور خانہ داری کے متعلق کچھ ہے ہی نہیں - ان مدرسوں سے نکلی ہوئی لڑکیوں کو ان باتوں کا علم ہی نہیں ہے - مگر اب معلوم ہوا کہ نصاب میں تو یہ سب باتیں ہیں مگر ان کا علم صرف امتحان پاس کرنے کے لئے ہوتا ہے - اِن باتوں پر عمل کرنے سے کوئی غرض نہیں - مدرسے کی لڑکیاں اِن باتوں کے متعلق کبھی کچھ سوچتی ہی نہیں نہ ان کو سوچنا سکھایا جاتا ہے نہ ان کو سوچنے کی فرصت - صرف رٹنے سے کام تاکہ امتحان کے وقت جواب ٹھیک دیا یا لکھا جا سکے - ہندوستان کی ساری تعلیم کا چاہے اسکول کی ہو چاہے کالج کی اور چاہے یونیورسٹی کی یہی بنیادی اُصول ہے کہ امتحان میں جواب ٹھیک دئے جا سکیں - ہندوستان کے تعلیم یافتہ لوگوں کو اُن تمام باتوں کا علم محض علم ہے جن کا یورپ والوں کو ہے - ہندوستانی ایسے مضامین لکھ سکتے ہیں اور ایسی تقریریں کر سکتے ہیں جن کو سن کر یورپ کے لائق سے لائق لوگ بھی حیرت کریں - مگر ان تحریروں اور تقریروں میں رٹے ہوئے جملے اور رٹے ہوئے خیالات ہیں - ان کے ثبوت میں میں ایسی دنداں شکن مثالیں پیش کرسکتی ہوں کہ سننے والے کو سر تسلیم خم کرنا پڑے - مگر لوگوں کے ناموں اور اُن کی تحریروں اور تقریروں اور اُن کے متضاد افعال کا حوالہ دینا پڑیگا جس کا یقینی نتیجہ اُن کی دشمنی کا مول لینا ہے - میرے خاوند نے مجکو کئی ایک

ایسی مثالیں دکھائی نہیں۔

جس طرح کہ جلسے اور اُوکارٹ لئے ہیں اسی طرح یورپ والوں کی طرح کپڑے پہننا بال درست کرنا۔ پاؤڈر لگانا۔ ناخونوں اور ہونٹوں کو لال کرنا یورپی انداز سے چلنا بیٹھنا باتیں کرنا کھانا کھانا وغیرہ بھی ایسا سیکھ لیا ہے کہ یورپ والے بھی شرمائیں۔ مگر یہ ساری ظاہری اور سطحی باتیں ہیں۔ ان باتوں سے یہی نتیجہ ہوا ہے کہ "کوا چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھولا" اور اگر چال آ بھی گئی تو ہنس نہ ہو سکا۔

اکثر مسلمان تعلیم یافتہ عورتوں نے پردہ تو چھوڑ دیا مگر ساتھ ہی یورپ کی گھٹیا عورتوں کی تمام ظاہری اور سطحی اور ذلیل باتیں بھی اختیار کر لیں۔ ان باتوں کا نقل کرنا مشکل ہے۔

اس بات کی خبر نہیں کہ یورپ کی عورتیں ملک اور قوم کی بہبودی اور اصلاح میں کتنا حصہ لیتی ہیں۔ لاکھوں قوم کی فلاح اور بہبودی کی انجمنوں کو عورتیں ہی چلاتی ہیں۔ صحیح معنوں میں لاکھوں معلمات عورتیں ہیں جو کہ طالبات کے لئے سچے اخلاق اور سچی معاشرت کا خود زندہ نمونہ ہیں۔ اگر کسی معلمہ کا اخلاق ذرا بھی مشتبہ ہو جائے تو انگلینڈ امریکہ اور جرمنی میں یہ ناممکن ہے کہ وہ چوبیس گھنٹے بھی معلمہ رہ سکے انگلستان میں تو ابھی تین چار سال ہوئے معلمہ کو یہ بھی اجازت نہ تھی کہ وہ شادی کر سکے۔ کیونکہ شادی کرنے میں کورٹ شپ عشق بازی اور پوڈر سُرخی اور عطر وغیرہ لگانے کی ضرورت ہوتی ہے اور اپنے حسن کو دکھانے کی بھی اور یہ باتیں معلمہ کی شان کے خلاف تھیں۔

کرسمس (حضرت عیسٰی کی پیدائش کا تہوار) ایسٹر وغیرہ تہواروں میں یورپ کی خوشحال عورتیں پڑوس کے خاندانوں کا کس قدر خیال کرتی ہیں اور کیسی مدد کرتی ہیں اسی طرح پرانے زمانے میں میرے شوہر کہتے ہیں کہ عورتیں بھی عید بقرعید کو غریب لوگوں کی بہت مدد کیا کرتی تھیں۔ جاڑوں میں لحاف وغیرہ تقسیم کیا کرتی تھیں۔ ہندوستان کی تعلیم یافتہ عورتوں میں سے بہت کم ایسی ہیں جو ایسا کرتی ہیں۔ اور جو کرتی ہیں وہ پرانے اثرات سے۔ میں کچھ عرصے سے مصوری میں ہوں۔ یہاں ناچ و رنگ میں ہندوستانی اور مسلمان تعلیم یافتہ خواتین جس دلربائی سے شرکت کرتی ہیں۔ یورپ کے اچھے گھرانے کی عورتوں کو دیکھ یا شاید شکو بھی شرم آئے۔

جرمنی میں متوسط درجے اور متوسط درجے سے اوپر کے طبقے کی عورتیں گھر کے سارے کام کرتی ہیں۔ صبح سے بہت رات تک کاموں میں مشغول رہتی ہیں۔ مجھ سے ایک صاحب نے یہاں یہ کہا کہ یہ اس لئے ہے کہ وہاں نوکر بہت مہنگے ہوتے ہیں۔ ہندوستان میں نوکر بہت سستے ہوتے ہیں۔ یہ بات نہیں ہے گو ایک حد تک ہو بلکہ اصل سبب یہ ہو کہ یورپ کی عورت اپنے گھر کو اپنے ہاتھ سے بنانا چاہتی ہے۔ وہ قلم اکثر سیں جنکی آمدنی لاکھوں روپے ماہوار ہوتی ہے اپنے گھر میں اپنی شخصیت کا رنگ دیتی ہیں۔ اُن کے گھر میں بہت سی چیزیں اُن کے ہاتھ کی بنائی ہوتی ہیں۔ اور پھر اُن کی ترتیب تو بالکل اُسی کی جدت طبع کا اثر ہوتا ہے۔ بہت سی امیر عورتیں بھی جنکے ہاں کافی نوکر ہوتے ہیں بے کام کے نہیں رہتیں۔ علاوہ چند گھر کے کاموں کے وہ بہت سی خیراتی اور بہبودی عام کی انجمنوں میں کام کرتی ہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ ہندوستان کی معزز خواتین بالکل کچھ کام ہی نہیں کرتیں۔ بیشک بہت سی دن بھر کام کرتی رہتی ہیں۔
میرا مطلب زیادہ تر نئی تعلیم یافتہ پود سے ہے جسنے کہ یورپ کی سطحی معاشرت کی اندھی نقل کرنی شروع کر دی ہے۔

اس کا ایک سب سے بڑا سبب یہ بھی ہے کہ گھر میں اور اسکول میں تو جبھو یگانگت نہیں جو علم کہ لڑکیاں اسکولوں میں حاصل کرتی ہیں اگر وہ اُس پر عمل کرنا بھی چاہیں تو موقع نہیں کیونکہ اُنکے گھروں کی رنگت بالکل جدا ہے۔ میں نے ایسی خواتین اور صاحبزادیوں کو دیکھا ہے کہ جنہوں نے ڈاکٹری کی تعلیم کی تکمیل کر لی ہے یا تعلیم پا رہی ہیں، مگر اپنے گھروں میں تندرستی اور صحت کے اصولوں کی وہ بھی

ایسی ہی دشمن نظر آئیں جیسی گھر کی دوسری عورتیں۔

میرے خیال میں جس بات کی اشد ضرورت ہے وہ علم کے ساتھ عملی زندگی کی ہے۔ تعلیم کے ساتھ تربیت اور عملی زندگی تاکہ اُن علمی اصولوں کی عملاً عادت پڑ جائے۔ تربیت کی یہی بنیاد ہے کہ عمدہ باتوں کا فقط علم ہی نہ ہو بلکہ ان باتوں کو اتنی بار کروایا جائے کہ عادت پڑ جائے۔ بغیر اُن باتوں کے کئے چارہ ہی نہ رہے۔ اگر وہ باتیں نہ ہوں تو طبیعت پریشان ہو جائے۔ دل گھبرانے لگے۔ یہاں تک کہ اُن باتوں کو کیا جائے جب کہیں دل کو چین ہو۔ اسکول میں انتظام خانہ داری تندرستی کی تعلیم اور صفائی کی ضرورت کا علم معاشرت کے لئے قریب نکمہ ہے جب تک کہ اُس علم پر عمل اور بار بار عمل نہ کیا جاوے کہ اُس کی عادت پڑ جائے۔ یہی حال پرورش اطفال کے علم اور بیمار کی تیمارداری کے علم کا ہے۔ کھانا پکانے اور سینا پرونے کے علم کے متعلق بھی یہی بات صحیح ہے۔ فقط علم سے کام نہیں چلتا۔ عمل اور مشق کی ضرورت ہے کہ عادت پڑ جائے

یورپ کے ملکوں میں اول تو اسکولوں میں جو علوم پڑھائے جاتے ہیں اُن کے عمل کے بہت موقعے ہوتے ہیں۔ انجمنوں میں اور گھروں میں اُن کی مشق ہوتی رہتی ہے۔ علاوہ اِس کے خود اسکولوں میں بھی کافی مشق ہو جاتی ہے۔ اور پھر امور خانہ داری، پرورش اطفال، کھانا پکانے، سینے پرونے وغیرہ وغیرہ کے الگ الگ مدرسے ہیں جن میں مدت تعلیم ایک سال سے تین سال تک ہوتی ہے۔ بعض باتیں تین چار ہفتوں میں بھی سیکھی جا سکتی ہیں۔

جرمنی میں جو نئے نہایت ہی مفید مدارس کھولے گئے ہیں وہ "مدارس امہات" ماؤں کے مدرسے (موتر سولے Mutter Schule) ہیں۔ جن میں اُن تمام باتوں کی تعلیم ہوتی ہے اور مشق کرائی جاتی ہے جو ایک ماں کے لئے ضروری ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ اُن باتوں کی بھی جو ایک کامیاب گھروالی اور رفیقہ شوہر کو بھی آنی چاہیئے۔ اِس قسم کی تربیت گاہوں کی ہندوستان میں بھی ضرورت ہے۔ یہ تربیت گاہیں بالکل عملی ہونی چاہیئیں۔ جہاں تو مہینے تعلیم و تربیت اور مشق ہو۔ میں دوسرے مضمون میں ایسی تربیت گاہ کا نصاب ہندوستان کے ساتھ تطبیق کر کے مفصل طور سے لکھونگی کاشکہ اس قسم کی بہت سی تربیت گاہیں ہندوستان میں کھل جاویں۔ بشرطیکہ یہ یورپی درسگاہوں کی اندھی تقلید نہ ہوں بلکہ اپنے ملک کی ضروریات کو پورا کریں۔ بلاشک ہم کو لڑکیوں کے تمام قسم کے مدرسوں کی اصلاح کرنی چاہیئے۔ غلط اُصولوں کی بنیاد پر اُن کی ترمیم کرنی چاہیئے۔ اگر میرے اِس مضمون میں کوئی ایسا جملہ ہو جو کسی بہن یا بھائی کو بُرا معلوم ہوا تو معاف کریں۔ نیت میری اچھی ہے۔

فاطمہ خیری برلنی

# آزادی

عالم ارتقا کا ایک ہی نظام مرتب کیا گیا ہے۔ سب کچھ اس عالم ایجاد کے اندر موجود ہے۔ جستجو و تلاش کی گہرائیاں خوابیدہ لوگوں کے لئے ہیں۔

یہ اونچی پہاڑیاں، سرسبز وادیاں، اور وسیع میدان اپنے اندر عام مسرتیں جذب کئے ہوئے ہیں۔

بلند درختوں پر کبوتر غٹرغوں کرتے ہیں۔ جنگلی مرغ اپنے سرخ و سیاہ لباس میں خوابیدہ رہنے والوں کو پیغام بیداری سنا رہا ہے۔

حیرت کی بات ہے نہ چڑا کسی چڑیا کا خون کرتی ہے۔ نہ ہرن ہرنوں کا شکار کھیلتے ہیں۔ نہ مور دوسرے موروں سے دانہ چھینتے ہیں۔

لہریں اچھلتی ہیں۔ موجیں کھیلتی ہیں۔ اور مچھلیاں ہنستی ہیں۔ ہوائیں مچلتی ہیں گل و برگ جھومتے ہیں۔ تیتریاں رقص میں مسرور ہیں۔ پرند بحر فضا میں غوطے لگاتے اور چرند دشت میں آزاد پھرتے ہیں۔ ان کی جنبش ایک حسین و مکمل نظم کا مجموعہ معلوم ہوتی ہے۔ تمام آزاد مخلوق کھیل کود اور آزادی کو کس قدر پسند کرتی ہے۔ یہ سب اپنی فضا میں کس قدر صلح و آزادی کا لطف اٹھاتے ہیں۔

اس فردوس خانۂ فطرت میں۔ جب سب مخلوق آزاد ہے تو پھر انسان کو بھی پابند رہنے کا کوئی حق نہیں۔ ہم بھی اپنی مملکت میں امن کی منادی کر دیں۔ سب مل جل کر شمع ہدایت جلائیں۔ ہماری دنیا بھی بہشت بریں کی طرح روشن ہو جائے۔ محبت کا علم لہرا کر آزادی کا جشن منائیں اور ان سب پر سبقت لے جائیں۔

تیار ہو جائیں اپنے کاموں کے لئے جو ہم کر سکتے ہیں۔ پھر دنیا کی سب سے بلند چوٹی پر بیٹھ کر اپنی اس وسیع سلطنت کی خوبصورتی کا اندازہ کر لیں۔

یہ زرّیں تاج جو بادشاہوں نے پہن رکھے ہیں زیب نہیں دیتے۔ ان گدگدے نرم پھولوں کے پریم ہار ہماری زینت کے لئے موزوں ہیں۔ اور پھر اپنی خوبصورت امیدوں کو پالیں۔

ایس۔ بی۔ طاہرہ

# تربیت اولاد کے اُصول

اسپنسر نے خیال کے مطابق ہر ماں کو قوانین طفلی سے کم از کم سرسری طور پر ضرور واقف ہونا چاہیئے۔ ماں کا سب سے پہلا اور اہم فرض بچوں کے کیرکٹر کی تعمیر ہے۔ اسکی طرف سے جو غفلت مائیں برتتی ہیں اُس کے قبیح نتائج بچوں کے کامل نشو و نما پانے کے بعد ظاہر ہوتے ہیں۔ اعلےٰ درجہ کی تربیت وہ ہوگی جس کی ابتدا بچے کے پیدا ہونے سے پہلے کی جائے۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ تربیت اولاد کے متعلق کوئی قاعدہ پیش کر کے یہ دعوے کرنا بہت مشکل ہے کہ اس سے ضرور خاطر خواہ نتائج ہی برآمد ہوں گے۔ جس طرح دو انسانوں کی صورت میں فرق ہوتا ہے اُتنا ہی اُن کی فطرت اور مزاج میں ضروری نہیں ہے کہ جو سلوک اور تدابیر ایک کے لئے مفید ثابت ہوں وہ دوسرے کے لئے بھی ہوں۔ اس اختلاف مزاج کو مدِ نظر رکھتے ہوئے بہترین طریقہ تو یہ ہے کہ ہر بچے کے لئے والدین اس کا رنگ ڈھنگ دیکھ کر خود جدا اور مناسب طرز عمل مقرر کریں۔ جہاں دو چار بچے ہوں وہاں مساوات کا درجہ رکھیں۔ خصوصًا ماں کو چاہیئے کہ شروع ہی سے اپنی اولاد کو ایک نظر دیکھے۔ مائیں چاہتی تو سب بچوں کو ہیں لیکن عمومًا جس بچے کی صورت اچھی ہوتی ہے نسبتًا اُسے زیادہ چاہتی ہیں۔ اگر ایسا ہو بھی تو دوسرے بچے پر ظاہر نہ کرنا چاہیئے ورنہ اُس کا دل دُکھے گا۔ کُڑھتا رہیگا اور یہ کُڑھنا اُسکے لئے نہایت خطرناک ثابت ہوگا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بچوں کو جسمانی سزا نہ دینی چاہیئے۔ لیکن یہ اُصول صحیح نہیں۔
جب تک بچہ کافی سمجھدار ہو اس کی زندگی میں دو چار موقع ایسے ضرور آتے ہیں جب وہ سزائے جسمانی اور کبھی سزائے روحانی کا ضرور مستحق ہوتا ہی۔ مثلاً وہ کبھی چوری کرتا ہے کبھی جھوٹ بولتا ہے وغیرہ —— گو یہ حرکات بچپن میں معمولی باتیں ہیں لیکن اُسکی طرف سے لاپرواہی برتی گئی تو یہ عیوب عمر کے ساتھ ساتھ ترقی پاتے ہیں۔ ایسے واقعات عمر میں دو چار بار ہی پیش آتے ہیں۔
بیشک ماؤں کو اُٹھتے بیٹھتے معمولی معمولی حرکتوں پر کبھی بھول کر بھی ہاتھ نہ لگانا چاہیئے والدین کے اس طرز عمل سے بچے آپس میں بھی مار پیٹ کرتے ہیں اور کبھی کبھی ماں یا آیا وغیرہ پر بھی بڑوں کی طرح ہاتھ اُٹھاتے ہیں۔ رفتہ رفتہ ہر وقت کی مار پیٹ سے وہ اس قدر ڈھیٹ ہو جاتے ہیں کہ اُنہیں ضرورتًا شدید مار کا بھی اثر نہیں ہوتا۔ اکثر مائیں بچوں کو اصلاح کے خیال سے نہیں مارتیں بلکہ چڑ کر اپنا غصہ دور کرنے کے لئے مارتی ہیں۔ یہ طریقہ درست نہیں شدید ضرورت کے سوا کبھی ہاتھ لگانا تو کجا تیوری چڑھا کر بھی بات نہ کرنی چاہیئے۔ ہر وقت جبر اور بات بات پر روک ٹوک نہ کی جائے۔ اکثر مائیں چاہتی ہیں کہ بچے روز پیدائش ہی سے اُن اصولوں پر عمل کرنے لگیں جو ان کے خیال میں فائدہ مند ہیں جبر و تشدد کے بجائے اتحاد عمل سے کام لیا جائے۔ بچے کو کبھی کبھی حکم دینے کے بجائے اس سے درخواست کرنا زیادہ مفید ثابت ہوتا ہے اکثر بچہ جب کوئی کام کرتا ہے تو فورًا ہی ماں "مت کرو" کہہ دیتی ہے۔ یہ ہر وقت کی "مت کرو مت کرو" سے بچہ تنگ آجاتا ہے اور بجائے نہیں کرنے کے ہر وہ کام ضرور کرتا ہے جو اسکے لئے مضر ہوتا ہے اس لئے بجائے "مت کرو" کے "ایسا کرو" بتا دینا چاہیئے "ایسا کرو" کہنے سے بچہ کا خیال بٹ جائے گا "مت کرو" کہنے سے وہ ضرور پریشان ہوگا کہ آخر کیا کروں کیونکہ وہ فطرتًا ہر وقت مصروف رہنا چاہتا ہے جس طرح نامناسب لاڈ و پیار سے مضر اثرات پیدا ہوتے ہیں اسی طرح نامناسب خفگی سے کثیر نقصان ہوتا ہے۔ وقت کی پابندی اور اپنے اوپر بھروسہ کرنا پیدائش کا پہلا سبق ہونا چاہیئے اسی سے ہماری مائیں غفلت برتتی ہیں رفتہ رفتہ عادت طبیعت ثانی بن جاتی ہے۔ اکثر والدین اپنے بچوں کو

آیا کے سپرد کر دیتے ہیں اور اچھا بُرا سب آیا کے ذمہ ہوتا ہے۔ لیکن روپیہ بھی کثیر خرچ ہوتا ہے اور بچہ بیہودہ حرکات بھی سیکھتا ہے
آیا خیالی اور فرضی چیزوں کے نام سے بچوں کو ڈراتی ہے اور اسی لئے بچے ڈرپوک اور بزدل ہو جاتے ہیں جب وہ کسی کو گالیاں
دیتی ہے تو بچہ بھی گالیاں سیکھ جاتا ہے۔ غذا وغیرہ کا انتظام تو کبھی اس کے ذمہ کیا ہی نہ جائے۔ وہ کبھی کھلانے پلانے کی اہل
نہیں ہوتی۔ اس معاملہ میں ماں کو چاہیئے کہ ہمیشہ خود خیال رکھیں۔ بچوں کے لئے نوکر رکھنا ضروری ہے لیکن بچوں کو بالکل نوکروں
کے سپرد کر دینا ضرور نہیں۔ نہ دیکھ بھال میں اس قدر احتیاط کریں کہ وہ احتیاط وہم کی حد تک پہنچ جائے نہ اس قدر غفلت کہ بالکل
کچھ خبر ہی نہیں کہ بچے کو آیا کس طریقہ سے پرورش کر رہی ہے۔ اکثر ہمارے یہاں کے بچوں کو قوت مشاہدہ کا موقع ملتا ہے۔
یا بالکل ملتا ہی نہیں جب کسی خاص جگہ کی سیر کو جاتے ہیں تو صرف بچے کو اس خیال سے ہمراہ لیکر نہیں جاتے کہ وہاں
جاکر بچہ شرارت کرے گا وہاں جانے کے بعد ان کی خاص دیکھ بھال کی جائے ضرور ایسی جگہ لیجانا چاہیئے اور جو کچھ وہاں بچوں کو
تبلایا جائے گھر آنے کے بعد دریافت بھی کیا جائے۔ برخلاف اس کے بعض مائیں بچوں کو ایسی جگہ باپ کے ہمراہ روانہ کر دیتی
ہیں یا خود لیجاتی ہیں جہاں جانا بچہ کے لئے نہایت مضر ہوتا ہے۔ بچوں میں تقلید کا مادہ قدرتی طور پر ہوتا ہے اس لئے اُن کے
سامنے ایسے نمونے پیش کرنے چاہئیں جنکی تقلید کرنا آیندہ زندگی میں اُن کے حق میں فائدہ بخش ہو جس زمانہ میں بچے
کی طبیعت زیادہ اثر پذیر ہوتی ہے والدین کو لازم ہے کہ اُنہیں اُن باتوں کی ترغیب دیں جو عقل و تمیز سے تعلق رکھتی
ہوں اور ایسے ہی تذکروں میں اُن کی پرورش کرنا چاہیئے جیسے سچ بولنا غیر کے مال سے پرہیز کرنا۔ اور اپنے ہم رتبہ لوگوں سے
محبت کرنا جس چیز کو منع کیا جائے۔ اُس کو مان جانا۔ ضد نہ کرنا۔ نرمی کے ساتھ گفتگو کرنا۔ آپس میں اشیاء کو تقسیم کر کے
کھانا اُن کے آگے حلال و حرام اشیاء کا اکثر ذکر کرنا چاہیئے۔ نیک لڑکوں کی تعریف اور بُروں کی مذمت بیان کرنا چاہیئے
اس زمانہ میں اُن کو ہمیشہ شائستگی کا سبق دینا چاہیئے اور لازم ہے کہ والدین بھی اِن تمام باتوں سے پرہیز کریں۔

بچوں کے آگے کبھی بیٹھ پیچھے کسی کی شکایت نہ کرنی چاہیئے۔ کیونکہ بچہ ہر وقت بڑوں کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش
کرتا ہے۔ جہاں کسی بچے نے شرارت کی یا اگر کسی نے کہا کہ تم نے بچوں کو بالکل چھوڑ دیا ہے تو والدین فوراً اسکول میں
داخل کروا دینے کا خیال ظاہر کرتے ہیں کہ وہاں جاکر ٹھیک ہو جائے گا۔" بونلڈ" کا قول ہے کہ لڑکے کے واسطے پہلی
تعلیم عادات میں ہے نہ کہ دلائل میں اور تمثیلوں میں نہ کہ براہ راست سبق دینے میں تمثیل کا وعظ مسائل سے بڑھ کر ہے۔
اس کے ساتھ عمدہ اثر آہستہ آہستہ جڑ پکڑتا جاتا ہے۔ تعلیم سے ہمارا مطلب مکتب میں بٹھا دینا نہ ہونا چاہیئے وہ طرز تعلیم جس میں
عقلی اور اخلاقی نظام کی تربیت کا شعبہ نہو اُس سے ہرگز بچہ مہذب اور ایماندار نہیں ہوتا۔ صرف علوم و فنون پڑھا کر سچائی پرہیزگاری
ہمدردی اور دوسری اخلاقی خوبیوں کا سبق نہ دینے سے یہ مطلب ہو کہ دنیا میں اسکو باغی بنایا جائے۔ لکھنا پڑھنا سکھانے کے لئے
اسکول گھر سے بہتر جگہ ہے لیکن عادات و اطوار اور تہذیب و اخلاق سکھانے کا انتظام گھر ہی پر ہونا چاہیئے۔ جب بچے اِن
باتوں کے متعلق جو ان کے مشاہدہ میں آتی رہتی ہیں۔ معلومات حاصل کرنے کے لئے سوال پر سوال کرتے ہیں تو ضروری ہے کہ
جو صحیح جواب ہے وہ دیا جائے۔ ہرگز ان کو ٹالنے کی غرض سے جھوٹ نہ کہو۔ بچے اکثر ایسے سوالات ماں ہی سے کرتے ہیں اور
بچوں کو تسلی بھی ماں ہی سے ہوتی ہے کیونکہ جب اُن سے کچھ کہا جاتا ہے تو فوراً ماں سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا یہ سچ ہے
بچہ کو راست گو بنانا صرف ماں کا ہی کام ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اگر ان کے صحیح جواب نہ دیا جائے گا تو وہ ممکن ہے کسی جاہل
نوکر وغیرہ سے معلومات حاصل کر لیں۔ جب بچوں کو اس کا علم ہو جاتا ہے ماں جھوٹ کہتی ہے یا کبھی بہلانے کے خیال سے

جھوٹا وعدہ کرتی ہے تو وہ صاف کہہ دیتے ہیں کہ یہ جھوٹ ہے اس طرح جھوٹ بول کر اپنا اعتماد بچوں میں کھو دینے سے پھر پیدا نہیں ہوتا اور جب خود بچہ رفتہ رفتہ جھوٹ کہتا ہے تو طرح طرح کی سزاؤں کا مستحق ہوتا ہے۔

ایک بات اور بھی ضروری ہے اکثر بچے ایسی باتیں کرتے ہیں اور بار بار کرتے ہیں جو انھیں ہرگز نہ کرنی چاہئیں۔ یہ باتیں وہ نوکروں میں بیٹھ کر سیکھتے ہیں اور بعض بزرگ بھی اس بات کا خیال نہیں رکھتے کہ بچے کے سامنے کونسی بات کہی جائے اور کونسی بات نہ کہی جائے بچے بہت غور سے بزرگوں کی گفتگو سنتے اور سب کچھ یاد رکھتے ہیں۔ بچوں کے دل و دماغ پر کہانیوں اور کھیلوں سے بہت اثر ڈال سکتے ہیں۔ والدین کو چاہیئے کہ اپنے چھوٹے بچوں کے ساتھ کھیل کود میں خود بھی شریک ہوں کہانیوں کے انتخاب میں بہت احتیاط کرنی چاہیئے۔ تعلیم کے طریقہ کو اس قدر دلچسپ اور دلاویز بنایا جائے کہ بچوں کو تعلیم سے وحشت ہونے کے بجائے رغبت پیدا ہو۔ مائیں تھوڑی سی توجہ سے بچوں کو بہت کچھ سکھا سکتی ہیں۔ حروف تہجی اور اعداد سیکھنے کا ایک چوبی بکس ملتا ہے اور بھی طرح طرح کے ایسے کھیل ملتے ہیں جو بظاہر کھیل ہوتے ہیں لیکن بچہ بہت کچھ اس سے حاصل کر سکتا ہے فضول کھلونے دلانے سے بہتر ہے کہ اس قسم سے مفید کھلونے عمر کے ساتھ منتخب کر کے دلائے جائیں۔ لڑکیوں کے لئے تو گڑیا کا کھیل نہایت ضروری ہے اس سے انکی آئندہ زندگی میں بہت مدد ملتی ہے لیکن اس کھیل کھیل میں لڑکیوں کو فضول رسوم کا پابند نہ ہونا چاہیئے۔ جس کمرے کو بچے کے لئے منتخب کرو اس میں مختلف قسم کی تصاویر ایسے آویزاں کرو کہ ہر تصویر سے بچہ کوئی نہ کوئی سبق حاصل کرے مثلاً کسی میں بچہ بیٹھ کر تمیز کے ساتھ کچھ کھا رہا ہو یا کچھ بنا رہا ہو یا بورڈ پر لکھ رہا ہو۔ بچوں کو کتابی تعلیم کے بجائے زبانی تعلیم بغیر کاغذ و کتاب کے دی جائے تو وہ بہت جلد ترقی کرتے ہیں۔ ڈرجسٹ میں کمسن بچوں کا ایک گرجا ہے جس کو تین سال سے دس سال کی عمر تک کے بچے چلاتے ہیں وہی تمام انتظام کرتے ہیں ایک چھوٹی سی لڑکی پیانو بجاتی ہے اور اتوار کے روز یہ بچے ہی دعا پڑھتے ہیں۔ برخلاف اس کے نہ ہمارے مدارس ایسے ہیں جیسے ہونے چاہئیں نہ گھر میں بچوں کو مذہب کی طرف راغب کیا جاتا ہے۔ انہیں بتایا ہی نہیں جاتا کہ ایمان کیا چیز ہے۔ آجکل اکثر بچے مشن کے مدرسوں میں تعلیم پاتے ہیں یا کسی انگریز یا عیسائی عورت سے پڑھتے ہیں۔ مسلمانوں کے بچے جب غیر قوموں کے ہاتھوں میں کافی عمر تک پرورش پائیں گے تو ہم خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان کی دینی تعلیم کیا ہوگی۔ یہ تو ذکر ہے ان بچوں کا جن کے والدین اپنی دانست میں بچوں کو تعلیم کی طرف خاص التفات کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں کہ بچے بہت ہی اچھی طرح سے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اب رہا ہمارے گھر اور ہمارے مدارس کا حال جہاں مذہبی تعلیم کی ابتدا قاعدہ بغدادی سے ہوتی ہے جس کے ہمراہ بچہ تھوڑی بہت انگریزی اور اردو بھی پڑھتا ہے۔ قاعدہ بغدادی اس قدر مشکل ہوتا ہے کہ ننھے بچوں کی توجہ اس طرف سے ہٹنی شروع ہو جاتی ہے اور بالآخر وہ اس میں کسی طرح کی دلچسپی محسوس نہ ہونے کی وجہ سے رفتہ رفتہ بددل ہو کر اپنی توجہ صرف اردو اور انگریزی کی جانب کر لیتے ہیں۔ جب ابتدا ریں ہو تو ظاہر ہے کہ آیندہ ان کو کیا دلچسپی ہوگی جب وہ آگے بڑھتے ہیں تو بغیر معنی اور مطلب سمجھے قرآن مجید شروع کرتے ہیں۔ حالانکہ چاہیئے یہ کہ معنے کے ساتھ بساط کے موافق سمجھا کر پڑھایا جائے۔ میرے خیال ناقص میں بچوں کو کافی بڑے ہونے تک صرف پارہ عم ہی پڑھایا جائے لیکن اسکو بار بار اس قدر واضح کر کے پڑھایا جائے کہ اچھی طرح سمجھنے لگیں یہ نہیں کہ بچے نے نہایت کم عمری میں قرآن شریف ختم کر دیا بلکہ کئی دور بھی ہو گئے مگر یہ نہیں معلوم نہیں کہ کیا پڑھا۔ اس طرح کی تعلیم سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ جہاں تک ہو سکے بچوں کو دینی تعلیم اُٹھتے بیٹھتے ہر وقت دینی چاہیے۔ بچوں کے لباس میں بھی حد درجہ تصنع اور نمائش سے کام لیا جاتا ہے چھوٹے

بچوں کو ایسے بھاری اور غیر موزوں لباس پہنائے جاتے ہیں جن کو ان کے نازک جسم برداشت نہیں کر سکتے موسم کا کوئی لحاظ نہیں رکھا جاتا اور بچوں کو چست لباس پہنانا بھی اچھا نہیں جس کا آج کل بے حد رواج ہے۔ تنگ لباس کا اثر بچوں کے نشو و نما پر ہوتا ہے کہ ہم اُس کو محسوس نہیں کر سکتے۔ جہاں تک ہو سکے بچوں کا لباس ہر وقت کے لئے جدا جدا رکھا جائے۔ لباس عمر کے لحاظ سے بدلتا رہتا ہے۔ جس قسم کا لباس بالکل کم عمر بچوں کو اچھا لگتا ہے وہ بڑے بچوں کو بھلا نہیں معلوم ہوتا۔ بچوں کا لباس نہایت سیدھا سادھا کشادہ مگر صاف ہونا چاہیئے۔ یہ نہیں کہ کرتہ تو بدل دیا گیا خبر نہیں کہ بنیان کس حال میں ہے صحت کا دار و مدار صفائی پر ہے۔ بچوں کو شروع ہی سے پاک صاف رہنے کی عادت ڈالنی چاہیئے اور تربیت جسمانی کی طرف رجوع کر کے جسم کو مضبوط اور قوی بنانے کی رغبت دلانی چاہیئے۔ بہتر ہے اپنی زندگی کو ایک قاعدہ اور اصول کے ساتھ بسر کرنے کا اُن کو ابتدا ہی سے عادی کر دیا جائے تاکہ وہ بڑے ہونے کے بعد ذرا ذرا سی بات کے لئے دوسروں کے محتاج نہ ہوں۔

مس سعیدہ ضمیر الدین حیدرآباد

**۱۰۰ صفحے** اس پرچہ میں صرف مضامین کے ہیں جن میں بہت سے صفحے باریک لکھوا کر قریباً سو صفحوں کے مضامین پیش کئے جا رہے ہیں۔ اگر مضامین کے ۲۴ صفحے ہوتے تو ایک پیسہ کے ٹکٹ میں رسالہ روانہ ہو سکتا تھا۔ مگر عصمت میں مضامین کے صفحے اس قدر زیادہ ہوتے ہیں کہ ہر پرچہ پر ڈبل محصول ڈاک یعنی دو پیسہ کا ٹکٹ لگتا ہے ہندوستان بھر کے تمام زنانہ رسائل میں یہ خصوصیت صرف عصمت ہی کی ہے۔ منیجر

# سفرنامۂ ایران

سلسلہ کے لئے سالگرہ نمبر ملاحظہ فرمائیے

۱۴ / اکتوبر یکشنبہ نو بجے دبیرستان شاہ رضا میں جانا تھا چنانچہ سویرے اُٹھی منہ دھو ناشتہ سے فارغ ہو کر کپڑے پہنے اور دبیرستان شاہ رضا روانہ ہوئے آج بھی دن ہونے کے سبب دو طرفہ تماشائیوں کا ہجوم تھا۔ اندر گئے تقریریں ہوئیں۔ اس کے بعد طرح طرح کے جمناسٹک اسپورٹس۔ لونگ جمپ۔ مارچنگ۔ میوزک۔ ڈریل وغیرہ وغیرہ بہت سے کھیل دکھائے۔ اسکول کے لڑکوں اور ان کی تعلیم و صحت دیکھکر بے انتہا مسرت ہوئی کہ ماشاء اللہ جب یہ ہونہار بچے اپنی تعلیم مکمل کر کے نکلیں گے تو فخر قوم و ملک ہوں گے۔ اب ایران جدید کو دیکھکر خیال بھی نہیں آتا کہ کبھی اس ملک کی حالت پست تھی۔ لڑکوں کے کھیل کے بعد چا تقسیم ہوتی۔ میں بارہ بجے قیام گاہ پر چلی آئی خراسان سے مہمانوں کا سامان طہران جانے والا تھا۔ اور کل سب مہمان بھی طہران کی سمت روانہ ہو جائیں گے۔ چونکہ والدہ ماجدہ اور بچے وغیرہ بھی ساتھ گئے تھے اس سبب سے پروفیسر صاحب نے کہا کہ مہمانوں کے ساتھ نہیں جائیں گے۔ ہم لوگ یہاں سے دوسرے روز روانہ ہوں گے۔ اگرچہ ساتھ نہ جانے کے باعث ہم لوگوں کو وہ عافیت نہ ہوگی جو ساتھ ہوتی۔ لیکن ہونا یہ تھا کہ جس جگہ میں ٹھہرنا چاہتی نہ ٹھیر سکتی تھی ورنہ ساتھ چھوٹ جاتا اور میرا ارادہ سبزوار جانے کا تھا وہاں جانا تو یوں بھی ہوتا مگر میں وہاں دو ایک روز رہ کر شہر دیکھنا چاہتی تھی۔ کیونکہ آبا و اجداد کے وطن کی طرز معاشرت و تمدن سے کچھ واقفیت حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اس لئے پروفیسر صاحب نے کہہ دیا کہ میں سولہ تاریخ کو روانہ ہوں گا رئیس الوزرا نے ہم لوگوں کے لئے کار وغیرہ کا انتظام فرما دیا تاکہ یہ آرام دوسرے روز طہران روانہ ہوں اور کہا کہ سامان پہلے سے

روانہ کر دیجئے تو بہتر ہو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور سامان دو روز روانگی سے پیشتر بھجوا دیا گیا۔ دوپہر کے کھانے کی دعوت ملا غلام حسین صاحب کے یہاں تھی نوکر پر نوکر آرہے تھے کہ چلیئے۔ چنانچہ وہاں گئی وہ سب منتظر تھیں نہایت لذیذ ہندوستانی طرز کے پکاسے ہوئے کھانے تھے۔ کھانے کے بعد چاء کا دور چلا اس کے بعد میں نے اجازت چاہی مگر ایرانی بیبیوں کی مہماں نوازی کب اسکی اجازت دے سکتی تھی۔ آخر بڑی مشکل سے یہ سُنکر کہ میں پرسوں طہران روانہ ہو جاؤں گی چھوڑا گھر آئی۔ آٹھ بجے شب نشینی کا کارڈ آچکا تھا نماز سے فارغ ہو کر شب کے آٹھ بجے شب نشینی میں گئی۔ اس روز کُل مہمان جمع ہوتے تھے کیونکہ خراسان میں یہ آخری ملاقات تھی۔ صبح سب لوگ طہران جانے والے تھے۔ خانم ارباب کے خسر و رئیس مجلس کی خانم صاحبہ و فاطمہ خانم صاحبہ وغیرہ وغیرہ بھی تھیں میری طرح یہ بیبیاں بھی کم شرکت کیا کرتی تھیں۔ خیر آپس میں ہنسی تفریح ہوتی رہی بعدہٗ اوپر گئے نہایت خوبی و خوبصورتی سے میز چنی گئی تھی۔ یوں بھی ایران کا کھانا مشہور ہے عمدہ اور مزیدار ہونے کے علاوہ قابل تعریف وہاں کی صنعت ہے کہ دسترخوان پر قاب میں مسلم مرغ نظر آرہا ہے۔ سر کے تاج کو نزاکت سے کھاتے تو ایک یا دو کھانے کے لوازم ذائقہ غرضکہ دیکھئے تو ثابت کھائیے تو پختہ اسی طرح بجنسہٖ بکری کا بچہ قاب میں بیٹھا نظر آرہا ہے اور کاٹ کر کھائیے تو نہایت مزیدار پکا ہوا۔ چنانچہ انسان کھائے تو کیا اسکی خوبصورتی ہی دیکھنا رہ جاتے۔ چونکہ رات زیادہ آگئی تھی تھوڑا بہت کھا پی کر ہم لوگ چلے۔ دوسرے دن پندرہ اکتوبر نو بجے صبح کُل مہمان طہران روانہ ہو گئے۔ اُس کے دوسرے ہی روز یعنی سولہ اکتوبر ہم لوگوں کی بھی روانگی تھی اس سبب سے والدہ ماجدہ کو روضۂ امام رضا علیہ السّلام کی زیارت کے لئے ان کی خواہش کے موافق بھجوا دیا۔ ہم لوگوں کا مقصد خواجہ ربیع ایک بزرگ گذرے ہیں انکی زیارت کو جانے کا تھا کہ یہاں آگئے ہیں تو تمام مشہور مقامات بھی دیکھ لیں مگر عین وقت پر کار کچھ خراب ہو گئی۔ اُسے درست کرتے دیر ہو گئی اس لئے پروفیسر صاحب نے کہا کہ کل روانہ ہوتے وقت وہاں سے بھی ہو لیں گے۔

وہ سارا دن سوغات خریدنے میں تمام ہوا۔ وہاں چند چیزیں عمدہ وارزاں ہیں ایک تو فیروزہ وہاں کا مشہور ہے دوسرے پتھر کے برتن مثلاً کھرل ہنڈیا وغیرہ تانبے کے برتن بھی سستے اور خوبصورت و مضبوط ملتے ہیں۔ قالین تو اس طرف کے مشہور عالم ہیں جو شئے مطلوب تھی خرید کر شام کو جاتے قیام پر آئی چونکہ دو ماہ خراسان رہ گئی تھی کئی ایک جگہ سے آمد و رفت ہو گئی تھی اور سب بیبیوں سے مل کر آچکی تھی۔ آغا سید کاظم کی والدہ ذنانی صاحبہ محترمہ سے ملنا رہ گیا تھا۔ یوں تو ایران کے خطّہ میں خلق و مروّت بہت ہے۔ مگر یہ بیبیاں تو بہت ہی ملنسار ہیں۔ ان کے یہاں ہر سہ شنبہ کو مجلس میں جاتی اور گھنٹوں بیٹھی رہتی میری باتیں انہیں بہت پسند تھیں۔ شب کو ان سے ملنے گئی وہیں ایک ہندی دوست بھی قیام پذیر تھیں اُن سے ملی وہاں سے روضہ پر گئی زیارت پڑھکر گھر آئی اور کھانے سے فراغت کر کے سو رہی صبح سویرے اُٹھکر نماز پڑھی اس کے بعد بقیہ سامان درست کرنے میں مصروف ہوئی۔ نوکر نے چاء کے لئے سماور گرم کیا۔ اتنی دیر میں سب ہی جاگ گئے۔ ناشتہ کے بعد پروفیسر صاحب باہر گئے فیروزہ والا آگیا اُس سے کچھ فیروزے خریدے۔ ساتھ کے لئے ملازمہ نے سیب گوشت و پلاؤ تیار کر دیا جب روانگی کا وقت قریب آیا تب دوبارہ روضہ پر گئی وہاں کچھ دیر ہو گئی۔ واپس آئی تو تین بج چکے تھے دن کم رہ گیا تھا۔ آخر خواجہ ربیع نہ جا سکی سیدھے طہران روانہ ہوئے۔

سولہ اکتوبر ۳۴ء سہ پہر کو طہران کی طرف چلے۔ راستے میں ایک آدھ منٹ کے لئے کہیں کسی ضرورت کے ماتحت کار رکوالی اور پھر روانہ ہوئے۔ جب پولیس کی چوکی میں پہونچے تو وہ دریافت کرنے آئے جیسا کہ وہاں قانون ہے مگر ڈرائیور نے قبل ہی سوال کرنے کے کہہ دیا کہ مستشرقین جشن فردوسی ہیں سُننے کی دیر تھی پھر پولیس نے سلام کر کے بفرما آغا کہنے کے سوا کچھ

نہ کہا اور ہم لوگ روانہ ہوئے۔ راستہ اس طرف کے پہاڑی اور پُر پیچ ہیں پہاڑی کے یہ معنے نہیں کہ پتھریلی زمین۔ بلکہ وہ وہ بلند پہاڑ ہیں کہ خدا کی پناہ ایسے پُر پیچ راستے ہیں کہ یکے بعد دیگرے سب کی طبیعتیں خراب ہونے لگیں۔ صرف والدہ ماجدہ اور پروفیسر صاحب پر اثر نہ ہوا ورنہ بچیوں کو تو بہت ہی تکلیف ہوئی۔ کچھ دیر کے بعد قدم گاہ پہنچے یہ مشہد سے ۱۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے بیحد عمدہ اور زرخیز جگہ ہے۔ پہاڑی پانی یہاں بہت ہے اس جگہ امام علی ابن موسےٰ رضا علیہ السلام کے قدم مبارک کا نشان ایک پتھر پر ہے اور وہ پتھر ایک حجرہ کے اندر ہے۔ ایک چشمہ بھی پانی کا جاری ہے ایک مختصر سا بازار بھی ہے جہاں کھانے پینے اور ہر قسم کی چیزیں ملتی ہیں۔ ڈرائیور نے کہا کہ اتر کر زیارت کر لیجئے مگر والدہ اپنی کمزوری کے باعث جا نہ سکیں اس وجہ سے میں بھی نہ گئی اور وہاں سے روانہ ہوئی قدم گاہ سے ۲۵ میل کے فاصلہ پر نیشاپور ہے۔ مغرب سے قبل نیشاپور پہونچی۔ یہ شہر ایران کے مشہور اور بزرگ شہروں میں شمار کیا جاتا ہے کسی زمانہ میں یہی ایران کا پایہ تخت تھا۔ یہاں فیروزہ کی کان ہے۔ کان سے فیروزہ نکال کر صاف کرنے کے بعد خراسان لیجا کر فروخت کرتے ہیں لیکن یہاں فروخت کرنا ممنوع ہے اس لئے کہ یہاں چونکہ زیادتی ہے قیمت پوری نہیں ملے گی اس سبب سے یہاں نہیں خریدا جا سکتا ہے۔ یہاں کی آبادی ۵۵ یا ۵۶ ہزار کی ہے۔ عمر خیام کی قبر اسی جگہ ہے۔ تقریبًا بیس[۲] پچیس[۲] منٹ ٹھہر کر یہاں سے چلے کہ اب سبزوار پہونچ کر نماز پڑھیں گے اور وہیں ٹھیریں گے۔ راستہ میں ایک قصبہ شور آب ملا مگر کار نہ رکی اور چلتی رہی جیسے جیسے سبزوار قریب آتا گیا پہاڑی سلسلہ کم ہوتا گیا اور رفتہ رفتہ میدان کا سفر ہو گیا اور سیدھے ہموار راستے پر گاڑی چلتی رہی۔ قریب نو بجے سبزوار پہنچے یہ نیشاپور سے ۵۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ شہر کے ہر دو جانب بجلی کی روشنی بہت بھلی معلوم ہو رہی تھی چنانچہ جہاں کے اگلے روز مہمانوں نے قیام کیا تھا ہم لوگ بھی وہیں ٹھیرے کیونکہ وہ لوگ ایک روز پیشتر روانہ ہوئے تھے اور ہم لوگ ایک روز بعد۔ یہ عمارت بھی خوشنما ہے۔ بیچ میں صحن چاروں طرف سائبان۔ اس کے اندر کمرے صحن کے ایک کنارے میں پھولوں کے درخت لگے تھے۔ وسط صحن میں ایک بڑا حوض اُسکے بیچ میں فوارہ جس میں چرخی لگی ہوئی تھی جس سے پورے حوض پر بارش ہوا کرتی تھی۔ اس کے اوپر ہی بجلی کی روشنی تھی اور بطخیں تیر رہی تھیں۔ حوض پر منہ ہاتھ دھو کر وضو کیا نماز پڑھی پھر کھانا آیا کھا کر آرام کیا۔ صبح سویرے اس لئے اُٹھے کہ جلدی ناشتہ وغیرہ سے فراغت پا کے شہر کی سیر کر آئیں کیونکہ آج ہی روانہ ہو جانا ہے۔ چنانچہ بچے اور پروفیسر صاحب بھی اُٹھ گئے۔ منہ ہاتھ دھو یا ناشتہ کیا اور معہ والدہ و بچے کے کار میں سوار ہو کر شہر دیکھنے نکلے۔ یہ لکھنا احاطہ تحریر سے باہر ہے کہ سبزوار پہونچکر مجھے کس قدر مسرت ہوئی۔ کیونکہ یہ آرزو ایک مدت مدید کے بعد بر آئی تھی ورنہ ہمیشہ والد ماجد مرحوم سے اسکی تعریف اور خوبیاں سنتی تھی اور دل ہی دل میں کہتی تھی کہ الٰہی وہ کونسا دن ہوگا کہ جا کر نظروں سے دیکھوں۔ سبزوار کے ہر گوشہ سے بوئے محبت یگانگت آ رہی تھی۔ وہاں دو امام زادوں کے مقبرے بھی ہیں۔ ہم لوگ پہلے حضرت امام زین العابدین کے صاحبزادہ کے مزار پر گئے وہاں سے بازار گئے کہ سیر بھی کر لیں اور کوئی شے بطور یادگار خرید بھی لیں۔ چنانچہ والدہ ماجدہ کو کار پر بٹھا کر وہیں دروازہ پر رہنے دیا اور ہم لوگ پیدل چلے۔ اسی سلسلہ میں امام رضا علیہ السلام کے بھائی شاہزادہ یحییٰ کا مزار شریف بھی نظر پڑا۔ اس کے بعد چیزیں خریدنے گئی۔ صاحب جلدی کر رہے تھے۔ اب تمام بازار میں گھومتی ہوں کوئی شئے پسند ہی نہیں آتی جو چیز نظر پڑتی ہے صاحب کہتے ہیں لے لو۔ مگر چونکہ وہ چیزیں غیر ملکی ہوتی تھیں میں نہ لیتی تھی میری خواہش تھی کہ ایسی چیز لوں جو یہاں کی بنی ہوئی ہو گرچہ وہاں تانبے کے برتنوں کی دوکانات بکثرت ہیں۔ مگر میں نے برتن نہ لئے۔ آخر جوتوں کی دوکان نظر آئی۔ چونکہ وہ خاص وہیں کے تیار شدہ تھی اس لئے خرید لی۔ اس کے بعد پھلوں کی دوکان پر گئی۔ پھل اور میوہ جات کی کثرت یہاں خراسان سے بھی زیادہ ہے اور وہاں کی نسبت یہاں ارزاں بھی ہے اور نہایت اعلےٰ قسم کے پائے گئے۔

خصوصاً انگور وخربوزہ تو نہایت عمدہ اور بڑے ہوتے ہیں کچھ انگور تربوز اور کدو کے بیج خریدے اور جا کر کار میں بیٹھی وہاں سے پوسٹ آفس گئی ٹکٹ خرید کر ہندوستان بھائی کے نام خط روانہ کیا اسکے بعد سیر کرتے ہوئے قیام گاہ پر واپس آئے۔ سبزوار کا علاقہ بہت زرخیز اور آباد ہے۔ شہر کے بیرونی حصّہ میں میوہ جات کے باغات بکثرت ہیں۔ قالین بافی اور پارچہ بافی نہایت اچھی ہوتی ہے۔ سڑکیں اور مکانات پختہ اور عالیشان ہیں۔ یہاں کی آبادی بیاسی ہزار کی ہے۔ شہر کے باہر ایک بہت بڑا مینار کاشی کے کام کا بنا ہوا ہے یہ بہت بڑا مینار ہے۔ یہاں پردے کا بہت خیال ہے لیکن اس سے یہ نہ تصور کر لیجئے کہ خدانخواستہ یہاں کی عورتیں ہم ہندوستان کی رہنے والیوں کی طرح مقید نہیں ہیں وہ پردہ بھی کرتی ہیں اور قیدی بھی نہیں وہ ہماری طرح مردوں کی محتاج نہیں۔ وہ اپنی ضرورتیں اپنے ہاتھوں پوری کرتی ہیں۔ وہ ہماری طرح تازہ ہوا سے محروم نہیں ہیں۔ ان کے چہرے مرجھائے ہوئے نہیں ہیں۔ وہ ایک سدا بہار پھول کی طرح ہر وقت شگفتہ اور تر و تازہ رہا کرتی ہیں۔ وہ ہم لوگوں کی طرح پچیس ۲۵ اور تیس ۳۰ سال کی عمر میں پنتالیس ۴۵ سال کی نظر نہیں آتیں۔ بلکہ بلا مبالغہ پچاس سالہ کو دیکھکر پینتیس ۳۵ سالہ کا دہوکا ہوتا ہے۔ وہاں کی عورتیں بہت خوبصورت ہوتی ہیں۔ ایک مزدور عورت کو دیکھکر بھی خدا یاد آتا ہے کہ یہ صورت اور یہ محنت سبزوار کی سیر کے بعد دل تو نہ چاہتا تھا پر مجبوراً وہاں سے روانہ ہوئی۔ تقریباً دو بجے عباس آباد میں پہونچکر نماز پڑھی اور کچھ کھایا۔ انار دو پیسہ سیر عمدہ اور شیریں بک رہے تھے۔ چار پیسے کے دو سیر لئے یہ ایک بارونق قصبہ ہے چھ ہزار کی آبادی ہے۔ یہاں پتھر کی اشیاء نہایت عمدہ بنتی ہیں۔ مثلاً سرمہ دانی بوتام سگریٹ کیس وغیرہ بہت نفیس بناتے ہیں۔ قمیص کے بوتام خریدے اس کے بعد ہم لوگ روانہ ہوئے کچھ دیر کے بعد زیدر پہنچے۔ وہاں پر میری طبیعت یکایک خراب ہو گئی۔ پکڑ کر کار سے اُتار گیا۔ یہاں نہایت صاف وشفاف نہریں جاری ہیں اور نہایت ہی خوشنما پھولوں کے درخت لگے ہیں یہاں کا سبزہ زار اور حسین قابل دید ہے۔ نہر کے جاری پانی میں منہ دھویا اور کچھ دیر وہیں بیٹھ رہے۔ تازہ اور فرحت بخش ہوا کے باعث طبیعت درست ہوئی تو وہاں سے روانہ ہوئے۔ راستے میں بہت سی آبادیاں ملیں شاہرود میں ٹھہرنا چاہا پر نہ رُکے۔ کیونکہ دن کافی تھا خیال کیا کہ دامغان میں جاکر شب کو قیام کرینگے۔ شاہرود بارونق قصبہ ہے ۲۵ ہزار سے زیادہ کی آبادی ہے۔ باغات اور میوہ جات بہت ہیں۔ پہاڑی پانی کثرت سے ہے خیر ہم لوگوں نے چار وہیں پی اور روانہ ہوتے۔ رات کے وقت دامغان پہنچے جو شاہرود سے ۔۔ میل پر ہے۔ دن بھر کار پر بیٹھے رہنے کے سبب تھکاوٹ سی محسوس ہونے لگی تھی نمازیں پڑھکر کھانا کھایا اور آرام کی نیند سوگئے۔

ابھی اچھی طرح دن بھی نہ نکلا تھا کہ شوفر نے جگا دیا۔ نماز پڑھی اماں جان اور صاحب کو جگایا انہوں نے بھی نمازیں پڑھیں نماز سے فراغت کر کے ناشتہ کیا اور ٹھنڈے ٹھنڈے روانہ ہوئے۔ دامغان آباد شہروں میں ہے یہ ضلع کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ باغات یہاں بکثرت ہیں اسی سبب سے میوہ جات ارزاں ہیں۔ پانی نہر کا ہے یہاں کے پستے اور انگور وخربوزہ خاص طور پر مشہور ہیں پستے تو بہت ہی عمدہ ہیں۔ چنانچہ یہاں سے روانہ ہو کر کچھ دیر بعد سمنان میں جاکر پٹرول لینے کی غرض سے ٹھیرے۔ یہاں کی آبادی ۲۵ ہزار کی ہے۔ مکانات پختہ ہیں۔ جگہ جگہ باغات ہیں۔ میوہ یہاں بھی عام اور اعلےٰ قسم کے ہوا کرتے ہیں۔ انار یہاں کا مشہور ہے۔ بازار بھی یہاں کے بہت بارونق ہیں۔ وسط شہر میں شاہ عباس صفوی کی بنائی ہوئی مسجد نہایت بڑی اور عظیم الشان ہے یہ مسجد یہاں کی قابل دید چیزوں میں ہے۔ برٹش قانصل خانہ بھی ہے اور وائس قانصل یہاں رہتے ہیں۔ ایرانی فوج اور پولیس بھی بہت رہتی ہے۔ شہر کے باہر مسافروں اور موٹروں کے لئے گراج عمدہ بنے ہوتے ہیں یہاں طہران جانے کے لئے دو راستے ہیں۔ ایک پُرانا جو پہاڑوں کے ساتھ ساتھ جاتا ہے یہ راستہ بہت لمبا ہے اور بوجہ مرمت نہ ہونیکے تکلیف دہ

ہوگیا ہے اس راستے میں پہاڑی نالے اور نشیب و فراز علقہ ہائے اراضی اور کیچڑ وغیرہ بہت ملتے ہیں۔ لیکن اکثر موٹریں اسی راستے سے جاتی ہیں کیونکہ باوجود بہت سے عیوب کے یہ راستہ آباد بہت ہے۔ چنانچہ سمنان میں کچھ دیر ٹھیر کر ہم لوگ فیروزکوہ پہنچے اسکی آبادی عین درمیان پہاڑ کے واقع ہے۔ تقریباً یہاں ۳۰ یا ۳۵ مکانات ہیں اور اعلیحضرت شاہنشاہ پہلوی کے قیام کے لئے یہاں ایک عالیشان اور خوشنما بنگلہ بنا ہوا ہے جس میں کہ اعلیحضرت آتے اور جاتے وقت آرام فرماتے ہیں۔ یہاں کی زمین کا حصہ بھی نہایت عمدہ ہے۔ پانی تو صرف پہاڑی ہی ہے۔ کیونکہ پوری آبادی پہاڑ کے اوپر ہے۔ باغات اور میوہ جات وافر ہیں کچھ دیر ٹھہر کر ہم لوگ یہاں سے بھی روانہ ہوگئے۔ مسافت کے لحاظ سے یہ راستہ بہت تھوڑا ہے اور سڑک اعلےٰ درجہ کی بنی ہوئی ہے کیونکہ ہمیشہ مزدور اسکی درستی کیا کرتے ہیں۔ یہی سڑک طہران سے آذر بائجان کو جاتی ہے اسی سڑک پر اعلیٰ حضرت ہمیشہ سفر کیا کرتے ہیں۔ فیروزکوہ کے اونچے اونچے سلسلۂ کوہ کا نظارہ قابل دید ہے۔ سمنان سے ۰ ۳ میل کے فاصلہ پر ہے۔ پہاڑوں کی اونچی اونچی چڑھائی اور خم و پیچ نہایت خوفناک ہیں۔ بدقسمتی سے اکثر موٹریں گر کر مسافروں کی ہلاکت واقع ہوتی ہے۔ کبھی پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہنچکر انجن فیل ہو جاتا ہے اور موٹر واپس ہونے لگتی ہے۔ جسے مشکل سے روکا جاسکتا ہے ورنہ پیچھے ہٹتے نشیب میں اگر جاتی ہے۔ چنانچہ ایسے راستوں پر کار چلانا مشکل امر ہے چونکہ وہاں کے شوفروں کو موٹر اور لاری چلانے میں کمال حاصل ہے اس لئے خطرہ بہت کم ہوا کرتا ہے۔ بیحد عمدہ ڈرائیور کرتے ہیں۔ چنانچہ قریب عصر جاکر جاپون پہنچے۔ یہ بستی بھی بڑی خوبصورت ہے۔ یہاں سوسوا سو گھروں کی آبادی ہے اس سے زیادہ نہیں۔ باغات بکثرت ہیں اور پہاڑی پانی کی نہریں ہر طرف سے جاری ہیں۔ شہر کے کنارے عالیشان قہوہ خانہ اور دیگر چیزوں کی دوکانیں ہیں اور ایک نہایت خوبصورت پختہ سرکاری مکان بھی ہے۔ یہاں ڈاک خانہ تار گھر اور ٹیلیفون بھی ہے۔ جانور مثلاً بربری بکری دنبہ جو لوگوں نے پال رکھے ہیں کھلے پھرا کرتے ہیں۔ یہ قصبہ اعلیٰ حضرت شہنشاہ پہلوی کی ذاتی ملکیت ہے انہوں نے اُسے خود خریدا تھا۔ جگہ جگہ یہاں مہمانوں کو ٹھیرانے کے لئے قناتیں استادہ کر رکھی تھیں جو دیکھنے میں نہایت بھلی معلوم ہوتی تھیں۔ یہاں نماز پڑھکر کھانا کھایا اور کچھ دیر کے بعد روانہ ہوئے چونکہ آج کہیں بھی دیر تک نہ ٹھہرے اس وجہ سے وقت غروب آفتاب یعنے قبل از مغرب طہران پہنچ گئے۔ لیکن پھر بھی دیر ہوگئی ورنہ عصر کے قبل پہنچ جانا چاہئے تھا۔ کیونکہ آج مہمانوں کی مقام "رسے" میں چاء کی دعوت تھی۔ اس کے بعد وہاں کی قدیمی چیزوں کی نمائش تھی مگر ہم لوگوں کے پہنچنے کے قبل مہمان روانہ ہوچکے تھے اس لئے میں تو والدہ ماجدہ اور بچوں کو لیکر مع سبھوں کے دوسرے مکان میں ٹھہری اور پروفیسر صاحب لالہ زار ہوٹل میں گئے جہاں مہمانوں کے لئے ٹھہرنے کا انتظام تھا۔ میں اسوجہ سے ہوٹل نہ گئی کہ آئندہ صبح کے ناشتہ کے بعد دعوت جشن ختم ہوجانے والی تھی اس وقت وہاں سب کو لیکر رہنا مشکل تھا۔ پھر آنا ہی پڑتا اس وجہ سے پیشتر ہی دوسری جگہ ٹھیری۔ (باقی آئندہ)

ایس۔ کے صغرا سبزواری

۴۳۲ کا بقیہ

اُن کی طرف نگاہ اُٹھانے تک کی جرأت نہ ہوئی۔ سوائے اس کے چارہ نظر نہ آیا کہ کاغذ پر دستخط کردیں۔ کاغذوں کو دیکھ جب اندر آئے اور بیوی پاؤں کی آہٹ سے ہوشیار ہوئی تو اُس بچاری نے اسی واقعہ کو خواب کی صورت میں بیان کیا بلکہ اس سے بالکل صاف طریقہ پر خواب دکھائی دیا۔ میاں نے کہا جو تم نے خواب دیکھا وہ مجھے ابھی ابھی حقیقت میں پیش آچکا ہے اُس نے گھبرا کر کہا تم نے دستخط تو نہیں کردئے میں مجبور تھا مجھے اس کے سوا چارہ نہ تھا۔ کچھ دیر دونوں گم سم رہے۔ پھر کسی خیال سے چونکے اُنہوں نے بیمار لڑکی کے جسم کو دیکھا جو جو کبھی کا سرد ہوچکا تھا۔

قیصری بیگم حیدرآباد دکن

حبش کے ایک گاؤں کا منظر
حواتین پانی بھر کر لے جارہی ھیں -

سمندر کے کنارے کے مزے
غیر ممالک کی حواتین قدرت کا لطف اٹھارہی ھیں

بچہ کا تیلیوں کا گھر

حبش کا ایک بازار
عورتیں سامان فروخت کر رہی ھیں -

مسز کملا نہرو
جنکی صحت کے لئے ملک نہایت
تشویش میں ہے -

فخر قوم پنڈت جواہر لال نہرو
حال میں جیل سے رہا ہوئے ہیں
اور اجکل ولایت میں اپنی دھرم
پتنی کا علاج کرا رہے ہیں -

گوریلا جانور کا بچہ
جسکی پرورش نہایت ناز سے کی جارہی ہے
دودھ پلایا جارہا ہے

# پوشیدہ سُرنگ

"آرڈتھ! لیکن وہ اب یہاں نہیں" ہیلن نے اپنی بہن سے کہا جس کا چہرہ خوف سے پتھر کی طرح سفید تھا۔

"نہیں۔ ہیلن انہیں یہ ناممکن ہے۔ آرڈتھ نے پرجوش لہجہ میں کہا۔" تم نے اور میں نے گذشتہ رات ہی کتابیں الماری میں رکھی ہیں۔ اور یہ بات سوائے ہمارے کسی کو نہیں معلوم تھی؟"

ہیلن کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔" آرڈتھ! تم خود جا کر دیکھ لو۔ نانا ابا کا ٹکٹوں کا مجموعہ چُرا لیا گیا ہے؟"

آرڈتھ نہایت حیرت سے اپنے نانا کی لائبریری کی طرف بھاگی تاکہ دیوار میں پیوستہ آہنی الماری کو خالی دیکھ کر اپنا شک رفع کرے۔

"خالی" آرڈتھ نے مایوسانہ انداز سے سر ہلایا۔ اور اپنی کانپتی ہوئی انگلیوں سے الماری کو مضبوطی سے تھام لیا۔ گویا کہ وہ اپنے آپ کو یقین دلانے سے قاصر تھی کہ ایسا ہونا ممکن ہو۔

سخت مایوسی کی حالت میں آرڈتھ اپنی بہن کی طرف مُڑی جو اُن بڑی آرام کرسیوں میں جو اس وسیع مکان میں ہر جگہ پائی جاتی تھیں ایک پر پڑی ہوئی تھی۔ اور خوف وہراس سے قریباً رو رہی تھی۔

"جب کوئی قصور کر بیٹھو تو اسکے بعد اپنی غلطی کو تسلیم کرنا کس قدر آسان ہوتا ہے" آخرکار ہیلن نے مُہر خاموشی کو توڑتے ہوئے کہا۔ کیونکہ کمرے میں اِس قدر کامل سکوت تھا کہ بجز بڑے گھنٹے کی آواز کے جو کمرے کی وسطی دیوار پر آویزاں تھی کوئی اور آواز نہ سُنائی دیتی تھی۔" اگر ہم گذشتہ رات اس قیمتی البم کی جلدیں نہ نکالتے تو ممکن تھا کہ اس وقت الماری میں موجود ہوتیں"

"اور اگر ایسا ہوتا تو ہم اپنے تئیں اس قصور کے ملزم بھی نہ قرار دے سکتے" آرڈتھ نے نہایت اُداسی سے کہا۔

ہیلن سخت بےچینی کی حالت میں مبتلا تھی۔

"آرڈی! میں نانا ابا کو ان کی وینس سے واپسی پر منہ دکھانے تک کی جرأت نہیں کر سکتی۔ ان کے ٹکٹوں کا مجموعہ جو ان کی تمام ملکیت میں سب سے زیادہ مالیت کی چیز تھی غائب ہے" ہیلن نے یہ بات اسی قدر رنج سے کہی جس طرح کوئی اپنے مرحوم عزیز کی وفات کا ذکر کرتا ہو۔" بھلا خیال تو کرو ہم انہیں کیا منہ دکھائیں گے۔ خصوصاً جبکہ وہ ہمیں کو تمام چیزوں کا ذمے دار قرار دے کر سوار ہوئے تھے"؟

آرڈتھ کانپنے لگی۔" تو بھی وہ ہمیں قصوروار نہیں قرار دے سکتے۔ ہم نے تمام جلدیں بحفاظت الماری میں رکھدی تھیں"۔

ہاں! اور اب وہ غائب ہیں۔ ہم نے ضرور الماری کھلی چھوڑدی ہوگی" آرڈتھ نے غصے سے جواب دیا۔" لیکن میں نے اپنے ہاتھ سے الماری مقفل کی تھی"؟

"اچھا۔ تو اب تم نے کیا تدبیر سوچی؟" ہیلن کو خوفناک خیالات پریشان کر رہے تھے اور وہ خوف وہراس سے برابر کانپ رہی تھی جبکہ آرڈتھ پُرسکون انداز سے سوچ رہی تھی۔

"مجھے نہیں معلوم۔ لیکن یہاں بیٹھ کر رومال سے آنکھیں پونچھتے رہنے سے تو یقیناً کچھ فائدہ نہ ہوگا" یہ کہکر آرڈتھ تیزی سے کمرے کے باہر نکل گئی۔

ہیلن کچھ دیر تک اس دروازے کی طرف دیکھتی رہی جس سے اس کی بہن باہر گئی تھی۔ اس نے سوچا کہ اس کے پیچھے جا کر اسے منالائے۔ لیکن تھوڑی دیر ہی میں وہ اپنی بہن کی ناراضگی کو بھول کر اس عجیب واقعے پر غور کرنے لگی۔

ہیلن ہیزنگ اور اسکی بہن آرڈتھ ہیزنگ دو امریکن لڑکیاں تھیں جو کہ گذشتہ سال لڑائی میں یتیم ہوگئی تھیں۔ اُنکا باپ لڑائی میں مارا گیا اور ماں انفلوئنزا کی بھینٹ چڑھی جس کے بعد وہ اپنے نانا کے پاس جو کہ روم میں ایک عالیشان مکان میں سکونت پذیر تھا آ کر رہنے لگیں۔

ان کا نانا ایک عجیب طبیعت کا مالک تھا۔ باوجودیکہ اس کا مکان انواع واقسام کے نادرات سے پُر تھا وہ سب چیزوں سے بے تعلقی کی زندگی گذارتا تھا۔ دُنیا میں اسے صرف ایک چیز سے دلچسپی تھی اور وہ ٹکٹ فراہم کرنا تھا۔ اُس کے پاس دنیا میں سب سے بیش قیمت مجموعہ تھا جن میں سے دو ٹکٹ بہت ہی نایاب تھے۔ ہر ایک تین ہزار سات سو پچاس پونڈ سے کم مالیت کا نہ تھا۔ القصہ اس کا مجموعہ نادرات دنیا میں سے ایک تھا۔

ہیلن اس ناراضگی کا اندازہ کرسکتی تھی جس کا اظہار اس وقت ہونے والا تھا جبکہ ان کے نانا کو یہ معلوم ہوگا کہ آرڈتھ اور ہیلن نے اسکی غیر موجودگی میں البم کی جلدیں نکالی تھیں۔ اور ہیلن جانتی تھی کہ خواہ وہ اُسے کتنا ہی یقین دلائیں کہ اُنہوں نے الماری بحفاظت مقفل کی تھی۔ وہ کبھی یقین نہ کرے گا۔ اور نہ کبھی انہیں معاف کرے گا۔ ہیلن نے سوچا کہ وہ پولیس کی امداد حاصل کرے تاکہ تمام نوکروں سے اس بات کی تفتیش کرے۔ لیکن پھر اسے خیال آیا کہ اس کا نانا وینس سے جہاں وہ ایک تجارتی کاروبار کے سلسلے میں گیا ہوا تھا صرف دو دن بعد ہی واپس آ جائے گا۔ اور دو دن کے اندر اس پراسرار چوری کا سراغ لگالینا بالکل ناممکن تھا۔ اس نے ہر چند سب طرف خیال دوڑایا لیکن کوئی تدبیر نظر نہ آئی۔ یکایک اُسے آرڈتھ کی آواز سُنائی دی۔

"ہیلن یہاں آؤ"

ہیلن گذشتہ لڑائی کو بھول کر فوراً اپنی بہن کے پاس پہنچی۔ جو کہ ہاتھ میں ٹورچ لئے ہوئے زینے کے پاس کھڑی ہوئی تھی اور حیرت سے اس کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں۔

ہیلن نے نہایت استعجاب سے پوچھا۔ آرڈی! تم یہاں کیا کر رہی ہو"؟

"میرا....... میرا خیال ہے کہ میں نے کچھ سراغ لگالیا ہے۔" آرڈتھ نے کانپتی ہوئی آواز میں جواب دیا" ذرا یہاں آکر سونگھ تو سہی"

" سونگھ؟" ہیلن کو خدشہ پیدا ہوا کہ اس کی بہن کا دماغ تو کہیں اس ناگہانی صدمہ سے خراب نہیں ہوگیا۔

"مہربانی سے سونگھو" آرڈتھ نے عاجزانہ انداز سے کہا "میں پاگل نہیں ہوگئی ہوں بلکہ میرا دماغ نہایت صحیح حالت میں ہے"

ہیلن نے اندر قدم بڑھایا اور سونگھا تو ہوا میں ایسی بو پائی جیسی تہ خانوں کی بند ہوا میں پائی جاتی ہے۔ اس نے پھر دوبارہ سونگھا اور تھوڑی دیر تک ساکت رہنے کے بعد یکایک اچھل پڑی " آرڈی! اس میں عجیب قسم کی بو ہے۔ بالکل ایسی جیسی اس مصالحے میں ہوتی تھی جو بچپن میں ہم ٹوٹی ہوئی چیزیں جوڑنے کے کام میں لایا کرتے تھے"

آرڈتھ نے جوش سے ہیلن کو پیار کرلیا " شکر تم نے یہ بات محسوس کی۔ ورنہ مجھے تو ڈر تھا کہ تم مجھے پاگل خیال کروگی"

تب آرڈتھ نے ٹورچ کی روشنی لائبریری کی دیوار پر اور ہیلن نے کہا "غور سے دیکھو"

ہیلن نے بغور دیوار کا معائنہ کیا " ارے۔ یہ تو بالکل نیا کاغذ چپکایا گیا ہے اور مصالحہ بھی ابھی گیلا ہی ہے"

# رسمیدا گاوا کی آتشبازی

ٹوکیو میں ہر سال ماہ جولائی میں دریائے سمیدا پر بڑی شاندار آتش بازی چھوڑی جاتی ہے۔ یہ ٹوکیو کا سب سے بڑا دریا ہے۔ اور شہر کے ایک حصّہ میں سے بہتا ہوا سمندر میں جا گرتا ہے۔ گرمی کے موسم میں یہاں لوگ کشتی رانی کا لطف اُٹھاتے ہیں۔ پُرانے زمانہ سے یہ دستور چلا آتا ہے کہ کشتی رانی کے آغاز کی ایک تاریخ مقرر ہو جاتی ہے۔ اور اس کا افتتاح آتشبازی سے کیا جاتا ہے۔ آجکل سمندر کے کنارے بہت کشتی رانی ہوتی ہے۔ اور دریائے رسمیدا کی خصوصیت جاتی رہی ہے۔ تاہم قدیم رسوم کو ہنوز نبھایا جاتا ہے۔ اب کشتی رانی کا افتتاح آتشبازی پر منحصر نہیں رہا۔ شوقین لوگ ہر موسم میں کشتیوں کی سیر کرتے ہیں۔ کچھ گرمی پر ہی موقوف نہیں ہے۔ اگرچہ عام طور سے موسم گرما میں کشتی رانی کا زیادہ زور ہوتا ہے۔

آتشبازی اب صرف شوق تماشہ کا ایک مظہر رہ گئی ہے۔ یہ شوق بڑے پیمانہ پر پورا کیا جاتا ہے۔ اور ہزاروں لاکھوں آدمی آتشبازی دیکھنے جمع ہو جاتے ہیں۔ مہینوں پہلے سے اس کی تیاری ہوتی ہے۔ اور ہفتوں پہلے سے اخبارات میں اعلان شائع ہونے لگتے ہیں۔ یہ آتشبازی "رِیوگوکو" پُل کے دونوں طرف چھوٹتی ہے۔ دریا کے وسط میں کشتیوں میں آتشبازی کا انتظام ہوتا ہے۔ پُل کے دونوں طرف کوئی آدھ آدھ میل تک تماشائیوں کا اژدہام ہوتا ہے۔ اِسی مقام پر دریا کے دونو جانب کناروں پر بہت سے رسٹورنٹ بنے ہوتے ہیں۔ شوقین لوگ کئی کئی ہفتے پہلے اِنہی میں اپنی جگہ مخصوص کرا لیتے ہیں۔ اور لبِ دریا بھی کھلی جگہ پر احاطے کھینچکر نشستوں کا انتظام کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کشتیوں کے رسیا بڑی بڑی باربرداری کی کشتیوں میں بیٹھ کر آتشبازی کا نظارہ کرتے ہیں۔ ان مقامات پر تفریح اور کشتیوں کا لائسنس پولیس دیتی ہے۔ جو آتشبازی سے کئی روز قبل حاصل کر لیا جاتا ہے۔ کشتیوں کی تعداد محدود ہوتی ہے۔ اگر آتشبازی کے روز کوئی کشتی ان حدود کے اندر داخل ہونا چاہے تو اجازت ناممکن ہے۔ اور نہ اُسی روز کی تفریح کے ٹکٹ ہی مل سکتے ہیں۔ کیونکہ تمام ٹکٹ پہلے سے فروخت ہو جاتے ہیں۔

آتشبازی کے روز "رِیوگوکو" پل کے اطراف میں پولیس کی ناکہ بندی ہوتی ہے۔ موٹروں۔ ٹریموں۔ بسوں کی آمد و رفت بالکل بند کر دی جاتی ہے۔ لوگوں کے آنے جانے کے راستے مقرر ہو جاتے ہیں۔ جا بجا رسّے تنے ہوتے ہیں۔ اگر آنے کے راستے سے کوئی واپس جانا چاہے تو پولیس فوراً اُسے روک دیتی ہے۔ پُل پر سے آتشبازی کا نظارہ اچھی طرح ہو سکتا ہے۔ لیکن وہاں کسی فرد کو کھڑے ہونے کی اجازت نہیں۔ دریا میں بھی پولیس کی کشتیاں چلتی رہتی ہیں۔ موٹر بوٹوں پر پولیس کے سپاہی اِدھر سے اُدھر گشت لگاتے رہتے ہیں۔ جہاں لبِ دریا تماشائیوں کی نشست کا انتظام ہوتا ہے وہاں بھی پولیس کے آدمی جگہ بہ جگہ تعینات ہوتے ہیں۔ اور ہر طرح کا خیال رکھتے ہیں۔ اگر لوگ کھڑے ہو کر آتشبازی دیکھنا چاہیں تو سپاہی فوراً بگل کے ذریعہ سے اُنھیں ہٹنے کو کہتے ہیں۔ مگر تہذیب و تمدن کے ساتھ اور نرم لہجہ میں۔ یہ نہیں کہ فرعونِ بے سامان بن کر لوگوں کو ڈانٹیں غرض یہ کہ چپہ چپہ پر پولیس کی نگرانی ہوتی ہے اور ایسا عمدہ انتظام ہوتا ہے کہ باوجود اژدہام کے کوئی بدامنی پیدا نہیں ہوتی۔

اِس سال ہمیں بھی آتشبازی دیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ ایک ہفتہ پہلے رسٹورنٹوں کے ٹکٹ خریدنے چاہے۔ مگر سب جگہ سے نفی میں جواب ملا کہ جگہیں سب پُر ہو چکی ہیں۔ ہمیں بڑی مایوسی ہوئی۔ چند جاپانی احباب سے اس کا تذکرہ کیا۔ انھوں نے

بھی یہی کہا کہ وقت نکل گیا۔ کم از کم دو تین ہفتے پہلے آپ کو نشستیں محفوظ کرانی چاہئیں تھیں۔ اب آئندہ سال پر اُٹھا رکھئے۔ مگر یہاں آتشبازی دیکھنے کا سودا دماغ میں سما چکا تھا پھر ان انکاروں سے آتش شوق اور بھڑک اُٹھی۔ بہرحال ۲۰ر جولائی کو خدا کا نام لیکر گھر سے روانہ ہوگئے۔ "ریوگوکو" اسٹیشن پر ہر طرف سے سپیشل گاڑیاں چلی آرہی تھیں۔ بڑی مشکل سے گاڑی میں جگہ ملی۔ تمام ڈبوں میں مسافر کھڑے ہوئے تھے۔ اور سب گاڑیاں کھچا کھچ بھری ہوئی تھیں۔ ہم بھی تمام راستہ کھڑے رہے۔ ریل سے اُتر کر اسٹیشن سے باہر نکلے تو چاروں طرف سے پرے کے پرے چلے آرہے تھے۔ وہاں سے پُل کی طرف روانہ ہوئے۔ بھیڑ کے سبب جوں کی چال چلتے ہوئے وہاں تک پہونچے۔ ایک رسٹورنٹ کے دروازہ پر گئے۔ اُسنے ٹکٹ طلب کیا۔ ہم نے دلال کی ضرورت جتائی۔ اتفاق سے فی الفور ایک دلال مل گیا۔ اور وہ اپنے ساتھ دو تین جگہ لئے پھرا۔ مگر قسمت سے کہیں جگہ نہ ملی۔ آخری کوشش اُس نے پھر کی۔ چنانچہ چوتھی جگہ لبِ دریا اگلی قطار میں جگہ ملی اور نہایت اچھی۔ اتنی دیر کی کوفت اور پریشانی یہاں بیٹھنے میں کافور ہوگئی۔ ٹھنڈی ہوا نے دل و دماغ میں سکون و تازگی پیدا کردی اور میں نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے مولا کا شکرانہ ادا کیا۔ ہمیں اپنی اِس کامیابی پر حقیقت میں بڑی خوشی ہوئی۔ اِس جگہ فرش پر نشستوں کا انتظام تھا ہمیں بیٹھنے کو کشن بھی مل گئے۔ اب جو نظر اُٹھائی تو دریا کے اس کنارے سے اُس کنارے تک آدمیوں کے سر ہی سر نظر آرہے تھے دریا میں کنارے کنارے چھوٹی بڑی کشتیاں آدمیوں سے لدی پھندی آگے پیچھے قرینہ سے دور تک پڑی ہوئی تھیں۔ کھانے پینے کے سامان کی کشتیاں بھی برابر اِدھر اُدھر آجارہی تھیں۔ لوگ بڑے سامان سے آتے تھے۔ کھانے کا سامان ساتھ تھا شراب کے شوقین بوتلوں کی بوتلیں اُڑا رہے تھے۔ کیک۔ پھل۔ سوڈا واٹر وغیرہ کی کشتیاں لوگ گلے میں باندھے تماشائیوں کے بیچ میں بیچتے پھرتے تھے۔ مگر سب جگہ ان کا پہنچنا دشوار تھا۔ کیونکہ کثرت سے آدمی تھے۔ بہت سے لوگ خریدنے کی فکر میں رہے اور نہ خرید سکے ان ہی میں ہم بھی شامل تھے۔

سات بجے شام کو دھنا دھن کی آوازیں آنی شروع ہوئیں اور آتشبازی چھوٹنے لگی۔ ہمارے چاروں طرف جاپانی ہی جاپانی تھے۔ مرد عورت بچے سب موجود تھے۔ جب آسمان پر گولے پھٹتے تھے تو بچوں کی اہا اہا کے ساتھ بعض بعض مرد بھی طرح طرح کی خوشی کی آوازیں نکالتے تھے۔ آتشبازی واقعی قابل دید تھی۔ بیسیوں قسم کے گولے چھوڑے گئے تھے۔ کسی گولے میں سے پھٹکر چاروں طرف اِس طرح چنگاریاں پھیل جاتی تھیں کہ چھتری کی شکل بن جاتی تھی۔ کسی میں سے لال سبز قمقمے نکلتے تھے اور آنکھوں کو خیرہ کردیتے تھے۔ کسی میں روشن چاند سے نکلتے تھے جو دیر تک چمکتے رہتے تھے۔ کسی گولے میں سے پھول نکلنے کے ساتھ ایک روشن تارا نکلتا تھا جو نیچے گرتے ہوئے تھوڑی تھوڑی دیر میں پھٹتا اور اُسمیں سے چھوٹے چھوٹے تارے نکلتے تھے۔ کسی میں سے غبارے سے نکلتے جو چکر کھاتے ہوئے دور تک چلے جاتے تھے۔ کسی میں سے مہتابیاں چھوٹتی تھیں۔ بہت سے قسم کے گولے تھے۔ گولے کبھی پل کے ایک طرف سے چھوٹتے تھے کبھی دوسری طرف سے۔ آتشبازی کی کشتیوں میں بانس کے ٹھاٹر بندھے ہوئے تھے۔ وقفہ وقفہ سے ٹھاٹروں میں تماشا لگایا جاتا تھا۔ کسی میں جاپانی عبارت ہوتی تھی کسی میں کوئی شکل ہوتی تھی۔ کسی میں کوئی منظر۔ دو گھنٹے تک اسی طرح آتشبازی چھوٹتی رہی۔ آخر نو بجے ختم ہوئی اور لوگوں نے اپنے اپنے گھروں کی راہ لی۔

جاپان میں ہم نے اس وقت تک بہت سی تفریح گاہوں کی سیر کی ہے اور ہر جگہ بڑوں کے ساتھ بچے دیکھے ہیں۔ اِن بچوں میں شیر خوار بچے بھی شامل ہیں جو ماؤں کی پیٹھ پر بندھے رہتے ہیں۔ اِن بچوں کی خاموشی دیکھکر ہمیشہ ہمارے دل پر اثر ہوا ہے۔ نہ یہ بدتمیزیاں کرتے ہیں نہ آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں۔ نہ چیختے چلاتے ہیں۔ نہ روتے دھوتے ہیں عقل حیران ہے کہ جاپانیوں کے بچے کس قسم کے ہوتے ہیں یا ان کے ماں باپ تربیت کے ماہر ہوتے ہیں جو بچوں میں بڑوں کی سی سنجیدگی پیدا کردیتے ہیں۔ یہاں بھی بے انتہا بچے موجود تھے۔ آتشبازی کی خود سیر کر رہے تھے اور بزرگوں کے حظ میں مخل نہیں ہوتے تھے۔ انکے بزرگ خود اُنہیں سیر دکھانے میں بڑے شوق سے مشغول تھے۔

مسز برلاس از ٹوکیو

دوتین بار کمانی کے آزمانے کے بعد ہیلن اور آرڈتھ تختے کو اپنی قدیمی جگہ لانے میں کامیاب ہوگئیں۔ اور نہایت بددلی سے کھانے کے کمرے میں چلی گئیں۔

لنچ کے دوران میں آرڈتھ نے مختلف تجاویز سوچیں۔ بالآخر اسے اپنی آخری تدبیر قابل عمل معلوم ہوئی۔ وہ یہ کہ اس جگہ کا بھید معلوم کیا جائے جہاں وہ سیڑھیاں اترتی تھیں۔ اسے کامل یقین تھا کہ ان کے نانا کا نادر مجموعہ وہاں موجود ہوگا۔ اب آرڈتھ کو کچھ کچھ شبہ ہو چلا تھا کہ بہت ممکن ہے اس میں جیک کی سازش ہو۔ لیکن اسے خوف بالکل نہ تھا۔ کیونکہ وہ جانتی تھی کہ چور خواہ کوئی بھی ہو لیکن وہ بہادر ہونے کے بجائے چالاک آدمی ہوگا۔ کیونکہ اگر کوئی بہادر شخص ہوتا تو وہ دو نوعمر لڑکیوں کے نانا کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھاکر اتنی ہوشیاری سے البم غائب کرنے کے بجائے زبردستی کو کام میں لاسکتا تھا۔

سب سے پہلا قدم آرڈتھ نے عملی کارروائی کی جانب یہ لیا کہ اپنے نانا مسٹر کرسٹن کے نام ایک خط لکھا جس میں البم کی جلدوں کی چوری۔ اپنی سراغ رسانی۔ کامیابی اور پھر تہ خانے تک پہنچنے اور اس کمانی کا استعمال جس سے فرش میں رستہ پیدا ہو جاتا تھا یہ سب حالات مذکور تھے۔ وہ خط اپنے نانا کے صبح کے استعمال کے کوٹ کی جیب میں رکھ دیا۔ یہ سب احتیاط اس لئے محفوظ رکھی گئی کہ اگر آرڈتھ اور ہیلن کو کوئی حادثہ پیش آجائے تو ان کا سراغ لگانے میں بہت زیادہ دقت نہ ہو اس کے بعد آرڈتھ موٹر خانے میں سے اوزاروں کا بکس اٹھالائی کہ ضرورت پڑنے پر وہ ہتھیار کے طور پر استعمال کئے جاسکیں۔ اور اندر سے کمرے کا دروازہ مقفل کرلیا۔ تاکہ اگر جیک کی اس میں کچھ شرارت ہو تو وہ ان کے نیچے اترنے کے بعد تختوں کو برابر کرکے انہیں اندر نہ مقید کردے۔

ہیلن زمین کی تہ میں اترنے کی تجویز سنکر بہت خوف زدہ ہوئی۔ لیکن جب آرڈتھ نے اسے بوڑھے غضبناک نانا ابا کی غضبناک ناراضگی یاد دلائی تو غریب ہیلن کو مذکورہ دو خطرات میں سے اول الذکر کا انتخاب کرتے دیر نہ لگی اور اب دونوں بہنیں ہاتھوں میں برقی شمعیں لئے ہوئے سیڑھیوں پر سے اتر رہی تھیں۔ آرڈتھ ہر ایک سیڑھی پر پاؤں رکھنے سے پہلے احتیاط سے دیکھ لیتی تھی اور ہیلن کو بھی یہی تاکید کرتی جاتی تھی کیونکہ سیڑھیاں بالکل تنگ و تاریک تھیں اور ان کی ناہموار سطح اس بات کی شاہد تھی کہ زمین کو ہی کاٹ کر بنائی گئی ہیں۔ زینے کے دونوں جانب سخت مٹی محسوس ہوتی تھی۔

نیم بدحواسی کی حالت میں آرڈتھ نے اپنے تئیں سیڑھیوں کا شمار کرتے ہوئے پایا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ دو سو چار۔۔۔۔۔۔ دو سو پانچ۔۔۔۔ دو سو چھ۔ اور تب مشعل کی روشنی سامنے کسی چیز سے رک گئی۔ یہاں سیڑھیاں ختم ہوتی تھیں۔ آرڈتھ نے دوبارہ روشنی ڈالی اور دیکھا کہ اب تقریباً ایک فٹ کے فاصلے پر ایک تنگ و تاریک سرنگ کا آغاز ہوتا تھا۔ سرنگ کی تاریکی سے خوف زدہ ہوکر آرڈتھ کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ کاش یہاں برقی روشنی ہوتی۔

جب ہیلن بھی سرنگ میں داخل ہوگئی تو دونوں نہایت احتیاط سے آگے روانہ ہوئیں۔ ہیلن کا خطرناک مہموں کی کہانیوں کا شوق اور مطالعہ بے کار ثابت نہ ہوا۔ کیونکہ اسکی جیب میں ایک معقول مقدار چاولوں کی تھی وہ تمام راستے بکھیرتی آئی تھی۔ اور زندگی میں پہلی مرتبہ آرڈتھ کو معترف ہونا پڑا کہ ہیلن اس سے زیادہ عقلمند تھی۔

دونوں اپنے اس سفر کی اہمیت سے بخوبی واقف تھیں۔ ہر گھڑی انہیں یہی دھڑکا تھا کہ اب کسی بلا میں گرفتار ہوئے۔ علاوہ ازیں اس بات کا بھی خوف تھا کہ اگر سرنگ بالکل سیدھی ہوئی تو جو کوئی بھی اس کے اختتام پر ہوگا اس نے یقیناً ان کی شعلوں کی روشنیاں دیکھ لی ہوں گی۔ لیکن تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ ان کے اس خیال کی تردید ہوگئی۔

اور سرنگ دائیں بائیں مختلف شاخوں میں تقسیم ہونے لگی۔ ہر تھوڑے عرصے بعد ان کے پاؤں آگے دیوار سے ٹکراتے اور سامنے رستہ بند نظر آتا۔ اس تاریکی میں صحیح راستے پر چلنا نہایت دشوار گذار تھا۔ لیکن چونکہ بڑی سرنگ دوسری شاخوں سے کچھ فراخ تھی۔ ہیلن اور آرڈتھ اپنے رستے سے نہیں بھٹکیں۔ ہیلن تمام رستے چاول برابر بکھیرتی جاتی تھی، تھوڑی دیر بعد سرنگ اور بھی زیادہ تنگ ہونی شروع ہو گئی اور چند فٹ کے فاصلے پر ہی ایک نئی طرف مڑنا پڑا۔ یکایک آرڈتھ نے محسوس کیا کہ ہیلن کے قدموں کی آہٹ نہیں سُنائی دے رہی۔ وہ ٹھیر گئی اور کان لگا کے سُنا پر ہیلن کے قدموں کی چاپ کہیں دور یا نزدیک بھی نہ سُنائی دی۔ آرڈتھ پریشان ہو کر اُلٹے قدموں واپس ہوئی۔ پانچ موڑ مڑنے کے بعد اسے ہیلن کی مدہم آواز ایک آہنی دروازے کے پیچھے سے آئی۔ ہیلن نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔

"شکر ہے تم آگئیں۔" اور وہ اس اثنا میں دروازے پر برابر زور کر رہی تھی کہ کسی طرح وہ کھل جائے۔

"ہیلن یہ ماجرا کیا ہے؟"

میں تمہارے پیچھے پیچھے آرہی تھی۔ کونے پر پہنچ کر سرنگ دو حصوں میں تقسیم ہوئی تھی۔ میں نے خیال کیا تم اِدھر مڑی ہوگی۔ اور جیسے ہی میں نے ادھر قدم رکھا یہ دروازہ جھٹ بند ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی پوشیدہ کمانی کے دبنے سے یہ دیوار میں سے نکل آیا۔"

آرڈتھ حیران تھی کہ ہیلن کو رہائی دلانے کے لئے کیا تدبیر کی جائے۔ جب وہ ادھر سے گذری تھی تو یقیناً وہاں کوئی دروازہ نہ تھا۔ لازمی طور پر یہ دروازہ ہیلن کا بوجھ کسی خفیہ کمانی پر پڑنے سے نمودار ہو گیا ہو گا۔ ہیلن کا ہراس و پریشانی بڑھتی جاتی تھی۔ لیکن آرڈتھ کو چونکہ یقین تھا کہ کوئی نہ کوئی ذریعہ اس کے کھولنے کا ہو گا اس نے نیچے سے لگا کر اوپر تک پورا دروازہ دیکھ ڈالا۔ پر کوئی قفل یا کھٹکا نظر نہ پڑا۔ اسی کوشش میں آرڈتھ کا ہاتھ اتفاقیہ دروازے کے کنارے ایک اُبھری ہوئی جگہ پر پڑا۔ دروازہ پھسل کر دیوار کے اندر چلا گیا اور ہیلن قید سے رہا ہو گئی۔ اس قید خانہ کے متعلق اور زیادہ واقفیت حاصل کرنے کے لئے آرڈتھ اندر گھس گئی اور دروازہ پھر بند ہو گیا۔ اس نے اندر ہر چند ڈھونڈا لیکن کوئی ایسی چیز نہ پائی جس سے آہنی دروازہ کو کھولا جا سکے۔ لیکن ہیلن نے جب باہر سے پھر اسی جگہ پر زور ڈالا تو دروازہ فوراً کھل گیا۔ تب آرڈتھ کو اپنے اس خیال کا ثبوت مل گیا کہ دروازہ صرف باہر ہی سے کھولا جا سکتا ہے۔

آرڈتھ نے تھوڑے سے چاول بطور نشان کے وہاں ڈال دئے کہ واپسی میں بے دھیانی میں پھر اُدھر نہ جا نکلیں۔ اب آگے اور زیادہ موڑ نہیں ہے۔ لیکن رستہ بہت ڈھلواں ہوتا گیا۔ آرڈتھ دل میں سوچ رہی تھی کہ خدایا یہ کبھی ختم بھی ہو گا یکایک ہیلن اور آرڈتھ نے فضا میں ایک اور قسم کی بو پائی جو کہ زمین دوز سرنگ کی نم اور سیل کی بو سے قطعاً مختلف تھی۔

"یہ تو دھوئیں کی سی بو ہے۔ آرڈی" ہیلن نے کہا۔

"دھواں؟" آرڈتھ کا دل بیٹھ گیا۔ اسے معاً خیال پیدا ہوا کہ چور نے انہیں جلانے کے لئے آگ تو نہیں لگا دی۔ آرڈتھ نے دوبارہ سونگھا اور ان کا شبہ یقین کے درجہ پر تھا کہ یہ دھوئیں کی بو ہے۔

راستہ آگے داہنے ہاتھ کو مڑتا تھا۔ ہیلن اور آرڈتھ نے اُس موڑ کو طے کرنے کے بعد جو کچھ دیکھا اُس سے وہ وہیں ٹھٹک کر رہ گئیں اور اپنے تئیں چھپانے کے لئے ایک کونے میں دبک گئیں۔ ہیلن خوف سے پتے کی طرح کانپ رہی تھی۔

آرڈتھ کی خوشی لامحدود تھی۔ "تب میرا خیال ہے کہ ہم نے نانا ابا کے ٹکٹوں کا بھید لگا لیا۔"

ہیلن گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گئی۔ "آرڈتھ! اب کیا ارادہ ہے۔" عین اسی وقت گویا ہیلن کے سوال کے جواب میں وسیع مکان میں گھنٹے کی آواز گونجی۔ اور ہیلن نے ٹھنڈا سانس بھر کے کہا "سچ"

آرڈتھ نے کہا "جلدی کرو۔ یہ کوٹ وغیرہ اور سب چیزیں مقررہ جگہ پر ٹانک دیں۔ تاکہ کسی کو کچھ شبہ نہ ہو۔ میرا خیال ہے کہ چور اسی مکان میں ہے۔" ہیلن کانپنے لگی اور ڈرتے ہوئے پوچھا "تمہارا شبہ جیک پر تو نہیں؟ وہ ہمارے کھانے میں زہر ملا سکتا ہے"

اب وہ پہلے سے بھی زیادہ ہراساں نظر آرہی تھی۔ آرڈتھ نے بے صبری سے اپنا پیر زمین پر مارا۔ "ایسی ڈرپوک نہ بنو۔ ہیلن! اگر تم اسی بزدلی کا اظہار کروگی تو تم سے کیا امداد ملے گی۔ کیا تم نانا ابا کا ٹکٹوں کا مجموعہ نہیں حاصل کرنا چاہتیں؟"

ہیلن اپنی بڑی بہن کی طرح باہمت دلیر نہ تھی۔

آرڈتھ نے کھانے کے کمرے کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔ "تمہارے لئے یہ بالکل موزوں ہے کہ تم ایک بزدل بے بس کی طرح یہاں کانپتی رہو اور میں جیسے ہی لنچ ختم ہوگا اس کا سراغ لگانے کی کوشش کروں گی اور تم نانا ابا کے بے پناہ غصے کو یہاں بیٹھکر برداشت کرنا۔"

ہیلن کے نزدیک ان دو باتوں سے بدتر کوئی اور چیز نہ تھی ایک تو یہ کہ اس کی بہن اس سے ناراض ہو جائے اور دوسرے یہ کہ وہ تنہا اس قصور کا اقرار اپنے نانا کی موجودگی میں کرے۔ اس لئے وہ آرڈتھ کے ساتھ ساتھ گئی۔ گرم بسکٹوں اور تازہ ملائی کے کھانے سے جلد ہی اس کا ہراس دور ہوگیا اور اب آرڈتھ کے ساتھ مل کر اگر ضرورت ہو تو وہ شیروں تک کا سامنا کرنے کو تیار تھی۔ بہ نسبت اس کے کہ وہ اکیلی ٹھیر کر اپنے نانا کی ناراضگی برداشت کرے۔

لنچ ختم ہوئے پانچ منٹ بھی نہ گذرے تھے کہ دونوں لڑکیاں اس چھوٹے کمرے میں جہاں سے زینہ چڑھتا تھا موجود تھیں۔ تھوڑی دیر کی کوشش کے بعد ہی وہ دیوار پر منڈھے ہوئے کاغذ کو علیحدہ کرنے میں کامیاب ہوگئیں اور نہایت حیرت سے دیکھنے لگیں کہ دو مربع فٹ جگہ میں دیوار کا پلاسٹر اکھاڑ کر پھر اسی جگہ پر رکھ دیا گیا تھا۔ پانچ منٹ اور لگے اور اس نئے راز کا انکشاف ہوا کہ آہنی الماری کی پشت کاٹ کر البم نکال لئے گئے تھے۔ اور پھر نہایت ہوشیاری سے یہ تمام نشانات چھپانے کے لئے پلاسٹر کا ٹکڑا اسی جگہ رکھ کر اوپر سے کاغذ چپکا دیا گیا تھا۔

شام کی چائے اور شب کا کھانا نہایت بے چینی سے کھایا گیا۔ آرڈتھ تمام وقت اس واقعے پر ہر پہلو سے غور کرتی رہی۔ ہیلن کی رائے قرار پائی کہ مکان میں ضرور کوئی پوشیدہ سرنگ ہے۔ پر آرڈتھ نہایت مایوس تھی کہ چور کی جائے پناہ کے بجائے صرف آہنی الماری تک ہی سراغ لگ سکا۔ پوشیدہ سرنگ کا ہونا ایسی تعجب خیز بات نہ تھی۔ کیونکہ انہوں نے بارہا اپنے نانا سے سنا تھا کہ ان کا رہائشی مکان نیرو کے عہد کے ایک مکان کی بنیادوں پر ہی تعمیر ہوا تھا۔ اسے خیال گذرا کہ ان کے نوکر جیک نے کسی طرح اس سرنگ کا پتہ لگا کر مکان میں سے باآسانی چیزیں چرا کر اس پوشیدہ جگہ میں چھپانی شروع کردی ہوں گی۔ لیکن سرنگ کا پتہ لگانا کوئی آسان کام نہ تھا۔ تاہم آرڈتھ نے سوچا کہ ہم محض قسمت کی یاوری کی وجہ سے ہی چوری کی نوعیت معلوم کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں تو اگر آئندہ بھی قسمت رہنمائی کرے تو سرنگ کا دریافت کرلینا کیا بڑی بات ہے۔ آرڈتھ نے تمام رات ان ہی خیالات میں اور صبح کے انتظار میں گذار دی۔ تاکہ صبح ہوتے ہی وہ اپنی تلاش کو پھر جاری رکھ سکیں۔

صبح کے ناشتے کے بعد دونوں لڑکیاں بے چینی سے اس بات کا انتظار کرنے لگیں کہ کب خادمہ اپنی روزمرہ کی جھاڑ پونچھ سے

فارغ ہو اور کب وہ اپنی تلاش بغیر کسی مداخلت کے جاری کریں۔

آرڈتھ نے لائبریری میں داخل ہوتے ہوئے کہا" ہیلن ہم یہاں سے شروع کرینگے۔ میں ان دیواروں کو دیکھتی ہوں اور تم مقابل کی دونوں دیواروں کا بغور معائنہ کرو۔"

آدھ گھنٹے تک کمرے میں مکمل سکوت رہا۔ دونوں بہنیں دیواروں کے چپے چپے پر اپنی متلاشی نظریں دوڑا رہی تھیں۔ آرڈتھ نہایت خاموشی کے ساتھ اپنا کام انجام دے رہی تھی جبکہ ہیلن کے اضطراب کا اظہار کبھی کبھی "پاک مریم" کی صدا سے ہو جاتا تھا۔

بالآخر جبکہ دونوں اپنی تلاش میں ناکامیاب رہیں تو آرڈتھ مایوسی سے ایک بڑی آرام کرسی (جو کہ ان کے نانا کو بے حد عزیز تھی) پر گر گئی۔

"ہیلن۔ اب کچھ فائدہ نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اب وہ ہمیں کبھی نہیں مل سکتا" ہیلن میں ہوش کی پائداری اپنی بہن سے زیادہ تھی۔

ابھی سے ہمت نہ ہارو۔ آرڈی! آؤ ہم دوسرے کمروں کو بھی دیکھیں۔ آرڈتھ پھر کامیابی کی موہوم سی اُمید کے ساتھ اُٹھ کھڑی ہوئی۔" اچھا۔ آؤ اب گول کمرے میں دیکھیں۔"

دونوں نے پھر اسی قدر مستعدی کے ساتھ گول کمرے اور اس کے بعد موسیقی کے کمرے میں تلاش شروع کی لیکن سب بیکار۔ یہاں تک کہ ہیلن کا جوش بھی دھیما پڑ گیا اور بیچاری لڑکیاں دل میں بطور جاسوس کے اپنی ناقابلیت کا اعتراف کرتے ہوئے پھر لائبریری میں واپس آگئیں۔

یکایک ہیلن نے پوچھا:" آرڈتھ! فرض کرو تم مکان تعمیر کروا رہی ہوتیں اور تمہیں اسمیں ایک خفیہ سُرنگ بنوانی ہوتی تو کہاں بنواتیں؟" آرڈتھ اپنی بہن کے اس عجیب سوال کا جواب دینے سے پہلے دل میں کچھ سوچتی رہی۔ پھر بولی" اگر میں مرد ہوتی تو اپنے تمام قیمتی کاغذات اور چیزیں نیچے کی منزل میں رکھتی۔ اور میں وہ پوشیدہ سرنگ ایسی جگہ بنواتی جہاں کسی کو شبہ بھی نہ ہوتا اور نزدیک بھی ہوتی کہ بوقتِ ضرورت کسی وقت کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔"

ہیلن بیٹھ گئی اور اپنی بہن کے اس فلسفیانہ جواب پر غور کرنے لگی۔" ممکن ہے یہ خفیہ جگہ زینے کے نیچے ہو۔"

ذرا دیر ہی میں آرڈتھ ہاتھ میں ٹورچ لئے ہوئے سیڑھیوں کے پاس تھی۔ تھوڑی دیر تک ہیلن اور آرڈتھ اِدھر اُدھر دیکھتی رہیں۔ یکایک ہیلن کو جو کہ زینے کے بالکل کنارے پر کھڑی تھی اپنے قدموں کے نیچے کا فرش کچھ ہلتا ہوا معلوم ہوا۔ وہ ایکدم سے چونک پڑی ......" آرڈی ...... آرڈی!" اسے ایسا معلوم ہوا کہ اس کی قوت گویائی سلب ہو گئی اور واقعاً اس کی آواز اس قدر دھیمی نکلی کہ آرڈتھ کچھ خوف زدہ سی ہو گئی۔ پیچھے مڑ کر دیکھا کہ — کہ فرش کا ایک حصّہ نہایت آہستگی سے ایک طرف کو ہٹ گیا اور اس کی نظر نیچے ایک اندھیرے تہ خانہ پر پڑی۔ ہیلن اپنی آنکھوں کو باور نہ کر سکی اور تھوڑے عرصے تک ساکت بیٹھی ہوئی اس خوفناک تاریک جگہ سے کسی نئے انکشاف کی منتظر رہی۔ کچھ دیر بعد جب ذرا حواس درست ہوئے تو آرڈتھ نے گھٹنوں کے بل جُھک کر اندر ٹورچ کی روشنی ڈالی تو ایک تنگ زینہ نیچے اُترتا ہوا نظر پڑا۔ ہیلن ایک دم خوف سے پیچھے ہٹ گئی اسے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ وہ الف لیلیٰ کی کسی کہانی کا خواب دیکھ رہی ہے اور ہر گھڑی اس طلسم کے ٹوٹنے کی منتظر تھی۔

آرڈتھ نے گھڑی دیکھی اور نہایت بیزاری سے کہا" لنچ کا وقت ہو گیا اب ہمیں اس نئے انکشاف کو پوشیدہ رکھنے کیلئے اپنی کارروائی کو ادھورا چھوڑنا ضروری ہے۔"

دونوں نے جلدی سے برقی مشعلوں کے بٹن دباکر روشنی بند کردی اور چپکے سے پھر جھانکا........ سرنگ کے اختتام پر ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ کمرے میں ایک بوڑھا اطالوی اپنی دونوں کہنیاں میز پر ٹیکے ہوئے بیٹھا تھا۔ اُس کا جھریاں پڑا چہرہ بہ نسبت انسان کے بن مانس سے بہت مشابہ معلوم ہوتا تھا۔ میز پر رکھے ہوئے لمپ کی روشنی اس کے چہرے کی زردی کو اور بھی نمایاں کررہی تھی۔ اس کے بھورے لمبے پریشان بال کاندھوں سے بھی نیچے لٹکتے تھے۔ اُس نے اپنی آنکھیں کتاب پر سے اُٹھائیں۔ تو ہیلن یہ دیکھ کر کانپ گئی کہ وہ دہکتے ہوئے انگاروں کی طرح سُرخ تھیں۔ بوڑھا اجنبی اطالوی زبان میں آہستہ آہستہ کچھ بڑبڑا رہا تھا۔ اسکی آواز اس قدر دھیمی تھی کہ ہیلن و آرڈتھ ایک حرف بھی نہ سمجھ سکیں۔ اس کے قدموں میں ایک بڑی سیاہ بلی پڑی ہوئی تھی۔ کمرہ بہت چھوٹا اور سامان سے قریباً خالی تھا۔ ایک طرف کونے میں ایک نیچا سا پلنگ تھا جس کی مخالف سمت میں ایک چولھے میں آگ روشن تھی۔ ان دو چیزوں کے علاوہ کمرے کے سامان میں ایک میز اور کرسی بھی شامل تھی جس پر بوڑھا اطالوی اس وقت بیٹھا ہوا تھا۔ ہیلن اور آرڈتھ کے لئے یہ بہت خوشگوار سین نہ تھا اور نہ بڈھے اجنبی کا بن مانس سے مشابہ چہرہ بلکہ وہ البم کی خوبصورت چمڑے سے مجلد جلدیں تھیں۔...... مسٹر کرانسٹن کے نایاب ٹکٹ! جن میں سے سات جلدیں خوش سلیقگی سے میز پر رکھی ہوئی تھیں اور ایک بوڑھے اطالوی کے سامنے کھلی ہوئی تھی۔

اس بات سے قطعاً بے خبر کہ چار پوشیدہ آنکھیں اس کی حرکات و سکنات کا بغور مطالعہ کررہی ہیں۔ بڈھا ٹکٹوں پر نظریں جمائے بیٹھا تھا۔ بعض بعض ٹکٹوں کو وہ ہاتھ سے چھوتا بھی جاتا تھا۔ اور اس تمام عرصے میں وہ اپنے سے آہستہ آواز میں برابر ہمکلام رہا۔

بلی اپنی جگہ سے اُٹھی اور ایک جُھرجُھری لیکر بڑی شان استغنا سے پلنگ کا رُخ کیا۔ جہاں پر اُسنے پھر اپنے آپ کو گہری نیند کی آغوش میں دیدیا۔ اس کی ان حرکات نے بوڑھے اطالوی کو چونکا دیا۔ اسنے اپنی آنکھیں البم پر سے اُٹھائیں اور کمرے میں چاروں طرف ایک نگاہ ڈالی۔ اور پھر سرنگ کے داخلے کی طرف دیکھا۔ آرڈتھ نے جلدی سے ہیلن کو پیچھے کھینچ لیا۔ اس کا دل خوف سے دھڑکنے لگا۔ مبادا بوڑھے اطالوی نے انہیں دیکھ لیا ہو۔ اس کے بعد کرسی کے کھسکانے اور سست رفتار قدموں کی چاپ سُنائی دی۔....... اب بوڑھا سیڑھیوں کو طے کررہا تھا۔ آرڈتھ نے سر نکال کر اسے ایک بدقطع زینے کی آخری سیڑھی پر سے نظروں سے غائب ہوتے دیکھا۔ یہ زینہ کمرے کے ایک گوشے میں سے چڑھتا تھا۔ لیکن ہیلن اور آرڈتھ کی توجہ اس سے پیشتر اس جانب مبذول نہیں ہوئی تھی۔

اب وہ اس کے چلنے کی آہٹ بالکل اپنے اوپر چھت پر محسوس کرسکتی تھیں۔

"ہیلن آؤ اب کچھ کام کرنے کا موقعہ ہے۔ جب تک کہ بوڑھا واپس آئے ہم کتابیں لیکر بھاگ سکتے ہیں"۔

ہیلن نے اثبات میں سر ہلایا۔ اور دونوں دبے پاؤں کمرے میں داخل ہوگئیں۔ دروازہ پر پھر ٹھٹک کر اُنہوں نے قدموں کی آہٹ کو محسوس کیا۔ اور بھاری قدموں کی چاپ بخوبی سُنائی دے رہی تھی۔ تاہم آرڈتھ اور ہیلن دونوں کمرے میں تھیں اور....... ان کے نانا کے البم سامنے میز پر.......

"چار جلدیں تم اُٹھالو اور چار میں لے لوں گی"۔

قدموں کی چاپ نزدیک تر سُنائی دینے لگی۔ آرڈتھ کی قوت عمل نے جواب دیدیا۔ اس کی طاقت خوف سے اس قدر سلب ہوگئی کہ کھلی ہوئی کتاب کو بند کرکے اُٹھانا ایک ناممکن کام معلوم ہونے لگا۔ جلتی ہوئی آگ کے دھوئیں سے اسکا دم

گھٹا جا رہا تھا۔ اور ضبط کی انتہائی کوشش کے باوجود آرڈتھ کو کھانسی اُٹھ آئی۔ اب ہیلن کا خوف سے بُرا حال تھا۔ قدموں کی آہٹ اور بھی زیادہ نزدیک تھی۔ آرڈتھ نے کتابیں میز پر ڈالدیں اور اپنی جیب میں سے کنجی نکال کر ہیلن کے ہاتھ میں ٹھونس دی۔

"ہیلن جلدی سے بھاگو۔ میں بھی تمہارے پیچھے آرہی ہوں۔ فوراً پولیس میں خبر کردو" ہیلن فوراً تیزی سے کمرے سے نکل گئی۔

اتنی قلیل تاخیر بھی غضب تھی جیسے ہی آرڈتھ نے بھی بھاگنے کیلئے کتابیں سنبھالیں۔ بوڑھا اطالوی مقابل کے دروازے سے کمرے میں داخل ہوگیا۔ آرڈتھ فوراً کمرے میں سے نکل کے بھاگی۔ لیکن بوڑھا اس کا تعاقب کر رہا تھا اور اسکی غضبناک آواز آرڈتھ کو اپنے پیچھے بالکل نزدیک سُنائی دے رہی تھی۔ سرنگ کے موڑ پر پہنچکر آرڈتھ مُڑ کر دیکھے بغیر نہ رہ سکی۔ اسکے غصے سے سرخ چہرے سے وحشت ٹپک رہی تھی۔ اور اس کی آنکھوں سے نفرت و غصے کی وجہ سے شعلے نکل رہے تھے۔ یہ دیکھکر تو آرڈتھ کے پاؤں میں گویا پر لگ گئے اور اُسنے اپنی پوری تیزی سے بھاگنا شروع کیا لیکن پھر تھوڑی دیر بعد ہی وہ اس کے ہانپنے کی آواز اپنے بالکل نزدیک سُن رہی تھی۔

یکایک آرڈتھ کو اس قید خانے کا خیال آیا جسمیں ہیلن بند ہوگئی تھی۔ چنانچہ جب وہ بھاگتے بھاگتے اس جگہ پہنچی تو اسے اپنی پوری طاقت سے ایک جلد اسکے اندر پھینک دی۔ اور اپنے آپ ایک کونے میں سانس روک کر کھڑی ہوگئی۔ ....... اور اس نے آہنی دروازے کو بند ہوتے ہوئے اور اپنے تعاقب کرنے والے کے قدموں کی آواز کو ہال ختم ہوتے ہوئے سُنا جو کہ دروازے کے بند ہونے سے اس خیال میں تھا کہ اس کا چور اسی آہنی پنجرے میں قید ہوگیا ہے۔ وہ غصے سے بالکل آپے سے باہر تھا۔ چنانچہ جھٹ کمانی کو دبا اندر داخل ہوگیا۔ اور اب وہ آرڈتھ کا قیدی تھا۔ آرڈتھ نے اطمینان کا ایک لمبا سانس لیا۔ اور سیڑھیوں کو نہایت تیز رفتاری سے طے کرنے لگی۔ جیسے ہی وہ زینہ طے کرکے ہال میں پہنچی ہیلن وردی پوش اطالوی سپاہیوں کی ہمراہی میں مکان میں داخل ہوئی۔ یہ وہی سپاہی تھے جنہیں آرڈتھ ہمیشہ حقارت سے "نیولین" کہا کرتی تھی وہی اس وقت اسے فرشتوں سے کم معلوم ہوئے۔ سپاہیوں کو ٹوٹی پھوٹی اطالوی زبان میں تمام واقعات بتادئے گئے۔ آرڈتھ کو ان کی رہبری کے لئے پھر اس طویل زینے کو ایک بار طے کرنا پڑا جبکہ ہیلن لائبریری میں بقیہ سات قیمتی کتابوں کی حفاظت کے لئے ٹھیری رہی۔ سچ تو یہ ہے ہیلن ہیروں سے بھری ہوئی تھیلی کے عوض بھی اس منحوس جگہ دوبارہ جانے کے لئے تیار نہ ہوتی۔

ہیلن ابھی لائبریری میں بیٹھی ہوئی اپنی اس پُرخطر مہم کے متعلق سوچ رہی تھی کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور مسٹر کرانسٹن اندر داخل ہوئے۔ وہ حیرت سے چونک پڑی۔ "نانا ابا آپ پورے ایک دن پہلے کس طرح آگئے؟" یہ کہکر وہ دوڑ کے اپنے نانا سے لپٹ گئی اور اُسے زبردستی ایک کرسی پر بٹھا کر تمام داستان ایک سانس میں سُنا ڈالی۔ وہ اس بات کی بیحد خواہشمند معلوم ہوتی تھی کہ جس تعریف کی آرڈتھ مستحق ہے وہ اسے ضرور ملے۔

وہ جلدی جلدی تمام واقعات دوہرا رہی تھی اور مسٹر کرانسٹن حیران اس کا منہ دیکھ رہا تھا۔ "بیٹی ذرا آہستہ میں اس تمام معاملے کو سمجھنا چاہتا ہوں۔ میرا ٹکٹوں کا مجموعہ چرا لیا گیا تھا۔ آرڈتھ نے اس چور سے چھین لیا اور پھر اسے زینے میں بند کردیا؟"

"نہیں نہیں نانا ابا ......" آرڈتھ۔ چور اور سپاہیوں کی آمد نے ہیلن کی بات ختم نہ ہونے دی۔ اب سپاہیوں کے لئے اس واقعے کی تفصیل دوہرانی ضروری تھی۔ چنانچہ انہیں تمام حالات سے آگاہ کرنے کے بعد دیوار کا سوراخ اور آہنی الماری دکھائی گئی۔ اس کے بعد چور سے جو کہ اب شکست خوردہ بوڑھا تھا اور جس کا تمام غصہ کافور ہوچکا تھا چند سوالات کئے گئے۔ اس نے بیان کیا کہ اس کا نام "لوئیگی واٹیلی" تھا۔ وہ "سٹیگی" خاندان (جس سے مسٹر کرانسٹن نے یہ مکان خریدا تھا) کا

لازم تھا۔ دوران ملازمت میں ایک دن اتفاقیہ طور پر وہ اس پوشیدہ سُرنگ کے راستے واقف ہوگیا۔ اس خاندان کے افراد مذکورہ سُرنگ کو نیرو کے عہد حکومت میں بطور جائے پناہ کے استعمال کرتے تھے۔ اور چونکہ مسٹر کرانسٹن نے موجودہ مکان اسی پرانے "سٹیگی ولا" کی بنیادوں پر ہی تعمیر کرایا تھا۔ اس لئے وہ سُرنگ جوں کی توں موجود تھی۔

سرنگ میں وانبلی نے اپنے لئے ایک چھوٹا کمرہ بنالیا تھا۔ جہاں وہ بنک کے جعلی نوٹ تیار کیا کرتا تھا جس کے بعد اُسنے پرانے ٹکٹ چُراکر فروخت کرنے کا کام اختیار کرلیا اور اسی مقصد سے اُس نے مسٹر کرانسٹن کے ٹکٹ بھی چرائے تھے۔

جب سپاہی وانبلی کو لے گئے تو مسٹر کرانسٹن نے اپنی دونوں نواسیوں کو ان کی دلیری اور بہادری پر بہت شاباش دی۔ اور یہ تجویز ہوئی کہ وہ سُرنگ مسٹر کرانسٹن کو دکھائی جائے۔ دونوں بہنیں اسپر خوشی سے راضی ہوگئیں۔ ہیلن ڈیڑھ گھنٹے پہلے خوف و پریشانی کو فراموش کرچکی تھی۔ جب تینوں سرنگ کے داخلے پر پہنچے تو اُنہوں نے جیک کو خوف زدہ اس اندھیرے خلا میں جھانکتے ہوئے دیکھا۔

"جناب! یہ کیا ہے؟" اس نے سرنگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

ہیلن اور آرڈتھ نے ایک دوسرے کی طرف ملزمانہ انداز سے دیکھا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی وہ غریب جیک پر چور ہونے کا شبہ کررہی تھیں۔

"رومن سرنگ جیک!" مسٹر کرانسٹن نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں نانا ابا! یہ تو ہیلن کی سرنگ ہے" آرڈتھ جلدی سے ہنستے ہوئے بولی۔

مسٹر کرانسٹن مُسکرادئے۔ اور ہیلن کو یہ احساس ہوا کہ اُسنے ہیروں سے بھری ہوئی تھیلی سے بھی زیادہ کچھ جیت لیا۔

(ترجمہ از انگریزی)　　**اسمٰعیل سعید دہلی**

# تین عجیب واقعے

اکثر اخبار اور رسالوں میں بعض حیرت انگیز روحانی مضامین پڑھکر میں ان کو محض رسالہ کے دلچسپ بنانیکا سبب سمجھتی تھی۔ اور ان کے سچے ہونے کا امکان بہت کم ہوتا تھا۔ لیکن جب خود اس قسم کے کئی واقعات میرے علم میں گذرے تو اب سمجھنے لگی ہوں کہ ان میں سے بعض سچے بھی ہونے ممکن ہیں۔ اس جگہ اُن کو روشنی میں لانا غالباً بہنوں کی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

دسمبر کا مہینہ اور ٹھیک سردی کا موسم تھا۔ کہیں کہیں اولے بھی پڑے تھے اس سبب سے جاڑا اور بھی چمک اُٹھا تھا۔ میری والدہ مرحومہ اور والد مغفور کے انتقال کو زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا اور ابھی تک ہمارے دل اُن کی جدائی کے متحمل نہیں ہوتے تھے۔ میں دہلی سے حیدرآباد آرہی تھی۔ میرے ساتھ میری ننھی بچی تھی جو میرے ابا اور اماں کی بہت لاڈلی تھی۔ احتیاطاً مردوں صورت ایک رشتہ کے ماموں کو ساتھ لے لیا تھا لیکن مجھ سے زیادہ وہ ناتجربہ کار تھے۔ ایک تو بچپن سے فرنگیوں کا رعب بُری طرح اُن کے دل میں بیٹھا ہوا تھا دوسرے ان کو کبھی اتنے لمبے چوڑے سفر کا اتفاق بھی نہ ہوا تھا۔ نصف سے زیادہ راستہ طے ہونے کے بعد رات کے آٹھ نو بجے ہمارا جنکشن آیا۔ جہاں اُترکر ہم کو شب بھر قیام کرنا پڑا۔ سردی غضب کی پڑ رہی تھی اور نیند ٹوٹی پڑتی تھی چار و ناچار اُتری۔ تمنا تھی کہ ویٹنگ روم میں ایک کونا مل جائے مگر یہ حسرت پوری نہ ہوئی۔ ماموں نے کاٹھ کی سیڑھیوں کے نیچے سامان رکھوا ڈیرے ڈالدئے۔ اور ایک سوزنی بچھا میں بھی بچی کو لیکے لیٹ گئی۔ یاد نہیں کہ اس بے سروسامانی میں نیند آئی یا نہ آئی۔ خیر جوں توں کرکے رات کٹی اور صبح کی نورانی روشنی نمودار ہونے لگی۔ اگرچہ کہ میری آنکھیں بند تھیں مگر بالکل جاگ رہی تھی۔ یکایک دور سے مجھے اپنے

ابا جان کی آواز کا شبہ سا ہوا۔ جیسے وہ کسی سے باتیں کر رہے ہیں۔ الفاظ صاف سمجھ میں آ رہے تھے۔ میں نے اپنے کانوں کو اس طرف متوجہ کیا۔ آہ اس آواز کو ہمارے کان ترس گئے تھے۔ اے خوش قسمت شخص میں نے دل میں کہا۔ کیا تو بھی انہیں خوبیوں کا مجموعہ ہے جو میرے والد بزرگوار میں تھیں۔ کیا تو بھی انہیں کی طرح خلق و مروت کا مجسمہ اور محبت اور ہمدردی کا حامل ہے۔ میں تری آواز کی قدر کر رہی ہوں۔ ترے لہجہ میں غصہ اور افسوس کیوں ہے۔ تو کس کی حمایت میں گوہرافشاں ہے اور کیا بات خلاف ہو گئی۔ آواز رفتہ رفتہ قریب ہوتی گئی۔ اس کے ساتھ ہی میرا شبہ پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا کہ یہ آواز یقیناً میرے ابا جان ہی کی ہے۔ آواز اتنی قریب تھی کہ میں اس شخص کو صاف دیکھ سکتی تھی مگر مجکو ابا جان کی پاک روح کے نظروں سے پوشیدہ ہو جانے کا خوف تھا۔ اب پیمانہ صبر لبریز ہو چکا تھا۔ کب تک اس کشمکش میں مبتلا رہوں مجھے پلکوں کی چلمن میں سے اس طرح دیکھنا چاہیئے کہ جاگتی نہ معلوم ہوں۔ لیکن آہ میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے اپنے والد بزرگوار کے معزز و ممتاز مجسمے کو بغیر کسی تغیر و تبدل کے بالکل زندہ صحیح سلامت اپنے سے دس قدم کے فاصلے پر دیکھا۔ وہی بلند و بالا قد وہی شاندار ڈیل ڈول۔ وہی گلابی رنگ وہی اپنا مخصوص لباس آنکھوں میں زندگی سی چمک۔ قدموں کی بھاری سی آواز۔ جب دیکھتے دیکھتے وہ آگے تشریف لے گئے اور میری طرف پیٹھ ہوئی تو بہت دور تک حد نگاہ تک میری ترسی ہوئی نظروں نے اُنکا تعاقب کیا۔

---

حیدرآباد میں جب میں نے یہ واقعہ اپنے بڑے بھائی ڈاکٹر مشرف الحق پی۔ ایچ۔ ڈی مرحوم کے سامنے بیان کیا تو مرحوم نے مسکرا کر اپنی جرمن بیوی سے فرمایا۔ جینی تمہیں اپنا واقعہ یاد ہے۔ پھر یوں فرمانے لگے۔ ڈھاکہ میں ہم لوگ کوٹھی کے باغیچہ میں بیٹھے تھے بی بی اندر کمرے میں کسی کام کے واسطے گئی تھیں اُنہوں نے دیکھا کہ قدِ آدم آیئنے کے سامنے اماں بی مرحومہ کھڑی ہوئی ہیں۔ بالکل تندرست اور اصلی صورت میں مگر جیسا لباس ان کو بی بی نے پہنے دیکھا تھا ویسا نہ تھا۔ یہ حیرت زدہ میرے پاس دوڑی آئی اور مجھے اپنے ساتھ بُلا کر کمرہ تک لے گئی مگر اب کمرہ خالی تھا۔ جینی حیرت زدہ کچھ کھوئی ہوئی سی ہو گئی۔ میرے اصرار پر اُنہوں نے یہ واقعہ بیان کیا۔ اور لباس کی وضع سن کر میں نے کہدیا کہ وہ ڈھیلا پاجامہ تھا جو تم نے اُن کو کبھی پہنے نہ دیکھا تھا۔

---

اِسکے بعد ایک اور اسی قسم کا واقعہ گذرا جو اُن سے بھی زیادہ تعجب خیز ہے۔ میری والدہ ماجدہ کی پروردہ لڑکی دہلی کے ایک محلہ شاہ بولا کے بڑ میں رہتی تھیں ان کا متوسط درجہ کا تھا گھر میں میاں بیوی اور بیمار اکلوتی لڑکی جو دق کے آخری درجے میں جاں بلب تھی۔ میاں بیوی کو دُنیا اندھیر تھی اور دن رات اُسے دیکھتے گذرتی تھی۔ یہاں تک کہ آخری دن آپہنچا۔ جوانی کی طاقت تھی جو آخری دن تک چلتی پھرتی رہی اِس سبب سے زیادہ مایوسی کی صورت نہ تھی۔ ایک دن دوپہر کے وقت بیمار پلنگ پر پڑی تھی اور ماں جو اُس کے صدمہ میں بُت بنکر رہ گئی تھی اس کی پٹی پر سر ٹیکائے غنودگی کے عالم میں بیٹھی تھی۔ باپ دوا لانے بازار گئے تھے۔ جب وہ گھر واپس پھرے تو خلاف معمول اپنے دروازہ پر اُنہوں نے کئی آدمی اُجلے پوشش کھڑے دیکھے۔ دوا کو دیر ہو رہی تھی اور یہ فوراً اندر چلا جانا چاہتے تھے۔ لیکن اُنہوں نے روکا اور ایک کاغذ اُن کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا۔ پہلے اسپر دستخط کر دیجئے۔ اُنہوں نے اُسی بے اوسانی میں پڑھا تو اُس میں اِس قسم کا مضمون تھا کہ ہم آپ کی لڑکی کو لیجانا چاہتے ہیں آپ کی اجازت کی ضرورت ہے۔ یہ بیچارہ حیران پریشان کہ الٰہی یہ کیا ماجرا ہے۔ یہ خواب ہے یا عالم بیداری۔ کون لوگ ہیں کہاں لیجاتے ہیں ان کو میرے معاملات سے کیا واسطہ ایک لمحہ میں سینکڑوں خیالات نے بچارہ کو پریشان کردیا۔ ہیبت کے مارے زبان گویا سن ہو گئی۔ دماغ معطل ہاتھ پاؤں میں تھرتھری

# مشرق اور مغرب

ترجمہ از انگریزی

## مشرق

سڑک کے کنارے ایک بیل ایک پرانی وضع کی بھدی سی گاڑی کھینچے لئے جا رہا ہے۔ گاڑی اناج سے بھری ہوئی ہے اس کے پہیئے موٹی سی لکڑی سے یونہی تراش دئے گئے ہیں۔ ایک تو گاڑی کا اپنا وزن دوسرے اناج کا بوجھ۔ گاڑی سے عجیب قسم کی آوازیں نکل رہی ہیں۔

سرخ ڈاڑھی والا بوڑھا زمیندار گاڑی کو ہانک رہا ہے۔ لیکن گدی پر بیٹھا اونگھ رہا ہے۔ چھکڑے کے جھٹکے بھی اسے نیند سے بیدار نہیں کرتے۔ اگر اتفاقاً کسی وقت آنکھ کھل جاتے تو بیل کو ہانکتا ہے تاکہ وہ اور تیز چلے اور پھر سو جاتا ہے۔

ہندوستان کے زمیندار اب تک ویسی ہی بیل گاڑیاں استعمال کرتے ہیں۔ جیسی کہ ان کے بزرگ ایک ہزار سال پہلے کرتے تھے۔ ان کا تمدن اب بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ ایک ہزار سال پیشتر تھا۔ گویا ایک ہزار سال سے ہندوستان کی تمدنی زندگی میں کوئی خاص انقلاب نہیں ہوا۔ کیونکہ ہندوستانی بیحد قدامت پرست ہیں۔ لکیر کے فقیر ہیں۔ پرانے رسم و رواج کو چھوڑنا اور زمانے کے مطابق تبدیلی کرنا گناہ سمجھتے ہیں۔

## مغرب

اچانک فضا میں ایک شور سنائی دیا۔ آواز آسمان کی طرف سے آرہی تھی۔ میں نے سر اوپر اٹھایا تو ایک ہوائی جہاز دکھائی دیا۔ ہوائی جہاز ایک بڑی تیز رفتار اور خوبصورت شئے ہے۔ اسکی آواز ایک بڑی مکھی کی بھنبھناہٹ سے مشابہ ہے وہ ہوا میں چکر کاٹتا ہے۔ اور پتنگ کی طرح کبھی اوپر کبھی نیچے آتا ہے۔ پھر دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتا ہے۔ اور آواز بھی آہستہ آہستہ مدھم پڑتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ پھر نہیں سنائی دیتی۔

پھر جب میں نے دوبارہ بیل گاڑی کی طرف دیکھا تو مجھے خیال آیا کہ مغرب اور مشرق میں کتنا بڑا تغیر ہے۔ بیل گاڑی ہندوستانی تمدن کا نمونہ ہے اور ہوائی جہاز مغربی تمدن کا اعلان ہے۔ ہندوستانی قدامت پرست ہیں لیکن اہل مغرب وسیع الخیال۔ مغرب والے نئی نئی ایجادیں کرتے ہیں اور ہر اچھی اور نئی بات کو بلا حجت قبول کر لیتے ہیں۔ لیکن ہندوستان والے تغیر و تبدل سے نفرت رکھتے ہیں۔ لیکن مشرق نے اب آہستہ آہستہ ترقی شروع کر دی ہے۔ اور مغربی تمدن کا اثر قبول کر رہا ہے۔ چنانچہ اب بیل گاڑی کے علاوہ ریل گاڑی موٹر اور ہوائی جہاز کا استعمال بھی شروع ہو گیا ہے۔

(ہنری مارٹن) رضیہ سلطان امرتسر

اگر پتہ تبدیل ہوتے ہی خریداری نمبر کے حوالہ سے آپ ہمیں مطلع فرما دیا کریں تو آپ کو کبھی پرچہ نہ ملنے کی شکایت نہ ہو۔ منیجر

# نیک بیوی

(از ابو الاعجاز ازل لاہور)

نیک بیوی ہو تو ہر وقت یہ رکھنی ہے خیال
مجھ سے ناراض نہ میرا کہیں شوہر ہو جائے

اُس کی خوشنودی خاطر کے لئے چاہتی ہے
اُس کے احکام کی تعمیل سراسر ہو جائے

بھول کر آئے زباں پر نہ کوئی بات ایسی
جس سے آئینۂ دل اُس کا مکدر ہو جائے

تنگدستی میں کرے اُسکی شکایت نہ کبھی
اُس پہ شاکر رہے جو کچھ بھی میسر ہو جائے

وہ اگر اُس پہ دل و جاں سے فدا رہتا ہو
تو یہ قربان ہر اک اُس کی ادا پر ہو جائے

ساس سسرے کی رہے آنکھ کا تارا بن کر
نند ناراض۔ خفا جیٹھ نہ دیور ہو جائے

خندہ پیشانی سے پیش آئے جو ہر ایک کے ساتھ
اُس کا گرویدہ نہ پھر کس لئے گھر بھر ہو جائے

پائی پیسہ جو کرے خرچ تو بے جا نہ کرے
رفتہ رفتہ یونہی دُنیا میں تونگر ہو جائے

پیٹھ پیچھے رہے خاوند کے خدا سے ڈرتی
در غلانے سے نہ شیطان کے بے ڈر ہو جائے

ایسی بیوی کے ازل ہوتے ہوئے دُنیا میں
رشکِ گلزارِ ارم کیوں نہ میرا گھر ہو جائے

مرسلہ بیگم ازل

# اشتہاری تیلوں کے نقصانات

عصمت میں بہن دُر دانہ صاحبہ کا مضمون دیکھکر مجھے بھی خیال آیا کہ ان تیلوں کے استعمال سے عصمتی بہنوں کو آگاہ کردوں تا کہ وہ بھی میری طرح نقصان نہ اُٹھائیں۔ میں نہ تو خوشبودار تیلوں کی شائق ہوں نہ اشتہاری تیلوں کی۔ کیونکہ میرے بال کافی بڑے ہیں اور بازاری تیل میں ہرگز پسند نہیں کرتی۔ لیکن عصمت کا ایک پرچہ میری نظر سے گذرا جسمیں آملہ ہیر آئیل کا اشتہار تھا جسمیں بہنوں نے تیل کی تعریف کی تھی۔ مجھے بھی شوق ہوا کہ ضرور اس تیل کا استعمال کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اُن دنوں مجھے خود کمزوری اور دماغی شکایت ہوگئی تھی۔ اس لئے بلا تامل بہنوں کے استعمال شدہ آملہ ہیر آئیل کا استعمال شروع کر دیا۔ قریب ایک ماہ کے لگانے سے مجھے اُسکے نقصانات کا اندازہ ہونے لگا۔ سر میں درد چکروں نے پریشان کر دیا۔ بال سفید ہونا شروع ہو گئے۔ یوں تو بچپن سے میرے سر میں کچھ کچھ بال سفید تھے لیکن آملہ ہیر آئیل کے اثر نے آدھے بال سفید کر دیئے آنکھوں میں جلن شروع ہو گئی اور اچھے خاصے گھنے بال جھڑ جھڑ کر آدھے رہ گئے مجھے بالوں کا افسوس ہوا جس کا ذکر میں نے اپنے ایک رشتہ دار سے کیا اُنہوں نے مجھے اپنے ہاتھ سے آنولے کا تیل بنا کر دیا جسکے روزانہ سر میں ملنے سے دماغی شکایت جاتی رہی ناتجربہ کاری کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان بجائے راحت کے مصیبت میں پڑ جاتا ہے اس لئے کسی اشتہاری معاملہ میں عصمتی بہنیں کبھی حصہ نہ لیں میں تو ناریل کا تیل استعمال کرتی ہوں اور ہزاروں خوشبودار تیلوں سے بہتر اور بے عیب تیل یہی ہوتا ہے اگر ایسا ہی خوشبودار تیل پسند ہے تو کسی تجربہ کار سے دریافت کر کے خود گھر میں بنا کر استعمال کریں۔

جمیلہ خانم پونہ

# اِتحاد کس طرح ہو

عصمت کے سالگرہ نمبر ۱۹۳۵ء میں محترمہ صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ کی تقریر میلاد نبی شائع ہوئی ہے جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ افسوس صد ہزار افسوس حضرتؐ کے انتقال کے بعد مسلمانوں نے مذہب کے ٹکڑے ٹکڑے پرزے پرزے کر ڈالے بہتر فرقے بناڈالے اسلام بکھر گیا۔ اگر یہ سب فرقے ایک ہو جائیں فرقہ بندی دور کر دیں تو اسلام کی وہ قوت ہو جائے گی جو کسی کے مٹائے نہ مٹیگی۔ سنی۔ شیعہ۔ وہابی۔ حنفی۔ سب ایک ہی خدا ایک ہی رسول ایک ہی قرآن ایک ہی کعبہ کے ماننے والے ہیں پھر کیا وجہ کہ ہم ایک دوسرے کو برا کہیں اور آپس میں نفاق پیدا کریں۔ فرقہ بندی کا خیال چھوڑ کر سب ایک ہو جائیں۔"

کون سمجھدار شخص ہے جو مسلمانوں کی موجودہ فرقہ بندیوں اور انتشار سے متاثر نہیں۔ فرقوں میں اتحاد کے متعلق مردوں اور عورتوں نے بہت سے مضامین اخباروں اور رسالوں میں لکھے جلسوں میں تقریریں کیں۔ ڈاکٹر کچلو نے تنظیم اخبار جاری کیا۔ کوشش بھی کی مگر فرقہ بندیوں کا نیست و نابود ہونا تو درکنار روز افزوں ہے۔ آجکل یہ فرقہ بندیاں تین قسم کی ہیں۔ (۱) مذہبی (۲) سیاسی (۳) تعلیمی۔ مجکو ان کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں مختصراً عرض ہے کوئی قسم بھی ہو فرقہ بندی ہمیشہ فرق سے قائم ہوتی ہے اور جب تک فرق قائم ہے فرقہ بندی بھی ہے۔ یہی فرق ہے جو ایک قوم کو دوسری قوم سے جدا کرتا ہے۔ ہندو کو ہندو اور مسلم کو مسلم بناتا ہے۔

سنی، حنفی، شیعہ، وہابی اگرچہ کہنے کو ایک خدا، ایک رسول اور ایک قرآن کو مانتے ہیں مگر حقیقت میں وہ اپنے اپنے علماء اور اپنی اپنی تفاسیر اور شرحوں کو مانتے ہیں اور اپنی اور اپنے بڑوں کی سمجھ اور عقل کو عقل کامل جانتے ہیں قرآن کی آیت ہو یا حدیث جب تک اپنے بزرگوں کے قول سے مطابقت نہ کرلیں یا اپنی عقل سے نہ پرکھ لیں ماننے کے لئے تیار نہیں۔ اسی تطابق کے لئے فن تاویل کی بنیاد پڑی۔

اسمیں شک نہیں کہ جب ایک اللہ ایک رسول اور ایک ہی کتاب اور ہدایت اور ایک ہی طریق عمل ہو تو مسلمانوں کو بھی ایک جا ہونا چاہئے تھا مگر حقیقت موجودہ بالکل اسکے برعکس ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان سب ایک کس طرح ہو سکتے ہیں۔ یہ کہدینا آسانی ہے کہ سب ایک ہو جائیں یا سب کو ایک ہونا چاہئے۔ لیکن ایک کرنے کی تدبیر اور اُس کو عملی جامہ پہنانا کارے دارد۔ جب ایک فرقہ دوسرے کو گمراہ سمجھتا ہو تو ایک کس طرح ہو۔ میرے خیال میں ایک ہونے کی صرف دو ہی صورتیں ہیں:۔

(۱) مسلمان صرف قرآن اور احادیث صحیح کو بلا تاویل اپنا دستور العمل بنائیں اور دینی عمل کے ہر شعبہ میں یکرنگی اور یکسانیت کرلیں، مولویوں کے فتووں کو ایں دفتر بے معنی غرق مئے ناب اولیٰ قرار دیں اور اگر فتویٰ لیں تو قرآن و احادیث صحیح دریافت کریں اور ان کی رایوں اور منطقیوں سے دور کا بھی واسطہ نہ رکھیں۔ اسلام جناب رسول اللہ صلعم کی حیات مبارک میں مکمل ہو چکا تھا اور حضور صلعم نے اسپر عمل فرماکر دکھا دیا تھا اصل اور عین اسلام وہی ہے جس پر عمل نے وحشی اور پیراز جاہلیت قوم کو معراج ترقی پر پہنچا دیا تھا۔

ہمارے زمانہ کا اسلام نکات و معارف، تاویلات و توجیہات اور روانی زبان سے آگے ختم ہے۔ اور جب یہ ہے تو پھر عمل بُری یا بھلی

ہر شخص رکھتا ہے، تاویل ہر شخص کر سکتا ہے۔ یہ افتراق، یہ انتشار، یہ فرقہ سازی ترقی پا رہی ہے اور رہے گی اس کو کون میٹ سکتا ہے۔

اگر واقعی ہم مسلمان ہیں تو ہمارا یہی ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ بصیر و علیم ہے ہر زمانہ کا حال اس پر عیاں ہے۔ وہ اپنے بندوں کا پروردگار ہے ان پر مہربان ہے۔ ان کی گذشتہ حال اور آیندہ حالت کا پورا علم رکھتا ہے ان کی بھلائی چاہتا ہے، اور جناب رسول اللہ صلعم اکمل الانسان تھے ہم سے زیادہ ہماری بھلائی کے خواہاں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت دی ان کی تعلیم و تربیت کی۔ تو اس ایمان کی موجودگی میں ہمارے لئے صرف ایک کام رہ جاتا ہے اور وہ ہے ہدایت (اسلام) پر عمل کیونکہ ہدایت عام وہی ہے جو عام فہم ہو اسمیں نہ نکات کی ضرورت نہ معارف کی نہ تاویلات کی نہ توجیہات کی۔ ضرورت عمل اور صرف عمل کی ہے۔ مگر اس زمانہ میں منہ زوری اور قلم کی شہ زوری کا نام علمیت ہے۔ عالم وہی ہے جو نکتہ نکال کر دماغ کو باغ بنا دے۔ اور جاہل لوگوں کا کام کر سکے خراج تحسین اور اس کے ساتھ کچھ اور بھی حاصل کرتا ہے۔

ماہران علم نفسیات مانتے ہیں کہ جس طرح اتحاد خیال سے اتحاد عمل پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح اتحاد عمل سے اتحاد خیال بھی پیدا کیا جا سکتا ہے۔ اسلام نے جہاں عقائد اور ذات و صفات اللہ تبارک و تعالیٰ کو پیش کر کے اتحاد خیال کو قائم کیا وہاں نماز وغیرہ پر قائم کر کے اتحاد عمل کی بنیاد ڈالی۔ آجکل ہمارے پاس نہ اتحاد خیال ہے نہ اتحاد عمل۔ عقائد میں ہمارے اختلاف۔ صفات الٰہی میں ہمارے خیالات میں فرق۔ طریق نماز میں فرق پھر اتحاد خیال و عمل ہو تو کیونکر اور جب یہ نہیں تو پھر قومیت کہاں۔

کوئی بتائے کہ ان اختلافات کو مٹائے بغیر اور فرق کو موجود رکھکر سب ایک کس طرح ہو سکتے ہیں۔ یوں تو عیسائی، ہندو، پارسی، مسلم، یوروپین، جرمن وغیرہ سب ہی بنی آدم ہیں۔ جب یہ عقائد و عمل کے اختلاف کی وجہ سے انسان بنکر ایک برادری نہیں بن سکتے تو یہ فرقے اختلافات کو قائم رکھکر خالص مسلمان کس طرح بن سکتے ہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ مذہب کو خیرباد کہہ دیا جائے پھر تو فرقوں پر کیا منحصر ہندو مسلم کا اتحاد بھی ہو جائے گا۔ اور یہ آسان بھی ہے۔ کیونکہ زمانہ حاضرہ کی روش کے مطابق ہے۔ تعلیم یافتہ لوگ ارکان اسلام کی پابندی سے قریب قریب آزاد ہو ہی چکے۔ اسلامی تہذیب۔ تمدن اور کلچر رخصت ہو ہی چکا۔ اب رہ گیا ہے صرف نام اور اسلام کا ذرا سا خیال، تو جس چیز نے آتنا میٹ دیا وہ اس تسمہ کو بھی قطع کر دے گی۔ علاوہ ازیں تعمیر سے تخریب آسان بھی ہوتی ہے اور کم از کم مسلمانوں کو اب تک جن جن امور سے عملی واسطہ پڑا ہے وہ سب کے سب تخریبی ہی تھے اور حقیقت میں اسلام کی تعمیری خدمت کے لئے ایثار، ہمت، استقلال اور تحمل و بردباری کی ضرورت کے علاوہ اسلام سے کماحقہٗ واقفیت کی بھی ضرورت ہے اور ہم مسلمانوں کو، کیا علماء اور کیا رہنما اور کیا تعلیم یافتہ، یہ بھی پتہ نہیں ہے کہ اسلام ہے کیا اور مسلمان کہتے کس کو ہیں۔ جاؤ پوچھو اور ہر عالم، ہر رہنما اور ہر تعلیم یافتہ سے جدا گانہ تعریف سن لو۔ ہر ایک کا اپنا اپنا نیا تخیل پاؤ گے۔ نہ کسی کو قرآن سے واسطہ نہ حدیث سے۔ تفاسیر، شرحوں، قال اقول پر ہمارے اسلام کا دار و مدار ہے۔ جس کو جس کی تفسیر، جس کی شرح، جس کا قول پسند آیا۔ اسی کو اپنا مذہب بنا لیا۔ کوئی کانگریس کا جواز ثابت کر رہا ہے تو کوئی حکومت کی ہمنوائی کا۔ کوئی حنفیت کو اسلام بتا رہا ہے تو کوئی اہلحدیث کو اسلام وہ اسلام ہے جس نے گڈریوں کو عالم کا سلطان بنایا، آج کہاں ہے اور نہ اسکی کسی کو فکر۔ اپنے اپنے تخیلی اسلام کی اشاعت پر سب کمربستہ ہیں۔

محمد عبدالغفار الخیری

# صنعت و حرفت

اِس سال دفتر عصمت سے جو نئی کتابیں شائع ہوئی ہیں اُن میں محترمہ امتہ الحفیظ صاحبہ کی بیش بہا تصنیف صنعت و حرفت ایک نہایت اہم کتاب ہو۔ ۳۳ء اور ۳۴ء کے عصمت میں اِس کا کچھ حصّہ شائع ہو چکا ہے اور ہزار وں بیبیاں محترمہ امتہ الحفیظ صاحبہ کے ذاتی تجربوں کی بنا پر لکھے ہوئے نسخے آزما چکی اور اُن سے فائدہ اُٹھا رہی ہیں۔ اس پرچہ میں ہم کتاب کا آخری باب نقل کرتے ہیں تاکہ نئی خریدار بہنیں بھی اندازہ کر سکیں کہ صنعت و حرفت کس پایہ کی کتاب ہو۔ اور اِسے تصنیف فرما کر محترمہ موصوفہ نے خواتین ہند پر کس قدر زبردست احسان فرمایا ہے۔

ایڈیٹر

## فرینچ پالش

بازار میں فرینچ پالش کی درجنوں قسمیں پائی جاتی ہیں۔ میں نے بھی کئی قسم کے پالش خرید کر آزمائے۔ لیکن مندرجہ ذیل نسخے سے بہتر مجھے کوئی نہیں پایا۔

سرکہ　ایک پونڈ
برسات کا پانی　ایک پونڈ
} دونوں کو ملا کر اس میں

| | | |
|---|---|---|
| نصف | چھٹانک | نرم صابن |
| نصف | چھٹانک | انڈیگو |
| نصف | " | سریش ماہی |
| نصف | پاؤنڈ | بقم لکڑی کے ٹکڑے |
| نصف | پاؤنڈ | معمولی سریش |

سب کو ملا کر ایک دن رات رکھ چھوڑو پھر اُس کو دس منٹ تک خوب جوش دو۔ اس کے بعد اسکو چھان کر بوتلوں یا ڈبوں میں بھر لو۔

## سلورین (چاندی کا ملمع)

پیتل اور تانبے کی ایسی اشیاء جن پر کہ چاندی کا ملمع کیا گیا ہو جب خراب ہو جاتی ہیں تو ان پر دوبارہ ملمع کروانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ عام طور پر ایسا ملمع بجلی کے ذریعہ کیا جاتا ہے جو کہ نہایت ہی دیرپا ہوتا ہے۔ لیکن معمولی قسم کا ملمع ٹھنڈے طریقہ پر بھی کیا جا سکتا ہے۔ ایسی چیز کی مانگ آجکل عام ہے۔ اس کو بنا کر دیکھئے:۔

| | |
|---|---|
| ایک اونس | پریسی پیٹیٹڈ چاندی |
| چار اونس | ہائیپو سلفیٹ اوف سوڈا |
| نصف اونس | پوٹیشیم سائینائیڈ |

تینوں اشیاء کو ایک بوتل پانی میں حل کر لو۔ اب اسمیں تھوڑا سا چاک بھی ملا دو۔ جس برتن پر ملمع کرنا ہے اُس کو اچھی طرح صاف کر کے کپڑے کے ٹکڑے سے اسپر مل کر رگڑو بعد میں صاف پانی سے دھو ڈالو۔

اگر خشک پاؤڈر بنانا مطلوب ہو تو دس گرام سلور نائیٹریٹ۔ نصف اونس پوٹیشیم سائینائیڈ۔ دو اونس چاک۔ سب کو ملا کر باریک پیس لو۔ جس برتن پر ملمع کرنا مطلوب ہو اُسکو تھوڑی کھٹائی مل کر خوب صاف کر لو۔ پھر اس پاؤڈر کو اُسپر ملو۔ بعد میں صاف پانی میں دھو کر نرم کپڑے سے رگڑ کر پالش کر دو۔ مثل نئے کے ہو جائے گا۔

**دیگر** تین ڈرام کریم اوف ٹارٹار کو چند بوند پانی میں حل کر لو۔ پھر اسمیں تین ڈرام سلور نائیٹریٹ ملا دو جب حل ہو جاوے تو چھ ڈرام نمک اور چھ ڈرام چاک ملا کر سب کو ملا لو۔

## مصری سیمنٹ

یہ سیمنٹ چینی یا کانچ کے ٹوٹے ہوئے برتن یا لکڑی

وغیرہ کی اشیاء کو جوڑنے کالاجواب مصالحہ ہے۔ تقریباً ہر قسم کی ٹوٹی ہوئی اشیاء سے اس سے جوڑی جا سکتی ہیں۔

نصف پاؤنڈ خشک سفیدہ ( White Lead ) لیکر اس سے دوچند سفید سریش لیکر دونوں کو ایک بوتل بارش کے پانی میں ملاؤ۔ اب اسکو واٹر باتھ پر رکھ کر گرم کرو۔ حتےٰ کہ سب مل جل کر ایک جان ہو جائے۔ بعد ازاں اس میں نصف بوتل الکوحل کی شامل کر کے دوبارہ گرم کرو اور خوب چلاؤ جب دوبارہ ایک جان ہو جائے تو ایک ٹکیہ شل کافور کی ملا کر محفوظ کر لو۔

## گوند یا پیسٹ (خشک) نئی چیز

کاغذ یا دیگر پھٹی ہوئی کتابوں وغیرہ کے اوراق جوڑنے کے لئے آجکل جو پیسٹ اور گوند بازار میں فروخت ہوتے ہیں عام طور پر شیشیوں یا بوتلوں میں بکتے ہیں۔ ان کو اُٹھائے پھرنے میں زحمت ہے اس کا استعمال صرف گھر یا دفتر ہی میں ہو سکتا ہے۔ اگر سفر میں یا کسی میٹنگ وغیرہ میں کچھ جوڑنے کی ضرورت ہو تو ..... اس مقصد کے لئے میں نے ایک نئی چیز دریافت کی ہے۔ اس کو خشک حالت میں بٹوے وغیرہ میں رکھا جا سکتا ہے۔ سکولوں کی بچیاں اپنے جزدان یا بستہ میں رکھ سکتی ہیں۔ جب کاغذ کو جوڑنے ضرورت ہوئی ٹکیہ کو پانی میں ڈبو کر مل دیا۔ لعاب دار گوند تیار ہے۔ یہ بالکل نئی چیز ہے۔ کوئی بہن اسکو کاروباری حیثیت سے کریں۔ تو خاطر خواہ فائدہ اُٹھائیں گی۔ اس کو بنانے کا طریقہ یہ ہے۔

کہ نصف سیر اچھے قسم کا سریش لیکر اُسمیں تھوڑا سا پانی ملا کر اُس کو واٹر باتھ پر رکھ کر گرم کرو۔ دوسرے برتن میں چار اونس سریش ماہی کو اسی طرح نرم نرم آنچ پر پکنے دو حتےٰ کہ ماحصل بالکل صاف اور شفاف ہو جائے۔ پھر ٹین کے ایسے سانچوں میں کہ جن کی لمبائی تقریباً چھ انچ اور چوڑائی اور گہرائی نصف انچ کے قریب ہو۔ انمیں ڈیلین لگا کر بھر دو۔ ٹھنڈا ہوئے پر قلمیں نکال کر ڈبیوں وغیرہ میں محفوظ رکھو۔ ان کی شکل وصورت معمولی لاکھ کی قلموں کی مانند ہو گی لیکن رنگت میں شفاف ہوں گی۔

### پیسٹ

سفید رنگ کا گوند جو چوڑے منہ کی بوتلوں میں اوپر سے تنگ اور پیندے کی طرف سے کشادہ بوتلوں میں بکتا ہے اس کو پیسٹ کہتے ہیں۔ آجکل بجائے گوند کے اس کا استعمال رواج پکڑتا جا رہا ہے۔ اس کو بنانے کا طریقہ یہ ہے۔

ایک بوتل آب مقطر یعنی بارش کا پانی لیکر اُس میں ایک اونس نشاستہ اور نصف اونس پھٹکری کو حل کر لو۔ پھر اس کو آگ پر رکھو اور پکاؤ جب پکنے لگ جائے تو دس قطرے لونگوں کے تیل کے ملا کر خوب چلا کر بوتلوں میں بھر دو۔

### دیگر

| | |
|---|---|
| نشاستہ | سات حصہ |
| ڈیکسٹرین | تین حصہ |
| نمک | ۹ حصہ |
| زنک کلورائیڈ | چار حصہ |
| پانی | ۷۵ حصہ |

پہلی دونوں اشیاء کو ملا کر تھوڑے پانی میں ملا کر لئی سی بناؤ اور باقی ماندہ پانی کو خوب گرم کرو اور پھر اسمیں نمک اور زنک کلورائیڈ ملا کر پہلے والے میں تھوڑا تھوڑا ملاؤ اور خوب گھوٹو۔

## یونیورسل پولشنگ کریم

یہ ایک ایسا کریم ہے جس سے ہر ایک چیز کو صاف اور پالش کیا جا سکتا ہے۔ موٹر کار کے باڈی کو۔ فرنیچر کو۔ شیشیوں کو چمڑے کے جوتوں اور بوٹوں کو۔ غرضیکہ ہر قسم کی اشیاء کو اس سے پالش کیا جا سکتا ہے۔ اسکی مانگ ہر گھر میں رہتی ہے۔

چھ اونس سفید صابون کو چھوٹا چھوٹا کاٹ ڈالو۔ پھر اسکو ایک گیلن پانی میں حل کر لو۔ پھر اسمیں ڈھائی اونس سٹیریک ایسڈ شامل کر کے ملاؤ۔ جب سب ایک جان

ہوجائے۔ تو دو پاؤنڈ جاپانی موم کو چھوٹا چھوٹا کاٹ کر ڈ ھائی پاؤنڈ تارپین کے تیل میں گرم کرکے پگھلاؤ اب اس صابن والے محلول کو اس میں ملاکر خوب چلاؤ۔ اور چار اونس سینڈھور کا اضافہ کرکے گاہے بگاہے چلاتی رہو۔ حتےٰ کہ بالکل ٹھنڈا ہوجاوے۔ اب اسکو مناسب جسامت کی شیشیوں یا ٹینوں میں بھرکر خوشنما لیبل لگادو۔

## ایک اعلیٰ قسم کا فرنیچر کریم

ایک پاؤنڈ آب مقطر یا برسات کا پانی لیکر اُسمیں دو اونس پوٹیشیم کاربونیٹ حل کرلو۔ پھر اس کو گرم کرکے اسمیں چار اونس صابون اور چار اونس مکھی کا موم ملادو۔ جب سب ایک جان ہوجاویں تو ٹھنڈے پانی کے برتن میں رکھکر خوب ہلاؤ حتےٰ کہ ٹھنڈا ہوجاوے۔ کرسیوں۔ میزوں۔ الماریوں غرضیکہ ہر قسم کے فرنیچر پر تھوڑا تھوڑا مل کر نرم کپڑے سے خوب ملو نہایت ہی چمکدار اور پالش شدہ بن جاویں گی۔

## ہونٹوں کے لئے سرخی یعنی لاکھا

ایک پاؤنڈ سپرسامٹی کو واٹر باتھ پر رکھکر گرم کرو۔ جب پگھل جائے تو اسمیں ایک ڈرام نیرولی (سرخ رنگ) ملادو۔ دونوں کو خوب ملاکر چھوٹی چھوٹی ڈبیوں میں بھردو۔

## آگ بجھانے والا مرکب

| | | |
|---|---|---|
| پانی | ۷۵ حصہ | تینوں کو ملاکر جس جگہ آگ لگ جائے وہاں ڈالو۔ آگ فوراً ارک جائے گی۔ |
| کلیشم کلورائیڈ | ۲۰ حصہ | |
| معمولی نمک | ۵ حصہ | |

## کھٹمل مارنے کا نسخہ

| | | | |
|---|---|---|---|
| تمباکو کا ٹنکچر | ۱۰۰ حصہ | کاربولک ایسڈ | ۳ حصہ |
| بورک ایسڈ | ۳ حصہ | سیلی سالک ایسڈ | ۶ حصہ |

سب کو ملاکر پلنگوں کی پاؤں۔ چولوں اور فریم پر مل دو۔ اور جوڑوں میں جہاں کھٹمل عموماً گھر بنا لیتے ہیں میں بھردو۔ عمر بھر کھٹمل نہ پڑینگے۔

## اعلیٰ قسم کا کولڈ کریم

ایک اونس سفید موم }
ایک اونس سپر سامٹی } دونوں کو گرم کرکے پگھلاؤ

اب سفید پتھر کے کونڈے کو گرم پانی میں رکھکر گرم کرو۔ اور اس کونڈے میں مندرجہ بالا گرم محلول کو ڈال کر پھر اسمیں تھوڑا تھوڑا کرکے کل چار اونس عرق گلاب ملاتی جاؤ اور اسکو خوب گھونٹتے جاؤ۔ سب عرق گلاب ملاکر کم از کم نصف گھنٹہ خوب پھانٹو تاکہ ہلکا اور سفید ہوجائے۔ پھر چند قطرے عطر گلاب کے ملاکر شیشیوں میں بھرلو۔

## ونیشنگ کریم

| | |
|---|---|
| سٹریک ایسڈ | ۱۵۰ حصّہ |
| کاسٹک سوڈا | ۵ حصّہ |
| سوہاگہ | ۱۵ حصّہ |
| آب مقطر۔ | اِس قدر کہ سب ملکر ۱۰۰۰ ہوجائے |

سٹریک ایسڈ کو واٹر باتھ پر رکھکر گرم کرو۔ پھر اُس میں کاسٹک سوڈا ایک چھٹانک پانی میں حل کیا ہوا ملادو۔ باقی پانی میں سوہاگہ ملاکر پانی کو گرم کرو۔ جب پکنے لگ جاوے تو تھوڑا سٹریک ایسڈ میں ملادو۔

سب کو خوب ملاکر ایک دن رات اسی طرح رکھ چھوڑو پھر اس میں خوشبو ملاکر خوب گھونٹو۔ اِس قدر کہ سب نرم سفید کریم بن جاتے۔

# ہندوستانی عورتوں میں تپِ دق

از جناب ڈاکٹر سید ممتاز حسین صاحب ایم بی بی ایس

سالگرہ نمبر میں ہندوستانی عورتوں میں تپ دق کے اسباب و علل پر ایک مختصر بحث کی گئی تھی۔ یوں تو بہت سی عورتوں کے جسم میں اِس مرض کی قبولیت کا رجحان ہوتا ہے۔ اور بعض میں مرض کا مواد بھی موجود ہوتا ہے لیکن یہ رجحان بلکہ مواد بھی بعض اوقات کئی کئی برس تک "خوابیدہ" رہتا ہو اور کوئی علامت ظاہر نہیں ہوتی۔ علامات کے ظہور کے لئے خاص واقعات یا حادثات کے پیش آنے کی ضرورت ہے جن سے جسم کی قوت مدافعت ایک دم کم ہو جاتے۔ میرے مشاہدہ کے مطابق اس قسم کے حادثات میں سے بعض یہ ہیں:۔

۱۔ شادی ۲۔ بچہ کی پیدائش ۳۔ بچہ کی پرورش ۴۔ ماہ رمضان کے بعد ۵۔ موسم گرما کے آغاز میں

اِن سب حالات میں قوت مدافعت و مقابلہ کم ہو جاتی ہے۔ اور جو عورتیں پیشتر اپنے اندر دق کی طرف رجحان رکھتی ہوں۔ وہ اس کمزوری سے مرض کے نتیجہ میں گرفتار ہو جاتی ہیں۔

**تپ دق کا حفظ ماتقدم**۔ بے فکری۔ خوش مزاجی۔ عمدہ۔ سادہ اور مقوی خوراک۔ ہوادار مکان۔ ورزش کی عادت اور تپ دق کے تمام ان اسباب سے پرہیز جن کا ذکر گزشتہ اشاعت میں ہوا۔ اِس مرض سے بچنے کے لئے کافی مفید تدابیر ہیں۔

**تپ دق کا علاج**۔ عقلمندی یہ ہے کہ واضح علامات یعنی کھانسی۔ بخار۔ بلغم میں خون آنا۔ ان کے ظہور سے قبل مرض کی شناخت ہو جائے۔ چنانچہ ان علامات سے پہلے یہ علامات لاحق ہوتی ہیں۔ بھوک کی کمی۔ اعضاء میں سستی۔ کام کاج سے نفرت۔ مزاج میں چڑچڑا پن۔ وزن میں کمی۔ رنگ کا زرد اور قدرے سیاہی مائل ہو جانا۔ سینہ میں ہلکا ہلکا درد۔ زکام اور صبح کے وقت خفیف سی کھانسی۔ اگر یہ علامات ظاہر ہوں فوراً اپنے ڈاکٹر کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ اور ذیل کی احتیاطی تدابیر پر عمل کرنا چاہیئے۔ تھرمامیٹر سے ہر صبح۔ پچھلے پہر اور شام کو درجہ حرارت دیکھیں۔ اگر نارمل سے اوپر ہو تو اس کی یادداشت لکھ لیں۔ اگر یہ متواتر ہو تو ڈاکٹر سے مشورہ کریں۔ زکام اور کھانسی کا علاج کرائیں۔ اگر ڈاکٹر ایکس رے امتحان کا مشورہ دے تو اس سے غفلت نہ کریں۔ اگر ڈاکٹر اس مرض کا شک ظاہر کرے تو سب دماغی اور جسمانی کام چھوڑ کر آرام کریں۔ عمدہ۔ سادہ اور مقوی خوراک مثلاً دودھ۔ مکھن۔ بالائی۔ پھل۔ انڈے۔ دلیہ۔ سبزیاں۔ اِس قسم کی خوراک کھائیں۔

جب علامات واضح ہو جائیں یعنی روز بخار ہوتا ہو۔ کھانسی باقاعدہ متواتر آتی ہو۔ بھوک اور وزن میں نمایاں کمی واقع ہو جائے۔ تو ماہر ڈاکٹر کے مشورہ کے بغیر کوئی علاج نہ کرنا چاہیئے۔ نیم حکیموں اور اشتہار بازوں کی ادویات کے استعمال میں وقت ضائع نہ کریں کہ اس سے تندرستی کے امکانات کم ہو جاتے ہیں۔ غالباً ڈاکٹر ایکس رے امتحان کا حکم دیگا۔ اس سے

ماؤف پھیپھڑے کی وسعت اور حدود کا علم ہو جاتا ہے۔ اگر فقط ایک پھیپھڑا ماؤف ہو تو یقینی کامیابی کی اُمید ہو جاتی ہے۔

**دواؤں کا استعمال**۔ اس مرض کا علاج دواؤں سے نہیں بلکہ صرف غذا اور پرہیز ہی سے ہوتا ہے۔ ادویات کا استعمال فقط علامات کے لئے ہوتا ہے۔ مثلاً شدید کھانسی۔ تیز بخار۔ تکلیف دہ پسینہ۔ بھوک کی کمی وغیرہ۔ ہر مریض کے لئے علامات کے اختلاف کے سبب ادویات کا استعمال مختلف ہوتا ہے۔ لہٰذا کوئی ایسی دوا نہیں تجویز کی جا سکتی جو ہر مریض کے لئے یکساں مفید ہو۔ البتہ غذا اور پرہیز کا طریق سب کے لئے یکساں ہے۔ اور وہ حسب ذیل ہے:۔

**غذا**۔ دودھ۔ مکھن۔ گھی۔ بالائی۔ تازہ پھل مثلاً انگور۔ ناشپاتی۔ کیلے وغیرہ تمام موسمی پھل۔ مغزیات یعنی بادام وغیرہ۔ ٹماٹر اور دوسری سبزیاں۔ ایک دو انڈے روزانہ۔ روٹی اور چاول۔ مچھلی کا تیل اور اس کے مرکبات۔

**مکمل آرام**۔ اس مرض کا سب سے اہم جزو ہے۔ اگر آرام نہیں تو نہ غذا کا کوئی فائدہ ہوگا نہ کوئی دوا کارگر ہوگی۔ آرام سے مراد یہ ہے کہ مریض تمام دماغی تفکرات سے آزاد ہو۔ اور جسمانی کام سے پرہیز کا یہ عالم ہو کہ مریض کسی صورت میں بھی بستر کو نہ چھوڑے جب تک کہ درجہ حرارت نارمل یعنی ۹۸.۴ تک نہ آ جائے۔ اگر دن کے کسی حصہ میں بھی حرارت اس سے زیادہ رہتا ہو تو بستر کو چھوڑنا قطعی ممنوع اور نقصان دہ ہے۔ لیٹے رہنا بیٹھنے سے بہتر ہے۔ حوائج ضروری کے لئے بھی مریض بستر کو نہ چھوڑے۔ سوائے کروٹ بدلنے کے اور کوئی حرکت نہ کرے۔ اگر اس سختی سے اس ہدایت کی پابندی ہو تو بخار دو ہفتہ کے اندر ٹوٹ جاتا ہے۔

مریض بالعموم ہمارے اس حکم کی تعمیل سے غافل ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ اس کی اہمیت کا صحیح اندازہ نہیں کر سکتے حرکت کرنے سے ایک تو قوت کا بے فائدہ خرچ ہوتا ہے جس قوت کی حفاظت اور جمع رکھنے کی جسم کو بڑی ضرورت ہو۔ دوسرے اس سے مرض کا زہر خون میں سرایت کر کے حرارت اور دوسری علامات کے بڑھنے کا باعث ہوتا ہے۔

آرام اور غذا اس مرض کے علاج کے ضروری رکن ہیں اور بالعموم پہلے درجوں میں انہیں شفا ہو جاتی ہے۔ اگر زیادہ تکلیف ہو تو قابل ڈاکٹر سے مشورہ کرنا چاہئے۔

**تپ دق کا مریض اور شادی**۔ جس مرد یا عورت کو تپ دق کا مرض لاحق رہا ہو اسے شفا حاصل ہو جانے کے بعد بھی مرض کے عود کر آنے کا خطرہ رہتا ہے۔ اس لئے ایسے لوگوں کو شادی نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ عورت کو بچے پیدا کرنے سے اور مرد کو حصول معاش کی جد و جہد میں دوبارہ مرض میں مبتلا ہو جانیکے امکانات بہت بڑھ جاتے ہیں۔ ان لوگوں کو سادہ اور بے فکری کی زندگی بسر کرنی چاہیئے۔
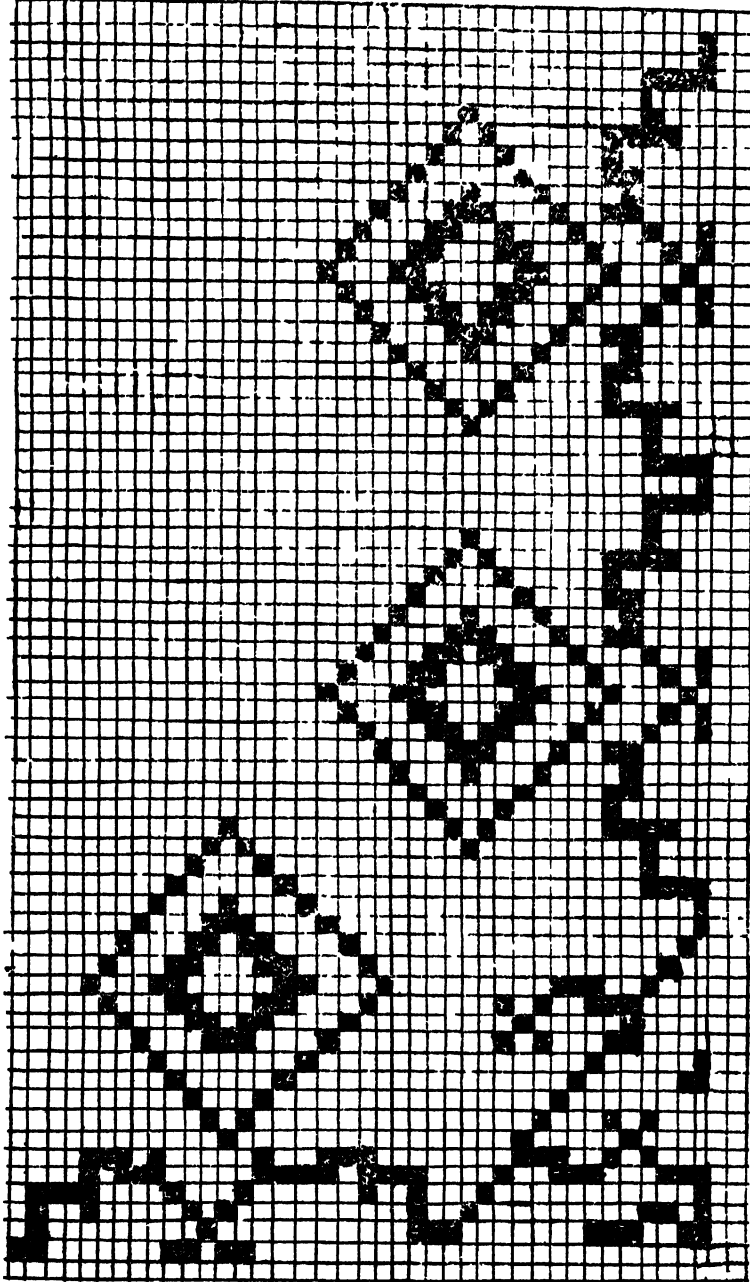
# کروشیا میں میزپوش کی بیل

یہ بیل کروشیا میں میزپوش کے چاروں طرف بہت خوبصورت معلوم ہوگی

بہنیں چاہیں تو دوسوتی یا کینوس پر بھی بنا سکتی ہیں۔

مس رضیہ احمد دین گجرات

**دست حنائی** (۱) باریک مہدی پسوا کر خاکہ نمبر ۱ کے مطابق ہتھیلی پر گلابی رنگ سے نقشہ بنالیں گر انداز میں ماہر ہوں تو پھر نقشہ بنانے کی ضرورت نہیں بذریعہ خلال خاکہ کو ملاحظہ کرتے ہوئے ہتھیلی پر مہدی جمالیں۔ پھر پانچوں انگلیوں کے دونوں طرف اس طریقہ سے لگالیں۔

(۲) ہتھیلی پر اس صوفیانہ طریقہ سے مہدی لگانا بذریعہ خلال بہت ہی آسان ہے۔

نشاط افزا کلکتہ
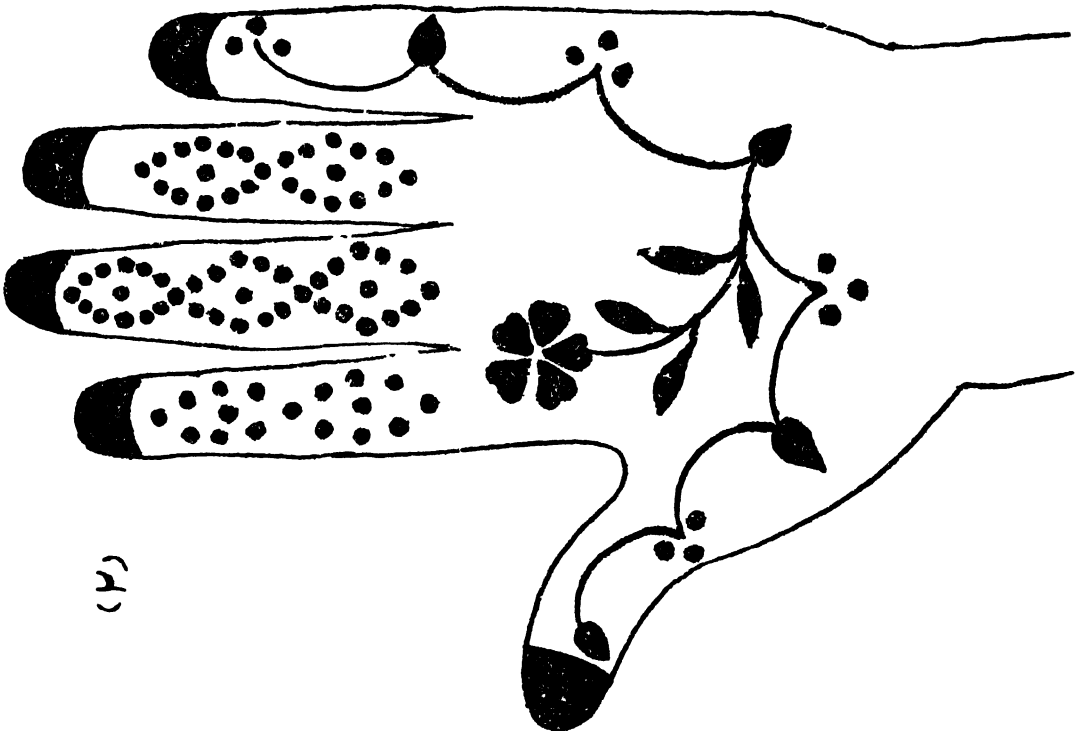
# خوشنما تیتری

از محترمہ فاطمہ جعفر منشی فاضل۔ مؤلفہ "سوئی کا کام"

تکئے کے غلاف میز پوش کے کنارے ٹی کوزی وغیرہ پر بہت نفیس ہوگی۔ ڈی ایم سی سے بنائیے تیتری کا خاکہ ایمبرائڈری سے بنائیے پتلی نسیں جس طرح ڈالی وغیرہ پتی ہے گول نشان ایمبرائڈری سے۔ پتیاں بھی ایمبرائڈری سے۔ تیتری کے پچھلے حصہ پر نیلی چوکور جالیاں کھولیں۔ بیحد خوبصورت اور دلکش تیتری بنے گی۔

سنگھار اور آرائش

# خانہ داری

مستقل عنوان
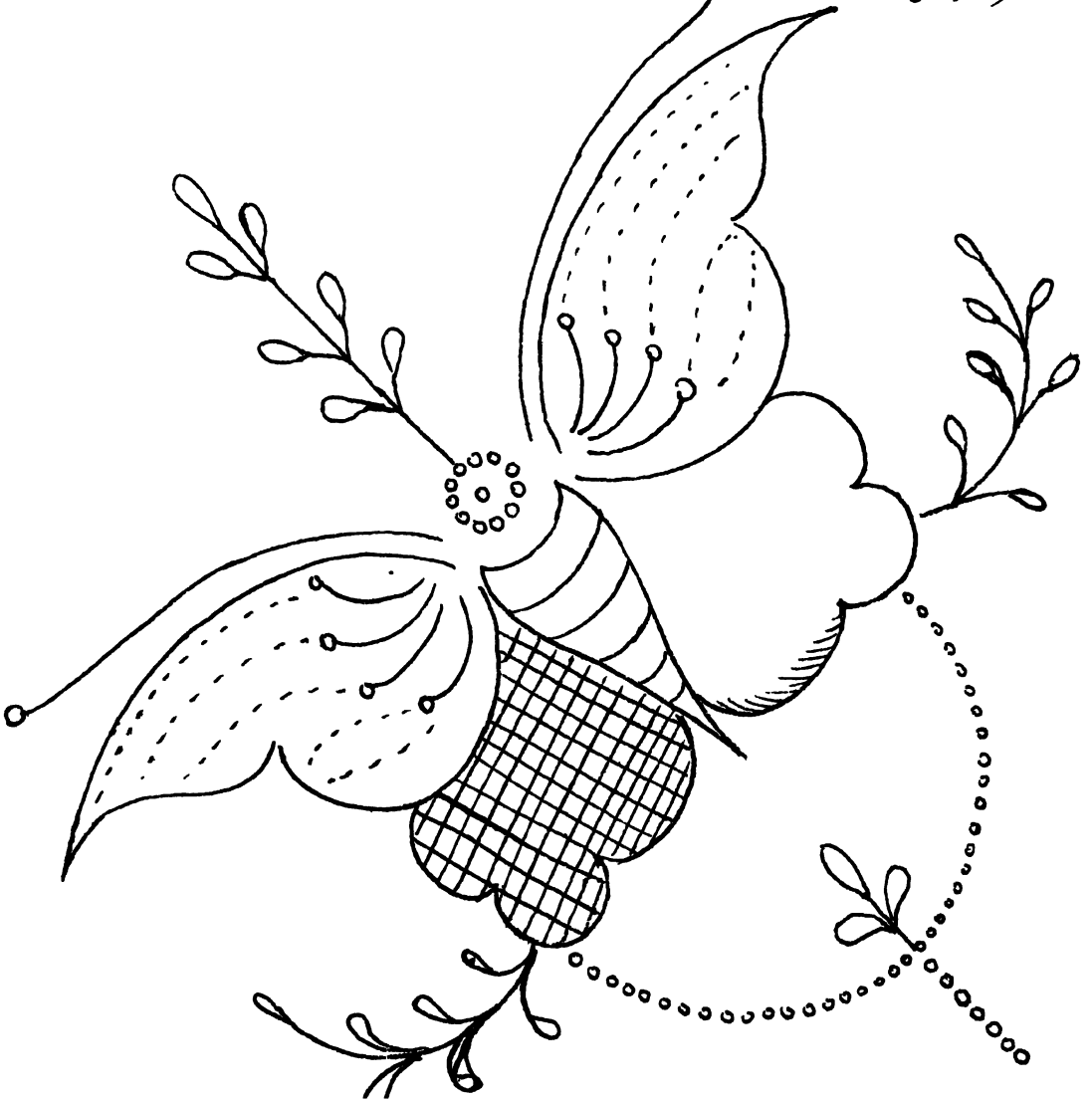
**پُر مسرت شادی کی زندگی**۔ پچاس سال ہوئے دو بھائیوں نے لاس اینگلس (ریاست ہائے متحدہ امریکہ) میں دو بہنوں سے شادی کی اور بڑے مزے سے زندگی گذاری۔ اُنہوں نے مثالانہ زندگی خوش و خورم بسر کرنے کے دس قاعدے مقرر کئے ہیں تاکہ ناتجربہ کار اور نوجوان خوش و خرم رہ سکیں۔ وہ قاعدے یہ ہیں:۔

(۱) نوجوانی میں شادی کرو (۲) کوئی بیوی عہدہ حاصل نہ کرے (۳) بچے ہونے چاہئیں (۴) کھانے پکانے کا خیال رکھو (۵) جھگڑے ہوا ہی کرتے ہیں اور شادی کی زندگی کا صحت بخش پہلو ہیں لیکن ان کا نتیجہ مطلق العنانی نہ ہو (۶) قربانیوں کے بغیر عیش و آرام کی توقع بالکل نہ کرو۔ (۷) کفایت شعار بنو (۸) اپنے اوپر اعتماد قائم کرو (۹) اپنے بچوں کی بیویوں اور شوہروں کے لئے حقیقی ماں باپ بنو (۱۰) پُرانے طریقہ کا سا گھر بناؤ تاکہ سب کے لئے زندگی کا مرکز بن سکے۔

**دوہری ٹھوڑی**۔ یہ شکایت کچھ عام ہوتی جا رہی ہے کہ عورتوں کی ٹھوڑیاں موٹی ہو کے دو دو معلوم ہوا کرتی ہیں۔ خیال یہ پھیلا ہوا ہے کہ یہ تقاضائے عمر ہے اور سر کے وزنی ہونے کی وجہ سے ہے۔ لیکن یہ بات ہرگز نہیں ہے بلکہ سر کے درست طور سے نہ رکھنے کا نتیجہ ہے۔ آگے کو جھکا تے رکھنے سے گُدّی کی کھال کھنچ کے لبی ہو جاتی ہے۔ اور گلے کی کھال ڈھیلی پڑ کے شکن دار ہو جاتی ہے۔ گردن سیدھی رکھو۔ کندھوں کے بیچ میں گدی کے نیچے ہڈی باہر نکل آتی ہے اس پر ہاتھ رکھ رکھ کے گردن سیدھی کرکے پیچھے کو لاؤ۔ حتےٰ کہ یہ ہڈی غائب ہو جائے۔ اِس طرح قائم رکھا جائے اس سے ڈھیلے پٹھوں میں جان آجائیگی۔ اونچے تکئے اور ہر ایسی چیز استعمال نہ کرو جس سے سر مرکز سے ہٹ جائے۔ اگر بینائی کم ہو جانے کی وجہ سے سر جھکانا پڑتا ہے تو عینک لگاؤ۔ اگر جھکے رہنے سے کُب نکل آیا ہے تو مسلسل نگہداشت اور احتیاط سے یہ دور ہوگی۔ فرش پر اوندھے لیٹ کے باہنیں باہر پھیلاؤ۔ پھیپھڑوں کی ہوا بالکل خارج کردو۔ اب سر کو اوپر پیچھے کو اُٹھاؤ۔ پاؤں جسم اپنی جگہ پر قائم رکھو۔ صرف گردن اور کندھوں کے پٹھوں کو کام کرنے دو۔ اِس طرح دس پانچ دفعہ کیا کرو۔

**پھولوں کی تازگی**۔ پھول گلدانوں میں اس لئے مرجھا جاتے ہیں کہ اُن کی ننی ٹہنیوں اور پنکھڑیوں سے نمی اُڑتی رہتی ہے اور پھول کی ڈنڈی گلدان کا پانی جذب نہیں کر سکتی تاکہ اسکی تلافی ہو سکے۔ کٹی ہوئی ڈنڈی پر ایک دو دوڑہ سا پڑ جاتا جس سے پانی جذب نہیں ہو سکتا۔ پھولوں کو درست رکھنے کی معمولی ترکیب یہ ہے کہ اُنہیں کسی تیز چاقو سے کاٹتے ہی اُن کی ڈنڈیاں پانی میں ڈبو دی جائیں۔ ڈنڈیوں کے سرے آدھ انچ کے قریب چیر دئے جائیں۔ جن ڈنٹھلوں سے دودھیا چیپ نکلتا ہے اُن کے سروں کو دیوسلائی دکھائیں یا کھولتے پانی میں ڈبو ئیں تاکہ دودھ کا کھرنڈ بن جائے اور اسکے ذریعہ پانی جذب ہو سکے۔

گلدان کا پانی روزانہ بدل دیں اور ڈنڈی کا سرا پانی کے اندر ہی ذرا سا تراش دیں۔ جب گلدان درست کریں تو دھوپ اور ہوا سے بچا کے کریں۔ پھولوں کا رنگ پانی میں کوئی کول تار والا انیل An Aniline dye ڈالنے یا بلام ٹنٹ Bloom Tint تھیلہ میں رکھ کے پانی میں ہلانے سے بدلا جا سکتا ہے۔

**سفید کرنے والی کریم**۔ کھلی ہوا میں پھرنا رنگ وروپ پر بڑا اچھا اثر ڈالتا ہے۔ لیکن دھوپ بھی اپنا کام کرتی ہی۔ تازہ ہوا اور چلنے پھرنے کی ورزش سے جو خوبی پیدا ہوتی ہے دھوپ کی تیزی اُس کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ باہر پھرنے والی لڑکیوں کے

رخساروں کا رنگ پھیکا پھیکا جو معلوم ہوتا ہے اُس کا سبب یہ ہو کہ جلد کی چکناتی دھوپ چاٹ لیتی ہے۔ اِسی اصول پر مغرب کے حُسن ساز روغن لگانے کا سبق دیتے ہیں۔ رخساروں پر ایسی کریم استعمال کرنی چاہیئے جو دھوپ سے خشک ہو جانے والی چکنائی کا بدل بن جائے۔ جو جلد پر لگانے سے آسانی سے جذب کی جاسکے جسب ذیل اجزا سے ایسی کریم طیار کی جاسکتی ہے۔ لینولائن (Lanoline) ایک اونس۔ سفید پریفین موم (White Paraffin Wax) ایک اونس۔ بادام روغن ایک اونس۔ روز واٹر (گلاب کا پانی) ایک اونس۔ لیمن گراس آئل (Lemon Grass Oil) چھ قطرے۔ آئل آف وربینا (Oil of Verbina) تین قطرے۔ سُہاگہ ایک چٹکی۔

تینوں تیلوں کو گرم کریں۔ روز واٹر گرم کرکے اسمیں سُہاگہ ملائیں اور ان دونوں کو قطرہ قطرہ کرکے تیلوں میں ملائیں تمام مرکب کو ہلائیں حتیٰ کہ ٹھنڈا ہو جائے۔ اب باقی اجزا اس میں ملالیں۔

**لیپ اور کریمیں**۔ چونکہ آجکل پوڈروں اور کریموں کا عام طور پر شوق پایا جاتا ہے اس لئے ضرورت ہو کہ اُن کے مجربات شائقین کو سُنادئے جائیں۔ ہمارے ہاں بچے بدن پر کیچڑ ملکے بڑے خوش ہوتے ہیں۔ یوروپ میں مُنہ پر کیچڑ کا لیپ کرنے کا شوق بڑھتا جارہا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ آنکھوں کے پاس ذرا ذرا سی جگہ چھوڑ کر سارے چہرہ پر لیپ کرنے سے چہرہ کو بڑا لطف آتا ہے اور کیچڑ کے خشک ہو جانے کے ساتھ ساتھ جلد کھنچتی چلی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ لب بند نہیں کئے جاسکتے۔ وہ چہروں کو بالکل بےحس وحرکت رکھتی ہیں تاکہ لیپ تڑخنے نہ پائے ورنہ یہ لیپ کرنا بیکار جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ شوق نیا نہیں۔ مشرق میں صدیوں پہلے اس کا رواج تھا۔ جب لیپ خشک ہو جاتا ہے تو کچھ دیر بعد گیلے تولیہ سے اُتار دیا جاتا ہے۔ چہرہ کی جلد میں دغدغاہٹ اور خون کی گرمی معلوم ہونے لگتی ہے۔ تھوڑی سی جذب ہو جانے والی کریم اور پوڈر لگانے سے بھی ایک قسم کی رونق آجاتی ہے۔ لیکن لیپ کی رونق دیرپا ہوتی ہے اور یہ عارضی۔ سُست اور خون کی کم گردش دونوں کے لئے یہ لیپ مفید کہے جاتے ہیں۔ یہ جلد کو کستے بھی ہیں۔ رہیں کریمیں ان کا انتخاب بہت مشکل کام ہے۔ گو اشتہاروں میں برابر زور دیا جاتا ہو کہ فلاں کریم میں گلیسرین نہیں ڈالی گئی۔ لیکن ان میں یا تو گلیسرین کم وبیش ہوتی ہے یا سات فی صدی پانی اُن میں ملا ہوا ہوتا ہے۔ پانی جلد ہی خشک ہو جاتا ہے اور کریم سوکھ کے خراب ہو جاتی ہے۔ گلیسرین فضا کی رطوبت کو جذب کر لیا کرتی ہے۔ اِس بات کا کریم منتخب کرتے وقت ہر بی بی کو خیال رکھنا چاہیئے۔ خشک جلد والوں کے لئے گلیسرین کچھ مفید ہے لیکن عام جلد والوں کے معاملہ میں یہ پیش آتا ہے کہ کریم جلد میں آہستگی سے جذب کی۔ بعد میں پوڈر لگایا۔ گلیسرین پوری طرح مساموں میں اجذب نہیں ہوتی وہ فضا کی رطوبت کو کھینچ کے جذب کر لیتی ہے۔ اس سے پوڈر میں چھوٹے چھوٹے دھبے نمودار ہو جاتے ہیں۔ پھر پوڈر غائب ہو جاتا ہے اور چہرہ میں ایک انوکھی سی مہک پیدا ہو جاتی ہے جو بہت بُری معلوم ہوتی ہے۔ اب پھر پوڈر لگانا پڑا۔ بعض مقامات ایسے بھی ہو سکتے ہیں۔ جہاں ایسا فعل معیوب معلوم دے۔ علاوہ ازیں فضا کا میل اور گرد وغبار چہرہ سے چسپاں ہو جاتا ہے اور خرابیاں پیدا کرتا ہے۔

جذب ہو جانے والی کریم لگانے سے کوئی جلد کسنے والا لوشن لگانا پڑتا ہے تاکہ مسام بند ہو جائیں اور پسینہ نہ آئے۔ اور جلد خوشنما معلوم ہو اور سنگھار دیر تک قائم رہے۔ بھلا خیال کیجئے۔ یہ طریقہ حفظانِ صحت کے لحاظ سے کس قدر بُرا ہو۔

**خانگی ٹوٹکے**۔ سینے کی سوئی کو اگر زنگ لگ گیا ہو تو اُسے تارپین کے تیل میں چند گھنٹے ڈبوئے رکھیں۔ پھر اسے کسی سخت اینٹ یا کھردرے پتھر پر رگڑیں حتیٰ کہ چمک اُٹھے۔

آگر کپڑا سخت یا چکنا ہے تو سوئی صابن میں چبھو چبھو دینی چاہیئے۔ اگر سوئی رُک رُک اور پھنس جاتی ہو تو ایک دو دفعہ بالوں میں پھرا پھرا لیں خوب کام کرے گی۔

پانی کی شیشہ کی بوتلیں صاف کرتے وقت اسمیں ٹھنڈی چار بھر دیں اور سارے دن پڑا رہنے دیں۔ پھر تھوڑا سا پانی نکال کے چمک دار بالوریت ڈال کر ہلائیں۔ پھر اور پانی ڈال کے صاف کرلیں۔

اگر دیگچی میں اندر کی طرف اوپر سے ایک انچ تک چکنائی لگادی جائے تو چیز اُبل کے باہر نہیں گرتی۔

نئی ڈبل روٹی کاٹنے سے پہلے چھری اُبلتے ہوئے پانی میں گرم کرلینی چاہیئے۔

شیشہ کی بوتل اگر دُھندلی ہو گئی ہو تو سرکہ ڈالیں اور کسی پتلی لکڑی یا تیلی کے سرے پر کپڑے کی گدی سی بنا کر رگڑیں۔ دُھندلا پن جاتا رہے گا۔ ایک اور طریقہ یہ ہے کہ پانی میں تھوڑا سا ریکٹ کا نیل Reckitt's Blue ملائیں اور بوتل میں اس پانی کو ہلائیں پھر پانی نکال کے پتلی لکڑی پر لپیٹ کے رگڑ دیں۔

اگر میز کی درازیں آسانی سے باہر نہیں نکلتیں تو انکے کناروں اور پہلوؤں پر موم کا پالش Wax Polish ملیں یا صابن لگائیں۔

رنگ دھوتے میں اُڑ جانے کا اندیشہ ہو تو سیاہ رنگ کے کپڑے کے لئے ۲ چھٹانک نمک ٹھنڈے پانی میں گھولیں۔ نیلے کیلئے سرکہ پیالہ بھر کے ڈالیں۔ زرد خاکستری یا لال کے لئے ۲ چھٹانک اور نصف چھٹانک پھٹکری ڈالیں۔ سبز کے لئے نصف چھٹانک پھٹکری اور سُرخ کے لئے بیل کے پتہ (Orgalls) کے دو چمچے ٹھنڈے پانی میں ڈالیں۔ کپڑا نچوڑیں نہیں الگنی پر لٹکادیں۔

محمد ظفر

# رہِ راست

نہ ہوا فراط کا بندہ نہ ہو تفریط پر مائل
کر اِن دونوں میں راہ پیدا اگر ہو زیرک و عاقل
مثالِ موج رہ دریا میں اور طوفان پیدا کر
مگر نہہاں نہ ہونے دے نگاہوں سے خطِ ساحل
خردمندی نہیں چادر سے باہر پاؤں پھیلانا
گذر جاتا ہو جب حد سے چھلک جاتا ہے پیمانا
مگر تفریط ہوتی ہے یہاں افراط سے بدتر
نہ ہو شعلے میں گر تابش تو کہلاتا ہے خاکستر
دلیل دونی ہمت ہے پابند قفس رہنا
جو ہوں ناقابلِ پرواز کٹ جاتے ہیں وہ شہپر
اُسے یونہی نہ ضائع کر جو طاقت دی ہو قدرت نے
بہت لوگوں کو کھویا ہو یہاں کفرانِ نعمت نے
نہ اتنا تیز ہی چلئے کہ جس سے پاؤں تھک جائیں
نہ ایسی ہار دیئے ہمت کہ سنگِ راہ کہلائیں
غرض یہ ہو کہ دنیا میں سدا اُس چال سے چلئے
کہ جسکے ساتھ آسانی سے منزل پر پہنچ جائیں
میانہ چال چلنے میں بہت آرام رہتا ہے
جو چلتا ہے خلاف اِسکے بہت دُکھ درد سہتا ہے

سید محمود حسن کیتھل

# تیاری طعام کے متعلق ہدایتیں

مچھلی یا گوشت کا قورمہ تیار کرتے وقت اکثر ایسا ہوتا ہے سہواً کسی بداحتیاطی سے مثلاً بہت تیز آنچ کردینے سے یا زیادہ دہی ڈال دینے سے ہنڈیا کا گھی بالکل مل جلکر سالن میں جذب ہو جاتا ہے۔ اور سالن پر گھی کا حاشیہ دکھائی نہیں دیتا جس سے سالن بدرنگ ہوجاتا ہے۔ ناواقف اور ناتجربہ کار بہنیں ایسے موقع پر بہت پریشان ہوجاتی ہیں۔ حالانکہ انہیں چاہیئے کہ ہنڈیا بہت دھیمی آنچ مثلاً گرم چولھے کی راکھ پر رکھ دیں۔ اور تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد ٹھنڈے پانی کے چھینٹے چلو میں لے کر دیتی جائیں۔ تاوقتیکہ گھی کا حاشیہ نہ بندھ جائے اس طریق عمل سے حیرت انگیز طور پر گھی سالن پر نتھر آئے گا۔ اور سالن خوش رنگ دکھائی دینے لگے گا گر ہنڈیا کو بدستور گرم راکھ پر ہی رکھے رہنے دیں۔ حتے کہ سالن تقسیم کرنے کا وقت ہوجائے۔

بعض دفعہ نوکر کی غلطی یا اپنی لاپرواہی کی وجہ سے مصالحہ میں بدرنگ مرچیں پیس لینے سے سالن ازقسم شوربا وغیرہ پر سُرخی نمایاں نہیں ہوتی اور شوربے کی رنگت ماند پڑکر دیدہ زیب نہیں رہتی۔ ایسا سالن مہان یا خود اپنے گھر کے مردوں کے آگے ہرگز رکھنے کے قابل نہیں رہتا۔ اور پکانے یا اپنی نگرانی میں تیار کروانی والی کے لئے نہایت خفت اُٹھانے یا شرم دلانے کا باعث بن جاتا ہے۔ جس سے اُس کے سلیقے پر حرف آتا ہے۔ ایسے موقع پر چاہیئے کہ آپ چند سُرخ مرچیں بہت شوخ رنگ کی لیکر بیج علیحدہ کرکے صرف مرچ کے پتوں کو قدرے گرم پانی میں بھگو دیں اور بعدہٗ مہین پیس کر گھی میں تل کر تھوڑا پانی چھڑک دیں۔ گھی ذرا زیادہ ڈالدینا چاہیئے۔ اس مرچ والے گھی کو سالن میں چھوڑدیں ازسرنو تمام سالن سرخ بنات جیسا رنگ اختیار کرکے آپ کی پریشانی دور کردے گا۔

سوجی یا روے کا حلوا تیار کرتے وقت بعض ناواقف بہنیں یا تو گھٹلی حلوے میں ڈال دیتی ہیں یا بہت نرم اور یا بالکل پنجیری۔ مندرجہ ذیل چند نکتوں پر عمل پیرا ہونے سے مذکورہ دقتیں ہرگز درپیش نہ ہوں گی۔ سوجی یا روے کے برابر گھی۔ دوگنا میٹھا۔ چوگنا پانی۔ سوجی یا روا پہلے گھی میں تل کر بہت سُرخ یعنی بادامی رنگ کا کرلیا جائے۔ ہر قسم کے طعام تیار کرنے یا فن طباخی پر عبور حاصل کرنا مستورات کا فرض اوّلین یا جوہر خاص ہے۔ لہٰذا اسکی ماہریت کے لئے تجربہ اور مشق کی ضرورت ہے۔

گ ۔ ن ۔ بنت ڈاکٹر شیخ ابوالفضل

# سیر بین

**باپ بطور ماں**۔ برازیل میں ایک مچھلی ہوتی ہے جس کی مادہ بچوں کی پرواہ نہیں کرتی۔ نر بچوں کا اسی طرح خبر گیر رہتا ہے جیسے مرغی چوزوں کی ہوتی ہے۔ کوئی بچہ ادہر ادہر ہو جائے تو نر اُسے مُنہ سے پکڑ کے بچوں کے جھول میں پھینک دیتا ہے۔

**ہندوستان کی آبادی**۔ ہندوستان کا کل رقبہ ۱۸۰۵۶۷۹ مربع میل ہے یہ رقبہ دنیا کے ۱/۱۵ حصّہ ہے۔ ہندوستان برطانیہ کلاں سے پندرہ گنا بڑا ہے۔ یہاں کی آبادی ۳۵۲۸۳۷۷۷۸ ہے۔ ساری دنیا کا پانچواں حصہ ہے۔ رقبہ کے لحاظ سے برما سب سے بڑا حصّہ ہے۔ اور آبادی کے لحاظ سے بنگال سب سے بڑا ہے۔ مدراس میں عورتوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ اور پنجاب میں سب صوبوں سے کم۔

**اولاد کی کمی**۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں لاولدی بڑہتی جاتی ہے۔ سنہ ۱۹۳۰ء میں لاولد لوگوں کی تعداد ۳۱،۹ فی صدی تھی۔ اب ہر تین شادی جوڑوں میں ایک لاولد ہے۔ اور یہ اندازہ خانہ دار کنبوں کا کیا گیا ہے۔ اُن خاندانوں کو اس میں شمار نہیں کیا گیا جو طلاق یا موت کے باعث درہم برہم ہو گئے۔ اس خانہ دار جماعت میں سنہ ۱۹۳۱ء میں ۲۳۳۵۲۹۹ شادی شدہ جوڑے تھے۔ ان میں سے ۴۴۷۳۲۸ کے کوئی اولاد نہیں۔ گاؤں کے مقابلہ میں شہروں میں لاولدی زیادہ ہے۔ شہروں میں لاولدی کی تعداد ۳۴،۸ اور گاؤں میں ۲۵ فی صدی ہے۔ اس ملک کے سفید فام لوگوں کے مقابلہ میں حبشیوں میں لاولدی زیادہ ہے۔

**شوہر پر بولی**۔ نیویارک امریکہ میں ایک عورت نے اپنے شوہر کی قیمت چار ہزار روپیہ قائم کی ہے۔ عورت آئرلینڈ کی رہنے والی ہے اور نیویارک سے اپنے وطن اپنی ماں کو دیکھنے جانا چاہتی ہے۔ چونکہ شوہر کے سوا اس کے پاس کوئی اور اثاثہ نہیں اس لئے شوہر نیلام پر ہے۔ لطف یہ ہے کہ وہ بھی رضامند ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے اپنی بیوی سے اب بھی محبت ہے لیکن کیا کروں وہ اب اپنی بڑھیا ماں کو دیکھنا چاہتی ہے اور وہ ایسی صورت میں ممکن ہے کہ وہ مجھے بیچ جائے ہماری شادی کو ہو بھی تو گئے ہیں سترہ سال۔ پُرانی ڈگر پہ چلے جانا بھی کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔

شوہر ۴۰ سال کی عمر کا آدمی ہے اور کہتا ہے کہ نوجوان عورت کو بولی دینے کی ضرورت نہیں۔ ۳۵ اور ۴۵ سال کے درمیان عورت ہونی چاہیئے۔ کیونکہ چھوٹی عمر کی عورتیں آج کل ٹھیک نہیں۔

**پولینڈ کی بی اے لڑکیاں**۔ پولینڈ کے دارالسلطنت میں آج کل عورتوں کی پولیس کا ایک نیا دستہ نظر آرہا ہے۔ ان کی وردیاں نیلی۔ بٹن نقرئی اور بازوؤں پر نقرئی دھاری ہے۔ ان کا کام عورتوں اور بچیوں کی گلی کوچوں میں حفاظت کرنا ہے۔ صرف وہی بھرتی کی جاتی ہیں جو بی اے پاس ہوں۔ اُنہیں حلف اُٹھانا پڑتا ہے کہ وہ سات سال تک شادی نہ کریں گی ورنہ اُنہیں علیٰحدہ کر دیا جائے گا اور پنشن کا حق بھی جاتا رہے گا۔

**آنکھوں سے شناخت**۔ آنکھوں سے آدمی کی شناخت ممکن ہے۔ گو یقینی طور سے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ اندازہ ہمیشہ درست ہو سکتا ہے۔ مثلاً دھوکہ باز مرد یا عورت کی آنکھیں ایک جگہ نہیں ٹکتیں۔ نہ ایسا شخص کسی سے آنکھیں ملاتا ہے۔ لیکن

کرنیل لارنس جب کسی سے بات کرتا کبھی اُس سے آنکھیں نہ ملاتا۔ نظریں نیچی یا اِدھر اُدھر رہتیں مگر اُسکے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ بڑا وفادار اور سچا آدمی تھا۔

ہر جگہ ایک ہی قاعدہ استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً ایشیا کے مقررہ قاعدے یورپ میں یا برعکس استعمال نہیں کئے جا سکتے کیونکہ گورے اور کالے کا فرق ہے۔ جب منطقہ حارّہ سے انسان ادھر اُدھر پھیلے سرد علاقوں پر اُن کے رنگ صاف ہونے لگے اور اسی طرح اُن کی آنکھوں کے رنگوں میں فرق پڑا۔ یورپ کے سرد علاقوں میں رہنے والوں کی آنکھیں نیلگوں ہوتی ہیں اور گرم طبقات والوں کی سیاہ یا بھوری۔ اب ان دونوں علاقوں کی طبائع مختلف ہیں۔ سیاہ یا بھوری آنکھ والوں کے ذہن تیز طباع ذکی پُر از جذبات پرجوش ہوتی ہیں۔ سیاہ آنکھوں والے جد و جہد کے آدمی نہیں ہوتے۔ لیکن مسولینی کو دیکھئے کہ اسکی آنکھیں کوئلہ جیسی سیاہ ہیں لیکن بڑا زبردست انسان ہے نیلگوں آنکھوں والے جد و جہد کے آدمی ہوتے ہیں۔ ان کی جسمانی بناوٹ مضبوط طرز ماندو بود چستی سے لبریز اور خوف و خطر سے دست بگریباں رہنے کا ان میں میلان پایا جاتا ہے۔ ایسے لوگ دنیا پر نظر ڈالتے ہیں اور سیاہ والے اپنے آپ کو ہی دیکھتے ہیں۔

سبز آنکھوں والے دُنیا میں کم ہیں لیکن جہاں ہیں گے۔ روحانیت پر بہت نظر آئیں گے۔ خاکستری آنکھوں والے پُرسکون شریف الطبع اشتعال پذیر مہربان اور محبت میں ثابت قدم پائے جائیں گے۔ ایک دفعہ کسی سے محبت کرنے لگیں شاذ ہی اس میں تغیر پسند کرینگے۔ کاروبار میں شاذ و نادر ہی غیر معتبر ہوں گے۔

پیازی آنکھ بہت دلفریب ہے لیکن بہت کیاب ہے سیاہ بال والوں میں ایسی آنکھ نظر آجاتی ہے۔ آئرلینڈ میں ایسی آنکھیں نظر آئیں گی۔ اور وہ ملک خوبصورت آنکھوں کے لئے مشہور ہے۔ ایسے لوگوں کی طبائع پُر از شفقت اور شیریں ہوتی ہیں۔ وہ نرم اور محبت والے ہوتے ہیں۔ مرد ہو تو شاعر ہوگا۔

ایسے بھی لوگ ہیں جنکی دونوں آنکھوں کا رنگ مختلف ہوگا۔ عام طور سے لوگوں کو اس کا اندازہ نہیں۔ ورنہ یہ قسم عام طور پر موجود ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ہم دوسروں کی آنکھوں کے رنگوں کا بہت کم خیال کرتے ہیں۔ ایسے لوگ عام طور سے جذباتی اور مائل بہ تصوف ہوتے ہیں۔ وہ مہربان لیکن متلون ہوتے ہیں۔ اُن میں جد و جہد کا جوش یا کاروباری پیشقدمی کی خوبی مفقود ہوتی ہے۔ چارلس لیمب کی ایک آنکھ نیلی اور دوسری بھوری تھی۔ وہ عصباتی آدمی تھا۔

خیالات کا آنکھوں پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ ڈرپوک آدمی کی آنکھوں سے ہی اس کا خوف و ہراس مترشح ہوتا ہے۔ بلند ہمت اور جوش و خروش والی طبیعت کا اثر آنکھوں سے ظاہر ہونے لگتا ہے۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ آنکھیں روح کی کھڑکیاں ہیں۔

**چائے کی معلومات**۔ چائے یورپ والوں کو ۱۶۱ سو برس سے معلوم ہے۔ غالباً سب سے پہلے اس کا ذکر ان کی کتابوں میں ۲½ سو برس قبل از مسیح پایا جاتا ہے۔ یورپ میں چائے سب سے پہلے ہالینڈ والے ۱۶۱۰ء میں لائے۔ یورپ میں ایسٹ انڈیا کمپنی چائے کی سب سے بڑی اجارہ دار تھی۔ جاوا میں ۱۸۲۶ء میں چائے کا پودا چین سے لایا گیا۔ ہندوستان میں میجر رابرٹ بروس نے شمالی آسام میں ۱۸۲۳ء میں سب سے پہلے چائے دریافت کی لارڈ بنٹنگ کے زمانہ میں ۱۸۳۴ء میں ایک کمیٹی قائم ہوئی تاکہ ہندوستان میں چائے کی کاشت کی جائے۔ ۲۳ ملکوں میں اس وقت کامیابی سے کاشت کی جا رہی ہے دارجیلنگ کی چائے دُنیا میں سب سے زیادہ قیمتی ہے۔ چین میں سب سے زیادہ چائے پیدا ہوتی ہے۔ اور ہندوستان کی

جار کی برآمد دُنیا میں سب سے زیادہ ہو۔

**عجیب گھڑیاں** جنوبی کنسنگٹن میں ایک ایسا گھنٹہ ہے جس کے وقت میں سال بھر میں ایک سکنڈ کے ایک ذرا سے حصّہ کا فرق ہوتا ہے۔ وہ وقت اس قدر ٹھیک دیتی ہے کہ دنیا کی کوئی گھڑی ایسا صحیح وقت نہیں دے سکی۔ امریکہ میں ایک گھنٹہ ہے جو بج کے سونے والے کو جگا دیتا ہے اور پھر روشنی کر کے قہوہ اور توس حاضری کے لئے طیار کر دیتا ہے۔ سوئٹزرلینڈ میں ایک گھنٹہ بڑا دلفریب ہے۔ اس کے پرزے وغیرہ کا حصّہ زمین میں مدفون ہے۔ اس کا چہرہ اور سوئیاں پھولوں سے لدی ہوئی ہیں۔ اسے پانی دینا پڑتا ہے اور اسکی کاٹ چھانٹ بھی کی جاتی ہے بایں ہمہ وقت نہایت ٹھیک دیتا ہے۔

**لاما کی تلاش** تبت کا لاما بڑی طاقت کا مالک ہوتا ہے۔ وہ گویا دین و دُنیا والوں کا زبردست بادشاہ ہوتا ہے پچھلا لاما ۱۹۳۳ء میں مرگیا۔ دو سال سے برابر عبادت کے پیتے لہاسہ میں برابر گھوم رہے ہیں۔ اب دانا۔ نئے لاما کی تلاش میں نکلے ہیں۔ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ جس وقت پہلا لاما مرے اس وقت جو بچے ہوتے ہیں اُن میں سے ایک میں مرنے والے کی روح داخل ہوتی ہے اور وہ حکومت کرنے کے لئے حاصل کر لیا جاتا ہے۔ وہ پندرہ کروڑ آٹھ لاکھ بدھوں پر حکومت کرتا ہے۔ عقیدہ یہ ہے کہ تبت کی ایک مشہور خانقاہ کے قریب ایک کھیل کے پانی میں اس گاؤں کا عکس نظر آجائیگا جہاں اُن کا آئندہ آقا اور بادشاہ رہتا ہے۔ تین سو گھروں سے جو تبت بھر میں پھیلے پڑے ہیں درخواستیں پہنچی ہیں کہ اُنکے ہیں اس وقت بچے پیدا ہوئے جب کہ پُرانا لاما فوت ہوا۔ لہاسہ کے دانا جو تلاش میں سرگرداں ہے ان میں سے سب کو مسترد کر کے بیس کو چن لیں گے اور اُن کو لہاسہ میں لے آئیں گے واں اُن کی جانچ ہوگی اور کسی طریقہ سے ایک کے متعلق کہہ دیا جائے گا کہ ہمارا آئندہ خداوند یہی ہے۔

**بچے گروی**۔ رومانیا میں ایک شخص کی ۱۷ سالہ لڑکی گروی ہے۔ وہ انکم ٹیکس نہیں دے سکا۔ حکام نے اس کی بیٹی کو حکم دے دیا کہ جب تک ٹیکس ادا ہو وہ گھر سے باہر قدم نہ نکالے۔ نیو یارک امریکہ میں ایک شخص نے اپنا گیارہ سالہ لڑکا چار روز کی قسط کی عدم ادائیگی میں قرضخواہ کو دے رکھا ہے۔ وہ اسے کھلاتا پہناتا ہے اور جو وہ کھاتا ہے اُسے وہ دیتا ہے جب رقم پوری ہو جائے گی اُسے رہائی حاصل ہو جائے گی۔

**پھلجھڑیاں**۔ جرمن کے ایک پالتو کبوتر کو ایک دوسری جگہ چھوڑا گیا وہ آٹھ سو میل ۱۲ گھنٹے ۳۰ منٹ میں اُڑ کے اپنے گھر پہنچ گیا۔

کارلزوج میں جو موسیقی کی کانفرنس ہونے والی ہے اُس میں تیس ہزار گویّے شامل ہوں گے۔

نیو گنی میں سالا موا سے تیس میل دور ایک بھول بھلیاں والے غار میں ایک ہزار برس سے زیادہ پہلے کے سینکڑوں مردوں و عورتوں کے محفوظ شدہ اجسام ایک سونا کھودنے والی مہم کو ملے ہیں۔ وہ اپنی ٹھوڑیاں ہاتھوں میں اور کہنیاں گھٹنوں پر رکھے بیٹھے ملے۔ باشندے اس غار سے بہت ڈرتے تھے۔

ایک ۴۲ سالہ شخص نے تین موٹروں کو جو رسّے سے باہم باندھ دی گئی تھیں اور جن میں چھ آدمی بیٹھے تھے ۳۲ انچ کے فاصلہ تک اپنے دانتوں سے گھسیٹ کے طاقت کا بہترین کرشمہ دکھایا۔

ایران کے بحر خزر کے علاقہ میں ایک شخص کی عمر ۱۲۶ سال ہے۔ اُسکے بیٹے کی عمر ۱۰۰ سال سے زیادہ ہے۔ بیٹی کی عمر ۹۵ سال ہے۔ تین سو پوتے پوتیاں ہیں اور اسکی شادی تین دفعہ ہوئی ہے۔

سمندر کے پانی کے جمنے کا سبب اس کا کھاری پن نہیں بلکہ اُس کا عمق ہے۔ جب تک سارا پانی سرد نہ ہو جائے وہ جم نہیں سکتا۔ پانی سرد ہو کر بھاری ہونے کی وجہ سے بیٹھ جاتا ہے۔ قطبی علاقوں میں زیادہ سردی کے باعث اس طریقہ سے سارا پانی سرد ہو کے جم جاتا ہے۔

چاقوؤں کی ساخت میں تقسیم کار کا عمل اسقدر وسیع ہے کہ پھل کے بنائے جانے کے وقت سے اس کے مکمل ہو جانے تک ستر کاریگروں کے ہاتھوں سے گذرتا ہے تب جا کے کہیں بازار میں بھیجے جانے کے قابل ہوتا ہے۔

چین میں ایک نہر ۱۲ سو میل لمبی ہے۔ دُنیا میں فائدہ پہنچانے والی نہروں میں یہ نہر سب سے زیادہ لمبی ہے۔

سکاٹ لینڈ میں نو فی صدی سے زیادہ مکانوں میں صرف ایک ہی کمرہ ہے۔ اور ۳۶ فی صدی سے زیادہ صرف ۱۱ کمرے ہیں۔ بال کا اوسط قطر ۱/۵۴۰ انچ ہے۔ ایک جرمن پروفیسر نے آدمی کے بدن پر ایک لاکھ بال گنے۔

شادی کے وقت عورتوں کے انگوٹھی پہنے کا رواج مصر سے نکلا۔ اوائل زمانہ میں عورت شوہر کی غیر حاضری میں چھلا پہن لیتی تھی تاکہ اوروں کو معلوم ہو جائے کہ شوہر اپنا اختیار اُسے دے گیا ہے۔

ایک زمانہ میں انگلستان میں پھانسی کی جگہ ڈبونے کی سزا دی جاتی تھی۔ اِس خیال سے کہ یہ کم تکلیف دہ ہے زیادہ تر عورتوں کو یہ سزا ملتی تھی۔ آخری سزا انگلستان میں ۱۵۵۶ء اور اسکاٹ لینڈ میں ۱۶۸۵ء میں دی گئی۔

ترکی میں ۱۸ عورتیں سیاسی جرائم کی تفتیش کے لئے بطور سراغرساں ملازم رکھی گئی ہیں۔

۱۹۱۱ء میں برطانوی کنبہ کی اوسط ۳۶ء۴ ۔ ۱۹۲۱ء میں ۱۴ء۴ اور ۱۹۳۱ء میں ۷۲ء۳ تھی۔

جنگ عظیم کو ختم ہوئے ۱۶ برس ہو چکے۔ لیکن ۳ ہزار آدمی اب تک شفاخانوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ ۲ ۱/۲ ہزار مصنوعی اعضاء جنگی پنشنروں کو ۱۹۳۴ء میں مہیا کئے گئے۔ پیلی کن پرندہ کی عمر پچاس برس تک پہنچ جاتی ہے۔

شیر اور شیر ببر میں برداشت کم ہے اور ان کے پھیپھڑے زیادہ تر کام نہیں کرتے۔ آدمی اور گھوڑے کے تھوڑی دور تک آگے نکلے رہ سکتے ہیں۔ لیکن بعد میں پیچھے رہ جاتے ہیں۔

کناڈا میں ایک عورت نلیس ویور نے ایک میل کی شناوری کے مقابلہ میں ۳۲ منٹ ۳۳ ۲/۵ سکنڈ میں یہ فاصلہ تیر کے ایک نیا کارنامہ قائم کیا ہے۔

ہسپانیہ کا شاہی محل دُنیا میں سب سے بڑا ہے۔ اِس کے بڑے ہونے کا اس سے اندازہ کر لیا جائے کہ اسکے سب کمروں اور دالانوں میں سے گذرنے کے لئے چار روز چاہئیں۔ یہ سب فاصلہ ۱۲۰ میل ہے۔

دُنیا کی ساری زبانوں میں ترکی سب سے زیادہ سُریلی اور ملائم اور گانے بجانے کے لئے موزوں ہے۔

محمد ظفر

# بزمِ عصمت

بزمِ عصمت میں صرف وہی خطوط شائع کئے جاتے ہیں
(۱) جن میں نمبر خریداری درج ہو (۲) خط بہت مختصر ہو۔
(۳) وہی استفسار نہ ہو جس کے جواب عصمت میں بیسیوں
مرتبہ شائع ہو چکے ہیں (۴) جن میں رسالہ کے انتظامی
اُمور یا مضامین کے بارے میں کوئی بات نہ ہو (۵) علیحدہ
کاغذ پر ہوں۔ ایڈیٹر

عصمتی بہنوں میں یہ خبر مسرت کے ساتھ سُنی جائے گی کہ میرے
نورِ چشم اور عصمت کے مضمون نگار خلیل الرحمن سلمۂ (ایم۔ اے۔ بی۔ ایل)
کی شادیٔ خانہ آبادی کی تقریب ۳۔ اکتوبر کو ہوئی۔ عصمتی بہنیں دعا کریں
کہ دولہا اور دُلہن کی عمر میں برکت ہو۔ اور انھیں خدا اقبال مند بنائے۔
مسز مجیب الرحمن

میں نہایت خوشی کے ساتھ اطلاع دیتی ہوں کہ میری پیاری
بھابی جان بیگم آئی۔ اے۔ برہانی۔ ایم۔ این۔ جی۔ ایس (واشنگٹن) کو
خدائے برتر نے ۱۵۔ ربیع الثانی کو پہلی دختر عطا فرمائی ہے۔ بچی کا نام
زیب النساء رکھا ہے۔ بہنیں دعا کریں کہ یہ اپنی جنس کے لئے مفید
ثابت ہو۔ ممنون ہوں گی اگر کوئی بہن تاریخ ولادت لکھ دینگی۔
بنت عبداللہ بھائی۔ بھاٹا پارہ

میری آواز بھاری رہتی ہے اور رات کو زیادہ دیر جاگنے سے گلا بند
ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹری علاج سے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ کوئی بہن یا بھائی
آزمودہ دوا سے آگاہ فرمائیں ممنون ہوں گی۔
ایس۔ بی۔ جعفری منٹگمری

میری بہن کے ماتھے پر جس کی عمر ۱۶ سال کی ہے بے اِنتہا
روئیں ہیں جو کہ بہت ہی بُرے معلوم ہوتے ہیں۔ براہ کرم کوئی بہن
ایسا نسخہ تحریر فرمائیں جس سے یہ جھڑ جائیں اور پھر کبھی نہ ہوں۔ ازحد
ممنون ہوں گی۔ خریداری نمبر ۹۳۳۳

پانچ چھ سال سے کبھی کھٹنے میں کبھی کلائی میں کبھی ہاتھ کی اُنگلیوں
میں اور ان کے جوڑوں میں کبھی پاؤں کی اور ایڑی میں میرے سخت
درد رہتا ہے کبھی کل سارے کے سارے جسم میں شدید درد ہو جاتا
ہے۔ سخت تکلیف رہتی ہے اور منہ پر خشکی بھی بہت ہے کسی علاج سے
فائدہ نہیں ہوا ہے۔ کوئی عصمتی بہن یا بھائی آزمودہ نسخہ تحریر فرمائیں

محترمہ بہن مسز حمید صاحبہ لکھنؤ کی خدمت میں عرض ہے کہ
جنوری ۱۹۳۵ء کے عصمت میں آپ نے تحریر فرمایا ہے بچہ چنے کی
دال دودھ میں بھگو کر ذرا شہد ملا کر دو تولہ دال کھاؤ موٹاپے کے لئے
براہ مہربانی یہ بھی بتائیے کہ (۱) دودھ میں دال کتنے گھنٹے بھگوئے
رکھیں (۲) دن میں کس وقت کھائی جائے (۳) کئے دن تک
اس کا استعمال رکھنا چاہیئے؟
ستارہ جبیں

میں نے صابن بنانے کی چند انگریزی کتابیں خریدی ہیں۔
ان میں ہدایات اور معلومات زیادہ ہیں۔ مگر صابن بنانے کے نسخے
بہت کم ہیں اور جو نسخے ہیں ان میں کپڑے دھونے کی نوبت ہی
کم ہیں۔ اور وہ قیمتی ہیں۔ ان کو بنا کر فروخت کرنے میں فائدہ بھی
نہیں۔ لہذا مجکو ایسے صابن بنانے کی کتابوں کے نام اور پتوں
کی ضرورت ہے۔ جن میں صرف صابن بنانے کے نسخے ہی نسخے ہوں
اور نسخے بھی زیادہ (دیسی) کپڑے دھونے کے صابن بنانے کے
متعلق ہوں تاکہ بازار میں مقابلہ کر کے نفع حاصل ہو سکے۔
خریدار ۱۲۲۱۵

ممتاز احمد صاحب فاروقی کی خدمت میں درخواست ہے کہ
ایک مرتبہ آپ کے ایک مضمون بعنوان زکام و کھانسی میں یہ لکھا تھا
کہ امریکہ میں ایک دوا کریوسولشن بکتی ہے وہ اِس مرض کے لئے
نہایت مفید ہے۔ لہٰذا میں نے خط لکھا وہاں سے کوئی جواب
نہیں آیا براہ مہربانی آپ منگوا دیجئے عین عنایت ہو گی قیمت
آپ کے پاس روانہ کر دوں۔ میرے پتہ سے منگوا دیجئے مجھکو اس کی
سخت ضرورت ہے۔
اہلیہ محمد یحییٰ ۴۶۸ ریاست چرکھاری

میری بہن کے عرصہ دو سال کا ہوا ناک پر نہایت سیاہ
مسام نکل آئے ہیں بہت علاج کئے کریم وغیرہ بہت استعمال کی
مگر کسی سے فائدہ نہ ہوا۔ میں چاہتی ہوں کہ سیاہ مسام بالکل نکل
جائے اور پھر کبھی نہ ہوں۔ جلد کو بھی کچھ نقصان نہ ہو کسی بہن کو
اُس کا علاج معلوم ہو تو مطلع فرمائیں۔
خریدار نمبر ۳۶۵۷

محترمہ بہن مسز حمید صاحب سے عرض ہے کہ آپ نے عصمت
کی کسی گذشتہ اشاعت میں رنگ صاف کرنے کا جو نسخہ لکھا تھا
میں نے بنوایا۔ صبح شام پان کھانے کی وجہ سے میرے دانت
کسی قدر زردی مائل ہو گئے ہیں جو مجھے مطلق پسند نہیں۔ پان کے
بغیر کسی اور چیز سے یہ گولیاں کھائی جا سکتی ہیں بشرطیکہ فائدہ میں

کمی نہ ہو) بذریعہ عصمت مطلع کیجیے ممنون ہوں گی۔

فیسرین ایک ایسی جلد کے لئے جو بہت امراض جلدی سے پاک ہوا ور صرف اپنی کھوئی ہوئی رنگت کا متلاشی ہو مفید ہوسکتی ہے؟ کوئی بہن آزما چکی ہوں تو بذریعہ عصمت مطلع کریں موجب منت ہوگا۔

نیز یہ بھی لکھیں کہ فیسرین کریم ہے یا اسنو۔

ایک خریدار

جون نمبر میں بجواب استفسار بہن مہرالنساء بیگم عرض ہے کہ پنساریوں کی دکان سے ارکی خشک خوبانی جو نہایت ترش اور گٹھلیوں سے مبرا ہوتی ہے۔ کھانے کے کام نہیں آتی (یہاں پنجاب میں اُسے کشتہ کہتے ہیں منگوائیں۔ جس برتن کو صاف کرنا مقصود ہو اوّل اُسے راکھ یا ریت سے خوب رگڑ کر مانجھا جائے اب کشتہ کو قدرے پانی میں اُبال ڈالیں۔ سرد ہونے پر خوب اچھی طرح برتن پر ملیں اور کھولتے پانی سے فوراً دھو ڈالیں۔ برتن جلد نہ دُھلنے پر داغ پڑ جائیں گے جو کہ پختہ ہونے کا احتمال ہے۔ یہ نسخہ بالکل سہل ارزاں و آزمودہ ہے۔ بعد صفائی برتن مثل سونا کے چمکیگا۔ اگر تھوڑا براسو (جو کہ انگریزی رقیق مادہ ہے) اوپر سے مل کر رگڑ ڈالیں تو گویا برتن نیا خرید کردہ ہے۔

مسز میاں نوراللہ

اپریل کے عصمت میں میں نے گولڈن لوشن کی توصیف بہنوں کو بتائی تھی۔ لیکن پتہ لکھنا بھول گئی۔ لہٰذا پتہ درج ذیل ہے قیمت دو آنے شیشی سے لیکر ایک روپیہ شیشی تک ہے۔

پتہ۔ خالصہ میڈیکل ہال قصور پنجاب۔

انور سلطان اکبرآبادی

سالگرہ نمبر میں بہن "مس مہرالنساء صاحبہ" نے سر کے درد کے متعلق کوئی آزمودہ نسخہ دریافت کیا ہے۔ مندرجہ ذیل نسخہ مفید ثابت ہوگا۔

تین پاؤ مصری کا گاڑھا قوام بنالیں۔ ڈیڑھ پاؤ مغز بادام چار تولے مغز تخم کدو۔ چار تولے دارچینی۔ اور ایک چھٹانک عمدہ گھی۔ یہ سب چیزیں پیس کر مصری کے قوام میں ملالیں اور اُس کے لڈو بنالیں۔ ہر صبح ایک لڈو تناول کریں۔ انشاءاللہ بہت جلد فائدہ ہوگا۔ اگر فائدہ ہو تو بذریعہ عصمت مطلع کریں۔

مسز ایس۔ جی۔ عباسی۔ راجند گاؤں

ستمبر کے بزم عصمت میں الف۔ ف۔ سلطانہ صاحبہ نے اپنی عزیزہ کی بیماری کا مختصر حال تحریر فرما کر نسخہ یا دوا کے متعلق دریافت فرمایا ہے

وہ اپنا مفصل حال محترمہ۔ ایس۔ جے بیگم صاحبہ کھرڑ ضلع انبالہ کی خدمت میں تحریر کردیں جو کہ زنانہ علاج میں بہت ماہر ہیں۔ اُن کے علاج سے مجھے بھی فائدہ ہوا۔

حمیرا فاطمہ۔ کھرڑ

میں نہایت افسوس کے ساتھ لکھتی ہوں۔ میرے بڑے ماموں جان حبیب الرحمٰن صاحب جو انگل میں سول سرجن تھے یک بیک دل کی حرکت بند ہو جانے سے انتقال کر گئے۔ خدا مرحوم کو جنت میں جگہ دے۔

میں نے ماہ ستمبر ۱۹۳۵ء میں لکھا تھا کہ پیشانی اور ہاتھ پر چھوٹے چھوٹے دانے نکل رہے ہیں جس کی میں نے دوا دریافت کی تھی۔ اتفاق سے ایک نئی ماما ہمارے ہاں ملازم ہوئی۔ اُس نے بتایا کہ اس دانے کو ہندوستان میں کیٹھلا کہتے ہیں۔ اور یہ کیٹھلے ہی کا تیل لگانے سے اچھا ہوتا ہے۔ اس کے کہنے سے کیٹھلے کا تیل لگایا گیا ایک ہفتہ کے اندر دانے بالکل اچھے ہو گئے۔

مس عبیدہ ہمشیرہ تمنائی

کسی بہن نے رسالہ عصمت کے کسی گذشتہ پرچہ میں دریافت کیا تھا کہ اُن کی کسی عزیزہ کی ٹھوڑی پر بال نکل آئے ہیں۔ اُن کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ پہلے بالوں کو چمٹی سے اکھیڑ دیں اس کے بعد قبرستان کی چینٹیوں کے انڈے سرکہ بلا نمک میں حل کر کے رگڑا دیں مگر بال اکھیڑنے کے بعد فوراً ہی لگائیں۔ انشاءاللہ تعالےٰ پھر کبھی نہ نکلیں گے زیادہ سے زیادہ دو بار ایسا کرنا ہوگا۔

زاہدہ خاتون۔ ازمرزاپور

مجھے ایک سال سے دمہ کی شکایت ہو گئی ہے۔ پہلے زکام کھانسی کی شکایت قریب ۶ ماہ کے رہی اُسکے بعد ہینپی اور سانس پھولنے لگی ہر شب کو بے حد تکلیف اور ہینپی اور اکثر قے ہو ہو جاتی تھی ایک بجے شب سے چار بجے صبح تک یہی حالت رہتی ہے نہ کچھ سی سکتے ہیں نہ کوئی کتاب و رسالہ ہی دیکھ سکتے ہیں۔ قطرہ نیچی کرنے سے فوراً بےاختیار چھینک آنے لگتی ہے۔ اس لئے بے حد التجا ہے کہ کوئی بہن دمہ کے کسی آزمودہ نسخہ سے یا کسی اچھے ڈاکٹر یا حکیم کے پتہ سے مطلع کریں۔ تازندگی احسان مند رہوں گی۔

مس خواجہ محمد ابراہیم صاحب ڈپٹی کلکٹر چھپرہ

کیا کوئی بہن یہ بتانے کی تکلیف گوارا کریں گی کہ سفید اور سُرخ کاربن پیپر کس جگہ اور کس دوکان پر مل سکتے ہیں۔ برائے مہربانی میرے ذیل کے پتہ پر لکھکر ممنون فرمائیں۔ پتہ درج ذیل ہے۔

مس شاہدہ محمود۔ دختر محمود علی خاں صاحب سب انسپکٹر پولیس نیشنر رامنگر نینی تال

# خسرو کا ہندی کلام

## (۴) دو سخنے

(دو سخنے وہ ہیں جن میں دو یا تین سوالوں کا ایک ہی جواب ہو)

(۲۰۹) روٹی جلی کیوں۔ گھوڑا اڑا کیوں۔ پان سڑا کیوں۔ .. .. .. پھیرا نہ تھا
(۲۱۰) انار کیوں نہ چکھا۔ وزیر کیوں نہ رکھا۔ .. .. .. .. دانا نہ تھا
(۲۱۱) گوشت کیوں نہ پکایا۔ ڈوم کیوں نہ گایا۔ .. .. .. .. گلا نہ تھا
(۲۱۲) گڑھی کیوں نہ چھنی۔ روٹی کیوں مانگی۔ .. .. .. .. کھائی (خندق) نہ تھی
(۲۱۳) سنبوسہ (قلعہ) کیوں نہ کھایا۔ جوتہ کیوں نہ چڑھایا۔ .. .. .. .. تلا نہ تھا
(۲۱۴) راجہ پیاسا کیوں۔ گدھا اداسا کیوں .. .. .. .. لوٹا نہ تھا
(۲۱۵) کھچڑی کیوں نہ پکائی۔ کبوتری کیوں نہ اڑائی۔ .. .. .. .. چھڑی نہ تھی
(۲۱۷) جوگی کیوں بھاگا۔ ڈھولک کیوں نہ باجا۔ .. .. .. .. منڈھی نہ تھی
(۲۱۸) دہی کیوں نہ جما۔ نوکر کیوں نہ رکھا۔ .. .. .. .. ضامن نہ تھا
(۲۱۹) ستار کیوں نہ بجا۔ عورت کیوں نہ نہائی۔ .. .. .. .. پردہ نہ تھا
(۲۲۰) کیاری کیوں نہ بنائی۔ ڈومن کیوں نہ گائی۔ بیل نہ تھی (بیل۔ پھاوڑہ۔ بیلچہ) بیل (بیلہ ایک باجہ)
(۲۲۱) دربار کیوں نہ گئے۔ زمین پر کیوں نہ بیٹھے۔ .. .. .. .. چوکی نہ تھی
(۲۲۲) پانی کیوں نہ بھرا۔ ہار کیوں نہ پہنا۔ .. .. .. .. گڑھا نہ تھا
(۲۲۳) گھر کیوں اندھیارا۔ فقیر کیوں بڑبڑارا۔ .. .. .. .. دیا نہ تھا
(۲۲۴) دیوار کیوں ٹوٹی۔ راہ کیوں لوٹی۔ .. .. .. .. راج نہ تھا

## (۵) دو سخنے (فارسی۔ ہندی)

سوداگر بچہ را می باید۔ بوچے کو کیا چاہیئے۔ .. .. .. .. دوکان
باربرداری را می باید۔ کلاونت کو کیا چاہیئے .. .. .. .. گاؤ

تشنہ را چہ می باید۔ ملاپ کو کیا چاہیئے۔ — چاہ

شکار بہ چہ می باید کرد۔ مسافر کو کیا چاہیئے۔ — دام

دعا چہ طور مستجاب شود۔ لشکر میں کون بیٹھے۔ — بازاری

کوہ چہ می دارد۔ مسافر کو کیا چاہیئے۔ — سنگ

در جہنم چیست۔ کامی کو کیا چاہیئے۔ — نار (آگ۔ عورت)

در آئینہ چی می بیند۔ دکھیا کو کیا نہ کہیئے۔ — رو

## (۶) نسبتیں۔ امثال

جانور اور بندوق میں کیا نسبت ہے۔ — کلّھی۔گھوڑا

آم شلجم اور کپڑے ″ ″ ″ — جالی

گہنے اور درخت ″ ″ ″ — پتّہ

انگرکھے اور پیڑ ″ ″ ″ — کلیاں

گھوڑے اور بزاز ″ ″ ″ — تھان۔ زین

آدمی اور گیہوں ″ ″ ″ — بال

بادشاہ اور مرغ ″ ″ ″ — تاج

دامن اور انگرکھا ″ ″ ″ — پردہ

مکان اور کپڑے ″ ″ ″ — لٹھا۔ (گز)

اعظم کریوی

# جشن معراج

مکتب بنات کا پانچواں جشن معراج یتیم نادار بچیوں کی طرف سے ۲۶ رجب ہفتہ کو بعد نماز عشا منایا گیا۔ باہر سے تشریف لانے والی بیبیوں میں بیگم صاحبہ نواب مظفر حسین صاحب غازی دلی شکریہ کی مستحق ہیں۔ انہوں نے شروع سے آخر تک تمام تعلیم و تربیت بورڈر کی حیثیت سے اِسی مدرسہ میں حاصل کی ہے۔

بیگم ایس مہدی حسن صاحب ڈپٹی کلکٹر بریلی تربیت گاہ کی قدیمی محسن ہیں۔ دو روز قبل تشریف لے آئیں تھیں اور ہم انکی عنایت و خلوص کے دلی شکر گذار ہیں۔

والدہ سید اشرف حسین صاحب ایم۔اے کی تشریف آوری کے بھی ہم ممنون ہیں۔

شہر کی محترمات جو عصمتی بہنیں اور بناتی بچیاں تھیں مغرب سے قبل آنی شروع ہوگئیں مدرسہ کی عمارت بچیوں نے واجدہ بیگم اور رازق دلہن کی نگرانی میں آراستہ کی۔ آٹھ بجے کے بعد آقائے نامدار پر درود بھیجنے کے بعد بچیوں نے اپنی بہنوں یعنی سابق طالبات اور اس گروہ کی خدمت میں نان جوین پیش کی جو حقیقی حاجتمند اور سرور دو عالم کے مقدس نام پر قربان ہونیوالیاں ہیں۔

ٹھیک دس بجے بعد نماز عشا جلسہ معراج شروع ہوا سب سے پہلے مکتب بنات کی بچیوں نے کلام اللہ پڑھکر حضور پُر نور پر درود سلام بھیجا اور معراج کی نظم پڑھی۔ اِن بچیوں کی بھولی بھولی صورتیں اور عقیدتمندانہ الفاظ مجمع پر ایک خاص اثر کر رہے تھے۔ اِسکے بعد پروگرام کے مطابق جلسہ شروع ہوا۔ اور ایک بجے ختم ہوا۔ ۴

۴ خاتمہ پر واجدہ بیگم خیری اور رازق دُلہن نے دعا مانگی اور بچیوں نے اپنے محسنوں کی عمر اور رزق کی برکت اور اطمینان کی التجا کی۔ میں اُن تمام محترمات اور بچیوں کی شکر گذار ہوں جنہوں نے جشن معراج میں میرا ہاتھ بٹایا اور محبوب رب العالمین کا یہ جشن معراج بخیر و خوبی انجام پا گیا۔ دُعا ہے کہ خداوند کریم اپنے حبیبِ پاک کے طفیل سے انہیں خوش و خرم رکھے۔ بیگم راشد الخیری

# دوربین

**حبش و اطالیہ۔** وہیب پاشا سابق ترکی سپہ سالار حبشی فوج کا سپہ سالار ہے وہ جی جی گا کے جنوب مغرب میں فرانس والی ہنڈنبرگ لائن یعنی مضبوط سرحد قائم کر رہا ہے قلعہ مستحکم کیا جا رہا ہے۔ نئے قلعے بنائے جا رہے ہیں اور غار کھودے جا رہے ہیں۔ نجاشی جنوب کی طرف کامل توجہ دے رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ وہاں اطالیہ کے خلاف جارحانہ کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

حبشی عورتیں اپنے شوہروں کے ساتھ میدان جنگ میں حصّہ لینے کے لئے جا رہی ہیں۔ مکالے کے حاکم کی بیوی نے ایک سپاہی عورتوں کا دستہ طیار کرنا شروع کر دیا ہے۔ وہ مشین گنوں سے لڑیں گی۔ ملکہ حبش زنانہ فوج تیار کر رہی ہیں۔

جنگ شروع ہوگئی اور جمعیۃ الاقوام کی کوششیں ناکام رہیں۔ اطالیہ اس وقت بڑے تدبر کا ثبوت دے رہا ہے۔ اُسنے گرمیوں کا موسم اسی قیل و قال میں گذار دیا اور فوجی اسلحہ بھیج بھیج کے اپنی حالت کو مضبوط کر لیا۔ یورپ کی طاقتیں اُسے سمجھانے میں مصروف ہیں۔ وہ دو ٹوک جواب بھی نہیں دیتا۔ اسکی منشا یہی ہے کہ وہ باتوں میں لگی رہیں اور یہ حبش پر جلدی سے قبضہ کر لے۔ چنانچہ نہر سویز کھلی ہوئی ہے۔

حبش کا ایک سردار اپنی بیوی سمیت میدان جنگ میں لڑ رہا ہے۔ شوہر کے زخمی ہونے یا مارے جانے کی صورت میں وہ خود فوج کی سپہ سالاری کرے گی۔ اُسنے اپنی کمر میں کارتوسوں کی دو پیٹیاں لگا رکھی ہیں۔ اور وہ غضب کی نشانہ باز ہے۔ شاہنشاہ حبش کے روکنے کے باوجود وہ میدان جنگ میں پہنچ گئی ہے۔

شاہنشاہ حبش کی نوجوان لڑکی شہزادی سہائی اپنے باپ کی اجازت سے زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے اور ان کی جماعت میں شامل ہوگئی ہے۔ اسمیں ۱۳۱ عورتیں ہیں جو دربار کے اُمرا کی بیویاں اور لڑکیاں ہیں۔ پہلے ہی روز شہزادی نے اپنے نازک ہاتھوں سے بہت سی پیٹیاں طیار کر کے رکھدیں۔

اطالوی سالی لینڈ میں اطالویوں نے ایک قادری صوفی اور اُن کے چھ ممتاز مریدوں کو پھانسی دیدی محض اس شبہ پر کہ وہ سنوسیوں سے ساز باز کرتے تھے اور اطالوی جبریہ بھرتی کے خلاف اُنہوں نے فتوے بھی دیا تھا۔ یمن میں فوجیں نقل و حرکت کر رہی ہیں۔ کیونکہ امام کو شبہ ہے کہ اگر اطالیہ کو حبش پر غلبہ ہوا تو وہ یمن پر ضرور فوج کشی کر کے بحیرۂ قلزم میں کامل اقتدار جالیگا۔

۱۷ میل تک اطالیہ نے پیشقدمی کر کے حبش فتح کر لیا ہے۔ حبشی جنگ چپاول کر رہے ہیں چنانچہ ایک شب اُنہوں نے اڈوہ پر حملہ کر کے ۲۵ ہزار اطالوی تہ تیغ کر ڈالے۔ اطالوی ہوائی جہازوں سے گولہ باری کر رہے ہیں اور زہریلی گیس بھی چھوڑ رہے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے سرداروں کو رشوتیں دے دے کر توڑ رہے ہیں۔ اطالوی فوج کے ہزاروں شالی سپاہی ٹوٹ ٹوٹ کے حبشی افواج میں مل رہے ہیں۔

نہر سویز کا معاملہ اندیشناک ہوتا جاتا ہے۔ اطالیہ نے اپنی بندرگاہ مساوا کو طرح طرح کی توپوں سے اسقدر مستحکم کیا ہے کہ وہ بحر قلزم کا جنوبی حصہ اپنے زیر اثر رکھ کے جہازوں کی آمد و رفت بند کر سکتے ہیں۔ اس سمندر پر انگریزوں کا اقتدار رہے اور اس کا انگریزوں کے پورے اثر میں ہونا نہایت ضروری ہے۔ بحر قلزم میں چند اطالوی آبدوزیں بھی گشت لگا رہی ہیں۔ اطالیہ کا ایک جنگی جہاز وکٹوریہ کے قریب بالکل جلکے تباہ ہوگیا۔ انگریز ملاحوں نے دوڑ دوڑ کے اطالویوں کو ڈوبنے سے بچایا۔ تین طرف سے حبش پر زبردست حملہ شروع ہونے والا ہے۔ طرفین ان کے لئے پوری پوری طیاریاں کر رہے ہیں۔

**کونسل آف سٹیٹ میں عورتیں۔** کونسل آف سٹیٹ کے حلقہ جات نیابت کے رجسٹروں میں نام درج کرانے کے لئے اب جنسی ناقابلیت موقوف کردی گئی ہے۔ نواب گورنر جنرل باجلاس کونسل نے اسکے متعلق جدید احکام صادر فرمائے ہیں۔ اور ۲۷ ستمبر ۳۵ء کے گزٹ آف انڈیا میں شائع ہوگئے ہیں۔ ہر ایسی عورت کا نام درج رجسٹر ہوگا جو ایسی زمین کی مالک یا سرکاری زمین کی مزارع ہو کم از کم ۵۰۰ روپیہ سالانہ مالگذاری تشخیص کی گئی ہو یا کم از کم ۷۵۰ سو سالانہ مالیہ زمین کی جاگیردار ہو یا اُسکی کم از کم ۱۵ ہزار روپیہ سالانہ آمدنی پر انکم ٹیکس لگایا گیا ہو۔ جن عورتوں کے نام درج نہ ہوں وہ ریفارمز کمشنر کو اطلاع دیں۔

**مُسلمانوں کا بائیکاٹ۔** حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب نے مُسلمانوں کو نصیحت کی کہ تمہاری حالت دن بدن گرتی جارہی ہے اِس کا علاج یہی ہے کہ تم اپنی مالی حالت سُدھارو اور سودا مُسلمانوں سے ہی خریدو۔ اگر تم نے اپنی پستی کی طرف توجہ نہ کی تو تم فنا ہو جاؤ گے۔ ہندو اِس بات پر اس قدر ناراض ہوئے کہ اُنہوں نے پیر صاحب کو بدنام کرنا شروع کردیا کہ آنہوں نے مُسلمانوں کو ہندوؤں کا بائیکاٹ کرنے کی ہدایت کی ہے اور جواب اس طرح دیا کہ ہندوؤں کو مُسلمانوں سے سودا خریدنے کی ممانعت کردی۔ ہندو صرف مُسلمان سبزی فروشوں سے ترکاری لیتے تھے۔ اپنی الگ سبزی منڈی قائم کرلی اور اپنے پہرہ دار مقرر کردیئے جو ہندوؤں کو مُسلمانوں سے سودا خریدنے سے روکنے لگے۔ بعض حالات سودا واپس کرا کے دام اُلٹے لئے۔ مُسلمانوں کو پریشان کردیا۔ مُسلمان اِس قدر بے حس واقع ہوتے ہیں کہ وہ اِس سخت بائیکاٹ کے باوجود کلی طور پر مُسلمانوں سے سودا لینے پر آمادہ نہیں۔ اکثر جگہ ہندوؤں کی یہ تحریک پھیل رہی ہے۔ پیر صاحب نے ہندوؤں کی تردید میں ایک بیان شائع کیا ہے کہ میں تو ایک فقیر ہوں جسے کسی سے پرخاش نہیں۔ میں تو اپنے مُسلمان بھائیوں کو اپنی حالت درست کرنیکی ہدایت کرتا ہوں اور جو مجھ پر الزام لگاتے ہیں اُن سے خدا دین وُدنیا دونوں میں سمجھے گا۔

**حلوہ میں زہر۔** لاہور میں ایک عورت اپنے بچّوں سمیت قندہار سے آئی اور ماموں کے ہاں ٹھہری۔ بازار سے حلوہ بنانے کا سودا منگایا کہ نیاز کروں گی۔ جب سودا آگیا تو۔ کہتے ہیں کہ حلوہ میں زہر ملا کے کئی گھروں میں بھیجا اور بھیجنے والے کا نام ہر جگہ غلط بتایا۔ اِسے کھانے سے ۲۳ مرد و عورت اور بچے بیمار ہوگئے۔ قے اور دست آتے ایک بڑھیا اور نو سالہ بچہ مرگیا۔ باقیوں کی حالت معالجہ سے درست ہوگئی۔ پولیس نے تحقیقات کر کے اِس عورت کو پکڑ لیا اور اب مقدمہ سشن میں پیش ہے۔

اِسی طرح لاہور میں ایک عورت نے اپنے شوہر کو چاء میں زہر دیا۔ اور ایک آدمی اور ایک بچہ اتفاق سے گھر میں آئے مرد نے اُنہیں بھی چاء پلائی۔ وہ بچہ اور مرد مر گئے عورت کو پھانسی کی سزا ہوئی۔

**اچھوتوں کا تبدیلی مذہب کا ارادہ۔** احاطہ بمبئی کے اچھوتوں کا جلسہ ہیڈل میں ہوا۔ دس ہزار اچھوت شریک تھے۔ ڈاکٹر امبید کار نے تقریر کی کہ ہندو مذہب نے ہم سے ہمیشہ ناروا سلوک کیا۔ ہم نے ہندوؤں کے دلوں کو بدلنے کی ہزاروں کوششیں کیں لیکن ناکام رہے۔ گو اچھوت پیدا ہونے کا دھبہ میرے ماتھے پر ہے لیکن میں ہندو نہ مروں گا۔ ایسا مذہب اختیار کروں گا جس میں ہمیں برابر کے حق دیئے جائیں۔ اگر ہم کسی دوسرے ایسے مذہب میں ہوتے تو ہم سے ایسا برتاؤ نہ کیا جاتا۔ حاضرین اِس تقریر سے بڑے متاثر ہوئے۔ گاندھی جی نے جب یہ ارادہ معلوم کیا تو بڑے گھبرائے۔ سو طرح کے جتن کر رہے ہیں لیکن اچھوت اڑے ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر امبید کار یہی کہتے ہیں کہ ہم آریہ یا بُدھ نہ ہونگے دیکھئے کونسا مذہب قبول کرتے ہیں۔

**تاروں کا جھرمٹ۔** ناگپور کے میلے میں ایک عورت نے اپنے شوہر کی بدسلوکی سے ناخوش ہو کے رات کے وقت اپنے تین بچوں کو جن میں ایک نو ماہ کا تھا باندھ کے کنوئیں میں ڈال کے مار ڈالا اور خود پاگلوں کی طرح گھر سے نکل گئی آخر پولیس نے اُسے پکڑ لیا۔

لندن کے قریب ایک ۲۶ سالہ لڑکی کو دُبلے ہونے کا شوق چرایا۔ اُسنے ایک قرص کی شکل کی دوا استعمال کرنی شروع کر دی اور صرف میوے کھانے لگی۔ کمزوری آتے آتے اس قدر بڑھی کہ وہ معمولی خوراک ہضم کرنے کے بھی قابل نہ رہی۔ آخر اُسپر بیہوشی طاری ہوگئی اور اسی حالت میں مرگئی۔

اس سال اگست کے مہینہ میں ۷۶۱۷۰۰۰ روپیہ کے کیش سرٹیفکیٹ ڈاک خانہ نے بیچے ۱۹۳۴ء میں اسی مہینہ میں ۱۱۲۲۲۰۰۰ روپیہ کے اور ۱۹۳۳ء میں ۱۱۶۰۱۰۰۰ روپیہ کے سرٹیفکیٹ بکے تھے۔ یہ زبردست کمی سود کے بہت کم کر دیئے جانے کا نتیجہ ہے۔

حکومت پنجاب نے اعلان کر دیا ہے کہ تلوار ایکٹ اسلحہ سے مستثنےٰ کر دی گئی ہے۔ لوگ اِسے رکھ سکتے ہیں۔ لیکن اس کے بنانے اور بیچنے کے لئے بدستور لائسنس لینا پڑے گا۔

اعلان کیا گیا ہے کہ مہاراجہ الور کو پندرہ برس تک ریاست میں واپس آنے کا موقع نہیں مل سکتا۔ کیونکہ ریاست کی مالی اور انتظامی حالت اس سے پہلے درست نہیں ہوسکتی۔

جنوبی برہما میں ایک عورت کے ۴ لڑکے اور ایک لڑکی پندرہ پندرہ منٹ کے وقفہ کے بعد پیدا ہوئے۔ اسکی شادی کو سات برس ہوئے تھے اور کوئی بچہ نہ ہوا تھا۔ چندروز بعد چاروں لڑکے مرگئے۔ اور اُسکے چندروز بعد لڑکی بھی مرگئی۔ ایک اور ۴۰ سالہ برمی عورت کے ایک ساتھ چار لڑکیاں ہوئیں۔ سب زندہ ہیں۔

ایک اجمیری نے اسی گھنٹے تک برابر چلتے رہ کر ایک نیا کارنامہ قائم کیا ہے۔ اِس سے پہلے ۷۰ گھنٹے چلنے کا کارنامہ قائم ہوچکا تھا۔

مس شیرگل ایک ہندوستانی مصورہ ہیں۔ جنکی شہرت تمام یورپ میں ہے۔ شملہ میں تصاویر کی نمائش تھی۔ اُنہوں نے اُس میں اپنی چند تصاویر بھیجیں جو انجمن نے واپس کر دیں اور اُن کی دوسری تصاویر نمائش میں لے لیں جسپر اُنہیں معقول انعام پیش کیا گیا۔ لیکن اُنہوں نے وہ انعام یہ کہکے واپس کر دیا کہ میری واپس شدہ تصاویر ان انعامی تصاویر سے کہیں اعلےٰ تھیں۔ میں اس انعام کے لائق نہیں۔ انجمن اپنے معیار پر پورے اُترنے والے کو یہ انعام دیدے۔

رہتک میں دسہرہ کے موقع پر ایک مسجد کے سامنے باجہ بجانے کی وجہ سے فساد ہو گیا۔ پولیس کو گولیاں چلانی پڑیں۔

حکومت پنجاب نے ارادہ کر لیا ہے کہ ایک تفریحی ٹیکس جاری کرے جس قدر کھیل تماشے ہیں اُنکے ٹکٹوں کے داموں کے تناسب سے نسرحیں مقرر ہوں گی۔ اس کا نتیجہ ایک طرف تو حکومت کی آمدنی کا اضافہ ہوگا دوسری طرف شائد لوگ کثرت سے تماشہ گاہوں میں جانا کم کر دیں۔

جنوبی ہند کی مسلم تعلیمی مجلس نے مسز اقبال النساء حسین بی اے کو مسلم [illegible] کے متعلق لکچر دینے کے لئے مدعو کیا ہے۔ وہ سات بچوں کی ماں ہیں اور ۱۹۳۳ء میں اُنہوں نے انگلستان میں ایک تعلیمی ڈگری بڑے امتیاز سے حاصل کی۔ وہ استنبول کی زنانہ کانفرنس میں بھی ہندوستانی مندوب کی حیثیت سے شریک تھیں۔ وہ میسور کی رہنے والی ہیں۔

کوٹ پتلی (ریاست جے پور) سے سینکڑوں مسلمان ہجرت کر کے دہلی آگئے ہیں۔ اُن کی شکایت ہے کہ حکام اُن کے مذہبی حقوق سے غفلت برتتے ہیں۔ مالیر کوٹلہ میں مسلمانوں کو شکایت ہے کہ ہندو نماز مغرب کے وقت غل غپاڑہ مچاکے نماز نہیں پڑھنے دیتے۔ وہاں کچھ عرصہ پہلے ایک انگریز افسر نے یہ جھگڑا طے کر دیا تھا۔ کہتے ہیں کہ مسلمانوں ۔۔۔ نے مسجد منتقل کر دی ہے۔

نینی تال میں لڑکیاں آنکھ مچولی کھیل رہی تھیں۔ تین لڑکیاں ایک صندوقچہ میں چھپ گئیں۔ ڈھکنہ گر پڑا اور وہ بند رہ گئیں۔ تلاش پر جب وہ ملیں تو وہ دم گھٹ کے مرچکی تھیں اور ایک ذرا دیر بعد ہوش میں آگئی اور بچ گئی۔

# زنانہ دستکاری کی مفید کتابیں

## جو اپنے اپنے موضوع پر بہترین تسلیم کی جا چکی ہیں

## (۱) عصمتی کروشیا

کروشیا کی شوقین بہنوں کے لئے بہترین تحفہ

یہ کتاب فن کروشیا کی مشہور ماہر محترمہ فاطمہ انور علی بیگم صاحبہ نے ترکیبیں اور ہدایات لکھ کر مرتب کی ہے۔ عصمت کی مشہور مضمون نگار محترمہ و۔ ا۔ صاحبہ کی رائے ہے "یہ خوبصورت اور کامیاب کتاب بہت محنت سے مرتب کی گئی ہے"۔ محترمہ لطیف بیگم صاحبہ جن کے سلائی کے کام کے مضامین حلقہ عصمت میں خوب مقبول ہو چکے ہیں لکھتی ہیں "عصمتی کروشیا کے نقشے اس قدر صاف واضح اور آسان ہیں کہ سمجھنے میں بالکل دقت نہیں ہوتی"۔ محترمہ بلقیس بیگم صاحبہ مولفہ کروشیا کی رائے ہے "جو ہدایات دی گئی ہیں ان سے نمونے بنانے میں بہت سہولت ہو جاتی ہے"۔ دوسرا ایڈیشن نہایت آب و تاب کیساتھ بڑے سائز پر شائع ہوا ہے کاغذ دبیز۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ

**مختصر فہرست عصمتی کروشیا**

| | | |
|---|---|---|
| بنگلہ نما گاڑی | فارم ہاؤس | گڑیا نائٹ |
| ڈاک بنگلہ | مسجد کا دروازہ | امام حسین |
| آدمی مع مشک | مرغ | شیر ببر |
| کلمہ طیبہ | تاج محل آگرہ | جامع مسجد |
| ۵ نفیس نسترن | ۱۱ دلاویز جھالریں | ۶ خوبصورت کونے |
| خوش آمدید | عید مبارک | درخت نما ڈالی |
| چڑیا ڈالی پر | طرہ دان | پردار گھوڑے |
| گاڈ بلیس | راج ہنس | بچہ مع تیر و کمان |
| ایک خاتون مع پنکھا | ٹی کوزی، تولئے | گلدستے و گلدان |

## (۲) عصمتی کشیدہ

اس کتاب میں کشیدہ کاری کے نہایت اچھے اچھے نمونے دئے گئے ہیں ضروری اور کارآمد ہدایتیں اس قدر آسان پیرایہ میں لکھی گئی ہیں کہ چھوٹی چھوٹی بچیاں بھی سمجھ سکیں ہر نمونہ کی ضروری تشریح کی گئی ہے یعنی نمونہ کس کس چیز کے لئے موزوں ہو سکتا ہے اور کس کس رنگ میں ہونا چاہیے۔ اور کیا کیا احتیاط ضروری ہے۔ پھر نمونے شروع ہوتے ہیں، میز پوش پلنگ پوش، رومال، کرسیوں کے گدوں تکیوں کے غلاف پلنگ کی چادروں۔ پردوں وغیرہ وغیرہ کے وسط اور کونوں کے لئے مختلف قسم کے پھولوں، بوٹوں، گلدستوں وغیرہ کے کئی درجن خوبصورت نمونے ہیں۔ ان کے بعد کئی وضع کی دلاویز بیلیں پھر مختلف قسم کی کڑھت کے عمدہ عمدہ نمونے ایک درجن سے زیادہ اس کے بعد پرندوں اور چند مشہور عمارات کے خاکے، غرض بچیوں کیلئے یہ کتاب بہت کارآمد ہے اور انہیں ہنرمند بنادے گی پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گیا اب دوبارہ چھپی ہے قیمت عہ

## (۳) گلدستہ کشیدہ

عصمتی کشیدہ کا دوسرا حصہ

کشیدہ کاری کی اس قدر خوبصورت اور اتنی کارآمد کتاب آجتک نہیں چھپی

اس کتاب کی تیاری میں ۲۰ دستکار بہنوں نے حصہ لیا ہے۔ اور کشیدہ کاری کی مشہور ماہر محترمہ غلامی فاطمہ بیگم صاحبہ آگرہ نے نہایت محنت و قابلیت سے کتاب کو مرتب فرمایا ہے۔

کتاب کے ۱۱ باب ہیں جن کی تفصیل یہ ہے

| باب | مضمون | نمونے |
|---|---|---|
| باب ۱ | خوبصورت فریم مثلاً یا محمد تاج محل عید کا تحفہ فوٹو وغیرہ | ۹ نمونے |
| باب ۲ | مختلف قسم کے پھولوں کونوں ڈالیوں کے | ۶۲ " |
| باب ۳ | مختلف وضع کے بڑے پھول | ۴۴ " |
| باب ۴ | میز پوش چادروں وغیرہ کے کونے | ۱۹ " |
| باب ۵ | غلاف تکیہ وغیرہ کے خوشنما مرکز | ۱۸ " |
| باب ۶ | مختلف وضع کے گول پھول | ۱۱ " |
| باب ۷ | میز کلاتھ پلنگ کی چادریں ساری وغیرہ کی بیلیں | ۱۷ " |
| باب ۸ | انسرشن کی بوٹیاں وغیرہ | ۸ " |
| باب ۹ | قمیص کے کف | ۳ " |
| باب ۱۰ | قمیص کرتہ بلاؤز کے گریبان | ۴ " |
| باب ۱۱ | متفرق۔ مثلاً ٹی کوزی بچوں کے بب جوتہ۔ پاندان کا غلاف بائیسکل کی گدی موزہ وغیرہ۔ | ۱۵ " |

موتیوں کے کام کی طرح گلدستہ کشیدہ میں بھی پہلے نہایت کارآمد ہدایتیں ہیں پھر نمونوں کے مطابق کاڑھنے کی مفصل ترکیبیں ہیں ہر چیز کا سائز دوں۔ رنگ وغیرہ بھی پورے بتائے گئے ہیں اور تمام نمونے نہایت صاف ہیں۔ اکثر نمونے ایسے خوبصورت ہیں کہ آجتک کشیدہ کاری کی کسی کتاب میں دیکھنے میں نہ آئے ہونگے اور ترکیبیں تو اس قدر آسان ہیں کہ چھوٹی بچیاں بھی سمجھ سکتی ہیں۔ گلدستہ کشیدہ میں سب نمونے نئے ہیں یعنی جو عصمتی کشیدہ میں آچکے ہیں وہ اس کتاب میں نہیں ہیں کاغذ خوب موٹا دبیز اعلیٰ درجہ کی چھپائی، ٹائٹل رنگین ضخامت ۱۴۰ صفحے قیمت عہ

## (۵) موتیور

موتیوں کے کام کا شوق ... مگر یہ کام ایسا ہے کہ جب تک ... جب اشارہ مل جائے تو بہ... دلچسپ اور مفید غریبوں ... تو امیروں کے لئے دل بہلا... یہ مفید کتاب دستکاری کی ماہر نے ۲ سعی سے ... ہے اور دعوی کیا جا سکتا ہے کہ موتیوں کے کام کی ... ہندوستان بھر میں نہیں چھپی۔ اس میں مندرجہ ... نمونے ہیں۔

| | | |
|---|---|---|
| ۸۴ وضع کے پھول گلدستے | ۲۷ قسم کی لیس | ۳۶ ... |
| ۱۴ عمدہ عمدہ فریم | ۱۱ انسرشن توڑی وغیرہ | ۳ جا... |
| ۲۹ وضع وضع کی بیلیں | ۸ نیکلس ہار | ۸ خو... |
| ۹ حاشیہ کنارہ | ۲ پنکھے | ۳ منو... |
| ۷ ہینڈ بیگ کے نمونے | ۶ پردے | ... |
| متفرق چیزیں ٹی کوزی | ہولڈر۔ تیسیر | لیمپ کے... |

مثال کے طور پر صرف دو چیزوں کی فہرست

**بیلیں** / **لیس**

| | | |
|---|---|---|
| بلاؤز کی بیلیں ۳ | گلاب کی بیل | جگنو نما لیس |
| آسان بیل | مینک نما بیل | ... کنارں کی لیس |
| سادی بیل | کٹ دار " | کنگورے دار لیس |
| دوپٹہ کی بیل ۲ | چوڑی " | الگڑی دار لیس |
| فراک کی " " | کرتے کی آستین کی | ... دار لیس |
| ساڑھی کی ۴ | دامن کی بیل | اوپر لڑیاں |
| اوڑھنی " | حاشیہ کی | بوردار |
| قمیص کا کمیر | نفیس بیل | لاکٹ لڑیاں |
| | | بغیر فیتہ کی چپل |
| | | ... لڑی " |

پہلے موتیوں کے کام کی ماہر بہنوں کے نہایت کارآمد ... دئے ہیں پھر مفصل ترکیب اور ضروری ہدایات ہر نمونہ کی ... گئی ہیں کہ نوشق بھی پورا فائدہ اٹھا سکتی ہیں چنانچہ بعض ... اور ۴-۳ صفحوں میں ہیں جو کہ باسانی سمجھ میں آجاتی ہیں تا... اور خوبصورت ہیں کسی نمونے کے سمجھنے میں دقت نہیں ... کام کا شوق رکھنے اور یہ کام سیکھنے والی لڑکیوں اور عورتوں ... بہتر اسانی نہیں ملے گی، کاغذ خوب دبیز لکھائی چھپائی نہ... دو رنگ کا باتصویر خوبصورت۔ قیمت دو روپے ...

## (۴) خواتین کی دستکاریاں

جو عورتیں مالی دقتوں سے پریشان ہیں جنہیں آمدنی کی کمی اور اخراجات کی زیادتی نے پریشان کر رکھا ہے وہ اگر ایک جلد منگالیں تو گھر پر خودداری اور عزت کیساتھ زندگی گذار سکتی ہیں کیونکہ اس کتاب میں نادار اور غریب عورتوں کو نہایت کارآمد بیش بہا مشورے دئے گئے ہیں اور بہت سے کاموں کی اس قدر تفصیل بیان کر دی ہے کہ پردہ نشین عورتیں بغیر کسی کا احسان اٹھائے صرف اس کتاب کی بدولت مالی پریشانیوں کو باسانی دور کر سکتی ہیں۔ خواتین کی دستکاریاں جہاں غریب عورتوں کو بہترین مشورہ دیگی وہاں امیر عورتوں کو بھی ہنرمند اور سلیقہ شعار بنادے گی۔ قیمت آٹھ آنہ۔

(۶) عصمتی دستکاریاں
(۷) سلمہ ستارہ کا کام
(۸) نٹنگ یا بننے کی کتاب

ان کتابوں کا اس جگہ ملاحظہ ...

ملنے کا پتہ۔ مینیجر عصمت دہلی

ESTD. THE ISMAT, 1908. DELHI.
عصمت
جملہ حقوق محفوظ
JAMI.33

# تصانیف فخرِ نسوانِ ہند محترمہ خاتون اکرم جنت مکانی

محترمہ خاتون اکرم صاحبہ تعلیم یافتہ ہندوستانی خواتین کی محبوب ترین انشا پرداز تھیں جن کی مضمون نگاری کا ہندوستان بھر میں ... خیالات نے جن نے دو دوا ثر میں ڈوبے ہوئے طرزِ تحریر نے بڑے بڑے قابل مردوں سے خراجِ تحسین وصول کیا تھا۔
مشہور انگریزی روزنامہ بمبئی کرانیکل کی رائے ہے مرحومہ خاتون اکرم نہایت اعلیٰ درجہ کا ادبی مذاق رکھتی تھیں اور اپنے خیالات و جذبات کو نہایت سادہ مگر پُر زور انداز اور مختصر الفاظ میں ادا کرنے کی قدرت رکھتی تھیں۔ علی گڈھ میگزین لکھتا ہے ان کا طرزِ بیان پُر اثر اور دل نشین ہوتا ہے۔ رسالہ نور جہاں نے لکھا تھا "مرحومہ چھوٹی سی عمر میں نہایت دانشمندانہ اور وسیع تجربہ رکھنے والی خاتون تھیں اپنی پُر زور تحریر میں انسانی جذبات کی تصویر نہایت خوش اسلوبی سے کھینچتی تھیں"

## (۱) گلستانِ خاتون

محترمہ خاتون اکرم ملک کے بہترین افسانہ نگار مردوں میں بھی نہایت ممتاز درجہ رکھتی تھیں گلستانِ خاتون متفقہ طور پر اردو کے بہترین افسانوں کا مجموعہ تسلیم کی گئی ہے۔
شہیدِ ظلم۔ آرزوؤں پر قربانی۔ انقلابِ زمانہ۔ تربیتِ اولاد۔ طرزِ زندگی۔ پیچ کی فتح۔ دوسری شادی وغیرہ۔ وہ سبق آموز موثر اور دردانگیز افسانے ہیں جو زنانہ لٹریچر میں غیر فانی درجہ رکھتے ہیں اس سے پہلے کسی ہندوستانی خاتون کے ایسے بلند پایہ افسانوں کا مجموعہ نہیں چھپا۔ پیسہ اخبار لکھتا ہے "یہ وہ دلچسپ افسانے ہیں جنہیں کوئی افسانہ خلافِ قیاس نہیں بلکہ عین مشاہدہ اور فطرت کے موافق ہے ان کی دلچسپی خاتمہ کتاب پر خود بخود مائل کرتی ہے" اخبار ریاست کی رائے "نہ صرف خواتین بلکہ مردوں کو بھی ان سبق آموز اخلاقی افسانوں کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے" رہنما لکھتا ہے "ہر افسانہ اس قدر دلکش ہے کہ بغیر پورا کئے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ یہ افسانے ہمارے موجودہ تمدن و معاشرت کی خرابیوں کی اصلاح کرنے والے ہیں" ذوالقرنین لکھتا ہے "ان افسانوں میں ایک خاص خوبی یہ ہے کہ جس کا کیرکٹر بیان کیا ہے اسمیں موقع و حیثیت کے لحاظ سے زبان و لہجہ استعمال کیا گیا ہے۔" ملک کے تمام مشہور اخبارات و رسائل نے نہایت شاندار ریویو کئے ہیں کتاب کا دیباچہ مولوی راشد الخیری ایڈیٹر عصمت نے لکھا ہے تمام کتاب آرٹ کاغذ پر رنگین چھپی ہے اردو میں ایسی خوبصورت کتابیں بہت ہی کم نکلیں گی۔ ٹائٹل خوبصورت عمدہ لکھائی چھپائی قیمت ایک روپیہ چار آنہ۔ عہ مجلد عہ

## (۲) پیکرِ وفا

ایک دلآویز نتیجہ خیز افسانہ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ وفا عورت کی خلقت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے اور شریف بیوی اپنے شوہر کیلئے ایسی ایسی قربانیاں کر دکھاتی ہے کہ دنیا حیرت میں آ جائے۔ رسالہ ہمایوں کی رائے ہے "یہ ایک کامیاب و مفید افسانہ ہے جس میں عورتوں کے اس احترام کو واضح کیا گیا ہے جسکی تعلیم اسلام نے ہمیں دی ہے انداز بیان دلآویز عبارت سادہ و شگفتہ" اخبار کشمیری کی رائے "پیرایہ بیان دلگداز ہے" اخبار صداقت کی رائے "پلاٹ اور کیرکٹروں کے لحاظ سے اعلیٰ درجہ کا افسانہ ہے" بار سوم۔ قیمت آٹھ آنے

## (۳) بچھڑی بیٹی

ایک دلچسپ سبق آموز افسانہ جو کئی زنانہ رسالوں میں شائع ہو کر بے انتہا پسند کیا جا چکا ہے۔ ایک لڑکی ماں باپ سے بچھڑ جاتی ہے اسکی جدائی میں ماں باپ کی جو کیفیت ہوتی ہے صرف کتاب پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ برسوں کے بعد وہی لڑکی اس طرح ملتی ہے کہ جنت مکانی کی بے مثل افسانہ نگاری کی داد دینی پڑتی ہے بیحد دلچسپ قصہ ہے۔ یہ بھی آرٹ کاغذ پر چھپا ہے قیمت ۶ر

## (۴) جمالِ ہمنشیں

جنت مکانی کے بے مثل ادبی مضامین کا نہایت حسین شاندار مجموعہ

اجل، عالمِ نزع، پھول، رمضان، وعدہ وفائی، خدا کی مصلحت، تعزیت نامہ، فانی زندگی، تغیراتِ زندگی، نیرنگیٔ زمانہ، عبرت گاہ دنیا، موسم بہار، غم، ساون، عید، زندوں کی زندہ ہستی، کسی کی یاد، ہنسی مذاق، خاموشی کا دن وغیرہ وغیرہ یہ وہ دلآویز مضامین ہیں جو عصمت، تہذیب، استانی، شباب، اردو وغیرہ میں شائع ہو کر ہر دلعزیز ہو چکے ہیں۔ جمالِ ہمنشیں کے متعلق اخبار ہمدرد لکھتا ہے "ان مضامین میں فلسفیانہ بحث کی گئی ہے" انڈین ڈیلی میل کی رائے "ان مضامین کی اردو صاف رواں ہے" زمانہ ... رسالہ حرم کی رائے "یہ مضامین بلحاظ زبان و خیال نہایت بلند ہیں اور ان کی اشاعت اردو زبان پر بڑا احسان ہے" رسالہ اردو لکھتا ہے "ان مضامین کی عبارت بہت فصیح و رنگین ہے" اخبار وکیل "جمال ہمنشیں بلاشبہ نسوانی دنیا کیلئے سبق آموز کتاب ہے" اخبار مدینہ کی رائے "مضامین بہت بلند پایہ ہیں" روزنامہ انگریزی بمبئی کرانیکل لکھتا ہے "ان مضامین کی زبان نہایت آسان اور سادہ ہے" یہ بھی آرٹ کاغذ پر تیسری بار چھپی ہے قیمت ایک روپیہ

# تصانیف محترمہ صغریٰ ہمایوں مرزا صاحبہ

ایم۔ آر۔ اے۔ ایس۔ لندن

## (۱) مشیرِ نسواں یا زہرہ

ایک دلچسپ اخلاقی ناول لڑکیوں کو بہت سی بیش بہا اخلاقی باتیں بتائی گئی ہیں۔ قصہ دلچسپ و نتیجہ خیز ہے، طرزِ بیان ... اکابرینِ قوم نے جسے پڑھ کر حسبِ ذیل ریویو کئے تھے
علامہ شبلی نے اسے پڑھ کر فرمایا تھا "یہ کتاب محاسن سے معائب سے بالکل پاک ہے" اخبار مشیر دکن کے ریویو کا خلاصہ "مضامین کیا بلحاظ زبان بڑی دلچسپ اور دلآویز کتاب ہے" مخبر ریویو "عورتوں کیلئے نہایت دلچسپ اخلاقی ناول ہے" شوکت کا ریویو "بے نظیر ناول ہے جس میں عورتوں کی ہر حالت اور ہر عمر کے نصائح اور معلومات کے ذخیرے دلچسپ طریقہ سے بیان کئے گئے" اخبار تہذیبِ نسواں کا ریویو "اس قصہ کو مصنفہ نے نہایت دلچسپ اور طریقہ سے بیان کیا ہے" مصنفہ کو اس تصنیف پر تمغہ طلائی دیا گیا تھا بار ...

## (۲) سرگذشتِ ہاجرہ

دلچسپ اور سبق آموز قصہ میں اخلاقی و اصلاحی بیش بہا ذخیرہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ازدواجی زندگی ... پیدا ہو جاتی ہے عورت انہیں کس طرح دور کر سکتی ہے۔ چار سہیلیاں جمع ہو کر آپ بیتی سناتی ہیں ان میں ہاجرہ کی سرگذشت سب سے زیادہ اور مفید ہے اور بتایا گیا ہے کہ بیویاں بگڑے ہوئے گھر کس طرح سنوارتی ... بگڑے ہوئے شوہروں کو کیونکر اپنا کر لیتی ہیں۔ علامہ سر محمد اقبال "کہ سرگذشتِ ہاجرہ مستورات کیلئے نہایت مفید کتاب ہے طرز ... موثر اور دلکش ہے" بیگم صاحبہ سر عبد القادر صاحب بیرسٹر ... "یہ نہایت اچھی اور دلچسپ کتاب ہے اس میں ہر قسم ... بڑی خوبی سے قصہ کے پیرایہ میں اصلاح کی ہے" بار دوم قیمت ...

## (۳) موہنی

ایک اخلاقی معاشرتی افسانہ ایک ... انتقال پر گھر بار چھوڑ کر جنگلوں میں ما... ہے، یہاں تک کہ ایران پہنچتی ہے اور وہاں عجیب طریقہ سے ملاقات ہوتی ہے۔ ایران کی معاشرت، مہمانداری، زچہ ... بیاہ، رسم و رواج پر ایسی مفید معلومات کسی کتاب میں نہ ...

## (۴) تحریر النسا

لڑکیوں اور عورتوں کے لئے کتابت کی بے نظیر کتاب، اخلاقی ... مذہبی سبقوں کا لاجواب مجموعہ ... کو کارآمد اور مفید بہت سی باتیں بتائی گئی ہیں۔ یہ کتاب ... اور نتیجہ خیز سبق آموز مضامین کا مجموعہ بھی ہے پڑھنے کے ... ہر موضوع پر اچھے اچھے خطوط لکھ سکتی ہیں بلکہ ان کی معلومات میں بھی ...

---

محصول ڈاک بذمہ خریدار

## معزز خواتین کی لکھی ہوئی نہایت دلچسپ اور مفید کتابیں

| | |
|---|---|
| نوری بیگم | ۸ر |
| غیرت کی پتلی | ۸ر |
| چار رخ | ۴ر |
| ... | ۸ر |
| عقل کی باتیں | ۸ر |
| ہنسی کی باتیں | ۸ر |
| تاریخی لطیفے | ۸ر |
| خواتین اندلس | ۶ر |
| خانہ داری کے تجربے | ۱۲ر |
| تندرستی ہزار نعمت | ۴ر |
| شمع خاموش (نظمیں) | ۶ر |
| آئینۂ جمال (نظمیں) | ۱۲ر |
| شہیدِ وفا (افسانے) | ۸ر |
| نغماتِ موت (مضامین) | ۸ر |
| پردہ و تعلیم ... | |
| بچوں کی تر... | |
| بچوں کی د... | |
| مختصر دنیا | |
| آئینہ موز... | |

**دفتر عصمت کوچہ چیلان دہلی**

... شائع ہوئی ہیں

مس ادگولها چنا سوامي
نے مدراس فلائنگ کلب میں ہی پرواز
سیکھ رہی ہیں

مس شانتا ھگیشي
نے علم طب میں بہت سے تمغے حاصل
کئے ۔ بعد تعلیم کے لئے یورپ جارہي ہیں۔

مس اسوقم دوسم آچاریہ
آپ پرواز کا لائسنس جلد حاصل
کرنے والي ہیں۔

# عصمت دہلی

| جلد ۵۵ نمبر ۳ | بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۵ء | اٹھائیسواں ۲۸ سال |
|---|---|---|


تصویریں ۱۲

## فہرست مضامین




**چندہ سالانہ پیشگی** قسم خاص - جو آرٹ کاغذ پر چھپتا ہے یعنی جس پر تصاویر چھپتی ہیں عـ۵ مع محصول ڈاک
رؤسا سے پچیس ۲۵ روپے والیان ریاست سے سو روپے فی پرچہ ایک روپیہ ممالک غیر سے ایک پونڈ
قسم اوّل - جو بیز چکنے کاغذ پر چھپتا ہے پانچ روپے فی پرچہ ۸/ ممالک غیر سے دس شلنگ سالانہ -
قسم دوم - جس کے مضامین تصاویر ٹائیٹل وغیرہ کا کاغذ معمولی ہوتا ہے تین روپیہ - فی پرچہ پانچ آنے -
رسالہ عصمت ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں کے ریلوے اسٹیشنوں پر میسرز اے - ایچ وھیلر کے بک اسٹال پر بھی ملتا ہے -
(باہتمام ابو امین مولوی محمد امان الرحمٰن پرنٹر و پبلشر محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپا)

# چند باتیں

سالگرہ نمبر کو خوشی کی بات ہے اس مرتبہ بھی عصمتی بہنوں نے نہایت پسندیدگی کی نظر سے ملاحظہ فرمایا۔ جو خطوط انہوں نے سالگرہ نمبر کی کامیابی پر روانہ فرمائے ہیں اگرچہ اُن کے اندراج کے لئے رسالہ میں گنجائش نہ نکل سکی مگر میرے قلب پر اُنکا بہت اثر ہے اور انہیں مخلص بہنوں کی دعاؤں اور کوششوں کا نتیجہ ہے کہ عصمت ہر سال ترقی کے میدان میں قدم بڑھا اور اپنے فرائض کی ادائگی میں مزید سرگرمی دکھا رہا ہے۔ وہ بہنیں میرے دلی شکریہ کی مستحق ہیں جنہوں نے سالگرہ کی خوشی میں اپنے زیر اثر خواتین کو خریداری رسالہ کی ترغیب دیکر ان کے نام پرچہ جاری کرایا۔ لیکن ان بہنوں کی تعداد افسوس ہے کچھ زیادہ نہیں، سالگرہ نمبر کے وی پی کی واپسیاں فیصدی کتنی ہی کم کیوں نہ ہوں ڈیڑھ دو ہزار وی پیوں میں بیس فی صدی بھی واپس آگئے تو ایک بڑی تعداد کم ہو جاتی ہے، وہ تو خدا کا فضل و کرم عصمت کے ساتھ ہے کہ بیس تیس ہوں یا تین چار سو جس قدر خریدار کم ہوتے ہیں قریب قریب اتنے ہی نئے خریدار پیدا ہو جاتے ہیں لیکن وی پی کی واپسیوں کا جو نقصان اُٹھانا پڑتا ہے اُسکی تلافی کی یہی صورت ہو سکتی ہے کہ عصمتی بہنیں توسیع اشاعت پر توجہ فرمائیں اور ہر بہن زیادہ سے زیادہ خریدار دینے کی کوشش کریں۔

---

سالگرہ نمبر دو ماہ جولائی اور اگست کے پرچوں کی جگہ پیش کیا جاتا ہے مگر اس پر لاگت تین ماہ کے پرچوں سے بھی کچھ زیادہ ہی کی آتی ہے۔ اِسی لئے ستمبر کے پرچہ میں بجائے ۸۰ صفحوں کے صرف ۶۴ صفحے مضامین کے دئے جاتے ہیں۔ چنانچہ یہ پرچہ صرف ۶۴ صفحوں کا شائع کیا جا رہا ہے لیکن اِسمیں بہت سے صفحے باریک لکھوا کر مضامین کم و بیش ۸۰ صفحوں کے پیش کئے جا رہے ہیں۔ اکتوبر سے حسب معمول ہر ماہ کے پرچہ میں مضامین کم سے کم ۸۰ صفحوں پر ہوں گے۔

---

جو محترم بہنیں جنت مکانی محترمہ خاتون اکرم صاحبہ کے متعلق نظمیں یا جنت مکانی کی تصانیف پر مضامین بھیجنے چاہیں براہ کرم ۳۰ ستمبر تک روانہ فرمائیں تاکہ نومبر کے پرچہ میں درج ہو سکیں۔

---

سالگرہ نمبر میں ایک مضمون نگار بہن کا نام دو تین جگہ "رضیہ لدھیانہ" چھپا ہے۔ اِس سے بعض بہنوں کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ یہ "رضیہ سلطانہ لدھیانہ" ہیں۔ حالانکہ مضمون نگار بہن "رضیہ امرت سر" ہیں۔

---

نہ صرف یورپ کے بلکہ ہندوستان کے بعض رسائل و اخبارات کو بھی اشتہارات کے ذریعہ بہت معقول آمدنی ہوتی ہے، اشتہارات کی عصمت کے لئے کمی نہیں لیکن عصمت چونکہ تجارتی پرچہ نہیں اِسمیں بہت کم اشتہارات شائع ہوتے ہیں۔ اور بڑی بڑی رقم صرف اِس لئے ہر ماہ واپس کی جاتی ہیں کہ اکثر و بیشتر اشتہارات عصمت کے اُصولوں پر پورے نہیں اُترتے ہم صرف وہ اشتہارات شائع کرتے ہیں جن کے لڑکیوں کی نظر سے گذرنے میں کوئی ہرج نہیں یا جن میں دھوکہ اور فریب نہ معلوم ہو۔ ہمیں افسوس ہے کہ جون کے پرچہ میں انڈی پنڈل کمپیٹیشن للت پور کا جو اشتہار شائع ہوا ہے اُس کے سلسلہ میں ہمارے پاس کئی بہنوں کے شکایتی خط پہونچے۔ اگرچہ اشتہار کی تمام ذمہ داری مشتہر پر عائد ہوتی ہے تاہم ہمارے لئے یہی تخیل کچھ کم تکلیف دہ نہیں کہ عصمت کا اشتہار، اعلان کے بموجب نہ نکلا۔ گو ہم نے آیندہ کے لئے انڈی پنڈل کمپٹشن للت پور کا اشتہار شائع کرنے سے انکار کر دیا ہے لیکن مشتہر صاحب کی خوش معاملگی سے ہمیں اُمید ہے کہ جن خواتین کو ان کے فیصلے سے شکایت پیدا ہوئی ہے وہ اُنہیں تسلی بخش جواب دیکر جلد سے جلد مطمئن کر دینگے۔

---

عصمتی بہنیں خط و کتابت کے وقت براہ کرم خریداری نمبر ضرور تحریر فرما دیا کریں۔

# ساٹھ برس پہلے

ساون کا مہینہ ہے۔ آٹھ دس دن سے جھڑی لگی ہوئی ہے۔ کالی کالی گھٹائیں پورب اور پچھم سے اُمنڈ گھمنڈ کر آ اور برس رہی ہیں۔ میرے جدِ امجد مولوی عبدالقادر صاحب گھر کے مُنڈھ ہیں۔ لڑکی بالیوں میں مولوی نذیر احمد صاحب کی بیوی ہیں۔ ان کی لڑکیاں ہیں۔ مولوی عبدالغفار صاحب خیری کی والدہ ہیں۔ میری والدہ ہیں۔ حافظ ام عطیہ ہیں۔ مولوی اشرف حسین مرحوم کی والدہ ہیں۔ مردوں میں مولوی عبدالقادر صاحب کے علاوہ ان کے برادر نسبتی ہیں جو پولس میں سپاہی تھے اور گھر بھر اُنہیں ماموں مغل کہتا تھا۔ مولوی عبدالقادر صاحب باوجود علم و فضل۔ ثقاہت اور سنجیدگی کے نہایت زندہ دل بزرگ تھے اور لڑکیوں کی بہت زیادہ دلداری کرتے تھے۔ بہو بیٹیوں نے مولوی صاحب کی بیوی پر زور ڈالا اور اُنہوں نے مولوی صاحب سے کہا کہ آج لڑکیاں کہہ رہی تھیں کہ ہمایوں کا مقبرہ ہی دکھا دیجئے۔ بہت دن ہو گئے" بیوی نے میاں سے کہا اور شام کو یہ اعلان ہو گیا کہ صبح مقبرے چلنا ہے۔ موٹریں اور تانگے اس وقت کہاں۔ بیلوں کی گاڑیاں جو بھارکس کہلاتی تھیں کام میں آتی تھیں جس میں بچوں کے واسطے آگے سانچی اور پیچھے ماچی ہوتی تھی۔ میری عمر دس سال کے قریب ہو گی۔ خوشی کے مارے رات بھر نیند نہیں آئی۔ کیا اچھا وقت تھا۔ مینھ دھائیں دھائیں پڑ رہا ہے اور عورتیں کھانے پینے کی تیاریاں کر رہی ہیں۔ کوئی آم باندھ رہی ہے کوئی بیسنی روٹی پکا رہی ہے۔ کوئی سرکہ اور پیاز کی چٹنی تیار کر رہی ہے۔ اور کوئی اپنے دودھ پیتے بچے کو گھُرک رہی ہے جو اتفاق سے جاگ اُٹھا ہے۔ ماموں مغل چیخ رہے ہیں کہ اذان ہونے والی ہے۔ جلدی کرو نمازیں پڑھ لو نہیں تو پھر شکار نہیں ملے گا۔ ماؤں نے ہوشیار بچوں کو کپڑے پہنائے اور سواریاں بیٹھنی شروع ہوئیں۔ ایک بھارکس۔ آٹھ دس سواریاں۔ دس بارہ بچے۔ ایک کے اوپر ایک۔ جب سب بیٹھ گئے تو بھارکس روانہ ہوئی۔ شہر کی فصیل سے نکل کر تین چار بیویاں اُتر گئیں کچھ دور پیدل چلیں پھر بیٹھ گئیں اور دوسری اُتریں۔ نیچے اُترنے والیاں جنگلے ساتھ محلے کے بھی غریب غربا ہیں برسات کے گیت گا رہی ہیں۔ مولوی صاحب اور ماموں مغل پیچھے ہیں۔ سڑک والی عورتیں لہک رہی ہیں اور گاڑی والیاں انکا ساتھ دے رہی ہیں۔ ہمایوں کا مقبرہ آ گیا۔ ماموں مغل نے جھولا پہلے ہی ڈلوا دیا تھا۔ پانچ چار جھولے کو لپٹیں باقیوں نے کڑھائی چڑھائی۔ پالک۔ قلمی بڑے۔ سُہال۔ پُھلکیاں گرم گرم اُتر رہی ہیں اور جھولے والیاں زور شور سے لہک لہک کر ملہار گا رہی ہیں۔

سُبحان اللہ! کیسی پُر لطف صبح ہے۔ جھولوں میں لال سبز پٹریاں پڑی ہوئی ہیں اور میری پھوپی زاد بھاوج پندرہ روز کی دُلہن ہلکا سا گھونگھٹ نکالے جھولا جھول رہی ہیں اور مقابل کے جھولے میں نند بیٹھی ہوئی ہے۔ نند بھاوج پینگیں جھول رہی ہیں اور بی ججن اس طرح جُھلا رہی ہیں۔

"سکھی! آئے بدروا جھوم کے"

میرے سنگ کی سہیلیاں، پہنچیاں اللہ میں بھی تو پہنچوں لاج سے

یہ گیت برسات کا ہے جس کی ابتدا حضرت امیر خسرو نے ان الفاظ سے کی ہے۔

سکھی! آئے بدروا جھوم کے

یہ معمولی گیت کنواری لڑکیوں کے واسطے ہے اور عشق و محبت سے بچایا گیا ہے۔ حضرت امیر کا خیال منزل توحید یا تصوف کے پہروں سے اس قدر تیز اڑا ہے کہ بے ساختہ داد دینی پڑتی ہے۔

کیسی معقول بات کہی ہے۔

میرے سنگ کی سہیلیاں، پہنچیاں اللہ میں بھی تو پہونچوں، لاج سے

مطلب صاف ہے۔ لڑکیوں کے واسطے "لاج" کا لفظ اس مضمون میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔

اس کے بعد دوسرا مضمون شروع ہوتا ہے۔

"دورو دوروں سے آئیں نندن پاؤں نی۔"

افسوس یہ ہے کہ یہ معاشرت ختم ہو چکی اب رونا اسکا ہے کہ اس خاتمہ کے ماتم کرنے والے بھی نہ رہے۔ ایک نند ساون کے مہینہ میں بھاوج کے پاس جھولا جھولنے آتی ہے اور بھائی اسکی خاطر مدارات میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑتا۔ بھاوج کس قدر ہمدردانہ الفاظ میں شوہر کو اس کی محبت پر متوجہ کر رہی ہے کہ نند دور سے پیدل آتی ہے!

وہ سماں بدل چکا اور اسلامی معاشرت کے چمنستان سے تعلقات کے یہ پھول ٹوٹ چکے اور آج جبکہ ترقی کا دور دورہ ہے برسوں بھی نند بھاوجیں ایک دوسرے کی صورت نہیں دیکھتیں۔

---

دن ختم ہوا۔ بچے باغ باغ تھے۔ عورتیں نہال نہال۔ کنیر کے زرد زرد پھولوں سے گودیں بھر بھر واپس ہو رہے ہیں۔ ماموں مغل خدا اُن کو غریق رحمت کرے بچارے سپاہی تھے جن کو عمر بھر بھی بندوق چھوڑنے کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ ان کا ایک لطیفہ مجھے ہمیشہ یاد رہے گا۔ میری چچی صاحب سے جن کے شوہر اُس وقت تحصیلدار تھے۔ فرمانے لگے "بھئی حمید الزمانی شکار تو رہ ہی گیا۔ خیر گھر چل کر پکا لینا۔ میں اب مار دیتا ہوں" یہ فرما کر بھر کس والے کو حکم دیا روک لے۔ گاڑی ٹھہر گئی۔ ایک چھوٹے سے درخت پر فاختہ بیٹھی تھی۔ بچے اور عورتیں سب منتظر تھے اور ادھر یہی نگاہ تھی کہ ماموں مغل نے بندوق کی نالی فاختہ کی دم سے ملادی اور فیر کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فاختہ اُڑ گئی اور ماموں مغل گر پڑے۔ اور یہ کہتے ہوئے اُٹھے "خیر میرے بازو میں تو جھٹکا آیا ہی ہے مگر فاختہ بھی بُری طرح زخمی ہو ئی ہے"

اللہ اللہ کتنے اچھے اور سیدھے سادے لوگ تھے کہ آج آنکھیں ان کو ڈھونڈھ رہی ہیں مگر وہ بھولی بھالی صورتیں نظر نہیں آتیں۔

راشد الخیری

# انسداد ارتداد و مکتب بنات

از حضرت علامہ راشد الخیری قبلہ

پچھلے دنوں جب مسلم خواتین کے ارتداد کا مسئلہ درپیش تھا اور برادران ملت اس پر غور و خوض فرما رہے تھے کمیٹیاں بن رہی تھیں صدارت کا انتخاب ہو رہا تھا۔ اہل قلم حضرات مرد و عورت کے حقوق پر زور و شور سے بحثیں کر رہے تھے تو میں نے عرض کیا تھا کہ یہ منزل مقصود کا راستہ نہیں ہے مسلمان اگر اس مسئلہ کو حل کرنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے عورت کو وہ حقوق واپس کریں جو وہ غصب فرما چکے اور مشورہ میں مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی شریک کریں اس کا نتیجہ اتنا تو ضرور نکلا کہ جہاں مسلم اخبارات کے صفحات حقوق کے پامال مضمون پر سیاہ ہوئے وہاں ایک دو عورتوں کی رائیں بھی شائع ہو گئیں۔ مگر اشد ضرورت یہ تھی کہ مسلمان اسباب ارتداد پر غور کرتے اور یہ دیکھتے کہ ایک مسلمان عورت کن کن حالات میں مرتد ہوتی یا ہو سکتی ہے۔ اور یہ معلوم کرنے کے بعد اس کا تدارک فرماتے بشرطیکہ علمائے اسلام کی دو دھاری تلوار اس کے سر پر نہ رکھتے اور یہ یقین کر لیتے کہ اس تیغ آبدار کا رنگ تو دہی ہے لیکن جھوٹے ہاتھوں میں زنگ آلود ہو چکی یہ میدان جنگ میں بجلی ہو گی۔ اگر ہاتھ میں ڈھنگ ہو گا۔ آج اس کا میان سے نکالنا اسلام کی کسر شان ہے۔

مجھے علم نہیں کہ انسداد ارتداد کی کوششوں کا کیا نتیجہ ہوا ہاں کلام الٰہی کی جھوٹی تاویلیں اور احادیث کے غلط سلط معنی۔ عورت کی محکومیت کے متعلق ضرور پڑھ لئے اور مسلمانوں کی عنایت سے اکثر دیکھنے اور سننے میں آتے رہتے ہیں کوئی نئی بات نہ تھی۔

اس سلسلہ میں میں مدت سے کچھ نہ کچھ لکھ رہا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ آج نہیں تو کبھی نہ کبھی یہ صدا اپنا کام کرے گی۔ اور کسی نہ کسی وقت مسلمانوں کے سینوں کے پار ہو گی۔

مسلم خاتون کے ارتداد کے اسباب اکثر و بیشتر یہ ہوتے ہیں جن کا انسداد ہم کو بڑی حد تک اس اذیت سے محفوظ کرے گا۔

(۱) جاہل سے جاہل مسلمان کو جس طرح ٹوٹا پھوٹا کلمہ توحید یاد ہوتا ہے اسی طرح خطبہ حجۃ الوداع کے وہ آخری الفاظ یاد ہوں جن کا مطلب یہ ہے کہ نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ ادائیگی فرض ہے مگر مسلمان کو بہترین اور نیک انسان بنانے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی بیویوں کے ساتھ نیک ہو۔ یہ تلقین واعظ اپنے وعظ۔ مولوی صاحب اپنے مکتب خطیب اپنے خطبہ اور حافظ جی اپنی جماعت میں کریں اور نکاح کے وقت قاضی صاحب دولہا سے فرمادیں کہ یہ گھر کی ملکہ ہے لونڈی نہیں اسکے ساتھ ہی "میثاق غلیظاً" کی تفسیر فرمائیں۔

(۲) مغربی تعلیم کی رو جس زور شور سے مسلمانوں میں آ رہی ہے وہ آسانی سے رکنے والی نہیں اور اس کی بھی دو بڑی وجوہ ہیں ایک اپنے سے بہتر گھرانوں میں لڑکی کی شادی ہو جانے کی امید دوسرے ٹریننگ سے فارغ ہو کر نوکری مل جانے کا یقین۔ یہ دونوں صورتیں طبقہ اوسط میں ہیں اور زیادہ تر ان ہی میں سے ارتداد کا شکار ہوتی ہیں جس کا سبب یہ ہے کہ گھر میں کوئی پڑھی لکھی عورت نہیں اور صاحبزادی کسی کو خیال میں نہیں لاتیں اور اپنی سوسائٹی علیحدہ تلاش کرتی ہیں۔

اس کا علاج اسکے سوا اور کچھ نہیں کہ ہر بڑے بڑے شہر میں اسلامی ہائی سکول لڑکیوں کے واسطے کھولے جائیں اگر اسکے حاصل کرنے میں لڑکوں کا مدرسہ قربان کرنا پڑے تو مضائقہ نہیں، اور ہر صوبہ میں ایک کالج۔ اس کا ایک کھلا ہوا فائدہ یہ ہو گا کہ مسلمان لڑکیوں کو غیر مسلموں سے پالا ہی نہ پڑے گا جو ان کے خیالات ہی غلط ہوں۔

(۳) مسلمان لڑکیوں کو تعلیم کے ذریعہ سے یا تربیت کے یہ سبق دے رہے ہیں کہ مسلمان لڑکی احکام اسلام کے بموجب نکاح کی خود مجاز ہے یہ تعلیم و تربیت یا زمانۂ موجودہ کی فضا مشکل سے بدلی جا سکتی ہو اب جبکہ اس خیال کو لیکر لڑکیاں سیانی ہوں تو نکاح کے وقت لڑکیوں کی رائے قطعاً غلط سمجھی جائے اور ان کا حق بالکل ساقط ہو جائے؟

اس کا تدارک آسان نہیں یہ اختیار شرع اسلام کا دیا ہوا ہے اور مسلمان اس کو روک نہیں سکتے اور وہ بھی بالجبر نتیجہ جو کچھ ہو سکتا ہے یا ہوتا ہے وہ ظاہر ہے ایسے مواقع پر اگر کوئی چیز کام کر سکتی ہے تو وہ صرف نرمی خوشامد اور دور اندیشی جس کو بزرگوں کی مردانگی گوارا نہیں کرتی اور نتائج میں اکثر ناکامی ہوتی ہے۔

(۴) اب ایک چیز باقی رہتی ہے اور وہ تیسرے طبقہ کا افلاس ہے۔ غریب لاوارث۔ یتیم۔ اپاہج۔ پیٹ بھرنے کے واسطے آغوش اسلام سے جدا ہوتے ہیں۔ اس کا علاج کچھ مشکل نہیں اگر ہر شہر میں نہیں تو ہر صوبہ میں کچھ مسلمان مرد اور عورتیں مشنری کی حیثیت سے کام کرنے پر آمادہ ہو جائیں اور ہر محلہ اور کوچہ کے مسلمانوں سے اپنے مقصد میں مدد لیں اور دیکھ بھال کریں کہ کس کس گھر میں رانڈیں اور یتیم ابتر حالت میں ہیں۔ غیر مسلم حضرات اس وقت تہواروں کے موقعہ پر مثلاً عید بقر عید میں دل کھولکر مسلمانوں کے دل مسخر کر رہے ہیں بلکہ رمضان کی افطاری تک کا سامان ہو رہا ہے۔ یہ وہ موٹی موٹی باتیں ہیں جنکا علاج ایک بڑی حد تک ممکن ہے بشرطیکہ ان پر توجہ کی جائے میں نے شاید پچھلے کسی پرچہ میں یہ لکھا تھا کہ گذشتہ دس بارہ سال سے یعنی جب سے تربیت گاہ بنات قایم ہوئی ہے دہلی میں کسی مسلم خاتون کا ارتداد میں نے نہیں سُنا معلوم ایسا ہوتا ہے کہ میرے ان الفاظ میں کسی قسم کی نخوت یا تمکنت تھی جو اسلام کے منافی تھی ابھی کچھ زیادہ دن نہ ہوئے تھے کہ مجھے ایک اشتہار میں جو دیواروں پر چسپاں تھا ایک باپ کے یہ الفاظ دیکھنے پڑے کہ "میری بچی نا کتخدا بے گناہ اور معصوم ہو مجھ پر بجلی گر پڑی" مجھے جہاں تک معلوم ہوا ہے یہ ارتداد یا فرار یا جو کچھ ہے نمبر ۲ کے تحت میں ہو۔

ناظرین عصمت و بنات کو یہ علم ہے کہ ۱۹۳۳ء میں جب میں دورہ پر گیا خرابی صحت کی وجہ سے مجھے الہ آباد میں نہ صرف رُکنا پڑا بلکہ سفر کے قابل ہی نہ رہا اور واپس ہوا اور یہ میں ان کو اب بتانا چاہتا ہوں کہ اس وقت سے میری صحت برابر گر رہی ہے دوران سر اور اختلاج قلب میرا پیچھا نہیں چھوڑتے اور میں اب اس قابل نہیں ہوں کہ سفر کر سکوں۔ قریب قریب یہ ہی کیفیت بیگم صاحبہ کی ہے۔ گال سٹون نے ان کی حالت خراب کر دی ہے اور اب ہم اس ذمہ داری کو پورا نہیں کر سکتے جو تربیت گاہ کے بورڈنگ کی ہم پر عاید ہو رہی ہے جن بچیوں نے ہمارے پاس رہ کر کچھ حاصل کیا ہے اور جواب ماشاء اللہ بچوں والیاں ہیں اُن کو معلوم ہے کہ بیگم راشد الخیری صاحبہ کی شفقت نے اُن کو ماں کی محبت بھلا دی تھی۔ مجھے وہ رات ہمیشہ یاد رہیگی جب خانصاحب شیخ عبد الغفور صاحب اسسٹنٹ انسپکٹر جنرل پولیس بھوپال کی چھوٹی بچی دسمبر کی ایک رات کو جب ہوا کے جھکڑ چل رہے تھے لحاف نہ اوڑھتی اور اتار اتار کر پھینک رہی تھی بیگم راشد الخیری نے اس چار برس کی بچی کا شلوکا رات بھر میں تیار کیا اور باوجود پیرانہ سالی اور ضعف بصارت کے نماز فجر سے قبل اُسکو پہنا دیا۔ اسی طرح عزیزہ بلقیس بیگم سلمہا (و۔ ا) سابق ہیڈ معلمہ نے خانصاحب عبد الغفور خاں صاحب جیلر گورداسپور کی بچی برخورداری ممتاز کی علالت میں جو تیمارداری کی وہ میں ہمیشہ یاد رکھوں گا۔ اب بڑھاپے نے ہم کو اس قابل نہ رکھا کہ ہم بورڈنگ کا انتظام کر سکیں۔ اس لئے جو بچیاں یہاں سے مستفید ہو کر گئی ہیں اور جو قریب قریب ہر صوبہ میں موجود ہیں اپنی تعلیم و تربیت کو عام کریں اور اس طرح دفعہ ۲ کی تکمیل کریں میں اب اس خدمت کے قابل نہیں ہوں اس واسطے اکتوبر ۱۹۳۵ء میں بورڈنگ سسٹم بند کرتا ہوں اور آئندہ کسی لڑکی کو بورڈر کی حیثیت سے نہ لوں گا۔ ہاں دفعہ ۴ کے سلسلہ کی جو خدمت ممکن ہے اُس کے واسطے حاضر ہوں۔

ان حالات میں تربیت گاہ کی حیثیت اس نئے سشن سے "مکتب بنات" کی ہوگی۔ میں ۱۹۳۴ء ہی میں یہ اعلان

کرنے والا تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ مالی مشکلات پریشان کرینگی لیکن یہ فطرت انسانی تھی کہ اب بھی زندگی کی اُمید اور صحت کی توقعات موجود ہیں۔ میں اس سے بھی بے خبر نہ تھا کہ جو کچھ مل رہا ہے اور جو حضرات مالی ضرورتوں میں شرکت فرماتے ہیں یہ میری شخصیت کی قیمت ہے اور بقول مسٹر آصف علی بیرسٹر کے۔

"ہم ان کی خدمت تو کیا کر سکتے ہیں اس طرح ان کی خدمت کا خراج تحسین ادا کرتے ہیں" لیکن زندگی کی خوشگوار اُمیدوں نے ۱۹۳۴ء میں بھی ڈھارس بندھائی اور اس سال بھی وہی حشر ہوا۔ میں یہ خوب اچھی طرح جانتا ہوں کہ ضرورتیں اب بھی پوری نہیں ہوسکتیں، مگر میں تربیت گاہ کو نہیں اپنی مشکلات کو محدود کر رہا ہوں مُسلمان یہ سُنکر متعجب ہوں گے کہ ہزار ہا ناظرین عصمت و بنات میں سے گنتی کے چند ہاتھ ہیں جو بلا طلب اس طرف اُٹھ رہے ہیں اور ان کا کرم بھی اتنا نہیں ہے کہ مجھے گھوڑا گاڑی کے مصارف اور اُستانیوں کی تنخواہ ہی سے سبکدوش کر دے۔ اس لئے ۱۹۳۵ء کے سشن سے صرف دو اُستانیاں رکھوں گا جو ان بچیوں کو نماز روزہ کے موٹے موٹے مسائل۔ معمولی نوشت و خواند اور دستکاری سکھا سکیں۔ خوش حال لڑکیوں کے لئے ہر شہر میں مشن اور میونسپلٹی کے مدارس موجود ہیں اس لئے مکتب بنات میں صرف وہی لڑکیاں لی جائیں گی جو دفعہ ۲ کے مطابق ہوں گی۔ ایسی بچیاں جن کا مردوں میں کوئی وارث نہ ہو اُن کا قیام اپنی نانی۔ دادی یا اور بڑی بوڑھیوں کے پاس ہوگا۔

تربیت گاہ کی غریب لڑکیاں جو عمر یا شادی وغیرہ کی وجہ سے جا چکی ہیں ان کے یا ان کے بزرگوں کے ساتھ مکتب کا رشتہ بدستور رہیگا۔ اس سلسلہ میں جیسا کہ میں ہمیشہ اعلان کرتا ہوں جو صاحب میرا ہاتھ بٹانا چاہیں میں اُن کا ممنون ہوں گا۔ لیکن صرف وہی صاحب توجہ فرمائیں جو میرے ہم عقیدہ اور ہم خیال ہوں اور جن کو میری ذات پر یہ بھروسہ ہو کہ میں اُن کی اعانت کسی اچھے کام میں صرف کردوں گا۔ اُن کو مجھ سے یہ دریافت کرنے کا حق نہ ہوگا کہ میں نے کیا کیا۔ اس کا ذمہ دار صرف میرا ایمان ہوگا۔ اور میں خدا کے ہاں بھی اس وقت گنہگار نہوں گا جب اراداتاً کسی کا کوئی پیسہ غلط صرف کروں۔

اس خیال سے کہ کسی صاحب کو غلط فہمی نہ ہو میں مکتب کے اخراجات پر تفصیلی بحث مناسب نہیں سمجھتا میں جس طرح عام مُسلمانوں سے اعانت کا خواستگار نہیں اسی طرح کسی دوسرے اخبار یا پرچہ میں بھی کچھ لکھنا پسند نہیں کرتا۔ اور اس وقت بھی یہ بحث ٹھیک نہیں معلوم ہوتی۔ ہاں اتنا اور کہدیتا ہوں کہ سر دست میں تیس لڑکیاں لوں گا جن کے لئے بدستور گھوڑا گاڑی کام کرے گی۔

تربیت گاہ کی طرح مکتب بنات بھی میرا پرائیویٹ مدرسہ ہوگا۔ اور جس طرح روپیہ کے متعلق خواہ وہ میرا ہو یا میرے کسی معتقد یا ہمخیال کا مجھے پورا حق حاصل ہوگا کہ جہاں چاہوں اور جس قدر مناسب سمجھوں صرف کروں۔ اسی طرح انتظام اور تعداد کے متعلق میں جیسی ضرورت محسوس کروں گا اُسپر عمل کروں گا۔

---

ارتداد کے جو اسباب میں نے لکھے اس پر مُسلمان کس حد تک متوجہ ہوں گے۔ یہ مجھے معلوم ہے میں نے شاہجہان آباد کی دیواروں پر جہاں میرے آباؤ اجداد نے اپنے مدارس میں قرآن و حدیث کے ڈنکے بجا کر چمنستانِ اسلام کی آبیاری کی ہے اُس باپ کے پوسٹر پر جس پر بجلی گری ہے اپنا فرض اسلامی ادا کیا ہے۔ مکتب میں جو تعداد رکھی ہے وہ اپنی صحت حیثیت اور توقعات کو دیکھکر مجھے افسوس اور رنج ہے کہ میں مذہب مقدس اور آقائے نامدار کی جس کے پاک نام پر قربان ہونا میرا ایمان ہے۔ کوئی خدمت نہیں کر سکتا۔ صحت کی بربادی تقاضائے عمر تھا۔ سفر کے قابل نہ تھا نہ سہی دماغ اتنا صحیح رہتا کہ "سیدہ کا لال" لکھنے کے بعد اس چار سال میں آٹھ دس نہیں۔ چار پانچ نہیں تو دو کتابیں تو اور لکھدیتا اور ایک ہائی اسکول کی بنیاد ڈال دیتا مگر

"اے بسا آرزو کہ خاک شدہ"

رجو مہر نسواں و بنات

# جذبۂ پاکیزہ

برادرم

میں آپ کو ایک امر خاص میں تکلیف دینا چاہتی ہوں آپ کے اخلاق و محبت سے تو ہی اُمید ہے کہ توجہ فرمائیں گے میرے دل میں ایک خیال عرصہ سے ہے اور مجھے اس امر پر بے چین کئے ہوئے ہے کہ جلد سے جلد اُسے عملی جامہ پہنایا جائے۔ بھائی دُنیا مردہ پرست ہے۔ کیسا ہی صاحب کمال کیوں نہ ہو زندگی میں کوئی قدر نہیں کرتا۔

اگرچہ الحمد للہ قبلہ و کعبہ جناب علامہ کی کافی قدر دانی ہو چکی ہے اور ہر جگہ کے لوگ اُن کے مداح اور اُن کی خدمات کے معترف ہیں لیکن میری تمنا یہ ہے کہ میں بھی اُن کے متعلق کچھ لکھوں۔ وجہ یہ ہے کہ وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے صرف عورتوں کی فلاح و بہبودی کی کوششوں میں اپنی ساری زندگی وقف کر دی۔ لہٰذا میرا دل بے چین ہے کہ کسی طرح سے انکا شکریہ ادا کیا جائے اور سوائے اسکے کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آتی کہ کچھ ان کے سوانح حیات لکھوں کہ ہم لوگوں کی بھلائی کے لئے انہیں کیسی کیسی زبردست مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اور اُنہوں نے کون کون سے کام ہمارے لئے کئے اور کر رہے ہیں۔ اور اسکے صلہ میں ہم لوگوں کو کیا کرنا چاہیئے اور کس طرح انکی خدمت انجام دے سکتے ہیں اور انکا ہاتھ بٹا سکتے ہیں تاکہ وہ اس سے زیادہ کچھ کر سکیں۔ اب آپ اس بارہ میں میری مدد فرمائیں۔ کچھ مصالحہ فراہم کر کے اور قبلہ مدظلہٗ کے مختصر حالات لکھکر روانہ فرما دیجئے کہ میں سفرنامہ ایران ختم کرتے ہی اس کام میں لگ جاؤں۔ بچیاں تسلیمات عرض کرتی ہیں اور پروفیسر صاحب سلام علیک۔ میری جانب سے قبلہ و کعبہ والد صاحب و محترمہ والدہ ماجدہ کی خدمت میں تسلیمات۔ محترمہ بہن صاحبہ و پیاری بھاوج صاحبہ کیخدمتیں سلام بچوں کو دعا و پیار۔

آپ کی بہن۔ صغرا سبزواریہ

**محترمہ** ایس کے صغرا بیگم صاحبہ سبزواریہ کا یہ پاکیزہ جذبہ کہ حضرت علامہ راشد الخیری قبلہ کے حالات زندگی شائع کئے جائیں یقیناً حوصلہ افزائی کا مستحق ہے۔ مختصر حالات تو انگریزی اور اُردو پرچوں میں کئی بار شائع ہو چکے ہیں ضرورت مفصّل سوانح عمری کی ہے۔ لیکن جو لطف آپ بیتی میں ہے جگ بیتی میں کہاں۔ اگر آباجان قبلہ خود ہی اپنے حالات زندگی تحریر فرمادیں تو مختلف حیثیتوں سے بے مثل چیز اور خواتین ہند پر ایک اور احسان ہوگا۔ میں نے یہ خیال کئی بار قبلہ موصوف پر ظاہر کیا ضد بھی کی اصرار بھی مگر جس طبیعت کو شہرت و نام و نمود سے اس درجہ نفرت ہو کہ میری ایک ماہ کی مسلسل کوشش کے باوجود ۲۸ء میں جوبلی نمبر عصمت کے موقع پر تصویر تک کی اشاعت کی اجازت نہ ملی۔ اس طبیعت سے صاف جواب ہی مل سکتا تھا۔ بہن سبزواریہ نے کئی سال کی دبی ہوئی بھوبل کو کریدا ہے۔ اب پھر عرض کرنے کا موقعہ تھا مگر دو دو تین تین سال سے آباجان قبلہ کی صحت درست نہیں، ادھر والدہ ماجدہ کی خرابی صحت ادھر خود انہیں دردِ سر اور اختلاج قلب کی شکایات، یہی وجہ ہے کہ اب کے سالگرہ نمبر میں کوئی افسانہ یا بڑا مضمون شائع نہ کر سکا اور بہت سی بہنوں کو مجھ سے شکایت کرنے کا موقع ملا۔ عصمتی بہنیں بعد نماز خداوند کریم کی درگاہ میں خلوص دل سے دعا کریں کہ وہ اپنے حبیب پاک کے تصدق میں علامہ موصوف کو صحت و اطمینان عطا فرمائے۔ میری تجویز سے اگر بہنوں نے اتفاق کیا تو اُن کے خطوط آباجان قبلہ کی خدمت میں پیش کر کے پھر ایک دفعہ کوشش کرونگا۔ صحت درست ہونے کے بعد ممکن ہے اپنی عزیز بچیوں کے اصرار پر وہ اس طرف توجہ فرما سکیں۔

**رازق الخیری**

# سرورِ کائنات

(از مولانا محوی، صدیقی، لکھنوی (از بنگلور)

محمد مصطفےٰ صلِّ علےٰ کیا نام پیارا ہے　　وہی اللہ کا محبوب اور آقا ہمارا ہے
وہی کہ جس نے ہر اک عاجز و بیکس کی غمخواری　　وہی جو بے نواؤں اور یتیموں کا سہارا ہے
وہی اُجڑی ہوئی محفل کو آ کر جس نے رونق دی　　وہی جس نے جہاں کو نور ایماں سے سنوارا ہے
وہی جس نے مٹایا کفرِ عالمگیر کو آ کر　　وہی بگڑے ہوئے اخلاق کو جس نے سدھارا ہے
وہی جسکے جمالِ جانفزا پر ناز خالق کو　　وہی جو قدسیوں کا اور فرشتوں کا دُلارا ہے
کوئی انسانِ بیکس ہو شکارِ ظلم و بیدردی　　یہ اُس کے شیوۂ رحم و کرم کو کب گوارا ہے
وہی تاریکیاں کیں دور جسنے شرک کی یکسر　　وہی سورج بھی جسکے آگے اِک مدھم ستارا ہے
گدا و شاہ تھے جس کی نگاہِ عدل میں یکساں　　حمایت جس نے کی مظلوم کی، ظالم کو مارا ہے
وہی جس کے لئے پیدا ہوئی یہ محفلِ ہستی　　وہی جس کا زمیں سے تا فلک ہر جا اجارا ہے
وہی جس کی نگاہِ ناز ادب آموزِ عالم تھی　　وہی جس کا تبسم جانِ اخلاق و مُدارا ہے
وہی جس نے دیا توحید کا پیغام دُنیا کو　　وہی جس نے ہدایت کی طرف سب کو پکارا ہے
نہیں موقوف کچھ جن و ملک اِنسان و حیواں پر　　مطیعِ امر اُس کا ہر شجر، ہر سنگِ خارا ہے
وہی ہیں بندۂ درگاہ جس کے قیصر و کسرےٰ　　وہی جس کی نظر میں ہیچ رستم اور دارا ہے
وہی، ہر بات جس کی کاتبِ تقدیر کا فرمان　　حیات و موت جس کے ایک ابرو کا اِشارا ہے
وہی، جسکی غلامی باعثِ عزت دو عالم کو　　وہی آقا تمہارا ہے، وہی مولا ہمارا ہے
وہی، بیمارِ ہجراں کی دوا، دیدار ہے جس کا　　وہی جس کی جُدائی میں کسے جینا گوارا ہے
وہی اک بندۂ مہجور جس کا محوئیِ غمگیں　　وہی محوی کہ جس نے جان و دل سب اُس پہ وارا ہے
عرب کیا ہے، عجم کیا ہند کیا ہے، ساری دنیا کو　　اُسی نے پستی و ادبار و ذلت سے اُبھارا ہے

درودِ بے حساب اُسپر، سلامِ بے شمار اُس پر
مری جانِ عزیز و کائناتِ دل نثار اُسپر

---

# جیوُگلوٗمیں

ابھی تھوڑے دن ہوئے مجھے ایک نئی وضع کا ہائی اسکول دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ میرے ساتھ دو اور ہندوستانی بہنیں بھی تھیں۔ ٹھیک دس بجے ہم تینوں گھر سے ٹیکسی میں روانہ ہوتے۔ خیال تھا کہ بارہ بجے تک مدرسہ دیکھ دکھا کر فارغ ہو جائیں گے۔ مگر کچھ مدرسہ کی دوری اور زیادہ تر شوفر کی ناواقفیت سے ہم لوگ ساڑھے بارہ بجے اسکول پہنچے۔ ہمارے آنے کی اطلاع تو مدرسہ میں پہلے سے تھی مگر خرابی یہ ہوئی مدرسہ کچھ عرصہ پہلے دوسری جگہ بدل گیا تھا۔ اس لئے ہم بڑی دیر تک سرگرداں پھرے۔

جب ہم مدرسہ میں گئے تو دروازہ پر ہر ایک اُستانی اور تین لڑکیاں ہمیں لینے آئیں یہ چاروں انگریزی جانتی تھیں۔ صاحب سلامت کے بعد اُستانی نے ہم سے کہا کہ آپ لوگوں کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ مہربانی کر کے اب کھانے کے کمرے میں تشریف لائیے اور ہمارے ساتھ کھانا نوش فرمائیے۔ ہم ان کے منہ سے یہ فقرے سنکر تعجب میں رہ گئے اور تینوں آپس میں ایک کو ایک دیکھنے لگے۔ آخر کچھ سوچکر ہم نے عذر کیا اور کہا آپ کی عنایت کا شکریہ ہم تو صرف اس وقت مدرسہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ مگر اُنہوں نے ہماری ایک نہ سنی اور نہایت اصرار کے ساتھ کھانے کے کمرے میں لے گئیں۔ ہم دل ہی دل میں کہہ رہے تھے کہ چپڑی اور دو دو۔ مدرسہ بھی دیکھیں گے اور مفت میں پیٹ بھی بھرینگے۔ میرے تو ٹیکسی ہی میں پیٹ میں چوہے دوڑنے شروع ہو گئے تھے اور اپنی ساتھیوں سے بھوک کی شکایت کر چکی تھی۔ مگر مدرسہ میں قدم رکھتے ہی ایسا سکون حاصل ہوا کہ بھوک ووک کچھ نہ رہی اور مدرسہ دیکھنے کا شوق سب پر سبقت لے گیا۔

تمام ہال لڑکیوں سے بھرا پڑا تھا اور سب کھانے میں مصروف تھیں۔ لڑکیوں کے آگے لمبی لمبی میزیں بچھی ہوئی تھیں۔ اور سب کرسیوں پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ ہر ایک کے آگے چینی کی ایک رکابی رکھی ہوئی تھی اور لکڑی کی تیلیوں سے کھانا کھایا جا رہا تھا۔ جاپانی چائے کی کیتلیاں رکھی تھیں اور ایک ایک تانبے چینی کی کنڈے دار چائے کی پیالی بھی ہر ایک کے سامنے تھی۔ صدر مقام پر اُستاد اُستانیوں کی میز تھی۔ سامنے آتش دان روشن تھا۔ اسی میز پر ہم کو بٹھایا گیا۔ ہم میز پر پہنچے تو تمام لڑکیوں نے تالیاں بجائیں۔ تالیاں سنے کا کوئی پہلا اتفاق نہ تھا۔ یہاں اور ہندوستان میں بہت دفعہ سنی ہیں۔ مگر میں سچ کہتی ہوں کہ ان تالیوں کی آواز میرے دل میں اُتری جا رہی تھی۔ اور خون میں سنسنی سی پیدا ہو رہی تھی۔ کوئی دو منٹ تک تالیاں بجاتی رہیں۔

پھر ہمارے آگے لڑکیوں نے ایک ڈش اور چھری۔ کانٹا۔ لکڑی کی تیلیاں رکھیں۔ اس ڈشں میں کچھ چاول اور گائے کا اُبلا ہوا گوشت کرم کلے کے پتوں میں لپٹا ہوا تھا۔ کچھ فروٹ سلاد تھا۔ دوسری رکابی میں کیک تھے اور جاپانی چائے تھی۔ میں نے تیلیوں سے کھانا شروع کیا تو اُستاد اُستانیاں لڑکیاں بہت خوش ہوئیں۔ کھانا رکھنے کے بعد اُستانی نے کہا کہ آپ لوگوں کے موافق تو یہ کھانا نہیں ہے مگر ہمیں خوشی ہوگی اگر آپ لوگ اسے نوش فرمائیں گے۔ کھانا مزے کا تھا خصوصاً سلاد بہت ذائقہ کا تھا۔ ہم نے شکریہ ادا کر کے کھانا کھایا۔ اور اس دوران میں اُستانیوں لڑکیوں سے کچھ باتیں بھی ہوئیں۔ ایک لڑکی نے جو لڑکیوں کی کمیٹی کی صدر ہے کھڑے ہو کر تمام لڑکیوں سے ہمارا تعارف کرایا۔ کھانے ہی کے دوران میں ایک اُستانی نے ہم سے کچھ تقریر کرنے کو کہا۔ وقت چونکہ کم تھا ہم نے عذر کیا اور آئندہ کے لئے وعدہ کیا۔ اسپر پھر وہی سابقہ لڑکی کھڑی ہوئی اور لڑکیوں سے کہا آج وقت کم ہے اس لئے یہ صاحبان کچھ تقریر نہیں کر سکتیں۔ آئندہ کریں گی۔ تمام لڑکیوں نے پھر تالیاں بجائیں اور سب لڑکیاں اپنی اپنی رکابیاں پیالیاں لیکر باورچی خانہ میں چلی گئیں۔ کھانے کے بیچ میں ہم نے یہ بھی دیکھا کہ باری باری سے کئی لڑکیوں نے کھڑے ہو کر کچھ پروگرام پڑھا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد سب سے پہلے ہم باورچی خانہ میں پہنچے۔ یہاں بہت ساری لڑکیاں برتن دھونے پوچھنے اور دوسرے کاموں میں مصروف تھیں۔ سب ایپرن باندھے ہوئے تھیں۔ چاولوں کے بڑے بڑے پتیلے برشوں سے دھوئے جا رہے تھے۔ ..........

.......... ایک طرف ترکاری کے ٹوکرے بھرے رکھے تھے دوسری طرف رکابیوں کا بچا ہوا کھانا بالٹیوں میں پڑا ہوا تھا اور سب لڑکیاں خاموشی سے اپنے اپنے فرائض انجام دے رہی تھیں۔ سب کے لبوں پر مسکراہٹ تھی اور خوشی کام کر رہی تھیں۔ یہیں کمیٹی کی صدر اور دیگر لڑکیوں نے جن کے سپرد ہمیں مدرسہ دکھانے کا انتظام تھا فخریہ بتایا کہ مدرسہ کا کام ہم سب لڑکیاں باری باری سے خود کرتی ہیں۔ ایک نوکر بھی ہمارے مدرسہ میں نہیں ہے۔ ہم خود کمروں اور میدان میں جھاڑو دیتے ہیں میز کرسیاں صاف کرتے ہیں۔ کھانا پکاتے ہیں۔ برتن دھوتے ہیں۔ کھانا نکالتے ہیں۔ غرض ہر کام خود کرتے ہیں۔

پھر ہم جمناسٹک ہال میں گئے۔ یہاں لڑکیاں جمناسٹک کرتی ہیں۔ بہت بڑا کمرہ تھا اوپر گیلریاں بنی ہوئی تھیں۔ بورڈ پر ورزش کی ایک تصویر کھنچی ہوئی تھی۔ لڑکیوں کی جمناسٹک کی وردی بدلنے کے لئے کئی چھوٹی چھوٹی کوٹھڑیاں بھی موجود تھیں اور یہیں جمناسٹک کا سامان رکھا ہوا تھا۔

وہ کمرہ بھی دیکھا جہاں لڑکیوں کی کمیٹی کی میٹنگ ہوتی ہے۔ لڑکیوں نے ایک کمیٹی بنا رکھی ہے۔ اسمیں صدر سکرٹیری اور ممبر ہیں۔ کمیٹی میں جو تجویز منظور ہوتی ہے اُسکی روزانہ رپورٹ بورڈ پر لکھدی جاتی ہے۔ یہاں

لڑکیاں کمیٹی کے کام میں مصروف تھیں۔ مدرسہ کا لیکچر ہال بھی دیکھا بہت بڑا ہے۔ جب اس میں پہونچے تو دکھانے والی لڑکی نے کہا کہ کمرے کے پہلو میں سے کوہ فجی صاف دکھائی دیتا ہے۔ اس روز بارش ہو رہی تھی اس لئے نظر نہیں آیا۔ جاپانی لوگ اس پہاڑ کی بڑی عظمت کرتے ہیں۔ اور اسے دیکھکر خوش ہوتے ہیں۔ گانے کے کمرہ میں گئے یہاں لڑکیاں پیانو کے سامنے کتابیں ہاتھ میں لئے اُستانی کے ساتھ گا رہی تھیں۔

اب جماعتوں کے کمروں کا نمبر تھا۔ بعض کمروں میں امتحان ہو رہے تھے اور لڑکیاں پرچہ لکھنے میں مصروف تھیں۔ ایک کمرے میں ماسٹر صاحب انگریزی پڑھا رہے۔ لڑکیاں ڈیکسوں پر کتابیں لئے بیٹھی تھیں پہلے ماسٹر پیراگراف پڑھتے تھے پھر تمام لڑکیاں ایک ساتھ مل کر پڑھتی تھیں مشکل الفاظ بورڈ پر لکھے ہوئے تھے۔ ہم لڑکیوں کی صرف پیٹھ اور گدّیاں دیکھ سکے۔ شکلیں کسی کی نہیں دکھائی دیں۔ اور ایک لڑکی نے بھی مڑکر ہم میں سے کسی کو نہ دیکھا۔ کمروں میں لڑکیوں کے بستے تھیلیاں وغیرہ رکھنے کے لئے خانہ دار الماریاں بنی ہوئی ہیں اور ان پر لڑکیوں کے ہاتھ کے کڑھے ہوئے پردے پڑے ہوئے تھے۔ برآمدے میں کمروں کے آگے کھونٹیاں گڑی ہوئی ہیں جن پر لڑکیوں کے اور کوٹ۔ برساتیاں۔ ٹوپیاں ٹنگی ہوئی تھیں۔

سلائی کے کمرے میں پہنچے۔ سب ڈسکوں پر بیٹھی ہوئی سی رہی تھیں۔ کوئی جاپانی فیتے سے ناپ ناپ کر کیمونو قطع کر رہی تھی۔ کوئی سی رہی تھی۔ ایک لڑکی کا کیمونو قریباً ختم پر تھا۔ اُستانی نے اُسے بُلایا۔ اُس نے نہایت ادب سے اپنا کیمونو ہم کو دکھایا۔ بہت صفائی سے سلا ہوا تھا۔ یہ کیمونو بچوں کے تھے۔ لڑکیاں نہایت سنجیدگی سے نیچی نگاہ سے کام کر رہی تھیں۔ کہیں کھُسر پھُسر کی آواز نہ تھی۔

ڈرائنگ کے کمرے میں مٹی کے کچھ پھل رکھے ہوئے تھے اور بورڈ پر بھی کچھ تصویریں کھنچی ہوئی تھیں۔ لڑکیاں شائد رنگ پکا رہی تھیں۔ کمرے میں دھواں اور بو بھری ہوئی تھی۔ ہم لوگوں کو آتا دیکھکر جلدی جلدی لڑکیوں نے دروازے کھول دئے۔ وہاں ان کی ڈرائنگ کے نمونے دیکھکر بڑا دل خوش ہوا۔ خوبصورت بیل بوٹے کاغذوں پر بنے ہوئے تھے۔ اور اے۔ بی۔ سی۔ ڈی میں صفائی سے طرح طرح سے رنگ آمیزی کی ہوئی تھی۔

پھر ایک اور کمرے میں گئے وہاں وزیٹر بک میں ہم سے دستخط کرائے گئے اور ایک جاپانی میں لکھی ہوئی کتاب جس میں مدرسہ کی نئی عمارت کی تصویریں ہیں ہم کو دیں۔ ایک انگریزی کا پروگرام بھی دیا۔ تین بج چکے تھے مدرسہ بھی بند ہونے والا تھا۔ ہم اُستاد اُستانیوں سے خدا حافظ اور اُن کا شکریہ ادا کر کے رخصت ہوئے تینوں لڑکیاں ہمیں ٹیکسی تک پہنچانے آئیں اور دور تک ہاتھ ہلاتی رہیں۔

یہ مدرسہ پرائیوٹ ہے۔ خوب بڑا ہے۔ بڑے بڑے میدان موجود ہیں۔ اس کا نام "جیوٗ گگوئین" ہے اس کی بُنیاد ۱۹۲۱ء میں مسٹر اور مسز ہانی ڈالی تھی۔ اب خوب ترقی کر گیا ہے۔ اس وقت اس میں تین سو لڑکیاں پڑھتی ہیں اور تیس اُستاد اُستانیاں موجود ہیں۔ پرائمری مدارس پاس کرکے اس میں لڑکیاں داخل ہوتی ہیں اور سات سال تعلیم حاصل کرتی ہیں۔ اس مدرسہ کی خصوصیت یہ ہے کہ لڑکیاں تمام کام خود کرتی ہیں۔ مدرسہ میں نہ باورچی ہے نہ فراش ہے۔ نہ چپراسی ہے۔ لڑکیاں خود مدرسہ کھولتی بند کرتی ہیں۔ خود ہی کھانا پکاتی ہیں۔ اور خود ہی میدان میں جھاڑو دیتی ہیں کمرے صاف کرتی ہیں۔ بورڈر لڑکیاں گنتی کی ہیں ورنہ سب اپنے اپنے گھروں سے آتی ہیں۔ اس مدرسہ کی فارغ التعلیم لڑکیاں ہر کام میں ہوشیار ہوکر نکلتی ہیں۔

مسز برلاس

---

(بقیہ مضمون صفحہ ۲۴۲)

اور جو اگر کہیں یوروپین ہوئیں تب تو کیا کہنے ہیں۔ ان کی عزت ان کی خاطر مدارات ان کی فرمانبرداری کی کوئی حد ہی نہیں ہوتی۔ ایک دفعہ بیمار بیگم صاحبہ کی بات ٹل جائے تو ٹل جائے مگر ان کے ہر حکم کا پورا ہونا ضروری ہے۔ خود بیگم صاحبہ کو اپنی بیماری اور تکلیف سے بڑھکر ان کے آرام کا خیال رہتا ہے ان کی پوری فیس دینے کے بعد اور اوپر سے تحفے تحائف نفیس کھانے وغیرہ انہیں پیشکش کئے جاتے ہیں۔ آپ جناب کہکر بات کی جاتی ہے اور پھر بھی انہیں کی تعریفیں ہوتی ہیں کہ ایسی خوش مزاج ہنس مکھ اور ایسا آرام دینے والی ہیں۔ اس کے برخلاف اپنی مسلمان بہنوں سے وہ برتاؤ ہوتا ہے کہ کوئی معمولی سے معمولی حیثیت کا آدمی بھی اسے گوارا نہ کرے گا۔ دائیوں کی طرح الگ تھلگ رکھنا۔ الگ کھانا دینا اور نرس کہکر پکارنا۔ کیا عجیب طریقہ ہے اور اس سے مسلمانوں کی کیا ہمت افزائی ہو سکتی ہے۔ بلکہ اگر کسی کا ارادہ بھی ہو تو وہ اور ہمت ہار بیٹھے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ان لوگوں کی بھی عزت کچھ نہیں ہوتی بلکہ اپنی جان کا ڈر سب کچھ کرواتا ہے تو وہی بات ان کے لئے بھی ہونی چاہیئے اور اگر وہ ہم مذہب ہونیکی وجہ سے آپ کا خیال کریں تو آپ کو بھی اسی طرح ان کے رُتبہ کا خیال رکھنا فرض ہے خیال کرنے کی بات ہے کہ جب ہم خود ہی اپنی ہم مذہب بہنوں کی عزت و پاسداری نہ کرینگے تو پھر دوسروں سے کیا اُمید رکھیں گے۔ خدمت کرنیوالیکو آخر ذلیل کیوں سمجھا جائے۔ سب سے بڑھکر تو خدمت ماں کرتی ہے جس کا مرتبہ سب مانتے ہوئے ہیں پھر اور لوگونکو وہی بات ذلیل کردے یہ تو بالکل اُلٹی بات ہے۔ بلکہ احسان ماننا چاہیئے کہ اسنے چند روپوں کے عوض وہ کام کردیا جسکے بغیر زندگی دشوار تھی اور کوئی کرنیوالا نہ تھا۔ میں چاہتی ہوں کہ اس مفہوم کے لئے کوئی ایسا لفظ انتخاب کیا جائے جس کے معنی محض خادمہ کے نہ ہوں بلکہ راحت و تسلی دینے والی اس سے سمجھی جائے۔

۱۰۰

# مسلمان نرسین

ہندوستان میں ڈاکٹری حکمت وغیرہ شروع سے عورتوں کے ہاتھ میں نہیں رہی اسلئے ان کے لئے کوئی خاص لفظ بھی مقرر نہیں ہوئے۔ جب عورتوں میں ڈاکٹری پھیلی تو انگریزوں سے شروع ہوئی جنکے لئے پہلے ہی میم صاحبہ مس صاحبہ عام لقب موجود تھے۔ کوئی نیا نام اِس فن والیوں کے لئے رکھنے کی ضرورت نہ ہوئی۔ بہت کہا کسی نے ڈاکٹرنی صاحبہ کہدیا۔ اور اس پر کچھ پڑھے لکھے لوگ ہنس لئے تو ہنس لئے باقی عام طور پر کوئی اعتراض پیدا نہیں ہوا۔ پھر ہندوؤں کی باری آئی تو وہ بھی اسی مناسبت سے مس صاحبہ میم صاحبہ کہلائیں یا کسی نے اپنی خصوصیت رکھی تو بائی صاحبہ بائی جی وغیرہ کہلایا۔ اب مسلمانوں نے ادہر ادہر قدم بڑہایا۔ تو بھی یہی طریقہ برتا گیا کہ یا تو وہی پرانا لقب میم صاحبہ رہا ورنہ پھر بیگم صاحبہ مشہور ہوئیں اور ایک طرح سے یہ لقب مسلمان بیویوں کے لئے موزوں بھی ہے لیکن مشکل یہ ہو کہ اس کا عام رواج نہیں ہے۔ یا تو بہت امیر اور عالی خاندان بیگمات کے لئے بولتے ہیں یا بطور طعنہ کے اس وجہ سے ہر بہن اپنے آپ کو بیگم کہلوانا پسند نہیں کرتیں جب تک کہ خاص شان وشوکت نہ اختیار کریں نہ میم صاحبہ کہنا انہیں اچھا معلوم ہوتا ہے اور نہ ابھی مسلمانوں میں اتنی رواداری پیدا ہوئی ہے کہ وہ اپنی بہنوں کو ایسے کام کرتے ہوئے ٹھنڈے دل سے اور عزت کی نظر سے دیکھیں۔ اِس لئے وہ بچاریاں مسز فلاں یا بیگم فلاں بھی نہیں مشہور ہونا چاہتیں اور جبتک کہ انہیں اچھی طرح شہرت اور نیک نامی حاصل نہ ہوجائے اپنے باپ اور شوہر وغیرہ کا نام ظاہر نہیں کرتیں۔

اب اس حالت میں صرف دو صورتیں رہ گئیں۔ ایکا نہ کہ نام لیا جائے دوسرے یہ کہ عہدہ۔ مثلاً اقبال صاحبہ۔ فاطمہ صاحبہ یا ڈاکٹرنی صاحبہ۔ اب یہ ڈاکٹری کی مشکل تو حل ہوگئی لیکن دہلی طبیہ اسکول کی پڑھی ہوئی اور نرسیں ابھی باقی رہیں تو ان کے لئے میں نے بھوپال میں دیکھا ہے طبیبہ صاحبہ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے جو خاصہ موزوں ہے مگر نرس کے لیے نہ تو کوئی لفظ کہیں دیکھا نہ سُنا نہ اِس کام کرنے والی کی کوئی خاص قدر ومنزلت کی ضرورت سمجھی گئی۔ یہ ضرور ہے کہ لفظ نرس محض دایا۔ دائی یا خدمتگار کا ہم معنی ہے۔ لیکن جب اسپر غور کیجئے کہ بیمار کو جتنی ضرورت ڈاکٹر اور دوا کی ہوتی ہے اُتنی ہی خدمت اور رکھ رکھاؤ کی ہوتی ہے تو یہ کام ڈاکٹری سے کچھ کم نہیں اور اگر کم ہے بھی تو بس یہی ہو سکتا ہے کہ اسے دوسرے درجہ پر رکھا جائے چنانچہ عیسائی نرسیں تو اسی اپنے عام لقب سے (مس یا میم صاحبہ) پکاری جاتی ہیں یا خیر پڑھے لکھے لوگوں نے مِس او مسز فلاں کہدیا باقی کوئی انہیں نرس کہکر پکارنے کی ہمت نہیں رکھتا۔ (باقی صفحہ ۲۴۱ پر)

# مسلمان عورتیں اور سیاست

(از محترمہ شائستہ اختر بانو سہروردی بی اے آنرس)

ہندوستان اس وقت اپنی سیاسی زندگی کی دشوار ترین منزل سے گذر رہا ہے۔ اس کا مستقبل بن رہا ہے۔ روزانہ ایسے واقعات وقوع پذیر ہو رہے ہیں جن کے نتائج نہایت ہی اہم ہوں گے۔ فرقہ دارانہ فیصلہ Communal award جے۔ پی۔ سی۔ رپورٹ میثاق پونا۔ کانگریس کی اسمبلی میں واپسی۔ ان میں سے ہر ایک واقعہ ہندوستان کی سیاسی جدوجہد کی تاریخ کا ایک نہایت ہی اہم باب ہے۔

مسلمان جنہوں نے گذشتہ دنوں میں ہر اس تحریک سے جو کہ ہندوستان کی ترقی و بہبودی کے لئے ہو۔ ایسی بے پروائی دکھائی کہ ان کی ہر امر سے بے نیازی ضرب المثل ہو گئی۔ اس دفعہ اپنی گذشتہ بے پروائیوں کی کافی سے زیادہ تلافی اس دلچسپی سے کر چکے ہیں جو کہ اُنہوں نے گول میز کانفرنس کے بعد کے ہر ایک سیاسی واقعہ سے کی ہے۔

انکی سیاست دانی۔ عقلمندی اور دور اندیشی نے انگلستان کے مدبروں سے خراج تحسین وصول کیا اور مسلمانوں کے حقوق کے لئے ان کی جدوجہد اور اس امر میں ان کا اتفاق نے دنیا پر یہ ظاہر کر دیا کہ فاتحان روم وشام و حکمران اندلس و ہندوستان میں اب بھی بہت کچھ ہمت و تدبر باقی ہے۔

لیکن جہاں مُسلمانوں کی اس سیاسی بیداری کو دیکھکر خوشی ہوتی ہے وہاں یہ دیکھکر نہایت افسوس ہوتا ہے کہ مُسلمان عورتوں نے گذشتہ سالوں کے اہم ترین واقعات سے حد سے زیادہ بے نیازی و بے پروائی دکھائی ہے۔ جہاں ہر ایک مردانہ مجلس میں سیاست کا ذکر ہوگا وہاں ہر زنانہ مجلس اس ذکر سے خالی ہونے میں مخصوص ہے۔ جہاں مردوں کے رسائل و اخبارات ہندوستان کے سیاسی تہلکہ کے ذکر سے بھرے پڑے ہیں وہاں زنانہ رسالوں میں اس موضوع پر کوئی مضمون نہیں چھپتا۔ اگر اخبار و رسائل کو ملک کے خیالات و حالات کا آئینہ سمجھکر ہندوستان کی سیاسی حالت کا اندازہ ہندوستانی زنانہ رسالوں کے مضمونوں سے لگایا جائے تو اس نتیجہ پر پہنچنا پڑے گا کہ ملک میں کسی طرح کی سیاسی انتشار کا وجود ہی نہیں ہے۔

مُسلمان عورتوں کی سیاست سے اِس بے نیازی کا جلد سے جلد تر سد باب ہونا چاہیئے۔ کوئی بہبودی و ترقی کی تحریک صرف مردوں کی کوشش سے کامیاب نہیں ہوسکتی خاصکر اس حالت میں جبکہ ہندو عورتیں

مردوں کے برابر بلکہ ان سے بڑھکر سیاست میں دلچسپی لے رہی ہیں اور اس کے لئے کسی طرح کے ایثار و قربانی سے گریز نہیں کرتیں۔ مسلمان عورتوں کا اپنے مردوں کو آزادی کی جد وجہد میں کسی طرح کی مدد نہ دینا ناقابل معافی جرم ہے۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ جد وجہد بنے والے ہندوستان کے لئے ہے اور آنے والی نسلیں اس کا فائدہ اُٹھائیں گی۔ اس لئے عورتوں کو خاصکر اس سے دلچسپی لینی چاہیئے۔ کیونکہ ان کے بچے آیندہ نظام حکومت میں کامیاب یا ناکامیاب ہوں گے۔ اور اس کی کامیابی اور ناکامیابی کا انحصار اس رویہ پر ہے جو کہ مسلمان آج اختیار کرینگے۔ اور نہ صرف مسلمان مردوں کے رویّہ پر۔ بلکہ مسلمان عورتوں کے رویّہ پر بھی۔

مسلمان عورتوں میں سیاست سے دلچسپی پیدا کرنے کے لئے اور گذشتہ چند سالوں کے واقعات سے ان کو روشناس کرنے کے لئے میرا ارادہ ہے کہ عصمت میں ایک سلسلہ مضامین شروع کروں۔

ان مضمونوں سے امید ہے کہ خواتین کو سیاسی معاملات سے اتنی واقفیت ہو جائے گی جو کہ سیاسی امور کو سمجھنے اور سیاست سے دلچسپی لینے کے لئے ضروری ہیں۔ اور اُمید ہے کہ واقفیت کے بعد مسلمان عورتیں سیاست سے ایسی بے نیازی نہ دکھائیں گی جو کہ گذشتہ سالوں میں دکھائی ہے۔ اور جب ان کو معلوم ہو جائے گا کہ موجودہ جد وجہد نہ صرف سیاسی جد وجہد ہے بلکہ مسلمانوں کی ہستی کا انحصار اور انکے تمدن و تہذیب کی بقا اسپر منحصر ہے تو ضرور ان کی حمیت اسلامی اور غیرتِ قومی جوش میں آئے گی اور سیاست میں زبردست حصہ لیکر اپنی گذشتہ کوتاہی کی تلافی کر دیں گی۔

---

# جذبات بیوہ

یارب اسیرِ ماتم ہوں میں نامراد ہوں
وقفِ صد اضطراب ہوں کیا حالِ دل کہوں

خاموش ہو گیا ہے مری زندگی کا ساز
تصویرِ عیشِ رفتہ ہوں آہنگِ غم نواز

دستِ اجل نے جب سے بڑھایا مرا سہاگ
میرے لبِ فسردہ ہیں اور حسرتوں کے راگ

سنتی ہوں لفظِ "بیوہ" کسی کی زبان سے
لگتی ہے ایسی چوٹ کہ جاتی ہوں جان سے

ہر صبح میری ہوتی ہے پیغامِ یاس و غم
ہر شام مجکو دیتی ہے اک مژدۂ الم

سارے جہاں کا عیش ہے میرے نظر میں خار
افسوس ختم ہو گئی میری "سدا بہار"

خاموش راتیں مجکو جگاتی ہیں تا سحر
ہنگامے دن کے مجکو رلاتے ہیں الحذر

یہ جانگداز وقت قیامت سے کم نہیں
قلبِ حزیں کو موت کی ساعت سے کم نہیں

اب ہجز زمانہ بھر کی مصیبت مری لئے
عنقا ہوئی ہے آہ مسرت مری لئے

گلشن مری امید کا ویران کر دیا
مایوسیوں نے موت کا سامان کر دیا

اُمید کا صنم کدہ ویراں کئے ہوئے
بیٹھی ہوں دل میں یاس کو مہماں کئے ہوئے

قسمت نے آہ نذرِ غمِ جاوداں کیا
اُف مجھ ستم نصیب کو بے خانماں کیا

اس بیوگی کا داغ جوانی میں کیا دیا
قسمت نے دل کو مدفنِ ارماں بنا لیا

رشدی القادری
حیدرآبادی

# چمڑے کی دستکاری

از جناب سید رضا احمد صاحب جعفری اکبرآبادی

(سلسلہ کے لئے سالگرہ نمبر ملاحظہ فرمائیے)

## تیسرا باب

## چمڑے کو سینا

چمڑے کی دستکاری میں سلائی سب سے زیادہ ضروری مرحلہ ہے۔ اس مرحلے میں مہارت بہم پہونچائے بغیر چمڑے کی دستکاری سے کامل فائدہ نہیں اُٹھایا جا سکتا۔ اس لئے یہ لازمی ہے کہ مبتدی کوئی بڑا کام سینے سے قبل چمڑے کے چند بیکار ٹکڑوں کو باہم ملا کر اُن پر سلائی کی مشق کرے اور اس کے متعلق تمام اُمور ذہن نشین کر کے خاص طور سے اس بات کا تجربہ کرے کہ چمڑے پر کتنی مضبوطی سے ٹانکا لگایا جائے کہ چمڑا بخوبی باہم مل جائے اور کناروں پر کوئی کجی یا شکن نمودار نہ ہو۔ جب چمڑے کی سلائی کی تمام مشکلات پر قابو پالیا ہو جائے تو جاننا چاہئے کہ اس مفید دستکاری کا آدھا مرحلہ طے کر لیا۔ اوسط درجے کی موٹائی کا نرم چمڑا سینے کے لئے معمولی کپڑا سینے کی سوئی نمبر ۵ یا ۶ بہتر ہوتی ہے۔ چمڑا سینے کے لئے کسی خاص زور یا طاقت کی ضرورت نہیں جیسا کہ عام طور سے خیال کیا جاتا ہے۔ کیونکہ سلائی کے لئے سوراخ پہلے سے ایک خاص اوزار جسکو "اسٹچ مارکر" کہتے ہیں کر لئے جاتے ہیں۔ اس اوزار کی تصویر شکل نمبر ۲ میں دکھائی گئی ہے ؛

ذیل میں چمڑے کی سلائی کے لئے کئی طرح کے ٹانکوں کی تشریح کی جاتی ہے۔ مبتدی کو چاہئے کہ وہ ان سب کی تھوڑی بہت مشق کرے۔ کیونکہ بعض اوقات کسی خاص کام کے لئے کسی دوسرے ٹانکے کی ضرورت پڑتی ہے۔ ایک ہی
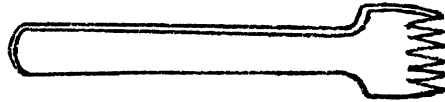
شکل نمبر ۲ اسٹچ مارکر

طرح کا ٹانکا سب اقسام کے کام کے لئے موزوں اور کارآمد ثابت نہیں ہوتا ؛

چمڑے کا کام جو سلنے کے قابل ہو۔ پہلے اس کے دونوں پرتوں کے کنارے صفائی سے کاٹ چھانٹ کر گوند سے باہم چپکا لئے جائیں اور ایک یا دو گھنٹے کے لئے خشک ہونے کے لئے دبا کر چھوڑ دئے جائیں۔ پھر ان کناروں پر اسٹچ

مارکر سے سوراخ کئے جائیں۔ اسٹیچ مارکر مختلف پیمانہ کا آتا ہے۔ کسی مارکر کی نوکیں چھ ہوتی ہیں اور کسی کی آٹھ اور کسی کی سولہ۔ اسی طرح ان نوکوں کی موٹائی بھی مختلف ہوتی ہیں۔ معمولی نرم چمڑے کے لئے ۶ نوکوں کا اور معمولی موٹائی کا اسٹیچ مارکر کافی ہوتا ہے۔ سوراخ کرنے کا طریقہ شکل نمبر ۳ میں واضح کیا گیا ہے۔ اِس لئے کسی مزید تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔ اسٹیچ
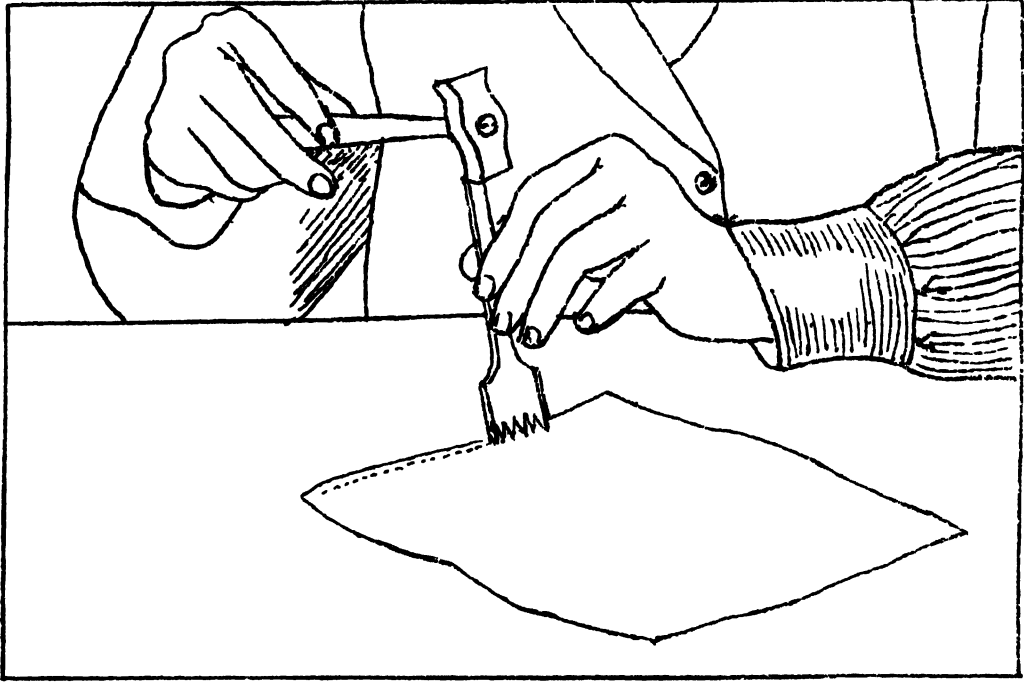
شکل نمبر ۳ — اسٹیچ مارکر سے چمڑے کے کناروں پر سوراخ کرنے کا طریقہ

مارکر کے کانٹوں کی نوکیں چمڑے کے کناروں پر جہاں سلائی کرنی مقصود ہوتی ہے، رکھی جاتی ہیں اور مارکر کے سرے پر ہتھوڑی کی ضرب لگائی جاتی ہے۔ اس طرح چمڑے میں صاف سوراخ ہو جاتے ہیں۔ پھر اوزار کو اُٹھا کر آگے سوراخوں کی قطار میں رکھتے ہیں اور ہتھوڑی سے ضرب لگاتے ہیں۔ اسی طرح قطار در قطار سوراخ کرتے چلے جاتے ہیں۔ چمڑے کو کسی لکڑی کے ہموار تختے پر رکھکر سوراخ کرنے چاہئیں۔ جب حسب ضرورت سوراخ کر لئے جائیں تو ان میں بذریعہ سوئی تاگا ڈالکر سلائی کی جائے۔

۱۔ دُھرا ٹانکا۔ اس کا طریقہ شکل ۴ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ پہلے سوراخوں میں حسب معمول تاگا ڈال کر معمولی سلائی کر لی جائے۔ پھر اسی طرح دائیں طرف سے بائیں طرف سلائی کرتے چلے جائیں
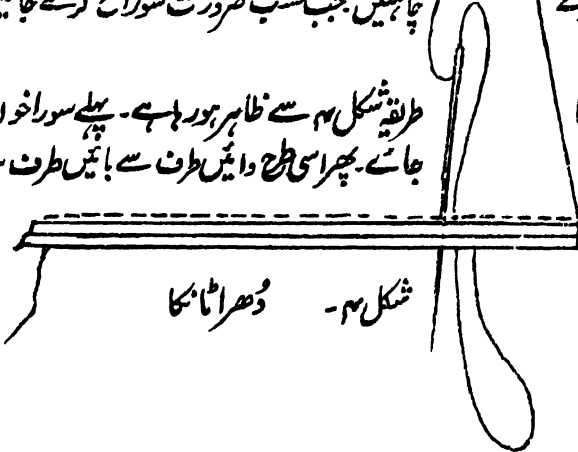
شکل ۴۔ دُھرا ٹانکا

یہ گویا مشین کی سی سلائی ہوگی جو بالکل ٹھوس اور مضبوط ہوگی۔ سلائی کے لئے ریشم کا تاگا استعمال کیا جائے۔ دوران سلائی میں ریشمی تاگا بہت زور سے نہ کھینچا جائے ورنہ جلد ٹوٹ جائیگا اور نہ اسکو اتنا ڈھیلا چھوڑ دو کہ ٹانکے اکھڑے ہوئے معلوم ہوں۔ بہرحال تاگا صرف اتنا کھینچا جائے کہ ٹانکے دبے رہیں۔ آہستہ اور استقلال سے کام شروع کیا جائے تیزی صرف مشق سے ہی آئے گی ؛

## ۲۔ زین ساز کا ٹانکا

اس طریقہ سلائی میں دو سوئیاں استعمال کی جاتی ہیں۔ ایک اوپر کام کرتی ہے اور دوسری نیچے۔ اس قسم کی سلائی بغیر زین ساز کے شکنجہ کے کرنی آسان نہیں۔ کیونکہ اسمیں دونوں ہاتھ کام کرتے ہیں اور چمڑا شکنجہ میں دبا رہتا ہے۔ شکنجہ دو چپٹی لکڑیوں کا معمولی بڑھئی سے بنوایا جاسکتا ہے اور تیار شدہ چمڑے کا سامان بیچنے والوں کی دوکانوں پر مل سکتا ہے۔ مگر ذرا کوشش سے بغیر شکنجہ کے بھی کام چل سکتا ہے۔ دو لکڑی کے چپٹے اور صاف ہموار سطح کے تختوں کے درمیان چمڑا اس طریقے سے دبایا جائے کہ اس کے سلائی کے قابل کنارے بیچ میں رہیں۔ پھر کام کرنے والی عورت یا مرد کرسی پر بیٹھکر ان تختوں کو اپنے گھٹنوں کے درمیان دباتے رکھے اور سلائی کرتا چلا جائے۔ زین ساز کی سلائی شکل ۵ میں واضح کی جارہی ہے جس کا سمجھنا مشکل نہیں۔ اسمیں پالش ٹانکا استعمال کیا جاتا ہے۔ مگر بہت خوبصورت کام میں ریشمی تاگا استعمال کرنا بہتر ہے۔ اسکی سلائی دیکھنے میں خوبصورت معلوم ہوتی ہے۔ کام خوبی سے کیا جائے تو سالہا سال کام دیتی ہے ؛

## ۳۔ ایک سوئی سے سینا

اسکی سلائی مشین جیسی ہوتی ہے اور اسمیں وقت بھی کم صرف ہوتا ہے مگر صاف اور ہموار کام کے لئے تھوڑی سی مشق کی محتاج ہے۔ تاگے کی لمبائی اس چمڑے کی موٹائی پر

شکل ۵ زین ساز کی سلائی کا طریقہ
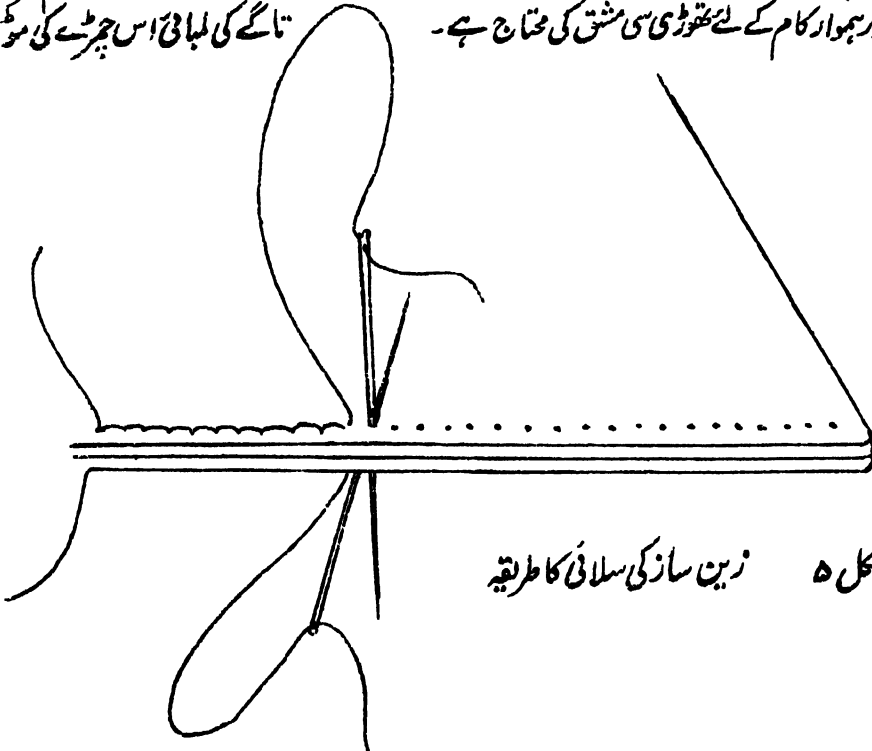
منحصر ہے جو سیا جائے۔ لیکن چمڑے کی لمبائی سے تین ساڑھے تین گنا تاگا کافی ہوتا ہے۔ شکل ۶ میں طریقہ سلائی واضح

ہو رہا ہے جس جگہ سلائی کرنا مقصود ہو تاگے کو دُہرا کر کے اس کا ایک حصہ چمڑے کے الٹی طرف سے ایک سوراخ میں سے گذار کر کنارے کے آخری سوراخ میں پرو دیں۔ پھر دوسرے حصے کے تاگہ کو حسب معمول سوراخوں میں ڈال کر ٹانکے لگانے شروع کر دیں۔ مگر پہلے حصہ کے تاگے کو ٹانکوں میں دبانے جاتے ہیں دیکھو شکل ۶ میں طریقہ ب۔ یہ سلائی بعینہ مشین کی سلائی کے طریقہ پر ہوتی ہے۔ یاد رکھئے کہ سلائی اس قدر مضبوطی سے کی جائے کہ دونوں طرف بالکل یکساں معلوم ہو۔ اگر کوئی ٹانکا ڈھیلا چھوڑ دیا گیا تو بعد میں سب ٹانکے ڈھیلے پڑ کر ابھرے ہوئے معلوم ہوں گے۔ بہتر یہ ہے کہ تاگا صرف اتنے زور سے کھینچا جائے کہ ٹانکا غائب ہو جائے۔ جب اس طرح سب ٹانکے غائب ہونگے تو چمڑا استعمال کرنے پر اپنی جگہ پر خود بخود اُبھر کر ٹھیک بیٹھ جائیں گے۔ تھوڑی سی مشق اور تجربہ کے بعد سلائی بہت آسان ہو جائے گی۔ اور کوئی مشکل باقی نہ رہے گی ✤

ٹانکے میں پھندا لگانا یا اس کو جوڑنا۔ جب تاگا یا سلائی ختم ہو جائے تو تاگے کے سرے کو چمڑے کے دونوں پرتوں کے کناروں کے درمیان سے نکال لیں۔ پھر دوسرا تاگا جوڑنا ہو تو اس تاگے کے سرے سے جو چمڑے کے درمیان سے نکالا گیا ہے ملا کر مضبوط گانٹھ دیدیں اور سوئی میں وہ تاگا پرو کر چمڑے کے پرتوں کے درمیان ہی سے سوئی کو لا کر آگے کے سوراخ میں نکال لیں اور حسب معمول سینا شروع کر دیں۔ وہ گانٹھ جو ابھی تاگے میں لگائی ہے

شکل نمبر ٦

ب
دوسرا قدم

۱
پہلا قدم
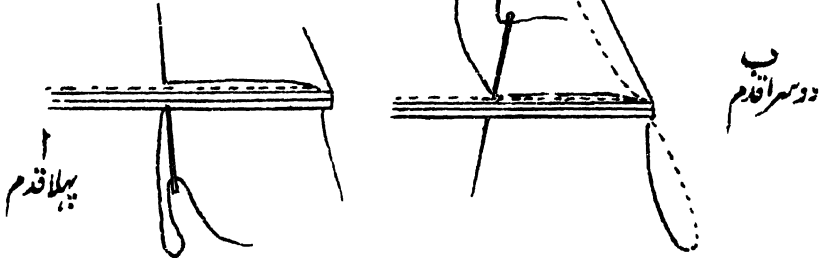
چمڑے کے پرتوں کے کنارے کے اندر چھپی رہے گی۔ اگر سلائی کرنی مقصود نہیں ہے تو وہیں چمڑے کے درمیان پھندا دیکر تاگے کو کاٹ لیں وہ پھندا بھی چمڑے کے درمیان چھپا رہیگا +

**معمولی سیونگ مشین سے سینا۔** چمڑا کپڑا سینے کی مشین سے بھی سیا جاسکتا ہے۔ اس مقصد کے لئے ذرا معمول سے زیادہ لمبا ٹانکا استعمال کرنا چاہئے اور ایک پتلا کاغذ چمڑے اور مشین کی فیڈر ( Feed ) کے درمیان لگانا چاہئے تاکہ چمڑے پر کسی قسم کے نشان نہ پڑیں۔ ٹانکا مشین کے ٹانکا گھٹانے بڑھانے کے پُرزے سے جو مشین کے آگے گھنڈی کی شکل میں لگا ہوتا ہے، لمبا کیا جاسکتا ہے۔ مشین آہستہ آہستہ چلائی جائے۔ بخیہ ٹیڑھا میڑھا نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ یہ کپڑا نہیں ہے جو ٹیڑھا بخیہ چنداں بُرا نہ معلوم نہ ہو۔ چمڑے پر تمام نقائص جو ٹیڑھے بخیہ وغیرہ کے ہوتے ہیں صاف نمایاں ہوتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ جب تک پوری مشق حاصل نہ ہو۔ بخیہ کرنے کی جگہ پر درزی کے چاک سے پیمانہ یا رول سے سیدھی لکیر کھینچ لینی چاہئے۔ پنسل سے لکیر ہرگز نہ کھینچی جائے کہ وہ چمڑے پر مٹتی نہیں ہے۔ مشین پر اوپر نیچے ایک ہی موٹائی اور رنگ کا تاگا استعمال کیا جائے۔ بعد ازاں سلائی پر تھوڑا سا پتلا صاف گوند لگا دیا جائے تاکہ ٹانکے زیادہ مضبوط ہو جائیں۔

والی دوکانوں پر ملتی ہیں جنہیں سے ایک کار آمد ٹائپ کی چھری شکل ۷ میں دکھائی گئی ہے ✤ (باقی آئندہ)

# بچہ کی غذا

(۱)

یہ امر مسلمہ ہے کہ بچہ کے لئے تندرست ماں کے معمولی دودھ سے بہتر اور کوئی غذا نہیں ہوسکتی۔ بعض اوقات اس قدرتی غذا کے میسر نہ آنے پر مصنوعی طریقوں پر بچوں کی غذا کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔ ماں کا دودھ میسر نہ آنے پر بالعموم گائے کا دودھ پانی ملا کر دیا جاتا ہے۔ مگر اس میں چند در چند خامیاں رہ جاتی ہیں۔ اول تو چونکہ دودھ اور پانی کی مقدار کی آمیزش کے تناسب پر غور نہیں کیا جاتا اس لئے کوئی دو غذائیں بھی بچہ کو یکساں نہیں ملتیں۔ کوئی ہلکی ہے تو کوئی بھاری۔ پھر گائے کے دودھ کو بیماری کے جراثیم سے محفوظ رکھنا تقریباً ناممکن ہے۔ کیونکہ گائے کے تھن سے علیحدہ ہونے کے بعد سے بچہ کے منہ تک پہونچنے میں جراثیم کے شامل ہو جانے کا اندیشہ قدم قدم پر ہے۔ گائے کے تھن۔ گوالے کے ہاتھ۔ اس کے برتن۔ دودھ فروش کی دوکان کے برتن۔ پھر اپنے گھر کے برتن۔ اور سب سے زیادہ دودھ کا کھُلا رہنا۔ سب ایسے ذریعہ ہیں۔ جن سے کہیں نہ کہیں بیماری کے جراثیم کا داخل ہو جانا قرین قیاس ہی نہیں بلکہ ایک بڑی حد تک اندیشہ ناک ہے۔ اگرچہ اس اندیشہ کو دودھ کے اُبال لینے سے ایک بڑی حد تک کم کیا جاسکتا ہے مگر پھر بھی ہمارے ہندوستانی معمولی گھروں میں ہر مرتبہ دودھ دینے سے پہلے اس کا جوش دینا اور اس میں پانی کی ایک مقررہ مقدار شامل کرنا قریب قریب دشوار ہے۔ ہماری اکثر بہنوں کے لئے ایسے بچوں کی غذا کا مسئلہ جن کے لئے ماں کے دودھ کا انتظام نہ رہا ہو بڑا اہم اور دشوار ہے۔ اور اکثر غذا کی معمولی خرابی کی وجہ سے سیکڑوں عزیز جانیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ اس سلسلہ میں چند مفید تجربات اور کارآمد معلومات بہنوں کے لئے فراہم کرنیکی کوشش کروں گی۔

یہ لازمی امر ہے کہ جو غذا جس قدر ماں کے دودھ سے زیادہ مشابہ ہوگی اُسی قدر وہ بہتر ہوگی۔ پہلے تو میں اپنی بہنوں کی معلومات کے لئے انسانی دودھ اور گائے کے دودھ کا مقابلہ کرکے بتادوں کہ ان دونوں میں کس درجہ فرق اور کس درجہ مماثلت ہے۔

انسانی دودھ نہ تو تیزابی اثر (Acidic) لئے ہوئے ہوتا ہے اور نہ قلوی (Basic) بلکہ Neutral (دونوں اثرات سے مبرا) ہوتا ہے۔ برخلاف اِسکے

گائے کا دودھ تیزابی اثر رکھتا ہے۔ پھر انسانی دودھ ہر قسم کے جراثیم سے قطعاً مبرا ہوتا ہے حالانکہ گائے کے دودھ میں جراثیم کے داخل ہونے کے اندیشے قدم قدم پر ہیں۔ بلحاظ ترکیب اور تناسب اجزائے مشتملہ انسانی دودھ اور گائے کے دودھ کا مقابلہ حسب ذیل ہے۔

| اجزائے مشتملہ | ۱۰۰ حصہ انسانی دودھ میں | ۱۰۰ حصہ گائے کے دودھ میں |
|---|---|---|
| پانی | ۸۷٫۵ | ۸۷٫۲ |
| چربی (دہنیت) | ۳٫۲ تا ۳٫۵ | ۳٫۳ تا ۳٫۶ |
| کیزن (Casein) | ۱ | ۳ |
| البیومن | ۱٫۲ | ۵٫۵ |
| شکر (دودھ کی) | ۶ تا ۷ | ۴٫۵ تا ۵٫۰ |
| جماداتی مادے | ۰٫۳ | ۰٫۷ |

**نوٹ:**۔ (مندرجہ بالا تناسب ایک عام تناسب ہے اس میں بلحاظ نوعیت دودھ میں خفیف تبدیلی بھی ہوا کرتی ہے)

مندرجہ بالا نقشہ کے مقابلہ سے صاف ظاہر ہے کہ انسانی دودھ اور گائے کے دودھ میں بہت کافی فرق ہے اور صرف پانی کے اضافہ سے گائے کا دودھ انسانی بچہ کی مناسب غذا نہیں بن سکتا۔ بڑا فرق کیزن کی مقدار میں ہے اور یہی چیز گائے کے دودھ کو انسانی بچہ کے لئے دیر ہضم بناتی ہے۔ پھر اگر پانی ڈال کر اس دودھ کو ہلکا کر لیا جائے تو دہنیت کی مقدار بہت کم ہو جاتی ہے۔ بہر حال ہم کسی طرح بھی گائے کے دودھ کو انسانی دودھ کا بدل نہیں ٹھیرا سکتے۔ ہاں بدرجہ مجبوری سب کچھ کیا جاتا ہے۔

بچہ کی معمولی قدرتی غذا یعنی ماں کا دودھ نہ ملنے کی حالت میں گائے کا دودھ دیا جاتا ہے جس میں بیماری کے جراثیم کے داخل ہو جانے کے اندیشہ کے علاوہ بڑا نقصان یہ ہے کہ وہ بلحاظ ترکیب انسانی دودھ کے مماثل نہیں۔ ماہرین نے نہ صرف دونوں دودھوں کا فرق دریافت کیا ہے بلکہ مصنوعی اور کیمیاوی طریقوں سے گائے کے دودھ کو تناسب کے لحاظ سے انسانی دودھ کے موافق بنانے کی بھی کوشش کی ہے۔ مختلف آلات ایجاد کئے گئے ہیں جن سے کیزن (Casein) کی مقدار کم کی جا سکتی ہے۔ اور دیگر اجزائے ترکیبی بھی کم وبیش کر کے انسانی دودھ کی مانند کئے جا سکتے ہیں۔ مگر یہ سب عمل دشوار اور وقت طلب ہیں۔ معمولی گھروں میں ان سے کام لینا ممکن نہیں۔ علاوہ ازیں جراثیم کا اندیشہ پھر بھی ویسے ہی قائم رہتا ہے۔ اگرچہ جوش دینے سے اسمیں بڑی حد تک کمی کی جا سکتی ہے۔

اِس سلسلہ میں کیمیائی اصولوں پر تیار شدہ متعدد غذائیں بازار میں دستیاب ہو سکتی ہیں۔ ان میں ایلن بری کی غذائیں میرے تجربہ میں ہیں۔ مزید فائدے اور اطمینان کے لئے ایسے موقعہ پر کسی ماہر نرس یا ہوشیار ڈاکٹر سے مشورہ کرنا چاہیئے اور بچہ کو غذا اس کے مشورہ سے دینا چاہیئے۔

اگر کسی حالت میں کوئی دوسری غذا میسر نہ آسکتی ہو اور ڈاکٹر کا مشورہ بھی نہ مل سکتا ہو تو مجبوراً گائے کے دودھ پر اکتفا کرنا پڑے گا۔ اِس صورت میں مندرجہ ذیل ہدایات پر عمل کرنا بہت کچھ خطرہ کو کم کر دیگا۔

۱۔ دودھ کے استعمال کے برتن اور نپل وغیرہ کو کم از کم ۱۰ یا ۱۵ منٹ تک کھولتے پانی میں ڈالنے کے بعد استعمال کرنا چاہیئے۔ یہ عمل ہر استعمال سے پہلے کرنا لازم ہے۔

۲۔ دودھ میں ناپ کر یا تول کر نصف نصف پانی ملانا چاہیئے۔ پھر ایک سیر دودھ میں ڈیڑھ تولہ بالائی خوب حل کر دینا چاہیئے۔ تاکہ مقدار دہنیت کم نہ ہونے پائے۔

۳۔ دودھ کو نہایت احتیاط سے جوش دیکر ایک صاف بوتل میں جس کو پہلے کھولتے پانی میں ڈالا گیا ہو بھر کر ایک صاف کارک سے بند کر دینا چاہیئے۔

۴۔ ہر مرتبہ دودھ دینے سے پہلے اس کو جوش دینا چاہیئے۔

۵۔ اِس امر کا لحاظ رکھا جائے کہ دودھ ۶ گھنٹے سے زیادہ ہرگز نہ رکھا جائے۔ جس قدر تازہ ہو بہتر ہے۔ جاڑوں میں آٹھ گھنٹہ تک بھی مضائقہ نہیں۔ اِس سے زیادہ ہرگز نہ رکھنا چاہیئے۔

۶۔ گائے کے دودھ میں شکر ملانے کی چنداں ضرورت نہیں۔

خواہ کیمیائی تیار شدہ غذا استعمال کرائی جائے یا گھریلو گائے کا دودھ دیا جائے اس امر کا خاص لحاظ رکھنا چاہیئے کہ غذا کی مقدار اور وقت بلحاظ عمر مناسب ہو۔ ہمارے گھروں میں غذا کی مقدار اور وقت پر توجہ دینا تقریباً غیر ضروری خیال کیا جاتا ہے۔ بچہ رویا اور غذا منہ سے لگا دی۔ حالانکہ بسا اوقات بچہ کسی تکلیف سے یا اکثر تو نہیں رویا کرتا ہے۔ اور جب بچہ خود ہی پینا چھوڑ دے اسی وقت اس کے منہ سے دودھ علیحدہ کیا جاتا ہے۔ مصنوعی طریقہ غذا میں اوقات و مقدار کا لحاظ اور بھی زیادہ ضروری ہے۔ اور اوقات کی پابندی تو ماں کے لئے اپنا دودھ پلانے میں بھی لازمی ہے۔ اگر بچہ غیر وقت روئے تو اُس کو خاموش کرنے کے لئے دوسرے طریقے اختیار کرنے چاہئیں۔ بچہ کے لئے اوقات اور مقدار غذا کا مقرر کرنا آسان کام نہیں۔ کیونکہ یہ دونوں باتیں بچہ کی جسمانی حالت کے لحاظ سے بدلا کرتی ہیں۔ اگرچہ بچہ تندرست و توانا ہے تو اس کو زیادہ غذا کی ضرورت ہو۔ حالانکہ کمزور بچہ کے لئے اسقدر غذا مضر ثابت ہوتی ہے۔ اِس امر کے فیصلہ کے لئے ڈاکٹر کا مشورہ لازمی شے ہے۔ بہر حال ایک اوسط درجہ کے بچہ کے لئے مندرجہ ذیل نقشہ کار آمد ثابت ہوگا۔ اوسط

درجہ کے بچہ سے میری مراد وہ بچہ ہے جس کا وزن بوقت پیدائش تقریباً ۳½ سیر ہو۔ اِس سلسلہ میں دو نقشے پیش کرتی ہوں۔ اس میں سے کوئی بھی اختیار کیا جا سکتا ہے۔ رات کو غذا دینا ابتدا ہی سے بند رکھنا چاہیئے۔ غذا کی مقدار اونسوں میں ظاہر کی گئی ہے۔ غذا سے مراد رقیق غذا ہے۔ ایک اونس کو تقریباً دو چائے کے چمچوں کے برابر جاننا چاہیئے۔ وزن میں ایک اونس تقریباً آدھی چھٹانک سمجھیئے۔ غذا کا درجہ حرارت تقریباً ۱۰۰ درجہ فارن ہائیٹ ہونا چاہیئے۔ اس سے زیادہ ہرگز نہ ہو۔

## تین تین گھنٹے میں غذا دینے کا نقشہ

| عمر | ایک غذا کی مقدار | کل مقدار | تعداد غذا | اوقات مجوزہ |
|---|---|---|---|---|
| ایک ہفتہ سے ایک ماہ تک | ۲ سے ۳۔ اونس تک | ۱۲ سے ۱۸۔ اونس تک | ۶ | ۶ بجے۔ ۹ بجے۔ ۱۲ بجے۔ ۳ بجے۔ ۶ بجے۔ ۱۰ بجے |
| ۱ ماہ 〃 ۲ 〃 | ۳ 〃 ۴ 〃 | ۱۸ 〃 ۲۴ 〃 | ۶ | ۶ - ۹ - ۱۲ - ۳ - ۶ - ۱۰ |
| ۲ 〃 〃 ۳ 〃 | ۴ 〃 ۵ 〃 | ۲۴ 〃 ۳۰ 〃 | ۶ | 〃 〃 〃 〃 〃 〃 |
| ۳ 〃 〃 ۴ 〃 | ۵ 〃 ۵½ 〃 | ۳۰ 〃 ۳۳ 〃 | ۶ | 〃 〃 〃 〃 〃 |
| ۴ 〃 〃 ۵ 〃 | ۵½ 〃 ۶ 〃 | ۳۳ 〃 ۳۶ 〃 | ۶ | 〃 〃 〃 〃 〃 〃 |
| ۵ 〃 〃 ۶ 〃 | ۶ اونس | ۳۶ اونس | ۶ | 〃 〃 〃 〃 〃 〃 |
| ۶ 〃 〃 ۷ 〃 | ۷½ 〃 | ۳۸ | ۵ | ۶ - ۱۰ - ۲ - ۶ - ۱۰ بجے |
| ۷ 〃 〃 ۱۲ 〃 | ۸ اونس سے ۱۰ اونس تک | ۴۰ اونس سے ۵۰ اونس تک | ۵ | 〃 〃 〃 〃 〃 〃 |

## ۲۔ چار چار گھنٹے میں غذا دینے کا نقشہ

| عمر | ایک غذا کی مقدار | کل مقدار | تعداد غذا | اوقات مجوزہ |
|---|---|---|---|---|
| ایک ہفتہ سے ایک ماہ تک | ۲½ تا ۳½ اونس | ۱۲ تا ۱۸ اونس | ۵ | ۶ - ۱۰ - ۲ - ۶ - ۱۰ بجے |
| ۱ ماہ سے ۲ 〃 〃 | ۳½ تا ۴½ 〃 | ۱۸ 〃 ۲۴ 〃 | ۵ | 〃 〃 〃 〃 〃 〃 |
| ۲ 〃 〃 ۳ 〃 〃 | ۴½ تا ۶ 〃 | ۲۴ 〃 ۳۰ 〃 | ۵ | 〃 〃 〃 〃 〃 〃 |
| ۳ 〃 〃 ۴ 〃 〃 | ۶ تا ۶½ 〃 | ۳۰ 〃 ۳۳ 〃 | ۵ | 〃 〃 〃 〃 〃 〃 |
| ۴ 〃 〃 ۵ 〃 〃 | ۶½ تا ۷ 〃 | ۳۳ 〃 ۳۵ 〃 | ۵ | 〃 〃 〃 〃 〃 〃 |
| ۵ 〃 〃 ۶ 〃 〃 | ۷ اونس | ۳۵۔ اونس | ۵ | 〃 〃 〃 〃 〃 〃 |
| ۶ 〃 〃 ۷ 〃 〃 | ۷½ 〃 | ۳۸۔ اونس | ۵ | 〃 〃 〃 〃 〃 〃 |
| ۷ 〃 〃 ۱۲ 〃 〃 | ۸ تا ۱۰ اونس | ۴۰ تا ۵۰ اونس | ۵ | 〃 〃 〃 〃 〃 〃 |

کنیز فاطمہ بیگم رامپور

# راجہ مہرا

نواب آصف الدولہ کے درباریوں میں ایک صاحب راجہ مہرا نامی تھے۔ یہ نواب کے خاص مصاحبوں میں تھے اور ان پر نواب خاص نظرِ عنایت تھی۔ راجہ مہرا خود بڑے نیک، فیاض اور مذہبی آدمی تھے۔ لکھنؤ میں راجہ مہرا کی بنائی ہوئی حویلی اور امام باڑہ آج بھی موجود ہے۔ آصف الدولہ کا زمانہ حاتم ثانی کا زمانہ کہا جاتا ہے۔ شرافت، علم، اور سخاوت میں واقعی آصف الدولہ لاثانی تھے۔ مذہبی تعصب اور فرقہ پرستی سے وہ کوسوں دور تھا۔ وہ علم کا عاشق تھا اور عالموں کی عزت کرتا تھا۔ اس کی نظر میں ہندو مسلمان اور اونچ نیچ کی کوئی تفریق ہی نہ تھی۔ وہ کسی کے ذرا سے کمال پر اسے مالا مال کر دیتا تھا۔ اس کے عہد سلطنت میں لکھنؤ شاعروں، گویوں، مداریوں، کاریگروں اور پہلوانوں کا اکھاڑا بنا ہوا تھا۔ نواب آصف الدولہ کی فیاضی کی خبریں سن سن کر بہت سے علما اور پنڈت لکھنؤ میں بس گئے تھے۔ اس کی سلطنت میں ہندو مسلمان عیسائی سب خوش و خرم تھے۔ اس کی سخاوت کا یہ حال تھا کہ یہ کہاوت مشہور ہو گئی تھی کہ "جس کو نہ دے مولا اس کو دے آصف الدولہ"۔

اعلیٰ عہدوں پر ہندو مسلمان دونوں مقرر تھے ایک طرف سرفراز الدولہ، نواب حسن رضا خاں، نواب مختار الدولہ، سید میر تقی خاں، نواب حیدر بیگ خاں وغیرہ مسلمان عہدہ دار تھے تو دوسری طرف راجہ ٹکیت رائے، راجہ جھاؤ لال، راجہ مہرا وغیرہ ہندو عہدہ دار بھی موجود تھے۔ نواب بہادر کی طرح راجہ ٹکیت رائے اور راجہ جھاؤ لال بھی بڑے فیاض اور سخی تھے۔ یہ دونوں خدا پرست راجے ہر سال لاکھوں روپے مذہبی کاموں پر خرچ کرتے تھے۔ راجہ ٹکیت رائے اور راجہ جھاؤ لال کے بنائے ہوئے دھرم شالے، کنوئیں، تالاب، مندر اور مسجد آج بھی موجود ہیں۔ اسی طرح راجہ بلبھد سنگھ ناظم بھی شاہ خرچ اور بڑے فیاض تھے۔ نواب آصف الدولہ کے زمانہ میں مسلمان ہندوؤں کی ہولی اور دیوالی میں خوشیاں مناتے تھے اور ہندو ان کے محرم میں آنسو بہاتے تھے۔ ہولی اور دیوالی پر نواب سرکار کی طرف سے ہر سال آٹھ لاکھ روپے خرچ ہوتے تھے۔ ان دونوں تیوہاروں کے وقت ہفتوں نہیں بلکہ مہینوں ایک دل پسند چہل پہل رہتی تھی۔ اسی مسلمان نے اپنی پالکی والے کہار کی خدمت سے خوش ہو کر اسے لاکھوں روپے کی جاگیر، محل، نقدی، اور ہاتھی گھوڑے کے ساتھ راجہ کا خطاب عطا کیا تھا۔ جو آخر میں راجہ مہرا کے نام سے مشہور ہوا۔ راجہ مہرا کے متعلق ایک بہت دلچسپ کہانی مشہور ہے۔

ان دنوں پالکی بہترین اور بہت شاندار سواری سمجھی جاتی تھی۔ راجہ، مہاراجہ، رئیس اور زمیندار زیادہ تر پالکیوں پر سوار ہوتے تھے۔ ایسا کوئی بڑا آدمی نہ ہوتا تھا، جس کے پاس ایک دو پالکیاں اور انہیں ڈھونے والے چار چھ کہار نوکر نہ ہوں۔ شہروں میں یکوں اور تانگوں کی طرح پالکی اور کہار کرائے پر ملتے تھے۔ نواب کے درباری اپنی اپنی پالکیوں ہی پر دربار میں حاضری دینے آیا کرتے تھے۔ نواب بہادر کی بھی خاص سواری پالکی ہی تھی۔ یہاں تک کہ ایسٹ انڈین کمپنی لکھنؤ کے ریزیڈنٹ مسٹر جان چیری بھی نواب کے دربار میں آتے تھے تو پالکی پر ہی آتے تھے۔ پالکی کی ان دنوں بہت قدر تھی ایک دن دربار میں سواریوں کا ذکر آ گیا۔ کسی نے گھوڑے کی تعریف کی اور کسی نے ہاتھی کی۔ اونٹ، بہلی اور بیل گاڑیوں کا بھی ذکر آیا۔ آخر میں پالکی کا لوہا سب کو ماننا پڑا۔

ریزیڈنٹ نے کہا "حضور! میں پالکی کی خوبی کا قائل ہوں۔ بے شک وہ بڑے آرام کی سواری ہے لیکن ہمارے ملک
میں تو آج کل بگھیوں کا بہت رواج ہے۔ ایک سے ایک عمدہ اور طرح دار بگھیاں تیار ہوتی ہیں۔ میں نے کچھ دن
ہوئے اپنی سواری کے لئے ایک بہت اچھی بگھی انگلینڈ سے منگوائی ہے۔ دو نہایت اچھے گھوڑے بھی رکھ لئے ہیں
حضور ایک دن اس پر سوار ہوں تو خود فیصلہ کریں گے کہ آرام اور سرعت میں بگھی اور پالکی میں آسمان اور زمین کا فرق
ہے۔ جب تک پالکی چار قدم جائے گی، بگھی کوس بھر نکل جائے گی۔"
نواب کا کہار سرجی پاس ہی کھڑا تھا اور ریزیڈنٹ صاحب کی باتیں بہت غور سے سن رہا تھا۔ ریزیڈنٹ کی بات ختم ہونے پر
نواب بہادر نے سرجی کی طرف دیکھا۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر ریزیڈنٹ صاحب سے کہا "حضور! جس طرح گھوڑوں میں بعض اڑیل
ٹٹو ہوتے ہیں، ویسے ہی کہاروں کی بھی سات ذاتیں ہوتی ہیں جو اچھی ذات کے کہار ہوتے ہیں ان کی پالکی بگھی سے چار قدم
آگے جاتی ہے۔ چڑھنے والے کے پیٹ کا پانی بھی نہیں ہلتا۔ اور نہ پیروں کے چاپ کی آواز آتی ہے۔ سوار کو اتنا آرام
ملتا ہے کہ نیند آنے لگتی ہے۔
لیکن بگھی کی کھڑکھڑاہٹ، گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سڑک کی خرابی کی وجہ سے دھکے، اچھے تندرست آدمی کو بھی بیمار
ڈال دیتے ہیں۔" ریزیڈنٹ نے کہا "اچھا یہ تو بتاؤ تم نواب بہادر کا بوجھ ہماری بگھی کے برابر لے جا سکتے ہو؟"
سرجی نے جواب دیا نواب بہادر کے اقبال سے امید ہے کہ دو کوس تک تو پالکی آپ کی بگھی سے دو چار قدم آگے ہی
رہے گی۔ بس، اس سے زیادہ شیخی یہ فرماں بردار نہیں بگھار سکتا۔"
ریزیڈنٹ نے کہا "سرجی! یہ تو تم ہنسنے کی باتیں کرتے ہو۔ بھلا گھوڑوں کا مقابلہ آدمی کیسے کر سکتا ہے۔ شاید تم نے اچھے
گھوڑے نہیں دیکھے۔" سرجی نے بہت خاکسارانہ عرض کیا "سرکار! فرماں بردار نے سب کچھ دیکھا ہے۔ عربی گھوڑے بھی
اچھے کہاروں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔" ریزیڈنٹ نے کہا "اچھا، تم میری بگھی کو ایک بار دیکھ لو پھر اپنے خیالات کا اظہار کرنا۔"
سرجی نے کہا "نواب بہادر کے بدولت میں نے بہت کچھ دیکھا اور سنا ہے۔ آپ کو یقین نہیں ہوتا تو ایک دن بگھی اور نواب بہادر
کے "بوچے" کو ایک ساتھ ہی چھوڑ کر دیکھ لیا جائے۔" ریزیڈنٹ صاحب سرجی کی باتیں سن کر ہنس پڑے اور نواب صاحب سے
کہا "حضور! دل لگی ہی سہی۔ ایک روز آپ بوچے پر سوار ہوں اور میں اپنی بگھی پر بیٹھوں۔ دونوں کا مقابلہ کر کے دیکھا جائے۔"
نواب صاحب کو یقین نہ آیا۔ انہوں نے کہا "ایسا نہیں ہو سکتا۔ بھلا کہار بچارے گھوڑوں کا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں۔"
سرجی نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا، "حضور! ایک بار ضرور امتحان کریں۔" نواب صاحب نے کہا، "لیکن اگر تم ہار گئے تو تمہاری سزا"
"حضور! جو چور کی سزا وہی میری سزا۔" نواب صاحب نے کہا، "اچھا آئندہ سوموار کو رمنے کے میدان والی سڑک
پر دونوں کا مقابلہ ہو جائے۔" اس وقت لکھنؤ میں یہی ایک چوڑی سڑک تھی۔ بات پختہ ہو گئی۔ لیکن نواب بہادر کو امید نہ تھی
کہ سرجی اس دوڑ میں کامیاب رہے گا۔ اسی لئے ریزیڈنٹ کے چلے جانے پر انہوں نے کہا، "تم نے یہ کیا حماقت کر ڈالی؟"
سرجی نے نہایت یقین کے ساتھ کہا، "حضور! اگر ہار جاؤں تو شہر میں منہ نہیں دکھاؤں گا۔" نواب بہادر نے کہا، "تم تو اپنا منہ کالا
کر کے شہر سے چلے جاؤ گے، لیکن مجھے کتنا شرمندہ ہونا پڑے گا۔" سرجی نے کہا، "شرمندہ ہونا پڑے گا حضور کے دشمنوں کو میں قربان
نہ ہو گیا تو حضور کو شرمندہ ہونا نہ پڑے گا۔" دوڑ کے لئے صرف ایک کوس کا فاصلہ مقرر کیا گیا۔ سڑک بالکل صاف کر دی گئی۔
کہاروں کو پالا بدلنے کے لئے جگہ جگہ پر نشان بھی لگا دئے گئے۔ سرجی نے اپنی مدد کے لئے آٹھ کہاروں کو چن لیا۔ اور انہیں

نصف نصف میل کے فاصلہ پر کھڑا کر دیا۔ سوموار کو نو بجے ریزیڈنٹ صاحب اپنی بگھی پر سوار ہو کر آ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد نواب صاحب کی سواری بھی آ گئی۔ نواب صاحب کا بوجھ بگھی کے مقابل رکھا گیا۔ سرجی اپنے کئی ساتھیوں کو لے کر ایک میل کے فاصلہ پر کھڑا ہوا۔ دوسرے کہاروں نے بوجھ اٹھایا۔ صاحب نے گھوڑوں کی راس ڈھیلی کی۔ اور کہاروں نے بھی دولکنا شروع کیا۔ نصف کوس تک نواب کا بوجھ بگھی کے ساتھ ساتھ رہا۔ نہ ایک قدم آگے اور نہ ایک قدم پیچھے نصف کوس بھر سرجی نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ پلہ بدلا۔ اور بوجھ لے کر ہوا ہو گیا صاحب نے گھوڑوں کو شش کارنا شروع کیا۔ لیکن وہ سرجی کو نہ پا سکے۔ سرجی نے بگھی سے پہلے ہی مقررہ مقام پر سواری لے جا کر رکھ دی۔ سڑک کے دونوں کنارے پر تماشبینوں کا ہجوم ہو گیا تھا۔ سارا لکھنؤ یہ عجیب دوڑ دیکھنے کے لئے ٹوٹ پڑا تھا۔ واہ واہ کی آوازسے آسمان گونج اٹھا۔ ریزیڈنٹ کو سخت تعجب ہوا اور نواب صاحب کو سلام کر کے اپنی کوٹھی پر چلے گئے

نواب بہادر اسی بوجھ پر اپنے محل آئے اور خوش ہو کر سرجی کو راجہ کا خطاب دیا۔ ساتھ ہی بہت سے گھوڑے، ہاتھی، جھالردار پالکی، نوکر چاکر، اور سواروں کا ایک رسالہ دیا۔ اور خرچ کے لئے ایک مناسب ماہوار رقم مقرر کر دی۔ اور نام رکھ دیا راجہ سورج نرائن۔ ریزیڈنٹ صاحب نے بھی کافی انعام واکرام دیا لیکن سرجی کی یہ سرفرازی دربار کے دوسرے راجاؤں اور سرداروں کو اچھی نہ معلوم ہوئی انہوں نے نواب بہادر کی خاطر سے اس کی مخالفت تو نہیں کی لیکن اس پر پسندیدگی کا بھی اظہار نہیں کیا۔ اور اس کو ذلیل کرنے کے خیال سے اسے راجہ جہرا کہنے لگے، کہاروں نے بھی راجہ جہرا کی سواری اٹھانے سے انکار کر دیا تھا۔ لیکن اس نے انہیں سمجھا بجھا کر راضی کر لیا۔

راجہ جہرا کچھ پڑھے لکھے اور دربار کے قاعدے قانون سے واقف تھے۔ راجہ کا خطاب حاصل کرنے کے بعد انہوں نے کچھ فارسی، عربی اور سنسکرت کی تعلیم بھی حاصل کی۔ کچھ دنوں کے بعد ہی نواب نے انہیں اپنے کتب خانہ کا داروغہ مقرر کر دیا۔ اس سے انہیں اپنی علمی معلومات بڑھانے کا اچھا موقع مل گیا۔

نواب بہادر نے گنج محلہ میں راجہ جہرا کے لئے ایک خوبصورت حویلی بنوادی تھی اور اسی کے آس پاس راجہ جہرا نے اپنے لئے کچھ جائداد خرید لی تھی آخر میں نواب نے رومی دروازہ کے پاس ان کے رہنے کے لئے ایک دوسرا خوبصورت مکان بنوا دیا اور وہ اسی مکان میں آ بسے۔ یہ عمارت ابھی تک موجود ہے۔

(ہندی سے)

مترجمہ ق نسیم بیگم

# اکسفورڈ سے خط

محترمہ حمیدی بیگم صاحبہ بی۔اے۔ کے خطوط اپنی والدہ ماجدہ کے نام

میری پیاری اماں جان۔ آداب عرض ہے آج اپریل سے آپ کا نوازش نامہ مورخہ ۲۹ جنوری موصول ہوا میرا بیٹھک کی آب وہوا اچھی ہے وہیں مختصر سا مکان بنوا لیجئے اور ایک چھوٹا سا باغ لگا لیجئے مرغیاں وغیرہ پال لیجئے۔ اس کام میں آپ کا دل لگ جائے گا ہمارے گھر والے کی بہو جو ہے اس کے یہاں ایک دودھ کی ڈیری ہے اور مرغیوں کا ایک فارم ہے یہ لوگ اکسفورڈ سے بارہ تیرہ میل پر رہتے ہیں بدھ اور اتوار کو یہاں موٹریں آتی ہیں۔ دو دن مرغیاں انڈے وغیرہ فروخت کر جاتے ہیں۔ یہ لڑکی بڑی اچھی محنتی اور ہوشیار ہے۔ بچوں کے ایک ہسپتال میں نرس بھی رہ چکی ہے اس کے ہاں لال مرغوں کی نسل ہے۔ کہتی ہے اس کے ہاں سال بھر میں فی مرغی تین سو سے زیادہ اوسط کے حساب سے انڈے دیتی ہے۔ میں نے مرغیوں کی غذا کے لئے پوچھا تو اس نے کئی چیزوں کے نام گنائے۔ جواری مکئی۔ بھوسا۔ مچھلیاں وغیرہ لیکن ایک چیز تو ایسی بتائی جو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں آئی تھی وہ یہ کہ وہ ملائی نکالنے کے بعد جو دودھ رہتا ہے وہ مرغیوں کو پینے کے دیتی ہے۔ ملائی سے مطلب وہ ملائی نہیں جو ہندوستان میں ہوتی ہے کہ دودھ کو گرم کرنے سے جو اوپر موٹی سی تہ آجائے وہ ملائی ہوتی ہے۔ بلکہ دودھ کے اوپر کا چکنائی کا حصہ۔ جب یہ چکنائی دودھ سے جدا کر لی گئی تو گویا دودھ کا جوہر چلا گیا۔ اس لئے جو بغیر چکنائی کا دودھ رہا وہ مرغیوں کو دیتی ہے۔ میں نے کہا سب دودھ مرغیاں پی لیتی ہیں۔ کہنے لگی نہیں۔ ملائی نکالنے کے بعد جو دودھ رہتا ہے وہ مرغیاں پیتی ہیں اور وہی کافی بنانے والوں کے ہاتھ فروخت کرتی ہوں کہ پانی ملا کر کافی بنانے سے یہ دودھ ملا کر کافی بنانا زیادہ اچھا ہے۔ مجھے اس وقت اپنے ہندوستان کا خیال آیا کہ وہاں ایک تو گائے بھینسوں کو اچھی غذا نہیں ملتی اور ان کا دودھ جو ہوتا ہے اس سے بھی ملائی اور مکھن نکالنے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ کم بخت دودھ بیچنے والے پانی بھی ملا دیتے ہیں۔ اس لڑکی کی ڈیری فارم کو پورے اکسفورڈ اور پوری اس کاؤنٹی میں سونے کا تمغہ مقابلہ کے امتحان میں ملا۔ یہاں وقتاً فوقتاً دودھ کی ڈیریوں کے طبی معائنے ہوتے رہتے ہیں کہ دودھ میں زہریلے جراثیم تو نہیں گایوں کو دق کا مرض تو نہیں ہے۔ بھینس تو خیر یہاں ہوتی ہی نہیں۔ یہاں کی گائیں بھی عجیب وضع کی کچھ بھدی اور چھوٹی سی ہوتی ہیں۔ ہمارے ہاں کی گائیں خوبصورت ہوتی ہیں جب ہی تو رئیسہ کہہ رہی تھیں کہ آپا انگلستان سے واپسی پر جب بمبئی میں میں نے گاؤں کو پہلی دفعہ دیکھا تو مجھے اتنی محبت آئی اور ایسی اچھی معلوم ہوئیں کہ جی چاہا انہیں گلے لگا کر پیار کر لوں۔ یہاں کی گایوں کی آواز بھی کچھ الگ سی ہوتی ہے۔

دودھ یہاں شیشہ کی بوتلوں میں فروخت ہوتا ہے۔ ہر ناپ کی ایک بوتل ہوتی ہے۔ پیسہ دو اور جتنی

مقدار دودھ کی لینی ہے اتنی مقدار کی بوتل لے لو۔ ان بوتلوں پر ڈاٹ نہیں ہوتی۔ کاغذ کا گتّا سا لگا ہوتا ہو
دودھ کی بوتل میں اوپر کے حصہ میں چکنائی کی سی تہ ہوتی ہے۔ اسے یہاں ملائی کہتے ہیں۔ بوتل پر جو لیبل
ہوتا ہے اس پر ڈیری کا نام۔ قیمت اور نیز یہ بھی ہوتا ہے کہ دودھ دق کے جراثیم سے پاک ہے اور امتحان کیا جا چکا ہے
اس لڑکی کا ایک چھوٹا سا بچہ چھ مہینے کا ہے اس کی پرورش بہت ہی غور پرداخت سے کر رہی ہے۔ کہہ رہی
تھی اب اس کا وزن پچیس پونڈ ہے۔ یعنی اوسط سے پانچ پونڈ زیادہ۔ یہاں بچوں کی ماؤں کے سامنے تعریف کرو تو
برا نہیں مانتے کہ نظر لگ جائے گی بلکہ خوش ہوتی ہیں اور خود بھی تعریف کرتی ہیں۔ اب اس لڑکی نے ایک نیا گھر کرایہ
پر لیا ہے اس میں فالتو بیڈ روم بھی ہیں کہہ رہی تھی کہ بچہ کو اب الگ بیڈ روم دوں گی اور اکیلے کمرے میں سلاؤں گی
میں نے کہا یہ تو بہت زیادتی ہے اس سردی کے موسم میں بچہ اگر اپنے کپڑے خراب کر لے رات کو تو آپ کو خبر بھی
نہ ہو۔ کہنے لگی نہیں بچہ تو رات کو سو کر بس سویرے ہی اٹھتا ہے۔ اس لڑکی کے پاس بس ایک اونی جمپر ہے اور ایک
اور کوٹ۔ جب آتی ہے یہی پہن کر آتی ہے۔ کہتی تھی کہ ایک اور اونی جمپر پرانا ہے۔ صبح وہ پہن کر کام کرتی ہوتی ہوں
شام کو یہ اچھا جمپر پہن لیتی ہوں۔ یہاں ہر شخص کفایت شعاری پر تلا ہوا ہے۔ ایک میں ہوں مجھے کپڑوں کا ایسا ہوکا
ہے چاہے پہنوں نہیں مگر الماریاں بھری رہیں تو دیکھ کر دل مگن رہتا ہے۔

اچار کا پارسل اچھی طرح سے پہنچ گیا۔ آج کل خوب کھا رہی ہوں۔ بھلا آپ خیال کیجئے کہ کہاں تو یہ کہ مدرسہ کی
کیریاں اور نارنگیاں سب باوجود سخت نگرانی کے تاک تاک کر نوش کرتی تھیں اور کہاں یہ کہ صبح کو اُبلے ہوئے بغیر
نمک مرچ کے آلو اور گوبھی کھا رہے ہیں اور شام ہے تو بھی وہی ان نیک بخت آلووں سے ناک میں دم آگیا۔
میں ہندوستان آ کر ان کا نام بھی انشاء اللہ نہ لوں گی۔ یہاں یہ لوگ ہر کھانے کے ساتھ آلو بجائے روٹی کے
کھاتے ہیں۔ آلو جسم میں حرارت پیدا کرتے ہیں اس لئے یہاں کے موسم کے لئے حرارت کے واسطے ان کا
کھانا ضروری ہے۔

یہاں کا موسم سرد تو بہت ہے لیکن زیادہ معلوم نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں کے مکانات بنائے
ہی اس لحاظ سے گئے ہیں کہ سردی میں سرد نہ ہوں اگر یہ موسم ہو اور ہمارے ہاں کے مکان تو بس اکڑ کر ہی رہ
جائیں۔ یہاں نہ برآمدے ہیں نہ صحن نہ روشن دان۔ یہاں کے گھر والوں کے صحن تو بازار اور سڑکیں ہیں
جس طرح صحن میں نکلے بغیر چارہ نہیں اسی طرح بازار میں گئے بغیر بھی نہیں۔ میں اگر دو تین دن گھر میں
بیٹھی رہتی ہوں تو جی ہولانے لگتا ہے۔ اس کے علاوہ یہاں کے لوگ ایسی غذا اور ایسے مشروبات کا
استعمال کرتے ہیں جو انہیں گرمی پہنچائیں مجھے اس بات پر ایک واقعہ یاد آگیا۔ سر عبدالقادر کے ہاں
ایک مرتبہ ہم نے لندن میں پہنچے کھانا کھانے کے دوران میں پانی کا ذکر آیا۔ برسبیل تذکرہ میں نے کہا ہمیں تو

یہاں بہت پیاس لگتی ہے لیکن اکثر ہندوستانی طالب علم کہتے ہیں انہیں پیاس نہیں لگتی اور وہ پانی نہیں پیتے سرعبدالقادر بہت ہی پرمذاق ہیں کہنے لگے تو وہ پانی کی بجائے کچھ اور پیتے ہوں گے۔

تنہائی اور پردیس بھی بڑی صبر آزما چیزیں ہیں کہاں تک انسان پڑھے اور کتابوں میں جی بہلائے۔ بعض بعض دفعہ تو اپنے گھر اور وطن اور آپ سب کی یاد بے قرار کر دیتی ہے۔ یہاں جو ہے غیر ہے۔ غیروں کو اپنا بنا سکتے ہیں مگر اس ملک والوں کی طبیعت ہی اور ہے۔ یہاں وہ ہندوستان کی بات نہیں کہ محلہ میں کوئی نیا کرایہ دار آیا اور پڑوسنیں کوٹھوں پر سے جھانک رہی ہیں اور ماماؤں کو دوڑا کر کبھی خود آنے کو کہلوا رہی اور کبھی خود جا رہی ہیں۔

بڑے افسوس کی بات انگلستان میں ایک یہ ہے کہ یہاں ابھی تک بہت سے لوگ ہندوستانیوں سے محض ناواقف ہیں۔ انڈین سے وہ ریڈ انڈین مراد لیتے ہیں سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ ہندوستان میں ننگے پیر پھرتے ہیں۔ کرسی میز فرش فروش ان کے ہاں نہیں ہوتا۔ زمین پر بیٹھتے اور سوتے ہیں۔ ہزاروں قسم کی جاندار اور بے جان چیزوں کی پرستش کرتے ہیں۔ میلے اور کثیف رہتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ڈریسنگ ٹیبل پر میری ایک سینٹ کی بوتل مچھلی نما شکل کی رکھی رہتی ہے۔ اسے دیکھ کر ایک مرتبہ ایک صاحب خانہ کہنے لگیں؟ Their God. اور جب ہم نے کہا کہ ہم تو ایک اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور ہم نے اپنے مذہب سے اس کو واقف کرایا تو کہنے لگی کہ یہ بالکل کرسٹینٹی ہے اور تم کرسچین ہو۔

اکثر لوگوں کا یہاں یہ خیال ہے کہ ہندوستان کا رنگ جو کالا اور گندمی ہوتا ہے تو ان کے میلے اور کثیف رہنے کی وجہ سے ہو گیا ہے۔ چنانچہ ایک صاحب جب یہاں نہاتے تھے تو صاحبہ خانہ ٹب کے پانی کو دیکھتی تھی کہ رنگ چھٹ رہا ہے یا نہیں۔ غرض ہندوستانیوں سے یہ ناواقفیت بہت ہی قابل افسوس حقیقت ہے نیگرو لوگوں کو ہم سے بھی بدتر سمجھتے ہیں اکسفورڈ میں بھی اکثر گھر والیاں اپنے مکانوں میں کوئی جگہ مشرقی لوگوں کو کرایہ پر نہیں دیتیں اور ان کا نام ہی سن کر کانوں پر ہاتھ رکھتی ہیں ہم نے رہنے کے لئے ایک گھر والی سے بات چیت کی اس نے ہمارا رہنا منظور کر لیا لیکن ابھی ہم اس کے ہاں رہنے کے لئے نہیں گئے تھے یوں ہی کچھ صفائی وغیرہ کو پوچھنے کے لئے گئے انتہائی گفتگو میں معلوم ہوا ہم ہندوستانی ہیں کہنے لگی میں سمجھی تھی تم لوگ فرنچ یا اٹیلین ہو۔ اس وقت تو چپکی ہو رہی تھوڑی دیر بعد ٹیلیفون دے کر کہا مجھے افسوس ہے میں نہیں رکھ سکتی عام حالت یہی ہے لیکن بعض گھرانے جہاں ہندوستانی رہ چکے ہیں ہندوستانیوں کے مداح ہیں اور جہاں ایسے بہت سے ہیں جو ہندوستانیوں کو ہوّا سمجھتے ہیں وہاں چند ان کی خوبیوں کے مداح بھی ضرور موجود ہیں۔

لندن میں میڈم ٹوسو کا عجائب خانہ بھی دیکھ لیا۔ یہاں موم کے مجسمے اس کمال کے بنائے ہیں کہ تمیز نہیں ہو سکتی کہ اصلی انسان ہیں یا نقلی۔ دنیا کے جتنے مشہور آدمی گذرے ہیں ادیب۔ سیاست داں۔ بادشاہ کھلاڑی۔ مذہبی رہنما۔ سب کے مومی مجسمے یہاں موجود ہیں۔ ان میں آج کل کے مشہور زندہ کھلاڑی بادشاہ ادیب پارلیمنٹ کے لوگ سب ہیں۔ گاندھی بھی ہیں۔ بعض بعض مشہور تاریخی سین بھی مومی مجسموں کے ذریعہ دکھائے ہیں مثلاً کنگ جان کا ماگنا کارٹا۔ فرنچ ریوولیوشن کے شاہی معصوم۔ نلسن کی موت نپولین مرنے کے بعد۔ ایک مجسمہ نہایت ہی حیرت انگیز بنایا ہے ایک لڑکی پلنگ پر سو رہی ہے۔ اس مجسمہ کو یہاں تک اصل بنانے کی کوشش کی ہے کہ اس کا سانس تک آتا جاتا معلوم ہوتا ہے۔ جسم میں یا پلنگ میں کچھ ایسی برقی کلیں لگا دی ہوں گی جو سانس کی آمد و رفت ظاہر کرتی رہیں۔ غرض یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ مومی مجسمہ ہے یا اصلی انسان۔ ایک گیلری چیمبر آف ہررس کہلاتی ہے اس میں قتل کے اوزار اور طریقے پرانے زمانہ سے لے کر اب تک دکھائے گئے ہیں اور مختلف سین بعض سین ایسے ہیں کہ گردن اڑ گئی اور خون کی دھاریں سچ مچ نکلتی معلوم ہو رہی ہیں۔ قتل و خون کے سین مئی ۳۴ء تک کے موجود ہیں اور سب سے آخری جو ہے وہ لیورپول میں ایک شخص کا جرم کی سزا پانا مئی ۳۴ء کا ہے۔

آپ کی بیٹی حمیدی

بقیہ مضمون صفحہ ۲۶۰

عورتوں پر ہے جو عقل کے پیچھے لٹھ لئے پھرتی ہیں۔ بات بات پر انگلیاں ناک پر اور بھویں چڑھاتی ہیں انہیں سمجھانا گویا بھڑ کا چھتہ چھیڑنا ہے۔ ایک سوال کے دس جواب مگر سب مہمل۔ محرمی پیدائش آپ کی بتائی جائے گی۔ حاسد آپ کو کہا جائے گا کیونکہ ان کی خوشی آپ سے نہ دیکھی گئی آپ سے سوال ہوگا کیا تمہارے باپ جاہل تھے؟ وہ تو بڑی خوشی سے ان رسموں میں حصہ لیتے تھے۔ اگلے لوگ کہتے تھے کہ انگریزی پڑھنے سے لڑکے اسلامی پابندی کا مطلق خیال نہیں کرتے پر مجھے باور نہ ہوتا تھا مگر اب معلوم ہوا کہ واقعی وہ لوگ جو کہتے تھے بالکل سچ تھا۔"

مجھے اپنی عصمتی بہنوں سے شکایت ہے کہ میری عزیز بہنوں مردوں کی ذراسی ناانصافی اور ادنیٰ سی لغزش پر تو آپ صدائے احتجاج بلند کرتی ہیں۔ مگر یہ نہیں دیکھتیں کہ اپنے ہی ہاتھوں کس قدر ستم توڑ رہی ہیں۔ اگر نماز اور روزہ کی طرح رسم چوتھی کا ادا ہونا بھی فرض ہے تو یہ رسم پھولوں سے بھی ادا ہو سکتی ہے۔ اس سے نہ کسی کے چوٹ لگنے کا اندیشہ ہے اور نہ کسی کا کان کٹنے کا۔ مرد بیچارے ان رسموں کے روکنے کی کیا کوشش کر سکتے ہیں۔ سر پر جو جہالت کا جن سوار ہے۔ وہ جہالت کا پڑھا ہوا جن کسی معمولی عامل سے نہیں اُتر سکتا۔ اس کے لئے بڑے بڑے جلالی وظیفے کی ضرورت ہے اور عامل بھی ویسے ہی کڑے دل کا ہونا چاہئے۔ یہ سب کون کر سکتا ہے؟ محض ہماری بیدار مغز نوجوان بہنیں۔ جن کا دل غیر قوموں کو اسلام پر انگشت نمائی کرتے دیکھ کر دکھتا ہوگا۔ مجھے اپنی اسلام سے سچی ہمدردی رکھنے والی بہنوں سے قوی امید ہے کہ وہ بہت جلد دنیا سے ان بری رسوم کو مٹانے کی کوشش ہی نہیں کریں گی بلکہ مٹا کر دکھا دیں گی۔

عبدالواحد۔ بنارس

# چوتھی کھیلنے کی رسم

چوتھی کھیلنے کا پورا لطف اُٹھانے کے لئے عموماً ترکاریوں میں ایسی چیزیں زیادہ رکھی جاتی ہیں جن سے دلہن کو یا جس سے اُن کا مذاق کا رشتہ ہو زیادہ چوٹ لگے۔ بھنڈی۔ ٹینڈوا اور آلو وغیرہ کثرت سے ہوتے ہیں۔ اکثر تو اس سے بھی تجاوز کر کے جوتوں اور چپلوں سے رسم ادا کرنے لگتے ہیں۔ لڑکے عموماً سب ہی اگر پورے نہیں تو نصف شیطان ضرور ہوتے ہیں اس پر جو وہ اپنے بزرگوں کو پیش دستی کرتے دیکھتے ہیں تو پھر کیا بقیہ کمی بھی پوری ہو جاتی ہے۔ بغیر اشارہ لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔ ترکاریاں تو چند منٹوں میں ختم ہو جاتی ہیں مگر جوتوں اور چپلوں کے سوال کے جواب متواتر ملتے رہتے ہیں۔

میں اپنے ایک عزیز کے یہاں شادی کے سلسلہ میں مدعو کیا گیا تھا۔ نوشہ صاحب میرے قریبی رشتہ کے بھائی تھے چوتھی کھیلنے کے وقت میں ان کے کمرہ میں داخل ہوا جہاں چار پانچ سینیاں سبزی سے لبریز اور ہمارے بھائی صاحب اور بھاوج صاحبہ مع عورتوں کے جم غفیر کے موجود تھے۔ تھوڑی دیر بعد سینیوں کا سرپوش اٹھایا گیا اور ترکاریوں کی بارش ہونے لگی لڑکے تو پھر لڑکے ہی تھے بوڑھے بھی بچے بن گئے۔ رسم کیا "بوڑھا ہوا منگل" ہو رہا تھا۔ چوطرفی جنگ شروع ہو گئی۔ کسی کا مطلق خیال نہ تھا۔

جس پر ہاتھ چل گیا چل گیا۔ چاروں طرف کی گداگد اور پٹاپٹ کی آواز سے کمرہ گونج اٹھا۔ اسی اثنا میں دلہن صاحبہ کی دادی جو اپنی پوتی کی مسہری پر بیٹھی اور چوٹ پر چوٹ برداشت کر رہی تھیں مگر اُف نہ کرتی تھیں جھلا کر اُٹھیں۔ غصہ کا پارا ۱۰۴ ڈگری سے اوپر پہونچ چکا تھا۔ مگر افسوس کہ بیچاری کچھ نہ کہہ سکیں۔ دل کی حسرت دل ہی میں رہ گئی۔ ایک پیر مسہری پر ہی تھا اور دوسرا زمین بوس بھی نہ ہونے پایا تھا کہ کسی کے ٹینڈوے نے اُن کا غصہ سے سرخ چہرہ اور بھی سرخ بنا دیا۔ کس کر پڑا۔ گو خود بھی اُس کا بھرتہ بن گیا مگر مُنھ کو بھی نہ چھوڑا۔ بیچاری چکرا کر زمین پر گریں۔ اب اُن کے قریب ایک ہجوم لگ گیا۔ دلہن صاحبہ بھی گھبرا گئیں۔ اُن کی پریشانی کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اپنا سر سجدہ سے اٹھا لیا اور ہاتھ بار بار گھونگھٹ کی جانب جانے لگا۔ ہارے دادی صاحبہ کے ہوش و حواس درست ہوئے اور خدا خدا کر کے دو عورتوں کے سہارے بمشکل کراہتی ہوئی اُٹھیں اور جو مُنھ میں آیا فرماتی رہیں اس اثنا میں کسی شریر لڑکے نے کٹے پر نمک چھڑک دیا۔ کیا کہتا ہے "دادی صاحبہ معاف فرمائے گا۔ دنیا میں سرخروئی بڑی مشکل سے حاصل ہوتی ہے۔ آپ ہمارے یہاں آکر اتنی آسانی سے سرخرو ہو گئیں اور الٹی خفا بھی ہو رہی ہیں"۔ اس پر ایک زبردست فرمائشی قہقہہ لگا۔ بچے بوڑھے سب ہی ہنس پڑے اب دادی کے غصہ کا اندازہ ناظرین خود ہی لگا سکتے ہیں۔

خیر لوگوں کے سمجھانے بجھانے سے بڑی دیر میں بمشکل غصہ فرو ہوا اور ٹھنڈی پڑیں۔ اُن کی گرج چمک۔ لڑکوں کے فرمائشی قہقہوں اور بچوں کی چیخ و پکار نے سارا گھر سر پر اُٹھا لیا تھا۔ اب خدا خدا کر کے وہ خاموش ہوئیں تو بچے چپ نہیں ہوتے اور ہوں تو کیونکر؟ کسی کے پیر کی انگلیاں بھاگڑ میں دب گئیں تو کسی کے کان کی بالیاں کھنچ گئیں۔ کان خون سے تر تو دامن آنسوؤں سے۔ گھر اس وقت اچھا خاصا ہسپتال معلوم ہوتا تھا۔ جسے دیکھئے مرہم پٹی ہو رہی ہے۔ خیر خدا خدا کر کے تھوڑی دیر بعد امن ہوا۔

میں جب اپنے مکان واپس آیا تو ایک خیالات کا ہجوم ساتھ آیا۔ وہاں کا نقشہ رہ رہ کر آنکھوں میں رقص کرتا۔ دادی صاحبہ کا لال پیلا ہونا۔ تیور بدل بدل کر دیدے نکالنا نظر سے اوجھل ہی نہ ہوتا۔ شب بھر گذشتہ منظر کا تصور رہا۔ صبح جاہل مسلمانوں کی جہالت پر لعنت بھیجتا ہوا اٹھا اور خیال کیا کہ ان بڑی رسوم کی ذمہ داری زیادہ تر ان دقیانوسی خیال کی ۔بقیہ صفحہ ۲۵۹

ہندوستانی طالبات جنہوں نے یورپ کی سیاحت کی - یہ فوٹو پیرس میں لیا گیا -

آئندہ نسل بچہ گاڑی میں سے ماں کی نشانہ بازی غور سے دیکھ رہی ہے

مسز آر۔ اے۔ چریرہ
آپ مدراس میں آنریری مجسٹریٹ
مقرر ہوئی ہیں۔

مس اوم کماری سود۔ جو پنجاب
یونیورسٹی کے ہندی کے امتحان میں
سب سے اول درجہ پر کامیاب ہوئیں۔

مئی کے عصمت میں تہذیب النساء صاحبہ بی۔اے کا وہ تبصرہ جو میری کتاب "پردہ و تعلیم" پر کیا گیا ہے پڑھا۔ ضرورت نہ تھی کہ میں محترمہ کے تبصرہ پر کچھ لکھتا۔ لیکن موصوفہ ایک خطرناک غلط فہمی میں مبتلا ہو گئی ہیں جس کا جواب دینا میرے لئے ازبس ضروری ہے۔

بخیال موصوفہ کے عصمت یا ایڈیٹر عصمت نے مجھ سے پردہ پر کبھی کوئی مضمون نہیں لکھوایا۔ بلکہ بعض مغرب زدہ مسلم خاتونانِ ہند کی خطرناک ذہنیت نے مجھ سے وہ سب کچھ لکھوایا جسے آپ نے پڑھا اور پڑھکر تبصرہ فرمایا۔ آپ فرماتی ہیں کہ "صاحب مضمون کے استدلال سطحی ہیں اور تاریخی واقعات غیر معتبر" جواباً عرض ہے کہ عیسائی اور ہندو عورت سے جو میں نے مسلم عورت کے آزادانہ حقوق کا تقابل کیا ہے، وہ تاریخی ہے اور معتبر۔ لیکن اگر آپ اسے غیر معتبر سمجھتی ہیں تو للّٰلہ غیر معتبر ہی کہہ کر نہ رہ جائیے بلکہ پیش کیجئے دنیا کے ہر مذہب کی عورت کو، اور ثبوت دیجئے کہ کہ کس مذہب نے اسلام سے بڑھ کر یا اس کے برابر اپنی عورت کو آزادانہ حقوق دیئے ہیں، ایسے آزادانہ و مساویانہ جو مردوں کے ہوں۔

اغلباً جو کچھ آپ نے لکھا ہے، وہ اِس سے متاثر ہو کر لکھا ہے کہ مسلمانوں نے اپنی عورت کو اعلیٰ تعلیم دے کر ان کا حق کیوں نہیں ادا کیا؟ مگر میں پوچھتا ہوں کہ کیا اسلام کے قانون نے کسی علم کے حصول کے لئے ممانعت یا مخالفت کی ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر یہ قانون کی غلطی ہے یا مسلمانوں کی؟ پھر اس سے متاثر ہو کر مذہبی استدلال کو یا تاریخی واقعات کو غیر معتبر کہنا عدم واقفیت نہیں تو کیا ہے؟

آپ کا اعتراض ہے کہ "ہمارے فاضل مضمون نگار لکھی پڑھی لڑکیوں کے تو حامی ہیں اگرچہ خود طرز قدیم کے عامل ہیں"۔ مجھے نہیں معلوم کہ آپ کس نوعیت سے قدامت پسندی کا الزام عاید کرتی ہیں؟ اگر مذہب کے خیال سے یہ اعتراض ہے تو میں اس باب میں اتنا آزاد ہوں کہ مولویوں، پادریوں اور پنڈتوں کے بنائے ہوئے خدا کا قائل نہیں، بلکہ اُس خدا کا قائل ہوں جو انسانی دماغ سے مافوق ہے۔ اور جس کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ اگر قومیت کے خیال سے یہ اعتراض ہے تو آدمؑ کی اولاد کو میں ایک قوم سمجھتا ہوں۔ اگر معاشرت کے لحاظ سے آپ معلوم کرنا چاہتی ہیں تو میری معاشرت ہندوستانی ہے، اس لئے کہ میں ہندوستانی ہوں، انگریز نہیں۔ اور اگر نسوانی حقوق کے نقطۂ نظر سے یہ اعتراض ہے تو میں اس باب میں عملاً اتنا فیاض ہوں کہ جتنا میرے مذہب نے مجھے بتایا ہے۔ پھر للّٰلہ مجھے بتائیے کہ "طرز قدیم" سے آپ کا کیا مدعا ہے؟

اعتراض ہے کہ اسلامی پردہ یا اسلامی معاشرت لایعنی الفاظ ہیں" جواباً عرض ہے کہ آپ کا یہ خیال بھی صحیح نہیں۔ جو ایسا کہتے ہیں وہ غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ اِس لئے کہ میں اسلامی پردہ اس پردہ کو کہتا ہوں جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے اور جو دلکی آنکھ اور انسانی فطرت سے متعلق ہے۔ جس کے تحت میں رہ کر مسلم عورت اس زمین پر اور اس آسمان کے نیچے، اعلیٰ سے اعلیٰ ترقی کر سکتی ہے پھر ایسے پردہ کو میں اسلامی پردہ نہ کہوں تو کیا عیسائی یا آریہ پردہ کہوں؟ بحمد للہ میں مسلمان ہوں، قرآن مجید میرا ایمان ہے، اس لئے مذہبی لوگوں کو مذہبی رنگ میں سمجھانا یا بتانا مصلحت کے عین مطابق سمجھتا ہوں۔ خصوصاً عورت کو کہ عورت ہی مذہب کا اثر جلد تر قبول کر لیتی ہے۔ اگر وہ عورت ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ :۔

"ہندوستان میں چہار دیواری کی قید سخت کو نشان اسلامیت قرار دیجاتی ہے ایران و افغانستان میں چادر میں عورتوں کا گشت کنا اسلامی بتایا جاتا ہے۔ ترکی اور مصر میں مردوں کے ساتھ آزادی سے گفتگو کرنا عین اسلامی ہے۔ اور زمانۂ اسلام کی عورتوں کا مردانہ وار لڑائیوں میں لڑنا قابل فخر اور عین اسلام کہا جاتا ہے۔ اب آپ خود ہی فیصلہ کیجئے کہ ان میں کون اسلامی ہے؟ اور کون نہیں؟ ہم کس کو اسلام سمجھ کر اختیار کریں؟ اور کس کو غیر اسلام سمجھکر چھوڑیں؟"

جواباً عرض ہے کہ اسلام میں کوئی لباس مخصوص نہیں۔ پردہ چادر سے بھی ہوسکتا ہے، اور مردوں سے گفتگو کرنے کی حالت میں بھی۔ "یغضضن من ابصارھن" کا یہ مفہوم ہے کہ عورتیں اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ اِس سے صاف ظاہر ہے کہ ابتدائے اسلام میں عورتیں باہر نکلتی تھیں، اگر نہیں تو پھر نگاہیں کس سے نیچی کریں؟ یعنی کس سے حیا اور آنکھ کا حجاب کریں؟ مدعا یہ ہے کہ مسلم عورت باہر نکل سکتی ہے۔ مگر کسی مرد کو گھور کر نہیں دیکھ سکتی۔ اور نہ دیکھنا چاہیئے۔ لہذا ایران، افغانستان، ترکی و مصر یا زمانۂ اسلام میں جو طریقہ مسلم عورت نے اختیار کیا تھا اور کر رہی ہے، وہ جادۂ اسلام سے کچھ دُور نہیں۔ اِلا ہندوستان کی عورت۔

پردہ کے معاملہ میں سب سے بُرا طریقہ ہندوستان میں رائج ہے، اور سب سے بہتر طریقہ ابتدائے اسلام کی اس عورت کا تھا جو اپنے مردوں کی مصیبت کیوقت مثل مردوں کے جنگ کیا کرتی تھی۔ وہ مغرب زدہ عورتوں کی طرح اپنے مصیبت زدہ مردوں کو چھوڑکر دوسرا مذہب اختیار کرنے پر آمادہ نہیں ہو جاتی تھی۔ بلکہ اُن کی کمزوری کو محسوس کرکے اُن کے دوش بدوش رہ کر اپنی تلوار کو خون سے دلہن بنایا کرتی تھی میں آجکل کی اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین سے پوچھتا ہوں کہ انہوں نے کتنی بار تعلیم کے میدان میں اسلام کے لئے جنگ کی ہے؟ کتنی بار اپنے قلم سے شمشیر کا کام لیا ہے؟ اور کتنی مرتبہ خون کے حرفوں سے مسلمانوں کی مذموم و خراب حالت کا نقشہ صفحۂ قرطاس پر کھینچا ہے؟ اگر وہ اس کا جواب نہ دے سکیں تو معاف فرمائیں۔ اگر میں یہ کہوں کہ ان کی اعلیٰ تعلیم مسلمانوں کے کام کی نہیں عیسائی

اور آریوں کے کام کی ہے ؟

میں لکھ چکا ہوں کہ میں کسی قوم و مذہب کے خلاف نہیں مگر اس کے جو کسی قوم و مذہب کو نفرت کی نگاہ سے دیکھے اور اُس کو ذلیل سمجھے۔ آپ کا سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ :۔

" جسکو مخالفت کی وجہ سے ہم لوگوں کو مسلمانوں کی پست و مردہ تہذیب و تمدن کو چھوڑ کر ایک زندہ اعلیٰ معیار اور موجودہ زمانے کی تہذیب کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے ؟ اگر حضرت امام کو معلوم ہو کہ بمبئی اور بھوپال کی چند لکھی پڑھی لڑکیاں اسلام سے منحرف ہو کر عیسائی یا آریہ ہو گئیں تو اُن کو افسوس نہیں کرنا چاہیئے بلکہ خوشی۔ کیونکہ اس طرح سے چند جانیں تو بچ گئیں۔ اور وہ اعلیٰ تہذیب میں رہ کر ملک کو فائدہ پہونچا رہی ہیں "

اس اعتراض پر سوال یہ ہوگا کہ کیا تعلیم اور نفسِ تعلیم کا یہی مقصد ہے کہ انسانیت کے اس گروہ سے بھاگا جائے جو کبھی دنیا کو تہذیب و تمدن کا سبق دیتا تھا۔ مگر آج اپنی بدنصیبی سے نہیں بلکہ اپنے اعمال سیئہ کے ہاتھوں ذلیل و خوار ہے ؟ اصلاح اس جماعت کی کرنا چاہیئے جو بخیال آپ کے ذلیل ہے ؟ یا اُس کی جو اعلیٰ معیار و تہذیب کی حامل ہے ؟ خدمت ان کی کرنا چاہیئے جو خدمت کے لایق ہیں، یا اُن کی جو آپ سے جبراً خدمت لینا چاہتے ہیں ؟ انسانی اخلاق کی یہ کس قدر کمزوری ہے کہ جہاں خدمت کی ضرورت ہے وہاں سے گریز کیا جائے اور جہاں ضرورت نہیں ہے وہاں خدمت کے لئے سرِ تسلیم خم ہے ؟ اسکا نام خدمت نہیں بلکہ نمائش ہے، یہ تہذیب نہیں بلکہ تخریب ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ایسی تعلیم کا نام فریب نفس ہے تاریکی ہے، اور تنگ خیالی ۔

میں کسی علم کے حصول کے خلاف نہیں نہ میرا مذہب ایسی کمزوریات بتاتا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ میں موجودہ نصاب تعلیم کے خلاف ہوں میرے نزدیک جس قدر ہندوستانی مرد و عورت اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونیکے دعویدار ہیں اکثر و بیشتر کی ذہنیت غلامانہ ذہنیت ہے۔ ایسی غلامانہ کہ جو اُن کے اخلاق کو پست سے پست ترین کرتی چلی جارہی ہے۔ لیکن ان کو خبر تک نہیں پس وہ ہندوستانی خواہ مرد ہو یا عورت، اگر کسی تعلیم سے متاثر ہو کر غلامانہ ذہنیت کی نمایش کرے، وہ کسی حال میں ملک و قوم کی خدمت کے لایق نہیں۔

مسلم خواتین اسکولوں اور کالجوں میں تعلیم پائیں بی۔اے اور ایم۔اے کی ڈگریاں حاصل کریں۔ اعلیٰ سے اعلیٰ لباس میں ملفوف ہو کر اور مردوں کے دوش بدوش رہ کر اگر ضرورت ہو تو کام کریں مجھے اور میرے مذہب کو اعتراض نہیں مگر سوال تو یہ ہے کہ اپنی اعلیٰ ذہنیت کو کیوں فروخت کیا جاتا ہے ؟ نمائشی آزادی کو کیوں پسند کیا جاتا ہے ؟ فریب نفس کو اپنے تئیں کیوں پھنسایا جاتا ؟ اور کیوں خودداری و خود اعتمادی کو تباہ کیا جاتا ہے ؟

آپ اعلیٰ تعلیم یافتہ اِس عورت کو کہتی ہیں جو انگریزی پڑھ کر اپنا مذہب تبدیل کر دے۔ لیکن میرے نزدیک تعلیم یافتہ

وہ ہے جس نے ذہنی و اخلاقی ترقی حاصل کرکے اپنی اور قوم کی اصلاح کی ہو۔ آپ کے نزدیک آج کا گریجویٹ تہذیب کے عرش اعلیٰ پر مسند نشین ہے، میرے نزدیک وہ ان پڑھ تہذیب کا حامل ہے۔ جس میں ملک و قوم کا درد ہو، اور جو علم انسانیت کو ایک سطح پر دیکھنا چاہے۔ یہ کیا فخر ہے کہ کالجوں میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے تئیں انسانیت سے مافوق سمجھا جاتا ہے؟ اگر انگریزوں کی تقلید میں یا انگریزی علم سے ہماری بصارت زائل نہیں ہوگئی تو مشنری انگریزوں پر نظر ڈالی جائے کہ وہ انسانوں کے کس گروہ کو جلد سے جلد اور باسانی بہکا کر اپنی اور اپنے مذہب کی خدمت لے رہے ہیں؟ اور وہ ہندوستان کا کونسا گروہ ہے جو اپنے مذہب اور اپنی قوم کو چھوڑ کر ان کی تہذیب اور ان کے مذہب کو اختیار کرتا چلا جا رہا ہے۔

یہی وجہ تھی کہ میں نے علماء کے گروہ کو آنے والے خطرہ سے آگاہ کیا تھا کہ اگر پردہ کے مسئلہ پر نظر ثانی کرکے اس کی معتدل اور صحیح حقیقت کو بروئے کار نہیں لایا گیا تو جدید خیالات کے طبقہ کی عورت کی آنکھ جدید تعلیم کی روشنی سے خیرہ ہو جائے گی۔ اس طرح کہ اس خیرگی میں سوائے ظلمت کے اُسے اور کچھ نظر نہ آئے گا۔

محترم خواتین سے استدعا ہے کہ وہ اسلامی تاریخ اور قرآن مجید کا مطالعہ کریں سورہ نساء اور نور کو بار بار پڑھیں اور سمجھیں اور غور و فکر کریں۔ کہ اسلام نے عورت کا درجہ کتنا بلند و وسیع اور کتنا آزادانہ کر دیا ہے!

**امام اکبر آبادی**



# محترمہ تہذیب النساء بی۔ اے

کا

# گرامی نامہ

جناب ایڈیٹر صاحب۔ تسلیم

عصمت کے سالگرہ نمبر میں آپ کے طویل نوٹ کی میں ممنون ہوں۔ مگر مجھے شبہ ہے کہ آپ کو میرے متعلق غلط فہمی ہوئی ہے میں ہرگز حد سے زیادہ آزاد خیال نہیں اور اسلام سے کسی طرح بھی ہٹنا نہیں چاہتی البتہ میری یہ قطعی رائے ہے کہ ہم لوگ ہندوؤں اور پرانے عیسائیوں سے بھی بدتر ہیں اور آجکل کے ہنود اور یورپین اقوام اصل میں مسلمان ہیں۔ مسلمان ہونے ہی کی وجہ سے یہ لوگ ترقی کر رہے ہیں۔ میرے اس خیال سے بدگمانی نہ ہو اسلئے میں عرض کئے دیتی ہوں کہ میں برابر قرآن مجید پڑھتی ہوں اور حدیث بھی پڑھ چکی ہوں اور ان کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم لوگ کسی طرح بھی مسلمان کہلانے کے مستحق نہیں۔ ہم لوگ مشرک کافر بلکہ ان لوگوں سے بھی بدتر ہیں اور ہم سے بڑھ کر ہمارے علماء ہیں جن کے پھندے میں ہم پھنسے ہوئے ہیں للہ ان علماء کے ڈر کو دل سے نکالئے! علماء نہ ہوئے خدا ہو گئے۔

مولویوں اور علماء کا ڈر اور سارا اثر یہ محض ہندو اور عیسائی مذہب کی کورانہ تقلید ہے۔ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے اسلام میں ہر ایک شخص اپنا رہنما اور پیشوا ہے۔ تمام دنیا اُس کی مسجد ہے اور بچہ بچہ اُس کا مشنری۔ قرآن مجید کو میں بھی اُتنا ہی سمجھ سکتی ہوں (بلکہ میرا عقیدہ ہے کہ کہیں زیادہ) جتنا مولوی سمجھ سکتا ہے مغرب کی تقلید ہی میں ہماری اصل فلاح و بہبود ہے۔ ٹرکی ایران اور افغانستان اس وقت تک نہ پہنچ سکے تھے جب تک انھوں نے یورپ کی نقل نہ کی تھی۔ جن مسلمانوں کا ایمان یہ ہے کہ اسلام دین فطرت ہے اور اسی میں رہ کر آدمی ترقی کر سکتا ہے تو ان کو مجبور ہم زبان ہو کر یہ کہنا پڑیگا کہ یورپ اصل مسلمان ہے میں کورانہ تقلید پر مضمون لکھ رہی ہوں جو عنقریب آپ کی خدمت میں بھیجوں گی۔

# کپڑوں کی دُھلائی

میں آج اس مضمون پر اس لئے قلم اُٹھا رہی ہوں کہ یہ نہایت دلچسپ اور مفید معلومات کا ذخیرہ ہے۔ جس کا جاننا ہر ایک سگھڑ بیوی کا فرض ہے۔ اچھی دھلائی نہ صرف کپڑوں کو صاف ہی کرتی ہے بلکہ ان کی عمر میں بھی اضافہ کرتی ہے۔

**نقلی ریشم** کوئی چالیس سال کا عرصہ ہوا کہ دو انگریز کیمسٹ مسٹر چارلس فرڈرک کراس اور مسٹر بیوان اپنی لیبوٹری میں کچھ تجربات کر رہے تھے کہ اچانک نقلی ریشم بنانے کا طریقہ ان کو معلوم ہوگیا۔ حال ہی میں اولزکو کا ۷۹ سال کی عمر میں انتقال ہوگیا ہے اس کا دوسرا ہمراہی ۱۹۲۲ میں گزر گیا تھا۔ مصنوعی ریشم کی ایجاد کا سہرا ان ہی دونوں صاحبوں کے سر ہے۔ دنیا ان کی نہایت ہی شکر گذار ہے کہ انہوں نے ایسی ایجاد کی۔

نقلی ریشم کی دھلائی سب سے زیادہ مشکل ہے۔ اِس پر دھلائی کا اثر خاص طور پر بہت جلد ظاہر ہو جاتا ہے بعض دھوبی کپڑوں کو بے توجہی اور بے احتیاطی کی وجہ سے اور بعض اس لئے کہ وہ اس فن میں محض کورے ہوتے ہیں قیمتی کپڑوں کو دو کوڑی کا کر دیتے ہیں۔ اس ریشم کے کپڑے جب پانی میں ہوں یا گیلے ہوں تو اُن کی نصف طاقت ضائع ہو جاتی ہے یعنی جتنا زیادہ دیر پانی میں رہا اتنا ہی کمزور ہو جاتا ہے اس لئے جب اس کو دھونا مقصود ہو تو دھلائی بہت جلد کر لینی چاہیئے اس کو کوٹنا یا رگڑنا بالکل نہ چاہیئے ایسا کرنے سے ریشے ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جاتے ہیں گو بظاہر نظر نہیں آتے۔ اگر کپڑا زیادہ میلا ہو اس پر داغ دھبے پڑے ہوئے ہوں تو اس کو صاف کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ صابن کو چھوٹا چھوٹا کاٹ کر گرم پانی میں حل کر لو۔ اب اس محلول کو گاڑھا گاڑھا میلی جگہوں پر ملو۔ ملنے کا عمل نرم ہاتھ سے کرو۔ بعد میں نیم گرم پانی سے کھنگال ڈالو۔ اب اس کو نچوڑنا یا مروڑنا بالکل نہیں بلکہ ایک ایسے صاف تولیہ میں جو کہ پانی کو جذب کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو لپیٹ دو ہلکے اور باریک کپڑے تو اسی وقت یعنی جب تولیہ میں سب پانی جذب ہو جائے استری کئے جا سکتے ہیں لیکن موٹے اور بھاری کپڑے کسی صاف چادر یا گھاس پر پھیلا دو حتیٰ کہ تھوڑی نمی باقی رہ جائے پھر اُسکو استری پھیر کر خشک کر لو۔

جب استری پھیرو تو کپڑے کے الٹی طرف سے اور دھاگوں کی بنائی کا لحاظ رکھتی ہوئی ہر ایک کپڑے میں "تانا اور بانا" دو قسم کے دھاگے ہوتے ہیں تانا عموماً مضبوط دھاگے کا ہوتا ہے۔ اس لئے استری کرتے وقت تانا کے رُخ پر سیدھا ہاتھ پھیرو۔

**چھپا ہوا ریشم**۔ چھپے ہوئے ریشم پر بھی دھلنے کا عمل جس قدر جلد کیا جا سکے کر لو۔ یعنی جس قدر کہ کم عرصہ میں

پانی میں رہے اتنا ہی اچھا ہے اگر ایسا نہ کروگی تو ممکن ہے کہ مختلف قسم کے رنگ ایک دوسرے میں خلط ملط ہوجاویں۔
اس کے دھونے کے لئے بھی گرم پانی جس میں کہ صابن ملالیا گیا ہو درکار ہوتا ہے۔ دھونے کے پانی میں تھوڑا سرکہ ملالینا لازم ہے۔ اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ یہ رنگوں کو پختہ کرتا ہے یعنی عمل سے رنگ مدہم نہیں پڑتے دھلنے کے بعد خشک کرنے کے لئے دُھلے ہوئے کپڑوں کو جاذب تولیہ پر پھیلادو جب خشک ہونے کے قریب ہوں تو استری کرو۔

## جُرابیں

اگر استعمال کرنے سے قبل ایسے پانی میں جس میں کہ چند بوندیں میتھلیٹڈ سپرٹ (انگریزی چولہا جلانے والی شراب) کی ملالی گئی ہوں دھوکر استعمال کرو اور پھر جب بھی ان کو دھویا جائے آخری پانی میں اس اسپرٹ کی چند بوندیں ملالی جایا کریں تو ایسا کرنے سے نہ صرف اُن کی زندگی ہی بڑھ جاتی ہے بلکہ مٹی اور کیچڑ کے داغ دھبوں کا اثر دھلنے پر بالکل نہ رہا کرے گا۔

## لیس اور فیتہ کی صفائی

لیس اور کروشیا وغیرہ کا کام دھونے کے بعد اُلٹی طرف استری کریں نچلی طرف فلالین یا کوئی دوسرا نرم کپڑا رکھ لیا کریں اس طرح کرنے سے پھولوں کا ابھار خوب اچھی طرح ہوجاتا ہے یا اگر سیدھی طرف سے کرتے ہیں کوئی حرج نہ ہو تو اس کے اوپر ململ کا باریک کپڑا پانی سے تر کرکے رکھ لیا کرو بعد میں استری پھیرو۔ سچے گوٹہ کناری یا سلمہ ستارہ کا رنگ اگر مدہم پڑ گیا ہو تو اس پر کریم آف ٹارٹار اور مگنیشیا ہموزن ملاکر دانت صاف کرنے کے برش پر لگاکر ملو بعد میں خوب جھاڑ ڈالو فیتہ مثل نئے کے ہوجائیگا۔

**(کلف)** کالر اور کف دھونے کے بعد سخت اور کڑک کرنے مطلوب ہوتے ہیں عام دھوبی اس کو میدہ کی لئی میں ڈبو کر استری کردیتے ہیں پر گرمیوں میں پسینہ آنے کے بعد بہت چپچپاٹے سے ہوجاتے ہیں ایسے کام کے لئے بہترین کلف بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ:- نشاستہ ایک چمچہ۔ بورکس (سہاگہ) ایک چھوٹا چمچہ۔ چھ گرام موم یا چند قطرے گلیسرین۔ یعنی گلیسرین اور موم دونوں میں سے ایک چیز۔ تینوں اشیاء کو ملاکر تھوڑا سا پانی ملاکر خوب ہلاؤ جب سب حل ہوجائے تو اس کے اوپر کھولتا پانی ڈالو۔ تاکہ سب مل ملاکر صاف ہوجاوے اب جس کپڑے کو کڑک کرنا منظور ہو اس کو دھوکر خشک کرلو پھر اس میں مخلوط ڈبوکر دوبارہ خشک کرکے استری کرو۔

## اُونی کپڑے

یہ ایک عام خیال ہے کہ اونی کپڑے دُھلنے پر سکڑ جاتے ہیں اور ہوتا بھی عموماً ایسا ہی ہے اس کا سبب اس کی دھلائی کا غلط طریقہ ہے۔ گرم پانی سوڈا۔ اور ایسا صابن جس میں سوڈا کاسٹک کی مقدار ضرورت سے زیادہ ہو اُون کو سکیڑنے کا موجب بن جاتے ہیں۔

اچھے صابن کے ریزے گرم پانی میں حل کرلو پھر ان کو ٹھنڈا ہونے دو اب اس صابن والے پانی میں گرم کپڑے مل کر دھو ڈالو اگر ایک دفعہ کے عمل سے بالکل صاف نہ ہوں تو دوبارہ یہی عمل کرو۔ مٹھی بھر ریٹھہ کو ذرا سا کوٹ کر پانی میں خوب ابالو جب یہ پانی ٹھنڈا ہوجاوے تو گرم اور ریشم کے کپڑے دھونے کے لئے

لاجواب چیز ہے۔ اس کے مقابلہ میں اچھے سے اچھا صابن بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

## عام سوتی کپڑے

سب سے پہلے ان پر سے داغ دھبے دُور کرلو۔ اگر سیاہی کے داغ ہوں تو ان پر ایک بار انڈے کی زردی ملو۔ پھر آدھ گھنٹہ اس کپڑے کو پڑا رہنے دو بعد میں پکتے ہوئے پانی میں ڈالدو چند منٹ کے بعد نکال کر داغ کی جگہ کو خوب ملو پھر معمولی طریقہ پر دھو ڈالو۔ لوہے کے داغ دھبے دُور کئے جا سکتے ہیں ان کے اوپر ترش لیموں اور نمک ملو پھر چند منٹ کے بعد دھو ڈالو۔ دیگر امونیا فورٹ اور آیوڈین دونوں کو برابر ملا کر داغ دھبوں پر ملو پھر صابن سے دھو ڈالو۔ جب سب کپڑے داغ دھبوں سے پاک ہوجاویں تو ان کو دھونے کے بعد تھوڑا سا نیل دینا لازم ہے نیلا دینے سے ان کی سفیدی خوب کھُل جاتی ہے۔ ورنہ کپڑے زرد زرد رہیں گے۔ اس کام کیلئے بازار میں ٹکیوں کی شکل میں نیل ملتا ہے اس میں نشاستہ اور نیلا رنگ دونوں ہوتے ہیں لیکن اس سے بھی بڑھ کر پرشین بلو اور تھوڑا آگزالک ایسڈ دونوں کو پانی میں ڈال کر حل کرلو۔ بس اس کے چند قطرے کافی ہوں گے۔ پھر کپڑوں کو تھوڑی کلف دو معمولی نشاستہ کی کلف چاولوں کی کلف اس مقصد کے لئے کافی ہے۔

## اصلی سفید ریشم کی صفائی

اصلی سفید ریشم کے کپڑے دھوبی کی بے احتیاطی کی وجہ سے یا زیادہ دفعہ دُھلنے کے بعد زردی مائل ہوجایا کرتے ہیں ان کی اصلی آب اور رنگت مفقود ہوجایا کرتی ہے ریٹھے کے پانی میں دھو کر انکو خشک کرلو۔ پھر ایک تولہ آگزالک ایسڈ لیکر اس کو ابالو جب پکنے لگے تو پھر آگ سے الگ کرکے خشک شدہ کپڑے اس میں چند منٹ تک غوطہ دیکر خشک کرلو۔ بعد میں استری پھیرلو اس طرح کرنے سے بالکل اصلی رنگت میں آجائیں گے۔

## بغیر پانی کے صفائی

گرم کپڑوں کو گاہے گاہے برش کیا کرو۔ ایسے کپڑوں کو حتی الوسع بہت کم دھونا چاہیئے ہاں اگر کسی جگہ میل کچیل کے داغ دھبے ہوں تو ان پر سفید کپڑا پٹرول میں بھگو کر ملو اگر پھر بھی داغ دُور نہ ہوں تو تھوڑے سے صابن کو گرم کرکے پانی میں حل کرکے لسی سی بنالو پھر اس کو صاف کپڑے سے میلی جگہ پر ملو۔ بعد میں صاف پانی میں کپڑا تر کرکے ملو۔ اس طرح کرنے سے سب جگہیں یکساں صاف ہوجائیں گی۔ پٹرول کپڑے دھونے اور صاف کرنے کے لئے لاجواب چیز ہے سب سے بڑا فائدہ اس کا یہ ہے کہ کپڑا فوراً صاف کرکے استعمال کیا جاسکتا ہے اور نازک سے نازک کپڑوں کو بھی اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا اور رنگ بھی خراب نہیں ہوتا۔ گرم کپڑے جیسا کہ میں اُوپر لکھ چکی ہوں عموماً دُھلنے کے بعد سکڑ جاتے ہیں پٹرول سے اگر دھوئے جائیں تو یہ نقص بھی پیدا نہ ہوگا۔ لیکن اس کو استعمال کرتے وقت بہت احتیاط کی ضرورت ہے آگ یا چراغ وغیرہ کی لو سے دُور رکھ کر اس کو استعمال کرو۔ ایک دفعہ کا استعمال شدہ پٹرول پھینکنا نہ چاہیئے۔ بلکہ یہی دوبارہ سہ بارہ بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ پہلے کپڑوں کی مٹی اور میل سب تہ نشین ہوجاوے گی پھر پٹرول کو نتھار کر دوسرے کپڑے دھونے کے کام میں لایا جاسکتا ہے۔ اگر کپڑے بہت میلے ہوں تو پہلے پٹرول میں تھوڑا سا صابن حل کرلو۔ پھر اس میں کپڑوں کو خوب ملو۔ پھر دوبارہ نئے پٹرول میں ملو۔ پھر بھی صاف نہ ہوں تو سہ بارہ نئے پٹرول میں ملو۔ پھر نچوڑ کر ہوا میں پھیلا دو۔ تاکہ پٹرول کی بدبو نکل جائے۔ اس پٹرول کو نتھار کر بوتلوں میں بھر لو۔ یہی دوبارہ سہ بارہ کام میں لایا جاسکتا ہے۔ جب گرم کپڑے خشک ہوجاویں تو ان کو خوب برش کرو۔ امونیا فورٹ مع پانی سے ہر جگہ پہنچا دو۔ پھر چند منٹ لپیٹ کر رکھ دو بعد میں استری کرو۔ استری کرنے کے بعد دوبارہ برش کرو ایسا کرنے سے بالوں کا قدرتی اُبھار کم ہوجاتا ہے اور روئے دبے نہیں رہتے۔

امۃ الحفیظ ازدوارکا

# کمسن بچی کے مدفن پر

## پہلی صبح - ۱۴ جون

کیوں ہم سے روٹھ کر نکل آئی ہے تو یہاں
اُٹھ میرے ساتھ چل۔ مری پیاری شکنتلا !

وحشت فزا مقام ہے۔ جنگل ہے ہولناک
یاں رات تو نے کیسے گزاری شکنتلا !

خوابِ گراں میں تو ہے ابھی زیرِ خاک سرد
بیدار کائنات ہے ساری شکنتلا !

خوش ہو کے پھر اُچھل کہ جگن میرے ساتھ ہے
آنکھوں سے اُسکی اشک ہیں جاری شکنتلا !

باپ اور بھائی دونو تجھے لینے آئے ہیں
با آہ و اشک و گریہ و زاری شکنتلا !

آنکھوں میں آگیا دلِ صد چاک کا لہو
پتھر یہ تجھ پہ دیکھ کے بھاری شکنتلا !

اس خارزار میں ترا مدفن بنا دیا
چلتی ہے اُف! جگر پہ کٹاری شکنتلا !

ویرانہ ہو گیا ہے بھرا گھر ترے بغیر
کہتے ہیں سب کہاں ہے ہماری شکنتلا !

محروم چُپ رہو کہ ذرا سو گئی ہے اب
بے چینیوں کے بعد بچاری شکنتلا !

## دوسری صبح - ۱۵ جون

مایوس ہو کے کل گئے پھر آج آ گئے
اے کاش! زیرِ خاک سے ہو آشکار تو!

ہم دودھ لیکے آئے ہیں گھر سے ترے لئے
دو دن کی بھوکی پیاسی ہے اے شیر خوار تو

گھر میں تو رات کاٹی تھی تو نے تڑپ تڑپ
آسودہ ہو گئی تہِ خاکِ مزار تو!

افسوس! عمر بھر ہمیں تڑپائے گی وہ رات
جب ہو رہی تھی بہرِ سفر بے قرار تو!

جانے سے تیرے رونق کا شانہ مٹ گئی
تھی اے شکنتلا مرے گھر کی بہار تو!

کیا خوشگوار چلتی ہے بادِ نسیم صبح
اور زیرِ سنگ و خاک ہے وقفِ فشار تو!

برسا رہے ہیں اشک کا مینہ تیری خاک پر
ظاہر ہو تا بہ شکلِ گُلِ نو بہار تو!

روتا ہے پھوٹ پھوٹ کے بالیں پہ تیری آج
وہ بھائی جس سے کرتی تھی ہنس ہنس کے پیار تو

بھُولا غمِ جہاں۔ تجھے جب گود میں لیا
آئی تھی بن کے راحتِ جانِ نزار تو

جتنی مسرتیں ترے دم سے ہوئیں نصیب
اُتنا ہی کر گئی ہے ہمیں دل فگار تو!

تیرے لئے دعا ہے دلِ غم نصیب کی
ہو بہرہ یابِ رحمتِ پروردگار تو!

# تیسری صبح - ۱۶ جون

ملتا نہیں ہے کچھ مری فریاد کا جواب
کس نے شکستہ ساز یوں کردیا خموش

مطلب یہ تھا کہ تو مرے نالوں سے جاگ اُٹھے
فطرت میں ورنہ ہے دلِ درد آشنا خموش

مجھ بدنصیب کے لئے تیری خموشیاں
ایما ہے خامشی ہی تو ہو جاؤں گا خموش

طاری ہے آہ! شہرِ خموشاں پہ کیا سکوت
خاموش سرزمین کی ہے ساری فضا خموش

سرمنزلِ دیارِ عدم ہے یہی مقام
ڈیرے لگے ہوئے ہیں مگر ہے صدا خموش

وادی یہ وہ ہے جس میں مسافر اُترتے ہیں
سینے میں سانس روک کے جوں نقشِ پا خموش

دم مارنے کی تاب کسی کو یہاں نہیں
پیر و جواں خموش ہیں۔ شاہ و گدا خموش

نغمے خوشی کے ہیں نہ کہیں نالہ ہائے غم
یکسر ہیں ساکنانِ دیارِ فنا خموش

صدمہ نہ تھا کہ ہو تری معصوم روح کو
ہونا ہے سازِ اب مری فریاد کا خموش

غمزدہ تلوک چند محروم

# پتہ کی باتیں

عورت کے پاس اپنے خاوند کو مطیع کرنیکا سب سے بڑا حربہ اس کی اطاعت ہے۔ یوں تو "ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد" ایک عام اصول ہی ہے مگر مرد عورت کی سیرت میں جس چیز سے زیادہ متاثر ہوتا ہے وہ اس کی اطاعت ہی ہے۔

ان تمام خواتین کو جن کے خاوند اُن کے زیر اثر ہیں اس حقیقت سے مطلع رہنا چاہیئے کہ مرد کی ذات میں یہ غیرت ودیعت کی گئی ہے کہ وہ عورت کی حکومت کو ہرگز پسند نہیں کرتا اور جہاں کہیں کسی مرد نے سرِ تسلیم خم کردیا ہو وہاں سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کے دل سے بیوی کے لئے حقیقی ہمدردی کا مادہ زائل ہو جائیگا۔

عورت کا بہترین زیور حیا ہے۔ مرد کے دل میں جو قدر ایک بھدّی بھونڈی باحیا عورت کی ہے اتنی اُس پری پیکر کی نہیں جو بے باک اور بے حیا ہے۔ عورت جس قدر اپنے اعضائے زینت اور بدن کو غیر مردوں کی نگاہِ بد سے بچائیگی اتنی ہی اس کی عزت تمام محرموں و غیر موں کے دل میں پیدا ہوگی۔

عورت کے لئے سگھڑ اور منتظم ہونا اسی قدر ضروری ہے جتنا کہ ایک مرد کے لئے روزی کمانے کے قابل ہونا مرد کسی حالت میں بھی ایک پھوہڑ اور بدسلیقہ عورت سے خوش نہیں رہ سکتا۔

شادی ایک ضروری چیز ہے۔ کسی عورت یا مرد کو غیر شادی شدہ آزادانہ زندگی بسر کرنے کا خیال تک بھی نزدیک نہ لانا چاہیئے۔ عالم جوانی میں اس قسم کے خیالات معقول معلوم ہوتے ہیں مگر اس کے نتائج ہمیشہ بڑے تباہ کن نکلتے ہیں فطرت انسانی سے مجبور ہو کر انسان گناہ کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور اس طرح دنیا و خدا دونوں کے سامنے شرمندہ و نادم ہونا پڑتا ہے۔

م - ر - اشفاق بیگم

# منجیا

آج سہ پہر کو ناسک میں خوب گرمی تھی۔ کیونکہ بہت دنوں سے بارش نہ ہوئی تھی۔ اور اس سے پہلے بھی وہاں کا موسم خاصا گرم تھا۔ اس سے قبل بھی وہاں قحط کا خطرہ اتنا تھا کہ رامچندر کے مندر کے پجاری تھوڑی دیر کے بعد اپنے بتوں پر ہر چوبیس گھنٹے تک پانی ڈالتے رہے۔ یہ رائے ان کو ایک انگریز جج نے دی تھی جو کہ سنسکرت کا بہت بڑا عالم مانا جاتا تھا۔ اس نے ہندوؤں کی بہت سی مذہبی کتابیں پڑھ کر ان کو یہ رائے دی تھی۔ اور وہاں کے سادھوؤں نے بھی اس کی بات پر عمل کیا۔ اس عمل کا یہ اثر ہوا کہ چوبیس گھنٹے کے بعد زور کی بارش ہوئی۔

اس طرح قحط کا خطرہ تو ختم ہو گیا مگر طاعون کے کہیں کہیں کیس ہونے لگے۔ ان بدقسمتوں میں ایک برہمن نوجوان ہی تھا جس سے لوگوں کو بہت سی امیدیں وابستہ تھیں وہ ڈشاستہ برہمن تھا۔ اس کی اسکول کی زندگی بہت شاندار گزری تھی۔ جتنے انعام ناسک کا اسکول دے سکتا تھا سب اس نے حاصل کئے تھے اسکول کی تعلیم ختم کرنے کے بعد وہ پونا کے قریب دکن کالج میں داخل ہوا۔ اور وہاں حساب کے مضمون میں درجہ اول میں کامیابی حاصل کی۔ پڑھائی کے علاوہ کھیل میں بھی بہت تیز تھا۔ دکن کالج کا پرنسپل ڈاکٹر اس کو اپنے بیٹے کی طرح سمجھتا تھا۔ اور اس کو حساب کا پروفیسر بننے کے لئے کہا مگر اس نے انکار کر دیا اور وکالت پڑھنے کی خواہش ظاہر کی۔ وکالت کے امتحانوں میں بھی اچھے [illegible]ں میں پاس ہوا۔ پڑھائی سے تنگ آکر اپنے دوستوں اور ماں باپ سے ملنے کے لئے ناسک کے خوبصورت شہر میں آگیا [illegible]یائے راوی کے کنارے آباد تھا۔ تین ہفتے آرام سے گزارنے کے بعد اس کو بھی طاعون ہو گیا۔ اس میں کچھ حیرت کی [illegible] تھی کیونکہ یہ گھر بہت پرانا تھا۔ اور چوہوں کی اس میں کچھ کمی نہ تھی۔ چوہے پسوؤں سے بھرے ہوئے تھے اور ان کے [illegible]ے لوگوں کے ننگے پاؤں پر بیٹھنے سے بیماری پھیل گئی۔ ایک نوکر کو ہوا اس کے بعد خاندان کے ایک اور آدمی [illegible] لوگ مرے تو نہیں لیکن گھر میں بیماری پھیل گئی۔ جب مہادیو پرانے خاندانی مکان میں چھٹیاں گزارنے آیا تو وہ زیادہ محنت اور کم سونے کی وجہ سے بہت کمزور ہو گیا تھا۔ اس لئے بیماری نے اس پر بہت جلد اثر کیا۔

مہادیو کے باپ بلونت اور اس کی ماں سرسوتی بائی نے اس کی تیمارداری بہت محنت اور محبت سے کی۔ باپ کو اپنے قابل بیٹے کی بیماری کا بہت افسوس تھا۔ لیکن ماں کے غم میں بدی شامل تھی۔ مہادیو کو بارہ برس کی عمر میں تار پہنایا گیا تھا۔ اور وہ اس طرح اب برہمن بن گیا تھا۔ سچے ہندو مذہب کے لحاظ سے مہادیو کی شادی بارہ برس کی عمر میں ہونی چاہیئے تھی۔ یہی اس کی ماں کی خواہش تھی۔ مگر اس کے باپ نے اس کی تعلیم کی وجہ سے ماں کو بیٹے کی شادی کرنے سے روکا۔ ورنہ اس کی شادی نربدا بائی کی خوبصورت بیٹی سے کبھی کی ہو چکی ہوتی۔ باپ کی خواہش تھی کہ جب تک لڑکا تعلیم حاصل نہ کر لے اس کی شادی نہ کی جائے۔ اب اس نے سب امتحان پاس کر لئے تھے اس لئے بلونت راؤ نے بمبئی کے ایک چھاپہ خانہ کو سنہری الفاظ میں شادی کے کارڈ چھاپنے کو لکھا تھا۔

مگر مہادیو کی بیماری کی وجہ سے شادی رک گئی۔ سرسوتی بائی کا خیال تھا کہ اگر میرا بیٹا بن بیاہا مر گیا تو منجیا

ہوجائے گا۔ یعنی اس کی روح شیطان یا بھوت بن جائے گی۔ اس کی شادی جلدی نہ کرنے کا گناہ اس کے ماں باپ کے سر پر ہوگا۔ اس کا پیارا بیٹا شیطان بن کر پیپل کے درخت کو چمٹ جائیگا۔ سب لوگ اس سے نفرت کرنے لگیں گے۔ کبھی کبھی وہ اپنے چھپنے کی جگہ سے بھاگے گا اور راستہ چلنے والوں پر حملہ کریگا۔ اس سے بچنے کی ترکیب صرف یہ تھی کہ وہ کسی راستہ چلنے والے کے بدن میں گھس جائے۔ اس لئے سرسوتی بائی رات دن وشنو گنپتی شوارا رہا تھی اور جتنے دوسرے دیوتا اس کے خیال میں آتے تھے۔ ان سب کی پوجا کرتی تھی۔ کہ کسی طرح اسے صحت ہوجائے اور وہ اس کی شادی نربدا بائی کی لڑکی سے کر سکے۔

بیمار لڑکے کی تیمار داری ایک انگریز بیمار کی جیسی ہونی چاہیئے ویسی ہی ہوئی تھی۔ سول سرجن کا علاج ہوا۔ اس نے مہادیو کو اچھی طرح دیکھ بھالکر نسخہ لکھا۔ مگر بدقسمتی تو یہ تھی کہ طاعون کا کوئی آسان علاج نہیں۔ سب کچھ اچھی تیمار داری پر منحصر تھا مہادیو کی ماں اور بہنیں ہر وقت اس کے پلنگ کے پاس بیٹھی رہتی تھیں۔ اس لئے اس اچھی تیمار داری کی کمی نہ تھی ان کی خدمت کے اثر سے ان کو آہستہ آہستہ صحت حاصل ہونے لگی۔ اس نے مسکرانا شروع کیا اس سے سارے گھر میں خوشی پیدا ہوگئی۔ ایک دن صبح کو وہ چاء پینے کے لئے بیٹھا ماں کی باہیں اس کے گلے میں تھیں وہ چائے پینے کے لئے جھکا مگر ایک دم سے پلنگ سے نیچے گر گیا۔ پیالی اور طشتری دور جا پڑی۔ وہ جلدی سے تولیہ لینے کو دوڑی۔ تاکہ اسکا منہ اور سینہ پونچھے۔ اس عرصہ میں اس نے انگڑائی لی اور آدھا پلنگ سے نیچے گر گیا۔ سرسوتی بائی نے گھبرا کر میاں کو آواز دی "جلدی آؤ دیکھو مہادیو کو کیا ہوگیا" بوڑھا بلونت راؤ اخبار پڑھ رہا تھا۔ اس آواز کو سنتے ہی ننگے پیر بھاگتا ہوا کوٹھے پر پہنچا وہاں جا کر اس نے دیکھا کہ مہادیو کا دھڑ زمین سے نیچے لٹک رہا ہے۔ اور سرسوتی بائی اس کو سہارا دے کر بیٹھی ہے۔ اس نے پلنگ کے پاس جا کر اپنے بیٹے کو پلنگ پر لٹا دیا۔ اور اس کی نبض دیکھی اس نے مرہٹی میں کہا اس کو کیا ہوگیا ہے" سرسوتی بائی غم سے دیوانی ہوکر میاں پر خفا ہونے لگی "ہاں مر گیا اور تمہارے فضول خیالات کی وجہ سے بن بیاہا ہی مر گیا۔ اب وہ منجیا ہوگیا ہے شیطانی روح ہمارے مرنے اور دوسرا جنم لینے کے بعد دنیا میں بھٹکتی پھرے گی"

"کیا فضول خیالات ہیں؟ یہ تو صرف بچوں کی کہانیاں ہیں۔ ان پر اعتقاد کرنا بالکل بیوقوفی ہے۔ اور اگر بن بھی گیا تو ہم کبھی کبھی اس کو چاول گوشت اور اناج دے سکتے ہیں"

بلونت راؤ کے سمجھانے کا اس پر کچھ اثر نہیں پڑا بلکہ غم میں زیادتی ہوگئی۔ اگر اس کا بیٹا شادی کے بعد مرتا تو وہ کسی طرح صبر کر لیتی مگر جب اسے یہ خیال آتا کہ اسکول میں اور ناسک میں محبت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا مگر مرنے کے بعد اس سے سب نفرت کریں گے اسے بہت رنج ہوتا تھا۔ جب بلونت اور دوسرے مرد مہادیو کو جلا کر واپس آئے تو انہوں نے دیکھا کہ اس کی ماں سیڑھیوں پر منہ اوندھائے پڑی ہے۔ جب وہ اپنے بیٹے کے کمرے کو آخری دفعہ دیکھنے جا رہی تھی تو وہیں بیہوش ہوکر گر پڑی۔ اس طرح گرنے سے اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ ایک دن کے بعد اس کو بھی بیٹے کے پاس لیجا کر جلا دیا گیا۔ بیچارے بوڑھے بلونت نے مونچھیں اور سر منڈوا دیا اور بارہ دن تک اسی سوگ میں رہا۔ اس نے اپنا غم غلط کرنے کے لئے سنسکرت کی مقدس کتابیں پڑھنی شروع کیں اور اپنے بیٹوں کی محبت میں ان کو بھولنے کی کوشش کی۔ اس زمانے میں لوگ اس کوشش میں تھے کہ دیکھیں منجیا کس درخت میں رہتا ہے۔ ان کا پکا خیال تھا کہ وہ شہر سے باہر نہیں جائیگا۔ وہ کبھی پیپل کے درختوں کے پاس چاول وغیرہ بھی رکھتے تھے ان کو یہ خیال نہیں آیا کہ

مہادیو کیونکہ انگریزوں سے اکثر دوستی رکھتا تھا ان کے گھروں کے پاس ہی رہیگا۔ ایک دن شام کو بہت سے برہمن دو تین تانگوں بارہ بجے کی ریل سے جانے کے لئے دس بجے اسٹیشن کیطرف روانہ ہوئے۔ رات کا سفر ان لوگوں نے اپنے بچاؤ کے لئے کیا تھا کیونکہ دن میں گاڑی جب گھاٹوں میں سے گذرتی تھی تو تیسرے درجہ کے مسافروں اور خاص کر بچوں کو بہت تکلیف ہوتی تھی۔ اسٹیشن کیطرف کی سڑک گولف کے میدان کے پاس ہو کر گذرتی تھی اور یہ سڑک ناسک کے رہنے والے اور بمبئی سے آنے جانے والوں کے کام میں آتی تھی۔ سڑک کے کنارے پر بہت بڑا پیپل کا درخت تھا۔ اس دن پورا چاند تھا مسافر ہنس رہے تھے۔ ان کے ساتھ المونیم کے بہت سے برتن تھے ٹین کے ٹرنک تھے اور سب نے بہت سی دوسری چیزیں اٹھائی تھیں۔ جیسے ہی وہ لوگ پیپل کے درخت کے پاس پہونچے گھوڑے ایکدم سے ڈر کر کود ے تانگے الٹ گئے دو بچوں اور ایک عورت کی جان گئی۔ ایک کی ٹانگ ٹوٹی ایک کی بانہہ ٹوٹی اور تانگے والے بھی زخمی ہوئے۔ گھوڑوں کو کھڑا کیا وہ لوگ ڈر کے مارے کانپ رہے تھے۔ مگر وہ بری طرح زخمی ہوئے تھے۔ پولیس کو اطلاع دی گئی انہوں نے مردوں کو گاڑا اور زخمیوں کو ہسپتال لے گئے مگر اس حادثہ کا سبب معلوم نہ کر سکے۔ سب سے بوڑھے برہمن نے انسپکٹر کو یقین دلایا کہ اس نے چاند کی روشنی میں خوفناک چیخ کی آواز سُنی اور ایک وبونے پیپل کے درخت سے نکل کر گھوڑوں پر حملہ کیا اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ مہادیو بھوت تھا۔ اس نے پیپل کے درخت میں گولف کے میدان میں رہنا شروع کیا تھا۔ برہمن کے علاوہ دو چار مردوں اور عورتوں نے بھی یہ ہی کہا۔ انسپکٹر نے منجیا کے متعلق اپنی رپورٹ میں کچھ لکھنے سے انکار کر دیا۔ اسے معلوم تھا کہ اس قسم کی مذہبی باتوں پر کوئی یقین نہیں کریگا۔ اور اس کی بات کو سب جھوٹا سمجھیں گے۔ اور حقارت سے کہیں گے "فضول ہندوستانی خیالات ہیں" اس طرح کی بیکار باتیں رپورٹ میں لکھنے سے اس کو ہی سزا ملیگی۔

انسپکٹر کے انکار کا سبب ناسک کے لوگوں کو خوب معلوم تھا۔ اس لئے انہوں نے کچھ اعتراض نہیں کیا۔ اگر سپرنٹنڈنٹ کو یہ معلوم بھی ہو جاتا کہ پیپل کے درخت میں منجیا ہے تو وہ کر ہی کیا سکتا تھا۔ اگر وہ درخت کٹوا دیتا تو اس سے منجیا کو اور غصہ آجاتا کا خطرہ تھا۔ مہادیو کی روح کوئی اور جگہ ڈھونڈھیگی اور لوگوں کو پہلے سے زیادہ ستانا شروع کر دیگی۔ شہر کے لوگوں کا خیال ٹھیک تھا کہ جہاں منجیا رہے وہ جگہ ان کے لئے بہت اچھی ہے۔ وہ ایک خدا کی طرح اس کی پوجا کر سکیں گے۔ اور اس درخت کے نیچے ایک لال پتھر رکھیں گے اس کو روز کچھ چاول دیں گے۔ اور میٹھے تیل کا چراغ جلائیں گے۔ اس طرح کی پوجا کسی معمولی منجیا کے لئے ٹھیک تھی مہادیو عقلمند آدمی تھا اس کو یہ معلوم تھا کہ ان چیزوں سے خوشی تو ہوتی ہے مگر کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ اس کے لئے سب سے اچھا علاج یہ تھا کہ کسی آدمی کے بدن میں گھس جائے اور اس کا کسی طرح خاتمہ کر ڈالے۔ کسی کے بدن میں گھسنے کے بہت سے طریقے ہیں۔ سب سے آسان یہ تھا کہ جب کوئی جمائی لے تو اس کے منہ میں گھس جائے اب مہادیو کسی کو نہ ستاتا تھا کیونکہ لوگ اس کو خود آکر نذر دے جاتے تھے۔ مگر اب اس کو یہ انتظار تھا کہ کوئی پاس سے گزرنے والا جمائی لے تو اس کے بدن میں گھس جائے۔ مگر ہندوستانی تو اس خطرے سے بخوبی واقف ہیں وہ جمائی لیتے وقت ہر دفعہ منہ پر ہاتھ رکھ لیتے ہیں کہ کہیں کوئی بری رُوح منہ میں نہ گھس جائے۔

کامل ایک مہینے تک مہادیو کی روح لوگوں کے مُنہ میں ناچا کی مگر کسی نے بھی اس کو موقعہ نہیں دیا۔ وہ اکثر جمائی نہ لیتے تھے اور جب کبھی بھی لیتے تو کسی بری روح کے گھسنے کے ڈر سے جلدی سے اپنا ہاتھ منہ پر رکھ لیتے تھے۔ آخر کار ایک دن ایک انگریز کو اکیلا جاتے ہوئے دیکھا وہ بغیر منہ پر ہاتھ رکھے جمائی لے رہا تھا۔ مہادیو کو خیال آیا کہ وہ اس کے بدن میں گھس جائے

کیونکہ وہ ہندوستانیوں کیبا تھ کامیاب نہیں ہوا تھا۔ پہلے تو اسے اپنے اس خیال سے بہت نفرت ہوئی۔ حالانکہ وہ بہت سوں سے ملا تھا اور بہت سوں کو پٹ بھی کرتا تھا۔ لیکن ان لوگوں کے ساتھ کھانے میں کبھی بھی شریک نہیں ہوا تھا۔ ایک گائے کا گوشت کھانے والے غیر قوم کے آدمی کے بدن میں گھسنے سے اسے بہت نفرت ہوئی۔ آخر کار اس نے سوچا کہ خاموشی سے ہمیشہ کیلئے پیپل کے درخت میں رہنے سے تو یہ بہتر ہے کہ اس کے بدن میں گھس کر اس کا خاتمہ کردے۔

جب وہ گولف کھیلنے والے انگریزوں کے واسطے ٹھہرا ہوا تھا تو اس کو اور رکاوٹ دکھائی دی یعنی یہ لوگ جمائی لیتے تو منہ پر ہاتھ ضرور رکھ لیتے ہیں خصوصاً اس وقت جب ان کے ساتھ کوئی اور بھی ہو۔ تاہم مہادیو نے انگریزوں کو بغیر منہ پر ہاتھ رکھے جمائی لیتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس لئے اس کو کسی اور کو بھی پانے کی اُمید تھی اور اس کی اُمید پوری ہوئی کچھ دن بعد ایک اسسٹنٹ جج کولن ٹربوزر درخت کے پاس سے گزرا۔ کورٹ میں آج زرا دیر ہو گئی تھی۔ اس لئے اسے کلب میں کوئی ساتھی نہ ملا سکام سے تھکا ہوا تھا اس لئے بہت جمائیاں لے رہا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ گھرے ہوئے تھے اس لئے وہ جمائی لیتے وقت منہ پر ہاتھ نہ رکھ سکا۔ اس نے منہ کھولا جس میں مہادیو بہت آسانی سے گھس سکتا تھا۔ منجیا سفید دانتوں میں سے ہو کر حلق سے نیچے اُتر گیا۔ ٹربوزر سوچتا ہی رہ گیا کہ وہ کھیلے یا نہ کھیلے مہادیو کی بری روح نے ٹربوزر کی رُوح کو نکال کر خود اس کی جگہ لے لی۔

ٹربوزر کے بدن کو ایکدم سے جھٹکا محسوس ہوا وہ وہیں پیپل کے درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ اور سانس لینے کی کوشش کرنے لگا جیسے ہی اس کو ہوش آیا وہ مہادیو کی رُوح کے قبضے میں تھا۔ اور منجیا کے ہر حکم پر چل رہا تھا۔ آخر کیوں نہ چلتا! اس کی اپنی رُوح تو تھی ہی نہیں جس سے وہ اپنے بدن پر حکومت کرتا۔ دوسری بات یہ کہ مہادیو کی رُوح نے اس پر اچھی طرح قبضہ کر لیا تھا۔ اب مہادیو صرف یہ چاہتا تھا کہ اس نئے بدن کا کسی طرح خاتمہ کر ڈالے اور اس کی رُوح آزاد ہو جائے۔ اس کی صرف دو ترکیبیں تھیں جن سے منجیا اپنے آپکو رہا کر سکتا تھا۔ یا ٹربوزر خودکشی کرے یا کسی کا خون کرے اور سولی پر لٹکا دیا جائے ہندوؤں میں خودکشی کرنا بہت بڑا گناہ ہے اور مہادیو نے ایک انگریز کے بدن میں گھس کر پہلے ہی ایک گناہ کر دیا تھا۔ اور اس کو اس گناہ کا کفارہ دینا پڑے گا۔ اگر وہ خودکشی کر لیتا تو معلوم نہیں اور کتنی مصیبتیں اٹھانی پڑتیں اور دوسرا جنم کس روپ میں لیتا۔ اس کے لئے رہائی کی صرف یہی ترکیب تھی کہ کسی کو قتل کرے اور خود بھی موت کی سزا پائے۔ یہ سوچ کر اس نے بیٹ وغیرہ اٹھائے اور اسسٹنٹ جج کے گھر کی طرف چلا۔ اور اس کے بنگلے میں گھس گیا۔ نوکر سمجھا کہ اس کا مالک ہے۔ اس کو سلام کیا اور جلدی سے دروازہ کھولا۔ منجیا مسٹر ٹربوزر کو نہیں جانتا تھا۔ مگر اسے اُمید تھی کہ وہ اسے پالیگا وہ اپنی ایک سہیلی کے ساتھ ڈرائنگ روم میں بیٹھی باتیں کر رہی تھی۔ اس نے اپنے میاں کی پاؤں کی آواز سُنکر کہا۔ کیا تم ہو ٹربوزر؟ میں سمجھی تھی تم کلب گئے تھے۔ مس سمتھ آئی ہوئی ہیں۔ تم سے ملنا چاہتی ہیں ذرا ان سے باتیں کر لو"

"ہاں مسٹر ٹربوزر اندر آیئے" مس سمتھ نے کہا۔ اس نے کمرے میں ایک تلوار لٹکتی ہوئی دیکھی منجیا نے دیوار پر سے تلوار اتاری اور ڈرائنگ روم کی طرف چلا "خدا خیر کرے ٹربوزر آج تم کو کیا ہو گیا ہے تمہاری حالت بالکل بدل گئی" منجیا نے اس کی بالکل پرواہ نہ کی۔ اور تلوار اس کے دل میں بھونک دی۔ بدقسمت مس سمتھ نے بھاگنے کی کوشش کی۔ مگر اس نے اسکا پیچھا کیا اور پیٹھ میں تلوار بھونک کر اس کا بھی خاتمہ کر دیا۔ اس کے بعد منجیا نے تلوار پھینک دی اور ڈوارکن کے دفتر کو گیا "میں نے دو عورتوں کا قتل کیا ہے مہربانی کر کے مجھے گرفتار کیجئے"

سپرنٹنڈنٹ ایک مجرم کی رپورٹ لکھنے میں مصروف تھا۔ وہ ان لوگوں کو بہت اچھی طرح جانتا تھا اور ان کی

صورت دیکھ کر بتا سکتا تھا کہ وہ کس طبقے کے آوارہ گرد فقیر ہیں۔ مگر وہ اس کو اچھی طرح لکھ نہیں سکتا تھا۔ سپرنٹنڈنٹ نے اس کے لکھنے میں اپنا پورا قلم چاٹ ڈالا مگر وہ دو صفحوں سے زیادہ کچھ نہ لکھ سکا۔ وہ اتنا مشغول تھا کہ اس نے ٹریونرس کی آواز سنی ہی نہیں۔ مگر تھوڑی دیر تک لکھنے سے جان چھٹنے پر اسے خوشی ہوئی۔ ایک دم کرسی پر سے اٹھا اور کہنے لگا۔

"تم ہو ٹریونر اندر آؤ وسکی اور سوڈا پیو۔ دیکھو بوائے اور سوڈا لاؤ۔ کیا تم روپے کے مقدمہ کے متعلق کچھ کہنے آئے ہو یا کرشن بائی کے قتل کا کچھ جھگڑا ہے۔" سپرنٹنڈنٹ صاحب معاملوں کو طے کرنے نہیں آیا ہوں" ٹریونر نے ہندوستانیوں کے لب و لہجہ میں کہا میں نے ابھی دو عورتوں کو قتل کیا ہے اور اپنے آپکو گرفتار کرانے آیا ہوں"۔ "تم نے دو عورتوں کو قتل کیا ہے! تم آج کیسی باتیں کر رہے ہو یہ مذاق کرنے کا وقت نہیں ہے سوڈا پیکر جانا مجھے اکیلا پینے میں لطف نہیں آتا۔ وہ ہنسنے لگا۔

"میں مذاق نہیں کر رہا سپرنٹنڈنٹ صاحب میں نے ابھی دو عورتوں کو قتل کیا ہے۔ اگر یقین نہ ہو تو خود چل کر دیکھ لیجئے"۔

ٹریونر نے زور دیتے ہوئے کہا۔ ڈوارکن سفید وردی میں دو پولیس والوں کو ساتھ لیکر ٹریونر کے مکان کی طرف چلا۔ یہ سب ایک منٹ تک خاموشی سے مکان پر پہنچنے کے بعد اس نے دیکھا کہ نوکر گھبرائے ہوئے ہیں۔ وہ سب چیخنے لگے۔ صاحب نے ڈاکٹر میم صاحب اور میم صاحب کو مار ڈالا ہے۔

اس نے سوچا ٹریونر کی کہانی میں کچھ اصلیت ضرور ہے۔ ڈوارکن نے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کو بلایا۔ محمد خان کے گھر کی طرف ٹریونر دو پولیس والوں کے ساتھ گیا۔ جب اسے ٹریونر کی رپورٹ لکھنے کے لئے کہا تو اسے بہت اچنبھ[illegible]

"اصل بات یہ تھی" ٹریونر نے کہا میں اپنی بیوی کی حرکتوں سے تھک گیا تھا اس سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا اور اس کو سزا دینا چاہتا تھا کیونکہ وہ اکثر...... (منجیا کو کسی پولیس کے افسر کا نام یاد نہ رہا) ایک فوجی افسر سے باتیں کرتی تھی۔ جب گھر آیا تو پھر اسے اس سے باتیں کرتے دیکھا میں نے فوراً دیوار پر سے تلوار اتار کر اس کا خاتمہ کر دیا۔ پھر بیوقوف مس سمتھ نے بکواس کرنی شروع کی اب تو مجھے بہت غصہ آیا۔ میں نے اس کا بھی خاتمہ کر ڈالا۔"

رپورٹ بہت احتیاط سے لکھی گئی اور ٹریونر کو حوالات بھیجدیا گیا۔ صبح کو فرسٹ کلاس اسسٹنٹ کے سامنے پیش کیا گیا جسکو سپرنٹنڈنٹ نے تار کے ذریعہ اطلاع دی تھی۔ مجسٹریٹ نے مقدمہ بمبئی ہائی کورٹ میں بھیجدیا۔

ٹریونر کے مقدمے کے دن بمبئی میں بڑی ہلچل مچی ہوئی تھی۔ ہال تماشائیوں سے بھرا ہوا تھا ٹریونر کا مقدمہ سب سے پہلے پیش کیا گیا۔ جج لال چوغا پہن کر انصاف کی کرسی پر بیٹھا تھا۔ بمبئی کا مجسٹریٹ اور چیف اس کے دونوں طرف بیٹھے تھے چونکہ ٹریونر انگریز تھا اس لئے جیوری کے نو آدمی بھی انگریز تھے۔ وہ اس کے گناہ یا بے گناہی کا ثبوت دینے کیلئے مقرر کئے گئے تھے۔

اس نے کوئی وکیل نہیں کیا۔ لیکن انگریز وکیلوں میں سے ایک وکیل نے جو اس سے بخوبی واقف تھا اس کی طرف سے خود بخود وکالت کی۔ ٹریونر کے بچاؤ کی کوئی صورت نہ تھی کیونکہ وہ پہلے ہی سے جرم کا اقرار کر رہا تھا۔ ڈاکٹر نے یہ یقین دلا دیا تھا کہ اس کے قتل کی کوئی وجہ معلوم نہ ہو سکی۔ جیوری نے مان لیا کہ ٹریونر مجرم ہے۔ مگر ساتھ ہی رحم کی بھی درخواست کی تھی۔ انہوں نے یہ کیوں کیا اس کا سمجھنا بہت مشکل ہے۔ ان کا خیال تھا کہ کوئی عقلمند آدمی ایسی حرکت کبھی نہیں کرتا اگر ٹریونر عقلمند ہوتا تو کبھی ایسی حرکت نہ کرتا۔ جج یہ سنکر بہت خوش ہوا کیونکہ اس کی اور ٹریونر کی بہت دن سے دوستی تھی۔ اسے اپنے پیارے دوست کی جان لینا نہ چاہتا تھا۔ اس کو عمر بھر کی قید کا حکم سنا دیا۔ اس سے ٹریونر کو بہت رنج ہوا۔ اس کے مقدمے کا فیصلہ ہو گیا جج نے دوسرے مجرموں کو پیش کرنے کا حکم دیا۔ ٹریونر جیل بھیجدیا گیا۔ شروع ہی سے جیل کے سپرنٹنڈنٹ

اور کپتان جمسین اس کے مقدمے سے بہت دلچسپی لے رہے تھے۔ جمسین اس سے پہلے کبھی نہیں ملا تھا۔ مگر اس کا خیال تھا کہ ٹریوزر کو کچھ نہ کچھ مشکلات ضرور ہونگی جنکی وجہ سے اس کو ایسا کرنا پڑا۔ جیل کے افسر وغیرہ اس کو بہت اچھا سمجھتے تھے سارے جیل میں وہ ایک عقلمند آدمی تھا۔ منجیا کو ٹریوزر کے بدن میں رہنا بالکل پسند نہ تھا۔ اگر دو کو قتل کرنے سے اس کو رہائی نہیں ہوئی تو وہ ایکے تین کو قتل کریگا۔ تین قتل اسے ضرور رہا کر دیں گے۔ کیونکہ ہندوستانیوں کے قانون کے مطابق جو عمر بھر قتل کرتا رہے اسے موت کی سزا دی جاتی ہے۔

ایک دن اس نے مگدر مانگے کیونکہ ورزش نہ کرنے کیوجہ سے اس کی صحت پر برا اثر پڑ رہا تھا۔ جمسین یہ سُنکر بہت خوش ہوا۔ وہ مگدر اس کے پاس فالتو پڑے تھے وہ اسی شام کو لا کر ٹریوزر کو دیدیئے۔

سپرنٹنڈنٹ کے دل سے ڈر نکالنے کے لئے اس نے اس کا بہت شکریہ ادا کیا۔ ٹریوزر نے پہلے تو ایک مگدر اُٹھاکر اپنے کندھے کی طرف پھیرا۔ پھر زور سے جمسین کے سر پر مارا بدقسمت افسر کی کھوپڑی ٹوٹ گئی اور وہ زمین پر گر پڑا۔

منجیا نے سوچا "اب تو وہ مجھے ضرور پھانسی دیں گے"

پہرہ دار گھبرا گئے ان میں ہمت باقی نہ رہی۔ آخر مقدمہ چلنے تک خاموش رہنے کی کیا ضرورت ہے؟ کیوں نہ مارے جائیں جب تک کہ موت خود بخود نہ آجائے؟ دونوں مگدروں سے پہرہ داروں پر حملہ کیا ان بچاروں نے گھبرا کر اِدھر اُدھر بھاگنا شروع کیا۔ ٹریوزر ان کی طرف بھاگا۔ اور بہت لوگوں کو مار ڈالا ہندوستانی چور اپنی کوٹھڑیوں میں بند تھے اور چیخ رہے تھے "مارو صاحب مارو"

ٹریوزر نے آدھے درجن سپاہیوں کو مار ڈالا۔ جو بچ گئے انہوں نے اوپر چڑھ کر اس پر بندوق سے گولیاں چلانی شروع کیں۔ اس کو مارنا آسان نہ تھا کیونکہ وہ اِدھر اُدھر پھر رہا تھا اور اتنا غصے میں تھا کہ اس پر کسی زخم کا اثر نہ ہوتا تھا خون زیادہ مقدار میں نکلنے کے بعد وہ زمین پر گر پڑا پہرے داروں نے موقعہ پاکر خوب گولیاں چلائیں۔ وہ ذرا ہلا اُٹھنے کی کوشش کی مگر پھر گر گیا اور مر گیا۔

آخر کار منجیا جیتا اور آزاد ہو گیا۔ مہادیو کی روح نے ٹریوزر کا بدن چھوڑ دیا۔ اور ان روحوں میں جا ملا جو کہ اور کون کا انتظار کر رہی تھیں۔

سب انگریز جو ٹریوزر کو جانتے تھے اس کے جرموں اور موت سے بہت متاثر ہوئے۔

"ایسی اچھی زندگی کا انجام کیسا برا ہوا ہے"۔ اور لوگ اکثر کہتے تھے "اس کو کچھ ہوا ضرور ہوگا۔ وہ یقیناً پاگل ہو گیا تھا مگر بچارے کا خاتمہ بہت برا ہوا"

ہاں ان لوگوں کا خیال ٹھیک تھا اس کا خاتمہ بہت برا ہوا۔ مگر جو کچھ اس پر گزری وہ مجھ پر یا تم پر بھی گزر سکتی ہے۔

(انگریزی سے ترجمہ)　　**معصومتہ الرحمٰن** (حیدرآباد دکن)

## تصحیح

سالانہ نمبر میں بچوں کا جو گروپ میرا بھیجا ہوا شائع ہوا ہے اس میں صرف ایک بچہ میرا ہے۔ یعنی علی اکبر تقوی اور دیگر تین بچے میری دو بہنیں اور ایک بھائی ہیں۔ محترم خواتین تصحیح فرمالیں۔ غلطی سے چاروں بچوں کو میرے لڑکوں سے منسوب کیا گیا ہے۔

**شہر بانو**

# علاج کا بہترین طریقہ

آج مشکل سے کوئی گھرانا ایسا نکلے گا جہاں بیماری کا دور دورہ نہ ہو۔ ملک میں طبیبوں، بیدوں، ڈاکٹروں کے علاوہ سیکڑوں ہزاروں اشتہار بازوں دوا فروشوں کا جال بچھا ہوا ہے لیکن صحت اور تندرستی عنقا ہو رہی ہے۔ اور ایسی ایسی پیچیدہ اور نئی نئی بیماریاں سُننے دیکھنے میں آتی ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔

بیماریوں کی یہ کثرت دیکھکر یورپ کے مفکرین تقریباً دو صدی سے علاج کے نئے طریقوں کی تلاش و تحقیق میں مصروف تھے اور بالآخر انیسویں صدی میں "لوئی کوہنی" نامی ایک جرمن محقق نے وہ طریقۂ علاج ایجاد کیا جسکی تشریح یہاں بیان کرنا منظور ہے۔

لوئی کوہنی نے اپنے طریقۂ علاج کو لکچروں کی صورت میں مدون کیا اور اس کا نام "نیا علم شفا بخشی" تجویز کیا ہے۔ یہ کتاب دنیا کی تقریباً چالیس زبانوں میں شائع ہو چکی ہے اور ہندوستان میں اس کے اُردو اور ہندی ترجمے بابو کرشن سروپ صاحب بی اے ایل۔ ایل۔ بی سابق وکیل سرکار ضلع مراد آباد نے شائع کئے۔

بابو صاحب نے جن کا چند ہی سال ہوئے انتقال ہو گیا، کتاب ہی کو ہندوستان میں نہیں پھیلایا بلکہ اپنے پیشۂ وکالت کی مصروفیتوں کے ساتھ ساتھ وہ اس طریقۂ علاج کے بموجب سیکڑوں مریضوں کی خدمت بھی کرتے تھے اور جب وہ مراد آباد سے اپنے وطن بجنور میں جا کر سکونت پذیر ہوئے تو وہاں "کوہنی آشرم" کے نام سے ایک اسپتال بھی قائم کیا تھا جس میں باہر کے مریض آکر رہتے اور اُن سے علاج کراتے تھے۔ لوئی کوہنی نے اپنے طریقۂ علاج کی بنیاد دو اُصولوں پر رکھی ہے۔

(۱) جسم انسانی کو جتنے امراض لاحق ہوتے ہیں وہ سب متحد الاصل ہیں۔

(۲) مادۂ فاسد کے اجتماع سے چونکہ جملہ عوارض پیدا ہوتے ہیں اس لئے اس کا اخراج ہی بیماریوں سے نجات بخشی کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔

پہلا اصول ہر چند کہ دوسرے طریقہ ہائے علاج کے ماہرین کے نزدیک مسلّم نہیں لیکن جن لوگوں نے لوئی کوہنی کے طریقۂ علاج کی آزمایش کی ہے وہ اس اصول کو ماننے کے لئے مجبور ہو جاتے ہیں خصوصاً جبکہ وہ یہ دیکھتے ہیں کہ ہر قسم کی بیماریوں کا علاج ایک ہی طریقہ کار سے ہو جاتا ہے۔ مگر یہ بحث علمی اور فنی حیثیت رکھتی ہے۔ عام طور پر مریضوں کے لئے نہ ضروری ہے اور نہ چنداں دلچسپ۔ جس کسی کو شوق ہو "لوئی کوہنی" کی اصل کتاب The New Science of Healing یا اس کے اُردو ترجمہ "نیا علم شفا بخشی" میں ملاحظہ کریں۔

دوسرا اصول چونکہ عمل سے تعلق رکھتا ہے اس لئے یہاں اس کی کسی قدر وضاحت کی جائے گی جسم انسانی میں مادہ فاسد کے داخل ہونے کے حسب ذیل ذرایع ہیں:۔

(۱) انسان جو غذا کھاتا ہے اُس کا ایک حصہ خون بنکر جسم کی قوت بڑھاتا ہے اور باقی حصہ فضلہ بنکر جسم سے خارج ہوتا رہتا ہے مگر غذا کے نامناسب یا ناموافق ہونے یا آلاتِ ہضم میں فتور پڑ جانے کی وجہ سے جب غذا جزو بدن نہیں ہوتی اور نہ پوری طرح جسم سے خارج ہوتی ہے تو مادۂ فاسد بنکر جسم کے مختلف گوشوں، رگوں اور پٹھوں میں جا گزیں ہو جاتی ہے اور یہی بیماری کا سبب بن جاتی ہے۔ (۲) غذا کے علاوہ ناک اور منہ کے ذریعہ ہوا اور خاک کے ذرات اور پانی بھی انسانی جسم میں داخل ہوتا رہتا ہے

اور اگر مناسب طریقہ پر ان کا اخراج نہ ہوتا رہے تو مادہ فاسد بنانے اور اُس کو انسانی کل کے ننھے ننھے پرزوں میں پہونچا کے بیماری پیدا کرنے کا سبب بن جاتا ہے۔

اب اگر جسم سے یہ مادہ فاسد خارج ہوجائے تو بیماری باقی نہ رہے کیونکہ قدرت نے طبیعت انسانی میں یہ خوبی ودیعت کی ہے کہ وہ ہمیشہ حرکت کی حالت میں رہتی اور نشو ونما کے لئے جدوجہد کرتی رہتی ہے اور عوارض وا سباب لاحقہ مزاحم نہوں تو صحت و تندرستی کے ساتھ تمام اعضائے جسم اپنے وظائف مقررہ کو ادا کرتے رہیں۔

لوئی کوہنی نے جب مادہ فاسد کے اخراج کی صورتوں پر غور کیا تو اُسے یہ امر متحقق ہوا کہ جسم انسانی کے اندر وہ حصہ جو زیر ناف واقع ہوا ہے اور جسے عرف عام میں پیڑو کہتے ہیں مادہ فاسد کا خزانہ یہیں جمع ہوتا ہے اور یہیں سے سارے جسم میں پھیلا کرتا ہے۔ اس لئے اُس نے تجویز کیا کہ اسی قلعہ پر علاج کا حملہ ہونا چاہیئے اور معمولاً ہر مریض کو مشورہ دیا کہ پانی سے بھرے ہوئے ظرف میں بیٹھ کر پیڑو کی مالش کی جائے تاکہ رگڑ سے مادہ فاسد کو حرکت ہو اور وہ آہستہ آہستہ پاخانہ اور پیشاب کی راہ سے جسم سے خارج ہوجائے۔ چونکہ مادہ فاسد مدت ہائے دراز میں تہ بہ تہ جمع ہو کر رگوں اور پٹھوں میں اس طرح جم جاتا ہے جس طرح دیوار پر چونا اس لئے اس کو پگھلانے اور منتشر کرکے حصہ اسفل کیجانب رجوع کرنے کی غرض سے دو گرم غسل تجویز کئے گئے ہیں۔ ایک غسل آفتابی اور دوسرا گرم پانی کی بھاپ کا غسل ان دونوں کی مدد سے بہت مادہ فاسد تو پسینہ کی صورت میں مسامات جلد سے خارج ہوجاتا ہے اور جو مادہ جسم کے اندر ہوتا ہے وہ بھی رفتہ رفتہ انجمادی صورت کو بدلکر رقیق ہوجاتا ہے اور پاخانہ پیشاب کی راہ سے بہنے لگتا ہے۔

لیکن جب مادہ فاسد جسم انسانی کی اُن پیچیدہ رگوں اور شرائین میں جم جاتا ہے جن کا اخراج محض مالش سے ممکن نہیں اور نسوانی بیماریوں میں یہی صورت ہوتی ہے تو مادہ کو وہاں سے کھینچکر نکالنے کے لئے ایک اور عجیب طریقہ لوئی کوہنی نے ایجاد کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ خاص مقامات کے گردوپیش کی مالش کیجائے۔ لوئی کوہنی کا خیال یہ ہے کہ ان کے گردوپیش کی باریک نسوں میں مالش یا رگڑ سے جو حرکت پیدا ہوتی ہے وہ انسانی جسم کے دیگر اندرونی اور پیچیدہ خلیوں پر اثر انداز ہوتی اور اُن کے اندر جو مادہ فاسد جما ہوا ہوتا ہے رفتہ رفتہ اوسے باہر نکال دیتی ہے۔ جس کے بعد پسینہ، پاخانہ یا پیشاب کی صورت میں اس کا اخراج ممکن ہوجاتا ہے۔

اس طرح چار قسم کے غسلوں سے جنمیں سے دو ٹھنڈے پانی کے ظرف میں لئے جاتے ہیں اور دو گرمی پہونچانے والے ہوتے ہیں جملہ عوارض کا علاج ہوجاتا ہے۔ امداد مزید کیلئے مٹی کے لیپ یا بندش سے کام لیا جاتا ہے۔ مٹی نہ صرف اندرونی حرارت کو دفع کرتی ہے بلکہ اورام کو تحلیل کرنے اور پھوڑے پھنسی کو پکا کر توڑنے میں معین ہوتی ہے۔ اور جن چار عناصر (آب و آتش خاک و باد) سے جسم انسانی کو قدرت نے بنایا ہے اُنہیں کے مناسب اور برمحل استعمال سے نہ صرف معمولی امراض بلکہ ایسی پیچیدہ بیماریاں جیسے دق۔ کنٹھ مالا۔ بواسیر۔ ہسٹریا۔ سرطان جذام۔ فالج۔ گٹھیا۔ جنون۔ جلندھر وغیرہ بھی دفع ہوجاتی ہیں اور عورتوں کے امراض کا تو شاید اس سے بہتر اور عمدہ اور آسان تر کوئی علاج ہی نہیں ہے۔

ہندوستان کے ہر بڑے شہر میں ایسے نامی گرامی حکیم اور ڈاکٹر موجود ہیں جن کی مسیحا نفسی لوگوں کو کشاں کشاں اُن کے مطبوں اور اسپتالوں تک لیجاتی ہے لیکن پھر بھی بہت سے مریض ایسے ملیں گے کہ اُن کی بیماری نہ حکیم صاحب کی دوا سے جاتی ہے نہ ڈاکٹری علاج سے۔ ایسے مریض کا علاج لوئی کوہنی کے طریقہ علاج کے جاننے والے ہی کر سکتے ہیں۔

پھر اس علاج میں کتنی اور خوبیاں ہیں۔

(۱) کسی قسم کی دوا استعمال نہیں کیجاتی۔ دوا کی قیمت کا سوال نہ کبھی سامنے ہو تو ہر شخص یہ جانتا ہے کہ عطار کی چوک سے نسخہ باندھنے میں غلطی ہو جائے یا پنسارداروں کی بھول سے لگانے کی دوا جو عموماً زہریلی ہوتی ہیں مریض کو پلا دی جائے تو کتنی تکلیف کا سامنا ہوتا ہے۔

(۲) کسی قسم کے عمل جراحی کی ضرورت نہیں ہوتی عمل جراحی سے اگر نفع ہو جائے تب بھی غنیمت ہے مگر بارہا ایسا ہوتا ہے کہ سیکڑوں روپیہ صرف ہو جاتا اور کافی زحمت برداشت کی جاتی ہے پھر بھی عمل جراحی سے مطلب برآری نہیں ہوتی۔

(۳) حکیموں اور ڈاکٹروں کے علاج میں تمامتر دار و مدار تشخیص پر ہے۔ پیچیدہ اور مزمن امراض شروع ہی سے پیچیدہ اور مزمن نہیں ہوتے بلکہ یہ معالجوں کی غلط تشخیص اور نامناسب ادویہ کے استعمال کے بدولت پھلتے پھولتے ہیں اور اگر حساب لگایا جائے تو ایک متوسط الحال خاندان میں بھی ایسے مریضوں پر سیکڑوں روپیہ حکیموں اور ڈاکٹروں کی فیس اور دواؤں کی قیمت میں صرف ہو جاتا ہے۔ امیروں کے یہاں تو بلا مبالغہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے اور پھر بھی مریض کو صحت نصیب نہیں ہوتی۔ اس طریقہ علاج میں تشخیص کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ جملہ امراض متحد الاصل مانے جاتے اور علاج کا طریقہ چند ہی صورتوں میں محدود ہے۔

(۴) دوسرے طریقوں پر علاج کرنے سے بعض اوقات بظاہر صحت حاصل ہو جاتی ہے مگر مرض حقیقت میں دب جاتا ہے یا صورت بدل دیتا ہے جسم سے بالکلیہ خارج نہیں ہو جاتا صرف یہی طریقہ علاج ہے جو جسم کو بالکل مرض سے پاک کر دیتا ہے۔

ان تمام خوبیوں کے باوجود ایک خرابی بھی اس طریقۂ علاج میں ہے جس کا بیان کر دینا ضروری ہے حکیم اور ڈاکٹر بھی بیماری کی حالت میں کچھ نہ کچھ پرہیز بتاتے ہیں مگر لوئی کوہنی کے طریقۂ علاج میں پرہیز کا طریقہ ایسا ہے جس سے عموماً لوگ گھبراتے ہیں۔ لوئی کوہنی کا اصول غذا یہ ہے کہ محرک اور ثقیل غذاؤں کے بجائے غیر محرک اور سبک غذائیں دی جائیں اس لئے وہ گوشت، مچھلی، گھی، مصالحے، مرچ، چائے، برف اور مرکب غذاؤں کے استعمال کو منع کرتا ہے اور بجائے ان کے پھل (سیب، سنترہ، انار، انناس، لیموں وغیرہ) خشک میوے (کشمش، شفتل، پستے وغیرہ) ترکاریاں (لوکی ترئی۔ پرول۔ شلجم۔ چقندر۔ پالک۔ بتھوا وغیرہ) دودھ اور بے چھنے آٹے یا جو کر کی روٹی یا گیہوں کا دلیا یا دودھ وغیرہ مریضوں کو دیا جاتا ہے۔

جس طرح علاج یعنی غسلوں کی ترتیب وغیرہ ہر مریض کے حالات پر نظر کر کے معالج تجویز کرتا ہے اسی طرح غذا بھی معالج کے مشورہ سے ہونا چاہیئے۔

جو لوگ تندرستی کی نعمت سے محروم ہیں اور چاہتے ہیں کہ اُسے حاصل کریں ان کو تو پرہیز کرنے میں چنداں زحمت نہ ہوگی۔ البتہ جو لوگ زبان کے چٹخارہ کو صحت سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں ان کو اس طریقہ سے بھی فائدہ نہ ہوگا۔ بلکہ سمجھنا چاہیئے کہ اُن کی حالت لا علاج ہے۔

لوئی کوہنی کو غذا کے بارہ میں اتنا وثوق ہے کہ اوس نے جہاں اپنی کتاب میں اس امر کا دعویٰ کیا ہے کہ ہر مرض کا علاج اس کے بتائے ہوئے طریقہ پر ہو سکتا ہے وہاں بار بار یہ بھی جتا دیا ہے کہ جو شخص میرے بتائے ہوئے طریقۂ غذا کو اختیار نہ کرے اوس کو یہ علاج نہ کرنا چاہیئے۔ اور راقم الحروف کا عملی تجربہ بھی یہ ہے کہ جن مریضوں نے علاج کے ساتھ ساتھ غذا کے بارہ میں معالج کی رائے پر عمل کیا ان کو سخت سے سخت مرض میں نفع ہوا اور اس کی خلاف ورزی کی صورت میں یا تو علاج نافع نہیں ہوا یا بہت ہی کم نافع ہوا یا بعض اوقات نقصان دہ ثابت ہوا۔

عورتوں کی بیماریوں میں زیادہ پیچیدگی عموماً دو سببوں سے ہوتی ہے۔ اول تو اُن کی اکثر بیماریوں میں امراض نسوانی کی شرکت جاتی ہے جن کو طبیب اور ڈاکٹر بسا اوقات نظر انداز کر جاتے ہیں یا جن کے علاج میں ناکتخدا لڑکیوں کی فطری شرم و حیا مانع ہوتی ہے۔ دوسرے عورتیں جب طرح مرد کے مقابلہ میں نازک بنائی گئی ہیں اوسی طرح غلط اور تیز ادویہ سے ان کو جلد اور زائد نقصان پہونچتا ہے اور اگرچہ اب عمل جراحی کا رواج روز افزوں ہے مگر فی الحقیقت عورتوں کے نظام جسمانی کے لئے یہ چنداں مفید نہیں ہے اور خواہ عارضی طور پر اس سے فائدہ ہی کیوں نہ پہونچتا ہو لیکن نظام جسمانی پر اس کا مستقل مضر اثر باقی رہتا ہے۔ اس بنا پر اگر خواتین اس جدید طریقۂ علاج کی طرف متوجہ ہوں اور ہر قسم کے عمل جراحی اور تیز ادویہ کے استعمال سے احتراز کریں تو انشاء اللہ اس طبقہ کی صحت کو خاص نفع پہونچے گا۔

ایک لوہے کا ٹب جو چند روپوں میں آتا ہے تین الومنیم کی پتیلیاں تین اسپرٹ کے چولھے اور دو تین کمبل بس یہ کل سامان درکار ہے جو ایک مرتبہ فراہم کر لیا جائے تو مدت تک ایک خاندان بھر کے لئے کافی ہو سکتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ علاج کم خرچ بالا نشین بھی کہا جا سکتا ہے۔

**ظفر الملک** (ایڈیٹر الناظر)



## صفحہ ۲۸۳ کا بقیہ

دکھا دیتے ہیں۔ ذیل کی ہدایات پر عمل کرنے سے ایسی موتیں روکی جا سکتی ہیں:۔

باورچی خانہ یا چولھے کے پاس ریت سے بھری ہوئی بالٹی رکھو۔ آگ کسی چیز سے بھڑک اُٹھے اس پر پانی ہرگز نہ ڈالو بلکہ ریت ڈال کے اسے بجھا دو یا باغ کی مٹی چھڑک دو یا دروازہ کا گیلا پائدان ڈال دو۔ ہر وہ چیز ڈالی جا سکتی ہے جس سے آگ دبکے بجھ جائے اور وہ خود آسانی سے نہ جل سکے۔ اگر آگ تندور میں بھڑک اُٹھے تو تندور میں پکنے والی چیزوں کو بچانے کی فکر نہ کرو۔ فوراً تندور کا دروازہ بند کر دو اور کسی لکڑی سے دروازہ جمائے رکھو تاکہ آگ گھٹ کے رہ جائے۔ خود پاس نہ جاؤ کپڑوں میں آگ لگ جائے تو کھلی جگہ کو نہ بھاگو۔ زمین پر لوٹنے لگو فوراً ہی زمین پر لوٹنے لگو۔ کسی موٹے کپڑے میں اپنے آپ کو خوب لپیٹ لو۔

**خانگی ٹوٹکے**۔ مرغی کھولتے ہوئے پانی میں ڈال دینے سے اس کے پر آسانی سے اُکھڑ سکتے ہیں مگر ایسی ڈبوئی ہوئی مرغی جلد پکا لینی چاہیئے۔

گرم برتن میں پہلے ذرا سا مکھن ڈالو پھر دودھ ڈالو دودھ جلنے نہ پائے گا۔

دودھ کچھ جل گیا ہو تو ایک چٹکی نمک اور ذرا سی بورا گرم دودھ میں ڈال دینے سے مزہ سدھر جاتا ہے۔

اگر چاقو سے پیاز کی بدبو آتی ہو تو اسے کچے آلو کے قتلے سے رگڑیں بدبو جاتی رہے گی۔

**محمد ظفر**

# خسرو کا ہندی کلام

از جناب ڈاکٹر اعظم صاحب کریوی مصنف ہندی شاعری

پانی میں کس دن رہے جاکے ہاڑ نہ ماس
کام کرے تکوار کا پھر پانی میں باس
(کمہار کا ڈورا)
(۱)

ایک جانور جل میں رہے اور من کے واکے کھینچ
اچھل بار کھنڈا کرے جل کا جل کے بیچ
(کمہار کا ڈورا)
(۲)

گنٹھے گٹھیلا رنگ رنگیلا ایک پرکھ کو ہم دیکھا
مرد استری اسکو رکھیں اس کا کیا کیوں لیکھا
(کنٹھا)
(۳)

ایک کہانی میں کہوں تو سن لے میرے پوت
بنا پروں وہ اڑ گیا باندھ گلے میں سوت
(پتنگ)
(۴)

ناری کاٹ کے نر کیا سب سے رہے اکیلا
چلو سکھی واں چل کے دیکھیں نر ناری کا میلا
(کنوان)
(۵)

رنبر چڑھے نہ بھون گرے دھرتی دھرے نہ پاؤں
چاند سورج اوجھل سے واکا کیا ہے ناؤں
(گولر کا بھنگا)
(۶)

اندھا بہرا گونگا بولے گونگا آپ کھاوے
دیکھ سفیدی ہوت انگارا گونگے سے بھر جاوے

بانس کا مندر واکا باسا باسے کا وہ کھاجا
سنگ میں تو سر پر راکھیں واکو رانی راجا
سی سی کرکے نام بتایا تا میں بیٹھا ایک
الٹا سیدھا ہر پھر دیکھو وہی ایک کا ایک

بھید پہیلی میں کہی تو سن لے میرے لال
عربی ہندی فارسی تینوں کرو خیال
(۷) لال (فارسی) گونگا بہرا (عربی) سرخ رنگ (ہندی)
ایک چڑیا چھوٹا بچہ۔ ایک رتن اور لال۔

اندر چلمن باہر چلمن بیچ کلیجہ دھڑکے
امیر خسرو یوں کہیں وہ دو دو انگل سرکے
(مٹھیا)
(۸)

سر پہ جالی پیٹ سے خالی پسلی دیکھ ایک ایک نرالی
(مونڈھا)
(۹)

بانس کاٹ کے ٹھائیں ٹھائیں ندی کو سُنگ آئے
کنول کا سا پھول جیسے انگل انگل جائے
(ناؤ کشتی)
(۱۰)

میٹھی میٹھی بات بناوے ایسا پرکھ وہ کس کو بھاوے
بوڑھا بالا جو کوئی آئے اس کے آگے سیس نوائے
(نائی)
(۱۱)

ناری میں ناری بسے ناری میں نر دوئے
دو نر میں ناری بسے بوجھے برلا کوئے
(نتھ)
(۱۲)

## (۳) کہ مکرنیاں

مکری، یا مکرنی بھی ایک طرح کی پہیلی ہے اس میں اس کا مطلب الٹ کر دیا جاتا ہے۔ جیسے "اے سکھی ساجن نا سکھی" اسی طرح ایک مرتبہ مکر کر پھر جواب دینے کی وجہ سے اس قسم کی پہیلیوں کا نام "کہ مکرنیاں"

پڑ گیا - ہر سوال کے جواب میں "ساجن" (پیارا شوہر) کہا جاتا ہے لیکن "ساجن نہیں" کہہ کر اصلی مطلب بتایا جاتا ہے -

برسا برس وہ دیس میں آوے　　منہ سے منہ لگا رس پیاوے
وا خاطر میں خرچے دام　　اے سکھی ساجن نا سکھی آم

(۱۳)

شوبھا سدا بڑھاون ہارا　　آنکھیں تے چھن ہوت نیارا
آئے پھر میرے من انجن　　اے سکھی ساجن نا سکھی انجن

(۱۴)

بن میں رہے وہ ترچھی کھڑی　　دیکھ سکے مرے پیچھے پڑی
اُن بِن میرا کون حوال　　اے سکھی ساجن نہ سکھی بال
احوال

(۱۵)

آنکھ چلاوے بھوں مٹکاوے　　ناچ کود کے کھیل کھلاوے
من میں آئے لے جاؤں اندر　　اے سکھی ساجن نہ سکھی بندر

(۱۶)

اُچھل کود کے وہ جو آیا　　دھر اڈھکا وہ سب کچھ کھایا
دور جھپٹ جا بیٹھا اندر　　اے سکھی جن نہ سکھی بندر

(۱۷)

سبج رنگ مہندی پر دہاوے　　کر چھووت نین چڑھ جاوے
بیٹھت اٹھت مڑورت رنگ　　اے سکھی ساجن نا سکھی بھنگ

(۱۸)

ہرا رنگ موہے لاگت نیکو　　وا بن جگ لاگت ہے پھیکو
اترت چڑھت مڑورت رنگ　　اے سکھی ساجن نہ سکھی بھنگ

(۱۹)

چھپٹے چھپا ہے میرے گھر آوے　　آپ ہے اور موہ ہلاوے
نام لیت موہے آوے سنکھا　　اے سکھی ساجن نا سکھی پنکھا

(۲۰)

رات دنا جاکو سے گون　　کھُلے دوار وہ آوے بھون
واکو ہر اک بتا دے کون　　اے سکھی ساجن نہ سکھی پون
ہوا

(۲۱)

ہاٹ چلت میں پڑا جو پایا　　کھوٹا کھرا میں نہ پرکھایا
نہ جانوں وہ ہیگا کیسا　　اے سکھی ساجن نہ سکھی پیسا

(۲۲)

رات سمے وہ میرے آوے　　بھور بھئے وہ گھر اٹھ جاوے
یہ اچرج ہے سب سے نیارا　　اے سکھی ساجن نہ سکھی تارا

(۲۳)

گھر آویں مکھ پھیر دھریں　　دیں دہائی من کو ہریں
کبھو کرت ہیں میٹھی بین　　کبھی کرت ہیں روکھے نین
ایسا جگ میں کود ہوتا　　اے سکھی ساجن نہ سکھی توتا

(۲۴)

رت سارنگ ہے رنگ رنگیلی　　اوگن وتت بیت چٹکیلی
رام بھجن بن کبھو نہ سوتا　　اے سکھی ساجن نہ سکھی توتا

(۲۵)

سبز رنگ اور مکھ پر لالی　　اس بیتم گل کنٹھی کالی
بھاؤ سبھاؤ جنگل میں ہوتا　　اے سکھی ساجن نہ سکھی توتا

(۲۶)

سرخ سفید ہے واکا رنگ　　سانچ بھری ہیں واکے سنگ
گلے میں کنٹھا سیاہ نٹ گیسو　　اے سکھی ساجن نہ سکھی ٹیسو

(۲۷)

ٹپ ٹپ چوست تن کو رس　　واسے ناہیں میرا بس
لُٹ لُٹ کے میں ہو گئی پنجرا　　اے سکھی ساجن نہ سکھی جاڑا

(۲۸)

ننگے پاؤں پھرن نہیں دیت　　پاؤں سے مٹی لگن نہیں دیت
پاؤں کا چوما لیت نپوتا　　اے سکھی ساجن نہ سکھی جوتا

(۲۹)

دوارے مورے الکھ جگاوے　　بھبھوت برہ کی رنگ لگاوے
سنگی پھونکت پھرے بیوگی　　اے سکھی ساجن نہ سکھی جوگی
میرے گھر میں دیتی سیندھ　　ڈھلک آوے جیسے گیند
واکے آئے پڑت ہے شور　　اے سکھی ساجن نہ سکھی چور

باقی آئندہ

# خانہ داری

**نیلگوں آنکھیں۔** نیلی آنکھوں میں سوزش آسانی سے نمودار ہوجایا کرتی ہے۔ اس سے ان کی چمک اور رونق جاتی ہے۔ اس رنگ کی آنکھوں کو احتیاط کرنی پڑتی ہے۔ دن میں دو دفعہ وچ ہیزل اور پانی کے مساوی مقدار کے محلول سے دھوئیں۔ آنکھوں میں جیسے ہی سُرخی معلوم ہو تو نیم گرم دودھ سے دھوئیں۔ اُون کے پھوئے بہت گرم دودھ میں بھگو کے آنکھوں پر رکھیں۔ ٹھنڈا ہو جانے پر بدلتے رہیں۔ اِس سے سوزش جاتی رہے گی اور آرام ہو جائیگا۔

پلکیں چھدری چھدری ہوں تو ارنڈی کا تیل برش سے لگائیں اس سے وہ گھنی ہو جائیں گی۔

**بچہ کی پرورش۔** جسمانی پرورش کے ساتھ ساتھ مائیں بچہ کی ذہنی ترقی کا خیال مطلق نہیں رکھتیں۔ جن بچوں کے دماغی اعصاب بہت حساس ہوتے ہیں وہی سرکش اور قابو سے باہر ہوتے ہیں اور پرورش کے معمولی معمولی نقائص کا اُن پر زبردست اثر پڑتا ہے۔ ایسے ہی بچوں کی پرورش کا ہمیں خاص اہتمام کرنا ضروری ہے۔ معقول پرورش سے یہی بچے دنیا میں بڑے بڑے کام کر جانے کے قابل بنائے جا سکتے ہیں۔ بچہ سے ماں یا دایہ کی طرز گفتگو آواز کے لہجہ طرز عمل میں مختلف برائیوں کا راز پوشیدہ ہے بچہ کی پرورش کے سلسلے میں ماں یا دایہ کے طریقوں کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ بچوں کے مزاج کے متعلق چار چیزیں قابل غور ہیں۔ بچہ کی نقالی۔ سُوجھانے سے اثر پذیری۔ سطافت کا شوق۔ تیز گو محدود استدلالی قابلیت۔ بچہ سے بات چیت کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کے گھر میں کس قسم کی طرز گفتگو ہے۔ بچہ پر سوجھانے کا یہ اثر ہے کہ اس کے سامنے کہو کہ میرے بچہ کو دہی پسند نہیں۔ دو چار دفعہ وہ یہ سُنیگا اُس کے دل میں دہی سے نفرت بیٹھ جائے گی۔ اور دہی کا ذکر آتے ہی اُسے معلوم ہوگا کہ یہ مجھے پسند نہیں۔ یہ اُس کی ایک ذاتی خصوصیت بن جاتی ہے۔ مائیں غلطی سے سمجھنے لگتی ہیں کہ بچہ دہی سے نفرت کرتا ہے۔ یہی نتیجہ نیند کے متعلق نکلتا ہے۔ کمرے میں اکیلے نہ سونا یا اندھیرے میں ڈرنا اسی سمجھانے کی حماقت کا نتیجہ ہے۔ ماں باپ بچہ کے متعلق حد سے زیادہ تعلق خاطر کھانے سے عموماً ایسا ہوجایا کرتا ہے۔

**گالوں پر سُرخ رگیں۔** خوراک کی بد احتیاطی۔ بدہضمی دھوپ یا سرد ہوا کی زد میں گالوں کا رہنا خراب سنگھاری اجزا کا استعمال یا خون کی گردش سے گالوں پر رگیں ایسی نظر آنے لگتی ہیں گویا وہ ٹوٹ گئی ہیں اس سے رخسار ایسے سُرخ ہوجاتے ہیں جو نظروں کو بُرے معلوم ہوتے ہیں۔ اگر ان کی احتیاط نہ کی جائے تو یہ رگیں زیادہ پھیل جاتی ہیں۔ ہندوستان میں یہ مرض عام نہیں لیکن معمولی صورت میں کہیں کہیں نظر آتا ہے اور آجکل کے سنگھاری شوق سے اب نمودار ہونا جاتا ہے۔

خوراک کی احتیاط لازم ہے زود ہضم غذا کھانی چاہیئے۔ گرم اشیائے نوشیدنی مرغن اور مصالحہ دار کھانے، چٹ پٹی چاٹیں چھوڑ دینی چاہئیں۔ میٹھا بہت ہی کم استعمال کیا جائے۔ صبح کے وقت پانی میں اُبلنے والے نمک کا پانی پینا بڑا فائدہ رساں ہے۔ یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہنا چاہیئے جب تک حالت رُو بہ اصلاح ہو۔

ہر وہ بات جس سے گردش خون میں ترقی ہو اس معاملہ میں مفید ثابت ہو گی۔ گدّی کو کھردرے تولیہ سے مالش

کرنی چاہیئے اور بدن پر جھنواں ملنا چاہیئے - آجکل فلیش برش عام طور پر بکتے ہیں وہ بخوبی کام دے سکتا ہے - ہر روز سر میں بھی مالش کرنی چاہیئے - اس سے چند بار کیا جائے تو چہرہ میں خون خوب گردش کرتا ہے -

نازک کھالوں کو سردی اور گرمی سے بچانا ضروری ہے - سرد ہوا اور دھوپ سے بچنا چاہیئے - ایسی جلد زیادہ گرم یا سرد پانی سے ہرگز نہ دھوئیں نہ برف ملیں - چہرہ پر لیپ اور جلد کسنے والی تیز دوائیں لگانے سے پرہیز کریں - اس سے وہ ادویہ بہت اچھی ہیں جو دیر میں اثر کرتی ہیں اور دائمی طور پر اثر کرتی ہیں - ہلکی سے ہلکی سفید کرنے والی دوا بھی رخساروں پر نہ لگائی جائے - رات کو جلد کو طاقت دینے والی دوا چہرہ پر ملیں - اس سے جلد کی اوپر کی تہ کو تحریک ہوتی ہے اور اس سے اس کی حالت درست ہوتی ہے - پھر اس کو باریک پتنگی کاغذوں سے پونچھ کے ہلکے ہلکے جلد تاننے والی دوا لگائیں - ذیل کی مرکب دوا دوا ساز سے طیار کرالیں اور رات کے وقت ان مقامات پر لگائیں جہاں جہاں رگیں ٹوٹی ہوئی نظر آتی ہیں - صبح کے وقت گلاب کے پانی (روز واٹر) یا جلد کو طاقت دینے والی دوا Skin tonic سے دھوڈالیں - پروکسائڈ آف ہیڈروجن ایک اونس گلیسرین ۲ ڈرام - بوریک پوڈر نصف ڈرام - میٹھے بادام کا تیل ۵ ڈرام ہیڈروس وول فیٹ Hydrous Wool fat ایک ڈرام -

کوئی کوئی رگ ٹوٹی معلوم ہو تو اسے اپریکاٹ ٹن ٹڈ روژ Apricot tinted لگا کے چھپایا جا سکتا ہے - اس سے رنگ یکساں نظر آنے لگتا ہے - دوسری ترکیب یہ ہے کہ زردی مائل سبز یا زردی مائل ارغوانی پوڈر Pale green or pale mauve powder چھڑکیں - جہاں جہاں یہ رگیں زیادہ ٹوٹی ہوئی ہوں اور رنگ بہت سرخ معلوم ہوتا ہو تو زرد سبز بنیادی کریم لگانے سے رنگ کی تیزی کم ہو جاتی ہے اور چہرہ بہت کچھ سدھر جاتا ہے -

**دوہری ٹھوڑی** - ٹھوڑی سے نیچے کھال لٹک کے ایک اور ٹھوڑی معلوم ہوا کرتی ہے - ذیل کا مرکب روز لگانے سے دور ہو جاتی ہے - روز واٹر چار اونس گلیسرین آف ٹینن Tannin نصف اونس اکسٹریکٹ آف وچ ہیزل ایک اونس - خالص بے رنگ جن Pure colourless gin تین اونس میں گلیسرین آف ٹینن میں روز واٹر تھوڑا تھوڑا ڈال کے ملائیں اس کے بعد وچ ہیزل اور آخر میں جن ملائیں -

**درازی عمر کا راز** - محققوں نے اسی برس کی عمر کے لوگوں کی زندگیوں کا مطالعہ کرکے یہ معلوم کرنا چاہا کہ اس میں کیا باتیں ہیں جن سے ان کی عمریں اتنی لمبی ہو سکیں - ہر شخص کی عادات و فضائل الگ الگ مانے گئے لیکن چار ایسی باتیں دیکھی گئیں جو عام طور پر مشترک تھیں وہ یہ تھیں :-

(۱) کبھی مقروض نہ ہونا (۲) ہمیشہ خوش مزاج اور خوش خیال رہنا (۳) ہمیشہ سادہ غذا کھانا - (۴) علی الصبح اٹھنا -

قرض مقروض کی جان کھا لیتا ہے - ہر وقت فکر رہتا ہے - قرض ادا کرنے کے فکر میں طاقت سے زیادہ کام کرنا پڑتا ہے اور جو لوگ اس قدر مقروض ہوتے ہیں کہ ادائیگی کی کوئی صورت نہیں نظر آتی وہ جلد مر جاتے ہیں -

**آگ لگنا** - بمبئی وغیرہ میں شراب کے چولھے سے آگ لگ جلنے کیوجہ سے عام طور پر موتیں واقع ہوتی رہتی ہیں - ہر جگہ ہی احتیاط کی ضرورت ہے - عورتوں کے کپڑے ڈھیلے ڈھالے ہوتے ہیں - ذرا سی بے پروائی سے انہیں آگ لگ جاتی ہے - ساڑھی اور دوپٹہ ایسے کپڑے ہیں جو ذرا ادھر ادھر ہونے سے آگ پکڑ کے پہننے والے کو گور کا راستہ

باقی صفحہ ۲۷۹ پر

# اتفاقی حادثوں کا فوری علاج

چونکہ بچوں کی طبیعت یا مزاج فطری طور پر نہایت ہی نرم اور نازک واقع ہوا ہے اس لئے سردی یا گرمی کا اثر ان کے نازک طبائع پر بہت جلد پڑتا ہے۔ گرم جگہ سے یعنی کمرے سے اٹھ کر بچے کو ہوادار صحن میں لے آئیں۔ یا چلتا پھرتا بچہ گرم کمرے میں سے باہر صحن میں آجائے۔ یا اگر گرم اشیاء مثلاً چائے یا گرم دودھ پینے کے بعد سنگترہ وغیرہ یا کوئی ایسا ہی پھل کھائے۔ یا سو کر اُٹھنے کے بعد فوراً پانی پی لے۔ یا لحاف میں سے پسینے کی حالت میں فوراً اٹھ کھڑا ہو تو اس ٹھنڈک کے اثر سے اچانک بچہ چھینکنا شروع کر دیتا ہے اور دفعتاً زکام میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ زکام ایسا موذی مرض ہے کہ اس سے سینکڑوں بیماریاں پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ مثلاً کھانسی نمونیہ۔ سرسام۔ بخار۔ دماغی کمزوری کے عارضے اس سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اگر بروقت اس کے فوری علاج و معالجہ سے لاپرواہی اختیار کی جائے تو مہلک امراض میں مریض مبتلا ہو جاتا ہے۔ بچے کے اچانک زکام کھانسی کے فوری تدارک کے لئے۔ سردی گرمی دونوں موسموں کے واسطے مندرجہ ذیل نسخے نہایت ہی اکسیر اور تیر بہدف ثابت ہوئے ہیں۔ شیرخوار اور تین چار برس کے بچے تک کو یہ نسخہ دیا جا سکتا ہے۔

**سردیوں کے لئے نسخہ**۔ گل بنفشہ ۳ ماشہ۔ برگ گاؤزبان ۲ ماشہ۔ شاخ ملہٹی ایک ماشہ۔ عناب ۵ دانے سپستان ایک ماشہ۔ مصری قدرے۔

**گرمیوں کے لئے نسخہ**۔ گل بنفشہ ۳ ماشہ۔ گل گاؤزبان ۳ ماشہ۔ گل سرخ ۲ ماشہ۔ سپستاں ۱ ماشہ۔ گل نیلوفر ۲ ماشہ مصری قدرے۔

ہر دو نسخوں میں سے بلحاظ موسم کسی ایک نسخہ کو پاؤ بھر پانی میں تین چار جوش دیکر جبکہ نصف پانی رہ جائے اتار کر چھان لیں اور مصری سے میٹھا کر کے صبح نہار منہ اور شب کو سوتے وقت چار چار کے برابر گرم گرم پلائیں۔ موسم گرما میں نیم گرم دینا چاہیئے۔ دونوں وقت تازہ بہ تازہ جوشاندہ تیار کرنا چاہیئے۔ دو تین دن کے متواتر پلانے سے انشاءاللہ دفعتاً ٹھنڈا یا گرمی سے لگے ہوئے زکام اور کھانسی کو فوری افاقہ حاصل ہوگا۔ اور ساتھ ہی پیٹ کی کثافت تحلیل کرنے میں یہ جوشاندہ فوری مدد و بجز زکام سے نجات کلی دلائے گا۔

گ۔ ن۔ بنت ڈاکٹر شیخ ابوالفضل ایڈوکیٹ

# سیربین

**گرم ترین شہر** — جغرافیہ داں کہتے ہیں کہ خط استوا دنیا کا گرم ترین مقام ہے لیکن یہ غلط خیال ہے۔ اس سے کہیں گرم مقامات اس گرم خط کے شمال اور جنوب میں پائے جاتے ہیں۔ افریقہ میں ایری ٹریٹ ایک اطالوی نوآبادی ہے اس میں مساوہ نام کا ایک شہر ہے۔ اس میں چار ہزار باشندے رہتے ہیں۔ یہاں دھوپ میں پڑے ہوئے پتھر پر انڈا پکایا جاسکتا ہے کیونکہ سایہ میں پارہ کا درجہ ۱۲۰ فارن ہائٹ ہے۔

**پیدائش اور موت ایک دن** — دو بھائی ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں رہتے تھے۔ ایک کی عمر ۶۲ اور دوسرے کی ۶۷ سال تھی۔ دونوں ایک ہی تاریخ ۲۴ اکتوبر کو پیدا ہوئے۔ دونوں کا پیشہ بھی ایک ہی رہا۔ دونوں اینٹیں بنایا کرتے تھے۔ ایک رات ۶۲ سال کی عمر والا سوتا سوتا مر گیا۔ اُسی رات کو چند گھنٹے بعد دوسرا بھائی دوسری جگہ اسی بیماری میں مر گیا دونوں کی موت کی خبر ایک دوسرے کو بذریعہ تار دی گئی جو راستہ میں ایک دوسرے کے پاس سے گزرے۔

**آدمی بندر بن گیا** — جنوبی کیلی فورنیا کے ایک شہر میں ایک ۴۹ سالہ مصور بندر بنتا جا رہا ہے۔ آٹھ سال ہوئے اُسے یہ عارضہ ہوا۔ اس وقت اس کا قد ۵ فٹ ۹ انچ تھا اب پانچ فٹ سے بھی کم رہ گیا ہے۔ سر اصلی قد سے تگنا بڑا ہو گیا ہے۔ گردن سکڑتے سکڑتے غائب ہو گئی ہے۔ سر معلوم ہوتا ہے کندھوں پر مٹکے کی طرح رکھا ہے۔ ٹانگیں کمان بن گئی ہیں۔ بانہیں پتلی پتلی لمبی ہو گئی ہیں۔ ڈاڑھی پر اُسے سخت تکلیف معلوم ہوتی ہے حکیم کہتے ہیں کہ دُم نکلنے والی ہے۔ یہ شخص سال بھر میں ¾ انچ سکڑتا رہا ہے۔ گردن کے غائب ہو جانے سے اس کی ٹھوڑی سینہ سے رگڑ کھاتی ہے۔ پسلیاں ٹانگوں پر رکھی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ اطبا نے بار بار اس کا معائنہ کیا لیکن کوئی اسے صحت کی اُمید نہیں دلا سکا۔ وہ بیچارا موت کا منتظر ہے جو آہستہ آہستہ آئیگی۔ اسی قسم کا ایک مریض پہلے ۳۲ سال جیتا رہا۔ موت کے وقت اس کا قد سکڑ کے صرف دو فٹ رہ گیا تھا۔

**اندلس میں اسلامی آثار** — ملاغہ میں ایک گیارہویں صدی کا عربی محل برآمد ہوا ہے۔ ایبریا میں ایک محراب نظر آیا۔ اس کی کھدائی شروع ہو گئی۔ ملاغہ کا موری حصہ انیسویں صدی کے وسط سے ناپید ہونے لگا۔ جو مقام کسی زمانہ میں اچھے اچھے گھروں کے مرکز تھے۔ چھوٹے چھوٹے گھروں کا مجموعہ رہ گیا۔ سنہ ۱۱۳۳ میں ایک قلعہ کے دروازے اور ایک سابقہ مسجد کے موقع کی کھدائی شروع کی گئی۔ برآمد شدہ اشیا میں خوبصورت منقش محرابیں اور گول چوبی ستون خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ محلات حمودیوں کے زمانہ کے ہیں اس خاندان نے ملاغہ کو اپنا صدر مقام بنا لیا۔ عیسائیوں نے غلبہ پا کے ایبریا کی مسجد اندلس کی تمام دیگر مساجد کی طرح گرجا بنا لی۔ سنہ ۱۵۲۲ء میں زلزلہ میں یہ برباد ہو گئی اور سترہویں صدی میں ایک پادری نے مسجد کے موقع پر ایک گرجا تعمیر کرا لیا۔ کھدائی میں مسجد کی بیرونی دیواریں اور کچھ ستون برآمد ہوئے ہیں۔

**۵۰۰ زبانوں کا ماہر** — مسٹر جارج جے کرکل وڈ (انگلستان) کا رہنے والا اب ۸۱ برس کی عمر میں ۶۶ سال تک طباعت کا کام کر چکنے کے بعد پنشن پر گیا ہے۔ وہ پانچسو زبانیں جانتا تھا اس کی یادداشت بڑی تیز تھی لڑکپن میں

اُس نے ابتدائی تعلیم حاصل کی لیکن ذاتی مطالعہ سے اُس نے یونانی طبرانی سریانی اور کچھ عرصہ بعد مصری اور دوسری زبانیں سیکھی ہیں۔ اُسے خاص طور پر سنسکرت سندی پشتو پنجابی گجراتی مرہٹی اُردو ہندی بنگالی اُڑیہ تامل تلیگو کناری مالا یالم سنہالی برمی سیامی تبتی عربی ارمنی حبشی اور قدیم مصری زبان کی کتابوں سے واسطہ پڑتا تھا اور اس لئے ان میں اُسے کافی دسترس حاصل ہوگئی ہے۔ وہ چینی زبان کو سب سے سخت مشکل زبان بتاتا ہے۔ وہ اس عمر میں بھی مطالعہ کا شائق ہے۔

**ہنسی میں پھنسی** ۔ مصر کے ایک ۱۲ سالہ لڑکے نے اپنے ایک دوست سے ایک چوبی سانپ اپنے گھر والوں کو ڈرانے کے لئے مانگ لیا۔ ماں نے باورچی خانہ میں سانپ کو جو رینگتے دیکھا تو گھبرا کے پیچھے کو ہٹی۔ دیگچی میں پانی کھول رہا تھا اُس پر گر کے وہ بُری طرح جل بھن گئی۔ اُس کے چیخنے پر اس کی لڑکیاں بھاگیں لیکن ایک نے جوں ہی سانپ کو پیچ و تاب کھاتے اور سانپ کو زمین پر بے حس و حرکت دیکھا تو ڈر کے کھڑکی سے باہر کود گئی اور مرگئی۔ دوسری بیہوش ہو کے زمین پر گر پڑی چوٹ ایسی لگی کہ بعد میں اسے شفاخانہ پہنچایا گیا۔ باپ کو خبر ملی۔ وہ غصہ میں بھاگا آیا۔ لڑکے نے ڈر کے مارے کمرہ بند کر لیا اور اپنے کپڑوں پر پیٹرول چھڑک کے خودکشی کرنے کی کوشش کی۔

**بہت سی زبانوں کی عورت** ۔ ایک انگریز عورت ڈاکٹر الائس واتر نام ۵۷ برس کی عمر میں حال ہی میں مری ہے۔ لندن یونیورسٹی میں وہ پندرہ سال تک افریقہ کی چند زبانوں کی معلمہ رہی۔ وہ افریقہ کی دو سو بولیاں بول سکتی تھی اور یورپ کی سات زبانیں بول اور پڑھ سکتی تھی۔ اُس نے افریقہ کی پُرانی کتابوں کے ترجمے کئے۔

**سال میں بچی اور بڑھیا** ۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ایک لڑکی کا تین سال کی عمر سے عجیب حال ہے۔ اس وقت اس کی عمر ۱۲ سال ہے۔ وہ ویسے اچھی خاصی لڑکی ہے لیکن سال میں موسم کے ساتھ ساتھ وہ بڑھیا ہو جاتی ہے جسم سکڑ جاتا ہے۔ کمر پر کب نکل آتا ہے۔ چہرہ پر جھریاں پڑ جاتی ہیں۔ انگلیاں پنجے نظر آنے لگتے ہیں اور گداز اعضا کمان بن جاتے ہیں اور کھال لٹکنے لگتی ہے۔ گرمی آتے ہی وہ پھر درست ہو جاتی ہے۔ اس سال یہ دورہ اُس پر سخت پڑا ہے اور اُس کے اعزا کو ڈر ہے کہ شاید اس دفعہ لڑکی اپنے اصلی حال پر نہ آئے۔ ڈاکٹر حیران ہیں کہ کیا کریں۔

**شادی کا خطرناک زمانہ** ۔ جرمن میں شادی اور طلاق کے جو اعداد و شمار شائع ہوئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ شادی کے بعد پانچویں سال میں عموماً طلاقیں واقع ہوتی ہیں۔ سنہ ۳۲ء میں ۴۲۴۸۵ طلاقوں میں سے صرف ۹۳ طلاقیں شادی کے پہلے سال میں لی گئیں۔ ۱۰۳۵ دوسرے سال میں ۲۳۸۴ تیسرے سال میں اور ۳۵۳۳ طلاقیں پانچویں سال میں ہوئیں۔ جرمنی میں انگلستان کے مقابلہ میں آسانی سے طلاق حاصل کی جا سکتی ہے۔ طلاق حاصل کرنے والوں میں تقریباً نصف وہ ہوتے ہیں جن کے اولاد نہیں ہوتی۔

**ایک کی پچاس بیویاں** ۔ سرویہ میں ایک شخص کو پولیس نے گرفتار کیا جس نے پچاس عورتوں سے شادی کی ہے۔ اُس کے پاس ہوائی جہاز ہے اور وہ اس میں بیٹھ کے ایک بیوی کے پاس سے دوسری کے پاس جاتا تھا۔ سال میں ایک ایک ہفتہ ایک ایک بیوی کے پاس گذارتا تھا اور اپنی غیر حاضری کو کاروبار کے سفر سے منسوب کرتا تھا۔ عورتوں کو وہ اس طرح بھا لیتا تھا کہ وہ شادی کی خود درخواست کرتی تھیں۔ وہ انہیں معقول خرچ اور اچھا لباس مہیا کرتا تھا۔ وہ پچاسویں شادی کر رہا تھا۔ اس عورت نے شادی سے پہلے اپنی ایک چچازاد بہن سے کہا کہ میں ایسے پسند

آدمی سے شادی کر رہی ہوں لیکن وہ اس قدر شرمیلا ہے کہ وہ خاص خاص آدمیوں کو شادی کا گواہ بناتا ہے۔ یہ بہن اسے بتایا اگرجے کے قریب گئی اور دیکھنے لگی۔ جب دونوں باہر نکلے تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اس سے خود اسکی شادی دو سال پہلے ہو چکی ہے۔ پولیس کو اطلاع ملی۔ وہ گرفتار کر لیا گیا۔ اس نے عدالت سے درخواست کی کہ اسے اسکی باقی عمر تک جیل خانہ میں رکھا جائے تاکہ وہ بیویوں کی دستبرد سے بچ سکے۔ لیکن عدالت نے اس کی یہ بات منظور نہ کی۔ اور یہ کہکر چھوڑ دیا کہ تمہاری سخت ترین سزا یہی ہے کہ تمہاری پچاسوں بیویاں تمہاری بوٹیاں نوچیں اور تمہاری زندگی حرام کر دیں۔

**بولتے اخبار**۔ بولتی تصویروں کی طرح بولتے اخبار بھی نکلنے والے ہیں آواز کی تصویر کاغذ پر کھنچی ہوگی جو نظر کے لئے بے معنی چیز ہوگی جیسے باجہ کی رکابیوں کی نقطہ دار لکیریں ہوتی ہیں۔ اس تصویر کو ایک آلہ میں دینے اور روشنی کی سوئی اس پر چلنے سے آواز نکلے گی اور اخبار سے واقعات آواز کے ذریعہ سنائے جائیں گے جیسے باجہ بجتا ہے مثلاً کسی کھیل کا ذکر ہو رہا ہے تو مجمع کی ہو ہا وغیرہ سنائی دیگا۔ نامہ نگاروں کو نوٹ بک کی جگہ آواز کھینچنے کے کیمرے جیبوں میں لئے پھرنا پڑے گا۔

**منٹوں میں آرام**۔ مغربی طب نے بہت کچھ ترقی کی ہے لیکن ایشیا کی گرد کو ابتک نہیں پہنچا۔ چین آجکل ایک پست ملک سمجھا جاتا ہے لیکن ایک کرنیل کو ایک چینی سے ملنے کا اتفاق ہوا جس سے یورپ کی طبی ترقیوں کی گفتگو ہوتی رہی۔ اُس نے ایک گھنٹہ بجایا نوکر سامنے آ کھڑا ہوا اس نے اُس سے کچھ کہا۔ تھوڑی دیر میں ایک چینی آیا جس سے اس نے کہا کہ میرا دانت بہت تکلیف دے رہا ہے اسے نکالدو۔ اس نے اپنے کپڑوں کے اندر سے ایک پڑیا نکالی جس سے کافور کی بو آتی تھی۔ اس نے اسے کھول کے ایک چٹکی اس کے دانت پر رکھ دی اور تین منٹ تک اسے مسوڑوں پر ملا۔ اس کے بعد دس منٹ اُس نے انتظار کیا کہ دوا اثر کرے۔ پھر اس نے آدھ منٹ تک دانت کو آگے پیچھے اِدھر اُدھر آہستہ آہستہ ہلایا اور دانت باہر تھا۔ اسی طرح ایک شخص کا گھٹنا گھوڑے سے گر پڑنے سے اس قدر سوج گیا تھا کہ وہ اُٹھ بھی نہ سکتا تھا۔ ایک چینی معالج نے ایک شیشی میں سے زرد مکھن کی شکل کا مرہم نکالا اور گھٹنے پر ملکے پٹی باندھ دی۔ بیس منٹ بعد پھر پٹی کھولکر مرہم آہستہ آہستہ ملا گیا مریض کو ذرا بھی تکلیف معلوم نہ ہوتی تھی شاید مرہم نے گھٹنے کو سُن کر دیا تھا۔ پٹی پھر باندھ دی گئی۔ پندرہ منٹ بعد اسے کھولا تو مریض فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ اور چلنے پھرنے لگا۔ انگریز نے ہرچند یہ دونوں دوائیں معلوم کرنی چاہیں لیکن اس نے نہیں بتائیں۔

**پھلجھڑیاں** یورپی ترکی میں کوّوں نے فصلوں کو اس قدر خراب کیا ہے کہ حکومت نے ہر ۱۸ اور ۵۰ برس کی درمیانی عمر کے آدمی کو دس دس کوّے مارنیکا حکم دیا ہے ورنہ وہ جرمانہ کا سزایاب ہوگا۔

ٹیکسس (ریاست ہائے متحدہ امریکہ) میں سانپوں کا دن منایا جاتا ہے وہ کہتے ہیں کہ سانپ ہی دنیا میں وہ مخلوق ہے جنکو غلط بیانیوں سے خواہ مخواہ بدنام کیا جاتا ہے۔

میڈم جینڈروا ایک روسی افسر کی ۴۲ سالہ بیوی ہوائی جہاز سے ۲۱۱۶۰ منٹ کی بلندی سے چھتری کے ذریعہ کودی اور کودنے کی جگہ سے نصف میل پرے جا کے پڑی اور اس میں ۲۰ منٹ لگے۔ اتنی بلندی سے کوئی عورت ابتک نہیں کودی۔

چینی ماہی گیروں نے ساحل ملکا سے پرے ایک شمشیر ماہی پکڑی ہے جسکی لمبائی ۱۵ فٹ اور قطر ۴ فٹ ہے اسے لاری میں ڈال کے بازار لے گئے لوگوں کا بڑا اژدہام تھا۔

کوہ داماں افغانستان میں ایک عورت کی عمر ۱۱۰ سال ہے اسکی صحت اچھی ہے روزانہ میلوں چل سکتی ہے اور بغیر عینک کام کرتی ہے۔

وہپٹ کتا ۰ ۴ میل سے زیادہ فی گھنٹہ چل سکتا ہے
تیز ترین جانور ہے۔ آدمی زیادہ سے زیادہ ۲۰ میل فی
گھنٹہ بھاگ سکتا ہے۔ اور دوڑ کا گھوڑا انتیس اور چالیس میل
کے درمیان۔

گرین لینڈ کی بعض بعض وہیل مچھلی کی عمر چار چار سو برس تک
پہنچ جاتی ہے۔

ایک مغربی لڑکی ناچ رہی تھی جھٹکوں اور پھیروں کی سختی میں
اس کے دل کی حرکت بند ہو گئی اور اس نے ساتھ والے مرد کے
بازوؤں میں گر کے دم توڑ دیا۔

ترکی میں قانون جاری ہو گیا ہے جس کی رو سے جمعہ کی بجائے
اتوار کو سرکاری چھٹی کا دن مقرر ہو گیا ہے۔

ایک ۱۵ سالہ جاپانی تمدن کے حالات سے اس قدر ناراض
ہے کہ اس نے قسم کھا لی ہے کہ ۶۰ برس کی عمر تک وہ بیس دفعہ
جیل خانہ جائیگا اور پھر انوکھی ترکیب سے خودکشی کریگا۔ پہلی دفعہ
جب وہ سزا بھگت کے نکلا تو کام تلاش کرنے پر بھی کسی نے اسکو
کام نہ دیا۔ آخر اس نے قسم کھا لی کہ وہ جیلخانہ نہ چھوڑیگا۔ سزا
پوری کر کے نکلتا ہے تو فوراً ہی سب کے سامنے کوئی چیز چرا لیتا ہے
اور پکڑا جاتا ہے۔ اب وہ بارہویں سزا یابی کا حوالات میں شوق سے
انتظار کر رہا ہے۔

ستر ہزار عورتیں برطانیہ میں ملازم ہیں۔ زیادہ تر ڈاکخانہ میں ملازم ہیں۔

روس میں ایک لڑکی کے سر ایک دل ایک لیکن دو دھڑ دو تھے
چھ مہینہ بھر بعد ڈاکٹروں نے عمل جراحی کر کے اس کا دوسرا دھڑ
جدا کر دیا۔ بچی زندہ ہے اور امید ہے کہ زندہ رہے گی۔

بلغاریہ کے پایہ تخت صوفیہ کے قریب ایک گاؤں
میں دو میاں بی بی رہتے ہیں جن کی عمر ۱۲۰ سال ہے۔ ان کے
تین بیٹیاں اور ایک بیٹا زندہ ہیں پوتے پڑپوتے تقریباً
سو ہیں۔ دونوں کی صحت اور بینائی درست ہے اور خوش
وخرم ہیں۔

محمد ظفر

# بالوں کے نسخے

آجکل رسالوں میں بال بڑھانے کے نسخوں اور ہیر آئیل
وغیرہ کا بہت چرچا ہے۔ علاوہ اشتہاروں کے بہت سی
بہنیں اپنے اپنے تجربات بھی لکھتی ہیں جو اشتہاروں کے
مقابلہ میں بہت وقیع ہوتے ہیں۔ لیکن اس حقیقت کو عموماً
نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ بال بھی اور اعضا کی طرح جسم کا ایک حصہ
ہیں اس لئے جبتک آپکی صحت درست نہ ہو آپ کے بال اچھی
حالت میں نہیں رہ سکتے۔ اس کے علاوہ ہر قسم کے بالونکو ایک ہی
نسخہ موافق نہیں آسکتا۔ یوں تو بالوں کی کئی قسمیں ہیں لیکن دو
قسمیں تو بہت عام ہیں بعض بعض لوگوں کے بال روکھی قسم کے
ہوتے ہیں یعنی ان میں چکنائی زیادہ دیر تک نہیں رہتی کتنا
ہی تیل لگائیے دوسرے دن بلکہ چند گھنٹوں کے بعد ہی بال
سوکھے معلوم ہونے لگیں گے۔ دوسری قسم کے بال دیکھنے
میں کچھ گیلے گیلے معلوم ہوتے ہیں ان میں چکنائی بہت دیر
تک باقی رہتی ہے۔ اور ایسے بال بخلاف پہلی قسم عموماً زیادہ سیاہ
ہوتے ہیں ایک قسم کے بالوں کو جو تیل یا دوا موافق آتی ہو وہ دوسری
قسم کے بالونکو ہرگز نہیں ہو سکتی چنانچہ حال میں مجھے خود اسکا ذاتی
تجربہ ہوا ہے میرے بال بھی باوجود عام صحت کی درستی کے دو چار سال سے
مسلسل گر رہے ہیں۔ اسلئے مجھے آزمودہ نسخہ کی تلاش رہتی ہے چند ماہ
قبل میری ایک عزیزہ نے مجھ سے ایک ہیر آئیل کی بہت تعریف کی اور
کہا ایک ڈیڑھ شیشی کے لگانے میں انہیں بہت فائدہ ہوا۔ میں نے بھی
فوراً اسکا استعمال شروع کر دیا لیکن مسلسل تین چار ماہ کے استعمال کے
بعد بھی فائدہ نہیں ہوا اسکی وجہ وہی بالونکا فرق تھا۔ اسلئے جو بہنیں
اپنے تجربات سے دوسرونکو مستفید فرمائیں وہ براہ کرم یہ بھی لکھدیا کریں
کس قسم کے بالوں کیلئے وہ نسخہ یا تیل مفید ہے تاکہ دوسری بہنوں کو
حقیقی فائدہ پہنچے اور انکا روپیہ اور صحت بھی نقصان سے بچے۔ دُرِ دانہ

# بزمِ عصمت

بزم عصمت میں صرف وہی خطوط شائع کئے جاتے ہیں (۱) جن میں نمبر خریداری درج ہو (۲) خط بہت مختصر ہو (۳) وہی استفسار نہ ہوں جن کے جوابات عصمت میں بیسیوں مرتبہ شائع ہو چکے ہیں (۴) جن میں رسالہ کے انتظامی اُمور یا مضامین کے بارے میں کوئی بات ہو (۵) علیحدہ کاغذ پر ہوں۔ (ایڈیٹر)

میں نہایت مسرت کے ساتھ اطلاع دیتی ہوں کہ میری چھوٹی بہن خدیجہ وانکٹر مسٹر اسحاق محمد کھارواکو خدا نے ۲۹ جون ۳۵ء بروز سنیچر کو صبح ساڑھے آٹھ بجے چاند سا بیٹا عطا کیا اس کی خوشی میں پانچ روپے بھیج رہی ہوں خدا اس کی عمر دراز بلند اقبال کرے۔ اپنی بہن بھائیوں سے التجا ہے کہ وہ کوئی پیارا سا نام تجویز فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں۔

عائشہ احمد وانکٹر

میں نہایت مسرت کے ساتھ مطلع کرتی ہوں کہ میری چھوٹی بہن حمیدہ جہاں بیگم نے (دختر خواجہ محمد اسمٰعیل وکیل رئیس) اس سال ایف۔اے کا امتحان سیکنڈ ڈویژن میں مسلم یونیورسٹی علیگڈھ سے پاس کیا۔ اور میری بھانجی خدیجہ بی بی دختر خان بہادر منہاج الدین صاحب ایگزیکیوٹو انجنیر پنجاب نے اس سال میٹرک کا امتحان پنجاب یونیورسٹی سے سیکنڈ ڈویژن میں بہت کم سنی کی عمر میں پاس کیا اور اب وہ لاہور کالج میں ایف اے میں داخل ہوگی۔ ایف اے میں اُس نے حساب لیا ہے۔

خاکسار بیگم سید منین احمد برار

میں نہایت مسرت سے عصمتی بہنوں کو مطلع کرتی ہوں کہ ۱۱ جون ۳۵ء بروز سہ شنبہ ۹ بجے شب کے میری بہن نو لد ہوئی ہے۔ کوئی بہن پیارا سا نام تجویز کر کے بذریعہ بزم عصمت مطلع فرما کر ممنون فرمائیں نیز محترمہ امت الحفیظ صاحبہ مطلع فرمائیں کہ اولٹین میں کون کون سے اجزا ہوتے ہیں اور کس طرح بنائی جاتی ہے۔

اشفاق النسار کاکوروی

میں نہایت افسوس کے ساتھ یہ خبر تحریر کرتی ہوں کہ میری بڑی بہن مسز محمد تسلیم صاحبہ سہ شنبہ کو بتاریخ ۳۰ اپریل ۳۵ء نمونیہ سے صرف ایک ہفتہ علیل رہ کر ہم سب کو داغ جدائی دے گئیں مرحومہ نہایت رحمدل اور نہایت نیک خاتون تھیں عصمت بڑے شوق سے مطالعہ کرتی تھیں ایک عرصہ سے عصمت کی خریدار تھیں۔ کوئی بہن قطعہ وفات تحریر فرماویں بہت مشکور ہونگی۔

شکستہ دل مسز اخلاق حسین ازبری

میں نہایت مسرت کے ساتھ اطلاع دیتی ہوں کہ میری بہن منور جہاں کی شادی بخیر و خوبی ۴ ذوالحجہ ۵۳ھ رفیق احمد صاحب بی۔ایس۔سی کے ساتھ انجام پا گئی خدا سے دعا ہے کہ وہ دونوں کو خوش و خرم رکھے اور ان کی زندگی کامیاب بنائے۔

مسز اخلاق حسین ازبری

کسی بہن نے رسالہ عصمت کے کسی گذشتہ پرچہ میں لکھا تھا کہ ان کی سہیلی کی ٹھوڑی کے نیچے بال نکل آئے ہیں جو بدنما معلوم ہوتے ہیں۔ وہ بہن بالوں پر لا ئیکوا ہاڈروجن پراوکسائڈ لگائیں۔ کالے بال سنہری ہوجائیں گے تو اتنے بدنما نہ معلوم ہوں گے۔ اس طرح لگائیں کہ تھوڑی دیر بال اس دوا میں تر رہیں۔ چار پانچ دفعہ لگانے سے بال سنہری ہوجائیں گے۔ یہ دوا کھلی ہوئی رکھنے سے بہت جلد اپنا اثر زائل کردیتی ہے اور انگریزی دوا فروشوں سے مل سکتی ہے۔

اے۔اے رشیدہ

میں نے ماہ جون میں جو نسخہ سفید بالوں کو سیاہ کرنے کے لئے جواب متعلق بہ استفسار بیگم عمر جعفری صاحبہ نے تحریر کیا تھا اور مخصوص شئے عرق جڑ جھاڑ روانہ کرنے کیلئے اپنا پتہ درج کیا تھا میرا پتہ درج ہونے کی وجہ سے اسوقت تک مجھے بیشمار خطوط تیار شدہ تیل کی طلبی کے موصول ہو چکے ہیں۔ میں بیحد افسوس کے ساتھ عزیز بہنوں اور بھائیوں سے

استدعا کرنے پر اکتفا کرتی ہوں کہ مہربانی فرما کر اسوقت تک خط وکتابت کی زحمت نہ گوارا فرمائیں جب تک کہ عرق جڑ جھاڑ نہ فراہم کرلیں۔ کیونکہ بغیر عرق جڑ جھاڑ موصول ہوئے میں کسی بہن یا بھائی کے لئے تیل تیار کرنے سے قطعی مجبور ہوں عرق جڑ جھاڑ موصول ہونے کے بعد بہت جلد تیل بلا قیمت بنادیا جائے گا۔

نیز عرق جڑ جھاڑ کشید کرانے وقت اس امر کا خاص طور پر لحاظ رکھا جائے کہ اس میں ایک قطرہ پانی کی آمیزش نہ ہو ورنہ ہماری اور آپ لوگوں کی محنت بالکل بیکار جائیگی۔

نوٹ :۔ جھاڑ دریا کے کنارے بکثرت دستیاب ہوسکتا ہے۔ مس نورالحسن ایڈوکیٹ

عصمت ماہ جون میں۔ بزم عصمت میں ہمشیرہ بتول فاطمہ میرٹھ نے خارش کا نسخہ طلب کیا ہے۔ میں اپنا آزمودہ نسخہ لکھتی ہوں۔ ہمارے گھر میں چھ مہینے تکلیف رہی کسی دوا سے فائدہ نہیں ہوتا تھا۔ پھر یہ ایک سنیاسی کا نسخہ ہاتھ لگ گیا۔ جس سے اللہ تعالےٰ نے رحم کیا۔

نسخہ :۔ گندھک آملہ سار۔ گندھک ڈنڈا۔ پارہ۔ ½ تولہ ہر ایک پاپچی۔ مردہ سنگ۔ کمیلہ۔ سیاہ مرچ۔ ½ تولہ ہر ایک ترکیب استعمال۔ پہلے ہر دو گندھک اور پارہ کو خوب کھرل کریں۔ کہ پارہ حل ہوجائے۔ پھر دوسری دواؤں کو کوٹ چھان کر باریک کریں۔ بعدازاں ۸ تولہ گائے کا مکھن لیکر ۱۰۱ دفعہ پانی سے دھوئیں۔ اسمیں سب کوفتہ شدہ ادویات حل کریں۔ یہ ایک سبز رنگ کا مرہم تیار ہوجائیگا۔ تھوڑا سا مرہم لیکر خارش والی جگہ ہاتھ کے پوروں سے خوب ملیں کہ دوا جذب ہوجائے۔ سردیوں میں دھوپ میں بیٹھ کر ملنا چاہیئے۔ اگر ہوسکے تو تھوڑی دیر دھوپ میں کھڑے ہوجائیں۔ تاکہ دوا بخوبی جذب ہوجائے۔ انشاءاللہ ۳ دن کے لگانے سے فائدہ ہوگا۔ اس دوا سے نہ تو کوئی تکلیف ہوتی ہے اور نہ آبلہ پڑتا ہے۔

بیگم عبدالحمید از منٹگمری

میری ایک عزیز سہیلی کے ناک پر چھوٹے چھوٹے اور کھردرے سیاہ رنگ کے رونگٹے ہیں جو دور سے سیاہ رنگ کے داغ معلوم ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ سے چہرہ بدنما معلوم ہوتا ہے۔ کوئی عصمتی بہن مجرب نسخہ تحریر فرمائیں جس سے یہ رونگٹے جڑ سے نکل جائیں میں نے عموماً بہت سی عورتوں کے ناک پر ایسے رونگٹے دیکھے ہیں اور ناک کھردری لیکن ناک کھردری نہیں آدھی ناک پر دائیں بائیں اور اوپر یہ رونگٹے ہیں نسخہ تحریر کرتے وقت اسکا خیال رکھیں کہ رونگٹے بڑھنے نہ پائیں۔

خریدار نمبر ۸۴۹۶

ممتاز احمد صاحب فاروقی کی خدمت میں درخواست ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے ایک مضمون بعنوان زکام کھانسی میں یہ لکھا تھا کہ امریکہ میں ایک دوا کریو سلشن بکتی ہے وہ اس مرض کے لئے نہایت مفید ہے لہذا میں نے دوا منگائی مگر وہاں سے کوئی جواب نہیں آیا براہ مہربانی آپ منگوادیجے عین عنایت ہوگی قیمت آپ کے پاس روانہ کردوں میرے پتہ سے منگولیجے مجھے اس کی سخت ضرورت ہے۔

۱۴۶۵ اہلیہ محمد یحییٰ ریاست چرکھاری

میری ایک عزیزہ جنکی عمر ۳۱ سال ہے عرصہ تک بیمار رہنے کے بعد صحت یاب تو ہوگئیں مگر درد سر اور آنکھوں کے درد کی شکایت نہیں جاتی علاج ڈاکٹری تھا معالج نے اس مرض کو کبھی اہمیت نہیں دی۔ روز بروز مرض میں زیادتی ہوتی جاتی ہے۔ بعض اوقات آنکھوں کے نیچے اندھیرا آجاتا ہے سر میں اور آنکھوں میں قریب قریب ہر وقت درد رہتا ہے بال گر رہے ہیں اور روز بروز سخت اور موٹے بھورے بدرنگ ہوتے جاتے ہیں متعدد تیل ڈالے مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ دماغ بہت کمزور ہے براہ کرم کوئی ہمدرد بہن اپنا آزمودہ نسخہ تحریر فرمائیں۔ ایک خریدار

میرے پیٹ میں ہر وقت درد رہتا ہے مہربانی فرماکر کوئی بہن یا بھائی اپنا آزمودہ نسخہ بذریعہ بزم عصمت تحریر فرمائیں علاج کرتے کرتے تھک گئی ہوں دوا سے عارضی آرام ہوجاتا ہے جب دوا چھوڑ دیتی ہوں تو درد پھر ہلکا ہلکا شروع ہوجاتا ہے۔ الف۔ ف سلطانہ

میری بہن کے جنکی عمر ۱۱ سال ہے ایک سال سے ہاتھ اور پیشانی پر چھوٹے چھوٹے سیاہی مائل دانے نکل رہے ہیں جو چہرے پر بدنما معلوم ہوتے ہیں انگریزی علاج کیا مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا Acriancetic لگانے سے خارش ہوجاتی ہے کھجانے سے چھڑ اترتے ہیں دو ایک روز کے بعد پھر ویسے ہی ہوجاتے کوئی بہن یا بھائی مجرب دوا بذریعہ عصمت مطلع فرمائیں از حد ممنون ہونگی۔ مس عبیدہ ہمشیرہ تمنائی

# ناقابل اشاعت مضامین

افسوس ہے کہ مندرجہ ذیل مضامین عصمت میں شائع نہیں ہو سکتے۔ ۱۵ ستمبر تک اسر کا ٹکٹ آنے پر مضمون نگاروں کو واپس کئے جا سکتے ہیں۔ ۱۵ ستمبر کے بعد ضائع کر دیئے جائیں گے۔

سنسنی خیز خبر۔ ہدیہ اخلاص۔ اورنگ زیب عالمگیر خریدار نمبر ۱۱۲۵۷ ہماری معاشرت (از پشاور) زیب النساء مخفی (از بریلی) کچھ پردہ کے متعلق (از بمبئی) ایرانی خواتین کے دنیا پر احسانات (از میرٹھ) مبارکباد (از الہ آباد) ادب (از بھوپال) اعلیٰ تعلیم اور ہم (از مدراس) کہاروں کا گیت (از مچھلی شہر) کیا خواب بھی کوئی چیز ہے۔ سوتیلا۔ بھائی اور بہنوں کے ساتھ باہمی سلوک۔ امانت داری۔ اکبر اور بیربل۔ بچے کا خط دادی کے نام (نظم) شاعر (نظم) باشندگان عرب کے چشم دید حالات۔ بچے کا سوال ماں سے اور ماں کا جواب۔ ساس (نظم) سوتیلے بچے۔ ستاروں سے۔ میری بیوی۔ خواب کی تعبیر (اچھیرہ) برادرم کی یاد (نظم) شاکی خاں کی کہانی۔ بری صحبت سے تنہائی بہتر۔ کوشش کی آہ وزاری۔ بیوقوفی کی چار نشانیاں۔ اچھی تربیت کا نتیجہ۔ احسان شناس لیڈی صاحبہ دوست (از حیدرآباد دکن) اشک ندامت (افسانہ) چوری کھانا۔ اے معبود۔ عورت۔ تعلیم اور بے پردگی انقلاب زندگی۔ پریتم اب تم کب آؤ گے۔ عورت سے خطاب۔ ستاروں سے مجرم (افسانہ) غربت و وطن۔ اظہار حقیقت۔ رو دلپشیاں یانیرنگ الفت۔ فلسفہ محبت۔ عید کا معاشرتی فلم۔ میری زندگی۔ کفایت شعاری۔ حسد۔ بے لوث محبت۔ مس فلارنس۔ نائٹنگیل مادر وطن کے سچے سپوت۔ آخر ہو گا انصاف۔ عورت کے متعلق اقوال۔ بہادر کی رفیقہ۔ ماں کی یاد۔ تنہائی۔

مضمون نگار بہنیں مضامین بھیجنے سے قبل عصمت کی مضمون نگاری کے قواعد ملاحظہ فرما لیا کریں۔

ایڈیٹر

## عصمتی دسترخوان کے علاوہ [illegible]

## یہ کتابیں بھی شائع کی گئی ہیں!

اسی لئے ہاتھوں ہاتھ نکل رہی ہیں

**عصمتی ہنڈکلیا** یہ کتاب بچیوں کے لئے ہے تاکہ وہ شادی سے قبل کھانے پکانے کے فن میں ماہر ہو جائیں اور ایک کنواری بچی کو جو جو کچھ جاننا چاہئے عملی طور پر اس سے واقف ہو جائے۔ سوا سو کھانوں کی صحیح صحیح ترکیبیں بچیوں ہی کے مطلب کی درج کی گئی ہیں پھر خوبی یہ کہ کھانے پکانے کے متعلق نہایت مفید مضامین اور کارآمد ہدایتیں درج کی گئی ہیں جو ہر لڑکی کو ضرور جاننی چاہئیں۔ باتصویر ٹائیٹل قیمت صرف ۸ر

**ناشتہ** دوپہر اور رات کے کھانے سے قبل صبح اور تیسرے پہر کیا ناشتہ کیا جاتا ہے۔ اس موضوع پر سب سے پہلی قابل قدر کتاب جس میں چار۔ کوکو۔ شربت لسی، فالودہ، آئس کریم۔ بسکٹ۔ کیک، توسٹ، کڑھائی وغیرہ وغیرہ نیز ہندوستان کے ہر صوبے اور ہر حصے کے مختلف قسم کے ناشتوں کی کئی کئی ترکیبیں ہیں گویا اس کتاب کی موجودگی میں جس حصہ ملک کا مہمان ہمارے ہاں آئے اسی کے مطلب کی چیز ہم ناشتہ میں پیش کر کے محو حیرت کر سکتے ہیں۔ قیمت ۱۰ر

**بچوں کے کھانے** ننھے بچوں کے لئے اصول صحت سے کس قسم کی غذا دینی چاہیئے۔ کون سے کھانے مفید ہیں اور وہ کس طرح تیار ہوتے ہیں اس موضوع بینظیر کتاب جس میں بچوں کے صحت بخش اور مفید کھانوں کی کئی درجن تجربہ کی ہوئی صحیح ترکیبوں کے علاوہ کئی نہایت کارآمد مضامین بھی ملک کے قابل قابل ڈاکٹروں اور تجربہ کاروں کے لکھے ہوئے ہیں باتصویر قیمت صرف ۸ر

**بیماروں کے کھانے** بیماروں کے لئے جو کھانے بیحد مفید ہیں اس میں صرف انہی کی ترکیبیں ہیں۔ اور کئی قابل تجربہ کار ڈاکٹروں نے اس کی تیاری میں حصہ لیا ہے۔ تمام ترکیبیں تجربہ کی ہوئی ہیں اور بیحد کارآمد ہیں۔ مضامین بھی بے انتہا مفید و قابل قدر ہیں۔ ہر گھر میں اس کتاب کا ہونا ضروری ہے باتصویر قیمت دس آنہ (۱۰ر)

**مذاقیہ کھانے** دولہا بھائی سے، نندوئی سے، سہیلیوں سے مہذب مذاق کرنیکے لئے نہایت دلچسپ کتاب جس کی ہر ترکیب صحیح ہے۔ بیہودہ تکلیف دہ عامیانہ مذاق کی جگہ اس کتاب سے شائستہ مذاق کرو اور اس ہنسنے ہنسانے والی کتاب سے زندہ دلی کا ثبوت دو۔ لڑکیوں کی شادی کے وقت نوبیاہتی کی تواضع کیلئے لڑکیاں یہ کتاب نہایت شوق سے منگاتی ہیں ۸ر

**مشرقی مغربی کھانے** عصمتی دسترخوان کا دوسرا حصہ قیمت ۱۲ر مفصل اشتہار اسی پرچہ میں دوسری جگہ دیکھو

| جگراتی اور پنجابی کھانے | نفیس نفیس کھانے | لذیذ کھانے | عمدہ عمدہ کھانے | دلی اور لکھنؤ کے کھانے |
|---|---|---|---|---|
| میمنابادی اور بزرگی کھانے | | | | پشاوری اور سندھی کھانے |

## سینکڑوں قسم کے کھانے تیار کرنیکی اردو زبان میں بینظیر کتاب

# عصمتی دسترخوان (حصہ اول)

جس کی ایک نمایاں خصوصیت جو اس موضوع کی اور کسی کتاب میں نہ نکلے گی یہ ہے کہ تمام ترکیبیں تجربہ کرنے کے بعد لکھی گئی ہیں اس لئے ترکیبیں **بالکل صحیح** ہیں اور **وزن بالکل درست**! ہندوستان بھر کے ہر حصہ کی تقریباً عصمتی بہنوں نے اس کتاب کی تیاری میں حصہ لیا ہے اور ایڈیٹر صاحب عصمت کی اہلیہ محترمہ آمنہ نازلی صاحبہ نے بڑی محنت سے کتاب مرتب فرمائی ہے۔ باورچیخانہ کے انتظام اور کھانوں کے متعلق نہایت قیمتی ہدایات و مضامین درج کئے گئے ہیں۔ ایک ایک چیز کی نئی قسم کی تیار کرنے کے لئے بھی عصمتی دسترخوان سے بہتر کتاب ملنی ناممکن ہے مثال کے طور پر صرف دو کھانوں کی فہرست ملاحظہ فرمائیے۔

| پڈنگ کی ترکیبیں | | کبابوں کی ترکیبیں | | |
|---|---|---|---|---|
| پلم پڈنگ | انجیر پڈنگ | ران کے کباب | کباب بیضہ مرغ | تاشش کباب |
| کھوئے کی پڈنگ | اسنڈ پڈنگ | آلو کے کباب | کچے قیمہ کی ٹکیاں | شامی کباب |
| نارنگی بھری پڈنگ | سیب پڈنگ | کچے آلو کے کباب | گوشت کے میٹھے کباب | آنتوں کے کباب |
| جنجر پڈنگ | جلیبیوں کی پڈنگ | ناریل کے کباب | کباب مرغ مسلم | انگریزی کباب |
| روز پڈنگ | میوہ دار پڈنگ | مچھلی کے بیسنی کباب | سیخ کے چٹ پٹے کباب | اروی کے کباب |
| اناناس پڈنگ | کشمش پڈنگ | سیخ کے کباب | مچھلی کے شامی کباب | اور کئی کئی قسم کے |
| کمزور بیماروں کیلئے | بالائی پڈنگ | پسندے کے کباب | دہی کے کباب | کباب |

**یہ صرف دو چیزوں کی فہرست ہے** اسی سے کتاب کا اندازہ کریئے۔ چاول سلونے اور میٹھے۔ سویاں کھیر فیرنی۔ سادے اور ترکاری کے سالن، مچھلی، مرغ، جیلی۔ بسکٹ۔ کیک۔ دالیں۔ مٹھائیاں۔ حلوے۔ چٹنیاں۔ مربے۔ اچار۔ سموسے، بڑے پوری۔ کچوریاں۔ پراٹھے۔ روٹی۔ غرض ہر قسم کے مشرقی و مغربی کھانوں کی بڑی بڑی اچھی ترکیبیں ہیں اور ہر چیز کی کئی کئی درجن صحیح ترکیبیں! **اس کتاب کا ہر گھرانے میں ہونا ضروریات میں سے ہے** ہندوستان بھر میں اس کی دھوم مچ گئی ہے۔ بہت سی عورتیں اس کتاب کی بدولت عمدہ عمدہ ذائقہ دار کھانے پکانے لگی ہیں۔ لڑکیوں کو یہ کتاب اشد ضروری سمجھ کر جہیز میں دیجاتی ہے۔ سینکڑوں خواتین نے اس کی تعریف میں خطوط بھیجے ہیں اور کتنے ہی مردوں نے اس کتاب کی اشاعت پر مؤلفہ و پبلشر کا شکریہ ادا کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کھانے پکانے کی اس قدر صحیح اور ایسی کارآمد کتاب ہندوستان کی کسی زبان میں آجتک نہیں چھپی۔ اس کی تیاری پر پانی کی طرح روپیہ بہایا گیا ہے۔ پہلے ہی سال میں ہاتھوں ہاتھ تین ایڈیشن نکل گئے اس کتاب پر اس قدر محنت کی گئی ہے اگر پانچ روپے قیمت بھی ہوتی تو کم تھی لیکن اس لئے کہ ہر شخص اس سے فائدہ اٹھا سکے صرف **دو روپیہ** قیمت رکھی ہے۔ مجلد کی قیمت صرف دو روپیہ چار آنہ ہے۔ اور زیادہ تر مجلد ہی منگائی جاتی ہے۔

**پتہ: منیجر رسالہ عصمت (کوچہ چیلان) دہلی**

عصمت
شریف ہندوستانی بیبیوں کے لیے
پاکیزہ خیالات علمی ادبی مضامین
مفید معلومات کا ماہوار رسالہ
حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ
ایڈیٹر:- رازق الخیری

نمبر خاص

ملنے کا پتہ: دفتر عصمت دہلی

# زنانہ دستکاری کی چار نئی کتابیں

محصولڈاک بذمہ خریدار

## سوئی کا کام

فن خیاطی یعنی کپڑوں کی کٹائی سلائی سے واقف ہونا ہر لڑکی اور ہر عورت کی روزانہ ضروریات میں سے ہے۔ اس فن پر محترمہ فاطمہ جعفر منشی فاضل نے ڈیڑھ درجن مشہور دستکار بہنوں کی مدد سے "سوئی کا کام یا چمنستان خیاطی" وہ کتاب تیار فرمادی ہے جس سے ہر لڑکی اور ہر عورت خیاطی میں ماہر ہوسکتی ہے۔

بچوں کے کپڑے، سوٹ، جانگیے۔ باڈی، پجامہ، سینہ بند، فیڈر، فراک، قمیص۔ کرتے۔ مختلف قسم کے دیدہ زیب جمپر، نئی طرز کی قمیص، پارسی، مدراسی اور دوسرے قسم کے بلاؤز، وضع وضع کے خوبصورت کالر اور کف۔ لباس شب خوابی، باڈی، لیڈیز انڈرویر، پاجامہ شلوار، مختلف چیزیں مثلاً دیوارگیری کی جھالریں۔ الماری پوش، میزپوش، آئینہ پوش، جگ کور، تکیے کے غلاف، دسترخوان وغیرہ وغیرہ کے ۱۸۱ نمونے ہیں اور ہر نمونے کے متعلق کٹائی اور سلائی کی مفصل اور مکمل ترکیب۔ اس کتاب کی موجودگی میں آپ کو درزی کی پریشانی سے نجات مل جائے گی۔ نمونے خوب صاف۔ کاغذ اعلیٰ درجہ کا۔ قیمت عہ

## سلمہ ستارہ کا کام

ملک کی نامور دستکار محترمہ خدیجہ بائی صاحبہ اندھیری کی یہ کتاب اکثر اعتبار سے ہندوستان کی دستکاری کی بہترین کتاب سمجھی جاتی ہے۔ شروع میں کارآمد ہدایتیں نہایت قابلیت کے ساتھ لکھی گئی ہیں چند عنوانات یہ ہیں۔

فن نقاشی۔ سامان نقاشی۔ نقاشی چینی ریشم جالی پر۔ موٹے ریشم پر نقاشی۔ سیاہ رنگ پر نقاشی۔ سلائی کی مشین سے نقاشی۔ فریم یا کارگاہ۔ دستی رنگ یا علاوہ برگیس ٹرانسفر پیپر۔ قبل از سلائی احتیاطیں۔ سلمہ ستارے کی قسمیں

پھر پانچ حصوں میں تقسیم کرکے ہر حصہ کے متعلق ضروری ہدایات دی گئی ہیں مثال کے طور حصہ اول کی ہدایات کے عنوانات درج کئے جاتے ہیں۔

| سلمہ کی آسان کڑھت | سلمہ کی گنجان کڑھت | بھری ہوئی کڑھت |
|---|---|---|
| سلمہ زری کلابتون بٹا ہوا | سلمہ کجائی کی کڑھت | سلمہ شنائل کی کڑھت |
| رنگین زری سلمہ کی کڑھت | سلمہ ریشم کی کڑھت | سلمہ شنائل کی کڑھت |

(۱) خالص سلمہ (۲) سلمہ اور ستارے (۳) سلمہ اور موتی (۴) سلمہ کلابتون ٹکولیس ستاروں وغیرہ اور متفرق قسم کے پھولوں بیلوں جھالروں قطعات وغیرہ کے ۲۴۶ دلچسپ سادہ اور نہایت خوبصورت نمونے دئے ہیں۔ کاغذ اعلیٰ درجہ کا خوب موٹا چکنا سفید۔ قیمت عمر

رسالہ جوہر نسواں دہلی کا پہلا خاص نمبر

## اونی کام سلائیوں سے

### فن نٹنگ یعنی بننے کی بہترین کتاب

**مختصر فہرست۔** بچوں کی اونی ٹوپیوں کے ۵ اور بچوں کے اور مردانہ موزوں کے نہایت صاف خوبصورت ۸ نمونے اور بچوں کے لئے کوتی بنیان۔ فراک نیکر بنی کوٹ کے ۱۰ سوئٹر، سوئٹر کوٹ سلیپ اوور۔ جرسی۔ وغیرہ کے ۶ عمدہ عمدہ نمونے۔ مختلف قسم کی بناوٹ اور بیلیں ۱۶۔ ترکیبیں ان کے علاوہ ہیں

متفرق چیزیں مثلاً زنانہ جمپر۔ واسکٹ۔ زنانہ بنیان۔ اونی مفلر گلوبند وغیرہ۔ کل تعداد ۵۲۔ بلاک کے نقشے اور تصویریں ۶۳ ہیں لیتھو کے نقشے اور تصویریں ان کے علاوہ ہیں۔

قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے علاوہ محصول۔

رسالہ جوہر نسواں کا سالگرہ نمبر

## تارکشی کا کام

جس کی مدد سے لڑکیاں کپڑے سے دھاگے نکالنے کا کام بہت آسانی کے ساتھ سیکھ جائینگی۔ اور جو پہلے سے جانتی ہیں وہ اس کام کی ماہر ہو جائیں گی۔ تارکشی کی عمدہ عمدہ بیلیں۔ جھالریں اور کنارے۔ گوشہ موڑے السر شن کونے کونے۔ میزپوش کے مرکز گریبان۔ متفرق چیزیں مثلاً پنکھا۔ بلاؤز۔ دسترخوان بینی کوٹ۔ دستی بیگ پٹریوں کی جوڑی۔ تاج محل۔ وغیرہ وغیرہ کے ۶۵ اعلیٰ درجہ کے خوبصورت نہایت نفیس نمونے ہیں اور ہر نمونے کے متعلق مفصل ترکیب۔

### تارکشی کے متعلق ایسی خوبصورت اور مفید کتاب ہندوستان میں شائع نہیں ہوئی

ایک درجن کے قریب سادہ رنگین بلاکوں کے نمونے ہیں جوہر نسواں کا یہ وہ پرچہ ہے جو فن تارکشی کی ہر قدردان بہن سے خراج تحسین حاصل کر رہا ہے قیمت صرف ایک روپیہ مگر جوہر نسواں کے نئے خریداروں کو سالانہ چندہ عہ ۸ (بذریعہ وی پی ہے) میں دیا جا رہا ہے۔

# جاں باز

## ہندوستان کی مشہور افسانہ نگار

محترمہ نذر سجاد حیدر کے افسانے پلاٹ کی دلآویزی کے اعتبار سے ادبی حلقوں میں نہایت پسندیدگی کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں اور اس میں شک نہیں محترمہ موصوفہ ہندوستان کے بہترین افسانہ نگاروں میں نہایت ممتاز درجہ رکھتی ہیں "جاں باز" محترمہ نذر سجاد حیدر کا اصلاحی معاشرتی ناول ہے جس میں ایک معزز اعلیٰ تعلیم یافتہ گھرانے کے حالات نہایت ہی دلچسپ پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ زبیدہ اپنے منگیتر کے لئے کیا کیا قربانیاں کرتی ہے سعد قمر ایک کم حیثیت مغربی لڑکی کے ہاتھوں کس طرح اپنی پُرمسرت زندگی کو تباہ کر کے موت کے منہ میں پہنچ جاتے ہیں خاندان حسن کا ایک سچا دوست تمام مشکلات کو کس طرح حل کرتا اور اپنے دوستوں کی خاطر کیسی کیسی قربانیاں کر کے محو حیرت کر دیتا ہے یہ ایسے باب ہیں کہ آپ عش عش کرینگے قیمت ۱۲

# دامنِ باغبان

ہندوستان کے مشہور افسانہ نگاروں میں یہ خصوصیت ڈاکٹر سید احمد بریلوی ہی کی تحریر میں ہے کہ وہ خشک سے خشک مضمون کو نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان فرماتے ہیں جذبات نگاری میں ڈاکٹر صاحب کو کمال حاصل ہے اور زبان روزمرہ نہایت عام فہم لکھتے ہیں کہ بار بار پڑھنے کو جی چاہتا دامن باغبان ڈاکٹر صاحب کے ، افسانوں کا مجموعہ ہے نمبر ۱ نصیبن کا بیاہ نمبر ۲ خدا کا بھائی نمبر ۳ بیکار کا تعویذ نمبر ۴ بڑا آدمی نمبر ۵ سکون نا آشنا دل نمبر ۶ حسرت نصیب مزدور نمبر ۷ حفاظت کے فرشتہ اس مجموعہ کے وہ دلآویز نتیجہ خیز سبق آموز افسانے ہیں جو اردو کے بہترین افسانوں میں شمار کئے جاتے ہیں اور صرف ایک ہی افسانے کے پڑھنے سے ساری کتاب کی قیمت وصول ہو جاتی ہے افسانے جس قدر دلچسپ ہیں اتنا ہی بڑھیا ولایتی کاغذ لگایا گیا ہے لکھائی چھپائی بھی اعلیٰ درجہ کی قیمت صرف ایک روپیہ (عہ)

# افسانہ حرم

لڑکیوں کے لئے ایک فاضل جرنلسٹ نے دس کہانیاں لکھی ہیں اور ہر کہانی سے کوئی نہ کوئی نتیجہ نکلتا ہے۔ لڑکیاں کتاب کو نہایت دلچسپی سے پڑھیں گی طرز بیان میں دلآویزی ہے عبارت بہت ہی آسان عام ہندوستانی گھرانوں کی معاشرت نہایت خوبی سے دکھائی گئی ہے۔ قیمت سات آنے۔ (۷/)

(محصول ڈاک علاوہ ہے)

بچیوں اور لڑکیوں کے لئے

# زنانہ بستہ

## دس کتابوں کا مجموعہ

(۱) بسم اللہ کی کتاب۔ ننھی ننھی بچیوں کو بطور قاعدہ پڑھائی جاتی ہے (۲) کہانیوں کی کتاب۔ سات نہایت دلچسپ کہانیاں ننھی بچیوں کے ہی مطلب کی جنہیں بچیاں مزے لے لے کر پڑھتی ہیں۔ (۳) "کھیل کی کتاب"۔ چھوٹی بچیوں کی عمر کے لحاظ سے دلچسپ کھیل کھیلنے کے طریقے بیان کئے گئے ہیں (۴) "لکھنے کی کتاب" جس میں بچیوں کو لکھنے کے طریقے سکھائے ہیں قلم دوات کاغذ کا استعمال لکھنے کی ہدایتیں بچیوں کے مطلب کے خطوط کے مختلف نمونے نہایت آسان زبان اور عام فہم پیرایہ میں (۵) "نماز کی کتاب"۔ خدا اور رسول کے متعلق جو باتیں جاننی ضروری ہیں پہلے وہ بتلائی ہیں نماز کے فائدے۔ وضو کا پورا بیان اس کے بعد نماز کا بیان اس قدر آسان کہ بچیاں خود بخود سمجھکر اپنے شوق سے نماز پڑھنے لگیں اس کے بعد روزہ کا بیان ہے (۶) "کھانے پکانے کی کتاب" مضامین کے عنوانات یہ ہیں ضروری ہدایتیں روٹی دال باورچی خانہ کیسا ہو، مصالحہ کیسا ہوتا ہے اور کس طرح پیسا جاتا ہے، گوشت سادہ اور ترکاری کا کیسا پکایا جاتا ہے۔ ان کے بعد چاول، کھچڑی، کوفتے، پلاؤ، شامی کباب پراٹھے، کھٹا گوشت، انڈوں کے کوفتے اور چٹنیاں تیار کرنے کی نہایت آسان ترکیبیں بچیوں کے مطلب کی درج کی گئی ہیں (۷) "تندرستی کی کتاب"۔ مضامین کے عنوانات یہ ہیں۔ صفائی غسل۔ کھانا۔ سونا۔ دانتوں کی صفائی۔ آنکھوں کی حفاظت مکان کی صفائی۔ معدہ کی صفائی۔ سیر و تفریح۔ تندرستی کے اصول (۸) تہذیب ادب اور اخلاق کی کتاب جس میں کھانے پینے کے لئے چلنے کے اور گفتگو کرنے کے اور لکھنے پڑھنے کے آداب بہت خوبی سے لکھے گئے ہیں، ماں باپ اور شوہر کے حقوق پر بھی دل نشین بحث ہے پھر تواضع۔ حیا، صبر و استقلال۔ معافی، کفایت شعاری محنت پر نہایت مفید باتیں لکھی گئی ہیں (۹) پردہ کی کتاب جس میں پردہ اور حیا کے متعلق بعض باتیں نہایت کام کی بتائی گئی ہیں (۱۰) خانہ داری کی کتاب یا دلہن کا جہیز جس میں شوہر اور بیوی کے تعلقات پر مؤثر بحث کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ شوہر کے دل کو کس طرح فتح کیا جا سکتا ہے۔ ساس نندیں کیسے برتاؤ سے محبت کرنے لگتی ہیں جو کتاب ہے جس مضمون پر ہے مکمل ہے بچیوں اور لڑکیوں کے لئے زنانہ بستہ نہایت ہی مفید اور بڑے کام کی کتاب ہے اور دلچسپ بھی اتنی ہے کہ وہ خوشی خوشی اور اپنے شوق سے بار بار پڑھتی ہیں۔ ضخامت پرنے دو سو صفحے سے کچھ کم کاغذ سفید و عمدہ لکھائی چھپائی عمدہ قیمت ایک روپیہ

**ملنے کا پتہ:- دفترِ عصمت کوچہ چیلان دہلی**

# لڑکیوں اور عورتوں کے لئے دلچسپ اور مفید منتخب کتابیں

| نام کتاب | مختصر فہرست | قیمت |
| --- | --- | --- |
| ثروت دولطن | اصلاح معاشرت پر دلی کے مشہور مصنف قاری سرفراز حسین مرحوم کا مقبول دل پسند ناول شرفا کے گھروں کا خاکہ۔ تعلقات میں صحیح روش اختیار کرنے کا ہدایت نامہ۔ عورت کی زندگی میں مختلف حیثیتوں سے جو مشکلات پیدا ہوتی ہیں ان کا دلنشین حل سبق آموز نتیجہ خیز عورتوں ہی کے لئے عورتوں کی زبان میں لکھا گیا ہے۔ پلاٹ نہایت دلچسپ، زبان ٹھیٹ دلی کی۔ ثروت دولطن شریف بیگمات کے مطالعہ کے بہترین، اصلاحی اخلاقی ناولوں میں سے ہے | [illegible] |
| انجام زندگی | حضرت علامہ راشد الخیری کے رنگ میں دلی کی انشا پرداز خاتون کی کامیاب تصنیف تین مختلف الخیال لڑکیوں کے حالات جو سبق آموز بھی ہیں اور دلچسپ بھی۔ واقعات دردانگیز طرز بیان دلاویز۔ اخبارات نے شاندار ریویو پہلے اڈیشن پر کئے تھے۔ اب دوبارہ چھپی ہے۔ قیمت | ۷ر |
| اتالیق نسواں | بہو بیٹیوں کو سگھڑ اور سلیقہ شعار بنانے اور انہیں عملی کام بتانے اور انتظام خانہ داری سکھانے کی مشہور اور نہایت مفید کتاب جس میں لڑکیوں کی تعلیم اور تربیت اور صحت اور دستکاری اور خانہ داری وغیرہ وغیرہ کے متعلق دس حصوں میں نہایت کارآمد باتیں بتائی گئی ہیں۔ ۲۰۰ شکلیں اور ۱۳۰۰ صفحے ہیں۔ مقبولیت کا اندازہ اس سے کر لیجئے کہ تین ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ اکابرین قوم نے بہت پسند کیا ہے۔ | للعہ |
| تعلیم خانہ داری | گھرداری کے انتظامات کے سلسلہ میں مفید معلومات کی وہ کتاب جس میں ۴۸ عنوانات پر لڑکیوں اور عورتوں کو نہایت ہی کارآمد باتیں قصہ کے دلچسپ پیرایہ میں بتائی گئی ہیں۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد مستورات کفایت شعار منتظم سگھڑ اور دستکار بن سکتی ہیں۔ بہت محنت سے لکھی گئی ہے اور عورتوں کی قریباً تمام ضروریات پر حاوی ہے۔ خانہ داری کے متعلق جو باتیں اس کتاب میں لکھی گئی ہیں ہر لڑکی اور ہر عورت کو معلوم ہونی چاہئیں | |
| بچی کی استانی | مسلمان بچیوں کی تعلیم و تربیت پر یہ بھی قصہ کے پیرایہ میں مفید کتاب ہے اور باتوں ہی باتوں میں کام کی باتیں بتائی گئی ہیں۔ | ۸عہ |
| گھروالی کی تربیت | وہ دلچسپ قصہ ہے جس کے مطالعہ کے بعد مستورات مختلف حیثیتوں سے اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کر کے اپنے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دے سکتی ہیں | ۸ر |
| گلبدن بیگم (باتصویر) | ہمایوں نامہ کی مصنف شہنشاہ بابر کی بیٹی کا نام کس پڑھی لکھی عورت نے نہ سنا ہوگا۔ شہزادی کے مفصل حالات زندگی بہت محنت سے جمع کئے گئے ہیں | ۸ر |
| کامل دائی | یعنی لیڈی ڈاکٹر۔ دائی گیری کے متعلق مفید کتاب جس میں زچہ بچہ کی بیماریوں کا علاج بھی ہے۔ شکلیں بھی دی گئی ہیں | ۸ر |
| شمیم | دلچسپ معاشرتی اخلاقی ناول جو صحیح افسانہ نگاری کے اصولوں پر لکھا گیا ہے سبق آموز ظرافت انگیز ہے | ۱۲ر |
| سیرۃ عائشہ صدیقہ | رسول اکرم کی چہیتی بیوی مسلمانوں کی ماں حضرت عائشہ صدیقہ کے مفصل و مکمل سوانح حیات مسلمان عورتوں کے لئے بہترین رہبر ہے۔ دو ضخیم جلدوں میں دوبارہ چھپا ہے | للعہ |
| سیرۃ کبریٰ | خاتون جنت کی والدہ سب سے پہلی مسلمان، مسلمانوں کی ماں حضرت بی بی خدیجۃ الکبریٰ کے مقدس زندگی کے حالات | عا ر |
| صحابیات | رسول اکرم کی بیویوں، بیٹیوں اور اس زمانہ کی ان مشہور مسلمان عورتوں کے حالات جنہوں نے اسلام کی بڑی بڑی خدمات انجام دیں | ۴ر |
| فطرت نسوانی | مرد عورت کی اور اخلاق کا موازنہ۔ اصل کتاب فرانسیسی میں لکھی گئی ہے اردو میں عربی سے ترجمہ کی گئی ہے۔ | عا ر |
| گہوارہ تمدن | مولانا نیاز فتحپوری کی تالیف جس میں دکھایا گیا ہے کہ دنیا کی تہذیب اور شائستگی عورت کی کس درجہ ممنون ہے | ۱۲ر |
| مشاہیر نسواں | یا سیر الصحابیات۔ اسلامی دنیا کی مشہور عورتوں کے سبق آموز حالات جو مسلمان لڑکیوں اور عورتوں کو ضرور معلوم ہونے چاہئیں | ۱۲ر |
| حلیمہ | ایک سگھڑ لڑکی کے حالات جس نے بگڑے گھر کو بنا ڈالا، قصہ بہت دلچسپ ہے از مولوی عبد الغفار صاحب خیری | عہر |
| عالم خیال | مولانا شوق قدوائی کی مقبول نظمیں عالم خیال کے چار رخ۔ میاں پردیس میں ہے بیوی کے جذبات کا بے مثل نقشہ کھینچا ہے با تصویر ۱۲ر بے تصویر | ۴ر |
| دختران شمشیر | تمام زمانوں اور تمام قوموں کی بہادر اور جانباز و حوصلہ مند خواتین کے حالات جنہوں نے میدان جنگ میں تلوار کے جوہر دکھائے۔ | ۸ر |
| انشائے نسواں | لڑکیوں کو خط و کتابت سکھانے کی مفید کتاب جو باعتبار مضمون بھی دلچسپ ہے۔ تصویر بھی ہے | عہر |
| پردہ | شرعی پردہ کی نسبت مولانا عبد الحلیم شرر مشہور کتاب۔ قرآن مجید اور حدیث سے بحث کی گئی ہے۔ حقوق نسواں کی حمایت میں ہے | ۸ر |
| بیگمات عالم | یعنی مخدرات دنیا کی نامور شہزادیوں، عالمہ فاضلہ بہادر خواتین کا تذکرہ از مولانا راشد مرحوم | عہر |
| مضامین | زہرہ بیگم صاحبہ فیضی کے مضامین، خانہ داری، حفظان صحت، تربیت اطفال، صنعت و حرفت کے متعلق نیز بعض ریاستوں اور شہروں کے حالات | ۸عہ |
| زمانہ تحصیل | مغربی تمدن اور یورپین خواتین کے متعلق محترمہ عطیہ فیضی کے اس سفرنامہ سے معلومات میں اچھا اضافہ ہوگا۔ | ۱۲ر |
| ہدیہ نسواں | امۃ الرؤف بیگم صاحبہ کے افسانوں اور مضامین کا مجموعہ صحت کے متعلق کارآمد باتیں بھی ہیں۔ آخر میں خطوط بھی ہیں۔ | ۸ر |
| تاج [illegible] | مصر کی اہل قلم خاتون ملک خانم کے چند نسوانی اصلاحی مقالات ہندوستانی عورتوں کے لئے جن کا مطالعہ بہت مفید ہوگا۔ | عہر |
| خدمات خلق | یورپ و امریکہ کی چند بہادر اور جانباز فاضلہ خواتین کے نتیجہ خیز حالات از سیدہ بیگم مرحومہ۔ | ۱۰ر |
| فغان اشرف | دلی کی ایک شریف گھرانے کی مصیبت زدہ اور دردناک زندگی کے دل ہلا دینے والا سچا مؤثر واقعہ از اشرف جہاں بیگم صاحبہ (مسز برلاس) | ۱۰ر |
| جہاں آرا بیگم | شہنشاہ ہند شاہجہاں کی چہیتی بیٹی جہاں آرا بیگم کی سوانح عمری از مسٹر ضیاء الدین برنی بی اے۔ | ۸عہ |
| نیرنگ | زنانہ رسائل کی نامور افسانہ نگار محترمہ [illegible] رفیعہ امیر کے ۱۲ مختصر افسانے جنہیں مشہور ادیبوں اور اخباروں نے بہت پسند کیا ہے | ۴ر |
| ماں بچے کی نگہداشت | ماں بچے کی صحت قائم رکھنے اور ان تمام خرابیوں کو جو مضر صحت ہیں دور کرنے کے موضوع پر نہایت کامیابی سے لکھی گئی ہے۔ از مولوی محمد ظفر ایم اے | ۸عہ |
| نصیحت کا کرن پھول | بچوں کی تعلیم و تربیت کے متعلق دلاویز سچا پر تاثیر قصہ جو ۵۰ سال قبل شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد مرحوم نے لکھا تھا | ۶ر |
| بچھڑا ہیرا | سچا تبلیغی قصہ عورت کی ہمدردی اور محبت بھری گفتگو کا کیا اثر ہوتا ہے۔ بچوں کی صحیح تربیت کا رہبر۔ از ڈاکٹر سعید احمد بریلوی | ۸ر ۴ر |
| اسلام اور عورت | قرآن مجید کی آیتوں اور مختلف حدیثوں سے بتایا گیا ہے کہ مسلمان عورت کا کیا درجہ اور حقوق ہیں دوسرے مذاہب کی عورتوں سے مقابلہ بھی ہے | ۱۰ر |

# بچوں اور بچیوں کے لئے اچھی اچھی کتابیں

## اسلامی کتابیں

**سرکار کا دربار** دو عالم کے سردار ہمارے رسول کی سیرت پر لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے نہایت پیاری اور سیدھی سادھی زبان میں قابل قدر کتاب جو اکثر اسلامی مدارس میں بطور نصاب پڑھائی جاتی ہیں قیمت ۸ ر

**ہمارے رسول** ننھے بچوں کے لئے آنحضرت صلعم کے حالات زندگی ۲ ر

**ہمارے نبی** لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے آسان زبان میں آنحضرت صلعم کے حالات زندگی ۳ ر

**ہمارا دین** ارکان اسلام بہت آسان زبان میں بچوں کو سمجھائے گئے ہیں ۲ ر

**نبیوں کے قصے** حضرت آدم سے لیکر حضرت عیسیٰ تک تمام نبیوں کے قصے ۲ ر

**اسلامی تاریخ کی سچی کہانیاں** بچوں کے لئے تاریخی اسلامی کی سبق آموز کہانیاں جس سے ان کا کیرکٹر بنتا ہے اور شریف جذبات پیدا ہوتے ہیں قیمت ۱۰ ر

**اسلامی عقائد** مسلمان بچوں کے لئے دینیات کی مفید کتاب قیمت ۱ ر

**ارکان اسلام** یہ گویا اسلامی عقائد کا دوسرا حصہ ہے " ۲ ر

**اچھی باتیں** دین و مذہب کی اچھی باتیں . . . . . ۴ ر

**چار یار** حضرت خلفائے راشدین یعنی حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ کے سبق آموز حالات اور چاروں خلافتوں کا بیان قیمت ۸ ر

**مختصر تاریخی اسلامی** دنیا کی کسی زبان میں علامہ خیاط مصری کی اس کتاب سے بہتر اسلامی تاریخ شائع نہیں ہوئی اسلامی ممالک میں بطور نصاب پڑھائی جاتی ہے چار حصے ہیں (۱) حالات رسول اکرم صلعم (۲) خلافت راشدہ (۳) تاریخ خلافت بنو امیہ (۴) خلافت بنو عباس مولوی خلیل الرحمن صاحب نے جن کی بے نظیر کتاب اخبار اندس پر پنجاب نے ایک ہزار روپیہ کا انعام دیا تھا یہ ترجمہ بچوں کے لئے بچوں کی زبان میں ایسے عام فہم پیرایہ میں کیا ہے کہ ایک ایک باب انکے ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ حالات مختصر ہیں لیکن کوئی ضروری واقعہ نہیں چھوڑا گیا۔ ہر مسلمان کی کم از کم اتنی معلومات ضرور ہونی چاہئیں جتنی اس کتاب میں ہیں قیمت دو روپے گیارہ آنے

## مزیدار قصے اور ڈرامے

**چڑے چڑیا کی کہانی۔** انسان کی عادتوں پر اخلاق کی سبق آموز کہانیاں قیمت ۲

**لومڑی اور مینا** (باتصویر) لومڑی مینا کو مرغی بطخ وغیرہ کی لڑائی کا قصہ قیمت ۳ ر

**بلی اور چوہا** (باتصویر) چوہے بلیوں اور شیر کو بندوق سے مارتے اور خوشیاں مناتے ہیں ۳ ر

**بلی حج کو چلی** (باتصویر) خالہ بلی نیک بن کر کس طرح مختلف پرندوں کو دھوکا دیتی ہیں۔ قیمت ۳ ر

**موش و گربہ** چوہے بلی کی لڑائی کا مزیدار قصہ فارسی میں ہر صفحہ پر رنگین تصاویر مطبوعہ جرمنی قیمت ۲۵ ر

**قسمت کا دھنی** بکری دو گاؤں کھا گئی اور پھر وہ واپس مل گئے ۱ ر

**آسمان کی پری** منشی پریم چند نے یہ دلچسپ سبق آموز کہانی شریف لڑکیوں کے لئے لکھی ہے قیمت ۳ ر

**اسکول کی زندگی** (ڈراما) اچھے اور شریر بچوں کا مقابلہ ۴ ر

**شریر لڑکا** نہایت دلچسپ اور سبق آموز ڈراما خاص طور پر بچوں کے مطلب کا قیمت ۴ ر

**قوم پرست طالب علم** اخلاقی ڈراما جس سے بچوں میں حب وطنی بہادری شجاعت کے جذبات پیدا ہوں ۴ ر

**محنت** (ڈراما) محنت سے کس طرح کامیابی حاصل ہوتی ہے ۴ ر

**دیانت** اخلاقی ڈراما بہت دلچسپ سبق آموز قیمت ۲ ر

**بچوں کا انصاف** (ڈراما) بچوں کا ایسا فیصلہ کہ خلیفہ ہارون الرشید بھی دنگ رہ گیا۔ قیمت ۶ ر

## تاریخ تعلیم معلومات کی کتابیں

**ترکوں کی کہانیاں۔** ترک بچوں کی جانبازی اور ہمت و جرأت کی سچی کہانیاں، مسلمان بچے کے پڑھنے کے لائق ۴ ر

**دنیا کے بسنے والے** دنیا کی دلچسپ معلومات بچوں کے لئے لکھی گئی ہے ۴ ر

**تاریخ ہند کی کہانیاں** جنہیں بنت نصیر الدین تیمور نے نہایت آسان زبان میں لڑکوں لڑکیوں کے لئے لکھا ہے اسے پڑھکر اپنے ملک کے متعلق بچوں کی معلومات بڑھتی ہے۔ قیمت ۶ ر

**علمی کہانیاں** نئی نئی ایجادوں پر باتصویر کہانیاں جن سے معلومات بڑھیگی ۸ ر

**علمی پہیلیاں**۔ بڑی مزیدار پہیلیاں ہیں اور سمجھ کر پڑھیں تو عقل میں ترقی ہوگی۔ قیمت ۸ ر

**تعلیمی کھیل** بچوں کیلئے وہ کھیل جن سے ان میں لکھنے پڑھنے کا شوق ترقی کرے اور قابلیت بڑھے قیمت ۶ ر

**چاند تارے** چھوٹی چھوٹی دلچسپ نظمیں لڑکوں لڑکیوں کے لئے۔ ۳ ر

**بچوں کی کتاب** ننھے بچوں کے لئے مزیدار کہانیاں اور دلچسپ سبق ۲ ر

**بچوں کی نظمیں** ننھے بچوں کیلئے اچھی اچھی نظموں کا مجموعہ ۵ ر

**بچوں کا قاعدہ**۔ بچوں کے لئے سب سے اچھا آسان باتصویر اردو قاعدہ قیمت ۳ ر رہنمائے تعلیم معلم کیلئے قاعدہ پڑھانے کی ہدایات ۳ ر **مشق خوشخطی** خط درست کرنے کے لئے ایک مشہور خوشنویس نے لکھی ہے قیمت ۲ ر

# علمی ادبی تاریخی کتابیں

**ایوان تصور** بلبل ہند مسز سروجنی نائڈو کی ساحرانہ انگریزی شاعری اور ادبی رعنائیوں کا مجموعہ انشائے عالیہ کے نادر نمونے ایشیا کی مایہ ناز شاعرہ کے رنگین گیت اور دلاویز نغمے جن کی یورپ میں دھوم مچ چکی ہے۔ مشرقی تصورات، رفعت خیال وحسن وبیان کی دلکش تصویریں، اردو ترجمہ بہت آب وتاب کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ کتاب مجلد وضخیم مزین ومنقش ہے اور خواتین کے لئے اس سال کا بہترین تحفہ ہے قیمت دو روپیہ (عہ)

**تفویض** ایک گریجویٹ خاتون کی شادی مسجد کے ایک ملا سے ہو جاتی ہے اس کی داستان حامیانِ حقوق نسواں کی نظر سے ضرور گذرنی چاہیئے۔ طلاق وخلع کے مسئلہ پر بہت قابلیت سے روشنی ڈالی گئی ہے قیمت ۵؍

**دلی کا آخری دیدار** غدر ۱۸۵۷ء کے پہلے دلی کی سوسائٹی کیا تھی بہادر شاہ کے زمانہ میں شاہجہاں آباد کی چہل پہل اور شہر آبادی کی کیفیت کیا تھی۔ قلعہ معلی کی ستھری ستھری بول چال اور ٹکسالی زبان، دہلی مرحوم کا مرثیہ سو سال پہلے کی جھلک ممکن نہیں کہ اس کتاب کے مطالعہ کا آپ کے قلب پر اثر نہ ہو قیمت بارہ آنہ (۱۲؍)

**چار چاند** حضرت ناصر نذیر فراق دہلوی کے چار دلاویز مضامین۔ دلربا خانم۔ سلطنت کی بیگمات اور دلی کی اجڑی اور اجڑائی عید کا مجموعہ۔ دلی کی ٹکسالی زبان کا لطف اٹھانا ہے تو یہ مجموعہ ملاحظہ فرمائیے۔ یہ مضامین اردو رسائل میں شائع ہوکر بہت مقبول ہو چکے ہیں قیمت ۱۲؍

**خطوط کی ستم ظریفی** ایک نہایت ہی دلچسپ ہنسانے والا افسانہ مرزا عظیم بیگ چغتائی کی نئی کتاب ہنسی ہنسی میں مفید باتیں بتائی گئی ہیں پلاٹ نہایت پرمذاق قیمت بارہ آنہ (۱۲؍)

بہزاد ۶؍　صید زبوں ۱۰؍　گناہ کی دیوار ۸؍
معلم اسود ۱۲؍　نقش آخر ۱۰؍ یہ پانچوں اصلاحی اخلاقی ڈرامے پروفیسر اشتیاق حسین قریشی ایم اے کے ہیں جو تعلیم یافتہ طبقہ نے بہت پسند کئے ہیں۔

**دامن باغباں** ملک کے نامور افسانہ نگار ڈاکٹر سعید احمد صاحب بریلوی کے سبق آموز افسانے ۸؍

**ہنسانے فسانے** سید ابوتمیم صاحب کے وہ مضامین جو ہنساتے ہنساتے پیٹ میں بل ڈال دیں ؎

**خطوط سرسید** اردو کے بہترین خطوط کا بیش بہا مجموعہ ۳؍

**سیرۃ محمد علی** رئیس الاحرار مولانا محمد علی صاحب کی مفصل سوانح عمری صفحات ۸۰۰ ۳؍

**تلاش حق** گاندھی جی کی آپ بیتی انگریزی میں گیارہ روپیہ قیمت تھی اردو کی عہ

**تقاریر محمد علی** رئیس الاحرار مرحوم کی وہ تقریریں جن کا ڈنکا بج چکا ہے ۸؍

**کلام جوہر** مولانا محمد علی مرحوم کے جدید وقدیم کلام کا مجموعہ مع مقدمہ مولانا عبد الماجد ۸؍

**دیوان غالب** مطبوعہ جرمنی غالب کا خود نوشتہ مقدمہ رنگین تصویر خوبصورت جلد عہ

**انتخاب میر** سرتاج الشعرا حضرت میر تقی میر کے کلام کا انتخاب ۱۲؍

**رباعیات حالی**۔ مولانا حالی کی بے نظیر رباعیات کا مجموعہ ۳؍

**روحوں کے کرشمے** ہمارے گرد روحانی دنیا ہے چشم دید حالات قیمت عہ

**مشاطۂ سخن** اردو کے باکمال شعرا نے اپنے شاگردوں کو جو اصلاحیں دیں ان کا مجموعہ عہ

**بزم خیال** اردو فارسی کے مشہور شعرا کے لطیفے حاضر جوابی برجستہ گوئی کے نمونے

**مرقع ادب** ملک کے نامور انشا پردازوں کے خطوط کا قابل قدر مجموعہ قیمت ؎

**ابلیس کا خطبہ صدارت** ہنسی ہنسی میں بہت سی کام کی باتیں معلوم ہوتی ہیں قیمت ۸؍

**مرزا جنگی** از مرزا عظیم بیگ چغتائی بڑا زبردست ڈراما۔ لکھنؤ کی معاشرت اور زبان ۶؍

**مسدس حالی** مسلمانوں کے عروج وزوال کے اسباب مولانا حالی کی بے مثل مثنوی ۱۲؍

**شکوہ ہند** یہ بھی مولانا حالی کی مشہور قومی نظم ہے۔ قیمت ۳؍

**خضر راہ** ۴؍ **مکمل ترانہ** ۲؍ **شکوہ** ۳؍ **جواب شکوہ**
**اکبری اقبال** ۳؍ یہ پانچوں ڈاکٹر سر اقبال کی مشہور نظمیں ہیں ۴؍

**مناجات بیوہ** ۲؍ **چپ کی داد** ۱؍ مولانا حالی کی مشہور نظمیں ہیں۔

**نگارستان** مولانا نیاز فتحپوری کے افسانوں کا مجموعہ (لڑکیاں: خطکھائیں) عہ

**شہاب کی سرگذشت** مولانا نیاز فتحپوری کا ایک معرکۃ الآرا افسانہ (〃) عہ

**سیلاب تبسم**۔ مشہور مزاحیہ نگار جناب شوکت تھانوی کے نہایت ہی پرمذاق تفریحی مضامین کا دلاویز مجموعہ بعض مضامین تو اس قدر پرلطف ہیں کہ ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جائیں عہ

**موج تبسم**۔ جناب شوکت تھانوی کے مزاحیہ مضمونوں کا پہلا مجموعہ جس میں ظرافت کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی ہے۔ دوسرا ایڈیشن بھی ختم کے قریب ہے مجلد قیمت ... عہ

**روح لطافت** یعنی مصور ظرافت مرزا عظیم بیگ چغتائی کے وہ پرمذاق تفریحی مضامین جن کی اردو رسائل میں شائع ہوکر دھوم مچ چکی ہے خوش طبع یہ افسانے پڑھیں تو ؎

**دلگداز افسانے** قابل مطالعہ دلاویز نتیجہ خیز افسانوں کا مجموعہ جن میں معاشرتی پہلو خصوصیت سے دکھائے گئے ہیں از جناب کوثر چاندپوری قیمت عہ

**دنیا کی حور**۔ مشہور افسانہ نگار جناب کوثر چاندپوری کا یہ اصلاحی معاشرتی افسانہ نہایت دلچسپ ہونے کے ساتھ سبق آموز اور نتیجہ خیز بھی ہے قیمت صرف ۱۰؍

**شرح دیوان غالب**۔ دیوان غالب کی سب سے ضخیم شرح مولانا آسی کی ہے جس میں دوسرے شعرا کے ہم معنی اشعار بھی دئے گئے ہیں۔ ایک ایک نکتہ کو بہت خوبی سے سمجھایا۔ با تصویر مجلد عہ

**پردۂ غفلت** مسلمان خاندانوں کی معاشرت کی سچی تصویر آزادی نسواں و پردہ پر منصفانہ بحث۔ اعلیٰ درجہ کا اخلاقی ڈرامہ مطبوعہ جرمنی قیمت ایک روپیہ ...... عہ

**دختر سمرنا**۔ خالدہ ادیب خانم کے چشم دید حالات تسخیر سمرنا کے۔ دلچسپ ناول کے پیرایہ میں جس کا کئی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ قیمت ایک روپیہ ...... عہ

**تاریخ مغرب**۔ شمالی افریقہ کے مسلمانوں کی مفصل ومکمل تاریخ قیمت دو روپیہ آٹھ آنے ............ عہ

**انقلاب دہلی** ان دردانگیز نظموں کا مجموعہ جو دہلی کی بربادی پر غدر ۱۸۵۷ء کے بعد لکھی گئی (۱) بادشاہ ظفر، غالب۔ آزردہ۔ داغ۔ حالی۔ سالک مجروح، ظہیر، افسردہ، شیفتہ وغیرہ ۲۴ شعرا کی ۷۰ نظمیں۔ مشہور شعرا کی تصاویر بھی ہیں قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنے ........ عہ

**ابلیس کا خطبہ صدارت**۔ جو پچاس سالہ جوبلی کے موقع پر آل انڈیا شیطانیہ کانفرنس میں پڑھا گیا۔ ہنسی ہنسی میں کام کی باتیں بتائی گئی ہیں۔ قیمت ...... ۸؍

# حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کے مشہور تاریخی افسانے

جو بڑی عمر کی خواتین مطالعہ کر سکتی ہیں مگر کنواری لڑکیاں نہ منگائیں

## شہیدِ مغرب

طرابلس اور مراکش میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے مقابلے اسلام اور نصرانیت کے معرکے۔ مسلمان عورتوں کی ناموس اسلام پر قربانیاں۔ مسلمانوں کی ترقی کا راز اور تنزل کے اسباب۔ شدھی اور تبلیغ کا اثر مندرجہ ذیل درد انگیز

افسانوں کا مجموعہ

| | | |
|---|---|---|
| دو آسمانی مسافر | شہیدِ مغرب | طرابلس سے ایک صدا |
| عرب سیدانی | سیاہ داغ | افراط و تفریط |
| صدائے دلگداز | کلو نتیاں | سیمونہ |

ان کے مطالعہ سے حب وطنی، جوش ایمانی بہادری شجاعت خودداری غیرت و حمیت کے شریفانہ جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ اگر آپ کو سیاست سے شوق ہے تو شہیدِ مغرب دیکھئے۔ اگر وہ درد تڑپ آپ کے دل میں ہے اور اسلامی خون رگوں میں دوڑ رہا ہے۔ تو شہیدِ مغرب کا مطالعہ کیجئے قیمت ۲ؔ

## یاسمینِ شام

خلیفہ ثانی امیر المومنین فاروق اعظم حضرت عمرؓ کے زمانہ کی اسلامی لڑائیاں ہلال و صلیب، اسلام و عیسائیت کے معرکے، تسخیر اردن، بیسان، حمص بعلبک۔ ارسنا حلب۔ انطاکیہ۔ بیت المقدس اور یرموک کے لئے مجاہدین اسلام کی سرفروشانہ قربانیاں جنگ یرموک وہ اسلامی جنگ تھی جس میں ۳۶ ہزار مسلمانوں نے عیسائیوں کی متفقہ طاقت یعنی ۴ لاکھ کے لشکر عظیم پر فتح پائی جس میں مسلمان عورتیں اس طرح لڑیں کہ دشمنوں کے دانت کھٹے کر دئے۔ حضرت ابو عبیدہؓ خالد بن ولیدؓ اور شرحبیلؓ کی تقریریں مسلمانوں کے جوش ایمانی، جرأت، جانبازی اور ایثار کے دل ہلا دینے والے مناظر یاسمین شام ہی میں نظر آئینگے حسن و محبت کا دلآویز افسانہ دیکھنا ہو تو یاسمین شام کا مطالعہ کرو۔ جو سفاک و سنگدل باپ خدا ترس ماں اور مظلوم بچی کی دلخراش داستان بھی ہے حال میں جدید اڈیشن خاص اہتمام کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ قیمت عہ/ ۲ؔ

## محبوبۂ خداوند

طرابلس کا مقدس خداوند کا رتھیث شمالی افریقہ کی حسینہ سفیرہ پر فرضی دعووں میں کیا کیا کرتب دکھاتا ہے اور محبوبہ خداوند کس طرح اپنی عزت بچاتی ہے حضرت عثمانؓ خلیفہ سوئم کے عہد میں مسلمانوں کی ایک قلیل جماعت عیسائیوں کے ٹڈی دل فوج کے مقابلے میں کس طرح کامیاب ہوتی اور عیسائی لڑکی سفیرہ جس کا تمام افریقہ مخالف ہے کیونکہ خداوند کے پنجہ سے چھوٹ کر ایک پاکباز مسلمان سے نکاح کرتی ہے یہ وہ دلچسپ اور پُر درد داستان ہے جسکا ہر صفحہ کلیجہ کے پار ہوتا ہے چار دفعہ چھپ چکی ہے قیمت ۱۲؍

## عروسِ کربلا

علامہ محترم کے تمام تاریخی ناولوں میں بلحاظ درد و اثر کے مشاقانہ ہے کربلا کے تاریخی واقعات پہلے ہی کچھ کم درد انگیز نہیں اس پر مولانا کے قلم گوہر ریز نے قیامت ڈھا دی ہے کئی جگہ ہچکی بندھ جاتی ہے اس پر لطف یہ ہے کہ محبت کا دلآویز افسانہ ہے بہت مشہور کتاب ہے ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے اور آج بھی اسی طرح دھڑا دھڑ نکل رہی ہے عروس کربلا کی طرز پر کئی مصنفوں نے ناول لکھے مگر عروس کربلا عروس کربلا ہی ہے حال میں چھٹی دفعہ شائع ہوئی ہے ضخامت ۱۵۲ صفحے قیمت ۱۲ؔ

## شہنشاہ کا فیصلہ

عہد عباسی کے بغداد کا دلچسپ افسانہ ایک شخص اپنی بیوی کی شادی کن اسباب کے تحت میں ایک دوسرے شخص سے کرتا ہے ایک مصیبت زدہ ماں کا بیگناہ بچہ کس وجہ سے واجب القتل ٹھیرایا جاتا ہے اور ماں کی کیا کیفیت ہوتی ہے ملکہ اپنے حصول مقصد کے لئے کیا کیا کوششیں کرتی ہے اور آخر میں کس خوبی سے شہنشاہ کا فیصلہ دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ کر دیتا ہے یہ ایسے واقعات ہیں کہ صرف پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں جدید ایڈیشن حال میں شائع ہوا ہے۔ قیمت ۴؍

## منظر طرابلس

تسخیر طرابلس کے لئے مسلمانوں کا جوش ایمانی حضرت زبیر بن عوامؓ کی بے مثل بہادری ایثار و شجاعت، محبت کے انتقام میں بیگناہ لڑکی کی قربانی حقیقی بہن کے ہاتھوں بھائی کا قتل بزرگ پیشوا کی سیاہ کاریاں ملقیہ اور شہزادی عابدہ کی کہانی اور فتح طرابلس کا آخری منظر ۵؍

## سودائے نقد

جس سے معلوم ہوگا کہ عورتوں کا نکاح ثانی اور طلاق کی حیثیت اسلام میں کیا ہے۔ یہ افسانہ بتاتا ہے کہ جوان بیٹی کی شادی نہ کرنا سوسائٹی پر کیا اثر ڈالتا ہے۔ دو سگی بہنوں کی کوششیں۔ حقیقی ماں کے ہاتھوں جوان بیٹے کا قتل نہایت دلچسپ پلاٹ ہے قیمت ۵؍

## دُرِّ شہوار

ایران ماژندران سیستان کی ہولناک لڑائیاں کا مرقع، بہرام کے شجاعانہ کارنامے اور ملک پر احسانات، شہزادی سبطرہ کی فراست اور بہادری اور وزیر کی مکاری اور فریب بہت دلچسپ قصہ ہے قیمت صرف علاوہ محصول ڈاک

## اندلس کی شہزادی

مسلمانوں کے زمانہ کے اسپین کا دلآویز محبت کا افسانہ جو ہنسلتے ہنساتے پیٹ میں بل ڈالدے کیساتھ رلائیگا اور بتائیگا کہ مسلمان سرزمین اندلس پر کیا کر چکے ہیں وقت نے کیونکر انکو معراج کمال پر پہنچایا اور کس طرح اپنے اعمال سے فنا ہوئے قیمت ۵؍

مسز شاملا وتنایکہ بی
مس ایس نونی

مس رقیہ بیگم شاہدی

جزیرہ لنکا کی سب سے زیادہ خوبصورت عبادت گاہ

سروھی ستیت کی
کماری اُما شرالی
جنھوں نے متھرا آل انڈیا موسیقی کے
مقابلہ میں اول انعام حاصل کیا۔

مہارانی بڑودہ
جو حال میں غیر ممالک کی
سیاحت سے واپس تشریف
لائی ہیں

پہلا سبق

# رسالہ جوہر نسواں دہلی کے متعلق ملک کے مشہور رسائل و اخبارات کی رائیں

## صحافت اُردو میں اپنی طرز کا پہلا زنانہ رسالہ

کچھ اوپر ربع صدی سے دہلی کا مشہور زنانہ رسالہ عصمت بہت عمدگی شائع ہو رہا ہے۔ جسے جناب رازق الخیری نے اپنے مخالفین سے بھی اردو کا بہترین زنانہ پرچہ تسلیم کرالیا۔ ہمیں یہ دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی کہ اسی دارالاشاعت سے جوہر نسواں جاری ہوا ہے جو اپنی طرز صحافت اُردو میں پہلا زنانہ رسالہ ہے۔ عورتوں لڑکیوں اور بچیوں کے لئے خاص زنانہ دستکاری کا کوئی ماہوار رسالہ اردو میں شائع نہیں ہوتا تھا۔ جناب رازق کی مساعی سے یہ کمی پوری ہو گئی ہمیں یقین ہے کہ اس کے مسلسل مطالعہ سے لڑکیاں سگھڑ، سلیقہ شعار، اور ہنرمند بن سکتی ہیں پرچے کا مطالعہ اس لئے اور بھی ضروری ہے کہ اس سے وہ مشرقی روایات زندہ ہو سکتی ہیں۔ جو خواتین ہند کے لئے مایہ ناز و افتخار سمجھی جاتی تھیں۔ دستکاری کے عنوانات کے علاوہ چند اصلاحی افسانے اور نظمیں بھی ہر اشاعت میں شریک ہوتی ہیں۔ لیتھو اور بلاک کے متعدد نقشے اور تصاویر ہر پرچے میں شامل ہوتی ہیں۔ سرورق بے حد جاذب توجہ اور رنگین ہے۔ چندہ سالانہ صرف دو روپیہ آٹھ آنے اس رسالہ کی خوبیوں کو دیکھتے ہوئے کم ہے۔ رسالہ ساقی دہلی

## ہر طرح کامیاب

دفتر عصمت سے جو تقریباً پچیس ۲۵ سال سے عورتوں کی شاندار خدمات انجام دے رہا ہے اور اُردو زبان میں عورتوں کا بہترین پرچہ تسلیم کیا جاتا ہے اور نہایت شان کے ساتھ نکل رہا ہے ایک اور پرچہ بنات بچیوں کے لئے شائع ہوتا ہے۔ مسٹر رازق الخیری مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے حضرت مصور غم کی تصانیف کو دیدہ زیب طریقے سے شائع کرنے کے علاوہ عصمت کو بھی چار چاند لگا دئے ہیں اور دفتر عصمت و بنات سے جوہر نسواں جاری کیا ہے۔ دستکاری عورتوں کا حقیقی جوہر اس رسالہ میں دستکاری کے ہر صنعت کے نہایت مفید مضامین اور کام کے نقشے اور نمونے ہوتے ہیں اس وقت تک جوہر نسواں کے جتنے پرچے شائع ہوئے ہیں وہ رسالہ کے اجراء کے مقصد کو پیش نظر رکھ کر ہر طرح کامیاب ہیں۔

جوہر نسواں کی ادارت ان خواتین کے سپرد ہے جو دستکاری کے فن سے نہ صرف واقف ہیں بلکہ جنھوں نے اس موضوع پر کتابیں تصنیف کی ہیں عصمت کی کامیابی کو دیکھ کر پوری توقع ہے کہ مسٹر رازق الخیری کی نگرانی میں جوہر نسواں ترقی کرے گا۔ اور لڑکیوں اور عورتوں میں سلیقہ شعاری پیدا کر کے ان کا مرتبہ بلند کرنے میں معاون ہوگا۔

اخبار ریاست دہلی

## زنانہ دستکاریوں کا مفید مجموعہ

جوہر نسواں کی خوبیوں اور مضامین کے فوائد بتانے کے لئے ایڈیٹر عصمت کا نام کافی ضمانت ہے۔ رسالہ کا ٹائٹل بیج رنگین اور نہایت خوشنما ہے مضامین کے اعتبار سے اس کو زنانہ دستکاریوں کا مفید مجموعہ بالکل بجا کہا گیا ہے مضامین نہایت مفید اور کار آمد ہیں۔

اخبار ذوالقرنین بدایوں

## اپنی قسم کا واحد ماہانہ

یہ ماہانہ رسالہ دفتر عصمت دہلی سے جاری ہوا ہے۔ رسالہ کا موضوع نام سے ظاہر ہے۔ طبقہ نسواں کا جوہر درحقیقت دستکاری ہے اور ملک کی لائق اور ہونہار دستکار خواتین کی اعانت میں اس ماہنامہ کو نہایت سلیقہ و آراستگی سے مفید کارآمد اور دلچسپ مضامین کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے اس رسالہ کی دارالاشاعت کی اہمیت کا اندازہ کر کے ہی رسالہ کی کامیابی اور بکارآمدی کا فی اندازہ ہو سکتا ہے۔ یہ اپنی قسم کا ایک واحد ماہنامہ ہے۔

رسالہ نیرنگستان

## عورتوں لڑکیوں کو ہنرمند سلیقہ شعار بنانیوالا رسالہ

جوہر نسواں اپنی شان کا ہندوستان بھر میں پہلا رسالہ ہے جس میں زنانہ دستکاری کے متعلق کارآمد و پر از معلومات مضامین شائع کئے جاتے ہیں اس کے مطالعہ سے عورتیں لڑکیاں اور بچیاں سب یکساں طور پر فائدہ اٹھا سکتی ہیں اور ان کو سلیقہ شعار اور ہنرمند بنانے کے لئے جوہر نسواں بہت مفید ہو سکتا ہے۔ ہندوستان میں اب تک ایسا کوئی رسالہ شائع نہیں ہوا تھا۔ کارکنان جوہر نسواں مستحق مبارکباد ہیں کہ انھوں نے یہ رسالہ جاری کر کے ایک بڑی کمی کو پورا کر دیا اصلاحی افسانے اور نظمیں بھی ہر اشاعت میں شریک ہوتی ہیں لیتھو اور بلاک کے متعدد نقشے اور تصاویر ہر پرچہ میں شامل ہوتی ہیں۔

اخبار شملہ پنجاب

## لڑکیوں کے لئے بہترین رسالہ

یہ ماہانہ رسالہ خاتون اکرم مرحومہ کی یادگار میں نکالا گیا ہے تینوں اڈیٹر خدیجہ فاطمہ۔ آمنہ نازلی۔ خدیجہ بائی، تالیف و تحریر کے کام میں نام پا چکی ہیں۔ مختلف قسم کی زنانہ دستکاریوں کو الگ الگ حصے کر کے اور نقشے اور نمونے دے کر بڑی خوبی سے سمجھایا جاتا ہے لڑکیوں کے لئے اس سے بہتر رسالہ نہیں ہو سکتا۔

رسالہ اُردو اورنگ آباد دکن

## پردہ نشین خواتین کی دستکاریوں کے متعلق

جوہر نسواں۔ اڈیٹر صاحب رسالہ عصمت نے اپنی جد و جہد کے دائرہ کو اور وسیع کرتے ہوئے ایک نئے ماہوار رسالہ کا اجرا کر دیا ہے جو تمام تر ان دستکاریوں اور دلچسپیوں سے متعلق ہے جنھیں پردہ نشین خواتین اپنے گھروں میں ٹھیک جاری رکھ سکتی ہیں میگزین با تصویر ہے رسالہ خاتون اکرم مرحومہ کی یادگار کے طور پر جاری کیا گیا ہے۔ انگریزی مرد نامہ [illegible]

# مضمون نگاری کے قواعد

## مضمون نگاروں کو عصمت کے لئے مضامین بھیجنے سے قبل اِن باتوں کا ضرور خیال رکھنا چاہیئے

(۱) مضامین کاغذ کے ایک رُخ پر روشن سیاہی سے، نظرِ ثانی، مناسب ترمیم واصلاح واضافہ کے لئے ایک ایک سطر چھوڑ کر خوش خط لکھنے چاہئیں (۲) اڈیٹر کے خط میں مضمون نگار کا صحیح نام اور پورا پتہ درج ہونا اشد ضروری ہے (۳) طویل مضمون کے لئے تین تین چار چار ماہ بعد بھی ممکن ہے جگہ نہ نکل سکے لیکن چھوٹے چھوٹے مضامین جلد درج رسالہ ہو سکتے ہیں۔ اِس لئے مضمون نگار جہانتک ممکن ہو مضمون بہت مختصر لکھیں، (۴) مضمون کسی کتاب یا رسالہ سے نقل ہو یا ترجمہ یا اخذ ہو تو مصنف کا نام اور کتاب یا رسالہ کا حوالہ ضرور دے دیا جائے (۵) عصمت کے لئے صرف وہ مضامین بھیجے جائیں جو عصمت ہی کے لئے لکھے جائیں وہ مضمون ہرگز نہ بھیجا جائے جو کسی اور پرچہ کو بھیجا جا چکا ہے۔ (۶) عصمت کے مضامین کے لئے پامال پُرانے عنوانات جن پر بارہا عصمت میں مضامین شائع ہو چکے ہیں منتخب نہ کرنے چاہئیں نئے نئے موضوعات پر چھوٹے چھوٹے مضامین جو اسلوب بیان ندرت خیال وغیرہ کے اعتبار سے دلچسپ سمجھے جا سکتے ہیں خوشی کے ساتھ شائع کئے جاتے ہیں؛ (۷) مضامین میں تہذیب و سنجیدگی کا پورا خیال رکھنا چاہیئے جو مضامین ذاتیات سے آلودہ ہوتے ہیں یا جن سے کسی فرقہ یا شخص کی دل آزاری ہوتی ہے ردّی کر دئے جاتے ہیں۔ عصمت مذہبی جھگڑوں کا اکھاڑا نہیں ہے۔ عصمت کے لئے ایسے مضامین بھیجنے چاہئیں جو ہندو مُسلمان عیسائی سِکھ سب کے لئے مفید ہوں (۸) مضامین کی زبان سلیس اور عام فہم ہونی چاہیئے۔ رنگین بے معنی عبارت ہمیں ناپسند ہو فارسی عربی انگریزی الفاظ ٹھونسنے سے مضمون بھدّا ہو جاتا ہے (۹) جو مضامین عصمت میں شائع ہوتے ہیں اُنکا دائمی حق اشاعت "بحق عصمت" محفوظ ہوتا ہے؛

عصمت سال کے بہترین مضامین پر جولائی میں قریبًا چار سو روپے کے انعامات مضمون نگار خواتین میں تقسیم کرتا ہے، کم **استطاعت** مضمون نگار عورتوں کو معاوضہ بھی دیتا ہے غیر مُسلم خواتین کے مضامین بڑی خوشی سے شائع کئے جاتے ہیں

**ایڈیٹر**

# عصمتی بہنیں

## اگر ان قواعد کی پابندی کریں

## تو اُن کو کبھی ہم سے شکایت کا موقعہ نہ ملے

(۱) عصمت ہمیشہ نہایت پابندی وقت سے ۲۸ تاریخ کو شائع ہو کر تیسری چوتھی تاریخ تک ہندوستان کی تمام خریدار بہنوں کو پہونچ جاتا ہے اشاعت میں خدا کے فضل سے کبھی دیر نہیں ہوتی۔ لیکن اگر ڈاک خانہ کی غلطی سے وقت پر پرچہ نہ ملے تو ۵ تاریخ کے بعد مگر ۱۵ تاریخ تک کارڈ لکھکر نمبر خریداری کے حوالہ سے دوبارہ پرچہ منگالیں۔ اِسکے بعد قیمتًا ملیگا۔ (۲) اگر ایک مقام سے دوسرے مقام کا تبادلہ ہو جائے تو خریدار اپنے نمبر کے حوالہ سے فورًا دفتر کو تبدیلی پتہ کی اطلاع دیجائے کئی کئی ماہ بعد پتہ تبدیل کروانا دفتر کو سخت نقصان پہنچاتا ہے۔ کیونکہ صحیح پتہ نہ ہونے کی وجہ سے پرچہ تلف ہو جاتا ہے اور خریدار بہن کو شکایت رہتی ہے کہ دفتر سے نہیں بھیجا گیا حالانکہ تمام خریداروں کو ۲۸ تاریخ کو رسالہ بھیجا جاتا ہے۔ ہر بہن کا فرض ہے کہ جب پتہ تبدیل ہو تو فورًا دفتر کو اطلاع دے دیں۔ (۳) جب ہمیں خط لکھیں خریداری نمبر ضرور لکھیں ورنہ تعمیل میں کئی دن لگ جائیں گے۔ اگر آپ کو خریداری نمبر یاد نہ رہا ہو یا آپ نے نوٹ نہ کیا ہو تو جوابی پوسٹ کارڈ بھیجکر دفتر سے معلوم کر لیجئے کیونکہ بغیر خریداری نمبر لکھے آپ کے خط کی تعمیل فورًا نہ ہو سکے گی۔ (۴) جواب طلب امور کے لئے جوابی پوسٹ کارڈ یا تین پیسے کا ٹکٹ بھیجئے (۵) منی آرڈر کی کوپن پر خریداری نمبر اور پتہ ضرور درج فرمایئے۔ (۶) خریداروں کو چندہ کی میعاد یا اختتام سال کی اطلاع ایک ماہ پہلے دیدی جاتی ہے۔ اگر کسی بہن کو آیندہ خریدار رہنا نہیں ہے تو دفتر کو مطلع کر دیں۔ اور اگر پرچہ بدستور جاری رکھنا ہے تو منی آرڈر کے ذریعہ آیندہ سال کا چندہ بھیج دیں۔ انکاری اطلاع یا چندہ نہ آنے پر وی پی بھیجا جاتا ہے۔

وی پی واپس کر کے عصمت کو شدید نقصان پہنچانا تعلیم یافتہ بیبیوں کے لئے زیبا نہیں ہے۔ اگر کوئی بات دریافت طلب ہو تو بھی وی پی ضرور وصول کر لینا چاہیئے۔

**منیجر عصمت کوچہ چیلاں دہلی**

| اٹھائیسواں سال | بابت ماہ دسمبر ۱۹۳۵ء | جلد ۵۵ نمبر ۶ |
|---|---|---|

تصویریں ۹

# فہرست مضامین



چندہ سالانہ پیشگی۔ چار روپے (للعہ) ممالک غیر سے ۸ شلنگ

قسم خاص { (آرٹ کاغذ کا ایڈیشن) دس روپے۔ رؤسا سے پچیس روپے۔ والیانِ ریاست سے سو روپے۔ ممالک غیر سے ایک پونڈ سالانہ۔ فی پرچہ ایک روپیہ۔

رسالہ عصمت ہندوستان کے بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں پر میسرز اے ایچ وھیلر کے بک اسٹال پر بھی ۵ ر میں ملتا ہے۔

باہتمام ابوامین مولوی محمد امان الرحمٰن پرنٹر و پبلشر محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپا

# عصمت کا چندہ سالانہ اب صرف چار روپیہ ہے

عصمتی بہنوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ عصمت کی آمدنی صرف خریداروں کا سالانہ چندہ ہے۔ ۱۹۳۳ء میں جب قسم دوم کے چندے ساڑھے تین روپیہ میں آٹھ آنے کم کئے گئے تھے تو ہم سمجھ رہے تھے کہ جدید خریداروں کی تعداد بہت کافی بڑھ جائے گی لیکن افسوس ہے ہمارا خیال غلط نکلا۔ تین روپے میں سے ۴ خرچ دی پی ۲ محصولڈاک ۔ ارسالگرہ نمبر کی لاگت نکال کر ۱۲؍ ۳ ماہ کے یا پونے تین آنے ماہوار ہوتے ہیں۔ جن رسالوں کو ریاستوں اور دولت مند حضرات کی سرپرستی حاصل ہے یا فلم کمپنیوں سے یا ہر قسم کے اشتہارات اور ہر قسم کی کتابوں اور دواؤں سے آمدنی ہو یا جنہیں سرکاری یا نیم سرکاری امداد ملتی ہو اُن سے قطع نظر کر کے ہندوستان کا کوئی رسالہ پونے تین ماہوار میں مضامین کے ۸۰ صفحے (جن میں بعض صفحے باریک لکھوا کر قریباً ۱۰۰ صفحوں کے مضامین پیش کئے جاتے ہیں) نہیں دیتا اور مضامین بھی وہ جن پر معاوضہ اور انعامات کی صورت میں ڈیڑھ ہزار روپیہ سالانہ کے قریب صرف ہوجاتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ قسم دوم کے چندے میں ۸؍ کم ہوجانے سے اس ڈھائی سال میں ہمیں کئی ہزار روپیہ کا نقصان اُٹھانا پڑا۔ اس نقصان سے محفوظ رہنے کی ایک صورت تو یہ ہو سکتی تھی جیسا کہ ہم نے اپریل میں لکھا تھا کہ قسم دوم کا چندہ پھر ساڑھے تین روپیہ کردیا جائے۔ ایک دوسری صورت یہ ہو کہ قسم دوم بند کر کے چندہ میں ایک روپیہ کے اضافہ سے قسم اول پیش کیا جاتے جو بہنیں قسم اول کی خریدار ہیں اُنہیں ۵ روپیہ کی بجائے ۴ روپیہ دینے میں ایک روپیہ کی کفایت ہوگی لیکن جو بہنیں قسم دوم کی خریدار ہیں وہ بھی آیندہ ۸؍ کی بجائے للعہ یعنی اعلیٰ اڈیشن کے لئے مزید آٹھ آنے کا اضافہ خوشی خوشی قبول فرمائیں گی۔

اس لئے

## اس ماہ سے قسم دوم بند کردیا گیا اب عصمت کا سالانہ چندہ چار روپیہ ہے

جو بہنیں قسم دوم کی خریدار ہیں وہ صرف ایک روپیہ سالانہ چندہ زیادہ دیں گی اور اُنھیں اس ماہ سے بہترین سفید دبیز چکنے کاغذ کا رسالہ ملتا رہے گا جس کا سالانہ چندہ اب تک پانچ روپے تھا۔ جن خواتین و حضرات نے ۱۹۳۵ء میں پانچ روپیہ قسم اول کا چندہ عنایت فرمایا تھا اُنھیں اس ماہ سے اختتام سال تک رسالہ بنات بھی ملتا رہے گا۔

منیجر

---

## بر کی ضرورت

ایک نجیب الطرفین سید تعلیم یافتہ حسین تندرست کنواری اُمور خانہ داری سے پورے طور پر واقف۔ سلیقہ شعار اٹھارہ سالہ لڑکی کے لئے ایک لائق بر کی ضرورت ہے جس کی معقول آمدنی ہو۔ تندرست ہو۔ تعلیم یافتہ اور روشن خیال ہو۔ درخواست کے ساتھ فوٹو بھی آنا چاہیئے۔ ذات پات کا کوئی خیال نہیں ہے۔

س معرفت منیجر عصمت دہلی

# روزہ

ہم کو ہیر پھیر کی باتیں تو آتی نہیں سیدھی سادھی بات یہ جانتے ہیں کہ کڑکی تھی تو ڈری تھی اور پڑی تھی تو سہی تھی۔
یہ اُردو کی مثل ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وقوع سے قبل انسان کو کسی واقعہ کا جس قدر اندیشہ ہوتا ہے وہ وقوع پر باقی نہیں رہتا۔ ایک ماں اپنے بچے کی علالت میں اُسکی موت سے قبل ہر قسم کے افکار میں گرفتار رہتی ہے اور مریض کی موت کا کھٹکا اُسکی جان پر بنا دیتا ہے مگر واقعہ وقوع کے بعد اس قدر اہمیت نہیں رکھتا اور بالآخر طبیعت اسکی عادی ہو جاتی ہے ایک شخص کو ملازمت سے علیحدہ ہونے کا اندیشہ ہے۔ اُسکی نیند اور بھوک سب اُڑ چکی ہے۔ وہ پریشان ہے کہ بال بچوں کی پرورش کس طرح کرے گا۔ کیونکر کھائے گا کیا کھائیگا مگر جب نوکری جاتی رہتی ہے تو وہ فکر اور اندیشے سب ختم ہو جاتے ہیں۔ اِسی واسطے خدائی فیصلہ یہ ہے لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا۔ اللہ کسی کو ایسی تکلیف نہیں دیتا جو برداشت سے زیادہ ہو ہر تکلیف وقوع سے قبل متاذی معلوم ہوتی ہے مگر حقیقتاً اتنی نہیں ہوتی۔ یہی کیفیت روزہ کی ہے۔ ہم کو اس کے سائنٹفک اور مذہبی پہلو پر بحث کرنی مقصود نہیں۔ کہنا صرف یہ ہے کہ جو لوگ نہیں رکھتے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ بارہ تیرہ گھنٹے کی بھوک پیاس برداشت نہیں ہو سکتی مگر ان کو بارہا اتفاق ہوا ہوگا کہ وہ اتنی دیر تک بھوکے پیاسے رہتے ہوں گے۔ مردوں کو اپنی ملازمت کے سلسلے میں اکثر یہ صورت پیش آئی ہوگی۔

اور عورتوں کو بھی شادی بیاہوں یا دوسرے مواقع پر یہ تکلیف اُٹھانی پڑی ہوگی۔ یہ تکلیف صرف خیالی تکلیف ہے۔ روزہ تکلیف کی چیز نہیں ہے۔ آجکل جاڑوں کے موسم میں روزہ رکھنا کچھ مشکل نہیں ہے۔

اب اگر اُس کے مذہبی احکام اور ثوابوں پر غور کیا جائے تو نورٌ علےٰ نور۔

میں وہ ثواب اور فضائل گنوانے نہیں چاہتا۔ لیکن یہ کہنا چاہتا ہوں کہ دنیا کا کوئی مذہب بہتر سے بہتر اور بدتر سے بدتر ایسا نہیں ہے جس میں روزہ فرض نہ کیا گیا ہو۔ اِس سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ روزہ میں کوئی خوبی تو ضرور ہے اور وہ خوبی ظاہر ہے کہ معدے کو ہر قسم کی آلائش سے صاف کرنا صحت کے واسطے مفید ہے۔

چنانچہ قانون شیخ میں جس پر طب یونانی کا دار ہے یہی لکھا ہے کہ سال میں ایک دفعہ مسہل کا ہونا ضروری ہے۔ اور یہی روزہ کا سب سے بڑا مقصود ہے۔ اب ایسی نعمت کو جو سرتاسر اپنی ہی صحت ہے چھوڑنا انتہائی غلطی ہے۔

مذہبی نقطۂ نظر سے میں صرف ایک حدیث کہنی چاہتا ہوں کہ روزہ مسلمان کا ایمان ہے۔ ایمان کسکو کہتے ہیں؟ خود انسان کا اپنا نفس اُس کا ایمان ہے۔ اُسکے اچھے بُرے فعل پر اُس کا اپنا نفس یعنی ضمیر تحسین یا ملامت کرتا ہے۔
اُس نے اسلام کو اور خدا کو صرف سردار دوجہاںؐ کے ارشاد سے پہچانا ہے اور جو چیز آقائے نامدار کو مرغوب ہے

اس سے منافرت محبّت کے منافی ہے اور یہ اسلام کی نشانی نہیں۔ مجبور یا علیل اگر روزہ نہیں رکھ سکتا تو وہ روزہ کے احترام میں فرق نہ آنے دے۔ کم ازکم اس کا گھر روزہ دار کا گھر معلوم ہو۔

اس کے دسترخوان پر روزہ دار افطار کریں اور حقیقی حاجتمند اس کے احترام سے مستفید ہوں۔

روزہ کے متعلق مذہب مقدس کا فیصلہ یہ ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ روزہ میرا ہے اور اس کا بدلہ میں دوں گا اب ظاہر ہے کہ جو چیز آقائے نامدارؐ کی ہو اور جسکی جزا حضور اکرمؐ عطا فرمائیں وہ کیسی ہوگی۔ مسلمان کی پہچان یہ ہے کہ وہ اپنے ہادی اور مولا کا عاشق ہو جو دل اس سے خالی ہے وہ بدبخت ہے۔ جسپر ایمان لایا جسکی رسالت کی تصدیق کی جسکو ہادی اور رہبر سمجھا اس سے محبّت نہ ہوئی تو دل نہیں پتھر ہے۔ مسلمان وہ لوگ بھی تھے جنکی بابت خدائی فیصلہ ہے کہ "اور جو لوگ رسول کے ساتھ ہیں" خدمات کا اس سے بہتر اعتراف کہ قرآن نے یہ الفاظ کہے اور کیا ہو سکتا ہے۔ یہ وہ گروہ تھا جو اس پاک نام کا عاشق تھا اور جس کا ایمان یہ تھا کہ اپنے آقا اور خدا کے محبوب پر قربان ہوں۔

روزہ کے متعلق غالباً حضرت حسن بصریؒ کا واقعہ ہے کہ عید کی نماز سے پہلے چند آدمیوں نے ان کو خاموش کھڑا دیکھا متحیر ہوئے اور عرض کیا کہ آج عید کا دن ہے مسلمان خوشیاں منارہے ہیں۔ آپ اس قدر خاموش کیوں ہیں حضرت بصریؒ نے فرمایا کہ مسلمانوں کی خوشیوں میں میں بھی شریک ہوں اور میرا دل بھی خوش ہو کہ آج عید ہے۔ لیکن رمضان المبارک کا مہینہ ایک آزمائش کا مہینہ اور ایسا میدان تھا جہاں مسلمان اپنی اپنی پونجیاں لیکر دوڑ رہے تھے۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کون منزل مقصود پر پہونچ گیا اور کون رہ گیا۔ مجھے کیا خبر کہ میں کہاں ہوں اور کنارے پر پہونچا یا نہیں۔

رمضان کے آخری جمعہ میں جو خطبہ پڑھا جاتا ہے اُس کا ایک فقرہ یہ ہے۔

اے برکتوں کے مہینہ تو ہم سے جدا ہو رہا ہے خدا کی جو رحمتیں اور برکتیں تیری وجہ سے ہم پر نازل ہو رہی تھیں وہ بھی تیرے ساتھ رخصت ہو رہی ہیں۔

اِن الفاظ سے دل پر چوٹ لگتی ہے کہ کس طرح خدا کی رحمتیں جدا ہوتی ہیں اور یہ برکت کا مہینہ ہمارے واسطے کیسی نعمت ہے۔

حضور انورؐ یوں تو ہر روز اور ہر وقت مگر رمضان المبارک میں کثرت سے خیرات فرماتے تھے اور زیادہ تر کھجور سے افطار فرماتے تھے۔

راشد الخیری

# تماشے چشم بینا دیکھ لے دُنیائے فانی کے

تربیت گاہ کی قدیم طالبہ عزیزہ بشیر النساء ان لڑکیوں میں سے ہیں جنہوں نے ایک لمحہ کے واسطے دوسری جگہ نہیں پڑھا اور جنہوں نے شادی کے بعد فرائض کی ادائیگی میں اپنے مدرسے کو چار چاند لگا دیئے۔ تربیت گاہ کے واسطے قریب قریب تمام بچیوں نے چندہ فراہم کرنے کی اجازت طلب کی مگر میں نے اس کو مناسب نہ سمجھا۔ یہ نظم بھی اِسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو تین سال قبل لکھی گئی تھی اور جسے عزیزہ موصوفہ نے جلسہ معراج میں پڑھنی چاہی تھی مگر میں نے جائز نہ سمجھا کیونکہ وہ ایک مخصوص جلسہ ہوتا ہے۔ لیکن اُن کی خواہش اور اصرار پر اُن کا پیام جسے میں نے نظم کے سانچہ میں ڈھال دیا تھا اِس سال ان کی بہنوں تک پہنچاتا ہوں مجھے امید ہے کہ لڑکیاں عزیزہ موصوفہ کے صحیح جذبات کی قدر کریں گی اور اِس ماہِ مقدس میں اُن کی صدا پر لبیک کہیں گی۔

میری وہ محترم ماؤں جو اِس جلسے کی زینت ہو
ہمارا صدق دل سے شکریہ عمروں میں برکت ہو

اُٹھائی جس قدر تکلیف یاں تشریف لانے کی
ہماری بیکسوں کی عزّت و حرمت بڑھانے کی

کریں کیونکر ادا ہم شکر یہ مجبور ہیں بیوی
نہ منہ ہے اور نہ حیثیت غرض معذور ہیں بیوی

جزا احسان کی احسان اِس دُنیا میں جاری ہے
یہ ہی قانونِ قدرت آج جاری اور ساری ہے

مگر بیمار و بیکس وہ نہ جو جنبش کے قابل ہو
علالت جس کی مونس ہو مصیبت جس کی شامل ہو

عزیزوں کی محبّت جس سے کوسوں دور ہو جائے
دلِ آفت زدہ زخموں سے چکنا چور ہو جائے

سمندر بن کے جس کے سامنے لے زندگی لہریں
مصیبت کی بہیں ہر سمت جس کے سامنے لہریں

اندھیرا گھُپ گھٹا سر پہ نہ ساتھی ہو نہ ہمدم ہو
دوا ہو اور نہ درمن ہو معالج ہو نہ مرہم ہو

قیامت خیز ہو ساعت سماں العظمۃ للّٰہ
نہ کوئی دیکھنے والا نہ کوئی پوچھنے والا

یہ کیفیت یہ حالت پھر مریض ایسا مرض ایسا
بھلا کِس مُنہ سے کرسکتے ہیں ہم احسان کا بدلہ

مگر اِس سوختہ تن میں ابھی باقی شعاعیں ہیں
جلو میں جن کے لاکھوں التجائیں ہیں دعائیں ہیں

ہماری محترم ماؤں خدا کی تم پہ رحمت ہو
میسر دل کو اطمینان ہو اعضا میں طاقت ہو

خدا بچّوں کو عمریں دے ترقی علم و دولت میں
محبّت میں مروّت میں ہدایت میں سعادت میں

مسرّت گھر کی چیری ہو خوشی کی رات دن جھڑیاں
فلاحت کا ہر ایک لمحہ محبّت کی سدا گھڑیاں

کِھلا دیں دل کی کلیاں اِس طرح پر آپ نے یعنی
بتائے ہم کو احکامِ یتیمی کے یہاں معنی

یہ دل ٹوٹے ہوئے ہاتھوں میں لیکر ہم کو بتلایا
ہمارے سر پہ بھی موجود ہے ماں باپ کا سایہ

ہماری صورتیں ظاہر میں ہیں گو ڈھیر ذلّت کے
مصیبت اور عسرت کے حقارت اور نفرت کے

مگر دریائے رحمانی ان ہی سینوں میں بہتے ہیں
ہمارا دل وہی ہے حج اکبر جس کو کہتے ہیں

شب معراج رخصت ہے بس اب شعبان آتا ہے
گذر جائے گی جب شب برات پھر رمضان آتا ہے

غرض ورس فنا ہے رات دن ہر لحمہ دُنیا کا
ہوئی ہے رات آخر وقت اب چلنے کا آپہونچا

میری ہم تربیت بہنوں خدا حافظ ہے تم سب کا
میں جاتی ہوں مگر تم کو نہ بھولوں گی یقیں کرنا

سماں اوجھل یہ ہوتا ہے بس اب اور ہی جہاں ہوگا
میری بہنیں کہاں ہوں گی میرا مکتب کہاں ہوگا

میسر ہوگی ہر نعمت جو مرغوبِ طبیعت ہو
مگر مکتب کہاں جس میں میری بہنوں کی صحبت ہو

یہ ہی دستور ہیں دنیا کے اور اِس زندگانی کے
تماشے چشمِ بینا دیکھ لے دُنیائے فانی کے

جہاں تھے ڈھیر خوشیوں کے جمی تھی رات بھر محفل
وہاں ہے آج سنّاٹا نہ ساقی ہے نہ ہے سائل

اندھیرا ہے پڑا ہر سو فقط اک ہُو کا میداں ہے
ہوئی رونق وہ سب رخصت نہ اِنساں ہو نہ حیواں ہے

یہ رونق جن کے دم سے تھی وہ سب قبروں میں سوتے ہیں
چمن آنسو بہاتا ہے تو بلبل اُن کو روتے ہیں

مگر اُجڑی ہوئی نرگس سماں شب کا دکھاتی ہے
زبانِ حال سے سب داستاں سوسن سُناتی ہے

یہ کل کی بات ہے ماں باپ کی اولاد تھے ہم بھی
مگن تھے گھر کی خوشیوں میں کبھی دل شاد تھے ہم بھی

خزاں کے ایک جھونکے سے ہمارا وہ چمن بدلا
سِمٹے سب پھول کانٹوں سے تو رنگ یاسمن بدلا

وہی ہم ہیں کہ منہ تکتے ہیں اب ہر اک کا حسرت سے
کہ شاید دیکھ لے ہم کو بھی آکر کوئی شفقت سے

دوپٹہ ہے نہ جوتی ہے انگوٹھی ہے نہ چھلّا ہے
زباں پر اب ہمارے ہر گھڑی اللہ ہی اللہ ہے

رہو نت نت میری ماؤں میری بہنوں جیو جم جم
ہماری عزّت افزائی کا دل سے شکریہ پیہم

رہو شاداں خدا حافظ ہماری اب دعا یہ ہے
ہمیں بھی یاد رکھنا بس ہماری التجا یہ ہے

راشد الخیری

مکتب بنات کوچہ چیلاں دہلی

# ساس بہو

ساس بہو کا نہ ختم ہونے والا جھگڑا اور نند بھاوجوں کی چشمک زمانہ قدیم سے چلی آرہی ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قیامت تک یہ سلسلہ یونہی جاری رہیگا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان رشتوں میں کس منحوس گھڑی کا بیر بندھا ہے جو کسی عنوان ان کے باہمی فسادات کی بیخ کنی نہیں ہوتی۔ شادی سے قبل تو ماں بہنیں ہزار جتن اور کوششوں سے پرائی جائی کو بہو بھاوج بناکر لاتی ہیں۔ مگر چند روز بعد ہی اُس میں اُن ہونے عیوب اور سینکڑوں کیڑے پڑجاتے ہیں۔ غریب ہر طرف سے نکو بنجاتی ہے جنکی طبیعتیں متحمل اور ضبط پر قادر ہیں وہ سلگ سلگ کر وہیں ختم ہوجاتی ہیں۔ بعض طبیعتیں ان مصائب کو برداشت نہیں کرسکتیں وہ دوسری راہ اختیار کرتی ہیں۔

بڑی بوڑھیوں سے ایسے بیسیوں قصے سُنے بیٹھی ہوں جس میں ساس نندوں نے بہو سے ناک چنے چبوا دیئے۔ مگر ایک واقعہ میرا چشم دید ہے۔ یہ ضرور ہے کہ شہری اور تعلیم یافتہ طبقہ کی حالت پہلے سے بہت زیادہ بہتر ہوگئی ہے تاہم ردوکد جاری ہے۔ جاہل اور گاؤں والوں کی بہوئیں ہنوز زندہ درگور ہیں۔

میں جب ناگپور میں تھی تو وہاں ایک ساس نے اپنی نوعمر بہو پر اس درجہ ظلم کیا تھا کہ جس کا اظہار کرتے ہوئے میرا قلم شق ہوا جاتا ہے۔ اور ذرہ برابر اس میں مبالغہ نہیں۔ بہو کا سن مشکل سے چودہ پندرہ برس کا ہوگا۔ کچھ اٹھان بھی اچھا نہ تھا۔ اس غریب پر ساس نے جو جو ظلم نہ کرنے تھے سب ہی کر ڈالے۔ کوئی ارمان باقی نہ رکھا۔ اسکی دو کنواری نندیں بھی تھیں جو ہر وقت اُسے کھائے جاتی تھیں۔ ماں اور بھائی سے ایک ایک کی دس دس لگاتی تھیں۔ ماں بہنوں کی لگائی بجھائی کا نتیجہ ظاہر تھا۔ خاوند کبھی آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھتا تھا۔ ساس بھی میاں سے بات چیت کرنے کی اجازت نہ دیتی تھی۔ گھر کے دھندے کا بڑا بار اس بیکس پر پڑا ہوا تھا۔ تمام مشکل کام ساس نے بڑی فراخ دلی سے اسی کے حصے میں دیئے تھے۔ مثلاً ہر موسم میں منہ اندھیرے گھر کے باہر نل میں سے پانی ڈھو ڈھو کر لانا۔ کپڑے دھونا۔ جھاڑ بہار دینا۔ برتن بھانڈا مانجھنا ناج چھننا۔ روٹی پکانا۔ خدا معلوم اب کونسا کام گھر میں باقی رہ گیا تھا۔ سوائے اس کے کہ کھانا پانی مردوں کے سامنے لاکر رکھدیں سو خیر سے یہ کام ماں بہن انجام دیتی تھیں۔ اب محنت پر جو سلوک اس کے ساتھ تھا وہ انتہائی ظلم تھا۔ غریب کو چولہے کے پاس سونے کو جگہ ملتی تھی۔ سب کے بعد بچا کھچا کھانے کو دیا جاتا تھا۔ بلاناغہ بات بات پر زدوکوب کی جاتی تھی پھر طرہ یہ کہ ظالم مارے اور رونے نہ دے۔ یہ غریب اور جاہل طبقہ تھا۔ مگر کیا غریب بحیثیت انسان ہونے کے دوسروں کی بیٹیوں کی ہمدردی و محبت کا شمہ بھی اپنے دل میں نہ رکھتے۔

ساس کی آمد و رفت میرے ہاں تھی اور وہ کمبخت ہمیشہ بہو کی بدسلیقگی کا رونا روتی تھی۔ مجھے ان بھیدوں کا علم نہ تھا

کہ یہ بڑھیا قصی القلب ہے۔ ایک روز ہمارے ہاں کچھ تماشہ تھا۔ محلہ کی عورتیں بھی دیکھنے آگئی تھیں۔ اُنہیں میں یہ ظالم ساس بھی معہ دونوں بیٹیوں اور بہو کے آئی۔ بڑی لڑکی خوب بنی سجی تھی۔ میرے دیکھنے کا پہلا اتفاق تھا۔ بہو غیر حال تھی۔ اندازہ سے میں نے بنی سنوری لڑکی کو بہو سمجھا۔ اسپر بڑھیا کچھ خجل ہوئی اور کہنے لگی کہ یہ بیٹی ہے یہ بہو ہے۔ دیکھئے کیسی بے ڈھنگی ہے۔ کپڑے چیتھڑے سے درست نہیں رہتی۔ اس کا مالک اور ہم اس سے یونہی ٹنٹا کرتے ہیں۔ وہ بیچاری مُڑ مُڑ کر مُنہ دیکھ رہی تھی۔ میں تو اس کا فریب سمجھے ہوئے تھی چنانچہ میں نے بہو سے کہا کہ بہت بُری بات ہے تم ساس کا کہنا کیوں نہیں مانتیں۔ جب وہ تم کو صاف سُتھری رکھتی ہے تو کیوں میلی کچیلی رہتی ہو۔ میرے ان فقروں پر اس کی ہچکی بندھ گئی۔ اور روتے روتے ہلکان ہو گئی۔ اب ساس سٹ پٹائی۔ میں نے تسلی دے کر سب حال بہو کی زبانی سُنا۔ کم عمر تھی۔ تکلیف سے گھبرا رہی تھی۔ محبت کی باتیں سُنکر ساس نندوں کی موجودگی میں سب کچھ اُگل دیا۔ کہنے لگی "اماں کپڑے پہننے کو دیتی نہیں کہاں سے پہنوں۔ میری ماں کے گھر جانے نہیں دیتیں۔ مالک سے بات تو بات اس کو کھانا پانی دینے کو منع کرتی ہیں۔ آپا جھوٹی جھوٹی چغلیاں مالک سے کرتی ہیں۔ اور وہ مجھے مارتا ہے۔ چولہے کے پاس سُلاتی ہیں۔ دو تین روز برتن دھونے پر مارا کہ برتن چکنے ہیں۔ اور پھر دالان کی چھت میں رسّی سے باندھکر میاں سے لٹکوا دیا۔ دوپہر سے شام تک لٹکی رہی۔ مجھے پیشاب لگا میں چیخی روئی مگر اماں نے نہیں کھولا آخر نکل گیا۔ اس پر اُنہوں نے دوبارہ خوب مارا۔ مجھے بخار آگیا"۔ ساس بیچ میں دانت پیس پیس کر کئی مرتبہ اُس سے ہمکلام ہوئی۔ میں نے روکا کہ تمہاری داستان کئی مرتبہ سُن چکی ہوں۔ اسکی بھی سُننے دو۔ تمہارے گھر میں جو روز کا قضیہ رہتا ہے وہ کسی طرح ختم بھی ہوگا۔ تب وہ خاموش ہوئی۔ نندوں کے بھی ایک رنگ آرہا تھا ایک جا رہا تھا۔ مگر ایسی بے بس تھیں کہ کچھ نہ کر سکیں۔

میں تو یہ ظلم سُنکر بڑی متاثر ہوئی۔ ساس سے میں نے کہا تم خدا سے ڈرو تمہارے آگے بھی دو بیٹیاں ہیں۔ اس سے اسکی بساط کے موافق نرمی سے کام لو۔ اور محبت سے پیش آؤ تو وہ بھی ماں سمجھے گی۔ میں خود کبھی کبھی تم دونوں سے حالات معلوم کرتی رہوں گی۔ بہو کو بھی فرمانبرداری کی کچھ نصیحت کی جب وہ چلی گئیں تو محلہ والیوں نے مجھ سے کہا کہ گھر جاکر بہو کی خوب مرمت کرے گی۔ شکر ہے کہ اُس روز تو اُس کو کچھ کہا سُنا نہیں۔ مگر کئی روز بعد کچھ بہانہ کر کے اسکے دونوں پہنچے گرم دستے سے داغ دیئے۔ خدا کی پناہ کیسے کیسے قصی القلب انسان دُنیا میں موجود ہیں۔ اس بیچاری کے پہنچوں میں چربی نکل آئی۔

اِسی اثنار میں بہو کی ماں بیٹی سے رات کو کھڑے کھڑے ملنے آئی۔ بیٹی نے ماں کو پہنچے دکھائے اور زار و قطار روئی۔ ماں نے سمدھن سے بیٹی کو ایک روز گھر لیجانے کو کہا۔ ساس جلے ہوئے پہنچوں کی وجہ سے بھیجنا نہ چاہتی تھی۔ اسنے بہت خوشامد کی اور کہا کل شام کو واپس پہنچا جاؤں گی۔ اِسے آئے ہوئے ایک سال ہوگیا یہ گھبرا رہی ہے۔ مجبوراً ساس نے بھیجدیا۔ ماں بیٹیاں ایسی گئیں کہ پھر اس دہلیز پر نہیں آئیں۔ بہو کی ماں ایک وکیل صاحب کے ہاں کی پُرانی ملازمہ تھی

اور وہیں رہتی سہتی تھی۔ وہ سیدھی بیٹی کو وہیں لے گئی اور اپنی بیوی کو سب کیفیت سُنائی۔ وکیل صاحب کی بیوی سوختہ بچوں کو دیکھکر آپے سے بے آپے ہوگئیں اور اُنھوں نے وکیل صاحب کو کُل ماجرا سُنایا۔ اور ان سے ایک نوٹس بہو کے سُسرے کو دلوایا۔ جس وقت یہ نوٹس پُہنچا گھر میں سانپ سونگھ گیا۔ ساس پیٹ پکڑے میرے پاس آئی۔ اور کہا بیگم صاحب خدا کے لئے آپ اس مصیبت سے نجات دلایئے۔ آپ کا وکیل صاحب کی بیوی سے دوستانہ ہے۔ ان سے سفارش کیجئے۔ ہمیں عدالت میں نہ کھنچوایئے ہم سب کام ان کی مرضی سے کرینگے۔ میری بیٹی کی شادی ہونے کو ہے ہماری بہو کو بھیجدیں۔ مجھے اسکی اس زیادتی کا حال معلوم ہی نہ تھا جو میں اُسے ٹہنجارتی۔ وکیل صاحب کی بیوی سے میرا ملنا جلنا تھا۔ اتفاق سے کئی روز بعد ان کے گھر جانا ہوا۔ بہو دوڑی ہوئی میرے پاس آئی۔ میں نے وکیل صاحب کی بیوی سے ساس بہو کے جھگڑے کا ذکر کیا اور کہا کہ اچھا ہے مصالحت ہو جائے۔ وکیل صاحب کی بیوی نے کہا آپ کس منہ سے اس سفّاک بڑھیا کی حمایت کر رہی ہیں۔ ذرا اس کے کرتوت تو ملاحظہ کیجئے۔ لڑکی کے دونوں پہنچے گرم لوہے سے داغ دیئے۔ میں سُنکر حیران رہ گئی۔ اب جو دیکھتی ہوں تو غریب کے دونوں پہنچے در اصل جل کر بھسم ہو گئے تھے اور چربی نکل آئی تھی۔ میرا سر چکرا گیا۔ اور بے ساختہ میری زبان سے نکلا کہ اس کمبخت کو بھی کوئی سزا ایسی ملنی چاہئے جو عمر بھر یاد رکھے۔ غرض قصّہ بڑا طویل ہے کہاں تک بیان کروں۔ کچھ دنوں بعد وکیل صاحب نے لڑکی کو طلاق دلوائی۔ میں نے بڑھیا سے کہا اب تمام عمر بیٹے کی شادی نہ کرنا۔ کیونکہ جو بہو آئے گی وہ تمھیں ستائے گی اور تم اس کے کباب بناؤ گی۔

ساس بہو نند بھاوج کا عناد کچھ ہندوستان پر ہی منحصر نہیں۔ بلکہ یہ قضیئے یہاں بھی موجود ہیں۔ پچاس برس پہلے جاپانی ساسیں اپنی بہوؤں کو بڑا دق کرتی تھیں۔ اور طلاق تک دلوا دیتی تھیں۔ جاپان میں بڑا لڑکا اور اُس کی بیوی تا زیست ماں باپ سے علیحدہ نہیں ہوتے۔ اس کا اولین فرض ماں باپ کی خدمت اور چھوٹے بہن بھائیوں کی دیکھ بھال ہے۔ والدین چونکہ ضعیفی میں محنت کے لائق نہیں ہوتے اِس لئے بڑا لڑکا اُن کے ہر خرچ کا کفیل ہوتا ہے۔ باقی اور اولاد بھی حسب حیثیت وقتاً فوقتاً ماں باپ کی خدمت کرتی رہتی ہے مگر زیادہ تر والدین کا ٹھیکہ بڑے لڑکے پر ہوتا ہے۔ یہ قوم بڑی قدامت پسند ہے۔ چنانچہ آج تک یہ دستور امیر و غریب سب میں یکساں چلا آتا ہے۔

جاپان کی صنعت و حرفت کو ترقی زیادہ تر گاؤں کے رہنے والوں سے ہوئی ہے۔ گاؤں کے لڑکے کثرت سے شہر میں آتے ہیں اور کارخانوں۔ ملوں میں کام کرتے ہیں۔ جب شادی شدہ لڑکے آتے ہیں تو وہ اپنی بیویوں کو بھی ساتھ لاتے ہیں۔ گھر کی بہو یہ دیکھکر کہ میری دیورانیوں کو آزادی ہے کچھ متاثر ہوتی ہے۔ چنانچہ یہاں بھی آجکل پچاس برس پہلے جیسی سختی نہیں رہی اور بڑی بہو کو بھی کچھ نہ کچھ آزادی ہو گئی ہے۔ تاہم زندگی بھر وہ ساس نندوں سے الگ نہیں ہو سکتی۔ بڑے لڑکے کے علاوہ اور تمام اولاد علیحدہ علیحدہ رہ سکتی ہے۔

میں اوپر لکھ آئی ہوں کہ جاپانی لوگوں کا دستور ہے کہ بڑے لڑکے پر والدین کا بار ہوتا ہے۔ لیکن اتفاق سے اگر کسی خاندان میں بڑا لڑکا نہ ہو تو لڑکیوں میں جو بڑی ہو گی اُس پر اور اُس کے شوہر پر والدین کی خدمت فرض ہو گی چنانچہ بڑی

لڑکی مع اپنے شوہر کے اپنے ضعیف والدین کے ساتھ رہتی ہے۔ اور دونوں اپنا فرض سمجھکر والدین کی خدمت کرتے ہیں۔ میں نے دریافت کیا تھا کہ لڑکی کا شوہر ساس سسرے کے خرچ سے گھبراتا نہیں۔ کہا ہرگز نہیں وہ اپنے فرض کو خوب سمجھتا ہے۔ لڑکی اور اُس کا شوہر ماں باپ کی خدمت سعادت سمجھتے ہیں۔ اور ان کو سال میں دو تین مرتبہ سینما وغیرہ بھی لیجاتے ہیں۔ جس وقت یہ حال جاپانی دوستوں نے مجھ سے بیان کیا میں حیران رہ گئی۔ اُنہوں نے کہا آپ غور کریئے کہ ماں باپ اولاد کی خاطر ہر قسم کی زحمت گوارا کرتے ہیں۔ اور جب اولاد کسی قابل ہوجاتے ماں باپ ضعیف ہوں تو کس طرح ممکن ہے کہ اولاد میں سے خواہ لڑکا ہو یا لڑکی ماں باپ کو عسرت میں مبتلا دیکھے۔ ہم لوگ ہمیشہ بزرگوں کی خدمت کرتے ہیں۔ اور یہ ہمارا رواج سمجھیئے۔ اگر کوئی اس کے خلاف کرے یعنی بڑا بیٹا ماں باپ سے علیحدہ رہے یا بڑی لڑکی اور اُس کا شوہر ماں باپ کی خبر نہ لے تو ہم سب اُسے نہایت بُرا سمجھتے ہیں۔ اور ایسا شخص سوسائٹی میں ملنے کے لائق نہیں ہوتا۔

ہندوستان میں ہندوؤں میں عموماً اور مسلمانوں میں خصوصاً بیٹی کے گھر کا کھانا بڑا پاپ سمجھا جاتا ہے۔ مسلمانوں میں تعلیم یافتہ اور شہری طبقہ تو ان لغویاتوں پر زیادہ کاربند نہیں۔ مگر گاؤں والیاں ابھی تک عمر بھر بیٹی کے گھر قدم نہیں رکھ سکتیں افسوس بیٹی کے گھر دُنیا آئے اور مزے کرے۔ مگر ماں جیسی رفیق ہستی کبھی بیٹی کے در پر نہ آئے اور نہ دانہ کھاتے۔ قاعدہ ہے آم پھلے آم کھاتے املی پھلے املی کھاے۔ میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ خواہ مخواہ بھی ساس سسرے بیٹی داماد پر دھرنا ڈال دیں اور مفت میں احسان مند ہوں۔ مگر جو امداد طلب ہیں ان کی خدمت مناسب ہے۔ اور بیرا فی تکلیف دہ فضول رسموں کی پابندی زیبا نہیں۔ جاپانیوں کے ایسے نیک اور دینی خیالات معلوم کر کے مجھے تو بڑی عبرت ہوئی۔ اور میں تو اُن کے اس خیال کی دل سے قدر دان ہوں۔

ساس بہو نند بھاوج میں اُن کے ہاں بھی رنجش رہتی ہے۔ میں کتنی مرتبہ ان کے خانگی جھگڑے جو شرافت سے ہوتے ہیں معلوم کر چکی ہوں۔ یہ تو ممکن نہیں کہ بڑا لڑکا اس وقت تک کنوارا رہے جب تک اس کے اور بہن بھائی ٹھکانے سے نہ لگ جائیں۔ بڑے لڑکے کی شادی ہو جاتی ہے۔ مگر اس کی بہنیں بھاوج کی شاکی ہی رہتی ہیں۔ گھر میں کام دھندے یا دیگر امور میں نند بھاوجوں میں اَن بن ہو جاتی ہے تو نندیں ماں باپ کے گھر سے نکل کر کہیں اور جگہ ملازمت کر لیتی ہیں اور بر کی تلاش میں رہتی ہیں۔ موقعہ کا بر ملجانے پر شادی کر لیتی ہیں۔ لڑکیاں تو گھر سے نکل جائیں گی۔ مگر بہو نہیں نکل سکتی اور نہ ساس۔

جاپانی عورتیں اس بات میں ہندوستانی عورتوں سے بہت پیچھے ہیں۔ یہاں اُن میں برداشت کا مادہ نہیں۔ جب کبھی گھر میں نند بھاوج میں بدمزگی ہوئی اور یہ لڑکیاں گھر سے نکلیں۔ حالانکہ ماں باپ کے گھر میں کھانے پینے کو ہے مگر چونکہ بھاوج آگئی ہے اور اس سے جھگڑا رہتا ہے۔ اِس لئے نباہ مشکل۔ ایک واقعہ تو یہاں تک مجھے معلوم ہوا۔ کہ ایک اٹھائیس سالہ زمیندار کی بیوہ لڑکی محض اس بنا پر نوکری کے لئے نکلی کہ بھائی کی شادی ہو رہی تھی اور وہ اپنی موجودگی میں

بھاوج کا آنا پسند نہ کرتی تھی۔ آخر ماں نے مجبور ہو کر دو سال
کے لئے بیٹے کی شادی ملتوی کر دی۔ اور بیٹی کو خط لکھا
کہ اب تو گھر میں آ جا دو برس تک شادی نہیں ہونے کی۔
تب وہ خدا کی بندی گھر گئی۔

پہلے بیٹیوں کی شادی ہوتی ہے پھر بیٹوں کی۔
کیونکہ بہنیں گوارا نہیں کرتیں کہ ان کی موجودگی میں بھاوج
آئے۔ یہ بات کچھ ڈھکی چھپی نہیں۔ کھُلے خزانہ کہتی ہیں۔ ہم عمر
ہوتی ہیں۔ ذرا ذرا سی بات پر بگڑ بیٹھتی ہیں۔ البتہ ہاتھ
پھیلا کر نہیں لڑتیں۔ بلکہ گھر سے علیحدہ ہو کر نوکری کر کے
اپنا پیٹ پالتی ہیں۔ اور دولھا کی فکر میں رہتی ہیں۔ بات
یہی ہے کہ یہاں نوکریں جلدی برہم ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ
جب یہ عورتیں گھر کی اچھی بُری کی برداشت نہیں کر سکتیں
تو دوسروں کی کیسے سہیں۔ میں نے تو اس وقت تک
ایک نند سے بھی بھاوج کا اتفاق اور اُس کی تعریف
نہیں سُنی۔

ہماری ہندوستانی لڑکیاں بلاشبہ اس لحاظ سے
اچھی ہیں کہ گھر سے ہی تحمل و برداشت سیکھ لیتی ہیں۔ اور
جب ہی ہندوستان کے بے سُرے اور ظالم مردوں
کے ساتھ اپنی زندگیاں گذار دیتی ہیں۔

**مسز برلاس** از ٹوکیو جاپان

**آپکا خریداری نمبر** گذشتہ ماہ سے بدل گیا ہے خط و کتابت
کے وقت اس جدید خریداری
نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے ورنہ آپ کے ارشاد کی تعمیل نہ ہو سکیگی
یہ جدید خریداری نمبر اپنے پتے کے لفافہ پر اسم گرامی سے اوپر ملاحظہ
فرما کر یادداشت کی کاپی میں لکھ لیں۔ **مینیجر**

# تربیت گاہِ امہات

## "جنّت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے"

آج جبکہ پودوں کی پرورش اور جان کی پرورش کیلئے
ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جنہوں نے کئی سال تک تعلیم پائی ہو
افسوس کہ نسل انسانی کی پرورش کے لئے کسی تعلیم و تربیت
کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی۔ یورپ میں جس طرح مرغیوں،
بطخوں، خرگوشوں، بھیڑوں بکریوں حتّٰے کہ سؤروں کی
پرورش میں اُن کی صحت اور تندرستی کے لئے مناسب
مکان مفید غذا وقت پر نہلانے وغیرہ کا خیال کیا جاتا ہے
ہمارے ہندوستان میں متوسط کیا بلکہ اعلےٰ طبقوں میں بھی
انسان کے بچوں کی پرورش اور تربیت میں اُسکا دسواں
حصہ بھی اہتمام نہیں کیا جاتا۔ ہر جاہل لڑکی یا جاہل تر بڑی بی
اس قابل سمجھ لی جاتی ہیں کہ بچوں کا رکھ رکھاؤ اچھی طرح
کر سکتی ہیں۔ اچھے اچھے گھرانوں میں میں نے دیکھا ہے کہ
زچہ خانے کی جگہ اکثر گندی اندھیری تنگ و تاریک ہوتی ہے
جہاں جانے سے بھی وحشت ہوتی ہے۔ بچے کے چھوٹے
کھانے پلانے نہلانے دھلانے میں صفائی کا بہت ہی کم
خیال کیا جاتا ہے۔ میلے کپڑے پہنے ہوئے کوئی بڑی بی یا
اُن سے بھی میلا اور گندا آٹھ نو برس یا دس گیارہ برس کا
کوئی لڑکا چھوٹے سے بچے کے کھلانے کے لئے مقرر کر دیا
جاتا ہے۔ ڈھائی تین چار برس کے بچے گلیوں اور سڑک پر
خاک اُڑاتے پھرتے ہیں۔ سات آٹھ اور نو دس برس کے

لڑکے آوارہ پڑے پھرتے ہیں۔ یہ اکثر اُن لوگوں کا حال ہے جن کے ماں باپ اللہ کے فضل سے موٹروں میں بیٹھ کر کلب یا دوستوں کے ہاں پارٹیوں میں جاتے ہیں۔

زنانہ مدرسوں میں جو تعلیم ہوتی ہے اُس سے خانہ داری اور تربیت اطفال میں کسی قسم کی مدد نہیں ملتی۔ بلکہ شائد کچھ نقصان ہوتا ہے۔ یورپ میں زنانے مدرسوں میں خانہ داری کے متعلق ذرا زیادہ عملی تعلیم بھی ہو جاتی ہے۔ اور وہاں دیگر موسسات ہیں جہاں لوگ اپنی بچیوں کو اور بھی زیادہ ہر قسم کی عملی تعلیم و تربیت دلوا سکتے ہیں۔ جو گھر کے رکھ رکھاؤ اور بچوں کی پرورش میں بہت ہی کار آمد ہوتی ہے۔

جرمنی میں اس قسم کے طرح طرح کے مدارس اور تربیت گاہیں عرصے سے ہیں۔ وہاں ایسے مدرسے ہیں جہاں کھانا پکانے کی یا کپڑے سینے کی، اعلےٰ عملی اور نظری تعلیم دی جاتی ہے۔ کنڈر گارٹن کی تعلیم دینے والیوں کے الگ مدرسے ہیں، خانہ داری کے مدرسے الگ ہیں۔ میاں بیوی خوش و خرم ہیں۔ اس کے لئے الگ مدرسے ہیں۔ دلہنوں کے مدرسے الگ ہیں اور ماؤں کے مدرسے الگ۔

ماؤں کی عملی اور نظری تعلیم کے لئے سب سے پہلا مدرسہ جرمنی کے جنوب میں شہر سٹٹگارٹ میں نومبر ۱۹۱۶ء میں قائم ہوا تھا۔ یہ چند عورتوں کی اپنی ذاتی ہمت کا نتیجہ تھا۔ رفتہ رفتہ اس نے بہت کامیابی حاصل کی۔ دور دور ملکوں سے لوگ دیکھنے آئے اور جگہ جگہ اسکی نقل ہونی شروع ہو گئی۔ اب جرمنی میں ایسے مدرسے اور تربیت گاہیں بنانا اور کامیاب ماں بننے کی تعلیم دینا حکومت نے اپنا فرض بنا لیا ہے اور اس قسم کی تعلیم دینا جرمنی کی پانچ زنانہ انجمنوں کے سپرد کر دیا ہے جرمنی میں اب یہ تعلیم عام ہو گئی ہے۔ علاوہ مدرسوں کے گاؤں گاؤں اور شہر شہر تین تین چار چار ہفتے سفری کورس جاری کر دیئے گئے ہیں۔ شادی شدہ اور غیر شادی شدہ عورتیں اور لڑکیاں ان کورسوں اور مدرسوں میں شامل ہوتی ہیں۔

اگر اس قسم کے مدرسے یا تعلیم گاہیں ہندوستان میں بھی جاری ہو جاویں تو بے حد مفید ثابت ہوں۔ بہت سے تعلیم یافتہ لوگ پھر اپنی بہنوں کو انہیں مدرسوں کی نکلی ہوئی لڑکیوں میں تلاش کریں۔ اور عقلمند نوجوان یہی چاہیں کہ کہ وہ یہیں کی نکلی ہوئی لڑکیوں سے شادی کریں۔ اس قسم کے مدرسوں اور تربیت گاہوں میں اول تو وہ لڑکیاں شامل ہو سکتی ہیں جو مدرسوں سے نکل چکی ہیں اور اب شادی کے انتظار میں بیٹھی ہیں۔ اور دوئم شادی شدہ عورتیں جنکی نئی شادی ہوئی ہے اور سوئم وہ شادی شدہ عورتیں بھی جنکی شادی کو بہت عرصہ ہوا اور جو کئی بچوں کی مائیں ہیں۔

میں ایسی تربیت گاہ کے لئے مناسب کورس ذیل میں لکھتی ہوں:۔

## تربیت گاہ امہات کا نصاب تعلیم و تربیت

(۱) عموی تعلیم (الف) اسلامی اور ہندوستانی ذہنیت کیا چیز ہے اور ہم اپنے آپ کو اس رنگ میں

کس طرح رنگ سکتے ہیں۔

(ب) نئی سیاست میں عورت کے فرائض۔

(ج) عورت کے دینی فرائض۔

(د) اسلامی اور ہندوستانی قانون میں عورت کا درجہ۔

(ہ) عورت بحیثیت ماں آبادی کی ذمہ دار۔

(و) عورت کے فرائض بحیثیت بیوی۔

(ز) اسلامی اور ہندوستانی تہوار، رسم و رواج اور عورت۔

یہ تعلیم تقریروں کے ذریعہ سے ہوگی۔

(۲) **خانہ داری**۔ (الف) **کھانا پکانا**۔ غذا کا صحیح انتخاب اور صحیح طریقہ سے کھانا تیار کرنا اور پکانا۔ نظری اور عملی شق جو اشیاء کھانے میں استعمال ہوتی ہیں اُن کی غذائیت اور فائدے۔ تندرستوں کے کھانے۔ بیماروں کے کھانے۔ بچوں کے کھانے۔ دُبلا بنانے والے کھانے۔ اور موٹا کرنے والے کھانے۔ وغیرہ وغیرہ۔

(ب) **سینا پرونا**۔ کپڑوں کی مرمت۔ پرانے کپڑوں سے نئے کپڑے تیار کرنا۔ مردانے اندر کے کپڑے تیار کرنا۔ کپڑوں کی تاریخ اور فائدے۔ نظری اور عملی۔

(ج) **گھرداری**۔ چیزوں کی خریداری۔ آمدنی کی تقسیم۔ گھر کا حساب کتاب۔

(د) **گھر کا رکھ رکھاؤ**۔ گھر کے متعلق ہدایتیں۔ کم خرچ سے گھر کو کس طرح آراستہ کیا جائے کہ آرام دہ اور خوبصورت گھر بنجائے جہاں سرور اور خوشی ہی خوشی ہو۔

(ہ) **مہمانداری**۔ کیا کرنا چاہئے کہ مہانوں میں سے ہر ایک خوش ہو اور کسی کو یہ شکایت نہ ہو کہ دوسرے کا زیادہ خیال کیا گیا۔ ہر ایک کے کھانے کا خیال۔ دیگر ضروریات کا خیال۔

(و) **تہوار اور رسم و رواج**۔ عید بقرعید محرم شب برات رمضان وغیرہ کو کس طرح منایا جائے کہ ان تہواروں کا اصل مقصد حاصل ہو۔ ختنہ، بسم اللہ، شادی۔ بیاہ، وغیرہ کو کس طرح کرنا چاہیئے۔

(۳) **میاں بیوی**۔ (الف) عورت کو کیا کرنا چاہیئے کہ میاں ہمیشہ خوش رہے۔ گھر کو جنت سمجھے۔ جب باہر سے آئے تو تمام غم غلط ہو جائیں۔ تکان وغیرہ سب رفع ہو جائے۔

(ب) **بناؤ سنگار**۔ بیرونی اشیاء سے اپنے آپ کو خوبصورت اور محبوب بنانے کے طریقے۔

(ج) **تندرستی کی حفاظت**۔ ورزش اور دیگر ذرائع سے اپنے آپ کو تندرست رکھنا اور خوبصورت بنانا۔

(د) **پوشش**۔ ایسے کپڑے پہنا جن سے عورت خوبصورت معلوم ہو اور تندرست رہے۔

(۴) ماں اور بچہ: (الف) بچہ کی پیدائش سے پہلے دستور العمل۔
(ب) زچہ خانہ۔ تیاری۔ صفائی۔ دائی۔ وغیرہ وغیرہ۔
(ج) بچہ کی پرورش۔ نہلانا دھلانا، غذا، کپڑے، دیکھ رکھاؤ۔
(د) بچہ کا جسمانی دماغی اور روحانی نمو اور نشوونما۔
(ہ) بچوں کی بُری عادتیں کس طرح چھڑائی جاتی ہیں۔
(و) بچوں کے کھیل، کھلونے، مشغولیت کی چیزیں، گانے، پڑھائی کا مواد۔
یہ تعلیم بھی جہاں تک ممکن ہو عملی ہونی چاہیئے۔

(۵) تندرستی قائم رکھنا اور تیمارداری۔
(الف) گھر میں سب کی تندرستی قائم رکھنے کے طریقے اور دستور العمل۔
(ب) ماں کی تندرستی قائم رکھنے کے طریقے اور دستور العمل۔
(ج) بچوں کی بیماریاں۔
(د) ایک سے دوسرے کو لگنے والی بیماریاں۔
(ہ) گھر میں تیمارداری اور بیمار کا کھانا تیار کرنا۔
(و) معالجہ ابتدائیہ یعنی جب تک ڈاکٹر یا حکیم آئے زخموں کی مرہم پٹی۔ خون کا رکنا، دم گھٹ جانے کا علاج وغیرہ۔
(ز) بیمار کو مشغول رکھنے کے طریقے۔

(۶) دینی اور اخلاقی تعلیم و تربیت
(الف) شادی دینی نقطہ نظر سے۔
(ب) بچہ اور دین۔
(ج) گھر میں دینی حسن و شعور کا نشوونما

چونکہ فقط اور محض علم علمی زندگی کے لئے بہت کم کارآمد ثابت ہوا گو امتحان پاس کرنے کے لئے بے مثل ہو اس لئے تربیت گاہ امہات میں علاوہ نظری تعلیم کے تمام باتیں عملاً سکھائی جاتی ہیں۔ اور نو دس مہینے کے عرصے میں ان کی مشق اتنی کرائی جاتی ہے کہ ایسی عادت پڑ جائے کہ یہ تمام باتیں دوسری فطرت بنجائیں کیونکہ بغیر اسکے یہ مدارس بھی مثل دوسری قسم کی تعلیم گاہوں کے زندگی کے لئے بیکار اور نکمے ثابت ہونگے اور سوائے اس کے کہ یہاں سے نکلی ہوئی طالبات کو بھی ایک خوشنما اور قیمتی شہادت نامہ یعنی سرٹیفکٹ مل جائے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔

ایسی تربیت گاہ میں پندرہ بیس سے زیادہ طالبات نہ ہونی چاہئیں۔ تربیت گاہ مثل ایک گھر کے ہونی چاہیئے۔ جس میں گھر کا سارا کاروبار نمبروار ہر ایک طالبہ کے سپرد ہونا چاہئے۔ ہر ہفتہ ایک گویا گھروالی ہو جس کے اوپر ساری ذمہ داری ہو۔ اُس کے ماتحت ایک کے سپرد کھانا پکانے کا کام ہو۔ دوسری کے سپرد کپڑے سینے اور کپڑے دھونے کا سب کام ہو تیسری کے سپرد تمام گھر کی صفائی ہو وغیرہ وغیرہ۔ ایک خاص وقت ورزش کا ہونا چاہئے۔ ایسی ورزش جو عورت کے لئے مفید ہو۔ جس سے صحت اور تندرستی محفوظ رہے اور بدن خوبصورت ہو۔ خاص اوقات لکچر اور علمی کاموں کے ہوں۔ اس طرح جو طالبات کہ ایسے مدرسوں میں نو دس مہینے رہیں گی اُن کو علاوہ علم کے تمام گھر کے کام کرنے کی عادت اور مشق ہو جائے گی۔ تمام پروگرام نہایت دلچسپ بنایا جاسکتا ہے۔ تمام تہوارات منائے جاسکتے ہیں۔ اور مہمانداری وغیرہ کی بھی مشق کرائی جاسکتی ہے۔

اگر کسی بہن کا ارادہ ہو کہ ایسی تربیت گاہ بنادیں تو میں اُن کی اور بھی ہر قسم کی مدد کرنے کو تیار ہوں۔ یہ بھی بتاسکتی ہوں کہ ایسی تربیت گاہ میں کن کن چیزوں کی عملی مشق کرنے کی ضرورت ہے۔

فاطمہ خیری برلنی

# قندھار کی عورت

اور جگہ کی نسبت قندھار میں لڑکی زیادہ عزیز ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعہ سے ماں باپ کو بہت سا روپیہ ملتا ہے قندھاری لڑکی کی شادی عام طور پر گیارہ بارہ سال کی عمر میں کردی جاتی ہے۔ اگر کسی لڑکی کی شادی اس عمر میں نہ ہو تو لوگ کہتے ہیں "ضرور اسمیں کوئی عیب ہے" اس لئے اُسکی قیمت گھٹ جاتی ہے۔ لڑکی کی قیمت کم از کم پانسو افغانی (تقریباً ۱۵۰ روپے) ہوتی ہے۔ زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ روپیہ نکاح سے پہلے دیدیا جاتا ہے۔ اگر زیادہ ہو تو آدھا نکاح سے پہلے اور آدھا رخصتی کے وقت وہ روپیہ ماں باپ پالنے کے عوض لیتے ہیں۔ یا آدھا رکھ لیتے ہیں اور آدھے سے لڑکی کے کپڑے زیور بنا دیتے ہیں۔

لباس بہت ڈھیلا ڈھالا اور بھڑکیلا ہوتا ہے۔ مردوں کی طرح عورتیں بھی سر پر ٹوپی پہنتی ہیں۔ ٹوپی کے اوپر دوپٹہ اوڑھ لیتی ہیں۔

سوزن کاری بہت اچھی ہوتی ہے۔ ٹوپیوں اور برقعوں پر بہت ہی اچھی کڑھائی کی ہوجاتی ہے۔ ہر عورت کاڑھنا جانتی ہے۔ اور بہت سی عورتیں اس کے ذریعے کماتی بھی ہیں۔

تعلیم بالکل نہیں ہوتی۔ یہاں تک کہ بہت کم عورتیں قرآن شریف پڑھی ہوئی ہوتی ہیں۔

یہ لوگ گندے ہوتے ہیں۔ دانت تو شائد عمر بھر نہیں مانجتے۔ حالانکہ نماز کے حد سے زیادہ پابند ہوتے ہیں۔

سعیدہ صدیق حسن (از قندھار)

# طوطیٔ اسیر

اے گرفتارِ مصائب آہ اے مرغِ اسیر
اے سراپا یاس لے قیدیٔ ناچیز و حقیر

مبتلائے رنج و کلفت اے گرفتارِ الم
اے اسیرِ کنجِ زنداں آہ اے پابندِ غم

اے مکینِ گوشۂ ویرانِ خاموشِ قفس
آرزو کے خون میں ڈوبا ہے تیرا ہر نفس

سر جھکائے پر سمیٹے اک طرف سکڑا ہوا
کس قدر مایوس و آزردہ مکدر ہے کھڑا

آہ یہ نیچی نگاہیں یاس میں ڈوبی ہوئی
ہائے یہ خاموشی آہیں خون میں بھیگی ہوئی

یہ ترا تیلیوں کی جانب دیکھنا آئینہ وار
ظاہرا تیری خموشی باطنی یہ اضطرار

مرغِ بیکس! طائرِ محبوس! اے بے بال و پر
بال و پر رکھتے ہوئے ہے پر شکستہ کس قدر

آہ خاموشی سے تھک کر سر اُٹھانا وہ ترا
پھڑ پھڑا کر دفعتہً بے تاب ہو جانا ترا

صورتِ برقِ پریشاں کانٹا جگر ترا
وہ قفس کی تیلیوں سے مارنا پھر سر ترا

دیکھنا وہ آسماں کی طرف چشمِ یاس سے
طائرِ آزاد چند آئے نظر اُڑتے ہوئے

وہ چہکنا اُن کا وہ اُڑنا پرا باندھے ہوئے
میٹھے میٹھے گیت وہ برسات کے گاتے ہوئے

آنِ واحد میں نگاہوں سے وہ اوجھل ہو گئے
پھر گیا حسنِ چمن لیکن تصور میں ترے

پھڑ پھڑا کر تیلیوں سے سر کو ٹکرانے لگا
سعیٔ لا حاصل سے اپنے جی کو بہلانے لگا

ہو گئی بے کار و لا حاصل تیری کوشش مگر
ضربِ پیہم سے ہوئی منقار ہاں مجروح تر

لیکے تازہ آرزو چھت کی طرف پرواز کی
آہ اُڑنے بھی نہ پایا تھا کہ اک ٹھوکر لگی

ٹھوکریں کھاتا رہا گرتا رہا اُڑتا رہا
دیر تک ظالم قفس سے آہ مشت پر لڑا

ہائے آزادی مگر قیدی کو ممکن ہے کہاں
ہو کے پھر مایوس کوشش سے کری آہ و فغاں

کون سنتا ہے مگر فریادِ پابندِ جفا
پھر یہ طرہ ہے کہ انساں ہے زباں ناآشنا

دیر تک چیخا مگر بے کار و برباد و فضول
ہو گیا مجبور تھک کر گر پڑا غمگیں ملول

پر سمیٹے اور آنکھیں بند کرلیں یاس سے
سر بڑا تو جس طرح غمگین قیدی سو رہے

دوسرے دن صبح دم میں جو ہی بستر سے اُٹھی
شور و غل کی کچھ صدا چاروں طرف میں نے سنی

آج شب کو آخرش بلی کا حملہ ہو گیا
کھا گئی طوطے کو ظالم۔ اُسکی آجائے قضا"

گو بس کر بلی کو انساں ہو گیا خود بے خطا
ظلم کا اب کوئی دھبہ اُسکے دامن پر تھا

بلقیس جمال بریلوی

# ہمارا نصاب تعلیم

بہنوں کو غالباً یاد ہوگا کہ میں تعلیم پر پہلے بھی اظہار خیال کر چکی ہوں۔ پندرہ سولہ سال ہوئے ہونگے کہ مولوی ممتاز علی صاحب مرحوم نے زنانہ تعلیمی نصاب کے نقائص پر اپنی رائے اخبار تہذیب نسواں میں شائع کی تھی کہ مروجہ زنانہ تعلیمی نصاب لڑکیوں کے لئے مفید نہیں۔ انہوں نے ڈگریاں بھی لڑکوں سے علیحدہ تجویز کی تھیں۔ مولانا راشد الخیری صاحب نے بھی اس مسئلہ پر بہت کچھ تحریر فرمایا۔ رسالوں اخباروں میں اور حضرات و خواتین کے مضامین بھی شائع ہوئے مگر افسوس کہ ابتک ہمارے تعلیمی نصاب میں کچھ بھی تبدیلی نہیں کی گئی۔

موجودہ تعلیم پاکر گو لڑکیاں بی۔ اے ایم۔ اے کی ڈگریاں حاصل کر رہی ہیں۔ مگر پشت ہا پشت کی تعلیمی کمی کی وجہ سے اُن میں اتنی لیاقت پیدا نہیں ہوئی کہ وہ اپنی اصلاح خود کر سکیں۔ یا اپنی تعلیم کے نصاب پر غور کریں اور خود کوئی مفید نصاب تیار کر سکیں۔ گو مردوں کے دوش بدوش دفتروں میں ملازمتیں کر رہی ہیں مگر تعلیمی معلومات کی کمی کی وجہ سے وہ کتابوں کی اشاعت کے لئے مردوں کی محتاج ہیں۔ اِس لئے بہتر ہے کہ حامیان حقوق نسواں اس مسئلہ کو بھی حل کریں۔ مروجہ زنانہ تعلیم سے لڑکیاں نہ ذہین نکلتی ہیں نہ اُن میں مادہ ایجاد نظر آتا ہے۔ جن لڑکیوں نے ملازمت کر لی وہ اپنی دھن ہی میں لگی ہوئی ہیں۔ اُن کو ڈگری سے فائدہ پہنچ رہا ہے۔ مگر جن لڑکیوں کی شادی ہوگئی ڈگریاں ان کے لئے کچھ فائدہ مند نہیں اگر وہ تھوڑی سی تعلیم ہی حاصل کر لیتیں اور امور خانہ داری سے پوری طرح سے واقف ہوتیں تو وہ خوب خانہ دار بن جاتیں۔
البتہ موجودہ تعلیم یافتہ لڑکیوں کو مغربی تقلید کی تربیت اور خود سری اور خود بینی کی جو تعلیم سکولوں اور کالجوں سے حاصل ہوتی ہے وہ تھوڑی تعلیم سے حاصل نہیں ہوتی جب تک کہ برسوں عیسائی اُستانیوں کی صحبت میں نہ رہیں۔ ہاں اُن کو جلسوں اور پارٹیوں میں میل ملاقات نئے لباس کا پہننا اور سجانا۔ موسیقی سے رغبت۔ چولھے ہنڈیا سے نفرت۔ بڑی بوڑھیوں کی باتوں پر پھبتیاں اُڑانا۔ اُن کی نصائح کو دقیانوسی خیالات تصور کرنا۔ بے نتیجہ فضول باتوں پر بحث کرنا یہ ضرور آجاتا ہے۔
عام طور پر مسلمان لڑکیوں کی یہی کیفیت ہے۔

اُن میں اتنی قابلیت بھی نہیں ہوتی کہ وہ اپنے طرز معاشرت کی اصلاح کر سکیں۔ اس میں بہت کچھ قصور ماؤں کا ہے کہ وہ لڑکیوں کے عیوب پر پردہ پوشی کرتی ہیں۔ اُن کا یہی خیال تو ستم ہے کہ ہماری لڑکی گریجویٹ ہے اور سب سے عقلمند ہے۔ اسکی کوئی حرکت بُری نہیں۔ ماؤں کے بعد اُستانیوں پر ذمہ داری آتی ہے جو عام طور سے عیسائی ہوتی ہیں۔ وہ انگریزی تقلید کی دلدادہ ہوتی ہیں۔ اُن کی ہر ادا میں انگریزیت ٹپکتی ہے۔ اُن کے خیالات کی پیروی کرنا۔ ان کے نیم عریاں لباس کو اپنے لباس پر ترجیح دینا۔ پردہ سے نفرت کرنا۔ حیا و شرم کو بالائے طاق رکھنا۔ یہ اثرات لڑکیاں اُنسے لیتی ہیں۔

اشد ضرورت ہے کہ ہمارے مروجہ تعلیمی نصاب میں بہت کچھ ردوبدل جلد سے جلد کی جائے۔ کورس ایسا ہونا چاہیئے جس سے لڑکیاں فرض شناس، ہنرمند، سلیقہ شعار، بااخلاق امور خانہ داری میں ماہر اور دین دار مائیں بن سکیں۔ یہ حقیقت بھی نظرانداز نہیں کی جاسکتی کہ موجودہ تعلیم کے اخراجات ناقابلِ برداشت ہورہے ہیں جن متوسط خاندانوں کو لڑکوں کی تعلیم کے اخراجات برداشت کرنے مشکل ہورہے ہیں وہ لڑکیوں کی تعلیم کے زیر بار کس طرح ہوں گے۔ بہتر یہی ہے کہ تعلیمی نصاب ایسا تیار کیا جائے کہ امیر غریب سب لڑکیوں کے لئے فائدہ مند ہو۔ اور اخراجات بھی کم ہوں اور جن لڑکیوں کی شادی کی جائے تو وہ نہایت قابل ہنرمند مائیں بن سکیں۔ اُن کو اخلاقی تعلیم ایسی دی جائے کہ تمام مشکلات کا بآسانی مقابلہ کرسکیں۔

موجودہ تعلیم میں رتّی بھر اخلاق کا خیال نہیں کیا جاتا جسکی وجہ سے مسلمان لڑکیاں بہت تباہ ہورہی ہیں بعض بہنیں کہیں گی کہ کالجوں سکولوں کے نصاب گورنمنٹ بدل سکتی ہے کیونکہ وہ اُن کی مدد کرتی ہے۔ مگر جس طرح ہمارے رہنما خوب پروپیگنڈا کرکے گورنمنٹ کو اور معاملات میں متوجہ کرتے اور نئے نئے قانون بنواتے رہتے ہیں اسی طرح اگر وہ کوشش کریں تو لڑکیوں کا ناقص نصاب بھی بدلا جاسکتا ہے۔

موجودہ تعلیم میں دستکاری کا یہ حال ہے کہ لڑکیوں کو طرح طرح کی کشیدہ کاری آتی ہے مگر روزانہ استعمال کے کپڑوں کی کتر بیونت وغیرہ کا نام نہیں۔ جو صنعتی سکول ہیں اُن میں بھی کشیدہ کا کام بہت کیا جاتا ہے۔ زنانہ رسائل و اخبارات میں بھی پھولوں کے ٹریس وغیرہ ہوتے ہیں۔ شاذونادر قمیص فراک وغیرہ کی کٹائی سلائی کی ترکیب ہوتی ہے۔

امورِ خانہ داری کا تو کچھ حال ہی نہ پوچھئے۔ کشیدہ کاری وغیرہ تو اپنے لباس کی سجاوٹ کے لئے تھوڑی بہت کر بھی لیتی ہیں مگر خانہ داری کے اُصول سے بالکل کوری ہیں جو لڑکی انٹرنس پاس کرچکی ہو اس سے کہئے کہ دیگچی میں چمچہ چلا دو تو اسکے چمچہ پکڑنے کو دیکھئے۔ چولہے کے پاس کچھ عجیب ہی ادا سے بیٹھی ہوگی۔ اگر کسی لڑکی نے چمچہ چلا بھی دیا تو دو منٹ میں آگ سے گھبرا کر دھوئیں سے بیزار اُٹھتی ہے۔ جس لڑکی نے بی۔ اے کی ڈگری حاصل کرلی وہ تو یہ خیال کرتی ہے کہ ہوٹل میں کھانا بہت اچھا مل جاتا ہے۔ موجودہ تعلیم پانے والی لڑکیاں گھر کو خوب آراستہ کرسکتی ہیں۔ شوہروں کو بھی اپنے فیشن سے خوش کرسکتی ہیں۔ مگر ان کا گذارہ اوسط درجہ کی آمدنی والے شوہر کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ان کو یہ تک معلوم نہیں ہوتا کہ گھر گرہستی کہتے کسے ہیں اور امورِ خانہ داری نام کس جانور کا ہے۔ کفایت شعاری چیز کیا ہے۔ اِن تمام باتوں کا علاج یہی ہے کہ مروجہ نصاب بدل دیا جائے۔ موجودہ تعلیم سے مرد بہت کافی تکلیفیں اُٹھا رہے ہیں۔ خاندان کے خاندان مستورات کے غیر ضروری اخراجات سے زیر بار ہیں۔ مسلمانوں کی حالت بہت ہی ابتر ہے اللہ رحم کرے۔

عائشہ بیگم

اہلیہ غلام رسول خاں لاہور

# تین دن جرمنی میں

## محترمہ محمدی بیگم صاحبہ بی۔ اے کا خط اپنی والدہ ماجدہ کے نام

آکسفورڈ ۵ ستمبر ۱۹۳۵ء

میری پیاری اماجان آداب۔ یہ عریضہ کئی دن بعد لکھ رہی ہوں۔ اس غیر حاضری کو معاف کردیجئے۔ لندن میں تین دن ہمارا قیام رہا۔ اور ہم فضل الرحمن صاحب اور ان کی بیوی کے مہمان رہے۔ ان کی بیوی انگریز ہیں مجھے دل سے پسند ہیں اعلےٰ خاندان۔ خوبصورت بہت سمجھدار۔ ہونہار۔ تعلیم یافتہ۔ خاندار۔ خوش مزاج۔ آکسفورڈ کے سینٹ ہوز کالج میں تعلیم پائی ہے۔ کاش جو ہندوستانی یہاں شادی کرنی چاہیں وہ ایسی ہی سمجھداری سے کریں۔ ہم تین دن ان کے مہمان رہے۔ ان دونوں میاں بیوی نے ہمارا بہت خیال رکھا۔ ہر وقت بچھے جاتے تھے۔ اور کسی کام میں دریغ نہیں تھا۔ ان کا ایک تھا تین مہینے کا بچہ بھی ہے۔ چوتھے روز ہم جرمنی چلے گئے۔ اور خوب سیر کی۔ آج کہیں تو کل کہیں۔ صبح کہیں تو شام کہیں۔ دریائے دھائن لینڈ کے کنارے حقیقت میں بہشت ہی۔ اس سے زیادہ تعریف میں اور کیا لکھ سکتی ہوں۔ دنیا میں ایک بہشت ہے اللہ رے کرم۔ اس مختصر سے عرصہ میں پوری جرمنی کی سیر تو کیا ہو سکتی تھی۔ البتہ اس کا ایک حصہ دریائے دھائن کے کنارے کنارے دیکھا۔ بقیہ جرمنی کی تکمیل انشاء اللہ کرسمس کی تعطیلات میں کرنے کا ارادہ ہے۔ لندن سے روانہ ہو کر ریل اور اسٹیمر اور پھر ریل کا راستہ طے کر کے ہم بون Bonn پہنچے۔

فضل الرحمن صاحب کی بیوی نے ایک جگہ تعارفی خط لکھ دیا تھا۔ وہ جب جرمنی گئیں تھیں تو وہیں مقیم تھیں۔ اس جرمن خاندان کے لوگ بہت ہی اچھے تھے۔ سب کے سب گھر کا سا ماحول یہ معلوم ہوتا تھا کہ سب آپس میں عزیز ہیں غرضکہ میں جرمنی سے ان جرمنوں کے متعلق بہت ہی اچھے خیالات لیکر آئی دریائے دھائن لینڈ کے کنارے کا سارا علاقہ سر سبز پہاڑیاں۔ پر پیچ خوبصورت راستے۔ نہریں۔ آبشار۔ کنج۔ تاریخی مقامات۔ نہروں۔ اور گھروں کی تعمیر اور آراستگی میں نفاست اور خوبصورتی اور جدت۔ شہروں میں خوبصورت ہوٹل۔ قہوہ خانے۔ چہل پہل۔ جگہ جگہ دریا پر خوبصورت پُل۔ سر سبز وادیوں کے درمیان دریائے دھائن۔ جس میں بے شمار اسٹیمر۔ بون Bonn پہنچنے کے بعد شام کو میں دریائے دھائن کے کنارے گئی۔ کنارے پر کئی کئی جگہ موٹر بوٹوں اور کشتیوں میں سے لوگ اتر اور چڑھ رہے تھے۔ سیاحوں کے لئے خرید و فروخت کی دوکانیں لگی ہوئی تھیں۔ قہوہ خانے اور پارک وغیرہ وغیرہ۔ ایک دوکان کے سامنے کھڑے ہوئے میں نے آپ سب کو حیدرآباد بھیجنے کے لئے پوسٹ کارڈوں کا انتخاب کرنا شروع کیا۔ ذرا سی دیر میں کیا

دیکھتی ہوں کہ نصف دائرے کی شکل میں میرے پیچھے ایک میلا سالگ گیا۔ بوڑھے۔ عورت۔ مرد۔ بچے۔ کوئی سائکل پر کوئی پیدل۔ ہر ایک کھڑا ہے اور دیکھ رہا ہے۔ بچے ماؤں سے اور سہیلیاں سہیلیوں سے۔ ایک دوسرے سے دریافت کرتے ہیں کہ یہ کون ہیں۔ بوڑھے اپنی عینکیں درست کر رہے ہیں اور ان شیشوں کے پیچھے سے ایک خاص انداز سے دیکھ رہے ہیں۔ عورتیں اپنی ٹوپیوں کے پھیلے ہوئے چھجوں کو اٹھا رہی ہیں اور دیکھ رہی ہیں۔ مجھے دیکھکر تعجب ہوا۔ اور میں نے کہا کہ یا اللہ یہ کیا بات ہے۔ پھر معًا مجھے اپنے ہندوستانی لباس کا خیال آیا۔ اور میں نے کہا کہ یہ وجہ ہے۔ جرمنی میں اور خصوصًا اس علاقہ میں ہندوستانی لباس بہت کم نظر آتا ہوگا۔ شائد اس وجہ سے ان لوگوں کو اس قدر تعجب ہوا حالانکہ میں بہت ہی معمولی ہندوستانی ساڑھی میں تھی۔ پھر یہ ہوا کہ جب جب میں باہر نکلتی تھی بعض لوگ تو موٹریں چلاتے چلاتے ان کی رفتار دھیمی کرتے۔ اور ٹریم کاروں میں لوگ ایک دوسرے کو بتاتے کہ اس نئے جانور کو دیکھو۔ میں نے گھر آکر اپنے گھر کے جرمن لوگوں سے ذکر کیا۔ انہوں نے کہا تمہارا لباس ان کو عجیب معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ خصوصیت دھاٹن لینڈ والوں کی ہے کہ وہ اپنے جذبات کو چھپا نہیں سکتے۔ جب خوش ہوتے ہیں تو بے انتہا اور جب رنجیدہ ہوتے ہیں تو بہت۔ اسی طرح کسی قسم کے جذبات نہیں چھپا سکتے۔ یوں تو بون Bonn ہی بہت خوبصورت ہے لیکن بون سے سیر و تفریح کے اور مقامات بھی دور نہیں ہیں۔ بون Bonn میں میں نے Natural History Museum مصنوعی جانوروں کا عجائب خانہ دیکھا۔ یہ مجھے بہت ہی دلچسپ معلوم ہوا۔ لنڈن میں میڈم ٹوڈ کے عجائب خانہ میں اصلی انسان بنانے کی کوشش کی ہے۔ اور یہاں اصلی جاندار اور اُن کے جنگل بہت خوبصورت سینری ویسی ہی مہیا کی ہے کہ معلوم ہوتا ہے جنگل میں ہیں۔ مجھے خیال آیا کہ ناحق ہم زُو بناتے ہیں اور بچارے جانوروں کو خودغرضی سے مقید کرتے ہیں۔ کیا اچھا ہو اگر اس کے بجائے مصنوعی جانوروں کے عجائب خانے اسی طرح بنائیں۔ باقی انشاءاللہ آئندہ لکھوں گی۔ خدا حافظ۔

خاکسار آپ کی بیٹی محمدی

(صفحہ ۴۸۳ کا بقیہ)

نگاہ میں کم ہی رہتی ہو اس لئے وہ لڑکی کے مخالف ہو جاتے ہیں۔ لڑکی تجربہ کار تو ہوتی ہی نہیں وہ ساس سسر کی باتوں کو کیا سمجھے ساس کی نظر سے گری اور گھر بھر میں اسکی قدر جاتی رہی اور جھگڑا شروع ہو گیا گویا اس معصوم لڑکی کی زندگی کا دارومدار بس ایک نظر پر ہے مندرجہ بالا وجوہ میں سے کسی سبب سے وہ گھر سے نکال دی جاتی یا بہت بُری حالت میں چھوڑ دی جاتی ہے۔ غرض یہ ہے کہ اس کی زندگی مٹی میں ملا دی جاتی ہے۔ ایسی بہت سی باتیں ہیں جن کے متعلق میں آئندہ اپنے خیالات ظاہر کروں گی۔

کستوری دیوی دہلی

# ہندو عورتوں کی حالت

حالانکہ ہمارے ہندوستان کی مُسلمان بہنوں کی زندگی بھی کچھ اچھی نہیں گذرتی۔ لیکن میں سمجھتی ہوں کہ ہم ہندو عورتوں کی ساری زندگی میں ایک گھڑی بھی خوشی کی نہیں کہی جا سکتی۔ اگر کوئی کسی اونچی قوم میں پیدا ہوئی تو ظاہر میں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں ہنسی خوشی کی زندگی گزار رہی ہے مگر اصلیت یہ ہے کہ دوزخ کی آگ میں جلنا پڑتا ہے۔ مشرقی ہندو یعنی یوپی، بہار اور بنگال میں تو کہا جاتا ہے کہ ایک لڑکی ہی والدین کی ساری کمائی خرچ کر ڈالتی ہے۔ لڑکوں میں کیا لعل لگے ہوتے ہیں کہ وہ لڑکی کے ساتھ کئی کئی ہزار روپے لئے بغیر شادی کر ہی نہیں سکتے۔ منگنی سے پہلے بڑے بڑے روپے والے حاضر رہتے ہیں جب ہی تو لڑکی کی پیدائش ماں باپ کو بھاری ہوتی ہے۔ لیکن یہ رسم کیا غریبوں اور عورتوں کی زندگی کو برباد نہیں کرتی۔ خدانخواستہ کسی لڑکے کی شادی نہ ہوتی ہو اور کسی غریب کی لڑکی سے وہ اگر شادی کرے تو بیچاری کی زندگی دوبھر ہو جاتی ہے۔ نہ گھر میں اس کی عزت ہے نہ اچھا کھانا پینا نصیب ہوتا ہے۔ یہ رسم نہ صرف عورتوں کے لئے خطرناک ہے۔ بلکہ بیچارے مردوں کی زندگی بھی نوکری کرنے اور روپے جوڑنے میں گذر جاتی ہے۔ بیچارے ایک ہی لڑکی کے لئے ساری زندگی میں جو کچھ جوڑتے ہیں خرچ کر کے جس طرح ہوتا ہے پیچھا چھڑاتے ہیں نہ پیٹ بھر کھا سکتے ہیں نہ تن بھر کپڑا پہن سکتے ہیں۔

دوسری وہ قوم ہے جس میں چھوٹی چھوٹی معصوم بچیاں یا کافی عمر کی لڑکیاں بنا بکے نہیں رہ سکتیں۔ افسوس! اُن کا خیال کرنے سے ہی آنسوؤں کی دھار بندھنے لگتی ہے۔ ان کی عصمت اور زندگی محض روپے کی خاطر برباد اور تباہ کردی جاتی ہے۔ ساٹھ ساٹھ ستر ستر برس کے بڈھوں کے ہاتھوں جو قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہیں اخلاق اور انسانیت کے دشمن ماں باپ اپنے جگر کے ٹکڑوں یعنی معصوم غریب بھولی بھالی بچیوں کو بیچ ڈالتے ہیں۔ اس کے برخلاف وہ کون سے ماں باپ ہوں گے جو اپنے پندرہ برس کے لڑکے کی شادی ساٹھ برس کی بڑھیا عورت سے کر دینگے۔

بڈھے پھونس شوہر کے مرنے کے بعد مظلوم جوان بیوی سماج کے دکھاوے کی لاج کا شکار ہوتی ہے اس غریب کو نہ پیٹ بھر کھانا ملتا ہے نہ معمولی سفید کپڑے ہی پہن سکتی ہے۔ اس کے ہر ایک سانس پر سینسر بیٹھا ہوتا ہے۔ اور تو کیا انکی قدر ایک معمولی نوکر کے برابر بھی نہیں رہتی۔ سوتیلے لڑکے جو بعض حالات میں اس سے بھی عمر میں بڑے ہوتے ہیں۔ بہت ہی افسوسناک سلوک کرتے ہیں۔ پھر بھلا گھر کی عورتوں اور نوکروں میں بدقسمت مظلوم کی کیوں قدر ہونے لگی۔

آج کل کے لڑکے پڑھی لکھی لڑکیوں کو پسند کرتے ہیں۔ لیکن ماں باپ کے لالچ سے مجبور ہو کر خاموش رہتے ہیں اور شادی کے بعد ساس سسر کے بھی وہ پسند نہیں آتی۔ کیونکہ جہیز کی رقم چاہے کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو انکی

# آدمیّت

از حضرتِ دعاڈبائوی

کس قدر عبرت کی جا ہے کیسی حیرت کا مقام — ابنِ آدم آدمی کہلائے جاتے ہیں تمام

پوچھتے ہو بات مجھ سے تم اگر انصاف کی — سیکڑوں میں ایک ہوتا ہے سستی آدمی

ظلم کرنا اپنے ہمجنسوں پہ جن کو ہے روا — آدمیت سے زمانے میں اُنھیں کیا واسطا

آدمی جب آدمی سے اس قدر گھبرائیں گے — بہرِ ہمدردی فرشتے کیا فلک سے آئیں گے

آدمی سے آدمی کو اِس قدر بغض و عناد — ہر گھڑی آپس میں جھگڑے رات دن جنگ و فساد

اس قدر شانِ امارت اِس قدر کبر و غرور — آدمی سے آدمی کو اتنی نفرت یہ نفور

اپنے ہمجنسوں کا خود رہزن بنا ہے آدمی — آدمی کی جان کا دشمن بنا ہے آدمی

دوسروں کا مال ہاتھ آئے یہ ہر دم دھیان ہے — کیا یہی اے ابنِ آدم آدمی کی شان ہے

شرم کی جا ہے ذرا غیرت سے لے دُنیا میں کام — آدمی کو چاہیئے ہمت سے لے دُنیا میں کام

یوں تو کہنے کے لئے دنیا میں سب ہیں آدمی — آدمیت جب نہیں اُنمیں تو کب ہیں آدمی

رحم دل خوش خُلق خوش اطوار ہونا چاہیئے — آدمی کا آدمی غمخوار ہونا چاہیئے

اپنے ہمجنسوں کا ہر اک بات میں ہمدرد ہو — آدمی کی شان یہ ہے دل دہی میں فرد ہو

جن میں یہ اوصاف ہیں وہ تو ضرور انسان ہیں — ورنہ انسانوں کی صورت ہیں مگر حیوان ہیں

مرسلہ بیگم دعا ڈبائوی

# محبّت

مسافر جہاں جاتا ہے ستاروں بھری رات اُس کا ساتھ نہیں چھوڑتی!
چاند اُسکے ہمراہ رہتا ہے، اور سورج بدستور اُس کا رفیقِ سفر،
گردشِ دوراں کے ساتھ ساتھ سبزہ زار، میدان، لق و دق صحرا، سنسان جنگل اور مہیب سمندر برابر دوڑے چلے جاتے ہیں،
اِسی طرح محبت، محبت شعار دل کے ساتھ ساتھ — وہ جہاں بھی جائے — ہمیشہ رہتی ہے —"
ستاروں کی روشنی مدھم پڑ سکتی ہے،
چاند کی زرّیں کرنیں ابر کی چادر میں چھپ سکتی ہیں، — جب آفتاب غروب ہوتا ہے تو اُسکی تابش اور چمک فنا ہو جاتی ہے...
مگر آفتابِ محبت کی لگاتار ضوفشانی کی بدولت رات "شبِ ماہتاب" اور دن "روزِ روشن" کی طرح منور رہیگا۔

خورشید اقبال حیا میرٹھی

# ناتجربہ کار ماں

شادی کے بعد لڑکیوں کے خیالات و عادت و اطوار میں بہت تبدیلی ہو جاتی ہے۔ بعض ایسی ہوتی ہیں کہ سوچ سمجھ کر کام کرتی ہیں۔ بعض جن کے خیالات شادی سے پہلے بہت بلند ہوتے ہیں۔ وہ بھی خود غرض ہو جاتی ہیں۔ اور عام لوگوں کی بھلائی بُرائی کا بالکل خیال نہیں کرتیں۔ مثلاً اماں نے زنانہ دواخانہ میں غریب بچوں کے کپڑے سینے کی ذمہ داری اپنے اوپر لی تھی۔ اور اُنہوں نے وہ کپڑے اپنے دوستوں میں تقسیم کردئے تھے مگر ان لوگوں نے اتنی غفلت برتی کہ دو ہفتے میں آدھا کام بھی ختم نہیں کیا۔ اور اماں نے اپنے حصے کے سب کپڑے تیار کر لئے۔

رقیہ کی حالت ان سب سے خراب تھی۔ اس نے اب تک ایک کرتا بھی نہ سیا تھا۔ اور اماں کو اس پر بہت غصہ آرہا تھا۔ کیونکہ وہ میری طرح اپنی کسی اسکیم کو خراب ہوتے نہیں دیکھ سکتیں۔ اِس لئے اماں نے کہا تھا کہ میں رقیہ کو فون کرکے ذرا اسکا کام یاد دلادوں۔

"ہاں تم اپنی اماں سے کہدو میں ان کے کام سے غافل نہیں ہوں۔" اُس نے مجھے یقین دلاتے ہوئے کہا "میں نے سب کو کچا کرلیا ہے۔ صرف مشین کرنا گریبان بنانا اور بٹن لگانا باقی ہے۔ مجھے خود جلدی ہے۔ مگر کیا کروں بچوں سے اور "ان" کے کاموں سے فرصت ہی نہیں ملتی کہ کچھ کام کروں۔"

"صِرف اتنی سی بات؟" میں نے زور دیتے ہوئے کہا۔

"واقعی مجھے بہت کم وقت ملتا ہے۔ صبح کو وہ اپنے ایک نئے دوست سے ملنے جارہے ہیں اور مجھے بھی ساتھ چلنے کو کہہ رہے ہیں۔ کہ میں بھی ان کی بیوی سے ملوں۔ میں ان دونوں بچوں کو ساتھ لیجانا نہیں چاہتی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اِن دونوں کو کہاں چھوڑوں؟" اس کے بعد رقیہ ذرا چپ ہوگئی۔ پھر کہنے لگی۔ "کیا تم ان دونوں کو اپنے پاس رکھنے کو راضی ہو؟ صرف ایک دن کے لئے فرصت۔"

"سنو رقیہ" میں نے غصے سے کہا۔ بجائے اس کے کہ تم لوگوں سے ملتی پھرو تمہیں چاہیئے کہ گھر میں ٹھیرو اور کپڑے سیو۔ تم ان غریب ماؤں اور بچوں کا تو خیال کرو جو دواخانے میں ننگے پڑے ہوں گے۔ اور تمہارے کپڑوں کے انتظار میں ہیں۔

"ہاں مگر تم ان کا بھی خیال کرو وہ مجھے ساتھ چلنے پر مجبور کر رہے ہیں۔ اگر میں نہیں گئی تو اُنہیں رنج ہوگا۔" میں نے اب تک اپنے آپ کو ماں بننے کے قابل نہ سمجھا تھا۔ اور نہ میں اتنی بڑی ہوئی تھی کہ یہ سب ذمہ داری اُٹھا لیتی۔ اور نہ مجھے چھوٹے بچوں سے دلچسپی تھی۔ مگر مجھے رقیہ کی اس بات پر بہت غصہ آیا کہ وہ دو چھوٹے بچوں اور اپنے میاں سے اتنی فرصت نہیں پاتی کہ تھوڑے کپڑے بھی سی سکے۔ ایسی ہی لڑکیوں سے پورے طبقۂ نسواں کی سخت توہین ہوتی تھی۔ لوگ اس کی مثال دیکر کہیں گے۔ اگر بیاہی لڑکی کو کمانے کی ضرورت پڑی تو وہ کیا کرسکتی ہے۔

"ٹھیرو میں تمہیں ایک ترکیب بتاؤں" میں نے نرمی سے کہا "تم کپڑوں کو اور بچوں کو میرے پاس چھوڑ دو۔ میں بچوں کو سنبھال لوں گی اور کپڑے بھی سی دوں گی۔ میں شرط کرتی ہوں کہ تمہارے آنے سے پہلے میں سب کپڑے سی لوں گی۔"

میرا خیال تھا کہ رقیہ اپنا کام پورا نہ کرنے پر بہت شرمندہ ہو گی۔ مگر اس کے برخلاف اس نے کہا "او ہو فرحت بہت بہت شکریہ۔ تمہیں کپڑے سینے کی مشق بھی ہو جائے گی۔ اچھا میں صبح سویرے بچوں کو تمہارے پاس لا کر چھوڑ دوں گی۔ قبل اس کے کہ میں کچھ اور کہتی اُس نے ٹیلیفون رکھ دیا۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ اُس نے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔

صبح کو ہمارے ناشتہ ختم کرنے سے پہلے رقیہ اور اُس کا میاں آئے اُن کے ساتھ دو چھوٹی لڑکیاں بھی تھیں۔ اور کپڑوں کا بہت بڑا بنڈل۔ بچوں کو دیکھتے ہی اماں اُن کی بہت تعریف کرنے لگیں۔ کتنی خوبصورت بچیاں ہیں۔ ایک چھ سال کی اور دوسری چار سال کی۔" پھر ان کے کوٹ اُتارنے میں مشغول ہو گئیں۔ اُدھر رقیہ بھی ان کی خوبصورتی اور نیکیوں کی تعریف کر رہی تھی کیونکہ وہ صفتیں تو اُن کے چہروں سے ہی ظاہر تھیں۔ رقیہ نے بچیوں کو سمجھا دیا کہ "دیکھو زبیدہ اور خورشید شرارتیں نہ کرنا۔ خالہ جان کا کہا ماننا۔ فضول باتیں نہ کرنا۔ اور لڑنا بھی مت۔ ہم شام کو آ جائیں گے۔

"تم فکر نہ کرو" میں نے کہا۔ "وہ بالکل نہ لڑیں گی۔"

ہم ناشتہ ختم کرنے بھی نہ پائے تھے کہ ایک ٹیکسی ہمارے گھر کے پاس آکر ٹھیری۔ ماما جلدی سے اندر آئی اور اماں سے کان میں کہا "بیگم صاحب ایک آدمی سوٹ کیس لے کر آیا ہے اور آپ سے ملنا چاہتا ہے۔"

"تمہیں معلوم نہیں کہ میں ہر ایک چیز بازار سے خریدتی ہوں۔ دروازے پر سودا نہیں خریدتی۔ اس سے کہہ دو کہ چلا جائے۔" اماں نے غصے سے کہا۔

"میں نے کہا تھا بیگم صاحب مگر اس نے کہا کہ وہ کچھ بیچنے نہیں آیا۔ مجھے تو وہ پاگل معلوم ہوتا ہے۔"

ماماں بڑبڑاتی اور سر ہلاتی باورچی خانے میں چلی گئی۔ اور اماں کو اس کے سوا اور کچھ چارہ نہ رہا کہ جا کر دیکھیں وہ اجنبی ہے کون۔ پہلے مجھے کسی مرد کی بھاری آواز سُنائی دی اس کے بعد اماں کے معافی مانگنے کی آواز آئی۔ میں نے جلدی سے بچوں کے ہاتھ اور منہ صاف کئے مگر سب بے سود۔

"اُس سے فائدہ نہیں۔" میں نے کہا۔ کیونکہ جتنا میں خورشید کے ہونٹوں پر سے مربہ پونچھنے کی کوشش کرتی وہ پھیلتا جاتا تھا۔ "تم دونوں اوپر جا کر اچھی طرح منہ ہاتھ دھو لو۔ میں نے ان دونوں کو کھانے کے کمرے سے نکال دیا۔ اور خود بس عجیب وغریب آدمی کی آواز سننے لگی۔

"فرحت ادھر آؤ" اماں نے پکارا۔ "اپنے ماموں جان سے ملو ہمارا ان کا دور کا رشتہ ہے اس لئے اب تک تمہیں ان سے ملنے کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ یہ میری بیٹی ہے شاید آپ نے اس کو پہلے نہیں دیکھا تھا۔"

ہمارے یہ نئے ماموں جان چھوٹے سے قد کے دُبلے پتلے آدمی تھے۔ میں ان کی عمر کا کچھ اندازہ نہ لگا سکی۔ انکی آنکھیں کرنجی تھیں۔ سر اور مونچھوں کے بال بھورے تھے اور ڈاڑھی لال تھی۔ ان کی صورت دیکھ کر مجھے ایسا خوف ہوا کہ مجھ پر غشی سی طاری ہو گئی۔ مگر اتنے جھنکاڑ کے باوجود اُن کی مسکراہٹ میں ایک طرح کی نرمی تھی۔ جب اُنہوں نے ہاتھ ملایا تو مجھے ایک دم سے بجلی کا سا جھٹکا محسوس ہوا۔

"اُس آدمی کے منہ پر کیا اُگا ہوا ہے۔" میں نے خورشید کو کافی زور سے زبیدہ کے کان میں کہتے سُنا۔

"چُپ رہو یہ شیطان ہے" زبیدہ نے خاصی بلند آواز میں جواب دیا۔

"تم دونوں اوپر جاؤ" میں نے غصے سے کہا۔ میں نے دیکھا کہ اماں ماموں جان کو ابا کے کمرے کی طرف

لے جا رہی تھیں۔

"خالہ جان ہمارے ہاتھ منہ دھلا دیجئے" زبیدہ نے عاجزی سے کہا۔

"تم اتنی بڑی چھ سال کی لڑکی ہو۔ کیا تم اپنے ہاتھ خود نہیں دھو سکتیں؟ چلو جلدی سے تم دونوں غسل خانے میں چلی جاؤ۔"

"اور میں کیا کروں خالہ جان؟ اماں تو میرا ہاتھ منہ خود دھلاتی ہیں" خورشید بولی۔

"زبیدہ تمہارے ہاتھ دھلا دے گی" میں نے سختی سے کہا۔

"فرحت" اماں نے بچوں کے اوپر چلے جانے کے بعد پکار کر کہا "تمہارے ماموں جان جمعرات کے دن ہمارے ٹاؤن ہال میں شیر کے شکار پر لکچر دینے والے ہیں۔ وہ شیر کے شکاری ہیں۔"

"سچ مچ! پھر تو یہ بہت اچھا لکچر ہوگا" میں نے کہا "مگر جمعرات تو کل ہے۔"

"ہاں آپ ہم سے ملنے کے لئے ایک دن پہلے آ گئے ہیں" اماں نے کہا۔ "اب مجھے ایک جلسے میں جانا ہے۔ اسکے بعد ایک جگہ کھانے کی دعوت ہے اور شام کو چائے کی۔ بھائی صاحب آپ شام کو میرے ساتھ چائے کی دعوت میں کیوں نہیں شریک ہوتے؟ بہت سے لوگوں سے ملاقات ہو جائے گی۔"

مجھے ابا کے چائے کی دعوتوں سے انکار کرنے کے بہت سے بہانے یاد تھے مگر ماموں جان کا بہانا بالکل نرالا تھا۔ اُنہوں نے کہا کہ میں نہیں جا سکتا مجھے مگرین کی شکایت ہے۔"

"مگرین کیا بیماری ہے" میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

"تو تم بہت خوش قسمت ہو کہ تم نے اب تک اس بیماری کا نام نہیں سنا" ماموں جان نے عجب طرح اپنی ڈاڑھی کو ہلا کر مسکرا کر کہا۔ "یہ ایک طرح کے سر کے درد کا نام ہے۔"

"صرف سر کا درد" میں نے بے پروائی کے لہجے میں دریافت کیا۔

"یہ درد نپولین کے بھی ہوا کرتا تھا" ماموں جان نے رکتے ہوئے فرمایا "کس قدر عجیب بات ہے کہ ہر ایک چھوٹے قد کے آدمی کو نپولین کی ہر ایک بات کی خبر ہوتی ہے۔"

"مگر میں نے آجتک کہیں نہیں پڑھا کہ سر کے درد کی وجہ سے اُس نے کوئی لڑائی ملتوی کر دی ہو" میں نے جوش سے کہا "اور یہ تو صرف چائے کی دعوت ہے۔"

"فرحت ہوش میں آؤ" اماں غصہ سے بولیں۔ اماں کو کیا معلوم آج کل ایسی ہی باتیں کرنے کا فیشن ہے۔ "اگر بھائی صاحب نہیں جانا چاہتے تو میں بھی ان کو مجبور کرنا نہیں چاہتی۔ میں چاہتی تھی کہ آپ کے آرام کے خیال سے گھر ہی میں رہوں۔ مگر کیا کروں میرا جانا ضروری ہے۔ لیکن مجھے اُمید ہے کہ فرحت آپ کا خیال رکھے گی" اماں نے ان سے معافیوں کے پل باندھتے ہوئے اب مجھ پر بہت ساری ذمہ داریاں تھیں۔ ایک تو ان چھوٹے بچوں کا سنبھالنا۔ پھر کپڑے سینے اور ماموں جان جیسے شکاری سے دل بہلانا جن کو مگرین کا عارضہ تھا۔ یہ سب میری خاموش زندگی میں خلل ڈالنے کے لئے کافی تھا۔

بہر حال میں ماموں جان کو ان کی اٹاچی کیس سمیت کوٹھے پر لے گئی۔ میں خوشی خوشی کام کر رہی تھی مگر دل میں سوچ رہی تھی کہ یہ سب آفتیں مجھ پر ایک ہی دن کیوں نازل ہو گئیں۔ وہ نیچے آکر مجھ سے باتیں کرنا چاہتے تھے مگر مجھے ایکدم

خیال آیا کہ بہت دیر سے بچے نہیں دکھائی دئے۔

میں نے سیڑھیوں پر قدم رکھا تو مجھے ان کے زور زور سے ہنسنے اور اونچی ایڑی کے جوتے پہن کر چلنے کی آواز آئی۔ میں کمرے میں داخل ہوئی تو دیکھا زبیدہ میری سب سے خوبصورت ساڑھی پہنے کھڑی ہے۔ اور خورشیدہ نے میری گلابی بنارسی ساڑھی لپیٹ رکھی ہے اور اس پر عطر کی شیشی اُلٹ رہی ہے۔ میں دروازے میں حیران اور پریشان کھڑی ان کا تماشہ دیکھ رہی تھی۔ خورشیدہ نے مجھے وہاں کھڑا دیکھا تو ساڑھی سمیٹتی میرے پاس آئی "خالہ جان ذرا سونگھئے تو مجھ میں سے کیسی اچھی خوشبو آرہی ہے" وہ میری طرف کچھ اس طرح دیکھ کر مسکرائی کہ مجھے کچھ کہنے کی ہمت نہ ہوئی مگر زبیدہ پر بہت غصہ آیا کیونکہ وہ کافی بڑی تھی۔

"زبیدہ! میں نے چیخ کر کہا: "شیطان کہیں کی یہ کیا کر رہی ہے؟"

"ہم لوگ مہان مہان کھیل رہے ہیں" اس نے غم اور غصے کے لہجے میں جواب دیا۔ "اماں ہمیں برسات میں اکثر ایسے کھیل کھیلنے کو کہتی ہیں۔"

"مگر اپنے نئے کپڑے تمہیں نہیں دیتی ہوں گی" میں جلدی جلدی اپنی ساڑھیاں تہ کرنے لگی جو اب پرانے چیتھڑے معلوم ہوتی تھیں۔

"ہمیں کیا معلوم تھا کہ یہ نئے ہیں" اس نے سبکیاں لیتے ہوئے کہا۔ "ہم سمجھے تھے کہ یہ پرانی ہوں گی۔ اور تم نے مجھے شیطان کیوں کہا۔ تمہیں مجھے گالیاں دینے کا کچھ حق نہیں۔ تم ہی شیطان کٹنی ہو اللہ کرے تم مرجاؤ۔"

اُس نے ایک دم سے چیخ چیخ کر رونا شروع کیا۔ اس کی دیکھا دیکھی خورشیدہ بھی رونے لگی۔ میں ان کو کسی طرح سمجھا بجھا کر نیچے کمرے میں لائی اور کپڑے لے کر سینے بیٹھی۔

"اچھا ہم ڈاکے کا کھیل کھیلیں گے۔" اُنہوں نے مجھ سے کہا اور سب کرسیاں خوشی خوشی کھینچ کر ابا کی میز کے پاس کرلیں تاکہ کھلی جگہ مل جائے۔ اُنہوں نے سب قالینوں کو گچھا کر دیا۔ ایک بڑھیا کرسی کا ہتھا توڑ دیا۔ مگر میں نے کچھ نہیں کہا۔ اور سوچا کہ اگر میں نے کچھ کہا تو خبر نہیں کیا کر گذرے گی۔ خیر میں کسی طرح ان کی طرف سے خیال ہٹا کر کپڑے سینے میں لگ گئی۔ میں نے ایک دم ان کی طرف دیکھا تو کیا دیکھتی ہوں۔ کہ وہ ابا کے وہ خط کھولے کھڑی ہیں جو وہ سوائے اماں کے اور کسی کو نہیں دکھاتے۔

"دیکھو زبیدہ تم ان کو ہاتھ مت لگاؤ" میں نے نرمی سے کہا۔ "اب تمہیں ابا کے خطوط کی بھی ضرورت ہے؟"

"یہ ہی تو اصلی کھیل ہے" زبیدہ نے سمجھاتے ہوئے کہا۔ "ہم خط بانٹنے جا رہے تھے۔"

"اگر تمہیں ایسے اُلٹے سیدھے کھیل کھیلنے ہیں تو کچھ کھیلنے کی ضرورت نہیں۔ سب چیزیں اپنی جگہ پر رکھ کر خاموش بیٹھ جاؤ۔ تم ابا کے خطوں سے ڈاکیہ ڈاکیہ نہیں کھیل سکتیں۔" میں نے خطوں کو الماری پر احتیاط سے رکھ دیا جہاں اُن کا ہاتھ نہیں جاسکتا تھا۔ اور پھر کپڑے سینے بیٹھ گئی۔ "تم بہت خراب ہو خالہ جان خدا کرے تم مرجاؤ۔" زبیدہ نے غصے سے کہا اور دونوں نے پھر رونا شروع کر دیا۔

ایک آستین سینے کے بعد جو میں نے نظر اُٹھائی تو کیا دیکھتی ہوں کہ خورشیدہ قلم دوات میں ڈبو کر سفید کشن پر جو اماں کو بہت عزیز تھا کچھ لکھ رہی ہے۔ میں نے جلدی سے بھاگ کر اس کے ہاتھ سے قلم چھین لیا۔

"ارے خالہ جان" زبیدہ نے ہنس کر کہا "ہم تو آپ سے مذاق کر رہے تھے دیکھئے دوات تو بالکل خالی ہے۔ مگر یہ بہت گندی ہے۔ ہم ماما کو دھونے کے واسطے دے آئیں؟" یہ کہہ کر دونوں کمرے سے باہر چلی گئیں۔ مگر پانچ منٹ کے بعد واپس آئیں تو میں ان کا منہ تکتی رہ گئی۔ میں نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ منہ اور خوبصورت ریشمی کپڑے سب لال روشنائی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ میں حیران تھی کہ اس سوکھی ہوئی دوات میں سے اتنی روشنائی کیسے نکل آئی۔

"یا اللہ! یہ تم نے کیا کیا!!" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"دیکھو اب کیسی صاف ہو گئی ہے" زبیدہ دوات کو مجھے دکھاتے ہوئے بولی "دیکھئے ہم نے کیسا اچھا کام کیا ہے" ان دونوں نے داد خواہی کے لہجے میں کہا۔

"زبیدہ نے اس میں پانی ڈالا تو خوب چھینٹیں اڑیں" خورشیدہ نے خوش ہو کر کہا۔

"ہمیں کام کرنے میں بہت مزا آتا ہے" زبیدہ بولی "اکثر اسکول میں استانی جی ہم سے یہ کھیل کھلواتی ہیں۔ ہم کمرے کے دروازے پر بیٹھیں گے۔ اور آپ ہمیں کام کرنے کو دیجئے۔ مگر تھوڑی دیر بعد ان کا اس سے بھی جی بھر گیا۔ میں نے خورشیدہ سے دیا سلائیاں گننے کو کہا مگر اس کا اس میں جی نہ لگا۔ پھر انہوں نے ایک اور کھیل کھیلا۔ وہ میں بالکل نہ سمجھ سکی۔ سوائے اس کے کہ وہ سارے کمرے میں بھاگ رہی تھیں۔ پھر انہوں نے کھیل کھیل میں ایک دوسرے کو برا بھلا کہا۔

"تم دونوں ادھر آؤ" میں نے کہا۔ "اگر تم دونوں مل کر نہیں کھیل سکتیں تو میں تم کو کمرے میں بند کر دوں گی"۔ مجھے کہنے کے بعد خیال آیا کہ میں نے کیا کہہ دیا۔ بچپن میں اماں ہم سے کہتی تھیں تو ہمیں غصہ آیا کرتا تھا۔

ساڑھے بارہ بجے میں نے خدا کا شکر کیا کہ آدھا دن تو گزر گیا۔

"چلو ہم لوگ چل کر ہاتھ منہ دھو لیں" میں نے خوشی کے لہجے میں کہا۔ "دیکھو ماما کہہ گئی ہے کہ کھانا تیار ہے۔ اور ہم میں سے ایک نے بھی اب تک ہاتھ نہیں دھوئے"۔

"میں نے ابھی ہاتھ دھونے کے متعلق کہتے سنا تھا میرے ہاتھ صاف ہیں بیگم صاحب"۔ اب ماموں جان بھی آموجود ہوئے جن کو میں بالکل بھول گئی تھی۔

"خدا کا شکر وہ دونوں تو چلی گئیں"۔ میں نے خوشی کے لہجے میں کہا۔ میں نے ماموں جان کے ہاتھوں پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ ان پر زخموں کے بہت سے نشان ہیں۔ اور ان میں میل بھرا ہوا ہے۔ مجھے ان کے ہاتھ دیکھ کر اتنی گھن آئی کہ میں نے منہ پھیر لیا۔

میں خوشی خوشی کھانا شروع کرنے ہی والی تھی کہ دونوں بچیاں چیخیں۔ "پہلے بسم اللہ تو کر لو۔ اب ان دونوں میں لڑائی ہونے لگی کہ کون پہلے بسم اللہ کرے۔ "اچھا دونوں مل کر کر لو"۔ ماموں جان نے کہا ان کو کیا معلوم تھا کہ یہ کس قسم کے بچے ہیں۔ غرض یہ کہ یہ جھگڑا ابھی ختم ہوا۔ اور سب کھانے میں مشغول ہو گئے۔

اب گائے زبان میز پر آئی تو زبیدہ نے اور خورشیدہ نے ایک زبان ہو کر پوچھا "یہ کیا چیز ہے" معلوم ہوتا تھا کہ ان کو پہلے کبھی اس کے کھانے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔

"گائے کی زبان" میں نے کہا۔

"بچاری گائے" زبیدہ نے افسوس سے کہا۔

ماموں جان ان کو سمجھانے لگے "فکر نہ کرو۔ اس کو اب اپنی زبان کی ضرورت نہیں پڑے گی"۔

"تو کیا وہ مر گئی" زبیدہ نے پوچھا۔
"ہاں بالکل مر گئی ہے" ماموں جان نے جوش سے جواب دیا۔
اِس کے بعد زبیدہ اور خورشید بے فکر ہو کر کھانے لگیں۔ مگر مجھے معلوم ہوا کہ ان کی باتوں سے میری بھوک ختم ہو گئی ہے یہ ایک طرح سے اچھا ہوا ورنہ کھانا ضرور کم ہو جاتا۔ کیونکہ میں نے ماموں جان جیسا کھانے والا آج تک بھی نہیں دیکھا تھا رشید میرا خالہ زاد بھائی اتنا نہیں کھاتا تھا۔
"تم ابھی اتنی ساری ذمہ داریاں اُٹھانے کے لئے بہت چھوٹی ہو" وہ مجھے غور سے اوپر سے نیچے تک دیکھنے لگے۔ اور میں سوچنے لگی کہ غیر شادی شدہ لڑکیاں اس کا کیا جواب دیا کرتی ہیں۔
"کیا یہ ہم سے کچھ کہہ رہے ہیں" زبیدہ نے پوچھا۔
"میری عمر اتنی کم نہیں جتنی آپ سمجھ رہے ہیں" میں یہ کہہ کر شرما گئی "کیا آپ کم سنی کی شادی کے مخالف ہیں؟"
ماموں جان نے ایک عجیب سی آواز نکالی مگر ایک دم ہوش میں آگئے "اس وقت تو" انہوں نے کہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔
ہاں۔۔۔۔۔۔۔ یہ بچی بہت خوبصورت ہے" ماموں جان نے زبیدہ کی طرف اشارہ کیا "اپنی عمر سے بہت بڑی معلوم ہوتی ہے۔
میں نے زبیدہ کی طرف تجربہ کار ماں کی طرح دیکھا "میں تو سمجھتی ہوں زبیدہ ہر لحاظ سے اپنی عمر کے مطابق ہے۔ یہ چھ سال کی ہے"
"خدایا" ماموں جان نے کہا "خدایا چھ سال کی ہے"
"اور میں چار سال کی ہوں جائیے یہ بھی خدا کو کہہ دیجئے" خورشیدہ نے کہا۔
"اوہو! بہت اچھا۔۔۔۔۔ بہت اچھا" کہہ کر وہ پھر زبان کھانے میں مشغول ہو گئے۔ اور گھبراہٹ میں مُسکرانے لگے۔ "میرا خیال ہے تم اپنی اماں کو بہت مدد دیتی ہو گی۔ وہ جو کچھ کہیں وہ کر نا چاہو۔ نا پوچھنا۔ کیا تم کچھ سینا پرونا بھی جانتی ہو؟"
"ہم کو سینا نہیں آتا مگر اماں کے سینے کے کچھ کپڑے وہاں کمرے میں رکھے ہیں" زبیدہ نے جواب دیا۔
"واقعی! مگر میں نے خیال نہیں کیا" ماموں جان نے حیرت سے کہا۔
"وہ پانچ چھوٹے بچوں کے کپڑے ہیں" زبیدہ نے کہا۔
ان پر کچھ غشی سی طاری ہو گئی۔ مجھے بہت شرم آئی کہ آخر یہ کیا بکواس شروع ہو گئی۔ ماموں جان نے ایک زور کا قہقہہ مارا۔
"مگر وہ میرے نہیں ہیں۔ لیکن میں چھوٹی عمر میں شادی ہونا اچھا سمجھتی ہوں"
کھانا کھانے کے بعد میں ان دونوں بچوں کو حمام میں لے گئی۔ مجھے اس دن کے اس بری طرح گزرنے پر بہت غصہ آرہا تھا۔
"میرا خیال یہ ہے کہ اب تم دونوں کو تھوڑی دیر سو جانا چاہیئے" میں نے سوچا کہ اگر آج یہ سارے دن سوتی ہی رہیں تو کیا اچھا ہو۔ بس تمہیں الگ الگ کمروں میں سلاؤں گی چیخیں نہ مارنا اور نہ مجھے گھڑی گھڑی بلانا"
"یہ ترکیب کس نے سوچی آپ نے یا ڈاڑھی والے آدمی نے" زبیدہ نے پوچھا۔
"تمہیں اس سے کیا مطلب" میں نے تنگ آکر کہا "میں جو کہوں وہ کرو۔ ورنہ بہت بُرا ہو گا"
"کیا بُرا ہو گا" زبیدہ نے دریافت کیا۔
"میں نیچے جا رہی ہوں تمہارے لئے کچھ سزا سوچوں گی"

"آپ کے سر کا درد اب معلوم ہوتا ہے کہ بالکل ٹھیک ہوگیا ہے"۔ میں نے واپس آکر ماموں جان سے پوچھا۔ "اب تو آپ اماں کے ساتھ چائے کی دعوت میں شریک ہو سکتے ہیں"۔

"نہیں میں نہیں جا سکتا۔ ماموں جان نے ہنستے ہوئے فرمایا۔" اس دعوت کے خیال سے ہی میرے سر میں درد ہونے لگا"۔

"کچھ اور باتیں کیجئے۔ مجھے آپ کی باتوں میں بہت مزا آتا ہے۔ مگر آپ کو چائے کی دعوتیں پسند کیوں نہیں؟"

وہ اپنی داڑھی کو عجیب طرح سے ہلا کر بولے۔ "مجھے اکثر لوگوں نے کہا ہے کہ لکچرار کو چائے کی دعوتوں میں نہیں جانا چاہیے۔ اگر لوگوں نے مجھے چائے کی دعوت میں دیکھ لیا تو ٹاؤن ہال میں مجھے دیکھنے اور لکچر سننے کون آئے گا۔ اور کون لکچر کا ٹکٹ خریدیگا"۔

"یا اللہ!..... لوگ لکچروں سے بھی روپیہ پیدا کرتے ہیں"۔ میں نے گھبرا کر حیرت سے پوچھا۔

ماموں جان کو بہت غصہ آیا اور چائے کی دعوت میں جانے سے بالکل انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ "میں نے ساری عمر شکار میں گذاری اور اب لکچر دے کر دوسرے موقعے کے لئے کچھ رقم جمع کرنا چاہتا ہوں"۔ پھر انہوں نے بتایا کہ ایک زمانے میں وہ ہوائی جہازوں کی فوج میں نوکر تھے۔ اور میجر کے درجے تک پہنچ گئے تھے۔ مگر معلوم ہوتا تھا کہ ماموں جان نے اپنی داڑھی کبھی نہیں مونڈی تھی۔ کیونکہ اس داڑھی کی وجہ سے اتنے بڑے آدمی ہوتے تھے۔ ابھی وہ اپنی تقریر ختم کرنے نہیں پائے تھے کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بجنی شروع ہوئی۔ اور جب تک میں نے جا کر آلہ نہ اٹھا لیا وہ بجتی ہی رہی۔

"ہلو۔ کیا تم ہو فرحت بیگم" رشید کی آواز آئی۔

"بولئے کیا کہنا ہے۔ کیا آپ ہیں رشید؟"

"اہو! تم ہو بیگم صاحب"۔ رشید نے کہا۔

"یہ آپ مجھے بیگم کا خطاب کیوں دے رہے ہیں؟"

"تم کبھی گھر سے نہیں نکلتیں اس لئے میں نے بیگم کہہ دیا"۔ رشید نے کہا۔ "اچھا اگر میں اس وقت آجاؤں تو کچھ حرج تو نہیں؟"

"آج میں بہت مصروف ہوں ذرا بھی فرصت نہیں"۔ میں نے جوش کے ساتھ کہا۔ "میں آج اماں کا پارٹ ادا کر رہی ہوں"۔

"اس بکواس سے تمہارا کیا مطلب ہے؟" رشید نے زور سے دریافت کیا۔

"میں رقیہ کے دونوں بچوں کی دیکھ بھال کر رہی ہوں" پھر رشید بہت دیر تک ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے مگر آخر میں میں نے تنگ آکر ان کو خاموش کر دیا۔ کیونکہ ان کی آواز اتنی دور سے کچھ اچھی نہیں معلوم ہوتی۔

میں جب واپس آئی ماموں جان کو پھر اپنے میں محو پایا۔ خیر میں نے ان سے ادھر ادھر کے سوالات کئے۔ تھوڑی دیر میں زبیدہ اور خورشیدہ اوپر سے چیختی ہوئی آئیں "ہم جاگ اٹھے خالہ جان ہم جاگ اٹھے"۔

"یہاں آؤ"۔ میں نے کہا اور جو کرتہ میں سی رہی تھی اسے رکھ دیا۔ اس غل شور سے ماموں جان کو بھی کچھ غصہ آیا جس سے مجھے بہت خوشی ہوئی۔

"جب ہم اوپر سو رہے تھے تو آپ نیچے کیا کر رہی تھیں"۔ زبیدہ نے پوچھا۔

"ماموں جان سے باتیں کر رہی تھی"۔

"کیا باتیں خالہ جان؟"

"مختلف چیزوں پر باتیں کر رہے تھے۔ مثلاً شیروں کے متعلق"۔

"اوہو کیا وہ شیروں کے متعلق بھی جانتے ہیں۔ خالہ جان ان سے کہیئے کہ ہمیں کوئی کہانی پڑھ کر سُنائیں"۔

"مگر میرے پاس کوئی کہانی کی کتاب نہیں ہے میں نے بڑے ہونے کے بعد وہ دوسروں کو دیدیں مگر ماموں جان تم کو ایک شیر کی کہانی سُنائیں گے"۔

اُنہوں نے اُن کو ایک کہانی سُنائی وہ کہتے تھے کہ بالکل سچی کہانی ہے۔ یہ کہانی ایک چرواہے کی تھی۔ اس کی گائیں اتنی مضبوط تھیں کہ اُنہوں نے اُسے شیر کے پنجے سے چھڑا لیا تھا۔ جب کہانی ختم ہو گئی تو زبیدہ جو کہانی سُننے کے دوران میں سہمی بیٹھی تھی بڑی بہادری سے کہنے لگی "اگر میرے سامنے کوئی شیر آجائے تو اُس کے پیٹ میں اس زور سے لات ماروں کہ وہ وہیں مر جائے"۔

"شیر کیسا ہوتا ہے شیر کی صورت کیسی ہوتی ہے" خورشیدہ نے پوچھا۔

"اس کے ہر ایک پنجے میں پانچ ناخن ہوتے ہیں" اُنہوں نے اپنی جیب میں سے ایک دم سے ایک بڑا سا پنجا نکالا "یہ ایک آدم خور کا پنجا ہے جس کا میں نے شکار کیا تھا" مگر زبیدہ اور خورشیدہ بالکل نہ ڈریں۔ بلکہ غور سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ اگر تم اس شیر کا سر دیکھنا چاہتی ہو تو وہ اوپر ڈبے میں بند ہے لے آؤ۔

"ہاں ضرور" کہہ کر زبیدہ اصلی مردم خور کا سر لینے کے واسطے بھاگی خورشیدہ بھی اس کے پیچھے گئی۔

"جب آپ شیروں کے متعلق باتیں کرتے ہیں تو بہت اچھا معلوم ہوتا ہے" میں نے کہا۔

"شیروں کا حال معلوم کرنا بہت دلچسپ کام ہے" ماموں جان نے کہا "مثلاً جب وہ شکار کرتا ہے"۔

میں ایک سیون اُدھیڑنے میں مشغول تھی۔ اور میں اُن کی باتوں کو زیادہ غور سے نہیں سُن رہی تھی۔ مجھے ایک دم ایسا معلوم ہوا کہ میری ہڈیاں ٹوٹ رہی ہیں۔ ماموں جان نے بغیر آہٹ کے پیچھے سے آکر ایک ہاتھ سے میرا کندھا پکڑ لیا تھا اور دوسرے سے میری گردن۔ میری ہڈیوں میں سے عجب طرح کی آواز نکلی۔ اور قبل اس کے کہ میں اپنے آپ کو سنبھالوں یا معلوم کروں آخر یہ کیا ماجرا ہے اُنہوں نے ایک جھٹکا دیا۔

"آداب عرض ہے بیگم" رشید نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔ میں گھبرا کر ان سے ملنے کے لئے مُڑی۔

"کہیں تمہیں چوٹ تو نہیں لگی" ماموں جان نے گھبرا کر پوچھا۔

میں نے رشید کی طرف دیکھا اور مُسکرانے کی کوشش کی۔ مگر آج ان کو خوش کرنا بہت مشکل تھا "آپ دروازہ کھٹکھٹائے بغیر لوگوں کے گھروں میں کیوں گھُس آتے ہیں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں ........"

"کہ ہر ایک کے گھر میں کیا ہوتا رہتا ہے" رشید نے کہا "اچھا آنے دو۔ اپنی اماں کو"۔

ماموں جان نے موقعے کی نزاکت کا فوراً اندازہ کیا۔ اس وقت تو میں بہت گھبرائی ہوئی تھی۔ مگر بعد میں خیال آیا کہ ماموں جان بجائے اس کے کہ چونک پڑتے اسی طرح اپنے ہاتھ میرے کندھے پر رکھے رہے یہاں تک کہ اُنہوں نے اپنا پورا ایکٹ ختم کر دیا۔ اُنہوں نے بغیر گھبرائے سب کچھ کر دیا۔ وہ یہ بتا رہے تھے کہ شیر کیسے شکار کرتا ہے "اس طرح مروڑ کر پہلے اپنے شکار کی ریڑھ کی ہڈی توڑ دیتے ہیں پھر دونوں رانیں"۔

جب ماموں جان اپنا بیان ختم کر چکے تو میں نے کہا "اتنا گھبراؤ نہیں رشید یہ شیخ صاحب ہمارے ماموں ہیں" اور ٹاؤن ہال میں شیروں کے شکار کے متعلق لکچر دینے والے ہیں اور یہ رشید ہیں ماموں جان میرے خالہ زاد بھائی"۔

"آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ رشید صاحب" یہ کہکر اُنہوں نے رشید کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"اور مجھے بھی بہت خوشی ہوئی" رشید مسکرا کر بولا۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ ان کا غصہ ختم ہو چکا تھا "مگر تم نے ٹیلیفون پر ان کا ذکر نہیں کیا۔

"اور آپ نے پوچھا کب تھا؟"

اُنہوں نے گھور کر میری طرف دیکھا۔ مگر اب ان کی صورت سے غصہ ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ قبل اس کے کہ وہ کچھ کہتے اوپر سے چیخنے کی آواز آئی۔

"اِدھر آیئے خالہ جان دیکھئے زبیدہ کو کیا ہو گیا ہے۔"

"خدایا! خورشید پاگل مت بنو" میں اس بکواس سے گھبرا گئی تھی "مرے ہوئے شیر کا سر تمہیں کوئی تکلیف نہ دیگا۔ ڈرپوک۔ تم تو اسے دیکھنا چاہتی تھیں اب لانے سے کیوں ڈر رہی ہو۔ چلو جلدی لاؤ۔

"مگر....."

"مگر کیا۔ تمہیں تمہاری اماں نے لڑنے جھگڑنے سے منع نہیں کیا" میں نے دیکھا کہ آخر اس کی ڈری ہوئی صورت کواڑ کے پیچھے غائب ہو گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد زبیدہ کے ساتھ آئی۔ جس کے ہاتھ میں شیر کا سر تھا۔ اور اُس کا منہ اپنے طرف سے پھیرے ہوئے تھی۔ اس کا ڈر بالکل بجا تھا۔ اگر کوئی اور بھی اس کو دیکھتا تو ضرور ڈر جاتا۔

ماموں جان جب سے سمجھا رہے تھے تو وہ دونوں ڈری ہوئی خاموش بیٹھی تھیں۔ اُنہوں نے کہا کہ "یہ شیر آدمیوں کو کھانے والا ہے کیونکہ اس کے دانت زرد پڑے ہوئے اور ٹوٹے ہوئے ہیں۔ مردم خور اکثر بوڑھے گٹھیا کے مارے ہوتے ہیں" مگر میں نے کبھی نہیں سُنا تھا کہ شیروں کو بھی گٹھیا کا مرض ہوتا ہے "وہ تندرست شیر کی طرح پُھرتی سے شکار نہیں کر سکتے" ماموں جان نے کہا "اس لئے مردم خور ہو جاتے ہیں۔ ان کے دانت زیادہ کام نہیں آتے اس لئے زرد پڑ جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ آدمی کے ہاتھ پاؤں آسانی سے توڑ سکتے ہیں"

جب تک آپ ان کے دانتوں پر زردی نہ دیکھ لیں آپ ان کا شکار نہیں کرتے" رشید نے مُسکرا کر کہا۔ اب ان کا غصہ ختم ہو گیا تھا۔ اور وہ آدمی بن گئے تھے۔

میں ہنسی مگر ماموں جان نے کہا "یہ ٹھیک ترکیب نہیں۔ ہمیں دھاڑتے ہوئے شیر کو دیکھتے ہی گولی چلا دینی چاہیئے" مجھے حیرت ہے کہ بچوں نے ماموں جان سے دھاڑ کر بتانے کو کیوں نہیں کہا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ کہانی بالکل نہیں سن رہے تھے۔ اصل میں وہ شیر کا سر دیکھنے سے پہلے نہ سمجھ سکے کہ شیر کیا بلا ہے۔

"ہم لوگ جب اوپر گئے ہیں تو بہت ڈر گئے تھے خالہ جان" زبیدہ نے خورشید کی طرف دیکھ کر کہا۔

"مگر اب ڈرنے کی کوئی بات نہیں" میں نے اُنہیں سمجھاتے ہوئے کہا۔

"آپ کو اکثر شیر کے شکار میں بہت مشکلیں پیش آتی ہوں گی۔ اور اکثر موت کے منہ سے بال بال بچے ہونگے۔ اور مردم خور شیروں کا شکار کرتے ہوئے تو بہت حادثے پیش آتے ہوں گے" میں نے خاموشی کو توڑنے کے لئے کہا۔

کیا آپ سمجھتی ہیں میں نے اس معمولی سی بات سے ماموں جان کے خیالات کی توہین کی ہو گی۔ مگر وہ غصے سے پاگل ہو گئے۔ اور کہنے لگے "اگر شکاری کہے کہ میں موت کے منہ سے بال بال بچا ہوں تو وہ اناڑی ہے ناتجربہ کار ہے جھوٹا ہے" اُنہوں نے بیان کرنا شروع کیا کہ شیر کا شکار بہت آسان اور محفوظ کھیل ہے۔

ساتھ والے کمرے میں سے عجب قسم کی آواز آرہی تھی۔ ہم لوگ اُسے غور سے سُننے لگے۔ الیسا معلوم ہوتا تھا کہ کہیں سے پانی گر رہا ہے۔ بچوں کے چہرے خوف سے زرد پڑ گئے تھے۔ کمرے کی طرف بھاگی جیسے شیر نے مجھ پر حملہ کیا ہے۔

پانی چھت سے میز پر گر رہا تھا سب کتابیں بھیگ گئی تھیں۔ اور نیچے سارا فرش بھیگ گیا تھا۔

"یہ کیا معاملہ ہے؟" رشید نے کہا۔

ہم لوگ اوپر گئے تو دیکھا کہ پورا حمام پانی سے بھرا ہوا ہے۔ فرش پر چار پانچ انچ پانی کھڑا ہوا تھا۔ ہم سب پانی خشک کرنے میں لگ گئے۔ اور خورشید نے جلدی جلدی کر کے میرے سلے بے سلے کپڑوں سے پانی سوتنا شروع کیا۔ اور میری سب محنت اکارت گئی۔ جب ہم نیچے آئے تو میں نے دیکھا کہ رقیہ اور اُس کا شوہر واپس آگئے ہیں اور زبیدہ اور خورشیدہ ان کو پورا قصہ بہت زور شور سے سُنا رہی ہیں۔

"یہ دیکھو میں تمہارے اور تمہاری اماں کے واسطے پھول لائی ہوں" رقیہ نے میری حالت دیکھکر انجان بنتے ہوئے کہا۔ "زبیدہ اور خورشیدہ کی خبرگیری کرنے کا میں بہت بہت شکریہ ادا کرتی ہوں" اور بجائے اِسکے کہ وہ بچوں سے باتیں کرتی اُن کو خاموش کر دیا اور اپنے شوہر سے بچوں کی تعریف کرنے لگی۔

"معاف کرنا میں نے کپڑے پورے نہیں کئے" میں نے بات کو بدلتے ہوئے کہا۔ اِس ڈر سے کہ کہیں مجھ کو بھی تعریف نہ کرنی پڑ جائے۔

"تم نے تو شرط کی تھی بیگم" وہ عجب طرح سے مُسکرا کر میری طرف دیکھنے لگی۔ میں نے شک کی نظر سے اُس کو دیکھا پھر خاموش ہوگئی آخر کہہ کیا سکتی تھی؟

"خدا حافظ خالہ جان" زبیدہ اور خورشیدہ نے موٹر میں بیٹھنے کے بعد کہا: "آبا جان آپ نے کہا تھا کہ ہم اگر اچھا کام کریںگے تو آپ ہمیں مٹھائی دیں گے اب لائیے مٹھائی"

ان کے شرارت نہ کرنے پر ان کو مٹھائی انعام میں مل رہی تھی۔ اگر وہ لوگ میرے بس میں ہوتے تو میں ان کو ہفتہ بھر کھانا نہیں دیتی۔ مگر رقیہ موٹر میں بیٹھنے تک ان کی تعریف کرتی رہی۔ ماں کی محبت بھی کیا عجب چیز ہوتی ہے۔ ان کو اپنے بچوں کے عیوب نظر ہی نہیں آتے۔ اور ان کی معمولی سی خوبیاں نظر آتی رہتی ہیں۔ میں پھر ماموں جان اور رشید سے باتیں کرنے میں مشغول ہوگئی۔ مگر میں اب کم سنی کی شادی کی سخت مخالف ہوگئی تھی۔

معتصمہ الرحمٰن (حیدرآباد دکن)

**آپ کا خریداری نمبر بدل گیا ہے** ۔اسی رسالہ کے ریپر پر اسم گرامی سے قبل ملاحظہ فرما کر نوٹ کر لیجیے اور جب ہمیں خط لکھیں براہ کرم یہ جدید خریداری نمبر ضرور تحریر فرما دیں ورنہ آپ کے ارشاد کی تعمیل نہ ہو سکے گی۔

منیجر

# سیاست ہند

از محترمہ شائستہ اختر بانو سہروردی بی۔اے۔ (آنرس)

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

## کمیونل اوارڈ

برٹش گورنمنٹ نے فرقہ وارانہ فیصلہ ہندوستانیوں پر چھوڑ دیا۔ کہ وہ خود آپس میں ایک سمجھوتہ کرلیں۔ لیکن سمجھوتہ کی کوشش بے سود ثابت ہوئی اور بغیر اس فیصلہ کے کسی قسم کی مزید ترقی ناممکن تھی۔ بالآخر یہ فیصلہ ہوا کہ گورنمنٹ ہی اس گتھی کو سلجھائے۔

گورنمنٹ کے فیصلہ کا اعلان ابھی نہ ہوا تھا۔ اور اس بنا پر کہ اس اعلان میں کس فرقہ کو کیا حقوق ملیں گے۔ باہم انتہائی کشیدگی تھی۔ پنجاب میں سکھ اس خوف پر کہ مبادا مسلمانوں کو زیادہ حقوق مل جائیں کشت وخون پر آمادہ تھے۔ تو مسلمان بھی اپنے حقوق کی حمایت میں ہر طرح تیار تھے۔ دوسرے صوبوں میں ہندو مسلم تنازع برابر بڑھ رہا تھا۔

جب کیمونل اوارڈ کا اعلان ہوا تو مخالفت اور اعتراضات کی بوچھاڑ میں اس کا اندازہ لگانا بھی مشکل تھا کہ کیا تجویزیں ہوتی ہیں۔

ہندوؤں کے ہر اخبار ہر انجمن اور ہر کمیٹی نے اس کی مخالفت کی۔ کانگریس والوں نے اس کو گورنمنٹ کی ایک چال سمجھی جس سے مسلمانوں کی حمایت لینا منظور تھا۔ ہندوؤں نے اسے عام طور سے مسلمانوں کی طرفداری یعنی ان کے بیجا مطالبات کو پورا کرنا تصور کیا۔ کیونکہ کیمونل اوارڈ سے مسلمانوں کو جداگانہ حق انتخاب پنجاب اور بنگال میں دیا گیا تھا۔ اور اُن صوبوں میں جہاں ان کی تعداد بہت ہی کم تھی وہاں اُنہیں ویٹیج دیا گیا تھا۔

ہر اخبار کے صفحے کے صفحے اعتراضات اور مخالفت کے مضمونوں سے بھرے پڑے تھے۔ اور یہ مخالفت خالص فرقہ وارنہ تھی یہ اندازہ کرنا مشکل تھا کہ یہ مخالفت اس بنا پر بھی ہوسکتی ہے کہ جداگانہ انتخاب ایک حد تک جمہوری حکومت کے خلاف ہے۔

مسلمان بھی کچھ بہت خوش نہ تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ جتنے حقوق اُنہیں ملنے چاہئیں اُتنے نہیں ملے۔ یعنی بنگال اور پنجاب میں انہیں دوسرے فرقوں سے زیادہ سیٹیں تو ملیں لیکن تمام دوسرے فرقوں کو ملاکر جتنی ہوتی ہیں اُن سے کم۔ حالانکہ ان کی آبادی ان تمام فرقوں سے زیادہ ہے۔ ان صوبوں میں جہاں ان کی تعداد کم ہے انہیں ویٹیج کافی نہیں دیا گیا۔ اور اسکے برخلاف ان صوبوں میں جہاں ہندوؤں کی تعداد کم ہے انہیں بہت زیادہ ویٹیج دیا گیا ہے۔ اور سندھ کو الگ کرنے کی تجویز کے متعلق ہنوز فیصلہ نہیں کیا گیا تھا۔

سکھوں کی مخالفت کا تو یہ عالم تھا کہ روزانہ ڈر تھا کہ اب فساد ہوتا ہے۔ سکھ لیڈروں نے وائسرائے کو اس بات کا میموریڈم بھیجا کہ ان کے حقوق کا خیال نہیں کیا گیا بعض سکھ افسروں نے اپنی نوکری بھی چھوڑ دی جگہ جگہ اظہار ناراضگی کیا گیا۔ کیونکہ موجودہ حالت سے آیندہ حالت ان کے لئے زیادہ خراب ہوگئی۔

ہندوؤں کے لیڈروں نے کیمونل اوارڈ کو اسلامی حکومت کا پیش خیمہ مسلمانوں کے مطالبوں کی کامیابی مسلمانوں

کی طاقت کا مظاہرہ سمجھا۔

پہلے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہر طرف سے سوائے اعتراضوں کے کچھ کیمونل اوارڈ کو نصیب ہی نہ ہوگا لیکن آہستہ آہستہ لوگوں کے جذبات کا ہیجان کم ہوا اور بعضوں نے اس فیصلے کو اس وقت تک کے لئے مان لیا جب کہ کوئی فیصلہ مختلف فرقے کر سکیں۔ مسلمانوں نے بھی یہ سوچا کہ گو ان کے تمام مطالبات پورے نہ ہوئے تاہم موجودہ حالت میں یہ ہی غنیمت ہیں۔ اینگلو انڈین اور یوروپین تو فیصلے سے مطمئن تھے ہی۔ لیکن ہندو کسی طرح بھی اِس فیصلے کے ماننے کو تیار نہ ہوئے اور اب تک ان کی طرف سے خلاف کوششیں ہو رہی ہیں۔

# میثاق پونا

کیمونل اوارڈ کے خلاف اجتہاد کم ہو رہا تھا کہ گاندھی جی کے اِس اعلان سے پھر سیاسی دنیا میں ایک تہلکہ مچ گیا کہ اگر اچھوتوں سے جداگانہ حق انتخاب لیا گیا تو وہ فاقہ کشی کر کے جان دے دینگے۔

اس فیصلے کو سن کر ہندوؤں کو نہایت تعجب ہوا۔ خاصکر کانگریسی ہندوؤں کو جن کا دعوئے ہے کہ وہ ہر تجویز کو ملکی اور فرقہ وارانہ اصول پر نہیں جانچتے۔ اپنے لیڈر کے اس خالص فرقہ وارانہ مطالبہ کو پورا کرنے کے لئے راستہ نہ ملتا تھا۔ کیونکہ یہ مطالبہ ہندوؤں کے اتحاد اور ان کی طاقت بڑھانے کے لئے تھا۔ ملک کی طاقت یا مختلف فرقوں کے باہمی اتحاد سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔

اِس فیصلے کا اثر زیادہ دیرپا اور اہم ہو جاتا اگر اس فیصلے کے بعد ہی گاندھی جی اِس بات پر راضی نہ ہو جاتے کہ چند مخصوص نشستیں اچھوتوں کو دی جائیں۔ کیونکہ اس رضامندی کی بنا پر اچھوتوں کے لیڈر ڈاکٹر امبیدکر سے سمجھوتہ ممکن ہو گیا ورنہ گاندھی جی کے برت کی مدت جب بہت بڑھ جاتی تو اچھوتوں کے دوسرے لیڈر مسٹر راجا سے سمجھوتہ ہونے کو ہی کافی سمجھا جاتا اور گورنمنٹ پر زور ڈال کر اسی سمجھوتہ کی بنا پر جداگانہ انتخاب کا حق اچھوتوں سے چھین لیا جاتا۔ لیکن جب گاندھی جی نشستوں کی ایک خاص تعداد اچھوتوں کو دینے پر آمادہ ہو گئے تو پھر مخالفت ہی نہ رہی اور چار روز ہی میں اس کا فیصلہ ہو گیا۔

گاندھی جی کے زمانۂ فاقہ کشی میں ہندوؤں نے بہت بڑھ بڑھ کر اچھوتوں سے وعدے کئے کہ وہ مظالم جو اُن پر ہوتے رہے ہیں یک قلم موقوف کر دئے جائیں گے اور اُن سے برابری کا سلوک کیا جائے گا۔ بلکہ مختلف جگہوں میں جلسے کر کے اِسکا عملی ثبوت بھی دیا گیا اور ہندو اور اچھوت ایک ساتھ بیٹھے مندروں میں اور کنوؤں پر اچھوتوں کو آنے کی اجازت دے دی گئی۔ گو اب یہ جوش کچھ کم ہو چکا۔ مگر ہندوؤں کے اس رویّہ میں بالکل فریب یا دھوکہ نہ تھا۔ بعض حلقوں میں سنجیدگی کے ساتھ اِس بات کا احساس ہو رہا ہے کہ اچھوتوں کے ساتھ اب تک ہندوؤں کا سلوک انصاف اور انسانیت سے بعید رہا ہے اور اس کا کچھ سدِ باب ہونا چاہیئے۔ تاہم ابھی وہ دن جب ہندوؤں سے چھوت چھات کا بالکل خاتمہ ہو جائے بہت دور ہے۔ اور اب پنڈت مالویہ اور گاندھی جی بھی یہ جانتے ہیں کہ میثاق پونا کا یہ مطلب نہیں کہ باہم کھانا پینا شادی بیاہ ہوا کرے۔

اِس فاقہ کشی کا ایک نتیجہ شروع شروع میں یہ ہوا تھا کہ پھر مسلمانوں اور ہندوؤں میں کسی قسم کے سمجھوتہ پر پہنچنے کی اُمید قائم ہوئی تھی اور کوششیں کی گئیں تھیں۔ لیکن اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا کیوں ایک طرف تو ہندو یہ دیکھتے تھے کہ انہیں اچھوتوں کو سمجھوتہ کی بنا پر دوگنی سیٹیں دینی پڑیں جتنا کہ اوارڈ کے ذریعہ انہیں ملی تھیں۔ اور غالباً یہ صورت مسلمانوں سے بھی سمجھوتہ میں پیش آئے گی۔ اور ہندو اور کسی طرح پر بھی اپنے حقوق چھوڑنے پر راضی نہ تھے۔ دوسری طرف مسلمان ہندوؤں کی

طرف سے بدگمان تھے اور سمجھوتہ کی کوشش میں اپنے حقوق کی پامالی کی کوششیں نہ دیکھ سکتے تھے۔

# کانگریسیوں کا اسمبلی میں داخلہ

اب تک کانگریس والوں نے کونسل و اسمبلی سے کسی طرح کا تعلق نہ دکھایا تھا۔ ان کی مخالفت اور اعتراض جائز نہ تھا کیونکہ یہ صحیح طور پر لوگوں کے نمائندے نہیں کہلا سکتے تھے۔ گورنمنٹ ان کے اعتراض کا یہ جواب دے سکتی تھی کہ یہ پبلک کی آواز نہیں۔ کیونکہ تم ان کے نمائندے نہیں ہو۔ اس کے برخلاف اسمبلی کے ممبر ووٹس کے ذریعہ منتخب ہوئے ہیں۔ اور انہیں اعتراض و مخالفت کا حق ہوتا ہے۔ کیونکہ اسمبلی ملک کی آواز سمجھی جاتی ہے۔

کانگریسیوں نے دیکھا کہ انہوں نے گول میز کانفرنس کی مخالفت کی۔ سائمن کمیشن کی مخالفت کی۔ کمیونل اوارڈ کی مخالفت کی۔ لیکن کچھ شنوائی نہ ہوئی اور گورنمنٹ برابر یکے بعد دیگرے تجویزیں پاس کرتی جاتی ہے۔ اس لئے ان لوگوں نے اپنی پرانی روش جسے نان کواپریشن یعنی ترک موالات کہتے ہیں چھوڑ کر کونسل اور اسمبلی میں داخل ہونے کا ارادہ کر لیا۔ بعض کانگریسی ہمیشہ سے اس خیال کے تھے لیکن گاندھی جی ترکِ موالات کے حامی تھے۔ پر اب انہوں نے بھی ان کو اجازت دیدی کیونکہ ترکِ موالات سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ اور ان اصلاحات کے چرچے سے پہلے ۲۰-۱۹۲۲-۲۳ء میں کانگریس والوں کی یہ روش گورنمنٹ کو مفلوج کرنے میں کسی حد تک کامیاب ہو گئی تھی۔

کانگریس والوں کو اسمبلی کے داخلے میں کافی کامیابی ہوئی اور ان کی ایک بڑی تعداد اسمبلی کی نشستیں حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی اور اب اس کے سامنے یہ مقصد ہے کہ ہر اس تجویز کی جو گورنمنٹ پیش کرے مخالفت کی جائے اور قانون نہ بننے دیا جائے۔ لیکن جس خاص امر کو سامنے رکھ کر کانگریس اسمبلی میں داخل ہوئی وہ یہ ہے۔

۱۹۳۴ء میں جے۔ پی۔ سی رپورٹ چھپی تھی۔ اس کو گول میز کانفرنسوں اور سائمن کمیشن کی تجاویز کا نچوڑ سمجھنا چاہیئے اس رپورٹ میں ہندوستان کی آئندہ حکومت کے متعلق تجاویز تھیں اور یہ طے پا چکا تھا کہ یہ تجاویز جلد سے جلد عملی جامہ پہنیں گی۔ کانگریس والے اس غرض سے اسمبلی میں آئے ہیں کہ یہ ان کی قانونی طور سے مخالفت کر سکیں اور جدید اسمبلی کے پہلے ہی سیشن میں انہوں نے اس کے خلاف دھواں دھار تقریریں کیں اور اس کے خلاف ریزولیوشن پاس کئے۔

لیکن باوجود اس کے یہ رپورٹ اب انڈیا بل کی صورت میں پارلیمنٹ میں پاس ہو گئی ہے اور جلد ہی ہندوستان کا نظام حکومت اس کے مطابق ہو گا۔

(صفحہ ۵۰۰ کا بقیہ)

تو معاف کیجئے یہ سودا آپ کو بہت مہنگا پڑیگا۔ کیونکہ اس صورت میں آپ خفتہ شیرنیوں کو بیدار کر دینگے۔ جو حقوق حقوق کی چیخم دھاڑ سے آپ کے دل دہلا دیں اور مساوات کے پنجوں سے آپ کو زخمی کر ڈالیں گی۔ کیونکہ اگر آپ ہمارے مال کو جائز سمجھتے ہیں اور جبراً وصول کرنا روا رکھتے ہیں تو ہمیں بھی مجبوراً مساوات کا دعویٰ کرنا اور کہنا پڑے گا کہ آپ ہمیں برابر کا حقدار تسلیم کیجئے اور ترکہ میں سے نصف حصّہ ہمیں دیدیجئے جو خدا اور اُسکے رسول کا کھلا ہوا حکم ہے۔

رضیہ سلطان (امرتسر)

محترمہ ظفر جہاں صاحبہ کا مضمون اس موضوع پر سالگرہ نمبر میں دیکھا۔ جہیز کی رسم دن بدن ایسی مکروہ صورت اختیار کرتی جاتی ہے کہ اس کے خیال سے ہی بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ واقعی یہ ٹیکس ایک لعنتی ٹیکس ہے۔ اور اس کا جتنا بھی رونا رویا جائے کم ہے۔ بنگال میں اگر نقد روپیہ دیا جاتا ہے تو ہمارے ہاں یہ ٹیکس زیور کپڑے۔ برتن۔ فرنیچر۔ موٹر۔ کوٹھی وغیرہ کی صورت میں ادا کیا جاتا ہے۔ اِدھر والدین کی شامت اُدھر لڑکیوں کی بدقسمتی والدین کہتے ہیں کاش اسلام میں دختر کشی جائز ہوتی کہ اس زحمت سے نجات پاتے۔ ادھر لڑکیاں سوچتی ہیں خودکشی حرام موت نہ ہوتی تو اس بے عزتی سے بچتے۔ آخر کریں تو کیا کریں۔ دُنیا نام و نمود کی خاطر مری جاتی ہے۔ شہرت کی آرزو جنون کی صورت اختیار کرتی جاتی ہے۔ کئی سال کا ذکر ہے ہمارے ایک عزیز کی لڑکی کی شادی تھی۔ اُنہوں نے اس قدر جہیز دیا کہ تمام شہر میں دھوم مچ گئی۔ ایک روز وہ فخریہ والد صاحب سے کہنے لگے "بھائی صاحب ہم نے تو اس قدر دیا ہے جو لڑکی کی تمام عمر کے لئے کافی ہے" والد صاحب یہ سُنکر کانپ اُٹھے اور بولے "استغفراللہ یہ آپ کیا فرمارہے ہیں۔ روزی دینے والا تو خدا ہے۔ آپ اس کے رازق کہاں سے بن گئے۔ دولت تو ڈھلتی پھرتی چھاؤں ہے۔ اس کا زندگی بھر ساتھ دینے کا اعتبار کیسے ہو سکتا ہے" کچھ زیادہ مدت نہ گذری تھی کہ ان صاحب کی قسمت پلٹنی شروع ہو گئی۔ کاروبار تباہ ہو گیا۔ اور وہ لکھ پتی شخص بُری طرح سے قرضہ میں گرفتار ہو گیا۔

اللہ اللہ کہاں وہ زمانہ تھا کہ لڑکی والے لڑکی کا دینا لڑکے والوں پر انتہائی احسان سمجھتے تھے۔ اور جب تک خوشامد منت ساجت لڑکے والے اور مشاطائیں کئی کئی پھیرے نہ کرتیں ہاں نہ کرتے تھے یا اب یہ حالت ہے کہ لڑکی والوں کو خود مشاطائیں بھیجنی پڑتی ہیں۔ جو یہ اعلان کرتی پھرتی ہیں کہ فلاں لڑکی کو اتنا جہیز ملیگا۔ زیور کپڑوں کے علاوہ نقد روپیہ ملیگا۔ موٹر یا کوٹھی ملے گی۔ ادھر لڑکوں کی مائیں کہتی پھرتی ہیں کہ ہم تو وہاں بیاہیں گے جہاں کوٹھی ملے گی۔ کوئی کہتی ہے میں وہاں کروں گی جہاں موٹر ملے۔ کوئی کہتی ہے میں ان کے ہاں کروں گی جو میرے لڑکے کو انگلینڈ بھیجیں۔ پھر طرفہ تماشہ یہ کہ سسرال کے تمام عزیزوں کے کپڑوں کے علاوہ خوشدامن صاحبہ کے لئے ہزار پانسو کے سونے کے کڑے ضرور چاہئیں۔ چاہے لڑکی والوں کی قرقی ہو۔ مقروض ہوں۔ دیوالہ نکل جائے۔ اور بچوں کی زندگیاں تباہ ہوں۔ اُنکی بلا سے۔ وہ تو اِن پر احسان کر رہی ہیں کہ ان کی لڑکی کو لے رہی ہیں۔ پھر غضب یہ ہے کہ اس قدر لینے کے بعد بھی دماغ ٹھیک نہیں ذرا سی بات بھی ان کی مرضی کے خلاف ہو جائے تو سینکڑوں طعنے بہو کو ہزاروں صلواتیں اسکے ماں باپ کو دی جاتی ہیں۔ گویا اُنہوں نے بیٹے کی شادی کیا کی بہو کو لونڈی اور اُس کے والدین کو غلام بنا لیا۔ کوئی سال

دو سال کا عرصہ ہوا ایک لڑکی کی شادی ہوئی۔ لڑکی کے باپ نے جہیز میں سوائے نقد روپے کے کوئی چیز نہ دی۔ بھلا لڑکے کی ماں کس طرح گوارا کر لیتیں۔ ان کی تو خواہش تھی اسباب کا چھکڑا یا لاری آتی۔ لیکن وہاں آگیا کاغذ کا ایک پرزہ (چیک)، آگ بگولا ہو گئیں۔ اِدھر بہو گھر میں آئیں اُدھر اُنہوں نے بکنا جھکنا شروع کیا۔ ملنے والیاں اور ہمسائیاں مبارکباد دینے آئیں۔ تو کہتی کیا ہیں "کیسی مبارک! ہاتھوں سے ٹنڈی کانوں سے بُچی" (یعنی نہ ہاتھ میں زیور نہ کان میں) کسی نے پوچھا کیا جہیز ملا ہے" تو کہنے لگیں "خاک دیا ہے چاندی کا چھلا تو میسر نہیں ہوا۔ بس تینوں کپڑے پہنکر آئی ہے" حالانکہ روپیہ ایک متوسط گھرانے کی لڑکی کے جہیز کے لئے کافی تھا۔ لیکن اس کا ذکر ہی نہیں گویا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ بَری کے جو زیور و کپڑے تھے وہ سنبھال کر اندر رکھ لئے اور جب لڑکے بہو کو ایک جوڑا دینے کو کہا تو بولیں "میں کیوں دوں جو ساتھ لائی ہے پہنے"۔ وہ بیچارہ اپنا سا منہ لیکر رہ گیا۔ بات بات پر غریب لڑکی کو طعنے ملتے جن کو سنتے سنتے لڑکی کا کلیجہ پک گیا۔ کام کاج میں سعادت مند بہو ساس کی رائے لینا ضروری سمجھتی۔ کھانا پک رہا تھا۔ دیگچی کی ضرورت تھی ساس نے کہا "جاؤ اندر سے ایک دیگچی لے آؤ" اُس نے پوچھا "اماں جان کونسی لاؤں" (بڑی یا چھوٹی) یہ سنتے ہی تیوری چڑھا کر بولیں "وہی جو تیری اماں نے جہیز میں دی ہے" باہر مہمان آئے ہوئے تھے کھانا بھجوانا تھا۔ اُس نے پوچھا "اماں جان باہر کونسے برتن بھیجے جائیں گے"۔

"جو جہیز میں ساتھ لائی ہو بھیج دو"۔ آخر نتیجہ یہ ہوا کہ ایسی باتیں سُنکر پاگل ہو گئی۔ اس کی دماغی حالت خراب ہو چکی ہے اور وہ اب والدین کے گھر بیٹھی ہے۔ لڑکے کی ماں دوسری شادی کی تیاری کر رہی ہیں یا کر چکی ہیں پچھلے سال کا ذکر ہے ایک صاحب کی شادی ہوئی۔ چند روز کے بعد ایک شام کو جو سیر کرنے کو جی چاہا تو کوئی پیدل چلنے کو کہتا تھا کوئی موٹر پر۔ دولہا میاں کہنے لگے موٹر میں چلو۔ ان کی ایک بہن بولیں کہ ایک کار میں سب نہ بیٹھ سکیں گے تکلیف ہو گی۔ ایک بھائی بولے کہ "نہیں دو موٹریں ہیں۔ ایک مستری کی موٹر بھی موجود ہے"۔ بیچاری دلہن کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا۔

"بڑی اچھی ہے مستری کی کار۔ ٹوٹی پھوٹی"۔

یہ سنتے ہی دولہا میاں بولے "نئی کار آپ لے آئیں" گو اُنہوں نے یہ بات ہنسی میں کہی تھی۔ لیکن مطلب تو یہی تھا کہ وہ جہیز میں موٹر کیوں نہ لائیں۔ بیچاری دلہن کے دل پر اس وقت کیا گذری ہو گی۔ بہنیں اس کا اندازہ کر سکتی ہیں۔

والدین کے حالات جس قدر اجازت دے سکتے ہیں اور وہ زیادہ سے زیادہ جتنا مناسب سمجھتے ہیں اولاد کو دیتے ہیں دوسروں کو ان پر اعتراض کرنے کا کیا حق ہے؟ لڑکے والوں کو مانگتے ہوئے شرم کیوں نہیں آتی؟ یہ تو بقول کسی کے لڑکوں کی قیمت وصول کرنی ہے؟ عقلمند با سمجھ لوگوں کو اس بات کا احساس ہو چکا ہے اور وہ اس کے انسداد میں مصروف ہیں۔ چند ماہ ہوئے ہم ایک ہندو لڑکی کی شادی میں گئے۔ لڑکی کے والد ڈپٹی کمشنر تھے اور دادا اپنے شہر کے رئیس۔ باتوں باتوں میں جہیز کا ذکر چھڑ گیا۔ لڑکی کی والدہ کہنے لگیں۔ کہ "ہم تو ایک رقم مقرر ہے اس سے زیادہ خرچ

نہیں کر سکتے۔" ہم اِس بات کو سُنکر متعجب ہوئے اور تفصیل پوچھی تو اُنہوں نے بیان کیا۔ کہ "جب ہمارے خاندان میں جہیز پر جھگڑے شروع ہوئے تو ہماری برادری کے مردوں کی ایک میٹنگ ہوئی جس میں ایک رقم مقرر کر کے یہ فیصلہ ہوا کہ خواہ کتنا ہی امیر کیوں نہ ہو اِس رقم سے زیادہ خرچ نہیں کر سکتا۔ اور غریب اس سے کم اور اپنی حیثیت کے مطابق کر سکتا ہے۔ کسی کو اس پر اعتراض کا حق نہیں۔ اگر کوئی اِن باتوں کی خلاف ورزی کرے تو برادری کو اُسے سزا دینے کا حق ہے۔ اسے جرمانہ ادا کرنا ہوگا۔ برادری اس کا بائیکاٹ کر سکتی ہے۔ ہاں جو لوگ کافی امیر ہوں وہ اپنی حیثیت کے مطابق نقد روپیہ دے سکتے ہیں۔ لیکن لوگوں پر ظاہر کر کے نہیں بلکہ چپکے سے چیک بُک دے سکتے ہیں۔" (یہ نقد روپیہ شائد اِس لئے منظور ہوا ہوگا کہ ہندؤں میں لڑکی کو ترکۂ پدری نہیں ملتا) میں نے جہاں تک غور کیا ہے مجھے تو اِس سے بہتر کوئی صورت نظر نہیں آتی کہ والدین پہلے لڑکیوں کے خیالات کو معلوم کرلیں جنکی طرف سے اطمینان ہو کہ علم حاصل کر کے ہنرمند بن کر اپنی روزی کما سکتی ہیں ان کو ان کی حالت پر چھوڑدیں۔ لوگوں کے طعنوں کی پرواہ نہ کریں اور لڑکیوں کی ملازمت کو عار نہ سمجھیں۔ جو لڑکیاں شادی پر رضامند ہوں انکے لئے برادری ایک رقم مقرر کرلے (ہندو خاندان کی مثال قابلِ تقلید ہے) اگر لڑکے والے چون و چرا کریں تو برادری اُنہیں سزا دے۔ بائیکاٹ کرے۔ اِس طرح لڑکے والے بھی سُدھر جائیں گے جب اُنہیں لڑکیاں نہ ملیں گی تو خود ہی پھر انکی قدر معلوم ہوگی۔ گھبرائیں گے بِنتیں خوشامدیں کرینگے۔ جب وہ راہِ راست پر آجائیں اور توبہ کرلیں تو پھر آپ مختار ہیں جس طرح جی چاہے کیجئے۔ میں نہیں سمجھ سکتی کہ جو لوگ لڑکیوں کی ملازمت کو نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں جنہیں بیویوں کی کمائی کھاتے ہوئے شرم آتی ہے وہ جہیز کے مال کو کیوں جائز سمجھتے ہیں؟ آخر یہ بھی تو بیویوں کے وسیلہ سے ان کے پاس آتا ہے ان چیزوں کے استعمال سے انہیں شرم کیوں نہیں آتی؟ اس مال کو ہضم کرتے ہوئے ڈکار بھی نہیں لیتے۔ اِسکی وجہ کیا ہے؟ مجھے تو اس کے سوا کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ ہمارے ہاں لڑکوں کی تجارت ہوتی ہے۔ ان کے والدین انہیں بیچتے ہیں لیکن تاجر جس مال کو خریدتے ہیں وہ کامل طور پر اسکی ملکیت ہوتی ہے۔ مثلاً آقا جِس غلام کو خریدتا ہے وہ بالکل اُس کا تابع ہوتا ہے مگر یہاں معاملہ برعکس ہے۔ قیمت لڑکے کی دیجاتی ہے۔ لیکن لونڈی لڑکی بنجاتی ہے۔ خدا جانے اسمیں کیا راز ہے۔ ممکن ہو اسکی وجہ یہ ہو کہ ہندوستان کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ اگر مہر زیادہ رکھا جاتے تو لڑکے والے فاطمیؓ مہر کی مثال دیتے ہیں۔ لیکن جب جہیز کا معاملہ آئے تو وہ جہیز فاطمی پر کسی طرح رضامند نہیں ہوتے۔ حالانکہ انصاف کی بات یہ ہے کہ اگر مہر فاطمی ہے تو جہیز بھی فاطمی ہو! میں مردوں سے پوچھتی ہوں کہ وہ جہیز کے مال کو جائز کیوں سمجھتے ہیں۔ اگر ان کا عذر یہ ہے کہ عورت کو تمام عمر مرد کی کمائی کھانی ہے۔ اگر وہ بطور جہیز کے کچھ اپنے ساتھ لے آئی اور یہیں مدد مل گئی تو کیا ہوا۔ تو یہ عذر نہایت ہی لغو اور نا معقول ہو جب وہ خود ہی آپ کی لونڈی بنجاتی ہے۔ اپنا تن من دھن (ترکہ پدری یا جو کچھ بھی) آپ پر اور بچوں پر تصدق کرنے سے گریز نہیں کرتی تو اس طرح جبریہ جہیز کا ٹیکس وصول کرنے کے معنی کیا؟ اگر کسی نہ کسی طرح آپ اسے جائز بھی قرار دے لیں۔

(باقی صفحہ ۵۰۶ پر)

حبش کی عورتیں گھربار چھوڑکر اپنے بال بچوں کے ساتھ اطالوی حملوں سے محفوظ پہاڑیوں میں چھپنے جارہی ہیں۔

شریمتی کملا کشما آندھرا
ومنز سنسکرت کالج
جو واحد مندری کی آنریری
بنچ مجسٹریٹ مقرر ہوئی ہیں

ڈاکٹر ٹیگور کی بھتیجی
مسز سرلا دیوی چودھرانی
بنگال کی مشہور خاتون ہیں۔

معصوم ساتھی

مس سدھنا سین گپتا

# صابن بنانے کے طریقے

## صوبہ بمبئی میں صابن کے کارخانوں پر ایک نظر

بمبئی میں صابن بنانے کے کارخانے اس وقت اٹھارہ ہیں۔ حال ہی میں دس ایکڑ زمین پر ایک بڑا کارخانہ منیر گاؤں سیبوری کی نئی آبادی میں تیار ہوا ہے اس میں صابن بنانے کی کلیں اور مشینیں نہایت ہی اعلیٰ قسم کی ا۔ جدید فیشن کی ہیں۔ اس میں صرف نباتاتی تیلوں سے صابن تیار کئے جاتے ہیں صابن کیا ہے؟ سائنس دان اور کیمسٹ لوگ اس کو میٹیلک سالٹ اوف فیٹی ایسڈ Metallic Salts of fatty Acids مثلاً اسٹیرک۔ اولیک۔ اور پامائک وغیرہ کہتے ہیں۔

نباتاتی تیل اور ہر ایک جانور کی چربی وغیرہ میں صابن بنانے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے اسی لئے کیمسٹری میں تیل اور چربی کو گلسرائیڈز کہتے ہیں۔

**نرم اور سخت صابن**

صابن کی دو قسمیں ہیں ایک نرم اور دوسرا سخت پہلی قسم کے صابن بنانے میں کاسٹک پوٹاش استعمال کی جاتی ہے۔ اور دوسری قسم کے میں کاسٹک سوڈا۔

سوڈیم اور پوٹیشم سالٹ پانی میں حل ہو جاتے ہیں لیکن کلشیم۔ الومونیم اور میگنیشم کے صابن پانی میں حل نہیں ہوتے۔ اسی لئے ان کو صابن بنانے کے مصرف میں نہیں لایا جاتا۔

سخت صابن کی بھی کئی قسمیں ہیں مثلاً زرد صابن جو کپڑے دھونے کے کام میں آتا ہے۔ کروڈ صابن جس سے کہ نہانے کا صابن بنایا جاتا ہے۔ ٹیرا سپرنٹ صابن یعنی شفاف صابن۔ گرمیوں کے استعمال کے لئے صابن (پیرس صابن کی قسم کا) اور دوائیوں والے نہانے والے صابن۔ وغیرہ وغیرہ۔

چونکہ صابن کے مصرف بہت سے ہیں اس لئے ان کے بنانے کے طریقے بھی جدا جدا ہیں۔

جو صابن کپڑے اور چمڑے کے کارخانوں میں استعمال کئے جاتے ہیں وہ اسی مصرف کے لئے خاص طور پر بنائے جاتے ہیں۔ اگر معمولی قسم کے بازاری صابن اس مصرف میں لائے جائیں تو کپڑے خراب ہو جاتے ہیں۔

صابن بنانے کے طریقے عموماً دو ہیں۔ ٹھنڈا طریقہ اور گرم طریقہ۔ ٹھنڈے طریقہ پر صابن ناریل کے تیل سے آسانی سے بنایا جاسکتا ہے کیونکہ اس میں پانی میں حل شدہ کاسٹک سوڈا جس کی کہ اسپیسفک گریوٹی ۱۰۳۵ ہو ملانے سے تیل کے ساتھ مل کر کیمیائی اثر پیدا کرتا ہے جسکا نتیجہ ایک بالکل ہی نئی چیز جس کو کہ صابن کہتے ہیں تیار ہو جاتا ہے۔

ٹھنڈے طریقہ پر جو صابن بنایا جاتا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ تیل یا چربی ۳۵ درجے سینٹی گریڈ درجہ حرارت پر لا کر لوہے یا لکڑی کے کڑاہوں میں ڈال دیا جاتا ہے۔ پھر اس کو خوب ہلایا جاتا ہے اسی دوران میں پانی میں حل شدہ کاسٹک سوڈے کی صحیح مقدار ملا دی جاتی ہے۔ پھر اس کو چند منٹ تک خوب ملایا جاتا ہے بعد ازاں اس کو ڈھانک کر رکھ دیا جاتا ہے۔ اس طریقہ پر بنایا ہوا صابن ایک دن رات یا ڈیڑھ دن رات میں تیار ہو جاتا ہے۔

چونکہ یہ طریقہ بہت آسان اور سادہ ہے اس لئے گھروں کے استعمال کے لئے ہر کس و ناکس اس طرح صابن بنا لیتے ہیں۔ بازار میں بھی

ان ہی طریقوں سے بنائے ہوئے صابنوں کی بہتات ہے۔ اس طریقہ پر بنائے ہوئے صابن میں سوڈے کی مقدار ضرورت سے بہت زیادہ پائی جاتی ہے۔ اس لئے یہ صابن رنگین کپڑوں کی دھلائی کے لئے بہت ہی ناقص گنے گئے ہیں۔ یہ رنگوں کو پھیلا دیتے ہیں اور کاٹ ڈالتے ہیں۔ ان صابنوں میں کاسٹک سوڈا ملانے کے بعد، چونہ جپسم اور سوڈیم سلیکیٹ وغیرہ کی آمیزش سے "بھرتی" بھردی جاتی ہے تاکہ صابن کی مقدار زیادہ ہو جائے

ٹھنڈے طریقہ پر کاسٹر آئل سے صابن بنا کر اس میں معمولی چینی (شکر) اور سوڈیم سلیکیٹ کی آمیزش سے ٹرانس پیرنٹ (شفاف) صاف جو بہت سستے ملتے ہیں عموماً اسی طریقہ پر بنائے ہوئے ہوتے ہیں۔

اعلیٰ قسم کے ٹرانسپیرینٹ صابن (شفاف صابن) گلیسرین کے اضافہ سے بنتے ہیں اس لئے یہ گراں بھی ہوتے ہیں۔ ان صابنوں کے استعمال کرنے والے کا جسم ملائم، نرم، اور صاف رہتا ہے کیونکہ یہ گلیسرین کی خاصیت ہے۔ گرمیوں کے ایام میں اس قسم کے صابن خاص طور پر مفید ثابت ہوئے ہیں۔

**بڑے پیمانہ پر صابن تیار کرنا** تیل کو فلٹر پریس کے طریقہ سے صاف کر لیا جاتا ہے پھر اس کو ناپ تول کر پمپ کے ذریعہ ایک لوہے کے بڑے سلنڈر میں ڈال دیا جاتا ہے۔ اس سلنڈر کی بناوٹ اس قسم کی ہوتی ہو کہ یا تو اس کو حسب ضرورت بجلی کے طریقے سے گرم کیا جاتا ہے، یا سٹیم کے طریقے سے۔ پھر کاسٹک سوڈے کا سلوشن اس میں پمپ کیا جاتا ہے۔ بعد میں ان دونوں کو ایک دن رات یا اس سے بھی زیادہ عرصہ خوب پکایا جاتا ہے۔ جیسے جیسے کاسٹک سوڈا تیل میں ملتا جاتا ہے۔ ویسے اس میں اور ملا دیا جاتا ہے۔ کاسٹک سوڈا ملانے کے بعد تیل گاڑھا ہوتا جاتا ہے۔ پھر کریم کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اور بعد میں شفاف سلوشن بن جاتا ہے یہی اس کی پہچان ہے کہ صابن تیار ہو گیا۔ جب ایسی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ تو اس میں سے تھوڑا سا نکال کر ٹسٹ کیا جاتا ہے۔ تاکہ معلوم ہو سکے کہ اس میں فالتو سوڈے یا کچے تیل کی مقدار تو نہیں۔ اس تیار شدہ محلول میں بہت کافی مقدار نمک کی ملا دی جاتی ہے جس کے اثر سے صابن اوپر کی سطح پر آ جاتا ہے اور فالتو تیل اور سوڈا تہہ نشین ہو جاتا ہے دوسرے دن نیچے کے پائپ کے طریقے سے اس فالتو پانی کو نکال لیا جاتا ہے۔ اور صابن میں دوسری دفعہ نمک ملا کر خوب ہلایا جاتا ہے۔ تاکہ اگر کچھ حصہ سوڈا یا پانی کا ابھی فالتو باقی ہو تو وہ بھی علیحدہ ہو جاوے۔ عام طور پر اس طریقہ کو تین دفعہ دہرایا جاتا ہے۔

جب صابن اچھی طرح صاف ہو چکے تو اس میں تھوڑا پانی ملا کر اس کو خوب گرم کیا جاتا ہے۔ پھر اس کو بڑے بڑے سانچوں میں پمپ کر دیا جاتا ہے۔ جہاں پر یہ دو تین دن میں سخت ہو کر نہایت ہی صاف اور اچھا صابن بن جاتا ہے۔ جب سخت ہو جاوے تو اس کو کاٹ کر موزوں سائز کی ٹکیاں کاٹ لو۔

اگر نہانے کا صابن بنانا ہو تو ان ہی ٹکیوں کو چھوٹا چھوٹا کاٹ کر تھوڑا پانی ڈال کر گرم کرو۔ رنگ جو پسند ہو تھوڑے پانی میں حل کر کے اس میں ملا دو۔ اور پھر خوشبو۔ اب اس کو خوب ہلا کر سانچوں میں بھر دو۔

اگر شفاف صابن بنانا ہو تو ایسا صابن جو جلد کو نرم اور ملائم کرتا ہے۔ تو ان ٹکیوں میں سے جس قدر درکار ہوں خوب باریک کاٹ کر ان سے چہار چند پانی ڈال کر آگ پر رکھو۔ پھر اس میں ٹکیوں سے نصف شکر اور شکر کا نصف گلیسرین ڈال کر خوب پکاؤ۔ کم از کم چھ سات گھنٹے پکانا پڑے گا۔ بعد میں یا جب اس کا رنگ گہرا بھورا ہو جائے تو تھوڑا سا نکال کر ٹھنڈا ہونے کے لئے رکھ دو ٹھنڈا ہو کر اگر سخت ہو جاوے اور شفاف بھی ہو جاوے تو تیار سمجھو۔ ورنہ اور پانی ڈال کر پکاؤ حتیٰ کہ مندرجہ بالا آزمائش میں پورا اترے۔ پھر اس میں خوشبو جو پسند ہو ملا کر سانچوں میں بھر دو۔

## نہانے کا صابن بنانا

نہانے کے صابن کے لئے موزوں تیل :- ریل کا، زیتون کا
یا جانوروں کی چربی اور مچھلی کی چربی ہے۔ تیل یا چربی۔ یا دونوں کو خوب
ملا کر تین سیر۔ پانی ڈیڑھ سیر۔ کاسٹک سوڈا آدھ سیر۔

کاسٹک سوڈا کو پانی میں حل کر لو۔ اور تیل کو کڑاہی میں ڈال کر آگ
پر رکھو۔ اور نیم گرم کر لو۔ صرف اس قدر کہ اس میں ہاتھ کی انگلی ڈالنے
سے جلن معلوم نہ ہو اب اس میں کاسٹک سوڈا جو پانی میں حل شدہ
رکھا ہے ٹھنڈا کر کے ملا دو۔ اُس وقت تھوڑا سا رنگ۔ گلابی یا
جونسا پسند ہو ایک چھٹانک پانی میں گھول کر چھان کر خوب ملا دو۔
بعد ازاں خوشبو جو پسند ہو پھر سب کو خوب ملا کر سانچوں میں بھر دو
دوسرے دن سانچوں میں سے نکال کر ٹکیوں پر نا معلوم مقدار
تیل کی چپڑ و دار رکاغذوں میں لپیٹ دو۔ بس یہی کافی ہے اچھا
نہانے کا صابن تیار ہو گیا۔

دوسری ترکیبیں دیکھنے اور سیکھنے کے لئے میری کتاب
صنعت و حرفت جو دفتر عصمت دہلی سے شائع ہوئی ہے ملاحظہ
فرمائیں +

امت الحفیظ (دوارکا)



## انسولین کا موجد

مشہور عالم نوبل پرائز بتیس سال کی عمر میں حاصل کرنا۔ اور ایک
خوفناک مرض کا کہ جس نے صدیوں سے بڑے بڑے طبیبوں کو حیران
کر رکھا تھا اس کا علاج ایجاد کرنا آسان کام نہیں۔ یہ خدمات اس قدر
بیش بہا ہیں کہ ان کی جس قدر حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔ وہ خلق خدا
کی نفع رسانی کے آگے ہیچ ہے۔

سر فریڈرک گرینٹ بین ٹنگ Sir Frederick Grant Banting
کا نام نامی ان کی عظیم الشان ایجاد انسولین کے ساتھ ہمیشہ قائم رہیگا
گو کہ اس وقت ان کی عمر کے فقط ۴۴ سال ہوئے ہیں۔ مگر اس مختصر مدت
میں بھی انہوں نے شہرت دوامی حاصل کر لی ہے۔ اوائل میں وہ
دوسرے کناڈا کے جانباز باشندوں کے ساتھ پہلے ملک فرانس
کی حمایت میں جنگ میں شریک ہوئے۔ جہاں کیمرائی میں وہ مجروحین
کی فہرست میں کچھ دنوں رہے اور اختتام جنگ پر ڈاکٹر موصوف نے
ٹورنٹو واپس جا کر اپنی تعلیم کی تکمیل کی۔ اور ڈاکٹری کی ڈگری حاصل
کرنے کے بعد ایک سال تک ریزیڈنٹ سرجن کی حیثیت سے
بچوں کے ہسپتال کی خدمات بحسن و خوبی سرانجام دیں۔ پھر
لندن میں اپنی علیحدہ پریکٹس شروع کی۔ چونکہ پریکٹس اس قدر
زیادہ نہ تھی۔ خصوصاً اس پیشے میں نوواردوں کی جو درگت ہوا کرتی ہے۔
اس سے کون واقف نہیں چنانچہ نوجوان ڈاکٹر نے کاروبار کی سرد
بازاری سے بیدل ہونے کے بجائے اپنی ساری توجہ منحوس مرض
ذیابیطس کی تحقیقات اور مختلف معالجوں کے خیالات پر صرف
کرنی شروع کی۔ اور اس کے اسباب و علل پر نظر غائر سے مطالعہ
کرتے ہوئے میڈیکل سائنس کی مفید ترین تدبیروں اور

قیود میں سے اس خاص معالجہ کی ایجاد پر فائز ہوئے۔ اور کامیابی کا سہرا آخر کار ان کے سر رہا۔
بیان کرتے ہیں کہ ایک بوڑھی مریض خاتون تھی جس کے وہ معالج تھے۔ یہ ایک کثیر العیال خاندان کی ماں تھی جس پر ساری اولاد فدا تھی۔ اور یہ بیماری ذیابطیس میں گھلی جا رہی تھی۔ موت اس کے پس و پیش منڈلاتی محسوس ہوتی تھی۔ چنانچہ ڈاکٹر بین ٹنگ کو اس مرض سے خاص دلچسپی پیدا ہو گئی۔ اور وہ ہمدردی کے جذبات سے معمور ہو کر ہمہ تن اس مرض کو اچھا کرنے کی تدابیر کی طرف متوجہ ہو گئے۔
جنگ عظیم سے پیشتر نوجوان ڈاکٹروں کو ایجاد و تحقیقات میں اس قدر سرگرمی سے دلچسپی نہ تھی۔ لیکن انسان کی خوش قسمتی سے ڈاکٹر بینٹنگ مستثنیٰ ہی ثابت ہوئے انہوں نے انتہائی استقلال اور صبر آزمائی سے اندرونی رطوبت کا اخراج Internal Secration of pancreas اور زہرہ آب انسانی میں مخلوط ہونا پیٹ کے فاسد مادوں کی حقیقت وغیرہ پر اس قدر انکشافات بہم پہنچائے جو آج تک میڈیکل سائنس میں تشنۂ تکمیل رہ گئی تھی۔
ان کے گہوارۂ حکمت Alama Meter ٹورنٹو یونیورسٹی نے بخوشی ان کو تمام تجربوں کی اجازت دے رکھی تھی۔ اور وہ اس ادارہ علمیہ وسائنس میں ضرورت کی تمام چیزیں مہیا پاتے تھے۔ گویا سارے ذخیرہ اور سامان ان کے اختیار میں دیدئے تھے۔
آخر کار مئی ۱۹۲۱ء میں یہ عظیم الشان مہم طے ہو گئی۔ انسولین اب بالکل مکمل تھا۔ جب سے ہزاروں جانیں جو اس لاعلاج مرض کا شکار ہو چکی تھیں بچائی گئیں۔ اور بہت سے کم نصیب مریضوں کو جو اس مرض کے آخری درجہ تک پہونچ چکے تھے۔ اگرچہ شفایاب نہ ہو سکے مگر اسکے استعمال سے تکالیف میں کمی ہو کر کچھ دنوں تک اور بھی زیست کی امید ہو گئی۔
یہ ان کی انتہائی کاوشوں کی فتح تھی۔ اور انسانی زندگی کو ہلاکت سے بچانے میں جس نے بھی مدد کی وہ بے شک قابل تحسین ہے۔ اس خیال سے ان کی جسقدر بھی حوصلہ افزائی کی جائے کم ہے۔
۱۹۳۴ء میں ان کو نائٹ بنایا گیا اس وقت وہ ٹورنٹو میں طبی تحقیقات کے پروفیسر ہیں۔ اور مزید انکشاف کی امید کی رہی ہے۔ ایسے بیدار مغز لائق اور ہونہار شخص سے ملک و قوم کی جس قدر بھی ترقیاں وابستہ ہیں وہ محتاج بیان نہیں۔
کناڈا اس فخر قوم ہونہار فرزند وطن ڈاکٹر بین ٹنگ Benting پر بجا طور پر نازاں ہے۔

جمیلہ بیگم کلکتہ

## عصمت کا سالانہ چندہ

### اب چار روپیہ ہے

عصمت قسم دوم جس کا چندہ ساڑھے تین روپیہ سالانہ تھا اس ماہ سے بند کر دیا گیا ہے اور اب صرف چار روپیہ سالانہ میں (سوائے خریداران قسم خاص کے) تمام خریداروں کو سفید چکنے دبیز کاغذ کا رسالہ دیا جائیگا جس کا سالانہ چندہ پانچ روپیہ تھا۔ جن خواتین کے نام قسم اول جاری تھا انکی مدت خریداری جس مہینہ میں ختم ہوتی ہے اس وقت تک ماہ بماہ انہیں رسالہ نہایت پہنچتا رہے گا۔ قدیم و جدید خریدار انہیں اب چار روپیہ کا منی آرڈر روانہ فرمائیں۔

## دو نہایت ضروری اطلاعیں

۱۔ قسم دوم اس ماہ سے بند کر دیا گیا اور اب عصمت کا سالانہ چندہ چار روپیہ ہے۔
۲۔ ماہ گذشتہ سے تمام خریداروں کا خریداری نمبر تبدیل ہو گیا ہے جدید خریداری نمبر جو ریپر پر آپکے پتہ سے قبل لکھا جاتا ہے براہ کرم یاد داشت کی کاپی میں نوٹ کر لیں اور خط و کتابت کے وقت ضرور تحریر فرمائیں۔ ورنہ آپ کے ارشاد کی تعمیل نہ ہو سکے گی۔

# فضول بحث

بعض بہنوں کی عادت ہوتی ہے کہ ذرا سی بات بھی ان کے خیالات کے خلاف کہی اور وہ اُلجھ پڑیں۔ یہ عادت اس قدر عام ہوتی جا رہی ہے کہ اُس کی زیادتی نے مجھے یہ چند سطور لکھنے پر مجبور کر دیا۔ بحث و مباحثہ بجائے خود ایک نہایت مفید اور اچھی چیز ہے۔ جس کی میں بھی بے حد شوقین ہوں۔ چنانچہ اپنے سکول کے علمی مباحثوں میں ہمیشہ نہایت دلچسپی سے حصّہ لیتی رہی۔ مباحثے سے معلومات میں اضافہ و تبادلۂ خیالات ہوتا ہے۔ لیکن تین چار باتیں اِس ضمن میں ضرور پیش نظر رہنی چاہئیں، اوّل تو یہ کہ جس امر پر گفتگو ہو رہی ہو اس میں آپ کی معلومات کافی ہونی چاہئیں۔ دویم یہ کہ آپ معقول دلائل و براہین سے اپنی بات کو صحیح ثابت کریں۔ یہ نہیں کہ آپ یہ کہہ دیں کہ "واہ بہن میرے بھائی بڑے تعلیم یافتہ۔ ڈگری یافتہ لائق فائق ہیں وہ یہ بات یوں کہتے تھے اس لئے یہ ہی ٹھیک ہے" بہت ممکن ہے کہ آپ کے بھائی صاحب یا والد صاحب آپ کے نزدیک بہت زیادہ قابلیت کے ہوں کیونکہ آپ کے بھائی یا والد ہیں۔ لیکن فریق مخالف کے لئے تو وہ ایک غیر جانب دار اور نہ معلوم شخص سے زیادہ اور کچھ وقعت نہیں رکھتے جو ان کی بات یا قول اس کے لئے سند ہو۔ اگر آپ مثال دینی چاہیں تو کسی بڑے فلسفی ادیب یا عالم کی دیجئے جو متفقہ طور پر قابل و صائب الرائے شخص سمجھا جاتا ہو۔ علاوہ ازیں ایک اور اہم بات یہ ہے کہ بحث اس وقت کیجئے جب بحث کی گنجائش ہو۔ یہ نہیں کہ کسی شخص نے تو ایک بات کہی اور آپ جھٹ اس کی تردید پہ تُل گئیں کسی نے کہا مجھے سُرخ رنگ پسند ہے اور آپ جھٹ بول اُٹھیں کہ واہ سبز رنگ سب سے اچھا ہوتا ہے۔ اور آج کل فیشن بھی سبز ہی کا ہے۔ پرسوں گارڈن پارٹی میں ڈپٹی کمشنر صاحب کی بیوی بھی سبز ساڑھی باندھے ہوئے تھیں۔ اور گورنر صاحب کی بیوی کا بھی پسندیدہ رنگ سبز ہے۔ اس لئے تمہیں بھی اسی رنگ کو اچھا کہنا چاہئے" اُن بہن کو لال رنگ پسند ہے اور آپ کو سبز۔ لیکن یہ اپنی اپنی پسند کا سوال ہے اور یہ آپ کی بہت ہٹ دھرمی ہے کہ آپ ان بہن سے یہ منوانا چاہیں کہ لال رنگ، سبز سے اچھا ہوتا ہے۔

بعض بہنوں میں یہ بھی خوبی ہوتی ہے کہ وہ دل میں اپنی کم لیاقتی کی معترف ہوتی ہیں اور قائل ہو جاتی ہیں لیکن ویسے اُلٹے سیدھے بے تکے جوابات ضرور دئے جاتی ہیں۔ سب کچھ اس خیال سے کہ اس میں ہماری ہیٹی ہے کہ ہم خاموش ہو جائیں حالانکہ اگر آپ پہ روشن ہو جائے کہ آپ غلطی پر ہیں تو صحیح بات کے تسلیم کر لینے میں آپ کو ذرا بھی تامّل نہ ہونا چاہیئے اور نہ آپ کو برا ماننا اور ناراض ہونا چاہیئے بحث ضرور کیجئے لیکن موقعہ و محل دیکھ کر۔ بیجا بحث کرنے سے آپ اپنی محدود قابلیت کا ثبوت دینگی۔ آپ تو یہ سمجھ کر جھٹ ہر ایک بات میں اپنی رائے پیش کر دیتی ہیں۔ کہ لوگ آپ کو بھی کچھ کم خیال نہ کریں۔ لیکن اس کے برعکس لایعنی گفتگو اور نظروں سے گرا دیتی ہے۔ اور لوگ آپ کی بے تکی باتوں اور نامعقول دلیلوں پہ اخلاقاً اگر سامنے نہیں تو پیٹھ پیچھے ضرور ہنستے ہیں۔

# اسلام

اسلام ایک مذہب تھا جو لوگوں کی ہدایت اور خوش آیند زندگی کا دعویدار تھا۔ وہ محتاج تفسیر و معنی نہ تھا کہ لوگ اسپر طبع آزمائی کر کے نکات و معارف کے دریا بہائیں۔ اپنی رائیں لگائیں۔ وہ عمل اور صرف عمل کے لئے آیا تھا۔ مگر رازی نے ایک غیر مسلم کو مسلم نہ بنایا ایک مسلم کی عملی زندگی کی رہنمائی نہ کی اور اتنی جلدوں میں قرآن شریف کی تفسیر لکھ ڈالی۔ یہی حال دیگر مفسرین کا ہے۔ اور آج تفاسیر کا شمار مشکل ہوگیا اور "رشد پریشان خواب من از کثرت تعبیرہا" کی کیفیت ہم پر طاری ہوگئی۔ حدیث کی شرحیں اور شرحوں کی شرحیں لکھی گئیں اور ہر ایک نے اپنی عقل اور ذہنیت اور ماحول سے متاثر ہوکر اپنے تخیل سے اپنا ایک جداگانہ اسلام بنا کھڑا کیا اور فرقہ بندیوں کا جال بچھ گیا۔ اسلام جس کی مکمل تعلیم و تربیت واضح اور بین طور پر قرآن و احادیث میں جمع تھی آج ہزاروں رایوں تفسیروں اور شرحوں اور تصنیفوں کا محتاج سمجھا جانے لگا۔ ایسی حالت میں اگر ہمارے انگریزی تعلیم یافتہ مرد اور خواتین اس اسلام سے برطرفی کا اعلان کریں اور کہدیں کہ "......اپنے خالص معاشرتی مسئلے کو مذہب کے رنگ میں رنگ کر ہمیشہ کے لئے کیوں تباہ او ربرباد ہوجائیں" اور "مگر جس چیز کی ہمیں فوراً ضرورت ہے وہ صرف ہاتھ منہ ہی کھولنا نہیں ہے بلکہ غیر محرموں سے برابری سے ملنا اور ان کے دوش بدوش کام کرنے کو جائز ہی نہیں بلکہ لازمی قرار دینا ہے۔ اس کے لئے میرا خیال ہے کہ ہمیں نہ قرآن کے حوالے کی ضرورت ہو اور نہ حدیث کی" کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے کیونکہ جنہوں نے اسلام کا مطالعہ نہیں کیا اور موجودہ حالت سے اسلام کا اندازہ کیا۔ اور جن کی طبیعتیں ماحول سے متاثر ہوتی چلی جاتی ہیں ان کو ایسا خیال کرنا لابدی ہے اور ان کی آواز ماحول کی آواز ہے۔ ماحول بدلا تو آواز بھی بدل جائے گی۔ ان سے ہم کچھ کہنے ہی کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

ہمارا روئے سخن ان مسلمانوں سے ہے جو اسلام کو ابھی تک اخلاقی، معاشرتی، تمدنی اور اقتصادی مکمل قانون اور اکمل ہدایت سمجھتے ہیں وہ اس بات کا فیصلہ کریں کہ آیا قرآن شریف و احادیث صحیحہ کسی رائے اور کسی تفسیر کی محتاج ہیں یا نہیں۔ نیز یہ کہ اسلام وہ ہے جو عہد مبارک جناب رسول اللہ صلعم میں پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا تھا اور جس پر صحابہ رضہ نے بے چون و چرا عمل کر کے دنیا میں معراج ترقی کو حاصل کرلیا تھا یا اسلام یہ ہے جو آج علماء کے فتوؤں اور وعظوں کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ اور اگر ہمارے اسلام میں اور صحابہ رضہ کے اسلام میں کچھ فرق نہیں ہے تو کیا اسلام اس زمانہ کے لئے مناسب و موزوں نہیں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ "......ہم لوگوں کو مسلمانوں کی پست اور مردہ تہذیب و تمدن کو چھوڑ کر ایک زندہ اعلیٰ معیار اور موجودہ زمانے کی تہذیب کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے"۔

ہم کسی پر معترض نہیں بلکہ مسلمان مردوں اور خواتین سے دست بستہ ملتمس ہیں کہ پتوں اور ٹہنیوں پر جھگڑنے سے یہ کہیں بہتر ہے کہ اصل وجڑ ہی کا فیصلہ کرلیا جائے کہ یہ درخت اس باغ میں رہے یا نہ رہے۔ چلئے نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

ہم تو ان کو قابل قدر سمجھتے ہیں جو مسلمانوں کو علی الاعلان یہ مشورہ دیتے ہیں کہ چھوڑو قرآن و حدیث کو اور دنیا کی نعمتوں اور لذتوں سے بہرہ اندوز ہو۔ مگر وہ لوگ جو اسلام کا نام لیکر اور قرآن و حدیث کے غلط معنی اور مطالب نکال کر دھوکہ دیتے ہیں ان کی وقعت ہمارے دل میں

رائی کے دانے کے برابر بھی نہیں کیونکہ یہ حرکت منافقت کی ہے۔

دین میں زبردستی نہیں اور اسلام کثرت و قلت کا محتاج نہیں۔ آج ہی کونسا اسلام ہے کہ جو موجودہ مسلمانوں کے ارتداد سے جاتا رہے گا۔ انسان مسلمان بنے تو پوری طرح ورنہ اسلام کو بدنام کرنے سے کیا فائدہ، آریہ سماج اور عیسائیت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور اگر یہ منظور نہ ہو تو نئی سوسائٹی یا نئے مذہب کو کون روکتا ہے۔ دنیا تو ہاتھ آئے گی۔ اپنی نمود تو ہوگی اوروں سے کیا غرض۔

آج ملک میں حنفی اسلام، قادیانی اسلام، شیعی اسلام، اہل حدیث اسلام تو بلحاظ روحانیت اور گورنمنٹی اسلام اور کانگریسی اسلام بلحاظ سیاست موجود ہیں، کیا ہمارے پاس کوئی معیار نہیں، کوئی کسوٹی نہیں جس سے ہم معلوم کر سکیں کہ حقیقی اور صحیح اسلام ان میں سے کونسا ہے اور اگر کوئی نہیں تو پھر سچے اسلام کو حاصل کرنے کا راستہ کونسا ہے؟ اگر ہے تو اس کو کام میں لائیں اور نہیں ہے تو سمجھ لو کہ اسلام ختم ہو گیا اور اب ہر بات کی آزادی ہے۔

میری محترم بہنو! ماحول ہمیشہ بدلتا رہتا ہے اور اس کو بدلنے والے بھی آدمی ہوتے ہیں۔ کبھی راستی، ہمدردی، ایثار اور نیکیوں کا ماحول ہوتا ہے اور کبھی تکبر، ریا، نمود اور فتنہ و فساد کا ہوتا ہے۔ کمزور طبائع ہر قسم کے ماحول سے متاثر ہو جاتی ہیں مگر طاقتور ہمیشہ حق و راستی پر قائم رہ کر ماحول کو بدل دیتے ہیں۔ پس اب اکناف عالم پر نظر ڈ الئے کہ ہندوستان اور بیرون ہند میں کیا ماحول ہے، اچھا ہے یا برا۔ یورپ کی سلطنتوں میں کیا ہو رہا ہے، عورت و مرد کے تعلقات کس رُخ جا رہے ہیں، آمدنی و خرچ، تندرستی و مرض کی کیا رفتار ہے، اخلاق و معاملات کی کیا کیفیت ہے۔ تعلیم حاضرہ کیا جوہر پیدا کر رہی ہے۔ سب امور پر نظر تامل ڈال کر فیصلہ کیجئے کہ ہم کو اس ماحول سے اثر پذیر ہونا چاہیئے یا اس کو تبدیل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ ماحول کا تبدیل کرنا مضبوط ارادے، پیہم عمل، ہمت اور استقلال ہی سے ممکن ہو سکتا ہے اور ساتھ دینا تو آسان ترین کام ہے۔

میں چاہتا تھا کہ جملہ شعبہ ہائے زندگی پر اسلام کا جو مفید اور اصلاحی اثر پڑتا ہے اور جس طرح پڑتا ہے اس کو بالتفصیل بیان کروں مگر یہ مضمون طویل ہے جو ایک دو اشاعت میں پورا نہ ہوگا۔ اس وجہ سے خاموش ہوں۔

آخر میں اتنا عرض کرنے کی اجازت دیجئے کہ جب موجودہ اسلام کی رو سے کسی مسئلہ کا فیصلہ نہیں ہو سکتا تو کیا آپ کا یہ فرض نہیں ہے کہ آپ اصلی اسلام کو معلوم کرنے کی کوشش کریں اور مولویوں کو چھوڑ کر خود اسلامی تعلیم حاصل کر کے اس کی تکمیل کریں۔ لیکن یہ شاید ناممکن ہوگا کیونکہ آپ کے لئے جو تعلیم فرض ہے وہ بی۔ اے، ایم۔ اے، کی ڈگری اور یورپ کی تعلیم ہے۔ قرآن و حدیث کی تعلیم نہیں کیونکہ آپ یہ ڈگریاں حاصل کر کے ہی قرآن و حدیث کی تعلیم حاصل کرنے والوں کو برسوں پڑھا سکتی ہیں، جب تعلیم انگریزی کی برکات سے بے پڑھے آپ کو اس قدر زبردست دسترس حاصل ہو جائے تو اس کی تحصیل میں تضیع اوقات کرنا حماقت ہی۔ سچ ہے۔

بہت ہی کم پائے اپنے عارف کلام باری میں ہم میں آ کر
سرے سے بگڑا ہے، سچ جو پوچھو، عرب کا مذہب عجم میں آ کر

محمد عبد الغفار الخیری دہلی

# دادی اور پوتی

"ڈاڈی اماں ڈاڈی اماں تم کدھر ہے"

**دادی** - (غور سے دیکھ کر) "آؤ بیٹی فریدہ"

**پوتی** - "ڈاڈی اماں! فریڈہ مت بولو مس فریڈہ ریاض علی بولو"

**دادی** - "بیٹی ریاض علی تو تیرے باپ کا نام ہے۔ تو کب سے ریاض علی ہوگئی؟"

**پوتی** - تم پرانا ہوگیا تمہاری اکھل بھی کھراب ہوگئی تم یہ نہیں سمجھ سکتا"

**دادی** - "سچ کہتی ہے بیٹی میری عقل خراب ہوگئی ہے (متعجب ہوکر) یہ کیا میری بچی تیرے ہونٹ اور گلے اس قدر سُرخ کیوں ہورہے ہیں؟ کیا کہیں چوٹ لگ گئی؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کسی چیز کی رگڑ لگی ہے"

**پوتی** - "تم نہیں جانتا ڈادی اماں! اس کو اُردو میں سُرخی بولتے ہیں۔ تم پان کھاتا ہے۔ ہم پان کھا کر ڈانٹ کھراب نہیں کرتا۔ یہ کھوبصورتی کے لئے لگایا جاتا ہے"

**دادی** - (کچھ پریشان سی ہوکر) "ائے ہے فریدہ۔ تیرے بالوں کو کیا ہوگیا! کیا میری بچی کچھ بیمار ہوگئی تھی"

**پوتی** - "ڈاڈی اماں تم کو کیا ہوگیا ہے۔ جانوروں کے دُم ہوتی ہے۔ انڈین عورتوں نے بھی کٹے بلی کی موافق (موافق) اپنی دُم بنالی ہے۔ ہم جانور تھوڑی ہے جو دُم لگائے"

**دادی** - "ہاں بیٹی تو جو کہے وہ ٹھیک ہے۔ عورتوں کی خوبصورتی ہی بالوں سے ہے لیکن تو چوٹی کو دُم کہتی ہے (پوتی کو سردی سے کانپتا دیکھ کر) اچھی میری بچی! یہ تو نے کیسا ننگا لباس پہنا ہے۔ اوئی بغلیں تک کھلی ہیں۔ سردی کا یہ عالم ہے کہ خون جما جارہا ہو اور تو یہ باریک کرتی سی پہنے ہے!"

بڑی بی لپک کر جاتی ہیں اور صندوق میں سے اپنی روئی کی صدری لاتی ہیں۔ "لے بیٹی یہ پہن لے ابھی گرم ہوجائے گی"

**پوتی** - (غصہ سے دیکھ کر) "ڈاڈی اماں تم نے ہمارا ناک میں دَم کردیا اسی لئے تو ہم تم لوگوں سے ملنے میں گھبراتا ہے۔ بس اب ہم جاتا ہے اور آئندہ کبھی تمہارے پاس نہیں آئیگا"

**دادی** - (پوتی کو جاتا دیکھ کر) "ارے میری بچی یہ نکیلی جوتی کس نے تجھے لادی۔ لے میری جوتی پہن جا۔ چاہے واپس مت کریو۔ اری دیوانی گرجائے گی"

دادی ایک ہاتھ میں جوتی اور دوسرے ہاتھ میں صدری لئے ہوئے پوتی کے ہر ہر قدم پر الٰہی خیر الٰہی کی ضربیں لگاتی ہوئی دوڑتی ہیں۔ پوتی بسم اللہ اور الٰہی خیر کی آوازیں سُنکر اپنی جوتی کی طرف دیکھتی ہوئی کھٹ کھٹ کرتی کار میں بیٹھ چلی جاتی ہے۔

آمنہ نازلی

# مکمّل قدرتی غذا

ہوا اور پانی کے بعد جسم کے واسطے غذا نہایت ہی لازمی اور لابدی چیز ہے۔ غذا طاقتِ جسمانی کو قائم رکھنے کے واسطے وہی حکم رکھتی ہے۔ جو انجن کی حرارت کے واسطے ایندھن۔ انسانی تخلیق کی تاریخ جہاں تک منظر ہے، حکما ہمیشہ کسی ایسے جوہر کے متلاشی رہے جو جسم کے واسطے بذات خود ایک مکمل غذا ہو۔

جسم ترتیب میں ہڈیوں۔ اعصاب۔ چربی اور پوست کا مجموعہ ہے۔ جسم کے بعض خاص خلاؤں میں خاص خاص اعضاء مثلاً دل، پھیپھڑے۔ دماغ۔ معدہ وغیرہ پوشیدہ ہیں۔ ان اعضاء کا مختلف عمل ہے اور ہر ایک کو اپنا اپنا کام جاری رکھنے اور قوت حاصل کرنے کے لئے مختلف غذاؤں کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً ہڈیوں کے روزانہ ضائع شدہ حصہ کی تلافی کے واسطے معدنی اجزاء کی ضرورت ہے۔ اعصاب کار وزانہ مختانہ ادا کرنے کے لئے "پروٹین" والی غذائیں درکار ہیں۔ جسم کی حرارت کو قائم رکھنے اعضاء کو قوی رکھنے اور انہیں اپنے اپنے عمل کی قابلیت دینے کے واسطے چکنائی اور ایک خاص جوہر جس کو جوہر حیات یا مجموعہ احیاتین (Vitamines کہتے ہیں، نہایت ضروری ہے۔ مختلف غذاؤں میں چکنائی کا حصہ جسم میں چکنائی کی کمی کو پورا کرتا رہتا ہے۔ حال ہی میں یہ جوہر دریافت ہوا ہے جو چکنائی کی طرح ہی جسم کو بڑھانے اور طاقت دینے کے واسطے ضروری ہے۔

پس دریں صورت، معدنی اجزاء۔ "پروٹین"۔ چکنائی اور "وٹامن" ہی جسم کو قائم رکھنے میں اصلی ممد ہیں۔ مگر ان چیزوں کی مختلف غذاؤں میں موجودگی ہی کافی نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ یہ ٹھیک مقدار، درست تناسب اور عمدہ قسم کی نہ ہوں، احتمال ہے کہ ہمارا مطلب ان سے پورا نہ ہو سکے یا اغلب ہے نقصان ہی پہنچائیں۔

دودھ چونکہ بچے کے لئے قدرت کی طرف سے پہلی غذا ہے۔ اس لئے یہ قیاس غلط نہ ہوگا۔ کہ یہ غذا زندگی کو قائم رکھنے کے واسطے ضروری، اور ضروری اجزاء غذائیت کا متناسب مجموعہ ہے۔ ہم دیکھتے ہیں بچہ جب بالکل ناتواں اور بے بس ہوتا ہے۔ تو دودھ ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جو اس کے جسم کو بتدریج قوت اور نشو و نما دیتی ہے اور یہی مشاہدہ دودھ کے "مکمل قدرتی غذا" ہونے کی دلیل ہے۔ تھامس اڈیسن ایک مشہور مغربی سائنسدان کہتا ہے:۔

"دودھ ایک متناسب غذا ہے، جسے اس سب سے بڑے حکیم نے خود ترتیب دیا۔ دُنیا میں میری سب سے اوّلین غذا دودھ تھا۔ اور میرا خیال ہے کہ سب سے آخری غذا بھی دودھ ہی ہوگا!"

اگرچہ وہی دودھ تو بیچارے کی آخری غذا نہیں ہو سکتا جو اولین غذا ہوا لیکن تاہم گائے کا دودھ ماں کے دودھ کا بہترین قدرتی مدِ مقابل ہے۔

## دودھ کے اجزاء

دودھ میں تمام وہ اجزاء جو جسم کی پرورش کے واسطے ضروری ہیں موجود ہیں۔ یہ پانی، پروٹین، چینی، چکنائی

اور کچی اور معدنی اجزاء مثلاً چونے وغیرہ کا مرکب ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ دودھ میں پانی کی مقدار ضرورت سے بہت زیادہ شامل ہے۔ مگر قدرت نے جب دودھ کو بذاتِ خود ایک مکمل اور بہترین غذاء بنایا، تو لازمی ہے۔ کہ اس میں پانی کا مناسب جزو جو کہ جسم کے واسطے ضروری ہے شامل ہوگا۔ علاوہ ازیں دودھ کو مائع کی شکل میں رکھنے اور اُس کے کثیف یا ٹھوس اجزاء کو زود ہضم اور جلد جزوِ بدن ہونے کے واسطے پانی کی اتنی ہی مقدار چاہئے تھی خصوصاً چھوٹے بچوں، ضعیفوں، بیماروں اور کمزور ہاضمہ والے لوگوں کے واسطے ایسی ہی غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو جلدی جزوِ بدن اور ہضم ہو جاتے۔

"پروٹین" ( Protein ) جو دودھ میں کیسین ( Casein ) اور ایلبیومن ( Albumen ) کی صورت میں موجود ہے۔ اعصاب کو بناتی اور درست کرتی ہے "پروٹین کی کئی قسمیں ہیں جو ہم میں پروٹین کی ضرورت کو پورا کرتی رہتی ہیں۔ ہر غذا میں پروٹین کی ایک نہ ایک قسم کی کمی ہوتی ہے۔ اس لئے کسی غذا سے بھی جسم کی بہترین صحت اور نشوونما نہیں ہو سکتی۔ صرف دودھ کی پروٹین ہی ایک ایسا جوہر ہے جو بجنسہٖ بالکل مکمل ہے۔ اور اس پروٹین میں وہ تمام ضروری اجزاء جو جسم کی پرورش کامل طور پر کر سکتے ہیں موجود ہیں۔ اور یہ ایک تسلیم شدہ امر ہے۔ کہ دودھ کی پروٹین اپنی باقی اقسام میں سب سے زیادہ اور عمدہ قسم کی پروٹین ہے۔ جو دوسری غذاؤں میں نہیں ملتی۔ اور اس لئے بھی ایک لاجواب چیز ہے کہ بیحد زود ہضم ہے۔

دودھ میں چینی یا مٹھاس کا جزو ( Carbohydrates of milk ) جسم میں قوت و حرارت پیدا کرتا ہے۔ اور اس مٹھاس کی نوعیت تمام دوسری قسم کی مٹھاس سے جو نباتات سے حاصل ہوتی ہے بالکل مختلف ہے۔ اور لطف یہ کہ فوراً جزوِ بدن ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس مٹھاس کو (کیمیاوی طریقہ سے الگ کر کے) ادویات میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔

معدنی اجزاء ہمارے جسم کی بہت سی ضروریات کو انجام دیتے ہیں۔ تمام اُن اعضاء کو جن پر ہمارا مدارِ زندگی ہے اس چیز کی بے حد ضرورت ہے اور یہ بقائے جسم کی کم و بیش تمام کارروائیوں پر حاوی ہے۔ جسم کے چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے حصہ کا مرکزِ حیات فاسفورس ہے۔ اور ہمارے جسم کا ڈھانچ تو جزو کل کی کیلشیم (چونا) اور فاسفورس کا مرکب ہے۔ نوزائیدہ بچے کو (جس کا ڈھانچ اور باقی تمام اعضاء بھی تیزی سے بڑھ رہے ہوتے ہیں) معدنی اجزاء خصوصاً کیلشیم اور فاسفورس کی بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔

روزانہ مرکب غذاء میں بھی معدنی اجزاء کچھ زیادہ بہتات سے موجود نہیں ہوتے۔ مگر دودھ میں معدنی جزو ہمیشہ مناسب مقدار اور اعلےٰ قسم کا ہوتا ہے۔ خصوصاً چونے کا حصہ تو اتنی بہتات سے شامل ہے کہ پاؤ بھر دودھ میں پاؤ بھر چونے کے بجھے ہوئے پانی[1] کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔

دودھ کا چکنا جزو بھی جسے عرف عام میں مکھن کہتے ہیں، جسم میں حرارت پیدا کرتا ہے اور چربی بناتا ہے۔ مکھن دودھ کے اجزاء میں ایک بہترین جزو ہے۔ اس لئے تمام دوسری چکنائیوں سے جو نباتاتی یا حیواناتی دنیا سے ہمیں حاصل ہوتی ہیں، افضل ترین اور بدرجہا فائدہ مند ہے، چکنائی اگرچہ دیر ہضم چیز ہے۔ مگر دودھ میں چکنائی کچھ ایسے عجیب طریقہ سے چھوٹے چھوٹے غیر واقع دانوں کی شکل میں تحلیل کر کے شامل کی گئی ہے کہ نوزائیدہ بچے اور بیحد کمزور معدوں والے

[1] (Lime Water) ۔

بیمار تک آسانی سے ہضم کر لیتے ہیں۔ غرضیکہ کوئی دوسری چکنائی مکھن کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

کیمبرج یونیورسٹی کے پروفیسر ایف۔ جی۔ ہوپکن نے مختلف غذاؤں کے مقوی خواص پر تجربات کر کے معلوم کیا۔ کہ بنولوں کی اور دوسری نباتاتی چکنائی جانداروں کی صحت اور نشوونما کے واسطے اکثر ناکام ثابت ہوتی ہے۔

آج تک جس قدر اقسام وٹیامن کی دریافت ہوئی ہیں، وہ سب دودھ میں پائی جاتی ہیں۔ اِس لئے دودھ تمام جسمانی اور دماغی کمزوریوں کا سدِ باب کرنے کے لئے سب سے عمدہ چیز شمار کی جاتی ہے۔

# دودھ کے اعلیٰ خواص

کیمیاوی نقطۂ نظر کے علاوہ حال ہی میں "علم الحیات" (Biology) کی رو سے مختلف غذاؤں پر تجربات کئے گئے تو دودھ کی کئی غیر دریافت شدہ خاصیتیں ظہور میں آئیں۔

ڈاکٹر ای۔ وی۔ میکولم نے کئی دوسرے ماہرانِ علمِ ہیئت کی معاونت میں مسلسل تجربات کر کے ایک لاجواب کتاب جس کا نام "غذا کا علم جدید" (Newer Knowledge of Nutrition) ہے، تصنیف کی۔

ڈاکٹر مذکور اور اُس کے معاون بیحد جستجو اور تحقیق کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے۔ کہ مختلف غذاؤں میں جو پروٹین۔ شکر۔ چکنائی اور معدنی اجزاء۔ پائے جاتے ہیں وہ عمدگی اور مقدار کی کثرت میں کسی طرح بھی دودھ میں پائے جانے والے اُن اجزاء کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ دودھ میں مکھن کے علاوہ ایک اور قسم کی چکنائی بھی پائی جاتی ہے جو سوائے انڈے کی زردی اور چند ایک سبزیوں کے کسی اور چیز میں نہیں ملتی۔ یہ چیز "جوہر حیات الف" کہلاتی ہے۔ اور یہ جوہر جسم کی پرورش اور صحت کے واسطے بیحد ضروری ہے۔ غذا میں اس جوہر کی غیر موجودگی بلکہ محض کمی گلے اور سانس کی بیماریوں میں مبتلا کر دیتی ہے جسم کی نشوونما رُک جاتی ہے جس سے بینائی پر اثر پڑتا ہے۔ اور اکثر نتیجہ نابینائی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس پر بھی، غذا میں اس چیز کی کمی کا خیال کر کے تلافی نہ کی جائے تو موت لازمی امر ہے۔ لیکن اگر یہ جوہر خصوصاً مکھن کی صورت میں ہر وقت استعمال کرنا شروع کر دیا جائے تو بیماری فوراً دور ہو جائے گی۔ اور جسم صحت حاصل کر کے، اپنی درست قدرتی نشوونما پانے لگے گا۔

درحقیقت یہ جوہر یعنی "جوہر حیات الف" دوسرے اجزاء کے ساتھ دودھ میں مل کر ایک عجیب چیز بن جاتا ہے۔ اور خصوصاً چھوٹے بچوں کے واسطے تو نہایت بے نظیر چیز ہے۔ اسی کے باعث دودھ مریضوں کے واسطے اکسیر کا حکم رکھتا ہے اور جسم کی۔ خصوصاً بچوں کے جسم کی نشوونما کے واسطے دودھ کے مدِّ مقابل کوئی دوسری چیز نہیں۔

ہسپتالوں میں اکثر دیکھا گیا ہے۔ کہ دودھ کے استعمال سے زخم جلد مندمل ہو جاتے ہیں۔ ہاضمہ۔ بینائی اور سماعت میں نمایاں فرق پڑ جاتا ہے۔ اور دودھ لے چکنے کے بعد مریض اپنے میں تندرستی کے آثار محسوس کرنے لگتا ہے۔

چند سال گذرے کہ لنڈن میں "میڈیکل ریسرچ کونسل" نے تحقیق شروع کی۔ کہ پڑھنے والے بچوں کے واسطے مناسب اور فائدہ مند غذا کونسی ہے۔ ایک ہی عمر کے پانسو بچوں پر تجربات کئے گئے۔ ۲۰ سے ۵۰ تک بچوں کے گروہ بنا کر اُنہیں مختلف غذائیں دینی شروع کیں۔ ان تمام تجربات کے بعد ڈاکٹر ایچ۔ سی۔ کیمن نے جو روئداد شائع کی اُسمیں کہا ہے:-

"یہ امر ضرور تعجب خیز ہوگا۔ کہ روزانہ پوری غذا سیر ہو کر کھانے والے بچوں کا وزن ۸۵ء۳ پونڈ اور

قد ۱۰۸۴ انچ سالانہ بڑھتا تھا۔ لیکن جن بچوں کے اس غذا کے ساتھ نصف سیر دودھ فی لڑکا روزانہ شامل کر دیا گیا۔ ان کا وزن ۹ر۴ پونڈ اور قد ۰ر۶۳ انچ سالانہ بڑھنے لگا۔ جن لڑکوں کو دودھ ملتا تھا وہ وزن اور قد کی حیرت انگیز ترقی کے علاوہ، دیکھنے والوں کو بھی نہایت تندرست توانا اور خوبصورت معلوم ہوتے تھے لطف یہ کہ ایک دفعہ جبکہ بیحد بیماری پھیلی اور کوئی گھر اس بیماری سے خالی نظر نہ آتا تھا۔ تو ان بچوں میں کسی قسم کی جسمانی کمزوری یا نقص کا نشان تک نہ تھا۔

اس بے نظیر غذائیت کے علاوہ، دودھ میں ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ گوشت۔ ماء اللحم اور الکحل کے مرکبات کی طرح نظامِ اعصابی اور دوسرے اندرونی اعضاء میں ہیجان یا جوش پیدا نہیں کرتا۔ اور نہ یہ قوت بخش اور لاجواب قدرتی مرکب دوسرے مصنوعی مرکبات اور منشی مشروبات کی طرح انسان میں بُری عادات پیدا کرتا اور حدّتِ خون کا باعث ہوتا ہے۔ اِس حقیقت کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے فرانسیسی حکومت نے مُلک کے تمام قہوہ خانوں اور ہوٹلوں وغیرہ کے مالکوں کو مجبور کیا ہے کہ وہ اپنے یہاں دوسرے مقبول اور مروّجہ مشروبات یعنی چائے۔ کافی اور کوکو وغیرہ کی نسبت دودھ کی فروخت کا زیادہ اہتمام رکھیں۔

عوام کی یہ شکایت ہے کہ دودھ گراں چیز ہے اور صرف صاحب ثروت طبقہ کی غذا بن سکتا ہے۔ ایک بالکل غلط خیال ہے۔ جو "بالیدگیِ غذا" کے اصولوں سے لاعلمی اور ناواقفیت کے باعث قائم کر لیا گیا ہے۔ کولمبیا یونیورسٹی کے پروفیسر اے۔ ڈی۔ ایلن لکھتے ہیں۔

درحقیقت دودھ ہر قیمت پر ارزاں ہے۔ کیونکہ کوئی غذا، تندرستی اور بالیدگی کی وہ قوتیں جسم کے لئے اس ارزانی سے مہیا نہیں کر سکتی جو دودھ کرتا ہے۔ آجتک کی دریافت شدہ غذاؤں میں یہ مکمل اور بہترین غذا ہے۔ سوا سیر دودھ (جسکی قیمت ڈھائی تین آنہ سے زیادہ نہیں) قوت میں آٹھ انڈوں، تقریباً ½ سیر گوشت ¾ اسیر عمدہ مچھلی یا چوزوں کے سیر بھر گوشت کے برابر ہے۔ اور یہ سب چیزیں دودھ کی مذکورہ مقدار کی نسبت یقیناً مہنگی ہونگی۔ پس اتنا لکھدینا کافی ہوگا کہ دودھ قدرت کی بہترین، افضل و اکمل غذا ہے اور بوڑھوں، جوانوں، اور بچوں سب کی خوراک میں اس کا شامل ہونا لازمی ہے۔"

اِسی طرح ½ سیر مکھن، قوت میں ڈیڑھ سیر روٹی، ساڑھے دس سیر ٹماٹروں، ڈیڑھ سیر گوشت ساڑھے چار سیر آلوؤں، چھ سیر کیلوں، اور ۵۲ انڈوں کے برابر ہے۔ مکھن تمام تر غذائیت ہی غذائیت ہے (۹۸ فی صدی) اسمیں غیر فائدہ مند مادہ بالکل برائے نام ہے۔

ایک امریکن پروفیسر شیرمین نامی لکھتا ہے کہ پنیر میں گوشت سے دوگنی غذائیت ہوتی ہے۔ یعنی جس قدر روپیہ گوشت پر صرف ہوتا ہے تقریباً اُتنے ہی روپے میں پنیر کی صورت میں ہم دوگنی غذائیت حاصل کر سکتے ہیں۔

ایک ہندوستانی محقق کہتا ہے کہ "دودھ تمام جانداروں کی پرورش کے واسطے بیحد لازمی شے ہے۔ گائے کا دودھ سب سے اچھی چیز ہے۔ یہ بچّوں کے واسطے "زندگی" ہے۔ جوانوں کے واسطے صحت ہے اور ضعیفوں کے واسطے قوت!

زبیدہ سلطانہ بنت خان احمد حسین خاں اڈیٹر شباب اُردو لاہور

# آلِ نبی کے روزے

نذر مانی تھی۔ یہ آلِ احمد مختار نے
بچے۔ ہو جائیں جو اچھے کیوں لگے دل ہارنے؟

ہم۔ عنایت سے خدا کی۔ روزے پر روزہ رکھیں
اور۔ جو روزی میسر آئے۔ روزہ کھول لیں

تین دن۔ یوں پے بہ پے۔ صائم رہیں ہم بار بار
گو۔ شفا حسنین کو بخشے۔ ہمارا کردگار

نذر۔ یہ پوری ہوئی۔ بچوں کو صحت ہوگئی
مائلِ لطف و کرم آخر کو قدرت ہوگئی

حضرتِ حسنین کی بھی اسمیں شرکت ہوگئی
سب نے روزہ رکھ لیا۔ گھر بھر کی نیت ہوگئی

سیدہ۔ شیرِ خدا۔ بھی۔ اُسمیں شامل ہوگئے
فضّہ تک صائم ہوئیں سب ملکے یکدل ہوگئے

اب ذرا قدرت کا منشا دیکھئے اہلِ نظر
پہلا دن تھا۔ لے کے جَو آئے امیرِ دادگر

چکّی پیسی۔ سیّدہ رنجور نے المختصر
روٹیاں اُسکی پکائیں۔ آردِ جَو گوندھکر

جب نمک سے کرتے تھے افطار کا یہ اہتمام
ایک سائل نے صدا دی آلِ یٰسین السّلام

حضرتِ شیرِ خدا نے اپنا حصّہ دے دیا
فاطمہ اُٹھیں۔ خدا کی راہ۔ ٹکڑا دے دیا

بچے بھی آلِ پیغمبر تھے۔ کہ جو تھا۔ دیدیا
بی بی فضّہ نے بھی تو۔ آذوقہ اپنا دیدیا

یہ۔ اُنھیں کے حوصلے تھے یہ اُنہیں کا کام ہے
اُن سے بڑھکر کون ہوگا! بس خدا کا نام ہے

دوسرا دن بھی۔ اسی صورت سے کاٹا بے طعام
روزے پر روزہ رکھا بچوں نے باُمیدِ شام

پہلے ہی رنجوری سے کاہیدہ تھے وہ لالہ فام
پھونکے دیتی تھی اُنہیں گرمی عرب کی لاکلام

پیاس کی شدّت کبھی وقتِ گراں کے طول سے
شام ہوتے ہوتے وہ مرجھا گئے دو پھول سے

شام کے آتے ہی اک تازہ مصیبت تھی بپا
وقتِ افطار آج اک قیدی نے آکر یہ کہا

جبکہ آلِ نبی۔ افطار روزہ کر لیا
قیدی ہو کر ہم مریں بھوکے نہیں شرطِ وفا

جو ہو حاضر اس سراپردے سے بھجوا دیجئے
بھوک سے اب دم نکلتا ہے خدارا دیجئے

پانی دیکر باغ میں لائے تھے جو شیرِ خدا
اپنا حصّہ آپ نے چپکے سے جا کر دے دیا

خم کمر۔ اُٹھیں۔ جناب سیدہ۔ صد مرحبا
اور قیدی کو دئے آئیں جو حصّہ اُن کا تھا

دونوں بچے اور فضّہ پھر تو شامل ہوگئے
پانی پیکر آج بھی سب بھوکے پیاسے سوگئے

تیسرا دن تھا۔ جو آیا آمۂ یوفون نذر
ہوگیا معلوم سرکار رسالت کو یہ آجر

آ گئے پھر خانہ حیدر میں حضرت شکل بدر | تا کہ اُس کو نقل فرمائیں۔ جو کی خالق نے قدر
آج تھے بے حال سارے روزہ دار و بے نوا | اک یتیم آکر یہاں گھر بھر کا حصہ لے گیا
سب سے بڑھکر حال نازک چھوٹے بچوں کا ہوا | تین دن بے آب و دانہ کی تھی جو یادِ خدا
سانس آتا تھا۔ نہالی پر پڑے تھے بے غذا | اے لئیانِ جہاں! دیکھو تو یہ صبر و رضا
جان دیکر پایا شاعر یہ صلہ۔ آساں نہیں | یہ ہیں کڑیاں جھیلنی عشقِ خدا آساں نہیں

# سعیدہ کی سرگذشت

سعیدہ ایک خوش مزاج زندہ دل لڑکی تھی۔ ماں باپ کی آنکھوں کا تارا۔ بھائیوں کی چہیتی۔ نہایت ذہین، سمجھدار، بہت ملنسار ہنس مکھ، غضب کی حاضر جواب۔ روتوں کو ہنسانا اُس کا شیوہ تھا۔ ماں کے سامنے جس قدر ناز نعم ہوتے کم تھے۔ کیونکہ کئی لڑکیاں مر کر وہ بچی تھی۔ ماں کے بعد اُس کے باپ بھائیوں نے ہاتھ کا آبلہ بنا کر رکھا مختصر یہ کہ انتہائی محبت پیار کے گہوارہ میں اُس نے ہوش سنبھالا لیکن تقدیر کی خبر کسے تھی۔ آہ اب وہی بدنصیب سعیدہ ہے جس کی زندگی ناعاقبت اندیشی کی بدولت تباہ ہوگئی۔ شادی کیا ہوئی بربادی ہوگئی اسکا سُرخ سفید رنگ بالکل سیاہ ہوگیا ہے۔ اُسکی شوخ نگاہیں اُس کی چتون کی شرارت اُسکی حاضر جوابی اُس کا مسکراتا چہرہ سب خواب خیال ہوگیا۔ وہ اپنا حال کسی پر ظاہر کرنا نہیں چاہتی لیکن اُسکا کملایا ہوا چہرہ اُسکی آب دیدہ نظر اُس کے جسم کی روز افزوں لاغری اُسکے جذبات کی ترجمان ہے۔ بات کرتے کرتے خاموش ہوجاتی ہے۔ جو لڑکی بھری محفل میں خاموش نہ بیٹھ سکی ہو اب ہم عمروں سے بھی نہ بولتی اور اگر کچھ جواب بھی دیتی ہے تو بے تکا گویا سُنا ہی نہیں کہ کہا کیا گیا تھا محض قیاس پر جواب دے دیتی اُسکی یہ حالت دیکھکر کلیجہ منہ کو آتا۔ ایک روز میں نے پوچھا آخر یہ کیا حال بنا رکھا ہے۔ خدا کے واسطے کچھ تو کہو۔ تم کو حیدر آباد سے واپس آکر بالکل بدلا ہوا پا رہی ہوں۔ میں تو سمجھتی تھی کہ شادی کے بعد تمہاری شوخی شرارت میں اور اضافہ ہوگا مگر یہاں تو معاملہ ہی برعکس ہے۔ بتا تو کیا حالت ہے۔ میرے اتنا کہنے پر اُسنے نہایت حسرت بھری نظر سے دیکھا۔ پھر ایک آہ سرد بھر کر کہنے لگی۔ بہن کیا پوچھتی ہو۔ کیا کرو گی ایک خانماں برباد کا قصہ سُنکر۔ یہ کہتے کہتے اُس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ پھر وہ میرے بہت اصرار سے اس طرح کہنے لگی۔ بہن یہ تو تم کو معلوم ہی ہے کہ جس سال تم حیدر آباد گئی ہو اُسی سال میری دُنیاوی اُمیدوں کو شادی کی قربانگاہ پر بھینٹ چڑھا دیا گیا۔ خیر ایک سال تو کوئی بات نہیں ہوئی۔ لیکن سال ختم ہوتے ہی میری قسمت نے نیا روپ بدلا۔ کہنے کو تو خاص عزیز تھے۔ لیکن نہیں معلوم کونسی خطا مجھ سے ہوئی جو سب کے تیور بدل گئے۔ میرے خلاف اُن کے کان بھرے جانے لگے۔ لغو اور مہمل الزامات مجھ پر

عائد ہونے لگے۔ ہر روز لگائی بجھائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مجھ سے بیزار ہو گئے۔ بات بات پر غصہ کرتے اور سخت سے سخت بات کہہ جاتے تھے۔ یہاں تک بھی غنیمت تھا۔ اب اور سُنو خدا معلوم کیوں اُنہوں نے کوئی انتہائی گرم دوا کھالی جس کا اثر اُنکے دماغ پر ہو گیا۔ ایک طرف تو طبیعت کی خرابی دوسری جانب میری خوشدامن صاحبہ اور نندوں نے اُن کے دل میں یہ بٹھا دیا کہ میں نے اُنپر جادو کیا اور میں نے اُن کو زہر دیا جب اِس طریقہ کی باتیں اُن کے دل میں بٹھائی گئیں تو نتیجہ ظاہر تھا آہ وہ مجھ سے بیزار ہو گئے اور اتنے بیزار ہوئے کہ صحتیاب ہونے پر بھی دل نہ صاف ہوا۔ حالانکہ میں نے اپنے امکان بھر بہت کوشش کی کہ وہ مجھ سے صاف ہو جائیں لیکن میری قسمت ایسی نہ تھی جو سنور جاتی۔ میں تو یہاں تک چاہتی تھی کہ وہ مجھکو ایک خادمہ کی جگہ دیدیں لیکن میری روح کی گہرائی میں اُن تاروں کو نہ چھیڑیں جن سے دردناک نغمے نکلتے ہیں۔ لیکن وہاں تو مجھپر اعتبار ہی باقی نہ رہا تھا۔ میں نے یہاں تک کہا کہ کاش وہ اپنا عزیز بھی مجھکو نہ جانیں لیکن میرے اُن زخموں سے نہ کھیلیں جو ناسوروں کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔ افسوس میری تمام کوششوں کا انتہائی خوشامدوں کا نتیجہ وہ ہوا جس کا وہم گمان بھی نہ تھا۔ یعنی اُنہوں نے اپنی انتہائی بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے مجھ سے قطع تعلق کر لیا۔ آہ اب میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ کیونکر اپنی زندگی گزاروں گی۔ والدین کے لاڈ پیار نے مجھکو اپنی ہستی سے بے خبر کر دیا تھا۔ لیکن تقدیر نے چٹکی لیکر مجھکو اپنی پستی کا اندازہ کرا دیا۔ میں نے اپنی ہستی پہچانی۔ لیکن کس طرح۔ مِٹ کر۔ برباد ہو کر۔ اب بدنامیاں ہیں اور میں ہوں۔ رسوائیاں ہیں اور میں ہوں۔ کسی سے بات نہیں کی جاتی۔ کسی سے ملنا بھی نہیں چاہتی۔ اب ایک مجرم کی طرح۔ ایک گنہگار کی طرح ہر شخص سے منہ چھپا کر اپنی مختصر زندگی گذار دینا چاہتی ہوں۔

ہمشیرہ عبدالرؤف صاحب عباسی لکھنؤ

# ایک بچی سے شاعر کا خطاب

مِری پیاری چھوٹی بچی! میرے پاس گیت کوئی
نہیں ایسا جو سُناؤں

کہ زمیں سے آسماں تک یہ اُداسی چھا رہی ہے
کہ طیورِ نغمہ خواں بھی ہیں خموش میری پیاری
مگر آہ اس سے پہلے کہ جدا ہوں آج تم سے
تمہیں دونگا اک سبق میں جو تمہارے کام آوے
بُو تم جہاں میں اچھی ہے یہی میری نصیحت
جو یہ بات چاہتے ہیں بنیں ہوشیار و پُر فن

کرو اُن کی کچھ نہ پروا تمہیں سادگی مُبارک!
نہ خیالی باتوں میں تم کرو کام اچھے اچھے
یونہی سارا دن گنواؤ

اور اسی طرح اگر تم رہیں نیک اس جہاں میں
تو یہ زندگی تمہاری

کبھی موت بھی جو آئے تو بقا کو ساتھ لائے
یہی نغمہ ہو تمہارا
تمہیں جس کی آرزو ہے

(ترجمہ از انگریزی)

حفیظ ہوشیارپوری بی۔ اے

# تربیت اطفال کی ذمّہ داری

تربیت اطفال پر جس قدر مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں اُن میں تربیت کی ذمہ دار ماں قرار دی جاتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ بچہ کا پہلا مدرسہ بچہ کی ماں کی گود ہے۔ مگر ساتھ ہی اس کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ بچہ کے گردوپیش کے حالات کا بھی بچہ کی تربیت پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ بچہ کا پہلا مدرسہ ماں کی گود کے بعد اپنا گھر ہوتا ہے۔ جہاں وہ پلتا اور بڑھتا ہے۔ اور جس میں اس کی عمر کا وہ دور شروع ہوتا ہے جس کو ماہران تعلیم و تربیت خاص اہمیت دیتے ہیں۔ جب وہ اِس دور سے گذرتا ہے تو اس کو گھر کے مختلف افراد سے سابقہ پڑتا ہے اور اُن کے ماحول کا بچہ پر اثر پڑنا یقینی ہے۔ لہٰذا صرف ماں کو ذمہ دار ٹھیرانا اور گھر کے دوسرے افراد کا دُور کا بھی واسطہ نہ سمجھنا بے انصافی ہے۔ بچہ صرف ماں کا اثر ہی قبول نہیں کرتا وہ اپنے گردوپیش کے حالات سے بھی متاثر ہوتا ہے۔ اسیں بھی حد درجہ کا احساس ہوتا ہے۔ اور فطرت سے ایسی حساس طبیعت لاتا ہے جو ہر رنگ میں رنگی جاتی ہے۔ بچہ جو کچھ بڑوں کو کرتے دیکھتا ہے اسکی نقل کرنے لگتا ہے یہ بھی تربیت کا زمانہ ہوتا ہے۔ جن حالات میں کہ گھر کے افراد مختلف اقسام کی طبیعتوں کے مالک ہوں۔ تو بچہ ضرور ان سے اثر پذیر ہوگا۔ اور اسی لئے اسکی تربیت خاطر خواہ طور پر مکمل نہیں ہوسکتی۔ وہ ہر شخص کا علیحدہ علیحدہ رنگ دیکھتا ہے اور ہر ایک کی ابتدا کرنا چاہتا ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ پراگندہ ہو کر اصل تربیت سے بھٹک جاتا ہے۔ اور جو کچھ اپنے گردوپیش میں پاتا ہے اسی پر عامل ہو جاتا ہے۔ جب وہ بڑا ہوتا ہے تو موجودہ حالات کا موازنہ کرکے وہ ظاہرداری کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے اس لئے کہ اسکو تربیت تو نیکی خوش خلقی کی دیجاتی ہے مگر جس فضا میں وہ پرورش پاتا ہے اسکے مختلف افراد کو مختلف راستوں پر پاکر اس سے وہ یہ ہی نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ جو تربیت دیجا رہی ہے وہ صرف ظاہرداری کے لئے ہے کیونکہ اس کے گردوپیش کے حالات اس کے برعکس ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں وہ ظاہرداری سیکھ جائے تو کچھ تعجب نہیں۔ اب یہ بات پائے ثبوت کو پُہنچ جاتی ہے کہ بچہ کی تربیت میں گھر کے تمام افراد کو برابر کا دخل ہے۔ بیچاری غریب ماں کو ہی ذمہ دار بناکر اس کا مورد الزام ٹھیرانا غریب پر ظلم کرنا ہے اس لئے چاہئے کہ جب گھر میں بچہ کا وجود ہو تو چھوٹے سے بڑے تک اسکی تربیت میں کوشاں ہوں اور ہر فرد اپنے اپنے فعل سے محتاط ہو کر تربیت اطفال میں ماں کا ہاتھ بٹائیں اور اپنے کو اس اہم ذمہ داری سے بری نہ سمجھیں بلکہ اس کی ذمہ داری اُن پر اتنی ہی عائد ہوتی ہے جتنی ماں پر

ب۔ ن۔ آنسہ ابراہیم
مدراس

# چند طویل عمر پارسی

اخبار ویکلی بمبئی کے ایک گذشتہ پرچہ میں بمبئی کے چند معمر پارسیوں کے حالات شائع ہوتے تھے جن میں اُنکی درازیٔ عمر کے راز بتائے گئے تھے۔ مجھے یہ مضمون بہت پسند آیا مختصر ترجمہ پیش کرتی ہوں۔

**سر دھن شاہ** واکھانے جنکی عمر اس وقت ۹۰ سال کی ہے۔ اپنا کاروبار بہت معمولی حالات میں شروع کیا تھا انہیں ہزارہا مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن کبھی ان کے استقلال میں فرق نہ آیا۔ اُن کی درازیٔ عمر کا راز وہ کہتے ہیں صرف چہل قدمی اور باقاعدہ ورزش ہے۔ ہر صبح وہ اپنی کاروباری میز پر اپنا کام اپنے ہاتھ سے نہایت باقاعدگی کے ساتھ کرتے ہیں۔ خواہ کوئی سا موسم ہو کیسا ہی وقت و موقعہ ہو ان کی ورزش اور اُن کے کام میں فرق نہیں آتا۔ ساٹھ سال کی عمر تک وہ بہت دور کی چہل قدمی کرتے تھے۔ انہیں تمام مردانہ کھیلوں سے دلچسپی تھی۔ کرکٹ تو بہت شوق سے کھیلتے تھے۔ ان کا قول ہے تم اپنے جذبات واحساسات کی پرواہ کئے بغیر ہر ایک کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ تمہارے حق میں بھلائی ہوگی۔ کبھی استقلال وہمت نہ ہارو۔

**سر تمول جی نریمان**۔ طویل عمر کا بہترین نمونہ ہیں۔ اُن کا قول ہے بہترین صحت ہی انسان کی عمر ہے۔ وہ کہتے ہیں چند اشخاص ایسے بھی ہیں جو ستر سال کی عمر میں جو صرف چالیس بیالیس کے سن میں بوڑھے نظر آتے ہیں۔ چند لوگ ایسے بھی ہیں جو ستر سال کی عمر میں جوان نظر آتے ہیں۔ بس بڑی عمر کا راز صرف صحت پر منحصر ہے۔ ہم خود اپنی عمر بڑھا گھٹا سکتے ہیں۔ ہم غذا اور اُس کی مقدار کو بہترین طریقے پر استعمال کریں تو صحت قائم رہ سکتی ہے اور عمر دراز ہوسکتی ہے سر دھن شاہ کی طرح سر تمول جی بھی اپنے مقررہ اوقات زندگی میں کبھی فرق نہیں آنے دیتے وہ بھی ہمیشہ باقاعدہ ورزش کرتے ہیں۔ اب بھی جبکہ اُن کی عمر ۷۶ سال کی ہے وہ ہر صبح ہسپتال مریضوں کی عیادت کے لئے اسی طرح جاتے ہیں جیسے جوانی کے زمانہ میں جاتے تھے۔ اُن کے چہرہ سے بڑھاپے کی کوئی علامت نظر نہیں آتی۔

سر تمول جی نوجوانی کے زمانہ سے سخت محنت کے عادی ہیں۔ کبھی کام سے تھکتے نہیں۔ اُن کے کام کے اوقات شب کے دس بجے کے بعد شاذ ہی ہوتے ہیں۔ وہ بہتر سال کی عمر تک کسی دوا کا ایک قطرہ بھی نہ پیتے تھے۔ ۷۳ سال کی عمر میں کسی حادثہ کی وجہ سے کچھ دن تک بستر پر رہے۔ اسکے سوا کبھی بیمار نہیں ہوئے۔

وہ جب کبھی پبلک میں تقریر کرتے ہیں اُن کی آواز اِس قدر صاف ہوتی ہے کہ واقعی نوجوانوں کو اسپر رشک آتا ہو وہ شب کو ٹھیک دس بجے بستر پر لیٹ جاتے ہیں اور صبح بہت جلد بیدار ہوتے ہیں۔ وہ انگریزی مقولہ جلد سوؤ جلد اُٹھو کے سختی سے پابند ہیں۔ اُنکا جسم ورزش کی وجہ سے خوب بنا ہوا ہے۔

سر فیروز جی شنا کی عمر اس وقت ۸۰ سال کی ہے۔ لیکن اُن کے آنکھوں کی چمک چہرے کی شگفتگی چستی پھرتی نوجوانوں کو شرما دیتی ہے۔ اُن کی کاروباری جد وجہد ایسی تھی کہ اور کوئی ہوتا اس عمر کو پہنچنا مشکل تھا۔ اور اگر پہنچ بھی جاتا تو بوڑھا کھوسٹ نظر آنے لگتا۔

دن کا تمام وقت اپنے دفتر میں گذارتے اور تمام جلسوں پارٹیوں میں شریک ہوتے۔ لمبی لمبی تقریریں کرتے ہیں۔ یوریین تاجروں کے ساتھ انہیں اپنے کاروبار کے لئے سخت جد وجہد کرنی پڑتی ہے۔ بورڈ آف ڈائرکٹرس میں کام کرتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ کلب میں اپنے دوستوں کے ساتھ شریک تفریح ہوتے۔ پھر وہ اپنے خوبصورت پوتوں اور حسین پوتیوں کے ساتھ چند مسرت بخش ساعتیں گذارتے ہیں

انکا قول ہے راحت انسان کو تباہ کر دیتی زندگی کو زنگ خوردہ بنا دیتی ہے۔ صحت و طویل عمری کا راز صرف سخت محنت میں پوشیدہ ہے۔ بہترین ورزش طویل عمری و صحت کو قائم رکھتی ہے۔ یہ بھی اپنے پیش رؤں کی طرح جلد سونے جلد بیدار ہونے پر کاربند ہیں۔ اُن کا قول ہے انسان کی صحت اور درازئے عمر اسکے بہترین خیالات پر منحصر ہے۔ اُس کو کسی دوسرے کی نصیحت کی ضرورت نہیں۔

وہ صبح نو بجے دفتر میں موجود ہوتے ہیں۔ اپنے کاروبار سے جتنا وقت بچتا ہے رفاع عامہ میں صرف کرتے ہیں۔ وہ نہایت درجہ خوش مزاج صحت مند انسان ہیں۔ وہ صرف دو دفعہ حادثوں کی وجہ سے بیمار ہوئے تھے۔

ڈاکٹر نانا بھائی موسیٰ۔ صحت و تندرستی کا ایک اور بہترین نمونہ ہیں۔ ڈاکٹر نانا بھائی موسیٰ بھی وکالت پیشہ جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی زندگی بھی بہت باقاعدہ ہے۔ وہ کہتے ہیں انسان کو عادات کا غلام نہ ہونا چاہئے۔ بلکہ عادات و اطوار کو اپنا غلام بنانا چاہیئے۔ جذبات غم والم غیض وغضب فوری غلہ انسان کو بلند مرتبہ پر پہنچنے میں کبھی مدد نہیں دیتے تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔ ضبط و تحمل ہمت و استقلال ہیں اعلیٰ مراتب پر پہنچا دیتے ہیں۔

ڈاکٹر نانا بھائی صرف ورزش اور چہل قدمی کو ہی انسان کی طویل عمری کے لئے ضروری نہیں سمجھتے وہ کہتے ہیں انسان جب تک اپنے دل و دماغ کو افکار و پریشانیوں سے صاف نہ کرلے اور مشکلات و مصائب زندگی پر پوری طرح ہمت سے قابو نہ پالے وہ طویل عمر نہیں ہو سکتا۔

انہیں بھی عام طور سے کاروباری زندگی میں سخت زحمتیں و مشکلات پیش آئیں اور نہایت درجہ محنت و جانفشانی کرنی پڑتی تھی۔ لیکن اُن کی ہمت و استقلال میں کبھی فرق نہ آیا۔

سر ناسار وان جی چاکسی۔ بمبئی کے متمول معمر اشخاص میں سے ہیں۔ اُن کی عمر ۷۳ سال ہے اُن کا قول ہے اگر انسان خدا کی دی ہوئی طاقت کا ٹھیک استعمال کرے تو وہ غمناک زندگی کی تمام مشکلات و مصائب پر فتح پا کر کامیاب و طویل عمر ہو سکتا ہے۔ وہ خود بھی اپنے قول کا نمونہ ہیں۔ ورزش چہل قدمی۔ جلد سونا جلد بیدار ہونا۔ غذا کی

مقدار کا پہنچنا انسان کے لئے بہترین صحت کے گُر ہیں۔ اگر کوئی طبی اُصول سے اس پر کاربند ہو تو پھر اُس کو کسی دوا کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔ وہ ہمیشہ جوان تندرست رہ سکتا اور طویل عمر ہو سکتا ہے۔

**سر مہی متھا** بمبئی کے مشہور معمر اشخاص میں ہیں۔ ان کی عمر ۶۵ سال ہے مگر اُن کے چہرے کی شگفتگی جسم کی توانائی نوجوانوں کو شرماتی ہے۔ ہر قسم کے کھیلوں میں مشاق ہیں۔ گھوڑ سا بازی میں اس عمر میں جوانوں کو ہرا دیتے ہیں
یہ جب ملازمت میں داخل ہوئے تو صرف کلرک کی حیثیت سے تنخواہ ۲۵ روپے تھی۔ مگر محنت مشقت سے آنی ترقی حاصل ہوئی کہ آج بمبئی کے متمول اشخاص میں گنے جاتے ہیں۔
یہ محنت سے کبھی نہیں تھکتے۔ اُنکا قول ہے میں نے تھکان محسوس ہی نہیں کی۔ کام اور محنت سے زندہ ہوں اور صحت مند ہوں۔
وہ صبح ساڑھے پانچ بجے بیدار ہوتے ہیں اور شب کو دس بجے بستر پر۔ جب کبھی اُن کی طبیعت بھاری ہوتی ہے۔ دن بھر کچھ نہیں کھاتے صرف پانی ہی اُن کی غذا ہوتی ہے۔ دوسرے دن وہ بستر پر سے نہایت بشاش اُٹھتے ہیں۔ اس عمر تک دوا کا ایک قطرہ بھی اُن کے حلق سے نہیں اُترا۔ ناکامی مایوسی اُن کے لغات میں ہے ہی نہیں۔

**سر نبس وادھیا** جنکی عمر ۷۳ سال ہے نہایت تندرست انسان ہیں۔ اُنکا بھی یہی قول ہے جس قدر ہو سکے محنت کرو اور جلد سوئے جلد بیدار ہو۔ غذا ہلکی زود ہضم کھائے اور صبح ورزش خوب کرے یہی صحت اور طویل عمری کے بہترین اسباب ہیں۔

**سردار فیروز دستور جی** بمبئی کے تمام معمروں میں ایک اعلیٰ مثال رکھتے ہیں۔ اُنکی عمر ۸۱ سال ہو گر ضعیفی کا کوئی نشان اُنمیں نظر نہیں آتا۔ ہاں سفید داڑھی اور مونچھوں سے بڈھے معلوم ہوتے ہیں۔ اُنکا قول ہو انسان اپنی غذا اور نیند کا خیال رکھے۔ اِن دونوں چیزوں پر قبضہ حاصل کر کے اِن کو اپنا غلام بنالے تو بہترین صحت کا حامل ہو سکتا ہے۔ حد سے زیادہ مرغن غذا کا استعمال صحت کو فنا کر دیتا ہے۔ خواہشات کو اپنا غلام بنانا چاہیئے نہ خود خواہشات کے غلام بنیں۔

مایوسیوں ناکامیوں سے تھک جانے والا انسان کبھی صحت مند نہیں ہو سکتا۔ جس قدر ہو سکے کوشش اور ہمت محنت کرو کامیابی تمہارے ساتھ ہے۔ تم اپنی ناکامی پر آنسو بہاتے رہے تو سمجھو زندگی کا خاتمہ صحت رخصت ہے۔

محترم بہنوں! آپ نے دیکھا طویل عمری کا راز خود ہمارے ہاتھ میں ہے۔ گویا عورتیں ہی مردوں کو طویل عمر بنا سکتی ہیں۔ مردوں کی غذا کی پوری ذمہ داری آپ پر ہے۔ لہذا آپ کو لازم ہے غذا کو بے حد مرغن بنانے کے بجائے ہلکی زود ہضم بنایئے۔ مردوں کے ٹوٹے ہوئے دلوں میں ہمت کی روح پھونکئے اپنے بچوں کو چھوٹی عمر سے ہی محنتی بنایئے۔ دنیا میں کامیاب انسان قوم کے لئے مایۂ ناز افراد ہوں اور آپ پر یہ الزام نہ آئے۔ آپ کی مادری محبت نے قوم کے لئے نکمّے کاہل افراد بہم کئے۔ اب جبکہ ہم دن بدن گرتے چلے جا رہے ہیں۔ ہمارے لئے راحت و آرام عیش و عشرت حرام ہو جاتا ہے۔ صرف ایک ربع صدی مائیں بہنیں بیٹیاں بیویاں کوشش و ہمت سے کام لیں تو ہم بھی من حیث القوم مسلمان کہلانے کے مستحق ہونگے ورنہ ابتو مسلمان در گور مسلمانی در کتاب کی مثال ہم پر صادق آ رہی ہے۔

مہرالنساء

# خسرو کا ہندی کلام

## (۷) ان مولیاں یا ڈھکوسلے

"ان مولیاں" یا ڈھکوسلے کا لفظی ترجمہ بے ربط۔ بے جوڑ اور اوٹ پٹانگ باتیں ہیں۔ اگر کسی خاص موقع پر کوئی بے تکی بات بھی کہدی جائے لیکن مطلب اور پتے کی ہو تو اُسے ڈھکوسلہ کہیں گے۔

ایک کنوئیں پر چار پنہاریاں پانی بھر رہی تھیں۔ امیر خسرو پیاسے تھے اُدھر سے گذرے تو ایک عورت سے پانی مانگا۔ اُن میں سے ایک ان کو پہچانتی تھی اُس نے سب سے کہا اری! یہ تو وہی خسرو ہے جو پہیلی، مُکری کہتا ہے" اُن میں سے ایک نے خسرو سے کہا "مجھے کھیر کی بات کہدو" دوسری نے چرخا، تیسری نے ڈھول، چوتھی نے کُتے کا نام لیا۔ اِدھر امیر صاحب کا پیاس کے مارے بُرا حال تھا۔ لیکن پنہاریوں کو تو اپنے مطلب کی پڑی تھی۔ آخر کار خسرو نے جلدی سے یہ ڈھکوسلہ پڑھکر پانی پیا

کھیر پکائی جتن سے اور چرخا دیا جلائے
آیا کُتا کھا گیا تو بیٹھی ڈھول بجائے ۔ لا پانی پلا

امیر خسرو کے محلے کے سرے پر چھتو نام کی ایک بھٹیارن تھی (بقول مولانا آزاد چھتو ایک بڑھیا ساقن تھی) جس کے یہاں شہر کے تمام غنڈے مُشٹنڈے جمع ہو کر چرس اور بھنگ پیا کرتے تھے۔ جب امیر صاحب اُدھر سے نکلتے تو سرو قد ہو کر نہایت ادب سے سلام کرتی اور حقہ پیش کرتی یہ بھی اُس کی دلشکنی کا خیال کر کے دو کش لگا لیتے۔ ایک دن اُس نے امیر صاحب سے کہا۔ آپ ہزاروں غزلیں۔ گیت۔ راگ۔ راگنی بناتے ہیں لونڈی کے لئے کوئی چیز لونڈی کے نام پر بھی بنا دیجئے۔ امیر صاحب نے وعدہ کر لیا۔ کچھ دن انتظار کر کے اُس نے پھر کہا تو آپ نے اُس کے لڑکے کے لئے "خالق باری" لکھدی۔ بھٹیارن نے کہا کہ حضور میرے نام پر بھی کچھ لکھ دیجئے تو آپ کے صدقے سے میرا نام بھی دُنیا میں رہ جائے گا۔ اُس کے بار بار کہنے پر ایک دن خیال آ گیا اور امیر صاحب نے کہا "لو بی چھتو سنو"!

اورن کے چو پہری باجے — چھتو کے آٹھ پہری باجے
باہر کا کوئے آیا ناہیں — آئے سارے شہری
صاف صوف کر آگے راکھے — جائیں ناہیں توسل
اوروں کی جہاں سینگ سمائے — چھتو کی وہاں موسل

اُس وقت بادشاہ کے یہاں چار دفعہ نوبت بجتی تھی لیکن بی چھتو کے یہاں تو آٹھ پہر جشن رہتا ہے۔ بھنگ جب گاڑھی بنتی ہے تو بھنگڑ فخریہ کہا کرتے ہیں کہ اسکی ایسی گاڑھی بھنگ ہے جس میں گاڑھے پن کی وجہ سے سینگ کھڑی رہ سکتی ہے۔ امیر صاحب مبالغہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چھتو تو ایسی بھنگ بناتی ہے جس میں موسل کھڑا رہ سکتا ہے۔

اسی طرح کے یہ مندرجہ ذیل ڈھکوسلے ہیں جو کسی خاص موقع پر کہے گئے ہیں۔

گوری کے نینا ایسے بڑے جیسے بیل کے سینگ
بھینس چڑھی ببول پر اور لپ لپ گولر کھائے
دُم اُٹھا کر دیکھا تو پورن ماسی کے تین دن
پیپل پکی پپولیاں جھڑ جھڑ پڑے ہیں بیر
سر میں لگا کھٹاک سے واہ بے تیری مٹھاس

# بسنت

حضرت خواجہ سنگ کھیلے دھمال

بائیس خواجہ مل بن بن آیو تامے

حضرت رسول صاحب جمال　　حضرت......

عرب یار تیرو بسنت بنایو۔ سدا کھلے لال گلال حضرت....

## دیگر

مورا جو بنا نویلی رابھیو ہے گلال
نیا

کیسے گھر دینی بکس موری مال
بخش

نجام دین اولیا کو کوئی سمجھائے
نظام

جوں جوں مناؤں وہ تو روسو ہی جائے

مورا جو بنا......

چوریاں پھوروں پلنگ پر ڈاروں

اِس چولے کو دوں گی میں آگ لگائے۔ کیسے گھر دینی...

سونی سیج ڈراون لاگے۔ بڑا گن ہو ہے ڈس ڈس جائے۔ اِس چولے کو...

## دیگر

اے سر دنتو اامبا۔ موری لا۔ سب بنا

کھیلت دھمال کھاجا معین الدین قطب دین
خواجہ

شیخ فرید شکر گنج سلطان مشائخ نصیر الدین اولیا۔ اے سر دنتا....

## دیگر

دیاری موہے بھیجو یارے۔ شاہ نجام کے رنگ میں

کپڑے رنگنے سے کچھ نا ہوت ہے۔ یا میں نے تن کو ڈبو یارے۔ دیاری موہے

وا ہی کے رنگ سے من دسے شوخ رنگ۔ خوب ہی مل مل دھو یارے۔ پیر نجام (نظام) کے رنگ میں

# دوہے

خسرو رین سہاگ کی جاگی پی کے سنگ　　تن میرو من پیو کا دو ؤ بھے اک رنگ

## دیگر

گوری سووے سیج پر اور مکھ پہ ڈارے کیس

چل خسرو گھر اپنے رین بھئی چہوں دیس

# قلبانہ

(جو چشتیہ محفل سماع میں قوالی کے شروع میں پڑھا یا گایا جاتا ہے)

## من کنت مولا فعلی مولا

دَر تیلے۔ در تیلے۔ در دانی۔ در تم تنا نا نا۔ تنا نا رے

یَلَلِی۔ یَلَلِی۔ یَلا۔ یا للے

من کنت مولا........

## دیگر

(جو فاتحہ سماع پر پڑھا جاتا ہے)

در توم تنا در توم توم تا تنا نا تنا نا۔ نانا۔ در تنا۔ لالے تا۔ لا

لالے۔ در تلے۔ در تلے۔ تا توم۔ تا توم۔ تنا در توم۔ تنا نا نا۔ در توم

توم تنا۔ نانا

## دیگر

اولیا تیرے دامن لاگی　　پڑھو میرو للنا۔ اولیا

خواجہ حسن کو میں مجرے ملے۔ خواجہ قطب الدین

اولیا تیرے دامن.....

# ساونی (ساون کا گیت)

امّاں میرے باوا کو بھیجو جی کہ ساون آیا

بیٹی تیرا باوا تو بڈھا ری　　کہ ساون آیا

امّاں میرے بھائی کو بھیجو جی　　کہ　〃　〃

بیٹی تیرا بھائی تو بالا ری　　کہ　〃　〃

امّاں میرے ماموں کو بھیجو جی　　کہ　〃　〃

بیٹی تیرا ماموں تو بانکا ری　　کہ　〃　〃

## آنکھوں کا نسخہ

لودھ۔ پھٹکری۔ مردہ سنگ　　ہلدی زیرہ اک ایک ٹنک

افیون چنا بھر مرچیں چار　　ارد برابر تھوتھا ڈار

پوست کے پانی پٹلی کرے　　تُرت پیر نینوں کی ہرے
درد

اعظم کریوی

I SLEPT AND
DREAMT THAT
LIFE IS BEAUTY
I WAKE AND SAW
THAT LIFE IS DUTY
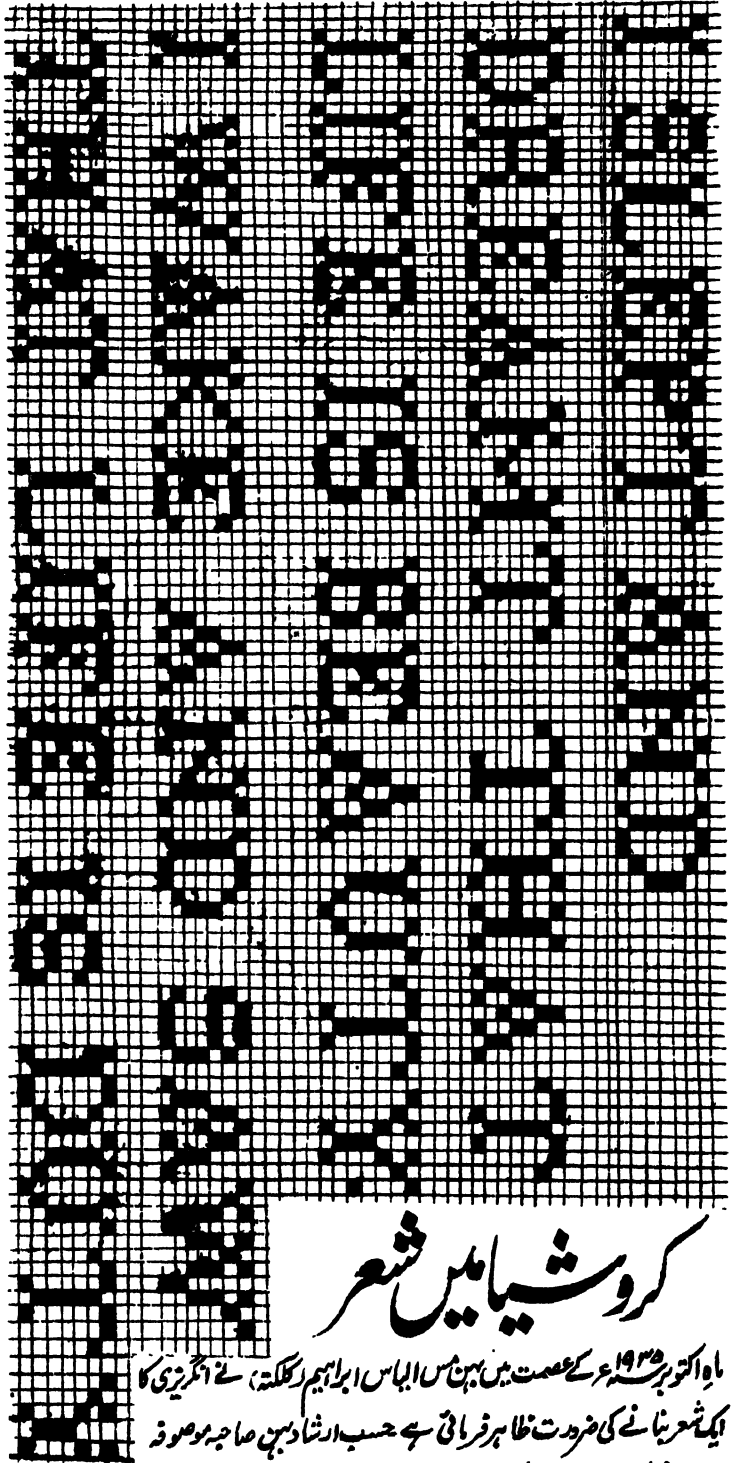
# کروشیا میں شعر

ماہ اکتوبر ۱۹۳۵ء کے عصمت میں بہن مس الیاس ابراہیم (کلکتہ) نے انگریزی کا ایک شعر بنانے کی ضرورت ظاہر فرمائی ہے حسب ارشاد بہن صاحبہ موصوفہ مطلوبہ شعر کروشیا میں بنا کر بھیجتی ہوں نمونہ صاف ہے سمجھنے میں وقت نہ ہوگی۔

مس عبدالرزاق نور محمد پورٹ لوئس (موریشس)

# دستِ حنائی

نومبر کے عصمت میں آپ دو نمونے ملاحظہ فرما چکی ہیں ان دونوں میں بہنیں خیال رکھیں کہ انگلیوں کے الٹی طرف کے درمیانی گرہ پر مہدی نہ لگائیں ورنہ اسکی خوبصورتی جاتی رہیگی۔ خاکہ نمبر ۴ کے مطابق مہدی سے کوئی پاکیزہ مصرعہ عید وغیرہ کے موقع پر ہتیلی پر بنا لیجئے۔ بہنیں و سہیلیاں جب دلہن تیئے لگیں تو بجائے زبانی مبارکباد کے ہتیلی پر مہدی کے مبارکباد کا چھاپا لگا دیں جو عرصہ تک قائم بھی رہے گا۔

نشاط افزا کلکتہ

دہر میں جب تک حنا قائم رہے
دست خواہر میں سدا قائم رہے
(۴)
(۳)
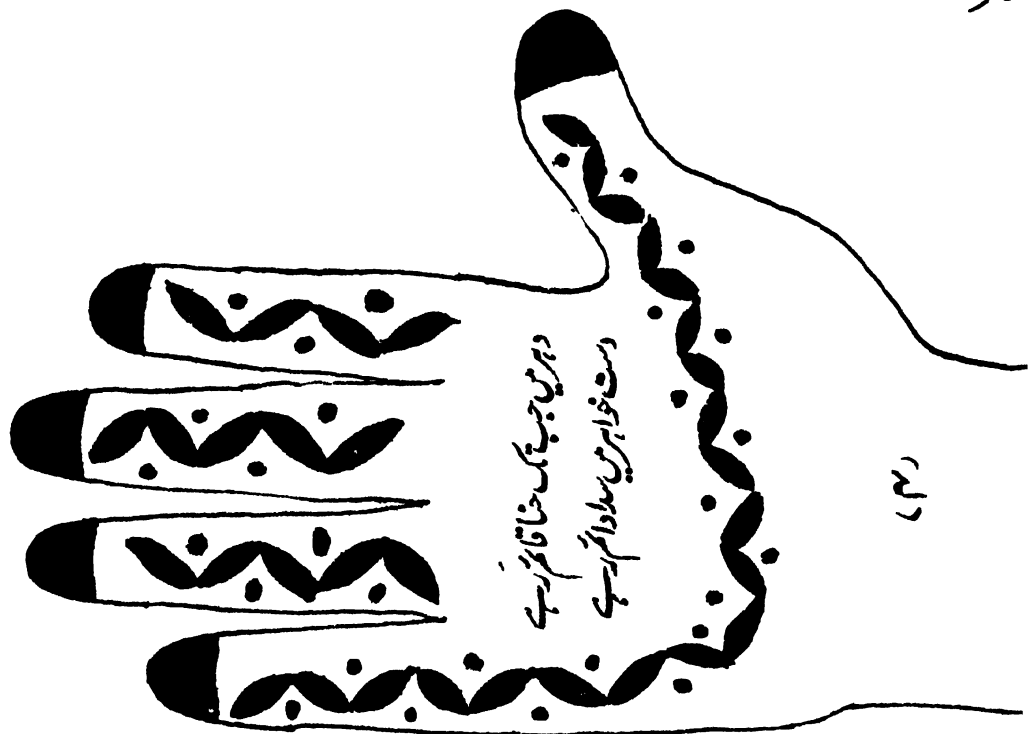
۵۲۴
عصمت دہلی
جلد ۵ نمبر ۶
پھولوں کی ہنڈیا (واز)
پھول آتشیں گلابی رنگ کے۔
بڑے پتے اور موٹی ڈنڈیاں گہرے
سبز رنگ سے۔
چھوٹے پتے اور پتلی ڈنڈیاں خوشرنگ سبز
پھولوں کے بیچ میں
زیرہ گہرا زرد
کلی گلابی
ہنڈیا گہرے اور
ہلکے نیلے رنگ سے
مندرجہ بالا رنگوں سے اس گلدستہ کو
بنانا نہایت آسان ہے۔
البتہ ہانڈی میں ہلکا اور گہرا رنگ
اس صفائی سے ملانا چاہئے کہ
بالکل قدرتی معلوم ہو۔
پھولوں کے وسط میں زیرہ بہت
گنجان اور سوئی پر کئی کئی بل
لیکر بنانا چاہیئے۔ اس تمام
گلدستہ کے لئے کشمیری ٹانکا
بہت عمدہ رہے گا۔ ورنہ جیسے
مرضی ہو بنائیے۔
مسز صالحہ عابد حسین
قرول باغ دہلی
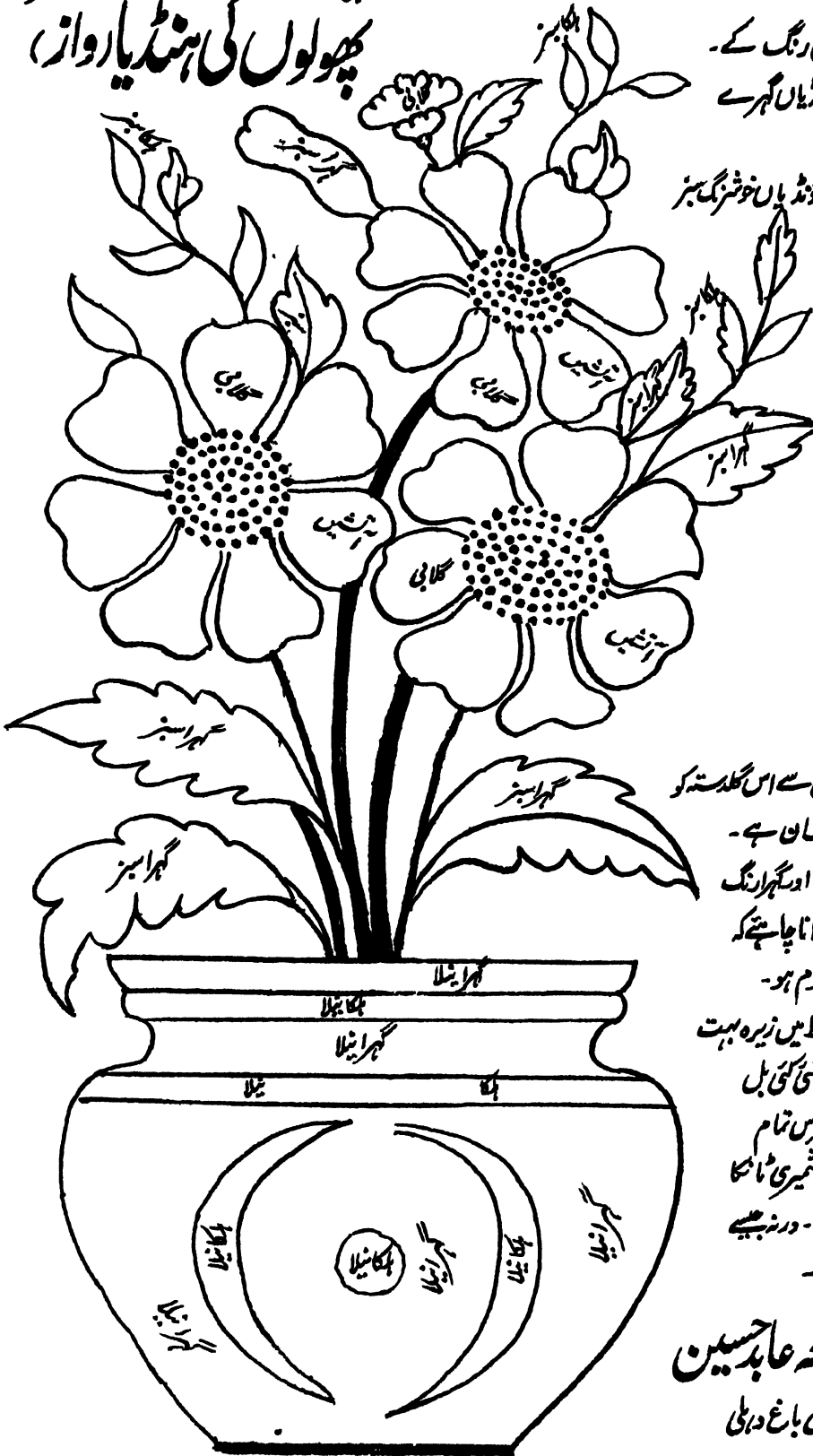
# خانہ داری

سنگھار و آرائش



## خوش رفتاری

ہندوستانی عورتوں کی چال دنیا میں مشہور ہے۔ یورپ کی عورتیں ان کی دلکش چال پر بہت رشک کرتی ہیں۔ بدن کیسا ہی خوش نما اور رنگ کتنا ہی دلفریب ہو۔ چال اچھی نہیں، سب خاک میں مل جاتا ہے۔ چال میں صرف اس قدر ضرورت ہے کہ سر اُٹھا ہوا ہو کمر سیدھی ہو اور کولھوں سے ایک خفیف سی لچک آتی ہو۔ بس جسم کا عضو عضو خوبصورتی کی تصویر بن جاتا ہے۔

انگریزی لباس اور اونچے جوتے پہننے والیوں کی چال ملاحظہ ہو، بعض تو جھٹکے سے چلیں گی۔ بعض ہر دو جانب ہل ہل کے چلتی معلوم ہونگی سب کی چال کولھوں سے بالکل غیر متعلق ہوگی۔ صرف گھٹنوں سے نکلتی معلوم ہوگی۔ خراب چال کا بڑا باعث انگریزی جوتے ہیں جنکی اونچی ایڑیاں اور بھی مصیبت بن جاتی ہیں۔ اب خود یورپی ممالک میں ایڑیاں کم ہوتی چلی جارہی ہیں پھر بھی کافی اونچی ہیں اور تکلیف کا باعث ہیں۔

عمدہ رفتار اس وقت تک ممکن نہیں جب تک اچھی طرح کھڑا ہونا نہ آئے۔ دل میں خیال کرو کہ ایڑی سے چوٹی تک بدن کے اندر سے ایک سیدھی لکیر چلی گئی ہے۔ یہ سیدھا کھڑا ہونا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ورزش کرتے وقت کندھوں کو پیچھے کر کے سخت کرنا سیدھا کھڑا ہونا نہیں کہا جاسکتا۔ کندھے نرمی سے اور سیدھے اپنی جگہ پر قائم رکھنے چاہئیں۔

اپنے بدن کا بوجھ سارا ایڑیوں پر رکھو۔ پسلیوں کو کسی قدر پھیلاؤ اور پیٹ کو خوب اندر کو رکھو۔ پاؤں ایک دوسرے سے دو فٹ کے فاصلے پر رہنے چاہئیں۔ کیونکہ یہ فاصلہ اتنا کافی ہے کہ یہ از خود بغیر کسی خاص کوشش کے برابر قائم رہ سکتا ہے۔

کندھے گول ہوں تو چال میں فرق آجاتا ہے۔ انھیں سیدھا کرنے کا طریقہ یہ ہے روزانہ دیوار سے لگا کر کھڑی ہو جاؤ۔ باہیں پھیلا کے ہاتھوں کی پشت دیوار سے لگا لو۔ دو منٹ تک اسی طرح کھڑی رہو۔ مہینہ بھر میں ہی کندھوں میں بڑا فرق معلوم دینے لگے گا۔ ٹانگیں گھٹنوں سے لٹکنے کی بجائے کولھوں سے ملنی چاہیں۔ کولھوں سے اوپر کا بدن مستقل اور پیٹ کے پٹھے اندر کی طرف قابو میں ہونے چاہیں۔ اس طرح وہ بخوبی کام کرنے لگتے ہیں اور بدن ہلکا کرنے اور جسم جوان اور شاندار بنانے کی ورزش کے مقابلہ میں اس طرح رفتار زیادہ۔ اچھی ہو جاتی ہے۔

اگر شروع میں خوش رفتاری مشکل معلوم ہو جیسا کہ عام طور سے محسوس ہوا کرتا ہے ایک ماہر کے بتائے ہوئے یہ تین طریقے کارآمد ثابت ہوں گے۔

ایک طریقہ تو یہ ہے کہ سر پر کتاب توازن سے رکھ کے کمرہ میں چاروں طرف پھرو۔ کتاب کو گرنے سے بچانے کے لئے تم آپ ہی سر اور ریڑھ کی ہڈی سیدھی رکھوگی اور بڑی ہوشیاری اور خیالی جانچ تول سے گھٹنے سے جھٹکا آنے کی حرکت سے گریز کروگی۔ یہ جھٹکا ہی بڑا اور تھکا دینے والا ہوا کرتا ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ دیوار سے لگ کے اس طرح کھڑی ہو جاؤ گویا چپک گئی ہو۔ سر کندھے کمر اور ایڑیاں دیوار سے لگی رہیں۔ بدن کو اسی حالت میں رکھ کے چند قدم آگے بڑھو۔ رفتہ رفتہ دیوار کی مدد کے بغیر اس طرح توازن رکھنا تمھیں آجائے گا۔

تیسری شکل یہ ہے کہ پیچھے کو چلو۔ بُری سے بُری چال والا بھی پیچھے کی طرف بُری طرح نہ چلے گا۔ ذرا چل کے دیکھو۔ تم دیکھوگی کہ تم کولھوں کے بل صبا رفتاری سے چل رہی ہو گھٹنے سیدھے ہیں اور ریڑھ کی ہڈی بالکل سیدھی ہے۔ اس توازن کو قائم رکھ کے آگے کو چلو۔ پھر تمہیں معلوم ہوگا کہ تمہیں خوبصورتی سے چلنا آگیا ہے۔

## خوش رنگی

کبھی آپ نے تازہ انگور دیکھا ہے؟ آپ نے تازہ انگور میں ایک خاص آب دیکھی ہوگی جو آنکھوں کو بہت بھلی معلوم ہوا کرتی ہے۔ انگور دھو ڈالئے اور یہ آب بھی جاتی رہتی ہے۔ یہ آب آدمی میں بھی نمودار ہوتی ہے۔ عورت اس دنیا کا زیور ہے۔ زیور کی

طرح اُسے صاف ستھرا رکھنا زیب و زینت بڑھاتا ہے۔ میل کچیل اور غلاظت اس کی خوبی کو دور کر دیتے ہیں۔

آپ نے گاؤں میں بیفکر اور تندرست لڑکیوں کو بھی دیکھا ہوگا؟ ان کے رنگوں میں کچھ عجب نکھار ہوتا ہے ایک تازگی ہوتی ہے جو دیکھنے والے پر عجیب اثر پیدا کرتی ہے۔ یہ سب خون کی صفائی کا کرشمہ ہے کیا یہ خوبی شہروں میں نہیں پیدا کی جاسکتی؟ ضرور پیدا کی جاسکتی ہے لیکن گاؤں میں یہ خوبی مفت میں میسر آجاتی ہے اور شہروں میں اس پر محنت اور لاگت درکار ہوگی!

چہرہ کی خوبی صرف خون سے ہے۔ جو چہرہ دمک رہا ہو۔ اس سے خون نکال لیجئے۔ پھر اس پر نظر ڈالئے وہ رونق ہی غائب ہوگی۔ یہ کیفیت بیماریوں میں نظر آسکتی ہے۔ جسم کی کھال کے نیچے نیچے صاف خون اپنی دوڑ دھوپ سے کھال کو دلفریب بنا دیتا ہے۔ چنانچہ ضرورت ہے کہ یہ خوبی حاصل کر کے قائم رکھی جائے۔

تازہ میوے اور ترکاریاں خون کا توازن قائم رکھتی ہیں۔ ان کے ساتھ ساتھ کھلی ہوا میں کافی ورزش کی جائے۔ دل و دماغ کو فکروں سے آزاد رکھا جائے۔ لیجئے آپ نے خوبصورتی کا پتہ لے لیا کیونکہ خون کی صفائی اور پاکیزگی پر رنگ و روپ کا نکھار منحصر ہے۔

ورزش خون صاف کرنے کے لئے موثر تدبیر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ورزش خون میں کسی قدر تیزابیت نمکین پیدا کرتی ہے لیکن یہی صورت قدرت نے خون کی کثافت دور کرنے کی قائم کر رکھی ہے جسم کے ہر حصہ سے یہی تیزابیت اور نمکین جمع شدہ غلاظتوں کو نکال کے باہر پھینک دیتی ہے۔

## خوش پوشاکی

لباس پہننے میں عام طور پر یہ بڑی غلطی کی جاتی ہے کہ بھڑک دار ہوتا ہے۔ دیکھنے والوں کی نگاہیں پہننے والی کی بجائے کپڑوں پر پڑتی ہیں حالانکہ لباس کا مقصود یہ ہونا چاہیئے کہ اس سے آدمی پہلے سے زیادہ خوبصورت معلوم ہو۔ نہ یہ کہ خود اس میں دب کے نظروں سے اوجھل ہو جائے۔ ہر شخص کے بدن میں خوبیاں بھی ہوتی ہیں اور نقائص بھی۔ لباس ایسا ہو جس سے خوبیاں نمایاں ہو جائیں اور نقائص بالکل چھپ جائیں۔ ہر ایک کو اپنے جسم کا مطالعہ کرنا چاہیئے اور اپنی خوبیوں اور کمیوں کو ذہن نشین کر لینا چاہیئے۔ لباس اختیار کرنے کے وقت کئی اور چیزوں کو بھی نگاہ میں رکھنے کی ضرورت ہے۔ آمدنی۔ نمونہ شخصیت۔ غرض۔ قد و قامت۔ صفائی و نفاست۔ طرز پوشش وغیرہ۔ لباس ان باتوں کو دیکھ کر پسند کیا جاسکتا ہے مثلاً موٹی عورت اگر لباس پہنے جس پر لمبی ترچھی لکیریں ہوں تو اس کا موٹا پا چھپ جاتا ہے اور زیادہ پتلی کے لئے چمک دمک اور اُفقی لکیروں والا لباس ہونا چاہیئے۔ جس پر ڈھیلی ڈھالی طور پر لہروں کی شکل میں ٹکی ہو۔ اس سے اس کے زاویوں کی شدت بہت دب جائے گی۔

خلاصہ یہ ہے کہ پہلے سے سوچ سمجھ کے لباس تیار کیا جائے اور ایسا لباس ہرگز نہ پہنا جائے جس کی طرف دیکھنے والوں کی توجہ تمہارے مقابلہ میں زیادہ ہو جائے۔ معیار یہ ہو کہ وہ یہ نہ کہیں کہ کیا اچھا لباس ہے یہ کہیں کہ یہ بی بی کیسی اچھی معلوم ہوتی ہے۔

## خانگی ٹوٹکے

گرمیوں میں روغن دار دروازوں پر آبلے سے پڑ جایا کرتے ہیں۔ اگر دروازوں پر کبھی کبھی السی کا تیل مل دیا جایا کرے تو یہ بات پیدا نہ ہو۔ جب تیل جذب ہو جائے تو کسی صاف اور نرم کپڑے سے جلا دیدی جایا کرے۔

عنبر دودھ سے دھونے سے اچھا نظر آنے لگتا ہے۔

اگر کسی اچھے رومال میں میوہ کے رس کے دھبے لگ گئے ہوں تو سہاگہ اور دودھ میں آبالو۔

بچہ گاڑی کی چھتری پر کپڑے سے روغن زیتون لگاؤ۔ دھوپ سے خراب نہ ہوگی۔

ریشمین جرابوں پر تارکول کے دھبے پڑ جائیں تو دھبوں پر خالص مکھن لگا کے کچھ دیر پڑی رہنے دو۔ جب دھبے ملائم ہو جائیں تو احتیاط سے

گلدا[illegible] میں گلدستے خراب ہوجانے کا اصل سبب وہ پتے ہیں جو اُس ڈنڈی میں لگے رہ جاتے ہیں جو پانی کے اندر رہتی ہے۔ وہ پتے چھانٹ کر ڈنڈی پانی میں ڈبو دو۔ پھول تازہ رہیں گے۔ پانی بدلتے رہو۔ بارش کا پانی ڈالو تو بہت اچھا ہے۔

[illegible]ذلی کھی کاٹ جائے تو گوشت کو چٹکی میں خوب بھینچ کے ڈنک نکال دو اور اس وقت تک گوشت پکڑے رہو جب تک تکلیف قائم ہے۔ اب [illegible]رین لگا دو۔ ڈنک پر امونیہ پیاز کا عرق کافور وغیرہ لگانا بھی مفید ہے۔

کپڑے کے جوتوں میں کل[illegible] ہرگز نہ لگائیں اس سے وہ کھچ جائیں گے اور تلا اور کنارے چنچ جائیں گے۔ مناسب یہ ہے کہ اُتارنے کے [illegible]گرم گرم حالت میں ان کے اندر کاغذ موڑ موڑ کے رکھ دیا جائے۔

چاقوؤں کے دستوں پر دھبے پڑجائیں تو کپڑے میں نمی دے کے نمک لگائیں اور دستوں پر رگڑیں۔

تصویروں کے سنہری چوکٹے کپڑے سے صاف نہیں کرنے چاہئیں۔ کیونکہ اس سے سنہرا رنگ پونچھ جاتا ہے۔ پر کی معافی استعمال کرنی چاہیئے:

بید کی کرسیاں ڈھیلی ہوجائیں تو گرم پانی اور لیموں کے عرق میں دھو کے دھوپ میں سکھائیں تن جائیں گی۔

چیتھڑا لیونڈر واٹر یا مٹی کے تیل میں ڈبو کے کھڑکیوں، آئینوں، تصویروں کے شیشوں پر مل جائے تو ان پر مکھیاں نہ بیٹھیں گی۔

جن چمچوں پر انڈے کے دھبے لگ جائیں انہیں ایک دو منٹ اسی پانی میں ڈبوئے رکھیں جس میں اُبالے ہوں۔ دھبے جاتے رہیں گے۔

دودھ یا کوئی مائع چیز اُبالتے وقت کوئی لمبا کفگیر یا چمچہ استعمال کریں تو وہ جلد اُبل جائے گا۔

چمڑے پر چکنائی کا دھبہ پڑ جائے تو دھبہ پر انڈے کی سفیدی لگا کے ہوا میں سوکھنے کو رکھ دیں۔ دھوپ میں دھویا جائے تو زیادہ اچھا ہے۔

محمد ظفر

## بیس روپیہ کے تین انعام

چار پانچ سال ہوئے مشہور مضمون نگار محترمہ و۔ا دلعقیس بیگم صاحبہ نے اپنی جاننے والی دس بیبیوں کو عصمت کا ایک ایک پرچہ بطور نمونہ بھجوا کر خریداریٔ رسالہ کی ترغیب دی تھی ان میں سے سات بیبیاں خوشی خوشی رسالہ کی خریدار ہوگئی تھیں۔ ہمارے پاس گذشتہ سال کے کچھ پرچے ضرورت سے زیادہ بچ گئے ہیں ہم چاہتے ہیں یہ پرچے بالکل مفت تعلیم یافتہ خواتین کو بھیج دئیے جائیں۔ محترمہ و۔ا صاحبہ کی طرح جن بہنوں کو ترقی عصمت کا خیال ہے وہ اپنی ان سہیلیوں اور ملنے جلنے والی خواتین کے پتوں سے ہمیں مطلع فرمائیں جو [illegible] خریدار نہیں لیکن جن سے وہ خریداریٔ رسالہ کی توقع کرسکتی ہیں ہم اُن پتوں پر گذشتہ سال کا ایک ایک پرچہ مفت بطور نمونہ بھیج دیں گے۔ اس طرح ہر بہن کی طرف سے دو ایک خریدار مل سکیں گے۔ ان پتوں میں سے سب سے زیادہ خریدار جن بہن کی طرف سے ملیں گے انھیں دس روپیہ بطور انعام دئیے جائیں گے دوسرے نمبر پر جن بہن کے بھیجے ہوئے پتوں میں سے خریدار پیدا ہوں گے انھیں پانچ روپیہ کا انعام دیا جائے گا اور کم سے کم دو خریدار جن بہنوں کی طرف سے ہوں گے انھیں بھی پانچ روپیہ کا ایک انعام بذریعہ قرعہ تقسیم کیا جائیگا۔ چونکہ فروری کے پرچے میں انعامات کا اعلان کردیا جائیگا اس لئے پتے جلد سے جلد آجانے چاہئیں۔

منیجر

# صبح شام کے ناشتے

بعض افراد کو اکثر زیادہ تر مٹھائیوں کا استعمال مرغوب ہے اور صبح شام کے ناشتہ میں اکثر ایک آدھ مٹھائی کی ڈلی پر اکتفا کرتے ہیں اور بعض دونوں وقت کی چائے کے ساتھ مٹھائی کا استعمال پسند کرتے ہیں مندرجہ ذیل مٹھائیاں ہر طرح بطور ناشتہ استعمال کرنے کے لئے نہایت ہی مقوی اور مفرح دل و دماغ اور زود ہضم ہیں بچوں کو بلا خوف وخطر کھلائی جاسکتی ہیں ۔ اور بہ لحاظ موسم نہایت موزوں ہیں۔

**گاجر پاک** اجزاء۔ عمدہ قسم کی زرد گاجریں دو سیر پختہ۔ کھویا عمدہ ایک سیر۔ چینی دو سیر۔ زعفران چھ ماشے۔ کیوڑہ برائے خوشبو قدرے۔

ترکیب: اول گاجروں کو صاف کرکے کدوکش کریں۔ بعدہ کسی قلعی دار دیگچے میں ڈال کر ربع چینی کے چولھے پر پکنے کے لئے رکھ دیں۔ تھوڑی دیر میں گاجریں خود بخود اپنا پانی چھوڑیں گی۔ جب یہ پانی بالکل خشک ہوجائے تو کھویا بھی ڈال دیں اور اچھی طرح کفگیر سے ملا جلا دیں جب کھوے میں دانہ پڑنے لگے تو زعفران کیوڑہ میں پیس کر ملادیں اور پھر کسی صاف سینی میں اول گھی قدرے چپڑ کر جما دیں اور ورق چاندی کے لگا کر پستہ وغیرہ چھڑک دیں اور سرد ہوجانے پر عمدہ قاشیں صاف چھری سے کاٹ لیں مطابق ترکیب و اوزان بنائیں گی تو انشاءاللہ بازاری ناقص اشیاء والی مٹھائی سے بہت عمدہ لذیذ اور ارزاں اور خوشبودار پائیں گی۔ یہ مٹھائی تقریباً ایک ہفتہ سے زائد عرصہ تک درست رہ سکتی اور سفری حالت میں بھی ناشتہ کے لئے نہایت مفرح اور مقوی و مفید چیز ہے۔

**دال مونگ کی لوز** اجزاء۔ بغیر چھلکے کے صاف کی ہوئی دال مونگ قریباً آدھ سیر۔ گھی عمدہ خالص ایک سیر۔ چینی ڈیڑھ سیر۔ بادام کی سفید گریاں پسی ہوئی ایک پاؤ۔ پستہ ایک پاؤ باریک کترا ہوا۔ ورق نقرہ چند عدد۔ کیوڑہ برائے خوشبو۔ قدرے زعفران برائے رنگت ۴ ماشے۔

ترکیب: اول دال کو مٹھائی بنانے سے ایک گھنٹہ پیشتر بھگو چھوڑیں۔ بعد ازاں مہین مثل میدے کے پسوالیں اور کسی صاف برتن میں گھی کڑکڑا کر پسی ہوئی دال گھی میں چھوڑ دیں۔ جب خوب بھن کر خشک ہوجائے اور گھی چھوڑنے لگے تو آگ پر سے اتار لیں اور پستہ بادام بھی ملادیں۔ اب چینی میں صرف آدھ پاؤ پانی ڈال کر آگ دیں۔ ازاں بعد تیار شدہ دال چینی کے قوام میں ملاکر خوب یکجان کریں اور صاف سینی میں جما دیں۔ اوپر سے ورق نقرہ جما کر ٹھنڈا ہونے کے لئے رکھ دیں۔ اور ٹھنڈا ہونے پر صاف چھری سے نہایت عمدہ لوز کاٹ لیں صبح شام کے ناشتہ کے لئے اعلیٰ درجہ کی نہایت لذیذ خوش رنگ اور مقوی دماغ مٹھائی تیار ہے۔ بچوں کے لئے بھی مناسب اور زود ہضم ناشتہ ہے اور بہ دیر درست رہ سکتا ہے بشرطیکہ مطابق ترکیب بنایا جائے۔

گ۔ ن۔ بنت ڈاکٹر شیخ ابوالفضل۔ کپورتھلہ

**۸۰ صفحے** اس پرچہ میں صرف مضامین کے ہیں جن میں بہت سے صفحے باریک لکھوا کر قریباً ۱۰۰ صفحوں کے مضامین پیش کئے جا رہے ہیں۔ اگر مضامین کے ۴۸ صفحے ہوتے تو ایک پیسہ کے ٹکٹ میں رسالہ روانہ ہوسکتا تھا مگر عصمت میں مضامین کے صفحے اسقدر زیادہ ہوتے ہیں کہ ہر پرچہ پر ڈبل محصول ڈاک یعنی دو پیسے کا ٹکٹ لگتا ہے۔ ہندوستان بھر کے تمام زنانہ رسائل میں یہ خصوصیت صرف عصمت ہی کی ہے۔

منیجر

# سیر بین

## سمندر کے عجائبات

زمین کے ¾ حصہ میں سمندر ہی سمندر ہے۔ ۳۵۰ سوفٹ گہرائی پر لہریں محسوس نہیں ہوتیں۔ درجہ حرارت تقریباً یہی ہوتا ہے۔ قطبوں پر سخت سرد اور خط استوا پر سخت گرم۔ تہ میں پانی سطح کے مقابلہ میں زیادہ سرد ہوتا ہے۔ ناروے کی بعض خلیجوں میں پہلے تہ میں پانی جمتا ہے پھر سطح پر۔

## عورتیں

اسلامی تاریخ ایسی عورتوں کے کارناموں سے بھری پڑی ہے جنھوں نے میدانِ جنگ میں حصہ لیا۔ حبش کی عورتیں اپنے ملک پر قربان ہونے کے لئے میدان جنگ کو جا رہی ہیں۔ وہاں تین ہزار عورتوں کی ایک فوج بھی ہے۔ افریقہ میں بھی یہ کوئی نئی بات نہیں۔ وہاں کے مغربی ساحل پر ریاست ڈھومی میں عورت کے ایک دستہ نے اپنی پڑوسی ریاست پر چڑھائی کی تھی۔ جنگ عظیم کے خاتمہ کے قریب روسی عورتوں نے بھی ایک دستہ تیار کیا تھا اور آج کل بھی وہ ایک نیم فوجی سپاہ میں بھرتی ہو رہی ہیں۔

مشہور مورخ ہیروڈاٹس نے عورتوں کی ایک خود مختار سلطنت کا ذکر کیا ہے جہاں مرد کا نشان نہ تھا۔ ان پر ایک جنگجو عورت حکمراں تھی۔ لڑکے پیدا ہوتے ہی مار ڈالے جاتے تھے یا کہیں باہر بھیج دیئے جاتے تھے۔ لڑکیاں جنگی ماحول میں پرورش کی جاتی تھیں۔ کہتے ہیں کہ جنوبی امریکہ میں برازیل میں عورتوں کی ایک جنگجو نسل آباد تھی اور انھیں کے نام پر دریائے ایمزن مشہور ہے۔ ایمزن کے معنے پہلوان عورت ہیں۔ لیکن تحقیقی طور سے اس بات کو درست نہیں کہا جا سکتا۔ فرانس کے انقلاب میں عورتوں نے نیم فوجی دستے تیار کر کے مردوں کو حیرت میں ڈال دیا تھا۔

مراکش میں ایک انگریز لڑکی ہیلن بارسنز کو ایک شیخ نے پکڑ لیا۔ بعد میں اُس لڑکی نے اسی سے شادی کر لی۔ جب فرانس سے جنگ ہوئی تو اس نے اس کے خلاف بڑے بڑے معرکے کئے۔ اسی طرح سروی لشکر میں ایک عورت فلورا سینڈیس نے نام پیدا کیا۔ جنگ عظیم میں بہت سی عورتیں مردانہ لباس میں لڑتی رہیں۔

## روس میں شادی وطلاق

روس میں شادی کی کوئی رسم مقرر نہیں۔ پادری کے پاس جا کے اپنا نام میاں بی بی کے طور پر درج کرا دیتے ہیں۔ اور جب چاہتے ہیں طلاق لے کے الگ ہو جاتے ہیں۔ چاہیں تو پھر دونوں ایک ہو کے پہلے کی طرح نام درج کرا دیتے ہیں۔ کسی تحقیقات کی ضرورت نہیں اس لئے بعض دفعہ ایک عورت کئی کئی آدمیوں کا نام پہلے سے شوہر کے طور پر درج کرا سکتی ہے اور اسے جرم نہیں کہا جاتا۔ گھر نہ ملنے یا خرچ نہ چلنے کے باعث طلاق تک نوبت پہنچتی ہے۔ مدتوں تک ساتھ رہنے کے بعد خوشی سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ ایک ۲۶ سالہ لڑکی ۱۱ سال ایک شخص کی بیوی رہ کے اور چھ بچوں کی ماں ہوتے ہوئے محض اس وجہ سے شوہر سے الگ ہو گئی کہ وہ بدمزاج ہے۔ ایک مرد بیس برس تک ساتھ رہ کے بیوی کو اس لئے چھوڑ بیٹھا کہ وہ اس سے تنگ ہو گیا ہے۔ گو طلاق کی کوئی وجہ دینے کی ضرورت نہیں لیکن عام طور سے اقتصادی اُمور ہی اس کا باعث ہوتے ہیں۔

ماسکو کی ۱۹۳۴ء میں ۳۶ لاکھ آبادی تھی۔ اس میں ۴۴۸۵۰ یکجا رہنے کے اندراجات ہوئے یعنی ۱۲۵ فی دس ہزار اور طلاق کی اوسط ۳۷ فیصدی تھی یعنی ۳۷۰ فی ہزار۔ ۱۹۳۵ء کے پہلے پانچ ماہ میں طلاق کی اوسط ۳۸٫۳ فیصدی اور مئی میں ۴۴ فیصدی ہو گئی۔ وہاں کی شادی یہ ہے کہ عورت مرد کا نام اپنے نام کے ساتھ لگا لیتی ہے اور اس کے ساتھ بیوی کی طرح رہنے لگتی ہے اور بس۔ ماسکو کے ایک دفتر میں جون ۱۹۳۵ء

کے شروع کے دس دنوں میں، ۵ طلاقیں درج ہوئیں۔ کوئی مرد بیس سال سے کم نہ تھا اور صرف تین عورتیں ۲۰ سال سے کم عمر کی تھیں
اوسطاً ۲۶ سے ۳۰ سال تک کے مرد اور ۳۳ سے [illegible] کی عورتیں طلاق کی خواستگار ہوتی ہیں۔ تیس سال سے اُدھر دوبارہ میاں
بیوی کے اندراج کا میلان پایا جاتا ہے۔ [illegible] اوسط فی صدی بہت زیادہ ہے۔ اس رسم سے بچوں کو بہت نقصان پہنچتا ہے
علیحدگی کے وقت اُن کے لئے کہ [illegible] لیکن ایسا کہیں ہوتا بھی ہے تو شوہر زبانی اقرار کر لیتا ہے بعد میں و [illegible] کا پابند نہیں
صرف عورت بچوں کی پرورش [illegible] ہے۔ ۷۷ طلاقوں میں، ۴۰ بچے تھے۔ ان میں سے صرف چار کا انتظام ہوا۔ ا [illegible] تھا اخر۔
رہا ہے۔ سلطنت اس [illegible] پر مجبور ہوئی ہے۔

## مسولینی کی نیرنگیاں

مسولینی جو آج کل اطالیہ کا مختار کل ہے اور وہاں کا بادشاہ بھی حبش کی جنگ کو ناپسند کرتا ہوا بھی [illegible] اس
ارادہ کو روک نہیں سکتا اپنے موجودہ بڑے عہدہ پر قابض ہونے سے پہلے مختلف کام کر [illegible]
[illegible] اخبار [illegible] پوپولو دی اطالیہ کا ایڈیٹر تھا۔ جنگ عظیم ختم ہونے کے بعد وہ ناٹک بھی لکھنے لگا تھا۔ اور فرصت کے اوقات میں سارنگی
بجا کے دل خوش کیا کرتا تھا۔ وہ تلوار یہ بھی خوب رہا ہے اور ڈوئل (کسی بات پر دو آدمیوں کا باہم فیصلہ کن لڑائی کرنا) بھی لڑا کرتا تھا۔ موٹر
بڑی بے خوفی سے چلایا کرتا تھا۔ وہ مدرس اور سپاہی بھی رہا ہے۔ تعجب ہے کہ وہ سنہ ۱۹۱۱ء میں اشتراکیوں کا سرگرم کارکن بھی رہا ہے
اُس نے اطالیہ کی جنگ طرابلس کے خلاف ایک لمبی چوڑی جماعت تیار کر لی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ اُسے پانچ مہینے کی قید کی سزا ملی
تھی۔ وہی جنگ کا مخالف اب حبش پہ ٹوٹ پڑا ہے۔ یہ دنیا بھی کیا تلون کی جگہ ہے۔

## طلاق انگریزوں میں

انجیل کی رُو سے طلاق ممنوع ہے۔ اسے بدچلنی کہا گیا ہے۔ بعد میں مردوں و عورتوں کے ہاتھ پیر مارنے
سے طلاق کے لئے قانون بنا کہ بدچلنی کی وجہ سے طلاق حاصل کی جاسکتی ہے۔ بیرحمی کی بنا پر دونوں الگ
ہو سکتے ہیں۔ لیکن کسی دوسرے سے شادی نہیں کر سکتے۔ یہ اور بھی مصیبت بن جاتی ہے۔ بہت سے میاں بیوی بناوٹی بدچلنی دکھا کے
طلاق لے لیتے ہیں۔ قانون نے اسے بہت بُرا بتایا ہے اور قرار دیا ہے کہ یہ عدالتوں کو دھوکہ دینا ہے۔

اب انگلستان کی متعدد زنانہ انجمنوں نے قانون طلاق میں مجوزہ اصلاحیں پیش کی ہیں۔ اگر وہ منظور ہوگئیں تو میاں بیوی کی قانونی
علیحدگی کی موجودہ شکل جاتی رہے گی اور طلاق کامل سمجھی جائے گی۔ میاں بیوی چاہیں گے تو باہمی رضامندی سے طلاق و خلع
حاصل کر سکیں گے۔ یہ اسلامی قانون کی فتح کے روز افزوں ثبوت ہیں۔

## انگلستان میں تعلیم نسواں

ابتدائی تعلیم جبریہ ہے۔ ہر گاؤں میں مدرسے ہے۔ گو عمارتیں ایسی نہیں لیکن ان کا انتظام خوب ہے۔
قصبوں میں بچوں کی صحت درست رکھنے کے چھوٹے بچوں کو ½ پاؤ دودھ روزانہ صبح کے وقت
دیا جاتا ہے۔ دودھ کی قیمت ان سے لے لی جاتی ہے جو وہ دے سکتے ہیں۔ غریبوں کو مفت دیا جاتا ہے۔ کتابیں اور کاپیاں بھی
مجلس مہیا کرتی ہے۔

بچوں کا طبی معائنہ کیا جاتا ہے جن کی صحت خراب رہتی ہے اور درست نہیں ہونے پاتی انہیں ایک خاص مدرسہ میں بھیج دیا جاتا ہے۔ وہاں
ان کی نگرانی کی جاتی ہے اور دماغی کام بھی کم دیا جاتا ہے۔

لڑکیوں کے لئے جو مدرسے قائم کئے گئے ہیں ان کے مختلف درجے ہیں۔ ایک میں ۴ سے ۷ سال تک کی بچیاں رکھی جاتی ہیں۔ وہ معلمہ یا یہ
کام کرتی ہیں۔ پرورش کے ساتھ ساتھ تعلیم و تربیت بھی کی جاتی ہے۔ اس کے بعد جونیر کلاس ہے۔ یہاں ۱۱ برس کی بچیاں تعلیم پاتی ہیں۔ سینیر کلاس
میں ۱۵ سال تک کی عمر تک تعلیم دی [illegible] اس کے بعد دو سال تک تجارتی تعلیم دی جاتی ہے۔ نصاب میں لباس کترنا اور سینا، ہاتھ سے اور

کل سے زردوزی کرنا۔ بال کترنا اور بنانا۔ عورتوں کے لباس تیار کرنا۔ اور فنون بھی سکھائے جاتے ہیں۔ انگریزی تاریخ اور دوسرے علوم بھی پڑھائے جاتے ہیں۔ جسمانی ورزش کا خاص خیال رکھا جاتا ہے اور ہر مدرسہ میں ایک ورزش گاہ ہے۔ باہر سیر کو بھی لڑکیاں لیجاتی ہیں۔ کبھی کسی مشہور مقام عجائب خانہ میں وقت صرف کیا جاتا ہے۔ پہلے سے بتایا جاتا ہے کہ فلاں شعبہ کا مطالعہ کرنا ہے وہاں جاکے بچیاں اسی کو بغور دیکھتی ہیں اگلے روز جماعت میں اس پر بحث ہوتی ہے۔ دیگر صنائع و بدائع بھی سکھائے جاتے ہیں۔ اس طرح جب لڑکی دنیا میں قدم دھرتی ہے نہیں مرسکتی۔ اور ویسے بھی دلچسپی اور ہوشیاری سے زندگی اچھی طرح بسر کرسکتی ہے۔

## یورپ وامریکہ میں اسلام

مسٹر خالد شیلڈریک ۱۹۰۳ء میں ذاتی مطالعہ سے مسلمان ہوئے۔ اُنہوں نے مغربی اسلامی انجمن (ویسٹرن اسلامک ایسوسی ایشن) کی بنیاد رکھی۔ اب اس کے وہ تاحیات صدر ہیں۔ انگلستان میں اس وقت ۳۰ ہزار مسلمان آباد ہیں۔ مسٹر خالد نے یورپ وامریکہ کے نومسلموں کے متعلق ایک مختصر مضمون شائع کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام ان ممالک میں کس طرح پھیلا۔

سر فرانسس ڈریک انگریزی بحری قوت کا بانی ہسپانوی جہازی حملہ سے پہلے کھیل میں مصروف تھا کہ اُسے ایک انگریز مسلمان کپتان ٹیمنگ نے خبر دی کہ ہسپانوی بیڑہ حملہ کے لئے چلا جارہا ہے۔ ایک مُوری جہاز کی کمان اس کپتان کے سپرد تھی۔ ۱۸۵۰ء میں لارڈ سٹینلے مرحوم آف الڈرلی نے قسطنطنیہ میں اسلام قبول کیا۔ نام عبدالرحمٰن اختیار کیا۔ ۱۹۰۳ء میں اسلامی طریقے سے وہ دفن کئے گئے۔ انگلستان میں مسٹر عبداللہ کوئیلم مرحوم نے بڑا کام کیا۔ وہ ۱۸۸۶ء میں مسلمان ہوئے تھے۔ کئی کتابیں تصنیف کیں۔ ہفتہ وار اخبار کریسنٹ اور ماہوار رسالہ اسلامک ورلڈ وہ باقاعدہ نکالتے رہے۔ اُنہوں نے تقریبًا پانچسو انگریز مسلمان کئے۔ اُن کے پیچھے کوئی مقدمہ لگا دیا گیا تھا جس کی وجہ سے وہ مفقود الخبر ہوگئے۔ آخر ۱۹۳۲ء میں اُن کا انتقال ہوگیا۔ جب پتہ چلا کہ وہ عبداللہ کوئیلم ہیں۔

جرمنی میں مولوی ستّار خیری کی کوششوں سے تقریبًا چارسو جرمن مسلمان ہوئے۔ مولوی صاحب موصوف اب علی گڈھ یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں۔

فرانس میں محمود بے سلیم نے ۱۹۰۸ء میں ایک انجمن قائم کی۔ وہاں مسلمانوں کی تعداد ایک لاکھ ہے۔ ان کے کہنے سننے پر فرانس نے پیرس میں ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کرائی۔

امریکہ میں محمد الگزنڈر رسل ویب مرحوم نے ۱۸۸۸ء میں اسلام قبول کیا۔ اس وقت وہ جزائر فلپائن میں امریکہ کے قونصل تھے۔ نوکری چھوڑکے وہ امریکہ آگئے اور ۱۸۹۳ء میں وہاں ایک انجمن بنائی۔ اُنہوں نے کئی کتابیں لکھیں اور ایک رسالہ ورلڈ شائع کیا۔ انہوں نے بہت سے امریکنوں کو مسلمان کیا۔

## انگوٹھے پہچاننے والی

مس میری گراٹ امریکہ کی رہنے والی پہلی عورت ہے جسے انڈیا میں انگوٹھے اور انگلیاں پہچاننے کے دفتر کا اعلیٰ مقرر کیا گیا ہے۔ پانچ سال ہوئے اس دفتر میں بطور کلارک ملازم ہوئی۔ لیکن جلد ہی وہ جلد ہی انگلیوں کے نشان نہایت جلد پہچان لینے اور انہیں علیحدہ علیحدہ ترتیب سے رکھنے کے لئے ملک بھر میں مشہور ہوگئی۔ اُس کے دفتر میں ۴ ... انگلیوں کے نشان ہیں۔ اس نے ۱۹۳۳ء میں ایک بڑے مجرم کی انگلیوں کے نشان پہچان کے پکڑوانے میں بڑی مدد دی تھی۔ وہ کہتی ہے کہ اس طرح کے مجرم بال رنگ سکتے ہیں، چہرہ کی جراحی سے اسے بالکل بدل سکتے ہیں لیکن اُن میں سے کوئی انگلیوں کے نشان بدل سکا۔

عورتیں سراغ رسانی میں بڑی کارآمد ثابت ہوتی جارہی ہیں چنانچہ حال ہی میں حکومت ترکی نے ۱۸ ترکی عورتوں کو ترکی جاسوسی کے

ملازم رکھا ہے۔ وہ سیاسی جرائم کے سراغ لگائیں گی +

## پھلجھڑیاں

آج تک مصری مبلغوں کی کوششوں سے ایک لاکھ امریکن مسلمان ہو چکے ہیں۔

دنیا میں مسلمان ۴۰ کروڑ ہیں اور ہندوستان میں ۸ کروڑ۔

سورج کی روشنی صاف ستھرے پانی میں ۱½ ہزار فٹ کی گہرائی تک پہنچ جاتی ہے۔

چھوٹے موٹے اور گھونگریالے بال بڑی طاقت کی علامت بتائے جاتے ہیں۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ایک کروڑ ۴۰ لاکھ سے زیادہ آدمیوں کا گذارہ خیرات پر ہے۔

دانتوں کے خلا کو بھرنے کے لئے سونا اس لئے پسند کیا جاتا ہے کہ یہ نرم ہوتا ہے اور آسانی سے حسب منشا شکل میں ڈھالا جا سکتا ہے۔ اس پر ہوا کا اثر نہیں ہوتا۔ کھانوں کی تیزابیت سے محفوظ رہتا ہے۔ اس پر سردی گرمی کا جلد اثر نہیں ہوتا۔ اسمیں سمیت بھی نہیں ہے۔

لندن میں ایک ریل نے ۱۱۲ میل فی گھنٹہ چل کے تیز رفتاری کے پہلے کارنامے ماند کر دیئے۔

اورنگ آباد دکن میں ایک مسلمان عورت ۱۳۵ برس کی عمر میں فوت ہوئی۔ اُس کے قویٰ آخر تک درست رہے۔

سونا ہیڈروکلورک اور نائٹرک ایسڈوں کے مرکب میں حل ہو جاتا ہے۔ سیلے نک میں بھی حل ہو جاتا ہے۔

آئس لینڈ کے کوہ حبلہ کے پاس اور راوبی کے منبع سے ۴۲ میل مشرق میں اور جنوبی امریکہ میں کوٹیو کے نزدیک سبز برف پائی جاتی ہے

پولینڈ میں مسلمان نویں صدی عیسوی میں آباد ہوئے۔ پہلے وہ ترکی یا تاتاری بولتے تھے۔ رفتہ رفتہ وہ پولینڈی زبان بولنے لگے اور عربی الفاظ اس میں داخل ہو گئے۔ اس وقت اس میں ۲۹ عربی الفاظ ہیں +

محمد ظفر

ہندوستان کی کسی زبان میں عصمتی دسترخوان سے بہتر کتاب کھانے پکانے کے موضوع پر شائع نہیں ہوئی لیکن بعض بہنوں کا خیال ہے کہ اسکا دوسرا حصہ مشرقی مغربی کھانے جسطرح
پر بھی فوقیت رکھتا ہے کیونکہ اس میں کھانے پکانے کے متعلق قریباً سو صفحوں کے ایسے ایسے کار آمد مضامین ہیں کہ آج تک کسی کتاب میں نہیں چھپے۔ اور یہ وہ مضامین ہیں جو ہر خانہ دار بی بی کو کم سے کم ایک دفعہ ضرور
پڑھ لینے چاہئیں۔ اس کتاب کی تیاری میں ہند اور بیرونِ ہند کی ۹۰ معزز خواتین نے حصہ لیا ہے۔ ایک ایک چیز کی کئی کئی ترکیبیں ہیں۔ مثلاً سالن کی ۴۰ نئی ترکیبیں۔ چاول کی ۲۰ نئی ترکیبیں۔ انگریزی۔ فرانسیسی
جرمنی۔ اطالوی۔ عربی۔ ایرانی۔ عراقی۔ ترکی۔ جاپانی وغیرہ کھانوں کی نہایت عمدہ عمدہ ترکیبیں ہیں اور سب تجربہ کرنے کے بعد لکھی گئی ہیں قیمت دو روپیہ مجلد سوا دو روپیہ۔ ملنے کا پتہ دفتر عصمت دہلی

*Cover Printed at the Calcutta Art Press, Katra Baryan, Delhi.*